

زوار کی تلاش

مقدمہ

WWW.PAKSOCIETY.COM



PAK Society LIBRARY OF PAKISTAN

ONE SITE ONE COMMUNITY



ایک شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسمیر قوتوں کا مالک تھا۔

اُس انسان کی کہانی جس نے شرافت کا تباہہ اوٹھ دیا تھا،
اور سابقہ زندگی سے تائب ہو گیا تھا، لیکن جب اسے شرافت کی
زندگی سے پھر واپس اُس گناہ آئوہ زندگی کی طرف ہٹ جانے پر
مجبور کیا گیا تو۔؟

سزا کے عالمگیر کا وہی جیال راجہ نوز مہر جو بڑی سے ذلت کرتا ہے



عزت کو ایمان لگایا ہے ہم عورت کا احترام کرتے ہیں۔ وہ اگر بڑی مشکل میں نظر آتی ہے تو کلاموں پیشانیان ٹھیک آؤدوہوجاتی ہیں۔
 ”یہ تو اچھی بات ہے۔ میں میرے سوال کا جواب؟“
 ”میں شہارسانا ہوں۔ نہیں لگا ہوں کے دانے سے مغفوف رکھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ادریزی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے متاثر بیچ میں کہا۔
 ”میں کھ گئی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم مجھے واقف کر کر عافیت کر دو گے۔ واقعی عورت مرد کی پہچان ہے۔ یہاں اسے وہ برامقام حاصل نہیں ہے لیکن میں نے سرت۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ لیکن مطمئن رہو۔ اس گھر کو خوبصورت بنا دو۔ آج یہ رہتا ہے لیکن کل یہاں کچھ مہان آئیں گے۔ ان کے لیے اسے اس قدر جاذب نگاہ بنا دو کہ ان کے چہرہ پر پھول لہری پھول کھل جائیں۔ ان کی آنکھیں ان گھر کی روشنی کو جذب کر کے اس قدر چمکداریاں ہوجائیں کہ کوئی ان پر جھانک نہ سکے۔
 ”کون آ رہا ہے؟ کیا روٹی ہے؟“ زوی نے مصیبت سے پوچھا۔

”ان کے نام تو ان کے آنے کے بعد ہی رکھے جا سکتے ہیں۔“ میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”زوی توبہ سے میری شکل دیکھنے لگی۔ میرے الفاظ اس کی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ اور میرے ہنوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ اسے پریشان کر رہی تھی۔
 ”صیغی بتاتے کیوں نہیں کون آ رہا ہے؟ مجھے ان کے بارے میں بتاؤ۔“ میرا ان سے تعارف ہے یا نہیں۔ کم از کم میں ان کے شایان خان استقبال تو کر سکوں اس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ ادریزی حلق سے قہقہہ نکل گیا۔
 ”آنے والوں یا ولس کے باندے ہیں، میں کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا زوی۔ تاہم نہیں پریشان کرنا مجھے مقصود نہیں ہے۔ میں اپنے ان چوڑی بات کر رہا ہوں جو آج نہیں توکل، کل نہیں تو ہر سوں ہمارے درمیان آئیں گے مجھے سختے سختے خوبصورت مہان میں ان کی معصوم قلندریاں ہمارے گھر میں گویں گی تو اس گھر کی فضا میں حسن ہی حسن بکھر جائے گا۔“

میں نے کہا۔ اور زوی کے چہرے پر شرمیں مسکراہٹ پھیل گئی۔ حالانکہ وہ آزاد ماحول کی پوسدو تھی، پتہ نہیں یوں، وہ اتنی قوت سے اس پر اثر انداز نہیں ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں اب بھی شرم دیا جا پاتی جاتی تھی یا پھر میری محبت کا اثر تھا کہ اس نے میرے

غلام سینہ نے مجھے بے ناہ دولت دی تھی سو زری لہری کے جیکوں میں آج بھی میرا تاسرا یہ مغفوف تھا کہ اگر میں بھاتا تو اس کے حصول کے بعد زوی یا رک جیسے شہر میں ہی ریاست کے خواب کی مانند زندگی گزار سکتا تھا۔ لیکن بڑے دنوں کی یادوں کو اس اتنی گہرائی میں دفن کرنے کا خواہش تھا کہ وہ بھی سزا بھاسکیں۔ اس کے لیے میں نے سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا کہ حالات اس حد تک ہی پہنچ جائیں کہ مجھے خائے کرنے پڑیں تبھی اس نا جائز مہلے کے بارے میں میں سوچوں گا۔ میرے اس فیصلے نے میں جو ذہنی سکون بخشا تھا اس کی کوئی قیمت نہیں کی جا سکتی تھی۔

میں اور زوی نہایت پرسکون زندگی گزار رہے تھے اور ہماری فرم خوب ترقی کر رہی تھی۔ زوی تعلیم یافتہ تھی جو ن نژاد تھی۔ اس نے پیش کش کی کہ میرے کاروباری پوجہ کو کم کرنے کے لیے وہ بھی فرم کے امور میں میرا ہاتھ بٹائے لیکن اس کی پیش کش کے جواب میں میں نے کہا۔
 ”زوی! میرا دل بہت چاہتا ہے کہ تمہیں ایک بار اپنے وطن کی سیر کراؤں۔ وہاں کی زندگی دکھاؤں۔“ میرے یہ الفاظ زوی کی پیش کش سے بظاہر متعلق نہیں رکھتے تھے اس لیے اس نے کہا۔
 ”تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو آواز؟“

”یہ تمہارے سوال کا جواب ہی ہے زوی! میری زمین پر عورت کا ایک خاص مقام ہے۔ اب میں امریکہ میں رہتا ہوں، یہاں کے قوانین اور یہاں کے رسم و رواج سے میرا گہرا تعلق قائم ہو چکا ہے۔ یہاں کی عورت برہمن میری نگاہ سے لیکن یورپ اور امریکہ میں عورت بے وقعت ہے۔ یہاں تہذیب و ترقی اور مسہری کے نام پر عورت کی عظمت کو بہت گرا دیا گیا ہے۔ مجھے اس عورت سے حسد ہی ہے!
 ”دلچسپ بات ہے۔ تھیوری ہی وضاحت کرو۔“
 ”تمہیں میرے وطن کی عورت کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟“
 ”ہاں۔“ زوی نے شہرت سے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”بھلا کیا معلوم ہے؟“

”بہی کہ وہ عورت ہوتی ہے۔“ زوی کے الفاظ شہرت پر مبنی تھے۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”بالکل ٹھیک کہا۔ اسے عورت کی شکل میں پہچانا جاتا ہے۔ وہ عزت ہوتی ہے سمجھت ہوئی ہے۔ لگا ہوں کے داغوں سے پاک ہوتی ہے۔ اس کا ایک رد ہوتا ہے جو اس کا تحفظ کرتا ہے۔ وہ مرد کو اپنی بناہ اپنا سامانا لگتی ہے۔ کنواری لڑکی کے والدین انہیں اپنے شانوں کا بوجھ دیکھتے ہیں جو ان کی پہلی بیوی پر قدم رکھتے ہی نہیں اس کے لیے سامانیاں کی تلاش ہوتی ہے اور وہ اسے کسی محفوظ جگہ میں لے کر جی ایلٹان مسوک کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں عصمت و



دو جگہ کی عطا فرمیں قبول کر لی تھیں اور ذہنی طور پر مجھ سے ہم آہنگ ہو گئی تھی۔ ایک شرطیں سکول سے لے کر تھیں۔ جب وہ منظر ہانوں کی تکمیر کے لیے بھی سکول شروع کر دی۔ جب وہ آئیں گے تو ان کے استقبال کا بندوبست بھی کر دیا جائے گا۔

”یری اس بات کا تعلق ہمارے ان ممالک سے ہے جہاں میں تم نے کہا تھا کہ تم نے کراچی کی ذمہ داری سنبھالنے کی خواہش مند ہو۔ اگر تم وہاں معروف ہو گئیں تو تمہیں ہانوں کا کیا حال ہو گا جو ہندی تو بڑے کے طالب ہوں گے؟“

”اچھا اچھا۔ میں اپنے ان الفاظ واپس لے چکی ہوں، اب ایسی باتیں مت کرو۔ اس نے کہا۔ اور ہم دونوں کے خوشگوار قبضے مضافوں میں گھومنے لگے۔

زیر کی ان مکتوبوں میں میں نے ایک نئی آہنگ دیکھی تھی۔ غالباً اس سے پہلے اس کے ذہن میں ان نئے ممالک کا تصور نہیں ابھرا تھا۔ بہر طور ایک بڑے سکول اور خوشگوار زندگی کے لیے بچوں کی موجودگی سے حد ضروری ہوتی ہے۔ اب جب کہ زندگی کے اس سفر میں مجھے خاصا وقت گزار چکا تھا تو میرے دل میں آہستہ آہستہ انسانی خواہشیں مینار ہوتی جا رہی تھیں اور میں ایک گھر لو انسان کی طرح سوچنے لگا تھا۔

کاروباری امور ذمہ داریوں پر چل رہے تھے۔ میں نے کچھ دوسرے مالک سے قالیں اپنی پورٹ کرنا شروع کر دیے تھے اور اس سلسلے میں میرا سولہ سو ڈالروں کی ایک فرم سے ہونے والا تھا۔ چنانچہ مجھے وہاں جانا تھا۔ تقریباً دنیا کے بیشتر مالک میرے دیکھے جھلے تھے۔ اپنی ذمہ داریوں میں میں نے کوشش کی کہ باقی بھی جہاں تک نہیں کیا تھا۔ اسپین، جنگ، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، ایران، کابل اور بنگالے کہاں کہاں۔

راجہ نواز صاحب کا نام کچھ عجیب نام سے گونجا تھا اور اگر آج میں اپنے ان بڑے ساتھیوں کی تلاش میں نکلتا تو درحقیقت ایک بہت بڑا گروہ بنا سکتا تھا۔ لیکن اب یہ تصورات میرے ذہن کو چھوڑ کر بھی نہیں گزر رہے تھے۔ اب میں ایک شریف آدمی تھا۔ امریکا کے شہر نیویارک کا ایک ممتاز انسان جن کا اپنا ایک حلقہ اثر خاصا دوست احباب تھے اور یہ تمام دوست احباب شریف لوگ ہی تھے۔ میں نے شرافت کی زندگی اپنانے کے بعد اپنی ان خصوصیات کو مٹانے کی کوشش کی تھی جن کے تحت میں انسانوں کی صف سے بہت دور نکل گیا تھا۔

امریکا کی مختصر زندگی میں کچھ ایسے لوگ بھی میرے نزدیک آئے تھے جن کا رادار اچھا نہیں تھا۔ ان کی شمولیت سے مجھے بہت

فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ لیکن جس شخص نے کروڑوں روپے کا سرمایہ بیکنوں میں چھپو دیا اور محنت مزدوری کر کے اپنی ایک نئی دنیا بسائی ہوئے بھونٹی موٹی رقموں سے کیا ڈیڑھی ہو سکتی تھی چنانچہ میں نے اپنے قریب کسی ایسے انسان کو نہیں چھنے دیا تھا جو کسی بھی طور کسی بڑی کو سے کر میرے پاس پہنچا ہو۔

میرے فرم کا منیجر ایک پاکستانی تاجروں کا کاشف تھا جس کا تعلق سندھ کے ایک شہر سے تھا۔ کاشف بہت ایمان دار اور عقیم انسان تھا۔ اور زبانی کراچی کے تقریباً تمام امریکی نے اسی کے پروردگار رکھے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں میرا دست راست تھا۔ چنانچہ میں نے دوسرے دن کاشف سے مشورہ کیا تو انہیں نے یہ کہا کہ ان ایرانی قالیوں کی اپورٹ سے فرم کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے آرڈر موجود ہیں جن میں ایرانی قالیوں کی فراہمی کی گئی ہے۔

”تو بہتر ہے کاشف، اگر میں خودی تہران چلا جاؤں اور وہاں جا کر یہ سوداے کروں بیکار ہو جاؤں گی میں یہی قالیوں بیک کر کے یہاں بھجوا دوں تاکہ میں ان کی وصولی میں مدد نہ ہوں۔“ اگر ایسا ہو سکے تو میرا خیال ہے کہ اس موقع سے بھرپور فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔“

”تو بہتر ہے میرے گھر سے یہاں اپورٹ وغیرہ لے لینا اور یہی روایتی کی تیاریاں ایک دو دن میں کروادو۔“

زیر نے میں نے تہران جانے کا تذکرہ کیا تو اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھرا۔

”اس مختصری زندگی میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم پہلے ہی ایک ساتھ ہوئے ہیں اور ایک ساتھ ہی ہم نے دنیا میں قدم رکھا ہے۔ میں تمہاری غیر موجودگی کیسے برداشت کروں گی؟“

”میرے دل میں کے طور توں کی طرح، دروازے پر ہنگاموں جھانے ہوؤں پر بھڑائی کی گیت گاتے ہوئے۔“

”اوہ! بھلے یہ سب کچھ نہیں آتا۔ جب تمہیں پاکستان کھا دو گے تو میں پوری طرح ایک پاکستانی عورت کے روپ میں وصل ہاؤں گی۔ زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس سے قبل جو کچھ میں تمہیں بتاؤں۔ وہی کرتی رہنا۔ مجھے اطمینان ہو گا۔“

”فحیک ہے، واپسی کب تک ہوگی؟“

”کچھ نہیں کہہ سکتا زبیر، ممکن ہے پندرہ یا بیس دن لگ جائیں۔ ممکن ہے ان سے کچھ زیادہ۔“ میں نے اسے کاروباری امور بھانسنے سے منع کیا۔ اور وہ ملحق ہو گئی۔

فحیک ہے، کوئی بات نہیں ہے میں تمہارا انتظار کروں گا۔“

تیسرے دن میں تہران روانہ ہو گیا۔ تہران ایئر پورٹ پر اترنے کے بعد بہت سی یادیں ذہن میں تازہ ہو گئیں۔ ایک دن میں یہاں منشیات کے اسمگلر کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ سپرول کے گروہ اور گروہ یہاں سے گزرتے تھے۔ لیکن ایران میں منشیات کے استعمال پر پرمی قدر پابندی تھی۔ اس نے مجھے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے کا موقع نہیں دیا تھا لیکن اس کے باوجود یہاں بھی کچھ ہنگامے ہوئے تھے۔ وہ تمام یادداشتیں میرے ذہن میں محفوظ تھیں۔ اور بعض اوقات ان کے بارے میں سوانح کو میں بردیشان ہو جاتا تھا۔

تہران کے ایک خوبصورت ہوٹل میں میری ملاقات ملی ظفر سے ہوئی جو میرے کالوں کے ممان ہے۔ ملی ظفر سے کاروباری امور سے گھٹے اور انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے میرا کام جلد از جلد انجام دینے کا وعدہ کر لیا۔ میری دل خواہش تھی کہ میں اپنے لاکھ کی کمپنی کے بعد فوراً امریکا روانہ ہو جاؤں۔ کیوں کہ زبیر کی جدائی کا اب مجھے احساس ہو رہا تھا۔ زندگی اتنی عجیب بن گئی ہے۔ انسان جب بڑا بیٹوں کی دلدادگی میں غرق ہو جاتا ہے تو اسے جو اس نہیں ہوتا کہ اس کے ارد گرد کتنا عشق پھیلا ہوا ہے۔ وہ اس عشق کا عادی ہو جاتا ہے۔ - - - - -

بلکہ اسے عشق کی تلاش رہتی ہے اور وہ اسی ماحول میں خوش رہتا پسند کرتا ہے۔ ایک دور وہ بھی تھا جب میں آوارہ گردوں کی مانند تھیلے لٹکانے سردار سے کے ہر اچھی غلطیوں میں گھومتا رہتا تھا لیکن آج میری شخصیت بالکل بدل گئی تھی اور زبیر کی زندگی کا ایک ایسا نقش بن گئی تھی جس کو میں ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

میرے دوست نے حسب وعدہ میرے ساتھ تھانوں کیا اور میں کام لینے میں نے تقریباً ایک ماہ کا تعین کیا تھا وہ دن باریگاہ روز زبیر میں مکمل ہو گیا۔ اپنا سامان بھجوانے کے بعد یہاں کہنا ہے ٹھکانے پر گیا تھا۔ چنانچہ میں واپسی کی تیاری کرنے لگا اور پھر ایک دن تہران سے واپس نیویارک چلے پڑا۔

میرے دل میں خوشیاں اور سرسبز جگہ مری تھیں۔ زبیر سے چند دن کی بے جدائی ہی بڑی شاق گزری تھی۔ روزمرہ کے معاملات میں وہ کونکر یا ذاتی تھی اور میں سوچتا تھا کہ مجھے اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے کچھ اور ہی بندوبست کرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں زبیر سے زیادہ عرصہ دور نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی سوچتا تھا کہ زبیر کو اپنے ساتھ ہی تہران لے آنا تو کیا ہرج تھا لیکن

اس خیال پر خودی مجھے نہیں آگئی۔ اب تمام کاروباری معاملات میں زبیر کو لینے تو نہیں پھر سکتا۔ ایران سے میں نے زبیر کے لیے چند حسین تحائف بھی خریدے تھے جو میرے سامان میں محفوظ تھے۔ ذہن میں زبیر کا تصور تھا اور میرا سفر جاری تھا پھر جب طیارہ نیویارک ایئر پورٹ پر اترا تو میرا دل ایک دم خوشی سے کھل گیا۔

یہاں کی مضافوں میں مجھے زبیر کی مہک محسوس ہو رہی تھی۔ اور دل زبیر کی دل میں نہیں رہا تھا۔ عورت میری سابقہ زندگی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ میرے سنا سنا جو بھروسے سے واقع ہیں۔ یا اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ میرا کردار کیا رہا ہے اور میں عورتوں کی دنیا میں کیا کیا نہیں گھومتا رہا ہوں۔ لیکن اب چوں کہ میں لیا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے زندگی کا وہ بھیا نکلمات ایک خواب کی مانند میری زندگی میں داخل ہوئے ہوں اور پھر ہمیشہ کے لیے محسوس ہو گئے ہوں۔

ہاں میں تو دیر سے جہلم کے کنارے چھپ چکی ہوں دلدار کے کنارے کھڑا ہوا میری مصعب لڑکا تھا جو برسوں کے بعد ملنے کھینٹوں کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور بیلے پلے ہوں جو کچھ جاتا تھا۔ مجھے قطعی یہ احساس نہیں رہا تھا کہ زندگی کا ایک طویل حصہ کن کن ہنگاموں میں گزر چکا ہے۔ ایئر پورٹ سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو کاشف میرا منتظر تھا۔ اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ میں نے تو اپنی واپسی کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ پھر کاشف یہاں کیوں موجود ہے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکا اور میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔

”ارے کاشف تم میری بہت سے کسی کام سے ایئر پورٹ آئے تھے؟“

”نہیں جناب! اس آپ کو لینے کے لیے آیا تھا۔“

”مگر تمہیں میری اطلاع کیسے مل گئی؟“ میں نے کاشف کے چہرے کو بوند دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ایک لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ کاشف نے انتہا بردیشان ہے۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”کاشف، تمہارے چہرے کا یہ سکوت مجھے عجیب عجیب سے خدشات میں مبتلا کر رہا ہے۔ سب خیرت تو ہے نا؟“

کاشف نے نگاہیں اٹھائیں۔ اس کے چہرے پر شدید ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔ پھر اس نے آنکھیں جھکا لیں۔

”کاشف! تم بلاوجہ سسپنس پیدا کر رہے ہو۔ مجھے سناؤ کوئی

خاص بات ہے۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ میری آمد کی اطلاع نہیں کس نے دی؟

جی۔۔۔ وہ میں نے تیرا ٹیکس بھیجا تھا۔ مجھے فوراً ہی اس کا جواب مل گیا اور جواب یہ تھا کہ آپ وہاں سے چل پڑے ہیں۔ جس فلائٹ سے آپ چلے گئے اس کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ چنانچہ میں یہاں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔
"اودہ! اچھا گریٹیکس کیوں دیا تھا۔ میں پھر تم سے یہی سوال کروں گا کہ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

جی ہاں۔۔۔

کیا بات ہے؟

براہ کرم آپ کو تشریح لائے۔ کار میں بیٹھنے میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔ کا کاشف نے کہا اور میں پریشان سا اس کے ساتھ چل دیا۔ پتہ نہیں کاشف اس قدر کیوں پیکار رہا تھا۔ عام حالات میں وہ ایک احترام کرنے والا نوجوان تھا اور میرے مستحق سے میرے سرواں کا جواب دیا کرتا تھا گو اس وقت بھی جواب دینے میں وہ تساہل برت رہا تھا۔ بلکہ شاید کوئی ایسی بات تھی جو اس کے ہونٹوں سے نکل نہیں پارہی تھی اور ایسی کوئی بات میری گھومیں نہیں آرہی تھی۔

میرے سینے میں اضطراب بڑھتا جا رہا تھا چنانچہ چوہنی وہ میرے نزدیک آ کر ڈرائیونگ سیدھ پر بیٹھا۔ میں نے سائپرنگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

کارا اشارت کرنے سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ معاملہ کیسے ہے؟
"وہ جناب ایک حادثہ پیش آ گیا ہے لیکن ہماری کچھ گھومیں نہیں آتا۔ کاشف نے جواب دیا۔

۔۔۔۔۔ "میرے پیچھے میں اب غز اہٹ پیدا ہو گئی تھی جس سے کاشف کو اندازہ ہو گیا کہ میں اب جھبھلا ہٹ کی انتہا تک پہنچ چکا ہوں۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"آپ کے گھر پر ہنگامہ ہوا ہے۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ سیکم صاحبہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔"

میرا یہ میرا مندرجہ ذیل سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کاشف کے الفاظ سمجھ میں آنے والے تھے۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں کر رہا تھا۔ تاہم میں نے خود کو سننے والی حالت میں رکھا۔
"کیا کہہ رہے ہو کاشف؟" دماغ میں میری تم غور کر سکتے ہو اس بات پر کہ تمہارے گول گول الفاظ مجھے کس قدر شدید زحمان کا شکار بنا رہے ہیں۔ کیا تمہیں میری حالت کا احساس ظاہر ہے؟"

جناب! میں برصمت ہوں کہ مجھے یہ دردناک اطلاع آپ کو دینی پڑی ہے۔ لیکن یہ میرا فرض ہی تھا۔ آپ کے جانے کے بعد میں حسب ضرورت سیکم صاحبہ سے رابطہ قائم کرتا رہتا تھا۔ اور ان سے پوچھا رہتا تھا کہ انہیں کوئی اہم یا پریشانی تو نہیں ہے۔ وہ بڑے سکون و وقت گزار رہی تھیں اور انہوں نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں اگر کوئی ضرورت ہوتی تو وہ مجھے ٹیلی فون پر بتا دیتا۔

ہر سوں میں کاشف نے میری آخری بار بات چیت ہوتی تھی۔ اور میں نے ان کی تقریر کو بھی سیکم صاحبہ نے کہا تھا کہ وہ بالکل بجزیرت ہیں۔ چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔

لیکن اسی رات تقریباً ایک بجے پولیس اسٹیشن سے مجھے ایک فون کال وصول ہوئی جس میں مجھ سے کہا گیا کہ میں آپ کے علاقے کے پولیس اسٹیشن میں فوراً پہنچ جاؤں۔ مجھے وجہ نہیں بتائی گئی تھی۔ ہر طور میں پولیس اسٹیشن پہنچا تو میری ملاقات انسپکٹر جوزف سے ہوئی۔ انسپکٹر جوزف نے مجھ سے عجیب و غریب سوالات شروع کر دیے۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے کسی کام میں کام کرتا ہوں تو میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ تب انہوں نے ٹھوکہ اطلاع دی کہ مسٹر نواز اسمنز کے مکان پر کچھ ہنگامہ ہوا ہے۔ ہر دو سوں سے ٹیلی فون پر اطلاع دی گئی۔ اور پولیس وہاں کا معائنہ کر چکی ہے۔

میں یہ سن کر شدید رہ گیا تھا۔ میں نے اسی وقت خواہش ظاہر کر لی کہ وہاں جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انسپکٹر جوزف مجھے اپنے ساتھ قلعے کھلی پڑا۔ میں نے آپ کے گھر داخل ہو کر وہاں کی صورت حال دیکھی۔ پورا مکان ابتری کا شکار تھا۔ دو پولیس میں وہاں پہرہ سے لے کر۔۔۔۔۔ تمام گھر لوہا سا لٹا کر چھوڑ کر رکھا گیا تھا۔ اماں یوں کے نشیے، شوکس توڑ دیے گئے تھے۔ اماں یوں کی موجودگی ایک ایک چیز باہر نکال دی گئی تھی۔ ایک دو جگہ خون کے دو چھوٹے دھبے بھی موجود تھے جو سوکھ کر سیاہ ہو چکے تھے۔ اور پورے گھر میں سیکم صاحبہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"اور کام کرنے والی ڈرامہ زونوی۔؟" میں نے سوال کیا۔
"جوزی زنجی حالت میں ایک جگہ زندہ ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کا روتھا ہوا تھا اور وہ ابھی تک ہسپتال میں موجود ہے۔ وہ ہوش میں نہیں آئی۔"

"اور۔۔۔ اور زنی کا کہیں پتا نہیں تھا؟" میں نے پوچھا۔

جی ہاں۔۔۔
"لوگ کالوں کو تو جگہ جگہ سے کال پولیس اس کے بارے میں معلوم کرنے میں ناکام رہی۔" میں نے سوال کیا۔

جی ہاں ابھی تک پولیس اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکی۔ جی بر پولیس سے رابطہ قائم کرتے ہوئے ہوں۔ میں نے آپ کو ٹیکس دیا تھا کہ آپ فوراً تشریح لے آئیں۔ لیکن بعد میں مجھے جواب ہوا کہ آپ جاکے ہیں۔"

"یہ واقعہ ہر سوں رات کو پیش آیا۔ کل کالوں تم کیا کرتے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

جناب عالی! میں پولیس ہی کے سلسلے میں معروف رہا۔ مجھے اتنی فرصت نہ مل سکی کہ میں آپ سے رابطہ قائم کر سکتا۔ کاشف نے جواب دیا۔

بات میری گھومیں نہیں آرہی تھی۔ ہر طور میں نے کاشف سے کہا کہ کارا اشارت کرے اور کاشف نے کارا اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ متحوری دیر کے بعد میں اپنے گھر پہنچ گیا تھا۔ گھر میں قدم رکھتے ہی ایک عجیب سے خوف زدہ سنسنی کا احساس محسوس ہوا تھا۔ یہ کچھ ہوا تھا کہ حقیقت ہے یا کاشف جو بٹ بول رہا تھا۔ میرا ذہن سوچ رہا تھا۔

لیکن مکان کے چھوٹے سے کمرے میں دو پولیس والوں کو دیکھ کر کاشف کی بات کی تصدیق ہو گئی۔ میرے قدم لڑکھڑکھتے پولیس میں مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کاشف نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

۔۔۔۔۔ "پولیس والے نے گردن ہلا دی۔"

۔۔۔۔۔ "تالا کھولو یا پولیس کی بل گئی ہوئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

۔۔۔۔۔ "میں نہیں۔ آپ جاؤں تو مکان اندر سے دیکھ سکتے ہیں۔ پولیس والے نے کہا۔ اور ابھی جب سے جا ہی نکال کر تالا کھول دیا۔ یہ میرا گھر تھا۔ جہاں میری حکومت تھی۔ لیکن یہ حکومت ایک دم ختم ہو گئی تھی۔ میری دنیا بوجھ گئی تھی۔

اندر قدم رکھا تو ایک عجیب و غریب نظریاتی گھومیں نہیں آیا کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے میرے گھر کی حالت بنائی تمام سامان بڑی طرح سبج ہو چکا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے اس سامان کو ٹوڑ پھوڑ کرنے کے لیے ہی یہ سامان کارروائی کی گئی تھی۔ کوئی بھی چیز اپنی جگہ صیغ و سام نہیں تھی۔

میں باگلوں کی طرح ایک ایک کمرے کا جائزہ لیتا پھر رہا تھا۔ ہر کمرے میں بڑی ابتری اور وحشیانہ نظریاتی گھومیں نظر آتی تھیں کہ وہ دیکھنے والی صاف نہیں کیے گئے تھے۔ جہاں موجود تھے میرے ہوش

دو اس رخصت ہوتے جا رہے تھے چند لمحات کے لیے میں بالکل معطل ہو گیا تھا۔ اگر سب کچھ ہو چکا ہوتا اور زنی محفوظ رہتی تو شاید مجھے اس کی پانچ فیصد بھی پرواہ نہ ہوتی۔ لیکن زنی کی کشمکش نے میرے حواس بڑی طرح متاثر کیے تھے۔ میں دیوانوں کی طرح ایک ایک چیز کو دیکھ رہا تھا۔

کاشف میرے ساتھ تھا۔ دل تو میری چاہ رہا تھا کہ دیواروں سے ٹکرائے لگوں زنی کو پتہ چن کر آوازوں میں دوں لیکن سب کچھ معقد تھا۔ مجھے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا تھا۔ ورنہ مذاق بننے کے علاوہ اور کیا ہوتا۔ سراسر گھر پر ایک عجیب سی خاموشی مسلط تھی۔ ہر کمرے سے زنی کی آواز سن کر ہی میں ان آوازوں کو سننا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ زنی پر کیا گزری۔ لیکن آوازوں کا معنوم میری گھومیں نہیں آ رہا تھا۔ ہر جگہ سے زنی کی آواز ابھرتی۔

"دیکھو نواز! یہ کیا ہو گیا۔ یہ سب کچھ کیا ہو گیا۔" لیکن نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا وہ کون سے جنہوں نے میرے گھر کو اس طرح برباد کیا تھا۔ جب تمام کمرے گھوم چکا تو ایک جگہ آ کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کاشف میرے نزدیک ہی کھڑا تھا۔

میرا آپ کو زندگی اور نیت سے کام لینا ہوگا۔ یہ کچھ بول رہے۔ اس کے بارے میں ابھی تک کوئی بھی اندازہ لگا نہیں جاسکتا۔ میرا خیال ہے آپ اگر بہن کریں تو انسپکٹر جوزف سے ملاقات کر لیں۔"

انسپکٹر جوزف کو ٹیلی فون کر دوں گا کہ وہاں کیا ہوا۔ میں نے انتہائی حد تک خود کو سنبھالنے سے ہونے کہا۔ اور کاشف نے زنی سے ٹیلی فون کی جانب دوڑ گیا۔

"عہدہ کاشف! مجھے ایک بات بتاؤ۔"

جی۔۔۔۔۔ "کاشف ایک دم رک کر بولا۔

"کیا ٹیلی فون پر انگلیوں کے نشانات تلاش کر لیے گئے ہیں؟"

جی ہاں۔ پولیس یہاں کے چپے چپے پرنٹنگ پریس تلاش کر چکی ہے۔ اور اب ٹیلی فون استعمال کرنے پر کوئی یا بندی نہیں ہے۔ یہ تمام ترتیبوں کی تو اس طرح رہے دی گئی ہے کہ آپ ایک نگاہ سے دیکھ لیں۔ اس سلسلے میں انسپکٹر جوزف نے اپنے آڈیو کو خاص طور سے ہدایات دی تھیں۔

ہوں۔ تو پھر انسپکٹر کو ٹیلی فون کر کے اس کا کاشف ٹیلی فون کے منبر ٹرائل کرنے لگا۔ اور دوسری طرف شاید جوزف سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

میں کاشف بول رہا ہوں۔ زنی کا کہیں کا چیز ابھی اور میں راجہ صاحب کے مکان سے بول رہا ہوں۔ دوسری طرف سے چہرہ نہیں انسپکٹر جوزف نے کیا کہا۔ لیکن کاشف کی آواز سنائی دے

”جی ہاں میں آپ کو اطلاع دے چکا ہوں کہ وہ اس فلاٹ سے آئے والے تھے جو چاندی آگے ہیں۔ میں نے خود انہیں ایئر پورٹ پر دیکھ لیا ہے۔“

”جی۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“

”بہتر ہے ہم انتظار کر رہے ہیں لیکن ابھی تک کاشف نے مجھے بتایا کہ انسپکٹر جوزف پہنچ رہا ہے۔ میں نے خاوشی سے گردن ہلا دی تھی۔ کاشف ہر سانس لیے میں ہلا۔“

”میں جانتا ہوں راجر صاحب کہ آپ کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی لیکن براہ کرم خود کو نبھالیے میں بلکہ صاحب کا کوئی ٹراغ نہیں ملا۔ لیکن یہ کام پولیس کے علاوہ ہم کو بھی کرنا ہے۔ خاص طور سے آپ کو۔ چنانچہ آپ براہ کرم اپنے ذہن دول کو نبھالیے۔ یہ بہت ضروری ہے۔“

”میں کوشش کر رہا ہوں کاشف، میں نے کہا۔“

”اگر آپ فرمائیں تو میں کافی بالالاؤں۔“ کاشف بولا۔

”نہیں۔ شکر میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ بہتر ہے، میں نے کافی پی لی تھی، کاشف خاموش ہو گیا۔ مختصری دیر تک ہم انتظار کرتے رہے پھر پراسیکیوٹر کی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ اور چند لمحات کے بعد ایک بھاری بھرم بدن کا خوبصورت انسپکٹر اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے دو ماتحت بھی تھے جو ایک جانب کھڑے ہو کر اطراف کا جائزہ لے رہے تھے۔ انسپکٹر میرے قریب پہنچ گیا تھا۔“

”ہیلو! راجر نواز اصغر!“

”ہیلو انسپکٹر!“

”کیا آپ میرے ساتھ اپنی خوب گاہ میں چلنا پسند فرمائیں گے؟“

انسپکٹر نے کہا۔

”جی ہاں تشریف لائیے۔ میں آہستہ سے ہلا۔“

کاشف وہیں تک گیا تھا میں انسپکٹر جوزف کے ساتھ اپنی خانگاہ میں پہنچ گیا خواب گاہ کا مشرف دیکھ کر میرا دل خون کے آشور دریا ہوا۔ اس خوب گاہ سے ہماری بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ میں ایک کرسی پر دھم سے بیٹھ گیا۔ انسپکٹر جوزف ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

”راجر صاحب! جو حادثہ ہوا ہے پتلے تو اس کے لیے میں افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔ بلاشبہ آپ کی ذہنی حالت بہت زیادہ خراب ہوگی۔ بلکہ اس کا پورا پورا احسان ہے لیکن جو کہ پوچھ چکے ہیں ابھی اس کے لیے ہمیں مزید کوئی کارروائی کرنا ہوگی۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مکمل ضبط و سکون کے ساتھ مجھے میرے سوالات کا جواب دیں۔ تاکہ ہمیں اپنی تفتیش میں آسانی ہو۔“

”فرمائیے انسپکٹر صاحب! کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟“

”راجر صاحب! جو کہ آپ کے لئے ملاحظہ کر لیا؟“

”ہاں، میں سب دیکھ چکا ہوں۔“

”کیا ایسی کوئی چیز ماری نکلا ہوں ہے جس کی گتھی ہے جو فرمزوں کی نشاندہی کرتی ہو؟“

”میرے خیال میں نہیں۔ میں نے بھی ایسی کوئی چیز نہیں پائی جس سے میں فرمزوں کے بارے میں اندازہ لگا سکوں۔“

”آپ کا قیام اس مکان میں کب سے ہے؟“

”تقریباً دو چھ ماہ ہو گیا۔“

”ہوں۔ دو چھ ماہ قبل آپ کہاں تھے؟“

”میں اپنی زندگی کے تمام واقعات آپ کے ایک سینیئر آفیسر مسٹر پاؤل کو بتا چکا ہوں۔ پتلے میں امریکہ کا شہری نہیں تھا۔ بلکہ مسٹر پاؤل کی کوششوں نے مجھے امریکہ کی شہریت دلوائی ہے۔ اس دوران ہم نے یہ فرم کھولی تھی۔ اور خدا کا احسان ہے کہ ہماری فرم بخوبی چل رہی ہے۔“

”اس کے باوجود میں یہ جانتا چاہوں گا کہ اس سے پہلے کی زندگی آپ کیسے گزار چکے ہیں؟“

”یہ داستان چند الفاظ میں نہیں سنائی جا سکتی۔ اس لیے براہ کرم آپ اس سے گریز کریں۔ اور آگے کی ضرورت ہے تو بہتر یہ ہوگا کہ مسٹر پاؤل سے رابطہ قائم کر کے آپ ان سے میرے بارے میں جو بھی سوال کرنا چاہیں کر لیں۔“

”اوہ۔ یوں لگتا ہے جیسے مسٹر پاؤل سے آپ کے گہرے تعلقات ہیں۔“

”ہاں۔ اگر آپ مقامی حالات سے اور پولیس کی کارکردگی سے واقف ہوں تو میرے آپ کو کبھی لاس کی پھاڑیوں میں آباد جرائم کے اس اڈے کی طرف متوجہ کروں گا جہاں ہرے کشتا خوریک کے باقی ترکوٹا نے اپنا قریب بنا رکھا تھا اور جہاں سے وہ نامتھ امریکہ بلکہ پوری دنیا میں ہرے کشتا خوریک کا پرچار کر رہا تھا۔“

”جی ہاں۔ جی ہاں مجھے علم ہے اور مسٹر پاؤل۔ اوہو! اوہو!“

جوزف ایک دم خاموش ہو گیا پھر چند لمحات کے بعد بولا۔

”تو آپ وہ راجر نواز اصغر ہیں جنہوں نے اس اڈے کی نشاندہی کی تھی۔“

”جی ہاں۔ میں وہی ہوں۔“

”بات کچھ پیچ نظر آتی ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں چونک کر پڑا۔

”مطلب یہ کہ ہم آپ کے ذہنوں کا ٹراغ چاہتے ہیں۔ دماغ ہاں بہت ہی ایسی ترقی چیز ہے جس میں من سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر فی شخص چوری چکاری کی نیت سے بیان پر یا بتری پھیلتا تو میرے ذہن میں کوئی کیفیت بر نہ پھرتا تا کہ میں انہیں پتہ نہ لگا سکیا۔“

”اور یہ صحیح طور پر کہہ دوں گا، اس کا مقصد ہے کہ یہ ابتری کسی رازدار سے نہیں بلکہ انتقامی مقاصد کی تکمیل کے لیے پھیلاتی جاتی تھی۔“

”میرا ذہن بیک سے ابڑ گیا۔ ایک لمبے کے لیے اپنے کانوں رقیبن نہیں آیا۔ جوزف نے جو کہہ کہا تھا کیا یہ حقیقت ہو سکتی ہے۔“

”میں نے سوچا اور میرے ذہن میں سانسے ہونے لگے۔ ان واقعات کو میں محسوس نہیں سکتا تھا۔ جب میں نے ترکوٹا اڈے کو نکالا تھا۔ بات لمبے اچھی طرح یاد تھی کہ ترکوٹا فرما ہوا تھا۔ اس کے دوسرے نام ساتھی یا تو مارے گئے تھے یا پھر گرفتار ہو گئے تھے۔ لیکن ترکوٹا اڈے کوئی پتہ نہیں چلا تھا۔ بعد میں میری ملاقات پاؤل سے بھی ہوئی تھی۔ اور مسٹر پاؤل نے بھی کہا تھا کہ وہ ترکوٹا کی تلاش میں لگ رہا ہے۔“

”اور اپنے طور پر لیکن کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مسٹر پاؤل سے اس سلسلے میں میری کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔“

”لیکن یہ سب کچھ۔ یہ سب ترکوٹا کے آدمیوں کا کا نام ہے۔ یہ سب سب کو ذہن بہت پریشان ہو رہا تھا۔ اگر ترکوٹا باس کے آدمیوں نے یہ حرکت کی ہے تو بات معلوم نہیں ہے۔“

”در پھر ذہنی کا حصول آسان بات نہیں ہے۔“

”ترکوٹا نے ایک بار پھر مجھے چیلنج کر دیا تھا لیکن کیا۔ کیا میں اس قابل رہ گیا ہوں کہ ترکوٹا کے چیلنج کو قبول کروں۔ تمام ہی سلسلے میں یہ آخری فیصلہ کرنا پڑا مشکل کام تھا۔ اور میرے خیال میں مناسب بھی نہ تھا کیونکہ جب تک اس بات کی نشاندہی نہ ہو جائے کہ اس کا ردوائی میں ترکوٹا ہی کا ہاتھ ہے۔ میں کوئی فیصلہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔“

انسپکٹر جوزف مجھ سے ملحق کے سوالات کرنے لگا۔

”آپ نے تیرا دن ملنے کا پرگرام کب بنایا تھا؟“

”کافی دن پہلے کی بات ہے۔ میں نے وہاں سے کچھ مال فریڈا ہے جو تک کر دیا گیا ہے۔ اور نئی مارک پیچھے والا ہو گیا۔“

”اس مال کی نوعیت کیا تھی؟“ انسپکٹر جوزف نے پوچھا۔

”جیہاں قالین۔ وہ صرف قالین ہیں جو جرزی کا دلچسپ کے لیے حاصل کیے گئے ہیں۔“

”کیا ان قالینوں کے سلسلے میں کوئی سوئے کی بات چیت بہت پہلے چل رہی تھی؟“

”آپ کا کیا مقصد ہے انسپکٹر جوزف؟ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”معافی چاہتا ہوں راجر نواز اصغر صاحب! دراصل امریکہ میں ہر قسم کے جرائم ہوتے ہیں۔ جرم ٹری ٹری خوبصورت اسکیمیں لے کر منظر عام پر آتے ہیں۔ ادراہی کا ردوائی کرتے ہیں۔“

”اور پولیس کو انہی اسکیموں کا ٹراغ لگانا پڑتا ہے مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس جرأت کو لکھنا تعان کر دیں گے چونکہ یہ سب کچھ امریکی شہریوں کی بھلائی کے لیے ہی کیا جاتا ہے لیکن ہم پر با بھی سوچ سکتے ہیں کہ عمر نہ لڑی کو لڑنے سے بٹانے کے لئے نہیں ہے آپ ہی نے ایسا کوئی پروگرام بنایا ہو۔“

”انسپکٹر۔ میرے طبقے سے ایک سب اہمٹ ہی نکل اپنی تفتیش کے سلسلے میں اس قدر آگے نہ بڑھ سکا میں اسے اپنی توہین محسوس کرنے لگاؤں۔“

”میں آپ سے معافی مانگ چکا ہوں مسٹر نواز اصغر۔“

”لیکن کیا آپ مجھے تفتیش کا موذیر نہیں دیکھ گئے؟“

”تفتیش کی ابتداء تم نے مجھ ہی سے کی ہے کیا صرف ایک میں ہی نہیں چکر نظر آیا ہوں۔“

”یہ بات نہیں ہے جناب ہم ہر سب کو پوچھ کر رہے ہیں ان میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے۔“

”تو پھر تحقیقات کر سکتے ہو میرے پاس تمام کاغذات موجود ہیں۔ ہاں ان قالینوں کی خریداری کے لیے بہت پہلے سے سودا ہو رہا تھا اور بالآخر وہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ میری اس دن سے آج تک کی مصروفیات تھیں تھیں تھیں سے موصول ہو سکتی ہیں اور براہ کرم دوبارہ یہ الفاظ استعمال مت کرنا کہ ذہنی کی کششگی یا اسے کوئی تکلیف پہنچانے میں میرا ہاتھ جو ملتا ہے۔ ہاں اگر تمہاری تفتیش یہ بات ثابت کر دے تو میں نہیں نہیں روکوں گا۔“

”جوزف گردن ہلانے لگا۔ چلرس نے کہا۔“

”میں بھی شادی شدہ ہوں جناب اور یقین چاہئے کہ مجھے اپنی بیوی سے بے انتہا محبت ہے لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہمیں ایسے سوالات کرنا ہوتے ہیں جو ہمیں اسے سامنے دالوں کو ناگوار گڑبڑ میں اس کے لیے حقیقی باس آپ جہاں معافی مانگتے کو تیار ہوں لیکن اپنی تفتیش کے لیے یہ تمام معلومات حاصل کرنا بے حد ضروری تھا۔“

”میں مسٹر پاؤل سے ملتا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔“

”اگر آپ کی خواہش ہے تو اس کا بندوبست کرو دیا جائے گا۔ ویسے آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی روشنی نہیں ڈال سکیں گے۔“

”صرت اتنا ہی کہہ سکتا ہوں انیسٹرکٹ زہری کا نہیں قائم کرنے کے بعد سے میں نے ایک پُر سکون اور کامیاب زندگی گزار لی ہے۔ اور میرا کوئی بھی کاروبار یا حرفت نہیں پیدا ہو سکا زہری میں نے اتفاقاً قیادریغز القافی طوطا پر کسی سے دستخطی مول لینے کی کوشش کی ہے آپ میرے حلقہ احباب سے میرے کردار کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کو چند ایسے نام دیتا ہوں جن میں آپ لوٹ کر سیکھیں اور ان سے یہ معلوم کیجیے کہ کم لوگ کسی زندگی گزار رہے تھے زہری ہری زندگی ہے انیسٹرکٹ اس کے بیڑ میں اپنی ہر سانس دو بھر محسوس کرتا ہوں اسے ملنا چاہیے انیسٹرکٹ اس کے بارے میں تمام تفصیلات ملنا۔ چاہئیں۔ اس کے علاوہ براہ کرم مجھے یہ بھی بتائیے کہ اگر آپ یہاں سے نشانات حاصل کرتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہیں تو مجھے ان لوگوں کی تفصیلات بتائیں۔“

”میں انتہائی افسوس ہے کہ میں اس سلسلے میں ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہو سکی جو مجاری اس آفتیش میں منوان ثابت ہو سکے۔“ انیسٹرکٹ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“

”اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟ آپ یہیں قیام کریں گے یا اس اہتری میں آپ رہنا پسند نہیں کریں گے۔“

”نہیں۔ میں ابھی یہیں موجود ہوں تم مجھ سے جا بوجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ویسے مسٹر پاؤل سے ملاقات کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔“

”میرا خیال ہے اگر آپ بہت ضروری سمجھتے ہیں تو ابھی رنگ کریں۔ میں آپ کو اپنی فون نمبر دے دیتا ہوں اور اگر تمنا ہے تبھی تو مل سکتے ہیں۔“

”کیا میں اس مکان میں رہ سکتا ہوں گئیں نے سوال کیا۔“

”ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم نے یہاں جس قدر چیزیں حاصل کرنا مقصود کر لی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی حالت درست کر سکتے ہیں۔ انیسٹرکٹ جو ذلت نے جواب دیا اور پھر وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ چلتے ہوئے اس نے کہا ”میرا کل صبح پولیس اسٹیشن آکر لانا میان دفعہ گزارا“ میں نے تھکے تھکے انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

پولیس اس سے زیادہ مرگزی دکھا کر کیا کر سکتی تھی انہوں نے ایک عام لکین کی حیثیت سے اس لکین کو بھی درج کیا تھا۔ اس میں کوئی ایسی سنسی تیز بات نہیں تھی جو ان کے لیے بہت زیادہ قابل تشویش ہوئی۔ لیکن میری زندگی ایک دم تاریک ہو کر رہ گئی تھی۔ میرے ہوش و حواس میرا ساتھ نہیں دے دیتے تھے کاشف ایک نم گندگی کی حیثیت سے میرے ساتھ تھا اور بالکل خاموش تھا۔ ظاہر ہے وہ بے جاہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا تھا ویسے ہی وہ ایک شریف نوجوان تھا اور میرے حالات زندگی سے ناواقف تھا انیسٹرکٹ جو زلت نے ایک مکروہ بات کہی تھی کہ میں نے خود ہی تو کہیں زہری کے خلاف کوئی سازش نہیں کی۔

ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے اس کا یہ سوال قابل حرجت بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہاں جرم کا انداز کچھ اس قسم کا تھا۔ شہر بیویوں کے قتل کی فکر میں ہر گز دل رہتے تھے جو یہاں شوہروں سے نجات حاصل کرنے کے لیے مختلف وارداتیں کرتی تھیں اور کئی معاف کرنے میں یہ بات ایک عام حیثیت رکھتی تھی دولت اور دوست گھناؤنے مقاصد تکمیل کے لیے یہاں بہت کچھ ہوتا تھا۔ اور ہر طور اب مجھے بھی امر کی شہری ہی کی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ جو ذلت کے یہ الفاظ میرے سامنے ناگوار مزوئے تھے لیکن میں ان سے بہت زیادہ نفرت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ یہاں کے معمولات میں شامل تھا۔

سادگی ذات ایسی طرح گورگئی کاشف سے میں نے کوئی بار کہا کہ وہ واپس چلا جائے۔ لیکن اس نے کہا کہ جناب میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس وقت آپ کو کسی سامنے کی ضرورت ہے بے چارے نے دو جاؤں مجھے کافی بھی بنا کر بلائی تھی۔ اولات بھر میرے ساتھ چلا گیا رہا تھا۔ صبح کو میں نے ہاتھ دھو کر چاکر غسل کیا۔ کوئی ہوائی امداری سے اپنا ایک سوٹ نکالا۔ اور اسے پہن کر تیار ہو گیا۔ پولیس اسٹیشن جا کر مجھے اس سلسلے میں بیان دینا تھا اور پھر مسٹر پاؤل سے ملاقات کر کے انہیں اس بارے میں مجبور کرنا تھا کہ جو کچھ میں نے ان کے لیے کیا اب مجھے اس کا جواب دیا جائے زہری کی جہاد کی ایک ایک خوشامقار کوڑ رہا تھا۔ اس احساس نے روح تک فنا کر دی تھی کہ یہ نہیں ان دنوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو۔ کاشف نے ان کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائے۔ ناشتے وغیرہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کاشف میرے ساتھ ساتھ زہری پولیس اسٹیشن پہنچا تھا۔ اور میری کارڈر اسٹو کوڈ بنا تھا۔ پولیس اسٹیشن میں میری ملاقات انیسٹرکٹ جو ذلت سے ہوئی اس نے پورا احترام انداز

میں میرا مقدمہ کیا اور مجھے بڑے اخلاق سے سمجھنے کی پیشکش کی۔ رات کو میرے اور آپ کے درمیان جو کچھ تبادلہ ہوا ہے اسے صرت پولیس کی کارروائی سمجھئے۔ باہر نواز اصغر میں مسٹر پاؤل سے آپ کے بارے میں گفتگو کرنا چاہوں۔ بلکہ میں نے مسٹر پاؤل کو اس سلسلے میں رپورٹ بھی پیش کی تھی۔“

”کیا مسٹر پاؤل کو اس کا علم نہیں تھا۔ میں نے سوال کیا۔“

”نہیں مکمل طور پر کوئی تفصیل انہیں نہیں بتائی تھی۔“

”آپ نے یہ کہا کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”جی ہاں۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ جوں ہی یہاں شریف

لاٹیں اور مہارت وغیرہ دینے سے فارغ ہوں۔ آپ کو ان کے پاس ہینڈ کرائف بھیجا جائے وہ آپ کا انتظار کریں گے۔ میں نے اسٹنڈ سے گردن ہلا دی تھی۔ اس کے بعد انیسٹرکٹ جو ذلت منایطے کی۔ کال واپس کرنا دیا۔ اس نے مجھ سے ان مشکوک لوگوں کے بارے میں پوچھا جو ان واقعات کے ذمہ دار ہو سکتے تھے لیکن میں نے ان سے لاطینی کا اظہار کیا اور کہا کہ ابھی اس سلسلے میں میں کسی کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ تاہم میرا کوئی دشمن نہیں ہے پڑوسیوں کے بارے میں بھی اس نے معلومات حاصل کیں اور میں نے کہا کہ میرے تمام پڑوسی پراڈن لوگ ہیں اور مجھ سے ان کے اچھے تعلقات ہیں اس کے بعد میں نے اپنے دوستوں وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے فارغ ہو گیا۔ باہر نکل کر میں نے کاشف سے کہا کہ وہ ٹیکسی لے کر جائے اور کچھ لوگوں کا انتظام کر کے میرے گھر پہنچ جائے تاکہ وہ اس کی توجیہ و درست کر دے۔ کاشف نے گردن ہلا دی تھی پھر میل ہی کارڈس، پٹی، کرڈس، ہینڈ کوارٹر چل پڑا۔ مسٹر پاؤل نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ کیوں کہ ان کی ترقی میں میرا بھی ہاتھ تھا اس لیے وہ میرا خصوصی احترام کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے پُر جوش انداز میں میرا مقدمہ کیا۔ اور افسوس کرتے ہوئے بولے۔

”مجھے انتہائی افسوس ہے باہر نواز اصغر کہ آپ کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا۔ آپ ایک شرفی شخص کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے آپ کو کبھی نظر انداز نہیں کیا اور دعا ہی چاہتا ہوں۔ اس بات کی کہ آپ کے بارے میں گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں آپ کو ہر طرح سے میں نے ایک معزز اور قابل احترام شہری پایا ہے اور اس حیثیت سے ناصر تیری نگاہوں میں بلکہ ہمارے پورے غمخیز نگاہوں میں آپ کی عزت ہے۔ بروہ شہری ہمارے لیے قابل عزت ہے جو پُر سکون زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن آپ کے ساتھ نے دلا یہ حادثہ انتہائی افسوسناک ہے اور میں سے

جوابات مجھے آپ سے کرنی ہے وہ یہ ہے۔“ میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ جس طرح بری تمام اہم ذمے داریاں ہیں اور میں انہیں پوری کرتا ہوں۔ اس سے کہیں زیادہ میں اس باہر کو جو دوں گا کہ آپ کبھی اس جہاد سے ہٹا دے والوں اور آپ کی بیوی کو اغوا کر کے والوں کا ٹرائل لگاؤں اور انہیں کفر کے دار تک پہنچا کر آپ کی بیوی آپ کو واپس دلا دوں۔“

”مسٹر پاؤل توں مجھیں کہ میری زندگی اس وقت جب میں زندگی کی تمام ہنگامہ آرائیوں سے تو بہرہ کر چکا تھا۔ ایک ایسے موڈ پر آکھڑی ہوئی ہے۔ جہاں میرے لیے فیصلہ کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ میں نے کہا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”مسٹر پاؤل میں نے اپنے عقوڑ سے بہت حالات زندگی آپ کو بتا دیے تھے اور آپ نے ان کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ اگر میرے لیے کوئی سزا تجویز کی جائے تو مجھے اسے قبول کرنے سے کوئی انکار نہیں ہوگا۔ لیکن آپ کی ہر باتوں نے مجھے کسی ایسی ذہنی کوشش کا شکار نہ ہونے دیا۔ میں ساری زندگی آپ کی دی ہوئی مراعات سے فائدہ اٹھاتا اور یہاں کا ایک پلانا شہری بن کر اپنا آخری سانس تک گزار دیتا لیکن جو کچھ مجھ سے چھینا گیا ہے وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے اور وہ دوبارہ مجھے حاصل نہ ہو سکا تو میں وعدہ نہیں کر سکتا۔ مسٹر پاؤل نے کہنے میں کو بروائی کے راستوں کی جانب جانے سے روک سکوں گے۔“

”ایک اچھے انسان کو ضبط سے کام لینا چاہیے۔ باہر نواز اصغر صاحب پولیس آپ کی بھرپور مدد کرے گی۔ میں ذاتی طور پر آپ کے معاملے میں دلچسپی لوں گا، یہ میرا وعدہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے ایک اور وعدہ بھی لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے اور ایک اچھے شہری کی طرح پولیس کی مدد کرتے رہیں گے۔“

”ہاں اس وقت تک جب تک مجھ میں صبر و ضبط کی طاقت رہی اگر زہری مجھے مل جاتی ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ ایک پُر سکون حیثیت سے رہوں گا، لیکن اگر وہ مجھے تاملی امر پاؤل توں میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔“

”وہ ضرور مل جائیں گی وہ ضرور مل جائیں گی۔ براہ کرم آپ مجھے کچھ سوالات کا جواب دیجیے۔ پاؤل نے زوم میں سے کہا اور پھر میرے سامنے کافی کا ڈرے دیا۔ وقتاً وہ چونک کر ان کے ارے ہاں باہر صاحب آپ سے ناشتہ کیا۔ پاؤل نے

دوبہر میں آپ کے لینے ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔
 ”نہیں مہر یاؤں! آپ کا بہت بہت شکریہ کافی مخلوکی ہے۔
 آپ نے بس وہی ٹھیک ہے۔ میں نے جواب دیا اور مہر یاؤں
 میز پر رکھے پیپر ڈیوٹ کو گھمائی کے لئے وہ پرخیاں انداز میں ہری
 جانب دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں چھائے ہوئے
 تشویش کے آثار سے مجھے اندازہ ہوا تھا کہ وہ میرے پاس
 میں کیا سوچ رہے ہیں۔ بہر طور میں نے ان کی تشفی کے لیے
 کچھ نہ کہا میری اپنی ذہنی کیفیت کو خود اعتدال پر نہیں تھی۔
 ذہن میں جو اہل علم نے آٹھ رہے تھے طرح طرح کے خیالات
 دل میں آ کر رہے تھے اور ان خیالات کا عکس شاید میرے چہرے
 پر بھی نمایاں تھا۔ اور یہی عکس مہر یاؤں کو پریشان کر رہا تھا۔
 کافی آگہی اور مہر یاؤں نے بڑی خوش اخلاقی سے کافی کباب
 کپ میرے سامنے پیش کیا۔

اختیاری طور پر سکرٹ قبول کر کے ہونٹوں میں لنگائی اور
 سدا کہ گھر سے گھر سے کس لینے لگا۔
 ”میں جانتا ہوں کہ اس سے زیادہ گاڑا اور گہرا دوسرا
 آپ کے دل و دماغ میں رچا ہوا ہے۔“
 ”مہر یاؤں! ذہنی کو میں نے اپنی تمام لمبائیاں چھوڑ دی
 تھی۔ اگر سے میرے لیے ایک بڑی بنا دیا جائے تو میری آنکھیں
 کیا ہوگی۔“ میں نے کہا۔
 ”اس بات سے مجھے زیادہ اور کون واقف ہو سکتا ہے
 جیسا کہ میں آپ سے جہاں لگاؤ کہہ چکا ہوں۔“
 ”کون سے الفاظ؟“
 ”یہ کہ میری ذہن اور باطن کچھ اور زیادہ ہیں۔ یعنی عام
 لوگوں سے کہیں زیادہ۔“

اعوانہ گفتہ گان نے ذہنی کو تو اغوا کر لیا ہی تھا۔ لیکن تو رہنے
 کی ضرورت انہیں کیوں پیش آگئی تھی یہ بات مجھ میں نہیں تھی
 تھی۔ سو اس کے کہ وہ اپنی لغت کا اظہار کرنا چاہتے تھے
 اگر ایسی بات تھی تو میرے لینے کوئی پیغام بھی ہونا چاہیے تھا کہ
 از کم ہتہ کو چلیا جائے تھا کہ وہ سو رمانوں میں جو مجھے لکھانا
 چاہتے ہیں۔ کجا شرف بڑی مستعدی سے تمام کام انجام دے رہا
 تھا۔ اس نے جو چیزیں مرمت ہونے کے قابل تھیں وہ مرمت
 کے لیے ایک ٹرک میں لا کر بھجوا دیں اور کچھ ایسی نئی چیزیں جن
 جن کی فوری ضرورت درکار تھی خریدنے کے لیے آدھوں کو
 بیچ دیا تھا۔ میں اپنی خواب گاہ میں گیا۔ یہاں کی حالت درست
 کر دی تھی تھی اور میرے بیٹھے کا بندوبست ہو گیا تھا۔ چنانچہ
 میں اپنے بستر پر سر پڑ کر سڑھ گیا۔

تینا بذاتی کتنی عجیب لگ رہی تھی۔ میں تو صرف چند روز کے
 لئے ذہنی سے جدا ہوا تھا۔ لیکن مجھے لیوں محسوس ہو رہا تھا جیسے
 ذہنی مجھ سے طویل عرصے کے لیے جدا ہوگئی ہو۔ اور طویل عرصے
 کی بات بھی صرف اپنے دل کو بہلانے کے لیے تھی۔ کیا ایک کباب کا
 ہے کہ ذہنی سے میری دو بارہ ملاقات ہو یا نہ ہو۔

بہر چند کہ وہ ہری ہم نسل نہیں تھی میرے وطن سے اس کا
 تعلق نہیں تھا۔ لیکن جن عمر تیس ایشیا کی عورتوں کا چہرہ ہوتی
 ہیں۔ محبت و فدا داری اور وفا شعار سی میں بالکل ہماری اپنی
 عورتوں کی مانند کم از کم ذہنی کے سلسلے میں میری نظریہ تھا۔ اس
 لئے آج تک مجھے یہ احساس نہیں ہونے والا کہ وہ کسی اور قوم اور
 مذہب سے تعلق رکھتی تھی اب تو وہ بالکل ہی میری زندگی کا
 ایک جزو بن کر رہ گئی تھی۔ اور اپنی ذات کے اس آدھے حصے
 کے کم ہو جانے سے مجھے جس قدر اذیت محسوس تھی۔ اس سے
 کہیں زیادہ اذیت میں محسوس کر رہا تھا۔ لمحہ لمحہ دل میں ابال سا
 اٹھتا۔ جی جانتا کہ ذہنی کی تلاش کے سلسلے میں جس قدر جھل و غامت
 گری کر سکتا ہوں کروں۔ لیکن پھر عقل باز کتنی اور میں سوچتا
 کہ اگر میری جلد بازی سے کوئی نقصان پہنچ گیا تو پھر کتنا افسوس
 ملنے کے علاوہ اور کچھ میرے پاس نہیں رہے گا۔

ذہنی ممکن ہے مجھے مل جائے لیکن میں امر کی شہرت سے
 محروم ہو جاؤں گا۔ مہر یاؤں کا مجھ سے رعایت برتنا چھوڑ دیں گے
 یہ ساری باتیں مجھے باز نہ رہی تھیں۔ کافی دن گزر گئے۔ اس کے
 بعد مہر یاؤں آگئے۔ مہر چڑھ بھی ایک جھوٹے سے اسٹور کے
 مالک تھے اور میرے اچھے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ ڈیلے

دس دن کا آپ اپنے طور پر کارروائی کریں۔ البتہ میری یہ دھما
 مسلسل جاری رہے گی کہ آپ قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش
 نہ کریں۔ میں سن گری سوچ میں خوب گیا۔ اس بات کے امکانات
 مجھے کہ باؤل جیسا ذہن لو نہیں افسیر ممکن ہے کوئی مجمع صورتحال
 معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ایسی شکل میں اگر میں جلد بازی
 میں کوئی فم غلط اٹھا بیٹھا تو پھر امریکہ میں میری شخصیت پھرتی
 ہو جائے گی اور میں اپنی حقیقت کو کھول سکتوں گا۔ اس لئے جلد بازی
 سے کام لینا مناسب نہیں ہے۔ صورتحال کا عہم تجزیہ کیا جائے۔
 یہ پتہ لگا یا جائے کہ ذہنی کو اغوا کرنے والے اور میرے مکان
 کو تباہ کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے گہری ماس
 لے کر مہر یاؤں سے کہا۔

”آپ مطمئن رہیں مہر یاؤں میں کوئی غیر قانونی اقدام نہیں
 کروں گا۔ لیکن میری بیوی مجھے مل جانی چاہیے۔“
 ”یہ تاصرہ ہمارا فرض ہے بلکہ میری ذاتی خواہش بھی
 ہے۔ مہر یاؤں نے کہا۔ تھوڑی دیر تک میں مہر یاؤں کے
 ساتھ بیٹھا رہا۔ اور اس کے بعد اس سے اجازت لے کر وہاں سے
 نکل آیا۔ میں نے اپنے گہری کارٹ لیا تھا اس اچانک افاد
 پڑنے سے میرے حواس منتشر تھے اور اس دوران میں ایک
 بار بھی سکون سے بیٹھ کر نہیں سوچ سکا تھا کہ ذہنی کو اغوا
 کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔“

اگر گھر کی حالت میں یہ بات نہ ہوتی تو شاید ذہنی کسی
 گونے میں یہ خیال آ جانا کہ ذہنی اپنے طور پر کہیں چلی گئی ہے۔
 چون کہ میں اس سے کہہ کر گیا تھا کہ مجھے واسپی میں کافی وقت
 لگ جائے گا۔ ممکن اس نے سوچا ہو کہ اس دوران اپنے
 مشا ماؤں سے ملے۔ یا کسی کے ساتھ کچھ وقت گزارے لیکن
 گھر کی ابتر حالت اس بات کی نغمہ کرتی تھی اور پھر میری ملازمہ
 جوڑی جوڑی تھی اور ہسپتال پہنچ گئی تھی۔ گھر پہنچ کر میں جوڑی
 کے پاس سے معلوم مامات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دل تو یہی چاہا کہ
 ابھی ہسپتال جا کر جوڑی سے ملاقات کروں۔ لیکن اس سے
 پہلے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کا شرف نے گھر کی دستگی کے سلسلے
 میں کیا اختلاف مامات کیے ہیں نہ کیا پتہ گھر پہنچ گیا۔“

کا شرف دفتر کے چند آدمیوں کو لے کر آیا تھا۔ اس کے
 ساتھ ساتھ میری دو قین افراد اور بھی تھے جو میرے گھر کی بگڑی
 حالت کو درست کر رہے تھے جو چیزیں ٹوٹ چھوٹ گئی تھیں
 انھیں اٹھا کر ایک جگہ جمع کر دیا گیا تھا۔ ویسے کمال کی بات تھی

”میں ان الفاظ کی وضاحت چاہتا ہوں۔“
 ”آپ نے ترلوکا کو گرفتار کرنے اور اس کی نام نہار۔
 خانقاہ تباہ کرنے میں میری مدد کی تھی اور ایک اسیٹے میرے گھر
 کو گرفتار یا ختم کرنے کے سلسلے میں میرے چہرے میں ترقی ہوئی
 تھی میں اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتوں گا۔ لیکن اس
 کے ساتھ ساتھ ہی میں نے آپ کے لیے امریکہ میں گریں کارڈ
 حاصل کیا تھا اور آپ کو امریکہ کی شہریت دلائی تھی گو ان
 کاغذات میں جو آپ کو امریکی شہریت کے سلسلے میں دینے کا
 تھے صفحہ کے طور پر میرے دستخط موجود ہیں اور ان حالات پر
 اگر مہر توڑا اصغر آپ کسی جذبہ بانی لڑش کا شکار ہو کر کوئی ایسا
 اقدام کر لیتے جو مجھ میں شمار ہوتا تو اس کی ذمہ داری آپ کی
 ضمانت دینے والے پر بھی آتی ہے۔ مہر یاؤں نے کہا۔ اور پھر ان
 کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر میں نے نم لہجے میں کہا۔

”نہیں مہر یاؤں! ذہنی نے اور میں نے شدید دیکھنے کے ارادے
 میں اپنی ایک پوزیشن مانی ہے۔ نیو یارک کے لیے حلقوں میں
 جو تعلق مجھے جلتے ہیں ہماری عزت ہے میں اس عزت کو تباہ
 کرنا پسند نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے ہری
 زندگی کا سامنا بھی واپس مل جانا چاہیے۔ جس کے ساتھ میں نے
 شرافت کی زندگی گزارنے کی قسم کھائی تھی اگر وہ نہ جلا تو پھر
 تو زندگی زندگی ہی نہیں اس میں شرافت یا بدعاشی کا کیا دخل ہے۔“
 ”میں سمجھتا ہوں لیکن آپ مجھے ہمت دیں گے کہ میں مزید
 ذہنی انسانی تلاش کے سلسلے میں شدید محنت کروں اور اس وقت
 جب میں آپ سے اپنی ناکافی اعلان کروں تو میں آپ کو اجازت

جلیق ہوئی سونڈھی کافی کی پیالی اٹھا کر میں نے اپنے
 ہونٹوں سے لگا فی حلال کہ اتنی تیز گرم تھی کہ اس کا ہونٹوں
 کو چھو جانا ہی جلن کا باعث بن سکتا تھا۔ لیکن جو جلن میرے
 دل و دماغ میں موجود تھی اس کے آگے ہر طرح کی گرمی بیچ تھی۔
 مہر یاؤں نے کھوپڑی ہونی کافی مجھے حلق سے اتارنے ہونے کہا۔
 اور ان کی پیشانی کی تشکیم کچھ اور گہری ہوگئی۔ وہ عجیب سی
 لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ گرم گرم کافی پینے کے باوجود
 میری آنکھوں میں جلن کی نمی نہیں نظر آتی تھی۔ اور مہر یاؤں
 چونکہ بہت بڑے پولیس والے تھے اور ان کا تجربہ بھی کافی
 وسیع تھا۔ اس لئے انہوں نے اندازہ لگا لگا کہ جو شخص کھوٹ
 ہونی کافی سے متاثر نہیں ہوا وہ کیا شے ہوگی۔ انہوں نے اپنی
 کافی کا ایک گھونٹا سا سہ لیتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کے احساسات بخوبی سمجھ رہا ہوں راجہ نواز
 اصغر دراصل مجھ پر دوسری ذہن دار باں عاید ہوتی ہیں۔“
 ”کتنی دوسری ذہن داریاں۔ میں نے سوال کیا۔“
 ”کیا میں آپ کو سکرٹ پیش کروں۔“

”جی ہاں میں نے سکرٹ چھوڑ دی ہے۔“
 ”لیکن اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کو
 سکرٹ کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارے گرم آگہی آپ بیٹھے رہے
 ہوں تو براہ کرم ایک سکرٹ لینے۔“ مہر یاؤں نے اپنی میز
 کی واد سے ایک اعلیٰ قسم کا سکرٹ باس نکالا اور اس کا پیر
 پھاڑ کر اس میں سے ایک سکرٹ مجھے آفر کی۔ میں نے غیر

پتلے بدن کے مضر چڑھنے جو سے ہمہردی کرتے ہوئے کہا۔
 "حیرت کی بات ہے آخر وہ کون ہو سکتے ہیں جنہوں نے
 آپ کو یہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔"

"کچھ نہیں کہہ سکتا مضر چڑھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"
 "آپ حیرت آفرین واقعتی حیرت کی بات ہے۔"
 مضر چڑھ دوڑتے تک بات چیت کرتے رہے پھر وہ رخصت ہو گئے
 میں نے کاٹھ سے کہا کہ میں کسی اور سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا
 کسی ایسے آدمی کو یہاں چھوڑ دو جو آنے والے آدمیوں کو
 یہاں سے ڈال سکے۔ کاٹھ اپنے کام سے فارغ ہو چکا تھا اس
 نے کہا کہ وہ ایک آدمی یہاں چھوڑ دے گا۔ لیکن وہ خود بھی یہیں
 موجود ہے۔

"ہیں کاٹھ تم واپس جاؤ بہت مصروف رہے ہو میرے
 ساتھ میں تمہارے حدمشکر گزار ہوں۔"
 "میرے آپ کو اپنے ولی جزبات سے آگاہ نہیں کر سکتا۔
 ہم لوگ اور خاص طور سے صرف میں آپ سے اس لئے متاثر نہیں
 ہوں بلکہ آپ ہمارے پاس ہیں بلکہ آپ ایک اتنے اچھے انسان ہیں
 اس لئے کہ آپ کے دکھ کو اپنا دکھ محسوس کر رہے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں میرے دوست میں جانتا ہوں جاؤ آرام
 کرو۔ کاٹھ چلا گیا۔ باہر اس نے جن شخص کو چھوڑا تھا
 وہ بھی نرمی کی کالپ آدمی تھا اور اس کے سپرد وہ ذمہ داری
 کر دی گئی تھی کہ وہ آئے والوں کو ٹالتا رہے۔ چنانچہ اس کے
 بعد رات تک کسی نے مجھے ڈسٹر نہیں کیا۔ میں
 مہرہ پر لیا خیالات کے جھنڈ میں ڈوب رہا۔ بار بار ذہن ایک
 ہی طرف جاتا تھا اور وہ سمت تھی ترلوکا، ترلوکا کے بارے میں
 آپ کو یاد ہو گا کہ وہ کتنا خطرناک شرط تھا اس نے ساری دنیا
 میں اپنے جہاں پھیلا رکھے تھے ہرے کرشنا، ہرے رام، تحریک
 کی جو بھی نوعیت ہو لیکن اس نے اس تحریک کی آڑ میں گلابیوں
 کے جوڑے بنا رکھے تھے منشیات فروش اور بھولے جملے مصوم
 لو جو ان کی منشیات کا عادی بنا نا اس کا بہترین مشغلہ تھا اور
 اس طرح وہ دولت کے انبار لگا رہا تھا ناصرت دولت کے انبار
 لگا رہا تھا بلکہ اپنے نظریات کا پرجا کر کے ہوئے بے شمار نو جوان
 کو وہ زندگی سے محروم کر چکا تھا۔ اس نے انہیں بگاڑ کر رکھ دیا
 تھا۔ اس خطرناک ترلوکا کو گرفتار کرنے کے لیے پاؤں نے
 کوشش کی تھی۔ اس کے اڑے تباہ کر دئے گئے تھے۔ لیکن
 ترلوکا جہاں گیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے وسائل بھی معمولی نہیں

ہوں گے۔ اب اتنے عرصے کے بعد اگر ترلوکا نے اپنے قدم
 جما کر اپنے اس دشمن کا قلع قمع کرنے کی سوچی سمجھی جس نے اسے
 تباہ کیا تھا تو یہ عجیب خیزبات نہیں تھی۔

"ظاہر ہے وہ انتقام سے کیسے باز رہ سکتا تھا لیکن انتقام
 کے لیے اس نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ بہت گھٹیا تھا میں
 نے خود ہی اپنے اس تباہی کی منہی آڑ میں کیا جو بھی ایسا انداز اختیار
 کر سکتے ہیں جو اذیت سے بھرپور ہو تو لوگ بے حوصلہ اور خرد
 کیا وہ مجھے اذیت پہنچانے کے لیے ہے اور اس نے اپنی اس
 کوشش میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یعنی یقیناً اس نے میرے
 حالات معلوم کئے ہوں گے اور اسے پتہ چل گیا ہو گا کہ میں رام
 نواز اصغر امریکہ میں ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر
 کر رہا ہوں اور میری زندگی میری محبوب ہوئی میں تم ہو گئی ہے۔
 چنانچہ اس وقت اس سے زیادہ قیمتی شے میرے لئے اس
 روئے زمین پر اور کوئی چیز نہیں تھی اور اس نے اس قیمت شے کو
 مجھ سے چھین لیا اگر واقعی یہ ترلوکا کام ہے تو پھر ذہنی کو حاصل کرنا
 اتنا آسان کام نہیں ہو گا۔ جیسا مضر پاؤں سمجھ رہے ہیں۔ تاہم میں
 مضر پاؤں کو موقع دینا چاہتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ
 ابھی اس سلسلے میں میرے ذہن میں کوئی بات طے بھی نہیں تھی۔
 کاٹھ رات کو بچھا گیا اور مجھے بے سہولت رہنے کی تلقین کرنا
 لگا۔ اس نے مجھے کچھ کھلایا پلایا بھی اور اس کے چھوڑ کر رہے ہیں
 نے اس کی بات مان لی۔ چنانچہ چند سینٹر وچر کافی کے ساتھ صحن
 میں آکر رہنے کے بعد کسی حد تک تازہ ہو گیا۔ کاٹھ نے مجھ سے
 پوچھا کہ میں نے اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی تو نہیں کی تو میں
 نے اسے جواب دیا۔ کہ میں کو بھی سے ڈکھائی نہیں ہوں تب اس
 نے کہا کہ وہ جوزی سے مل کر رہا ہے۔

"ارے ہاں۔ کیا کیفیت ہے، اس کی۔؟"
 "ہوش میں آگئی ہے۔"
 "اور ہو کاٹھ۔ اگر وہ ہوش میں آگئی ہے تو میں اس
 سے ابھی ملنا پسند کروں گا۔"
 "ہیں جناب ڈاکٹروں نے اس سے ملنے کی اجازت نہیں
 دی مجھے انہوں نے بس یہ اطلاع دی ہے کہ وہ ہوش میں آگئی
 ہے۔"

"تو پھر مضر پاؤں سے گفتگو کرو۔"
 "اے۔ مضر پاؤں کا تہی فون نمبر، کاٹھ نے سوال
 کیا اور میں نے مضر پاؤں کے گھر کا نمبر بتا دیا۔ مضر پاؤں نے فون

مکمل کر کے تھے۔ کاٹھ نے ان سے رابطہ قائم کر کے تہی فون کا نمبر
 مجھے دیا تھا۔

"نواز اصغر لیول رہا ہوں۔"
 "کیسے نواب صاحب۔!"
 "میری ایک ملازمت تھی جوزی۔ جوزی نے حالت میں گھر میں
 پڑھی ہوئی تھی اور اس وقت ہسپتال میں ہے اس کے پاس
 میں مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ہوش میں آگئی ہے کیا میں اس
 سے ملاقات کر سکتا ہوں۔!"

"ابھی ضروری درقبل میں نے آپ کی اس ملازمت سے
 ملاقات کی ہے آپ یہ نہ سمجھیں مضر نواز اصغر کہ میں صرف
 چند الفاظ کہہ کر مطمئن ہو گیا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے
 سلسلے میں بھی میں مصروف ہوں۔!"
 "جوزی سے آپ کی ملاقات ہوگئی؟ ہمیں بے پوچھا۔"

"ہجی ہاں۔!"
 "کچھ بتا یا اس نے۔؟"
 "بہت مختصر۔۔۔؟"

"مجھے بتائیں گے آپ۔!"
 "بس اس کا کہنا ہے کہ وہ حملہ آوروں کو دیکھ نہیں تھی۔
 وہ آنکھوں پر پردا لے لگائے ہوئے تھے اور لہجہ میں اتنی چڑھی
 تھیں کہ ان کے چہرے نظر نہیں آتے تھے تاہم۔!"
 "ہاں تاہم۔ میں نے فوراً سوال کیا۔!"
 "دیکھئے رام نواز اصغر ہمارے آپ کے درمیان جو معاہدہ
 ہے آپ اسے توڑیں گے نہیں! "
 "ہیں توڑوں گا آپ مجھے بتائیے تاہم کے بعد آپ کیا کہنا
 چاہتے تھے۔؟"

"جوزی نے کہا ہے کہ وہ سب مرے گئے تھے مضر پاؤں
 نے جواب دیا۔

"او۔ اسکن ہیٹ۔ میں نے غراسے ہوئے لوہے میں کہا۔
 "ہاں۔ یہی تاہم ہے جوزی نے لیکن یہ کوئی جال بھی نہیں
 ہے مضر نواز اصغر۔ پچھلے دنوں اسکن ہیٹ کے کچھ واقعات ہوئے
 رہے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کسی نے ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش
 کی ہو آپ جانتے ہیں کہ اس خلیے کو اختیار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔
 میں نے کوئی جواب دیا پھر میں نے کہا۔!"

"کیا میں جوزی سے مل سکتا ہوں۔؟"
 "اگر آپ چاہیں تو ضرور مل سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہو گا کہ

آج کی رات آپ اسے اور چھوڑ دیں اور کل صبح ان سے ملاقات کریں۔
 مضر پاؤں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں رات بھر انتظار کروں گا۔ پھر تہی الفاظ
 کے بعد ہم نے تہی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا میرے ذہن میں لکھا۔
 پھر مچل پیدا ہونے لگی تھی گنجلوں کی کارروائی امریکہ کے مختلف
 شہروں میں ہوئی تھی اور یہ کارروائی ایشیا میں کے خلاف تھی۔
 لیکن یہ بات بین الاقوامی طور پر بڑی عمل تھی۔ اس کی ابتدا لندن
 سے ہوئی تھی۔

لندن کے بھوسے پرے بازاروں میں گھٹے سرو والوں نے
 کافی خطرناک کارروائیاں کی تھیں پھر انہی میں سے کچھ افراد
 امریکہ پہنچ گئے۔ اور وہاں شہر ایشیا میں کے خلاف نفرت پھیلائے
 کا کام کرنے لگے۔ چنانچہ امریکہ میں بھی اب گھٹے سرو والے پھیلنے
 لگے۔ اور ان گھٹے سرو والوں نے بہت سے ایشیا میں کے نقصان
 پہنچایا تھا۔ ہر چند کہ لوہے نے ان کی روک تھام کے لیے خاص
 جدوجہد کی تھی۔ لیکن کہیں نہ کہیں کبھی کوئی واقعہ ہو جاتا
 تھا۔ اگر یہ گھٹے سرو والوں کا کارنامہ ہے تو اس کا مقصد ہے کہ ترلوکا
 کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ ایشیا میں کے خلاف
 اقدامات کے سلسلے کی کوئی کڑی ہے لیکن اگر جوزی کا کہنا درست
 ہے تو پھر ان تمام گھٹے سرو والوں کو دیکھنا پڑے گا لیکن سوال وہی
 پیدا ہوتا تھا کہ مضر پاؤں نے میرے ہاتھوں میں وہ زنجیر پہنا
 دی تھی۔ وہ سوئے ہوئے نواز اصغر کو جانتے سے روکنا چاہتے
 تھے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت سمجھتا تھا۔ آخر ترلوکا کو گرفتار کرنے والا
 کوئی معمولی شخص تو نہیں ہو گا۔ اور پھر میں نے انہیں تمام تفصیلات
 بتا دی تھیں میں نے ان سے کہا تھا کہ میں نے ان کے گروہ میں
 شامل ہو کر اس کی قلع قمع کرنے کی کارروائی کی ہے۔

چنانچہ مضر پاؤں کو یہ انداز بھی ہو گا کہ ترلوکا کے خطرناک
 گروہ میں شامل کوئی معمولی شخص نہیں ہو گا۔ ممکن ہے میرے پاس
 میں چھان بین کرنے کے دوران انہیں علم ہو گیا ہو کہ میں کسی زندگی
 گزار چکا ہوں اس لیے وہ میری طرف سے خوفزدہ ہوں اور
 امریکہ میں ایک اور جرم کو پھیلانے سے روکنا چاہتے ہوں
 رات گزارا مجھ کو ناشتہ کیا اب میری حالت کسی قدر بہتر سکون تھی۔
 وقت کے مرہم نے میرے کمرے گھاؤ پراک بھٹی تھی تانہ کی
 تھی۔ لیکن یہ بھٹی بہت باریک تھی اور کسی بھی لمحہ بادوں کی ہوا
 سے ٹوٹ سکتی تھی۔ اور میں پھر متشور ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ کام

میں سے صرف اپنے زخم سے دستے والے خون کو روکنے کے لئے کیا تھا۔ البتہ زخمی کے معاملے کو میں کسی طور فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ کاٹھن چاہتا تھا۔ میں نے اپنی کاروباری اور چل پڑا۔ میں نے پولیس اسپتال کا رخ کیا تھا اور تصدقی دیکھ کے بعد میں پولیس سپتال پہنچ گیا۔ جوڑی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ روم نمبر تیرہ میں ہے اور میں اس کی طرف ٹوڑھ گیا۔ روم نمبر تیرہ کے دروازے سے ایک نرس باہر نکل رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہشمت کے آثار تھے وہ اتنے تیز قدموں سے آگے بڑھی اور ڈاکٹر زردم میں داخل ہو گئی کہ میں سے دل کچھ نہ سکا۔ ایک لمبے کے لئے میں ٹھٹک کر رہ گیا تھا بھر میں کمرے کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا نرس کے چہرے پر جو ہشمت طاری تھی اس سے میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا اور دلند پہنچ کر اس احساس کی تصدیق ہو گئی جوڑی کا منہ کھلا ہوا تھا زبان باہر نکل آئی تھی اور انکھیں پھینکی کی پھینکی رہ گئی تھیں ایک ہی نگاہ میں دیکھنے سے اندازہ ہوا تھا کہ اسے ہلاک کر دیا گیا ہے میرے ہاتھوں کی مٹیاں بھیج گئیں کو باہر سے کوئی اور بیان دینے سے پہلے قتل کر دیا گیا ہے۔ ابھی میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ دو ڈاکٹر اور تین نرسیں دوڑتے ہوئے آئے اور کمرے میں ٹھس آئے ان کے ساتھ ہی وہ نرس بھی موجود تھی جو ابھی جوڑی کے کمرے سے نکل کر گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ سب ٹھٹک گئے نرسیں کچھ اس طرح خوفزدہ ہو گئیں۔ مجھے بھی ہمت قائم رکھی ہوں اور انہیں احساس ہو جیسے ابھی میں نے جوڑی کو قتل کیا ہے۔

”ڈاکٹروں نے ایک لمبے کے لئے ٹھٹک کر مجھے دیکھا اور پھر جوڑی کی لاش کے قریب پہنچ کر اس کا سامنا کرنے لگے ان میں سے ایک ڈاکٹر نے جوڑی کے سینے پر ہاتھ رکھا کان لگانے اس کی آنکھوں کے چبوتے اٹھا کر دیکھے اور پھر تھڑکی سانس لے کر گردن بلا دی اور دوسرا ڈاکٹر کڑی لگا ہوں سے مجھے غور کرتا تھا پھر اس نے ترش لہجے میں سوال کیا۔

”ہوئی آپ کی یہاں موجودگی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟“

”ڈاکٹر میرا نام راجہ نواز امیر خضر ہے۔“

”امسوس۔ میرا آپ سے تعارف نہیں ہے۔“ اس نے بدستور تند لہجہ میں کہا۔

”س توڑی میری ملازمہ تھیں۔ میں نے اس کی ترش روئی کے باوجود مدد لیجی میں کہا اور ڈاکٹر نے چونک کر گردن ملائی۔

”ادھا اچھا۔ جی میں امسوس سے کہہ رہی ہوں آپ کا نام بتایا گیا تھا لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں جوڑی کو قتل کر دیا گیا ہے، انہیں غالباً لگا ہونٹ

کر ہلاک کیا گیا ہے؟“ ڈاکٹر نے کہا۔

”ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پولیس وغیرہ کا انتظام انہیں تھا۔“ اس کی ضرورت نہیں سمجھ کر گئی تھی۔ ہلاک ایک ایسی مرتبہ کو اپنے منہ پر مسکتا تھا جوڑی ہونے کے وجہ سے ہوش میں بھی نہ آئی ہو ڈاکٹر نے کہا۔

”تب پھر ملو کر آپ پولیس کو اطلاع دیجیئے۔“

”مرد فرزدور دیسے تمہاری وجہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں کب سے موجود ہیں؟“

”یہ سوال آپ میرے بجائے اس نرس سے پوچھنے میں نے نرس کی طرف اشارہ کر کے کہا اور نرس گلا صاف کرنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”جس وقت میں کمرے سے باہر نکل کر آپ کو اطلاع دینے کے لئے جا رہی تھی تو میں نے باہر ان صاحب کو دیکھا تھا یہ غالباً مجھے اس عودت کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے لیکن میں اس بڑی طرح ہواں تھی کہ انہیں کوئی جواب دینے بغیر آپ کے پاس پہنچ گئی۔“

”اوہ۔ اس کا مقدمہ ہے کہ جس وقت میسٹر نواز امیر خضر تشریف لائے جوڑی قتل ہو چکی تھی۔“

”جی ہاں۔“

”آپ کا کیا خیال تھا ڈاکٹر میں نے اگر جوڑی کو قتل کیا ہے؟“

”نہیں نہیں۔ معذرت خواہ ہوں میں مگر آپ بھی دیکھئے کہ ہمارے لئے کتنی بڑی کمزوری ہو گئی ہے۔ ہسپتال میں کسی عودت کو قتل کر دیا گیا اس کی ذمہ داری ہم بھرہی عائد ہوتی ہے۔ یہاں تو ہمارے پولیس کو بھی فن کروا سنا نے دوسرے ڈاکٹر نے کہا اور دوسرا ڈاکٹر کمرے سے باہر نکل گیا۔ جلا ڈاکٹر و دین باہر پریشان لگا ہوں سے جوڑی کو دیکھنے کے بعد میری طرف متوجہ ہو گیا۔

”دیسے راجہ نواز امیر خضر صاحب میں جوڑی کتنے عرصے سے آپ کے ہاں ملازم تھی۔“

”کا کافی عرصہ ہو گیا تقریباً ایک سال۔“ میں نے جواب دیا۔

”آپ کے خیال میں میں جوڑی کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔“

”ڈاکٹر ملو کر آپ پولیس کا کام لے کر شائل پر نہ ڈالیں پولیس کو جانے دیجیئے۔“ میں نے کہا اور ڈاکٹر نے گردن ہلا دی نرسیوں نے جوڑی کا چہرہ ڈھک دیا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے تھے توڑی دیر کے بعد پولیس پہنچ گئی یہ پولیس افسیر غالباً اس ہسپتال کے علاقے کا تھا اس لئے مجھے نہیں پہچانا تھا اس نے ہم لوگوں سے سوالات شروع کر دیئے اور میں نے اس سے مزاجیچے میں کہا۔

”بہتر ہے کہ اس سلسلے میں انیکلر جوزف ہاسٹر پاؤل کو اطلاع دیں۔“

”آپ مسٹر پاؤل کو کیسے جانتے ہیں۔“

”انیکلر میں جو پوچھ کر بہر ہا ہوں وہی کر فونول ہا میں کر کے میرا و ماخ فٹ فراب کر دیتے ہیں سمجھ میں ہے اور انیکلر مجھے گور کر دیکھئے لگا پھر اس نے اپنے ایک ساتھ کو اشارہ کیا اور ماتحت باہر نکل گیا میں یہاں سے جا نہیں سکتا تھا اور جا یا جانیے بھی نہیں تھا لیکن جوڑی کو ہلاک کرنے کا مطلب نہیں تھا کہ وہ کچھ اور بھی بتا سکتی تھی اور یہ غلطی پولیس کی تھی کہ اس سے مکمل طور پر بیان لے بغیر لے جوڑی دیا اور اس کی حفاظت کے لیے پھر وہ بھی نہیں لگا گیا میری توقع کے خلاف نامرف جوزف بلکہ مسٹر پاؤل بھی ہسپتال پہنچ گئے انہماں کے اس علاقے میں نامری سنی پھیل گئی تھی لوگ اطراف میں جمع ہو گئے تھے پتہ چل گیا تھا کہ اس کمرے میں کوئی قتل ہو گیا ہے مسٹر پاؤل نے مجھے دیکھتے ہوئے سلا کیا اور صاف کر کے ایک طرف کھڑے ہو گئے جوڑی نے جوڑی کی لاش کو کھول کر دیکھا اور ایک بھری سانس لے کر پاؤل کی طرف دیکھنے لگا۔

”گردن دبا کر ہلاک کیا گیا ہے؟“

”یہ انکشاف بہت پہلے ہو چکا ہے۔ میں نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”آپ۔ آپ جوڑی سے کوئی بات چیت کر سکتے۔“

”جی نہیں۔ میں اس سے معلومات کرنے کے لئے ہی آیا تھا لیکن یہاں اس کی لاش سے ہی ملاقات ہوئی پولیس کا کاغذ اس وقت انتظام کیا تھا آپ نے مسٹر پاؤل۔“

”اس کے لئے چہرہ لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی پاؤل نے جواب دیا۔

”جی ہاں۔ آپ سب پرہرہ لگانے کی کیا ضرورت تھی کاتوں کو تکلیف ہوتی۔“ میں نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”راجہ صاحب آپ براہ کرم پولیس کے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔“ جوزف نے میری طنز یہ گفتگو بددانت نہ ہو سکی تھی۔

”ٹھیک ہے میں پولیس کے معاملات میں مداخلت نہیں کر رہا لیکن پولیس کی کارکردگی پر شہرہ ضرور کر سکتا ہوں۔ جوڑی پرہرہ لگانا چاہیے تھا کہ وہ کچھ صحیح طور پر ہوش میں آنے کے بعد ہٹسک اور دل کی نشاندہی کرنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہو سکتی تھی۔“ میں نے کہا جوڑی نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ پاؤل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”جوزف خود کو کھڑوں کر ڈر مسٹر پاؤل نے کہا، اور انیکلر جوزف

نے خود کو سنبھال لیا۔

”ٹھیک ہے مسٹر پاؤل۔ زخمی کے سلسلے میں کچھ معلوم ہونے کی یہ امید بھی ختم ہو گئی۔ اب مجھے اجازت دیجیئے۔“

”مسٹر پاؤل میرے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے میرے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ جب کوئی جرم نامہ کاروائی ہوتی ہے تو جرم پورا بیان بنانے میں ان کی تمام کاروائیاں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوتی ہیں جبکہ پولیس مداخلت ہوتی ہے۔ حالات کے شواہد کے وہ جرم کے تانے بانے کا پتہ چلاتی ہے۔ تب کہیں جا کر اس کا کاپا بنتا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے امسوس کا ہے۔ لیکن کیا ہم اس کے لئے پچھلے سے تیار تھے۔“

”ظاہر ہے۔“

”مرد ہوتے تو لگے کا مسٹر امیر۔ جو کچھ ہوا ہے ہونے دیا۔ بہت جلد ہم اس پوزیشن میں آجائیں گے کہ مجرموں کے خلاف پوری طرح عمل کر سکیں۔“

”ٹھیک ہے مسٹر پاؤل میں انتظار کروں گا۔ میں نے جواب دیا اور ہسپتال سے باہر نکل آیا میرا ذہن بڑی طرح الجھا ہوا تھا الجھنا جی چاہیے تھا زخمی کے علاوہ میرا ذہن میں اور کون تھا ہسپتال سے نکلنے کے بعد یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ کہاں جاؤں بس یہ وہی گامی مشرکوں پر دوڑانا رہا ایک علاقے سے گذرتے ہوئے دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ نیلے رنگ کی ایک ٹیڈور لیٹ بہت دیر سے عقب آگئے تھے میں نظر اڑا رہی ہے۔ ذہن ایک دم سے چونک پڑا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کچھ عرصے سے زندگی کے وہ ہنگامے چھوڑ چکا تھا جن کے تحت ان باتوں کا پوری طرح خیال رہتا تھا لیکن ایک بار پھر حالات مجھے اس لائن پر لے آئے تھے تو مجھے چاہیے تھا کہ میں خود کو پوری طرح ہوشیار رکھوں۔“

”نیلے کار پیر میں نے لگا ہادی سامنے کی بوت بھی دیکھ رہا تھا اور اس کا سر بھی غور کر رہا تھا اس بات کا یقین کرنے کے سلسلے کہ یہ صرف میرا وہم تو نہیں ہے میں نے کارڈ نوٹ کر دیا اور ایک مسٹان مشرک پر نکل آیا اس مسٹان مشرک نے زیادہ ٹھیک نہیں تھا پنا پختہ توڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ نیلی کار میرا تاقب کر رہی ہے اس کا مقصد ہے کہ تاقب کرنے والے انہی لوگوں سے متعلق ہوں گے جنہوں نے زخمی کو اغوا کیا ہے اور جواب میرے معمولات کے بارے میں واقف رہنا چاہتے ہیں۔“

”ذرا دلچسپ بات تھی اگر ایسا کوئی شخص میرے ہاتھ لگ جائے تو پھر میں اس راجہ نواز امیر خضر کو دوبارہ آوازوں میں نے لینے دشمنوں کو بھیتر نہ پھا دیکھنے پر مجبور کیا ہے۔ ایک چور ہے سے

گھونٹنے کے بعد میں ایک اور شرک پر آ گیا اور پھر یہاں سے میں نے ایک جنرل اسٹور کے سامنے کار روک لی کار سے اتر کر میں جنرل اسٹور میں داخل ہو گیا اور بلاوجہ چند چیزیں خرید ڈالیں مقصد یہی تھا کہ ان لوگوں کا ہاتھ لوں۔ بیٹے رنگ کی شیور ریٹ میری کار سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی تھی اور اس میں جو کوئی موجود تھا انہیں دیکھ کر میں نے ایک ہماری سامن لی وہ دیکھ گئے ہوئے سروالے دو آؤں تھے جیسا کہ میرے پڑوسیوں سے پوچھنے کو معلوم ہوا کہ میری کوٹھی میں ہکا مکر نے والے اسکن بیٹ تھے ادواب میرا لقب ہی لوگ کر رہے تھے پنا بھران کے لئے کچھ نہ کچھ کار فرموری تھا میں پسند لمحات سوچتا ہوں اور پھر میرے ذہن نے ایک مفہور بنایا۔

”اسٹور سے سامان خرید کر میں چل پڑا اور پھر اپنی کار میں آ بیٹھا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد میری کار زینٹی کارپس کے سامنے رکی تھی زینٹی کارپس کے سامنے رکنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ اب بھی یہاں موجود ہیں یا نہیں میں نے دیکھا کہ شیور ریٹ اطمینان سے ایک جگہ پارک ہو گئی تھی گویا وہ منتقل میرا لقب کرنے کا ارادہ رکھتے تھے میں فرم میں داخل ہو گیا کاشت وہاں موجود تھا مجھے دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور میرے پاس پہنچ گیا۔

”کوئی خاص بات نہیں ہے کاشف، میں ذرا تمہاری کار استعمال کروں گا۔“

”فرزاد جناب، آپ کی کار خراب ہو گئی ہے کیا؟“

”نہیں دو دوسرا مسئلہ ہے بتاؤں گا نہیں، میں نے کہا اور کاشف نے اپنی کار کی چابیاں میرے توالے کر دیں۔ تھوڑی دیر تک میں انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد کاشف کی کار کی چابیاں لے کر بیٹھے اتر آیا میں نے پارکنگ کے چبھتی حصے میں کھڑی ہوئی کاشف کی کار لگائی اور عمارت کے پچھلے حصے سے گذر کر ایک لمبا ٹھکر کاٹ کر اس مٹرک پر آ گیا جو زینٹی کارپس کے سامنے والی سمت کی مٹرک تھی وہاں میں نے اس ٹھکر کو بدستور کھڑے ہوئے دیکھا اور اپنی کار اس سے کچھ فاصلے پر روک دی تقریباً ایک گھنٹے تک میں نے وہاں انتظار کیا اس کے بعد ایک سرخ رنگ کی گاڑی نے وہاں آ کر رکنے دیکھی دوڑ لگنے اس دوسری کار کو دیکھ کر بیٹھے اتر آئے تھے کار میں شاید کوئی بڑی بیٹھی ہوئی تھی دوسرے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔

لیکن میں نے اس کے پاس سے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی نوجوان لڑکا ہے۔ فاصلے میں نے اتنا کھتا تھا کہ میں اس کے سروخال نہیں دیکھ پایا تھا۔ بہر طور لڑکی گجوں سے بائیں کرنے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ زینٹی کارپس میں داخل ہو گئی۔

”میں دلچسپی سے یہ تمام کاروائی دیکھ رہا تھا۔ لڑکی تقریباً بیس منٹ کے بعد وہاں سے براہ روی اور ادھر ادھر دھڑکتی ہوئی نیلی شیور ریٹ کے پاس پہنچ گئی اس نے گجوں سے کچھ کہا اور وہ بری طرح بدحواس ہو گئے۔ پھر لڑکی تو اپنی کار میں بیٹھ کر چل پڑی اور تھوڑے ہی میں کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا وہی اب میری کار ان کے تعاقب میں تھی۔“

میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کہاں اور کس جگہ جائے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ہوٹل پام گروڈ میں داخل ہوتے دیکھا، میں خود بھی پھرٹی سے اتر کر ان کا تعاقب کرنے لگا تھا۔ پام گروڈ کے دوسری منزل کے کمرہ نمبر ستائیس میں وہ دونوں داخل ہوئے۔ مجھے انہیں نگاہ میں رکھنے میں کوئی وقت نہیں پیش آیا تھی۔

تھوڑی دیر تک میں انتظار کرتا رہا اور پھر کمرہ نمبر ستائیس کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا، میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور دروازہ کھل گیا۔ گھونٹے والا انہیں میں سے ایک تھا۔ لیکن میری شکل دیکھتے ہی وہ بدحواس ہو گیا۔ اس نے پھرٹی سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنا بدن دروازے میں جھسا دیا تھا اور پھر میں نے زور لگایا تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور دروازہ پوری آواز کے ساتھ کھل گیا۔ اس دھینکا دستی کی آواز نے دوسرے گئے کبھی میری طرف متوجہ کر دیا تھا مجھے دیکھ کر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں اب دروازے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ان دونوں کو گھور رہا تھا اور ان دونوں کے چہروں پر بدحواسی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ درمیانی جسامت کے لوگ تھے۔ سر مزوٹھے ہوئے تھے لیکن خطرناک نہیں نظر آتے تھے۔ میں ان کے سامنے کھڑا ہونٹ بیٹھنے انہیں گھور رہا تھا پھر میں نے سر دیکھ لیا۔

”اب تمام صورتحال اٹھ دو اور نہ تمہارے واپس تمہارے مزہ میں نہرہ سکیں گے۔“

”لگ۔ کیا لوگوس ہے کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟“

ان میں سے ایک نے سراپیمہ بیچے میں کہا۔

”و دیکھو میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ زینٹی کہاں ہے؟“

”زینٹی؟“

”ہاں۔ میری بیوی۔“

”شاید تم شراب پی کر یہاں آ گئے ہو شرافت سے جاتے

ہو یا میں کسی کو بلاؤں، ان میں سے ایک نے سنبھل کر کہا۔

”ہاں گویا تم شرافت سے میرے سوال کا جواب نہیں دو گے۔“

میں نے ہاتھ کی اسٹین جڑھاتے ہوئے کہا اور وہ دونوں مستعد ہو گئے۔ ان کی تیزنگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

”تم یہاں سے فوراً نکل جاؤ۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

”اس طرح نہیں میرے دوستو۔ اس طرح نہیں۔“

”میرے کس طرح؟“

”مجھے میرے سوالات کا جواب دو۔“

”تم جانتے ہو۔ اس طرح کسی کے گروہ میں گھسنا ناجائز ہے۔“

”مجان میں جانتا ہوں۔“

”اس کے باوجود۔“

”ہاں اس کے باوجود۔“

”ہم تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں گے۔“

”دیکھا واقعی؟“

”ہاں۔ ہم شریف لوگ ہیں۔ ہم آرام کر رہے تھے کہ تم دھوکے لے کر کر کے کا دروازہ کھلو کر یہاں آ گئے اور اب ہمیں دھمکیاں دے رہے ہو۔ جان میں سے ایک نے کہا اور میں مسکرا لگا۔

چند لمحات وہ اسی طرح میرے سامنے کھڑے رہے اور پھر جیسے سنبھل گئے۔ انہیں احساس ہو گیا تھا کہ ان کی پوزیشن خراب نہیں ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔

”تم شرافت سے یہاں سے جاتے ہو یا ہم تمہارے خلاف کوئی کاروائی کریں؟“

”کاروائی تو اب میں شروع کرتا ہوں، مجھے میری بات کا جواب دو، تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟“

”دماغ خراب ہوا ہے تمہارا۔ ہم اپنے ہوٹل کے کمرے میں آرام کر رہے ہیں اور تم کہتے ہو ہم تمہارا تعاقب کر رہے تھے۔“

میرے صبر کا پیمانہ اب لمبوتر ہو چکا تھا۔ چنانچہ پھر میں آگے بڑھا اور پھر میں نے ان میں سے ایک کا گریبان چبڑ لیا۔ دوسرے نے عقب سے آ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن دغٹا تو وہ پیچھے بیٹھ گیا اور اس کا زور دار گھونٹہ سامنے والے کے مزہ پر پڑا۔ میں نے فوراً اپنی جگہ چھک کر سامنے داسے کی ٹانگیں بکڑ لی تھیں۔ اور پھر جب میں نے اس کی دونوں ٹانگیں کھینچیں تو وہ نیچے گر پڑا۔ پیچھے والا میری گردن پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میں نے ہانکا سا جھٹک کر اسے الٹ دیا۔ اور وہ بھی اپنے ساتھ ہی جا کر۔ دونوں کے حلق سے وحشت ناک

جیخیں نکلی تھیں۔ میں نے دونوں کے گریبان چبڑ کر انہیں اٹھایا اور پھر پوری قوت سے انہیں آئیں میں ٹکرا دیا۔ تین تو قوت میں وہ بہت زیادہ نہیں تھے۔ ویسے بھی لڑائی جھڑائی کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ بدن نازک نازک سے تھے۔ سر گنجا کرانے سے شکلیں تو خراب ہو گئی تھیں لیکن جسموں میں زیادہ توانائی نہیں تھی۔ میرے گھونٹوں نے انہیں اٹھا لیا کر دیا۔ وہ بری طرح جڑھ رہے تھے۔ اور ان کی اس پیچ و بیکار سے مجھے نقصان پہنچا۔

باہر سے دستک کی آواز میں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میں بولھا گیا۔ اس طرح ان لوگوں کی پٹائی کرنے کا کوئی حوالہ میرے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ اب ذرا پریشانی کی بات تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں دروازہ کھول دوں۔ کیونکہ اب زیادہ دیکھ بھلنا شروع ہو سکتی تھی۔

میں پریشان سا دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا، وہ دونوں اس طرح لیٹ گئے تھے جیسے بے ہوش ہو گئے ہوں۔ واقعی صورتحال بہت خراب ہو گئی تھی۔ پھر دو دروازے پر زور دار حزمین بڑنے لگیں۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ اب وہ دروازہ توڑ دیں گے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اب کوئی ایسی کاروائی کر دوں جس سے اپنی جان بچا سکوں اس وقت ان لوگوں کے جینگل سے نکلنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ بہر طور میں دروازے کے قریب پہنچا، میں نے دروازہ کے پاس رک کر ایک رومال اپنی جیب سے نکالا اور اسے اپنے چہرے پر لگایا اور دوسرا رومال تھ میں نے جیب میں ڈال لیا تھا پھر میں نے پھرٹی سے دروازہ کھول دیا۔

باہر صرف تین یا چار آدمی تھے، ابھی تک زیادہ لوگ جمع نہیں ہو سکے تھے۔ میں نے کوٹ ان کے سامنے کتے ہوئے کہا۔

”میری جیب میں ریلو ور ہے، تمہیں سے اگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو وہ اپنی زندگی کھو بیٹھے گا۔“

میرے بیچے کی غلامی نے انہیں جوٹنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے میرے کوٹ کی جیب میں ابھرے ہوئے ہاتھ کو دیکھا اور اس بات کا یقین کر لیا کہ میری جیب میں بیٹول موجود ہے۔ چنانچہ وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ دوسرے لمحے میں داہری میں دوڑتا ہوا میری جیبوں کے نزدیک پہنچ گیا اور جیسے پھر انہیں ہوش آ گیا اور وہ بری طرح جینٹے لگے۔

”بچڑو بچڑو۔ دوڑو بچڑو۔ لیکن مجھے بس چند لمحات کی پھرٹی

دکرا دھکی۔ میں تقریباً چار چار پانچ پانچ میٹر چھیاں پھیلائی گئی ہوا
 پہلی راہداری میں گیا اور پھر دوڑوں سے ایک سمت گھوم کر کسی چوٹے
 زینے کے پاس پہنچ گیا، جو ذیلی زینہ سمجھا جا سکتا تھا یہاں پہنچ کر
 میں نے جلدی سے چہرے سے دو مال ہٹا دیا اور اپنے آپ کو
 پرسکون بنانے کی کوشش کر کے نیچے اترا بیٹھا گیا۔ وہ سب بڑے
 زینے کی جانب بھاگ رہے تھے۔ اس طرح مجھے آسانی ہوئی
 اور میں نیچے پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

نیچے پہنچنے کے بعد میں ٹھنکنے کے سے انداز میں آگے
 بڑھنے لگا۔ میں نے اپنا کوٹ الٹ کر پہن لیا تھا، یہ عرف اتفاق
 تھا کہ اس وقت جو کوٹ میں پہنے ہوئے تھا وہ ڈبل سائز کا کوٹ
 تھا، یعنی اسے الٹ کر بھی پہنا جا سکتا تھا۔ اس طرح کوٹ
 الٹ کر پہن لینے سے میری وقتی الجھن دور ہو گئی۔ دوڑنے
 والے دو میٹر میٹر چھیاں اترتے ہوئے نیچے کی میٹر میٹر پہنچ
 گئے۔ اور پھر دوسرے لوگوں کو اوپر کے پتھرنے کے بارے
 میں بتانے لگے۔ کسی کی توجہ میری جانب نہیں گئی تھی۔ میں
 بھی معلومات کرنے والے لوگوں کی پھیر میں شامل ہو گیا چونکہ
 وہ لوگ میرا جہاز نہیں دیکھ سکے تھے اور پھر میرے لباس میں بھی
 تبدیلی ہو گئی تھی، اس لیے وقتی طور پر میری جان بچ گئی اور وہ
 ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر گئے۔

ہوٹل کے منیجر کو بھی اس ہنگامے کی اطلاع مل گئی، میں
 یہ معلوم کر کے یہاں سے جانا چاہتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا
 ہے۔ لیکن مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر گنہوں نے ہتوں میں آکر
 یا اس پوزیشن میں مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے فوراً پہچان لیں گے
 چنانچہ میں زیادہ دوڑوں نہ کرانا ہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر
 آ گیا۔

باہر آ کر میں نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور دوڑوں سے چل پڑا۔
 میں ان کمپنٹوں کے بارے میں اور کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا لیکن
 اتنی کی شکلیں میرے ذہن میں تھیں اور اس کے ساتھ ہی میں نے
 اس کار کا نمبر بھی ذہن نشین کر لیا تھا جو اب مجھے بھی کھڑی ہوئی تھی
 کم از کم اس کار سے مجھے ان لوگوں کے بارے میں پتا چل سکتا ہے۔

میں کار اسٹارٹ کر کے واپس چل پڑا اور تھوڑی دیر
 کے بعد زہری کار پٹس پہنچ گیا۔ میرے حلیے میں کوئی تبدیلی نہیں
 ہوئی تھی سوائے اس کے کہ میں نے کوٹ الٹ کر پہنا ہوا تھا۔ میں
 اپنے دفتر میں بیٹھ گیا۔

کاشف بخور میری شکل دیکھ رہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ

کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا، شام کو میں اپنے گھر پہنچ گیا مگر میں
 داخل ہوتے ہوئے وحشت ہوئی تھی، زہری کا خیال ذہن پر مسلط
 ہو جاتا تھا، ایک ایک گوشے سے اس کی آواز آتی تھی اور میرا
 دل تڑپ تڑپ کر رہ جاتا تھا۔ اس وقت میں نے جذباتی
 کوشش کی تھی، ان گنہوں پر زہری جی جی اور میں ہرزا چاہیے تھا۔
 بلکہ ان کو نگاہ میں رکھنے کے بعد کسی ایسی گناہ سے معلومات
 حاصل کرنی چاہیے تھیں، جہاں یہ پوزیشن نہ ہوتی۔ اب تک جو
 یہ سب کچھ ہوا تھا، بلاوجہ ہوا تھا اور اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا
 تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھا یا ہندوستانی کوشش میرے لیے
 نقصان دہ ہو سکتی ہیں، وقت گزرتا رہا رات ہو گئی، اس
 وقت تقریباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ہوئے۔ باہر سے بل
 بجی اور میں چونک پڑا۔ میں نے دروازہ کھول دیا تھا، انسپکٹر
 جوزف چند پورس انفرمان کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا۔
 اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے میرا اس نے کہا۔
 ”میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں مسٹر نواز اصغر“
 ”جی فرمائیے“
 ”دراصل آپ کے خلاف ایک رپورٹ لکھوائی گئی ہے“
 ”کیا مطلب؟“
 ”میری اور جینس کو آپ نے شدید زخمی کر کے ہلاک کر
 دیا ہے“

”میں نے۔۔۔ میں نے۔۔۔ میں نے مستحجابانہ انداز میں پوچھا۔
 ”جی ہاں مجھے بھی تفصیل بتانی گئی ہے“
 ”آپ پتا نہیں کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر جوزف؟“
 ”راجہ صاحب مجھے افسوس ہے جس چیز کے لیے آپ کو
 منسوخ کیا گیا تھا، آپ نے وہی کیا؟“ جوزف نے کہا۔
 ”میں آپ کی ایک بات بھی نہیں سمجھا“

”میرا نام اور رشتہ کسی کریڈٹنگ نامی فرم میں ملازمت
 کرتے ہیں۔ ان کا مستقل قیام ایک ہوٹل میں ہے۔ ہوٹل میں
 رہنے والوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اچانک اس کمرے سے
 چھین سٹین میں میں وہ دوڑوں رہتے تھے۔ اندر کچھ ہنگامہ
 ہو رہا تھا“

انہوں نے دروازہ پچایا اور چند لمحات کے بعد اندر سے ایک شخص
 نکلا جس کے چہرے پر دو مال بندھا ہوا تھا۔ وہاں نہیں ہلاک کرنے
 کی دھمکی دے کر یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ پولیس
 کو اس سلسلے میں اطلاع دی گئی اور پولیس وہاں پہنچ گئی۔ پولیس
 کو کمرے میں پہنزی اور ولس کی لاشیں ملیں۔“

”لاشیں“ میرا خون خشک ہو گیا۔
 ”جی ہاں۔ لاشیں۔ انہیں پہلے مارا گیا اور پھر گردن دبا کر
 ہلاک کر دیا گیا تھا۔“

”اوه!“ میرے حلق سے گہری سی آف نکل گئی۔ ایک لمحہ
 کے لیے میری آنکھوں میں تاریکی چھا گئی تھی، لیکن پھر میں نے خود
 کو سمجھا لیا۔ اور یہ کیسے معلوم ہوا، انسپکٹر کے من ان کا قاتل ہوں؟
 ”یہ بہن“ انسپکٹر جوزف نے جب سے آستین کا ایک بین
 نکال کر مجھے دکھایا۔ جو میرے کوٹ کی آستین کا ہی تھا، یہ بین
 ان میں سے ایک کی منجھی میں سے ملا ہے۔ دوسرا ہم ثبوت ہے
 کارڈ“ اس نے جب سے میرا کارڈ نکال کر دکھایا۔ ”یہ کارڈ بھی
 وہاں ملا ہے“

”آپ کا خیال ہے کہ میں نہیں قتل کر کے یہ کارڈ وہاں ڈال
 آیا“ میں نے طنز یہ کہا۔

”وہ والا نہیں مسٹر اصغر بلکہ یہ کارڈ وہاں لگ گیا“ انسپکٹر
 جوزف نے کہا۔

”گردن پر آپ نے انگلیوں کے نشانات ضرور تلاش کیے
 ہوں گے“ میں نے پوچھا۔

”دو دونوں کا پوسٹ مارٹم ہو گیا ہے۔ گردن پر کوئی نشان نہیں
 ملا۔ غالباً رماں استعمال کیا گیا تھا یا بھروسہ تانے“

”کیا یہ ممکن ہے مسٹر جوزف کہ اس ہنگامی حالت میں کسی
 کو قتل کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھا جائے؟“

”یہ سوال پولیس کے دیکل سے کرتے ہیں آپ“
 ”اب آپ کی چاہتے ہیں؟“
 ”آپ کی گرفتاری“

”مٹا لپیٹ کی کارروائی کر کے آئے ہیں آپ؟“
 ”جی ہاں۔ یہ تلاش کا وارنٹ ہے اور یہ آپ کی گرفتاری کا“

جوزف نے کچھ کاغذات نکال کر میرے سامنے کر دیے۔ اور پھر
 پستول نکال کر بولا۔

”مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ہاتھ میں پستول لگا
 دوں“ میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مجھے بھکاری لگانے کے بعد

جوزف نے کمرے کی تلاش کی اور وہ کوٹ تلاش کر لیا جو میں
 منسوخ پہنے ہوئے تھا۔ کوٹ کی آستین کا بین موجود نہیں تھا۔ کوٹ
 برآمد ہونے کے بعد مزید کسی تلاشی کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔

میں جوزف کے ساتھ باہر نکل کر پولیس کی کار میں بیٹھا۔ داغ
 مفلوج ہو رہا تھا۔ کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ میری کہاں کی درست تھی اس

سے

اس کے کہ میں نے ان دونوں کو قتل کیا تھا۔ میرا کارڈ لیتا ہوں
 کوٹ کی اوپری جیب سے گرا تھا۔ بین بھی ٹوٹ کر ان میں سے
 کسی کے ہاتھ میں رہ گیا تھا۔ چونکہ وہ آستین کا بین تھا۔ اس
 لیے اس وقت مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ درحقیقت جلد بازی
 میں گردن پھینک گئی تھی۔

مجھے تھانے پہنچا دیا گیا۔ میں نے جوزف سے پوچھا کیا
 مسٹر یاؤل کو ان واقعات کی اطلاع دے دی گئی؟

”مسٹر یاؤل کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے“
 ”میری خواہش ہے کہ انہیں اطلاع دے دی جائے“

”بہتر ہے“
 ”اس کے علاوہ میں اپنے منیجر کا شف سے ملنا چاہتا ہوں“

”ممکن ہے اس میں کچھ دیر لگ جائے۔ لیکن آپ کی اس
 خواہش کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔ میں آپ کا بیان لیتا چاہتا ہوں۔“

”آپ مجھ سے سوالات کر سکتے ہیں“
 ”کیا آپ ان دونوں کے قتل کا اعتراف کرتے ہیں؟“

”جیس“

”دل کی آپ ان دونوں سے واقف ہیں؟“
 ”میرا نہیں“

”کیا آپ ہوٹل یا مگر گئے تھے؟“
 ”نہیں“

”مجھ کو ہماری ملاقات ہسپتال میں ہوئی تھی۔ اس
 کے بعد آپ کی مصروفیات کیا رہیں؟“

”میں اپنی فرم میں رہا تھا“
 ”کس وقت تک؟“
 ”شام تک“

”آپ کی کار کہاں ہے؟“
 ”میرے منیجر کے پاس میں اس کی کار سے آیا تھا“

”وہ جو؟“
 ”منیجر میری کار سے گیا تھا، میں نے جواب دیا۔

”اس کی وجہ؟“

”ہم دونوں ایک دوسرے کی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔
 وہ میرا ملازم ہی نہیں میرا دوست بھی ہے۔ میں نے جواب دیا۔

”وہاں آپ کے کوٹ کا بین اور آپ کا کارڈ کیسے پایا گیا؟“
 ”مجھے پھنسانے کی کوئی کوشش ہی ہو سکتی ہے۔“ میں نے

جواب دیا اور جوزف نے ٹھکرے اور کمرے کے سوالات کا سلسلہ قطع

گروا۔ اس کے بعد مجھے لاک اپ میں بند کر دیا گیا تھا۔ ساری رات لاک اپ میں گزار گئی۔ دوسرے دن دس بجے کا شفت نے ایک وکیل کے ساتھ مجھے سے ملاقات کی۔ ہمیں گفتگو کے لیے تنہائی دی گئی تھی۔ دوپہل سے مجھے سے معلومات حاصل کیں اور میں نے اس سے بھی یہی کہا کہ میں بے قصور ہوں، قتل میں نے نہیں کیا تب وکیل بولا

”آپ نے ہسپتال سے واپس کے بعد کی جو مصروفیات بتائی ہیں۔ ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ کاشف صاحب کے بیان کے مطابق آپ تھوڑی دیر کے بعد ہی ان کی کار سے نکل گئے تھے۔ جبکہ آپ کے دوسرے اسٹاف نے بھی آپ کو اس کے بعد وہاں نہ دیکھا کاشف نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ پولیس اس سے بیان سے چکی ہے اور اس غریب نے وہی بتایا ہے جو سچ تھا۔“

”وکیل صاحب میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قتل میں نے نہیں کیا۔ حالات جو بھی ہوں آپ براہ کرم کارروائی کریں۔“

”بہتر ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔“ وکیل خود بھی میرے بیان سے مطمئن نہیں تھا۔“

کاشف نے نصیحت ہوتے ہوئے کہا۔
”سر آپ اطمینان رکھیں۔ میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔ میں خاموش رہا اور وہ لوگ چلے گئے۔ کاشف اور میرے اسٹاف کے بیان نے بھی میری پوزیشن مزید خراب کر دی تھی۔ لیکن سب بے قصور تھے۔ قصور میرے نصیب کا تھا۔ لیکن بہر حال ان حالات سے اندازہ ہونا تھا کہ کچھ لوگ باقاعدہ میرے لیے مصروف ہیں اور میری اس پرسکون دنیا میں بلیں پیدا کرنے کے خواہش مند ہیں۔“

لحج کے بعد مجھے لاک اپ سے نکالی کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور پھر گاڑی پولیس ہینڈ کوآرڈر پر بھیجی۔ یہاں مجھے ایک خاص مال میں پہنچایا گیا۔ جو تفتیش کرنے کا مال تھا۔ یہاں میں نے مسٹر یڈل کو دیکھا اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ اور وہ کسی قدر برہم نظر آ رہا تھا۔
”تو تم نے میری بات نہیں مانی اور میری زندگی بے گناہی کو تسلیم کریں۔ میں نے یہاں کوئی جرم نہیں کیا۔ میں اپنی پرسکون زندگی کو دھم بھم کرنا نہیں چاہتا۔“

یڈل گہری آنکھوں سے میرا جائزہ لیتا رہا پھر بولا ”لیکن سزاوار پھر آپ کا لڑاؤ آپ کے کوٹ کا بنی ہاں کیسے پایا گیا؟“

”حالات کو میرے خلاف بنایا گیا ہے۔“
”میں نے اس پر بھی غور کیا ہے۔ لیکن حالات تمہارے خلاف ہیں۔ وہ اسٹیشن ہاؤس اور پولیس ایسے لوگوں سے نفرت ہو گئی ہے۔“

”میرے لئے نہیں دیکھا جی نہیں۔“
”کیا تم اپنی ذمیل کو جانتے ہو؟“
”یہ کون ہے؟“

”ایک ڈیپارٹمنٹس اسٹورڈز کی منیجر۔ ڈیپل اسٹورڈز کراؤن ونگ“

میں واقف ہے۔ اپنی ذمیل تمہارے اسٹورڈز میں تھی۔ اس نے کچھ باتوں کی خریداری کے سلسلے میں تمہارے منیجر سے بات کی تھی اور دوبارہ آنے کے لیے بیکر پارک لائی۔ وہاں اس کی ملاقات میری اور کس سے بھی ہوئی اور پھر جب وہ روز پھر میری تھی تو اس نے ان کو ان دنوں کی کار کے تعاقب میں دیکھا جو تمہارے منیجر کے ہاں اور اس کا بیان ہے کہ تم اس کار میں موجود تھے۔ اسے جرت مزبور ہوئی لیکن وہ مصروف تھی اس لیے اس وقت کوئی چھان بین نہیں کر سکی۔
”وہ مجھے جانتی تھی؟“ ”میں نے مسٹر یڈل سے پوچھا۔“
”نہیں۔ اس نے تمہاری شکل کار میں دیکھی تھی۔“
”پھر اس نے کیسے تصدیق کی کہ میں؟“
”تمہاری تصویر دیکھائی گئی تھی۔ اس نے پہچان لیا۔“
”میں اپنی ذمیل سے مل سکتا ہوں۔“

”مناسب وقت پر تمہیں اس سے ملاو جاہلے گا؟ مسٹر یڈل نے جواب دیا۔“
”اپنی ذمیل کا ان دنوں سے کا تعلق ہے مسٹر یڈل؟“ میں نے سوال کیا۔
”میں نہیں جانتا۔ وہ اب میں اپنا دوست بتاتی ہے۔ یا پاول نے کہا اور میں کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔“
”مسٹر یڈل، سابقہ تعلقات کی بنا پر میں آپ کو اپنا دوست گردانتے ہوں۔ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے گناہ ہوں۔ میں نے کوئی قتل نہیں کیا۔ یوں کہ میں میرے خلاف سازش کی گئی ہے اور سازش کرنے والے ہی لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے میری بیوی کو اغوا کیا ہے۔ میں آپ سے اس بات کا خواہش مند ہوں کہ آپ خصوصی طور پر اس سلسلے میں کام کریں اور میری بے گناہی کو تسلیم کریں۔ میں نے یہاں کوئی جرم نہیں کیا۔ میں اپنی پرسکون زندگی کو دھم بھم کرنا نہیں چاہتا۔“

یڈل گہری آنکھوں سے میرا جائزہ لیتا رہا پھر بولا ”لیکن سزاوار پھر آپ کا لڑاؤ آپ کے کوٹ کا بنی ہاں کیسے پایا گیا؟“

”جو لوگ میری بیوی کو اغوا کر سکتے ہیں ان کے لیے یہ بتولی سا کام نامشکل تو ہے پکا؟“ میں نے کہا اور یڈل سرج میں ڈوب گیا۔ اس کی بیان نگاہوں میں میرے چہرے پر بھی قہقہے تھے اور اس کی آنکھوں میں ایک بے بسی چمک تھی میں جانتا تھا کہ وہ ایک ڈنڈا پولیس آفیسر سے رہبت سے حالات میں کام کر چکا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی اس نے تجربہ کار نگاہوں سے میرے داغ میں کچھ ٹول رہی تھی پھر اس نے کہا۔
”سزاوار منیجر، سزاوار منیجر آپ اس جرم سے انکار کر رہے ہیں لیکن لات و شواہد کا جہاں تک تجویز کیا جا سکتا ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں میں آپ ان دنوں کے معاملے میں ملوث ضرور ہوں۔ میرا ذاتی خیال ظاہر ہو چکا ہے اس وقت جدائی کشکاش کا شکار ہیں آپ کو اس بات علم ہو چکا ہے کہ چند گنہگاروں نے آپ کی بیوی کے خلاف کارروائی کی اور اسے اغوا کیا ہے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے آپ نے بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کے لیے آپ کا نشان ہونا ایک تقدیرتی امر ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کو کوئی گناہات کی رطبت میں آ کر نہیں قتل کروایا کیوں کہ اس میں صرف چند باتیں ایسی ہیں جو آپ کے حق میں جاتی ہیں۔ تصدیق کر ان لوگوں کو قتل کرنے سے آپ کوئی مدخل نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو اپنی زندگی کے بارے میں ان سے معلوم چکا ہوتا تو آپ کی کلیت مختلف ہوتی۔ بہر طور میں آپ سے انتہائی اعزاز وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ مجرم نہیں ہیں تو آپ کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے میں پوری کوشش کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ میرا اپنا جو فرض ہے جو میں آپ سے پہلے کہ چکا ہوں کہ تمہاری بیوی پر آگہ کرنا میری ذمہ داری ہوگی اور آپ مطمئن رہیں گے۔ مجھے اس جرم کے سلسلے میں جس قسم کی بھی ذمہ داریاں برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ کی بی بی کی حصول کے لیے میں اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دوں گا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گیا۔ مسٹر یڈل نے مجھے دوبارہ کر کے میں سمجھا دیا تھا۔ میں لاک اپ میں جہاں میں تھا تنہا تھا۔ تنہائی میں رہنے کے لیے میں بیٹھ کر سجا کر حالات اس وقت میرے کافی خلاف ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں اپنا کارڈ اور اسٹین کا بنی وہاں رہی چھوڑ کر آیا تھا۔ خوشی کی بات یہ تھی کہ پولیس میں عام لوگ میری اہستہ نہیں کر سکتے تھے۔ جو لوگ اس وقت میں سے چہرے پر وہ مال لپیٹتے تھے۔

مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ باقاعدہ میرے خلاف حال ہی میں ہے اور ان لوگوں کو ممکن ہے جان بوجھ کر میرے سامنے لایا گیا ہوتا کہ مگر زیادہ بجا رہیں لیکن بعض باتیں میری ہی نہیں آتی تھیں۔ میری اغوا کرنے والوں کا مقصد میری بیوی تھی یا اس سے پس پڑ

اور کوئی کارروائی تھی لیکن کسی اور کارروائی کا کافی الجھال کوئی تصدیق نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ میں امریکہ میں ایک بے ضرر زندگی گزار رہا تھا۔ بہت دیر تک غور و خوض کرتا رہا لیکن کچھ نہیں آیا۔ بہتر وقت گزارا رہا۔ میں اپنے آپ کو تنہا نے میں کامیاب ہو گیا تھا کاشف نے بے جا رہنمائی کوشش کر رہا تھا کہ میری ہمنماں ہو جائے۔ لیکن قتل کا معاملہ تھا اور پھر بھی وہ میرے قتل کا اور قتل کی بیوی جس سمت سے کی جلد ہی تھی اور پھر بھی شاید کچھ زور لگایا جا رہا تھا۔

چنانچہ میری ضمانت نہیں ہو سکی۔ میرا وکیل مسٹر پیرے کی بارگاہ سے مل چکا تھا اور مختلف امور پر گفتگو کر چکا تھا۔ لیکن وہ بھی اس مسئلے میں کوئی ملوثی نہیں کرنے میں کام رہا تھا۔ پھر ایک دن مسٹر یڈل اندر آئے اور انہوں نے مجھے لاک اپ سے باہر نکال لیا۔ لاک اپ سے باہر نکل کر مجھے ایک کمرے میں پہنچایا گیا جہاں پانچ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں تمام کے تمام ہی تنگ ناک لوگوں والے تھے۔ فانیادہ جرم پشید زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھ کے ساتھ ساتھ شہادت دینا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد انسپٹر جو جف اور دوسرے ارکان ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ اندر آئے۔

لڑکی مناسب قدر قامت کی مالک تھی۔ وہ غالباً امریکی نژاد ہی تھی۔ وہ بھی کچھ ہی نگاہوں سے ہم کو دیکھ رہی تھی پھر چند منٹ وہ ہم

عمر سلطانی کا مقبول ترین سلسلہ
آب گمانی شکل میں مشائخ ہو گیا ہے

ہزارہ

ایک عیاش ہمارا راجہ کی جرتناک داستان ایک ایسی داستان جسے تداون فراموش نہ کرنا چاہئے گا، وہ مشیر کی کھال میں بٹھرایا تھا، ایک ایسے ہزارہ کی قصہ جس کے در پر ڈال بیٹھے تھے، ہم شکل راجہ ماراں کی مصیقتی خستہ سز کمانی،
ہزارہانہ کتبہ مکمل ایک حصے میں شائع ہو گیا ہے،
ریکٹال پروڈکٹس ہے قیمت صرف
ہم نے براہ راست منگوانے کا پتہ،
مکتبہ محمد علی ڈاٹ کام سہیل اور ڈاٹ آرگنائزیشن

سب کے سامنے کھڑی ہماری شخصیں دیکھتی رہی اور پھر اس نے میری طرف انگلی اٹھادی۔

”بیٹے! اس نے اشارہ کر کے کہا۔ کیا کچھ لگتا ہے کہ اپنی بوکھلتی ہے جس کے بارے میں مسٹر یادل نے مجھے بتایا تھا۔ بہر طور میری شناخت اس کے لیے مشکل نہیں تھی کیونکہ جو لوگ میرے خلاف کام کر رہے تھے انہوں نے اپنی کوئی اسلحہ میں پرویشا کر دیا ہو گا۔ میں نے ایک لمحے کو کھڑے ہو جاؤ۔ پھر میں نے بہت جی تڑم اور شاک لے لیے ہیں کہا۔

”مترم! آپ کس سلسلے میں میری جانب اشارہ کر رہی ہیں؟“
 ”تم۔ تم راجہ نواز صاحبزادے کی بیوی اور دونوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور میں تمہیں پہچانتی ہوں۔“
 ”ہوں۔ دیکھو۔ میں اسے آپ سے ملو کر سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں۔“

”میں ڈیپلیمٹ سٹورڈز کی میجر ہوں۔ یہ دونوں میرے دوست تھے، جنہیں تم نے قتل کیا۔“
 ”کیا بتا سکتی ہیں کہ زہری کا پلش سے آپ کس قسم کے تاملین خریدنا چاہتی تھیں۔“

”نہیں مسٹر نواز صاحبزادے۔ یہ تمام جوش صرف عدالت میں ہی جا سکتی ہے۔ میں اپنی ڈیپلیمٹ کو صرف شناخت کے لیے یہاں لایا گیا تھا اور وہ اپنا گاڑی کھل کر چلی ہیں۔“ جو زلف نے کہا اور اپنی گاڑی کا بازو دیکھ کر بولا۔

”براہ کرم آپ کو تشریف لے آئیے۔“ مسٹر یادل نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ جو زلف بہت سخت پولیس انسپکٹر تھا۔ پتا نہیں وہ جان بوجھ کر میرے خلاف تھا یا پھر صرف اپنے فرض کی انجام دہی کے سلسلے میں وہ سختی برتنے کا عادی تھا۔ چھوڑی دور کے بعد مجھے پھر لکھنؤ میں پہنچا دیا گیا اور وہ اپنی ڈیپلیمٹ کے بارے میں سوچتا رہا۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ لڑکی بھی اچھی لوگوں کی آؤ کا ہے۔ لیکن اگر یہ لڑکی ان کی آؤ کا ہے تو پھر ممکن ہے اسے زہری کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ زہری اب میرے دل میں ایک حسرت بن کر رہ گئی تھی۔ ایک ہی حسرت کیا کونھی میرے سینے میں کہ اپنے وطن سے دور ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے میں اپنی ہی نگاہ میں ملوں جو چکا تھا اور وہیں کوئی دلیہا کا تصور بھی میرے ذہن میں آتا تھا تو میں یہ سوچ کر دل میں سوں کر جاتا تھا کہ میں اب اس کے خیال میں نہیں ہوں۔

زہری نے میری ذہنی کدو کو دھو دیا تھا اور میں کم از کم اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن تھا اور سوچتا تھا کہ راتوں کے بعد اب مجھے وہ حالت میسر ہو گئے ہیں کہ میں اپنی تمام برائیوں کا ادراک ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر کے کروں۔

لیکن زہری مجھ سے دور ہو گئی تھی۔ اب مجھ سے جیسا لیا گیا تھا۔ ایک نئی اور شریف زندگی گزارنے کے تمام اصولیں خاک میں مل چکے تھے اور حالات

پھر مجھے اپنی راہوں پر گھسیٹ رہے تھے جنہیں چھوڑ کر یہاں پہنچنا تھا۔ میں راجہ نواز صاحبزادے کو گم مجھے بھولے نہیں ہوں گے۔ زندگی کو ڈھانچے والے۔ راجہ نواز صاحبزادے میں اڑا دینے والا نواز صاحبزادے کا بھی نواز صاحبزادے ہی تھا۔ اس کی شخصیت پر شرافت کے جوہر اسے اپنے سے تھے وہ اسے نکلنا نہیں جانتا تھا۔ لیکن اگر حالات ایسے اپنی راستوں پر لانے کے لیے مجھ پر کر رہے ہیں تو یہ شکیک ہے۔ پہلی بار ایک بے مقصد زندگی گزار رہا تھا اور اس اپنی انما کی تھا۔ اس لیے بعد بعد جھڑکتا تھا۔ اس میں صرف توخمی غنا مر شامل تھے۔ لیکن آج میرے سامنے زندگی کا ایک مقصد آ گیا تھا۔ اگر کچھ لوگ مجھے جرم کی راہ پر لانا چاہتے ہیں تو شکیک ہے۔ میں انکار نہیں کروں گا۔

اور اگر مجھے امریکی پولیس کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملی تو میں یہی تصور کروں گا کہ یہ راہوں میں ہے اور یہاں میرے خلاف تعصب برتنا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں اپنی برائیوں میں حق بجانب ہوتا لیکن اس کے لیے اب منصور ہندی کی ضرورت تھی۔ مسٹر یادل نے ہر چند کہ مجھ سے مخلصانہ طور کیا تھا کہ وہ زہری کو برآمد کرنے میں میری ہر ممکن مدد کریں گے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر زہری برآمد ہوگی اور میں موت کے آغوش میں جا سوں تو یہاں تمام شکاموں میں کیا دکھائے۔ اس کے علاوہ یہ اتنا آسان ہی نہیں تھا۔ جو لوگ اتنی محنت اور منظر کار اور ایماں کر رہے تھے کیا وہ زہری کو آسانی سے مسٹر یادل کے ہاتھ لے کر میرے ہاتھوں میں اتھانے تھا چنانچہ اس کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خود ہی عمل کی دنیا میں آ جاؤں اور عمل کی دنیا میں آ جانے کے لیے امریکہ میں ایک جرم کی حیثیت اختیار کرنا میرے لیے اب ناگزیر ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اپنی لائونڈری پر سوجنا شروع کر دیا۔

مسٹر یادل کے انداز میں میرے لیے اب کوئی خاص مہمدری نہیں رہی تھی وہ یا تو تیز رفتاری کا شکار ہو گئے تھے یا پھر ممکن ہے انہوں نے سوچا ہو کہ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ ایک ایک جرم کی مدد میں جس کا سبکی زہری کا ملنا بھی آسان آتا کام نہیں تھا۔

تقریباً دو دن کے بعد مجھے عدالت میں پیش کیا گیا میرے خلاف فرزوم جانے کا دعویٰ تھی اور عدالت میں پہلی بار میری پیشگی ہوئی۔ غافل جج کے سامنے دوسرے قتل کا یہ مقدمہ پیش کیا گیا۔ سرکار کی وکیل نے مجھ سے جرح کی۔ میں نے لے کر لیا تھا کہ ان میں سے کسی سے شناسائی کا انفا نہیں کروں گا کیونکہ اس کا مقصد ہے کہ کم از کم ایک مددگار میرا اس سلسلے میں ملوث ہونا شامل ہو جائے گا اور اس کے بعد کوئی غلامی تو نہیں ناممکن ہوگی۔ میرے وکیل نے بھی میرے فرزند دلاک دینے میں ملوث رہی تھی۔ لیکن سرکاری وکیل نے ان تمام حقائق کو مسترد کر دیا بلکہ جج نے بھی مسترد کر دیا۔ اور مجھے پولیس محسوس ہونے لگا جیسے میری نگاہ غلامی اب

ہو۔ مسٹر یادل دوسری پیشگی میں میری مہمدری میں پیش ہوئے تھے۔ میرے فریبے بارے میں تلبے ہوئے کہا کہ نام میں ہیں، ایک اچھا انسان تھا کے علاوہ انہوں نے میرے بارے میں جو تحقیقات کی تھیں ان سے یہی پتا چلا کہ میں نے انہوں کے خلاف کب سے تھا اور میں نے ترو کا جیسے ناک آڑی کو صرف امریکی مفاد میں تیار کر دیا۔

مسٹر یادل کی اس بحث سے جج کا منہ شہرہ اٹھا۔ سرکاری وکیل نے اس سلسلے میں کچھ سوالات کیے ترو کا کے بارے میں اس نے بے تفصیلات اور پوچھی تھیں لیکن ظاہر ہے میں ساری باتیں نہیں بتا تھا۔ میں نے ان سے یہی کہا کہ ترو کا کے بارے میں میں نے سنا تھا کہ اسے کرشنا تحریک کے لیے کام کر رہا ہے۔ کسی تحریک کے لیے کام کرنا بڑے ذہنی کوئی برائی بات نہیں تھی لیکن اس کے جو عزائم تھے جو مفاد تھے تنہا لگنا تو تھے اور میں صرف انسانیت کی جھلائی کے لیے یہ بہتر کر لوں گے مدد سے ترو کا کو ختم کر دیا جائے اور اس سلسلے میں جان کی ناکگاہیں سترے گا اور رائی کی تھی۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میرا ایک جرم جن عورت تھی صرف اس کی میری نگاہوں میں عزت و اہم حاصل کرنے کا باعث تھی کہ وہ خود بھی ترو کا کے خلاف بے سستی نہیں اور یہ وہ مسلمان ہو گئی اور میری بیوی بن گئی۔

میں نے اپنی تمام رپورٹیں پیش کیں میرے کچھ دوست بھی اس سلسلے شریک ہوئے اور انہوں نے میرے حق میں کوئی بھی دلیہا سرکاری وکیل لائے اور کوئی اور نہ کیا۔ اس نے صرف اس بات پر زور دیا تھا کہ میرے کوٹ اور ایر اوڈینٹنگ کا ڈولائوشن کے نزدیک پایا گیا ہے اور میں اپنی وکیل زہر طور ایک ممتاز شہری ہیں میرے خلاف ایک گواہی دی ہے۔

دوسری تیسری اور پھر چوتھی پیشگی ہوئی اور اندازہ یہ ہو گیا کہ اب سے لیے عزت ناز ہے۔ جو بھی پیشگی کے ساتھ مجھے حمل دیا گیا ہو کہ مقدمے کی کارروائی ایسی ہی نوعیت اختیار کر گئی تھی۔

جیل میں یہاں سے سٹریڈل سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور میری اس شہ کی تکمیل کر دی گئی۔ مسٹر یادل ہمدردانہ انداز میں مجھ سے ملے تھے ان کھوں میں میرے لیے اتنے سانسے کے آثار تھے۔
 ”کیسے نواز صاحبزادے آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“
 ”زہری کے بارے میں کچھ پتا چل سکا؟ میں نے سوال کیا۔“
 ”افسوس لگتا ہے کہ کچھ نہیں آتا۔ اگر انہیں انہوں نے والے کو ان میں۔ جتنے حالات و خواہاں ہمارے سامنے بھیجے ہو چکے ہیں ان سے یہی ذہ ہوتا ہے کہ انہیں کچھ لوگوں کے توخمی انداز میں انکار لیا گیا تھا لیکن کا مقصد کیا ہے۔ یہ ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا اور میں اس سلسلے میں

آپ کو بھی مجرم گردانوں ہوں مسٹر نواز صاحبزادے اگر آپ مہمدری سے کام لے کر یہ حرکت نہ کر بیٹھے تو ممکن تھا کہ آپ کے دشمن یا مختصر زہری کے انوا کنتہا کان آپ سے اپنے مقصد کا انبار کرنے لیکن آپ نے پہلے ہی سر ملے یہ یہ کارروائی کر کے ہمارے قدم روک دیے۔

”میں آپ سے اس میں معلوم کرنا چاہتا تھا مسٹر یادل کہ میری بیوی کے بارے میں اب کیا کیا ہوا؟“

”بہر طور میں نہیں جانتا کہ آپ کے مقدمے کا کیا فیصلہ ہو گا لیکن ایک بار پھر میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ پولیس اپنی جانب سے آپ کی بیوی کی تلاش میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گی۔ میں نے مسرت سے ہونے گردن ہلا دی۔

”میرے لائق اور کوئی خدمت۔“ مسٹر یادل نے بوجھا۔
 ”جی نہیں شکریہ۔ میں اس آپ سے بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔“

میں نے جواب دیا بہر طور اب صورت حال میرے سبب نہیں تھی میں یہ جان چکا تھا کہ اندازہ یا بہر اب کوئی برآمدگار نہیں ہے۔ کاشف ایک شریف نوجوان تھا۔ اس سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ کرنا حماقت کی بات تھی اور پھر پتہ کیا ہے کہ میں اپنی زمین کے اس حصے میں تو جان کو کسی ایسے معاملے میں ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جب بھی آتا اس کی آنکھوں میں افسوس بڑھتا ہے۔ میری اس کیفیت سے وہ بہت متاثر نظر آتا تھا اور اٹھا مجھے اس کو تسلیاں دینا پڑتیں۔ اس نے مجھے براہد باقی انداز میں میرے بارے میں کچھ باتیں بھی کہیں تھیں لیکن میں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ کاشف اگر گرفتار میں رہتا ہے تو میں رہا ہوں گا اور میرے لیے مزید کوئی کوشش نہ کی جائے۔ جیل میں میری ملاقات مختصاف لوگوں سے ہوئی تھی لیکن اب میں نے نئے نظریے کے تحت اپنی پسند کے لوگوں کا انتخاب کرنا شروع کر دیا۔

میں چاہتا تھا کہ اب میں کوئی ٹھوس اور باقاعدہ کارروائی کروں اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ اگر میں اپنی رہائی کے لیے کوئی جدوجہد کرنا تو خاموشی سے موت کی کرسی تک جا پہنچتا۔ میرے لیے زندگی کا اب کوئی گمشدہ باقی نہیں رہی تھی اور راجہ نواز صاحبزادے کے لیے زندگی کا یہ مرحلہ نہایت ہی ناخوشگوار تھا۔ زہری کا پیشگی میں نے امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ قلم کی تھی۔



لیکن تھریر میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی اور کسی نئے سمنان میں ڈالنے کی خواہش نہ تھی جتنا چاہا اگر امتحانات سے گزرنے کا مسئلہ ہی ہے تو میں بیٹے ہی اس میں کبھی گزند نہیں رہا تھا۔ ایک بار پھر یہی میں نے اپنے لیے گوئیو کو منتخب کیا تھا۔ گوئیو بھی میری ہی طرح قتل کے جرم میں لوٹ تھا اور اس کے خلاف تمام گواہیاں جو بھی تھیں اور شہرت مل چکے تھے کہ اس نے قتل کیا ہے۔ بڑا دلچسپ آدمی تھا نام تو کھو اور تھا لیکن گوئیو کے نام سے مشہور تھا۔ وہ گوئیو اپنے آپ کو اس لیے کہتا تھا کہ اس نے بہت سے عمالک کی سیاحت کی تھی اور سیر و تفریح کا رسیا تھا۔ ویسے اس نے مجھے بتایا تھا کہ واقعی اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے اور یہ اس کی بس اگلی تھی۔ لغزش تھی۔ ورنہ اپنی جرم باز زندگی میں اس نے بہت سے کام کیے جو لیکن قتل نہیں کیا۔ ایک رات میں نے گوئیو سے پوچھا۔

”کیا تم خاموشی سے موت کے آغوش میں جا سونا چاہتے ہو گوئیو؟“
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جھلا اپنی مرضی سے کون وقت سے پہلے موت کو گلے لگا لے گا۔ موت اگر حادثاتی طور پر آجائے تو ظاہر ہے انسان کچھ نہیں کر سکتا یا پھر وہ اپنی عمر گزار چکا ہو۔ تب بھی اسے کوئی احساس نہیں ہوتا یا پھر ہوتا بھی ہوگا تو کم از کم وہ اس میں اتنی شدت نہیں پاتا لیکن اس طرح کی موت مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔“
 ”تو اس سلسلے میں کسی کارروائی کا ارادہ نہیں رکھتے تم؟“ میں نے پوچھا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

”کارروائی؟“
 ”ہاں۔ خاموشی سے موت کو گلے لگانا تو کوئی عقلمندی نہیں ہے۔“
 ”میں بس اس امید پر دیم ہیں جتنا ہوں کہ شاید میرے پکاؤ کا کوئی بندوبست ہو جائے۔“
 ”کیا یہ حقاقت نہیں ہے گوئیو؟“
 ”ہے تو نہیں لیکن۔ لیکن مشرٹ نواز۔“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

”تم کو کوشش کر سکتے ہو اس سلسلے میں۔“
 ”کیسی کوشش۔ آخر کچھ بتاؤ تو نہیں؟ اس نے کہا۔“
 ”فرداری کوشش۔ پولیس کے پتھنگ سے بچ نکلنے کی کوشش۔“
 ”یہ جھلا میں کیسے کر سکتا ہوں؟“
 ”تو پھر خاموشی سے موت کو گلے لگانا چاہتے ہو؟“
 ”نہیں جھلا کہہ چکا ہوں کہ نہیں چاہتا لیکن کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”اس کے لیے تمہیں بہت کرنا ہوگی گوئیو؟“
 ”مگر کیسی بہت۔ بتاؤ تو نہیں؟“
 ”پولیس کے پتھنگ سے فرار ہونے کی بہت۔ میں اس سلسلے میں ہلا

ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ گوئیو نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر پریشان لہجے میں بولا۔

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔“
 ”یہ بتاؤ امریکہ میں تمہارے لیے کوئی ایسی جگہ موجود ہے جہاں تم پولیس کے پتھنگ سے بچ سکو اور وہاں پینین کی کوشش کرو تو تمہیں پتہ چلے گا۔“
 ”جرائم کی دنیا میں نے اپنے زیادہ ساتھی نہیں بنائے لیکن امریکہ میں میرا مطلب ہے یہاں تو یارک میں میری ایک دوست لڑکی ایسی ہے جس کے پاس اگر میں پناہ لینے کی کوشش کروں تو وہ پناہ دے دے سکتی ہے۔ اگر مستقل طور پر نہ ہی تو عوامی طور پر ہی وہ مجھے ہلا دے سکتی ہے۔“

”لڑکی۔“ میں نے سوال کیا۔
 ”ہاں۔ وہ میری محبوبہ ہے۔“
 ”کیا تم اس پر مکمل بھروسہ کر سکتے ہو؟“
 ”مکمل تو نہیں میرے دوست کو کہہ دو لیکن اس کی نظرت کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن وہ میرے لیے بے انتہا پریشان ہی ہے اور وہ دماغی لڑکی ہے جو اپنے محدود مسائل کے باوجود میرے لیے جہاد کرتی رہی ہے۔“
 ”کیا وہ تمہارا ہمتی ہے؟“

”ہاں۔ اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے۔ میں ایک جگہ ملازمت کرتی ہے اور اپنے طور پر زندگی گزار رہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ہرگز معمولی قسم کی شکل و صورت کی لڑکیاں پسند آتی ہیں۔ کم از کم وہ خنجر نہیں ہوتیں اور محبت و مہرہ کے سلسلے میں بے حد فرط دل ہوتی ہیں پکاؤ دوسرے لوگ انہیں گھاس نہیں ڈالتے۔“
 ”کیا نام ہے تمہاری محبوبہ کا؟“
 ”فری جیکسن۔“ لالچ کے ایک مہرے سے ملتا ہے میں رہتی ہے۔

”لڑکی کے خلیت میں۔ یہ خلیت اسے اسی کہتی ہے کہ اس کے پاس ہے ملا ہوا ہے جہاں وہ کام کرتی ہے۔“
 ”کیا خلیت اس قابل ہے کہ اس میں پناہ لی جاسکے۔“
 ”ہاں۔ وقت طور پر پناہ لینے کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے یہی معمولی لوگوں کا علاقہ ہے۔“
 ”اچھا رستا و کفری فری جیکسن یہاں جیل میں تم سے ملاقات کرتی رہی ہے؟“

”صرف ایک بار مقدمے کے دوران وہ مجھ سے ملی تھی۔ بعد میں نے اسے منع کر دیا کہ وہ مجھ سے ملاقات کے لیے آئیے یا کہے۔ خود بھی یہی کہتی ہے لیکن اس لڑکی ہے۔ ان جگہوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔“

”میں اس کی بہت ہی نہیں پڑی ہوگی؟“

”میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اگر تم فرار ہو کر اس کے ہاں چھپنے کی کوشش کرو تو کیا پولیس کو اس بارے میں اطلاع نہیں مل سکتی کہ تم فرار ہو کر کہاں پہنچ سکتے ہو؟ گوئیو کچھ سوچنے لگا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے نہیں۔ میری اس دوستی کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جو جانتے ہیں ان کا تعلق مجھ سے نہیں ہے۔“

”مقتصدہ کفری فری جیکسن کو وہ لوگ جانتے ہیں۔“

”ہاں؟“
 ”اور تمہاری محبت کے بارے میں۔“

”میں کہہ رہا ہوں کفری جیکسن کے بارے میں وہ لوگ جانتے ہیں کہ اس پر مہربان ہوں۔ میں کون ہوں۔ کیا ہوں یہ کسی کو نہیں معلوم۔“

”اگر اس کا مطلب ہے کہ حالات خاصے اطمینان بخش ہیں تو فرار گوئیو۔ اگر تم فرار ہونا چاہتے ہو تو اپنی اس ہی پیشی کے دوران ہم دیکھ کر کوشش کریں گے کہ آئندہ پیشی کی جو تاریخ پڑے وہ کیساں ہی ہو اور اس سلسلے میں ہمارے طور پر طے پڑتے ہیں۔“

”دری گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے۔ تمہاری اب پیشی کی تاریخ کیلئے؟“

”یورپ سے پوچھا۔“
 ”اتھائیس فروری؟“
 ”ارے کمال ہے؟“
 ”مکیوں؟“
 ”اتھائیس فروری تو تمہاری ہی پیشی ہے۔“

”اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ سارے کچھ کچھ مل رہے ہیں۔“
 ”ہاں۔ سارے تو مل رہے ہیں میرے دوست مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا فرار آتنا آسان ہوگا۔“

”پولیس کی اس کاڈی میں جاؤں تو لوگوں کو عدالت لے جایا تاکہ یہ سبھی جتنے ہیں ان افراد ہوتے ہیں اور سامنے کے حصے میں دو کاڈی ہیں جن میں ملاقات سے گزرتی ہے ان کا تجربہ اگر تمہیں نہیں ہے تو نماز گزارہ لگانا مشکل نہیں ہوگا۔ میں فرار گئے گا وہ سنا سن علاقہ تھا ہاں ہونے چھوٹے پتے کے ہوتے ہیں اور یہ لوگ قریباً چھ فرلانگ لمبی

ان جیکوں کے درمیان خاموش رہتی ہے اور اس طرف زیادہ ٹھیک ہی نہیں ہوتا۔ اگر کہیں اس راستے سے لے جایا جائے گا تو فرار لینے کا سلسلے میں بہترین جگہ ہے۔“

”ہوں۔ گوئیو پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔“
 ”لیکن نیچے بیٹھے ہوئے تین کاٹھنوں کا کام کیا کرے گا؟“

”اگر ہماری کاڈی میں زیادہ افراد نہیں ہوتے اور صرف ہم دو

ہی عدالت رواڑے کیے جائیں تو خیال ہے ان تینوں سپاہیوں پر قابو پانا زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا۔ ہمارے ہاتھوں میں پھلکیاں ہوتی ہیں ان پھلکیوں کو کھولنا تو ممکن کام نہیں ہے لیکن ہاتھ مجھے کر کے نہیں باندھ جاتے۔ یہ بات آسانی کا باعث ہے۔ اگر تم جاؤ تو ذرا سی

بہت کر کے اپنا کام انجام دے سکتے ہو۔ ہم داخل ہی جلا سکتے ہیں اور ان لوگوں کی داخلوں پر قبضہ کر لینا ہمارے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ ویسے تو میں نے بعض اوقات کچھ معاملات میں ہتھ دیا ہے لڑائی

بھرائی کا مجھے کچھ زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ میں زیادہ ذہنی لڑائیوں کا ماہر ہوں۔ بس وہ قتل تو اتفاقاً طور پر میرے ہاتھوں ہو گیا تھا ورنہ اگر ہوش و حواس کے عالم میں ہوتا تو کسی کسی کی ننگی لینے کی کوشش نہ کرتا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر کسی کی زندگی لینے کی کوشش نہیں کر سکتے تو زندگی دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

”نہیں، نہیں یار۔ تم نے تو مجھے ایک دم خوفزدہ کر دیا۔ میں مرنا تو نہیں چاہتا۔“

”اگر مرنا نہیں چاہتے تو مارنا پڑے گا۔“ میں نے جواب دیا اور گوئیو تھوک نکلنے لگا پھر بولا۔

”کیسے مارنا پڑے گا؟“
 ”جو بھی تمہاری زندگی کی راہ میں لگاوتے ہیں۔“

”یہ میں جواب دیا۔“

”یار تو ذرا صبر تم آدمی بہت خطرناک ہو تمہارا کیا خیال ہے کیا ہم فرار ہونے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے؟“

”نہیں ہونے کو یہاں کبھی فرق پڑتا ہے۔ میں دو آدمیوں کے قتل میں ملوث ہوں اور تم بھی قتل کے مجرم ہو۔ تمہاری زندگی موت کے دروازے پر کھڑی ہے۔ اگر مجھے دو آدمیوں کے قتل میں سزا سے موت ملی تو اس سے

بڑی سزا ملے گی۔ تمہاری بھی یہی کیفیت ہے چنانچہ دو اور ایک نہ ہی تین چار آدمیوں کے قتل میں میں سزا سے موت ملے تو کیا خیال ہے منافع نہیں ہوگا۔ گوئیو میری باتوں سے لرز رہا تھا لیکن میں اس کی بہت بندھا ہاں اور تھوڑی دیر کے بعد وہ تیار ہو گیا۔

”بہتے تو تم ٹھیک ہو۔ وہ اتنی زندگی بچانے کی کوشش تو کیا ہوگی؟“
 ”سو فیصدی کرنا ہوگی۔ اگر نہیں کرے گا تو فرماؤ گے۔ کتنے تکی

موت؟“
 ”کتنے کی موت؟ گوئیو نے اعتماد انداز میں کہا۔“

”ہاں کتنے کی موت؟“
 ”مہم مگر میں کتنے کی موت مرنا نہیں چاہتا۔“

”تو پھر بہت کرنا ہوگی۔ اتھائیس فروری کو ہم جب یہاں سے

پولیس دین میں چلیں گے تو پوری طرح ہوشیار اور مستعد ہوں گے۔ ہم ڈونگ اسکور اتر پوپولیس پر حملہ کریں گے اور انہیں ہلاک کر دیں گے۔ اس کے بعد ہم اچھی بندوبستوں سے سامنے بیٹھے ہونے کو لوگوں پر فخر کریں گے اور انہیں بھی موت کے کھاٹا اتار کر گاڑیں۔ میں کل بھاگنے گئے۔ میں نے اپنا منگھو بیچا لیا اور گویور پڑھیا۔ انداز میں گردن ملانے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہارے اٹکلے پر منتظر رہوں گا۔ لیکن اس کے بعد۔“

”اس کے بعد ہم ذیہری جیکس کے فلیٹ پر چلیں گے اور وہاں ردپوش رہیں گے۔ پھر ہمیں طرح بھی ملے گی۔ ہر سکاڑھ لڑائی میں بھی ریاست میں چھپنے کی جگہ تلاش کریں گے۔ ہر اپنی زندگی کا باقی شیوہ لڑا کر انار میں اپنی زندگی کا۔“ بشکل تمام میں نے گویور کو اپنے پروگرام کے لیے تیار کیا تھا۔ وہ مجھے احساس ہوا تھا کہ میں نے بہتر سامنے کا انتخاب نہیں کیا کہیں گویور میرے بڑی بڑی دکھا جائے لیکن میں زیادہ لوگوں کو اپنا شریک راز بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ وہ بات کسی بھی طرح باہر نکل جاتی اور اس کے بعد میں نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوتا۔ بہر طور میں اب تمام لوگوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ یہ سچا سچا حماقت کی بات تھی کہ مرمر پاؤں تیرے لیے کچھ کریں گے۔ وہ پولیس آفیسر تھے اور میری انتظامی محکمے میں ای ڈی ڈی اریاں انجام دے رہے تھے۔ یہ درست تھا کہ انہیں میری وجہ سے ایک بہتر عہدہ ملا تھا اور میں ان کی ترقی کا وزیر بنا تھا۔ لیکن اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ اس کے عوض وہ زندگی بھر میرے منہ پر کم بستے اور میری کسی بھی جرم پر راز دار کی ہیں میری مدد کرتے چنانچہ کوئی سہارا نہیں رہا تھا۔ ذیہری کا ریشم کو ہم نے جس فائنٹاشی سے ترتیب دیا تھا اس کے بارے میں سوچتے ہوئے دل ٹوکھتا تھا۔ لیکن بدبھوسی ہی جب یہاں تک لے آئی تھی تو یہاں تک کہ اس کا کھٹا چٹا چمیرے ذہن میں اب دی جرم نامہ اساماتے گوش کر رہے تھے۔ جن سے میں طول عرصے نبرد آزما رہا تھا۔ میں اب پولیس کے پچکل سے نکل جانا چاہتا تھا۔ آٹھ فیروز کی کا انتظار شدت سے کیا جاتا رہا اور پھر وہ دن آ گیا جب میں اپنے مقصد کے لیے تمام تباہیاں مکمل کر کے عدالت کی جانب سفر کرنا تھا گویور میری رات میرے پاس بیٹھا بڑا ناروا تھا۔ میں اس کی ذیہری فلیٹ سے اچھی طرح واقف تھا اور اس بڑی آدی پر بعض اوقات سخت غصہ بھی آنے لگا تھا۔ لیکن میں ایک ذہنی سہارا رکھتا تھا۔ چونکہ اس سے کہہ چکا تھا اس لیے اب بات گول بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ عدالت کے فیصلے میں زیادہ تاخیر نہیں تھی۔ کسی بھی ذیہری تعدیر کا فیصلہ کر دیا جائے وہ اتنا چٹا چمیرے فیصلے کا انتظار حماقت تھی۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا تو ذیہری طور پر کرنا تھا۔ ذہن کو تفریحاً مارتے آتھ مجھے میں سے نکال لیا گیا اور پھر گاڑی

میں بیچلایا گیا۔ میری توقع کے خلاف آج صرف دو آدمی ہمارے ساتھ وین کے پچھلے حصے میں بیٹھے تھے۔ دو آدمی آگے تھے جن میں ایک ڈرائیور تھا اور دوسرا اس کے نزدیک میٹھا ہوا جیل کا سنٹری جیل کا گاڑی میں سے لے کر پڑی۔ جالیوں سے ہم باہر کے مناظر دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ہاتھوں میں معمول کے مطابق ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ گویور کا چہرہ دھواں دھواں ہوا رہا تھا اور اس کی حالت بہتر زیادہ خراب نظر آ رہی تھی جو جوں جوں وقت گزر رہا تھا وہ منظر ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ ہمیں یہ بدبخت سلا کیٹھیل چور ہا نہ کر دے اور ہمارے نزدیک بیٹھے ہوئے پولیس والے اس بات سے آگاہ نہ ہوجائیں کہ ہمارے ذہنوں میں کوئی منصوبہ پورے طور پر ابھی تک نہیں بنایا۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک صدمہ اپنی کرگزر رہا تھا کیفیت تیزی سے زیادہ بہتر نہیں تھی۔ حالانکہ اگر غور کرتا تو پہلے کے ادواب کے نواز میں بہت فرق نظر آتا۔ پہلے میں خطرناک سے خطرناک حالات میں اپنے آپ کو بھٹاتا رہتا تھا لیکن آج ایک معمولی سا کوشش میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگی تھیں۔ بہر طور صورت حال کچھ ہی رہا اپنے آپ پر قابو رکھنا تھا۔ گویور کی کھٹا گریمر ساتھ نہ دے پانا تو زیادہ مجھے اب اس کی پروا نہیں تھی۔ بالآخر ہم اس جگہ پہنچے جہاں اپنے منصوبے کی تکمیل کی تھی۔ گویور نے طوفانہ نگاہوں سے نظریں اٹھائیں۔ ہند کر کے گردن ہلا دی۔ گویا اب کام کا آغاز چاہیے تھا۔ میں نے اپنے طور پر بھی اس سمت میں بیٹھا ہوا تھا اور جالیوں سے باہر نگاہ ڈالی۔ توقع کے مطابق راستے سمنان تھے جو چھوٹے خوشنما جھلکے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ منزل لوگوں کی آنکھوں میں اور متزز لوگوں کی آباہی میں ہنسلے نہیں ہوتے بلکہ وہاں پر مسکون ہوتا ہے۔ لیکن ایسے پر مسکون ماحول بعض اوقات ہم جیسے کے لیے بڑے کاٹھنڈا بنتے ہوئے ہیں۔ بالآخر میں نے گویور کی آنکھوں میں اس کی طرف سے اپنی توجہ اتاری۔ اس کی سوسر کرنا چاہتا تھا اور اسے اس بات پر آمادہ کر رہا تھا کہ وہ کام کی تکمیل میں گرا نہ کر دے۔ چاری خوش قسمتی تھی کہ جہاں مد مقابل ایک ایک تھا ہم اچانک صحیح طور پر حملہ آور ہوجاتے تو پھر ہمارے لیے یہ خطر نہ ہوتا کہ ہم اپنا مقصد پورا کر لیں۔ وقت مقررہ نہیں ہے زور سے اس کی آواز نکالی اور اس کے ساتھ ہی اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے پولیس پر پل پڑا۔ پولیس میں اپنی رائفل سامنے رکھے اطمینان سے بیٹھا تھا۔ اتفاق کی بات یہ بھی تھی کہ یہ دونوں پولیس والے مجھے ہی جیل سے عدالت لایچکے تھے اور غالباً میرے بارے میں مطمئن تھے مجھے شدید قسم کے جرموں میں شام کیا جاتا تھا۔ چنانچہ زیادہ تو نہیں کر سکتے تھے کہ آج اچانک ان پر یہ بیٹا آپڑے گی۔ میں نے

پہلی ہی کوشش میں اپنے شکار کو ریکر رکھ دیا۔

میں نے پوری توت سے اس کاروں کے فرش پر دے مارا۔ اس کے ملنے سے ایک کراہی نکل گئی۔ لیکن میں نے اسے چھوڑا نہیں تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ کراہی تیز آواز اختیار کرے۔ خوش قسمتی سے گویور نے بھی لینے مد مقابل کو زبرد کر لیا تھا۔ حالانکہ مجھے سب سے زیادہ خطرہ ہی کی جانب سے تھا۔ لیکن یہ بھی گویور ہی کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا مد مقابل زیادہ طاقتور نہیں تھا۔ اور اس کے دوتین گھنٹوں نے گویور نے نہایت بے گنہ انداز میں اس کی گردن پر لگائے تھے اس کے مد مقابل کو بے ہوش کر دیا تھا۔ میں نے اپنے شکار کو دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے گویور کو اشارہ کیا کہ جلد بازی سے کام نہ لے اور رائفل اپنے قبضے میں کرے۔ اس موقع سے میں پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ جب ہم دین میں جگہ کر کے تو وہ دونوں سپاہی اپنے طور پر مدافعت کریں گے اور اس سلسلے میں غامضی کو بڑھوجائے گی چنانچہ ہم فوری طور پر آگے بیٹھے ہوئے پولیس والوں پر فائرنگ شروع کر دی اور اس کے بعد بھی بیٹھنے لگے۔ لیکن چونکہ ہمارے دونوں شکار بے آواز ڈھیر ہو گئے تھے اور آنے والوں کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی تھی اس لیے ہم اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

میں نے پھر تھی سے اپنے شکار کی تلاش کی لیکن اس کی حجب سے ہتھکڑیوں کی چابی نہ نکلی تو پھر میں نے گویور کے شکار کو ٹھوٹا۔ اس کی سیٹ میں ہتھکڑیوں کی چابی موجود تھی۔ گویور میری رکارڈ والی تیرت اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کی نظریں باہر کی جانب بھی لگی ہوئی تھیں۔ ذہن کی تقاضیوں کے مطابق تھی۔ نہ تیز نہ سست۔ چنانچہ میں اس ہی سڑک کے خم ہوجانے کا اندازہ بھی نہیں تھا۔ میں نے انتہائی بھرتی سے گویور کے ہاتھوں میں لگی ہوئی ہتھکڑی کھولی اور گویور اپنے ہاتھوں کو آزاد پار کیٹھیل کر کے ڈالے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے دانت پیستے ہوئے ہتھکڑی کی چابی اس کی طرف بٹھائی اور وہ لرزے ہاتھوں سے میری ہتھکڑی کھولنے لگا۔ ہم جانتے تھے کہ اگر ہم اسی طرح فرار ہوجتے تو ہتھکڑیاں کے بہت سے کام انجام نہیں دے سکتیں گے۔ لیکن اس وقت ہماری تقدیر ہمارا مقادہ دے رہی تھی اور میں ہتھکڑیاں کھولنے کی کوشش میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ آگے بیٹھے ہوئے لوگوں پر فائرنگ شروع کر دی جائے۔ ذہن کو تانی تو نہیں جانتی تھی اور اگر میری سڑک ختم ہوگئی تو ہمارے کام میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ چنانچہ میں نے گویور کو اشارہ کیا اور ہم نے اندر سے وہاں کا پھلا ہوا دھار لھول دیا۔ گویور باہر نکلے میں ہمیں کوئی وقت نہیں ہو سکتی تھی۔ گویور میں نے کہاں سے اتنی جیتی اور پھر ترقی آگئی تھی۔ غالباً وہ

اپنے پہلے کام کی تکمیل کے بعد اس بات سے مطمئن ہو گیا تھا کہ تقدیر اس کا ساتھ دے رہی ہے اور وہ اپنی کوشش میں ناکام رہے گا۔ چنانچہ میں نے سینے میں ساں بھری اور بہت کے ساتھ سنٹری ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو نشانہ بنا دیا۔

رائفل سے گولی ملی اور اس کے ساتھ ہی ایک زبردست جھج بلند ہوئی۔ گولی سامنے بیٹھے ہوئے شخص کی گردن میں سے گزر کر دماغ تک توڑتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ ڈرائیور نے دیکھ کر ایک لگا اور زون ہری طرح لڑکھڑاتی ہوئی بائیں جانب ہٹ کر گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے دوسری گولی داغ دی تھی۔ گویور رائفل استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ بڑول کم بہت۔ اگر اتنا موقع نہ مل جاتا تو وہ میری کوششوں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیتا۔ دوسری گولی لگنے ہی ذہن زور سے لگائی اور پھر ایک فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دروازے سے جا لگا۔ لیکن چونکہ اس کی رفتار سست تھی اس لیے بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ میں نے انتہائی برق رفتاری کے ساتھ چھلے دو راز سے چھلانگ لگا دی تھی چند لمحات کے بعد گویور میری تیرے قریب باہر آ پڑا۔ لیکن اسے اٹھانے کے لیے مجھے ہی سہارا دینا پڑا تھا۔ وہ لگتا ہوا تھا کہ رہا تھا۔ غالباً اس کے پاؤں میں جوٹ آگئی تھی۔

میں نے گویور کو رفتار تیز کر دیا۔ دیکھو لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر باہر آئے گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ گویور جیسے ایک دم سنبھل گیا ہے۔ برق رفتاری سے ایک سٹیسی سٹی کی طرف دوڑ لگا دی تھی اور چند لمحات کے بعد ہم سٹی میں داخل ہو گئے۔ علاقہ سمنان ضرور تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ لوگ کسی لیے جلانے کو نظر انداز کرتے اور اپنے گھروں میں گئے بیٹھے ہوتے۔ البتہ میں نے فائدہ ضرور حاصل ہو گیا تھا کہ لوگوں کو یہ صورت حال نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ وہ اچھا دن کے عادی تھے۔ پری عورت کر رہے ہوں گے۔ یہ اندازہ نہیں ہوگا ان کو کہ ذہن میں چالائیں بڑی ہوئی ہیں۔ اپنا بیچم اس طرح وینوں پولیس والوں کو ہلاک کر کے فرار ہو گئے ہیں۔ ان کی اس لاعلمی سے ہمیں پورا فائدہ حاصل ہوا اور ہم اس پستی سٹی کی گویور کو سڑک کے دوسری جانب آنکھ سے ایک بالکل نئی سڑک تھی لیکن یہ بھی اتفاق سے سمنان تھی۔ قریب چار میلوں کوئی تیز رفتار ڈی آر ٹی نہیں تھی۔ ہمیں سواری کے طور پر استعمال کر سکتیں۔ چار اندازہ مشکوک تھا۔ اگر لوگ ہمیں دیکھتے تو کم از کم یہ اندازہ تو ضرور لگا لیتے کہ ہم کسی مجرم یا کارروائی کے بعد فرار ہوئے ہیں۔ البتہ ہمارے پاس رائفلیں وغیرہ نہیں تھیں۔ گویور کو ریکر رکھنا استعمال کرنے کے بعد وہیں دین میں چھیدک دی تھی اور گویور نے بھی میری تقدیر کی تھی۔ لیکن اس کی چال میں اب بھی لگاؤ دہشت تھی۔

”کیا تم دوڑ نہیں سکتے؟“

حیرت کی وجہ سے فری کی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ شکر ہے اس روز تمہارے اپنے تالے کی سرورت نہیں کرائی تھی۔“

”تم تم۔۔۔ بمشکل تمام فری کی آواز نکلی۔“

جیل سے بھاگ آیا ہوں۔ تمہارے لیے۔ مگلوں نے ٹھکانا لگایا۔“

”مفروضہ؟“

”ہاں۔ کیا تمہیں میرا آنا گانا گرا کر ہے۔؟“

”کیسی باتیں کرتے ہو۔۔۔ برس برس تمہاری تلاش میں ہوگی۔؟“

”ہم تمہیں پریشان نہیں کریں گے۔ مگر تمہارے علاوہ میرا کوئی اور ٹھکانہ بھی تو نہیں تھا۔ اگر تمہیں یہ نہیں کوئی تو میں چلا جاؤں گا۔“

”میں تمہارے لئے خود بھی بھاری بھاری چھتے کو تیار ہوں یوں اجاگ تہیں رکھ کر پریشان ہو گئی ہوں۔ اس لیے اب میں منہ سے نکال رہی ہوں براہ کرم میری کسی بات کو محسوس نہ کرنا۔ میں۔۔۔ میں تمہیں بوقت یاد دلا رہی ہوں۔ جیسا کہ تمہیں ہوں تمہارے لیے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چمک آئے۔“

”بس قسمی ہو۔ ساری زندگی جرات کی آغوش میں گزارنے کے بعد جب تمہاری پرسکون دنیا میں رہنے کا فیصلہ کیا تو اس صحبت میں گرفتار ہو گیا۔ گوریلو دوست میری مدد کرنا تو تمہاری صورت و دباہ دیکھنا نصیب نہ ہوئی۔“

”اوہ۔ میرا تعارف تو کولاز۔“ فری منھل کر بولی۔

”ہاں آؤ۔ یہ راجہ نواز اصغر ہیں۔“

”عجب نام نہیں ہے۔؟“

”تعلق ایسا ہے۔“

”میں فری ہوں جناب۔ اور یہ شخص ایک ایسا سادہ لوح انسان ہے جس نے مجھے جیسی بد نصیب لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔“

”گوریلو مجھے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتا چکا ہے میں فری اوڑیں اس شخص کو سادہ لوح نہیں سمجھتا جس نے آپ جیسی حسین دل کی لالک لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔“

”میں بہت بد نصیب ہوں جناب پوری دنیا میں بے شمار تہا میں نے کہا تھا اس نے تمہاری میری تقدیر ہے۔ یہ اپنی تقدیر ہے جسے منسک کر کے تو کسی غلاب میں گرفتار ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ توہ مسک رہی۔“

”میں اس سے اختلاف رکھتا ہوں میں فری اس کے عمل نے اسے موت تلک پہنچا دیا۔ آپ کو خوش نصیبی نے اسے دوبارہ زندگی بخشی ہے“

میں نہ کہا۔

”میرا دوست بھاگتا ہے۔“

”میرا نواز اصغر آپ؟“

”میں بھی مجرم ہوں میں فری۔ حالات کا مجرم۔ یہ شریفانہ زندگی بسر کر رہا تھا لیکن۔“

”آپ بھی جیل سے فرار ہوئے ہیں۔؟“

”ہاں۔ اور اب تک ہمارا حلیہ اخبارات، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر نظر کر دیا گیا ہوگا۔“

”ہاں۔ میں آپ لوگوں کے لیے کیا کروں۔؟“

”میں صرف ایک بات کا جواب دی۔ میں نے کہا۔“

”جی۔ فری نے۔“

”آپ کی پرسکون زندگی میں یہ بدخلیت مونیفیسٹی نجانا تمہارے گوریلو آپ کی محبت ہے لیکن میں جملہ مقتدر ہوں۔ آپ ہمیں پناہ دینا پسند کریں گی یا نہیں۔؟“

”میری زندگی بھی اگر آپ لوگوں کے کام آجائے تو میں سمجھوں گی کہ کوئی تو معارف لگا اس بیکار زندگی کا۔ یہ حقیر سی جگہ اس قابل تو نہیں ہے کہ آپ اسے پناہ دے سکیں۔ تاہم اگر آپ کے کام آسکتی ہے تو میری۔ خوش نصیبی ہوگی۔“

”آپ غور کریں میں فری۔“

”فری تمہارے۔۔۔ حتی طور پر ہی ہوں گوریلو تمہاری درہم جوہانے تو مجھے خوشی ہوگی۔“

”آپ کو ہمارے لیے جہد و جدوجہد کرنی ہوگی۔“

”زندگی سے سکتی ہوں آپ کے لیے۔“

”خونخوڑ تو نہیں ہوگی۔؟“

”نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔“

”تمہارے کچن میں ہمیں صرف کافی کریم اور رسک کا ایک ڈیسل مسکا تھا۔ اب ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔“ گوریلو نے کہا۔

”انسوس کوئی کھانا بند نہ ہو نہیں تھا۔ بس تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔ گوریلو ڈیر میں آتی ہوں۔“

”دراذہ مول کے مطابق باہر سے بند کرنا چاہئے۔ یہاں کسی کے آنے کا خطرہ تو نہیں ہے۔؟“

”میں کوئی نہیں آتا۔۔۔ اس نے پھیلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور باہر نکل گئی۔ گوریلو نے بڑا تے جوئے کہا۔“

”سب گوریلو کی طرح احمق نہیں ہوتے۔ میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا تھا۔ تم دل ہی دل میں میرا مذاق اڑا رہو گے۔“

”فوازی میرے گھسیٹا ڈون کے بارے میں سوچ رہے ہو گے۔ لیکن میرے دوست جرات کی دنیا میں بھی میرا اصول رہا ہے۔ اگر باقاعدہ مجرموں کا راستہ کاٹنے کو اپنا کام نہیں کر سکتے اور دشمنوں میں اچھ جائے اس لیے بہتر ہے کہ وہ روک دے دوسرے قابل ملنا نہ سمجھیں۔ وہ چڑا جیسے کوئی دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔ اس لیے مجھے باؤں کے انتخاب میں بھی میں اسے بائیس پر عمل پیرا رہتا ہوں۔ اسے جموایتیں زیادہ وفا شعار اور قابل اعتماد ہوتی ہیں جو بد صورت ہوں اور کوئی انہیں منہ لگا نا پسند نہ کرے اب تم خود دیکھو۔ اگر یہ لڑکی خود صورت ہوتی تو۔“

”میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اور گوریلو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔“

”کیا بات ہے نواز۔؟“

”میرا تیرے نازی سالا ملا ہے گوریلو۔ چند لمحات کے ساتھ ہی میں ہم لوگ میں وقتی طور پر یہاں ضرور دہاں گا۔ اور پھر اس میں چلا جاؤں گا۔ اس لیے میں میرے دوست۔ شاید بہت پہلے میں بھی آنا سنا تے کا اسی طرح مذاق اڑاتا رہا ہوں۔ سچ کو نہیں کرتا رہا ہوں۔ میں حقیر کرتا رہا ہوں۔ آدھت کی لیکن پھر میں نے اپنے اندر کے انسان کو جگا یا ضمیر کی آواز سنی۔ اور مجھے احساس ہوا کہ زندگی اس کا نام نہیں ہے۔ آدھت بہت کمزور چیز ہے بہت سطحی دیکھتی ہے۔ دل کا میں بڑی بڑی ہونتا ہے۔ خد کے لیے اس معصوم لڑکی کا مذاق مت اڑاؤ جس کے وجود میں محبت کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ تم موت کی آغوش تلک پہنچے تھے گوریلو۔ زندگی نے شاید تمہیں انسان بننے کا موقع دیا ہے۔ اس کے گوریلو کی موت واقع ہو چکی ہے۔ ہوئے تو اس ہی زندگی کو کسی کے کام آئے۔۔۔ کسی ایسے کے کام۔“

”جیسے تم صرف مذاق سمجھتے ہو۔ کیا وہ معصوم لڑکی اس قابل ہے کہ تم اسے دھوکہ دو۔ وہ جس نے زندگی میں کسی کے بارے میں سوچا بھی نہیں وہ جو تمہارے لیے جہاد ہو گئی ہے۔ تم کہتے ہو تمہیں زندگی لینے سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ کیا ایک بے بس لڑکی کا قتل نہیں گوارا ہوگا۔؟“

”مگلوں کو عیب دہی لگا ہوں ہے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے انداز میں کھڑا ہوا کچھ اس پر محسوس ہوا۔“

”تم تمہیں کسی لڑکی پر اتنا مکمل عہدہ سر کر کے کہاں آسکتے تھے۔ کیا تمہیں اس کی اُمید نہ ہوئی کہ اس نے تمہارے بعد کئی اور دوستی نہ کر لی ہوگی؟“

”شاید نہیں۔“

”مگر یہ سہا نہ ہوتا تو کیا اب تک ہم پولیس کے ہاتھ نہ لگ گئے ہوتے۔؟“

”ہاں۔ شاید۔۔۔ وہ مجھے سمجھے ہوئے ہیں بولا۔“

”پرانے گوریلو کو بھول جاؤ۔ تمہاری زندگی ختم ہو چکی ہے۔ غلوں میں سے اپنی زندگی کا بقیہ حصہ اسے سونپ دو شاید خدا تمہاری اس سچائی کو قبول کرے اور تمہیں ہی زندگی مل جائے۔“

”گوریلو خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے اندر نہ جانے کیا کیا احساسات جاگ رہے۔ فری کے آنے تک وہ کچھ بھی نہ بولا۔ میں اس کے چہرے میں بڑی تبدیلیاں پا رہا تھا۔“

”میں اسے چہرے کے کرائی ہوں گوریلو جو بہت جلد تیار ہو جاتی ہیں بس صورت کو بدل کر اجازت چاہتی ہوں۔ اس نے اعدا کر کہا۔ گوریلو نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔“

”تم ایک دم چپ کیوں ہو گئے دوست۔؟“ میں نے پوچھا۔

”کوئی بات نہیں ہے۔۔۔ وہ بھاری بھاری بچے میں بولا۔“

”تمہارے اس کے او اس چہرے میں کوئی تبدیلی دکھائی ہے؟“

”ہاں۔ وہ بہت خوش ہے۔“

”ان مجرموں کو پناہ دے کر جن کے وجہ سے اس کی ساری زندگی تباہ ہو سکتی ہے۔“

”وہ۔۔۔ وہ مجھے بہت چاہتی ہے۔ میں نے کبھی اس طرح نہیں سنا واقعی میں نے کبھی اس طرح نہیں سوجا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ گوریلو کی آواز بھاری ہوئی تھی۔“

”اگر تم خدا سے معافی کے طلبگار ہو گوریلو تو عہدہ کرنا تو میری کوشش ہے۔ دھوکا نہ دو گے اگر حالات تھے تو میں ہی زندگی گزارنے کا موقع دیا تو اس میں فری کو اپنی ہوی کی حیثیت سے شامل کر لو گے۔“

”کیا حالات مجھے یہ موقع دیں گے۔؟“

”مگسک ہے گوریلو، فری کی تقدیر تمہیں اس کا موقع ہے۔“

”میرا نواز۔۔۔ میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ اگر تم زندگی مجھے پسند نہیں لیکن میں۔۔۔ میں بھی تمہیں سمجھا گیا ہے کہ باہر میں سوچا ہی نہیں۔ کبھی نہیں سوچا۔ بس تقدیر جس راستے پر لے آئی۔ اسی پہلے پڑا اور جرم گناہ کے راستے انسانی انداز کی دہش ہے ہی گرتے ہیں۔ ہاں اگر کسی اور کی زندگی اور مستقبل کی ذمہ داری انسان پر پڑے تو پھر۔ تو پھر سوچ کے دھارے نہ بدل لیتے ہیں۔ یہ ایک بڑے نواز صاحب۔ میں خود کو داؤ پر لگانا ہوں۔ اگر زندگی بچ گیا اور دوبارہ پولیس کے ہاتھ نہ لگا تو۔ فری کو شکرک حیات بنا لیا گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔“

”میری آنکھوں میں آنسو تھی۔ میں نے کہا تھا۔ میں بھی بہت کچھ تھا میرے پاس اتنی دولت تھی کہ ایک راست بنا سکتا تھا لیکن راست بازی اور شرافت کا احساس جاگا تھا کسی نے میرے لیے قربانی دی تھی تو میں نے ساری زندگی اسے سونپ دی تھی اور سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔“

”پھر یہ سب کیوں ہوا۔ فری کہاں ہے۔؟“

”نواز صاحب ہاتھ اتنے دنوں سے ساتھ ہیں۔ مجھے کبھی آپ کی کہانی نہیں معلوم ہو سکی۔ وہ کون تھے جنہیں آپ نے قتل کیا۔؟“

”مجھے کبھی نہیں تھا میں جانتا تھا کہ اپنا راز کب دینے کے بعد اپنا نہیں رہ جاتا۔ لیکن دل لکھ اس طرح اُٹھ رہا تھا کہ خود کو بازنہ دیکھ سکا۔“

”میری کہاں بہت لمبے ہو گے گوریلو۔؟“

”سننا چاہتا ہوں۔“

”پاکستان ہوں۔ سڑ میں جناب ایک بیٹا ہوں۔ وہ جو مان کی بد نظمی کا باعث بنا۔ حالات نے انہیں جھمن لایا۔ انہوں نے لگائے ہوئے۔ زخموں کی کسک نے جن نے لینے دیا تو خوشی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن زندگی ایک بدل پھر اس دنیا میں نصیب لائی۔ اسمگلروں کے ہاتھوں لگ گیا اور پھر پڑتیوں کی دلدل میں پھنسا لایا لیکن ایک بدل پھر میری زندگی میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور میں شرف آؤئی بن گیا۔“

”یہ تبدیلی کیا تھی۔؟“

"ایک عورت!" میں نے سر راہ بھر کر کہا۔

"تجربہ بھی تمہاری۔"

"ہاں۔ اس نے میرے لیے قرآن پڑھی تھی۔ اس نے مجھے بہت

پڑھنا ہی لایا تھا۔"

"اوہ۔ تو تم بھی اس کے شکار ہو۔"

"شکار نہیں۔ میں نے حقیقت پائی تھی۔ وہ مجھے بسے راستوں

سے واپس لے آئی تھی۔"

"پھر کیا ہوا۔؟"

"میں نے اس کی شہرت حاصل کر لی۔ سہاں ایک فرم کھلی میں

نے قائدینوں کا کاروبار شروع کیا تھا۔ اچھی زندگی گزر رہی تھی۔ لیکن نظر لگ

گئی تھی ہمارے ساتھ کو۔"

"کیا ہوا۔؟" گولیور نے دلچسپی سے پوچھا۔ اور میں نے اسے پوری

کہانی سنا دی۔ گولیور بعد متاثر ہو گیا تھا۔ "غوراً۔ گویا تم نے وہ نکتہ

نہیں دیکھا۔؟"

"ہاں گولیور۔ میں بے گناہ چھٹ گیا۔ لیکن ثبوت میرے خلاف

موجود تھے۔"

"تمہاری فرم کا کیا نام ہے۔؟"

"زیبا کارپس۔"

"اوہ۔ میں نے یہ فرم دیکھی ہے۔ اس کا بورڈ میں نے پڑھا ہے

تم تو بہت بڑے آدمی ہو۔ عودہ متاثر ہو کر بورڈ۔"

"موتی اس دنیا میں بڑا آدمی نہیں ہے۔ گولیور ساری باتیں۔"

بے کار میں بڑا تو وہ ہوتا ہے جس کی تقدیر میں بے بسی کا کوئی لمحہ ہو۔ جو

کوشش کے باوجود اپنی اچھی خواہشات کی تکمیل میں نہ کر سکے اس کے اندر

کیا بڑائی۔ اگر دولت کی بڑائی کی بات کرتے ہوں تو میں بہت بڑا آدمی ہونا

چاہتی تھا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ سونڈر لینڈ کے میٹکوں میں میرا

انتہا بڑا سرمایہ موجود ہے کہ اگر اسے نکال لوں تو امریکہ کے ارب پتیوں

میں شامل ہو جاؤں۔ لیکن میں نے وہ حرام کی کاپی اسی جگہ چھوڑ دی

کہ مگر وہ مجھے میرے بڑے دلوز کی یاد دلاتی تھی۔ لیکن اب۔ اب وہ

ماحول پھر مجھے آواز دے رہا ہے گولیور وہ ماحول پھر مجھے آواز دے رہا ہے

بھوک لگ جاتی ہے کہ راہ نواز اصفہر پھر زندہ ہو جائے۔ اور انہیں تمام

راستوں پر تنگ کر دیا جائے جہاں سے واپسی میں اسے بڑی مشکل پیش آتی

تھی۔ گولیور غصہ زور تک چھوٹا ہوا پھر پلولا۔"

"گیا تم اب زہری کارپس سے رابطہ قائم نہیں کرو گے۔ وہاں

تمہارا اسٹاف تو ہو گا۔ تمہارے لوگ تو کام کرتے ہوں گے۔"

"ہاں۔ وہاں بہت سے لوگ موجود ہیں۔ ان میں میرا بیٹا بھی

ہے۔ جو میرے لیے ہرزہ کوشش کرتا رہا ہے جو ایک شریف آدمی کو کشتا

ہے۔ لیکن اب میں کسی کو اپنی مصیبت میں نہیں چھیننا چاہتا۔ میں

نے فیصلہ کر لیا ہے گولیور کہ تقدیر نے مجھ سے جو امتحان بانگیا ہے وہ تنہا

ہی دونوں کا اور اس طرح دونوں کا گناہ سنا دیا رکھے میں نے خود کو شہر نش

نہیں کیا مجھے وہ تمام سہاے نہیں لے جانے چاہیے تھے جب میں

اچھا بیویوں کے لیے کربانہ کر میدان میں آ گیا تھا اور انسانیت کو میں

نے ایک بہت بڑے عفریت سے بچا لیا تھا۔ تو پھر میرے بھی تو کچھ

حقوق تھے۔ میری بھی تو خواہش تھی کچھ سے اظہار ہمدردی کیا جاتا

اور کہا جاتا کہ نہیں راہ نواز اصفہر تم بے گناہ ہو تم وہ سب کچھ نہیں کر سکتے

جو سامنے ہے اگر تم ان لوگوں کے نکتہ کا اعتراف نہیں کرتے تو یقیناً تم نے

انہیں نکتہ نہیں کیا ہو گا میں بھی اعتماد چاہتا تھا۔ لیکن مجھ پر اعتماد نہیں

کیا گیا اور مجھے قائل کر دیا گیا عدالت میں مجھ پر مقدمے چلے گئے

بتانا کھڑے میں کھڑے ہو کر ان دونوں آدمیوں کا نکتہ میرے لیے بہت

معمول چیز ہے میں اگر چاہوں تو تیس ہزارک میں لاشوں کا انبار لگا دوں۔

اور ایسا ماحول پیدا کروں کہ کسی کو اغوا کرنے والے ہاتھ جو چور کو مجھے

درواخواست کریں کہ اپنی بوسہ میں سے واپس لے لو اور ہماری جان بخش دو۔"

"لیکن یہ سب کچھ نہیں مانا گیا یہ سب کچھ نہیں مانا گیا۔ گولیور اور

مجھے وہ بدلہ اسی راستے پر لاکھا گیا کیا جہاں میں بھی واپس نہیں جانا چاہتا

تھا۔ گولیور چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"تم حق بجانب ہو اور تم واقعی حق بجانب ہو انسان واقعی زیادہ سے

زیادہ کیا کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ اسے اب پرچ کر لے اور موت

کی خوشحالی میں جاسوے پھر دنیا کو موت کی خوشحالی میں مسلا کر پتھر چھوٹے"

"ایسا ہی ہو گا گولیور اب ایسا ہی ہو گا۔ تمھاری دوسرے بعد فیری

کھانا لے کر اندر آگئی ہے چاری سے جلدی جلدی میں جو کچھ بھی ہوسکا

تھا پکا کر لے آئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی

اس درد میں اس کے لیے جو کچھ کر چکا تھا فیری کو اس کی خبر بھی ہوگی

وہی خبر ہوئی بھی نہیں چاہیے تھی۔ اگر اسے یا احساس ہو جائے کہ گولیور میرے

کنے سے اس کی جانب راغب ہوا ہے تو ممکن ہے اس کی اتنا سے قبول

نہ کرے تو ممکن ہے میرے بھی کہ اس کے دل میں یہ بال پڑ جائے کہ گولیور۔ اس

سے فرطت کر رہا تھا۔ اور اس کے لیے سنجیدہ نہیں تھا۔ ہم تینوں نے ساتھ

مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو ہو رہی تھی۔ گولیور

نے دو تین بار اس درد نازی سے سلامت کیے وہ فیری کو پھر رہا تھا۔

لیکن میری طرف اس کی نگاہ نہیں تھی تو ایک نگاہ میں ہی اندازہ لگا

چکا تھا کہ وہ قربانی دینے والی لڑکیوں میں شامل ہے۔ مغربی ہونے کے

باوجود اس کے سینے میں مشرق سما جلا ہے اور وہاں جنت محبت پر جان

شمار کرنے کے لیے تیار ہے فیری نے تمام سوالوں کا تسلی۔"

بخش جواب دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے معمولات میں تبدیلی

پیدا کرے گی۔ جاری کا بھانڈہ کر کے چند روز کی عیاشیاں لے لے گی

تا کہ ان لوگوں کے لیے کوئی مناسب بندوبست کر سکے۔

"میرا خیال ہے نہیں فیری۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم

عیاشیاں دیکھو مسلسل اپنی ڈوبتی انجام دیتی ہو تم شاید اس بات

کا اندازہ نہیں کر سکتیں کہ ہم جیل سے بھاگے ہوئے ہیں اور قاتل

ہیں اور پھر پتھر چوکھ چوکھ پاس پاس پھینکے دیئے نہیں ہیں اس لیے

ہم کوئی فوری کارروائی نہیں کر سکتے۔ پولیس ہماری تلاش ترک کر

دے گی ہم اس قاتل پر جو جائیں گے چوری چھپے باہر نکل سکیں تو پھر ہم

کچھ کر سکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی گولیور۔ بات بیسیوں کی

ہے نا تو بے چاری فیری کو اس سلسلے میں ہم مزید تکلیف نہیں دے

سکتے۔ پیسے تو ہر طرح سے مہیا ہو سکتے ہیں اگر زیب کارپس سے

رابطہ قائم کر لیا جائے تو جتنا بھی روپیہ درکار ہو گا۔ ہمارے پاس

پنچھ لاکھ ہے لیکن ایسا مناسب نہیں ہے۔"

"کیوں۔؟" گولیور نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں کاشف کو اس جھگڑے میں نہیں بھینسا نا

چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ قابل اعتماد آدمی نہیں ہے۔؟"

"بے حد قابل اعتماد ہے۔ لیکن چالاک نہیں ہے۔ میرے صدمہ

نوجوان ہے اگر اسے علم ہو جائے کہ میں کہاں موجود ہوں تو پھر

وہ پریشان ہو جائے گا۔ اور اگر پولیس اس تک پہنچی تو وہ اپنے

چہرے کے تاثرات چھپا نہیں سکے گا۔ نتیجے میں پکڑا جائے گا یہاں

کی پولیس بہت چالاک ہے۔ سطر یا کل الشیخہ عورت ادواب تو

یقیناً دوسرے بہت سے بھی سوتھ ہو چکے ہوں گے اتنے ذریعہ

ہیں کہ انسان کی آنکھوں کی رنگت دیکھ کر اس کی دلی کیفیت کا

پتہ لگائیے ہیں۔ کاشف کو اگر یہ علم ہو گیا کہ میں کہیں قرب و جوار

میں موجود ہوں اور اس سے امداد چاہتا ہوں تو وہ مجھ سے مل

تو نہیں سکے گا لیکن اس کے باوجود اسے تذبذب کا شکار ہو جائے

گا کہ اب کیا کرے اور یہی چیز اس کی پریشانی کی وجہ بن سکتی

ہے۔ گولیور سطر لے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے کچھ نہ کچھ کام چل جائے گا۔ فیری تم کہتے دن ہلا

خرق چٹھا سکتی ہو۔"

"آپ نکرہ کر میں سطر گولیور یہ مشیہ میرا ہے۔ آپ میرے

مہمان ہیں۔ میں آپ کے لیے سب کچھ کروں گی۔ فیری نے جواب

دیا۔ اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

کھانا کھانے کے دوران وہ مسلسل غور کرتی رہی۔ میں اور

گولیور دو تین بار اس کی شکل دیکھ چکے تھے۔ جب کھانا ختم ہو گیا

اور فیری نے ہمارے سامنے کافی بنا کر رکھا وہی گولیور نے کہا۔

"تم کس گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں فیری؟"

"اسی۔ کچھ نہیں۔ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔"

"کوئی عام بات تو ہوگی۔ گولیور نے سوال کیا۔"

"میں سطر تکین کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"یہ سطر تکین کون ہیں۔؟"

"میری فزم کے مالک ایس کیا بتاؤں تمہیں دنیا میں اچھے

لوگوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے گولیور۔"

"کیا مطلب؟"

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ ہم چہرلوں سے انسان کی صحیح شخصیت

کا اندازہ نہیں لگا سکتے سطر تکین بظاہر بہت شریف آدمی ہیں

لیکن نام اور ایک شخصیت کے مالک لیکن ان کا پس منظر بھی

کچھ اور ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ایک ایسے گروہ سے منسلک ہیں جو دنیا کی تجارت

کرتا ہے اور اعلیٰ پیمانے پر یہ تجارت ہوتی ہے سطر تکین کی اپنی

فزم کا کاروبار اچھا خاصا چل رہا ہے لیکن اتفاقاً پورے پچھلے

بات کا علم ہو گیا کہ وہ دنیا کی تجارت بھی کرتا ہے۔"

"اوہ دیر کی گئی۔ تو کیا سطر تکین کو یہ بات معلوم ہے کہ تم

ان کے کاروبار سے واقف ہو گئی ہو۔"

"ہاں۔ بس وہ ایک انوکھا دن تھا۔ پورا دن سردی اور دلکڑ

میں لیٹا ہوا تھا اور کارکن کام تو کر رہے تھے لیکن ایک کسی

سی محسوس کی جارہی تھی۔ میں سطر تکین کے آفس میں کسی خاص کام

سے گئی تو مجھے بجلی بار انکشاف ہوا کہ بینک کے ذمہ داری آفس

میں ایک چھوٹا سا گروہ بھی ہے۔ سطر تکین وہاں موجود نہیں تھے۔

دفعاً ایک بیچ کی آواز سنی کی اور میں پریشان ہو گئی۔ میری کچھ

میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں تب بے اختیار دوڑتی ہوئی میں آئی

پھر دوڑنے سے اندھا داخل ہو گئی تھی۔"

"سطر تکین ایک اونچی جگہ سے گر پڑے تھے اور ان کے

ٹخنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ اونچی جگہ اس چھوٹے گروہ کے

اندھے سے ہوئے تہہ خانے میں تھی اور اسی تہہ خانے میں بے شمار

غولبوت کھولنے رکھے ہوئے تھے میں نے کبھی یہاں کھولنے

نہیں دیکھے تھے ان کھولوں کو دیکھ کر میں حیران رہ گئی پھر پھر

انہیں مہول کر میں سطر تکین کی طرف دوڑی اور انہیں مہلا دے کہ

کر اٹھایا۔ مسٹر یکن کے ہاتھ میں گیسے جھوسے رنگ کا ایک عمارتوں کا اور اچانک جھانکی گردن لوٹ کر گڑھی تھی۔ اور اس میں سے پورے گردن پر اٹھا لیوں کا ایک خاص قسم کا پورے شکل کر نیچے گر پڑا تھا اور یہ لوٹ کر کھونٹے کے اندر سے نکلا تھا۔ مسٹر یکن اپنے نکلنے کی تکلیف سے سخت پریشان تھے۔ اچانک مجھے دیکھ کر ان کا چہرہ عجیب سا ہو گیا۔ انہوں نے غزرائی ہوتی آواز میں پوچھا۔

”دراوے کیسے کھل گیا؟“

”در۔ در۔ واہ کھلا ہوا تھا جناب۔“

”اوہ۔ اوہ۔ تم یہاں کیوں آ رہی؟“

”وہ میں آپ کے پاس کام سے حاضر ہوتی تھی سزا لیکن آپ اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھے اور یہ فقیہ دروازہ کھلا ہوا تھا پھر مجھے آپ کی بیخ نشانی دیکھ کر اور میں خود کو باز نہ رکھ سکی۔ میں نے در لٹائی آواز میں جواب دیا۔ مسٹر یکن ایک نرم دل اور مشتاق لاکہ ہیں۔ ہر شخص کے ساتھ ان کا رویہ بہت اچھا ہوتا ہے کبھی کسی پر ناانسانی کا اظہار نہیں کرتے۔ فطرتاً وہ بہت نرم دل ہیں لیکن اس وقت ان کی درشتی میرے لیے بالکل اجنبی چہرے بن چکا۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مسٹر یکن نے ان آنسوؤں کو محسوس کیا۔ انہوں نے آنسوؤں کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ تب انہوں نے کس قدر نرم بیچے میں کہا۔

”اوہ سواری فیزی، جلدی کے ماؤ اور بیٹے میرے کمرے کا بزدلی دروازہ بند کر آؤ۔ فوراً پہلیز، میں لڑنے کے قدموں سے آگے بڑھی اور پھر تہہ خانے سے باہر نکل آئی۔ میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔“

”میری گھڑی نہیں آ رہا تھا کہ دوپہر مسٹر یکن کے پاس ماڈل یا نہیں لیکن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تب انہاں اس کمرے میں کھڑی کیا کرتی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے کام طلب بھی تھا کہ مسٹر یکن مجھے دوبارہ اسی کمرے میں واپس بلانا چاہتے تھے۔ میں نے چند لمحات کے بعد دوبارہ اس تہہ خانے میں قدم رکھا اور مسٹر یکن نے مجھے آواز دی۔

”فیزی، تم یہاں آؤ۔ میں ان کے نزدیک پہنچ گئی تو وہ آہستہ سے مجھ سے بولے۔

”میرے نکلنے کی ہڈی شاید ٹوٹ گئی ہے شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ کس تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے میں اپنے اس نکلنے کو کس کر باہر دوں۔ مجھے بے جلدی سے اپنا اسکرٹ لکالا اور بیٹھ کر مسٹر یکن کا ٹھنڈا کئی، میں محسوس کر رہی تھی کہ وہ مجھے بخود دیکھ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”یہ براہہ ترجمہ لگ گیا اسے سمیٹ کر اس کھونٹے کی گردن میں بھر دو اور اس گردن کو چند چڑیلوں کے ساتھ اندر لگا دو۔ میں نے مسٹر یکن کی طرف دیکھا اور انہوں نے آہستہ سے گردن با کر مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میں ان کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ میں نے ان کی مرضی کے مطابق کھونا برابر کر دیا۔“

”اسے اس کیس میں ڈال دو۔ مسٹر یکن نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ میں نے کھونٹے کو جس میں رکھتے ہوئے دیکھا کہ اس میں بے شمار خوبصورت کھونٹے بھرے ہوئے ہیں۔ مسٹر یکن میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

”اب مجھے سہارا دے کر اوپر سے چلا دو اور مجھے میری کرسی پر پہنچا دو۔“

”جی ہبیز۔ میں نے کہا اور جب میں انہیں لے کر باہر آ رہی تھی تو مجھے انہوں نے کیا کیا کہ چہرہ دروازہ ایک دم بند ہو گیا۔ وہاں ایک خوبصورت ڈیکوریشن پیش رکھا ہوا ہے۔ جو اس طرح نظر آتا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے پیچھے کوئی خفیہ دروازہ ہوگا۔ مسٹر یکن کے چہرے کا رنگ مستغیر ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا۔

”دیکھو، فیزی انسان کو بعض اوقات ایسے چانگے حادثات پیش آتے ہیں کہ وہ انہیں برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ واقعہ تو تمہارے سامنے گزرا ہے جو کچھ بھی ہے، اس کی تفصیل میں نہیں کسی مناسب وقت میں بتا دوں گا۔ لیکہ اس سلسلے میں تم بہت سہی باتیں بھی کروں گا۔ لیکن فی الوقت تم اسے قبول جاؤ اور خبردار اپنے سامنے سے بھی اس کا تذکرہ مت کرنا ورنہ تم مصیبتوں میں گھر جاؤ گی۔“

”تھیک ہے مسٹر یکن میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔“

”اب یوں کرتا ہوں کہ میں اپنی کرسی گرا سے رہتا ہوں، اور لوگوں سے بھی کہو کہ مسٹر یکن آگے رہے تھے کہ اچانک لڑکھڑا کر گر پڑے۔ میری اس چوٹ کی وجہ یہی ہونا چاہیے، سمجھا لیا ہے۔“

”جی ہاں۔ میں نے جواب دیا اور مسٹر یکن نے اپنا دل و دماغ شروع کر دیا۔ ان کے گرتے ہی ہمارے دوڑی اور پھر میں نے چند لمحوں کو اندھا بنا لیا۔ اس کے بعد مسٹر یکن باپٹل چلے گئے ان کی مرہم مٹی وغیرہ ہوتی لیکن تیسرے دن وہ دفتر پھر آجود ہوئے تھے۔ دفتر پہنچنے کے بعد انہوں نے سب سے پہلے مجھے ہی بلایا اور پہلی بار مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کی، میں بیٹھ گئی تو وہ مسکرا کر بولے۔

”تمہارا شکریہ! فیزی میں تمہیں قابل اعتماد پاتا ہوں اور سبھی

بات جیسے کہ قابل اعتماد لوگوں کی میرے دل میں بے حد قدر ہے۔ تم یہاں معمولی سی ملازمت کرتی ہو۔ لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس ملازمت سے دس گنا زیادہ فائدہ بخش کام دے سکتا ہوں، لیکن اس کے لیے تمہیں مکمل رازداری کی ضرورت ہوگی۔“

”جناب عالی، میں، میں خوش ہوں، مطمئن ہوں، اب مجھے کوئی وقت نہیں ہے۔ میں نے کہا۔

”نہیں فیزی، تمہارے چہرے، تمہارے لباس اور تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ تم خاصی تکلیف دہ زندگی گزار رہی ہو۔ برطانیہ کی احوال اتنا ہی کافی ہے میرے ہر راز کو راز داری رہنا چاہیے کبھی کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا، پھر وہ مجھ سے میرا خاندانی پس منظر پوچھے گا۔ انہوں نے میرے بیٹھے ممبر کے بارے میں پوچھا اور یہ جان کر کافی مطمئن ہو گئے کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں نے ان سے تمہارا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ میں خوشنود بھی تھی، حالات کو سمجھتی تھی، چاہتی تھی کہ اگر میں نے اپنا راز طشت از باہر کر دیا تو ممکن ہے مسٹر یکن مجھے اپنے لیے خطرناک سمجھیں۔ چنانچہ میں بالکل خاموش رہی۔“

تقریباً پندرہ دن اس طرح گزر گئے۔ مسٹر یکن کا پاؤں اب بالکل تندرست ہو گیا تھا اور وہ چلنے پھرنے لگے تھے۔ سوپوں میں انہوں نے میرے چہرے اپنے پاس طلب کر لیا اور یہ وقت وہ صاحب و وزیر کی بھی ہو گئی تھی انہوں نے دستوراً ملاز میں مجھے خوش آمدید کہا اور اپنے سامنے بیٹھے کی پیش کش کر دی پھر وہ بولے۔

”اگر تم میرے دوسرے کام میں باقاعدہ حقد لینا نہیں چاہتیں تو کم از کم اتنا تو ضرور کرو کہ اپنی آنکھیں مجھے بتاؤ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔“

”جناب عالی، میں بالکل مطمئن ہوں، کوئی ایسی آنکھیں مجھے درپیش نہیں ہے کہ سبھی کو آپ سے مزید عرض کروں گی۔“

”فیزی، تمہارے ذہن میں یہ تجسّس ضرور اٹھ رہا ہوگا۔ کہ تمہارے کاراز کیا تھا؟“

”جی ہاں جناب، میں نے سوچا ضرور تھا کہ میں دوسروں کے معاملات میں بہت زیادہ ٹانگ اڑانے کی مادی نہیں ہوں آپ کا ذاتی معاملہ تھا آپ نے مجھ سے کہا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کروں، یہ احساس ہمیشہ کے لیے میرے سینے میں چلا گیا اور اگر آپ مجھے ہمیشہ کے لیے یوں دلا میں گے تو میں کبھی باہر نہ کروں گی کہ وہ سب کیا تھا۔“

یہ سب تمہاری بہت اعلیٰ قدرتی ہے۔ لیکن ایک بات کو لہو فیزی اگر تم بھی کوئی آنکھیں محسوس کرو تو اپنی موجودہ پوزیشن سے ہٹ

کر مجھے ضرور بتا دینا۔ تمہاری شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں تمہیں صرف اتنا بتا دوں کہ میں منشیات کی تجارت کرتا ہوں، میں جو کچھ کرتا ہوں تم نے دیکھا ایک حقیقت ہے اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے، لیکن بیٹی جن حالت میں ہیں، میں ان تمام کاموں کے لیے مجبور ہوا ہوں۔ انہیں بیان نہیں کر سکتا ہوں کچھ لوگوں کو زبردستی میری گردن پھینانی گئی ہے، مجھے بیک میل کر کے اپنے کام کے لیے مجبور کیا گیا ہے۔ ایک ایسا گروہ جو سرمنسٹ لوگوں پر مشتمل ہے، بڑے اعلیٰ پیمانے پر یہ کام کر رہا ہے اور یہی میں نہیں بہت سارے لوگ اس سلسلے میں مصروف عمل ہیں۔ فیزی کے ان الفاظ نے وضعتاً میرے ذہن میں دھماکا لگایا تھا۔

گو گو لہو بھی چونک کر مجھے دیکھنے لگا غالباً مجھے نروں والوں کے ذکر کرنے سے بھی چونکا دیا تھا۔

فیزی ہم دونوں کی کیفیات سے بے خبر اپنی داستان سناتے جا رہی تھی۔ میں نے آج تک مسٹر یکن سے اپنے لیے کوئی مدد طلب نہیں کی، لیکن میرا دل چاہتا تھا کہ میں ان سے تمہارے بارے میں تکرار کروں، اور تمہاری رہائی کے لیے کہوں۔ لیکن ایک اور احساس بھی میرے ذہن میں تھا وہ یہ کہ وہ آج تک مجھ پر اس لیے اعتماد کرتے تھے کہ وہ مجھے تمہارا محسوس کرتے تھے۔ اگر انہیں یہ علم ہو جاتا کہ کوئی میرا اتنا قدرتی شخص موجود ہے تو ممکن تھا ان کا یہ اعتماد ختم ہو جاتا۔

”گو گو لہو گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ تم ٹھیک کہتی ہو فیزی، دلچسپ تمہاں سے ملازمت چھوڑ لوں نہیں دیتیں۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مسٹر یکن کو مجھ پر اعتماد ہے۔ میں بالکل ہی بیوقوف نہیں ہوں۔ میں نے بارہا اندازہ لگا لیا کہ مسٹر یکن کبھی میری خفیہ نگرانی تو نہیں کر داتے۔ لیکن کبھی اس کا شبہ نہیں ہو سکتا۔“

”تم نے ان کے دفتر میں گئے سرداروں کو آتے جاتے دیکھا ہے فیزی؟“

”ہاں۔ اکثر ایسے لوگ آتے ہیں جو اچھی خاصی شکل و صورت کے مالک ہوتے ہیں، ملمو سے پرانسی ہوتی ہے ان کی، لیکن سر منسٹ بولتے ہوئے ہوتے ہیں۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو مسٹر یکن کو اس کا روادار کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ ہم خاموش ہو گئے۔

رات ہو گئی۔ فیزی اور گو گو لہو دوسرے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے۔ میرے لیے انہوں نے اس کمرے میں آرام کا بندوبست کر دیا تھا۔ رات کو لہو سر منسٹ کے روم میں فیزی کی کہانی سوچنے لگے تکرار منسٹ لوگوں کا تذکرہ میرے لیے دلچسپ تھا۔ سارا سے راہ نکلتی،

”اسی طرف آ رہے ہیں بائیں بائیں بائیں، انہیں شاید ہمارے ہاں سے
میں علم ہو گیا۔ وہ میرا خیال ہے غیری پلائی گئی، بہر طور کوئی نہ کوئی یہ بات
تو جانتا ہو گا کہ میرے اس سے تعلقا ت ہیں۔“
”پھر آئے۔ دو۔ دیکھا جائے گا۔ یہ کہ باور دو اور دوسرے کے قریب
دیوڑا سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ گولیوں کی ہیرا پھری ہی مانند دروازے کے دھری
جانب کھڑا ہو گیا تھا۔ ہمارے دل سینوں سے نکل کر دماغ میں دھڑک
رہے تھے۔ کانوں میں دھاڑ دھاڑ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ بہر طور جس
اس بات کی توقع تھی کہ اب پولیس والے دروازے پر دستک دیں گے
اور ہماری طرف سے جواب نہ یا کر دروازہ توڑ دیں گے۔ فلیٹ کا یہ کورڈ
اور پولیس دروازہ ان کی نکلوانی کی تاب نہیں لگا سکتا۔ چھوڑ دیتوں تاکہ
اندر داخل ہوں گے اور وہی وہ کچھ ہو گا جب میں کچھ کرنے کا موقع مل
جائے گا۔ پولیس والے اگر یہ بتول سکتے ہیں میں ہے ہونے لگے بڑھے تو پھر
میں کم از کم ان میں سے ایک پولیس والے کا ہتھوڑا لینے کیلئے میں ضرور
کروں گا۔ اور یہ گولیوں پر نہیں رہتی پھر تھی سے کام دیکھا جائے یا نہ دیکھا
کے۔ اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ نہ مرنے کو تھی کہ انداز
میں گولیوں کو اپنی ہیکم بھجادی اور میں نے محسوس کیا کہ وہ نمایاں طور پر
کانپ رہا ہے۔

”ارے بھو! تیرا دم کیوں نکلا جا رہا ہے؟“
”وہ دیکھو گھبراہٹ میں پہلے ہی یہ کہہ چکے ہوں کہ میں۔ البتہ
میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کے ہاتھ میں دیا ہوا ہتھوڑا اپنی طرف کر کے
اس کی نگلی ٹھیک کر دیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے یہ اور کچھ نہیں ہو گا۔“
”مشتش غلاموش ہو جاؤ۔ وہ نہ دیکھ آگے ہیں۔ قدموں
کی دھمک اب ہمیں لینے بالکل قریب سنائی دے رہی تھی اور ہر لمحہ
اس بات کی توقع کر رہے تھے کہ اب دروازے پر دستک ہوگی اور پھر
دھمکے ہوں گے۔ لیکن قدموں کی چاپ ایک دم آگ گئی تھی۔ چند لمحات
کے بعد وہ کی رہی اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ہماری کچھ میں نہیں آیا
تھا کہ پولیس والے ہمیں سرخ گیرے میں لینا چاہتے تھے۔ تاہم میں مکمل
طور پر ہوشیار تھا۔ اور ہر لمحہ اسے والے طوفان کا انتظار کر رہا تھا۔ قدموں
کی چاپ یہاں سے آگے بڑھ گئی جہاں ایک لمحے کے لیے سناٹا پھیل گیا تھا
پھر ہوتی ہی آوازیں سنائی دین اور شر ہونے لگا۔ ہلنے پر کیا سزا ہو گی۔ ہم
دروازے سے کان لگا کر شور سننے کی کوشش کرنے لگے۔ کوئی چیخ نہ ہاتھا
”نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ تم نے گرفتار نہیں کر سکتے۔ وہ بے گناہ
ہے۔ دھبے قصور ہے۔ جو اب میں شاید پولیس والوں نے بھی کچھ کہا
لیکن وہ جواب ہماری سمجھ میں نہیں تھا۔ ہمارے ہر تیز انداز نگاہوں سے
ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں۔ گولیوں کی ہیرا پھری دیکھا لگا تھا پھر
اس نے سر کو تھکی کے انداز میں کہا۔

”گولیوں کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ مجھے پہلے ہی بتا
چکا تھا وہ لڑائی جیروانی کا انسان نہیں ہے۔ صرف دماغی کا دشمن سے
جھوٹے موٹے جہاز کر کے بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ مجھے سسے زیادہ ٹھکان
کی تھی۔ اس بے چارے کو میں اپنے ہنگامے سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ بد قسمتی
کی بات یہ تھی کہ پولیس سے مقابلہ کرنے کے لیے میرے پاس یہ دو اور ڈیڑھ بھی
نہیں تھا۔ جو جینن میرے ذہن میں سلایا ہوا تھا اس کے تحت اس وقت
انسانی زندگی میری نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں مکتی تھی۔ جب بھی زہری کا
چہرہ میری آنکھوں کے سامنے کھوتا ہوا دل ہی چاہتا کہ میرے سامنے بیٹے
زندہ انسان موجود ہیں سب کو ہانک کر رکھ دوں۔ ایک ایسا طوفان میرے
دل و دماغ میں موجزن تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے فلیٹ کا اجازت
لیا اور پھر آگے سے گولیوں سے بولا۔

”گولیوں، تم اس کھڑکی سے باہر نکل جاؤ۔ یہ تو چھوٹی پتلی راہداری
نظر آ رہی ہے۔ یہ بے شک محدود ضرور ہے لیکن تم یہاں سے دوسری کھڑکی
میں داخل ہو سکتے ہو۔ وہ دیکھو۔ ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ تمہارے لیے
اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے کہ تم یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ غریب
راستے ہی یہ پلوا اور پھر دو دنوں میں روٹیں ہو جاؤ۔ گولیوں کی ہیرا پھری
”اوہ مرنا۔ مارا۔ بد قسمتی یہ ہے کہ تم نے کام کرنے کے بلا جو میرے اندر
دہرائی تھی، تم نے انہیں چھوٹی چھوٹی جی سی کی ملامت ہوتی ہے۔ اس کی
وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ میرے باپ کی رگوں میں کسی بھی شریف باپ کا خون تھا
اور میری اپنی رگیں شاید میرے اپنے باپ کے خون کا تہوں لگنے ہونے کام
نہیں کر رہی تھیں لیکن کسی شریف رگ سے قصور اہت خون اندر داخل
ہو گیا ہو گا جس کی وجہ سے میں یہ کام نہیں کر سکتا جو تم کہہ رہے ہو۔ گولیوں
کی باتوں پر مجھے ہنسی آئے گی۔ میں نے اس سے کہا۔

”میرے دوست! یہ صلحت کا تقاضا ہے۔ ہم دونوں کو ایک
ساتھ نہیں بیٹھنا چاہیے۔ لیکن ہے تم پولیس سے بچ کر میرے لیے کوئی بہتر
کام انجام دے سکتے۔“
”میں نہیں گرا ہوا ہوں گی۔ اگر تیری توقع رکھتے ہو تو یہ توقع
فصلوں ہے۔ تم مجھے ہیکالائے میں کی وجہ سے میں جھاگ بھی آیا اور زمین
تو ساری زندگی اس طرح بڑا رہتا یا پھر سنا چڑھ جاتا۔ یعنی میں ہیبت
نہیں ہے جہاں صاحب کرسی کو کچا کر لاسکیں۔ بس میں پرکھ رہی ہوں
اور گرفتار ہو جائیں گے۔ گولیوں پر پھر کسی انداز میں کہا۔
”اوہ فضول آدمی! خدا کی قسم ہے۔ دیکھو وہ شاید فلیٹ
کے دروازے تک پہنچ رہے ہیں۔ میں نے باہر قدموں کی آواز سن کر
کہا۔ گولیوں نے دروازے سے سوراخوں سے آنکھ لگا دی۔ وہ پولیس والوں
کو دیکھ رہا تھا اور پھر اس کا چہرہ فنی ہو گیا تھا۔
”میکوں۔ کیا پوزیشن ہے؟“



برصورت ہیں اپنی راہ میں آئے والی ہر دیوار کو سمار کرنا تھا۔ لڑائی
کا ڈھیر لگ دوں گا میں۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا کہ اگر ایک پولیس
پٹرولنگ کار کے سائرن کی آواز سنائی دی۔ گولیوں جو میرے
میرے ہرے کے بدلتے تغیر پر لڑنا تھا۔ پھر تھی سے اپنی جگہ
سے اٹھا اور کھڑکی کے پسیدہ سے دروازے کے لیے اشارہ
موتے سوراخوں میں سے ایک سوراخ پر آنکھ لگا کر باہر دیکھ
لگا۔
”چار پولیس کار ہیں اور ان کا رخ اسی طرف ہے۔“
اس کی لڑش زدہ آواز سننے ہی میں اپنی جگہ سے تیزی
سے اٹھا کھڑا ہوا۔
”گولیوں! گھبرانا نہیں، انہیں آئے دو۔ ان کا انجام اچھا
نہ ہو گا۔“

جان بوجھ کر منشیات کی اسمگلنگ کے کاروبار میں نہیں بیٹھنے بلکہ انہیں
پکے پکے اس کاروبار میں موٹ گیا گیا ہے کیا ایک ایسے شریف
انسان کو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں۔“
”کیا مطلب؟“
”میں سبکین کے جھوٹ اور بچ کر ہو کر کھٹا ہو گا۔ اس نے جواب
دیا۔ اور گولیوں کو سنستی نیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔
”گوریا تم ان سے ملاقات کرو گے۔“
”ہاں۔ ایک دلچسپ ملاقات۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب
دیا۔ گولیوں کو کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔
”اگر یہ ملاقات تیزی کے ذریعہ ہوتی تو تیزی کی پوزیشن خراب
ہو جاسکتی۔“
”مجھے احساس ہے۔“
”تو پھر۔ جگولیوں پر خیال انداز میں بولا۔
”تیزی سے صرف اتنی ہی کافی تھا کہ ہمیں کئی شانات مل گئے
باقی کام ہمارا ہے ہم اس مہلت نہیں کر سکیں گے۔ کھیل لیا ہے۔
گولیوں کی میرا وہ ہے کہ تمہیں نکلنے آجائے گا۔ انہوں نے
راجہ نواز احمد کو مذاق کہا ہے لیکن آئے والا وقت یہ ثابت کرنے
کا کہ یہ مذاق کس کس کی زندگی کا آخری مذاق ہے۔ میری آواز
کی مہرماہٹ گولیوں نے بخوبی محسوس کیا تھا۔
میں زندگی کی تلاش کا کام مقامی پولیس پر نہیں بھروسہ کرتا تھا
اور تیزی کے بارے میں سوچتے ہی میری آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا
مارے انتقام کی شدت کے میری منٹیاں بیچ گئیں تھیں۔ میں

میں نے اس کی ہمت بندھائی۔
”مگر دوست وہ تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلح بھی۔“
”گھبرا گیا تھا، شاید وہ اتنی حد تک مصیبت ناگہانی کے لیے تیار نہ
تھا۔ میں نے اسے ایک ہنگامے سے دور کیا اور سوراخ سے باہر
کی طرف کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کار سے دو پولیس ہیں وہ اب
ہاتھوں میں ریوا لور تھا۔ تیزی سے فلیٹ کی طرف آ رہے تھے
گولیوں کو خوفزدہ نکلوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میں نے پتلی
سے ان کا منتظر تھا۔ میرا ذہن نے حد تیزی سے آئے والے
لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

میں نے اس کی ہمت بندھائی۔
”مگر دوست وہ تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلح بھی۔“
”گھبرا گیا تھا، شاید وہ اتنی حد تک مصیبت ناگہانی کے لیے تیار نہ
تھا۔ میں نے اسے ایک ہنگامے سے دور کیا اور سوراخ سے باہر
کی طرف کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کار سے دو پولیس ہیں وہ اب
ہاتھوں میں ریوا لور تھا۔ تیزی سے فلیٹ کی طرف آ رہے تھے
گولیوں کو خوفزدہ نکلوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میں نے پتلی
سے ان کا منتظر تھا۔ میرا ذہن نے حد تیزی سے آئے والے
لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

بڑے بھائی، معاملہ کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے بہنوں پر اچھی لکھ کر سے خاموش رہنا چاہا تھا۔ ایک بار پھر ہم نے دروازے کے سوراخوں سے انکھیں لگا دیں۔ تب ہمارے سینوں سے گہری گہری سانسیں خارج ہو گئیں۔ پولیس والے ایک اچھے خاصے ترقی یافتہ آدمی کو دونوں باروؤں سے پکڑنے کے لیے تیار رہا ہے تھے۔ وہ شخص شاید نہیں تھے میں تھا۔ اس لیے گرفتار ہو گیا تھا۔ دروازہ اچھا خاصا جیسم اور نقد آؤ آدمی تھا۔ اور اگر وہ ان پولیس والوں سے بھر جاتا تو ان کے لیے خاصی مشکل پیدا کر سکتا تھا۔ گوئیور کے بہنوں سے ہنسٹی چھوٹ گئی۔ وہ ایک دم خوش ہو گیا تھا۔

”بڑے بھائی، بچ گئے۔ میں نے ایک بار پھر اسے اسی انداز میں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ کوئی سرگوشی بھی ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ پولیس والے آگے آگے اور ان کے پیچھے شاید اس شخص کے رشتے دار یا اہل خانہ شرمچانے ہوئے چل رہے تھے۔ وہ بدستور پولیس والوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور اس سے تصور آوی گھوڑے کی دوڑ کرتے رہے تھے۔ لیکن پولیس والے شاید اسے یہ تصور نہیں سمجھتے تھے چند لمحات کے بعد وہ بیڑھیوں سے اتر کر باہر نکل گئے اور گوئیور نے ایک تھوہر لگا کر جسے باہر بلا دیا۔

”اب تم مجھے خاموش رہنے کے لیے نہیں کہو گے“
 ”اوہ گوئیور معاملہ کچھ اور ہی نکلا۔ میں نے بھی گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

”اچھا بے زبردستی بھائی کچھ اور معاملہ نکل آیا اور نہ سوچا سوچا حساب کتاب اس کی جگہ ہو جاتا۔ تم تو شاید کسی پولیس والے کا ریوٹو کا لو میں کر کے اسے گولی کا نشانہ بنا دیتے لیکن بہر طور پولیس سے کون جیت سکتا ہے۔ اس وقت تو پولیس کا رین خاصی گشت پر نکل ہوئی ہوں گی۔ اگر ان میں سے ایک بھی بچ کریشیاں بچا دیتا تو میرا خدا ہی حافظ تھا۔ نکلنا آسان نہیں ہوتا اور میں جو زندگی میں پہلی بار ایک نیک کام کرنے کے لیے کوشش ہو رہی تھی، یہ دلدار میں غرق ہو جاتا بلکہ غرق کی جوتانا مجھے تو اس بار پھر سانس پر نکل گیا رہا جاتا۔ اگر پولیس والوں کی گولیوں سے بچ جاتا تو گوئیور سزاؤں انداز میں کمر ہاتھ میں بیٹھنا سلتا ہوا اس کمرے کی جانب آگیا جس میں تھوڑی دیر قبل ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ گوئیور اس واقعے کو یاد کر کے نہیں رہا تھا۔ اور خود اپنا مذاق اڑا رہا تھا۔ میں اس طرح غیر متوقع بچ جانے سے خوش تھا۔ خوری طور کوئی اقدام کیے بغیر گرفتار ہونا مجھے پسند نہیں تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ زبردستی ہمارے میں کچھ تیار چل جانے اور یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہو۔ وہ زندہ ہے یا۔ یا۔ لیکن اس کے آگے ایک گہری کھائی تھی۔ گہری، تاریک اور سیاہ کھائی جس کی گہرائیوں میں سٹپل چلتے

ہوئے نظر آ رہے تھے۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ گوئیور بھی خاموش بیٹھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر فریڈا میں آگئی۔ اس نے دروازے کے لیے مخصوص انداز میں کھولا تھا۔ اور اندر داخل ہو گئی۔ اس نے اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”ہیلو فریڈا، تمہیں دوبارہ زندہ دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے؟“
 ”دوبارہ زندہ دیکھ کر کیا مطلب؟ میں کیا پہلے ہی زندہ ہو چکی ہوں؟“

”اوہ۔ نہیں نہیں۔ شاید میرا دائمی توازن ہی بہتر نہیں رہا۔ میرا مقصد ہے تمہیں دوبارہ یہاں دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔“
 ”کیوں؟ آخر مجھے ہوا کیا تھا؟“

”تمہیں کچھ نہیں ہوا تھا۔ ہمیں ہونے والا تھا۔ گوئیور نے فریڈا سے پتہ چلایا کہ تمہیں کسی کی بجلی بجلی میں کر رہے ہو۔ چلو اندر چلو۔ میں گم کی باتیں سن کر ہنس رہا تھا۔ پھر میں نے فریڈا کو مزے لے کر اور سارا واقعہ سنایا۔ فریڈا نے پھر سے ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار اظہار کیے تھے۔ وہ ہماری اس بات سے محظوظ نہیں ہوئی تھی بلکہ سیدہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔

”اس فلیٹ میں کون رہتا ہے فریڈا؟“ میں نے فریڈا سے سوال کیا۔
 ”وہ۔ وہ ایک برادری ہے جناب بہت سے لوگ اس کا شکار ہیں۔ پولیس سے کرکے ہیں۔ سب کو جھکیاں دیتا رہتا ہے۔ اور جھگڑا کرتا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے آج اس کی شامت آگئی ہوگی۔“
 نام ہے اس کا؟

”اچھا۔ مگر پریشان کیوں ہو گئیں؟“
 ”نہ۔ نہیں۔ بس سوچ رہی تھی کہیں۔ کہیں یہ حقیقت ہی نہ پکڑا میں گھر سے سانس کے کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر میں نے فریڈا سے پوچھا۔
 ”ہمارا سامان لے آئیں فریڈا؟“

”ہاں۔ آپ دیکھ لیجئے نواز صاحب، اپنی دانستن میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک لائی ہوں۔“ اس نے تین بڑے بیگٹ میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے بیگٹوں کے سر پھینچا دیئے اور انہیں کھول کر دیکھنے لگا۔ تا چربی فزبرست کے مطابق تھیں۔ میں نے بہتر مت رنگا ہوں سے انہیں پھر فریڈا نے آخری بیگٹ میں سے ہمارے سوٹ نکال کر میں دکھائے۔ گوئیور اپنا سوٹ اپنے بدن سے لگا کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

”واہ فریڈا، تمہاری ہوتو ایسی۔ اب دیکھو یہ ایشیاں ہے سوٹ میرے بدن پر ایک ایچ ادھر جو کانا ڈاؤن۔ اور کیوں نہ ہو فریڈا جو خبر دکر لائی ہے؟ میں نے بھی اپنا سوٹ دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔
 یہ سوٹ اس قابل تھا کہ اسے پہن کر شریف لوگوں کے سے انداز

بہتر نکلا جائے۔ تب میں نے گوئیور سے کہا۔

”اب بے چہرے کی مرمت کے لیے تیار ہو جاؤ۔“
 ”مہم۔ مرمت کیا مطلب؟ کیا تم کو ہونے بازی کی مشق کرنا ہے؟“

”نہیں۔ میں اپنے فن کی مشق کر رہا ہوں۔ آج پہلے تمہارا ہی حساب کتاب پورا کر دوں۔“

”تو پھر چلو گوئیور نے کہا اور ہم دونوں اندر آگئے۔ فریڈا ہماری معاون ثابت ہوئی تھی میں اسے ایک اپ کی چیزیں تیار کرنے کی ہدایت دینے لگا اور وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ تب میں نے گوئیور کا چہرہ اپنے سامنے کیا اور اس کی مرمت کرنے لگا۔ میں نے اس کی گونجیں اس کے سے ہلکی ہلکی صاف کر دیں اور ناکوں کی آؤٹی کر دیں۔ جب کہ گوئیور کی ناکوں کی آؤٹی فریڈا نے خود فریڈا سے تھیں۔ اس نے اپنی ناکوں کو اپنے چہرے پر رکھ کر اس کی مرمت کرنے لگا۔ ایک گندی رنگ کا لوشن ملا اور پھر اس کے چہرے کو پینٹنگ لوگوں کے سے خود خال دینے لگا۔ میں ایک ایک کا مہر تھا۔ اس بات کو آپ لوگ بھولی جانتے ہوں گے۔ ایک ایک کے سلسلے میں میں نے خاصی محنت کی تھی۔ اور یہ کام سیکھا تھا۔ چنانچہ گوئیور کے چہرے کو ایک مثالی چہرہ بنا دینے میں اپنی تمام محنت صرف کر دی۔ میں چاہتا تھا کہ یہ نوجوان فریڈا کو لے کر کم انکم امریکہ سے نکل جائے اور اس کی جان بچ جائے۔ ان دونوں کے لیے میں اتنا ہی نکل گیا۔ میں فریڈا کو پون گھنٹے تک گوئیور کے چہرے پر مصروف رہا۔ اس دوران فریڈا حیرت سے نکلنے لگی۔ اس کی شکل دیکھتی رہتی تھی۔ پھر جب گوئیور کا میک اپ سیکھا ہوا فریڈا نے دونوں ہاتھوں سے پنا سر پکڑ لیا۔

”گر یہ جادو گری میری آنکھوں کے سامنے نہیں ہو رہی ہوتی گوئیور کو دیکھ کر میں قیامت تک یقین نہ کر سکتا۔“
 ”بھائی۔ مجھے بھی یقین دکھاؤ۔ تاکہ میں بھی اپنے آپ پر قیامت تک یقین نہ کروں۔“ گوئیور نے سزاؤں انداز میں کہا اور فریڈا نے غلطی سے ایک آئینہ اٹھا کر اس کے سامنے رکھا۔

”اے اے بھائی، میں کہاں گیا میں کہاں گیا؟“ گوئیور چلاؤ طرف دیکھتا ہوا بولا اور پھر اپنے چہرے کو دیکھ کر تعجب لگانے لگا۔
 ”لے لے گوئیور کیا حماقت ہے کہیں معلق بچاؤ بھلا کر نہیں رہے ہو؟“

”تج بناؤ۔ یہ میں ہی ہوں۔ میں ہی ہوں۔ یہ؟“
 ”اب باگل بن کر حرکتیں کیے جاؤ گے یا چین سے بیٹھو گے۔“
 ”نواز، تم کیا چیز بھاڑ رہے ہو؟ بھائی تم کو توئی مجھ سے بھی نہیں لگتا۔“
 ”بچھا اچھا۔ اب فضول باتوں میں وقت ضائع کر دو۔ جلاؤ جلاؤ

دھو لو۔ میں نے کہا۔

”کیا تم باہر ہاتھ دھو لو اور یہ میک اپ؟“
 ”یہ اگر تم بیچاس بار منہ دھو لو تب بھی نہیں صاف ہوگا۔ اس کے صاف کرنے کا ایک خاص ہی طریقہ ہے جو میں تمہیں پھر بھی بتا دوں گا۔“

”پھر سمجھی۔ اسے بھائی یہ نہ کہ فریڈا میرا ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دے۔“ گوئیور نے کہا۔

”اس کے لیے ایک خاص ایڈیا آئٹم ہے میں تمہیں اس کا نام لکھ کر دے دوں گا۔ جب بھی تمہیں میک اپ اتارنے کی ضرورت محسوس ہو وہ ایڈیا بیانی میں گھول کر استعمال کر لینا۔ اس کے علاوہ دینا کی کسی اور چیز سے میک اپ نہیں آتا۔“

”کمال کی بات ہے۔ بڑے بڑے میک اپ دیکھے ہیں لیکن اتنا شاندار میک اپ بہر طور نواز صاحب اب میں تمہارے بارے میں کوئی اور بات نہیں کہوں گا۔ تم مجھے بقول شخصہ اپنا مہر دینا لیا ہے۔“
 ”اچھا تو مہر دیا صاحب، اب مجھے اپنے چہرے کی مرمت ٹوکرے دو۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر آئینے کے اپنے چہرے کی مرمت کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ تقریباً اتنا ہی وقت میں نے اپنے چہرے پر صرف کیا تھا۔ فریڈا اس دوران بالورچی خانے میں چلی گئی تھی۔ اور پھر میرا اپنا میک اپ بھی پورا ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ کو پینٹنگ خود خال نہیں دینے سے بلکہ حقایقوں ہی کا میک اپ کیا تھا گوئیور دانت لٹکانا کرنے لگا۔

”دیکھا دیکھا۔ اپنا چہرہ کتنا خوبصورت بنا لیا اور میری شکل کردی ہے بندروں جیسی۔“

”نہیں گوئیور تمہارے خود خال تو بہت خوبصورت ہیں۔“
 ”مگر یہ بتاؤ کیا میک اپ مستقل ہوگا میرے چہرے پر۔؟“
 ”نہیں ممکن ہے آدھے گھنٹے کے بعد ہی میں یہ بدلنا چاہ جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ایڈیا میں نے لگوا لیا ہے جس سے یہ میک اپ اتارنا ہے۔ یہ دیکھو۔“ میں نے ایک پیشی اس کے سامنے رکرتے ہوئے کہا۔

”آس میں جو پاؤڈر موجود ہے اسے ہم پانی میں گھولنے کے بعد ہر چہرے پر لگانا ہے تو چہرہ صاف ہوجائے گا۔ بالکل اس طرح صاف ہوجائے گا کہ ایک آپ کا وجود بھی نہیں رہے گا۔“

”اور باقی کسی چیز سے صاف نہیں ہوگا؟“
 ”تھلی نہیں۔ تم کو توئی شکر کے دیکھ لو۔“
 ”کمال ہے نواز صاحب، کمال ہے۔ گوئیور نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ شام ہو گئی تھی۔ ہم تمام معاملات سے فارغ ہو چکے تھے۔ بے چاری

غیری کی جو رقم میں حاصل ہوئی تھی وہ خرچ ہو گئی تھی۔ ادواب اس کے علاوہ اور کوئی چاہہ گا نہیں تھا کہ رقم حاصل کرنے کے لیے فلیٹ چھوڑ دیں۔ جب ہم سوٹ وغیرہ پہن کر تیار ہوئے اور باہر نکلنے پر آمادہ ہوئے تو فریڈ نے پریشان لگا ہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہر چند کہ آپ لوگوں کی تکلیفیں تبدیل ہو گئی ہیں اور شاید دنیا کا کوئی بھی شخص خواب میں بھی نہیں سوچ سکے کہ آپ ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے یہ بتانا ہے کہ آپ کی وابستگی میں آپ کے ساتھ جو عمل نہیں سکتی لیکن آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گی۔“

فریڈ: ”بس تم یوں بھوکو کہ تم سبھی آج آتے ہیں ممکن ہے کل ہیں کچھ تک بیچنے میں ہی دو سو جو جائے اس لیے ہمارا انتظار کرتا ہوں۔ وہ چالی گویا کہ پاس موجود ہے جو اس دروازے کو کھول سکتی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے ہمارے لیے۔ اگر بھلائی واپسی ہو گئی تو اتنا کھول کر اندر آ جائیں گے۔“

”گویا میں انتظار نہ کروں۔“

”بالکل نہیں۔“

”مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔“

”خواب آدو گویاں کھا لینا، تھرا لینا نیند لینا ضروری ہے۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں دروازے کے جھانکنے کے بعد ریلواری مسٹران دیکھ کر باہر نکل آئے اور چند لمحات کے بعد میری صاف آرتے ہوئے باہر نکل گئے۔ اب یہیں سرک پر کوئی نظر نہیں تھا۔ ہم دونوں پہلے قدمی کے انداز میں آگے بڑھتے رہے۔ سڑک پر درون چوکی تھیں۔ روشنیوں جلنے لگی تھیں اور ہم تھوڑے ہی فاصلے پر گئے ہیں کہ شہر دشتیوں سے چمک کا اٹھا۔ ہم ٹھوڑے پر کاردارہ دی کرتے ہوئے پیدل چلتے رہے۔ ابھی تک گویا نہ تھے۔ یہ نہیں پوچھا تھا کہ میرا ارادہ کیا ہے۔ لیکن میری نگاہیں اپنے مقصد کے لیے بیٹھا رہی تھیں بعض مکھوں پر کافی بھیڑ بھاڑ تھی اور مجھے اس بھیڑ بھاڑ میں اپنے تکیار کی تلاش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی گویا کو توجہ آیا اور اس میں پوچھا۔

”بڑے بھائی پیدل کب تک چلتے رہو گے۔ یہاں ٹیکسیاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔“

”جوتی تو ہیں لیکن ان کا بل ادا کرنے کے لیے تمہاری جیبوں میں رقم موجود ہے۔“

”اوہ اوہ۔ رقم کا مسئلہ تو واقعی ٹھیک ہے لیکن میک اپ کے اور پاس تبدیل کرنے کے بعد ہم بھلا رقم کا بندوبست کس طرح کر سکتے ہیں؟“

”کر سکتے ہیں تم ٹکرت کر۔ میں نے کہا اور گویا دونوں شانے ہلا کر خاموشی سے میرے ساتھ آگے بڑھتا ہوا ہر دوں سڑکوں کے جہوم میں

میں ہم دوکانوں کے شوکیوں کے سامنے سے گزر رہے تھے اور میری نگاہیں اپنے مقصد کی شخصیت کو تلاش کر رہی تھیں۔ ایک بہت بڑے انٹور میں نے ایک بھاری بھوک شخص اور ایک دلی بلی لڑکی کو گھبراہٹ سے دیکھا۔ ایک بھاری بھوک شخص لڑکی کو شاکنگ کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے پیرس نکالا اور اسے کھول لیا۔ میری نگاہیں اسے متاثر ہو گئیں۔ پیرس میں نوٹوں کی بہتات تھی اور یہ نوٹ عیناً بڑے نوٹ تھے۔ اس نے ان میں سے چند نوٹ نکلے اور بھاری بھوک شخص کا بل ادا کر دیا۔ میں نے کہا کہ اس کی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔ میں بھی دوسرے شوکیوں کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ چیزیں دیکھنے لگا۔

”یہ۔۔۔ یہ سب کیا ہے۔ تم انہیں کیوں دیکھ رہے ہو؟“

”اوہ گویا ڈرامائی خوبصورت چیزیں ہیں، بھلا دیکھنے میں کیا خرچ ہوتا ہے؟“ میں نے کہا۔ میری وزیدہ نظریں برابر کے انٹور میں لگی ہوئی تھیں۔ چند لمحات کے بعد وہ بھاری بھوک لڑکی باہر نکلا اور میں گویا کے بارے میں سوچنے لگا۔

”میرے ساتھ آؤ اور اس طرف چلو۔“ گویا نے کہا۔

”کیا وہ لڑکی لڑکھ کر گرتے گرتے بچا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اسے موٹے بازو آدمی کی طرف دھکیلا تھا۔ تاکہ موٹے بازو آدمی کو مستحکم کرے۔ گویا کو مستحکم کرنے کے لیے میں جھکا اور اس وقت میرا ہاتھ لڑکی کے گھٹائیوں سے موٹے بازو آدمی کا سر پار کر گیا تھا۔ گویا نے موٹے بازو آدمی سے معافی مانگی اور وہ گویا کو لڑکی کا ہاتھوں سے گھورتا اور آگے بڑھ گیا۔ ان دونوں نے ایک چوڑی سرک پار کی تھی اور پھر سرک کے فٹ پاتھ پہنچ گئے۔ میں گویا کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا اور پھر میں وہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک گلی کی طرف لڑ گیا اور دوسری سڑک پر چلتی تھی۔ ہم دونوں خاموشی سے رفتار سے جا رہے تھے۔ گویا نے کہا۔

”آخر۔ آخر جو کیا کیا پولیس۔۔۔“ اس نے خوش انداز میں پوچھا۔

”شاید میں نے جواب دیا اور گویا رو روٹنے کے سے انداز میں گلی کے دوسرے کدو کی طرف چلنے لگا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ گویا میری ہاتھوں سے نکل جائے لیکن یہ تھوڑے فاصلے پر جا ہی تو گلی کے دوسرے کدو کے گم ہونے کا احساس ہوا۔ اور وہ خاموشی سے چلتا چلتا پھر گلی کے دوسری طرف آگے لگی کے دوسری طرف پہنچ کر گویا نے ہاتھ پٹے ہوئے جیسے میں کہا۔

”لیکن اگر پولیس ہے تو اس نے ہمیں کیسے پہچان لیا؟“

”کیا مطلب؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”میرا مطلب ہے کہ پولیس۔ پولیس۔ تم تو بیک پ میں ہیں۔“

”ارے اوہ۔ وہاں دلی میں ہے وہ وقت ہی لیا گویا۔ یہ بات تو مجھے یاد ہی نہیں رہی تھی۔“

”کمال ہے۔ یہ۔ تم نہ صرف خود بے وقوف بن گئے بلکہ مجھے بھی بے وقوف بنا دیا۔ اسے شے بھائی اگر پولیس نے ہم کو دیکھ بھی لیا تو ہم پر کیا شے کرے گی۔ یہ شاندار کھیل ہے۔ آپ کا ایسا ہے کہ پولیس ہم پر شے کرنے کے لیے نہیں لگتا۔ یہاں جہاں میں نہیں رہا تھا۔ بڑی بے وقوفی ہو گئی۔“

”مجھے تو تم نے خوف زدہ ہی کر دیا تھا۔ چلو یہ کوئی بات نہیں ہے آہستہ آہستہ یہ عادت بڑے گی۔“ گویا نے خودی مصفا کی پیشکش کی۔ ہم چھوٹے سے اور آگے بڑھے۔ میں پیرس میں بڑے نوٹ دیکھنے لگا تھا۔ مجھے چھوٹے نوٹوں کی ضرورت تھی تاکہ ٹیکسی کا بل وغیرہ ادا کرنے کے لیے بڑا نوٹ نہ لگانا پڑے۔ چھوٹے فاصلے پر پہنچ کر میں ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک رکا اور میں نے ایک لمحے کے لیے گویا سے اجازت مانگی۔

”اوہ۔ کیا بڑی کاربٹ فون کر دو گے؟“

”میرا یہی آہ۔ تم میرا یہاں انتظار کرو۔“ میں نے جواب دیا اور ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ ٹیڈ ڈون کار سبورا تھا کہ میں نے ہاتھیں لیا اور خواہ مخواہ ایک منبر پر بیٹھ کر گویا کو مشہور نمونہ میں بیٹھنے کے پیرس کھولا تھا۔ پیرس میں بہت بڑے کرنسی نوٹ تھے اور ان کی تعداد اتنی تھی کہ میری آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔ ان نوٹوں سے تیرے کام لینے جاسکتے تھے۔ شاید دکان میں انہوں نے جو خریداری کی تھی اس سے اسے چھوٹے نوٹوں کی وابستگی تھی۔ جو کچھ پیرس میں کچھ چھوٹے نوٹ بھی موجود تھے۔ وہ نوٹ نکال کر میں نے نوٹ کی گوری جیب میں کھینچ لی۔ نوٹوں کی لکڑی نکالی کہ دوسری جیب میں رکھی اور پیرس میں وہی نوٹوں کو پھینک دیا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔ البتہ وہاں سے چلنے سے پہلے میں نے وہاں سے دوسری پیرس اور پیرس ٹیلیفون بوتھ کے بیٹھنے سے اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کر دیئے تھے۔ پیرس کو بھی میں نے صاف کیے بغیر نہیں بھینکا تھا۔ اس کے بعد میں اطمینان سے چلتا ہوا گویا کے پاس آ گیا۔

”آخر کس کو فون کیا تھا تم نے؟“

”میں کیا تھا کسی کو۔ اب یہاں سے آگے بڑھو۔“ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ پٹے ہوئے کہا اور گویا میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آ کر رکا۔ گویا نے مختصر انداز میں ہاتھ پٹے کچھ لکھی بولا نہیں تھا۔ یہی میں بیٹھ کر میں نے اسے گولڈن پارک چلنے کے لیے کہا۔ گولڈن پارک درمیانے درمیانے کے پڑھوں اور نائٹ کلبوں کا علاقہ تھا۔ جہاں اعلیٰ پائے پر جو اچھا کرتا تھا لیکن شریف لوگ اس علاقے کا رخ نہیں کرتے تھے۔ یہ علاقہ صرف پھول اور شگفتوں کے لیے مخصوص تھا۔ گولڈن پارک کا نام سنا کر گویا نے میری طرف دیکھا اور پھر خشک ہونے پر زبان پھیر کر ہم گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی نے میں گولڈن پارک کے علاقے میں

چھوڑ دیا۔ یہ علاقہ بہت ہی عظیم الشان تھا اور یہاں چاروں طرف بڑے چوٹی سے پھول اور نائٹ کلب بکھیرے ہوئے تھے۔ خاصی رات تھی لیکن ایک بھی اچھی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ بس فضول قرعے لوگ اور میری بھانجی کی یہاں بہتات تھی۔ ہم ان سب سے لاپرواہ آگے بڑھتے رہے۔ ہاتھ پٹے کے بعد گویا نے مجھ سے پوچھا۔

”یہاں آگے کا مقصد نہیں ہو گیا؟“

”جو اچھیلیں گے۔“

”ہوں میرے عزیز۔ جو آرکٹ یا والی بال کی طرح نہیں کھیلتا اس کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔“

”آؤ یا۔ تم سوالات بہت کرتے ہو۔“ میں نے گویا کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا اور گویا نے شاندار ہلا کر کہا۔

”تم سبھی سبھی میں آئے ہو۔ آؤ گے۔ چلو کھیلو، کھیلو دیکھنا۔“

”کیسے کھیلتے ہو؟“ میں خاموشی سے آگے بڑھتا ہوا اور پھر میں نے ایک نام کلب کے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ گویا نے اب میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

بڑے بھائی بڑے بھائی۔ کیوں مروانے لے جا رہے ہو۔ باگلوں کی رہائش گاہ ہے۔ دووانے لوگ رہتے ہیں یہاں۔ ہم جیسے لوگوں کا کانا نہیں ہے یہاں میرے بھائی۔“

”آجائے۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور گویا نے سہمی سے شاندار ہلا کر کہا۔ کلب کے کاؤنٹر پہنچ کر میں نے نوٹوں کی گڈی نکالی اور گویا کو بڑے کرتے بجا۔ اس کی آنکھیں میں طرح طرح کی تھیں اور وہ دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر میری طرح ڈال رہا تھا۔ میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر سہارا دیا۔ کاؤنٹر کے لیے میرے نوٹوں کے اسٹیکرز چھانے دیئے تھے۔ اسٹیکرز لینے کے بعد میں نے گویا کو کارگریبان پکڑا اور اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھانا ہوا ہوا۔

”حمایت کی حرکتیں مت کرو گویا۔ سونو۔ اس میں سے آدھے اسٹیکرز تم لوہے میں۔ اسی لیے دو بیگ لے لینے جیب میں نہیں لگو تھا تھا کھیلنے کا اشارہ کروں تو لینے میں چون پڑھنے لگتا۔ بنا کا ڈھانک کر مت دیکھنا۔ جو کچھ میرا لگتا ہے وہاں جیب تک نہ ہار سے مقابل شوز ڈالو۔ اور جیب میرا لگتا تھا۔ ہوا نہ ہو تو تم دو جیبوں میں لگانے کے بعد کارڈ چیک ڈیکر لگنا۔ پھر لو اس پورے گیم کے دوران میرے انگوٹھے پر تھامی لگا دو۔ ہے لیکن اس طرح کہ دوسرے لوگ تمہاری نگاہوں کے مرکز کو نہ پہچان سکیں۔“

”اس سے فائدہ؟“

”اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ تمہاری جیبیں نوٹوں سے بھری ہوں گی۔“

”کیا کیا واقعی۔؟“

”اب فضول باتوں سے گریز کرو۔ آؤ اندر چلیں۔ میں نے کہا اور اسے کر بال میں کھینچ گیا۔ بال میں لنگھوں کا ڈھب ہے ہونے لگے۔ یہ شریف قسم کے لباسوں میں ضرور طوبوں تھے لیکن ان کے چہروں پر شرافت کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ایسے لوگوں کے درمیان کھیلنا بھی خاصا خطرناک ہوتا تھا لیکن کوئلن پارک کے ناش کھیلوں میں ایک قانون ضرور رائج تھا۔ وہ یہ کہ یہاں کبھی ہار نہیں ہوتی تھی۔ یہ لوگ سختی سے علاقے میں امن و امان کو برقرار رکھتے تھے تاکہ لوہوں کو یہاں کے معاملات میں کوئی دشواری نہ ہو اور یہی ان کی روزی کا ذریعہ تھا۔ ایک سے ایک خطرناک آدمی آؤ آتا تھا لیکن اسے یہاں لڑنے جھگڑنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ گولیوں کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آتے تھے لیکن بہر حال میرے کہنے کی وجہ سے وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر ایک لمبی چوڑی میز کے سامنے ہم لوگ رک گئے۔ میز پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سمرق سبز اور سفید اسٹیلرز کی بہت سی دوڑیں لگی ہوئی تھیں۔ کارڈ کا کھیل چور با تھا اور میں آج طویل عرصے کے بعد اس کھیل کو دوبارہ کھیلنا چاہتا تھا۔ ہم فوراً اسٹیشن مل گئیں۔ ہم نے اسی کھیلوں کا انتخاب کیا تھا جہاں بڑے قسم کا کھیل چور با تھا۔ گولیوں بظاہر پھر سے یہ تعلق نظر آ رہا تھا۔ دیکھیں گے لوگوں نے ہمیں ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ہم لوگوں نے اس بات کا خیال رکھا تھا۔ چند جماعت کے بعد ہم لوگ بھی کھیل میں شریک ہو گئے۔ میں نے پہلے ایک دو ہفتہ بہت معمولی انداز میں کھیلے اور کوشش یہی کی کہ کسی طرح کارڈ میرے ہاتھ آجائیں جو تھے ہاتھ پر کارڈ میرے ہاتھ میں آگئے اور مجھے انہیں ڈھل کرنے کا موقع مل گیا۔ باب یہ موقع تھا کہ میں گولیوں کو ہاتھ کر دوں گا۔ کارڈ تقسیم کرنے کے بعد میں نے اس طرح کارڈ اٹھا لے کر میرا گھوٹا خود بخود کھڑا ہو گیا۔ کھیل شروع ہو گیا۔ میرے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی ہر نگاہ رکھ رہے تھے۔ لیکن ہم نے ایک موقع بھی ایسا نہیں دیا۔ کسی کوشش کے بعد گولیوں پر میرے ہاتھ سے اٹھنے کو بھی کوئی طرح دیکھ چکا تھا۔ میں نے اپنے کارڈ اٹھا لے اور انہیں دیکھنے کے بعد وہاں رکھا اور ڈھل چائیں شروع کر دیں۔ میں جانتا تھا کہ کوئلن کون اس میں پھنسنے والا ہے۔ چھ آدمیوں میں سے چار آدمیوں کو پھنسا تھا اور ان چار آدمیوں کو وہیں سے ناک لیا تھا۔ ان کے آگے اسٹیلرز کے سب سے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں ایسے کارڈز دینے لگے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو پھر انہیں پھینکنے کو دل نہ چاہے۔ چنانچہ گیم جاری رہا۔ گولیوں نے اپنے کارڈ نہیں اٹھا لے تھے۔ کافی دیر تک وہ زمین لگاتار باسا لگے سامنے رکھے اسٹیلرز کی ڈھیری میں کمی ہوتی گئی۔ دو سے لوگ اب اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ کارڈ چورنگ میں نے تقسیم کیے تھے اس لیے کسی کو یہ شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ

گولیوں نے کسی قسم کی چال چلی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں چالوں نکالہ رکھنے والے لوگ بھی موجود تھے۔ یہ کہہ کر شریف قسم کے شارب جوہر قسم کی شارنگ کے بارے میں معلومات رکھتے تھے اور ہر میز پر کوئی گولی چور ہو رہی ہوتی تھی تو وہ اسے درست کر لیا کرتے تھے۔ میرے ہاتھ کا مال بھی ان کی مجھ سے بہت دور کی بات تھی۔ گولیوں نے کافی دیر تک بڑے بڑے اسٹیلرز کے ڈھیر آگے کر کے لگے کہ چور سے اپنے پتے اٹھا لے۔ یہ ضروری تھا۔ اس نے بہت ہی احتیاط سے اپنے دیکھے۔ انہیں دکھا اور چالیں ڈھل کر دیں۔ دو آدمی کارڈ پھینک گئے۔ دو آدمی رہ گئے تھے۔ میں تو پہلی لینے پتے پھینک چکا تھا اور میرے ساتھ ایک اور شخص بھی۔ وہ دو ڈولن آدمی کا کافی دیر گولیوں کے ساتھ کرتے رہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے اپنے کارڈ پھینک کر اس کے کارڈ پھینکنے پر آمادگی سے شوٹا مانگ لیا اور گولیوں کے کارڈ اس کے سامنے ڈال دیئے۔ دوسرے لگے چاروں طرف سے ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہو گئیں۔ گولیوں اور کھیلوں کی جین ڈھیری کو مینٹا تھا۔ کی مابیت تقریباً چوبیس ہزار ڈالر تھی۔ وہ جیت تو کیا تھا لیکن اسٹیلرز ڈھیری جیتنے ہوئے اس کے ہاتھوں میں لڑش چور بھی اوفہ ہوئی۔ گولیوں کی کیا بات تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے اسے کھلا اور وہ منہ کھلیا گیا۔ باقی تمام لوگ عجیب سی نگاہوں میں اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں سے لوگوں نے نوٹوں کی کوئیاں جیبوں سے نکالیں اور کھیل کے حوالے کر کے حزیرا اسٹیلرز منگوائے۔ وہ گولیوں کے کھیل کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اس بار ڈولن گولیوں کی تھی۔ اس نے کارڈ تقسیم کیے اور کھیل شروع کر دیا۔ میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا اور اب کسی چال چلانا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو گولیوں پر شبہ نہ ہو۔ اس بار گولیوں نے زیادہ رقم نہیں لگائی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ڈھائی تین ہزار ڈالر ڈاؤن لگا دیئے تھے۔ یہ رقم بھی اچھی خاصی تھی۔ اس کے بعد گولیوں نے اپنے کارڈ پھینک دیئے۔ میں البتہ تمکھینتا رہا۔ خاصی دیر کھیلنے کے بعد میں نے اپنے کارڈ پھینک دیئے۔ اس بار جیتنے والا ان لوگوں میں سے ایک تھا جو پھیلی بار گولیوں سے مار کھینے کے کارڈ اس نے ڈھل کیے تھے۔ میری طرف تھا۔ جب اس نے کارڈ پھینکنے کے بعد سیدھے کر کے انہیں ملا تو میری نگاہیں ان کا رخ کو بوجی دیکھ چکی تھیں اور مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ اس کے پاس کون سے کارڈز تھے اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس بار کارڈ میرے پاس آئے تھے۔ یعنی پچھے خاصے کارڈز جو پرکارم میں اس حد تک کھیل سکتا تھا کہ جیت جاؤں چنانچہ میں نے اس بار ڈاؤن لگانے شروع کر دیے۔ میں نے اپنا گھوٹا نہیں اٹھا یا تھا۔ زیادہ تر کوئی بھی نہیں کھیلتا لیکن ڈھل میرے ہاتھ میں آگئی تھی اور میں تقریباً سات ہزار ڈالر جیتتا تھا۔ چنانچہ اس بار پھر گولیوں کی قسمت کو چلانا تھا۔

دو گریے ہاتھوں پر نگاہ رکھ رہے تھے۔ میں نے بڑے سکون سے کارڈ ڈھل کرنے سے پہلے ان کا کام تو دکھانا ہی تھا۔ مجھے خوشی چوری تھی کہ میری شریفی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اور میں کارڈ کو اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتا تھا۔ چنانچہ دوسری بار گولیوں پر بھی اتنی ہی ترقی تھی جتنی پہلی بار جیت چکا تھا۔ البتہ میں نے محسوس کیا کہ اگر گولیوں کو ایک آدھ ہاتھ رکھ لینے کا موقع دیا گیا تو شاید اس کا بار ڈھل میں ہی ہوجائے۔ وہ اسٹیلرز اس سے بیٹھے نہیں بیٹھے ہمارے تھے اور پھر اسی وقت اس کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

”تم نے آج ایمانی کی ہے۔ اس نے کہا اور گولیوں پر غصوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا۔

”میں نے یہ کیا کیا ہے؟“ اس نے کہا
 ”اوہ کبھی اس وقت کہ تم نے بے ایمانی کی ہے؟“
 بھاری تن و توشن والا شخص کھڑا ہو گیا۔ اسی وقت دعاؤں کی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گئے۔
 ”کیا بات ہے؟“ اس میں سے ایک نے غرغر کر کے کہا۔
 ”متر سے سنبھالو کہتا ہے میں نے بے ایمانی کی ہے؟“
 ”کیوں، تو لوگ کیا کہتے ہو۔؟“
 ”ہماری جیبوں میں کوئی بات نہیں آئی“

”ٹھیک ہے۔“ نے متر سے قریب سے جھٹ جاؤ۔“ نے آنے والوں نے جو خاصی خطرناک شکل و صورت کے ایک تھے اس شخص سے کہا جو گولیوں پر دست برداری کرنے کے لیے تیار تھا اور اس نے اپنا ہاتھ نکال دیا۔ اس کا اٹنا ہاتھ ان میں سے ایک شخص کے منہ پر پڑا اور وہ شخص دو قلابازی کھا کر ایک طرف گر پڑا۔ اس کا مقصد تھا کہ گولیوں کا مقابلہ خاصا خطرناک آدمی سے۔ ہم سب بھی گھبر کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن میں ابھی حال ہی میں تھا۔ اس بار اس نے حوالیہ قامت آدمی نے اپنا رخ گولیوں کی طرف کیا تھا لیکن میں اس طرح اپنی کسی چھوڑ کر کھڑا ہوا تھا کہ میری کسی اس کے پردوں میں آگئی اور کسی کی جگہ سے وہ توانان برقرار رکھ کر کھانا چینی دوڑھے منہ پر گر گیا۔ گولیوں اس دوران تمام اسٹیلرز جیبوں میں چھڑ چکا تھا۔ وہ بھی جبری تھے جیسے ہٹ گیا۔ گرے والا ایک دم منہ اٹھا اور اچھل کر بڑھ گیا۔ اس نے اپنا ایک پاؤں کھمایا اور گولیوں کی طرف الٹ کر بھیجے جاگا۔ لیکن اس دوران وہاں چلاباچ آدمی پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اس شخص کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے جیب سے لہسا چاقو نکال لیا۔ چاروں طرف ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ کلب کے منتظرین نے ایسے ہنگاموں کے لیے معقول بندوبست کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس بندہ فٹڈ سے بیک وقت ہاتھوں میں اسٹیلرز لیے نکل آئے۔ دفعتاً اس نے گولیوں کی طرف چاقو پھینک کر مارا۔ اور

گولیوں ایک دم نیچے بیٹھ گیا۔ چاقو ایک غنڈے کے سینے میں پھرت ہو گیا تھا۔ اس کا رخ اس میں بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں نے اسٹیلرز سے اس طویل قامت شخص پر حملہ کر دیا۔ یعنی لٹنے لگے، کرسیاں گر کر گڑھ بن گئیں۔ لوگ انفری میں دوڑ پڑے تھے۔ میں نے گولیوں کو بانو پکڑا اور دوڑنا ہو اگا ڈانٹر پر آ گیا۔ کارڈز کھل کر بھی اس ہنگامے کو دیکھ رہا تھا۔ بہر طور ہم نے اسٹیلرز اس کے سامنے رکھ دیئے۔

وہ اپنے فرض سے غافل نہیں تھا۔ دوسرے کارڈز سے بھی اسٹیلرز کیش کر کے چارے تھے۔ جن لوگوں کے پاس اسٹیلرز تھے وہ انہیں کیش کر رہے تھے۔ کارڈز کھل کر نے ہمارے اسٹیلرز ان کے کہیں نوٹوں کی کوئیاں تھا۔ اس گولیوں کے جس ایک بار پھر جواب دینے لگے تھے۔ لیکن میں نے ان میں سے کچھ کوئیاں لے کر جیبوں میں ٹھونس دیں اور کچھ گولیوں کی جیبوں میں ٹھونس دیں۔ پھر میں اس کا بازو پکڑ کر ناٹ کلب کے باہر بھیجے کی جانب چل پڑا۔ ابھی ہم نے دو دروازے سے باہر قدم رکھا تھا کہ دفعتاً باہر سے ہم نے آٹھ دس آدمیوں کو اندر آتے دیکھا۔ سب سے خوفناک قسم کے آدمی تھے۔ ان میں سے ایک نے غزالی ہوئی آوازیں کہا۔
 ”کوئی باہر نہیں جانے گا۔ سب اندر چلو اندر کیا ہو رہا ہے۔
 کس سے جھگڑا ہوا ہے؟“ وہ شاید اس تھا اور غنڈے کے سامنے تھے۔
 بات کچھ بڑھی نظر آ رہی تھی۔ میں نے گولیوں کو اشارہ کیا اور ہم سب کسی شکل بنا کر اندر چل پڑے۔

”جیسا آپ نے کہا ہے سردیسا ہی ہوگا۔“ میں نے کہا غنڈوں میں سے ایک نے گولیوں کو دھکا دیا اور گولیوں گرتے گرتے بچا۔
 ”ہم آپ کی بات مان رہے ہیں جناب۔ آپ دھکا کیوں دے رہے ہیں؟“ میں نے نہایت ادب سے کہا۔ وہ سب غراتے ہوئے اندر گھس آئے اور پھر وہ کرسیاں اٹھا کر کلب کے فنڈز پر چل پڑے۔ جھنوں نے ان کے سامنے چھلکا ہوا تھا۔ ایک بار پھر میں نے لپٹ کر گولیوں کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ دفعتاً عقب سے آواز آئی۔
 ”لینا۔ پکڑنا۔ وہ دو نوٹوں ہنگامے میں ہے۔ پکڑو پکڑو اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم تیزی سے دوڑ پڑیں چنانچہ ہم جبری رقم رسانی سے دوڑ پڑے۔ ہمارے کچھ لوگ آ رہے تھے۔ یہ بیٹھنا اسی تھا اور غنڈے کے سامنے تھے اور اس نے ہماری طرف متوجہ کر دیا تھا۔ اب ہم جان تو ڈر کھاتا تھا لیکن لڑنے بھرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی موقع نہیں تھا۔ گولیوں دو میں کاروں کی آڈا لیتا ہوا ایک سمت میں نکل گیا لیکن میں اس کا تقاب نہیں کر سکتا تھا۔ دفعتاً میں نے ایک کادی جیت کر پکڑے ہوئے پکڑا لے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے غنڈوں نے اپنی اپنی اسٹیلرز پھینک کر کھجے مارے۔ کئی اسٹیلرز میرے

دائیں بائیں سے نکل گئی تھیں۔ دوسرے لمحے میں دوسری طرف کود گیا۔ پھر دوسری پارچہ چھا اور نیچے چھلانگ کھادی۔ کیونکہ یہاں راستہ نہیں تھا۔ کابریں اس طرح بھر پھیر کر کھڑی کر دی گئی تھیں کہ ان کے درمیان سے نکلنے کی جگہ نکل گیا۔ انہیں ری بھی تھی پانچواں اب ان کی جھٹوں پر کوٹنے ہوئے تھیں کیا پڑا ہوا تھا۔ وہ لوگ دہرا بڑا پیر پھیرا کرتے تھے۔ میں نے سمت کا اندازہ لیکھنے کے لئے ہڑتوں کو روک دیا۔ گوگور سے لے کر ان کی بیکاری بات تھی۔ یہاں تو اپنی زندگی خطرے میں پڑی تھی۔ میں اندھا دھند دوڑتا رہا اور کافی دیر نکل آیا۔ یہاں اب کاروں کی بارکنگ لاسٹ ختم ہو گئی تھی لیکن وہ بدستور چلتے چلائے میرے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ دفعتاً حضور نے فاصلے پر میں نے پولیس کی سیٹیوں کی آواز سنی۔ غالباً یہاں سے ہنگامے کی اطلاع پولیس کو ہوئی تھی اور اب پولیس اس طرف دوڑ رہی تھی۔ پولیس کی ٹنگا ہوں سے بھی بچنا تھا پانچواں میں تیزی سے ایک سمت چل پڑا اور پھر وہاں سے آہستہ آہستہ قدم بڑھا تا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ نشان ہو گیا۔ بہت سے لوگ صورت حال معلوم کرنے کے لیے کھنگھرتے تھے۔ پولیس والے ہمارے سامنے سے گزر کر اس طرف پہنچے تھے جس طرف کلب تھا۔ جو ہمیں وہیری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے پھر سے قدم بڑھا دیے اور پھر وہاں سے کافی دیر نکل آیا۔ بد قسمتی سے کوئی ٹیکسی وغیرہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ اس وقت ٹیکسی کی سخت ضرورت تھی تاکہ اس علاقے سے دور نکل جایا جائے۔

میں خود تو جان بچا کہ یہاں تک پہنچ گیا تھا لیکن گوگور کا خدایا حافظ تھا۔ اگر وہ غمخیزے دوڑتے ہوئے اس طرف نکلے تو ہوں گے تو انہوں نے گوگور کی جھٹی ہی بنادی ہوگی۔ لیکن صورت حال ایسی تھی کہ میں کچھ کر سکتا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کلا نہیں تھا کہ میں واپس فلیٹ کی طرف چل پڑوں یا کسی اور طریقے سے گوگور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں لیکن ایسا طریقہ پانچویں کا تو فیہر کیا سوچے گی۔ اسی پریشانی میں پیدل آگے بڑھنا چلا جا رہا تھا کہ دفعتاً عقیب سے کسی کا کی کی روشنیاں چھ پر پڑیں۔ میں جلدی سے ایک سمت سمت گیا تھا۔ کارا اچھی خاصی رنڈا سے آ رہی تھی اور پھر اس کے بیک بھی خاصی تیز آواز میں چرچا رہے تھے۔

میں ایک دم اچھل پڑا۔ میں نے دل میں سوچا کہ مارے گئے۔ کلاریوس ہو کر میری ہی طرف آ رہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تاکہ اپنے لیے ماہ فراغتیا کر سکن لیکن بد قسمتی سے میں جس فٹ پا تھو پھیل رہا تھا، اس کے دوسری طرف بندھ کر ان کے قطاریں تھیں امدان کھے دو میاں کہیں چھینے کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔

دفعتاً اسٹرنگ سے گوگور کی آواز سنا دی۔ بڑے بھائی جلدی کو

ہری اپ بھر تھی۔ گوگور کی آواز سن کر میں جھرت سے اٹھ تھا۔ اس کے بعد میں برقی رنڈا سے دوڑتا ہوا اس کے نزدیک گوگور سے اس دوران کار کا دروازہ کھول دیا تھا۔ میں اس میں داخل ہو گیا۔ گوگور نے کار گریز میں ڈالی ہوئی تھی اور اس کا کھی تھا جو کمرے سے بیٹھے ہی اس نے دروازے سے کھچے چھوڑ دیا اور وہ چھلانگ لگا کر آگے بڑھ گیا۔ میرا سر دوسرے ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا۔ "لے لے عقل سے کام کر۔ وقت آ رہی ہے۔ کسٹنٹ کیا ہے؟"

"بڑے بھائی جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جانا ضرور چو کہ کار کا ٹانگ مجھے کار میں بیٹھے دیکھ چکا ہے۔ اور جس جگہ سے یہ کار چرائی ہے، وہاں کاروں کی اتنی بڑی قطار موجود تھی کہ اگر وہاں سے دوچار بھی ہمارے پیچھے چل پڑیں تو ہمارا نکلنا دشوار ہو جائے۔" "عقل سے جو کام کیا خطرے سے بھر پور کیا۔" "بڑے بھائی ہونے لگا اور گردن کھٹا کر عقب مٹھی سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ "گازیاں آ رہی تھیں لیکن کوئی گاڑی اس طرح جلد بانٹ رہی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ جس سے میں نے اندازہ ہوتا رہا تھا۔ اتنا تیز چل جا رہا ہے۔"

"کارتم نے کہاں سے چرائی تھی؟" "میں نے گوگور سے پوچھا۔ "یاد رکھو۔ لائٹ کی کار یہ تھی اور اس کا ٹانگ بے چارہ جھلا تا رہا تھا۔ وہ غالباً چارچھ کاروں کے پیچھے تھا کہ میں نے چالاک کے ہاتھ سے ایک لی اور پھر ہی اس کی بیکارڈ میں آ بیٹھا۔" "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ بیکارڈ ہی کی ہے؟" "اس نے اسی طرح اس کی طرف رخ کیا تھا کہ مجھے اندازہ ہو کہ وہ اس گاڑی کی طرف آ رہا ہے۔" "بڑا ریسک لیا تم نے۔ اگر وہ چالی اس گاڑی کی نہ ہوتی تو پھر کیا کرتے؟"

"مزافت سے چالی لے لو اور پھر کوڑتا اور کپتا کہ مجھ سے نکلے ہوئی ہے۔ گوگور نے جواب دیا اور میں منہں پڑا۔ کار کا فی تیزی سے جا رہی تھی۔ پھر ایک بھری پڑی سڑک پر پہنچے کہ بعد میں اس سے کہا۔

"اب بہتر ہے کہ کار کا کچھ چھوڑ دو۔ ویسے کیا تمہاری جیبوں میں نوٹ محفوظ ہیں؟" "جان دوسے دیتا۔ نوٹ نہ چھانے دیتا۔ گوگور نے کہا اور ایک بار پھر بھری ہنسی ہوئی۔

ہم نے کار ایک فٹ یا تھ کے کنارے کھڑی کر دی اور چالی گنتی میں لگی چھوڑ کر نیچے اتر گئے۔ یہاں سے بائیں سمت گھومنے کے بعد میں

بہت بڑی فتنہ ملاقا بنا۔ یہاں میں ٹیکسیاں ملنے میں کوئی دشواری نہ تھی۔ میرے ہاتھوں میں اسے اور تھوڑی دیر کے بعد بیٹھے فری کے فلیٹ کی جانب جا رہے تھے۔ حالانکہ کار کا گزرنے کی تھی فری کے ہاتھ انتظار میں جاگ رہی۔ دروازے پر دستک سن کر اس نے فوراً دروازہ کھول دیا اور پلاندہ ماٹھ گئے۔

"اسے فری، تم سوئیں نہیں؟ گوگور بولا۔ "نہیں۔ میں تم لوگوں کا انتظار کر رہی تھی۔ بہت دیر سے وہاں گئے۔" "ماں، ماشرواز دولت جمع کر رہے تھے۔ گوگور نے کہا اور فری رتی ہوئی اندر آ گئی۔ بھوڑی دیر کے بعد ہم ڈرائیونگ روم میں بیٹھے تھے۔

"کچھ سوچو گے تم لوگ؟" "نہیں ڈیر۔ اب کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔ ذرا دیکھو۔ یہاں جہاں میں گیا ہے، گوگور نے کہا اور نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میرے پڑھنے کے لئے لگا دیں۔ فری کی سرنگھیں جھرت سے پھیل گئی تھیں۔ "اسے کیا تم لوگوں نے کوئی بینک گونا ہے؟" اس نے تیز انداز میں کہا۔

"نہیں، بینکر کو ٹوٹا ہے۔" گوگور نے جواب دیا اور پھر فری نے دیکھ کر جھرت سے بولا۔ "ہاں ماشرواز، یہ بات تو میں تم سے پوچھنا ہی بھول گیا۔ یہ سب لیا ہوا تھا، نوٹ خود بخود ہاں طرف کیسے چلے آئے؟" "میں تمہارے سامنے نوٹوں کے انبار لگا سکتا ہوں گوگور ایسی ہی بات نہیں ہے۔"

"ماشرواز، تم دونوں کے کسی کام میں رکھتے بھی ہو؟" اس نے پوچھا۔ "نہیں گوگور۔ میرا ماضی ایسا ہی رہا ہے۔ میں واقعی ایک شخصوں کے ساتھ تو لوگوں کے ہاتھوں کھٹتا رہا لیکن اس کے بعد لوگ میرے ہاتھوں میں ملنا شروع ہو گئے، اور پھر پھر کوئی چیز میری دسترس سے باہر نہیں رہی، لیکن اس کے بعد میری زندگی میں ایک بد قسمت انقلاب آیا۔ اس انقلاب سے مجھے پھر سچائی کے راستے کی جانب موڑ دیا۔ یہی تو اس کا ہی کرب غم کی آخری منزل تک سچائی کی راہ پر چلتا ہوں لیکن مجھے میری محبوب ہی نہیں لگی تھی۔ کچھ لوگوں نے خواہ مخواہ میری کوششوں میں مداخلت چاہنے کی کوشش کی، اور اب انہیں اس کا نتیجہ دیکھنا پڑا۔ فری آواز خرس خرس میں تبدیل ہو گئی تھی۔ گوگور پریشانی انداز میں لوگوں سے ملنے لگا۔ گوگور بولا۔

"بلاشبہ بہت بڑی چیز ہو۔ کاش۔ کاش میں بھر پور طور پر تمہارا ماتھو سے ملتا۔ میں تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ ماشرواز مجھے

تمہاری شخصیت سے کچھ عقیدت ہی ہو گئی ہے۔" "گوگور، اگر تم تمہا ہوتے، فری تمہارے ساتھ نہ ہوتی تو میں مزید تمہیں اس کا موقع دیتا اور تیرے ایک ساتھی کی حیثیت سے تمہارا ساتھ کھال کر کے مجھے بے پناہ مسرت ہوتی لیکن میرے دوست زندگی میں صرف ایک بار کبھی کہیں سے سچی محبت ملی جائے تو وہ انسان کے دینے والی قسمی تھی ہوتی ہے۔ میری مدد سے کوئی بھی فری کو تم سے چھین نہ سکے۔ اور فری دعا ہے کہ تم دونوں زندگی کا ساتھ ہنسی خوشی آخری دم تک بھٹا دو۔"

فری ہنسون لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ پھر گوگور نے کہا۔ "لیکن ماشرواز، کیا کریں گے، اچھا، یہ تہاؤ وہ گڈی جس سے تم نے مشکر زخیر سے تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"

میں نے کہا، گوگور، دولت میرے ہاتھوں کی گرد ہے۔ اس کا حصول میرے لیے مشکل نہیں ہے۔ شاید تم اس بات کا یقین نہ کر دو کہ سوئیز لینڈ کے بینکوں میں میرے کروڑوں ڈالر کی رقمیں بڑے بڑے بینکوں کے اکاؤنٹ ایک طویل عرصہ رہنے کے بعد بند ہو جائے گا اور وہ دولت ان بینکوں کی ملکیت بن جائے گی، لیکن وہ دولت جن ذرائع سے حاصل کی گئی تھی، وہ ذرائع مجھے باندھتے تھے۔ میں انہیں بھول جانا چاہتا تھا لیکن۔ لیکن تقدیر نے ایک بار پھر مجھے ابھی راستوں پر لاکھڑا کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے ماشرواز، لیکن اس کے باوجود میں تمہارا ساتھ دینے کا خواہشمند ہوں۔"

"نہیں گوگور، اگر دوستی کی بات کرتے ہو تو لینے والے پر قائم رہو۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ فری کے ساتھ تمہاں سے نکل جائے اور ساری زندگی اسے ساتھ رکھو گے۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں ماشرواز، لیکن اس کے ساتھ کیا ہے لیکن میرے حالات؟" "کیا مطلب ہے تمہارا۔؟ کیا یہ رقم تمہارے امریکہ سے نکلنے کے لیے کافی ہے۔؟"

"یہ ہے۔ رقم۔ میرا اس سے کیا واسطہ؟" گوگور نے کہا۔ "تمہارا واقعی اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لاؤ۔ نوٹ ادھر واپس کر دو۔" میں نے گوگور سے کہا اور گوگور نے جلدی سے نوٹوں کی گڈیاں میری جانب کھسکا دیں۔ اس نے اپنی جیب سے وہ آخری گڈی بھی نکال دی جو شاید اس کی جیب میں پڑی رہی تھی۔ میں نے تمام گڈیاں سمیٹیں اور پھر انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ فری اپنی جگہ بیٹھی سمجھتا ہوا انداز میں ان گڈیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اتنی ساری دولت شاید اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تب میں نے فری سے کہا۔

ایک ہلکے پیر سے سامنے اتر کر دیکھ کر میری بہن کو تھماری زندگی میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور اگر گوریور سے کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے تو مجھ سے کرنا پڑے تو مجھ سے ہمارے دوستوں میں شامل نہیں رہوں گا بلکہ میری تھماری دشمنی کا آغاز ہو جائے گا۔

”اسے نہیں بھائی، بھلا گوریور اتنا مطمئن کہاں ہے کہ کسی کی دشمنی مول لے۔ تم بالکل بے فکر ہو۔ فری اب میرے لیے بھی بہت بڑی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ میں نے اپنے دل سے اسے قبول کر لیا ہے۔“

”تو پھر گوریور کل سے نہیں بھی کام کرنا ہے جس قدر تمہیں ہو سکے ہاں سے نکل جاؤ۔ میری تھماری اور فری کی زندگی کا چاہتا ہوں اور اس کے بعد میں سکون سے اپنا کام کر سکوں گا۔“

”لیکن میرا دل تمہارے لیے پیچھا رہے گا۔“

”فری، زندگی نے کبھی موقع دیا تو تمہارے پاس بائیں ضرور پہنچوں گا۔ میں سردار سے کے نام نہیں ایک خط دے دوں گا۔ سردار سے تمہیں ہر طرح کی ہولیتیں بہم پہنچا دے گا۔ جو تو تم سے سارے کام باسانی کرے گا۔“

”اب میں اتنا لگتا اور حقیقت بھی نہیں ہوں کہ یہ جیسا سا کام بھی نہ کر سکوں۔ میں نے اسی میک اپ میں اپنا اپنا پاسپورٹ بنوا دیا۔ اس کے لیے ایجنٹوں کو کچھ رقم دینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہاں سارے کام ہو جائے ہیں۔ کون سا کام مشکل ہے میرا خیال ہے اس میں زیادہ وقت بھی نہیں گئے گا۔“

”بس تو تم اپنا اور فری کا پاسپورٹ بنوا اور اس کے بعد یہاں سے بالینڈ منتقل ہو جاؤ۔ یہ کام تم جتنی جلدی کرو گے گھبرائی خوشی ہوگی۔“ میں نے کہا۔

”لیکن مسٹر فوان آپ مسٹر میک کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟“

”ہاں، پچھلے میری یہی خیال تھا فری، لیکن اب میں نے اپنا خیال بدل دیا ہے۔“

”کیا مطلب ہے؟“ فری نے پوچھا۔

”مسٹر میک سے ملاقات ضرور کروں گا۔ ان سے فائدہ ضرور اٹھاؤں گا لیکن تمہارا سہارا لے کر نہیں، بھائی بہنوں کے سہارے نہیں لیا کرتے۔ میں تمہیں کسی ایجنٹ میں نہیں ڈال سکتا۔“

”اسے تمہیں نہیں، میں تمہارا کام کرنے کے لیے ہر الجھن مول لینے کو تیار ہوں۔“ فری بولی۔

”تھک ہے، مگر میں کو تیار نہیں ہوں۔ میں نے فکرتوں پر کیا۔“

کافی دیر تک ہم لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے رہے۔ ان باتوں میں ایک دوسرے کے لیے غلطی تھا، کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ گوریور نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کل ہی اس ہم پر پڑے گا اور اپنا کام کر کے ہی واپس لوٹے گا۔

”فری۔ میں نے تمہیں یہی بہن کہا تھا۔ اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ بھائی بہنوں سے کچھ لیتے نہیں، انہیں دیتے ہیں۔ ہر چیز کو میری جائزگانی نہیں ہے بلکہ میں نے جو سے میں حاصل کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود میری بہن اس وقت میرے پاس بیٹھی ہے۔ یہ میری تھماری نذر کرتا ہوں۔ میں نے کہا۔

”مم۔ میری۔“ فری کا منہ پھلکا ہوا تھا۔ اسے کھلے کاکھلا رہ گیا۔

”ہاں۔ یہی کچھ نہیں بلکہ میں کچھ اور بھی تمہیں دوں گا۔ کافی خیال انہیں میری طرف سے ایک حیرت سا حقد سمجھ کر قبول کرو۔“

”لیکن۔۔۔ میں ہم یہ سب۔۔۔ یہ سب تو بہت زیادہ ہے۔“

”نہیں فری۔ ایک بھائی کی محبت کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ میں یہ تمہیں دیتا ہوں۔ اور گوریور۔ مسٹر گوریور آپ کل سے اپنا ایک کام شروع کر دیں گے۔“

”وہ کیا؟“ گوریور نے ہماری لہجے میں پوچھا۔

”اپنا اپنا پاسپورٹ کسی میک آپ میں بنواؤ۔ فری کو ساتھ لو۔ اور یہاں سے بالینڈ چلے جاؤ۔“

”بالینڈ میں کیوں؟“ گوریور نے سوال کیا۔

”اس لیے کہ میں بالینڈ میں تمہیں اسی طرح مدد سے ملتا ہوں جس طرح کہ یہاں۔“

”وہ کیسے۔۔۔؟ آخر وہ کیسے۔۔۔؟“ گوریور نے بے چین ہو کر پوچھا۔

”بالینڈ میں میرا ایک دوست ہے۔ میرا نام ہے اس کا، ٹوٹے لیڈ نامی فرم کا مالک ہے۔ تمہیں اس کے پاس جانا ہوگا۔ وہاں پہنچنے کے بعد ہر طرح محفوظ ہو جاؤ گے اور سردار تھماری اسی طرح مدد کرے گا جس طرح میں کر سکتا ہوں۔ وہ تمہیں ایک اچھی زندگی گزارنے کے بہترین مواقع مہیا کرے گا۔ بہت ذہین آدمی ہے اور اس مسئلے میں یوں کچھ لو کر میرا جانتا ہے۔“

”اوہ، لیکن لیکن۔۔۔“

”کیا تم امریکہ چھوڑنا نہیں چاہتے؟“

”لغت ہے، بھلا امریکہ میں میرے لیے کیا رکھا ہے۔۔۔“

لیکن میرے دوست۔۔۔ تمہیں میری وجہ سے بہت کچھ کرنا پڑے گا۔

”ان باتوں کو بھول جاؤ۔ یوں مجھ لو میں نے تمہیں کچھ نہیں دیا۔ فری میری بہن ہے۔ میں نے اپنی بہن نہیں سوچ دی ہے۔ اور گوریور ایک بات کو ذہن نشین رکھنا، میں بہت بڑا انسان نہیں ہوں۔ لیکن حالات نے مجھے آسنا بڑا بنا دیا ہے کہ تم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہیں دوست کہا ہے۔ اگر دوستی بھانٹ سکتے ہو تو

چنانچہ دوسرے دن میں فلیٹ پر بڑا ایڈنٹا رہا میرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا۔ درحقیقت کام کرنے کو دل تو چاہتا تھا لیکن یہ نہیں کول بدل کر ایک انٹھسٹی طاری تھی۔ ذہنی حقد جو جب دل میں آتا تو آنکھیں خون کے آنسوؤں سے نکلتی۔

میں مجبور ہو کر یہی کہہ سوا اور کیا تھا میرے پاس۔ اس مسئلے میں کوئی قدم نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔ مگر میں شہر خرابی کے تمام سرمنڈے جنوں کو قتل کرنے کا بیڑا اٹھا دیتا تھا۔ یہاں میں تباہی چا سکتا تھا۔ لیکن اس سے فائدہ کم از کم کوئی کام کاڈی تو ہا نہ گئے۔ لیکن سے مسٹر میک اس مسئلے میں میری رہنمائی کر سکیں۔ بہتر یہ تو تھا کہ کسی صبح کھٹے پر پہنچنے کے بعد ہی اپنے کام کا آغاز کیا جائے۔

فری اپنی ذہنی پر چلنے لگی تھی۔ گوریور بھی موجود نہیں تھا۔ میں دن بھر وہاں رہا اور تمام کو جب وہ دونوں واپس آئے تو میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ گوریور نے میرے ساتھ چلنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ساتھ نہیں لیا۔ اس دن مجھے اپنے مسئلے میں بہت سی کارروائیاں کرنی تھیں۔ میں مڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ وہیے کوشش میں نے یہی تھی کہ پولیس کی نگاہوں سے بچا رہوں۔ میں جانتا تھا کہ امریکن پولیس جدید فیکس ہتھیاروں سے لیس ہوتی ہے۔ اور بلاشبہ ذہن تربی پولیس ہے۔ اس لیے اس کی آنکھوں سے بچتے رہنا ہے ضروری تھا۔

کافی دیر تک میں ادھر ادھر آوارہ گردی کرتا رہا اور پھر ایک نائٹ کلب میں جا بیٹھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں نے وہاں بڑا کھیلا اور یہاں سے بھی میں نے خاصی رقم اکٹھی کی۔ یہ کلب فردا صبح کا تھا اس لیے یہاں مجھے کوئی وقت پیش نہیں آئی میری جیبوں میں بھی خاصی رقم ہو چکی۔ وہاں سے میں ایک میگیسی میں چل کر محل پڑا۔ فصد کوئی نہیں تھا۔ دل یہ چاہ رہا تھا کہ مڑکوں پر نہیں کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جائے جو مجھے میری ذہنی کا نشان بنا دے۔ میری آنکھیں حسرت نیاں سے چاروں طرف جھنک رہی تھیں۔ دل میں بار بار یہ خیالات آ رہے تھے کہ میں نے جیسی کوئی شکل نظر آجائے جس سے تو یہی کی جانب رہنمائی ہو جائے۔ میری یہی کہ کوئی انتہا نہیں تھی اور جب دل کا یہ دھواں بہت زیادہ بڑھ گیا تو میں نے اپنے اس آجڑے دیار کی جانب رخ کیا۔

میں میرا گھر۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ میرے گھر کی نگہانی پوری ہوگی۔ لیکن پولیس نے اسے نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔ حالانکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو اب اس بات کا کوئی سوال نہیں تھا کہ میں اپنے گھر کا رخ کرنا۔ لیکن یہ خیال تھا کہ مسٹر پاؤل جیسا ذہین آدمی اس بات سے غافل رہا ہوگا۔

اپنے گھر کے اطراف میں بوج کر میں نے جائزہ لیا۔ اور مجھے بوجی

اندازہ ہو گیا کہ پولیس میرے گھر کے نزدیک موجود ہے۔ ایک پولیس انسپکٹر دوکانیٹیوں کے ساتھ ایک جگہ راجا مان تھا۔ میں نے ان لوگوں کو بڑی آسانی سے جگہ سے دبا اور اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔

گھر کی حالت سے حد بڑھائی تھی۔ چاروں طرف حسرت دیاں گھری ہوئی تھی۔ اور گھر باسیوں کی دھندلی پٹا نظر آ رہا تھا۔ ہر کونے سے گھڑی زہری کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میرا دل خون کے آنسوؤں سے لگا۔ اور درحقیقت یہاں میں نے ایک گوشے میں چھپ کر کافی آنسو بہائے۔ ذہنی کی یاد اب میری زندگی کا دھواں بنا رہی تھی۔ میں نے وہاں قسم کھائی کہ ذہنی اگر میں مجھے حاصل نہ کر سکا تو میرا انتقال ضرور ہوں گا۔ میں ان لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا جو تیرے لیے حاد تھے کا باعث بنے

کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پورے گھر کا جائزہ لیا لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں نے اس مسئلے میں نہایت احتیاط برقی تھی تاکہ باہر موجود پولیس کو میرے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو سکے لیکن پولیس والے شاید بہت ہی ذہین تھے۔ ویسے میں جانتا تھا کہ پولیس کو بے وقت سمجھنا خود بے وقوفی کی بات ہے۔ میں تا ریک مکان میں پہل قدمی کر رہا تھا کہ دفعتاً مجھے کمر سردار میں محسوس ہوئی اور میں چونک بڑا میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے یہ خیال آیا تھا کہ کہیں یہ پولیس والوں کے علاوہ کوئی آڈیٹور نہیں۔ لیکن ہے وہ خطرناک لوگ جنہوں نے زہی کو اغوا کیا تھا کسی کام سے یہاں آئے ہوں۔

دوسرے لمحے میں ایک گوشے میں ساکت ہو گیا۔ میں نے کئی قدموں کی آوازیں سنی تھیں اور ان آوازوں کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کم از کم تین آدمی تھے۔ لیکن میرا دور اندازہ غلط ثابت ہوا۔

تلاشی میں۔ میں نے ان کے ساہلوں کو دیکھا تھا۔ یہ وہی پولیس انسپکٹر اور اس کے دو ساتھی تھے جو باہر اس مکان کی نگہانی کر رہے تھے۔ غالباً انہیں شبہ ہو گیا تھا کہ مکان کے اندر کوئی موجود ہے۔ میں نے سوچا کہ اس گوشے میں کھڑے رہ کر اپنے آپ کو محفوظ رکھوں اور جب یہ لوگ لاپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل جاؤں۔ لیکن تقدیر کچھ اور ہی کھڑی تھی۔

ان لوگوں نے زہن میں روشن کر لیا اور زہن کی تیز روشنیوں نے ادھر ادھر پکڑنے لگیں اور پھر شاید میں اس طوفان کے شیشے کا باعث بن گیا۔ دوسرے لمحے میں نے ان کیڑوں کو مٹا ہوتے ہوئے دیکھا تھا پھر پولیس کی ٹوک ڈار اور زہری۔

”خبردار۔ جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔ آگے بڑھنے کی کوشش

معدت کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا کیا ہے۔ پولیس ہینڈلر ہاتھوں میں پستول لیے اس ستون کی جانب بڑھ رہا تھا جس کی آڑ میں۔ میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پھر ٹوک ڈار اور زہن کہا۔

”باہر نکل آؤ، لیکن خبردار تمہارے ہاتھ کھٹے ہوئے ہونے چاہئیں

اگر تم نے وہ راجا جنبش کی توہین نہیں ہے دیر بخ گولی مار دوں گا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے پوچھ کر سوجا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھائے جوئے سنوں کی آڑ سے باہر نکل آیا۔ انسپکٹر نے راجا کی روشنی میں میرے سر یا پر نظر ڈالی اور آہستہ آہستہ میرے نزدیک بچ گیا۔

”کہن ہو تم؟“
”وہ۔ وہ۔ میں۔ میں۔ میں۔ میں نے بھلائی ہوئی آواز میں کہا۔ لیجیو میں نے خاصا امریکن رکھا تھا تاکہ اپنے ہیک اپ کے ساتھ نہہر سکوں۔ پولیس انسپکٹر میرے سر سے پاؤں تک جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آڈیوں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں آدمی آگے بڑھے۔ انہوں نے میرے ہاتھ موز کر مکت پر کر دیئے اور پولیس انسپکٹر میری تلاش لینے کے لیے آگے بڑھا گیا۔

جب میں ٹوٹوں کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس پر اسے شبہ ہو سکے۔ وہ بیٹول سامنے کیے ہوئے میرے جسم میں پھینکتا تار بار اور اس نے ٹوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک طرف ڈال دیں۔

”ہاں، یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ تم چور اور چوری کی عرض ہے یہاں داخل ہوئے تھے۔ ہاں تمہاراعلق ان ہی لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اس گھر سے ایک لڑکی کو اغوا کیا ہے۔ اس نے عزت کے لئے میرے لیے میں کہا اور کانسٹیبل سے بولا۔

”اس کے ہاتھ پتہ پتہ کس دو۔“
”ہنیں انسپکٹر۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔“ میں نے بھاری بیچے میں کہا۔

”جس چیز کی ضرورت ہے اس کے بارے میں میں جانتا ہوں تم نہیں۔ چلو۔ جلدی کرو۔“
دونوں کانسٹیبلوں نے میرے بازو چھوڑ دیتے اور میں ہی موقع مجھے درکار تھا۔ جوہنی انہوں نے زبردست ہاتھ چھوڑے میں دفعتاً تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور پھر میرا پاؤں پوری قوت سے انسپکٹر کے بیٹول پر پڑا۔ بیٹول تقریباً چھ سات فٹ اوپر اچھلا اور جب وہ نیچے گرا تو اس ایک بھلا لگا لگا کر اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ انسپکٹر بھونکا اور گام میں سے نکل کر اچھے میں کہا۔

”سنو۔ دوسری طرف منکر کے کھوے ہو جاؤ۔“
”تم۔ تم۔ پولیس کے ساتھ یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔“
”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کرو انسپکٹر، اور نہ اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں ہوگا۔ میں نے کہا اور پولیس انسپکٹر نے منہ دوسری طرف کر لیا۔

”ہاں اب تم نے انسپکٹر کے ہاتھ کس کا بندھ دو۔“
”وہ۔ وہ۔“

”بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ جلدی کرو۔“ میں نے کہا۔ لیکن ان لوگوں کے پاس انسپکٹر کے ہاتھ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ غالباً پولیس انسپکٹر نے مجھے ہاتھ بندھنے کے لیے اس سے جو کہا تھا اس کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ گھر میں کوئی چیز تلاش کر کے مجھے کتے۔ جب میں نے اطراف میں کوئی چیز نہ دیکھی تو ان سے کہا۔

”انسپکٹر کوئی ٹائی ٹھانرا اور اس کے ہاتھ اس میں کس دور۔“
”یہ کام کانسٹیبلوں کے لیے برا مشکل تھا۔ لیکن بیٹول کی جنبش پر انہوں نے یہی سب کچھ کیا۔ انسپکٹر کے ہاتھ اس کی ٹائی سے کس مینے کتے۔ میں نے کوک کر پولیس والوں کو چمک دیا تھا کہ اگر ہاتھ ڈرا بھی ڈھیلے ہوئے تو وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اپنی زندگی کے خوف سے انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا اور پولیس انسپکٹر کے ہاتھ کس کا بندھ دیئے۔“

انسپکٹر جو تھوڑا انداز میں مجھے گھور رہا تھا، لیکن تاریکی کی وجہ سے مجھے اس کی آنکھوں کی چمک نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ میں نے کانسٹیبلوں سے کہا۔

”تم دونوں بھی دیواری طرف رخ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ خیر وار۔ ہاتھ اپنے اوپر رکھو۔“ وہ دونوں دو بار سے چمک کر کھڑے ہو گئے لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی منصور تھا۔ میں نے ان کے قریب پہنچ کر ان کی تلاش لینے کی بجائے بیٹول کے دستے سے ان کے سر پر چوچھن گائیں کانسٹیبلوں کی کڑاں گئیں اور اس کے بعد وہ نیچے اڑھک گئے۔ میں نے ضربیں ایسی ہی چھی لگی لگی تھیں کہ اس کے بعد وہ ہوش میں نہیں رہ سکتے تھے۔ پھر میں انسپکٹر کی طرف مڑا۔

”انسپکٹر، تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔“
”بکواس مت کرو۔ جو کچھ تم کہو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔“
دوسرے لمحے میری ٹھوک انسپکٹر کی بندٹی پر پڑی۔
”میں نہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔ انسپکٹر، کوئی نیکو بلوہ قتل و غارتگری سے مجھے نفرت ہے۔ میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تم اس مکان کی کھڑکیوں کر رہتے تھے۔“

”تم کون ہو یہ سوال کرنے والے؟“ انسپکٹر نے کہا۔
”میں بتاتا ہوں۔“ میں نے کہا اور دوسری ٹھوک اس کی بندٹی پر رسید کر دی۔ انسپکٹر پہلی ٹھوک تو برداشت کر گیا تھا لیکن دوسری ٹھوک وہ برداشت نہیں کر سکا اور بری طرح چھٹنے چلائے۔ نگاہ دوسرے لمحے وہ کراہتا ہوا زمین پر پڑ گیا لیکن دونوں ہاتھ بندھے ہوئے نہ کیے وہ میٹھے تو نہیں سکا البتہ زمین پر اڑھک گیا

میں اس کے قریب پہنچا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھتے ہوئے

بولا۔

”مجھے صرف جواب چاہیے، صرف جواب چاہیے۔“
”میں نہیں کوئی جواب نہیں دوں گا۔“

”میں آخری بار کہہ رہا ہوں تم سے کہ مجھے میری بات کا جواب دو۔“
”میں تم سے یہی کہہ رہا ہوں کہ میں تمہاری بات کا جواب نہیں دوں گا۔“
میں نے اندازہ لگایا کہ انسپکٹر خضدی آدی ہے۔ یوں بھی ان چاروں کو مارنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے یہ میرے بیٹری ڈیوٹی انجام دے رہے ہوں گے۔ اچانک میرے ذہن میں ایک انداز خیال آیا۔

انسپکٹر کا یہ بیٹول اور فالتو ایجنٹیشن میری ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ واقعی مجھے بیٹول کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی جو نیا خیال میرے ذہن میں آیا تھا وہ یہ تھا کہ انسپکٹر کی جسامت میری جسامت سے سطا بقوت رکھتی ہے۔ کیا پولیس کی یہ وردی میرے کام نہیں آ سکتی؟ یقیناً آ سکتی ہے لیکن اس بات کے اظہار کے لیے میں نے پولیس انسپکٹر سے کوئی بات نہیں کہی اور اس کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے لمحے میرا گھونسا انسپکٹر کی کٹھنی پر پڑا۔ اس میں اس نے نہیں سمجھا بلکہ بیٹول کے دستے سے اس کی گھوڑی بھی سہلا دی۔ انسپکٹر کے حلق سے ایک کر بناک چیخ نکلی اور دوسرے لمحے وہ صامت ہو گیا۔

میں نے پھرتی سے اس کا لباس اٹھرایا۔ کارٹوسوں کی بھلیٹ کھل کر پٹے بن کر پرا بندھی اور لباس مکمل طور پر تہہ کر کے اسے پیک کر لیا۔ پھر میں اس لباس کو ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ مکان سے نکل کر میں کافی دور تک پیدل چلتا رہا۔ پولیس انسپکٹر کا یہ لباس میں نے ایک خاص مقصد کے لیے حاصل کیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچنے کے بعد مجھے کسی مل گئی اور میں اس ٹیکسی میں بیٹھ کر مختلف راستوں سے جوتا ہوا اٹا فریسی کے فلیٹ ٹانگ پہنچ گیا۔

وہ دونوں میری درج سے جاگ رہے تھے۔ حالانکہ خاصا وقت گزر چکا تھا۔ میں پہنچا تو انہوں نے میرا رچوٹ استقبال کیا۔
”کہاں گئے تھے تم؟“ گولیور نے سوال کیا۔

”ان سوالات کے جوابات مجھ سے مت مانگا کرو گولیور۔“ میں نے پولیس انسپکٹر کا لباس ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا اور جیبوں سے ٹوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک طرف ڈھیر کر دیں۔

”اوہ اوہ۔ نوٹ تو یوں لگتا ہے جیسے تمہیں سڑکوں پر پڑے مل جاتے ہیں۔“

”تم تمہارے، اس لیے اس بارے میں بار بار سوال کرنا بے خود ہے۔“ میں نے پھیلی کی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”یہ کیا ہے؟“

”میری ضرورت کی ایک چیز۔“ میں نے جواب دیا۔
”اسے اسے یہ بیٹول یہ کارٹوس۔ گولیور نے بھلائے ہوئے بیچے میں کہا۔

”پولیس کا سرورس بیٹول ہے، لیکن اب میری سرورس میں آ گیا ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”تو کیا تم نے کسی پولیس والے کو۔“

”ہنیں، میں بلاوجہ کسی کو قتل نہیں کرتا۔ البتہ یہ حاصل کرنے کے لیے مجھے تھوڑا سا انہیں زخمی کرنا پڑا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔
غیری خوف زدہ لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے ان کے پاس آ بیٹھا۔

”تم لوگ جاگ کیوں رہے ہو؟“
”بس تمہارا انتظار کر رہے تھے۔“
”ٹھیک ہے، کب تک انتظار کرو گے۔ تھوڑے ہی دن کی بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ گولیور تم نے کیا کیا؟“

”مجھے برسوں تک دونوں پاسپورٹ مل جائیں گے اور ہالینڈ کے ٹیکسٹ بھی۔ اس کے لیے میں نے ایک ٹرولر دکھائی ہے بات سے کرتی ہے۔ کسی کو کوئی شہ تو نہیں ہو سکا۔“

”ہنیں بھائی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ پاؤں کا ماہر میں نہیں ہوں لیکن ذہن کی کارکردگی میری بہت اچھی ہے۔ گولیور نے جواب دیا۔
”کاش حالات اس کی اجادت دیتے۔ میں تم دونوں کے ساتھ کچھ وقت گزار سکتا، لیکن سنو، زندگی میں اگر کسی موقع ملا تو ہمیں ملاقات ضرور کریں گے، لیکن اس وقت جب میرے ساتھ ہونی اگر وہ مجھے زنی تو مجھ میری زندگی بھی ناکھ سے۔“ غیری ڈکھ بھری لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سوجا ڈر بری، میں تمہیں ایک نئے مستقبل کی مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے انتہائی مسرت ہے کہ میں تمہارے لیے کچھ کر سکا۔“
اور میں نہایت ڈکھ سے کہ تم آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ غیری نے افسردگی سے کہا۔

”کوئی بات نہیں غیری۔ یہ سب تقدیر کے کھیل ہیں۔“ میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”سنو نواز۔ یہ آپ کے دوست سردار سے کس قسم کے خسان ہیں کیا ان سے مل کر میں انہیں آپ کی پریشانی کے بارے میں بتا دوں؟“

”تبادلہ لیکن اس سے یہی کہہ دینا کہ بناوقت ضائع کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس بار کا کھیل مختلف ہے۔ میں دستہ بندی نہیں ہو سکتا گائیں نے کہا۔
کانی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد وہ دونوں سولے کے لیے چلے گئے۔

گولو اور ہنری تیسرے دن ہینڈکے لیے روانہ ہو گئے۔ گولو نے نہایت بے چینی سے سارا کام کر لیا تھا۔ ایرورٹ سے جب میں نے انہیں ہوائی جہاز میں سوار کر دیا تو سکون کی گہری سانس لی۔ گولو خراہ خواہ ہری زندگی میں شامل ہو گیا تھا۔ فیزی سے میں متاثر ہو گیا تھا اس لیے کہ میری فطرت کی خاصیت، یہ تھی کہ میں کبھی کبھی جاتا جاتا تھا کہ کسی نیک کام کے عوض مجھے میری زب داپس مل جائے۔ بروہ کام کر دینا چاہتا تھا جس میں سے میری حاصل میرے لیے ممکن ہو سکے۔

ان دونوں کو روانہ کرنے کے بعد دل کھالی غالی سامحوس ہو رہا تھا۔ ویسے بھی یہاں میرے لیے اب مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ فیزی کا فلیٹ اس طرح مل گیا تھا کہ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر لیا تھا۔ دولت کا حصول میرے لیے مشکل کام نہیں تھا۔ ویسے بھی اگر کاغذ بازی کا پیشہ سے رابطہ قائم کرتا تو دولت میرے لیے مشکل نہ ہوتی لیکن اس طرح پولیس کو پینے راستے پر لانا پڑا جاتا اور میں ابھی پولیس سے بچنا چاہتا تھا۔ بلاوجہ قتل و غارتگری سے گریز کرنا چاہتا تھا حالانکہ دل کی حالت کوری تھی۔

بہر حال اب میں کسی حد تک ٹھہراؤ محسوس کر رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی توفیق واپس آتی جا رہی تھیں۔ فیزی سے کچھ ٹرے ہوئے بہت دن ہو چکے تھے اور اس کا ابھی کوئی نمک نہیں لگا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ سراج تسانی سے نہیں لگ سکتا تھا۔ نیویارک جیسے شہر میں بہت سے ایسے سرمندے موجود ہیں کہ جو اگر میرے انتقام کا نشانہ بن جائیں تو بیکھریوں جیسے ہی انھیں ہوگا۔ ان میں شیخ آدمی کی تلاش کرنا مشکل تھا۔ بار بار میرا ذہن مسٹرین کی طرف جاتا تھا۔ بہر حال میں نے اپنے قیام کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ فیزی کا فلیٹ اب میرے کسی کام نہیں آ سکتا تھا۔ چونکہ وہ ایسی جگہ تھی جہاں پر لوگ میری جانب متوجہ ہو سکتے تھے اور چونکہ وہاں فیزی رہتی تھی اس لیے میرا وہاں موجود ہونا کسی حد تک تعجب تیز ہوتا۔ میں ایک اپ کی وجہ سے خاصا مطمئن تھا۔ چنانچہ ایک ہی ایک میں ایک ایسے شخص سے ملا جو مکان دلانے کا کام کرتا تھا اور اس کے ذریعے میں نے ایک کمرے کی جگہ ایک چھوٹا سا فلیٹ حاصل کر لیا۔ یہ میرا پہلا کام تھا جو میں نے ایک ہی دن میں مکمل کر لیا تھا۔ کم از کم یہ جگہ میرے لیے پرسکون ہو گئی تھی اور اس وقت تک میں اپنی ہی شکل میں پولیس کی نگاہوں میں باقی اور کی نگاہوں میں مشتبہ نہ ہوا۔ میں یہاں سے اپنا کام باسانی انجام دے سکتا تھا۔

فلٹ ایک ایسی جگہ تھا جہاں زیادہ کبھی نہیں تھی۔ یہ عمارت کئی تھی ہی تھی اور بہت سے فلیٹ ابھی اس میں خیر آباد تھے۔ یہاں رہنے والے بھی ابھی تک ایک دوسرے کے شناسا نہیں ہو سکے تھے۔ اور ویسے بھی نیویارک کی زندگی میں شناسا ہی بہت معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ

پینے کام میں مصروف رہیں کوئی دوسرا آپ کو ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ چنانچہ اب میں نے مسٹرین کے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس دن میں نے علی الصبح اٹھ کر فضیلت سے فرات حاصل کی اور پھر پولیس انسپکٹر وہ وردی ہیں کی جیسے میں چکر لایا تھا۔ میں نے حتی الامکان اس پر سے ایسے نشانات مٹا دیے تھے جن سے اس کی شناخت ہو سکے اور اس کے بعد میں نیچے اتر آیا۔ میں نے سفر کے لیے ٹیکسی ہی استعمال کی تھی۔ حالانکہ ایک پولیس آفیسر کی وردی میں ٹیکسی میں سفر کرنا ذرا مسیوب سا تھا لیکن بہر طور خطرہ مول لینے پر مجبور تھا۔ ریولور میری پیٹی میں لگا ہوا تھا۔ بلاسر میں ایک پولیس انسپکٹر ہی معلوم ہوا تھا۔ اب صرف شرط ہی تھی کہ فیزی کے ساتھ مسٹرین کے پاس پہنچ جاؤں۔

راستے میں ہر ادول فحشیت میں ڈوب رہا تھا۔ مجھ کو دیر کے بعد میں مسٹرین کے دفتر میں پہنچ گیا۔ ایک پولیس انسپکٹر آفسر کی اس چھپتے سے دفتر میں آمد کوئی خاص بات نہیں تھی۔ لیکن سے مسٹرین سے ادھر بھی پولیس والے ملنے کے لیے آتے رہتے ہوں۔ چنانچہ کسی نے فیزی کی طرف توجہ نہیں دی البتہ میں نے جس شخص سے مسٹرین کے بارے میں پوچھا ان نے بخیر دیکھا تھا۔ پھر اس شخص نے آہستہ سے کہا۔

”براہ کرم مسٹرین کے سیکریٹری سے ملاقات کر لیجیے۔ کیا آپ کا پہلے سے پانٹمنٹ ہے؟“

”نہیں۔ میں ایک اتفاقاً ضرورت کے تحت ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے سیکریٹری کا پتہ پوچھا اور ایک چھوٹے سے کیمین میں پہنچ گیا۔ درمیانے عمر کی ایک خاتون نے سادہ سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔

”میں ان سے ملاقات کر لوں جناب۔ اگر آپ اجازت دیں تو“ اس نے کہا۔

”ہاں ضرور۔ ضرور۔“ سیکریٹری نے انہماک سے مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور میرا نام انہیں بتایا۔ مسٹرین نے مجھے فوراً ہی طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ میں مسٹرین کے شاندار آفس میں داخل ہو گیا۔ صاحب خانہ اور ویسے آفس میں اس کا نام پوچھا گیا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

”انسپکٹر فرینڈس، میں مسٹرین کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔

فلط حرکت نہ کر پائی۔ لیکن جب واپس ملتا تو میں نے مسٹرین کو کانپتے ہوئے دیکھا۔

”آفس میں دل کا مریض ہوں، کوئی ایسا دھرم برداشت نہیں کر سکتا۔ براہ کرم احتیاط کیجیے۔ براہ کرم احتیاط کیجیے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ایک بے گناہ کے قتل کا سبب بن جائیں۔“ وہ بولا۔

”نہیں مسٹرین۔ میں بے گناہ ہوں۔ کوئی ایسی بات نہیں کہتا۔ میں آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں آپ کو جاننے کے لیے ضرور سکون سے سنیں اور بہتر ہو کہ اگر میرے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ لیکن سے میں آپ کی مدد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں واپس مسٹرین کے سامنے دالی کرسی پر آ بیٹھا۔ مسٹرین کی آنکھوں میں اب خوف نمایاں تھا جس سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ جو کچھ کہ رہا ہے وہ بلاشبہ مجھ کو جی دہ سے کر رہے ہیں ورنہ فطرتاً وہ مجھ پر زہنت کے حامل نہیں ہیں۔ مسٹرین خشک ہونوں پر بار بار زبان پھیر کر مجھے دیکھ رہے تھے۔

”ہاں مسٹرین، اب آپ فرمائیے میرے سوال کے جواب میں آپ کیا کہتے ہیں۔؟“

”اس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا آفسر آپ کو غلط فہمی ہوتی ہے۔“

”ہوں مسٹرین، آپ کے پاس کوئی پتھیرا اور مخیر ہے۔ میرا مطلب ہے اسلمہ۔؟“

”تھیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے میرے پاس۔“

”کیا میں آپ کی بیز کی دکان کی تلاشی لے سکتا ہوں مسٹرین۔؟“

”ضرور لے سکتے ہیں آفسر میں چاہتا ہوں آپ کی غلط فہمی دور ہو جائے۔“

”پلیے ٹھیک ہے۔ میں آپ پر اعتماد کرتا ہوں۔ اپنے دونوں ہاتھ میری سطح پر رکھ دیجیے۔ اور مسٹرین نے بے اختیار میرے حکم کی تعمیل کی۔

موجود ہے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ بیٹوں ہاتھ میں لیے لمبائی کے نوکریک بیچنا
خطوہ یہ تھا کہ سڑیکوں کو جلد بازی نہ کر بیٹھیں اور کسی مصیبت کا شکار
نہ ہوں۔ لیکن سڑیکوں میں اب اتنی سخت نہیں تھی کہ وہ کوئی ایسی حرکت
کرتے۔ میں نے لمبائی سے برائڈی کی بوتل اور گلاس نکالا اور گلاس ان کے
سامنے دکھا کر اس میں برائڈی انڈیل دی۔ سڑیکوں نے جلدی سے گلاس
ہونٹوں سے لگا کر خالی کر دیا تھا۔

”جی سڑیکوں۔ کیا فرماتے ہیں آپ؟“

”میں ڈوب گیا ہوں افسیر۔ مجھے یقین تھا کہ کسی نہ کسی دن یہ سب
کچھ ہوجائے گا۔ میں تمہاری معلومات کی داد دیتا ہوں مگر ایک بات میری
سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کی نشاندہی تمہیں کس نے کی ہے؟“

”یہ پولیس کا چنانچا کام ہے سڑیکوں، لیکن ابھی آپ ڈوبے نہیں ہیں“
”آہ۔ آہ کیا ہو سکتا ہے؟“

”کیا جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے؟“

”انسپیکٹر تم نے بلا وجہی یہ سب کچھ کہا ہوگا۔ یقیناً تمہاری معلومات
کے ذرائع اتنے ہی مضبوط ہوں گے۔ کیا باہر پولیس موجود ہے؟“

”اس سوال کو جانے دیجئے سڑیکوں۔ پولیس اگر موجود ہے تو وہاں
مجھی جاسکتی ہے۔ میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھے ہوئے کہا۔

”مم۔ مطلب۔ کیا جانتے ہو؟“ انہوں نے پوچھا۔

”رشتہ؟ میں نے جواب دیا اور سڑیکوں کی کپڑے پر ایک لمبے
کے لیے تازگی دوڑ گئی۔

”میں نہیں تمہاری منہ مانگی رقم ادا کرنے کو تیار ہوں انسپیکٹر۔
”گو یا آپ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ جو کچھ میں نے کہا

ہے یا کھل دست کہا ہے؟“

”اس کا اعتراف تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ جو شخص اتنی بڑی بات
بتا سکتا ہے اس کے ذرائع لامحور ہوں گے؟“

”ٹھیک کہا آپ نے واقعی میرے ذرائع لامحور ہیں لیکن میں بھی
اپنی ذات میں محدود ہوں سڑیکوں۔“

”کیا مطلب۔؟“

”میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔“

”کیا۔؟“

”مجھے وہ تمام تفصیل بتا دیجئے جو آپ کو معلوم ہے۔“

”کیا مطلب۔ میں اب بھی نہیں سمجھا۔“

”میں یہ بھی جانتا ہوں سڑیکوں کہ منشیات کی یہ تجارت آپ
اپنے طور پر نہیں کر رہے۔ بلکہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں آپ۔“
”آہ۔ تم کون ہو۔ کیا واقعی ایک معمولی انسپیکٹر ہو؟“

”نہیں۔ میں معمولی انسپیکٹر نہیں ہوں۔ اگر معمولی ہوتا تو اتنے ذوق

سے آپ کو یہ تمام باتیں نہ بتاتا۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ وہ کہہ رہے ہو جو میرے اور چند لوگوں
کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم۔ آہ کیا تم۔ کیا تم کو کڑوی سی آہی ہے؟“
”کس کا آدمی۔؟“

”صوبہ صحت پورہ پولیس کو اس درجہ معلومات نہیں حاصل ہو سکتی
یقیناً تم کو کڑو دل کی آہی ہے۔ اور میرا استمان لینے آئے ہو۔“

”یہ نام میرے لیے کافی دلچسپ ہے سڑیکوں۔ یہ وکٹوریول کی کون ہے؟
”تم۔ تم۔ ایک سنگ کر رہے ہو میرے سامنے۔ تمہارا اعلق پولیس

سے نہیں معلوم ہوتا۔“

”اگر تمہیں سے تو آپ کے سامنے شکیفوں رکھا ہے۔ پولیس بڑا گوارڈ
سے رالغ قائم کیجئے اور میری شناخت کے لیے کسی کو بھی طلب کر لیجئے۔ میں

نے کہا لیکن سڑیکوں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے مجھے
دیکھتے رہے۔ پھر بولے۔

”اگر تم پولیس افسر ہو تو میں کہتا ہوں کہ تمہیں ایک معمولی انسپیکٹر
نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بہر حال وکٹوریول کی نام میں تمہارے سامنے یہ چکا

ہوں اور یقیناً تم اس نام کے سلسلے میں متبصس ہو گے۔“

”میں نے یہ بھی کہا ہے سڑیکوں کہ آپ براہ راست یہ سب کچھ نہیں
نہیں کر رہے بلکہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ کیا یہ غلط ہے؟“

”نہیں۔ تم نے بالکل سچ کہا۔ مجھے تعجب ہے تمہاری معلومات کے
ذرائع کیا ہیں۔؟“

”وہ کون ہے جس کے ہاتھوں آپ کھیل رہے ہیں سڑیکوں؟
کیا وکٹوریول بی۔؟“

”ہاں۔ یہی وہ شخص ہے جس نے میری ساری زندگی تباہ کر ڈالی
ہے۔ میں تو سونوں سے اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں مست تھا۔ آرام سے اپنا

کام کر رہا تھا لیکن بد قسمتی میرے آئے آئی۔“
”ہوں۔ اب ذرا اس وکٹوریول بی کے بارے میں بھی تفصیلات

بتا دیجئے۔“

”کیا کر رہے ہیں سب کچھ سے معلوم کر کے۔ میں اپنی عزت، اپنا وقار
تو کھو بیچ چکا ہوں۔ اپنی زندگی بھی کھو بیچ چکا ہوں۔ وہ بولا۔

”اگر میں آپ سے یہ کہوں سڑیکوں کہ تو مجھے آپ کے اس منشیات
کے آفسے دلچسپی ہے جو آپ کی اس عمارت میں موجود ہے اور وہی میں

آپ کو اس بات سے روکوں گا کہ آپ وکٹوریول بی کے لیے کام کرتے رہیں
تو کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے؟“

”تم کو کون تو یقین کروں گا لیکن بات میری کچھ نہیں آئے گی؟“
سڑیکوں نے صاف لیجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے میں جانتا ہوں یہ بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں

آئے گی۔ لیکن سڑیکوں میں آپ کو ایک پیشکش بھی کر سکتا ہوں۔ آپ
یہ جلنے کے تجسس کا شکار نہ ہوں کہ میں کون ہوں اور ان تمام باتوں سے

میرے مقصد کیا ہے۔ میں صرف آپ سے تعاون چاہتا ہوں اور اس تعاون
کے صلے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا یہ سزا اٹھائیں ہوگا۔“

”کمال کی بات ہے۔ اس کا مقصد ہے تم پولیس افسر نہیں ہو؟
”جلے۔ کبھی مجھے لیجئے۔ میں پولیس افسر نہیں ہوں۔“

”پھر کون ہو تم؟“

”میں۔ میں وکٹوریول بی کا دشمن ہوں۔ میں اسے فنا کرنا چاہتا
ہوں۔“

”آہ۔ کیا یہ ممکن ہے کیا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟
”ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ مجھ سے تعاون کریں۔“

”وکٹوریول بی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ بہت بڑے گروہ کا سرخند
ہے وہ اور بچی بات یہ ہے کہ سرخند تو وہ بھی نہیں ہے سرخند تو کوئی اور ہے۔“

”کون ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس کے بارے میں میں نے صرف سنا ہے۔ میں اسے جانتا نہیں
ہوں۔ اس کا نام بہت مودود ہے۔“

”کون ہے وہ۔؟“ میں نے سڑیکوں کی آنکھوں میں دیکھے ہوئے کہا
”ایک ایسی بات ہے۔ غالباً میرے کرشنا تحریک کا بانی؟ اس نے

جواب دیا اور میرے بدن کے سارے روگٹے لہڑے ہو گئے۔
کیا نام ہے اس کا؟“

”شناخت کرو کہ سڑیکوں نے جواب دیا اور میری آنکھیں بند ہونے
لگیں۔ گویا۔ گویا میرے خیال کی تحدیدیں ہوتی تھی۔ سڑیکوں نے ایک

ایسا نام لے دیا تھا جو میرے رگ و پھل میں بھجوانے کی کوڑھٹے لگا تھا میں
چند لمحات تک مناسبت محسوس کرتا رہا۔ پھر میں نے خود کو سمجھا لیا کہ کہا۔

”یہ بات آپ کو کبھی معلوم ہوئی سڑیکوں؟“
”میں مختلف ذرائع سے میں تقریباً آٹھ سال سے سڑیکوں بی کے

لیے کام کر رہا ہوں۔ وکٹوریول بی کے آوارہ گرد ہتھیوں میں منشیات کے سب سے
بڑے ڈیلر مجھے جانتے ہیں اور ان سے بڑا منشیات کا کاروباری اس وقت

کوئی نہیں ہے۔ وہ بڑے چھوٹے گروہ کو کٹھن کر رہے ہیں لیکن امریکی
ڈیلر ریاستوں میں پھیلے ہوئے گروہ کے مختلف سربراہان میں جن میں صرف

برانچ کا چھٹا کہا جاتا ہے۔ اصل یقیناً ایک اور شخص کی ہے اور اس کے
بارے میں اتنی آڑنی خبریں ہیں کہ وہ ایک ایسی بات ہے جسے کرشنا برہنہ

تحریک کا بانی نہ ہوگا۔“
”وکٹوریول بی کے آدمیوں کی کوئی خاص شناخت ہے سڑیکوں؟ میں

نے پوچھا۔ ”میں نے کبھی نہیں سنا۔“
”ہاں۔ وہ سب سرخند ہے ہوتے ہیں سرخندوں کا گروہ بنایا جاتا ہے

انہوں نے اور یہ ان کی پہچان ہے۔“

”کیا میرے کرشنا تحریک کے جتنے ارکان ہیں وہ سب سرخند
ہی ہوتے ہیں؟“

”ہاں۔ یہ اس تحریک کا نشان ہے۔“

”گڈ۔ اب بتائیے کہ وکٹوریول بی کے علاوہ اور کسی شخص کو آپ جانتے
ہیں۔؟“

”میرے تعلق صرف وکٹوریول بی سے ہی رہا ہے۔ یہ لوگ بہت ہی
شاطر ہیں۔ مختلف طریقوں سے بیکسٹیننگ کے ذریعے بڑے بڑے

کاروباری لوگوں کو پھانسی دیتے ہیں اور ان کے ذہنیاتی کام کرتے
ہیں تاکہ ان کی اپنی پوزیشن محفوظ رہے اور انہیں آگے بڑھ کر کام نہ

کرنا پڑے۔“
”مشرور وکٹوریول بی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ کون سی

برانچ کے سربراہ ہیں وہ۔؟“

”لاس اینجلس میں۔ وہ لاس اینجلس میں رہتا ہے اور وہاں
کی مقتصد شخصیات میں سے ایک ہے۔“

”مثلاً امریکی ہیں؟“

”نہیں، اس کا تعلق افریقہ سے ہے وہ غلی نسل کا آدمی ہے۔ ان
اور کین اور یاپ افریقہ سے۔“

”ہوں۔ اس کی کوئی تصویر وجود ہے آپ کے پاس؟“

”نہیں۔ لیکن لاس اینجلس میں وکٹوریول بی کو یا سانی شناخت
کیا جاسکتا ہے۔“

”گروہ کے کتنے افراد وہاں کام کر رہے ہوں گے۔؟“

”میں نہیں بتا سکتا۔“

”اتھنٹیک اور یاپ میں اس گروہ کا سربراہ کون ہے؟“

”نیویارک میں اس گروہ کا سربراہ نام کریس تھا لیکن وہ پولیس
کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے اور فی الحال وہاں کوئی نیا سربراہ ہرگز نہیں

کیا گیا۔ یہاں کی پولیس ان لوگوں کے سلسلے میں خاصی مستعد ہو چکی ہے۔
لیکن لاس میں ایک بڑا بڑا مقصد ہوا ہے اور اس کو سیکرٹ کرنا

تھا۔ وہاں سے میل کو اور تم بھرنے کے بعد یہ تحریک کا عرفی نمونہ
رہی اور اس کے بعد وہ بارہ روز ہو گئے۔ نام کریس کو نیویارک میں

سربراہ بنا دیا گیا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر زیادہ بلند آدمی نہیں تھا چنانچہ
وہ پولیس کی زد میں آ گیا۔ اور اس کے بعد سے مقامی طور پر یہ گروہ کم کر دیا

گیا ہے۔ اب یہاں پر لاس اینجلس ہی سے معاملات کو کنٹرول کیا جاتا
ہے۔ اور یہاں کا علاقہ قریبی مشرور بی بی دیکھ رہے ہیں۔“

”یہاں ان کے چھوٹے چھوٹے برانچ آفس تو ضرور ہوں گے
میرا مقصد یہاں وہ خفیہ طور پر کام کر رہے ہوں گے؟“

”باقاعدہ نہیں۔ ان سب کا رابطہ مشروری ہی سے ہی رہتا ہے اور مشروری ہی ہی اس سلسلے میں ان سب کو ہدایت جاری کرتے ہیں۔ جب ضرورت ہوتی ہے وہ لوگ یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لیکن فی الحال ان کا تعلق لاس انجلس ہی سے ہے۔“

”اچھا امریکہ کی دوسری ریاستوں میں اور جو لوگ ہیں ان میں سے کسی کے بارے میں آپ کو نہیں معلوم؟“

”نہیں۔ تم یقیناً کرومیر تعلق صرف دکنڈولی ہی سے ہی رہا ہے۔“

”یہ سب کی ان معلومات کا بہت بہت شکر ہے۔ میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں؟ میں نے کہا اور جب میں باقاعدہ ڈال کر ایک خامسا ٹیپ ریکارڈ رکھا گیا۔ یہ ایک نیکو ٹیپ ریکارڈ تھا اور ایک چھوٹے سے سیل سے چلتا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈ کیں گے ہونے کیلئے ڈیوڈ کوڈ کیا اور پھر اسے ان ریکارڈ میں سے ادریس کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو انتہائی صاف آواز میں مسٹر یکن نے سنی اور ایک لمحے کے لیے ان کا چہرہ پھر دھواں دھواں ہو گیا۔“

”میں یکن آپ کی ان معلومات کا بہت بہت شکر ہے۔ میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں؟ میں نے کہا اور جب میں باقاعدہ ڈال کر ایک خامسا ٹیپ ریکارڈ رکھا گیا۔ یہ ایک نیکو ٹیپ ریکارڈ تھا اور ایک چھوٹے سے سیل سے چلتا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈ کیں گے ہونے کیلئے ڈیوڈ کوڈ کیا اور پھر اسے ان ریکارڈ میں سے ادریس کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو انتہائی صاف آواز میں مسٹر یکن نے سنی اور ایک لمحے کے لیے ان کا چہرہ پھر دھواں دھواں ہو گیا۔“

”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ ایسا نہ کہیوں کیا۔۔۔؟“ انہوں نے پوچھا۔

”ایک ضرورت کے تحت مسٹر یکن، دکنڈولی آپ کو بلیک میل کر کے منشیات کی تجارت کر رہا ہے لیکن میں اس ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے آپ کو بلیک میل کر کے اس تجارت کے خاتمے کی کوششیں کرنا چاہتا ہوں۔“

”نہیں مسٹر یکن۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ اٹھو۔ میں تمہیں اپنے تہ خانے کی سیر کرواؤں۔“

”میں یکن نے کہا۔ میں نے بستوں باقی میں لے رکھا تھا تاکہ مسٹر یکن کوئی حرکت نہ کرنے پائیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ تہ خانے میں لے جا کر کسی ایسے تجارت میں پھانس دیتے ہیں سے ہر انکشاف مشکل ہو جاتا۔“

”کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ احتیاط رکھنا ضروری تھی۔“

”تاہم میں مسٹر یکن کے اس تہ خانے کو دیکھنے چلی پڑا لیکن مسٹر یکن بہت زیادہ شاطر آدمی نہیں تھے۔ انہوں نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر مجھ سے تعاون کیا تھا۔“

”یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”میں مشروری کی کے گردہ کو فخر کرنے کا خواہشمند ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ منشیات کی یہ تجارت نظر عام پر لے آئی جائے۔“

”اگر تم ایسا چاہتے ہو تو میں تمہارا کھیل لے سکتا ہوں۔“

”میری زبان سے کبھی آپ کا نام ادا نہیں ہوگا۔ مسٹر یکن، مگر شرط یہی ہے کہ آپ بھی کسی کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔“

”وہ دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تم اگر لاس انجلس جا کر دکنڈولی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد بھی کر سکتا ہوں۔“

”وہ کیا۔۔۔؟“

”تھوڑی دیر کے بعد میں اس تہ خانے میں موجود کھلونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی شناخت، ان کی بناوٹ کا جوئی اندازہ کرنے کے بعد میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر میں نے ان سے کہا۔“

”میں لاس انجلس جانا چاہتا ہوں۔“

”خدا کی قسم میں خالص دل سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں جیسا تم کہو۔ میں اپنے طور پر چاہے لیے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اگر تم جاؤ تو وہاں پہنچ کر این کارٹ سے بھی مل سکتے ہو۔ میں اسے اطلاع دے دوں گا۔ وہ تمہارا ایشیائی نشان، استقبال کرے گا۔“

”آپ میرے لیے بہت متعاون شخصیت ثابت ہو سکتے ہیں۔“

”اگر اس گردہ کے خاتمے کے لیے تم کبھی موت تو میری اس بات سے اندازہ لگا لو کہ میں نے ایک پرائیوٹ جاسوس کی خدمات اس سلسلے میں حاصل کی ہوئی ہیں۔ اس سے تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں خود بھی اس گردہ کے خاتمے کا خواہشمند ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے مسٹر یکن۔ میں آج رات کو آپ سے آپ کی

”لاس انجلس میں نے ایک شخص کو ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے متوہن کیا ہوا ہے جو دراصل ایک پرائیوٹ جاسوس ہے۔ وہ نیویارک میں رہتا تھا۔ میں نے اسے اپنے اخراجات پر لاس انجلس لے آنا کہا۔ میری خواہش ہے کہ تمہاری تمام خطا انداز

رہائش کا گھر پر ملاقات کروں گا۔“

حقیقت کا انسان تھا اس کے تحت عام لوگ یا پولیس آسانی سے اس تک پہنچ سکتے تھے۔ اس لیے اس کی بات سنی کہ تروکا ڈی کو ختم نہیں کرے گا۔

”زی کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اگر وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کیلئے زہی کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ اس نے مجھے تروکلنے کے لیے زہی کو مفرور زندہ رکھا ہوگا۔ میرے دل نے اس کی گواہی دی۔“

بہر طور اب لاس انجلس میرے چوراہے ہو گیا تھا۔ دفتر نامیرے ذہن میں ایک اور کام آیا۔ ایسی ڈویل۔ ڈویل اسٹورز کی میجر۔ لیکن میجر ہی کیوں۔ جب یہ اسٹورز اس کے نام سے منسوب ہے تو یہی اس کی مالک بھی ہوگی۔ اس رات کی میری شناخت کر کے مجھے قابل قرار دیا تھا۔ اودہ۔ ہاں۔ واقعی وہ بھی ایک اہم شخصیت ہے اور اس سلسلے میں میری مدد کر سکتی ہے۔ اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس نے بلو جہی تو مجھ پر جہاں ازم ننگا یا ہوگا۔ اس کے پس پشت کوئی نہ کوئی شخصیت ضرور ہوگی۔“

لیکن ایسی ڈویل کے بارے میں سوچتے ہوئے کچھ دوسرے عوامل پر بھی نگاہ ڈالنا ضروری تھا۔ اول تو یہ کہ اس بات کے امکانات موجود تھے کہ کبھی ڈویل اس وقت نیویارک میں موجود ہو۔ اس نے میرے خلاف گواہی دی تھی۔ اور اس کی گواہی سے مجھ پر فوجی مہم چل سکتی تھی۔ اور میں جیل سے فرار ہو گیا تھا۔ کیا یہ خبر ایسی ڈویل کے کانوں تک نہ پہنچی ہوگی اور کیا اس کے بعد اس کے تحفظ کا بندوبست نہ کیا گیا ہوگا۔ ممکن ہے اسے نیویارک سے نکال دیا گیا ہو۔ ممکن ہے اس کے اردگرد جال بچھا دیئے گئے ہوں۔ اس کے علاوہ مشروری کو بھی معمولی انسان نہیں تھے۔ انہوں نے مجھ پر دیرسرج کی ہوگی اور اس بات کے امکانات بھی تھے کہ انہوں نے خود ڈویل پر نگاہ دہی ہو۔

لیکن اس کے باوجود ڈویل کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ پہلے تو یہ معلوم کرنا تھا کہ ڈویل یہاں موجود بھی ہے یا نہیں۔ یہ کام مشکل نہیں تھا۔ میں نے دوسرے دن اس سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسری صبح ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ دیر وقت گزار دی کرتا رہا پھر ٹیلیفون ڈائریکٹری میں ڈویل اسٹورز کے نمبر تلاش کیے۔ نمبر مل جانے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ گھر کے ٹیلیفون پر یہی کوئی کارندہائی نہیں کر سکتا تھا۔ کافی فاصلے پر ایک پبلک کال بوتھ سے میں نے ڈویل اسٹورز کے نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”میں پیلز۔ ایک سوانی آواز سنائی دی۔“

”ڈویل اسٹورز۔“

”جی ہاں۔ فرمائیے۔“

”میرا کارڈ رکھو۔ تمہارے پاس میرے خلاف ایک ایسا ثبوت موجود ہے جو مجھے موت کی سزا بھی ننگ پھینا سکتا ہے اس لیے اس بات کا بھی اندازہ کر لو کہ میں تمہارے خلاف کوئی سازش نہیں کروں گا۔ رات کو ساڑھے دو بجے میں اپنی خوب گاہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔“

”میں جانچ لوں گا۔“ میں نے کہا اور پھر میں نے بڑے پرچوں انداز میں مسٹر یکن سے مصافحہ کیا تھا۔ ان سے مصافحہ کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ مسٹر یکن سے مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ خامی بہت کی حالت تھیں۔

ایک ایسی دیکھ کر میں اپنی رہائش گاہ پر واپس لوٹ آیا۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ زہی کو اغوا کرنے والے تروکا کے آدمی ہی تھے۔ تروکا کو میرے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں تباہ ہونے کے بعد اپنے آپ کو دوبارہ منظم کیا۔ اور پھر اسے اہم کر کے میں پناہ چاہا۔ ادراس کے بعد اس نے مجھ سے انتہائی کارروائی کا آغاز کر دیا لیکن اس نے پہلا ہی وار اپنا کیا تھا کہ میں تھلا کر دیا گیا۔ اس نے میری شررگ پر انگلی رکھ دی تھی۔

لیکن ایک بات مجھے حیرت تھی۔ اس نے اتنا سلی تدم کیسے اٹھایا۔ وہ اگر جراتاً اپنی طاقت حاصل کرنے کے بعد مجھے اور زہی کو ہاتھی فخر کر سکتا تھا لیکن اس نے صرف زہی کو اغوا کرنے پر اتفاق کیا تھا اور شاید اس کے بعد میری کارروائیوں پر پھر پورے اندازہ رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

کیا وہ لوگ زہی کو اغوا کر کے لاس انجلس لے گئے ہیں جیسا کہ مسٹر یکن نے بتایا کہ نیویارک میں اس وقت ان کی کوئی باقاعدہ رائج نہیں ہے۔ تو پھر اس کے علاوہ کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ لاس انجلس میں کام کر رہے ہیں۔ بہر حال میں نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے کھانے، پینے، پیرے، پانے اور دیگر ضروریات کا بندوبست کر کے ان کو لاس انجلس لے آئے تھے۔ اس لیے میرے لیے یہ حد ضروری ہے کہ میں لاس انجلس جاؤں۔

میں نے اس سلسلے میں مخلص ہیں۔ یہ دوسرا سوال تھا بظاہر اس کی باتوں سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے اس بارے میں سچ بولا ہے لیکن مجھ اور سچ کی کھ کے لیے میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔ بہت کچھ سوچا رہا تھا اس سلسلے میں، آخری خیال زہی کا آنا تھا۔ اب جب تو اس کی مدد سے ہو گئے تھے اور زہی کی یاد ایک پائل کی گواہیوں کو مفرور کرنے کے قابل بھی ہو گیا تھا۔ تروکا نے اس بار خود کو پھیلنے رکھنے کے لیے معمولی انتظامات کیے ہوں گے اور وہ جس

”دیکھیں یہ رانام دک بارہ ہے۔ میں میڈم اپنی ڈیپل سے گنگو کرنا چاہتا ہوں“

”سوری وہ موجود نہیں ہیں“

”وہ کہاں گئیں؟“

”ہا ساڑھے گیارہ بجے آئیں گی۔“

”کیا میں ساڑھے گیارہ بجے فون کروں؟“

”مغزور اس وقت دہا پکول جا رہی تھی۔“

”بہت شکریہ۔ ویسے مجھے جلدی تھی۔ کیا آپ مجھے ان کے گھر کا فون نمبر دے سکتی ہیں؟“

”جی ہاں۔ ضرور۔“

”تو بتائیے۔ میں نے کہا اور دوسری طرف سے بولنے والی نے مجھے ایک فون نمبر بتا دیا۔“

”شکریہ۔ میں نے کہا

”ان کے لیے کوئی پیغام ہے جناب۔؟“

”نہیں۔ اب میں ان سے گھر پر بات کروں گا“

”اوکے۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور میں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں کچھ سوچنے لگا۔ ایک بار پھر میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ اور میں نے دوبارہ ڈائریکٹری میں اپنی ڈیپل کے گھر کا پتہ دیکھا برا خیال درست تھا۔ وہ ڈیپل اسٹورز کی مالک تھی۔ میں نے یہ پتہ ڈیپل میں کر لیا۔ اب ذرا میک اپ تبدیل کرنا تھا۔ ایک اب کا سامان موجود تھا اس لیے مجھے وقت نہیں ہوئی۔ اور میں نے میک اپ تبدیل کر لیا۔ یہ میک اپ ایک بوڑھے آدمی کا تھا۔ جس کی آنکھوں سے کچھ پھر رہے تھے۔ اس شکل پر بہت مظلومیت تھی۔ اپنے میک اپ سے مطمئن ہو کر میں نے ایک سٹلے ہوئے پوشیدہ لباس کا انتخاب کیا اور پھر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ کافی دوڑ تک پیدل چلتا رہا۔ اس کے بعد ایک بس میں سوار ہو کر کولن رنگ کے علاقے میں پہنچ گیا۔ یہیں ڈیپل اسٹورز تھا۔

ڈیپل اسٹورز ایک خوبصورت عمارت میں پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اسے باہر سے دیکھنے پر اکتفا کیا۔ میں اس کے اطراف میں پولیس کی چوکی کا اندازہ کرتا رہا تھا۔

لیکن ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ لیکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔ ممکن ہے پولیس نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ وہی اس کے باوجود محتاط رہنا ضروری تھا۔ البتہ میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ڈیپل میں موجود ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں اس پتے پر چل پڑا جہاں اپنی ڈیپل رہتی تھی۔ میں ایک جہول سے بوڑھے آدمی کی اد کار سی بونی کر رہا تھا۔ اس کی رہائش گاہ بھی عمدہ تھی۔

میں اس رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ اس طرح بیٹھ

گیا جیسے سستانے کے لیے بیٹھا ہوں۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس عمارت سے ایک نکلنے والی دیکھی اس کی ڈرائیو ٹنگ سیٹ پر دو گئے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ کاش میرے پاس ان کے تعاقب کا کوئی ذریعہ ہوتا لیکن مجبور تھی۔ باقی دن میں نے اسی جگہ گزار دیا۔ البتہ میں نے اس عمارت کے گرد ایک دو بار چکر لگائے تھے اور ایک ایسی جگہ تلاش کرتی تھی جہاں سے اندر داخل ہونے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آسکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جائزہ لیتا رہا تھا کہ اس عمارت میں کتنے افراد رہتے ہیں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ عمارت میں زیادہ لوگ نہیں ہیں صرف ایک دو ملازم قسم کے لوگ نظر آتے تھے اور اس کا قصد ہے اپنی ڈیپل یہاں تنہا رہتی ہے۔ یہ بات میرے حق میں جانی تھی۔ میں نے آج رات مزید کچھ کے بجائے اپنی ڈیپل کے سٹیلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

مستر لین سے میری وقت ملاقات کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ اب میں اس نئے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شام کو تھریسا گیا۔ نیچے ایک مرمر رنگ کی اسپورٹس جیکو امدار کے سامنے کئی نظرائی ملازم لگے کھول دیا اور جیکو اندر داخل ہو گئی۔ میں نے اس میں اپنی ڈیپل کی جھلک دیکھ لی تھی۔ میری آنکھوں میں خون کی کرنی ابرو اگئی۔ اپنی ڈیپل نے کس صفائی سے میرے خلاف جھوٹ بولا تھا اور جھوٹی گواہی کے ذریعے وہ مجھے پھانسی کے پھندے تک لے آئی تھی۔ بہر طور میں اس سے انتقام لینے کی قسم کھانچا تھا۔ اور پھر اس کا تعاقب ان لوگوں سے تھا جو میری بری کے اغوا کے ذمے دار تھے۔ اس لیے میں اسے معاف نہیں کر سکتا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ انتظار کے لیے لمحات کتنے تھم رہے تھے۔ اس کا اندازہ مجھ سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا۔ مجھے حدش تھا کہ اپنی ڈیپل شام کی تقریبات کے لیے کہیں باہر نہ نکل جائے، لیکن وہ شایرہ عطا قسم کی رڈی تھی۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہی کار واپس آئی جس میں وہ دونوں کو بیٹھے باہر نکلے ہوئے دیکھا تھا اور میری بیٹھائی پر باؤسی کی کیر کھینچ لی تھی۔ اگر یہ رات کو یہاں رہے تو پھر مجھے میرے کام میں دشواری پیش آسکتی ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو جائے اگر یہاں موجود بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ان سے بھی نمٹ لوں گا۔ یہ جو مجھے کبھی کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ میرے دوست پولیس آفیسر کاسٹوٹو میرے پاس موجود تھا اور میرے اس گنڈے لباس کے نیچے کارٹوس کبھی بھی موجود تھی۔ گویا اگر ضرورت پیش آتی ہے میرے لیے اسلحہ کی کمی نہیں تھی۔ تو۔ ساڑھے نو۔ دو بج گئے۔ اب اس علاقے میں مکمل سناٹا طاری ہو چکا تھا۔ راضی علاقہ تھا۔ اس کا ڈک کا ڈاڈاں کسی کیلکے کی طرف دوڑتی نظر آتی تھیں۔ ورنہ اس کے علاوہ مکمل خاموشی تھی۔ سڑکوں پر روشنیوں جل اٹھی تھیں اس لیے یہاں زیادہ تاریکی نہیں تھی۔ میں نے اپنے کام کے لیے ساڑھے دس بجے کا وقت مقرر کیا تھا۔

چنانچہ وقت مقررہ پر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے اندر داخل ہونے کا راستہ تھا۔ نکلنے کے احاطے میں داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی چند کروڑوں میں روشنی ہو رہی تھی۔ موسیقی کے بیک ڈرائیو سے۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنی ڈیپل گھری میں اپنی آخری حکیمات میں مشغول ہے۔ چنانچہ اس کی نظریات کیا ہوں گی۔ میں نے تنہائی احتیاط سے قدم قدم بڑھائے۔ اب میں ایک چاق و چوبند دمکھ نظر آ رہا تھا وہ جہول ہیں جو دن بھر مجھ پر طاری رہا تھا کئی نکتہ ختم ہو گیا تھا اور میں عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ دونوں مجھے اس عمارت میں موجود رہتے ہوں گے۔ سامنے کے حصے میں اپنی ڈیپل کی کا بھی موجود تھی۔ اس کے علاوہ دوسری کا بھی جس میں میں نے دونوں کو جوں کا پیلے باہر نکلے اور پھر اندر آئے دیکھا تھا۔ پھر ایک محفوظ جگہ تک کہ میں نے عمارت کے سامنے کے حصے پر نگاہ ڈالی۔ برآمدے میں کوئی موجود تھا غور سے دیکھا تو وہی دونوں کھینچے تھے۔ وہ کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے ٹول کئی ہوئی تھی۔ اس کا مقصد یہ رات کو وہ ہیں رہتے ہیں۔ غالباً اپنی ڈیپل کے پہرے دار میں وہ لوگ۔ تو پھر بیٹھے پہرے داروں سے نمٹ لیا جائے یا ملازموں سے۔ میں نے طور پر کام اطمینان بخش طور پر انجام دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے سرورٹ کو رڈ کی تلاش شروع کر دی جو احاطے کے بائیں سمت دیوار کے ساتھ تھا۔ پتے ہوئے تھے۔ اچھے خاصے کوارٹرز تھے۔ میں آہستہ آہستہ منہ دی کی باڈھ سے ہوتا ہوا ان کوارٹروں کے عقب میں پہنچ گیا۔ جیسے کھو گیا کیانی جی نہیں اور ان کھڑکیوں سے جھانک کر اندر کا ماحول دیکھا جا سکتا تھا۔ دو ملازم تھے۔ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ غالباً وہ دونوں ایک ہی کوارٹر میں رہتے تھے اور دوسرا کوارٹر خالی رہا ہوا تھا۔ میں چند لمحات مویجہ آہستہ سے رنگ بنگ بھلی سمت سے دروازے کے سامنے آ گیا۔ میں نے دروازے پر دستک نہی اور دروازے کی چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ دونوں ملازم چونک پڑے۔ پھر ان میں سے ایک جلدی سے اٹھا اور دروازے کے سامنے پہنچ کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ چونکہ اس نے دروازہ کھول لیا ہے تو گھونٹا اس کی پیشانی پر پڑا اور وہ کمرے کھینچنے کی طرح الٹ کر جاگرا۔ دوسرا ملازم ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ لیکن اب میں نے پستول نکال لیا تھا۔

”اگر تم دونوں میں سے کسی کے منہ سے کوئی آواز نکلی تو پھر تمہاری زندگی مکمل نہیں ہوگی۔ میں نے غزائی ہوئی آواز میں کہا اور گھر سے ہونے ملازم کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ بلکہ پھلکا سا آدمی تھا۔ ملازم ٹانگ پر ہی کاٹھا۔ اس لیے زیادہ دیر بھی نہیں تھا۔ میں نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر ان دونوں کو گھونٹا ہوا بولا۔

”تم ملازم ہو؟“

”جی ہاں جناب!“

”تمہارے علاوہ اور کتنے ملازم یہاں موجود ہیں؟“

”اور کوئی نہیں ہے“

”کوئی خادمہ بھی تو ہے یہاں!“

”نہیں جناب۔ ہماری مالک کسی عورت کو رکھنا پسند نہیں کرتیں“

”تو لوگ کیا کام کرتے ہو یہاں؟“

”پینکے کی صفائی، سٹھرائی اور بیہ راستی جی بلڈ ہے۔ کھانا وغیرہ بھی پکانا ہے۔“

”تم لوگوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے؟“

”ملازم کوئی نہیں ہے۔ وہ مسٹر جوزف اور مسٹر پراپرٹس یہاں رہتے ہیں۔“

”یہ کون ہیں؟“

”میریڈم کے ملازم ہیں یہ بھی۔ میریڈم کے بیرونی کام کرتے ہیں“

”رات کو وہ نہیں رہتے ہیں؟“

”جی ہاں“

”اچھا۔ اور اپنی ڈیپل کے علاوہ یہاں کوئی اور نہیں ہے؟“

”نہیں جناب۔ بس ہم پانچ آدمی ہیں جو رات کو یہاں رہتے ہیں

”مسٹر جوزف اور مسٹر پراپرٹس ان میں ہیں۔ مگر گلاب کون ہیں؟“

”میں جو کوئی بھی ہوں نہیں اس بار سے میرے مغزور بتاؤں گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے ان سے کہا۔

”تم دونوں اپنے ہاتھ دیوار پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ“

”جناب۔ ہم ہم ہم۔ ملازم نکلتے گئے۔ لیکن پستول کے اشارے نے انہیں کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ لیکن مجھے ان کے اس طرح کھڑے ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں انہیں حوش میں نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ان کے قریب پہنچ کر میں نے ان دونوں کے سر دیوار سے ٹکرائے اور ان کی کھڑکی کے پچھلے حصوں کو تڑخا دیا۔ پستول کے دستے نے یہ کام آسانی کر دیا۔ انہوں نے جینے کی کوشش کی لیکن میں نے بھرتی سے ان کے سر پہنچے تھے۔ ملازم دوسرے دار کی تاب نہ لاکے اور دونوں بے حوش ہو گئے۔ تمام میں نے انہیں نیچے گر کر ان کا منہ باندھ دیا تھا۔ اور پھر میں ان کے دونوں ہاتھ پٹت پر کر کے انہیں کے لباس سے کسی سے نیچے تاکر حوش میں آنے کے بعد بھی وہ چیخ بکارت نہ پھا سکیں۔ پھر ان کی پٹھوڑوں سے ان کی ٹانگیں بھی کسی میں۔ اب ان کے بدن پر صرف اندر و برہ گئے تھے۔

اس کام سے مطمئن ہونے کے بعد میں باہر نکلا اور میں نے کوارٹر کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تاکہ قوری طور پر کوئی کارروائی عمل میں نہ آسکے۔ اس کے بعد میں آہستہ سے باہر نکل آیا۔ اب ان دونوں کو جوں

بلند ہو گئی تھی۔ یقیناً جہاں سے بال اکٹھے تھے وہاں سے آہستہ آہستہ خون بہنا چاہیے تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اپنی ناپے ہاتھ کی قبلی سر پر کھلی لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کے بال دوبارہ مٹھیں میں جکڑ لیے تھے۔

”ہاں! اپنی ڈر۔ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ ضرور کر دیتا ہوں تمہیں ہاؤں سے محروم کر کے مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی کیونکہ تم میری موت کا بندوبست کیا تھا۔“

”رک جاؤ خدا کے لیے رک جاؤ! اس نے گڑاڑتے ہوئے کہا ”چلو ٹھیک رہے رک گیا۔ اب بتاؤ تمہیں کس نے اس کے لیے مجبور کیا تھا؟“

”میں میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے ٹیلی فون پر یہ حکم ملا تھا

”کس نے دیا تھا حکم؟“

”میں اس کا نام نہیں جانتی“

”ایسی میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم ایک بہت بڑے مسور کی مالک ہو۔ اسے بہت بھی طرح جلاتی ہو اور دو گئے یہاں تمہاری حفاظت کے لیے موجود تھے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عمومی شخصیت نہیں ہو۔ مجھے بتاؤ ڈیر کس کے لیے کام کر رہی ہو۔ اگر نام زندہ ہوتا تو میں جیتتا کہ تم نام کی کار کو ہر لیکن نام تو مرنے کا ہے۔“

”تم۔ تم نام کو کیا جانو۔“

”میں کس سے جانتا ہوں۔ اس کی اطلاع تو میں کبھی نہیں ہو سکتی۔ البتہ وقت ضائع کر رہی ہو۔ یہ تمہارا گھر ہے جہاں سے یہاں تم نے ایسے انتظامات کر رکھے ہوں جن کی وجہ سے تم ان لوگوں تک یہ موجودہ صورت حال پہنچا سکو۔ میں تمہیں بھی اس کا موقع نہیں دوں گا اس سونے سے اٹھنے کی نہیں اجازت نہیں ہے اور سونے جو کچھ موجود ہے اگر وہ میرے سے مشکل ثابت ہو سکتا ہے تو میں تمہیں کبھی اس کا موقع نہیں دوں گا۔ میں تمہیں صرف چار منٹ دیتا ہوں۔ ان چار منٹ کے اندر اندر مجھے تفصیل بتا دو تو میں یہاں چلا جاؤں گا اور نہ اس کے بعد جو کچھ ہو گا وہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہوگی۔“

”میں نے تم سے کہہ دیا ہے کچھ نہیں جانتی؟ وہ اپنی قبلی پر لگنے والے خون کو دیکھ کر بولی اور ایک بار پھر میں نے اس کے بال ٹھیک میں جکڑ لیے۔ اس بار میں نے اپنی کوشش مدد پر کان نہیں دھری تھی بلکہ میں نے اس کے بالوں کی ایک اور ٹانگھا لڑی اور اپنی اوٹ سے منہ فرش پر آگری۔ لیکن میں نے اسے پیچھے کر کے نہیں دیا۔ دوبارہ بال پکڑا کر سے اٹھا یا اور بالوں کی ہی ٹوٹ سے اسے زمین سے اٹھا کر سونے پر دھکیں دیا۔ اپنی کے چہرے پر اب وحشت نظر آ رہی تھی۔

”خدا کے لیے مجھے صاف کر دو چھوڑ دو۔ میں بھی تو مجبور تھی کچھ نہیں کر سکتی تھی“

”ایسی، بس میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس کے لیے کام کر رہی ہو۔“

”جس کے لیے کام کر رہی ہوں اس کا تم کچھ نہیں بگاڑ سکو گے“

”یہ بعد کی بات ہے۔ تمہارا جواب دینا ضروری ہے“

”تو پھر سنو۔ میں وکڑاؤ لینی کی ملازم ہوں“

”یہ وکڑاؤ لینی کون ہے؟“

”لاس ٹھیکس کا بہت بڑا آدمی ہے“

”وہاں وہ کیا کرتا ہے؟“

”میرے گروہ کو نیشنل کرنا ہے“

”تمہارا گروہ“

”ہاں گجوں کا گروہ“

اور گجوں کے اس گروہ کا شجرہ نسب کیا ہے؟ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”کیا مطلب؟“

”میرا مطلب ہے کہ وکڑاؤ لینی سے آپر کون ہے؟“

”جو کوئی بھی ہے تم اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے۔ اس نے پہلے کے اسے ادا نہیں کیا۔“

”کیا اس کا نام تو کا نہیں ہے؟ میں نے کہا اور ڈی ویل اپنی تمام تر مطلق کے باوجود ایک باہر پھر تیز ہو گئی۔ اس نے آٹھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا اور بولی۔

”تو تو تم اسے بھی جانتے ہو۔“

”میں کسے نہیں جانتا ڈیر! اپنی اب یہ بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟“

”مجھے صاف کر دو۔ دیکھو اگر تم ان لوگوں سے کوئی براہ راست دشمنی رکھتے ہو تو یقین کر دو۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ میں تو ایک چھوٹی سی کارکن ہوں۔“

”چلو ٹھیک ہے یہ بتاؤ تم ڈی ویل اسٹور میں کیا کرتی ہو؟ میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

”خدا کے لیے یہ سب مت پوچھو۔ مت پوچھو“

”کمال ہے اپنی تم مجھے خدا کا واسطہ دے رہی ہو۔ تم جو مجھے پتہ تک پہنچانے کا باعث بنی تھیں۔ اگر میں فائدہ نہ ہوتا تو یقیناً ظن پر موت کا شکار ہو جاتا ہوتا۔ میں تمہارے ساتھ کیسے حرم اور انصاف کر سکتا ہوں۔“

”تو کیا تم مجھے قتل کر دو گے؟“

”ممکن ہے ذکروں بشرطیکہ تم مجھے صبح صبح جواب دو دو“

”ڈپل اسٹور میں میں کچھ نہیں کرتی۔ لیکن میاں میں ان کے مفادات کی تحویز بہت نگرانی کرتی ہوں“

”کس کے مفادات کی؟“

”وکڑاؤ لینی کے گروہ کے مفادات کی“

”وہ گروہ وہاں کیا کرتا ہے؟“

”نشیاتی کی تجارت“

”اچھا ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ تم میرے کب روشناس ہوئی تھیں؟“

”میں نہیں نہیں جانتی تھی۔ بس مجھے تمہاری تصویر دکھائی گئی تھی جسے کہا گیا کہ میں اس میں ان دونوں کو قتل کیا ہے۔“

”جھوٹ بولتی ہو۔ اس سے پہلے تم میرے اسٹور میں گئی تھیں میرا مقصد یہی تھا کہ میں اس سے تمہیں معلومات حاصل کرتی تھیں سو تم نے اس اور اس کے بعد تم نے مجھے مجرم قرار دیا۔ ان دونوں کو کس نے قتل کیا تھا؟“

”یہ بھی میں نہیں جانتی“

”اچھا چلو، ٹھیک ہے۔ اسٹور میں کچھ نہیں ہوتا لیکن جا کر نشیاتی کی تجارت کہاں سے ہوتی ہے؟“

”اس کے تو مختلف پوائنٹ ہیں کسی ایک جگہ سے نہیں ہوتی۔“

”تم براہ راست مسٹر ڈی کو جواب دو ہو“

”نہیں، وکڑاؤ لینی براہ راست مجھ سے بات نہیں کرتے ان کے لیے شمار کنندہ یہاں ہی پارک میں موجود ہیں اس سے جواب دیا۔“

”اچھا چلو ٹھیک ہے۔ اب میرے بارے میں کسے اطلاع دو گی؟“

”م۔ م۔ م۔ کسی کو اطلاع نہیں دوں گی۔“

”دیکھو اپنی تم نے پھر جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔ میں نے سنا کہ ننگا ہوں سے اٹھو تے ہوئے کہا۔“

”میں ایک ٹیلی فون پر ان واقعات کی اطلاع دوں گی۔ فون کون ریسیو کرے گا مجھے نہیں معلوم“

”ٹیلی فون نمبر؟“ میں نے سوال کیا اور اس نے ٹیلی فون نمبر پڑھا۔

”خیر اب میں اس کی تصدیق تو نہیں کر سکتا کہ تم نے جو نمبر بتایا ہے درست بتایا ہے۔ بہر طور یہی میں تم سے آخری سوال پوچھ رہا ہوں۔“

اسی سوال پر تمہاری زندگی کا دار و مدار ہے، سنو، اگر تمہارا جواب ہاں میں ہو تو تمہاری زندگی بچ جائے گی۔ اور اگر تمہارا جواب نفی میں ہو تو مجھ میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں ہے۔ سنو! اپنی متوش لگا ہوں سے مجھے دیکھئے گی، اس کے سر کے بالوں سے خون بہ رہا تھا اور اس کی پیشانی پر آگیا تھا قطرے قطرے تھج جو کہ بھی غاسی لکیروں کی شکل

انتہا کر لیا تھا۔ وہ بار بار خون پونچھ رہی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں پھاڑ کر کہا

”پوچھو۔ کیا سوال ہے وہ؟“

”تمہیں علم ہے اپنی کہ میری بیوی کو اغوا کیا گیا ہے کس نے

لے اغوا کر لیا ہے اور وہ کہاں موجود ہے۔“ اپنی خاموشی سے میری مشکل دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔

”جواب دو اپنی؟ میں نے کہا ہے کہ اس جواب پر تمہاری زندگی کا دار و مدار ہے۔“

”تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو یہ دوسری بات ہے ورنہ یقین کرو مجھے اس بار سے میں کچھ نہیں معلوم“

”میں نے تم سے کہا تھا اپنی کہ مجھے اگر تم سے اس سلسلے میں معلومات حاصل نہ ہوں تو تمہاری زندگی میرے لیے بے مقصد ہو جائے گی۔ اگر تمہیں نہیں معلوم تو پھر تمہیں زندہ بھی نہیں رہنا چاہیے۔ میں نے ہسٹول نکال کر دوبارہ ہاتھ میں لیا۔“

”نہیں نہیں۔ تم یقین کرو میں مجبور ہوں۔ مجھے کچھ نہیں معلوم

مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ لیکن میرے پاس اس کے الفاظ سننے کے لیے کان نہیں تھے۔ زہی کے انتقام کا لاوار میرے ذہن میں کھول رہا تھا۔ اپنی اگر زہی کے اغوا کنندگان میں سے نہیں تھی تو کم از کم ان کی مدد کا ضرور نہ تھی۔ مجھے چاہیے کہ جھنڈے تک پہنچانے میں ان کی معاون تھی وہ۔ اسی کے ذریعے وہ لوگ مجھے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے چنانچہ میں نے ہسٹول کا ٹریگر دبا دیا اور اپنی کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ دوسرا سوراخ اس کی گردن میں ہوا اور تیسرا سوراخ اس کے دل میں تین فائر ہوئے تھے۔ ہسٹول کا کارڈ اب بھی بچ رہا تھا لیکن بہر طور فائرنگ کی آواز اپنی نہیں تھی جو دو رنگ۔ پھیلے ہوئے چہرے پر کمرہ بند تھا تاہم میں اس احساس کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اور اب میرے لیے یہاں کتنا بے کار تھا۔ میں جانتا تو اپنی کے کمرے اور عمارت کے دوسرے کمروں کی تلاشی لے سکتا تھا لیکن ان ساری باتوں سے مجھے کچھ حاصل نہیں تھا۔ میں وکڑاؤ لینی کا نام نہیں پکا تھا۔ اپنی صرف ایک ایسی چیز تھی جس کے لیے میرے دل میں انتقام کی آگ سٹلگ رہی تھی۔ اس لیے میں اسے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنا کر یہاں آیا تھا۔ البتہ میں نے ایک کام ضرور کیا۔ اپنی کے پچھلے پھرتے ہوئے بدن کے پیچھے ہونے میں ان اپنی اٹلی ڈوبوئی اور اس نے کی دیوار پر ایک چھوٹی سی تحریر لکھ دی۔

”مسٹر ڈیول۔ تم جانتے ہو۔ اسے کیوں قتل کیا گیا؟“

یہ تحریر لکھنے کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑا۔ ہسٹول میرے ہاتھ میں تھا اور میں باہر سے بھی نہیں آئے والے قہقہے کے لیے کھلے تیار

تھا۔ لیکن باہر خاموشی تھی۔ میں برآمدے سے ہوتا ہوا ان دونوں کا رونک سنبھالنے لگا۔ کاروں کے نیچے ان دونوں کے بدن اب بھی پڑے ہوئے تھے اب یہاں زلزلہ ہونے والوں میں صرف وہ ملازم تھے جو اپنے کمروں میں بند پڑے تھے۔ بہر طور جتنی جاہل سارے کے سارے۔ میرے بیٹے میں آگ سنگ رہی ہے تو میری کسی کی پروا کیوں کروں چنانچہ میں خاموشی سے باہر نکل آیا اور تاریکی میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔ کافی دور چلنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس ٹیکسی کو بھی میں نے اس جگہ سے کافی فاصلے پر روکا جہاں سے مجھے میدل چل کر اپنے مکان تک پہنچنا تھا۔ میرے بیٹے اس مقام کا لاوا اور بھی بہہ رہا تھا۔ پورے بدن میں ایک کھول تھی۔ تین افراد اس وقت میرے ہاتھوں میں ہونے لگے تھے مجھے ذرا بھی اس کی پروا نہیں تھی۔ انہوں نے خود ہی مجھے اس راستے پر ڈالا ہے تو اب خود ہی انہیں جھٹکنا پڑے گا۔ میں تو زندگی سے بیزار تھا۔ زبانی کے زیر زندگی گزارنے کا بہر تصور میرے ذہن سے ختم ہو چکا تھا۔ اپنے گھر واپس آنے کے بعد میں نے یہ میک اپ آمادہ کیا اور دوسرا میک اپ کر لیا۔ یہ میک اپ پہلی دو شکلوں سے بالکل مختلف تھا۔ میں کسی کی نگاہ میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا اس نئے میک اپ میں مسٹر بیکن بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔ لیکن بہر طور کوئی حرج نہیں تھا۔ مسٹر بیکن سے بھی محتاط رہنا ضروری تھا۔ کسی بھی شخص پر اس دور میں ہر قسم نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر بیکن اگر مجھے انسان بھی ہیں تب بھی اپنی جان بچانے کے لیے وہ میرے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے انہوں نے جو کچھ کہا وہ صرف جان بچانے کی ایک کوشش جو ہر شخص سے ہی محتاط رہ کر کام کرنے میں فائدہ تھا۔ چنانچہ میں نے طے ہو کر ہاتھ دھو کر کھانا جانا تھا۔

دوسروں میں نے اپنی اس رہائش گاہ میں گزارا۔ مسٹر بیکن سے بالکل قلم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن میرے دن میں ان سے سب ان کی رہائش گاہ پر ملا۔ مسٹر بیکن اپنی رہائش گاہ پر موجود تھے۔ میں نے ایک ملازم سے کہلوایا کہ ان کا ایک دیرینہ دوست ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ مسٹر بیکن نے مجھے اپنے ڈرائیونگ روم میں بلا لیا تھا۔ جب وہ ڈرائیونگ روم میں داخل ہوئے تو میں بڑے پریشان اور پریشان اخلاق انداز میں کھڑا ہو گیا۔ مسٹر بیکن کے چہرے پر اجنبیت کے آثار تھے۔

”آپ مجھے نہیں پہچانتے ہوں گے مسٹر بیکن لیکن میں آپ کا دیرینہ شناسا ہوں۔ بہت عرصے سے آپ کو جانتا ہوں اور آپ سے ملاقات کرنے کا خواہشمند تھا۔“

”بیگے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

”مسٹر بیکن، میں آپ سے ایک ایسے معاملے میں مدد چاہتا ہوں جس کا علم میرے اور آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔“

میں آواز دلا کر بات کر رہا تھا۔ مسٹر بیکن کو ذرا بھی خبر نہ ہو سکا کہ میں کون ہوں۔

”فرمائیے، فرمائیے۔ یہاں میرے اور آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اور یہاں ہماری گفتگو کوئی نہیں سُن سکتا۔“

”اگر یہ بات ہے مسٹر بیکن تو میری آپ سے اپنا تعارف کرانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ میرا نام نواز اصغر ہے۔“

”کیا؟“ مسٹر بیکن نے جھل پڑے۔

”جی ہاں۔ میں نواز اصغر ہوں اور آپ سے آپ کے اسٹوڈیو ل چکا ہوں۔“

”لیکن یہ آپ کی شکل؟“

”میری تو پہلی شکل بھی میری شکل نہیں تھی۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔“

”اوہ۔“ مسٹر بیکن نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر لوٹے ”میں نے پورے رات پروگرام کے مطابق تمہارا انتظار کیا تھا لیکن تم شاید مجھ پر یقین نہیں کر سکتے تھے۔ تمہارے سوچا جاوے گا کہ میں تمہارے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤں۔“

”مسٹر بیکن! میں آپ کے غلط کام کا اندازہ لگانے کا خواہش مند تھا۔ اس دوران میں آپ کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ اور ان معلومات میں سے کچھ باتیں میرے بیٹے مستند ہیں۔“

”دیکھو دوست۔ انسان کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں یہ شخصیت ہے کہ میں ناگوار رہتا ہوں کہ حال میں نہیں کیا اور ان لوگوں کے لیے کام کرنے کا راز ہم کی زندگی میرے لیے بائیس دہائی تھی۔ لیکن جب مجھے اس خیال میں پھنسا ہی دیا گیا تو میں نے کچھ لیے ضروری کام کیے تو تمہاری نگاہ میں مستند ہوں گے۔ لیکن تم کھانے کو تیار ہوں کہ وہ صرف میری مجبوری تھی۔ اور اسی مجبوری نے مجھے ڈیرنگی لگا دی ہے۔ سزا دیا۔ آج میری سماجی حیثیت ہے۔ یہ زیادہ کہیں مجھے لوگ ایک شریف شہری کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اگر کسی کو میری اہلیت پتہ چل جائے تو۔“ مسٹر بیکن نے ایک سسکی ماری۔

”ہاں مسٹر بیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ کی عزت خاک میں مل جائے گی۔“

”مجھے خود بھی یہی کہنا پڑے گی۔ بات میری ہی ذات کی نہیں ہوگی بلکہ میرا اور اہل خانہ اس شخص کا کشاکش ہو جائے گا۔ تم کو پریشان کا اندازہ کر سکتے ہو میرے دوست کہ میں کتنا پریشان ہوں۔ مسٹر بیکن کا بوجھ واقعی متاثر تھا۔ میں نے اسے محسوس کیا۔

”اس انٹیلیجنس میں تمہارا آدمی ان لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہے؟“

میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔ میں نے۔ یہ بات صرف تمہیں بتانی ہے اور جو کچھ میں کہتا ہے اس میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔“

”اگر یہ بات غلط نکلی تو؟“

”تم جو سلوک جاہلوں سے ساتھ کر سکتے ہو۔ میں خود اس ذمگی سے عاجز ہوں۔ انہوں نے مجھے بتا دیا کہ رکھ دیا ہے۔ میں ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا خواہشمند ہوں۔“

”تب مسٹر بیکن میں اس انٹیلیجنس جانا چاہتا ہوں۔“

”اگر تم پوری سنجیدگی سے ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری ہر مدد کرنے کے تیار ہوں۔ وہاں میرا جاسوس ایجن کارب تمہاری پوری پوری مدد کرے گا۔ اگر تم مجھے اپنی روانگی کے بارے میں بتا دو تو میں اسے لکھ دوں۔ اور اگر تم وہاں کی پولیس کی مدد بھی چاہو تو میں مخصوص ذرائع سے تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے ایجن کارب کو بھی وہاں آسانیاں دے رکھی ہیں۔“

”ایک بات مجھ میں نہیں آتی مسٹر بیکن جب آپ اس قدر با اختیار آدمی ہیں تو آپ نے پولیس کی مدد سے یہ سب کچھ کیوں نہیں کیا؟“

”میں گردن ہٹا کر اس دلدل میں غرق ہوں۔ کبھی کھل کر ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ بس جو رہی تجھے لینے والے استمال کر رہا ہوں۔ اس انٹیلیجنس میں انہوں نے موت کا دار بار شروع کر رکھا ہے۔ لظاہر اذیات کا استمال محسوس لوگوں کو کر کے وہ انہیں موت کی سمت پھیل رہے ہیں۔ اگر تم ان لوگوں کے خلاف کام کر کے اس گروہ کو ٹوڑ دو تو یہ انسانیت کے لیے ایک بڑا کام ہوگا۔“

”بڑا شیک آپ اس سلسلے میں میرے ساتھ پر غلطیوں سے بچا کرنا چاہتے ہوں۔“

”اس کے لیے مجھے تمہیں کرنا پڑے گا۔ میں اور کوئی بیعت نہیں ذرا ہم نہیں کر سکتا۔ یا پھر ضرور تمہاری تسلی کے لیے میں کچھ اور بھی کرنے کو تیار ہوں۔“

”کہو! میں نے کہا۔“

”میں تمہارے لیے ایک خصوصی اجلاس نامہ پولیس کے ہاتھوں سے حاصل کر سکتا ہوں جس کی مدد سے اس انٹیلیجنس میں۔ آسانی ان لوگوں کے خلاف کام کر سکتے ہو۔ ضمانت کے طور پر میں اپنی مٹی اور مجھے کو تمہارے ساتھ کروں گا۔ دونوں لوگوں وہاں تمہارے ساتھ تعاون کریں گی۔ دونوں بے حد ذہنی ہیں اور ایڈیٹیو سب سے تمہارے ہر کوئی سے علم تعاون کی شکل میں مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔“

”اس گفتگو کے بعد مسٹر بیکن پریشک کرنا گناہ تھا۔ اس سے زیادہ وہ شخص دیکھ کر سکتا تھا۔“

”کیا آپ میرے لیے خصوصی اجازت نامہ حاصل کر سکتے ہیں؟“

”ہاں۔ ایسا ہی ایک اجازت نامہ میں نے کاربٹ کے لیے بھی حاصل کیا تھا۔ جس سے وہاں بہت سی آسانیاں حاصل ہیں۔“

”اب مجھے آپ پر کمل اعتماد ہے۔ مسٹر بیکن۔ لیکن کیا آپ کی بیٹی اور بیٹی اس کے لیے تیار ہو جائیں گی؟“

”غلاموں سے۔ وہ بہت پرورش لوگ ہیں اور تم دیکھو گے وہ اس طرح تمہاری معاون ثابت ہوتی ہیں۔“

”آج ہی رات کو دونوں کام ہو جائیں گے۔ تم ڈیڑھ گھنٹے کے ساتھ کرو۔ اور اس آخری شکل میں جس میں تم اس انٹیلیجنس کا سفر کرنا چاہتے ہو۔“

”میں نے کہا۔“

”یہ اپنا سب کچھ یاد کرنے کو تیار ہوں۔“

”ہاں۔ ایسا ہی ایک اجازت نامہ میں نے کاربٹ کے لیے بھی حاصل کیا تھا۔ جس سے وہاں بہت سی آسانیاں حاصل ہیں۔“

”اب مجھے آپ پر کمل اعتماد ہے۔ مسٹر بیکن۔ لیکن کیا آپ کی بیٹی اور بیٹی اس کے لیے تیار ہو جائیں گی؟“

”غلاموں سے۔ وہ بہت پرورش لوگ ہیں اور تم دیکھو گے وہ اس طرح تمہاری معاون ثابت ہوتی ہیں۔“

”میں ان سے ایک ملاقات کر سکتا ہوں؟“

”آج ہی رات کو دونوں کام ہو جائیں گے۔ تم ڈیڑھ گھنٹے کے ساتھ کرو۔ اور اس آخری شکل میں جس میں تم اس انٹیلیجنس کا سفر کرنا چاہتے ہو۔“

”میں نے کہا۔“

”یہ اپنا سب کچھ یاد کرنے کو تیار ہوں۔“

”ہاں۔ میں تمہارا تعارف کس نام سے کرواؤں ان لوگوں سے؟“

”یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ آپ چاہیں تو لوگوں کی حیثیت سے یا پھر کوئی بھی نام تیار ہیں۔ اب مجھے آپ کسی بات پر اعتراض نہیں ہے۔“

”بہت بہت شکریہ۔ میں بھی جی چاہتا ہوں کہ اب ہمارے دنیا میں جو بھی گتھکو ہو سکے۔ ان کے ساتھ چاہوں اس میں ہم لوگ ایک دوسرے پر کسی قسم کا شک و شبہ نہ کریں۔“ مسٹر بیکن نے کہا۔

”جی ہاں۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اب میں آپ پر کمل اعتماد کرتا ہوں۔ تو پھر اس سلسلے میں تمام باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔“

”ٹھیک ہے تو پھر رات کو تم میرے پاس بیٹھ لے پو؟“

”یقیناً۔ میں آٹھ بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے چونک کر کہا۔ ”لیکن ایک منٹ۔“

”ہاں، ہاں کہو۔ ابھی تمام باتیں طے کئے لیتے ہیں تاکہ بعد میں کسی قسم کی کوئی روکتا نہ اٹھائی پڑے؟“

”اپنی لڑکی اور اپنی بیٹی سے آپ اس سلسلے میں کیا کہیں گے؟“

”ہاں۔ یہ ایک انتہائی ضروری سوال تھا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ وہ دونوں لوگوں کی ایڈیٹیو سب میں اور اس قسم کے جنگوں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں۔ اور میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ بے حد ذہنی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے لوگ ہیں اس لیے ان کے اس شوق کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اپنے طور پر ہی کچھ کر سکتی ہیں اگر لڑتی ہیں۔“

”بالکل بالکل، کیا نام ان کے؟“

”میری بیٹی کا نام ٹریسا بیکن ہے اور میرے بھائی کی بیٹی

سوتیلماورنگ ہے یہ دونوں لڑکیاں جوان العمر ہیں۔ بہر طور مومن سے یہ کہیں گے کہ نشیات فروشوں کے خلاف ہم ایک مہم سر انجام دے رہے ہیں اور یہ ہم صرف انسانیت کی خدمت اور بھلائی کے لیے ہے چنانچہ تینوں کو اس سلسلے میں لاس انجیلیس میں کام کرنا ہوگا۔ "نہایت موزوں بات ہے۔" ایلن کاربٹ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

"میں تمہیں ایلن کاربٹ کی تصویر بتا کر دوں گا اور اس کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیل بتا دوں گا۔ ویسے جب تم روانہ ہو گے تو میں ایلن کاربٹ کو لینے ڈرانے سے اطلاع دے دوں گا کہ تم کہاں آئے ہو۔ وہ بھی تمہیں میرے ایک ساتھی اور دوست کی حیثیت سے خوش آمدید کہے گا۔ اس سے زیادہ اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ بہر طور میں نے اس پر بھی اتنی ہی تحقیقات کی ہیں جتنی مناسب ہو سکتی تھیں۔" مسٹر میکن نے کہا اور میں نے پُر خیال انداز میں گردن ہاڑی۔

میرے خیال میں تو لوگ کے خلاف مجھے اس مہم کے سلسلے میں لاس انجیلیس تو جانا ہی تھا۔ چونکہ اس کے بارے میں مجھے خاصی معلومات ہو چکی تھیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں لاس انجیلیس جانے کے بعد سیدھا تروکا کی گردن پر جا بیٹھوں گا لیکن بہر طور مسٹر وکٹر ویلی سے مجھے اس بارے میں کچھ زیادہ معلومات تو حاصل ہو جی جابین کی اور میں اس سلسلے میں بہت پر جوش تھا۔ اگر مسٹر ویلی میرے ہاتھ آجائیں تو کم از کم زہری کا معاملہ تو حل ہو جی جاتا کیونکہ زہری کو برباد کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ اور زہریا رک میں کوئی گنڈو موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یقینی طور پر لاس انجیلیس ہی سے کام کرنا گیا ہوگا۔ چونکہ مسٹر ویلی بقول مسٹر میکن کے زہریا رک کے معاملات بھی کنٹرول کرتا ہے چنانچہ اس کے علم میں ضرور ہوگا کہ تروکا کے ایما پر زہری کو اغوا کر کے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ یا پھر ممکن ہے زہری مجھے لاس انجیلیس میں ہی مل جائے۔

یہ تمام احساسات دل میں ایک حسرت بن کر گھبر رہے تھے۔ بہر طور میں مسٹر میکن سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ اب تو تمام معاملات مسٹر میکن کے اوپر چاہے تھے۔ مجھے تو صرف پولیس کی نگاہوں سے محفوظ رہنا تھا اور یہ کام میں نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اسٹیکن پولیس بڑی ذہانت سے میری داہوں پر دوردرد رہی ہوگی۔ لیکن بہر طور میں بھی معمولی شخصیت مالک نہیں تھا۔ زندگی جس انداز میں گزری تھی اس میں مجھے یہ سب کچھ میں آج تک تھا کہ طرح اپنے آپ کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ مستحب طریقوں سے بچا جائے اور ایسی تمام حرکتوں سے بچا جائے جو پولیس کو بری طرف

متوجہ کر سکتی تھیں۔ اور میں یہی سب کچھ کر رہا تھا۔ وقت حقارتہ میں مسٹر میکن کی کوٹھی میں جا بیٹھا۔ کوٹھی کے بائیں باغ میں نیم تاریکی سی چھائی ہوئی تھی۔ پورچ میں چند کادیں کھڑی ہوئی تھیں۔ قریب دروازے کوئی بچہ وہیں تھا۔ مسٹر میکن کے پاس میں اب دل میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ لیکن اس احتیاط کا کیا کرتا جو میری فطرت میں رکھی جی تھی۔

میں نہایت محتاط انداز میں آگے بڑھا اور اس پر آدھے سے اندر جانے کے بجائے نعلی سمت کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا، جس میں مجھے ایک راہداری سے گزر کر برآمدے کی عقبی راہداری میں پہنچ جانا تھا۔ اگر کوئی شخصہ بات ہوگی تو مسٹر میکن سامنے ہی کی سمت سے کچھ کریں گے اور اگر نہیں سے تو پھر میرے لیے یہی راستہ مناسب تھا۔ چنانچہ میں عقبی راستے سے ہوتا ہوا پورچ والی راہداری میں پہنچا۔ اور وہاں سے مسٹر میکن کی خواب گاہ کے دروازے پر۔ میں نے ذرا ٹینگ روم میں روشنی دیکھی۔ اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مسٹر میکن اندر ہی موجود تھے اور ان کے ساتھ ہی وہ دونوں لڑکیاں بھی جن کا انہوں نے تذکرہ کیا تھا۔ میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اور وہ لوگ چونک پڑے۔

"ہاں۔ کیا بات ہے، آ جاؤ مسٹر میکن کی آواز اب گھری اور میں اندر داخل ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ لوگ چونک پڑے تھے۔ "اوہ۔ آؤ مسٹر فز۔ لیکن ملازمین نے مجھے تمہارے بارے میں اطلاع نہیں دی۔ حالانکہ میں نے انہیں سامنے ہی سمت متعین کر دیا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے تمہارے آنے کی اطلاع دی جائے۔"

"کوئی بات نہیں ہے مسٹر میکن۔"

"ان سے طو۔ یہ میری بیٹی ٹریسا ہے اور یہ سوتیلما ہے۔ دونوں لڑکیاں جیسے ہیں۔ ان میں سے ایک کے بارے میں بتا یا ہے جو ش مرت سے بے قابو ہو جی رہی ہیں۔ تم سے ملنے کے لیے نہایت بے چین ہیں۔ ویسے میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ مسٹر فز انیشیا بی بی لیکن بہت ہی ذہنی ہیں۔ بہت سے ایسے کارنامے سر انجام دے چکے ہیں جو سننے کے قابل ہیں۔ نشیات فروشوں کے گروہ ختم کرنے میں انہیں خاص جہارت حاصل رہی ہے۔" مسٹر میکن نے یہ بات ان لڑکیوں کو بے وقوف بنانے کے لیے کہی تھی لیکن یہ سوتیلما حقیقت تھی۔ میں نے اس سلسلے میں واقعی بہت کچھ کیا تھا۔ لیکن اس کا اظہار مزید مناسب تھا۔

لڑکیوں نے بے تکلفی سے مجھے سے صفا فوکیا۔ دونوں لڑکیاں خاصی خوش شکل تھیں۔ ٹریسا کے بال گہرے سیاہ تھے اور سوتیلما کے بالوں کی رنگت اخروی تھی۔ مزا جی بھی دونوں خوش مزاج تھیں۔ انہیں

زہر مرت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مسٹر میکن نے مجھے ہنسنے کی پیشکش کی۔ سوتیلما ہی میرے بعد سلسلہ گفتگو کا آغاز ہو گیا۔ مسٹر میکن نے کہا۔

"جب سے میں نے ان دونوں لڑکیوں کو اس مہم کے بارے میں بتا یا ہے۔ اس سلسلے میں بہت ہی پر جوش ہیں۔ میں نے انہیں تمام تفصیلات بتا دی ہیں کہس طرح میں لاس انجیلیس پہنچنے کے بعد اس گروہ کے خلاف کارروائیاں کرنی ہیں جو نشیات کی تجارت کرتے ہیں اور یہ شہار انسانوں کو موت کی نیند سلا چکا ہے۔ موت کے یہ سوداگر لاس انجیلیس میں ایک بہت بڑا گروہ قائم کیے ہوئے ہیں اور تم لوگوں کو اس پر گروہ فوٹا کرنا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک حکومت کے تعاون سے برہ راست نہیں ہو رہا۔ لیکن حکومت کے چند چٹھوں کو اس سلسلے میں اطلاع دی جائے گی اور وہ سب لوگوں سے تعاون کریں گے۔ اب اس سلسلے میں تم طریقہ کار کا تعین کر لو کہ ان معاملات میں زیادہ ذہنی آہی نہیں ہوں۔ مسٹر میکن نے کہا اور میں لڑکیوں سے گفتگو کرتا رہا۔

ٹریسا اور سوتیلما پھر مختلف سوالات کرتی رہیں اور میں انہیں جواب دیتا رہا۔ دوسرے جوابات سے خاصی مطمئن نظر آ رہی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک نے مسٹر میکن سے پوچھا۔

"ہم لوگ یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟"

"بہتر تو یہ ہوگا کہ کل ہی۔ زیادہ دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے کیوں مسٹر فز آپ اس سلسلے میں کچھ زیادہ وقت تو طلب نہیں کرتے؟"

"نہیں جناب، میں بالکل تیار ہوں۔ میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے، تمام ضروری معاملات طے کر لو۔ اس کے بعد کل تمہیں روانہ ہونا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے مسٹر فز اگر دونوں لڑکیاں انجینی حقیقت سے تمہارے ساتھ جائیں، یعنی تم ایک دوسرے سے ربط کا اظہار نہ کرو بلکہ الگ اپنا اپنا کام انجام دو لیکن ایک دوسرے سے رابطہ بھی قائم رکھو۔"

"میں بھی جی جاتی تھی ڈیڈی، اس طرح ہم کم از کم ایک وقت کسی کی نگاہ میں آنے سے بچ جائیں گے۔" ٹریسا بولی۔

"لیکن سوتیلما تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ مصلحت کے لحاظ سے یہ کارروائی بہتر ہے۔" سوتیلما بولی

"تو پھر ٹھیک ہے میں تیار ہوں کیے لیتا ہوں۔"

"رات کے کھانے کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کی اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ میرے دل میں ٹھنڈک سی آ رہی تھی۔ نیویارک میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میرے لیے خطرات زیادہ ہیں اور زہری کے ملنے کی امید نہیں ہے۔۔۔ پھر سیدہ یہی نگاہوں میں لاس انجیلیس تاج

رہا تھا۔

دوسرے دن تمام تیاریاں کرنے کے بعد میں ایورٹ پورٹ پہنچ گیا۔ مسٹر میکن لڑکیوں کو مجھ سے نہیں آئے تھے۔ بلکہ وہ اپنے طور پر سفر کے لیے تیار تھیں۔ البتہ ان میں سے ایک نے چالاک سے مجھے ایک چھینٹا سا جری بیگ تھما دیا جس میں میری ضروریات کی چیزیں موجود تھیں۔ میں اس میں وہ اجازت نامہ بھی تھا جو مقامی پولیس کے لیے تھا اور اس اجازت نامے کی نوٹ سے ایورٹ سٹیٹ ہاؤس سے لے کر تھریٹا نامہ جگہوں پر میرے لیے تیاریاں کر دی گئی تھیں اور مجھے کسی بھی جگہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مسٹر میکن کچھ ذاتی اقداروں بھی رکھتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس طرح دلدل میں چھٹے تھے کہ ان اقداروں سے کام لے کر کبھی اپنی کلو خلاصی نہیں کر سکتے تھے لیکن بہر طور انہوں نے میرے لیے جو آسائیاں فراہم کی تھیں میں انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ایورٹ سٹیٹ ہاؤس سے کبھی مجھے کوئی وقت پیش نہیں آئے گی، چنانچہ اگر میں اپنے ساتھ کچھ ایسا سامان لے جا نا چاہوں تو کسی خاص نوعیت کا ہوا دران لوگوں کے خلاف کام آسکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بہر طور میں سٹاپے طور پر تیار ہاں کر لی تھیں۔

لڑکیاں ایک طرف لاؤنج میں جا بیٹھیں۔ میں بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ پھر میں اس طیارے میں بیٹھے گا حکم ملا جو میں نے لے لاس انجیلیس کی طرف پرواز کرنے والا تھا۔ اور ہم طیارے میں بیٹھ گئے میں نے اپنی آرام دہ نشست سے منبھال لی تھی اور اس کے بعد میں خیالات کی دنیا میں گھو گیا۔

میرے ذہن میں زہری کا چہرہ و قصاں تھا۔ میری زہری نہ جانے کس حال میں ہوگی۔ حیرت کی بات تھی میری زندگی کا کچھلا دور جس طرح گزرا اس کا ایک ایک لمحہ میں نے اپنے دوستوں سے پوچھا نہیں رکھا تھا۔ لیکن زہری میری زندگی میں کچھ اس طرح داخل ہوئی تھی کہ اس کے بعد اس ساری کائنات میں کچھ نہ رہا۔ میں نے اس سے آخری محبت کی تھی کہ محبت کا اس کے آگے تصور ہی ختم ہو جائے اور اب اس کی جدائی کے بعد یہ ساری دنیا مجھے خالی خالی محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے احساس بھی نہ ہوا طیارہ کب فضا میں اڑا اور کب اس نے اپنا سفر طے کیا۔ نیویارک سے لاس انجیلیس تک کا سفر میں اپنی خیالات میں ڈوبے ڈوبے لگا اور اس کے بعد جب میں حکم ملا کہ طیارہ لاس انجیلیس کے ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے تب میں چونکا۔ میں نے دوسرے مسافروں کی طرح حفاظتی بیٹ باندھی اور گروان ہونڈ کی چھلی سینول پر نظر ڈالی۔ ٹریسا اور سوتیلما اترنے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ نہ جانے کس نقطہ کی مالک تھیں۔ ابھی تک میری ان سے کوئی خاص نشست نہیں ہی تھی، جو میں ان کے بارے میں کچھ جان سکتا۔ ویسے دونوں لڑکیاں اپنی نشادہ پیشانی

اور زمین آکھوں سے جو شیادھمدا لگا تو اسے معلوم ہوتی تھی اور پھر پہل تھا کہ شاید وہ میری ہم میں مکمل طور پر ممانون ثابت ہوں گی۔

طیاسے کے بیٹے نے وہ سے لکھائے تو میں نے ابین کاربٹ کے بارے میں سوچا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ابین کاربٹ ہونی آدھے برسریر انتفاخ کر رہا ہو گا۔ مجھے اس کی تصویر دکھادی گئی تھی اور میں نے اس کا حلیہ بھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ بقول مشر بنک کے اس کے پاس نہایت اہم اور ضروری معلومات موجود تھیں جن کے لیے اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ مجھ سے ملاقات کر کے مجھے ان کی تفصیل بتا دے۔

طیارہ روکنے کو تھا۔ میں شفا طیفی پنی گھول کر کھڑکھڑا ہوا اور تیز قدم اٹھانا ہوا اور دوازے سے نزول ہو چکا تھا۔ دوسرے مسافر قطار میں کھڑے یا بیاری کا انتظار کر رہے تھے۔ میں ان سب کو دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔ میری اس حرکت پر بہت سے مسافروں نے ناگ بھوں چڑھائی تھی لیکن کسی نے خاص طور سے کچھ نہ کہا۔

جہاز کا دروازہ کھلا۔ میں نے جہاز سے نکل کر متحرک پلیٹ نام پر قدم رکھا۔ سامنے ہی ایک شخص کا لے اور دو کوسٹ میں ملبوس ایک فضائی کپٹنی کا بیگ اٹھانے لگا تھا۔ اس کا دہانہ گال کپٹنی سے ٹھوڑی تک دوہرا تھا یعنی اس پر گہرے زخم کا نشان موجود تھا۔ میں نے اس پر ایک لمبھی سی نگاہ ڈالی اور دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ پلیٹ فارم کے آخری سرے پر چار آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا۔ یہ ابین کاربٹ تھا۔ درمیانی جامت کا ذہن اور پھر تیلہ شخص جس کو میں نے سبھی نگاہ میں پہچان لیا۔ لیکن میں نے اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا اور دوسرے معاملات سے نشے کے بعد اب اس تک پہنچنا چاہتا تھا۔

میں دس پرنگا میں جانے آگے بڑھنا ہا لیکن دفعتاً میں نے ایک عجیب بات محسوس کی۔ وہ شخص جس کے گال پر زخم کا نشان موجود تھا، ابین کاربٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس نے بیگ نیچے ٹکانے کے بجائے سینے تک اوپر اٹھا رکھا تھا اور یہی بات میری توجہ کا باعث بنی تھی میں پریشان لگا ہوں سے ابین کاربٹ کی طرف دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے کے تنازرات بھی بدل گئے ہیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کدال میں کھڑکھلا ضرور ہے۔ سوچ کر میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا اور پھر تھی سے اس شخص کے نزدیک چل گیا۔ لیکن جیسے ہی اس خطرناک آدمی کے نزدیک پہنچا وہ پھرتی سے مڑا اور بیگ پوری قوت سے میرے پیٹ پر دے مارا فضائی بیگ عموماً نرم و دانک ہوتے ہیں، لیکن یہ بیگ تو جیسے لوہے کا تھا ضرب پڑنے ہی میری آنکھوں کے سامنے تیار سے سے ناسخ آئے۔ میں شدت تکلیف سے دوہرا ہو کر فرش پر گر گیا۔

ابین کاربٹ نے گہرا کرادھم دھم گھڑا ڈالی مگر کوئی راہ فرار دکھائی نہ دی جیسے منبنا جا ہوا تو جلد سے پہلے تو میں آدھی اس کے آس پاس کھڑے

ہوئے تھے، انہوں نے راستہ روک لیا۔ وہ سینوں یقینی طور پر اس بیگ والے شخص کے سامنے تھے۔

میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ شخص اب ابین کاربٹ کے نزدیک پہنچ چکا تھا اور بیگ کی آڑ سے بیٹول کی نال باہر نکلی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر میں بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگا۔ ان حالات میں میرے لیے کاربٹ کی جان بچانا بے حد مشکل تھا۔ کاربٹ نے بھی بیگ کی آڑ میں چھپے ہوئے بیٹول کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے چہرے پر موت کے سامنے نفس کر رہے تھے۔ دفعتاً اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پانچا پو پو نکانا چا یا لیکن ابینی نے اسے حملت نندی اور فوراً ہی خارگر کر دیا۔ ٹھس کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور لگے ہی ٹھسے کاربٹ کے سینے سے خون کی سرخ دھار چھوٹ نکلی۔ وہ ڈنگا جا۔ پھر جھکا اور لہراتا ہوا ہامنہ کے ل زمین پر گر پڑا۔ یہ سارا واقعہ اس قدر برق رفتاری سے رونما ہوا تھا کہ مجھے بچھکرے باسوچنے کا وقت ہی نہیں مل سکا تھا۔

چند لمحات کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا۔ کاربٹ کے گرد اب بیڑ لگ چکی تھی۔ اس کے نزدیک جانا اب بالکل بے مقصد تھا۔ وہ میری مدد سے بے نیاز ہو چکا تھا۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ یہ سارا واقعہ کس طرح پیش آ یا۔ کاربٹ کی طرف سے ان لوگوں کو شہید ہونے کی پورٹ پر ہی اسے کیوں ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا گیا؟ اور یہ بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ لوگ میرے بارے میں جانے میں یا نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں۔ میں نے باہر چلنے والے راستے پر نظر ڈالی۔ قائل ایلمنٹان سے رہتا ہوا جا رہا تھا۔ جسے قائل اس نے نہیں کسی اور نے کیا ہو۔ اور اسے اس حادثے کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ یوں ہی اس پر کوئی شک نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی شاید وہ میں صرف چار آدمی تھے۔ ایک میں اور میں اس کے سامنے جو قتل کے بعد فوراً ایمر میں شامل ہو گئے تھے۔

میرے متعلق شاید ان لوگوں کو ابھی کوئی فکر نہیں تھی اور میں وہ وہ سوچ رہا ہوں کہ میں انہیں روک کر خواہ مخواہ کوئی نصیحت مول نہیں لوں گا۔ میں دلا کھڑا ہوا قاتل کے پیچھے لپکا۔ وہ دروازے کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ میری آہٹ باکرہ تیزی سے مڑا اور اپنی ٹونڈر گھنٹیں میرے چہرے پر گرا دیں۔ پھر رانگ اس نے ہاتھ بلند کیا۔ بیگ کی آڑ سے لڑا اور دکھائی دیا۔ اس پر اب بھی مائلینسز چڑھا ہوا تھا۔ مجھے اپنی موت یقینی نظر آنے لگی۔

میرا بھی تیزی ہونے والا تھا ہا ابین کاربٹ کا ہوا تھا۔ اپنے ہونٹاں انجام کے تصور سے میرے بدن میں تھوڑی سی آگئی۔ میرا لہو اور موٹ کیس میں تھا اور میں جلجت میں اس سے ہنرت۔ میرا ہاتھ دفعتاً وہ گہرا سا گیا۔ اس کی نگاہیں میرے سامنے کسی اور سے

ہوتی تھیں۔ میں نے گردن گھائی۔ ابین کاربٹ کے گرد اٹھے ہونے کچھ لوگ ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی سے مجھ پر کوئی چلانے کی تبت نہیں ہوئی۔ اس نے ریو اور والا ہاتھ لیا اور گزرتی سے باہر نکل گیا۔

میں نے بھی اس کا پتہ نہیں چھوڑا تھا۔ اگلی اور دہرائی پاسپورٹ پھر غفالت کی جیننگ کے لیے مخصوص تھی۔ میں دلا کھڑا ہوا پہلے کا دفتر کے پاس سے گزرا تو کسم کسم چوکنے پڑا۔ انہوں نے بھانپ لیا کہ کوئی گورڈ ضرور ہے۔ اس اٹنا میں قائل ہدمس سے باہر جاتا تھا چنانچہ وہ وہاں سے مجھے روکنے کے لیے آگے رفتاری پکڑنا ضروری تھا۔ میں نے پاسپورٹ لوٹنے سے ہٹنا اور ناہارادو ان سے تک جا پہنچا۔ ٹھیک لمحے ایک نوجوان لڑکی نذر ہوئی اور بدحواسی میں میرے راستے میں داخل ہوئی۔ میں نے اسے اٹھ سے جانا مانا۔ لیکن لڑکی جو میرا اس طرح چل پڑی تھی جیسے وہ جان لیوا مرادستہ روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں پھر چونک کر رہ گیا تھا۔

میں نے اسے دھکا دیا اور زور سے چچکا۔

”ہٹو۔ راستے سے ہٹ جاؤ۔“ لڑکی ایک بار پھر گڑبڑی اور میں ہوا کیے بغیر باہر نکل گیا۔

مگر اس عرصے میں قائل لوگوں کے جہم میں غائب ہو چکا تھا اس کا تھکا۔ لاچار میں مزگانے والیں ہو گیا۔

دھانے پر تھکنے کی سہاوی برسرے منتظر تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔

مگھانے ہوئے پہنچے میں کہا۔

”مہبت جاؤ۔ اصل آدمی تم کے بھگدیا۔ اب میرے نزدیک کیوں آئے ہو؟“ میرا لہجہ خاصا ٹھکانا تھا۔ دونوں سپاہی ایک دوسرے بچھگئے۔ پھر جھجک کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

دھار کی پس نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔ کا دفتر کے کھڑکی لڑکی کپٹی سہلا رہی تھی۔ اس نے ایک خوبصورت اسکرٹ اٹھا کھڑکی میں سال کے قریب ہو گی۔ میں نے اس کے قریب بے ہفت کی۔

مخالفوں میں مزہ نہ ہوں۔ میری وجہ سے آپ کو چوٹ لگ گئی۔ اصل ایک قاتل کا پتہ لگا رہا تھا۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے نکل لیا ایک کسم کسم فیض نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا کہ کھڑے ہوئے ماہا۔

”میں وہاں کا پانچار ہوں۔ میں قتل کی اطلاع مل چکی ہے۔ کیا لگاؤ لگتے ہو۔؟“

”نہیں۔ متوکل میرے لیے بالکل ابینی ہے۔ میں نے جواب دیا۔

”مگر اس کی سرخ خال کا پتہ لگانا دشمنی تو نہیں مشر۔؟“

”نواز میں نے اپنا عقائد کرایا۔

”ہوں۔ تمہارے پاس ریو اور ہے، میں نے جلدی سے اپنے کوٹ کا بائیں کھول دیا۔ اس نے ایلمنٹان کرنے کے بعد دوبارہ پوچھا۔

”قاتل گریڈا ہائے تو تم آسے پیمان لوگے۔؟“

”انہوں نے نہیں۔ میں اس کی شکل اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔ پھر میں نے لڑکی کی طرف مڑ کر تے ہوئے کہا۔

”آپ نے بھی اس قاتل کو بھانپتے ہوئے ضرور دیکھا ہو گا۔ اگر آپ کا سامنا اس سے ہوا تو کیا آپ اسے پہچان لیں گی۔؟“

”کیسے پیمان لوں گی میں۔ آپ نے مجھے دھکا دے کر نیچے گرا دیا تھا۔ وہ جھک کر کوئی۔“

”ممکن ہے آپ نے اسے دیکھا ہو۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”جی نہیں، سوری میں اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتی۔ اس نے مزہ بنا کر جواب دیا۔ غالباً اس کے جو چوٹ لگی تھی وہ اسے اب بھی تکلیف دے رہی تھی اور وہ تکلیف سے بڑے بڑے مزہ بنا رہی تھی

”میں ایک بار پھر مہذرت خواہ ہوں کہ آپ کو میری وجہ سے چوٹ لگ گئی۔ لیکن آپ دیکھیے نا میں ہی تو مجبور تھا ایک قاتل میری نگاہوں کے سامنے قتل کر کے فرار ہو رہا تھا۔ میں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ دیکھے اگر آپ میری مدد کریں تو پوسٹ آفیسرز کا کام بن سکتا ہے۔“

”میں کبھی ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لڑکی نے کہا

”دیکھے میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں آپ یہاں کس سے ملنے آئی تھیں یا کسی کا استقبال کرنے۔ میں نے کہا۔ وہ چھٹھلا کر بولی

”نہ جانے تم کیا اوٹ پنا ناگ باتیں کر رہے ہو۔ یہ سوال پوچھنے سے تمہارا مقصد۔؟“

”مقصد۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مقصد میرا یہی ہے عقائد کو اگر آپ میرا راستہ نہ روکنے لیں تو شاید میں اس قاتل پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہوجاتا۔“

”گو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر اس قاتل کو آپ کی دسترس سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ وہ بگڑے ہوئے جیسے میں بولی۔

”نہیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا لیکن کچھ ہوا ہے اس سے آپ اٹھار بھی نہیں کر سکتیں۔“

”آپ دیکھ سکتے ہیں جناب۔ یہ شخص کس طرح سے گفتگو کر رہا ہے۔ وہ تیز ہو کر قریب کھڑے ہوئے کسم کسم آفیسر سے بولی اور کسم کسم آفیسر نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

”یہ مناسب نہیں ہے جناب۔ یہ اتفاقاً جی ہو سکتا ہے کہ یہ خاتون

ان پہلی بدی کچھ لوگوں کا اس سے پہلے میں جب یہاں آیا تھا تو اس بات کو دس سال گزر چکے ہیں۔
 "وہ دس سال میں تو اس انجیل کی کا پائی بلٹ ٹی ہے میرے لائونگ کی خدمت۔"
 "اگر تمہاری کا پی پلو اسکو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔ میں نے کہا۔

"ابھی کے حاضر ہوا جانا اس نے کہا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوا تو میں نے جلدی سے اس کی درازوں ٹونٹا شروع کر دیں جس کے پاس وہ بیٹھا ہوا تھا اور میرا مقصد پورا ہو گیا۔ میں نے دراز میں سے چاہوں ایک گٹھا نکالا اور پھر کے بعد دیگرے برقی دراز کے تالے پر آنا لگا۔ ان میں سے ایک چابی تالے پر لگ گئی تب میں نے اٹھ کھڑے سے علیحدہ کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا اور گٹھا اس کی جگہ واپس رکھ دیا۔ پھر میں اپنے کمرے میں واپس گیا کئی دیر کے بعد میرے کمرے کا دروازہ کافی کے گرانڈ داخل ہو گیا۔ اس نے خدمت خواہ انداز میں کہا۔

"جناب عالی، میں حاضر ہونے ہی والا تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ آپ کو کافی کی خدمت ہے۔"

"کوئی بات نہیں میں نے نرم لہجے میں کہا اور دیر کا کافی کے برتن رکھ کر چلا گیا۔ میں نے کافی بنائی اور دو سیالیاں بیٹے کے بعد ناز دم ہو گیا۔ پھر میں نے احتیاط سے اپنا ریا اور رکال کو کوٹ کی پیٹھ جیب میں ڈالا اور دے پاؤں اس دروازے تک جا پہنچا۔ چابی کے سوراخ سے جھانک کر میں نے ربا داری کا جائزہ لیا۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے اطمینان سے دروازے کو اندر سے تالا لگا لیا۔ چول کی چابی جیب میں ڈالی۔ بالکونی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ باہر گہری آبی پھیلی ہوئی تھی۔ بالکونی کے جھنگل کا سہارا لے کر پھرتی سے اور پھر چل گیا اور کئی کی طرح دے پاؤں قدم اٹھا ہوا اس دورمزی ربا داری کے سرے پر گیا۔ جھانک کر نیچے دیکھا تو ایک منسان و تارنگ گلی نظر آئی۔ چند گز کے فاصلے پر آہنی زینہ موجود تھا جو آتشزدگی کی صورت میں آگ سے بچاؤ کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس سے زینہ کے نیچے درمی منزل پر پہنچنا مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے زینے کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

تالا کھول کر میں میرے پیروں کے راستے اس بال میں جا پہنچا اور پھر کی طرح باہر جانے کا یہ طریقہ بہت عجیب تھا لیکن میں احتیاطاً اپنا ہر طرح کا بچاؤ کر لیا جاتا تھا۔ اگر یہ صورت حال پیش نہ آتی تو ان تمام چیزوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اب جب کہ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس انجیل میں میری آمد کچھ لوگوں کی نگاہ میں آجی ہے تو پھر ہر قسم کا احتیاط

ضروری تھی۔ ہال گا کونوں سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں دکھائی نہ دیا۔ میں نے کمرے کی چابی کا ڈسٹریکٹ کے چالے کی آڑ میں باہر نکل آیا۔ باہر نکلا تو بونڈا باندھی ہوئی تھی۔ سرنگوں کی جوتی چلنے تھیں۔ موسم سے حد خوشگوار تھا۔ میں ٹھنڈے سے انداز میں کمرے بڑھنے لگا۔ کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ میں ایسے ہی حالات میں لینا چاہتا تھا۔ بے فکرے اس بونڈا باندھی کے موسم میں بھی جوتیوں کو رکھنے تھے۔ اس انجیل کا ماحول نہایت شاندار تھا۔ بالی ڈیزائن بہت ہی قریب تھا اس لیے اکثر یہاں فلمی ستارے بھی نظر آتے تھے۔ ذہن میں بالی ووڈ کے بارے میں ایک خاص احساس تھا۔ لیکن یہاں میں یہاں پہنچتا تھا ان کے تحت اسے کبھی جوتیوں کو دیکھی دینا میرے ممکن نہیں تھا۔

ان تمام چیزوں کو دیکھ کر میری کیا یاد اور شدت پر کھانا پڑتا ہے نہیں یہاں میری آمد کو انداز میں دیکھا گیا تھا۔ ویسے اس بارہا جرت انگیزی کہا جا سکتا ہے کہ میری آمد کے چند لمحات کے اندازہ ہی یہاں میرے بارے میں ان لوگوں کو معلومات حاصل ہو گئیں۔ نہیں اس کا ذمہ دیکھا گیا تھا۔ یہ بات بھی تک میرے ذہن میں نہیں آتی کہ وہ مجھے اس انداز میں دیکھ رہے ہیں۔ کیا انہیں مجھ پر مشورہ ہے۔ کیا انہیں یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ راجہ نواز اصرار کی راہ بردار کیا ہے۔ چنانچہ میں کیا مقصد تھا۔ ہر طور جو کچھ میں تھا اس وقت تو اپنی شخصیت ہی بول لی تھی۔ راجہ نواز اصرار کے جانے میں مزاج نماندہ تھا جو نشانات کا ناچار تجارت کو روکنے کے لیے بے ہوش تھے اور مختلف جگہوں پر ان کے مختلف ممانوں کام کر رہے تھے۔ سرنگوں کی بولی جاتی تھیں اور بوندیں اور موٹی بولی تھیں لیکن میں بے فکروں کے سے انداز میں سیمی سمجھا ہوا ایک طرف جارہا تھا۔ کافی دیر تک میں ملامت قرار دے کر گھومتا رہا۔ پھر ایک بھر سے بڑے بازار سے گزرا تھا کہ اچانک میری جھپٹی جس نے بے خبردار کیا کہ میرا تعاقب ہو رہا ہے۔ یہ بیوقوفی بات نہیں تھی۔ دراصل اطراف سے ہوتی طرح باخبر تھا۔ اس لیے مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ یہاں کوئی بھی ایسی حرکت ہو سکتی ہے جو میرے لیے خطرناک ہو۔ تعاقب کا احساس ہوتے ہی میں نے پناہ رخ بدل لیا اور ایک ایسے سمت چل پڑا جس طرف زیادہ دقت نہیں تھی۔ سرنگوں کے کنارے درخت کے گھنے گھنے تھے اور تیز ہوا سے جھول رہے تھے۔ بوندوں کو رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور محسوس ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد یا قاعدہ بارش شروع ہو جائے گی۔ لوگوں کی رفتاریں تیز ہونگی تھی۔ میں ایک درخت کے نیچے جا کھڑا ہوا۔

میں نے کن کن کھینچوں سے دیکھا۔ ٹھونسے ہی فاصلے پر خاکست

بالوں والا ایک شخص مجھ سے رنگ کے سوٹ میں لیوس ایک دوسرے درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ لیکن درخت کا تنا پتلا ہونے کی وجہ سے وہ صاف نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایسے اوقات کے لیے جیب میں سگریٹ کا بیگ رکھ رکھوڑا تھا۔ حالانکہ اس سگریٹ کا فطری عادی نہیں تھا۔ لیکن اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے لیے میں نے ایک مخصوص برانڈ سگریٹ بھی خرید لیا تھا۔ تاکہ میری فطرت کے بارے میں بہت کچھ جاننے والے میری طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو جائیں اور اس بدلے ہوئے مرگے پاپ میں مجھے کم از کم راجہ نواز اصرار کی حیثیت سے پہچان سکیں۔ میں نے سگریٹ منگائی اور چند منٹ وہیں کھڑا سگریٹ کے کش لینا رہا۔

دوسرا آدمی اس طرح اس درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے بارش سے بچنے کے لیے درخت کے نیچے کھڑا ہو لیکن وہ درخت جس کے نیچے وہ کھڑا ہوا تھا ایک تو جھوٹا تھا اور پھر اس آدھی جگہ اتنا زیادہ گھٹنا بھی نہیں تھا کہ بارش کو روک سکتا۔ چند ہی لمحات کے بعد بارش پھر لگی ہوئی اور اب صورت حال ایسی تھی کہ یہاں زیادہ رکنا مناسب نہیں تھا۔ میرا تعاقب کرنے والا خاموش کھڑا تھا۔ شاید ابھی مجھ سے اٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ چند لمحوں کے انتظار کے بعد میں لیے لیے دوگ بھرتا ہوا ایک جانب چل پڑا۔ ایک لمبا راستہ گھوم کر میں پھر اسی بازار میں آیا گیا جس سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا۔ دوکان کی گلی ہوتی تھیں اور ان میں لوگ موجود تھے۔ بارش کم ہو جانے کی وجہ سے سرنگوں پر پھر رش ہونے لگا تھا۔ میں دوکانوں میں جا کر کھڑکیوں میں بیٹھ بیٹھ گیا اور دیکھا ہوا ایک اور سڑک پر چلا نکلا۔

پھر کرتا بول کی ایک دوکان میں گھس کر میں رسال کی درخت گزارنی کرنا۔ چند لمحات اسی طرح درخت گزارنی کرنا۔ باہر نکلا اور چند قدم چل کر ایک اور جگہ رک گیا۔ خاکستری بالوں والا بدستور میرا پیچھا کر رہا تھا۔ جب میں کسی دوکان کے سامنے رکتا تو وہ بھی لگ جانا۔ سہارا دیوانی فاصلے میں گزرتے زیادہ نہیں تھا۔ پھر ایک ہنر کا پل عبور کرنے کے بعد میں نے اپنی رفتار اچانک تیز کر دی اور دو تین جگہوں میں سے گزر کر ایک اندونیشی ہوٹل کے لان میں جا گھسا۔ ہوٹل کا دربان ایک بوڑھا رہنما ڈھونڈتا تھا۔ اس نے بڑی خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا لیکن اپنے اسٹول پر چڑھ کر بیٹھا رہا۔ میں دروازے کی اوٹ میں کھڑا تھا۔ جلد ہی خاکستری بالوں والا دروازے کے سامنے سے گزرا۔ میں نے اس کی عمر کا اندازہ لگا لیا۔ اچھی خاصی عمر کا آدمی تھا لیکن حیرت انگیز طور پر جات چو بند تھا۔

جب وہ آگے نکل گیا تو میں پھر واپس آ گیا۔ لیکن اب میں خود اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا۔ اس کام کے لیے میں نے پھرتی سے اپنا کوٹ اٹھ کر پہنا۔ پہلے میرا کوٹ گہرے سرمئی رنگ کا تھا لیکن جب میں نے پلٹ کر

اسے پہنا تو وہ نیلے اور سفید چمک کا کوٹ بن گیا۔ جو دور سے نمایاں نظر آتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک مخصوص سرمئی کوئی کالی کوٹ کی اس اندرونی تہ کی جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ یہ تو پنیسے سر پر جمانے کے بعد میں نے ایک جیٹر نکالا اور اسے آنکھوں پر فٹ کر لیا۔ اب ایک نگاہ میں مجھے دیکھنے والا لگا۔ کم از کم یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہی شخص ہوں جو ابھی کچھ دیر پہلے سڑکوں پر چل رہی تھی۔ اس قدر تبدیلی نے کم از کم میرا چہرہ اس کی حکا ہوں سے اوجھل کر دیا تھا۔ میں پھرتی سے باہر نکل آیا اور اب میں اس شخص کی تلاش میں لگا ہوں۔ دوڑا رہا تھا۔

چند لمحات کے بعد وہ مجھے نظر آ گیا۔ وہ مجھ سے تیس چالیس گز دور جا چکا تھا۔ میرے غائب ہوجانے سے وہ کافی بدحواس نظر آتا تھا۔ پھر وہ پلٹ پڑا۔ میں اس کی ریشائی محسوس کر کے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پھر وہ ایک کالی فون پر ہنسنے داخل ہو گیا۔ اس وقت اس کے پاس جاتا تو اسے بائیں چھاپ سکتا تھا لیکن میں تواب آٹھا۔ اس کا تعاقب کر کے اس کے بارے میں جاننے کا خواہشمند تھا۔ ٹھوڑی دیر کے بعد وہ ہفتے سے باہر نکل آیا اور تیز رفتاری سے تھوڑے فاصلے پر بے ہوشے میں اسٹاپ پڑ چکا تھا۔ میں حتی الامکان اس کی نظروں سے بچتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر جب وہ ایک میں سواری ہوا تو اس کے علاوہ کوئی چاہ کار نہیں تھا کہ میں بھی اس کے ساتھ سفر کروں لیکن وقت خیر میں نے جو غلطی تبدیل کیا تھا اس کی وجہ سے وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ پھر میں اس کے ساتھ ہی نیچے اترتا تھا۔ وہ خیالات میں اتنا

اٹھا ہوا تھا کہ ایک بار بھی اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پھر وہ ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ گلی نامی ایک تھی اور اس میں بوسیدہ اور بڑے طرز کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ جب وہ ایک عمارت کے فلیٹ میں داخل ہوا تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ لیکن جب میں اس سلسلے میں ایک فیصلہ کر کے واپس مڑا تو ٹھنک گیا۔ کوئی اور بھی تھا جو میرے پیچھے چلے ہوئے تھا۔ یہ چار آدمی تھے جو ہاتھوں میں اسٹیکس تھا سے مجھے ٹھوڑے رہے تھے۔ ان کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ سب سے خاص بات یہ تھی کہ ان کے سر گھنے تھے۔ خطے کا شہید احساس میرے ذہن میں جاگ اٹھا۔ مجھے بڑی طرح اس عمارت میں گھر لایا گیا تھا۔ لیکن دفعتاً میرے اندر ایک طوفان اٹھا اور یہی آنکھوں میں خون کی چادر رنگ آئی۔ یہ گھنے تھے اور ان کا تعلق میری ذہنی کو غوا کرنے والوں سے تھا۔ خون۔ خون۔ جا رہوں طرف خون۔ میرے جبڑے پھینچ گئے۔ میں نے دھشتناک نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

لوگ گرتے ہوئے اس کا سر زمین سے ٹکرا رہا تھا۔ اس بلے وہ ہوش دھواں
 بہناؤ نہیں رکھ سکا تھا۔ بیٹے نے اس کی اسٹاک اٹھائی اور پوری قوت
 سے اس کی ہینڈ نیول پر ماری لپے ہوش ہونے کے باوجود وہ گولہ کی طرح
 تڑپتے لگا تھا۔ باقی پہلے، ہی صیحت کا شکار تھے۔ ایک آنکھوں سے
 محروم ہو گیا تھا ایک کانوں سے۔ وہیں نے اس شخص کو دیکھا جس کے
 بیٹے میں اکی گھسی ہوئی تھی وہ تقریباً دو ٹوڑیکا تھا چنانچہ میں ان
 دونوں پر پل پڑا جا بھی تک۔ زندہ تھے لیکن جانچی کی کیفیت کا
 شکار زمین سے ہائی مار مارکر ان کی ہینڈ نیول کی پیریاں بھی ٹوڑ دیں
 اور پھران میں سے ایک کو گویہ ماں سے بچو مار لینے قریب کرنا ہوا۔
 "اپنے سرخ کو تباہ کیا مگر ماں مرنا م راجہ لواز مخریہ میں نے سے
 زمین پر پڑ گیا اور پھر وہاں سے واپس ہٹ پڑا۔ میں نے لہڑیاں
 عمارت کو لگا دی ہیں کہہ لیا تھا جس میں میرا تعاقب کرنے والا داخل ہوا
 تھا اس وقت موقع نہیں تھا کہ میں اس عمارت کے بارے میں کچھ معلوم
 حاصل کر سکوں لیکن اب یہ عمارت میری لگا ہوں سے اور پھل نہیں
 تھی اور عمارت کے سکین میں میری شناخت سے اچھی طرح واقف
 ہو گئے۔ کام کرنے کا مزا ایسی شکل میں تھا کہ دشمنوں کے بیٹوں پر خوف
 کا سا پیکر کر لیا تھا۔ وہاں سے واپس ہل پڑا۔ پھر میں نہیں آیا
 تھا کہ اب کیا کروں۔"

لاہور نواز مقرر ہو کچھ دن گئے اب وہ نہیں تھا۔
 حالات نے اسے پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک بنا دیا تھا۔ بظاہر میں
 مشرین کے مقصد کو پورا کرنے آیا تھا لیکن میرے دل کی گولہ بولوں میں
 جو لدا کھول رہا تھا اس کی وجہ پورا نہ تھی۔
 میری توئی لگا رہی ان غنڈوں پر بھی ہوتی نہیں۔ وہ سب بھ
 پر حملہ کرنے کے لیے ہینڈ سے بدل رہے تھے۔ درختان میں سے ایک سے
 ابتدا کر ڈالی۔ اس کے ہاتھ میں دینی ہوئی اسٹاک گولی اور شاہین کی
 آواز مینکرئی ہوئی میرے شلے کی طرف بچی میں نے بھی اس کے ٹھلنے
 کا خیال رکھا تھا۔ شاہین کے ذرا کی جنبش نے اسٹاک کا وارنا کام بنا دیا
 لیکن اس کے ساتھ ہی سرمنڈا غنڈا میرے نزدیک آ گیا تھا۔ کوئی اور
 ہوتا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوٹا اس کی اسٹاک پر ہاتھ ڈالنا لیکن
 میں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ایک خاص انداز میں میرے دونوں ہاتھوں
 کی انگلیاں آدھیں اور میں نے دونوں کھلی چھریوں کی طرح انھیں
 گھمے کی دونوں آنکھوں میں جھونک دیا۔ میری سخت اور تربیت یافتہ
 انگلیوں کا نشانہ بالکل درست تھا یہ جھاک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ اس
 کی دونوں آنکھیں چھوٹ گئیں۔ میری انگلیوں کے دو دو دوسرے اس کی
 آنکھوں کے معلقوں میں اتر گئے تھے۔

گنجا اس طرح چنچا جیسے اس کے منے اگے ماہیکو فون لگے ہوں
 ہاکی اس نے خود چھوٹیک دیا اور باقی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے لیکن اس
 دوران وہ تینوں ہی ہاکیاں کے کرپے لے اور انھوں نے پٹی والست میں
 پھر پر وار کر دیا۔ بس اس کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ چنچا بچہ میں نے
 چھری سے اپنے پہلے شکار کو ان کے سامنے کر دیا۔ ان میں سے ایک کی
 ہاکی گھنے کے سر پر تڑا غر سے ٹوٹ گئی دوسرے اس کے شانے
 پر تڑیہ کا دارالندہ خالی گیا تھا گھنے کی کھوپڑی سے خون کا فوارہ بند
 ہو گیا تھا۔ اور اس کے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ لیکن اس دوران
 میں نے اپنے دوسرے شکار کو منتخب کر لیا تھا اور میرا دوسرا شکار وہ تھا
 جو باقی ہاکی گھنے کے سر پر ٹوڑ چکا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیرا کہ اس
 کی کپٹیوں پر مارے اور پھر ملنے سے ایک غلامت کی آواز لگی کہ میں نے
 اس کے دونوں کان پوری قوت سے کھینچ لیے۔ اس کے دونوں کان پر
 کی طرح چہرے سے ادھر گھٹتے میں نے ایک زوردار ملات مار کر
 ان دونوں پر پھل دیا جو ہینڈ بدل کر میرے عقب میں آ گئے تھے۔ دونوں
 اپنے ساتھی کی پیدت میں آ گئے تھے۔

اس دوران مجھے موقع مل گیا اور میں نے قریب پڑی ہوئی توئی
 اسٹاک اٹھی۔ چھوٹی ان میں سے ایک اٹھ توئی ہوئی تو کبلی اسٹاک اس
 کے گھنے میں آگئی۔ چھوٹے پر میں نے خود چھوٹا تک لگا دی تھی اور لپے گھمنا
 اگلا شپہ جاگ رہا تھا۔ اب تو وہ بھی نہیں تھا۔ لیکن اب یہ اس کی بڑی تھی



کر رہا تھا اب میرے نقاب سے مایوس ہو کر کبھی آرام گاہ میں پرتو چکا تھا اور جراتی لوگ مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے تھے میری سے لطف اندوز ہونے کے بعد اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے اس بات کوئی پردہ نہیں تھی کہ ان میں سے کتنے معرکوں کے اور کتنے زندہ رہ گئے دیکھ کر ازمک میں آنا تو حیران کن تھا کہ اب ساری زندگی وہ اپنے بیروں پر کھڑے نہیں ہو سکیں گے میں نے ان کے بیروں کی ہڈیاں چھڑ کر ڈالی نہیں مگر ہے صبح کو ان کی لاشیں ہی دستاویز ہیں بہر حال ان سے میں ہوں باہر گزرتے ہیں کہا جاتا ہے وہ دونوں لڑکیاں چھتری ہوتی جیتوں دونوں نے ہی ایک کسبے میں نیا کام لگا لیا تھا چنانچہ ان کا وہ کسبہ معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں پیش آئی اور میں پراعتیانہ دونوں سے چلتا ہوا بیروں میں پہنچ گیا ان وقت میں نے جان بوجھ کر استغناء نہیں کیا تھی کیونکہ وقت کا مسئلہ اور خطرناک ہو جاتا ہے۔

لڑکیوں کے کسبے کے دوران بے پرواہی سے ان کے ساتھ سے دستک کی دوسری دستک پر اندر سے آواز نہ سنی۔
 ”آ جاؤ“ اور میں خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا دونوں لڑکیاں آرام کر رہی دروازہ جیسے دیکھ کر چھتری سے اٹھ کھڑی ہوئیں ان کے چہروں پر کسبے کے آثار نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔ ٹریسا نے جلدی سے آگے بڑھ کر میرے بدن کو ٹھونسنے ہوئے کہا۔

”اپنے اندر کوئی ٹوٹ بھوٹ تو نہیں ہوئی مسٹر نواز۔“
 ”کہوں۔ آپ کو اس کا شہر کیسے ہوا۔“
 ”اوہ۔ ہمارے دل میں تو یہ نہیں کیا گیا خیالات نئے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم تو چند لمحات ہی پہلے کام نہیں کر سکیں گے۔“
 ”اس نے قبل بھی اس قسم کے کاموں میں حصہ لیا ہے مسٹریسا“
 میں نے سوال کیا۔
 ”مجھے جیسے مسٹر نواز کو کم بیچہ ملیے آپ ہیں محمود اس وقت تو فریڈ ہو گئے۔“

”ہاں اس وقت میرے پاس تھا کہ جیسے کافی وقت پہ چلتا دل چاہے۔ میں نے منکرانہ ہوتے کہا۔ سوئیٹ ڈرافٹاموش طرح تھی۔“
 ”ہاں مس ٹریسا۔ میں نے سوال کیا تھا آپ سے کہ اس نے قبل آپ نے لیکن کسی کام میں حصہ لیا ہے۔“
 ”مجھے ہم براہ راست تو بھی اس قسم کے معاملات میں ٹوٹ نہیں ہوئے ایک مرتبہ اتفاقاً قریب طور پر ایک ایسے گروہ کے چکر میں جا پھنسی تھی جو لڑکیوں اور بچوں کا خود امداد کے ان کے عیوض رقمات وصول کرتا تھا میں سزا گروہ کا فتنہ کیا تھا اور جو جو ہٹا ہے ایک ایسے کلب کی ممبر رہتی ہے جو ہم جونی کی تربیت دیتا ہے چنانچہ یہ بہت سی

کہات سرانجام دے چکی ہے تاہم مجرموں کے مقابلے پر کئی ماہ ہمارا پہلا ہی موفد ہے وہ شخص جو ہوائی اڈے پر مارا گیا تھا۔ لوگوں کو مسٹر نواز۔“

”تھارے ڈوبی کا کارکن این کارٹ ہیں نے جواب دیا۔“
 ”خدا کی پناہ ہم دونوں کا بھی یہی خیال تھا کہ اسے یہ دعویٰ ہے اسے تسلیم کیا گیا۔“

”ہاں۔ اور قابل اس لڑکی کی وجہ سے میری گزشت سے نکل گیا جس نے آگے بڑھ کر میرا راستہ روک لیا تھا۔“

”میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ لڑکی ان لوگوں کی ساتھی نہیں تھی۔“
 ”ہو سکتا ہے ایسی بات ہو۔“

”کیا آپ اس کا پتہ چنا چاہتے ہیں۔“ سوئیٹا پہلی بار مسکرائی اور میں واقعی چونک کر پڑا۔
 ”کیا مطلب؟“

”ہم لوگوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت علاقے کے ایک چھوٹے سے پتے میں رہتی ہے پتے کا نام کرن ولڈ۔“
 ”گڈ، گڈ۔ لڑکی کا نام تھا۔“
 ”آپ کو کیسے معلوم؟“

”مختصر بہت میں نے بھی اس سے معلومات حاصل کر لی ہیں۔“
 ”دیکھتھاری اس کا کردہی پر میں جیتیں مبارکباد دیتا ہوں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”آپ ہیں کوئی کام سوچ کر دیکھیے آپ کو مایوسی نہیں ہوگی مسٹر نواز۔“ ٹریسا نے کہا۔
 ”دوبی گڈ۔ واقعی اب تو ایسا ہی احساس ہو رہا ہے جیسے

آپ لوگ کام کر رہے ہیں۔ آپ نے بہترین انتخاب کیا اور لڑکی کا بیچا کر کے اس کے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں وہ میرے لیے قابل قدر ہیں دیکھتھاری اٹھنے سے آپ کا کسی نے دیکھا تو نہیں کیا؟“

”نہیں۔ دلچسپ بات یہی ہے کہ میں نے اس کا بھی خیال رکھا تھا یعنی لڑکی کا تعاقب کرنے کے لیے میں نے ایک نیکی استعمال کی تھی اور ٹریسا دوسری نیکی میں میرے پیچھے تھی تاکہ اگر کوئی شہرت ہو تو وہ مجھے آگاہ کر سکے۔“

”گڈ، دوبی گڈ۔۔۔ دیکھتھاری لوگ وہاں سے میری ہوتی آئی نہیں۔“
 ”ہاں۔“

”اس کمرے میں آپ نے بھی طرح جائزہ لیا ایسے آلات تو نصب نہیں ہیں جن پر ہماری گفتگوئی جاسکے۔“

”نہیں۔ ہم لوگوں نے یہاں آتے ہی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا۔“

”دوبی گڈ۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ لوگ بہت زیادہ محتاط ہوں دیکھتھاری ہمارے لیے مدد فرمادی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ہوائی اڈے پر کتنے ہی ہمارے ساتھی تھے۔ جیبرا خیال تھا کہ ان کا کارٹ سے مجھے کافی معلومات حاصل ہو سکیں گی لیکن ہمارے دشمن ہمارے پروگرام سے واقف تھے اور انہوں نے کارٹ کو ٹوٹک پیچھے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مجھے اندازہ ہے کہ جو دشمن اتنے خبردار اور چوکس ہوں وہ تم دونوں کے دھوسے باجبر نہیں ہوں گے بہر حال انہیں محتاط رہنا چاہیے۔“

”آپ سٹیٹن ریزن اگر ایسی کوئی فورت آئی تو ہم چوہے ثابت نہیں ہوں گے۔“ ٹریسا نے جواب دیا۔
 ”تھیک۔ دیکھتھاری میں بھی اپنے کام کا آغاز کر چکا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“
 ”ایک چھوٹا سا واقعہ ہے جسے ہمیشہ کہا ہے۔ میں نے کہا اور اس کے بعد اس وقت کی تمام تفصیلات ان لڑکیوں کو بتا دی کہ وہ فورت لڑکیوں کے چہرے پر مدد دے دیے جو شے کے آثار نظر آنے لگے پھر ٹریسا نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

”مسٹر نواز ہم آپ کے ساتھ کام کر کے بے پناہ خوشی محسوس کریں گے آپ کی شخصیت سے نظریے اور میں اور سوئیٹا مسلسل آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے ہیں۔“
 ”میرے بارے میں گفتگو کرنے کے بجائے اس سلسلے میں کوئی بہتر ترکیب سوچئے جس میں ٹریسا۔ ہم کل شام سے اپنی باقاعدہ ہم کا آغاز کریں گے۔“

”آپ کے لیے کچھ ملگاؤں۔“
 ”نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے تھارے کمرے میں دیکھا جائے محتاط رہنا ہے مدد فرمادی ہے۔“

”لیکن آپ کو کسی نے یہاں آتے نہیں دیکھا۔“
 ”میرا خیال ہے نہیں دیکھے ہیں میں فورت کے ذریعے نہیں چھریں گے ذریعے یہاں پہنچاؤں اور اس طرح کروں کو تلاش کروں گا کہ یہاں تک کیا ہوں جیسے کسی خاص جگہ کی تلاش ہو۔“

”گڈ، دوبی گڈ۔ بہن تو بہت لطف آ رہا ہے اس کام میں۔“
 ”گڈ۔ لطف تو آنا ہی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنی احتیاط رکھنا ہی ضروری ہے۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ ان دونوں سے رخصت ہونے کے بعد میں ایک کرسی میں بیٹھ کر اپنے ہونٹ کی جانب چل پڑا بہت میں جو سے دور رہنے کے خواہش ہوئی تھی

مکزی ہاں سے گزرنے کے بعد میں پچھلی طرح مخفی زینے کے بغیر راستے سے ہو کر حرکت پزیر ہو گیا اور وہاں سے انکوئی کا جیسا پتہ کر رہا وہاں پہنچے نکلے اور جھانک لگا، ناچا تھا تاکہ کتھوں میں عجیب سی بو محسوس ہوئی۔

کوئی قرب و جوار میں پرس لپی رہا تھا۔ میں نے جھنگے کا ہمارا نئے کرنا نہ دیکھا کہ کسے کے وسط میں کسی کی ہاؤس کی دھواں لگیا اور اڑ سکتے ہوئے حرکت کی نوک دکھائی دی۔ میں نے اپنا اندازہ بدل دیا اور چھت سے آ کر زبرداری میں پہنچا، ہونٹ کی چابی کو کا ڈنڈا کر کے پاس لگی۔ میں نے جب سے اپنی چابی نکالی آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

میرے کمرے میں خرابی کے نتیجے میں ڈوبی دینے والا ڈنڈا کر کے پر بیٹھا نشا اور حرکت کے پکے پکے لگا رہا تھا لٹنے کے عالم میں اس کی آنکھیں بند تھیں۔ داہنا ہاتھ ڈھیلے ڈھالے انداز میں جھٹکتے ہوئے رکھا تھا اور اس میں ایک ایسا ہتھیار دیا ہوا تھا جس سے دروازہ بند کرنے کے لیے ہاؤس

اس کی پشت پر پہنچا۔ ڈنڈا لپی دیا جس سے مست تھا میرے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ میں نے قریب پہنچ کر اس کا کندھا ہلایا اور وہ تڑپ کر جلدی سے اٹھ گیا، اس کے دم دنگان میں بھی نہیں تھا کہ اس طرح اس کے سر پر پہنچ جاؤں گا جو جہتی اس نے ریوا اور سیدھا کہا میں نے اس کے ریوا اور پر ایک ہاتھ ہاتھ مارا اور ریوا اور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا لیکن میں نے اسے زمین پر نہیں گرنے دیا تھا ریوا اور اپنے ہاتھ میں سنبھال کر میں ایک قدم پیچھے بیٹھ گیا اور اس کے سانس کھڑا ہو گیا۔ وہ منوحش انداز میں میری فصل دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے غالباً اس کے حواس کم ہو گئے تھے جو توفان آ کر جس کی سرکھٹ نہ پینا تو محتاط ہونا لیکن اس نے بے پرواہی سے بے وقت اس طرح

گن ازمانا سب کچھ تھا تاہم اس نے چھری سے آگے بڑھ کر کچھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن میرا اٹھا ہاتھ اس کے ہنر پر اثر اور اس کے حلق سے ایک بے اختیار رنج سی نکل گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ منبر رکھ لیا تھا میں نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر موڑا اور پھر چری زور دیا بلات اس کی رٹھ کی ہڈی پر پڑی وہ قلابا زیاں کا کڑوں پر جا کر تھا۔ مختصری درتک وہ اس طرح فرسٹ پڑا پھر چری کا سہارا لے کر کھڑا ہوا اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس کے ہونٹوں سے غزابت نکلی۔

”تم۔ تم میرے ہاتھوں سے زندہ نہیں رہ سکتے گے۔“
 ”ہوں۔ تم مجھے قتل کرنے کے لیے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔“
 ”بجو اس مست کر لانا میرا ہتھیار لگے واپس کر دو۔“
 ”اور خود واقعی۔ میں نے دلچسپ انداز میں مسکراتے ہوئے

اب لاش اس کے سامنے ہوگی گا کاؤٹرنز بھی جھگڑا ہوا میرے قریب سے گزر گیا تھا دو میرے بہت سے لوگ لاش کے قریب پہنچ گئے۔ میں بھی اہستہ اہستہ چلی گھماتا ہوا وہیں چل پڑا۔ لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے صورت حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو لاش میں داخل ہونا چاہتی تھی وہ لاش کے بیہوش ہو کر رہیں لاش کے قریب ہی گڑبڑی تھی گاؤٹرنز نے چند ڈیڑوں کو طلب کیے بیہوش صورت کو وہاں سے اٹھا لیا اور گھبرائے ہوئے بیٹھے ہیں لوگوں کو بیچھے بیٹھے کی بہانہ کرنے لگا۔

”کہا بات ہے کہا بات ہے۔ ہاں کسی نے سوال کیا۔“

”لاش لاش میں لاش موجود ہے۔ لاش کا نام سن کر بہت سی سراپا اور اڑیں ابھری تھیں۔“

”کون ہے۔ ہاں کسی کی لاش ہے؟“

”وہ ہے۔“ بیچھے تھے خوفزدہ بیٹھے ہیں کہا۔ میں نے ایک بار صرف ایک بار تیرا چہرہ اپنی طرف گھومتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب کی کیفیت تھی میں نے اندازہ لگایا کہ غیر صورت حال سے واقف تھا اور اب وہ جیسی لاش دیکھ کر اس کا ذہن یقیناً بھری ہی جانب گیا تھا۔ دل ہی دل میں میں نے سوچا۔

دوستوں۔ تم لوگوں سے نہٹ لوں گا ایک ایک کر کے بے فکر رہو۔ اس کے بعد میں نے ٹکڑے میں جانا مناسب نہیں تھا بھوک کی شدت اب بھی اسی طرح تھی چنانچہ میں ڈائنامٹ ہال کی طرف چل پڑا۔ ایک میز پر بیٹھے تھے لوگوں نے، پچھلے کھانا طلب کیا اور چھوڑی دہرے بعد دوسرے میز پر اسطوبہ آؤ میرے سامنے پہلائی کر دیا۔ اب ہر سلسلے میں محتاط تو نہیں رہا جاسکتا تھا۔ قدم قدم بچھڑانے کا سامنا تھا لیکن اس وقت تک جب تک یہ لوگ پوری طرح میری طرف منوجہ نہیں ہونے بلکہ اور جیسی سمجھتے تھے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے کھانا شروع کیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں نے کافی طلب کی اور اسی کافی کے سبب ہی رہا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ ایک شخص کی جانب اٹھی جو ایک میز پر بیٹھا ہوا تھا اس نے جی مجھے دیکھا اور میرا اندازہ لگایا میں اٹھ کھڑا ہوا دوسرے ٹیبلے وہ اپنی ذمہ داری اٹھ کر میرے پاس آیا۔

انداز میں تو میں اسے نہیں پہچان سکا لیکن جب وہ میرے قریب پہنچا تو میں نے بخوبی اسے پہچان لیا۔ وہی پولیس افسیس تھا جسے میں نے اپنا وہ چھوٹی اجازت نامہ کھیا تھا اور جس سے میری اہم روٹ پر ملاقات اہم تھی اس نے میرے نزدیک پہنچ کر میری عزت انداز میں کہا۔

”آپ سے خوب ملاقات ہوئی مگر توڑنا میں آپ کے پاس سے

مجھے چاہیے تھا کہ میں اسے اس وقت تک زندہ رکھتا جب تک وہ میرے سوالات کا جواب نہ دے۔“

بہر حال جو کچھ ہونے لگا وہ تو سو ہی چکا تھا میں نے اس کی جہول کی تلاش ہی اس سے بہت سی چیزیں پڑھ لی ہیں لیکن میری دلچسپی کا باعث صرف کاغذ کا ایک پرزہ تھا جس پر ایک خاص قسم کے اعداد و اعداد تک کے نمٹنے سے لے کر کاغذ کا پرزہ اہمیت سے ایسی ہتوں کی جیب میں رکھا ہوا دیکھ رہے تھے کہ میں لگا ہوں دوڑنے لگا اس دیکھنا منگتی تھی کچھ چیزیں اپنی جگہ سے گڑبڑی تھیں اور کچھ ایسے نشانات بردا ہونے تھے جن پر اگر غور کیا جاتا تو میرے لیے مشکل کا باعث بن سکتے۔

میں کو متحکم کرنے میں مصروف ہو گیا اور جیسا کہ پینٹوں میں نے اٹھا لیا اور اس میں کانٹوں سے جھکا کر اس کی جیب میں رکھ جانے اور گھبرائے ہوئے جیب میں رکھے ہوئے تھے انھیں میں نے اٹھا لیا اور اوش بین میں ڈال کر باہر نکل گیا۔

کہہ لاش اور گھبرائے ہوئے جیب سے باہر نکلا تو میں نے وہ جیسی وٹش دونوں ہاتھوں پر اٹھائی اور دونوں کے پاس لگا لیا اور واہ کھول کر میں نے اہستہ سے ہاتھ لگا کر لہداری سانس بڑی تھی میں اس کی لاش کو لیے باہر نکل آیا اور دو کا لاش کے پاس پہنچ گیا میں دبانے سے لاش ادریا تو میں نے اس کا دروازہ کھول کر اس میں ہاتھ اڑھایا اور پھر جیسی لاش لاش میں ٹھونس دی لاش کو لاش میں تھونے کے بعد میں چند لمحات وہیں کھڑا رہا لاش اس منزل پر تکی ہوئی تھی میں نے اس کا دروازہ نکالا اور پھر اس کے بعد تھیں بہت آبا اب جو کوئی لاش کا میں دبانے کا وہ خود ہی لاش کو پانے کا مجھے کبھی ضرورت تھی کہ میں اس کے پاس ہی کسی کو اطلاع دوں۔ اپنے کمرے کا دروازہ اس مخصوص جگہ سے کھول کر میں باہر نکل گیا۔ لیکن اب چڑھا اور وہاں سے غشی زینے سے اتر کر جیب چاب ہال میں پہنچ گیا۔ گاؤٹرنز نے کھڑا ہو کر میرے ساتھ میں نے اس کے نزدیک بیٹھے ہوئے کلر کے لیے کمرے کی چابی مانگی اور ڈیڑھ گھنٹہ سے میری طرف پلٹ پڑا۔ وہ پریشان لگا ہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا لیکن پھر اس نے جلدی اپنے آپ پر قابو پایا اور گاؤٹرنز کے پاس ہلا۔

”صاحب کو چاہی دو۔ گاؤٹرنز کے جلدی سے چالی برس حوالے کر دی ہیں چالی سے لے کر پانچا ہی تھا کہ دفعتاً اس عورت کی تیز رفتاری میرے کانوں سے ٹھنکی یہاں موجود دوسرے لوگوں سے بھی چھڑکی یہ آواز سن کر تھی چنانچہ بے اختیار بہت سے لوگ کھڑے ہوئے میرے قدم ٹک گئے ایک ایک میں ہیں سے صورت حال کا اندازہ لگایا تھا یقیناً کسی ہیبت عورت نے وہ لاش اہم لاش کا میں دبا دیا تھا اور

کھربے سے آدھا باہر نکال دیا۔

”لو۔ میری باؤل کا جواب دینا پسند کر لوگے یا نہیں یہاں سے بیچے پھینک دوں دیشیجی کی گہرائی تو دیکھو۔ یہ لکونی حرکت سے بہت خطرناک تھی۔ وہ خوفزدہ اور ڈانٹا ہوا۔

”ابنیں۔ نہیں تم نہیں کر سکتے۔“

”میں کر سکتا ہوں بہرے دوست۔ اس وقت کسی کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ تم میرے کمرے میں ہو تم برس بی بی چوٹھارے ہر سے چر کر کی بوا رہی ہے لوگ یہی سمجھیں گے کہ لاش کی تیز گئی میں نے ہتھی ہوا میں بروا کر لاش کی کوشش کی ہوگی اور جسے اطمینان سے بیچے جا رہے ہونگے مجھے۔ میں نے اسے پکڑا اور گدگدایا اور وہ اپنے کانٹوں کو کھڑوہرہ ہو گیا۔ اس نے خوف سے آنکھیں منڈکی تھیں پھر وہ اہستہ سے ہلا۔

”تم۔ میں۔ تم یقین کرو میں نشے میں ہی یہاں آیا تھا۔“

”اے اے اے اتنا بڑا منت لو کہ لوگ تو یہی ہنسی آنے لگے تھے کہ علم میں تم نے غلطی کر دی ہے آؤ گئے۔“

”اچھا۔ ایک سنت۔ مجھے خود دوسرے میں نہیں پتہ پتا ہوں گا اس نے کہا اور میں نے اسے بیچھے بیچھے لیا۔

”اب آئے راو راستہ پر لو آؤ اور بتاؤ انھیں یہاں کس نے بھیجا تھا میرا خیال تھا اب شدت خوف سے اس کی قوت مزاحمت ختم ہو چکی ہوگی لیکن خلاف توقع وہ تیرا ہی سخت جان نکلا دفعتاً اس نے دوڑ لگا یا اور میری گرفت سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بیچھے جھک کر اپنی ہڈی پر بندھا ہوا جاؤنگا نکالنا تھا۔

دوسرے ٹیبلے وہ انتہائی چہرے سے کھڑ پڑا۔ لیکن اب ظاہر ہے کہ میں اس جیسے عام لوگوں کے بس کی بات بھی نہیں تھا میں نے چہرے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوری قوت سے لاش کے ہیٹ پر رید کر دی پھر چھیننے کی جھلت دیکھ لیا میں نے وہ چار گھونٹے اس کی پیشانی اور گتھنی پر چڑھ دیے۔

وہ کر رہے ہوئے فریٹ پر پڑ گیا میں نے جھک کر اسے کال سے پکڑا اور دوسرے جھکا دیا وہ بندھا ہو گیا تھا لیکن اس علم میں اس نے میری پیشانی پر میرے کانٹوں کی کوشش کی اور اب میرے اندر وہی وحشت و دردنگی جاگ اٹھی تھی جو ایسے حالات میں جاگ جاتی ہے جیسی تھی میں نے اس کی گردن دو دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور اسے ایک جھٹکے سے مٹو دیا۔ چنانچہ اس کی آواز سوئی اس کی گردن کا ٹکا ٹوٹ گیا تھا اس نے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے اور پھر پھینک دیے۔ میں نے جھک کر اس کی بغض ٹھنی بغضیں ڈوٹی جاری تھیں تھیں میں معلومات کے ایک ذریعے کو کھینچتا تھا اسے مرنے والا تھا ہی لیکن

کہا۔ اور اس کے پتوں کی نال کھول کر چھیر خالی کر دیے پھر اس کا پتوں اس کی طرف بڑھنا ہوا ہوا۔

مجھے خود تھا اسے اس پینٹوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن تمھاری یہاں موجودگی اور میرے نقل کی وجہ سے میرا متحکم ہے کیا خیال ہے جواب دینا پسند کر لوگے۔“

”جو اس مت کر لو۔ تم۔ وہ غصے سے دھاڑا اور پھر ہلا۔

”لاؤ پینٹوں کے کانٹوں واپس کر دو۔“

”اے ہاں۔ ہاں واقعی یہ کارٹوں میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا ظاہر ہے تمھاری طبیعت میں ہے اس کی پینٹوں کے کانٹوں متھی میں پڑھے اور میری اس کی جانب بڑھا دی وہ نے اپنا ہاتھ کانٹوں پینے کے لیے آگے رکھا لیکن میرے دوسرے ہاتھ کا گھونٹا اس کے جیسے بڑھا تھا۔ ایک باہر پھر بیچھے جا کر اب میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اس کی پیشانی پر پاؤں رکھے ہوئے تھا۔

”ہاں دوست اب جواب دو۔ یہاں میرے کمرے میں کیا ہے مجھے ہاں کسی نے نہیں نقل کرنے کے لیے بھیجا۔“

”میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔“ وہ غرائی اہم تھی آواز میں ہوا۔

”اگر تم جواب نہیں دو گے تو میں تمھیں جان سے مار دوں گا سچھے تم۔“

”تم مجھے نہیں مار سکتے یہاں۔ یہاں میرے بہت سے ساتھی موجود ہیں۔“

”گڈ ہوئی گڈ۔ اس طرح جواب دینے پر میرے مصمم دوست کون کون ہیں تمھارے ساتھی۔ میں نے سوال کیا لیکن وہ محتاط تھا میں ایک لمحے کے لیے چوٹ لگا تھا کہ اس نے میرا پاؤں پکڑ کر پوری قوت سے موڑ دیا۔ میں سہل نہیں پایا تھا چنانچہ دوسرے ٹیبلے میں پہنچ گیا۔

لیکن میں نے اپنا چہرہ زینے سے ٹکانے سے روکا تھا اور پھر لپٹے بیٹھے میں نے اپنا پاؤں تمھارے اس کی پیشانی پر مارا اس کا ہنر بڑی زند سے زینے سے ٹکرایا تھا وہ کر رہے لگا لیکن اس کے فورا ہی لہداس نے پٹ پٹ کر دیا وہ میری ہانگہ پکڑ لی۔ میں اب غشی کی کوشش کر رہا تھا چنانچہ توڑان پر رتزار نہ رکھ سکا اور زینے پر آدھ ہر تری طرح مجھے تمھارے ہونگیا تھا جسے جاندار میدان کا مالک ہو گا کسی دنت لیکن چرس ہجری سحر تھیں نے اس کے بدن میں کہ نہیں رہے دبا تھا میں نے ایک لمحے میں اس پر قابو پایا اور اس کا داہاں بازو موڑ لیا بیٹھے سے لگا دیا چہرے میں سے اسے اس طرح دیکھ لیا اور اٹھوئی تک لے آیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ کر میں نے باہر نکلنے کے کھربے پر رکھ دی پھر بیچھے جھک کر میں نے اس کے دونوں پاؤں پکڑے اور لے

میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کا نام اس ہونے لگا ہے۔
 ”شکر یہ آفیسر میں بھی آپ کو پہچان گیا ہوں تشریف لے گئے کیا نہیں لگے آپ؟“
 ”جی ہاں جو کچھ آپ جانتے ہیں اس وقت میں بالکل اس کے موافق نہیں ہوں آپ دیکھ لیں وہاں میرے ہم پر سرکاری دودھی بھی نہیں ہے۔“
 ”تو پھر میں آپ کے لیے اسکا پر منگاتا ہوں۔“ میں نے کہا۔
 ”شکر یہ شکر یہ۔ اس نے خوش اخلاقی سے کہہ کر ہاتھ دھوئے کہا اور میں نے جتنی جاگروہ کرنا تو قریب بلا جاؤ گاتھا کے اندر پڑنے میرے آؤ پڑا اسکا ہیکل کھلی نظر آئے، سامنوں اور گلاس بنا ہوا اس کے سامنے رکھ دیئے۔
 ”تو جب ہے آپ کا کافی پی رہے ہیں مسٹر نواز؟“
 ”میرے لیے کافی کافی ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ ہنس کر ہیرا لے لے اپنے لیے اسکا ہیکل گلاس بنا ہوا اور چھوٹے چھوٹے سب بنا ہوا ہوا۔
 ”ابھی یہاں مختصری دیر میں ایک حادثہ ہو چکا ہے آپ اس حادثہ سے واقف ہیں؟“
 ”ہاں۔ شاید کسی وٹریکس کا کنٹریولٹ میں ملتی تھی؟“
 ”اور وہ پڑا آپ ہی کی منسٹرل پر تھپتھپا تھا۔“
 ”شاید مجھے یہاں کے دہڑوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے۔ میں نے اسکا ہیکل ہاتھ پر دیکھا ہوں۔ میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسکا سلسلے میں پھر کوئی شہر رکھتا ہے لیکن وہ اطیبان سے اسکا ہیکل سب لپٹنے میں معروف تھا اس کے چہرے کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کس شہر کی بنا بری بات کہہ رہا ہے۔ پھر طور میں مختصراً مزید ہو گیا تھا تب میں نے اس سے پوچھا۔
 ”کہا آپ یہاں اس وٹریکس کے سلسلے میں ہی تشریف لائے تھے مشر؟“ وہ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔
 ”اوہ۔ مجھے آپ مائیکل پیرنگر کہتے ہیں ویسے میرے دوست مجھے پیرنگر کے نام سے جانتے ہیں۔“
 ”شکر یہ مسٹر پیرنگر نام پر ان کا جو نام آپ نے ہی چکے ہیں اس لیے میں آپ کو اپنا نام بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔“
 ”ہاں۔ میں آپ کو جانتا ہوں مسٹر نواز۔ خاص طور سے پھر بھی اجازت نامہ دیکھنے کے بعد میں نے سلسلے آپ کے بارے میں سوچا ہے۔ پھر طور میں ڈیوٹی پر نہیں تھا بلکہ میں اکثر اس وقت میں آتا رہتا ہوں، اس وقت میں ہی ڈیوٹی میں تھا۔ ہاں، میں موجود تھا تب باہر

شور و غوغا کیا تھا اور ابھی میں نے بھی دیکھی تھی لیکن اس سے زیادہ میں نے اس کے سلسلے میں دیکھی نہیں لی کیونکہ پہلا واسطہ تو دن رات ایسی چیزوں سے پر نہا ہی رہتا ہے اب اس وقت جب میری ڈیوٹی نہیں تھی تو اس موقع سے فائدہ سمجھوں گا۔ اٹھانا اگر میرے بدن پر پڑے لیکن دودھی ہوتی تو پھر میرا فرض بن جاتا تھا کہ میں اس لاش کے بدلے میں چھان بین کروں ویسے بھی یہ میرا علاقہ نہیں ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہہ کر دن ہلا دی۔
 ”تو پھر میں آپ کے لیے اسکا پر منگاتا ہوں۔“ میں نے کہا۔
 ”اب پڑھو ہر شخص تمہارا ہوا تھا کیا اس سے آپ کا کوئی تعلق تھا؟“
 ”پڑھ نہیں میرا اس سے بس اتنا تعلق تھا کہ اس کو میری ہی نگاہوں کے سامنے نظر آ رہا تھا۔ ویسے آپ نے تو یقیناً اس کے بدلے میں چھان بین کر لی ہوگی۔“
 ”جرت انجیڑیاں یہ ہے کہ اس کے بارے میں میں کوئی تفصیل موصول نہیں ہوئی، وہ کون تھا، کہاں سے آیا تھا، کہاں رہتا تھا اس کے بارے میں کوئی ایسی چیز یاد نہیں آ رہی جو اس کی شخصیت پر روشنی ڈال سکتی۔“
 ”پتا نہیں سب کچھ سلسلہ ہو؟“ میں نے لاہر دہا ہی سے کہا۔
 ”ویسے میں ذاتی طور پر آپ سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں مسٹر نواز۔“
 ”ضرور کہیے۔“ میں نے سوال کیا۔
 ”آپ کا خصوصی اجازت نامہ مختلف تقورات کا حامل ہے یہ اجازت نامہ عام لوگوں کو نہیں ملتا صرف وہی لوگ اسے اپنے پاس رکھنے کے حق دار ہوتے ہیں جو حکومت کے کسی اہم معاملے میں کام کر رہے ہوں۔ میں آپ کے بارے میں زیادہ چھان بین نہیں کرنا چاہتا چونکہ اٹھنا میرے لوگ مختلف انداز میں کام کرتے ہیں لیکن اتنا آپ سے ضرور پوچھنا پسند کروں گا کہ کیا آپ منشیات کے سلسلے میں کوئی کام کر رہے ہیں۔“
 ”یہ سوال آپ کے ذہن میں کیوں ابھر رہا ہے پیرنگر؟“
 ”اس لیے کہ آپ کے اجازت نامے پر جو خصوصی نشان بنا ہوا ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ منشیات ہی کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔“
 ”شاید۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”پر لطف بات یہ ہے کہ میرے پھر بھی ہی خصوصی کام کہا جیسے امریکی پیرنگر ڈیوٹی وہاں سے آئے وہاں سے اسکا ہیکل کو چیک کرنے کی بھی نہیں دیا ہے مسافر لوگ جو منشیات کی کھچھک میں

ملوث ہونے ہیں آپ نہیں جانتے مسٹر نواز کو امریکہ کیسے حالات کا نیکار ہے۔ ہمارا لیو جان شل بنا ہوا ہے، ہمارا ہی ہے موت کے سہاگرموت فروخت کر رہے ہیں اور تو جوانوں کو کشتہ آور دودھی کا گلی میکانک سے محروم کر رہے ہیں آپ دیکھئے انسانی ترقی یافتہ ملک اور انسانی زندگی کا شرف بہت سا رہی چیزیں ایسی ہیں جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہوتی ہیں لیکن کشتہ آور دودھی کا استعمال ایک اتنی بڑی سازش ہے آپ جس کا تصور نہیں کر سکتے ہیں ذاتی طور پر ان لوگوں کے اتنا خوف ہوں کہ دل چاہتا ہے جو بھی ملے مل جائے اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دوں گا پولیس آفیسر کی تعیبات جو سن سے پہلے نہیں۔ پھر وہ لولا۔
 ”میں نے نیلے ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ آپ کو بتا نہیں سکتا بلکہ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ملے گا تو میرے دفتر تشریف لائیے میں آپ کو منشیات کے شکار رہنے والوں کی شخصیت سے متعارف کراؤں گا۔“
 ”ضرور حاضر ہوں گا کیوں کہ اس وقت میں نے سوال کیا۔“
 ”وس نیلے میں آپ کا انتظار کروں گا۔ ویسے اگر آپ اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرنے کے لیے یہاں تشریف لائے، میں مسٹر نواز کو براہ کرم پیرنگر کی پیشکش قبول فرمائیے کہ میں ہر طرح آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں خواہ وہ سرکاری نوعیت کا ہو یا غیر سرکاری نوعیت کا۔ میں سکتا ہی آخری نمونہ سے کہہ رہا ہوں پیرنگر۔“
 ”اگر اس سلسلے میں مجھے آپ کی ضرورت پڑی مشورہ پیرنگر تو آپ یقین کیجئے کہ میں آپ کو تیرجی کروں گا۔“
 ”بہت بہت شکر ہے۔ میں اس بات کے لیے مخصوص دل سے شکریہ دہوں۔“
 ”ہیے ہوائی آؤتے ہر جس لڑکی سے میری مدد پھیر سکتی تھی کیا آپ کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ موجود ہے؟“
 ”اوہ۔ وہ لڑکی جو۔۔۔ ہیرا مطلب ہے جو آپ سے ملتی تھی اور جس کے بارے میں آپ نے خیال تھا کہ اس نے جان بوجھ کر آپ کا راستہ روکا تھا؟“
 ”ہاں۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں۔“
 ”ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں ہیکر تادوں؟ اس نے کہا۔
 ”میں آپ کو اس کا پتا بتا سکتا ہوں آپ صرف اس کے بارے میں مزید طور پر چھان بین کر سکتے۔“
 ”اوہ۔ اوہ۔ تو کہا آپ کو۔ آپ کو اس کا پتا بھی معلوم ہو گیا؟“

پیرنگر نے مختصر انداز میں کہا۔
 ”مگر کون کون سا مارا مارا کرے عالتے میں ہے اور وہیں وہ لڑکی گریں باہر کے نام سے راتی ہے۔“
 ”میرے خدا اس کا مقصد یہ یقیناً یقیناً میں سمجھتا ہوں ظاہر ہے آپ ہیرا کو اس سے آئے لوگ کوئی عمومی شخصیت تو نہیں ہوں گے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور گلاس میں پڑی شربت حلق میں اٹھیل لی۔ ہیرا نے دوسرا گلاس بنایا اور دم لوگ کا کوئی دیکھ گیا کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ کرسی سے اٹھتا ہوا ہولا۔
 ”تو پھر میں کل صبح دس بجے اپنے دفتر میں آپ کا انتظار کروں گا۔“
 ”ہاں یقیناً میں پہنچوں گا۔ میں نے جواب دیا ہڈنگا پیرنگر کو کسی قدر کھمبے ہوئی تھی خاصی رات کے میں آئی جیسے اٹھا اور پھر اپنے کمرے میں آ گیا کیونکہ میرے بارے میں کوئی شخص نہیں آتا ہے آپ کو آزمانا چاہتا تھا چنانچہ کسی شہر کے پیرنگر نے وہاں سے کھڑکیاں لاک میں ادا چنے پیرنگر کے ساتھ لیکن رات کو کھنکے سے گزر گئی تھی۔
 ”انگے دن صبح تازہ وغیرہ فائن ہیکر میں نے اپنے پیرنگر پیرنگر کا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ مختصری طور کے بعد میں پیرنگر کے ساتھ ہوئے پیرنگر پیرنگر۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوتی تھی پیرنگر فائن میں میرا منتظر تھا اس وقت اپنی بی بی میں ملبوس تھا اور بہت شاندار نظر آ رہا تھا پیرنگر پر تو میں نے اس پر پیرنگر نہیں کیا تھا لیکن اب اس کی شکل و صورت دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ڈیوٹی اور پیرنگر کا لیسر ہے پیرنگر میں اس کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں، پھر اس نے آگے بڑھ کر پیرنگر سے مجھ سے ہاتھ ملایا اور پیرنگر پر بندھی ہوئی پیرنگر میں دیکھ کر ہولا۔
 ”خدا کا شکر ہے کہ میں صبح وقت پیرنگر پیرنگر گیا۔“
 ”واپس۔ میں نے سوالیہ انداز میں سے دیکھا اور وہ ہنستا ہوا مجھے کھڑکی پر بیٹھنے کا اشارہ کیے خود بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔
 ”ہاں۔ ایک واقعات توئی ہے میرے عالتے میں پیرنگر پیرنگر وارڈا ہے میں اس وقت بھی ان چاروں لاشوں کا تصور کرتا ہوں تو کا نپ جانا ہوں پیرنگر۔ انھیں کسی ایک آدمی نے ہلاک کیا ہے۔ باہر سے آؤ ہوں نے چار لاشوں کا تذکرہ کر میں چھان پیرنگر میں نے سوالیہ انداز میں پیرنگر کو طرف دیکھا تو وہ مجھے ان چاروں لاشوں کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا جو میری ہی شکر تھے۔ آئے اس بات پر حیرت تھی کہ ان چاروں کو بہت جسے ملے تھے کہ پیرنگر ہے۔
 ”میرے خدا اس کا مقصد یہ یقیناً یقیناً میں سمجھتا ہوں ظاہر ہے آپ ہیرا کو اس سے آئے لوگ کوئی عمومی شخصیت تو نہیں ہوں گے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور گلاس میں پڑی شربت حلق میں اٹھیل لی۔ ہیرا نے دوسرا گلاس بنایا اور دم لوگ کا کوئی دیکھ گیا کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ کرسی سے اٹھتا ہوا ہولا۔
 ”تو پھر میں کل صبح دس بجے اپنے دفتر میں آپ کا انتظار کروں گا۔“

ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

ہال میں صرف تین میزیں بھری ہوئی تھیں جن میں سے دو میزوں پر تین آدمی تھے اور ایک میز پر ایک ہی شخص تھا ہوا تھا۔

میں نے اپنے بیٹھے کے لیے ایک مناسب جگہ منتخب کی اور چوہہ نمبر کے میز کے قریب پہنچ گیا، یہ میز دراصل مناسب جگہ نظر آئی تھی۔

میز پر بیٹھے کے بعد میں نے دیر سے ایک مشروب طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد دوسرے نہایت نفیس برتنوں میں بیچوب میرے سامنے سرورکروا دیا۔ میں مشروب کے چھوٹے چھوٹے پیوے

اپنے آئینہ برولگام پر غور کرنے لگا۔

چند لمحوں میں میری نگاہ میں آئی عینیں، عینیں فی الحال ان میں کوئی بھی ایسی جانِ شخصیت نہیں تھی ہاں البتہ بیگزائی دل سے جری امید بجا نہ تھی، اس عمارت کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہوا تو میں اسے جری کامیابی تصور کروں گا۔

وہ شخص بھی میری نگاہوں میں تھا جس نے میرا تعاقب کیا تھا اور جسے میں نے نہایت جاہلکے سے دھوکا دے دیا تھا، اگرچہ مجھے دوبارہ نظر آیا تو میں اس کی مصروفیت پر نظر رکھوں گا اور اگر کبھی نظر آلا میرے تلاش کر کے اس پر نگاہ رکھوں گا اور معلومات حاصل کروں گا کہ وہ کسوں میرا تعاقب کر رہا تھا۔ دیکھنے جنوں کی موت کی اطلاع مجھے دہشتزدگی سے ہی آئی اور میں اس بات پر بہت خوش تھا، یقیناً مشرول بی کی کو میرے بارے میں علم تو تھا ہی لیکن اب انہیں یہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ میرے ہی ہاتھوں ہلاک ہوئے یا پھر ممکن ہے ان کی توجہ اس طرف نہ گئی ہو لیکن مشرول بی، ان کے بارے میں کسی نوٹذیل سے معلومات حاصل کرنی چاہئیں، اگر میں نے اس سلسلے میں تیز کار سہارا لیا تو کسی طور موزوں نہیں ہوگا، میں میز پر توجہ اس طرف

میں دہلی نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ اسے اس بات کا تقرباً علم ہو چکا تھا کہ میں مشیات کے اسٹاؤ کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں اس طرح میں اپنی اصل شخصیت کو مشکوک نہیں کر سکتا تھا۔

ایک کوئی نوٹذیل پر میرے بھی نہیں پایا تھا کہ دفتر سے غرض جواہری میز پر تنہا بیٹھا ہوا تھا، آٹھ گھنٹے کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ میری چھری سے دن کا ڈی تھا، شکل سے کچھ اگلی ہی سا معلوم ہوا تھا، سر پر ایک مخصوص نمبر کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا جو اس کے سر پر بندھی ہوئی تھی، ٹوٹی ڈرا باؤ سیدھا سا تھا اور اس کی ٹیٹی جہیں چھوٹی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے توجہ نہ کرنے لگا

وہ میری میز کے سامنے آکر بٹھا تھا۔

”دیکھ تم لوگوں کو ایک وقت ہوگی سوٹیا، میں نے کہا۔“

”وہ کیا جناب؟“ یہ سوٹیا نے سوچا۔

”تم لوگوں کے پاس کوئی اپنی ذاتی سواری نہیں ہے؟“

”اس میں کوئی مشکل نہیں پیش کرنے کی جناب ہاں گروں کی ماہر موجود ہیں، جو یہاں رہنے والوں کو لڑنے برفز ہم کی جانی ہیں ایک ایک کار حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی“

”گورڈا، زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن یہاں کاروں پر زیادہ گڑھے کے

لڑنے ہوتے ہیں“

”میں نے تو نہیں کہا کہ یہاں؟“

”نہی ہوں تو زیادہ بہتر ہے، دیکھ لگنے ہی ہوں، تیری

عین کے کچھ بہت احتیاط سے کام کرو گی اور کسی کی نگاہوں میں

ہی آسکتی“

”آپ عینوں میں، ہم حتی الامکان یہی کوشش کریں گے

ہا کام نہایت ہوشیاری سے انجام دیں، سوٹیا نے کہا۔

”اگے سوٹیا، رات کو کسی ہی وقت تم سے مل کر کھانا کھان

لی پورٹ طلب کروں گا“ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

فون بند کرنے کے بعد میں نے نوٹذیل سے ہوتے بیٹھوں ہماروں طرف جھانکا نام لوگ، انجاری مصروفیات میں لگے ہوئے کوئی بھی شخص ایسا نظر نہیں آتا تھا جس کی توجہ میری جانب ہو

پلاس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا اور سیدل ہی ایک جانب

پڑا۔

یہ دونوں کام کرنے کے بعد مجھے خاصا اطمینان نصیب ہوا تھا، میں نے کسی ریسٹورانٹ میں میز پر اپنے آئینہ برولگام کے بارے

میں غور کرنا تھا، چنانچہ میری نگاہوں میں کسی ریسٹورانٹ کی تلاش میں ادھر دھرتے لگیں۔

خیر و حیرت میں کسی ریسٹورانٹ کا پورٹو نظر نہیں آیا، لیکن میں دل ہی دل چاہتا تھا، پھر ایک چھوٹے سے چوراہے سے بائیں گت

درا توجہ وہاں پر بائیں مورسٹورانٹ کا پورٹو نظر آیا، میں تیز

ماری سے اس کی جانب چل پڑا تھا۔

بالٹی مور ایک چھوٹا سا صاف ستھرا کھینے تھا اس کا ہال زیادہ نہیں تھا، تقریباً بیس میزوں پر سے ہال میں جی ہوئی تھیں۔

لڑنے پر ایک واپس آئی، بیٹھی ہوا تھا جس کی آنکھوں بوجھنے فریڈ کا چشمہ لگا ہوا تھا اور وہ میری سے دیکھنے پر یا احساس دہان تھا کہ اس کی نگاہ بہت کمزور ہے، وہ ایک ریسٹورانٹ میں لہنے ہوئے تھا اور گہری مصروفیت میں غرق تھا۔ دو درجہ پر ایک

لہت بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں اندر داخل ہوا اور

سوٹیا کے کمرے کا تھا۔ دونوں لڑکیاں تھے، ایک کمرے میں ہی مل گئی تھیں۔ پہلے سوٹیا نے فون ریسٹورانٹ اور پھر فون ہی ٹریڈنگ ہاؤس

ویا ٹریڈنگ آؤٹ فون ریسٹورانٹ دی۔

”ہیلو ناز“

”ہیلو سبھی ہو تم لوگ؟“

”بالکل ٹھیک، سوچ رہے تھے کہ باہر نکلیں“

”کوئی خاص پروگرام؟“

”نہیں کرے میں قید ہونے لگی تھی، گئے گئے ہیں، ٹریڈنگ

جواب دیا۔

”اگر تم لوگوں کے ذہن میں کوئی خاص پروگرام نہیں ہے تو

مصرفیت میں نہیں بتا سکتا ہوں لیکن صورتحال ذرا مختلف ہوگی“

”وہ کیا؟“ ٹریڈنگ نے پوچھا۔

”تم دونوں کو الگ الگ کام کرنا پڑے گا“

ان تعلقات میں نہر و فرائز ہم تعاری ہر عبادت پر عمل کرنا

کے لیے تیار ہیں“

”ہال دیکھنا، لاس انیمیں میں تم ہی میری آروی کی حیثیت

رکھتی ہو، میں نے سنبھتے ہوئے کہا۔

”ہم نہیں اپنے سیکیشن پرفانسو کے کام دوتہ نہیں دیں گے“

ٹریڈنگ نے بولی۔

”تو پھر ٹریڈنگ سوٹیا کو گرین کا بیج دو اس لڑکی پر نگاہ

رکھنا ضروری ہے سوٹیا جانتی ہے کہ کس طرح اسے ہوشیار رہ کر ان

کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنا ہے، تعاری ڈوٹی میں ایک

مخصوص طاقت میں لگا جاتا ہوں جہاں کھینچنا دل نانی ایک

عمارت موجود ہے عمارت ہماری توجہ کا مرکز ہے، ہم اس کے بارے

میں کل پورٹ چاہتا ہوں، یہ پورٹ خود میں تم سے وصول کروں

گا جس وقت میرا مناسب سمجھا دیکھو تعاری ڈوٹوری ہی ہے کہ اس

عمارت کی پوری طرح بخیرانی کرو اور اس کے بارے میں زیادہ سے

زیادہ معلومات حاصل کرو“

”براہ کرم مجھے اس علاقے کا پتہ لوٹ کر دو، ٹریڈنگ نے کہا اور

میں نے ٹریڈنگ کو بخیرانی دل کے علاقے کا پتہ لوٹ کر دیا، باب ٹریڈنگ

بولی۔

”کیا اب میں فون سوٹیا کو دے دوں؟“

”کوئی حرج نہیں ہے، میں نے کہا اور چند لمحوں کے بعد

سوٹیا کی آواز سنائی دی۔

”میں نے آپ کی ہدایت ٹریڈنگ کی زبانی ملی ہیں جناب آپ

مطمئن رہیں، میں آپ کی آواز کے مطابق ہی کام کروں گی“

اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ان حالات میں گھسنے کے بعد بھی کوشش میں لگتا کہ کم از کم ایک سے نکل جائے لیکن وہ اتنی مضبوطی

مضبوطیت کا مالک تھا اور اس کے بیروں کا اس طرح حساسی نہ ہاں

پہیلے ہوتے کہ اس خطے کا کوئی احساس بھی نہیں ہوا اور

اس نے اس کے لیے اس دو بارہ اپنا کام شروع کر دیا۔

بہتے کرتنا تحریک کے سلسلے میں ان دنوں کوئی خاص کارائی

دیکھنے میں نہیں آئی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ تحریک فنا نہیں ہوئی

اور اسے فنا کرنے کا کوئی حراز بھی نہیں ہے، بیشک اس کا باقی ترکا

تھا لیکن یہ تحریک تو اب منشیات کے مادی لوگوں کے ذہنوں میں

بہتر ہو گئی اور وہ صرف اس جگہ محدود نہیں تھی۔ خود لندن میں

میں اس کے منشا سے دیکھ چکا تھا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

اپنے کام کے اس طرح شروع کرنا چاہیے وہ ہوش تو میرے لیے بڑی طرح

مشکوٰۃ ہو چکا تھا جس میں پریشانی نام آگم وہ لوگ میری بالکل

گاہ کے بارے میں جانتے تھے اس لیے یہ ضروری تھا کہ پیچھے میں اپنے

لیے ایسے مختلف ممکنہ نفاذوں جہاں میں خطرات کے وقت پناہ

لے سکوں لاس انیمیں میں اس کے بعد میرے ہاتھوں نکل رہے

تھے۔ وہ دو مشورے میرے سامنے تھے، میرا انتظار کرنا اور اتفاقاً طور

پر ہی مجھے کچھ تبتے ٹریڈنگ کا کھانا اور وہ چاروں گئے، عمارت بھی

میرے ذہن میں آئی ہے میں رات کو دیکھ چکا تھا۔ لاشیں اس عمارت

کے پاس پڑی تھیں اور بیٹھنے اس کا نام کھینچنا دل لیا تھا، گو باکر

میں اس عمارت کو تلاش کرنا چاہوں تو کھینچنا دل کے حواس سے

کر سکتا ہوں۔

دیکھ وہ چاروں مر گئے تھے حالانکہ مجھے امید تھی کہ ان میں سے

ایک وہ ضرور زندہ رہ جائے گا لیکن ہر طور سے ان کی موت سے

کوئی خطرہ ہی نہیں ہوا تھا بلکہ یہ اچھا تھا کہ کم از کم دو کوئی کوئی کوئی

طرح چوتھے کاموں میں لگا اور یہ ہوش بھی باخبر ہونے لگا۔

ایک باخبر ہونے والے دشمن کی نسبت زیادہ آسان ہو جاتا ہے

کہ وہ جو بیوقوفی طاقت کے زعم میں نظر آ رہا ہے وہاں ہے اور کتنی

کے لیے یہ زیادہ نیک و نیک نہیں کرنا پڑتی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیلیفون پورٹ کے نزدیک ایک

کیا اطراف کا ماحول دیکھا، نظر تو پوری محسوس ہوتا تھا مجھے کوئی

میرے تعاقب میں نہیں ہے لیکن اگر کوئی ہو بھی تو پھر ہاں

بیک تھا اور چلا گئے۔

اگرچہ لوگ میری شخصیت سے واقف ہو ہی گئے ہیں تو ٹھیک

ہے جو کچھ وہ کہنے میں کہنے نہیں سے ٹیلیفون پورٹ میں داخل ہو

کر ہوں یا تم کو کچھ باہر ہر سے وہ خبر مانگا جو ٹریڈنگ اور

کار ڈولا۔ لیکن یہ تمام چیزیں اب میرے لیے بے مقصد ہو چکی ہیں۔ میں تو اس سے غیر متاثر ہی کسی معلومات چاہتا تھا، اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس لاش کا کب کا کروں اور اس کے سوا مجھے کوئی چارہ کا نظر نہ آتا کہ اسے مجھاریوں میں چھوڑ دوں، ویسے میں نے اسے اپنی طرح متھول بنا رکھا تھا کہ میں یہ میرا شگ تو نہیں ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

برائی فورڈ کو واپس لاتے ہوئے میں تری بدولی محسوس کر رہا تھا، اول تو فورڈ مشکل سے چڑھائی پر چڑھی تھی اور پھر تری ذہنی کیفیت بھی مجال نہیں تھی لیکن چڑھائی پر پہنچنے کے بعد وقتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی ٹھری میں وقت دیکھا، ابھی صرف بارہ بج کر تیس منٹ ہوئے، اگر اس شخص کو ایک نچے پہنچنا تھا تو اس کا مقصد تھا کہ اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ مجھے مل جائے، اس نے خیال کے تحت میں نے اپنا جانک فورڈ کی رفتار بڑھادی اور اسے پوری قوت سے چلا رہا تھا، اس کی کیفیت سے نزدیک اپنا جہاں مجھے پہنچنا تھا، تاہم اس سلسلے میں کئی دیر لگ گئی تھی۔

گاڑی سے اتار کر میں کینیڈین داخل ہوا۔ چودہ نمبر کی میز پر ایک بیرون سادی بیٹھا ہوا تھا اس کا قد پانچ سو پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ لباس سیٹھے ہی کا تھا، آنکھوں سے غیر منوڈگی کی سی کیفیت چھلکتی تھی، اس کے دونوں ہاتھ میز پر رکھے ہوئے تھے اور وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

میں نے بس نکا دکانے کے لیے اس کی جانب رخ کیا اور اس کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اپنے نزدیک دیکھ کر اس نے ذہنی نیم غنودہ سی آنکھیں اٹھائی، میں اودھیروہ بھرتے ہوئے بٹھے میں بولا۔

”مہو کیا بات ہے؟“

”ممال نے آیا ہوں، میں نے آہستہ سے کہا اور وہ ایک دم متنبہ کر بیٹھا۔

”اوم، بیٹھو بیٹھو، کہو کوئی وقت تو نہیں ہوئی تھی؟“

”نہیں۔ البتہ میں دو بار تمہیں کہنے میں دیکھ کر کچھ پہلو ہلا“

”مگر ایک نیچے کا وقت دیا گیا تھا۔“

”ہاں، میں کہا تھا تو، بس بے چینی تھی۔“

”کوئی بات نہیں ہے مگر ممال جہاں نہیں وصول کیا جائے گا، آؤ یا رہتے ہیں، اس نے کہا۔

”سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھ کر مکا چہرہ بولا۔

”ذہن آدمی ہو، ایسی کوئی بات نہیں ہے آج ذہن پر چلنے کی کرین اور اس کا جہاں کہنا یا رکھنا ہی گاڑی میں چھوڑ دیا۔

”ہاں، میں نے جواب دیا اور پھر جب میں فورڈ کے قریب پہنچا تو اس نے میٹھوں انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تھیک ہے تھیک ہے، مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ تم کینیڈین میں آؤ گے۔“

”آؤ اندر بیٹھو۔ میں نے کہا اور وہ اطمینان سے ڈرائیو کی بیٹ سے برابر والی بیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے آہستہ سے کہا۔

”میں مال تمہیں یہاں نہیں دینا چاہتا، کہا کوئی ایسی چیز جو جسے تمہارے ذہن میں جہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کا نہ ہو۔ میں نے کہا۔

”یہوں یہاں کیا بات ہے؟“ اس نے سوال کیا۔

”بس جو یہی، پتہ نہیں کہوں میں کشیدہ کا شکار ہو گیا ہوں، اگر تم جاؤ تو میرے فلیٹ پر چل سکتے ہو، اس نے کہا۔

”تمہارا فلیٹ یہاں سے کتنی دور ہے۔“

”زیادہ دور نہیں ہے، اتنی دور ہے کہ میں پیدل ہی جتا ہوا یہاں تک پہنچتا تھا، زیادہ سے زیادہ جس منٹ کا فاصلہ مگر اپنی اس گاڑی میں، ہم دو منٹ میں پہنچ جائیں گے۔“

”تو پھر مجھے راستہ بتاؤ۔ میں نے کہا اور وہ مجھے راستہ بتاتا لگا۔ چند گھنٹے کے بعد میں نے پوچھا۔

”فلیٹ میں تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا۔“

”نہیں بھائی، میں تمہاری رہتا ہوں، اس نے اکتانے پر سے ہلے میں کہا۔ میں اس کے ہنسے اس کی آہٹ کا اندازہ لگا دیا

چاہتا تھا کہ اس کی وجہ کہے، لیکن کچھ نہ معلوم ہو سکا ایسے ہی شکل و صورت سے شخص بھی منشیات کا عادی ہی معلوم ہوتا تھا، کم محنتوں نے ادھار مچھتا ہوا کہہ دیا تھا، ہر شہر اور جوان نے

تو عادی لشر باز نظر آتا تھا، حالانکہ اس شخص کی عمر بھی زیادہ نہیں تھی لیکن چہرے پر مردانہ قیمت نمایاں تھی اور کئی ہلکی زردی بھی لپکتی

اس کے بدن خون کے سرخ فوڈات ختم ہو چکے تھے اور اب وہ زندگی گاڑی گھسیٹ ہی رہا تھا۔

بہر طور وہ مجھے ایک لمبے عمارت کے پاس لے گیا اور قدیم طرز کی بنی ہوئی تھی، عمارت کی دوسری منزل کے ایک فلیٹ کا تالاکھول کر اس نے مجھے سے اندر چلنے کے لیے کہا، پھر چونک کر

”ممال جہاں ہے کہ گاڑی میں ہے۔“

”ہمیں نہیں، میں اُسے اپنے ساتھ لایا ہوں، میں نے

چاہا، یا اور وہ شلے سے تھک کر اندر داخل ہو گیا، اس کی جال میں بی بی کی سی اور کھڑا ہٹ پائی جاتی تھی، میں نے دفاعی انداز سے بند کر دیا۔

فلیٹ سے اس کی بے تیزی کا احساس ہوا تھا اور پھر ملتا تھا کہ یہاں دُشہ والا کسی ایسی اور صاف ستھری طبیعت کا مالک نہیں ہے، وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا، تب میں نے کمرے میں پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ممال کہاں ملے گا۔“

”ممال تو وہیں ملتا ہے جہاں سے اس سے پہلے تمہیں ملتا رہا ہے۔“

”یہی آج کل کے نمونے۔ میں نے سوال کیا۔“

”ہاں ہماری سپلائی کا وہی آدمہ ہے اس کے علاوہ عام قسم کے لوگوں کو کہیں اور سے منت نہیں ہوتا ہے

”پستول ہے تمہارے پاس؟“ میں نے یوں ہی رواداری میں پوچھا اور وہ چونک کر پڑا۔

”کیوں، کہا پستول چاہو گے۔ اس نے سوال کیا۔“

”مجھے تھیک ہے جواب دو۔“

”نہیں بھائی، ہم جیسے لوگوں کے پاس پستول و متول کہاں ہوتا ہے، مگر کیوں آتر مسند کیا ہے، تمہیں کس قسم کا مشرہ تھا، آتر

لگے ممال مجھے وہاں بیوں نہیں دیا؟“

”بس تم پر مشرہ تھا، میرے دوست، اول میں تمہارے لباس کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔“

”کہا بھائی، کمرے ہو۔ ممال لاؤ، رہدو اور جاؤ، اس نے

کہا، لیکن اب وہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ فلیٹ کا تالاکھول کر اس نے میرے سامنے ہی کھولا تھا اس لیے اس بات کے بالکل امکانات

نہیں تھے کہ اس کے علاوہ فلیٹ میں کسی اور سے بھی ملاقات ہو سکتی ہے، چنانچہ میں آنا مانا اس کے قریب پہنچ گیا۔

مجھے اندازہ تھا کہ یہ شخص میرے ایک ٹھونسے کتاب بھی نہیں لائے گا، لیکن میں اسے ہلاک کرنا بھی نہیں چاہتا تھا، البتہ جب

میں نے اس کے لباس کی تلاشی کی تو وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

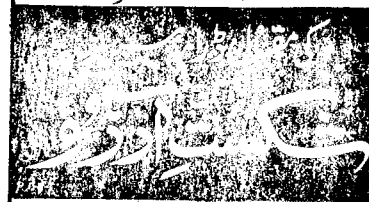
”کہا بھائی، تم مجھے کورڈت سمجھو، یہ کیا کرتی ہے شروع

کردوں تمہیں، ملال لاؤ، رسید لگاؤ اور دفنان ہو جاؤ، یہاں سے

میرا پتھر پوری قوت سے اس کے منہ پر ٹھکا تھا اور اس قوت سے تھا تھا کہ اس کی گردن دوسری طرف گھوم گئی، لیکن اب اس کی

نہیں وہیں وحشت نظر آنے لگی تھی۔

ٹیلی ویژن پر پیش کی جانے والی
حمید کا شہری



ان اندھی کے راستوں کی کہانی
جن سے کبھی کوئی واپس نہ لوٹا،
شکست آرزو
کتابی شکل میں شائع ہو گئی ہے،
تمام بک سٹالوں پر دستیاب ہے
مکتبہ صوفیہ
کراچی، جون ۱۹۶۱ء

”کک کہوں، کیوں، آخر کیوں؟“ اس نے کہا۔ اکی حدان میں اس کے لباس کی تلاشی سے چکا تھا، کوئی چیز نہیں ملتی تھی اس کے لباس میں۔ ہتھیار نام کا چاقو بھی نہیں تھا، تب میں نے پریشانانہ انداز میں گردن دکھا کر کہا۔

”بیٹھ جاؤ میرے دوست، معافی چاہتا ہوں، کھٹارے ساتھ یہ بدبختی کا سوا کچھ نہیں تھا، لیکن معاف کرنا میرے دوست یہ ضروری تھا۔“

”کمال کے آدمی ہو کر وہ سے تعلق بھی نہیں رکھنے والا اس قسم کی حرکتیں بھی کرتے ہو۔ تم جانتے ہو اگر میں نے تمھاری شکایت کوئی تو تمھارا کیا حشر ہو گا؟“

”ہاں میں جانتا ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس کے باوجود۔“

”ہاں اس کے باوجود۔ اس لیے کہ چونکہ میرا تعلق نہ تو تم لوگوں کے گروہ سے ہے اور نہ ہی ان لوگوں سے جو منشیات پھلاتے گئے ہیں۔“

”کک، یہ مطلب؟“

”تم کو کہیں بے سٹے نہ تا۔“

”ہاں یہی کہتا ہوں، تمھارے گروہ میرے پاس آؤ گئے، پہچان لو گے، اور کہیں تم سے مال لے لوں اور پیدہ بدلوں؟“

”اب فرمائیے اس مال کی تفصیل بتاؤ۔ یعنی کو کیوں کی؟“

”کک، یہ مطلب؟“

”ہاں وہ نہیں ہوں میرے دوست جس کا تم اتنا بھاری بھاری تھے بلکہ وہ ہوں جسے تمھارا اتنا بھاری تھا۔ میں نے کہا، اولاد اس کی آنکھیں خوف سے پھل گئیں۔“

”انت... تو... تم... میرا مطلب ہے تو تم وہ نہیں ہو تم مال نہیں لائے۔“

”نہیں، میں کوئی مال نہیں لایا، جو مال لیا تھا وہ موت کی فیصد سورا ہے۔“

”نت تو تمھارا مطلب۔“ اس نے پریشانی سے کہا۔

”میرا مطلب صرف یہ ہے کہ اب تم مجھے اپنے بارے میں اپنے گروہ کے بارے میں اور اس مال کے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ اور اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو۔ ورنہ تجھیں قتل کرنے میں مجھے ذرا بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”مم... میں... میں۔“

”دیکھو دوست، ہنوز ہی ہے کہ اپنی زندگی بچاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھیں نہیں ماروں گا، بشرطیکہ تم بچ کر بولی دو۔“

”اگر میں نے بچ بولی دو تو تم نہیں مارو گے تو کوئی اور مار

دے گا۔ اس نے کہا۔

”اب اس کے لیے میں تمھاری کوئی ذمہ داری نہیں سے سکتا لیکن اگر زندگی کو کچھ اور طویل کرنا چاہتے ہو تو کم از کم اس وقت اپنی جان بچاؤ۔“

”وہ کچھ سوچنے کا تھا۔ پھر دفعتاً اس نے جبب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز یا ہتھیار نکال لی۔ لیکن میں نے جھپٹا مارا کراس کا ہاتھ پھیر دیا تھا۔“

”نہیں نہیں، میں خود ہی نہیں کر رہا۔ یہ۔ یہ ایک ایسی گولی ہے، جو مجھے لغویت دے گی۔ اس نے گولی میرے سامنے رکھ کر ہوتے کہا۔“

”سینڈ ونگ کی ایک نھتی سی گولی تھی، میں نے اس کی پوری کڑھوں کر لیا تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔ بہر صورت میں نے اسے گولی کھنڈ کی اجازت دے دی۔ اس نے گولی کھائی اور چند ساعت کے بعد اس کے چہرے پر شہادت سی نظر آنے لگی تھی۔“

”ہاں؟ وہ گہری سانس لے کر بولا۔ اب پوچھو کہ پوچھنا چاہتے ہو۔“

”گہری کمال لینے اور دینے کا سلسلہ کہا ہے؟“

”اگر تم ہمارے بارے میں معلومات رکھتے ہو تو تجھیں ہرگز کہہ رہا ہوں منشیات کی سپلائی کرتے ہیں۔ اس نے کہا۔“

”ہاں اس بات کا مجھے علم ہے اور میری علم ہے کہ تم جھوٹے لوگوں سے بھی منشیات خریدتے ہو۔“

”بالکل بالکل، مختلف لوگ مختلف ذرائع سے یہاں منشیات لاتے ہیں، اب بڑی بڑی کھپتی تو ہر جگہ وصول نہیں کی جاسکتی لیکن جیسے جیسے لوگ ہمارے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔ ہم ان سے ہی مال لے لیتے ہیں اور انھیں معمولی رقم واکر دیتے ہیں۔“

”اس وقت تو شخص تمھارے لیے مال لے کر آتا تھا، وہ بھی تمھارے لیے پہلے کا کرتا رہا ہے۔“

”کئی ماہ تک میں مال دے چکا ہے۔“

”تم اسے پہچانتے نہیں تھے؟“

”نہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ تم مال لانے والے کو پہچانیں، بس یہی ہدایت کر دی جاتی ہے کہ فلاں جگہ سے مال لے جاؤ اور یہ فلاں جگہ پہنچاؤ۔“

”گڈ گڈ۔ میں اس فلاں جگہ کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں۔“

”تجھیں معلوم تو ہو چکا ہے، مجھے اسی کیسے ہے، ایک آدمی سے منشیات وصول کرتی تھی۔ اس کے پاس غالباً ڈیڑھ کلو گرام قریب کو کیوں تھی۔ اس سے منشیات وصول کرنا اور دیکھو رہتا ہے دس

”تیا۔ اس نے جبب سے ایک ہر جگہ نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔ پر جگہ پر کچھ مخصوص الفاظ لکھے ہوئے تھے، لیکن اس پر جو لکھا نام جیسا ہوا تھا اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہوئی۔“

”یہ مارکوس تریڈرز کا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا اور وہ مجھے گھورتے لگا۔“

”مارکوس تریڈرز کے بلے میں نہیں جانتے؟“

”نہیں۔“

”بس ایک اسٹور ہے، جہاں مال پہنچایا جاتا ہے اور وہاں سے رسید ملتی ہے۔“

”کہاں واقع ہے یہ اسٹور؟“

”کیپٹراؤن، ول کی ایک عمارت میں۔ اس نے جواب دیا۔“

”اچھا۔ وہ عمارت تو نہیں، جہاں چار لاکھ پانچ لاکھ تھی؟“

”ہاں، نہیں کیسے معلوم؟“

”بس ایسے ہی۔ دراصل اس عمارت کا نام میں نے لڑی لڑوں کے سلسلے میں سنا تھا۔“

”مگر کون ہے وہ؟“

”ابھی نہیں میرے دوست، ابھی تمھارے سوالات کا وقت نہیں لایا، پہلے بتاؤ کیپٹراؤن، ول کی یہ عمارت کس کی ملکیت ہے؟ میں نے سوال کیا اور اس کی آنکھوں میں دہشت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے خوفزدہ لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔“

”تم مجھے۔ تم مجھے بالکل ہی ذرا لادو گے، جو کچھ میں تجھیں بتا چکا ہوں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں بتا سکتا۔“

”تجھیں بتانا میرے گاہ میرے دوست، اگر نہیں بتاؤ گے تو میں تمھارے بدن میں اتنے سوراخ کروں گا کہ تم گن ہی نہ سکو گے۔ میں نے غصے سے بولے، میں کہا اور وہ ہر طرف کانپنے لگا کافی دیر تک وہ اپنے اعضاء پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر بولا۔“

”دیکھو میں کمزور اعضاء کا انسان ہوں، کوئی ایسی بات نہ بتاؤ نہیں کر سکتا، جو۔ جو میرے لیے تکلیف دے ہو۔ خدا کے لیے تم۔“

”بس بس، خدا کا نام درمیان میں نہ لو، تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں ہے۔“

”تم کی تکلیف ہے۔“

”میں نہیں بتا سکتا، میں نہیں بتا سکتا، وہ نام لینے سے پہلے میرا جاننا ضروری ہوتا ہے۔“

”مجھے تم نے قتل ہی کر ڈالا۔“

”نہیں میں تجھیں اس طرح قتل نہیں کروں گا، تجھیں

”زبان کھولنا پڑے گی، مجھے نہیں زبان کھولنا ہی پڑے گا۔“

”اے ایک منٹ ایک منٹ رک جاؤ، میرے اعضاء بے قابو ہو رہے ہیں، اس نے ایک بار پھر اپنی زبان کھول کر کہا، ہاتھ ڈالو، صحتی سی سینڈ ونگ نکال لی۔ اس نے گولی نکال کر زمین پر گرا دی اور بولا۔“

”یہ وہ گولی نہیں تھی، جو میں نے پہلے کھائی تھی، بلکہ وہ گولی تھی جو مجھے خاص طور سے اس لیے دی گئی تھی کہ اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں تو اسے کھانڈ کر منڈکی سے نجات حاصل کروں۔“

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے آگ کی دھندلی تھی، دوسرے لمحے میں برہنہ تھا، لیکن اس نے پھر نے سے منہ بند کر لیا تھا، اور پھر وہ گولی نکل گیا۔“

گولی کے اثرات انتہائی خطرناک تھے، وہ ایک لمحے تک مجھے دیکھتا رہا اور پھر دوسری طرف لڑھک گیا۔“

ایک اور شخص، ایک اولاد، ایک اور خود کشی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا، سخت سے کوئی ٹھکانا یا پناہ معلوم ہو سکتی تھی، البتہ کیپٹراؤن، ول کی اس عمارت کے بارے میں ایک انکشاف ہو گیا تھا، جہاں مارکوس تریڈرز نامی کسی فرم کا گودام یا اسٹور تھا، بہر طور کچھ تو ہوا، میری یہ محنت کمال طور پر لاپرواہی نہیں گئی تھی، اب ہنوز یہ تھا کہ جتنی حد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل لوں، ورنہ کسی بڑی مشکل میں ہی گرہ لگتا تھا، چنانچہ مجھ میں برف زنجاری سے تلبلیت کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ذرا ہی دیر میں دو نڈکراں موت کی آغوش میں چلی گئی، جنہیں اور مجھے اس کا تصور ہی تھا۔

بہر طور نتیجے اگر میں نے فوراً کو دوبارہ استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، اب اگر میں نے جیسی بڑی اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، میں اپنے ہوش واپس بیلا جاؤں، حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں لے سکتا، خطرات کا گروہ تھا، لیکن اس سے پہلے کچھ اور کچھوں کا بندوبست نہ ہوجائے، مجھے ہی ہوش میں بنام کرنا تھا، خطرات تو قدم قدم پر بگڑتے ہوئے اب کون کون سے خطرے کو نگاہوں رکھوں اور پھر بہتر خطا اس طرح سے ان لوگوں سے شناسائی تو حاصل ہو رہی تھی اور کم از کم اس شناسائی کے ہمارے زندگی تو متحرک رہے گی۔“

جیسی میں ہوش مانتے ہوتے میں مختلف خیالات ذہن میں لیے متحرک رہا اور پھر ہوش پہنچ گیا، جس وقت ہال میں داخل ہوا تو میں نے کسی کا ڈونر بھوکا ڈونر کے نزدیک دیکھا جو میری نگاہوں میں مشکوک تھا۔ کا ڈونر بھوکا نگاہوں مجھ سے ملیں لگے

اس کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے اس نے روح قبض کرنے والے فرشتہ کو دیکھ لیا ہو، پر طویل سے قریب پہنچنے پر وہ خواہ مخواہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنے لگا۔

”اوہ جناب فرمائیے۔“

”چالی۔“ میں نے اس کی طرف انگلی رکھتے ہوئے کہا اور اس نے جلدی سے بائیں نکال کر پھر سے تامل کر لی۔

”اور کوئی خدمت جناب۔“

”نہیں۔ شیخ شکر، یہ خدمات تو تم انجام دیتے ہی رہتے ہوئے میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لغت کی جانب چل پڑا۔ محوئی دربر کے بعد لوگ مجھے بیری مستل پر پھوڑا رہا، میں کہے میں داخل ہونے سے پہلے حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا، ایک ایک لمحہ احتیاطاً ملاحظہ کیا کسی نئے شے کی خدمت سموت سے چھٹا کر سستی تھی، لیکن کر کے حالات پر موقوف تھے، غالباً ان لوگوں کو میرے بلے میں کوئی نئی بات نہیں لگتی تھی، اس لیے انھوں نے اب کوئی نئی کاروائی نہیں کی تھی۔

کر کے کا جائزہ لینے کے بعد میں نے دروازہ بند کرنا اور آرام سے ایک کرسی پر پاؤں بچھا کر بیٹھا، چونکہ آٹالے سے بڑی فرسوت کا احساس ہوا تھا میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کہا کرنا چاہیے یا کوئی کام دیکھنا معمول کرنا اور دیکھا تو سورج اب تک بادلوں کی اوٹ میں لگا تھا یا کوئی سے خشک سے ہوا آہٹ انداز تھی، میں اس کا مقصد تھا کہ بارش ہونے کے امکانات تھے، دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں نے پونے ماحول کو لنگر لیا۔

اور اب فضا پر کھلا ہونوں کا راج تھا۔ لاس انجلس کا موسم بھی بڑا عجیب ہے ذرا ہی دیر میں موسم تبدیل ہو جاتا ہے، میں پہلی میں کھڑا آسمان پر چھانے ہوئے بادلوں کو دیکھتا رہا اگر میری سرس گئے تو بہت دور داربارش ہوگی جبکہ میرا وہاں جڑا اور بیٹھا میں بھی اُٹھا، ہوا تھا۔ درووں لڑکوں کو میں نے کام سے نکالا دیا تھا لیکن یہ بچپن نہیں تھا مجھے کہ وہی درمی سے اپنا کام انجام دے لوں گی۔ بہر طور ان معاملات میں امینی نہیں اور اس طرح لوگوں سے مخاہ بہت خطرناک تھے۔ کافی دیر میں ہی طرح کھڑا سوچنا رہا پھر میں نے سوچا کچھ دیر آرام کر لیا جائے چنانچہ میں اپنے بستہ پر لیٹا۔ سہ پہر کا وقت اسی طرح گزر گیا۔ بارش نہیں ہوئی تھی، حالانکہ بادلوں سے زوردار تھے لیکن بارش ابھی تک نہیں ہوئی تھی البتہ شام کے لگژرنا ساڑھے چھ بجے بجی بجی بارش شروع ہو گئی، میں اب شام کا کھانا کھا کر تزیینت دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا کہ سب سے پہلے بارش لگ کر لڑیا اور پھر وہاں کے ہوتوں آن کو ٹیلی فون کروں اور ان سے معلوم کروں کہ

ان کی کارکردگی کیا رہی، ٹیلی فون یہاں بھی موجود تھا۔ لیکن اس پہلی فون کو استعمال نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ نہیں لگتا تھا کہ میرا پہلی فون بھی چھب ہو چکا ہوگا یا نہیں، ویسے اصولاً ٹیلی فون پر ہونے والی سرکٹ سی جاتی ہوگی، اس لیے میں نے مولیٰ نہیں سے سکتا تھا، بہر طور تیار ہو کر کوسے سے باہر نکلتا ہوں، پہنچا، ہال کا جائزہ لیا اور پھر ہال سے بھی بائیں لنگر لگ کر کہیں کوئی میرا تعاقب نہ کرے لیکن جبرت انگریزات سے بھی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔ ہوتوں کے بائیں سمت ایک چلنے والی گزرنے کے بعد ایک ٹیلی فون بول تھا۔ میں یہاں سے گزرتے ہوئے تھیں داخل ہو گیا اور وہاں سے میں نے ٹیلی فون سے بات کر کے ٹیلی فون کیا۔ ان کے ساتھ مارا نکالنا تو جواب ملے اور وہوں کے پاس سے میں موجود نہیں ہیں، چنانچہ میں بولنے سے باز رہا، لیکن جاننے کے بجائے میں بول ہی میں وہاں پہنچ گیا تھا۔ ہوتوں کے ہال میں موم کی مناسبت سے کافی روٹی تھی، چاروں طرف لنگر اور پیشوں کی کھٹک سنائی دے رہی تھی، میں نے پوری سہولت لی اور سڑائی نکالوں سے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ دفتراویں اور ایک طرف آٹھ ٹی حالات اس میں برا فاصلہ کافی تھا۔ لیکن میں نے اس سے ہی اس کی جھلک دیکھی تھی وہ گزرتی باؤرج، ہی تھی میری طرف سے رُخ بدل کر بیٹھی ہوئی تھی لیکن میری نگاہیں جیسے ایک بار دیکھ لیتی ہیں آٹھ کبھی نہیں سمجھتیں، اور میں نے گزرتی باؤرج کو فوراً ہی پہچان لیا تھا۔ اور پھر میری لڑکی کو میرے لیے بڑی اہمیت کی حالت میں اس نے جو بھی مجھے اپنی طرف متوجہ کیا فوراً ہی ایک اخبار پڑھنے کے ساتھ کر لیا میرے ہوتوں پر سڑاٹ پھیل گئی تھی میں ایک سے کیے سوچتا رہا تھا گزرتی باؤرج کی یہاں موجودگی کا معنی کتنی ہے کیا وہ میری سڑائی گمراہی ہے لیکن اگر وہ میری سڑائی کر رہی ہے تو پھر سوچنا بھی نہیں کہیں اس باس موجود ہوگی میں نے پونی میری سی نگاہ پورے ہال پر تھی لیکن مجھے ہوتا نہیں آتی تھی مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا اس کا چاہیے گزرتی باؤرج کے قریب پہنچ کر اس کے ملاقات کی جلتے باؤرج باؤرج چاند مات سوچتے رہنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کر لیا اور ٹھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا میرے ہوتوں پر سڑاٹ پھیل چھٹی ہوئی تھی، باؤرج لگ کر میں فٹ باؤرج کے قریب سے گزرتا ہوا انداز میں جا کھڑا ہوا، چند لمحوں کے بعد میں نے دروازہ دنگا ہوں سے دیکھا کہ گزرتی باؤرج مجھ پر ہڑائی تھی، وہ بہت جلدی میں معلوم ہوئی تھی پھر وہ بے اختیار ہی دل گئی میں نے فوراً ہی فاصلہ بگڑ گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو تاکہ اشارہ کیا اور ٹیکسی فٹ باؤرج سے چند گز تک جگہ لڑ گئی، میں خراماں خراماں اس کی طرف چل پڑا۔

اصل گزرتی کو اس کا موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ اطمینان سے اپنی کار لے پہنچ جائے۔ ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد میں نے ڈرائیور سے کہا، کھنچے، میں ہی سڑکوں کی بکر کا رہے ڈرائیور نے چونک کر میری شکل دیکھی، ہاتھ پولا نہیں، ظاہر ہے کہ اس کا واسطہ کچھ ایسے سر میں سے پڑتا ہوا ہوگا، ٹیکسی چل پڑی، فوراً ہی فاصلہ میں نے نیلے رنگ کی ایک ڈیوٹ کا لباس تعاقب میں دیکھی فوراً سے دیکھنے پر کوئی اندازہ ہو گیا، گزرتی باؤرج کے علاوہ اولیٰ میں نہیں ہے بہر طور کبھی سڑکوں پر کوئی سڑی گزرتی باؤرج میرے پیچھے ہی ہوتی تھی لیکن میری نگاہیں تو ہوتا تھا تو بلاش کر رہی نہیں اور ایک بار میری ٹیکسی ایک چور سے بڑی زمین سے ایک خاص زاویے سے اس کی لڑکے عقب میں دیکھ رہا وہ ہوتوں کا لڑکی کا لڑکی، شرح رنگ کی تو لہجورنٹ اسپورٹس کار اور اس پر پام گڑ کا مولو لگایا، نہ ہوا تھا، کار ڈرائیور نے ولس کی شکل نظر میں آ رہی تھی لیکن تمنا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس پر جو شخصیت موجود ہے وہ سویشا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا، میں نے مطمئن انداز میں گزرتی ہلائی، مشرکین کی تھی ہوتی لڑکیاں واقعی کار آمد ثابت ہو رہی تھیں اور میری مرضی کے مطابق کام کرنا چاہتی تھیں میں لہجہ ہاؤس کے بارے میں سوچتا رہا اور میرے ہوتوں پر سڑاٹ پھیل چھٹی لڑکی نظر میں پڑا لیکن میں نے ایک ٹیکسی مختلف سڑکوں پر ٹھوڑی رہی اور پھر ایک چھوٹے خواہجورنٹ لڑکیاں کا لڑکیو دیکھ کر میں نے ٹیکسی گمراہی۔

”بس صاحب۔“ ڈرائیور نے مسکرائی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

”ہاں تمہارا دل کافی ناگہا ہے۔ میں نے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

اور جیب سے رقم نکال کر ڈرائیور کے حوالے کر دی، ڈرائیور نے ٹیکسی کے ساتھ چل قبول کیا اور میں ہوتوں کے دروازے کی طرف بڑھ گیا، میں نے اب گزرتی باؤرج سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، ہوتوں میں داخل ہو کر میں دروازے پر ہی ٹک گیا۔ فوراً ہی فاصلہ برابری تھی اور اس کے بعد ہال کا مکمل دروازہ تھا چند ہی منٹ گزرے ہوں گے اگر گزرتی باؤرج ہی ہوتوں کے دروازے کے قریب نظر آتی ہے میں نے پیچھے میں سے اُسے دیکھ لیا تھا۔ وہ بڑی سے اندر کی طرف آ رہی تھی جیسے تعاقب چلنے سے دل ہی دل میں سوچا اور جب گزرتی باؤرج دروازہ کھول کر کے بڑھ گئی تو میں اس کو پہچاننے میں پڑا، اس نے صدر ہال کے دروازے پر ٹک کر بیٹھے، اندر گزرتی ہوتوں میں آئی وقت میں تعاقب سے اُس کے قریب پہنچ گیا۔

”اندیشہ اندر بیٹھے میں اندر نہیں باہر ہوں، میں نے کہا اور وہ بڑی طرح اچھل چڑی، ایک لمحے کے لیے وہ مجھے اپنے پیچھے دیکھ کر فون ہوئی تھی لیکن پھر اس نے فوراً خود کو سمجھا لیا اور تیز سے

بہا ہوں۔

”میں نہیں سمجھتی آپ کچھ سے کہا کہ یہ ہے میں۔“

”پلیز۔“ میں نے اُسے اندر چلنے کا اشارہ کیا وہ چونک کر ہٹا

تھی اس لیے کوئی تڑپ نہیں کر سکی اور میں اُس کے ساتھ لوہے پر ہاتھ رکھے ہوئے اُسے اندر لے آیا۔

”آئیے اس میز پر بیٹھیں گے۔ میں نے ایک میز منتخب کرنے ہوئے کہا۔ اور وہی میز کی طرح میرے پیچھے چلی آئی پھر میں نے کرسی ٹھیکسی اور پھر پگڑائی باؤرج بھی خشک ہونے پر برقیان پھرتی ہوئی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

”کیا پینا پیلا کر سکتی ہیں آپ۔“

”مم۔ میں میں اجنبی لوگوں سے یہ تکلف ہونا پسند نہیں کرتی، میں نے خود کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”مگر میں آپ کے لیے اجنبی تو نہیں ہوں اس باؤرج۔“

”کیا مطلب۔“

”کمال ہے مجھے تعاقب کرنے کا سلیقہ آپ کو نہیں ہے اور الزام مجھ کو دے رہی ہیں۔“

”کیسا تعاقب۔“

”پہلے یہ بتائیے آپ کیا پیچھے لگ کر بیٹھتے ہیں خود ہی آپ کے لیے کوئی اچھا مشروب منگوائے لیتا ہوں، میں نے کہا اور پیڑ کا اشارہ کر کے ایک مشروب کا ڈرور سے دیا اس وقت تک کہ ٹھوڑی چھاتی رہی جب تک کہ وہ مشروب کا لاکر نہیں رکھو، باؤرج نے کے انداز سے اضطراب کا احساس ہوا تھا۔ وہ بار بار اپنے ہاتھوں کی انگلیاں بچھانے لگی تھی، پھر اس نے کہا۔

”دیکھتے بنا بد میں آپ کو پہچان نہیں سکتی۔“

”ڈرائیور گزرتی ہم لوگ اتنے بیوقوف نہیں ہیں نہ تم عمر کی اس منزل میں ہو کر بیکان بائیں کرو اور نہ میں آتا ہے خوف آدمی ہونا کہ چاند وقت فضول ضائع کروں، تم میرے ہوتوں سے میرا تعاقب کر رہی ہو اور اس سے پہلے چلنے کہاں سے، میں نے سوچا کہ پہلے تمہیں اس پر لکھتے موسم میں سڑکوں کی بکر لڑوں اس کے بعد ہم اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔“

”مگر مگر۔“

”اجنبی ہوں نہ تمہارے لیے۔ میں نے کہا۔

”ظاہر ہے۔“

”پر تم نہیں کہ سکتیں ڈرائیور، کیونکہ بارداشت اتنی خراب نہیں ہوئی لہذا ٹھیکہ دینا صحیح الگام، ہمارا ملاقات اگر پورے پورے ہو سکتی ہے جہاں تمہیں ایک قافل کو راستہ دینے کے لیے بہر اہمیت

رو کا تھا۔ اور اس کے بعد تم یہ بھی نہیں کہہ سکتیں کہ تم تقریباً بیس
 منٹ سے میرے پیچھے اپنی کار کا پٹرول خانے کی طرف ہی ہونے والی کار
 وہی نیلے رنگ کی ہے جو یا پھر گھڑی ہوئی ہے۔ یہ کہیں کیا میں نے
 غلط کہا۔“

”یا مگر غلط ہی تھا۔ ان کا لقب کیوں کرنے لگی۔“
 ”اب یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو۔ ویسے اطمینان رکھو میں نہیں
 مجبور نہیں کروں گا جو بات انسان تو سنی سے بتانا پسند کرے وہ تو
 سبھی کچھ ہے۔ لیکن جو اس کی مرضی کے خلاف ہو، اس کے لیے ہے
 مجبور نہیں کروں گا ہاں اتنا ضرور رکھوں گا تم سے کہ ہم آگیا ہیں
 تو بہترین مہمانت کا تبادلہ کر کے،“ ہیں۔“
 ”کس سلسلے میں۔“

”بھئی اگر یہ اطلاع تمہارے ذہن پر اُن لوگوں تک پہنچے تو وہ
 چار گئے جو ایک گلی میں موت کا شکار ہوئے ہیں۔ میرے ہاتھوں
 ہلاک ہوئے تھے تو تھاری وقت اُن کی نظر میں بڑھ جانے کی دہری
 بات یہ کہ ایک رپورٹ میں ہے ایک شخص کو کہیں کے پھیلنے کے رکھا تھا
 اب اگر تم جا ہو تو اس کی لاش ڈیکوریوں والے کی جھاڑوں میں تلاش
 کر سکتی ہو۔ کو کہیں کے پھیلے دستور اس کی جیب میں موجود ہوں گے
 یقیناً وہ تھاری ضرورت ہوں گے اور تم، ہمیں خریدنا چاہتی نہیں
 وہ مری بات یہ کہ جس شخص کو یہ کہیں دھوکا لگائی وہ بھی تو کوئی
 کر چکا ہے۔ تو تم اس کے پیچھے لگے ہی وہ تورا قرار دے سکتی ہو
 دراصل یہ ہے جو گریڈ ری باؤنچ کہ میں موشروٹو طبی کے مفلحے پر
 آچکا ہوں اور وکٹرول بی کو یہ بات سوجھ بوجھ جانیے کہ اب اس
 کی خبر نہیں ہے۔ میں نے ان چاروں شخصوں سے بھی یہ بات کہی تھی۔
 وکٹرول بی کو میرا یہ بیجا دم دے دیں مگر وہ تم سے میرے مفلحے اور
 اتنی بھرتی سے تم سے کہ لگے خود دلچسپ ہوا مجھ پر طرف سے حاصل
 شدہ معلومات میں ہیں۔ میں نے تم سے تمسوس کہا کہ گریڈ ری باؤنچ کے
 ہاتھ کا پتہ رہے ہیں۔ وہ شدید بےجان کا شکار تھی۔ ابھی اس نے
 مشروب کے گلاس کو ہاتھ سے نہیں لگا ہوا تھا۔ دیکھا وہ اٹھ کھڑی
 ہوئی۔“

”میں فضول باتوں سے ہمیشہ بچتی ہوں میں نے سوچا تھا کہ اس
 رپورٹ اور اتنے میں تھوری دیر بیٹھ کر آرام کروں گی اس لیے میں پہلا
 آئی تھی لیکن تم جیسے فضول آدمی سے ہماری ملاقات ہونے کی اس
 کی لگے تو نئے ہی نہیں تھی میں جا رہی ہوں اس نے کہا اور وہاں
 پلٹے پڑی ہیں اطمینان سے مشروب کے گلاس کے سبب لیتا رہا۔
 تقریباً ایک گھنٹہ میں اس رپورٹ میں اس کا ہونے کے سے
 انداز میں بیٹھا رہا۔ مشروب کے دو گلاس لگے ہی پہنچا پڑے۔“

دراصل میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کر رہا تھا، اب تک ہر
 نگاہ اسے غلطی سے غلط نظر آئی، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن
 کے ایک ساتھی کی نشاندہی ہوئی تھی اور تیزی کا ٹھکانا کرنے والوں
 باسے میں یہ بات باہر پھیل کر پہنچ چکی تھی کہ وہ تروکا کے آؤس
 اس بات کا بھی پتہ چل گیا تھا کہ اُن لوگوں کا مشن تھی نشانہ ہونا
 ہوا سر ہے۔ اور اس بات کا بھی پتہ چل گیا تھا کہ تروکا کے اُن
 سے وقت میں اپنے بہترین آؤسے بنا لیے ہیں۔ ہر سے کرنا ہے
 ترکیب پہلے ہی ایک ٹوٹھو سادھی اور اب اس کی مزید تحقیق سے
 آگئی تھی، ضمن سے کچھ لوگ کچھ سادھ دل اور مضموم لوگ اس کے
 سے متاثر ہو گئے ہوں اور وہ اس کے سلسلے میں غصے ہوں گے
 اس کا بانی تروکا ایک پریشہ شخص تھا اور اس نے اپنی مرضی
 کارروائیوں کے لیے ہر ترکیب بنائی تھی۔ زہری سے اتنا غصہ ہوا تھا
 اچھے لیکن اس کی یاد دینے میں اس کی طرح تازہ تھی کہ جب ہی اس
 نفسور آنا، دل کے زخموں میں نہیں اُٹھے تھی نہیں، ہر طرح کی
 رہنا تھا کہ غصے اس پر کیا جیتی ہوگی اور جب یہ خیال آتا کہ
 میرے دشمنوں نے اس کے ساتھ ایسی تازہ کاری کی کہ ہوش
 سے آسے ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچی ہو تو دین میں اُنکا سے
 بھرتے جلتے تھے، جی جانتا تھا کہ جو پھیلے نظر آئے اُسے جھکا
 کروں۔ لیکن اس سے کوئی مقصد نہیں ہوتا تھا اس لیے اپنے
 آپ پر قابو پا لیتا تھا۔ ہر طور اب اس کے سوا میرے سامنے اور کوئی
 چارہ کار نہیں تھا کہ وکٹرول بی تک پہنچوں اور اس کے پاس
 بلے مجبور کروں کہ وہ زہری کے اغوا کنندگان کے بارے میں بتائے
 یا پھر اگر خود اس سے یہ بارک ہیں نام گزری کی موت کے بعد تروکا
 کے لیے یہ کاروائی کی ہے تو زہری کے حصول میں میری مدد کرے
 اگر اس نے ایسا نہ کیا تو پھر وکٹرول بی کی موت بھی میرے ہی ہاتھوں
 مکمل ہوتی تھی۔ ہاں اگر وہ مجھے زیادہ طاقتور بنا دیا اور اس نے
 مجھے ہلاک کر دیا تو میں سمجھوں گا کہ زندگی کا یہ مقصد بھی پورا ہو گیا۔
 زہری میری تقریریں نہیں تھی، موت تو ہر انسان کا آخری سہارا
 ہے۔ میرے لیے جس موت ہی زہری کو مھلائے گا اور دین سکتی تھی
 اپنے سینے میں کھونٹے ہوئے لاوے پرتا ہوا یا بعض اوقات تیرے
 لیے نہایت مشکل ہوجاتا تھا۔ لیکن مجھے اب پرکڑوں رکھنا ہی تھا
 تقریباً سو گھنٹے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بارہنکل آیا
 مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ میں اپنے لیے ہی کوئی
 کنوینینس حاصل کر لی لوں۔ اس سلسلے میں پولیس آفیسر ڈیوڈ
 مدد کر سکتا تھا، لیکن ابھی میں نے اسے بہت زیادہ قیمت دینا
 پسند نہیں کیا تھا۔ تاہم حالات سے یہ اندازہ ہونا چاہ رہا تھا کہ مجھے

تیرے کے سہارے کی ضرورت پڑے گی۔
 پٹیشنر ذات خود ہی اس معاملے میں اُٹھنا ہی ہر جوش نظر آتا
 نہیں، لیکن اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ منشیات کے سوا گروپ
 کے بارے میں اور اس گروہ کو جسے اُٹھارے، لفظ میرا مقصد ہی
 لگا ہوں میں ہی تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میرے سینے میں کچھ
 لگا ہوا ہے۔

اس وقت میں کوئی خاص پروگرام نہیں رکھتا تھا، موسم
 تھا، میں اب یہی اسی طرح نہیں سما کر ملت ہو چکی تھی لیکن
 لیا پہلے والی روشنائی بھی دھندلائی ہوئی تھی، بارش ابی
 ہوا رہی تھی، لیکن اُٹھارے، موسم کی اچھ بھلی جاری تھی۔
 پتہ تک میں اور صراحتاً ہر مہمان اس کے بعد ایک کچھ بھی روک
 ہی پام کر دیں پڑا۔ ہوش باہر ہو گیا جس وقت میں داخل
 ماضی رات ہو چکی تھی، لیکن ہوش کی رونق حسب معمول شباب
 ہا میں جانتا تھا کہ اگر لڑکیا یا سوتیلی والیں پہنچ گئی ہیں تو ہوش
 سیدوں میں حقد نہیں سے رہی ہوں گی، میں جانتا تھا کہ وہ
 طش رویگان زندگی میں پہلی بار ایسا کام انجام دے دی تھیں
 لیے انہوں نے اپنی دوسری تمام دلچسپیاں ترک کر کے صرف اسی
 میں دلچسپی لینا شروع کر دی ہوگی۔

میں نے کسی سے پوچھنے کی بجائے اُن کے کمرے میں گھسنا
 اور دفعتاً نے مجھے اُن کی منزل پر لانا اور جب میں کمرے کے
 دروازے تک پہنچا تو ڈبکھ کر کچھ خوشی ہوئی کہ اندر وہی ہوا رہی
 اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ واپس آگئی ہیں۔

میں نے آہستہ سے دستک دی تو دروازہ اندر کود گیا۔
 مجھے آسے غوراً سا کھولا لڑکیا ہاں موجود تھی مجھے دیکھ کر چونک
 پڑی ہوگی، ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر غصے کے آثار
 سے ہونے لگے، لیکن دوسرے لمحے اس نے میری شکل دیکھی تو
 بھونک ہو گئی۔

”اوہ ہیو مشروٹو آئیے آئیے، ہم تو آپ کو سبھی فون کر رہی
 میں تھے، بس آپ کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔“

”بہت جلد اس کے لیے میں مناسب بندوبست کروں گا
 اس لڑکیا میں نے کہا۔ گر لہانے دروازے کے نزدیک پہنچ
 بلحاظ اندازے منکر رہا تھا، وہ میرے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

میرے رنگ کے سلیٹنگ کا ڈون میں وہ اس وقت سے حد
 دلچسپ لگ رہی تھی، لیکن کسی کے صحن و مجال یہ توجہ دینا
 میرے لیے اب ممکن نہیں رہا تھا، حالانکہ اب اس رات ہونا صغرو
 اٹھل بھستے ہوں گے جس نے اپنی طویل زندگی بھانے کیے کیے



عمران ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
 جس کا آپ کو چینی سے تینٹا رہتا ہے

راجکاری

وہ جوان تھی، خوبصورت تھی اور خوبصورتی زمانہ،
 رعنائی دلربائی اُس کے لنگ لنگ میں رہی ہوتی تھی،
 دلچسپ کجکاری ایک سب سے بھری کہانی،
 مہارانی کے خالق کو شرمتم علیجاں کے قلم سے
 ایک خوبصورت سلسلہ ضرور پڑھئے،

مجھے ہم سے براہ راست منگوانے پر ناک خرچ تھا
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
 ۷۳ اردو بازار — کراچی

ہنگاموں میں گزارتی تھی، زندگی کی یہ تمام لطافتیں میرے ذہنوں میں بڑی بڑی شبیں اودھیں اک دہنیا سے اپنی ذات کے لیے پورا پورا خراج وصول کر رہا تھا، لیکن اب صورت حال دوسری تھی۔ میں خاصا تبدیل ہو چکا تھا، جس طرح میں نے خود کو پاکیزگی کی طرف مائل بنا رکھا اس کے تحت میرا ضمیر کسی دوسری شخصیت کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ ٹریسلے پر اطلاق انداز میں مجھے کہا۔
”کچھ نہیں گئے مشر فوناز۔“

”ہمیں ٹریسا ایک ریسٹورنٹ سے ملے گا، وہاں وہاں جہاں میں نے مہنت کچھ کھائی ہے۔“
”تمہیکے ٹو پیسز میں آپ کو اپنی پورٹیشن پیش کروں گا وہ مسکرتے ہوئے بولی۔“
”ہاں، میں اس کا منتظر ہوں۔“

”آپ سے ٹیکسٹ ڈال کے لیے بیری ڈوٹی ڈیوٹی لگائی تھی میں نے کھنڈراتی دل میں مارکوس ٹریڈرنکے بارے میں اپنی معلومات مکمل کر لی ہیں، مارکوس ٹریڈرنکے مختلف اثبات و سہلانی کیسے والی ایک فرم ہے، یہ اثبات وہ برونی مالک سے اجازت کرتی ہے، ہائینڈ ٹیم اور ای طرح کے دوسرے مالک سے اس کے پاس مال آتا ہے جسے وہ مغربی طور پر دوسری فرموں میں سپلائی کرتی ہے، یہ لوگ ڈائریکٹ اجازت دیتے ہیں اور اس کے بعد اپنا مال بہاں فروخت کرتے ہیں، اس فرم کا مالک ایک شخص مشر فوناز ہیں۔“

بیری انکھیں چمک اٹھیں، گویا میرا اندازہ درست تھا، مشر فوناز کو اس نام اس بات کی ضمانت تھا کہ میں صحیح راستے پر ہوں۔
”اور کچھ معلوم ہو سکا اس کے بارے میں۔“
”اور کوئی خاص بات نہیں فرم کر سکتا، تو اس کے کھلتی ہے اور پانچ نیچے بند ہو جاتی ہے اس کے بعد وہاں خاموشی چھائی جاتی ہے، اب وہ ایک مندرجہ فہرست میں جو فرم ای کے ملازموں کی ملکیت ہیں۔“

”مشر فوناز کے بارے میں یہ بات معلوم ہو سکتی ہے، ان کا قیام کہاں ہے؟“
”نہیں، یہ تو میں نے معلوم نہیں کیا، ویسے بہت تر آ رہی ہے اس سلسلے میں اگر کوئی شخص کی جلتے تو میں وقت نہیں ہوں گی۔“
”یہ آپ کو کیسے معلوم ہو اس ٹریسا کہ بہت تر آ رہی ہے؟“
”میں تو کوئی نہیں نے اپنی معلومات کا ذریعہ بنا لیا تھا، میں نے ٹریسلے سے جواب دیا۔“

”اب اس عمارت کے اطراف کا جائزہ لے چکی ہیں۔“
”ہاں، زیادہ تر عمارت نہیں ہے، بلکہ میں نے ایک کچھ

علیحدہ گودام ہے جس کی اندرونی کیفیت کا مجھے کوئی علم نہیں ہے، عجبیہ دعوے بھی ہے اس گودام کا جسے میں بخوبی دیکھ چکی ہوں اور اسی وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر چوری چھپے اس گودام پر مجھے کی ضرورت نہیں تھی، تو یہ دعوے اس کے لیے نہایت کمزوروں سے ویسے میرا خیال ہے گودام کے مالکان نے بھی اسے اسی انداز میں تحت نوا بنایا ہے، میں ٹریسا کی باتوں پر غور کرتا رہا اور پھر اسے گردن ہلانے سے ہمے کہا۔

”ٹریسا، تمہارے اس خیال کو میں عملی جامہ میں پہننا ڈوں گا۔“
”میں نہیں سمجھی مشر فوناز۔“
”اس گودام کا جائزہ لینا ضروری ہے، تمہیں ہے ہم مشر فوناز کے کام ہی آسکتی ہیں۔“

”یہ مشر فوناز کیوں ہیں؟“
”یہ ایک مقامی پولیس آفیسر ہیں جو ہماری ہی طرح شخصیات کے گروہ کے خاتمے کے لیے مصروف کار ہے۔“
”آپ کی اس سے شناسائی ہو گئی ہے۔“
”ہاں، تمہارے ڈیڈی کے فرم کے لیے مجھے اجازت مانے کے تحت مجھے یہاں بہت سی مراعات حاصل ہوئی ہیں۔ میں نے کہا اور ٹریسا گردن ہلانے لگی، پھر بولی۔

”میں مشر فوناز پر گودام میں کس طرح داخل ہوں گے؟“
”عجبیہ دعوے کا نالا کھول کر ویسے یہ دعوہ ہمارا کھولنے کا ایک نئی سیلنگی ہیں جس کے دوسری جانب ایک رہائشی بلڈنگ ہے، اداس کھلتی کی ڈور لیش کو مددگار رکھتے ہوئے اس طرف صرف میٹری بائیں لگائے گئے ہیں، کوئی کڑکی وغیرہ نہیں ہے، جس سے یہ منظر ہو کر آپ کسی منزل سے نیچے دیکھا جا سکتا ہے، اب اس کی اتنی پستی ہے کہ اس کا ڈرائنگ وغیرہ میں داخل نہیں ہو سکتی ہیں۔“

”نہیں گاڑیاں اس میں باآسانی داخل ہو سکتی ہیں لیکن کوئی بیوی ترک وغیرہ نہیں، اس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ دس فٹ یا کم ہے اس کے کچھ کم ہو۔“ ٹریسلے نے جواب دیا۔
”کہا خیال ہے یہ وقت مناسب رہے گا۔“
”ابھی۔“ ویسے کوئی حرج بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ بچے تو سنسن ای رہتی ہے۔“
”زیادہ دیر گزارنے پر ممکن ہے کچھ لوگ وہاں پہنچ جائیں۔“
”وہ کیسے؟“ ٹریسلے نے پوچھا۔

”مطلب یہ کہ اس وقت تو کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکا کہ کوئی غیر متعلقہ شخصیت گودام میں گھس سکتی ہے۔“

”ہاں، تو آپ درست کہہ رہے ہیں۔“
”تو پھر آگودام چلے جائیں۔“
”میں ڈریسا کے تبدیل کر لوں، ٹریسلے نے کہا۔“
”ہاں ضرور ضرور۔ میں سمجھتا تھا، انتظار کر رہا ہوں۔ میں باپ دیا۔“

”میں ساتھ ہی چلتے ہیں، بس آپ ذرا چند لمحات کے بعد ٹریسا بولی۔ لیکن میں نے وہاں کرنا مناسب نہیں سمجھا، اپنے ذہن میں کسی ایسے تصور کو جنم نہیں دے سکتا تھا، ہر راستے سے جتن کا وہ، بیشک راجہ فوناز اس مغربی کھلی زندگی آئی تھی۔ میں اس موقع کے ماحول سے نکل چکا تھا، نقل و حرکت کی دور چھوڑنا تھا، اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے بے عمل جانے کے بعد ہر قسم کے گندے خیالات ذہن سے نکال لے گئے، لیکن اب جب کھلی زندگی لوٹ آئی تھی تو ممکن تھا کہ وہ دنیا میں بھی ذہن میں پیدا ہو جائے اور ان سے میں سستل ہونا تھا، چنانچہ میں وہاں نہیں نکلا اور باہر نکل آیا، ٹھوڑی دیر بعد میں نے ٹریسا کا استقبال نیچے پارکنگ لائٹ میں ہی کیا تھا، انکلی میں اس کی پائی چھلانی ہوئی، باہر آ رہی تھی، مجھے دیکھ کر لڑائی میں اس کی سرکھٹ کی وہ میرا نہیں سمجھ سکا تھا، کار میں بے بعد ہی وہ ڈھلا خاموش خاموش سی تھی، لیکن بار بار اس ہنسیوں پر سرکھٹ میں پھیل جاتی تھی، چند لمحات کے بعد اس پر ہلکا۔

”مشر فوناز کچھ ذاتی گفتگو کروں، تو کوئی حرج تو نہ ہوگا، آپ جان لگھا ہوا تو نہیں ہے۔“
”نہیں ٹریسا، مجھ کو کیا بات ہے؟“
”آپ شکل و صورت سے کم از کم امریکی باشندے نہیں معلوم ہے، اس کے علاوہ آپ کا نام جو ہے وہ بھی ذرا مختلف ہے، میں برٹش اس سلسلے میں غور کرتی رہی ہیں، لیکن کہا کر یہاں ہماری لوہات دیکھنے کے بارے میں بہت خود ہیں، آپ امریکی نہیں رہے؟“
”ہاں۔“
”کہاں سے؟“
”ایٹلیا ہمارے۔“

”ایٹلیا کے کون سے ملک سے؟“
”ٹریسا میرے دل میں بے پناہ زخم ہیں، تمہارے بالفاظ اور نکل کو نازہ کر رہے ہیں، لیکن تمہیں یہ سوال کیلئے تو میں پھر میرا سے وطن کا نام لینے نہیں رہ سکتا، میں پاکستانی ہوں۔“

”اوه پاکستانی، ٹریسا نے آہستہ سے کہا۔“
”کیوں۔“
”نہیں نہیں، پاکستان سے متعلق بہت سی کہانیاں میرے کانوں تک پہنچ چکی ہیں، انہماں عرصے میں اس پاکستانی جنگ کا تذکرہ کروں گی، جو شاید ۱۹۵۹ء میں لڑی گئی تھی، ایک شمالی جنگ۔“

”بہر وطن جہانوں کا وطن ہے، ٹریسا، تم میرے وطن کے بارے میں کچھ پوچھ کر سوچیں، میں نہیں سمجھتی، میں پاکستان کے ایک چھوٹے سے علاقے میں پیدا ہو گیا، کابو کا رہنے والا ہوں، وہاں بیلے جہلم کے کنارے آباد میری پالیسی حسن و عفتن کی ہے، وہاں ایسی ایسی رنجشیاں جنرلیتی ہیں کہ میں ان کا تصور بھی کرتا ہوں تو خجھم لگتا ہوں، لیکن ٹریسا میں اپنا وطن بہت عرصہ پہلے چھوڑ چکا ہوں۔“
”تمہیں اپنے وطن کی یاد تو قاتی ہو گئی۔“
”ہاں کیوں نہیں، وطن کی یاد تو میری زندگی کا مزہ ہے۔“

”یہاں امریکیوں تمہیں کیوں سکونت اختیار کرنی؟“
”بس حالات۔“
”یہاں شادی نہیں کی تم نے؟“ ٹریسلے نے پوچھا۔
”کی تھی؟“

”مجھے سے کیا مراد ہے تمہاری۔“
”مطلب یہ کہ جس سے شادی کی تھی مجھے زندگی کا سامنی بنایا تھا، اسے ایک سال پہلے آپ کا، ٹریسا نے اس سانسے کے بارے میں تفصیلات نہیں پوچھی تھیں، چند لمحات وہ خاموش رہی اور پھر بولی۔

”مجھے ایٹلیا میں بہت پسند ہیں اور مشر فوناز تمہاری شخصیت میں ایک ایسی اچھی بات ہے کہ میں اکثر تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔“
”میرے بارے میں دوسرا جو ٹریسا، میں سوچنے کی چیز نہیں ہوں، میں نے پہلے ہی مطلب پر ٹریسا کو خیر واکرنا چھوڑ دیا تھا۔“
”کہا مطلب؟“

”مطلب یہ ٹریسا کہ تمہیں زندہ مردے دیکھے ہوں گے۔“
”نہیں صرف سنا ہے، ان کے بارے میں ٹریسا اسکاگر بولی۔“
”کہا سنا ہے؟“
”بس ایک افسانوی ہی بات ہے، وہ زندہ انسان زندہ ہی ہوتے ہیں اور مردے مردے ہی ہوتے ہیں۔“
”نہیں ٹریسا، جس کی آرزو میں مر جائیں جس کا حساسات

مرعائیں جس کی زندگی میں کوئی خوشی ہی نہ ہو، اسے نم زندہ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ میں ابھی بیس سے ایک ہوں،

”لیکن ہوا کا مشرٹوزا زیکہ کوئی خاص بات۔“

”ہاں، بس تم اس ہی بات سے وہ شخصیت جس نے مجھے بڑی کی عین گریزوں سے نکال کر صاف تھرماحول نشاۃء شخصیت مجھ سے چھین لی تھی ہے، ٹرلیسا، وہ شخصیت مجھ سے چھین گئی ہے۔“

”کون تھی وہ؟“

”میری بیوی زیزی۔“

”زیزی۔ یہ بیوی پاکستان تھی۔“

”نہیں جرم سزاؤ کا ایک مثال عورت۔“

”لوگیا ہوا اسے بہادور بہرا مطلب ہے۔ ٹرلیسا اپنے الفاظ پورے نہیں کہے۔“

”شکر یہ ٹرلیسا، براہ کرم اس کے بارے میں کوئی ایسی بات مت کہتا، وہ رہی انہیں زندہ ہے، لیکن کچھ لوگوں نے اسے خوار کر لیا ہے۔“

”ادھ کون لوگ تھے وہ؟“

”شاید میری لوگ، جو منہات کی تجارت کرتے ہیں۔ ٹرلیسا خود سے میری شکل دیکھنے لگی تھی کافی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی، پھر گہری سانس کے کربلی۔“

”اس کا مقصد یہ کھنا ہے دل میں ان کے لیے اتنا ہی ہنڈی بھی موجود ہے۔“

”ہاں، اسی ہنڈی کے تحت میں مشرٹوزیک کے ساتھ لٹاؤں کہنے پر آمادہ ہوا ہوں۔“

”انسوس ڈیڈی نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا میں آپ سے دلی ہمدردی رکھتی ہوں مشرٹوزا، اور۔ اور ٹرلیسا ہانگ خاموش ہو گئی۔ میں نے اس اور کے گنگے الفاظ نہیں اپنے تھے،

یوں ہی مجھے اس سلسلے میں نام سے تجربات تھے، ٹرلیسا کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہوئی تھی جسے میں نے محسوس کر لیا تھا اور یہ احساس میرے لیے بڑا جانکس تھا، میں اس احساس کو بوا دیا نہیں

چاہتا تھا، اچھا ہی تھا کہ میں ٹرلیسا کو اپنی شخصیت سے روشناس کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا، اور نہ وہ قوف لڑکی صامتوں کی دیکھا میں

میتھکی رہی اور کچھ حاصل نہ کر پاتی۔

بعد کا سفر خاموشی سے ہی طے ہوا تھا، ہم نے کارٹرٹران مل سے تھوڑے فاصلے پر تھکے ہمارے ایک ایسی جگہ کھڑی کر رکھی

جہاں دوسری کاروں کی کھڑی ہوئی تھیں ہمارے لاک کر کے ہم اپنے آگے دیکھنے کے انداز میں آگے بڑھنے لگے، لیکن ہماری

نگاہیں چاروں طرف بٹلک رہی تھیں اور کسی ایسی شخصیت کا جائزہ نہ دیا تھیں جو ہماری طرف متوجہ ہو۔ لیکن ابھی کوئی شخصیت نہیں تھی جس پر ہمیں یہ گمان گزرنے کا وہ ہمارا جائزہ نہ دے رہی ہے، ہر طور پر اس نگاہ میں گھس گئے، جس کے بارے میں ٹرلیسا نے لہجہ بنائی تھیں۔

میں اپنے ساتھ ایسی چیزیں لے آیا تھا جس سے تارے آسانی کو بے جا سکتے تھے۔ یہ چیزیں بازار میں آسانی سے مل گئی تھیں، لیکن

میں نے ایک مخصوص قسم کی چابی تھی آپ ماسٹر کی کہہ سکتے ہیں اور ٹرلیسا کو اس کی ذمہ داریاں سونپ کر اس مہنگی دواؤں کے جانب بڑھ گیا جو ماکوس ٹرپڈرز کا تھا۔

دواؤں کا قفل بہت زیادہ لمبا ہوا نہیں تھا، اسے کھولنے میں مجھے بہت زیادہ وقت نہیں ہونی اور چند ہی لمحات کے بعد میں نے بے آواز دواؤں کھول دی۔ دواؤں کے کھولنے کے بعد میں نے ٹرلیسا کو آواز دی اور وہ میرے پاس پہنچ گئی، پھر میری قدیرت سے بولی۔

”خدا کی پناہ، آپ نے یہ دواؤں کتنی آسانی سے کھول لیا مشرٹوزا۔“

”ٹرلیسا میں نہیں بتا چکا ہوں کہ ایک ایسی زندگی گزار چکا ہوں جس کا تم تصور ہی نہیں کر سکتے ہیں، یہ ساری چیزیں میرے لیے معمولی نوعیت کی ہیں، ٹرلیسا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اندہ

داخل ہو کر میں نے دواؤں بند کر دیا تھا۔

ہمارے پاس بھی تاروں میں موجود تھیں، ان کی روشنی میں اندر کا جائزہ لیتے ہوئے ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے، ٹرلیسا فحاشی نارنج کے کمرے کے دوسرے کونے کا جائزہ بنا اور

اچانک اس کی سرکوشی سنائی دی۔

”مشرٹوزا۔ مشرٹوزا۔ میں اس کی طرف پلٹا تو وہ احتیاط سے قدم اٹھاتی ہوئی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور اس کی نگاہیں سامنے نارنج کی دھڑکی کے دائرے پر جمی ہوئی تھیں۔

”کیوں کیا بات ہے۔“

”ابھی۔ ابھی میں نے اس طرف کوئی حرکت محسوس کی ہے، میں نے پھر سے اپنی نارنج کھائی اور ٹرلیسا نے بھی میری تعجب کی۔ تاہم نارنجی مجھے کچھ نظر نہیں آیا تھا، میں ٹرلیسا کی بات کو

اس کا وہم بھی سمجھ سکتا تھا، چونکہ دواؤں سلسلے کی سمت سے بند تھا اور یہ تالاجے کھول کر ہم اندر داخل ہوئے تھے، اس قسم کا تھا کہ باہر ہی سے کھل سکتا تھا، یعنی کوئی شخص اندر داخل ہو کر

اسے دواؤں بند نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ اس بات کا امکان

ذرا کم ہی ہے، کوئی اندر موجود ہو۔ لیکن ٹرلیسا اس امر کو نشی کے بارے میں بھی کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تھا، ہم سانس روکے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ میں بے اندازہ نگاہیں لگا رہا تھا کہ کیا واقعی

دل کوئی موجود ہے۔ خاموشی اور تارے میں اس کوئی موجود ہونا تو اس کے سانسوں کی آواز ضرور سنائی دے جاتی لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے بھی با احساس ہوا کہ کچھ نہ کچھ موزوں ممکن ہے جو

دیگر ہوں یہاں۔ میں نے دفعتاً اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ایک تری حاققت کر دئی تھی، اگر ہماری تاروں کی روشنیوں دیکھی گئی تھیں

تو پھر کوئی بھی اندر موجود ہے، وہ ہمیں ہتھوں کا نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا چنانچہ کسی جگہ کھڑے رہنا بڑی حاققت کی بات تھی

بلند میں ابھی اس بات کے باوجودی طرح جائزہ بھی نہیں لے پایا تھا اور یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ کون کون سی چیزیں کہاں

موجود ہیں۔ ٹرلیسا کو نزدیک لاکر میں نے آہستہ سے سرکوشی کی۔

”تجسس یقین تھا کہ وہ کوئی انسان ہی ہے۔“

”تجسس میں کچھ نہیں کہہ سکتی، بس ایک چیز پلٹی ہوئی ہی نظر آ رہی تھی۔“

”ہوں تجھک ہے، لیکن بہر حال ہے میں حمت سے کام لینا چاہیے، تم یہاں رکھو، میں اپنی جگہ تبدیل کیے دو بارہ

تاریخ روشن کرتا ہوں، میں نے کہا اور ٹرلیسا نے اشارات میں گون بولا، میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور بائیں طرف سے مختلف چیزوں

کو ٹوٹا ہوا ایک سمت بڑھنے لگا۔ دفعتاً میرے ہاتھ کسی قسمی مخصوص پٹی سے لگے اور میں اس کی آڑ میں اپنے بدن کو چھپا کر

مخفیہ رہ گیا۔ پھر میں نے نارنج کی دھڑکی کی آواز دھرا دھرا کا جائزہ لینے لگا، لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ اسی وقت میری پشت پر سے دو

ہاتھ مہری گرنے پر آگے لیکن بڑی احمقانہ حرکت تھی یہ۔ دونوں مجھے دھکے کوئی بھی تھا، اپنے زہن پر لکڑیا۔ میں نے فوراً نارنج کی

روشنی اس کے چہرے پر پڑائی اور دیکھا باؤں اس کی گردن پر لکڑیا۔ ”جروا اگر منہ سے کوئی آواز نکالی تو زندگی سے باخفا ہو

بھٹو گئے۔ نارنج کی روشنی میں مجھے ایک اور یہاں حساسیت کا ادنیٰ نظر آیا، جس کی آنکھیں جڑی طرح پھٹی ہوئی تھیں، دیکھتے ہی

دیکھے اس کی گردن ایک طرف دھلک گئی اور میرے حلق سے ایک آواز سی نکلی تھی، ٹرلیسا پھر سے میرے نزدیک پہنچ گئی تھی

”یہی تھا مقصد ہی تھا، مجھے اسی کا شمار ہوا تھا، ہم اس شخص کو خور سے دیکھنے لگے، لیکن اس کے منہ کی دیر کچھ بہت

نہیں آ رہی تھی، دفعتاً میں نے اس شخص کے منہ سے جھانک لکھتے دیکھے، یقیناً اس نے کوئی نہر پھیلا کر لکھی تھی، لیکن کچھ تارے لہریا

مر گیا تھا۔ پھر میں نے اس کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ اس کی اوپر ہی جیب سے ایک سنہری رنگ کا سکہ نکلا ہوا مجھے سونے

کا بھی کہا جاسکتا تھا، اور اس کے ساتھ ہی ایک مڑا مڑا کاغذ بھی۔ میں نے اس کاغذ کو نکالا اور نارنج کی روشنی میں اسے دیکھنے

لگا۔ کاغذ پر چند ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک

بکنی کی شکل ہوئی، ایسا ہی ایک کاغذ تھے اس وڈر کی جیب سے بھی جاسکتی تھی کہ یہ وہی ہندسے ہیں جو اس کاغذ پر لکھے ہوئے

تھے۔ یہ کہا بیچنے کے نام میں نے ٹرلیسا سے اس کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھا اور کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ اس کی جیبوں سے اور

کوئی قابل ذکر چیز نکلا نہیں ہوئی تھی، پھر ٹرلیسا گہری سانس لے کر بولی۔

”لیکن یہ مر کیسے گیا، کیا تم نے اسے۔“

”نہیں ٹرلیسا اس نے شاید خود کوشی کی ہے۔“

”مگر کیسے؟“

”ایک خاص قسم کی گولی کے ذریعے، جو فوراً ہی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔“

”لیکن یہ کہاں اس بند روڑا نے میں۔“

”کہا گیا کہ اس کا سلسلے میں کوئی انکشاف نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے آہستہ سے کہا، ٹرلیسا جھلجتا ہوا میرے گہرے

سانس لیتی رہی۔ غالباً اس موت نے اسے نروس کر دیا تھا، میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھنے ہونے لگا۔

”ٹرلیسا، جگہ کارآمد معلوم ہوتی ہے آپ پھر سے اس کی تلاشی میں اس سے قبل کوئی اور یہاں پہنچ جائے۔“

”ادھ۔ کیا اس کے پیچھے کے امکانات ہیں۔“

”کہا گیا جاسکتا ہے، ٹرلیسا تم اس شخص کو دیکھو دواؤں سے بند

تھے اور اس طرح بندھے کہ تجھیں اندر سے کھولنے کے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، لیکن اس کے باوجود یہ شخص یہاں موجود

تھا اور اس نے خود کوشی کرنے میں اپنی پھر کی دکھائی آخر کوئی جگہ بند تو کر سکتا تھا۔“

”اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔ ٹرلیسا نے جواب دیا،

”ہاں، ہتھیار نام کی کوئی چیز اس کے پاس موجود نہیں تھی، میں اس کی تلاشی سے چکا ہوں۔ ٹرلیسا خاموش ہو گئی، اس کے بعد

میں نے اسے ہمارا دیکھ کر گئے بڑھانے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے اس کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا، اگر ہونا

تو اس کی مدد کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔“

”کہا کہا جا سکتا ہے۔ ٹرلیا سے آہستہ سے کہا اس کی آواز کی لرزہ نہیں میں باآسانی محسوس کر سکتا تھا۔ میں نے اس کا نشانہ چھپانے کو کہا۔“

”اب تک تم جس ہمت اور دہریہی میرے لیے کام کرتی لادی ہو ٹرلیا سے ہاتھ سے جھلنے دو نہ چھلو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔“

”ہنہیں۔ نہیں مٹرو اور میں۔ میں باطل تعجب ہوں ٹرلیا نے جواب دیا دیکھ اس کے تعجب کیونکہ اندازہ اس کی آواز سے یہ رہا تھا تاہم میں نے اس پر زور نہیں دی سب سے پہلے ہم نے گھوم پھر کر اس پورے اسٹور کا جائزہ لیا اس میں پانچ تیرے طے کرے صفی اور ان کروں میں مختلف شیم کا سامان رکھا ہوا تھا اب

اس سامان کی تلاش فی جاری تھی ہم اسے دیکھ رہے تھے لکڑی کی بیٹیاں بیٹیاں جس پر زور تیرے ہونے صفی میں نے ایک بیٹی کو باہمی جگہ سے اکھاڑ کر دیکھا اس میں مخصوص قسم کی بیٹیاں تھیں وہ بیٹیاں جہوں ساخت کی بیٹیاں تھیں پتہ نہیں کس کام آتی تھیں لیکن ان میں کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی پھر چھوٹے چھوٹے کارڈ دیکھے اور پتہ

سہی چہرہ پر لیکن ایک جگہ جو کچھ ہمیں نظر آیا اسے دیکھ کر ہم تعجب کے یہ جھوٹے چھوٹے چوکور بیگ تھے اور ان میں سے ایک بیگ نے اہمیت ہمارے سامنے نمایاں کر دی تھی اس بیگ میں سے سفید رنگ کا ایک پاؤڈر جھپک کر باہر نکل آیا اس سے اس پاؤڈر کو انگلی پر لگا کر زبان پر رکھ کر دیکھا اور بھے نور ای اندازہ

ہو گیا کہ یہ کوکین ہے۔ کوکین کا آنا ڈراڈزیرہ میرے لیے بہت ہی قیمتی چیز تھا اور میں نے بہت سے بیگ تلاش کیے نظر آیا یہاں بیگٹ

بلے یہاں موجود تھے جن میں کوکین چھری ہوتی تھی یہ بڑے سستی چیز تھیں آنا ڈراڈزیرہ کوکین کا ڈزیرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔“

میں چاہتا تھا اس پورے گودام کو تباہ کر دینا لیکن میں نے سوچا کہ کچھ تھوڑی سی کارکردگی کا مظاہرہ ہی کیا جائے چنانچہ تھوڑی دیر تک وہاں جا گزارہ لینے کے بعد میں نے ٹرلیا کو واپس چلنے کا اشارہ کیا ”ٹرلیا میرے سامنے خاموشی سے باہر نکل آئی تھی میں نے

عنفی دروازے کا ٹالا بند کر دیا اور جہر وہاں سے تیزی سے سامنے کی سمت چل پڑا۔“

”میں اس جگہ موجود نہیں ہوں گا جہاں آپ یہ کاروائی کریں گے۔ ویسے اگر آپ کچھ پڑھو تو بہت ہی اعتبار کرتے ہیں تو بڑا کرم ملدرا ملدیرہ کام کر کے اندر آپ کو ایک لائن کی سطحی جس نے خود کئی کی ہے۔ اس کا تجربہ آپ خود کر سکتے ہیں کہ وہاں وہ درست ہے یا نہیں۔“

”اگر میں مشرف آؤں آپ یقیناً درست کہہ رہے ہوں گے کیا یوں نہیں ہو سکتا آپ کچھ وقت وہاں قیام کر لیں جب تک میں وہاں نہ پہنچ جاؤں۔“

”شاید یہ ممکن نہ ہو۔“ میں نے جواب دیا۔

”کوئی ایسا خطرو تو نہیں ہے کہ اس دوران وہ علاؤ صاف کر دیا جائے گا۔“

”میرا خیال ہے اب تک تو نہیں ہے لیکن آپ جس قدر ملوکام

”کہا دیکھ رہے ہیں مشرف آؤں۔“

”کوئی شیبلیون پونڈ۔“

”کیوں کسی کے گھٹکوں کی ہے۔“

”ہاں۔“

”شیبلیون بائیں طرف ولے تھے میں نے آؤ اس طرف چل پڑا۔“

ٹرلیا بولی اور میں اس کے ساتھ تیزی سے اس طرف چل پڑا پھر اس نے اشارہ کیا تھا مختصری دیر کے بعد ٹرک کے چنچوں بیچ ایک شیبلیون پونڈ رکھا ہوا نظر آیا میں پونڈ میں داخل ہو کر اور میں نے مشرف کی طرف دیکھے ہوتے تھی فون پر ڈرائیو کے چوڑھوں نے مجھے دے دیکھے پہلی ہی کونٹینمن میں مشرف کی طرف رالطقی نام ہو گیا تھا

میں نے ان سے کہا ”اگر میں کوکین کے ایک بڑے ڈزیرے کی نشاندہی کروں مشرف تو کیا آپ کے لیے کارآمد ہوگی؟“

”یقیناً مشرف آؤں کو کوکین کا نام ہی بڑی حیثیت کا حامل ہے۔“

”تو پھر آپ کینٹران ول کے علاقے میں پہنچ جائیے یہ پونڈیک ساؤڈر آؤں کو کے نزدیک ہے اور اس کی بجلی منزل میں مارکو کس ٹرلیا نے نامی فرم ہے۔“

”اچھا۔ ہاں ہے میں دیکھ چکا ہوں۔“ مشرف نے بے جبری سے کہا۔

”مارکو کس ٹرلیا میں چھوٹے چھوٹے بیگوں کی شکل میں کوکین کا بہت بڑا ڈزیرہ موجود ہے۔ یہ بیگٹ ٹرلیا جہاں اس کے اس علاوہ یہاں کہا کچھ ہے اس کا اندازہ آپ خود ہی لگانا ہوگا۔“

”آپ۔ آپ کو سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا؟“

”مشرف پتہ پتہ باتیں ہیں آپ سے بالمشافہ ملانے کے تبادلوں کا کافی خیال اگر آپ اس ڈزیرے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لیے موجود ہے۔“

”آپ یہاں سے لول وہ ہیں۔“

”میں اس جگہ موجود نہیں ہوں گا جہاں آپ یہ کاروائی کریں گے۔ ویسے اگر آپ کچھ پڑھو تو بہت ہی اعتبار کرتے ہیں تو بڑا کرم ملدرا ملدیرہ کام کر کے اندر آپ کو ایک لائن کی سطحی جس نے خود کئی کی ہے۔ اس کا تجربہ آپ خود کر سکتے ہیں کہ وہاں وہ درست ہے یا نہیں۔“

”اگر میں مشرف آؤں آپ یقیناً درست کہہ رہے ہوں گے کیا یوں نہیں ہو سکتا آپ کچھ وقت وہاں قیام کر لیں جب تک میں وہاں نہ پہنچ جاؤں۔“

”شاید یہ ممکن نہ ہو۔“ میں نے جواب دیا۔

”کوئی ایسا خطرو تو نہیں ہے کہ اس دوران وہ علاؤ صاف کر دیا جائے گا۔“

”میرا خیال ہے اب تک تو نہیں ہے لیکن آپ جس قدر ملوکام

”سری میں مگن ہے۔“

”تو پھر آپ سے ملاقات ہے؟“

”میں صبح نہانے کے بعد معمول میں آپ کے دفتر میں حاضری دل لگا۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوکے۔ اب میں زیادہ وقت نہیں لوں گا آپ کے نلے کو پتے پر کام کرتا ہوں۔“ مشرف نے جواب دیا اور میں شیبلیون پونڈ کے بیچ میں ٹکا کر کھڑے باہر نکل آیا۔ ٹرلیا میرا انتظار کر رہی تھی اس نے آؤ ٹرلیا سنبھال لیا اور گاڑی اسٹارٹ کیے کیے بولی۔

”اب۔“

”واپس پام کرو۔“ میں نے جواب دیا اور اس نے بال ایک خاص انداز میں شیبلیون پونڈ کے ٹرلیا دے۔ راستے میں اس نے پوچھا۔

”آپ نے کس کو کئی فون کیا تھا؟“

”میں نے تباہ کر اپنے ایک دوست پولیس آؤں کو میں نے اس کو یہاں کی تمام پولیٹیشن بنا دی ہے۔ اس کے بعد ٹرلیا نے کوئی بات نہیں کی اور تھوڑی دیر کے بعد میرا گھر واپس آئے وہ میرے کمرے کے دروازے پر بیٹھے تو اندر دھکی جلی رہی تھی جس کا مقصد تھا کہ سونیا بھی وہاں آگئی ہے۔“

”اے وہ شاید سونیا واپس آگئی ہے میں نے اس کی کارڈ طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ٹرلیا نے آہستہ سے کہا ہم دروازے کھول کر اندر گئے تو سونیا لیٹریں پر دروازے کی ہم دونوں کو دیکھتی تھی آؤ ٹرلیا پوچھی ”اس نے سونیا لگا ہوں سے میری طرف دیکھا۔“

”ہوسو۔ آپ دونوں کو ساتھ دیکھ کر حیرت ہوئی ہے؟“

”ہاں سونیا ہم ایک ہم بیگٹھے۔“

”لطف دیکھو واقعی۔ ان تمام معاملات میں تو یہ سونیا نے مرید بیگٹے کہا۔“

”چلیے ابھی بات ہے آپ لوگوں کو لطف تو آ رہا ہے ویسے مس ٹرلیا میرے خیال میں کچھ ترس ہو گئی ہیں۔“

”اگر میں نہیں نہیں بس میں آپ کو بتا رہی ہوں کہ لائن کچھ گڑبڑ ورا لکھ رہی تھی ایسے معاملات سے ذرا کمری واسطہ پڑا ہے۔“

”کس کی لائن دیکھ کر؟“ سونیا جرت سے چوک پڑی۔

”پلوری کہا جاتا ہے سناؤں کی تھیں تھے ٹرلیا نے جواب دیا میں نے سونیا کی طرف دیکھے ہوتے کہا۔

”آپ سناؤں سے سونیا کو آپ کی ہم کہاں تک کا بہا ہوتی ہے؟“

”پہلے آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ اس وقت مجھے دیکھ چکے ہیں جب لکڑی میرا مطلب ہے وہ آپ کا تعاقب کر رہی تھی میرا مطلب ہے

”آپ کے ہونے تک۔“

”ہاں میں نہیں دیکھ چکا تھا اس سے پہلے کہ بات بناؤں۔“

”میں گزرتے جا رہا تھا کہ روئی تھی اور بہت دور اس کی طرف لکڑی دیا تھی۔ وہ ایک مخصوص وقت پر نکل گیا اور دیکھی آپ کے ہونے پہنچی۔ پہلے وہ آپ کے کمرے کے سامنے گزری لیکن آپ جے ہاں موجود نہ تھے تو پتہ نہ لگاؤ آؤ ٹرلیا ہاں میں بیٹھی تھی میں نے مسلسل اس کا تعاقب جاری رکھا تھا لیکن ہونے کے ڈانٹنگ ہاں میں داخل ہوا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ میں اس کی نگاہوں میں آ جاؤں بہر طور میرے نے آپ کا اندر داخل ہونے دیکھا اور اس کے بعد وہ لڑکے دو بارہ باہر نکل آئی تھی۔ میں حسب معمول اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔“

”گڈ۔ گڈ۔ اس کے بعد کے واقعات۔“

”بس کوئی خاص نہیں۔ وہ وہاں سے ایک چہرچ میں تھی۔“

”چہرچ۔“ میں نے چوک کر پوچھا۔

”ہاں۔ غرض اس کا نام آ رہے کلا میرے بڑے لاس انجیلس میں اس ٹرک پر چوہالی دو جاتی سے واقع ہے آبادی سے ذرا الگ تنگ گھاٹ ہے کہ تقریباً ایک گھنٹہ وہاں لگی اور پھر اس چل پڑی آ رہے کلا پونڈ کے بارے میں میں زیادہ معلومات نہیں حاصل کر سکی کیونکہ میں اسے لگا ہوں سے واپس نہیں ہونے دینا چاہتا تھی اس کے بعد وہ سیدھی گزرتی تھی میں آئی اور وہاں سے واپس آئے میں نے رات میں اس کی سونیا نے مناسب نہیں سمجھا اور پھر یہ بھی چہاں تھا کہ آپ پورٹ طلب کر سکتے گے۔“

”تھیک ہے اس سے زیادہ سونیا کی بھی نہیں جاسکتی ویسے آ رہے کلا پونڈ کا نام میرے لیے بڑی دلچسپی کا حامل ہے کیونکہ یہ نام پہلے بھی میرے کانوں میں گونج چکا ہے۔“

”میرے لیے اور کوئی دلچسپی نہ رہا۔“ سونیا نے پوچھا۔

”ہنہیں فی الحال نہیں آج کا کام مہنت کافی ہے تم دونوں نے نہایت کامیابی سے اپنا اپنا کام انجام دیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں۔“

”ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں دن رات مصروف رکھیں کیوں ٹرلیا تھا اور کام کھاری توڑنے کے مطابق رہا۔“

”ہاں۔ میں بھی مطمئن ہوں۔ ٹرلیا نے جواب دیا۔“

”بہر طور میں جس وقت بھی آپ لوگوں کی ضرورت محسوس کروں گا آپ کو تکلیف دہاں گا لیکن سب سے بڑا کام آپ کا یہی ہے کہ اپنی حفاظت کا مکمل انتظام کر لیں مگن ہے آپ کی کاروائی کسی کی نگاہ میں آ رہی ہو یا نہ جائے۔“

ہو چکا ہے۔

تمہی اگر میں کسی اور طریقے سے اس کو زبردستی کرنے کی کوشش کرتا تو باہری بلا خیر فوت ہی مجھ سے اتنا زیادہ خاکا وہ آسانی مجھے ملا لیتا۔ چنانچہ جمہوری تھی جس میں نے نئی وار کر کے اسے ٹھنڈا کر دیا اور پھر گہری گہری سانس لینے لگا۔ اس شدید جدوجہد میں میرا سانس بھول رہا تھا اور مجھے احساس ہو رہا تھا اور درحقیقت اگر یہ قدم نہ اٹھاتا تو میری زندگی عمال ہی اب تک ہو چکی ہوتی اور اتفاقات پیش آچکے تھے یہ ان میں سے کسی خطرناک واقعہ تھا اور یہ باہری بھی بلا شدید تھی پر عادی ہو سکتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک نئے اس کے بدن سے آجیتے ہوئے خون کو دیکھتا ہوں اور اس کے بعد میں نے کہا ہاں ایک طرف بیہوش دبا لیکن پھر مجھے کچھ بھول جانا پڑا چنانچہ میں نے جب سے یہ سوال نکالا اور کھڑا کر کے دے سے اپنے ہاتھوں کے اشارات صاف کرنے لگا۔

کوئی ایسا نشان چھوڑنا مناسب نہیں تھا چونکہ بہر طور پولیس اس قتل و غارت گری کا حساب کسی سے بھی طلب کر سکتی ہے۔ بڑی دیر کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں پر بٹا لیا اور پادری ٹھنڈا ہو چکا تھا جس کی کسی اور آفت کا منتظر تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں آفتیں ہوں تو ہی لیکن پوسٹیبہ ہوں اور ایک کے بعد ایک سامنے آتی ہو دو اور وہی چرچ آ رہے کلہاڑوں میرے ہاتھوں موت کا شکار ہو گئے تھے بیزارانہ فوجاں تھا جواب ہی زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے میرے لیے کسی طور خطرناک نہیں ثابت ہوگا۔ پادری اس فوجاں کو کہاں لیے جا رہا تھا جس نے اوپر اڑھو دیکھا لیکن اب یہاں گھڑا میرے لیے بہت زیادہ موٹو نہیں تھا چرچ آ رہے کلہاڑوں کے برابر اور حالات سے میں واقف نہیں تھا کسی اور خوفناک واقعے سے نکلنے کی بہت ہی اب مجھ میں نہیں رہی تھی۔

چنانچہ یہاں سے واپسی ہی بہتر تھی میری غیبت تھا کہ میں پہاڑ سے اپنے بیروں پر زندہ واپس جا رہا تھا لیکن اس فوجاں کا کہا کروں کیا اسے اسی طرح اس کے حال پر چھوڑ دوں بیٹا نہیں باہری کیا جاسکتا تھا۔ میں فوجاں کے قریب پہنچ گیا تیز رفتاری میں جس نے اس باخورد سے اس کا پہرہ دیکھا اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شدید جسمی لاشہ اور اوقات کا عادی تھا جس نے جس خیال کے تحت ہے اس کا بازو کھول کر دیکھا بازو پر جگمگاتے نشانہ نشانی موجود تھے وہی بات جو پہلے ہی سامنے آئی تھی اور جس کے لیے پیڑ بہت پریشان تھا۔

یہ منشیات کا عادی فوجاں گہری گہری سانس لینے سے رہا تھا لیکن اس کے بدن کی حالت سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بالکل کھوکھلا

میں کہا کروں۔ ایک مہینہ انسان بدن کو کڑھے برادے ہونے کا ایک رات میں سو کر نا بھی۔ پھر جتنا تک بات تھی۔ پولیس کم از کم میں اس سلسلے میں پریشان کر سکتی تھی دوسری بات ہے کہ اس مصنوعی اجازت نامے کو دیکھنے میں بعد میں اپنی گھبراہٹ کو اس کا تھامنا لیکن اس طرح میرے ساتھیوں میں کساد تھی پیدا ہو سکتی تھی۔ دفعتاً خود سے فاصلے پر ایک خالی ٹیگنی گزرتی نظر آئی اور میں زور زدوں سے سیٹیاں بجانے لگا۔

ٹیگنی ڈراٹو نے میری آواز سن لی تھی اس نے مجھے پولیس کی اور میری سمت آنے لگا۔ اس نے تک میں صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا جیسی ڈراٹو میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے منظر نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میرے کڑھے پہرے فوجاں کو۔

”تمہاری آنکھوں میں اس بڑے بڑے جھلک دیکھ رہا ہوں تو لیکن خدمت کر رہے ہیں ہے۔ میں نے کہا اور ٹیگنی ڈراٹو نے پورا طہانہ انداز میں گردن ہلائی اور مسکراتے لگا۔ پھر وہ دروازہ کھول کر کھینچا آ گیا۔

”میں آپ کی کچھ مدد کروں جناب؟“

”بہت بہت شکریہ۔ میں نے کہا اور ٹیگنی ڈراٹو کو مدد سے فوجاں مانگیل باؤچ کو ٹیگنی کی پھلی بیٹھ پر لٹا دیا اور اس کے فوراً ہی بعد میرے ذہن میں دفعتاً ایک غار روشن ہو گیا ایک بہت ہی اچھی ایگیم ذہن میں آگئی تھی اس طرح ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

چنانچہ میں نے بڑے اطمینان سے ٹیگنی ڈراٹو کے برابر کی سیٹ پر بیٹھ بیٹھ ہونے سے گردن کاٹ کر اپنا تیار کیا۔ بیٹھ بیٹھ مول لینے والی بات تھی لیکن خطرات مول لینے کو کوئی جارحہ کارا ہی نہیں تھا۔

چنانچہ اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی کہ مانگیل باؤچ کو گردن باؤچ کے پاس پہنچا دیا جائے اور اس کے بعد اس کے اشارات کا مازہ بجا جائے ہے اس فوری فیصلے پر میں اطمینان تھا۔ ٹیگنی کو سختی رہی اور خود تری دیر کے بعد وہ گردن کاٹنے کے پاس پہنچ گئی۔ گردن کاٹ کر بیرونی حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اندر سے روشنی جھلک رہی تھی گردن باؤچ یقیناً اس وقت اپنے گھر پہنچ گئی ہر طور سے شہینے آ کر لگا بل پلین کر دی ای دوران ہی دوران ہی دوران ہی دوران سے شہینے آ کر لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ برآمدے کا دلب روشن ہو گیا اور میں نے روشنی کے سامنے میں گہٹ سے اور لگا میں دفعتاً گردن باؤچ کو دیکھا جو شب خرابی کے لباس میں ملبوس تھی وہ چند لمحات برآمدے میں کھڑی گیٹ کی طرف

دیکھتی رہی اور پھر اس کی آواز ابھری۔

”کون ہے؟“

”براہ کرم دروازہ کھولو۔ میں نے زور سے کہا اور گردنی باؤچ آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی پھر اس نے ذہنی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا مجھے وہ ایک نئے نئے بیان نہیں تھی لیکن اس کی نگاہیں کسی قدر حیرت زدہ انداز میں ٹیگنی کو دیکھی ڈراٹو کھوکھلا اور مجھے دیکھ رہی تھیں۔

”میزڈم باؤچ، مانگیل باؤچ، ٹیگنی میں موجود ہیں براہ کرم اسے اندر لے جئے میں میری مدد کیجئے۔ میں نے کہا۔ اور گردنی باؤچ نے اس طرح اچھل پڑی۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر شاہ بدیعہ بیان کیا ایک لمحے کے لیے کھلی لیکن دوسرے لمحے گردن جھٹک کر دوڑتی ہوئی ٹیگنی کے قریب پہنچ گئی۔

ٹیگنی کی کھڑکی میں سے گردن ڈال کر اندر بھاگا۔ میں نے اس کے ہاتھوں میں لیے ہوئے بیٹول کو صاف دیکھ لیا تھا جسے وہ اضطراب کے عالم میں چھپانا بھی بھول گئی تھی حالانکہ وہ خطرے سے نکلنے کے لیے تیار ہو کر گئی تھی اور یقیناً اس کے بیٹول میں اس وقت تمام حبیب میرے ہونے ہوں گے لیکن مانگیل باؤچ کا نام شاہ بدیعہ اس کے لیے توجہ نہیں چنانچہ وہ اس کی تصدیق کر لینا چاہتی تھی۔ اور پھر جب اس نے تصدیق کر لی تو متحسنگ لگا ہوں سے مجھے دیکھا میں نے ہاتھوں پر اٹھ کر کھڑکے سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر میں نے دروازہ کھول کر ٹیگنی ڈراٹو سے کہا۔

”میرے دوست بیٹھک رہے تھے نہ فرائض میں سے نہیں ہے لیکن کسی نئے میں ڈوبے ہوئے انسان کی مدد کرنا انسانی فرض تھی ہے براہ کرم اسے اندر لے جئے۔ میں میری مدد کرو۔ ٹیگنی ڈراٹو نے اس وقت کئی عرصوں دل کے ساتھ مانگیل باؤچ کو اندر لے جانے میں میری مدد کی تھی۔

گردنی باؤچ ہاتھوں کی طرح میرے پیچھے چل رہی تھی برآمدے میں پہنچ کر میں نے ٹیگنی ڈراٹو کو کچھ نوٹ دیکھے جو اس کے بل کی رقم سے کافی زیادہ تھے۔

”ارے نہیں نہیں جناب۔ اتنا نہیں!“

”پیڑ رکھ لو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ میں نے کہا اور ٹیگنی ڈراٹو نے سلاہم کے نوٹ رکھ لیے۔ اور واپس مر گیا۔

گردنی باؤچ ہم دونوں سے الہواہ زہن پر کھٹے کھٹے بیٹھی ہوئی مانگیل باؤچ کو دیکھ رہی تھی اس کے بدن پر رشخہ جاری تھا۔ میں نے ٹیگنی ڈراٹو سے فارغ ہونے کے بعد اس کی اس اضطرابی کیفیت کو دیکھا اور پھر ٹیگنی ڈراٹو کے پیچھے گیٹ کی طرف

چل پڑا۔

”میں نے گت بند کرکے اور اپس گزینی باؤچ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اب مائیکل باؤچ کے بیٹے سے پیش ہوئی سسکےاں سے رہی تھی۔ اس کے ہنرے عجیب عجیب سی آواز بن کر رلی نہیں وہ تر تھاری تھی۔“

”میرا بھائی میرا بھتیجا میرا بھتیجا۔ میں چند لمحات کھڑا اس کی طرف دیکھتا ہوں پھر میں نے آہستہ سے کہا۔“

”میں گزینی۔ اسے اندر سے چلیے۔ وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی اور پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آئی وہ اپنے بھائی کو گھانٹنے کی کوشش کرنے لگی تھی میں نے آگے بڑھ کر مائیکل باؤچ کی نچلوں میں ہاتھ دبا اور اس سے کہا۔“

”تم اس کے پاؤں پر پڑو۔ گزینی باؤچ نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ ہم دونوں مائیکل باؤچ کو کسے کسے کسے کسے کی طرف چل پڑے۔ گزینی باؤچ اس کی قدر بہتر نظر آئی تھی۔ وہ مجھے راستہ بتاتی رہی اور چند لمحات کے بعد مجھے ایک خواب کا وہ جس سے بیدار اسے سب سے بڑا دیا۔ سب سے بڑا سب سے بڑا گزینی باؤچ نے ابھی طرح اس کا جائزہ لیا اور پھر خشک ہونے والے پر زبانی چھری ہوئی بولی۔“

”یہ۔ میں۔“

”ذرا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں گزینی باؤچ تمام باتیں اپنی جگہ لیکن انسانی ہمدردی کے کچھ لفظوں سے ہوتے ہیں۔ تم اگر چاہو تو یوں خاموشی سے واپس چلا جاؤ۔ میں اس وقت تم سے اس بارے میں ایک بھی سوال نہیں کروں گا۔ میں نے کہا۔“

”نہیں بیٹیز۔ بیٹیز بیٹیز۔ یہ۔ یہ میرا بھائی ہے مائیکل باؤچ میرا بھائی۔ چار سال کے بعد اس کی شکل دیکھ رہی ہوں اپنے چار سال کے بعد۔ اس نے کہا اور اس کی آواز ایک بار پھر سبکیوں میں ڈوب گئی۔ میں لوہے کو گرم محسوس کر رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔“

”خود کو سمجھا لو گزینی۔ میرا خیال ہے اسے ہماری تو کئی وقت ہے۔ وہ کچھ اس طرح بے اختیار ہوئی کہ اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکادیا۔ روتی ہوئی لڑکی کو سمجھا رہا ہے کہ میں نے ایک ہونے پونے پونے دیا۔ وہ بولی۔“

”اس کی حالت خطے میں ہے۔ یہ۔ یہ کس قدر لاغر نظر آ رہا ہے۔ کبھی آہستہ آہستہ کر کے کہا آپ یقین کریں گے۔ اپنے وقت کا صحت مند لڑکا جو ان کے پاس ایک یقین کریں گے کہ کبھی خیال کا تھوڑا کھلاڑی تھا اور ایک زمانہ میں اس کا نام فٹ بال کی بلٹی سے امریکی فوجیوں میں بہت مقبول تھا۔“

”ہاں گزینی ہو سکتا ہے۔ لیکن میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا جو کچھ بھی کہوں گا تم اسے غلط سمجھنا سکتی ہو۔ اس کے علاوہ آٹھ ماہ کے دیکھا پھر اسے لولی۔“

”یہ نہیں کیے۔ کچھ کیے۔“

”اسے اس حالت میں پہچانے والے وہ لوگ ہیں گزینی جن کی آواز تم ہو۔ تم صرف ایک مائیکل باؤچ کی بات کرتی ہو اور میری فوجیوں میں یہ وہاں سب سے بڑی سب سے بڑی ہے اور اس طرح کے ایسے بہاں رونما ہونے میں شاید تم نے ان کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ دیکھ لو آج ان کی فوجوں کی تصویر دیکھ لو اس کے گال دیکھو ہونے ہیں زخموں کی بہاں ابھری ہوئی ہیں۔ آنکھوں میں سلتے چسے ہوتے ہیں تم اسے کس عمر کا لوجوان سمجھ رہے گزینی باؤچ لاکھوں لوجوان ہی مشکل اختیار کر چکے تھے اور زندگی کا پورا کھینچ رہے ہیں موت کے انتظار میں صرف موت کے انتظار میں۔ گزینی باؤچ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا کی دہلائی طرح تھی رہی پھر سے اختیار لائی اور مائیکل باؤچ کے قریب پہنچ گئی۔“

”یہ ہوش میں نہیں آئے گا کہ یہ ہوش میں نہیں آئے گا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ مائیکل باؤچوں سے پھر اسٹور وال ہو گئے تھے۔“

”نہیں میرا خیال ہے ابھی یہ اتنی تیزی حالت میں نہیں ہے یہ ہوش میں آسکتا ہے بشرطیکہ اسے صحیح طبی امداد مل جائے۔ میں نے کہا۔“

”گزینی میں تمہاری ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہوں اگر میں تمہاری مدد کرنا چاہتا تو اتنی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اسے یہاں تک کیسے لاتا۔“

”مگر۔ مگر میں خطرات میں گھری ہوئی ہوں موجودہ حالات میں تو میں بے انتہا خطرات کا شکار ہو گئی ہوں۔ آہ۔ یہ کچھ محفوظ نہیں ہے۔ میں کہا کروں۔ میں کہا کروں۔ وہ کھڑی ہو کر کھینچی پر گھونٹے مارنے لگی۔“

”میں نے تم سے کہا ہاں بالکل بے غور ہو کر لو لیس کی مدد کرنا چاہتی ہو تو میں حاضر ہوں اگر راجہ کو کچھ کہنے کی خواہش مند ہو تو میں تم سے ہر طرح تعاون کروں گا۔ میں نے کہا۔“

”پلیز میری مدد کرو۔ میں ٹوٹ چکی ہوں مجھے غریبے ہو چکی ہوں اب میرے دل میں کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہ گئی جس کے ذریعے میں اپنی مدافعت کر سکوں گے تمہاری مدد چاہیے۔ تمہاری مدد چاہیے۔“

”میک ہے بلکہ کچھ چاہتی ہو ہم اسے اسپتال سے ملیں۔“

”نہیں اسپتال غیر محفوظ ہے میں مانتی ہوں کہ اگر یہ لوگ ہاتھ پیر سے نہیں ہوں تو ان کا ہاتھ ہوتا ہے ان کی زندگی ختم ہے۔“

”پھر تیار ہو جاتی ہے۔ تاکہ وہ کچھ کہہ نہ سکیں۔“

”ہاں سب سے پہلے میری مدد کرو۔“

”مجھے ہو۔“

”مجھے سے کوئی سوال نہ کرو گزینی۔ میں اس وقت مکمل طور پر تھکے ساتھ ہوں میرے ہاتھوں میں اس وقت کھانا تھا وہ چینی ہے یا ہم جس طرح ایک دوسرے کی حالتوں کی کیفیت سے کام کر رہے ہیں۔ اس وقت ان سب باتوں کو نظر انداز کر لیا ہے۔ میں اس وقت ہر طرح سے ساتھ ساتھ ہوں۔“

”پہلے تم اس کا لباس تبدیل کر لیں۔“

”کہنا اس کا لباس کہاں سے موجود ہے؟“

”اس کے سارے کپڑے یہاں موجود ہیں۔ میں لاتی ہوں ابھی اسے کہا اور میرے کمرے سے نکل گئی۔ میں نے خیال انداز میں لرون اہلا ہاتھ لڑکی باؤچ کی پوزیشن سے مذاک نہیں آ رہی تھی ویسے یہ لڑکی اب موجودہ شکل میں میرے لیے کافی مددگار ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کے لیے مجھے نہایت کھداری سے کام لینا تھا اور مدد یازی نقصان دہ ہو سکتی تھی مائیکل باؤچ کے اس طرح نکل آنے سے تمہاں کی اونچی لڑکی بھی خطے میں بہتر تھی صورت حال کافی حد تک کچھ چکا تھا میں بہتر طریقے سے خاموشی ہی اختیار کرنا مناسب سمجھا وہ لباس لے کر کھینچی اور مدد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھا میں نے مائیکل باؤچ کا لباس تبدیل کرنے میں اس کی مدد کی مائیکل باؤچ کو لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد اس نے کہا۔“

”میں اسے اپنے ایک کیفیت میں لے جانا چاہتی ہوں فیٹ میں نے خود خریدنا تھا ابھی تک اسے استعمال نہیں کیا وہاں ضرورت کی تھا چیزیں موجود نہیں ہیں لیکن ہم اسے وہاں پاس ہی رکھنے ہیں۔“

”کوئی حرج نہیں ہے گزینی باؤچ۔ جسکے ہر طرح سے مدد کرنے کو تیار ہوں لیکن جو کچھ موجود تھا صحیح طور پر میرے علم میں بھی نہیں ہے اس لیے میں اپنے طور پر نہیں کر سکتا۔ ایک بار میرے مائیکل باؤچ کو وہاں سے نکال کر لانے اس بار گزینی باؤچ نے اپنی کار استعمال کی تھی اس کو کار میں ڈالنے کے بعد میں مائیکل باؤچ کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔ گزینی نے اسٹرنگ نکال لیا تھا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آئی۔ پھر دوپٹا چوڑے کسک لولی۔“

”بہتول ہے تمہارے پاس۔“

”ہاں کیوں۔“

”نہیں ممکن ہے اس کے استعمال کی ضرورت نہیں آجائے براہ کرم چاروں طرف سے محتاط رہنا۔“

”تم ضرورت کرو ڈیوڑھی میں محتاط رہنا۔“

”دل ہی دل میں۔ میں مسکرا رہا تھا اسے کچھ ڈیوڑھی میں اس کی طرف سے محتاط تھا لیکن اب اسے احتیاط کی ضرورت نہیں آ رہی تھی۔ ہر طور پر وہ ڈیوڑھی کی کافی فاصلے سے کھینچتا تھا بہت ہی سٹریٹ کے کنارے باہر ہی نہیں اور اس کے بعد وہ ایک ایسی حالت کے قریب پہنچ گئی جو صرف چار منزلہ تھی تاہم کشادہ اور وسیع عمارت تھی فلیٹ شاید پوری طرح آباد بھی نہیں تھے شکر تھا کہ پہلی منزل پر اس کا کلب تھا تیسریوں کی کے ذریعے اور پہنچا پڑا تھا یہاں لفٹ موجود نہیں تھی اس لیے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی فلیٹ کافی کشادہ روشن اور ہوادار تھا لیکن رات کا وقت ہونے کی وجہ سے وسیع طور پر سے دیکھ نہیں جاسکتا گزینی باؤچ کو لیے ہوئے ایک کمرے میں آگئی یہاں ایک سٹرک تھا جو ایک طرف ڈائننگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی چند کرسیاں بھی موجود تھیں مائیکل باؤچ کو اپنے سینٹر پر رکھا دیا اور کسی کیفیت سے کھانا کھانے کے بعد ایک کچھ لولی۔“

”میں کہا کروں میں کہا کروں۔“

”جو صبر کرو گزینی۔“

”مجھے تو اب۔ مجھے تو اب کچھ ہی نہیں سمجھ رہا مجھے تو اب میں کہا کروں۔“

”میرا خیال ہے گزینی باؤچ۔ یہ صرف لفظ ہے۔“

”گزینی باؤچ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اس کا لگا میں بار بار مائیکل باؤچ کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ پھر میں نے کہا: اب مجھے اجازت دو گزینی۔ میرا خیال ہے میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں اس کے باوجود مجھے نہیں میری کسی مدد کی ضرورت ہونے لگا دو۔“

”کچھ دیر اور نہیں بیٹھ گئے۔ کوئی بہت ضروری کام ہے مجھے۔ اس نے کہا۔“

”میں یہاں ساری رات تک سہا ہوں لیکن گزینی ہاری تمہاری دشمنی سامنے جس انداز میں ہوئی ہے اس کے تحت میں خود کو تم پر بوجھ محسوس کر رہا ہوں۔ اور یہ احساس میرے لیے بہت کیفیت ہے۔ میں دشمن کو دشمن کی طرح مامانے کا عادی ہوں اور اس وقت تمہاری کیفیت دشمنوں کی نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں انسانی جذبات کے تحت یہ میرا فرض تھا کہ میں مائیکل باؤچ کو کم از کم اپنی باتوں میں صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس فرض کے

عوض میں تم سے کچھ رعایت حاصل کروں ۛ میں نے کہا گزرتی ہاؤچ
نے شرمندہ لگا ہوں سے مجھے دکھا پھر لوٹی۔

”میں بعض اوقات دشمن دوست بھی تو بن جاتے ہیں“
”ہاں ایسا ہوتا ہے گزرتی ہاؤچ لیکن اس وقت تم ایک معمولی
سے انداز میں بیسے کسی احسان کا شکار ہو گئی ہو میرا ظرف اس بات کو
قبول نہیں کرتا کیوں فوراً ہی تم سے اس احسان کا طلب کروں ۛ
”اور اگر میں تم سے ایک انسان کی حیثیت سے مدد مانگوں تو“
گزرتی ہاؤچ نے کہا اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”میری فطرت اس بات کی متقاضی ہے کہ اگر واقعی ماٹیکلے
ہاؤچ کے سلسلے میں تمہیں میری مدد دیکھنا ہو تو میں اس سے انحراف
نہ کروں۔“

”تو پھر خود اس وقت مجھے دو پیڑے اس نے مجازی سے کہا
اور میں نے دونوں ہلانے۔

”تھیک ہے اگر تمہاری مرضی ہے تو میں تو تم سے کہہ رہی چیکا
ہوں کہ رات میری اپنی ہے اور کوئی ایسی اٹھیں نہیں ہے مجھے کہیں
تمہارے ساتھ ٹک نہ سکوں۔“

گزرتی ہاؤچ نے ایک بار پھر لگا ہیں اٹھا کر ماٹیکل ہاؤچ کی
طرف دیکھا اور پھر لوٹی۔

”ذرا سے قریب سے دیکھو تمہارے خیال میں یہ صرف نئے کا
شکار ہے یا اور کوئی کیفیت بھی ہے اس کی؟“

”گزرتی ہاؤچ میں تمہیں اس کے بلے میں اطمینان دلانا چاہتا
ہے ٹھیک نشتر اور ادویات نے لے لے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے اور اس
کے اندر قوت مدافعت بالکل باقی نہیں رہی ہے ناہم ہونے میں
انے کے بعد یہ نازل ہوگا۔ اس کی حالت خطرناک نہیں ہے۔“

”گو باہیں ڈاکٹر سے رجوع نہ کروں؟“

”بہتر ہوگا کہ ابھی ایسا نہ کرو یہ ہوش میں آجیلے تو اس سے
گھٹو کر کے اس کے ہانے میں اندازہ رکھنے کی کوشش کرو کہ میں حد
تک نشتر اور ادویات کا عادی ہوا ہے اور پھر اس حیثیت سے ڈاکٹر سے
وہ دوا میں حاصل کرو جو اس کے لیے مناسب ہوں جب تک نشتر اور
ادویات سبلائی کرنے والوں کی گروہ کی ایک رکن ہو تو تم آرزو نہیں
یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نشتر اور ادویات سے چھکارا حاصل کرنے کیسا
تیز ہیں ہوتی ہیں۔“

”مجھ پر ذرا بھی طنز نہ کرو میں اس وقت گزرتی ہاؤچ نہیں
ایک بھائی کی نہیں ہوں۔“

”تھیک ہے اگر لائسی کوئی پلنت تم سے مسوس کی ہے تو اس کے
لیے میں تم سے معافی کا خواہنا سنا کر ہوں۔ میں نے کہا۔

”یہ میرا کلونا بھائی ہے۔ چار سال پہلے اسے اغوا کر لیا گیا
تھا یہ شاید خود بھی نشتر اور ادویات پلائی کرنے لگا تھا بلکہ میرے
معلومات جہاں تک میں ان کے تحت اس نے برکارو دیا رہنے طور
پر شروع کیا تھا جو کچھ ہمارے حالات بہتر نہیں ہیں میں ایک ہفتہ
میں سڑ کر گئی تھی اور ماٹیکل یہ بات پسند نہیں کرتا تھا اس کی خوشام
تھی کہ میں خود معاش سے آزاد ہو جاؤں لیکن بعد میں اس کو یہ
نے اس کے خلاف کاروائیاں شروع کر دیں ایک بار یہ شدید جسمانی
حالت میں گھر آیا تھا۔ مجھے تو اس نے کچھ تفصیل نہیں بتائی لیکن خود
کافی دن تک روپوش رہا تھا۔ میں اسے بھائی نہ کہتی تھی کہ یہ ان کے
میں نہ رہے لیکن میری تقدیر پھر برسیں ہی تھی مجھے یہ معلوم
تھا کہ جس کام کے لیے میں اپنے بھائی کو منتخب کرتی ہوں وہ ایک ن
مجھے بھی کئی ناز ہے گا۔ میں نے گزرتی ہاؤچ کی گفتگوں رہا تھا
چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

پھر ایک دن یہ روپوش ہو گیا، ایک ہفتہ تک تو میں اس کا
خاموشی سے انتظار کرتی رہی تھی سوچا کہ یہ کبھی میری طرف
ہو گیا ہوگا، اکثر ایسا ہوتا تھا لیکن وہ دن کے بعد کبھی نہ
ملا۔ یہ ایسی گروہ کی طرف سے تھا مجھے یہ کہا گیا کہ ماٹیکل ہاؤچ
ہمارے پیٹھے میں ہے اور اگر میں ان لوگوں کے لیے کام کرنے کیلئے
آمادہ نہ ہوئی تو ماٹیکل ہاؤچ کی لاش مجھے جوادی جمانے کیلئے
بھائی کے لیے میں دیکھا کہ کام کرنے پر تیار تھی، اس کے علاوہ میرا
اس دنیا میں تھا ہی کون؟ چنانچہ میں آسانی سے ان کے حال میں
پھنس گئی اور اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ہر طرح کے کام لینا
شروع کر دیا گزرتی ہاؤچ خود ہی ان کے بارے میں شروع ہو
گئی تھی، بھلا لڑکی تھی یا جانی تھی کہ مجھے کس چیز سے دلچسپی ہو سکتی
ہے اور وہ میرے احسانات کا پورا پورا صلہ ادا کر دینا چاہتی تھی۔
تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”یہ بے ساری کہانی ہے چار سال کے بعد مجھے ملا ہے میں نے
ہر ممکن کوشش کی ہر طرح سے ان کی منت سماجت کی کہ میں ان کو
ان کے لیے کام کرنے پر تیار ہو گئی ہوں میرا بھائی مجھے لانا دیا
لیکن ان کے پاس سننے والے کان نہیں وہ صرف سچم دینا ہی
چاہتے ہیں۔“

”تھیک ہے گزرتی ہاؤچ اب تمہارا بھائی تمہیں مل چکا
جہاں تک میرا سہارا میں تمہیں بنا دوں میں اپنے طور پر کام کرنے
کا عادی ہوں مجھ سے پہلے نہیں تلاش کرتا میرا مشورہ کئی بار میرے
راستے میں آئی ہو میری جانی جو تم کو آج ہی تمہیں میری نگرانی پر
معمور کر لیا تھا اور تم نے کام کر لیا لیکن اس کے باوجود میں تم

ہے ان لوگوں کے ہانے میں نہیں معلوم کروں گا جس لڑکی کو یہ نہ
معلوم ہو کہ اس کا بھائی کہاں تھا وہ بھلا مجھے اس سے زیادہ کہا جاتا
تھی ہے۔“

”میں ہنسٹک تھا لے سارے شرمندہ ہوں اور نہیں جانتی
میری یہ شرمندگی دور نہ کرنے کا کوئی ذریعہ ہے جو بھی ہا نہیں تاہم اگر
میں وقت مجھے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں تو میں اس سے نکلا کر
نہیں کروں گی۔“

”نہیں گزرتی میں خیال میں یہ غیر انسانی حرکت ہے میں نہیں
رسکتا، میں نے جواب دیا۔ اور گزرتی مجھے دیکھتی رہی پھر وہ گہری
سانس لے کر لوٹی۔

”یہاں تو میں تمہاری کچھ خاطر مددلات بھی نہیں کر سکتی،
”کوئی حرج نہیں ہے گزرتی، اس کا ضرورت ہی محسوس نہیں
تو میں تم اپنے بھائی کے ساتھ آرام کرو اور سنو یہاں کلینوں ہے،
”میرے اس نفلت میں نہیں ہے لیکن ایک اور شے تمہیں
دے سکتی ہوں جس کے ذریعہ مجھ سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔ اس
نے کہا اور پھر ایک کلینوں نرو و ہر ادواہ میں نے اس کے سر پر پلٹا کر کوئی
توجہ نہیں دی تھی لیکن اُسے ذہن نشین کر لیا تھا گزرتی پر ہر افنا د
خال کریں اسے ایک ایسے پلستر پر استعمال کرنا چاہتا تھا شے ٹھیک وہ
میرے ہاتھ تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ماٹیکل ہاؤچ کی گمشدگی کے بعد
گزرتی ہاؤچ پر کہا بیٹے کی، اور حانما کی نہیں جانتا تھا میرا قصہ کبھی
اور تمہا ان بھڑوں میں رہنے کے کوئی فائدہ نہ ہوتا ہے چنانچہ میں
نے گہری سانس لے کر کہا۔

”اب تم آرام کرو اور سنو اگر یہاں کسی کو ماٹیکل ہاؤچ کی طرف
پر مقرر کر سکتی ہو تو کرو دیکھا ہے بیٹے نہیں ہوگا کہ تم ایسی آرام گاہ میں
چلی جاؤ اور وہاں کرو۔ اور یہی طور اس بات کا اظہار منت کروا کر
ماٹیکل ہاؤچ نے تم کو متوجہ کیا ہے ہی تمہارے اور تمہارے بھائی کے
حق میں بہتر ہے بلکہ مزید بہتر ہوگا کہ تم ہی اس وقت تک اسی
طرح ان لوگوں کے لیے کام کرتی رہو جس طرح کرتی رہی ہو جب تک
تمہارا بھائی بہتر نہ رہیں میں نہ آجائے اور تم اس کے ساتھ مل کر اپنے
مستقبل کے لیے کوئی پروگرام ترتیب دے لو وہ لوگ ہر ممکن کوشش
کر لیں گے یہ جانتے کی کہ میں تم اپنے بھائی کی آنا دے سے واقف تو نہیں
ہو گئی ہو لیکن تمہیں اس کا مشورہ نہیں ہونا چاہیے اچھا اب میں چلتا
ہوں۔“ میں گزرتی کو حیران و پریشان چھوڑ کر وہاں سے واپس چل
پڑا۔ میں جانتا تھا کہ اس حین اس کے اثرات کیا ہوں گے جھوڑی دیکھنے
بعد میں ایک شے کی میں بیٹھا ہے تو اس کی جانب جا رہا تھا۔ ہوں کے
ہانے میں مجھے لیکن تھا کہ وہ باوجود کا دیکھ رہے اور میرے لیے اٹھنا

خطناک لیکن ہر رات تو وہاں گزارانی ہی تھی اور شے تھا اس رات کوئی
ایسا واقف و پیش نہیں آیا جو میرے لیے خطرناک ہوتا، وہ لوگ میری
شخصیت سے واقف ہو چکے تھے اس لیے اب میرے خلاف کوئی سازش
کیسے ہوتے نہیں سوچنا پڑتا تھا۔

دوسری صبح میں وقت مغرب پر میرے کمرے میں آ کر بیٹھا۔
پولیس آفیسر نے پیش کیا ہے وقت میں سے پہنی سے پر لانا نظر
کر رہے تھے۔ میں نے اپنی آمد کی اطلاع اندر نہ گواہی تو خود ہی
باہر نکلنے اور مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ میں نے ان کے چہرے
پر گہری مٹھی چھائی دیکھی تھی۔

دفتروں میں بیٹھے کے بعد انہوں نے اردلی کو بلا کر کافی لٹف کے
لیے کہا اور اردلی باہر نکل گیا۔

”میں آپ کا انتظار کر رہا تھا مسٹر لواز۔ اور آپ کے انتظار میں
میں نے کافی نہیں پی جبکہ میں شدت سے اس کی ضرورت محسوس
کر رہا تھا۔“

”رات کی کاروائی کے بارے میں مجھے بتائیے، میں نے گہری سانس
لے کر کہا۔

”بہت کا خیاب رہی، آپ کی تمام فراہم کردہ اطلاعات درست
نکلیں وہاں لاش بھی دستیاب ہو گئی اور مشاہدات کا بہت بڑا ذخیرہ
بھی میں ساری رات معروض رہا ہوں۔“

”کچھ گرفتار ہاں ہو گئے۔“

”ہاں چند لوگوں کو گرفتار کیا ہے لیکن۔“

”لیکن کیا؟“

”بڑی، لیکن پیش آگئی ہیں۔“

”مثلاً؟“

”مسٹر وکٹر ڈیل نی کا نام سنا ہے آپ نے؟“

”نہیں، کون ہے؟“

”لاس، بیٹیس کا بے تاج بادشاہ۔“

”اوہ۔ تو کیا یہاں کچھ بادشاہتیں بھی قائم ہیں؟ میں نے
مشکوڑے ہونے کہا۔

”وہ بھاری شہنشاہی کے کئی بڑے جے کا رفا لوں کا مالک ہے؟
کئی ہزار افراد ان کا رفا لوں میں کام کرتے ہیں بے شمار لوہا رادیں
اس کے اور سرکاری حکام سے اس کی خوب گانڑھی چھتی ہے ویسے
افریقہ خزا دے۔“

”اس کا ذکر کیوں آگیا۔؟ میں نے پوچھا۔

”ماکوس ریڈر ہنڈا کی ایک فرم کا استوار ہے۔“

”خوب۔ پھر۔؟“

”پریسڈنٹ شری بھی مجھ پر لگا گیا۔“

”امریکی پولیس بھی اتنی ہی حالات کا شکار ہے۔ کیفیت تو یہی ہے۔“

”اس معاملے میں امریکہ سب سے زیادہ لپیٹا ہونے والا ہے۔ یہاں موجود ہندی پرسنل کے بارے میں سنا ہوگا۔ امریکی عیادت کے بہت بڑے حصے برقی لائن ہیں۔ یہ شخص بھی ترقی پزیر ہے۔“

”خوب۔ دو آٹھ تہہ ہے بہر حال آپ نے اس سلسلے میں لپکا لپکا کیا؟“

”ہاں، میں نے پوچھا۔“

”مارکو اس ٹریڈرز سے یہ سب کچھ برآمد کرنے کے بعد میں نے اس کی پوزیشن معلوم کی اور اس کے بعد کوئی نام نہ لکھی۔ اعلیٰ حکام سے رجوع کرنا پڑا۔“

”پھر کیا ہوا؟“

”ٹائیس ٹائیس ٹائیس۔ ماہی پزیر نے ماہوی سے کہا۔“

”کیا مطلب؟“

”رات کو جا رہے تھے اطلاع ملی کہ مشروبل نے ان تمام واقعات کا خود سے کوئی تعلق ظاہر نہیں کیا۔“

”وضاحت۔؟ اس نے کہا۔“

”ان کا کہنا ہے کہ بریتش سی ورس کے کلام ہے۔ وہ اس طرح کے کاروبار نہیں کرتے۔“

”کیا صرف یہ کہہ دینے سے بات ختم ہو جاتی ہے؟“

”نام مشروبل کا ہونے کو ختم ہو جاتی ہے۔“

”پھر گرفتار کیے کیا گیا ہے؟“

”مارکو اس ٹریڈرز کے سیمبر اور دوسرے چند لوگوں کو جو پورے پولیس کی کارروائی میں نہیں روکی جاسکتی۔ پزیر نے کہا اور کالی کے آفسنگ کے جسے خاموش ہو گیا۔ پزیر نے کالی کے سب لیتے ہوئے کہا۔“

”ادوب آپ جانتے ہیں کیا ہوگا؟“

”ہائیں آپ کی باتیں ہیں مشروبل۔ میں کیا مانوں؟“

”غم آلود ہے میں کہا۔“

”اور اس کے باوجود آپ نشیات کی تجارت کی لذت کون کون کونے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ میں نے طنز پر مائل انداز میں کہا۔“

”بیزنس خرد کی کچھ دیکھئے نگاہ۔ پھر وہ ہرجوش بنے میں بولا۔“

”یہ میرا فرض ہے مشروبل۔“

”کس طرح پوچھیں گے آپ اپنا فرض؟“

”کسی بھی طرح۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ بلی اس کی لوتھ ہو سکتا ہے؟“

”میں لاس اینجلس میں اے بی سی ہوں۔ آپ اس بارے میں بہتر طور پر جانتے ہوں گے۔“

”بال میں جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔ پزیر نے میز پر گھونسا مارنے ہوئے۔“

”کس کی مجال ہے کہ وہ بلی کی کسی ذم سے اس کی اجازت کے بغیر البالی کو کام کرے۔ لیکن ایک کام میں کر سکتا ہوں۔ اور میں نے کر لیا ہے۔“

”وہ کیا ہے؟“

”میں کچھ ایسے تجارت کے بارے میں جانتا ہوں جو کسی کے تسلط میں نہیں ہیں اور اس طور سے کچھ ایسے اخبارات جن سے مشروبل کی نہیں بنتی۔“

”ادہ۔ میں نے ابتر سے کہا۔“

”وہ اخبارات ضرور میرا ساتھ دیں گے۔“

”کس طرح؟“

”چونکہ میں براہ راست مشروبل کی بی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا لیکن جو واقعہ پیش آیا وہ تو اخبارات کو بتا سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے خاص طور سے ان اخبارات کو یہ خبر دی ہے جو مشروبل کی بی کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔“

”گڈ۔ کیا خبر ہے؟“

”مارکو اس ٹریڈرز کا نام میں نے انھیں پوری تفصیل کے ساتھ دے دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ مشروبل نے خود کو اس کاروبار سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔ اس طرح کم از کم لوگوں کے علم میں تو اسے کو ایک ٹرانزیکشن میں اس میں لوتھ ہے۔ وہ لوگ جو اس بارے میں اپنے غریبوں کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔“

”نشیات کی سنگٹھنگ اور فراہمی سے سخت نالاں ہیں وہ تو بلی کی کا نام جان جابش گے اور یہ بات حکومت کے تمام حکام کے کانوں تک پہنچے گی۔ لیکن معلوم ہے مشروبل حکومت امریکہ نشیات کے استعمال اس کی آمدورفت اور اس کی سپلائی کے خلاف ہمیں اربوں روپے خرچ کر لے رہی ہے۔ لوگوں کو اس کا اندازہ تو ہو سکتا

”اس کی ناکامی کی وجہ کیا ہے؟“

”پزیر کا بوجھ ہرجوش ہو گیا تھا۔“

”دوسرے اخبارات اس کے فیض میں ہیں۔“

”ہاں زیادہ تر۔“

”تمہاری پوزیشن خطے میں برآمدگی مشروبل سے ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں اخبارات کو خبر سے کوڑیں زہی پوزیشن خطے میں ڈال چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود مشروبل انہیں یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان لاکھوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔“

”میں ان واقعات سے ابینی نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ سب کچھ ہونا ہے۔ اور اس خطرناک معاملہ میں یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے اس لیے مشروبل مجھ پر یہ علم میں تھیں۔“

”تھیک ہے مشروبل۔ تو آپ کی اجازت ہے کہ اگر میں اس بارے میں اور کچھ معلوم کر سکوں تو آپ کو اس کی اطلاع دوں گا۔“

”میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں گا مشروبل۔“

”لیکن مشروبل مجھے آپ کی امداد کی ضرورت ہے۔“

”میں آپ کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں مشروبل۔“

”مجھے کوئی مناسب رہائش دیکھا ہے۔ اور ایک کاروباری ٹاکر میں اپنا کام۔“

”میں سمجھ گیا۔ ہوٹل چھوڑ دیں گے آپ؟“

”ہائیں۔ اسی سے برقرار رکھوں گا۔“

”میں آپ کو ایک شاندار فلیٹ دے سکتا ہوں۔ ایک کاروباری۔ اس طرف سے بے غم ہو جائیں۔“

”بہت بہت شکریہ۔ اب آپ یہ دونوں کا فائدہ دیکھ لیں۔“

”اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں۔ میں نکالنے کے وہ ہرزے نکال کر بیٹھنے کے حوالے کر دیتے جو بے دو متلف لوگوں سے ملے تھے۔ پزیر اس پر مصروف ہو گیا۔ اس نے کافی اور مخلوق کی غمخیزی دیکھ کر بعد اس نے کہا۔“

”ادہ۔ مانی گاڈ۔ یہ۔ یہ ہر طرف اتفاق ہے۔ یہ ہر بندے کے لیے یہ ایک شہک ہے۔ اور یہ شہک ہے وہی کو نا، میں نے ہر جہاز بند گاہ سے کچھ حاصل کرنا دیکھا ہے۔“

”دی کو نا؟“

”ہاں۔ سو فیصدی وہی۔“

”ہاں بہت خاص بات ہے۔“

”کیا؟“

”یہ میں ابھی خود ہی نہیں جانتا۔“

”ادہ۔ بے فکرم ہو، میں اس کے بارے میں تفصیل معلوم کر کے انھیں آگاہ کر دوں گا۔ اور اب آؤ میں انہیں تمہارا فلیٹ دکھا دوں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔“

”ارے اتنی جلدی؟“

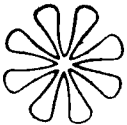
”میں تمہارے کام کی اہمیت کو سمجھتا ہوں مشروبل۔ کوئی خرچ نہیں ہے۔ ایک خوبصورت آفسنگ اریبل علاقے کی عمارت کا ایک آفس فلیٹ مجھے مل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک لمبی سی گاڑی۔ میں نے غلوں سے پزیر کا شکریہ ادا کیا تھا۔“

”مجھے یہاں کے بارے میں معلومات کے لیے میں انھیں اطلاع دوں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔“

”پزیر مجھ سے رخصت ہو گیا۔ بڑی مشکل حل ہوئی تھی اب میں نسبتاً زیادہ دلچسپی سے کام کر سکتا تھا۔ میں فلیٹ کا ایک ایک کو ٹر دیکھا۔ یہاں دو ٹیلی فون تھے جن میں سے ایک کے بارے میں پزیر نے بتا کر خفیہ ہے اور صرف پولیس کے استعمال میں رہتا ہے۔ اس لیے اس کے نمبروں سے حاصل نہیں کیے جاسکتے۔“

”کافی دیر میں نے فلیٹ میں گزار دی شام کو پانچ بجے میں ٹپل پہنچا گیا تھا تاکہ وہاں سے چند ضروری چیزیں لے آؤں۔ سارا صبح بلیجے میرے فلیٹ کے دروازے پر دستک تھی اور میں نے دستک دینے والے سے اندازہ جاننے کے لیے کہا۔“

”آنے والا پولیس آفیسر پزیر تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ہی ایک اور شخصیت داخل ہوئی ہے۔ دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ہرا پورا وجود ٹھک سے اڑ گیا۔ مجھے اپنی بھارت پرشہر ہونے لگا۔ یہ۔ یہ بہت خطرناک لمحات تھے میرے لیے۔ میری ہی زندگی کے لیے سب سے خطرناک لمحات۔ ایک ایسی شکل میرے سامنے تھی جہاں سے اس سارے پورے کونہا کر سکتی تھی۔ ہاں ایک ایسی ہی شخصیت تھی وہ مجھے محسوس ہوا جیسے میں کسی اندھے کو بلیج میں گرا رہا ہوں۔ نیچے اونچے اونچے۔“





درمیان کوئی دوستانہ اور خوشگوار گفتگو ہو سکتی ہے۔
 ” بڑی دلچسپ بات ہے راجہ نواز اصغر کہ ہماری اس
 ملاقات میں ہمارے درمیان دوستی کی گنجائش ہے۔ انسپکٹر
 پاؤل نے کہا۔

” ہمیں یہ تو اور بھی دلچسپ بات ہے کہ تم دونوں نے
 ہی مجھے نظر انداز کر دیا ہے۔ انسپکٹر پاؤل تمہارے لیے یہ نہیں بتایا
 تھا کہ تم راجہ نواز اصغر سے اپنی واقفیت رکھتے ہو بلکہ سچی
 بات تو یہ ہے کہ میں نے تمہاری ہی زبان نواز اصغر کا پورا نام
 سبھی سنا ہے۔ تم دونوں میں کہاں سے شناسائی ہے۔“
 انسپکٹر پنیر کی یہ بات سن کر مجھے قدرے حیرت ہوئی
 تھی۔ تب پاؤل نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
 ” آؤ سکون سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔“

مطمئن و میں دروازہ بند کیے لیتا ہوں۔ اس نے خود
 ہی موکر دروازہ بند کیا۔ میں نے اپنے آپ پر مکمل طور پر قابو
 پالیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ حالات دیکھیں اب کون سا رخ
 اختیار کرتے ہیں۔

ہم تینوں غلیظت کے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے اور انسپکٹر
 پاؤل اطمینان سے صوفے پر دراز ہو گیا میرے لیے اس کا یہ اطمینان
 انتہائی حیرت انگیز تھا۔ کم از کم انسپکٹر پاؤل یہ بات جانتا تھا کہ
 میں جیل سے بھاگا ہوا ایک قیدی ہوں اور اس کے علاوہ تامل
 بھی ہوں کیا وہ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہے، یا پھر اس نے غلیظت
 کے اطراف میں اتنا معقول بندوبست کر رکھا ہے کہ اسے میرے
 فرار کا خدشہ نہیں ہے، بہ طور میں خود بھی اس کے سامنے صوفے
 پر بیٹھ گیا تھا۔ تب پنیر نے کہا۔

” ہاں اب تم لوگ اپنے درمیان واقفیت کا ذریعہ بناؤ،
 کہاں تمہاری ملاقات ہوئی تھی، اس کے بعد بغیر گفتگو کا آغاز
 ہو گا۔“

” انسپکٹر یوں مجھ کو، راجہ نواز اصغر سے میرے درمیان تعلقات
 ہیں، ان کی وجہ سے مجھے ایک اتنا بڑا فائدہ حاصل ہو چکا ہے
 کہ میں کبھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتا، لیکن ہم دونوں ہی کی بدقسمتی
 ہے کہ بہترین تعلقات ہونے کے باوجود پھر ایسے نازک
 مراحل آنے کے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے صف آرا
 ہونا پڑا۔“

” کیا مطلب۔ کیا تمہارے درمیان دشمنی موجود ہے۔“
 ” دشمنی تو نہیں، بس یوں مجھ کو فرض اور دوستی کا مکراد
 چھو گیا اور بہ طور فرض کو دوستی پر غالب آنا ہی تھا لیکن دل

بمشکل تمام میں نے خود پر قابو پا لیا۔ اور میرے پوزیشن
 پر یہ سبھی سی سکراہٹ پھیل گئی میرے سامنے
 آنے والی شخصیت انسپکٹر پاؤل کی تھی۔ اب اس بات کی گنجائش
 نہیں تھی کہ میں پاؤل کو پہچاننے سے انکار کروں یا اس سے
 اجنبیت کا اظہار کروں یہ ساری باتیں احمقانہ تھیں۔

انسپکٹر پاؤل میرے سامنے پہنچ چکا تھا اور اب بظاہر قرار
 کی کوئی راہ نہیں تھی۔ میں اپنے فوری ہتھیاروں کے لیے کوئی چنگاں
 قدم بھی اٹھا سکتا تھا، لیکن میرے سامنے انسپکٹر پنیر بھی تھا۔
 جس کے غلیظت میں، میں اس وقت موجود تھا اور ہم دونوں
 بہت اچھا وقت ساتھ گزار چکے تھے کہ ہمارا تعارف زیادہ
 پرا نا نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود انسپکٹر پنیر نے جس طرح
 میرے ساتھ تعاون کیا تھا، میں ایک لمحے بھی اسے فراموش نہیں
 کر سکتا تھا، ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ جلد بازی
 میں کیا ہوا کوئی بھی اقدام میرے سامنے دشمنی کو ناکام بنا
 سکتا ہے بات اگر صرف میری ذات کی ہوتی، تو میں شاید کچھ
 بھی کر ڈالتا لیکن زہی کا معاملہ بھی بڑا مشکل تھا۔ کم از کم انسپکٹر
 پاؤل کو ٹھونکنے کی کوشش تو کروں۔ دیکھوں تو یہی انسپکٹر پاؤل
 کیا چاہتا ہے۔

انسپکٹر پاؤل نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔
 ” راجہ نواز اصغر۔“
 ” انسپکٹر پاؤل۔ میں نے بھی اس کی جانب دیکھتے ہوئے
 کہا اور انسپکٹر پاؤل نے معصافی کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔
 میں نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھی اور
 پھر آہستہ سے لولا۔

” کیا ہمارے درمیان مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے انسپکٹر
 پاؤل۔ میرے اس سوال پر انسپکٹر پاؤل کے چہرے پر پشیمانی ہوئی
 مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔“
 ” ہاں یوں نہیں راجہ نواز اصغر! اتفاق ہے کہ ہمارے
 اور تمہارے درمیان اس ملاقات میں مصافحہ کرنے کی گنجائش
 ہے۔“

” لیکن انسپکٹر پاؤل بد قسمتی سے میرا تعلق ایک ایسے ملک سے
 ہے، جہاں مصافحہ بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے ہم صرف دو تومن
 سے ہاتھ ملاتے ہیں اور جب ہاتھ ملا لیتے ہیں تو پھر خواہ مخواہ ہمارے
 اوپر کچھ فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔ میں نہیں چھو سکتا کہ آپ
 اتنے دور دراز کاسٹور کے کچھ رنگ پیچھے ہیں اور آپ کو میری جہ
 سے یہاں تک زحمت کرنا پڑی ہے تو اس کے بعد ہمارے

نے کسی یہ بات تسلیم نہیں کی کہ راجہ نواز احمد مجرم ہو سکتا ہے اور اس بات کو تم سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا پتیز کو جب پولیس کسی سے دوستی ہے تو اس کی دوستی میں کوئی شبہ نہیں ہوتا، لیکن ہنسی سے ثبوت اگر اپنے دوست کے خلاف ہی نہیں ہوا جائے تو جو دوستی کو بالائے طاقت رکھنا پڑتا ہے؟

”راجہ نواز احمد“
 ”راجہ نواز احمد کی کہانی اگر تم اپنی کی زبانی سن لو تو بہتر ہے۔“
 ”انسپکٹر پاؤل مجھے کہا نہیں سنا ہے تو کسی جیسے نہیں ہے میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میری دوستی کتنے ہوئے یہاں تک کس طرح کیجئے اور بارہ گنتی پولیس موجود ہے۔“
 ”ارے نہیں جی، اگر کوئی ایسا معاملہ ہے تو راجہ نواز احمد اس وقت تم پر کچھ لو کہ ہم دوستوں کی طرح تمہارے پاس آئے ہیں، البتہ اگر انسپکٹر پاؤل کے سینے میں کوئی دوسرا جذبہ پنہاں ہے تو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اپنے بارے میں، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نہایت خلوص سے یہاں آیا ہوں اور میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ تم لوگ ایک دوسرے کے ٹھانسا نکل سکتے ہو۔ البتہ اچھے شبہات ہوتے ہیں، جس وقت میں نے پاؤل کے سامنے تمہارا نام لیا تھا تو ایک لمحے کے لیے یہ جو تک پڑے تھے اور اس کے بعد انہوں نے خود کو پُر سکون کر لیا تھا، اور تم سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا؟“

”تعب کی بات ہے، میرا حال یہ بات آپ کہہ رہے ہیں انکسپٹ پتیز، اس لیے میں اس بات پر یقین ضرور کروں گا میرا خیال ہے میری کہانی اگر انسپکٹر پاؤل خود دہرا نا چاہیں تو آپ کو بھی اس بارے میں بتادیں۔ اور اگر نہیں تو میں بھی ان غفلت میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ مسٹر پاؤل سے میں کچھ ذاتی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”کہا ہی سننے کے بعد۔ پاؤل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ پتیز، تمہیں معلوم ہے مسٹر پتیز، کہ میں نے ایک ایسے گروہ کا خاکہ کیا تھا، جو منشیات کی تجارت کے سلسلے میں بڑے زبردست پیمانے پر کام کر رہا تھا۔ کیل لاس کی پہاڑیوں میں تباہ ہونے والے منشیات کے ہینڈ کو اٹھانے کو تم نہیں سمجھو گے، اس نے میری شہرت میں چار چاند لگا دیے تھے، اور میں آج بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر راجہ نواز احمد اس کی نشان دہی نہ کرتے اور میری مدد نہ کرتے، تو کیل لاس میں منشیات کے اس بین الاقوامی تجارتی مرکز کا سربراہ ترلوکا

نامی ایک ہندو سادھو تھا، جس نے ہرے کھڑکے اور ماتریک کی آڑ میں یہ کاروبار شروع کر رکھا تھا اور بڑے خوفناک جال پھیلا رکھے تھے، بد قسمتی سے ترلوکا ہمارے ہاتھ سے نکل گیا البتہ ہم اس کا وہ تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، لیکن اس کے بعد کچھ ایسے بدترین واقعات پیش آئے جن پر تبھی آج بھی دلی افسوس ہے۔“

راجہ نواز احمد کی بیوی میڈم زبھی کو انوار لیا گیا، حالانکہ راجہ نواز احمد اس وقت نیویارک میں ایک محترم انسان کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں مسٹر نواز کہ میں نے آپ کے خلاف کارروائی کر کے کبھی خود کو مطمئن اور خوش نہیں محسوس کیا اور اس دوران میں سب آپ کے بارے میں جہاں سے بھی حاصل ہو سکیں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ میری بد قسمتی ہے کہ ایسے بدترین حالات میں یہاں آپ کا واسطہ پڑا، جن کے تحت ہم دونوں ایک دوسرے کو دشمن سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔ انسپکٹر پتیز راجہ نواز احمد کی بیوی کو انوار کرنے والے تھے۔ میرا مطلب ہے اس گروہ کے افراد جو ناجائز منشیات کی تجارت کرتے ہیں، راجہ نواز احمد نے ان میں سے دو افراد کو قتل کر دیا۔ یہ اپنی بیوی کی تلاش میں ذہنی طور پر مطبوع ہو گئے تھے اور تشدد پر آمادہ تھے۔“

”ایک منٹ مسٹر پتیز۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کیا ہے، جس کی کہانی اگر انسپکٹر پاؤل کو معلوم ہو جائے تو یہ شاید اسے حموٹ سمجھیں، اس پر یقین نہ کریں لیکن میں ایسے ثبوت جہاں کر سکتا ہوں، جو انہیں یقین دلانے پر مجبور ہوں گے۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے مسٹر پاؤل کہ سوئٹزرلینڈ کے بیگلون میں راجہ نواز احمد کاروباروں روپیہ پڑا ہوا ہے۔“

ہاں مسٹر پاؤل اگر آپ کو میری بات پر یقین نہ آئے تو ہمارے اور آپ کے درمیان اس وقت تک مفاہمت رہنا چاہیے، جب تک آپ میرے بیانات کی تصدیق نہ کریں۔ یہ اربوں روپیہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ میری اپنی ملکیت ہے، لیکن یہ اس دور کی یاد کا ہے، جب میں خود بھی منشیات کا اسمگلر تھا اور منشیات کی دنیا میں میرا نام دہشت کی علامت سمجھا جاتا تھا، یہ روپیہ اس دور کا لیا ہوا ہے، ترلوکا کے گروہ سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ بلکہ ہم دونوں اتفاقی طور پر ہی سامنے آ گئے تھے، مذہباً میں مسلمان ہوں اور کئی مہینوں پہلے سے ہے۔ جہاں پاکستان کی زمین پر لینے والے جیلوں کا ایک نمایاں مقام ہے۔ ہم لوگوں نے ہر طرح اپنی سرزنی کا

نام اونچا رکھا ہے، لیکن خوبصورت گلاب کی شاخوں میں کلاتے بھیگ آتے ہیں میں ایسا ہی ایک کاٹھا تھا، جسے حالات نے برائیوں کے راستوں پر لانا لایا، لیکن جب ترلوکا نے میرے دین کی توہین کی، تو میرے اندر کا وہ سویا ہوا نواز جاگ اٹھا، جس نے مولویوں سے اعظما تھا اور جس کے سینے میں خداوند تھا۔ میں نے صرف دین کے نام پر ترلوکا کی تباہی کا بیڑہ اٹھایا اور پھر اسے تباہ کر دیا، جس کے نتیجے میں کیل لاس کی پہاڑیوں میں آج ترلوکا کی جنت اجوا گئی۔“

زبھی میری بیوی بھی میری زندگی کا سب سے تہا درق ہے میں نے مذہب کے نام پر اپنا ہاتھ نہیں لایا اور زبھی کے دن رات محنت و مشقت کر کے حلال کارزنگ لیا، اور اس کے بعد ہم نے اپنی تعبیر کے لیے نیویارک میں اپنے کاروبار کا آغاز کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو جو رقم ہمارے پاس تھی اور ہے اسے استعمال کر کے امریکہ کے متوال ترین لوگوں میں شمار ہونے لگتے لیکن جب ہمارے سینوں میں جذبہ انسانیت جاگا تو ہم نے اسے ناجائز رقم کو خریدنا دیکھ دیا اور اس پر لعنت بھیج دی، تو مسٹر پاؤل آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اس نیک جذبہ کا جو میرے سینے میں موجزن تھا۔ میں نے جتنے عرصے میں یہاں کاروبار کیا اور جب میں نے اپنی زندگی کا رخ بدلا تو حکومت امریکہ کوں جگہ کو جہاں ہم رہتے تھے، کسی بھی حکایت کا موقع نہیں دیا۔ اور اگر ہماری زندگی یو جی اس پُر سکون انداز میں چلتی رہتی تو ہم اپنے آپ کو تازہ زندگی ایک محترم اور پُر اس شہری ثابت کرنے میں مکمل طور پر کامیاب ہو جاتے، لیکن حالات ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ زبھی کو انوار کے ان لوگوں نے سوتے ہوئے راجہ نواز احمد کو جگا دیا، جو اپنی زندگی کے راستے بدل چکا تھا اور اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ ایک ایسا انسان جو اپنے وطن کی سرزمین چھوڑ چکا ہو، جو اپنے سینے میں صرف محبت اور انسانیت کے جذبہ زندہ رکھے ہوئے ہو، اگر چھڑا جائے تو کیا بن سکتا ہے مسٹر پاؤل میں اب بھی آپ سے یہی کہتا ہوں کہ ان دو افراد کو میں نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ یہ کارستانی میرے ابھی دشمنوں کی قسمی جو مجھے ایک بار پھر گسٹ کاٹھی راستوں پر لانا چاہتے تھے اور میں آپ سے یہ کہنے میں خاموشی نہیں کرتا کہ اس کے نتیجے میں ترلوکا کی ہاتھ ہے، جسے آپ گرتا نہیں کر سکتے۔ میں نے اپنی زندگی کے اس نئے دور میں داخل ہونے کے بعد پوری طرح جہاں میں کی ہے اور یقینی طور پر کچھ ایسی معلومات حاصل

نام اونچا رکھا ہے، لیکن خوبصورت گلاب کی شاخوں میں کلاتے بھیگ آتے ہیں میں ایسا ہی ایک کاٹھا تھا، جسے حالات نے برائیوں کے راستوں پر لانا لایا، لیکن جب ترلوکا نے میرے دین کی توہین کی، تو میرے اندر کا وہ سویا ہوا نواز جاگ اٹھا، جس نے مولویوں سے اعظما تھا اور جس کے سینے میں خداوند تھا۔ میں نے صرف دین کے نام پر ترلوکا کی تباہی کا بیڑہ اٹھایا اور پھر اسے تباہ کر دیا، جس کے نتیجے میں کیل لاس کی پہاڑیوں میں آج ترلوکا کی جنت اجوا گئی۔“

کرتے ہیں کامیاب ہو گیا ہوں، جن کے نتیجے میں۔ میں ہاں جاگے موجود ہوں۔

انسپکٹر پاؤل اور پتیز خود سے میری باتیں سن رہے تھے جب میں نے چند لمحات کے لیے خاموش ہوا تو انسپکٹر پاؤل نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔
 ”سوئٹزرلینڈ کے بیگلون میں راجہ نواز احمد کاروباروں روپیہ موجود ہے۔“

”ہاں، یہ میری تمام تر گفتگو پر یقین کرنے کے لیے ایک شرط ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے تو آپ میری سچائی پر یقین کر لیں۔ درنا اس کے بعد یوں بھی نہیں کہ میں نا صرف آپ سے بلکہ آپ کی حکومت سے بھی فریاد کر رہا ہوں اور میرا مقصد کچھ اور ہی ہے۔“

انسپکٹر پاؤل چپکے سے پیشانی مسلنے لگا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیا گرتی ہاؤج کو آپ نے ہی قتل کیا تھا۔“ مسٹر نواز
 ”ہاں۔ یہ وہی لڑائی تھی جس نے میرے خلاف جھوٹا بیان دے کر میرے لیے موت کی سزا تجویز کر دی تھی، چنانچہ یہی سزا میں نے اس کے لیے تجویز کی اور وہاں آپ کے لیے پیغام چھوڑ دیا۔“

”ہاں تمہارا وہ پیغام مجھے مل گیا تھا، لوگ مجھے پوچھتے رہے کہ میں اس بارے میں کیا جانتا ہوں، لیکن میں نے زبان بند رکھی اور تمہارا نام نہیں لیا۔“

”میں اس سلسلے میں شکر کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں مسٹر پاؤل؟“

”بہر طور راجہ نواز احمد فرم یقین کر دو کہ ایک انسان کی حیثیت سے میری تمام ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اور مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میں یہاں تمہاری گرفتاریوں کا ٹکڑا فریضہ انجام دینے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ یہ صرف اتفاق ہے کہ مسٹر پتیز سے دوران گفتگو تمہارا ذکر نکل آیا، خاص طور سے مارکوس ٹریڈرز کے سلسلے پر مسٹر پتیز نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ تمہارا نام سن کر میں چونکا اور میں نے انسپکٹر پتیز کو کچھ نہ بتاتے ہوئے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ میری ملاقات تم سے کرادی جائے۔“

”لیکن کیا آپ کی جہاں آمد میری تلاش کے سلسلے میں نہیں ہے؟“
 ”نہیں۔ میں یہاں کسی اور مقصد سے آیا ہوں۔“

۱۱ وہ میں نے ایک گہری سانس لی، پھر میں نے مسکرا کر کہا: "لیکن میرے مل جانے کے بعد کیا اپنے فرض کے سلسلے میں کوتاہی کریں گے آپ؟"

یاؤل کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا: "یہ درست ہے کہ مجھے اپنے فرض کے سلسلے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے یہ اپنے پیشے سے غداری ہے۔ لیکن ہم لوگوں کے لیے کچھ اصول ہوتے ہیں، میں اس وقت یہاں جس مقصد کی تکمیل کے لیے آیا ہوں صرف وہی انجام دوں گا۔ دوسرے ذہن میں اور نشہ ہیچ مشورہ: "فرمانیے مسٹر یاؤل: میں نے احترام سے کہا۔"

وہ آپ لاس اینجلس کی طرح پہنچے اور وہ خصوصی اجازت نامہ آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ جس کے تحت لاس اینجلس کی انتظامیہ آپ سے تعاون کرنے پر مجبور ہو گئی۔!

"جیو یارک ہی میں میرے ایک کرم فرمانے مجھے یہ ملاقات دلوانی تھی، دراصل اس بات کا مجھے علم ہو گیا تھا۔ مسٹر یاؤل کہ تزلو کا بے برکاز سے زبردست پوزیشن رکھتے ہیں اور مارک کے مختلف علاقوں میں وہ اس کے کاروباری نگرانی کرتے ہیں مجھے یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ تزلو کا اس گروپ میں شامل لوگوں کے سرگتھے ہوتے ہیں اور یہ ان کی شناخت ہے۔ چونکہ زنبی کے انوکھے سلسلے میں ایسے ہی گتھے سروالوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ میں نے گراں ملائیں تو فوراً ہی تزلو کا میرے ذہن میں آ گیا۔ یہاں آکر میں نے مسٹر پیٹر سے اسی وجہ سے تعاون کیا کہ اس طرح میں مقامی سربراہ تک پہنچ سکوں۔"

"کیا آپ مقامی سربراہ کے بارے میں کچھ معلومات رکھتے ہیں۔ یاؤل نے پوچھا۔؟"

"ہاں میرے علم میں مسٹر وکٹر ویلی کا نام آیا ہے اور اس بات کے شواہد مل چکے ہیں کہ وہ لیڈ تزلو کا کا ہی برکار ہے جو یہاں بہترین اختیارات رکھتا ہے اور جس کے تحت یہ سارے کام ہو رہے ہیں۔ لیسٹی طور پر ان علاقوں میں مسٹر ویلی کا ہی عمل دخل ہے اور وہی زنبی کے انوکھا کا باعث بنا ہے، چونکہ نیو یارک میں جو شخص ان لوگوں کے تجارت کی حیثیت کے طور پر کام کرتا تھا وہ مارا جا چکا ہے۔"

"وہ کون تھا؟ انسپیکٹر یاؤل نے پوچھا۔ لیکن اسی وقت پیٹر نے درمیان میں دخل دینے ہوئے کہا۔ یہ تمام بائیس نومبر کے بعد ہی ہو سکتے ہیں۔ میں تو اس بات پر شدید حیران ہوں کہ مارک لوزا صفر اتنی بڑی حیثیت کے مالک نکلے یاؤل مارک لوزا تھا، پھر اس نے کہا۔"

"راجر لوزا - آپ کی محبت اور دوستی حاصل کرنے کے لیے فی الحال میں آپ کو بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی گرفتاری کا وارنٹ لے کر نہیں آیا اور نہ ہی اس سلسلے میں آپ سے کوئی تعویذ کروں گا۔ ہاں اگر حکومت نے یہ اختیارات مجھے سونپے اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں بے کسی مدد پر مجھے یہ ناکوار فریضہ انجام دینا پڑے گا۔ ہاں اگر لوگ صرف ایک دوست کی حیثیت سے ایک دوسرے کے آٹنے مانتے بیٹھے ہوتے ہیں۔"

میں نے سکون کی گہری سانس لی، انسپیکٹر یاؤل اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا۔ کہ از کم غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ میں خوری طور پر ان لوگوں کے حال میں نہیں چھنستا چاہتا تھا۔ ہاں اگر زنبی کے بارے میں کوئی ملو یا حاصل ہو جائے اور مجھے اپنی گرفتاری کے بعد پولیس کی مدد حاصل ہو سکتی تو میں انسپیکٹر یاؤل کو اپنی گرفتاری ضرور پیش کر دیتا۔ بہر صورت اس وقت تقدیر نے مجھے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد انسپیکٹر یاؤل سے کہا۔

"انسپیکٹر یاؤل، آپ یہاں اس سلسلے میں تشریح لائے ہیں؟ وہ میں منشیات کی روک تھام کے لیے اور ان کرہ ہوں کا خاکہ کرنے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہوں، نیو یارک کے ایک بہت بڑے شخص کی بیٹی منشیات فروخت کرنے والوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار چکی ہے، مجھے بھی کچھ گڑیاں ملی تھیں، جن سے یہ پتا چلا کہ لاس اینجلس میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو منشیات سلائی کرنے والے اس گروہ کو کنٹرول کرتا ہے، جو نیو یارک تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اب یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ گروہ تو بہت وسیع ہے اور اس کا دائرہ کار بہت دور تک مصروف عمل ہے۔ مسٹر پیٹر سے میری ملاقات اس سلسلے میں ہوئی تھی۔ وہ شخص کہاں ہے، یہ بات تو مجھے پتا نہیں چلی تھی، لیکن اس کا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا جا رہا ہے۔ امریکہ کے معزز ترین لوگ اس کے ساتھیوں میں شامل ہیں۔ مسٹر پیٹر تم وکٹر ویلی کو تو ابھی طرح جانتے ہو گے۔"

"کیوں نہیں۔ بڑا مضبوط خول رکھتا ہے یہ شخص بھی تاہم جرائم پیشہ افراد اپنے گرد کٹھالی خول چڑھائیں پولیس آہستہ آہستہ یہ تمام خول توڑتی ہے۔"

"ہوں تو نواز اصغر ہے میری آمد کی وجہ اور یہ ہے اتفاقاً یہ ملاقات کا مقصد وہی ہے آپ اس سلسلے میں جو کارروائی کر رہے ہیں، وہ میرا خیال ہے کسی بھی طور پولیس کی کارروائی

سے کم نہیں ہے بلکہ انسپیکٹر پیٹر کا کہنا تو یہ ہے کہ آپ بہت تیزی سے عمل کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں خاصی معلومات حاصل کر رہے ہیں چنانچہ میں خوری طور پر آپ کو اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔"

اب میں نے اٹھ کر انسپیکٹر یاؤل سے مصافحہ کیا تھا، پھر میں نے کہا۔

"انسپیکٹر یاؤل ہم لوگوں کے پیش نگاہ ایک ہی مقصد ہے یعنی ان لوگوں کی تباہی کرنا۔ میں زنبی کا حصول چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تزلو کا خاکہ بھی، جس نے میری پرسکون زندگی کو تہہ و بالا کر دیا۔ اور میں یہی فیصلہ کر چکا ہوں انسپیکٹر یاؤل کہ اگر زنبی کو کوئی نقصان پہنچا تو میں ان میں سے ہر شخص کو جن جن کشت کر دوں گا، پولیس کو ثبوت اور شہاد کی ضرورت ہوگی ہے، لیکن مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں۔"

"لیکن اس کوشش میں کچھ ایسے لوگ بھی آپ کے ہاتھوں مارے جا سکتے ہیں مسٹر نواز جن کی موت مناسب نہ ہو۔"

"ہاں اس بات کے امکانات ہیں، لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کے خلاف مکمل معلومات حاصل کیے بغیر اسے ہلاک نہیں کروں گا۔"

انسپیکٹر یاؤل اور پیٹر کے ہونٹ مسکرائے تھے پھر انسپیکٹر یاؤل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے راجر لوزا اصغر بہر طور جہاں آپ کو ہماری مدد کی ضرورت ہو، وہاں آپ ہمیں نظر انداز نہ کریں۔"

"شکر یہ مسٹر یاؤل نے حد شکر یہ۔ میں نے کہا انسپیکٹر یاؤل کی شخصیت کے اس رخ پر مجھے بے حد حیرت ہوئی تھی اس نے بڑی فزاضی کا ثبوت دیا تھا اور میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انسپیکٹر یاؤل کچھ پر تالو پانے کے بعد اس طرح نظر انداز کر دے گا۔ لیکن میں اس کے ذہن میں کوئی گہرا مضبوط ہو۔ بہر حال میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور اب میں نے سوچ لیا تھا کہ جیسا کہ یاؤل نے کہا ہے کہ وہ منشیات کے سلسلے میں کام کر رہا ہے اور اس کے لیے میرا تعاون چاہتا ہے، وہاں تک تو میں اس سے تعاون کروں گا اور جہاں مجھے اس کے ارادے میں کوئی ٹھوٹ محسوس ہوا، میں اس سے نااہل اختیار کروں گا۔ ظاہر ہے میں اب اپنی پرانی زندگی میں داخل ہو گیا تھا، تو ان لوگوں کے لیے تزلو ترمیمی نہیں تھا اور اپنے بھاؤ کے لیے بیت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اب صورت حال مختلف ہو

گئی تھی میرے ذہن میں کم از کم یہ احساس تھا کہ میں کام کرنے کے لیے آزاد ہوں بہر طور اب زیادہ دلچسپی سے اپنا کام انجام دے سکتا تھا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد میں نے ذہن دوڑا تا شروع کر دیا بلکہ وہی جہاز جس کا نام وہ کونسا تھا میرے ذہن میں تھا اور میں جانتا چاہتا تھا کہ وہ کونسا ہے کسی قسم کی کارروائیاں ہو رہی ہیں مسٹر وکٹر ویلی کے بارے میں مفصل تفصیلات تو بعد میں معلوم کی جا سکتی تھیں پہلے میں اپنے طور پر اطراف کی خبر لے لینا چاہتا تھا اور اس کے لیے میں نے دوسرے دن بندرگاہ کا انتخاب کیا بندرگاہ کے حد نشاندہی غیر ملکی ماحول کی کثرت نظر آتی تھی اور یہ شمار سیاح ارد گرد کے مناظر سے

مخلوطا ہونے کے لیے یہاں موجود ہوتے تھے لیکن اس وقت یہاں میری موجودگی کا سبب کچھ اور تھا اور میں دور بین آنکھوں سے لگائے اس بحری جہاز کو دیکھ رہا تھا جو بندرگاہ میں تھوڑے ناپلے پر کھلے سمندر میں کھڑا تھا اس پر بیچر کا تھینڈا لہرا رہا تھا۔ بہر طور یہ جہاز میری توجہ کا مرکز تھا اور میں اس کے بارے میں یہ جانتا چاہتا تھا کہ یہ قسماً کیسے ہے یہاں چونکہ دوسرے سیاح بھی میری ہی طرح سمندر کا نظارہ کرنے میں مصروف تھے اس لیے کسی نے میری جانب کوئی خاص توجہ نہ دی جہاز کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نیچے اترا اور ایک ریسیورٹ میں ٹھکانا کھانے چلا گیا۔ اب تک میری شخصیت کسی خاص شے سے بالاتر تھی یہاں جو کچھ میں کر چکا تھا اس کے بظاہر خاص نتائج، میرے سامنے نہیں آتے تھے میں جانتا تھا کہ کچھ پر مکمل نگرانی رہی جا رہی ہے لیکن میری اصل حیثیت ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گی ہاں جو کچھ میں کر چکا ہوں اس کے تحت مجھے خطرناک ترین انسان قرار دے دیا گیا ہو گا۔"

وہ بہر حال کھانا کھاتے ہوئے میں نے سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے تب میرے ذہن میں ٹرسیا اور موٹھا کا خیال آیا، یہ دونوں کیا کہہ رہی ہیں میں نے سوچا کہ میں ان سے ملاقات کروں اور تھوڑی دیر کے بعد میں پیٹر کی فراہم کردہ کار میں ہولٹ باؤم گرو کی جانب چل پڑا۔

ٹرسیا اور موٹھا اپنے کمرے میں موجود تھیں مجھ سے مل کر دونوں ہی مسرت سے مکمل اطمینان میں نہ تھے بھی مسکراتے ہوئے ان کا غیر مقدم کیا تھا۔

"جیلو سیا۔ جیلو سونیا۔ کیسے حال ہیں تم دونوں کے؟" "ٹھیک ہیں۔ آپ سنائیے مسٹر نواز؟" "میں بھی ٹھیک ہوں۔"

” کیا اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی عمل میں آئی ہم تو بس آپ کا انتظار کرتے رہتے ہیں چونکہ آپ کے بغیر میری مزہ ہی نہیں آتا۔“

” میں اس کے لیے شکر گزار ہوں ویسے تو لوگوں نے جس نہایت کا ثبوت دے کر میرے ساتھ تعاون کیا ہے میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔“

” بہت بہت شکریہ! ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے سپرد کوئی نئی ذمہ داری کر دیں۔“

” ممکن ہے بہت جلد میں تمہیں اس سلسلے میں کچھ اور تفصیلات بتاؤں۔“

” مارکوس ٹیڈرز پر سنا ہے چھاپہ پڑا ہے۔“

” ہاں چھاپہ پڑا تھا لیکن اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں ہو سکی۔“

” کیوں؟“

” اس لیے کہ وہ اس صاحب اختیار لوگوں کے زیر اثر ہے کہ اس کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کی بھی نہیں جاسکتی۔“

” یہ تو بہت افسوس ناک خبر ہے۔“

” ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہر طور یہ سب کچھ ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

” تو پھر آپ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟“

” جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کر رہا ہوں۔ میں نے ان دونوں کو اپنے بارے میں کچھ بتانا غیر مناسب سمجھا ہے اس لیے انہیں نہ صرف مسٹر باؤل سے دلچسپی ہو سکتی تھی اور نہ پیٹر سے اور نہ میرے معاملات سے وہ تو مجھے جس حیثیت سے جانتی تھیں اس لیے اسی حیثیت سے ان کا جانا مناسب تھا۔“

” توڑی دیر تک میں ان کے ساتھ رہا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑا۔ خیال یہ تھا کہ اگر صورت حال بہتر ہو تو ایک بار گرین باؤچ سے ملاقات کی جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ اس کے اپنے حالات کیسے ہیں مائیکل کے بارے میں جانتا ہوں ضروری تھا توڑی دیر تک منتظر نہ کروں پر چلو گلا ہا اپنی کار میں سڑک تار ہا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنا ہا کہ میرا تعاقب کو نہیں کیا جا رہا۔ کیونکہ گرین باؤچ کی زندگی میری زندگی سے بھی زیادہ قیمتی تھی وہ بے چاری جن حالات کا شکار ہوئی تھی اس کے تحت مجھے اس سے بھدوی بھی ہو گئی تھی۔“

” پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ میرا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے تو میں نے اس اعتبار سے مناسب سمجھی اپنی کاررواکر میں ایک

رستوران میں داخل ہوا اور اس کے عقبی حصے سے نکل کر دیکھے کی گلی میں گیا اس رستوران کو میں پہلے بھی اپنے لیے استعمال کر چکا تھا اس لیے اس کی جانے تو قریب کے بارے میں مجھے تا آنفصیلات معلوم تھی میں عقبی حصے سے نکل کر سڑک پر پہنچا اور پھر وہاں سے ایک ایسی عیسوی روکی جس میں کچھ سواریاں ابھی ایسی تیز رفتاری سے اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ عیسوی شلوکی نہیں ہو سکتی اس میں بیٹھ کر میں گرین باؤچ کے اس فلیٹ کی جانب چل پڑا جہاں وہ اپنے بھائی مائیکل باؤچ کے ساتھ مقیم تھی جب میں گرین باؤچ کے فلیٹ پر پہنچا اور میں نے بل بجائی تو چند لمحات کے لیے اندر داخل فراموشی سے طاری رہی پھر آئی بولی سے باہر جھانکا گیا اور مجھے پہچان کر فوراً ہی دروازہ کھول دیا گیا گرین باؤچ کے ہاتھ میں ہتھوڑی میں دیکھ چکا تھا میں نے مسکراتے ہوئے اس سے رسمی کلمات ادا کیے اور اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔“

” میں تمہارے ہاتھوں میں ہتھوڑی دیکھ چکا ہوں گرین باؤچ سے چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔“

” سواری ڈیزل تم جانتے ہو کہ آپ میرے لیے کتنا ضروری ہو گیا ہے۔“

” ہاں گرین تمہارے معاملات سے مجھے تشویش ہے۔“

” مائیکل کی حالت اب خاصی بہتر ہو گئی ہے آفس سے ملو۔“

” گرین باؤچ نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں اس کا بھائی مائیکل لیٹر بہ دراز تھا اس کی حالت کافی خراب تھی گرین باؤچ گئے تھے۔“

” میں نے خود ہی اس کا علاج شروع کر دیا ہے کچھ ایسے انکس دے دیے ہیں اسے جس سے اس کی لٹے کی طلب کم ہو گئی ہے تاہم توڑی توڑی طبی مشورے اور ادویات میں اسے اب بھی دے رہی ہوں تاکہ اس کی زندگی برقرار رہے مائیکل باؤچ اس وقت پوری طرح ہوش میں تھا اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے میرا اس نے کہا۔“

” آپ مسٹر نواز ہیں؟“

” ہاں مائیکل۔ تمہاری کس طبیعت ہے؟“

” میں ٹھیک ہوں آپ کا شکر ہے اور انجانا ہوں۔“

” نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے یہ انسانی بھدوی ہی تھی اور میرا فرض بھی۔“

” میں راستے سے بیٹھا ہوا انسان ہوں جناب کچھ میں نہیں آتا کس طرح اس کا سامنا کروں یہ جب بھی میرے سامنے آتی ہے میری نگاہیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔“

” کیا تمہیں معلوم ہے مائیکل باؤچ کے گرین باؤچ کو تمہاری وجہ سے کس کن معیشتوں کا شکار ہو پڑا۔“

” مجھے کچھ نہیں بتائی میں اس سے پوچھ رہا ہوں لیکن یہ پتہ بارے میں مجھے ہے کچھ نہیں کہتی؟“

” مجھ سے سونہماری وجہ سے یہ ان لوگوں کی آواز کاربن گئی جو بدترین جرائم پیشہ افراد ہیں وہ اس طرح طرح سے مجبور رہتے رہے یوں کچھ کمزیری اور اس کی ملاقات بس دشمن کی طرح سے ہوئی تھی لیکن شکر ہے کہ وہاں میں تم آگئے اور ہمارے درمیان دشمن کے تانے خود بخود ٹوٹ گئے۔“

” آہ۔ کاش میں یہ سب کچھ نہ ہوتا۔“

” اب افسوس کرنے سے کچھ نہیں ہوگا مائیکل باؤچ مسئلہ یہ ہے کہ تمہارے جیسے لاکھوں انسان ان کے چنگل میں دے دیے ہوئے مسک رہے ہیں اور گرین باؤچ جیسی لاکھوں لاکھوں ان کے پیچھے ستم کا شکار رہی ہوئی ہیں انہیں اس سب سے نمٹنے کے لیے کیا بندوبست کیا جائے گا کہ اس کا کچھ حل بتا سکتے ہو۔؟“

” میں ایک بے اوقات آدمی ہوں جناب بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں البتہ ایک بات میں آپ کو ضرور بتا سکتا ہوں لیکن ہے آپ کے ہلام آسکے۔“

” ہاں۔ ہاں کہو۔“

” آپ تو جانتے ہیں کہ میں صحت منشیات استعمال کرنے والا ایک شخص تھا ان کے لیے کام میں کرنا ہا ہوں یہاں سے سفری سلسلے میں یعنی جس طرح سے ایک سڑک ہانی ڈیوڈ جانی ہے اگر داہنی جانب ایک غیر آباد سڑک پر چلے جائے تو توڑی توڑی دور چلنے کے بعد آپ کو ساحل مل جائے گا ساحل سے تھوڑے فاصلے پر ایک جزیرہ موجود ہے وہ جزیرہ ان لوگوں کا مرکز ہے اور وہاں سے یہ لوگ منشیات کی تجارت کے لیے موثر اقدامات کرتے ہیں اگر آپ اس کا جائزہ لے لیں تو ممکن ہے آپ کو کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔ گرین باؤچ غور سے یہ الفاظ سن رہی تھی اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔“

” مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا مسٹر فور۔“

” میں جانتا ہوں گرین وہ سب کچھ اپنی تمام باتیں تو نہیں جانتے ہوں گے لیکن ہے مائیکل کو انہوں نے یہ کچھ ہو کر یہ تو لے گا سا آدمی ہے توڑی توڑی بعد مر جائے گا اس لیے انہوں نے اس سے یہ بات چھپانے کی ضرورت نہ محسوس کی ہو۔“

” یقیناً یہ بات ہے میں نے ان کے یہ الفاظ بھی سنے تھے۔“

” مائیکل نے جواب دیا۔“

” اب تمہارا کیا پروگرام ہے گرین باؤچ؟“

” دل چاہتا ہے یہاں سے نکل جاؤں مگر میں اور جلی جاؤں کی ایسی جگہ جہاں سے میں اپنے بھائی کو مکمل طور پر زندگی کی جانب دالیں لے آؤں لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ پیچھے چھوڑے ہوئے ہیں سو مجھے پھر رہے ہوں گے اس لیے مجبور ہے تاہم میں اس کوشش میں مصروف ہوں کہ جب بھی مجھے موقع ملا یہاں سے نکل جاؤں گی۔“

” خدا تمہیں تمہاری کوشش میں کامیاب کرے ویسے ذاتی طور پر میری امداد کی جس قدر ضرورت ہو میں حاضر ہوں۔“

” آپ جو کچھ مجھے دے سکتے ہیں وہ میرے لیے اتنا ہے کہ میں آپ کے احسان کے لہجہ سے سر نہیں اٹھا سکتی۔“

” نہیں گرین باؤچ اس کے علاوہ اس کے علاوہ بھی میں تمہارے لیے بہت کچھ کرنے کو تیار ہوں۔“

” اگر مجھے کبھی آپ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کو ضرور تکلیف دوں گی۔ گرین باؤچ نے آہستہ سے کہا۔“

” اور میں آپ کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا ہوں مسٹر نواز میری زندگی بے مقصد ہے اس سے کہو کہ یہ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کرے میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا اندرونی نظام کس حد تک گڑبگڑ چکھا ہے۔ لیکن ہے زندہ نہ رہ سکوں۔“

” میں تمہیں زندہ رکھوں گی مائیکل تمہارا علاوہ میرا اس دنیا میں ہے ہی کون۔؟“

” تم دونوں ہی زندہ رہو گے بے فکر ہو جاؤں کن خیالات کو ذہن دو لی میں جگہ مت ہو۔ میں نے انہیں تسلی دے کر کہا مائیکل باؤچ سے جو کچھ — معلوم ہوا تھا وہ میرے لیے قابل تدر تھا اور مجھے اس سلسلے میں فوری طور پر کوئی کارروائی کر لینا چاہیے تھا۔“

” چنانچہ ان لوگوں سے رخصت ہونے کے بعد میں اپنے فلیٹ پر واپس پہنچ گیا یہ فلیٹ میرے لیے واقعی ایک نعمت ہے کم نہیں تھا یہاں سے میں اپنی تمام کارروائیاں کر سکتا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے اپنے چہرے پر ہلکا ہلکا سائیک اپ کیا اور تیار ہونے کے بعد وہاں سے نکل آیا میں نے اپنے ساتھ لے لیا سامان بھی لے لیا تھا جس کے ذریعے میں اپنی اس کارروائی پر عمل کر سکتا تھا جو آج میرے ذہن میں تھی میری کار کا رخ اس سمت ہو گیا جو میرا مائیکل باؤچ نے مجھے اشارہ کیا تھا کار تیز رفتاری سے دوڑتی رہی میں اندازہ لگا رہا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا گیا اس سلسلے میں بروقت ہی محتاط رہنا پڑتا تھا اور یہی احتیاط

میرے لیے کامیابی کی ضمانت تھی۔

پھر جب میں نے اس طرف سے اطمینان کر لیا تو میں شہر سے باہر نکل آیا۔ کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد ااپنے ہاتھ پر ایک غیر آباد سی سرک نظر آیا۔ منگ میں پر ٹیکو لکھا ہوا تھا۔ میں نے کار اس روڈ پر ڈال دی راستے میں مجھے ایک چھوٹا سا نصبہ نظر آیا اس سے پچھڑا آگے جا کر میں نے درختوں کے ایک جھنڈ میں کار روٹی دی اور پیدل چل پڑا کافی دور کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک ہنر نظر آیا جس کے پیشے پر پہنچ کر میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر وہ چھوٹا سا جزیرہ نظر آیا تھا جس کا نام ٹیکو تھا۔ جس جریسے کے بارے میں مجھے مائیکل واچ نے بتایا تھا واقعی جزیرہ کا تھا۔ جینینوں نے سمندر میں مٹی ڈال کر ایک چھوٹا سا خط بنا لیا تھا۔ کہاں کے بارے میں کوئی خاص اندازہ لگانا مشکل تھا۔ بہر طور وہ جی سے وہاں پر وہ چھوٹی سی بندرگاہ بھی دیکھی جا سکتی تھی جس پر چھوٹی چھوٹی لائینیں لنگر انداز ہو سکتی تھیں۔ بندرگاہ سے ہٹ کر باقی کا سارا علاقہ ویران ویران پڑا ہوا تھا۔ ٹیکو پر چھوٹے موٹے مکانات بھی بکھرے نظر آ رہے تھے۔

میں ان کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا اگر اس تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو اس میں بہت زیادہ مشکل نہیں ہوگی۔ بہر طور اس وقت صرف اس کا جائزہ لینا مقصود تھا۔ چنانچہ میں اچھی طرح ٹیکو کا جائزہ لینے کے بعد واپس مڑا اور اپنی کار تک پہنچ گیا۔

لیکن دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اگر کہیں کوئی کے جھنڈ میں چھوڑ دی جائے تو میرے کام آسکتی ہے۔ یہ بات میں نے اپنے منہ سے کہے کہ تھ سوچی تھی یہاں سے تھوڑے فاصلے پر پیدل چلنا پڑتا اور اس کے بعد مجھے ایک ایسی ہی مل سکتی تھی جو مجھے شہر تک پہنچا دیتی۔ کار کو اسی جگہ چھوڑنا مناسب تھا کیونکہ کسی غیر مناسب وقت میں مجھے یہاں سے سواری ملنا ممکن نہیں ہوتا۔

تھوڑے فاصلے تک چلنے کے بعد مجھے وہ بس مل گئی اور اس میں بیٹھ کر میں شہر آ گیا۔ پھر ایک میسجی کر کے اپنے ٹیلی فون پہنچ گیا باقی وقت میں نے سکون سے ٹیلی فون پر بات کی۔ یہی گفدا تھا شام کو بلا جھلکا سا نائٹ کرنے کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا اور پھر اس وقت اچھا جب رات کے تقریباً پانچ بجے رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر اپنا لباس پہنا۔ مقصد میں قسم کے رہ رسول کے جوتے پہننے رہا اور جب میں ڈالا اور ٹیلی فون سے باہر نکل آیا۔

میرا رخ اب بندرگاہ کی جانب تھا جہاں میں نے دیکھا تو دیکھا تھا۔ بندرگاہ کے مرکزی حصے میں پہنچا تو چاندنی تاروں طرف چلتی ہوئی تھی۔ ایک جگہ رگڑا اور ادھر کا جائزہ لینے کا پچاس گز تیجے ایک تار کی سی عمارت نظر آ رہی تھی۔ میں یونہی قدم اٹھاتا ہوا اس عمارت کی جانب چل پڑا۔ دفعتاً مجھے اس عمارت میں کچھ ہبوں سے نظر آئے تو میں چونکا ہو گیا۔

میں نے وہاں طرف دیکھا تو ادھر سے بھی چند آدمی اپنی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی وقت نہ ہوئی کہ وہ صبح تھے۔ ابھی آتنا ہی جائزہ لے پا رہا تھا کہ ایک لمحے کے لیے چاند بادلوں میں چھپ گیا اور تار کی جھانکی اس موقع سے ناگہا اٹھا کر میں نے پھر سے اپنا ریلو اور نکالا یہ اندازہ تو میں لگا ہی چکا تھا کہ مجھے چاروں طرف سے گھرا جا رہا ہے۔ بہر طور اس وقت انتہائی ہوشیار سی سے کام کرنا مناسب تھا ان لوگوں کو میرے بارے میں شبہ ہو گیا تھا چنانچہ ریلو اور ہاتھ میں نکال کر میں پھر سے ایک طرف دوڑ پڑا کچھ دور جا کر پیچھے نظر ڈالی تو تعجب میں آئے والوں کو اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے پایا ایک لمحے کے لیے میں ٹھٹھا کر تو مجھے دفعتاً پستول کے نشے نظر آئے لیکن فائر کی آواز نہیں سنا دی تھی اس کا مطلب تھا کہ ان کے پستولوں پر نائٹ مشین لگے ہوئے ہیں۔ میں فوراً زمین پر گر پڑا اور دو گولیاں میرے بالوں کو چھوئی ہوئی لڑ گئیں۔ بہت معمولی سا فرق رہ گیا تھا۔ نہ شاید میری کوسٹری میں وہ دوسرا رخ ہو جاتے میں پھر سے اب ایک اور عمارت کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دوسرے لمحے عمارت کا احاطہ چھلانگ کر میں اندر پہنچ گیا اور احاطے ہی کے ساتھ دوڑتا ہوا دوسری سمت نکل آیا۔

میں ایک جگہ رگڑ کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ میرے تعاقب کرنے والوں نے مجھے دیکھا ہے یا نہیں لیکن ذرا سی ہی دیر لگزی تھی کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سنا دی اور پھر کچھ آوازیں بھی میرے کانوں سے مل گئیں۔

تاریکی کی وجہ سے وہ میرے بارے میں صحیح طور پر اندازہ تو نہیں لگا سکتے تھے لیکن کم از کم یہ اندازہ انہوں نے ضرور لگایا تھا کہ میں اس عمارت میں داخل ہوا ہوں چاندیاک بار پھر نکل آیا تھا میں نے اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو آدمی جو کئے انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ہاتھوں کا کوئی بتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں۔

میں چند لمحات سوچتا رہا یہ دونوں آہستہ آہستہ اس سمت بڑھتے چلے آ رہے تھے اگر میں ان دونوں کو اس جگہ قابو کر لوں

لوں تو میرا خیال ہے مجھے آسانی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے پستول کو تیب میں رکھ لیا اور اپنی جگہ جب کہ ان کا انتظار کرنے لگا روشتی اس سلسلے میں خطرناک تھی اور مجھے خوف تھا کہ اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو فوراً ہی مجھ پر گولیاں چلا دیں گے لیکن چاند کی آنکھ چوٹی میرے کام آ رہی تھی اس بار جب چاند چنڈوں کے لیے بادلوں کی اوٹ میں گیا اور تار کی چھیل تو میں نے دیر نہیں کی میں خاموشی سے اپنی جگہ سے ہٹا اور برق رفتار سی اس ان پر جا پڑا۔

گو ان کے ہاتھوں میں پستول تھے لیکن روشنی میں نہیں تھے اندازہ لگایا تھا کہ ان کی کپڑوں میں کچھ چنانچہ عقب سے جب میں نے انہیں چھپا تو وہ اونہ سے منگر پڑے میں نے سب سے پہلے ان کی پستولوں پر ہاتھ ڈالا تھا اور دوسرے لمحے ساٹھ لپٹے ہوئے دونوں پستولوں میں ان کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب دیر کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا میں نے ان میں سے ایک کی گردن پر ایک زوردار ہاتھ مارا اور تڑپنے کی آواز سنا دی وہ اس شخص کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی لیکن دوسرے نے انتہائی پھرتی سے میری گرفت سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی یہ میری خوش قسمت تھی یا اس کی بد قسمتی کہ وہ اپنے ساتھی کے بدن سے لگ کر کھینچ گیا اور اس زور سے لگا کہ اس کے حلق سے کراہ نکال گئی اس کے بعد میں پھلاسا سے کہاں کو تھوڑے سے نکلتا تھا۔ میں نے اس کی گردن پر ہاتھ جما دیے اور اس وقت تک زور لگاتا رہا جب تک کہ تعین نہ ہو گیا کہ اب اس میں زندگی کی رقی باقی نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے ان کے پستول اپنے کے قبضے میں لے لیے کیونکہ میرے پستول پر سائینس نہیں تھا۔

اب ایک سائینس لگا ہوا پستول میری جیب میں تھا اور دوسرا ہاتھ میں تھا اس کے بعد میں احاطے کی عقبی دیوار چھلانگ کر دوسری طرف آ گیا کچھ اور اندر اچھی میری تلاش میں ضرورت تھی لیکن تاریکی کی وجہ سے وہ اچھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ میں کہاں ہوں میں نے ایک اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک اسٹیمر نظر آیا جس کے قریب دو آدمی کھڑے ہوئے تھے اور اس کے مخالف سمت دو آدمی ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس وقت خاموشی تماشاخی بن کر چھڑ رہنا نہیں ہے کیونکہ وہ میرے چاروں طرف گھبراہٹ مچا رہے ہیں اس سے قبل کہ وہ میرے فرار کے تمام راستے مسدود کر دیں چھانچنے لیے راستہ بنا لوں میں نے قریب ہی شخص کا نشانہ لیا اور

گولی چلا دی گولی کھا کر وہ دفعتاً پانی میں جا کر لیکن اپنے ساتھی کا یہ مشورہ دیکھ کر دوسرے نے بھاگ کر اسٹیمر کی آڑ میں پناہ لے لی تھی۔ ٹیلے پر کھڑے دونوں آدمی البتہ اپنے انجام سے بے خبر تھے دوسرے ان لوگوں کا نشانہ لگنا ناممکن نہیں تھا لیکن پھر بھی میں نے تاک کر ایک گولی داغ دی اگلے ہی لمحے ایک عیبگیاں بیچ سنا دی تھی اور وہ شخص اپنی ایک ٹانگ پر کھڑا تھا ہوا ٹیلے سے نیچے جا کر میں ایک اور فائر کرنا چاہتا تھا لیکن ایک سیاہ بادلوں نے چاند کو ایک بار پھر اپنی آغوش میں لے لیا۔

میں نے تار کی کوشش کو منسبت کرنا اور فائر کا ارادہ ترک کر کے گودا سے نکل کر ایک طرف دوڑ پڑا۔ شکل دس گڑا فاصلے طے کیا ہو گا کہ چاند پھر نکل آیا تھا تب کرنے والوں نے مجھے روشنی میں دوڑتے ہوئے چوٹی دیکھ لیا تھا اور پھر وہ جیج کر ایک دوسرے کو آگاہ کرنے لگے۔ اب وہ بیچ پکارا کرتے ہوئے میرے اطراف میں دوڑتے بھاگتے پھر رہے تھے اور مجھے گھرے میں لینے کی کوشش کر رہے تھے میں نے ان کا ٹھہرا توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے فرار کے سارے راستے بند کر دیے تھے اور مجھے قدم پندام موت کی طرف بڑھانا پڑا ہوا تھا صرف سمندر کی طرف جانے والا راستہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں جان بچانے کے لیے اس طرف دوڑتا رہوں۔

دوڑتے دوڑتے کسی عمارت یا کہیں کی آڑ لے کر ایک ادھ نائروانے رہنا اور پھر بھاگنے لگتا میری تمام تر کوشش کے باوجود ان کا گھیرا تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا تھا کیونکہ ان کی تعداد بہت تھی میں نے ایک ایک کر کے ریلو اور کی ساری گولیاں ان پر خالی کر دیں اور پھر ریلو اور ان کی جانب چیک کر کے سمندر کی طرف دوڑ پڑا۔

کنارے پر پہنچا تو ایک ساتھ تین چار فائر ہوئے اور گولیاں سنسنائی ہوئی واپس ہائیں نکل گئیں دو گولیوں نے میرے کوٹ کی آستین میں سوراخ کر دیا تھا میں نے انہیں ایک چکڑ دینے کے لیے چھوٹ موٹ کی زوردار جیج ماری اور ہاتھ لبر کر لوٹی پانی میں چھلانگ لگا دی جیسے گولیاں بیچھ نشتانے پر لگی ہوں اور میرا کام تمام ہو گیا ہو۔

لیکن پانی میں کودنے سے پہلے میں نے پھیپھڑوں میں اچھی طرح بھر لی تھی چند منٹ تک پانی کے اندر آہستہ آہستہ سانس خارج کرتا رہا اس طرح کے پانی کی سطح پر بیٹھے پیدا ہونے لگے جو انہیں میرے ڈوب مرنے کا یقین دلانے کے لیے کافی تھے چند ہی لمحات کے بعد میں نے مارچوں کی روشنیاں دیکھیں جو

ہینچ کر اس پر موجود لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی گئی۔

ایشیئر بالیچ دور سے دیکھنے پر اتنی وسیع نظر نہیں آ رہی تھی جتنا قریب پہنچتے پر محسوس ہوا میں نے اس کے کنارے کھڑے ہو کر دیکھا اور اسے سنسنان دیکھ کر ایک دم اس پر چڑھ گیا۔ اسے اضطراب ہی حرکت تھی دیکھنا کے قریب انگڑائیاں اٹھائیں اور صبح طور پر جائزہ لینا جاتا تھا۔

ایشیئر پر ایک جگہ کھڑے ہوئی تھی ایک طرف کچھ اور سامان چنا ہوا تھا لیکن مجھے کارآمد چیز نظر آئی وہ روسوں کا ایک ڈھیر تھا جو خاصا بلند تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا جہاز کے اوپر سے اگر سچے جھانکا جاتا تو میری کارروائیاں باآسانی نظر آ سکتی تھیں اس لیے بہتر یہ تھا کہ اس روسوں کے ڈھیر میں چھپ کر میں اس جہاز کا جائزہ لوں۔

چنانچہ میں پھرتی سے آگے بڑھتا ہوا روسوں کے ڈھیر کے قریب پہنچ گیا اور اس کے بعد ان کے درمیان میں داخل ہو کر پوشیدہ ہو گیا، اب میری نظر اوپر کا بخوبی جائزہ لینے لگی تھی بندھے میں منت یہاں بھی کھڑے اور اس کے بعد درختا ایشیئر پر تیز روشنی پھیل گئی میں نے اس روشنی سے آنکھوں کو چھایا جو اندھونے سے بچانے کے لیے نگاہیں جھکا لی تھیں لیکن روشنی کا زاویہ کسی حد تک بدل گیا تو سیریں آنکھیں دیکھنے کے قابل ہو گئیں اوپر سے اس کی سیریں لٹکانی جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے لالچ کو بالکل ہی خالی چھوڑ دیا تھا وہ وہی بائیں ہو سکتی تھیں یا تو لالچ پر زیادہ افراد تھے نہیں باپھر سب کے سب اوپر چلے گئے تھے چند ہی لمحات کے بعد اس کی سیریں سے وہ آری نیچے اترتے ہوئے نظر آئے اور اس کے بعد میں نے جہاز پر گھر گھر اہٹ کی ایک آواز سنی۔ اس گھر گھر اہٹ کے بارے میں میرے حواس کا لالچ نے فوراً اندازہ لگایا تھا کہ یہ کرن چلنے کی آواز ہے۔ کرن سے کیا اتارا جا رہا ہے۔ میں نے سوچا اور خاموشی سے یہ نظر دیکھتا رہا اور میری آنکھوں نے ایک دلچسپ نظر دیکھا ایک عجیب سی ساخت کا بندل اوپر سے نیچے اتارا جا رہا تھا ایک دواد۔

میں بندل نیچے اتارے گئے اور پھر کرن کی آواز بند ہو گئی اس کی راؤ دوسری طرف مڑ گئی تھی ان بندلوں میں کیا ہے۔ میں نے سوچا لیکن سوچنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا میں نے ایک دم اشارت ہو چکا تھا اب اگر میں یہاں سے نکل کر سمند میں کودنے کی کوشش کروں تو یقیناً مجھے دیکھ لیا جائے گا اور اس کے بعد میری زندگی نامکن ہو جائے گی جہاز پر موجود لوگ غیر مسلح

نہیں ہوں گے دیکھنا میری نگاہوں میں مشکوک تھا اور ایشیئر پر جو وہ افراد موجود تھے ان کے بارے میں میں میرا اندازہ تھا کہ یہ باآسانی مجھے اپنا نشان بنا سکتے ہیں کیونکہ ایک آدمی بالکل فری تھا۔ میں اس کے بارے میں یہ اندازہ تو نہیں لگا سکتا تھا کہ اس کے پاس ہتھیار کی کون سی قسم ہے لیکن اتنا میں جانتا تھا کہ اس قسم کے کام کرنے والے غیر مسلح نہیں ہوتے چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں روسوں کے درمیان چھپا رہوں ویسے یہ بھی عجیب صورت حال ہوئی تھی اگر یہ ایشیئر کی لمبے سفر پر روانہ ہو گیا تو مصیبت کا نشانہ ہو جاؤں گا درحقیقت سوچتا رہا لیکن پھر شہدائی سانس لے کر خاموشی ہی ہو جاتا پڑا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی تکیہ میری کبھی نہیں آتی تھی۔ لیکن ایشیئر کا سفر زیادہ لمبے نہیں تھا وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک جلتا رہا اور اس کے بعد ایک جگہ انگڑائیاں ہو گیا میں نے ان دونوں کی اہٹیں لینا شروع کر دیں وہ کسی سے بائیں کر رہے تھے پھر کھڑے اور اندازہ لالچ پر آگئے اور انہوں نے وہ بندل اٹھالیں جنہیں لے کر وہ یہاں تک آئے تھے مجھے بڑا تعجب تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے لیکن اگر ذہن دوڑاتا تو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوتی کہ دیکھنا اس کے جہاز پر تمام کاما ل یہاں منتقل کیا جا رہا ہے۔

بہر طور ایک بار مجھے موقع مل گیا اور میں روسوں سے باہر نکل آیا پھر جھپٹتا ہوا حضور سانس کے بڑھا اور ان لوگوں کی کارروائی کا جائزہ لینے لگا بندل اٹھائے ہوئے یہ تمام ہی افراد ایک سمت بڑھ رہے تھے میں نے یہ جگہ جانی پہچانی محسوس کی اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ میلو کے نزدیک ہی وہ قصبہ ہے جسے میں دن کی روشنی میں دیکھ چکا تھا گو اب میں پیدل اس جگہ پہنچنے کی کوشش کروں جہاں میری کار چھپی ہوئی تھی تو مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہو۔ حیرت انگیز طور پر میری دن کی کارروائی میرے کام آئی تھی۔

بہر طور میں ان لوگوں کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا ایشیئر میں جگہ انگڑائیاں ہوا تھا وہ ایک کھاڑی تھی جو سمندر سے اس طرف آئی تھی اور اس کھاڑی میں اس کے لیے ہوئے ٹھکانے موجود تھے جہاں سے وہ لوگ باآسانی منتقلی تک پہنچ سکتے تھے یہ کھاڑی بھی دن کی روشنی میں میری نگاہوں سے محفوظ رہی تھی۔

بہر طور جس طرف وہ چلے تھے اس سمت میں ان کا تعاقب کرنا ہوا پہنچ گیا چھوٹے سے قصبے میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی چنانچہ میں یہاں کون رہتا تھا اسے قصبہ کہا۔ یہی جا سکتا تھا یا نہیں کیونکہ میں اس کی آبادی کا مکمل اندازہ نہیں

لگا سکتا تھا دن کی روشنی میں تو میں بوجی سرسری نگاہ سے اسے دیکھا تھا اور چند ہی مکانات مجھے نظر آئے تھے جس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ کوئی چوڑا سا سہاڑی قصبہ ہے لیکن اس وقت دیکھنے سے یہ اندازہ ہوا کہ اسے قصبہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا جو کہ یہاں مکانات کی تعداد بہت ہی کم تھی اس کا مقصد ہے کہ یہ کوئی ایسی ہی آبادی ہے جس کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا مشکل ہے میں آبادی کے مکانات کے پاس پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک جھوٹے سے پھیریل کی جہت کے گودام کے نزدیک پہنچ گیا۔

اسے گودام ہی کہا جا سکتا تھا کیونکہ اس کی ساخت کچھ اس قسم کی تھی ان میں سے ایک نے گودام کا دروازہ کھولا اور پھر وہ تینوں بندل اندر پہنچا دیے گئے اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس ایشیئر کی جانب چل پڑے تھے وہ دو آدمی جو ایشیئر پر سامان لے کر یہاں آئے تھے ایشیئر میں بیٹھ کر واپس چل پڑے باقی تین افراد قصبے کے ایک مکان کی جانب چل پڑے تھے لیکن یہ مکان باجگہ وہ نہیں تھی جہاں میں نے انہیں سامان رکھنے ہوئے دیکھا تھا ایک بہت ہی دلچسپ بات مجھے معلوم ہو گئی تھی وہ چاہتا تھا کہ اس سامان کا جائزہ لوں لیکن اب حد سے آگے بڑھنا مناسب نہیں تھا کہ انکے یہ اظہار تو پاؤں اور دستر پیش کر چکا ہی دونوں اس کے بعد جھوٹا گودام دیکھا جانے گا۔

چنانچہ اب واپسی کا سفر میرے لیے نہایت موزوں تھا وہاں بھی بھیگے ہوئے لباس سے بدن کو شہد بادل میں پوری تھی لیکن کسی نہ کسی طرح میں درختوں کے اس جھنڈ تک پہنچ گیا جہاں میری کار موجود تھی اس وقت اس کی کار کی موجودگی مجھے دنیا کی سب سے شاندار نعمت محسوس ہو رہی تھی اور میں اپنی ذہانت پر عیش عشق کر رہا تھا حالانکہ میں نے یہی سوچا تھا کہ ممکن ہے کہ یہی اس طرف آنا ہو جائے ایسے موقع پر یہ کار میرے کام آ سکتی تھی لیکن یہ وقت اتنی جلدی آجائے گا اس کاخبر مجھے ہی مل گئی تھی۔ میں نے کوٹ اتار کر لاری کی پمپل سیٹ پر بیٹھ بیٹھا لاری کھول کر ایک طرف ڈالی تلوں کے پانچے چڑھائے اور پھر کار کے ایشیئر تک پہنچ کر کار اشارت کر دی چند لمحات کے بعد ہی درختوں کے جھنڈے کا رنگال کا آگے بڑھ گیا اور پھر تیز رفتاری سے شہر کی جانب چل پڑا۔

ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ کامیابی کی اس قدر امید نہیں تھی ایک اندازے سے یہ سب کچھ کیا تھا لیکن تیر نشا نے پر بیٹھا تھا اب صورت حال یہ تھی کہ مجھے ان کا ایک نام تک اندازہ

معلوم ہو گیا تھا اور خاص بات یہ تھی کہ حکومت امریکہ اس وقت منشیات کی اسٹاکنگ اور امریکہ میں اس کے پھیلنے سے روکنے کے لیے بوری طرح مصروف عمل تھی اور اس سلسلے میں کافی پیسے کی جاری تھی مسٹر پاڈل نے مجھ سے تعاون کیا تھا میرے خیال میں یہ بہت بڑی بات تھی، ورنہ دوسرے سے کہ جسے تھل کے مجرم اور جیل لوگر خود فرار ہونے والے کو تھامنا دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

مگر اب مجھے کیا کرنا چاہیے، بیٹھو کہ بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد اسے نظر انداز کرنا غیر مناسب تھا۔ لیکن یہ اس دوران وہ کچھ اور کارروائی کر ڈالی تھی جس سے اس مکان سے منشیات کا وہ ذخیرہ بٹا دیا جائے جس کا تعاقب کرتا ہوا میں تھی جہاز و دیگر سامان سے یہاں تک پہنچا تھا اتنی مشکل سے اتنی معلومات حاصل ہونے کے بعد اگر میں اپنی کوششوں سے ناکام رہتا تو یہ نہایت افسوس ناک بات ہوتی چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں ٹیلیف پر پہنچ کر گیا ہر چند کہ رات کافی ہو چکی تھی اور میرا علم یہ تھا کہ یہاں تک اس کے بدن چھوڑ رہا تھا لیکن دل میں ایک لمحے بھی میں جانتا تھا کہ میں حکومت امریکہ کے لیے کچھ نہیں کر رہا اس میں کوئی شک نہیں کہ منشیات فروشی موت کا سودا کرتے پھر رہے تھے یہ تھامنا انسان ان کے ہاتھوں موت کا شکار ہو رہے تھے ان کی زندگی جانوروں سے بدتر ہو چکی تھی مسٹر پیٹر نے مجھے جو کچھ اس مردہ خانے میں دکھایا تھا اسے دیکھ کر دل دہل جاتا تھا منشیات کے عادی نوجوان کتے بیٹوں کی طرح ہلاک ہو رہے تھے ہر چند کہ ان کا تعلق میرے رنگ اور میری نسل سے نہیں تھا لیکن اگر سلی تعبیر کو نظر انداز کر دیا جائے تو انسانوں کی نسل کو کیساں ہی ہوتی ہے چنانچہ یہ مسئلہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

میں نے ٹیلیف پینچنے کے بعد آرام کرنا مناسب نہیں سمجھا ان لوگوں پر فوری ضرب لگانے پر جہاز ہر جا رہا تھا چنانچہ تھوڑی دیر بعد مسٹر پیٹر سے میں نے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا کافی دیر کے بعد دوسری طرف سے فون رسید کیا تھا مسٹر پیٹر سو رہے تھے یہ فون ان کی اہلیہ نے رسید کیا تھا میں نے ان سے اپنا تعاون کراتے ہوئے کہا کہ مجھے فوری طور پر مسٹر پیٹر سے ملاقات دے کر رہے۔

”بہتر ہے اگر فرض کا معاملہ ہے تو ظاہر ہے میں اس وقت شوہر پرستی کا ثبوت نہیں دوں گی، دوسری طرف سے خوش اخلاقی میں بھی کہا گیا“

”اگر کوئی ایسا موقع نہ ہوتا ماسٹم تو میں بھی آپ کے آرام

میں غفل انداز نہ ہوتا۔ میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور مسٹر پیٹر آہستہ سے ہنس دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر پیٹر کی بھڑائی ہوئی آواز فون پر سنائی دی۔

”اگر تمہارا نام نہ سن لیتا تو یقیناً طور پر اس وقت انتہائی بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتا۔ مسٹر پیٹر نے کہا“

”شکر ہے مسٹر پیٹر آپ جانتے ہیں کہ میں ذاتی مقصد کے لیے کبھی آپ کو تکلیف نہ دیتا۔“

”ہاں۔ ہاں۔ جیسی یہ رسمی الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں یقیناً کوئی ایسا ہی مسئلہ ہو گا جس کے لیے تم نے رات کے اس وقت مجھے فون کیا ہے۔“

”جی ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ذہنی طور پر بھی منشیات فروشوں کے انسداد کے لیے اور یقیناً طور پر لگ کر کے بارے میں آپ کو کوئی موثر معلومات فراہم کی جائیں تو آپ رات کے اس حصے میں جاگنا غیر مناسب نہیں سمجھیں گے۔“

”بس بس تکلفات کی ضرورت نہیں اگر صرف تمہارا نام ہی ہوتا مجھے جگانے کے لیے تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں خوشی سے جاگنا پسند کرتا۔“

”کیوں نہیں جانا۔ میں اس سلسلے میں آپ کا اور خاص طور سے مسٹر پاڈل کا شکر گزار ہوں کیونکہ صورت حال آپ کے علم میں آنے کے بعد اس بات کے امکانات نہیں رہے ہیں کہ میں آپ کی نیک نفسی پر شبہ کر سکوں۔“

”اچھا کہو کیا بات ہے۔“

”میں منشیات فروشوں کے ایک اور ٹھکانے کا بتا لگانے میں کامیاب ہوا ہوں بہتر ہے ہو گا کہ ہم ملاقات کر کے تفصیلی گفتگو کریں فون پر یہ تمام گفتگو مناسب نہیں ہوگی۔“

”بالکل نہیں ہوگی۔ میں کہاں کبھی پہنچ جاؤں تمہارے ٹیلیف پر“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں ویسے میرا خیال ہے کہ حالات کو سننے کے بعد آپ فوری طور پر کلہروائی کرنا ضروری سمجھیں گے۔“

”اگر تم یہ سمجھتے ہو تو پھر پولیس ہیڈ آ جاؤ وہاں تو تمہیں دن کا سامنا ہے اور اگر ہمیں واقعی کوئی ایسی اہم ضرورت پیش آئی تو پھر ہم وہیں سے اپنی ٹیم بنا لیں گے۔“

”بہت مناسب تو میں پولیس ہیڈ کو اطلاع پہنچ رہا ہوں۔“

”مگر یہ بتاؤ کہ تم کہیں سے آ رہے ہو یا کسی اور جگہ سے بول رہے ہو۔“

”نہیں بول تو میں اپنے ٹیلیف ہی سے رہا ہوں مگر آپ کا

کہا درست ہے یعنی میں تھوڑی دیر پہلے ہی کہیں سے آیا ہوں۔“

”اچھا اچھا۔ دراصل نیند سے جاگا ہوں اس لیے حواس بری طرح تباہ ہوئے نہیں ہیں بک بک کیے جا رہا ہوں جبکہ نانا ہوں کہ فون پر مزید گفتگو کرنا مناسب نہ ہوگی“

”میں پولیس ہیڈ کو اطلاع پہنچ رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا مسٹر پیٹر نے فون بند کر دیا میں مناسب تھا اگر مسٹر پیٹر کوئی بری کارروائی کرنے کے موڈ میں ہوتے تو پولیس ہیڈ کو اس وقت میں دوسرے انتظامات بھی کر لیں گے۔“

پولیس ہیڈ کو اطلاع پہنچنے میں مجھے آدھے گھنٹے سے زیادہ بیٹھنا پڑا تھا بس وغیرہ تبدیل کر لیا تھا سنا رہا پانی کے تھینے اور کچرہ بھی کسی حد تک درست کر لیا تھا حالانکہ کھانا پر بار بار رہے تھے جو کچھ کرتا رہا تھا اس نے بے حد تھکا دیا تھا۔

لیکن اس شخص کو ذہن پر ظاری کرنا مناسب نہیں تھا جس وقت میری کار ہیڈ کو اس میں داخل ہوتی تو میں نے سامنے ہی مسٹر پیٹر کو بھی دیکھ لیا وہ اپنی کار کے عقبی حصے سے ٹیک لگے ٹھکڑے سنگار پی رہے تھے غالباً نیند جگانے کے لیے یہ موثر نسخہ تھا مجھے دیکھ کر مسکرائے اور آہستہ آہستہ پلٹے ہوئے میرے نزدیک پہنچ گئے۔

”بیٹھو۔“

”بیٹھو مسٹر پیٹر۔“

”اؤ اور میرے آفس میں آؤ۔ انہوں نے کہا اور مجھے لیے ہونے اپنے آفس میں پہنچ گئے اس میں داخل ہوا تو ایک دلچسپ منظر دیکھا یہاں مسٹر پاڈل بھی بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کافی کے برتن سجے ہوئے تھے لیکن ابھی شاید انہوں نے کافی شروع نہیں کی تھی میں ٹھٹک کر کھڑا ہوا گیا تو مسٹر پاڈل مسکراتے ہوئے بولے۔“

”دوسری کیا سمجھتے ہو تم لوگ تم ہی بہت زیادہ ان تمام معاملات میں مصروف عمل ہو مسٹر پیٹر نے تمہارا ٹیلی فون ملنے کے بعد فون ختم کیا تھا اور دیکھ لو میں تم دونوں سے پہلے پہنچ گیا۔“

”آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مسٹر پاڈل بہر طور مجھے یقین ہے کہ میری اطلاع آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہونے دے گی کہ آپ نے رات کے اس حصے میں یہ سرگرمی دکھا کر کوئی غلط کام کیا ہے۔“

”یقیناً یقیناً بیٹھو۔ میں نے تم لوگوں کے لیے کافی کا بندوبست کر لیا ہے۔ مسٹر پاڈل نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے خود ہی ہم میٹوں کے لیے کافی سرکردی“

کافی کے سب لیتے ہوئے میں نے تفصیلات بتانا شروع کر دیا میں نے مجموعی جہاز و دیگر ناکے بارے میں بتایا اور ان لوگوں سے کہا کہ کس طرح وہ لوگ مجھے نظر آنے تھے اور پھر مجھے مردہ کھڑکھا نہیں اطمینان ہو گیا اور اس کے بعد انہوں نے مزید کارروائیاں شروع کر دیں میں نے اس سائمر سے میٹھو کے اعلان میں پہنچنے کا پورا ادا تھا اور پھر سامان وہاں منتقل کرنے کی روٹینڈ سٹائی دونوں آیسر بہت زیادہ پر جوش نظر آ رہے تھے مسٹر پاڈل نے میرے ٹھلے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔“

”راجہ نواز صاحبزادے کا ش۔ کاش۔ ہمارے تمہارے درمیان ایک جھوٹی سی گولڑا بڑھتی لیکن یہ لیکن تم لوں کچھ لوگ اب یہ سب کچھ تمہاری راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا بس میں اس سلسلے میں کچھ بھی کروں گا لیکن تمہیں حکومت امریکہ کی نظروں میں سرخرو کر کے رہوں گا۔“

”یہ بعد کی باتیں ہیں مسٹر پاڈل۔ اگر میں مجرم ثابت ہو جاؤں تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ مجھے سزا دے دیجیے لیکن جن حالات میں مجھے غلط راستوں کی طرف مالک کیا گیا اگر آپ ان کا تجربہ کر لیں اور آپ کا دل اس بات کی گواہی دے کہ مجرم میں نہیں ہوں بلکہ وہ لوگ ہیں جو مجھے مجرم بنانے کے لیے دن رات سرگرداں ہیں تو پھر میری معافی کا حق بنتا ہے۔“

”اچھا چھوڑو ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کہ کیا ہے۔“

”میرا خیال ہے مسٹر پاڈل کہ وہ لوگ مجھے مردہ کھڑکھے ہیں انہیں خیال بھی نہیں ہو گا کہ میں ان کی کسی سائی پوزیشن سے واقف ہو گیا ہوں سب سے پہلے تو میں یہ جانتا ہوں کہ میٹھو کے علاقے کے اس مکان پر چھاپہ مار کر وہاں سے منشیات برآمد کر لی جائیں خاصی بڑی مقدار معلوم ہوتی ہے اچھا ہے یہ مقدار نسبتاً بڑی مقداروں میں نہ پہنچنے پائے ہم جس طرح بھی اس کا سدباب کر سکیں ہمارے لیے منافع بخش ہے لیکن ہے وہاں سے ہمیں کچھ اور کام کی باتیں بھی معلوم ہو جائیں۔“

”بڑی اچھی بات ہے میں اس کے لیے تیار ہوں۔ کیوں مسٹر پیٹر کیا خیال ہے۔“

”بالکل۔ بالکل۔“

”تو پھر مسٹر پیٹر ذہانت کے ساتھ آپ ایک باہری ترتیب دینے میں اس لیے افسیر کو بھی شامل کیجئے جو بیانات خود بھی کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں مقصد یہ کہ جس سے ہمیں بیٹھو میں بھی داخل ہو نا چاہیے۔“

”میں یہی خود کر رہا ہوں میرا خیال ہے اس وقت پڑا دلگ

پر ہمارا اچھا ناما اشاعت موجود ہے میں کچھ مہلی کا پڑھنے کے لیتا ہوں جنہیں تھوڑی سی کے بعد میٹھو پر گرجی کرنا ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں فلاگ لگا، اسکو اڑ کر بھی اس بارے میں اطلاع دینے دیتا ہوں یہاں سے بھی کچھ ڈنک مل جائیں گے میرا خیال ہے کہ بندرگاہ کے علاقے کو بھی گھر لیا جائے تاکہ دیکو نایاں سے نکل سکے۔

”سوچ لیجیے دیکو نایا ایک غیر ملکی جہاز ہے اس پر اس طرح بیٹھ کر نامناسب ہوگا یا نہیں، مسٹر پاؤل نے کہا اور بیٹھ سوچ میں ڈوب گیا چند لمحات وہ گردن جھکائے سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا: ”اگر یہ بات ہے تو پھر ایک اور کوشش کی جا سکتی ہے؟“

”وہ کیا ہے؟“

”دیکو نایا پر باقاعدہ پولیس بیڑا کیا جائے؟“

”اگر آپ لوگ اس طرح دیکو نایا پر بیڑا کریں تو کیا صحیح ہے۔“

”براہ کرم ذرا کچھ اور تفصیلات بتائیے۔ آپ نے بڑی دلچسپ بات کہی ہے پولیس ٹیاریٹ کا ایک مخصوص دستہ ایسا ہے جو مخصوص قسم کی وردوں میں جن میں جہیز ہے جیسے ان کا خاص اٹھام ہوتا ہے سمندری راستے سے جاتے اور دیکو نایا پر چھاپے مارے لیکن پراگنائل اعتراض جہیز میں فراہم ہوتی ہیں تو یہ معاملہ پولیس کا قرار دے دیا جائے گا اور قانونی طور پر دیکو نایا کو حراست میں لے لیا جائے گا اور پھر وہاں اگر یہ سب کچھ نہیں ہوتا تو جہیز جرائم کا چھوٹا موٹا سا واقعہ کہلائے گا اور ہم اس کی تحقیق میں مصروف ہو جائیں گے مسٹر بیٹرنے مسکراتے ہوئے کہا:

”وہ ٹڈا فل کیا اس کے انتخابات میں؟“

”میں ابھی چند لمحات میں اس کے بندوبست کر لوں گا یہ ملگھ پھر ہونا یہ چاہیے کہ ہم میں سے کوئی شخص ان لوگوں کو ہدایت بھی دے۔ کیا خیال ہے کیا آپ اس بارے میں کام کرنا پسند کریں گے؟“

جہاز برداروں کو میرا مطلب ہے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اس خاص حصے کو تعینات لاکوئی نام تو ہوگا۔

”ہاں آپ اسے زبرد فورس کہہ سکتے ہیں۔“

”گڈ۔ تو پھر زبرد فورس کو بندرگاہ کے علاقے میں بھیج دیں خواہ کتنا ہی وقت صرف ہو جائے لیکن اس مسئلے میں یہ موڑ کارروائی ہم سب کے حق میں بہتر رہے گی۔“

”تو پھر مشکک ہے ذرا نچے اجازت دیکھیے آپ لوگ کافی کی کچھ اور میٹھیا لیں۔ بیٹرنے کہا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا مسٹر پاؤل مسکرتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے تھے پھر انہوں نے کہا: ”یوں لگتا ہے راجہ نواز مگر جیسے آپ ان معاملات میں خاصے تربیت یافتہ ہوں آپ مجھے بتائیے کہ آپ اپنی ماضی کی زندگی میں بہت کچھ کرتے رہے ہیں لیکن مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیے لیکن راجہ نواز مگر آپ کو کون سے گروہ میں شامل ہے؟“

”میں کیا موجود گروہ سے بھی کبھی آپ کا تعلق رہا؟“

”نہیں موجود گروہ سے بھی میرا تعلق نہیں رہا اس گروہ کو تو آپ ترک کرنا چاہتے ہیں اور ترک کرنا میری طرف دشمنی چلی مجھ میں ہے اس کے ساتھ مل کر کام نہیں کیا۔“

”بہر طور آپ ان معاملات سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔“

”ہاں کسی حد تک۔“

”آپ نے ان منشیات فروشوں کو بہت نزدیک سے بھی دیکھا ہوگا؟“

”ہاں بہت نزدیک سے۔“

”ان کی نظرت کا تجربہ بھی کیا ہوگا آپ نے؟“

”ہاں کسی حد تک۔“

”آپ کا کیا خیال ہے کیا ان کے حمیرا نہیں اس سلسلے میں توکتے نہیں ہیں۔“

”ضمیر فروشی بھی بہت سے جرائم کی بنیاد ہوتی ہے انسان ضمیر کی آواز کی طرف سے لان بند کر کے تو پھر اسے دنیا کی کوئی اور آواز سنائی نہیں دیتی۔“

”گئے ہیں تو پھر آپ ہی مجھے بتائیے کہ میں نے اپنے طور پر کہاں بڑی زندگی اپنائی ہے۔“

”ہاں۔ میں جانتا ہوں لیکن مجھ پر طور جرم ہے راجہ نواز اصغر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ جرموں کی بیخ کنی کر رہے ہیں جو واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں کسی قیمت پر زندہ نہ رہنے دیا جائے لیکن اس کے لیے اگر قانون کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے تو مناسب ہوتا۔“

”کیا مجھے اس کے مواقع فراہم کیے گئے تھے کیا میرے پاس اس کے ذرائع تھے کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا مسٹر پاؤل کہ زبرد کے بغیر میری زندگی ایک زخم کی مانند ہے زخم میں جب تکلیف ہوتی ہے تو انسان لکا پتا ہی ہے ان کو لڑا ہونے کے مختلف روپ ہوتے ہیں اتنی ہی میرے زخموں کی چیخ ہی ہے جو اس وحشت و دردنگی میں ڈھل گئی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں مسٹر پاؤل نے پڑھنا انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ محتوی و تک نکل آ انداز میں خاموشی رہے پھر بولے:

”میری ڈھلے کہ جو کچھ بھی ہو بہتر ہی ہو میں تمہیں اپنے تعداد کا پورا پورا یقین دلاتا ہوں لیکن جو کچھ کرنا اس میں دلوانگی کو شامل نہ ہونے دینا میں اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے کر تم پر سے یہ جرم ہٹانے کی کوشش کروں گی۔“

”میں نہیں جانتا مسٹر پاؤل کہ میری منزل کتنی دور ہے اگر زبرد ہی ملے گی تو آپ یقین کریں کہ میں اپنے لیے کی سزا بھی چھٹکنے کو تیار ہوں اور اگر میں اسے پانے میں ناکام ہا تو پھر جب تک زندہ رہوں گا بہت کچھ کرنا پڑے گا مجھے اس کے لیے میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا مسٹر پاؤل کچھ کہنے ہی والے تھے کہ بیٹرنہ اندہ داخل ہوا اس نے مستعدی سے کہا:“

”کیا آپ لوگ تیار ہیں؟“

”ہاں۔ بالکل۔“

”تو پھر آئیے۔ اس کے الفاظ پر ہم دونوں باہر نکل آئے واقعی بیٹرنے ذرا اس میں دیریں بہترین بندوبست کر دیا تھا یوں ہی امریکی پولیس اس معاملات میں بہت ہی جاق و چوبند تھی بہت سے دستے یہاں پر کھڑے ہوئے تھے سوڑنا میل کاواڈا ایک دستہ تھا اس کے علاوہ کاریں بھی تھیں اور سب کے سب پوری طرح مسلح تھے۔“

”ان لوگوں نے ضرورت کا تمام سامان ساتھ لے لیا ہے

آئیے ہم اپنی کار کی طرف چلیں۔“

”تم نے واقعی بڑی پھرتی سے کام کیا مسٹر بیٹرنہ پاؤل نے کہا اور ہم سب ایک جگہ بیٹھ گئے جب تیزی سے اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اس کی سمت بڑھتی ہوئی روشنی چل رہی تھی اور اس سے سامنے کی آواز مگر ہی تھی۔“

تیز رفتاری سے ہم سر کرتے ہوئے میلو جانے والی طرف کی طرف چل پڑے اور ہمارے ساتھ ساتھ تقریباً چودہ سوڑنا میل سوار اور تین گاڑیاں بھی اس سمت جا رہی تھیں ماہر ڈرائیور بڑی برق رفتاری سے گاڑیاں دوڑا رہے تھے اور اس وقت آپس میں گفتگو کرنے کا موقع نہیں تھا سب کبھی ایک آدھ لفظ کسی کی زبان سے پھل پڑتا تھا۔ اصالطے ہونا گیا اور محتوی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں بھی جانا تھا میں نے ان لوگوں کی رہنمائی شروع کر دی اور چند ہی لمحات کے بعد ہم نے اس بسٹی کو گھر لیا جھوٹی سی بسٹی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون سے مکان میں کون کون تعینات ہے؟“

رات کا غالباً آخری پیر تھا یہ بسٹی کے لوگ گہری نیند سو رہے تھے اس میں میری توقع کے مطابق کوئی اور نہیں موجود تھا سب سے پہلے یہ نینوں چند پولیس افسران کے ساتھ اس مکان میں داخل ہوئے تھے مکان باہر سے جتنا بوسیدہ اور نامکمل سا نظر آتا تھا اندر ایسی بات نہیں تھی اس میں اچھے خاصے دو تین وسیع کمرے تھے لیکن ہمیں اس کے نیچے تہہ خانہ تلاش کرنا تھا کہ وہاں تو نا چھوٹا فریج پھر بھرا ہوا تھا جہیں بندوقوں پر دیکھنے کے بعد یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کوئی اور چیز بھی موجود ہوگی لیکن ایک حماقت ان لوگوں سے ہوئی تھی کہ بندوقوں کی وجہ سے اس کے فرش پر گرجی تھی اور اس گرجیوں کے تازہ تازہ نشان نظر آ رہے تھے اور انہی نشانات نے ہماری رہنمائی اس تہہ خانہ کی جانب کی جسے کھولنے کے لیے ایک شاندار میکنزم وہاں موجود تھا۔

اگر تھوڑی سی کی نشانات ہی نہ ہوتی تو ہم لوگوں کو بڑی اطمینان کا نشانہ ہونا پڑتا لیکن جی جگہ یہ قدم جاکر ختم ہوتے تھے وہاں جو کچھ نظر آیا اسے ٹھوکر دیکھا گیا معاملہ جو کچھ خبر جاکر پولیس آفیسرز کے ہاتھوں میں تھا اس لیے میکنزم تلاش کرنے میں کوئی وقت نہ ہوئی اور دیواروں میں ایک چوڑا غلا پیدا ہو گیا، ٹٹار چسپ اور پستولوں لیے ہوئے ہم سب اس علاقہ میں آ کر گئے جس میں بیٹرنے کے لیے ہمیں اٹھ میٹھیاں ملنے کی پڑی تھی اور اس کے بعد اس مکان سے کہیں زیادہ وسیع کمرہ ہمیں نظر

شدید نہیں تھا، لیکن میرے لیے بے حد اعصاب شکن تھا، خاص طور سے اس لیے کہ رات بھر جاگتا رہا تھا اور پھر مائیکل باؤنچ کی لاش دیکھ کر ذہن پر دے ہی تباہ نہیں رہا تھا۔

ایک بجی سی چیخ کے ساتھ میں نے لیبیور بھینک دیا اور پستی یعنی نگاہوں سے فون کے کبھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا بہت سے پلاسٹک کے ٹکڑے بارود کے دھولوں سے سیاہ ہو چکے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا فون کی باڈی میں سے نکل کر باہر پڑا تھا۔ تبہ کہ ہوا چھوڑا سا لگا۔ بڑی ڈرامائی پوزیشن اختیار کی تھی ان لوگوں نے یقیناً کاغذ کے اس ٹکڑے میں میرے لیے کوئی اور پیغام موجود تھا۔

چند لمحات تو بہت نہ ہوئی کہ اس کاغذ کو ہاتھ لگاؤں لیکن یہ جو کچھ پورا تھا ایسا دلچسپ تماشہ تھا کہ میں صورت حال معلوم کیے بغیر جین سے نہیں رہ سکتا تھا، چنانچہ اعصاب کو قابو میں کر کے میں نے کاغذ کا ٹکڑا بھی اٹھا لیا اور اسے کھولا اس پر بھی ایک مختصر سی تحریر موجود تھی۔

”نہیں نہیں تمہیں اپنے آپ پر مل کر کٹرول کر کے صرف وہی کرنا ہے جس کی تمہیں ہدایت کی جائے“ نہ کرنے کا نتیجہ تھا، خٹکنا ہو گا کہ تم کسی کو اس بارے میں بتانے کے لیے زندہ نہ رو گے۔ یہ ہم خاتون رہی ہو سکتا تھا اور جو نہیں تم لیبیور اٹھانے، تمہارے اپنے ٹکڑے سے اسی طرح نفاذ میں کبھر جائے، جس طرح مضبوط پلاسٹک کی باڈی کے ٹکڑے خلی فون کے ٹکڑے چنانچہ تمہیں بازنگ دی جا رہی ہے کہ تم اس نڈیٹ میں قیام نہ کرو، بلکہ یہاں سے نکل کر الپس اسی ہو مل بی بی بی بی بی جاؤ جہاں تمہارا پیسے قیام تھا، یہیں یقین ہے کہ تم ہماری اس ہدایت پر عمل کرو گے“

میں نے کاغذ کا یہ پرزہ احتیاط سے جیب میں رکھ لیا تھا، بڑا دلچسپ تماشہ شروع ہو گیا تھا، گو یا ان لوگوں نے اس نڈیٹ میں اپنی کارروائی خاصے اطمینان سے انجام دی تھی، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ دونوں چھوٹے چھوٹے حادثے جو یہاں ہونے لگے، بڑے اور جان لیوا حادثے ہی بن سکتے تھے اور شاید

میں انہیں نہیں روک سکتا تھا چند لمحات میں سوچتا رہا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ نڈیٹ چھوڑا، یوں صحاب مزدوری ہو گیا تھا، چونکہ یہ جگہ ان کے خطر میں آچکی تھی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ہونے چاہئے کی ہدایت کیوں کی گئی تھی، کیا اس ہو مل میں ان لوگوں نے میرے لیے کوئی خاص انتظام کیا تھا۔؟ چند لمحات تو ذہن کو فیصلہ دے کر پایا گیا کہ جانے، لیکن پھر دل میں ایک اور احساس ابھرا، دیکھنا چاہیے کہ وہ لوگ میرے لیے کیا خیالات رکھتے ہیں، اگر تکل کرنا

چند لمحات میں اسی طرح کھڑا انتظار کرتا رہا میری گھومی کچھ نہ آیا تھا۔ جس جرح وہ مسلسل پڑا رہا تو میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے بال بیلو کر کے ایک زوردار جھکا دیا۔ جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ وہ سیدھا ہو گیا۔ تب میں نے اس کے سینے میں ایک سوراخ دیکھا۔ اس سوراخ سے خون نہیں بہ رہا تھا بلکہ خون جھانک رہا تھا، سوراخ کوئی ہی کا تھا، لیکن غالباً اتنا پرا نا تھا کہ اب خون اس کے منہ پر نمود ہو چکا تھا۔

اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور شکل بے حد بھیا تک نظر آرہی تھی، بدن سے ہلکا ہلکا نفعن بھی اٹھ رہا تھا جس کا مقصد تھا کہ لاش تقریباً دس بارہ گھنٹے پرانی ہے میں ایک لمے کے لیے صورت حال کو دیکھ نہیں سکتا تھا، لیکن اس کے منہ ہاتھ میں خنجر دبا ہوا تھا، اسی میں کاغذ کا ایک پرزہ بھی دبا ہوا تھا۔ مجھے ہنسی آئی تھی، ان لوگوں نے کیا تماشہ کیا ہے، بہر طور کاغذ کے اس پرزے کی تحریر بھی دیکھی سے خالی نہیں ہوگی۔

میں نے شکل تمام اسے اس کی مٹھی سے نکالا اور کھول کر پڑھنے لگا۔

یہ شخص زندہ بھی ہو سکتا تھا اور یہ خنجر جو اس کے ہاتھ میں ہے، الماری لگتے ہی تمہارے سینے میں اتر سکتا تھا۔ میرا خیال ہے اگر تم باقی معاملات سے روشناس نہیں ہوئے ہو تو پھر ان دونوں سے بھی روشناس ہو جاؤ، تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے جا کر اس ہو مل میں مقیم ہو جاؤ۔ وہاں تم آرام سے رہ سکتے ہو اور دستوں، ہو مل پہناتے میں ہمارا کوئی خاص مفاد وابستہ نہیں ہے، سو انے اس کے تم ہماری نگاہوں میں رہو اور ہم تمہاری آغذہ کارروائی کے بارے میں جانتے رہیں، لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ نڈیٹ سے نکلنے کے بعد تم بحفاظت کہیں اور بیچ جاؤ گے تو تم اس تصور کو ذہن سے نکال دینا اس وقت تم بے شمار افسوسوں کے نشانوں کی زد پر ہو رہے ہو، پھر بڑھ کر میں نے کبری سائنس لی لائی اس دھمکی کو صرف دھمکی ہی نہیں سمجھا جا سکتا تھا، جن لوگوں نے یہ تمام کارروائی یہاں پر کی تھی، انہوں نے آگے کے بارے میں بھی جو کچھ کہنا ہے، وہ سچ ہی ہو گا، چنانچہ اس میں کوئی برج نہیں تھا کہ میں دوبارہ اسی ہو مل میں مقیم ہو جاؤں یا ڈال اور شہر کو اس بارے میں اطلاع دینا اس وقت کسی طور ممکن نہیں تھا۔

میں نے مختصر سا زوری سامان اپنے ساتھ لیا اور نڈیٹ کے دروازے سے باہر نکل آیا، سیرٹھیاں اتر کر میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ کار کھڑی ہوئی تھی، جو ٹھیکہ سپیکر بیٹرنے دی تھی وہی نے اس کے استعمال میں کوئی تباہت محسوس نہ کی۔ دروازہ کھولا اور اندر بڑھ کر کارا اشارت کر دی۔

ہو مل میں میرا کہہ جوں کا توں موجود تھا، چنانچہ اس جگہ پہنچنے مجھے کوئی دقت نہ ہوئی، میں اپنے ہو مل کے اس کمرے میں مقیم ہو گیا۔ ہاں میں اسے قیدی کہہ سکتا تھا، چونکہ میں جانتا تھا کہ بے شمار آنکھیں میری نگرانی کر رہی ہیں، میں غلامتے میں بھی محسوس کر لیا تھا کہ ان لوگوں نے جو کچھ کہنا ہے

اس میں کوئی بات غلط نہیں ہے۔ بہت سی کاریں مر سکتی ہیں جیسے ہوئی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ باقاعدہ مجھے ہو مل پہنچانے کے لیے تعین کی گئی ہوں۔

اس صورت حال سے نمٹنا انتہائی مشکل کام تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہو مل تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد جو کچھ صورت حال ہوگی، دیکھا جائے گا۔

میں ہو مل میں داخل ہوا، گاؤنڈر سے میں نے جان طلب کی اور اس کے بعد اپنی منزل پر پہنچ کر ہو مل کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کمرے میں کون کون سی چیزیں میری منتظر ہیں۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا اور لنگھا ہاں میں کوئی خاص تبدیلی بھی نظر نہیں آرہی تھی۔

میں جھکے جھکے سے انداز میں ایک کرسی پر جا بیٹھا، کچھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ دل سے اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ یہاں میرے لیے تمام انتظامات مکمل کر دیے گئے ہوں گے جب کوئی صورت حال ذہن میں نہ آئی تو ٹیلی فون کی جانب بڑھاؤتے ڈرتے رہ سکتا تھا، اور اسے کان سے لگا لیا۔ لیکن یہ کار۔ یہاں ٹیلی فون میں بہت جلد نہیں رکھا گیا تھا، لیکن اس کی لائن بے کار کر دی گئی تھی، گو یا یہاں میں ایک قیدی تھا۔

کانی دیر تک میں بیٹھا سوچتا رہا۔ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔ اہد میں نے ہماری آواز میں کہا۔

”آ جاؤ۔ ایک ویٹر کمرے میں داخل ہوا تھا، کرسی کی چوڑی ضرورت جناب۔ اس نے موڈا نہ انداز میں سوال کیا اور میں اس کی مشکل دیکھنے لگا۔ یہ شخص اپنے انداز و اطوار سے ویٹر نہیں معلوم ہوتا تھا، بڑے لمبے آدمیوں کا سا چہرہ تھا، بس لباس ویٹر کا سا تھا۔ میں نے منتظر خانہ اس کا جائزہ لیا اور آہستہ سے بولا۔

”میرے لیے کیا ہدایت ہے۔؟ ویٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”صرف اتنی کہ آپ یہاں آرام کریں اور کسی قسم کی پریشانی کا شکار نہ ہوں، میں آپ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کروں؟“

”جو چیز تم پیش کرو گے یقیناً طور پر وہ بہتر نہیں ہوگی۔“

”اس مسئلے میں کیا عرض کر سکتا ہوں، ویسے آپ کے لیکٹک خاص ہدایت یہ ہے کہ اب اس دروازے سے باہر قدم نہ رکھیں، ورنہ بے دریغ آپ کو گولی مار دی جائے گی۔ ویٹر نے کہا اور لیٹان سے گردن جھکا کر دروازے کی طرف مروا گیا۔

میرے دماغ میں شطراں لگنے لگے تھے، چند لمحات کے لیے میرے اندر جنوں سا بھرا اور میری مٹھیاں بیٹھ گئیں، لیکن میں

نے اپنے جنون کو روکا اور پھر آہستہ سے ویٹر کو آواز دی۔
 ”اچھا سنو میرے لیے کوئی مشروب لے دو کوئی ٹھنڈا مشروب بہتر ہے اس نے جواب دیا اور باہر نکل گیا میں نے سوچا تھا کہ مشروب لے کر ویٹر واپس آئے گا تو اس کا خاطر خواہ بندوبست کروں گا۔ لیکن کچھ بخت بڑے چالاک لوگ تھے۔
 اس بار جو ویٹر اندھا یا وہ، وہ نہیں تھا جو تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آیا تھا، بلکہ ایک سادہ سی شکل کا آدمی تھا اور شکل و صورت سے ویٹر ہی نظر آتا تھا۔

”وہ پہلا ویٹر کہاں گیا، جو یہاں آیا تھا، میں نے اس سے سوال کیا۔
 ”جی، ویٹر صحت سے لہلا؟
 ”اس سے پہلے ایک ویٹر آیا تھا یہاں پر؟
 ”جی مجھے نہیں معلوم۔“
 اور تو پھر اس مشروب کے لیے تم سے کہہ بنا؟
 ”جی کاؤنٹر بیٹھنے۔ ویٹر نے جواب دیا اور میں نے پُر خیال انداز میں گردن مادی۔

یہاں بھی کوئی سبب تو نہ کہنے پن کا ثبوت دیا تھا۔ میں نے مشروب کا گلاس ویٹر کو ایک جگہ رکھنے کے لیے کہا اور ویٹر گلاس رکھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری نگاہیں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اتنی لمبی عرصے میں جو کسی خاصہ پریشانی کا شکار ہو گیا تھا۔ بہت دیر تک میں اپنی جگہ بیٹھا کچھ سوچتا رہا، یہ مشروب پینا تو بالکل بے کار ہی تھا، جانتا تھا کہ اس میں کوئی ایسی چیز ہی ملی ہوئی ہو سکتی ہے جو مجھے نقصان پہنچا دے۔ دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔

کیوں نہ کوئی مناسب کارروائی کی جائے، اور ادھر ادھر دیکھا۔ دروازے کے قریب پہنچا، ڈی ہوں سے آنکھ لگا کر باہر دیکھا، اودھ پھر دروازہ کھول کر بھی دیکھا لیکن ریلواری سٹیشن بڑی ہوئی تھی کوئی موجود نہیں تھا میں نے احتیاطاً اسے دروازہ بند کیا، مشروب کے گلاس کے قریب پہنچا اور پھر اس میں سے تقریباً تین چمچاں مشروب غسل خانے میں لے جا کر واش بین میں انڈیل دیا پھر میں گلاس رکھ کر اطمینان سے اپنے بستر پر آیا۔
 تقریباً ایک گھنٹہ لوٹنے کو زنگ آیا۔ مجھے واقعی نیند آ رہی تھی اور نجانے کب اور کس طرح میں گہری نیند سو گیا۔
 جاگا تو شاید سورج ڈھل چکا تھا، سامنے ہی ایک گول روغن دان سے شام کی بجلاہٹیں جھانک رہی تھیں، نیند پوری ہو چکی تھی اور طبیعت میں فرحت کا سا احساس جاگ رہا تھا۔

آہستہ آہستہ وہ واقعات مجھے یاد آئے گئے، مشروب کا وہ گلاس بھی یاد آیا جو میں نے نہیں پیا تھا۔ بلکہ جس کا مشروب میں نے گرا دیا تھا۔ لیکن جب گلاس پر نگاہ پڑی تو اسے اپنی جگہ سے غائب پایا۔ ایک لمحے کے لیے میں الجھ کر کھڑا ہو گیا تھا، چونکہ کمرے کی طرف دیکھا۔ دروازہ تو میں نے اندر سے بند کیا تھا، پھر پتھر گلاس کہاں گیا اور دروازے کو دیکھتے ہوئے میرا سر ایک لمحے کے لیے جھکا ساقیا۔

دروازہ اس جگہ نہیں تھا جہاں میں نے پہلے دیکھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے احساس ہو گیا کہ میں اس نگرہ نہیں ہوں جہاں سو یا تھا۔ گلو بڑی ہو گئی، بہت بڑی گلو بڑ ہو گئی۔ میں نے مشروب کا گلاس تو نہیں پیا تھا کہیں اس گلاس سے تو پھر پر بے ہوشی طاری نہیں ہوئی تھی لیکن نیند کی جو بے ہوشی مجھ پر طاری ہوئی تھی اس نے میرا کام تمام کر دیا تھا۔
 لاجول والا تو۔۔۔ میں نے دل ہی دل میں خود پر لاجول پڑھی بھینس گیا اب ان لوگوں کے چکر میں۔ ویسے بھی بظاہر سبھی محسوس ہوتا تھا کہ ان لوگوں نے میرے پچھتے کا کوئی موقع نہیں چھوڑا ہے۔

پاول اور میٹر اپنے معاملات میں مصروف ہوں گے، ظاہر ہے انہوں نے اتنا بڑا کیس پھوٹا تھا آسانی سے تو انہیں ذرا غصت حاصل نہیں ہو سکتی تھی، ان حالات میں میری طرف تو جرحوں دیتا اور کوئی یہ پتا چلانے کی کوشش کرتا کہ میں کس حال میں ہوں اور پھر اس کے علاوہ انہیں یہ گمان نہیں ہو گا کہ میں اس طرح قلیبت سے ہول تک پہنچ گیا ہوں۔

کاش میں کاغذ کے کچھ پرزے ہی وہاں چھوڑا تھا، جن سے انہیں میرے قلیبت کی کاش لینے کے بعد یہ اندازہ ہو سکتا کچھ پر کیا جاتی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک احمقانہ کوشش ہوئی۔
 جو لوگ اس قدر چالاک ہوں اور جنہوں نے اتنی چالاک سے یہ تمام کام انجام دیے ہوں، اگر کاغذ کے کچھ پرزے وہاں بڑے مل جائے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے، یا پھر ہاتھ روم میں مائیکل ہاؤس کی لاش اور لارلری کے پاس اس شخص کی لاش کو انہوں نے اس طرح چھوڑ دیا ہو گا کہ خیال ہے اگر وہ لوگ میرے قلیبت کی تلاش میں تو انہیں وہ فون ہی وہاں دستیاب ہو جائے گا جو پرزے پرزے ہو چکا تھا، اس کی جگہ کوئی دوسرا فون رکھ دیا ہو گا تاکہ لوہیں کو شبہ نہ ہو سکے۔

میں ابھی لیٹا حالات کا جائزہ لے رہا تھا کہ کوئی جگہ سے اور کوئی جگہ ہو سکتی ہے کہ دفعتاً بڑے ذور کا

چکر سآیا، میں لرزتے ہاتھوں سے اپنے اس بستر کو بکڑنے کی کوشش کرنے لگا جس پر لیٹا ہوا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے احساس ہوا کہ یہ چکر نہیں ہے بلکہ کمرہ بن رہا ہے، کمرے کے پلٹے پر غور کیا تھا تو ایک اور بھی احساس ہوا، یقیناً یہ لڑکی کا کمرہ تھا۔ دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک ہی خیال آیا، لیکن کیا وہ لوگ وہاں سے انکار کر گئے تھے دیکھو نا کلم لے آئے ہیں۔

اس تھوڑے سا وقت میں میں نے ایک کمرہ پر بلا ہو گئی تھی۔ دیکھو نا تو پیٹر کے آدمیوں کی نگاہی میں ہے، کیا کسی نے مجھے ان لوگوں کو یہاں لاتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا۔
 واقعی، واقعی یہ خیال میرے لیے خاصا تسلی بخش تھا، لیکن کچھ دوسرے بھی ذہن میں ابھر رہے تھے۔ دیکھو نا یہ معمولی انعامات نہیں کیے گئے ہوں گے۔ ان لوگوں کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ کھانسی کے اطراف میں ان کا ڈھ بکڑا گیا ہے اور منشیات اب پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں، اس کے بعد انہوں نے دیکھو نا اس سلسلے میں معقول بندوبست ضرور کر لیا ہو گا۔ تو پھر پولیس کیا کر رہی ہے، کہیں یوں تو نہیں کہ دیکھو نا کے خلاف کارروائی ہو چکی ہو، اور پولیس کو یہاں سے کچھ نہ ملا ہو اور اس نے اُسے۔
 بری الذمہ مقرر اور سہ دیا گیا ہو۔

بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے، کافی دیر تک لوٹنے لپٹا سوچتا رہا۔ پھر دروازہ کھلا اور کسی نے اندر دھانکا۔ جھانکنے والی ایک قبول صورت لڑکی تھی، اس نے مجھے جلتے دیکھا تو اندر آ گئی۔ اندر آ کر اس نے سپاٹ سے لمبے میں کہا۔
 ”کسی چیز کی ضرورت ہے؟“
 ”جیلو میں نے آہستہ سے کہا۔“
 ”میں نے پوچھا کسی چیز کی ضرورت ہے؟ وہ اسی لمحے میں

بولی۔
 ”بہت بد اخلاق ہو تم میں نے ہونٹ مکوڑ کر کہا اور لڑکی عجیب سے انداز سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔
 ”وہاں شاید تمہارا خیال درست ہے، میں واقعی بد اخلاق ہوں اگر اس کا جواب اس بار بھی مجھے نہ ملا تو پھر میں چلی جاؤں گی۔“
 ”مجھے جھوک لگ رہی ہے، میں نے کہا۔
 ”کھا نا کھا ڈگے یا کوئی ہلک پھلکی چیز میٹھیں کروں؟ لڑکی نے پوچھا۔
 ”دیکھو وقت ہوا ہے، میں نے اپنی کلائی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ میری کلائی خالی تھی جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے میری تھوڑی

اُتار لی تھی۔
 ”تقریباً پونے سات بجے ہیں؟“
 ”تھوڑی دیر لپٹا نہیں کھا نا نہیں کھاؤں گا بہتر یہ ہے کہ جانے یا کافی کے ساتھ کوئی ہلک پھلکی چیز لادو؟“
 ”میں ابھی لاتی ہوں۔ اس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑ گئی، جب وہ دروازے تک پہنچی تو میں نے اُسے پھر آواز دی۔
 ”اپنا نام تو بتاؤ بتاؤ جاؤ۔ وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور پھر بولی۔“
 ”ڈمبل۔“

”کال ہے ڈمبل نام کی لڑکیوں سے اس بار زیادہ واسطہ پڑ رہا ہے؟ اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھا اور پھر باہر نکل گئی۔“
 تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹسے میں پلٹے اور نفیس سینڈوچز کچھ خشک میوے اور کافی کا ایک جگ رکھے ہوئے اندر آ گئی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔
 ”ڈمبل انسان کی سب سے اہم ضرورت کیا ہوتی ہے جانتی ہو۔؟“

”فنکشن باتیں سننے کے لیے اور ان کا جواب دینے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے؟“
 ”کال ہے، شکل و صورت دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ تم اس قدر دیر مزاج ہو گی، لیکن خبر کوئی بات نہیں ہے کیا نہیں ہدایت کر دی گئی ہے کہ تجھ سے کوئی سوال و جواب نہ کرو۔“
 اس نے نیکی لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور وہیں دروازے کی جانب بڑ گئی۔

میں نے شانے اچکائے اور اس کی لائی ہوئی چیزوں کی طرف توجہ ہو گیا۔ چند ہی لمحوں میں ساری پلیٹیں خالی کر دی تھیں میں نے کافی کا بڑا سا جگ تھا جس میں اتنی کافی موجود تھی کہ پیٹ بھر جائے۔ میں نے سوچا جو کچھ ہو گا دیکھا جانے گا کہ از کم پیٹ تو خالی نہ رکھا جائے۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں اطمینان سے لیٹ گیا۔ اب سکون سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آنکھیں بند کیں اور خیالات میں کھو گیا۔ موجودہ حالات کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ میں ابھی لوگوں کے ہتھے چڑ گیا ہوں جن کے خلاف تیرا آرمیا تھا یعنی مشرور کو روٹل کیلے آدمیوں کے کوٹرویل کی پوزیشن کا مجھے کافی حد تک اندازہ ہو گیا تھا وہ یہاں لاس انجلس میں خاصی حکم پوزیشن کا مالک تھا۔ پولیس آفیسر سٹر پیٹر اور پاول جیسی شخصیات اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی کرنے

کے عجز نہیں تھے مارکوس طرطیز کا مسئلہ بڑی آسانی سے ختم کر دیا گیا تھا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ویل بی کے خلاف کوئی کارروائی آسانی سے ممکن نہیں ہے منشا سے اس سنگٹنگ کا سہارا صرف اس لیے میرے لیے قابل توجہ ہو گیا تھا کہ مجھے اس مسئلے میں یہاں کے لیے خصوصی اجازت نامہ دوایا گیا تھا اور ایک طرح سے پولیس کی مدد بھی حاصل تھی۔

دردن ظاہر میں، میں تو اپنی ہی معیبت میں گرفتار تھا کسی نئے مسئلے میں پڑنا میرے لیے کہاں ممکن تھا نہ ہی بی یاد میرے سینے میں ایک سسک بن کر رہ گئی تھی مجھ نے کون مجھے احساس ہونے لگا کہ اب زہی کا حصول میرے لیے ممکن نہیں ہے اگر دل میں امید کی کوئی کرن بھی پیدا ہوئی تھی تو صرف اس خیال کے ساتھ کہ زلو کا مجھے اپنا مد مقابل ماننا ہے اگر صرف مجھ سے انتقام لینا مقصود ہوتا تو مجھے میرے مکان ہی میں تنہا کیا جا سکتا تھا میرے ذہن میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ زلو کا دوبارہ منظر ہو کر میرے سامنے آ سکتا ہے ایسی صورت میں اگر اس کے ساتھ گئی کسی بھی جگہ مجھ پر گولیاں برسادیتے تو ظاہر ہے میں انسان تھا سپر میں نہیں تھا کہ ان سے بچ ہی جاتا نہ ہی کوئی ان کا لے کر لوکا لے کر ایک طرف مجھے چلنے کیا تھا اور اس بات کی دعوت دی تھی کہ میں ایک بار پھر اس کے راستے میں آؤں اور وہ مجھے تھکا تھکا کر مارے بعض برائے پیشہ افراد اور خاص طور سے وہ لوگ جو اپنے پاس کوئی قوت رکھتے ہیں اپنے دشمنوں کے ساتھ جو ہے بل کھیل کھیلنا پسند کرتے ہیں یہ ان کی صفت ہوتی ہے دشمن پر قابو پانے کے باوجود وہ اسے ہلاک نہیں کرتے بلکہ آواز چھوڑ کر اس کی پے پی کا نشانہ دیکھنا پسند کرتے ہیں یہ خاص قسم کے لوگوں کی صفت ہوتی ہے اور عموماً وہ اپنی اس صفت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مد مقابل کو کمزور سمجھ کر اس کے خلاف جو ہے بل کھیل لیا اور اتنا انہیں لے ڈوبتا ہے اور شاید اسے ہی تصور یہ کھیل بھی کہا جاتا ہے جتنا تیز لوکا اپنے آپ کو منظم کرنے کے بعد زہی کو انوکھا لگا تاکہ میں مشتعل ہو جاؤں اور پھر اس کی تلاش میں مارا مارا چروں ممکن ہے اس نے زہی کو زندہ رکھا ہو ممکن ہے اسے میری کارروائیوں کا علم ہو اس کا ثبوت اس طرح ملتا تھا جب کہ میں نیو یارک سے لاس اینجلس پہنچا تھا تو ایئر پورٹ ہی سے میرے استقبال کی تیاریاں کر لی تھیں۔

اور اس کے بعد سے میرے اور اس کے درمیان جو ہے بل کھیل ہو رہا تھا لیکن اس بات کا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ زلو کا براہ دست اس کھیل میں شامل ہے یا اس نے اپنے فائدے سے اس کے عجز نہیں تھے مارکوس طرطیز کا مسئلہ بڑی آسانی سے ختم کر دیا گیا تھا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ویل بی کے خلاف کوئی کارروائی آسانی سے ممکن نہیں ہے منشا سے اس سنگٹنگ کا سہارا صرف اس لیے میرے لیے قابل توجہ ہو گیا تھا کہ مجھے اس مسئلے میں یہاں کے لیے خصوصی اجازت نامہ دوایا گیا تھا اور ایک طرح سے پولیس کی مدد بھی حاصل تھی۔

اپنے ہر کار سے ویل بی پر بھروسہ کیا ہے ویل بی کو میرے بارے میں کیا بات ملی ہیں یہ بات مجھے میرے لیے قابل دلچسپی تھی بہتر ان لوگوں نے اگر مجھے ذہنی اذیت کا شکار کرنے کے لیے یہ کارروائی کی تھی تو بھی اس بات کا اعتزاز کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا تھا کہ انہوں نے یہ کارروائی مؤثر انداز میں کی تھی اور میرے دل پر کاروبار ضرب لگائی تھی زہی کے بجائے ان کا شکار ہونا جاتا تو شاید مجھے حالات کی ذرا بھی پروا نہ ہوتی لیکن زہی کے علاوہ اب میری زندگی میں اور تھا بھی کیا مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔

جس جگہ میں قید تھا اس کے بارے میں یہ اندازہ بخوبی ہوتا تھا کہ وہ کوئی سمندری جہاز لاچ یا لوٹ وغیرہ ہے کہیں کی بناوٹ سے اس بات کا جواب بھی مل جاتا تھا کہ کوئی بھی نہ ہو اتنے شاندار کہیں کی مالک نہیں ہوسکتی یقیناً یہ جہاز بچھا اور اگر جہاز ہے تو پھر اس بات کا اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں تھا کہ یہ ویکنوٹا ہے۔

کیا پاؤں اور ہڈیاں ویکنوٹا کے بارے میں کوئی کارروائی کرنے میں ناکام رہے ہیں ممکن ہے وہ ویکنوٹا تک پہنچے ہوں اور انہوں نے اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی ہو جس سے ویکنوٹا اور اس کے عمل کو ختم فرما دیا جاسکے۔ اس کے بعد مجھے اس بات کے کیا امکانات تھے کہ ایک غیر ملکی جہاز پر قبضہ رکھا جاتا تھا جسے ان کی کارروائی کے بعد ہی یہاں لایا گیا ہو۔

بہر طور اب میں ان کے چنگل میں تھا اس جہاز سے فرار آسانی سے ممکن نہیں تھا اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں تھی کہ خاموشی سے انتظار کیا جائے چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب انتظار کروں گا سکون سے اپنا وقت گزاروں گا اور اپنی باری کا منتظر رہوں گا البتہ یہ تصور بار بار میرے ذہن میں ایک معنکہ خیزی کیفیت پیدا کرتا تھا کہ وہ مجھے راجہ نواز امصغر کی حیثیت سے جانتے ہیں یا صرف اس حیثیت سے کہ میں منشیات کی اسمگلنگ کی روک تھام کے سلسلے میں پولیس کے ایک مددگار کی حیثیت رکھتا ہوں اگر وہ مجھے راجہ نواز امصغر کی حیثیت سے نہیں جانتے تو یہ بات میرے حق میں ہے میں کوشش کروں گا کہ اس حیثیت سے ان سے روٹنساں نہ ہو سکوں یہ تمام چیزیں ایک مبہم سی کیفیت کی حامل تھیں رات ہو گئی تھی جس کا اندازہ یوں ہی ہو جاتا تھا۔

روشنی جل اٹھی تھی اور کہیں جگہ جگہ رہا تھا میں کچھ گھنٹی سی محسوس کرنے لگا کافی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں

نے دروازہ کھلنا شروع کر دیا دو تین ہی ہاتھ مارے ہوں گے کہ دروازہ کھلا اور ایک شخص نے سامنے آ کر کہا۔

”کیا بات ہے کیا جانتے ہیں آپ اس کا بوجہ نرم تھا۔“
”کسی ایسی بااختیار شخصیت سے ملاقات جس سے میں اپنے موضوع پر بات کر سکوں۔“

”ایکھی یہ ممکن نہیں ہے آپ آرام کیجیے۔ اس شخص نے کہا۔“
”میں یہاں شہید تھیں محسوس کر رہا ہوں اگر یہاں کچھ دیوار بند رہا تو مر جاؤں گا۔“

”کوئی حرج نہیں ہے آپ چھوڑ جائیے، اس نے کہا اور دروازہ بند کر دیا میں اس کے اس پر سکون انداز پر مسکراتے بغیر نہیں رہ سکا تھا ابھی میں کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً لیکن کی گھنٹی دیوار کے اوپر ہی جھٹکتے ہیں درودشن دان مکمل کئے اس سے قبل ان روشن دلوں پر نگاہ نہیں پڑی تھی دیکھتے ہی ان کی ساخت ایسی تھی کہ اگر وہ بند ہو تو محسوس ہی نہ ہوں۔ انہوں نے میری گفتگو کا انتظام کر دیا تھا میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا اور ایک بار پھر اپنی سہمی پر دراز ہو گیا کافی دیر اس طرح گزار کر تھی دفعتاً مجھے اپنا بدن لپٹا ہوا محسوس ہوا اس کے ساتھ ہی باہر جہاز کے انجن کی ویل سنائی دی تھی میرا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکا اور پھر ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں میرے منہ سے خارج ہو گئیں جہاز چل پڑا تھا گو یا میری زندگی کا ایک اور دروازہ شروع ہو چکا تھا۔

اگر اس جہاز نے ساحل چھوڑ دیا تو پھر میں مکمل طور پر ان کے رحم و کرم پر ہوں یقیناً مجھے ایک قیدی کی حیثیت سے نہیں لے جایا جا رہا ہے ابھی میں یہی سب کچھ سوچ رہا تھا کہ کہیں کاررواؤں کھلا اور وہی لڑکی ڈمپل اندر داخل ہوئی اس بار وہ کھانے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی تھی۔
بڑی سنجیدہ اور خاموش سی لڑکی تھی جیسے پر ایک پراسرار سی کیفیت طاری تھی میں نے سب اس سے نگاہوں سے اسے دیکھا اس نے خالی رتوں پر نگاہ ڈالی اور پھر بولی۔
”یہ آپ نے اچھا کیا کہ کھانا اپنا شروع کر دیا بسا اوقات ایسے لوگ بڑے خسارے میں رہتے ہیں جو اس طرح اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کریں۔“
”تم مجھے ذلیل کرنا جانتی ہو ڈمپل، میں نے سنجیدگی سے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔
”نہیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔“
”تم کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ بھات مجبوری میں تم لوگوں کے رحم و کرم پر پڑا ہوں۔“

”مجبوریاں ایسی ہی ہوتی ہیں آپ اپنے پسند کی کوئی چیز ہوتو بتا دیجیے یہ کھانا میں آپ کے لیے لائی ہوں۔“

”شکریہ ڈمپل تم کبھی ہو کہ تم ضروری باتوں کے علاوہ مجھ سے اور کوئی بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اس لیے میں تم سے کوئی مزید بات نہیں کروں گا۔ اس نے پھر ایک بھر پور نگاہ مجھ پر ڈالی اس نگاہ میں اضطراب تھا میری گہری آنکھوں نے اسے محسوس کر لیا پھر وہ میرے قریب پہنچ گئی۔
”میں جملہ تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔؟“
”مجھ سے باتیں تو کر سکتی ہو۔“
”اس کی مجھے اجازت نہیں۔“
”تو ٹھیک ہے مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں تمہیں پریشانی میں ڈالوں۔“

”لیکن میں اندازہ کر چکی ہوں کہ یہاں ہماری گفتگو سننے کے لیے اختلافات نہیں ہیں۔“
”کیا مطلب۔؟ میں نے چونک کر کہا۔
”تم آہستہ آہستہ مجھے سے باتیں کر سکتے ہو مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں نہیں کھانا کھلانے کے بعد برتن لے آؤں۔“
”بولو بولو بتاؤ کیا چیزیں تمہارے ذہن میں اضطراب پیدا کر رہی ہیں۔“
”مجھے مضطرب کرنے کے لیے تو میری یہ قید ہی کافی ہے لیکن کچھ سوالات میں تم سے کرنا چاہتا ہوں۔“
”ہاں۔ ہاں کہو۔ جلدی کہو۔“
”مجھ سے واقف ہو۔“
”اور جنہیں صرف اس حد تک واقف ہوں کہ تم مسٹر ویل بی کے قیدی ہو۔“

”ادہ۔ تمہارا شکر۔ ڈمپل تم نے مجھے اس شخص کا نام تو بتایا جو میری قید کا ذمہ دار ہے۔“
”ہاں۔ تم شاید مسٹر ویل بی کے گروہ کے خلاف پولیس کے کارکن کی حیثیت سے کام کر رہے ہو۔ وہ بولی۔
”میرا نام بھی نہیں جانتیں تم۔“
”نہیں۔“
”اچھا اس جہاز کا کیا نام ہے۔“
”ویکنوٹا۔“
”اس کا تعلق بلجیئم سے ہے۔“
”ہاں بلجیئم سے ہے لیکن یہ مسٹر ویل بی کی ملکیت ہے۔“
”کیا مطلب۔؟“

اب تفصیل میں نہ جاؤں گھر لو کہ ایک بہت بڑے آدمی کا معاملہ ہے سڑوں کی کا دنیا کے بہت سے ملک میں کاروبار ہے۔

”دیکھو وہ دل کی کسی اور شخص کے لیے کام کرتا ہے۔ میں نے سوال کیا اور وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”اس کا مقصد ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہو۔“
 ”اس کا مطلب ہے کہ تم بھی بہت کچھ جانتی ہو۔ میں نے اس کے انداز میں کہا اور وہ مسکادی۔ پھر بولی۔

”کاش میں تم سے زیادہ ویرسنگ گفتگو کر سکتی لیکن زندہ رہنا چاہتی ہوں، اس نے کہا۔

”ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں ڈمپل۔ گویا تم بھی بحالت مجبوری ان کے ساتھ ہو۔“

”بڑے راستوں پر خوشی سے چلنا کون لہند کرنا ہے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو غلط ناموں ہوں یا جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہوں۔ عام طور سے مجبور یا بی انسان کو اس زندگی میں لے آتی ہیں۔“

”تمہاری کیا مجبوری ہے ڈمپل؟“

”دو پونہ چھو بلاوجہ کی طویل داستانیں ہیں ان تمام داستانوں کی ایک ہی کیفیت ایک ہی نوعیت ہوتی ہے اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوتی تم لوں گھر لو کہ میں بھی حالات کا شکار ہوں اور ان لوگوں کے لیے مخلصانہ کام کرنے کے لیے مجبور۔“

”درمیں سمجھتا ہوں۔ بہر طور تمہارا شکر یہ ڈمپل میں خود مطلق انسان نہیں ہوں کہ اپنی ان کی تسکین کے لیے تمہاری زندگی خطرے میں ڈالوں۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔
 ”دکھانا کھاؤ۔“

”بلیز ڈمپل۔ میں کھاؤں گا بس اب تم جاؤ۔“

”ارے کمال کی بات ہے کہاں تو تم مجھ سے بہت سارے سوالات کرنے کے لیے مجھ سے اور اب مجھ سے کہہ رہے ہو کہ جاؤ۔“

”بلیز ڈمپل جاؤ میں تمہاری زندگی کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ میں نے جواب دیا اور وہ تجویب سے مجھے دیکھنے لگی۔
 ”مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں پیدا ہو گئی چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

”اس لیے کہ مجھے تمہاری مجبوری کا احساس ہو گیا ہے اور میں اپنی خود غرضی کے تحت کسی بھی قیمت پر تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا ہوں نے کہا۔

”دکھانا کھا لینا، اس نے ہستہ سے کہا اور وہ اس کیس کے دروازے کی جانب مڑ گئی میں خاموشی سے اسے چلتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر دیا تھا یقیناً اس کی اسے ہدایت ہوئی لیکن میں اس کی شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا پھر ایک منٹ ہی سانس لے کر کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا میں جانتا تھا کہ گرن باؤچ کا معاملہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تھا وہ بے چاری صرف اپنے بھائی کے لیے اس معصیت میں پڑا گئی تھی سب سے زیادہ فکر مجھے ڈسٹ اور سوئیٹا کی تھی جہاں مغزوں میں پڑا گیا تھا تو کیا یہ نہیں تھا کہ وہ بھی معصیتوں کا شکار ہو گئی ہوں کاش ایسا ہی ہوتا کہ میں باؤل یا سٹر نہیں بلکہ ان کے بارے میں بتا دیتا کہ وہ ان کی مدد تو کر سکتے تھے لیکن اب یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا سٹر بلنگ نے مجھ پر اعتماد کر کے انہیں میرے حوالے کیا تھا لیکن اسوں میں ان کا تحفظ نہیں کر سکا البتہ دل میں موبوم سے خیالات یہ بھی تھے کہ لڑائیاں چا چاگ ہیں ممکن ہے صورت حال کو گھوموں کر کہ وہ اپنے تحفظ کا خود ہی بندوبست کر لیں۔

بہر طور سوئیٹا اور ڈسٹا کا احساس بہت دیر تک میرے ذہن پر حاوی رہا لیکن مجبوری کے ان لمحات میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا عمدہ چیزیں تھیں لیکن چونکہ ایک ہی جگہ بند رہا تھا اس لیے کھانے سے زیادہ رغبت نہیں ہو سکی۔

تاہم میں نے تصور بہت کم کیا لیا یا بی اور اس کے بعد ڈالائی ایک طرف مڑ کر کہیں میں جیل قدمی کرنے لگا ہاتھ پاؤں کو بالکل ہی چھوڑ دینا مناسب نہیں تھا چیل قدمی کرنے کے بعد میں آرام کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا کافی دیر تک کہیں میں ٹوٹا رہا آئندہ کے لیے کوئی فیصلہ کرنا قطعاً ناممکن تھا چونکہ حالات کا اندازہ مجھے بالکل نہ تھا۔

چلب کافی جیل قدمی کر چکا تو بستر پر جا بیٹھارات خاصی بو گئی تھی پتا نہیں ان بجنتوں نے گھڑی غائب کرنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا اگر گھڑی ہوتی تو کم از کم وقت کا پتا چوتھار تبا بستر پر لیٹا لیکن کی چھت کو گھورتا ہا درشن دان اب بھی کھلے ہوئے تھے اور ان سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ ساتھ ہلکے ہلکے ٹھونکی آواز میں بھی بند ہو رہی تھیں وہ کیوں ناکاسفر خانے کی سمت تھا، اس کا کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

کافی دیر تک لیوٹی لیٹا سوچتا رہا اور میرے سونے کی کوشش شروع کر دی سوچا ناہی میرے مفاد میں تھا اور نہ خیالات تو ذہن کو پریشان کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکتے تھے ذہنی کا تصور ذہن

میں لیے بالآخر نیند کی خوشی میں پہنچ گیا اور ذہنی کو خواب میں دیکھنا شروع کر دیا۔ خواب میں بھی میرے ذہن میں ہی تاثر رہا تھا کہ ذہنی میرے پاس نہیں ہے جملے نکلن کن حالات میں اسے دیکھا جملے کسی کسی طرح اس کی کیفیت کا تجربہ کرتا رہا اور پھر رات کا شاید آخری پہر تھا کیونکہ روشنیوں سے ملنے لگی روشنی جھپٹنے لگی تھی صبح کی آمد مدد کا پیغام تھا کہ میری آنکھ کھل گئی میرے اٹنا بازو ایک سمت رکھا ہوا تھا لیکن جب احساس جاگا تو اندازہ ہوا کہ کوئی میرے قریب ہے ایک لمبے کے لیے پورے بدن میں سستی دور دوری میں چونکہ ذہنی کے خواب دیکھتا رہا تھا اس لیے دل کو ایک عجیب سے جذبے کا احساس ہوا گیا ذہنی واپس آگئی ہے میری بری طرح جھل پڑا اور اٹھ کر بیٹھ گیا کوئی میرے نزدیک رہا تھا ناممکن بات تھی ناقابل یقین میں نے بے چینی سے اس کی شکل دیکھی آنکھیں جھاڑ جھاڑ کر سے دیکھتا رہا اور دوسرے لمحے میرے اوپر کا سانس اوپر اڑنے لپچے کا پیچہ رہ گیا۔

یہ گرتی باؤچ تھی جو میرے بستر میں میرے بالکل نزدیک سو رہی تھی لیکن لیکن کہیں میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہی تھیں کہیں میں کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو گیا میں اس کے چہرے پر جھکا اور اسے غور سے دیکھنے لگا تب مجھے ایک اور احساس ہوا گرتی باؤچ کا تنفس جاری نہیں تھا اور اس کے چہرے پر مروی چھائی ہوئی تھی اور اور جھٹکا میرے ذہن کو لگا اور میں مجھے ہٹ گیا میں نے کہا کیا ہے ہاتھوں سے گرتی باؤچ کی پیشانی کو ٹھونکا۔ پیشانی سرد تھی پھر میں نے اپنا ہاتھ اس کی ناک کے سامنے کر دیا سانسوں کی آمدورفت کا کوئی احساس نہیں تھا میرے ذہن نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ گرتی باؤچ زندہ نہیں ہے یہ اس کی لاش ہے جسے میرے نزدیک ٹھار دیا گیا ہے ایک عجیب سی کیفیت ہو گئی جاگنے کے فوراً بعد اس سامنے سے دو چار ہوا تھا اور یہ ساڑھے اسیاب ٹھنک تھا چنانچہ میری پٹن آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا گرتی باؤچ کی شخصیت میرے ذہن میں آگئی ہے جاری بالآخر موت کا شکار ہو گئی تھی کوئی نہیں بچا سکی تھی خود بھی نہیں بچ سکی داس کے لیے دور رہا تھا بار بار میں اس کی غنیمت منوں رہا تھا لیکن کہیں بھی میرے وہم کی نفی نہیں ہوتی تھی یہ وہم نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی یہ گرتی باؤچ کی لاش تھی ان کی جنتوں نے میرے ساتھ ایک بدنامی مذاق کیا تھا اور ان کے مذاق نے مجھے چند لمحات کے لیے ذہنی طور پر مغل کر دیا تھا۔

ایک باہر میرے سینے میں شعلے بھرنے لگے دل جا ہا کہ

اس جہاز کو آگ لگا دوں سب کچھ تباہ کر دوں لیکن جہاز کو تباہ کرنے سے ترکو ماؤخرم نہیں ہو جائے گا ذہنی کی زندگی نہیں بچ جائے گی گرتی باؤچ زندہ نہیں ہو سکے گی اور وہ بے شمار افراد جو ان لوگوں کے ہاتھوں لقمہ اجل بن چکے ہیں واپس نہیں آجائیں گے انہیں نسبت دنیا بھر کا نام ضروری ہے انہیں جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہے اور اگر اس کوشش میں کبھی زندگی موت کی خوشی میں پہنچ جائے تو سودا ہنسا نہیں ہوگا۔

صبر و سکون کا ایک بے پایاں احساس میرے وجود میں تیرنے لگا میں نے اپنی اعصابی قوتوں کو بحال کر لیا تھا خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور جاؤ گرتی باؤچ کے مردہ بدن پر ڈال لی اس کے بعد میں پھر کہیں میں ٹھنکے لگا کہیں سے ملتی ایک چھوٹی سا باہر تروم تھا میں اس میں پہنچ کر منہ پر پانی کے جھپٹے مارنے لگا اور پھر کڑوں سمیت ہی شاور کے نیچے بیٹھ گیا۔

ٹھنڈا پانی باقی میرے سر سے بہہ کر پورے بدن کو چھوٹا رہا لیکن مجھے اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا میرے وجود میں جو بے پناہ حلق تھی وہ اس ٹھنڈے پانی کو خاطر میں نہیں لار رہی تھی پورا لباس بری طرح جھبک گیا تھا سڑا پور ہو گیا تھا لیکن میں اب بھی شاور کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ باہر سے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی پھر ایک اور ہلکی سی آواز۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر شاور بند کیا اور باہر تروم کا دروازہ کھولا کہ باہر نکل آیا۔ میرا اندازہ درست تھا یہ ڈمپل ہی تھی جو چھٹی چھٹی لگا ہوں سے کبھی مجھے اور کبھی گرتی باؤچ کو دیکھ رہی تھی میں جس ٹیلے میں اس کے سامنے پہنچا وہ لے دیکھ کر چوکا پڑی۔

”یہ۔ یہ۔ اس کے منہ سے آواز نکلے۔“

”ہاں۔ ڈمپل اس لڑکی کا نام گرتی باؤچ ہے۔“
 ”مگر تم نے اسے کیوں تھل کر دیا۔ تم نے اس سے اس سے انتقام لیا ہے تم نے۔“ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ جھلک رہی تھی۔

”نہیں ڈمپل۔ یہ میرے ساتھ ایک دلچسپ مذاق کیا گیا ہے یہ لڑکی میری شتا سامنے پہلے اس کے بھائی کی لاش میرے ہونٹوں کے کمرے میں پہنچائی تھی اور اب اسے مردہ حالت میں رات کو میرے کمرے میں لا کر ٹھار دیا گیا غالباً وہ مجھے اعصابی خلل کا شکار بنا چاہتا ہے میں ان کے ذہن میں میرے لیے نفرت کے جذبات ہیں اور وہ اپنی نفرت کا اظہار اس طرح کر رہے ہیں کہ مجھے توڑ دیں لیکن ڈمپل یہ ممکن نہیں ہے۔ ڈمپل اپنی جگہ گھڑی

گرینچی کی لاش کو دیکھتی رہی اور بھر پولی۔

”مگر یہ لڑکی کون ہے؟ کیا تم اسے جانتے ہو؟“

”ہاں اس کا نام گرینچی ہاؤس ہے، انہی لوگوں کے لیے کام کرتی تھی انہوں نے اس کے بھائی کو اپنے قبضے میں کر رکھا تھا اور اسے منشیات کا عادی بنا کر اپنے جال میں پھاس رکھا تھا اور گرینچی ہاؤس کے لیے کام کرتی تھی ڈیمپل کی آنکھوں میں اس کے لیے عجیب سے تاثیرات نظر آتے ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ سفید پڑا گیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی۔

”ناشتہ پہنچا دوں تمہیں؟“

”ناشتہ کھانا۔ اس کے علاوہ تمہاری زندگی میں اور کچھ نہیں ہے ڈیمپل؟“

”بہت کچھ ہے لیکن ڈیمپل اب صرف ایک نام ہے اور نام کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس نے کہا اور واپس جلنے کے لیے دروازے کی جانب مڑ گئی میں تیزی سے آگے بڑھا اور میں نے اس کا راستہ روک دیا۔

”کیا اس وقت بھی تم خطرات سے دوچار ہو ڈیمپل؟ اس نے عجیب سی لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

”مطلب۔ میں سمجھی نہیں؟“

”مجھ سے بات نہیں کرو گی؟“

”کیا آپ کے پاس دوسرا لباس موجود ہے؟“

”نہیں؟“

”مگر آپ کا یہ لباس سردی خاصی ہے؟“

”میرے وجود میں شیلے بھوک رہے ہیں ڈیمپل میں جل رہا ہوں اور اس جلن کو ٹھنڈا کرنے کے لیے میں نے اپنا وجود پانی میں بھگو دیا ہے۔“

”لیکن اس طرح بیمار ہو جاؤ گے؟“

”میں ذہنی طور پر بیمار ہوں میں ان سب کو ختم کر دینا چاہتا ہوں انہیں نفا کرنے کا خواہشمند ہوں۔“

”یہ ممکن نہیں ہے تم تمہارا ہوس جہاز پر ڈیمپل آہستہ سے بولی۔

”ہاں۔ میں تمہارا لیکن تم میرے ان الفاظ کو یاد رکھنا ڈیمپل کہ بلاخر میں ایک دن ان کی موت کا باعث بنوں گا میں ہی ان کی موت کا باعث بنوں گا۔ ڈیمپل نے بے چینی سے مدد کی طرف دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گئی میں اس کی بے چینی کی وجہ سمجھتا تھا میں جانتا تھا کہ گرینچی ہاؤس کی طرح وہ بھی ایک مجبور لڑکی ہو گی لیکن اب۔ اب کچھ کرنا ضروری تھا

گرین ہاؤس کی لاش انہوں نے میرے نزدیک ڈال کر میرے جذبات کو بھرا ڈالا دیا تھا اگر میں جانتا تو ڈیمپل کے ساتھ ساتھ کہیں سے باہر نکل سکتا تھا اور ہنگامہ کر کے اپنے دل کی جبراً نکل سکتا تھا اس طرح بے چاری ڈیمپل عقاب کا شکار ہو جاتی چنانچہ میں نے میرا کیا۔

میں نے نانتے کے لیے منہ کر دیا تھا اس لیے ناشتہ نہیں لایا گیا گرینچی ہاؤس کی لاش کو دیکھ کر میری وحشت بڑھتی جا رہی تھی پھر اس وقت میرے اندازے کے مطابق دن کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے جب چند افراد کہیں کہ دروازہ کھول کر اندر آ گئے ایک ہماری بھر کم شخص نے اپنے ساتھ آنے والے لوگوں کو اشارہ کر کے کہا۔

”لاش اٹھاؤ اور وہ لوگ گرینچی ہاؤس کی لاش کی جانب بڑھ گئے میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا بھاری بھر کم شخص کو دیکھ رہا تھا میرا دل ابھی بھی بہت زیادہ خراب تھا کہ اس کی مدد تک خشک ہو گئے تھے لیکن بالکل خشک نہیں ہوئے تھے۔

”یہ تمہارا لباس کیسے جھیک گیا؟ ہماری بھر کم آدمی نے سوال کیا۔

”میں صرف ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں تم سے گرینچی ہاؤس کی لاش میرے کہیں میں کیوں ڈالی گئی تھی؟“

”تمہاری تفریح طبع کے لیے۔“

”تم کون ہو؟ میں نے پوچھا۔“

”یہ احمقانہ سوال ہے اس شخص نے کہا۔“

”میں ہر سوال کا جواب چاہتا ہوں۔“

”اور جواب نہ ملتا تو؟“

”قوت۔ میں نے غصے سے ہونٹے انداز میں کہا اور اس شخص نے ہسٹوں نکال لیا۔

”جذبہ باقی ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس سلسلے میں حرج احکامات کے پابند ہیں۔“

”میں باہر نکلنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔“

”آؤ اس شخص نے غیر متوقع طور پر کہا اور ایک لمحے کے لیے مجھے ایسے کانوں پر یقین نہیں آیا پھر طور یقین کرنے کے بعد میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا وہ میری لپٹ پر آ گیا تھا۔

”چلو دروازہ کھولو اور باہر نکلو اس شخص نے کہا اور میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا باہر نکلنے کے بعد میں نے گہری گہری سانسیں لیں ایک بار باہر تھی جو میری چل جاتی تھی اور جس کے دونوں جانب کروں کے دروازے بنے ہوئے تھے میں اس

راہداری سے گزرنے کا ایک مکمل جگہ گیا۔ ہماری بھر کم شخص نے مجھے ایک طرف مڑنے کے لیے کہا اس دوران وہ ایک لمحے کے لیے ناخن نہیں ہوا تھا ہسٹوں اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کا رخ میری ہی جانب تھا میں جانتا تھا کہ اس تنہا شخص کو میرے پاس بھیجنے کا مطلب کیا ہے۔

اگر میں کوئی کوشش کرتا تو یقیناً طور پر مجھے گولی ماری جاتی چنانچہ کسی حماقت کا ثبوت دینا مزید حماقت ہوتی وہ شخص مجھے لیے ہوئے ایک بال ٹاکر سے کے دروازے پر پہنچ گیا اور چند لمحات کے بعد میں اندر تھا یہ ایک کہیں تھا لیکن کافی بڑا اور کشادہ ایک جانب تو ٹھوسا سا سامان رکھا ہوا تھا یقیناً یہ جہاز کا ناکارہ سامان تھا لیکن یہ بھی یہ کشادہ کہیں زیادہ صاف تھا کہیں تھا ایک طرف ایک میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد دو آدمی کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کافی سا سامان رکھا ہوا تھا ہماری بھر کم آدمی نے مجھے ان کے سامنے پیش کر دیا ایک شخص ان میں سے نمایاں شخصیت کا مالک تھا لیکن تن و لوش کا مالک یہ شخص کپتان کی وردی پہنے ہوئے تھا اور اس کے چہرے پر بے پناہ وہم و شبہ نظر آ رہی تھی فریج کٹ ڈاڑھی اور گہنی مونچھوں میں وہ کافی حد تک خطرناک معلوم ہوتا تھا اس نے اپنی بڑی بڑی خوشنوا آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر نرم لہجے میں بولا۔

”بیٹھے جاؤ۔ اشارہ ایک کرسی کی جانب کیا گیا تھا جو ان لوگوں سے چند کڑے ناسطے پر پڑی ہوئی تھی۔“

”میں تم لوگوں کے احکامات ماننے کا پابند نہیں ہوں۔“

”دیکھو۔ ہر حق آدمی احمقانہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی حرکات کرتا ہے بیٹھے جاؤ۔ ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کریں گے۔“

”دوستانہ فضا اور تمہارے ساتھ؟“

”وتم باگل کیوں ہو رہے ہو آؤ۔؟“

”اس لڑکی کو کیوں قتل کر دیا گیا۔ اور اسے میرے لیٹر پر منظر کا شکار ہے؟“

”سبے وقت آدمی ہو ہمارے کچھ سوالات کے جواب دہ اور نفعوں بانوں سے گریز کرو۔“

”ہوں۔ فرمائیں۔ میں نے طنز بے انداز میں کہا۔“

”تم نیویارک پولیس کے کون سے ڈپارٹمنٹ سے تعلق

رکھتے ہو۔ کیمن نے پوچھا اور اس کے اس ایک سوال نے مجھے ایک لمحے میں ساری حقیقت سے روشناس کر لایا۔ وہ لوگ مجھے پھر لٹاڑ اصغر کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے بلکہ مقامی انتظامیہ کا کوئی فرد سمجھتے تھے ایک لمحے کے لیے میں فیصلہ نہیں کر پا گیا مجھے کیا کرنا چاہیے اپنی اصل شخصیت کو ان کے سامنے لاؤں یا پھر ان کی سوچ کے مطابق ہی خود کو رہتے دوں۔ دوسرے لمحے میں نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں تو انہیں غلط فہمی کا شکار رہنا چاہیے میری اصل پوزیشن ان کی نگاہ میں آگئی تو پھر صورت حال تبدیل ہو جانے لگی۔

”سوالوں کا تبادلہ زیادہ مناسب رہے گا مسٹر کیمن یہ الفاظ میں آپ کے لباس کو دیکھ کر اور اگر رہا ہوں؟“

”او۔ او۔ گویا تم بھی سوالات کرنا چاہتے ہو ٹھیک ہے۔“

”آپ نے مجھے کس حیثیت سے گرفتار کیا ہے؟“

”وتمہارے ذریعے ہیں جو نقصانات پہنچے ہیں وہ ناقابل تلافی ہیں اور ان کے سلسلے میں ہمیں تم سے باز پرس کرنا ہی تھی۔ کیمن نے گول مولی سے انداز میں جواب دیا۔

”ایمن کارٹ کو کیوں قتل کیا گیا؟“

”وتمہارا تعلق ایمن کارٹ ہی سے تھا نا لیکن وہ تو ایک پرائیویٹ جاسوس تھا تمہارا اس سے کیا تعلق تھا؟“

”تم نے اسے کیوں قتل کیا اور پھر تک کیسے پہنچ گئے؟“

”چلو ٹھیک ہے تم تمہارے سوالات کا جواب دیتے ہو۔ ایمن کارٹ پرائیویٹ جاسوس کی حیثیت رکھتا ہے کم از کم ہمارے علم میں یہی تھا ہمیں اس بات کا اندازہ تھا کہ ممکن ہے وہ پولیس کے لیے بھی کام کر رہا ہو۔ چنانچہ ہم اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھے لیکن ہم نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جب ہم نے اسے ایئر پورٹ پر دیکھا کہ وہ کس کا انتظار کر رہا ہے تو اس سے قبل کہ وہ اپنی

معلومات تم تک منتقل کرتا ہے اسے قتل کر دیا۔“

”مارکوس ٹریڈر مسٹر ویل ہی کی ملکیت ہے؟“

”ہاں۔ تمہاری معلومات خاصی آگے بڑھ چکی تھیں اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ تمہیں ٹریڈر لیا جائے۔ اس شخص نے جواب دیا۔

”بس۔ تو پھر تم سوچ سکتے ہو کہ میں کون ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟“

”یہ تو سوچ لیا گیا ہے تمہارے بارے میں پھر طور تمہیں تمہاری موت کی اطلاع دی جا رہی ہے، ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ہلاک کر دیا جائے کیونکہ اس تم ہمارے لیے ایک بالکل

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگا پھر میں نے کچھ سوچ کر کہا
 ”نہیں مسٹر کوہمی میرا تعلق پولیس سے نہیں ہے بلکہ میرا
 ان سے ذاتی معاملہ ہے۔“

”مثلاً کیا تم ان لوگوں سے متعلق رہ چکے ہو؟“
 ”نہیں۔ میں ہمیشہ ان کے خلاف رہا ہوں اور اس کے
 نتیجے میں انہوں نے میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کیا ہے جس
 کی وجہ سے میں ان کا دشمن بن چکا ہوں۔“

”میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں مسٹر فرینڈس
 اگر تم ان لوگوں کے دشمن ہو تو پھر لاس اینجلس میں تمہیں کوئی
 سے اچھا کوئی دوست نہیں مل سکے گا۔ میرے سینے میں
 انتقام کا کالا ڈروشن ہے اور میرا اپنی زندگی کی قیمت پر ان لوگوں
 کو فنا کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہوں میں انہیں ہر حالت میں تباہ
 بر باد کر دینا چاہتا ہوں۔“

”اس کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں مسٹر کوہمی؟“
 ”وجہ؟ کوہمی نے کرسی کی پشت سے گردن لٹکائی اور جھپٹ
 کی طرف دیکھنے لگا چند لمحات خاموشی رہا پھر بولا۔

”تم میرا جو چہرہ دیکھ رہے ہو وہ اصلی نہیں ہے۔“
 ”میں جانتا ہوں اس پریک اپ ہے۔ میں نے کہا اور
 کوہمی ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”وہ تم نے کیسے جانا اس لیے مسٹر کوہمی کہ آپ کے پیڑھے کے
 تاثرات آپ کے ذہنی تاثرات سے ہم آہنگ نہیں ہیں آپ
 نے شاید اپنی آنکھوں پر بھی میک اپ کیا ہو ہے کیونکہ آپ کی
 آنکھوں پر بھی ان تاثرات کا پتا نہیں چلتا جو آپ کے ذہن
 میں موجود ہوتے ہیں۔“

”اس کا مقصد ہے کہ تم ایک ذہین آدمی ہو پینے اپنے بارے
 میں مکمل تفصیلات بتا دو اس کے بعد کوہمی تمہیں بہت کچھ بتانے
 کا میرے اس جملے سے یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں کس طور پر آپ
 سے کم سمجھتا ہوں بس یوں جھوٹے اتفاقات نے ہمیں ایک ہی شقی
 کا سوار بنا دیا ہے کہ تم مجھے بتاؤ گے کہ ان لوگوں سے تمہاری کیا
 پرخاص ہے۔“

”اے میں کیا ہے مسٹر کوہمی؟ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا
 کوہمی پر یقین کرنے کو دل چاہ رہا تھا اور پھر اپنے اس حادثے
 کے بعد میں محسوس کرتا تھا کہ میری ذہنیت میں تبدیلی پیدا
 ہوئی ہے پس خواہ مخواہ ہی ذہن پر ایک عجیب سا احساس
 طاری ہو گیا تھا تب میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
 ”مسٹر کوہمی میرا اصل نام راجہ نواز احمد ہے سرزمین

پاکستان کا رہنے والا ہوں لیکن طویل عرصے سے نیویارک کا
 شہری ہوں یوں کچھ کیری زندگی چوتھائی حصہ۔“

اس قسم کے لوگوں میں کرا رہے۔ بلونیوں میں پھنس کر میں تمام
 اقدار بھول گیا تھا لیکن بالآخر حالات نے مجھے ایک ایسے راستے پر
 لا ڈالا جہاں سے میں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا ایک جرم
 لڑکی مارے ڈوبینگ مسلمان ہو کر میری بیوی بن گئی اور میں نے
 اس کا نام زہی رکھا زہی اور میں نیویارک میں زہی کا گھر
 کے نام سے ایک فرم کھول کر اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کو
 بہتر بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن میرے اور ان کے درمیان
 درہمیز دشمنی چل رہی تھی جس کی بنیاد پر میری بیوی کو اغوا
 کر لیا گیا نیویارک میں، میں ایک جرم بن گیا اور میں نے کچھ
 لوگوں کو قتل کر دیا وہاں سے جہاں کراس اینجلس آیا کیونکہ
 مجھے اطلاع ملی تھی کہ وکٹر ویل بی نامی شخص میرے ان دشمنوں

میں سے ایک ہے جو میری بیوی کے اغوا کا باعث بن گئے ہیں
 میں بھی دل میں یہی منصوبہ لیے یہاں پہنچا تھا مسٹر کوہمی کہ ان
 لوگوں سے ٹکراؤں اور انہیں فنا کروں میں نے اپنے طور
 پر کچھ کارروائیاں بھی کیں لیکن اس جگہ مجھے ان حالات سے
 دوچار ہونا پڑا۔ یہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے اور
 بالآخر ایک مرتبہ میں ان کے ہاتھوں دھوکا کھا گیا اور ان حالات
 میں تم نے میری مدد کی ہے مسٹر کوہمی تم جو کوئی بھی ہو تمہارا
 تعلق کسی سے بھی ہو میرا ضمیر مجھ سے کہتا ہے کہ میں اپنے بارے
 میں تمہیں لاعلم نہ رکھوں کوہمی کو بھی عجیب سی لگا ہوں سے مجھے
 دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنی گردن کے پٹیلے حصے میں کچھ ٹھٹھا
 اور وہ ماسک اتار کر میرے سامنے رکھ دی جو اس کے چہرے
 پر چڑھی ہوئی تھی اب میرے سامنے ایک پر وقار شخص کا چہرہ
 تھا یہ شخص بھی عمر رسیدہ تھا لیکن اس کے چہرے کی سرخی اور
 قن و قوش سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس عمر میں بھی وہ کافی طاقتور
 اور سخت گیر طبیعت کا مالک ہے میں نے مسکرائی لگا ہوں سے
 اسے دیکھا لیکن کوہمی کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی وہ
 غراٹے ہوئے پیچھے میں بولا۔

”مسٹر نواز احمد بلکہ مسٹر فرینڈس بہتر یہی ہے کہ میں تمہیں
 تمہارے اصل نام سے پکارنے کے بجائے فرینڈس کے نام سے
 مخاطب کروں تاکہ تمہاری شخصیت پر یقین دہانے میں اپنے
 بارے میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتا ہوں میرا نام جیسا کہ میں نے
 بتایا ہے ان کا میری ہی ہے اور میں یہاں لاس اینجلس میں جہاں
 مشغری کی در آمد بڑھا دے گا کاروبار کرتا ہوں۔ میں نے ایک

بہری شخصیت اختیار کی ہوئی ہے اور میری موجودہ شخصیت
 ہی پہلی شخصیت سے بالکل مختلف ہے میرے پاس دولت اور
 آئی کی کمی نہیں ہے لیکن میرے سینے میں سنگتی ہوئی گنگھیس
 ت کے لیے مجبور کر رہی ہے کہ میں ایک عام آدمی کی حیثیت
 پر ان کے پیچھے لگا رہوں اور میرا جرم بھی ممکن ہو ان میں زیادہ
 ہے زیادہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دوں جس شخص کا نام
 ہے لیکن وکٹر ویل بی انتہائی مکار چالاک شخص ہے جسے حد
 اور شخصیت کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود منظر عام پر نہیں
 ہیں تاکہ لوگوں کو کھدروں میں جھپٹا پھرنا سبے میلوں میں اس کی
 عمومی رائے گاہ ہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ اکثر میلوں میں پایا
 تا ہے لیکن میلوں کے اطراف اس سے سبھرا لائی ہوئی دیواریں
 ڈری کر رکھی ہیں اور ان تک پہنچنا ایک مشکل کام ہے میلوں ایک
 حصے سے اس کی ملکیت بن کر رہ گیا ہے حالانکہ یہ ایک سرکاری
 دیرہ ہے۔ جہاں بھی گیا ہے بلکہ لوہ جھوکا سے بنوایا گیا ہے لیکن
 پاس پرنکل ٹھہرے وکٹر ویل بی کا قبضہ ہے اور وہاں وہ اپنی
 نامانی زندگی گزارتا ہے بہت سی داستانیں اس کے نام سے
 سوب ہیں تو میں تمہیں وکٹر ویل بی کے بارے میں بتا رہا تھا کہ
 اس میں ایک بلکہ بڑا جھوکا امریکہ میں منشیات کی تجارت میں
 بے اول کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے امریکی نوجوان
 ہائی تباہ حال ہو چکے ہیں وہ اخلاقی تدروس سے اتنے گر
 پے ہیں کہ اب ان میں انسانیت کی کوئی رقی باقی نہیں رہ گئی
 ہے میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی انہیں کشتوں کا نشانہ ہو گئے
 یہ انہوں نے ان دونوں کو منشیات کا عادی بنا دیا اور منشیات
 عادی بنا کر مجھ سے انہوں کو فارمولہ کیے ہیں انہوں نے
 بری بیٹی اور بیٹے کے ذریعے ایک میل کر کے اور جب میں
 ہاتھیں مزید رقم دینے سے انکار کر دیا اور ان کے خلاف
 اردوئی کرنے کا فیصلہ کیا۔ تو۔ تو کوہمی کی آواز بھرا گئی۔

”تو کیا ہوا مسٹر کوہمی؟“
 ”انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا میں جانتا تھا کہ۔
 اس اینجلس میں پولیس وکٹر ویل کا کچھ نہیں لگا سکتی گو
 لے چھوٹے موٹے افراد مارے بھی گئے تو اس سے کیا فرق پڑتا
 ہے جہاں جہاں میں نے چند افراد کو جمع کر کے ان لوگوں کے خلاف
 اردوئی کا آغاز کیا اور جہاں بھی مجھ سے ملن ہوتا ہے میں
 ان لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں وہ لوگوں کے
 اسے میں میرا خیال تھا کہ یہ بیچو کا مزور ہے لیکن اس کا تعلق
 لڑکوں بی بی سے ہے جہاں جہاں اس کے سلسلے میں مصروف تھا

اور اس کی کارروائی کا جائزہ لے رہا تھا کہ اتفاقاً تلخ طبع پر تم مجھے
 نظر آ گئے ہیں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے سمندر میں گرے
 ہونے دیکھا تمہارے بہت سے بندے ہونے ورنہ اس بات
 کے غماز تھے کہ تمہیں قتل کیا جا رہا ہے اور اس لیے میں نے تمہارا
 مدد کی کوہمی نے آخری الفاظ کہے اور ایک بار پھر کرسی کی پشت
 سے گردن لٹکادی ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی تھی چند
 لمحات وہ اسی طرح خاموش رہا پھر اس نے آنکھوں کے پورے
 پونچھتے ہوئے سیدھے پیچھے کر مجھ سے کہا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہاری بیوی زندہ ہے کیا وہ بھی
 منشیات کی عادی بنا دی گئی تھی؟“
 ”نہیں منشیات کی عادی اسے نہیں بنا گیا تھا اس پر یہ
 انتقام کی بنیاد پر ان لوگوں نے لے اغوا کیا؟“
 ”کیا تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ اسے وکٹر ویل بی نے
 ہی لے اغوا کیا؟“

”وکٹر ویل بی کا سلسلہ جس شخص سے جا کر ملتا ہے وہ ویل
 بی سے کہیں زیادہ خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔“
 ”یعنی تزلو کا کوہمی نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔
 ”اوہ۔ تو تم تزلو کا جانتے ہو۔؟“

”ہاں۔ میں نے اس دوران ان سب کے بارے میں مکمل
 معلومات حاصل کی ہیں اور مجھے علم ہو گیا ہے کہ ہر سے کتنا،
 ہر سے رام ٹریک کا بانی تزلو کا ان کا پشت بنا ہے مجھے یہ بھی
 معلوم ہوا تھا کہ تزلو کا نے لاس کے علاقے میں ایک اڈا بنا رکھا
 تھا جیسے کسی شخص۔ دفعتاً کوہمی خاموش ہو گیا وہ متوجہ لگا ہوں
 سے مجھے دیکھنے لگا تھا اور پھر وہ چونک کر بولا۔
 ”کیا نام بتا یا تھا تم نے اپنا۔؟“

”تمہارا خیال درست ہے مسٹر کوہمی میں ہی راجہ نواز احمد
 تھا جس نے نیویارک کی پولیس کو اس آڈے کی جانب متوجہ کر کیا۔
 جس میں تزلو کا نے اچھی جنت بنا رکھی تھی، لیکن انہوں نے پولیس
 ریڈ میں تزلو کا نہ چھینس سکا، وہ ان لوگوں کے پٹیلے سے نکل گیا
 اور پھر کچھ عرصہ رو پویش رہ کر اس نے خود کو دوبارہ منظر کر لیا۔
 اس کے بعد اس نے میرے خلاف دوبارہ کارروائی کی۔ تزلو کا
 کے بارے میں۔ میں تمہیں بتا دوں مسٹر کوہمی کہ وہ بین الاقوامی
 حیثیت کا مالک ہے، یورپ کے تمام ملکوں میں اس کے نمائندے
 پھیلے ہوئے ہیں، اس سے پہلے نیویارک میں بھی اس کا ایک
 نمائندہ موجود تھا، جو بعد میں اسی طرح پولیس کے ہاتھوں
 مارا گیا اور اب نیویارک کے معاملات بھی وکٹر ویل ہی کنٹرول

کرتا ہے؟
 کو بھی خاموشی سے میری بات سن رہا تھا اس کی آنکھوں میں خوف کی سرخی پھیلی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ تانے کی طرح تپ رہا تھا۔
 تمہاری معلومات بھی بہت شاندار تھیں اور میرے جاننے والے ہوں۔
 جانتا ہوں کہ تم یقیناً طور پر ان معاملات میں کیا کیفیت رکھتے ہو، اگر میں تم سے دوستی کی درخواست کروں، تو کیا تم سے قبول کر لو گے؟
 ”تم دوستی کی بات کر رہے ہو میرے کو بھی، میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس وقت میری زندگی تمہاری رہ رہی منت ہے۔“
 ”تم مجھ کو دوست دے دو، میں تم سے بہت کچھ انسانی بہبودی کی بنیاد پر کیا تھا۔ اگر تم کو یوں کہہ لے کسی اور جگہ بھی اس طرح مصیبت کا شکار ہونے سے تو شاید میں تمہاری زندگی بچانے سے دوپٹے نہ کرتا۔ اب تو تم دونوں کی فوجی طبی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے ٹھکانے پر کھڑے ہیں، خون کے پیلے سے ہو، تو سونا اگر اسے تھل کر دو تو اس کی لاش میرے حوالے کر دینا اور اس کے بدلے میں تمہارے جو کچھ مانگو گے میں خاموشی سے تمہیں دے دوں گا، میں اس کا خون پینا چاہتا ہوں، یہ میری زندگی کا سب سے بڑا عہد ہے اور اس عہد کو پورا کرنے کے لیے میں اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔“
 ”میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں میرے کو بھی ہم مضبوط دوستوں کی حیثیت سے یہاں کام کریں گے، میں نے ہاتھ اٹگے بلاصحتے ہونے کہا اور کوئی نے اپنا چہرہ ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا، پھر بولا۔
 ”تم اب تک تمہا ہی کام کرتے رہے ہو۔؟“
 ”نہیں۔ یہاں میرا ایک اور ساتھی ہے اس کا نام انیسٹرل پینڈر تھا میرے ساتھ کام کر رہا تھا، اس کے علاوہ وہ شخص جس کا نام پاؤل تھا اور جس کے سامنے میں نے ترکو کا نشان دہی کی تھی وہ بھی میرے ساتھ لاس اینجلس میں کام کر رہا ہے۔ میں نے ان دونوں ہی سے مارکوس ٹریڈرز اور میکلو کے قریبی دیہات پر زبرد کرنا تھا۔
 ”مگر تم کہہ چکے ہو کہ نیویارک میں تم سے کچھ تعلق بھی ہو گئے تھے۔؟“
 ”ہاں۔ اور اس کے بعد مجھے موت کی سزا دے دی گئی۔
 لیکن میں ایک مفروضہ تیار کر رہا ہوں۔“
 ”اور اس کے باوجود پولیس والے تمہاری مدد کر رہے ہیں؟“

”ہاں صرف اس جگہ میں کہ میرے ذریعے وہ منشیات کی تجارت کا اسناد کر سکیں گے۔“
 ”بڑی دلچسپ اور بڑی عجیب بات ہے لیکن یہ کونسا نام ہے تمہاری بات پر کسی قسم کا شک کر رہا ہوں بعض اوقات معاملات ایسے بھی ہو جاتے ہیں کہ کسی بڑے مفاد کے لیے جو بڑے مفاد کو قربان کرنا چاہتا ہے، ممکن ہے وہ لوگ تم سے غلط ہوں لیکن تمہیں ان کی امداد کیسے حاصل ہوئی۔؟“
 جواب میں میں نے مسٹر بلیک کی کہانی سنی اور یہ بھی بتایا کہ سوشل اور ڈیٹا سائنس نامی دو لڑائیوں ہوں گے ہم کو میں قریب ہی جو میرے ساتھ کام کر رہی ہیں۔
 ”فکر مت کرو، میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا تم مطمئن رہو۔ میرا اور تمہارا ساتھ ان سب کے لیے مصیبت بن جائے گا۔ دیکھو میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں بھی بتانا چاہتا ہوں۔“
 ”ہاں ہاں ضرور کہو، میں سن رہا ہوں تمہیں نے جلدی سے کہا۔
 ”مسٹر نواز میری شخصیت کا ایک ہیرو جیسا کہ میں تم سے کہہ چکا ہوں، نہایت مخفی ہے اور لوگ مجھے ایک باعزت شخص کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اپنے بیٹے اور بیٹی کی موت پر میں نے کسی قسم کے جوش کا اظہار پولیس کے سامنے نہیں کیا چونکہ میں جانتا تھا کہ پولیس ہر معاملے میں مجھ سے بہتر دی کہتی ہے لیکن وکٹر ویلی کے خلاف وہ کوئی ایسا عمل کرنے میں ناکام رہے ہیں جو میرے لیے سود مند ہو چکا ہے میں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی قسم کی جذباتی کیفیت کا مظاہرہ نہ کر کے خاموشی سے ویلی کے خلاف ضرور عمل کروں اور اس سلسلے میں میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔ ویلی کا دست راست بیڈن برگ ہے، بیڈن برگ کو تم نہیں جانتے، اتنا بڑا سڈ ہے وہ لاس اینجلس میں کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ وہ بھی ایک رنگا رنگی شخص ہے، خاموشی سے شکار کرتا ہے اور کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتا، لیکن اس بار میرے ہاتھوں میں اس طرح چھنسا ہے کہ لطف آ گیا ہو گا اس سے بھی۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”میں نے بیڈن برگ کی بیٹی کو اغوا کر لیا ہے اس کی بیٹی ابھی برگ میرے خالو میں ہے۔ میں ابھی برگ سے اپنے بچوں کا انتقام تو نہیں لے سکتا، چونکہ وہ لڑکی ان تمام معاملات سے بالکل ناواقف اور بے قصور ہے، میں نے اسے بڑی جالاک سے اپنے چنگل میں رکھا ہوا ہے، لیکن بیڈن برگ کو اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت ہے، چونکہ وہ اس کی لاکھوں بیٹی ہے بیڈن

برگ یہاں وکٹر ویلی کا دست راست کہا جاتا ہے اور وہ ویلی کے تمام کردہ کو کنٹرول کرتا ہے۔“
 ”بڑی دلچسپ بات ہے یہ مسٹر کو بھی کہہ رہا ہے اور آپ مجھے دو مہینے بہترین معلومات کا تبادلہ ہو رہا ہے میں نے کہا۔
 ”ہاں میں تمہاری اپنے ساتھ شمولیت سے بے پناہ خوش ہوں، تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ویلی میرے ساتھ بے شمار آ رہی ہیں، لیکن وہ سب کرنے کے لوگ ہیں اور صرف اس لیے میرے ساتھ کام کر رہے ہیں کہ میں انہیں اس کا معقول معاوضہ ادا کرتا ہوں، لیکن جس کے دل میں ویلی کے خلاف جذبہ موجود ہو، اور جو میری ہی طرح ان جذبات کا شکار ہو وہ میرے لیے زیادہ قابل قدر ہے چنانچہ میں تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔“
 ”دیکھو تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہم تم دونوں کو گھر سے دوست ہیں۔“
 ”ٹھیک ہے، میں اس دوستی کو بنا ہوں گا۔ ویلی یہ بیڈن برگ کے بعد خطرناک آدمی ہے، بے شمار مجرم اس کے تحت کام کرتے ہیں اور اس کے فتوہ دار ہیں۔“
 ”ٹھیک ہے ہم اسے بھی دیکھ لیں گے۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا اور تھوڑی دیر کے لیے خاموشی طاری ہو گئی، پھر کوئی ہنسنے لگا۔
 ”اب تو تم دونوں مستقل ساتھی بن گئے ہیں، ہاں اسے ہمارے ہمدردات کیساں ہیں، چنانچہ میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش کرتا ہوں، تمہیں ہر طرح کی سہولتیں جیسا کہ چاہیں گی۔ دراصل میں خود بھی بے شمار انجمنوں کا شکار ہوں اپنی اس موجودہ پوزیشن کے بارے میں فکر مند نہیں۔“
 ”وہ کیوں؟“
 ”وہ اس لیے کہ میری مصروفیات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں، اپنے بیٹے اور بیٹی کی موت کے بعد میں کافی دن تک لوگوں کو نشین رہا، لیکن میرے دوست پھر مجھے باہر کی دنیا میں کھینچ لائے، ان میں بہت سے ایسے ہیں جو میری دلجوئی کے لیے سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن میں سوائے ان سے دور رہتا ہوں اور وہ یہ ہی سمجھتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے اور بیٹی کا نام برداشت نہیں کر سکتا اور اس کی وجہ سے میرے معاملات میں تبدیلیاں آگئی ہیں۔
 لیکن اس کے باوجود وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ میرے قریب رہیں، اور جب وہ مجھے نہیں سمجھتے پاتے تو پریشان ہو اٹتے ہیں، ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ میرا اصل کام سیسے تمہاری موجودگی سے میری کمزوری ایک مشکل ضرور حل ہو جائے گی، یہ کہ میں نہیں اپنے دست راست کی حیثیت سے سامنے رکھوں

مجھے قتل کرنے کی اجازت نہ دیتا جو کہ میں براہ راست ترلوکا کا شکار ہوں اور ترلوکا مجھ سے انتقام لینے کے لیے نہانے کو ن کوں سے منصوبے بنا چکا ہے۔
 ”گڈ بیری گڈ، تو پھر یہ نیا نام سنانے لاؤ، کو میں یو لاء؟“

”کیا مطلب؟“

”میرا مطلب ہے رام نواز اصغر یہ نام اس کے لیے اجنبی نہ ہوگا کیونکہ ترلوکا نے اس بارے میں اسے تفصیلات ضرور فراہم کی ہوں گی۔ اور اگر زہبی کو کوکلرویل بیٹے ہی اٹھا کر آیا ہے تو پھر اپنی برگ کے ذریعے تمہارا کام بخوبی ہی سکتا ہے، بیڈن برگ کو چھوڑ کر وہ زہبی کو اجنبی کے عوض تمہارے حوالے کر دے گا۔ زہبی اس کی دسترس میں نہیں ہے تو پھر یہ اس کا کام ہوگا کہ وہ زہبی کو حاصل کرے، کیونکہ اس کی شکل میں اسے ہی بیڈن برگ والپل مل سکتی ہے، تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔“
 میں کو میں کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، بلاشبہ یہ بہترین تدبیر تھی، کو میں تو واقعی میرے لیے فرشتہ رحمت ثابت ہوا تھا۔ میں نے اس کی بات منظور کر لی، پھر میں نے پوچھا۔
 ”او ایسی برگ کہاں ہے؟“

”میں جس کو کٹھی میں نہیں لے چل رہا ہوں وہیں اپنی برگ کو رکھا گیا ہے۔ لیکن سنو، میں نے اس سے صحیح بات نہیں کہی، دراصل اس کی پچی پر تجھے بھی رحم آتا ہے، وہ بے قصور ہے۔ میں نے اسے یہ بتایا ہے کہ اس کے باپ بیڈن برگ نے غلطی کے لیے اسے میرے حوالے کر دیا ہے اور میں اُسے اس کے دشمنوں سے بچا کر اس جگہ لے آئی ہوں۔ رکھے ہوئے ہوں اور یہ سب کچھ اس کے باپ کے ایما پر ہی ہو رہا ہے۔“
 ”گڈ، یہ بھی اچھی بات ہے۔“

”میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم اسی عمارت میں رہائش اختیار کرو اور اس طرح تم اپنی برگ پر نگاہ بھی رکھ سکتے ہو اور وہیں سے دوسرے معاملات بھی کنٹرول کر سکتے ہو؟“
 ”میں تمہاری اس اعانت کو ضرور قبول کروں گا مگر کو میں؟“
 میں نے جواب دیا۔

”تو پھر اٹھو۔ ہم یہاں سے چلتے ہیں، کو میں نے اس بارڈرلٹ سے نکلنے کے بعد سامنے کے دروازے کا رخ نہیں کیا تھا بلکہ وہ عقبی سمت سے ہوتا ہوا ایک شاندار شوریلٹ کا رہیں آیتھا۔
 مجھے بھی اس نے اپنے پتھر بے بیٹھنے کی دعوت دی اور کارا اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔“

ہم لوگ خاموشی سے سفر کرتے رہے، خورد و وہیں چھوڑ دی گئی تھی جس کے بارے میں کو میں نے مجھے بعد میں بتایا کہ وہ

اسی جگہ کھڑی رہتی ہے اور جب وہ خود فورڈ کو استعمال کرنا چاہتا ہے، وہیں سے اٹھا لیتا ہے۔

ہم لوگ خاموشی سے گزرتے گئے، جیسے شہر کے مغربی کنارے پر واقع تھا یہاں فارم ہاؤس ٹائپ کی ایک خوبصورت عمارت موجود تھی جس کا احاطہ بے حد وسیع تھا اور جس میں بہت سے خوبصورت حصے نظر آ رہے تھے درمیان میں وہ سفید عمارت تھی جسے کو میں نے کوٹھی کا نام دیا تھا۔ وہ آدی یہاں موجود تھے جو شوریلٹ کو دیکھ کر مستعد ہو گئے تھے، کو میں بڑے اہتمام سے سچے انڈار میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

میں نے صومس کیا تھا کہ کو میں نے یہاں حفاظت کے مناسب انتظامات کر رکھے ہیں۔ احاطوں کے آخری حصوں پر مجھے کچھ ایسے افراد نظر آئے جو مسلح تھے اور مخصوص انداز میں حرکت کر رہے تھے۔
 عمارت میں داخل ہو کر بالآخر ہم ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے، جس سے ملحق ایک اور کمرہ تھا۔ کو میں نے مجھے دوسرا کمرہ دکھاتے ہوئے کہا۔

”یہ تمہاری خرابی کا ہے مسٹر لواز، یہاں ٹیلی فون موجود ہے اور دیکھو یہ ایک خاص ٹیلی فون ہے اس کا تعلق کسی کیمپینج سے نہیں ہے نہ اسے ٹیپ کیا جاسکتا ہے نہ اس پر ہونے والی گفتگو کہیں اور سننی جاسکتی ہے۔“

”اوہ گڈ، مجھے اس کی ضرورت تھی، میں نے خوش ہو کر کہا ”اور یہ مسٹر بیڈن برگ کا فون نمبر ہے؟ کو میں نے ایک نمبر میرے سامنے کر کے کہا۔ میرا مطلب تم کچھ رہے ہو گے؟“
 ”اچھی طرح“ میں نے جواب دیا۔ پھر میں نے کہا ایک بات

اور بتاؤ مسٹر کو میں؟
 ”پوچھو جان میں ضرور پوچھو۔“
 ”اپنی برگ کو اٹھا کر لے کے بعد تم نے بیڈن برگ سے رابطہ قائم کیا تھا؟“

”وہاں صرف ایک بار؟“
 ”کیا گفتگو ہوئی؟“
 ”میں نے اسے اطلاع دی تھی کہ اس کی بیٹی اب میرے قبضے میں ہے کو میں نے جواب دیا۔“
 ”اس نے تمہارے بارے میں پوچھا؟“

”حفاظت کے نشے میں چل رہا تھا۔ فوراً لولا کہ ایک کو مصالح بغیر میں اپنی برگ کو وہاں پہنچا دوں ورنہ میرے خاندان کا نشانہ تک مٹا دیا جائے گا۔ میں نے ہنس کر فون بند کر لیا تھا۔“

”اس نے تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی؟“
 ”نہیں؟“

”وہ نہ یہ پوچھا کہ اس کے عوض تم کیا جانتے ہو؟“
 ”میں نے کہا تھا کہ وہ طاقت کے نشے میں چور ہے یہاں مجھے سارے خطرناک غنڈے اس کے قبضے میں ہیں اس نے پوچھا ہوگا کہ تو رام نواز پتلا ہے گا اور اپنی برگ کے حصول میں اسے کوئی وقت نہیں ہوگی۔“
 ”اس کے بعد کوئی رابطہ نہیں ہوا؟“

”نہیں؟“
 ”وہ تمہارے خیال میں اس کی توجہ تم تک جاسکتی ہے۔“
 ”مشکل ہے۔ عام حالات میں، میں ایک مرجان مرجع تم با آدی ہوں اور ایسی کسی کارروائی میں ملوث نہیں ہو سکتا ہوں۔ لگ بھگ بالے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور پھر اس انداز میں ہلاک ہونے والے صرف میرے؟ یہی نہیں یہاں بے شمار لوگ ان کے شکار ہیں اور ایسے المیہ سے دوچار ہو چکے ہیں میں تمہاری نہیں ہوں۔“

”گڈ، مسٹر کو میں تمہارا نقطہ نگاہ۔“
 ”تھا لوگوں کی تباہی ہے۔ یا اس کے علاوہ اور کچھ؟“
 ”میں ان لوگوں کو فنا کرنا چاہتا ہوں جو بے شمار خاندانوں کی تباہی کا سبب ہیں۔“

”تم نے کہا ڈیر کو میں کہ کچھ کرانے کے لوگ تمہارے تحت ام کر رہے ہیں ان میں کوئی کا بیڈن نہیں ہوگی؟“
 ”میرے خیال میں نہیں؟“
 ”کیوں؟“

”اس لیے کہ یہ سب مختلف ریاستوں سے آئے ہوئے لوگ ہیں اور مقامی غنڈوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔“
 ”گو یا لو پوزیشن مضبوط ہے؟“

”ہاں بظاہر میرے پلان میں خالی نہیں ہے۔“
 ”وہ سب تمہیں مسٹر کو میں کی حیثیت سے جانتے ہیں۔“
 ”نہیں مسٹر ڈیڈ کی حیثیت سے؟“
 ”تو کیا تم یہاں اپنی اصل شکل میں ہو؟“

”نہیں دوست۔ میری اصل شکل یہی نہیں ہے۔ میں ڈیل میک اپ میں تھا۔ کو میں کے جواب پہ اور میں حیران رہ گیا۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”مشک ہے مسٹر کو میں اب آپ کا مشن میں نے سجال لیا اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اور آپ کے

مفادات کو ہمیشہ مدد نگاہ رکھوں گا آپ کی وجہ سے مجھے جو بہترین سہولتیں حاصل ہوئی ہیں انہیں میں کسی نظر انداز نہیں کروں گا۔“

”میں صرف وکٹرویل ہی اور اس کے گروہ کی تباہی چاہتا ہوں مسٹر فرینڈس اور اس کے لیے میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں بار با میرے ذہن میں یہ خیالات بھی آئے کہ میں اپنے حلقہ اثر میں ایک دوسری حیثیت سے متعارف ہوں اگر کبھی منظر عام پر آتا تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اپنا اور آپ کا مشن ایک دیکھنے کے بعد میری یہ شکل جس طرح حل ہوئی ہے آپ اس کے بارے میں بہتر طور سے سمجھ سکتے ہیں اور اس لیے آپ میرے لیے بہت قیمتی ہیں۔“
 ”تو چہرہ ہم اپنے معاملات کس طرح سمجھا رہے گے؟“

”میرے جو آدی یہاں موجود ہیں انہیں ہدایت کر دی جائے گی کہ ہر لمحہ آپ کے احکامات کی پابندی کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو جو تمام سہولتیں درکار ہوں گی میں فراہم کروں گا آپ اپنے طور پر کام کرنے کے لیے آزاد ہیں ہاں اگر کوئی مشکل صورت حال درپیش ہو اور آپ شمس کریں کہ یہاں آپ کو میری ضرورت ہے تو میں اس کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں آپ جب چاہیں مجھے اپنا ٹریک کلر بنا لیں۔“

”مشک ہے مسٹر کو میں۔ اب آپ مطمئن ہو جائیں اپنی ویڈیو بزرگ کے مسئلے کو بھی میرے کنٹرول میں دے دیں ویسے اپنی آپ کی صورت سے واقف تو ہوگی؟“

”کیوں نہیں۔ وہ اچھی طرح یہ بات جانتی ہے کہ میں اس کے باپ کے وفاداروں میں سے ہوں اور اس کی حفاظت کے لیے میں نے اسے یہاں رکھ چھوڑا ہے۔“
 ”آئیے کیوں نہ ایک نگاہ اپنی کو دیکھ لیا جائے میں نے کہا اور مسٹر کو میں نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔“

”وہاں کیوں نہیں؟ آپ اس سے مل سکتے ہیں ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر عمارت کے ایک اندرونی حصے میں پہنچ گئے جہاں کو میں نے اپنی ہیڈ برگ کو ایک مخصوص جگہ رکھا ہوا تھا۔ کمرے کے دروازے پر دو آدی پہرہ دے رہے تھے۔“

”کو میں نے ان سے صورت حال دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ سب کچھ ٹھیک ہے چنانچہ ہم دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے اپنی ہیڈ بزرگ اور اس کی شکل بنانے کے لیے ایک حوض پر بیٹھی تھی ہم دونوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھرائے شکل و صورت سے معموم لائی

لگی تھی آنکھوں میں اداسی کی چمک بھی شوخان لیے ہوئی تھی بلاشبہ اس لڑکی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی جاسکتی تھی اس نے کوئی شکل دیکھتے ہوئے کہا:

”اٹکل اس عمارت میں خون کے تار تو موجود ہیں خون کیوں نہیں ہے۔“

”کیوں۔ تم خون۔ کروگی بے بی کو کسی نے زخم لپیے میں کہا۔“

”میں ڈیڑی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”یہ مناسب نہیں ہوگا ظاہر ہے مسٹر ہیڈنرگ نے تمہیں خود سے جھڑکا کر تمہاری حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے اگر تم ان سے خون پر گفتگو کرو گی تو پھر لوشیدہ کہاں سے رہ سکو گی۔“

”مگر میں یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں مجھے یقین نہیں ہے کہ تم ڈیڑی کے آدمی ہو اس نے روہاسی آغاز میں کہا۔“

”کیوں بے بی تمہیں کیوں یقین نہیں ہے۔“

”اگر تم ڈیڑی کے آدمی ہوتے تو میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے ڈیڑی کے کسی آدمی کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ۔ وہ جو مسٹر ہاکر بات کر سکے۔“

”لیکن میں نے تمہارے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کی ہے بی بی کو کسی نے کہا۔“

”بدسلوکی نہیں تو کیا ہے یہاں خون نہیں ہے جبکہ میں خون کی خواہش مند ہوں۔“

”یہ اس لیے ہے کہ مسٹر ہیڈنرگ پسند نہیں کریں گے کہ تم ان سے رابطہ قائم کرو اور ان کے دشمن اس خون کال کے سہارے تم تک پہنچ جائیں تم جتنی کیوں نہیں لے بی یہ سب تمہاری بہتری کے لیے کیا گیا ہے تمہارے نقصان کے لیے نہیں۔“

”میرا دل تجھ پر ہا ہے میں کسی بھی قیمت پر ڈیڑی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”مشکل ہے میں کسی نہ کسی طرح ان سے تمہاری گفتگو کرواں گا کیونکہ میں نے جواب دیا۔“

”ادہ اٹکل۔ میں اس بات کے لیے تمہاری شکر گزار ہوں گی اس نے جواب دیا پھر بولی۔“

”تو تم کب میری گفتگو ڈیڑی سے کر رہے ہو۔“

”بہت جلد۔“

”یہ کون ہیں۔ ہاں بارہ میری طرف رخ کر کے بولی اور میرے ہونٹوں پر لگی سی سکرابٹ پھیل گئی۔“

”میں بھی تمہارے جمدروں میں سے ہوں بے بی۔ تم نے فکر ہو جس وقت بھی تمہارے دشمنوں کا خطرہ مل گیا بہتر یہی مسئلہ برنگ تک پہنچا دیں گے انہی کے ایما پر ہم نے نہیں یہاں رکھا ہے۔“

”مگر میں تمہا بول رہی ہوں یہاں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے میں بات کر سکوں اب دیکھو نا تمہاری کتنی تکلیف دہ چیز ہو تی ہے حالانکہ یہاں میری یہ شمار دوست ہیں کیا تم ایسا نہیں کر سکتے کہ میری کچھ دوستوں کو بھی یہاں لے آؤ۔“

”نہیں ہے بی بات پھر جوں کی توں رہ جائے گی یعنی تمہارے دشمن تمہاری کسی دوست کے ذریعے تمہارا حال معلوم کر سکتے ہیں۔“

”واہ کیا کرو۔ میں تمہیں بتاؤں ڈوہ بچوں کے سے انداز میں بولی تم کو بھی پارک سنی اور میری خاص دوست برینڈ او خاٹوئی نے اٹھا کر یہاں لے آؤ انہیں بھی یہیں بند کر دو اور ان کے والدین کو بھی بتا دو کہ وہ کہاں ہیں برائے اللہ آئے گا جب وہ مجھے یہاں دیکھیں گی اور پھر ان دونوں کی موجودگی میں، میں پورے نہیں ہوں گی۔ کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو۔“

”اگر نہیں جانتے تو ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں گے تم نے فکر رہو اس کے لیے یہی مسئلہ برنگ سے اجازت لینا ضروری ہوگی۔ کو کسی نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اسے سمجھا بھا کر باہر نکل آئے باہر نکلے ہوئے کو کسی نے کہا۔“

”اب تم بتاؤ وہ بد نصیب شخص اس معصوم لڑکی کا باپ ہے کیا اس کے جرائم کے پاداش میں اس لڑکی کو کوئی سزا دی جاسکتی ہے۔“

”ہرگز نہیں مسٹر کو بی، میں کسی بھی قیمت پر اس معصوم لڑکی کو کوئی نقصان پہنچانے کے حق میں نہیں ہوں۔“

”میں بھی اتنا درد نہ نہیں ہوں یا لوں کچھو کہ ذہنی طور پر مجرم نہیں ہوں حالانکہ اس لڑکی کو اغوا کرنے وقت میرے ذہن میں ہی خیال تھا کہ اس کا ایک ایک عضو پارس کر کے ہیڈنرگ پہنچا دوں لیکن تھوڑی سی گفتگو کرنے نے بعد میں یہ محسوس کر لیا کہ میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا میں اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی میرے لیے جواب دیا۔“

”یہ مسٹر کو بی اب آپ آرام کریں میں اپنے طور پر اسے کام نکال لوں گا۔“

”تمہارا لشکر بے نگر ہو یہاں اس جگہ تم ہر طرح محفوظ ہو اور تمہارا سامان تمہارے پاس پہنچا دیا جائے گا اور۔“

”اگر تمہیں ضرورت محسوس ہو تو میرے کسی بھی آدمی سے کہہ دینا

یہ لوگ ایسے کاموں میں ماہر ہیں غرض یہ کہ میں طرح بھی نہیں ہیں چیز کی ضرورت پیش آئے اس کا بندوبست با سانی کیا جاسکتا ہے میں تم سے خون پر رابطہ قائم کروں گا لیکن اس خون پر یہاں پہنچنے تک گفتگو دوسری جگہ نہیں سنی جاسکتی اب مجھے اجازت دے دو۔ میں نے مسٹر کو بی کو شکر ہے کے ساتھ رخصت کیا تھا کو بی واقعی میرے لیے بہت ہی بڑی چیز ثابت ہوا تھا اور پھر اس شخص نے ایسے تباہ کن حالات میں میری مدد کی تھی کہ میں اپنی موت کا یقین کر چکا تھا اس کے بعد اس شخص کے خلاف کوئی بات نہیں سوچی جاسکتی تھی کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد میں نے اس ٹیلی فون پر جس کا میں ایسے چینج سے نکلنے نہیں تھی متحین وہ خبر ڈائل کیا جس پر ہیڈنرگ کے دل جانے کی امید تھی چند ہی لمحات کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور ایک غرائی ہوئی آواز سنانی دی۔“

”جیلو۔ کون بول رہا ہے۔“

”تمہارا دوست ہیڈنرگ۔“

”کون بد تمیز ہے تمہارے گفتگو کرنا کیسی ہو۔“

”انسو۔ میں ایک بد تمیز آدمی ہوں اگر بد تمیز نہ ہوتا تو تمہارے سینے میں سوراخ نہ کرتا۔“

”میں کہتا ہوں۔ کون ہو تم۔ ہیڈنرگ کسی بھیڑیے کی طرح غرایا۔“

”جو کچھ میں تم کو تمہاری مرضی ہے ویسے اگر تم چاہو تو حوالے کے لیے میں نہیں اپنی ہیڈنرگ کا حوالہ دے سکتا ہوں۔“

”اوہ۔ اوہ۔ کتے تو اپنی موت یقین بنانا چاہ رہے ہیں دیکھو نا کو تو میرے ہاتھ سے کس طرح بچ سکتا ہے میں دیکھوں گا تو کتنا جلاک ہے اور کب تک محفوظ رہ سکتا ہے۔“

”اگر یہ بات ہے تو دیکھتے رہو ویسے۔ تم نے مجھے جو گالیاں دی ہیں ان کا حساب کتاب تم سے اگ لوں گا۔“

”تو کیا چاہتا ہے آخر کیا چاہتا ہے تو انہی کہاں ہے؟ ہیڈنرگ نے بے چینی سے پوچھا۔“

”میرے پاس موجود ہے اور اب مجھ خیریت سے ہے پڑ تم اس کے لیے گہری سے گہری تہ تہا کرتے جا رہے ہو جوں جوں تم میرے معاملے میں تاجیر کرو گے اس کی خیریت خرابے میں پڑتی جائے گی تم اب تک اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہو میں جانتا ہوں کہ وکرو ویل کیے فٹڈے اس شہر کے پیچھے پر میری تلاش میں سرگرداں ہیں اور تمہاری رہنمائی کو تلاش کر لینا چاہتے ہیں لیکن اتنے دن کی ناکامی کے بعد بھی تمہارے عقل ٹھکانے نہیں آئی ہے وقوف انسان اب بھی میں تمہیں موقع دے رہا ہوں اس سے قبل کہ انہی مرضی میں زخمی اور سے تمہارے پاس ہوگا کہ تم عقل سے کام لو اور مجھ سے ملنا سناؤ آج کل تو اس انجلیس کے کتے بھی آسمان کی طرف منکر کے بھونکنے لگے ہیں اس نے کہا۔“

”اس انجلیس کے کتے میں تمہی سے یہ بات کہہ رہا ہوں خود کر میرا نام اس اور اس کے بعد پنا جو تانا تھا کہ اپنے سر پر میری بار مارے تاکہ خود تمہیں اپنی بے وقوفی کا احساس ہو جائے میں راجہ لوزا صفر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وکرو ویل کی میرے جوتوں کی خاک سے زیادہ بے نیس میں میرا براہ راست مقابلہ اس گندے انسان سے ہے جس کا نام تزلو کا ہے میں وہی ہوں ہیڈنرگ جس نے تزلو کا کی جنت کیا چار دیا اور کئی لاشیں لایا ہوا ہے میں اس کے آدمی جو ہوں کی طرح پکڑ کر بل میں بند کر دیے۔“

”میں وہی راجہ لوزا صفر ہوں جس نے تزلو کا کے سینے میں سوراخ کر کے اسے کتوں کی طرح در بدر مارا چاہتا ہوں پھر مجھ کو دیا لیکن اس کے بعد میں نے سکون کی زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن تزلو کا کی بد نصیبی ایک بار سے پھر میرے سامنے لے آئی ہیڈنرگ ابھی تو یقیناً ابتدائی ہے اور اس ابتداء کے نتیجے میں تمہارا مارکوس ٹریڈر س تباہ ہو چکا ہے اور دیکھو کے اطراف میں تم نے جو نشانات کا ڈاڈا بنا رکھا ہے وہاں سے کروڑوں روپے کی نشا آدرا دیات پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں ابھی تک میں نے یہاں قتل عام نہیں شروع کیا ہے اور اس انداز میں کام کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ زیادہ سے زیادہ خون سے رنگین نہ ہو سکیں لیکن تم لوگ سن لو اگر میری بیوی عورت و احترام کے ساتھ مجھے واپس نہ لگتی تو میں تم

دے رہا ہوں اس سے قبل کہ انہی برگ کی لاش کے ٹکڑے تمہارے پاس پہنچانے جاہیں بہتر ہوگا کہ تم عقل سے کام لو اور مجھ سے تعاون کرو جس آواز کو میں نے ٹیلی فون پر سنا تھا اس سے اس کے مالک کی شخصیت کا اندازہ لگا سکتا تھا اور پھر جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ ہیڈنرگ ان لوگوں میں سے ہے جو ناک پر مٹھی نہیں بیٹھتے دیتے اگر ان کے لیے یہ الفاظ کہے جائیں تو ان کی ذہنی کیفیت کیا ہو سکتی ہے میرا اندازہ تھا کہ وہ اس وقت غصے سے کھول رہا ہو گا یا پھر ہو سکتا ہے اس ٹیلی فون کال کے سلسلے میں کوئی کارروائی کر رہا ہو پھر اس کی آواز سنانی دی۔“

”تم کیا چاہتے ہو؟ اس بار اس کے لیے میں نرمی تھی اور آواز کافی حد تک بدلی ہوئی تھی۔“

”تمہاری بد قسمتی ہے ہیڈنرگ کہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو اگر تم میرا نام سونگے تو تمہارے چوہہ پتی رو دش ہو جائیں گے۔“

”سناؤ سناؤ انجانا سناؤ آج کل تو اس انجلیس کے کتے بھی آسمان کی طرف منکر کے بھونکنے لگے ہیں اس نے کہا۔“

”اس انجلیس کے کتے میں تمہی سے یہ بات کہہ رہا ہوں خود کر میرا نام اس اور اس کے بعد پنا جو تانا تھا کہ اپنے سر پر میری بار مارے تاکہ خود تمہیں اپنی بے وقوفی کا احساس ہو جائے میں راجہ لوزا صفر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وکرو ویل کی میرے جوتوں کی خاک سے زیادہ بے نیس میں میرا براہ راست مقابلہ اس گندے انسان سے ہے جس کا نام تزلو کا ہے میں وہی ہوں ہیڈنرگ جس نے تزلو کا کی جنت کیا چار دیا اور کئی لاشیں لایا ہوا ہے میں اس کے آدمی جو ہوں کی طرح پکڑ کر بل میں بند کر دیے۔“

”میں وہی راجہ لوزا صفر ہوں جس نے تزلو کا کے سینے میں سوراخ کر کے اسے کتوں کی طرح در بدر مارا چاہتا ہوں پھر مجھ کو دیا لیکن اس کے بعد میں نے سکون کی زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن تزلو کا کی بد نصیبی ایک بار سے پھر میرے سامنے لے آئی ہیڈنرگ ابھی تو یقیناً ابتدائی ہے اور اس ابتداء کے نتیجے میں تمہارا مارکوس ٹریڈر س تباہ ہو چکا ہے اور دیکھو کے اطراف میں تم نے جو نشانات کا ڈاڈا بنا رکھا ہے وہاں سے کروڑوں روپے کی نشا آدرا دیات پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں ابھی تک میں نے یہاں قتل عام نہیں شروع کیا ہے اور اس انداز میں کام کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ زیادہ سے زیادہ خون سے رنگین نہ ہو سکیں لیکن تم لوگ سن لو اگر میری بیوی عورت و احترام کے ساتھ مجھے واپس نہ لگتی تو میں تم

میں سے ایک ایک کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ زمین آسمان کا نپ اٹھیں گے میرا نام نواز اصغر ہے اور اگر تم ترلوکا کے تون کی حیثیت سے کام کرتے ہو تو میرا نام تمہارے لیے اجنبی نہیں ہو گا۔ دوسری طرف ملکن خاموشی چھا گئی تھی سانس لینے کی آواز البتہ ریسور سے سنائی دے رہی تھی۔ کافی دیر اس طرح گزر گئی تو مجھ میں نے اسے مخاطب کیا۔

”کیا تمہارا ہارٹ ٹیل ہوگا بیڈ بزرگ؟“

”سنو سنورا جرنل نواز اصغر سنو واقعی مجھے یہ اندازہ تھا کہ یہ تم ہو سکتے ہو واقعی مجھے یہ اندازہ نہیں تھا مگر نواز اصغر کیوں تم یہاں لاس ایجلس میں اور تم نے میرا مطلب ہے یہ سب کچھ روایا مجھے تو اطلاع ہی ملی تھی۔ بیڈ بزرگ کے انداز میں جو نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی وہ بہت ہی عجیب سی تھی اس کی آواز کی ہلکی سی کلبکاہٹ کو میں اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا میں نے چند لمحات خاموشی اختیار کی اور پھر کہا۔

”میں تمہارے سپرد چند ذمہ داریاں کر رہا ہوں بیڈ بزرگ اپنی برگ کو اس قیمت پر حاصل کر سکتے ہو کہ زہی مجھے واپس مل جائے“

”ہم۔ مگر زہی میرا معاملہ نہیں ہے۔ میں نے۔ میں نے۔“

”وہ میں تمہیں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ یہ کام تمہیں ہی کرنا ہے زہی کو تین دن کے اندر اندر میرے پاس پہنچ جانا چاہئے اس وقت تمہیں اپنی برگ میں مل جائے گی لیکن ایک بات پر ضرور کرو جو کہ زہی کے ساتھ ہوا ہوگا وہ ہی اپنی برگ کے ساتھ مجھ کو کیا جانے گا لیکن تین دن کے بعد ان تین دنوں میں وہ بالکل محفوظ رہے گی اس لیے بہتر ہے کہ تم فوری طور پر زہی کے حصول کے لیے کوشش کرو تاکہ تمہاری بیٹی بچ جائے میں چند لمحات خاموشی رہا اور بیڈ بزرگ کے جواب کا انتظار کرتا رہا بیڈ بزرگ کے انداز میں اب نمایاں تبدیلی ہو گئی تھی اس نے کہا۔“

”سنورا جرنل نواز اصغر یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں ترلوکا کے ساتھیوں میں سے ہوں لیکن میری پوزیشن بہت بڑی نہیں ہے میں ترلوکا کے بہت ہی معمولی آدمیوں میں شمار ہوتا ہوں یہاں کا انچارج وکٹر وہی ہے تم مجھے اس بات کا موقع دو کہ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں تب میں دن کی ہلکت کسی کام نہیں آسکتی تھی جلدی میں کچھ نہیں کر سکتا تم نے جو کچھ کہا ہے وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے ابھی تک ان لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس کارروائی

کی نیت پر راجہ نواز اصغر ہے میں تم سے یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا یہ حقیقت ہے کہ مسٹر بولڈ کو تمہارے بارے میں ہدایات ملی تھیں لیکن نیو یارک میں تمہاری بیوی کے انصاف کے سلسلے میں میرا کوئی باغہ نہیں رہا یہ کام کسی اور کے سپرد کیا گیا تھا البتہ مجھے اس کی ہلکت ضرور مل گئی تھی میں ذاتی طور پر نہیں یہ بتا دینا پسند کرتا ہوں کہ تمہاری بیوی کم از کم وکٹر وہیل کے پاس نہیں ہے البتہ چونکہ وہ وکٹر وہیل کے ذریعے اغوا ہوئی ہے اس لیے وہیل ہی اس کے بارے میں مزید جاننا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ زہی کو ترلوکا کے حوالے کر دیا گیا ہوگا۔“

”د ترلوکا کا قیام کہاں ہے؟ میں نے سوال کیا۔“

”یقین کر دیجئے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“

”بیڈ بزرگ نے کہا۔“

”اگر تمہیں نہیں معلوم مسٹر بیڈ بزرگ تو یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم معلومات حاصل کرو وکٹر وہیل بی کے بارے میں مجھے تو کافی تفصیلات درکار ہوں گی لیکن میں تمہیں اس کی ہلکت دیتا ہوں کہ تم اپنے طور پر کارروائی کر کے یہ معلومات حاصل کرو کہ زہی کسی جگہ ہے۔“

”میرے دوست تم اس تمام کارروائی کے لیے مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو میری تمہیں تفصیلات معلوم کر کے بتانے کی کوشش کروں گا لیکن میری بیٹی کو چھوڑ دو۔“

تم جانتے ہو بیڈ بزرگ کہ تمہارے یہ الفاظ حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں میں یہ کام تم ہی سے لے سکتا ہوں تم جس طرح اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لو گے کوئی اور نہیں کر سکتا یہ بات کان کھول کر سن لو کہ اگر زہی کے بارے میں مجھے معلومات حاصل نہ ہوں تو تمہاری بیٹی تمہیں کبھی نہیں مل سکے گی اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے زہی کے عوض میں ایسی ایسی ہزاروں لاکھوں کو تھن کر سکتا ہوں۔

”نہیں۔ خدا کے لیے نہیں؟ بیڈ بزرگ جو مزوہ لہجے میں بولا۔“

”وہ میں تمہیں پھر فون کروں گا بیڈ بزرگ اور اس کے بعد تمہیں مزید ہدایات دوں گا اس وقت تک کے لیے خدا حافظ“

میں نے فون بند کر دیا۔



ایڈیٹل کو میری سب سے اقدارات سے بہت خوش تھا۔ واقعی دوسری شخصیت کا مالک یہ شخص میرے لیے حدکار تھا۔ اس کے سینے میں سکتے ہوئے انتقام کے شعلے اس کے چہرے پر نظر نہیں آتے تھے۔ لیکن میں اس کے دل میں جھانک چکا تھا۔ اس کے دل میں انکار سے ہی انگٹھتے تھے۔

”تم غمزور اور جوازا اصغر! میرے دو پیچھے تھے میرے پاس بے لطفی اور لٹ ہے، ہر انسان اپنے بچوں کے لیے ہی سب کچھ کرے گا، میں ایک ان پسند انسان تھا، لیکن میرے ساتھ جو بچہ ہوا، کیا اس کے بعد انسان رشتے کی کوئی گنجائش ہے؟“

”مجھے آپ کے دکھوں کا احساس ہے مسٹر کوئی؟“

”میں خود کشتی کر لیتا کوئی دیکھی نہیں گئی میرے لیے اس دنیا میں، لیکن کوئی زندہ گھنے والے بے وقوف ہیں اب کوئی نہیں صرف اس کی نسل میں، انتقام زندہ ہے۔“

میں نے اس کے الفاظ میں شدید پیش محسوس کی تھی میں نے اس کی تائید کی۔

”اس کے باوجود ابھی تک بیڈ بزرگ کی بیٹی زندہ ہے لیکن میں اپنے جنوں سے خوفزدہ ہوں، کون جانے کس وقت وہ لوٹی میرے ہاتھوں ہلاک ہو جائے۔ بار بار میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے بدن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کروں اور پھر ان ٹکڑوں کو کسی نہایت گنجان مقام پر اس طرح سجاؤں کہ ان سے میرے بچوں کے نام لکھ جائیں، تب پڑا چلے گا بیڈ بزرگ کو کہ دل کا درد کیا ہوتا ہے۔“

”آپ اپنی سوچ میں حق بجانب ہیں مسٹر کوئی، لیکن آپ نے اپنے بچوں کی یاد میں ایک سن اپنا لیا ہے۔“

”میں؟“ وہ بولا۔

”ہاں، منشیات کے تاجروں نے نوجوان نسل کے خلاف ایک مہم چلا رکھی ہے، صرف آپ کے بچے بلکہ ان کی عمر کے دوسرے بچے بھی ان کا نشانہ بن رہے ہیں، آپ ان کے لیے کام کریں۔“

”وہی تو کہہ رہا ہوں۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

”میں نے آپ کو بیڈ بزرگ سے ہونے والی گفتگو سننا دہرایا ہے، میں نے کہا۔“

”ہاں، تم نے اسے سننے میں دن کا اٹنی میٹر دیا ہے، لیکن تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ تمہاری بیوی کو تلاش کرے گا؟“

”مشکل ہے۔ میں نے مالو می سے کہا۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ ایسی شکل میں تم کیا کرو گے؟“ کوئی بڑے سوال کیا۔

میں چند لمحات کے لیے سوچ میں ڈوب گیا اور پھر میں نے گردن اٹھا کر کہا۔

میں فیصلہ نہیں کر سکتا مسٹر کوئی، کہ اس کے بعد میں کیا کروں گا، باقی جہاں تک مسئلہ رہا میں کا تو میرا خیال ہے کہ اس کا قتل کسی طور مناسب نہیں ہوگا۔ تاہم اس بات کے امکانات ہیں کہ میں طویل عرصے تک اپنی برگ کو بیڈ بزرگ کے حوالے نہ کروں۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں، بلکہ اگر مناسب ہوا تو میں اپنی برگ کو امریکہ سے نکال دوں گا اور ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے اور بڑے سکون زندگی بسر کرے لیکن بیڈ بزرگ اسے دوبارہ نہ حاصل کر سکے۔“

میں کوئی کی دلی کیفیات کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ جانتا تھا کہ اپنے دنوں بچے کھونٹے کے بعد اسے جلا کر کھانے لیتے تھے اسے کبھی ڈھپسی رہ سکتی ہے جو اپنی بیٹی کے لیے نرپ رہا ہو جب کہ اس کا شمار اپنی لوگوں میں ہوتا ہے، میں نے اس کے بچوں کو اس سے ڈور کر دیا ہوں۔

میں کوئی برا بھلا کوئی فیصلہ سلسلے میں نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی دلی کیفیات کا مجھے کوئی اندازہ تھا۔ ہر طور پر یہ تین دن گزارنے تھے، اور اس دوران چند ضروری کام کر لینا بھی

نہایت ضروری تھے۔ کوئی اپنے کاروبار کو بھی سنبھالتا تھا حالانکہ یہ صرف ایک ضمنی کارروائی تھی، اس جیسے شخص کو اب حوصلہ کا بولڈ وغیرہ سے کیا ڈھپسی ہو سکتی تھی، لیکن انتقام کا جو جذبہ اس کے سینے میں بران چھوڑ رہا تھا، اس سے اسے بہت زیادہ متاثر کر دیا تھا۔ اپنی برگ اسی عمارت میں تھی اور اس کی حفاظت کے لیے میں نے جو انتظامات کیے تھے، ان کا بڑا ہی جائزہ لے چکا تھا، اندازہ تو یہی تھا کہ کسی کو اس بات کا شہ نہ نہیں ہو سکتا، ان برگ میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آئی تو اس کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔

کوئی چلا گیا اور میں اس کی آرام دہ رہائش گاہ میں موجود اپنے بیدار میں آ گیا، زہی کی طرف سے اب کسی قدر خرابا آ گیا تھا، درحقیقت حد سے گور جاتا ہے تو اس کی دوا خود بخود ہی ہو جاتی ہے۔ یہی کیفیت اب میری تھی، جب بھی زہی کی یاد آتی دل میں ایک ہلکی سی اٹھتی لیکن اب یہ احساس ایک خوفناک انتقام کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

زہی کے بارے میں اب یہ پھر وہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ وہاں مجھے مل ہی جائے گی لیکن یہ بات بھی ذہن میں موجود تھی کہ اگر وہ نہ ملی تو اپنی زندگی ختم کرنے سے پہلے کم از کم ترلوکا کو اس روئے زمین سے مٹا دوں گا۔ جتنا بھی خون کرنا پڑے گا کروں گا اور اس میں کوتاہی نہیں کروں گا۔

اپنی دانست میں ان لوگوں نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور بظاہر اس میں کامیاب بھی ہو گئے تھے لیکن اب انہیں

سنبھالنا ضروری تھا اور اس کے لیے بہتر بیٹھا کر میں اپنے طور پر ہی عمل کروں۔ یعنی بیٹنزا اور لاکسٹھراؤول سے جب تک معاملات چل سکیں تھیک ہیں۔ چلیں تو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

تمنا ہی مجب ذہن کو دسنے لگی تو دل جا کر ان رگ سے ہی کچھ لگھو کر لوں اور میں اس کے پاؤں بیچ گیا۔ مستقیم اڑی کو دیکھ کر عجب ہوتا تھا کہ ایک لیتے درندہ صفت باپ کی بیٹی ہے۔ اس کے سپاٹ اور مادہ منگا ہوں سے مجھے دیکھا اور میں اس کے سامنے ہی کبھی رہ چکا ہوں۔

”یقیناً تمہارا دل گھرا یا ہوگا اور؟“

”میں نے تم کو لوگ سے کہا تھا کہ میری دو سہیلیوں کو میرے پاس پختیا دو۔ کیا تم یہ کام نہیں کر سکتے؟“

”نہیں! میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ڈوڑیہ تو موجود کہ تمہارے باپ نے تمہیں ساری دنیا سے چھپا کر یہاں محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اس شکل میں تمہارے بارے میں کسی کو معلوم ہونا مناسب نہیں ہے۔“

”میں ان تمام باتوں کو نہیں مانتی۔ میری بات کراؤ میرے ڈیڈی سے۔“

”نہیں لے لی۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ فون ٹیپ بھی کیا جا سکتا ہے۔ تم کیوں اپنی زندگی کی دشمن بن گئی ہو۔“

”اچھا چھوڑو ان باتوں کو تمہاری بات کرو مجھے تمہارا نام کیا ہے؟“

”مجھے فرینڈس کے نام سے پکار سکتی ہو۔“

”کیا کرتے ہو؟“

”یوں کچھ کرو کہ تمہارے باپ کا ملازم ہوں۔“

”مگر بیٹیل سے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔“

”بیٹیل میں کبھی تمہارے سامنے آیا بھی تو نہیں۔“ میں نے جواب دیا اور ان خاموش ہو کر گول ہلانے لگی۔

کافی دن تک میں ان رگ سے باہر کرتا رہا اور اس کے بعد وہاں سے چلا آیا۔ اس وقت دل میں باہر جانے کا خیال نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اگر میں جانتا تو میک آپ کر کے باہر نکل سکتا تھا لیکن طبیعت پر کاہلیت سے سوار ہوئی تھی۔ کوئی خاص منصوبہ تو نہیں تھا۔ نہیں تھا۔ بس پوہنی ایک سے نزاری کی ہی کیفیت دل پر طاری تھی۔ رات کو سائرس سے سات بجے کوئی کابلی فون ملا اور اس نے مجھ سے میری خبر پوچھی۔

”سب کچھ ٹھیک ہے۔ سڑ کوئی آپ کیا کر رہے ہیں؟“

”میرے پاس کچھ کرنے کو ہے ہی کہاں۔ بس کاروباری معاملات ہیں جنہیں بجائے مجھ کو دیکھنا ہوتا ہے۔ درندہ

تو نہیں چاہتا۔ کوئی مجھ سے جواب دیا اور پھر بولا۔ ”تم بھی یہی نہیں پوہنی گزارو گے یا کوئی خاص منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں؟“

”نہیں سڑ کوئی، کوئی خاص منصوبہ نہیں ہے۔“

اس دوران کوئی دھوکہ دہی پروگرام ضرور ترتیب دیا گیا۔ آپ سے کب ملاقات ہوگی؟“

”میں کل صبح ناشتہ تمہارے ساتھ ہی کروں گا اور حضورین دیکھ کر تار دل خیال ہی رہے گا۔ اور اس کے بعد اپنے کام میں مگن ہو جاؤں گا۔“ کوئی مجھ سے جواب دیا۔

فون بند ہونے کے بعد میں حضورین دیکھ کر سوچتا رہا اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ گھر میں پڑے رہنے سے بہتر ہے کہ کچھ کر جاؤں۔ اس وقت سونا اور ریسارٹ سے ذہن میں آئیں۔ ان لوگوں کو یہاں خطے میں ڈالے رکھنا مناسب نہیں تھا۔ براہ راست ملڈیٹر ہو چکی تھی ان لوگوں سے۔ اس لیے بہتر یہی تھا کہ انہیں یہاں سے روانہ کر دیا جائے۔

کوئی اس سلسلے میں میری آسانی نہ کر سکتا تھا اور پھر بات کچھ بھی نہیں صرف ان کے لیے بیٹیلیں درکار تھیں۔ البتہ انہیں سمجھا ضروری ہوگا۔ پوہنی دل جا کر ان سے ملاقات کروں چنا پڑے ہیں۔ اس لیے کوئی فون جس کے نمبر ڈال کر پوہنی میں موجود نہیں تھے۔ ان کے نمبر کو کال کر ڈال لیا۔ دو دنوں ہی اپنے کمرے میں موجود تھیں۔

فون لڑنے کے لیے کھینچا۔

”ہیلو! میںا! میں بول رہا ہوں۔“

”ہیلو! کہاں ہو تم؟ میں تم سے فوراً ملنا چاہتی ہوں۔“

”کوئی خاص بات؟“

”ایسی خاص بات کوئی نہیں ہے۔ بس ہم لوگ منڈی پورٹ کا شکار ہیں۔ کوئی ایسا کام بھی نہیں مل رہا جو ہمارے لیے ڈوڑیہ کی باعث ہو۔“

”تو ٹھیک ہے۔ رہتا اور اطراف کی پوڑی میں کیا ہے؟“

”ابھی تک تو سب کچھ ٹھیک ہے لیکن سب تک ٹھیک نہیں لگے۔ یہاں رہنے کا کوئی حجاز تو ہونا چاہیے۔“

”تو بہتر ہے کہ تم کسی ملحد سے بھل کا نام نہ کرو مجھے۔ میں وہاں پہنچ جاؤں۔“

”نہیں اور جہلنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں آ جاؤ۔ ہم ڈائننگ ہال میں مل جائیں گے کہ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اچھی بات ہے۔ میں تمہارے کمرے میں ہی پہنچ رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میں ان کے کمرے میں ان کے

سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں تک پہنچے ہوئے میں نے اطراف پر پوہنی طرح نگاہ رکھی تھی کہ میں نے اسے قریب دیکھا جا رہا ہوں۔ پوہنی اور ریسارٹ واقعی کتنی کتنی سی نظر آ رہی تھیں۔ ٹرین سامنے کہا۔

”میں باہر منڈی پورٹ کی حیثیت دے دے گی تھی ہے۔ کیا ہمارے لیے کوئی کام نہیں ہے؟“

”میرے سونے اور سڑیوں نے تم لوگوں کو میری ذمہ داری پر یہاں بھیجتا تھا اور صورت حال سے تم نے اندازہ لگایا لیا ہوگا کہ میرے معاملات کس قدر خطرناک ہیں۔ دراصل میں یہ نہیں چاہتا کہ تم دونوں کو کوئی نقصان پہنچاؤں اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار بھی ہوں۔ اس وقت میں تمہارے پاس ایک نام کا کام ہے آیا ہوں۔“

”کہہ دو۔ کیا کام کا نام تو لو۔“

”اتفاق ہے وہ کام ایسا ہے کہ تمہیں پسند نہیں آئے گا۔“

میں نے سر کھانے ہوئے کہا۔

”کیوں ایسی کیا بات ہے؟“

”میں جانتا ہوں کہ تم دونوں واپس چلی جاؤ۔“

”میں بھی یہی بات سوچ رہی تھیں کہ تم ہم سے اکتائے ہوئے ہو۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔“

”ذمہ داریاں کئی بات نہیں ہے۔“ میں نے نرم لہجے میں نہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے یہاں سے جانا پڑ رہا ہے۔“

”کہاں؟“

”میں نہیں کہہ سکتا کہ کس جگہ۔ کچھ نئے لوگ میرے ساتھی بنے ہیں۔ میں ان کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہوں۔“

”اور ڈیڈی کے کام کا کیا رہا؟“ سونا نے پوچھا۔

”مشرقیوں سے کردینا انہوں نے اس سلسلے میں تجربہ کرنا دیکھا ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے میں اپنے آپ کو تیار کر رہا ہوں۔“

”تو ہماری مدد مانگی ہے علاوہ اور کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ تم یہاں رک جاؤ۔“

”نہیں۔ تمہارا یہاں کرنا قطعی مناسب نہیں ہوگا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر سونا بولی۔

”ہم تو بہت کچھ سوچ کر آئے تھے۔ یہاں پر لیکن اب تم نہیں چاہتے تو کاہنی رضی۔“

”تو پوہنی تو تمہارے لیے کیا انتظامات کروں؟“

”بچنے، یہاں سے واپس جانا ہی کوئی مسئلہ ہے۔“

”تو پوہنی تو کب روانہ ہو رہی ہو؟“

”میں کی جی وقت ہم اپنی بیٹیلیں تک کرالیں گے۔ ڈیڈی

کے لیے کوئی بیٹیاں ہے؟“

”ہاں۔ سڑیوں سے کیا کر میں انہیں کامیابی کی اطلاع سنانے کے لیے بہت جلد ان تک پہنچاؤں گا۔“

”لوگوں سے کافی دن تک گفتگو کرنے کے بعد اور درود کے لینے کے بعد وہ اب یہاں سے چلی جائیں گی۔ میں وہاں سے واپس چل پڑا۔“

پڑنا اور پاؤں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ ویسے یہ جانتا تھا کہ وہ لوگ میرے منتظر ہوں گے۔ لیکن وہ کب اور جہاں چلی جائے گی اس کے بعد یہ بات حتمی تھی کہ میں ان لوگوں سے ملاقات کی کوشش کروں۔ وہ لوگ اپنے طور پر کام کرتے رہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں کرتا ہوں گا۔ ہاں اگر کبھی ایسا ہی کوئی مسئلہ درپیش آ گیا جس میں ان کی مدد کی ضرورت ہوئی تو پھر ان سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

میں واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ اس کے بارے میں پوچھنے پر پتا چلا کہ وہ سوچتی ہے۔ چنانچہ پڑنا ہی کچھ لکھا لکھنا کھانے کے بعد آرام کرنے کے لیے چلا گیا۔ لیکن میرے ذہن میں ابھی اتنا خیالات کے ٹکڑے دل کی طرح کھلا رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا۔ جیسے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی تسلی بخش کام نہ ہو سکا ہو تو کھانے دار کیا تھا اور اس کے بعد سے آج تک میری بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بالکل یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مجھے بڑا آگاہوں سے دیکھ رہا ہو۔ مجھ پر مسکرا رہا ہو کیا لگا رہا تھا۔ اس لیے میں نے انہیں اسے کیا نقصان پہنچانا اچھی بات۔ کچھ بھی نہیں۔ میں ہی پاگل کئے کی طرح مارا مارا پھرتا تھا۔

پھر کیا کروں کیوں نہ نقل عام کروں۔ کیوں نہ ہراس شخص کو قتل کروں کہ میں پوہنی کو روکا کے ساتھی ہونے کا شہرہ جو حضور ایسا ہی کہنا چاہیے۔ یہ امر پسندوں کی حماقت ہے۔ میں راجہ نواز احمد اچھی سوچ رہا ہے۔ اسے جاگا ہوا نہیں کہہ سکتے لیکن اس کے لیے اس کے لیے۔ قسمت ہے اس شرافت پر امدت ہے اس لیے ہی پر میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ہرگز نہیں۔ پاگل نہیں۔ یوں ہوا تو کیا ہوا۔ بات کچھ دیکھنے یا نہ کی ہو۔ میرے دل میں چپکے چپکے یہاں ہی سہی لگیں۔

”ساری رات میں بے سكون رہا تھا۔ دوسری صبح غسل ڈیڈی سے فارغ ہوا ہی تھا کہ کوئی آ گیا۔“

”ہیلو مشر! بھئی!“

”کیسے راج ہیں؟“

”میں تو حسب معمول ہوں۔ تم سناؤ کیسی گزری؟“

”بالکل ٹھیک ہوں۔“

”کیا پروگرام ہے؟“ کوئی نے پوچھا۔

کوئی خاص نہیں۔ انتظار کرنا ہو گا۔

ہاں ہی مناسب ہے، کوئی سے جواب دیا۔

رات ہی کو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جو پچھ کر لوں گا کسی دوسرے کو اس کا راز دار نہیں بناؤں گا۔ کوئی اپنا سنا روئے گا اور مجھے سمجھائے گا کہ سبب بازی مناسب نہیں ہے لیکن میرا دل جانتا تھا کہ میں کیسے کرب سے گزر رہا ہوں۔ اسی میں نے کوئی کو بنا کر ڈرا نہیں بتایا۔

کوئی نے میرے ساتھ ناشہ کیا۔ اور دیر تک اس کے بائے میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے اجازت مانگی اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے تیار کیا لیکن اور باہر نکل آیا۔ میرے راتے خطا نکال تھے۔ سب سے پہلے مجھے ایک گاڑی کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے تھوڑے فاصلے پر ایک پارکنگ لاک کا رخ کیا۔ یہاں ہی گاڑیاں کھڑی ہوتی تھیں۔ میں کسی نئی گاڑی کا نظارہ کرنے لگا۔ پانچ منٹ کے بعد مجھے ایک کار پینڈ آئی اور میں نے اس کے اتارنے والے کو گھور دیکھا۔ اس کے کاررو کی اور چالی چھب میں رکھ کر آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ریفلٹ کس تھا۔ میں پھرتے سے آگے بڑھا اور اس سے ٹکرایا۔ ریفلٹ کس اس دریا میں عمر کے آدمی کے ہاتھ سے گر گیا۔

میں نے انتہائی معذرت اور شرمساری کے لوازم میں ریفلٹ کس اٹھا کر لے دیا لیکن اس دوران اس کی کار کی چابی میرے ہاتھ آگئی۔ اس کے نگاہوں سے ادھل جوتے ہی میں نے کار کا دروازہ کھولا اور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

ابھی گاڑی پارکنگ لاک سے باہر نہیں نکلی تھی کہ دو خواتین بچوں سے چیکلے بن کر آدمی جس کے ہاتھ میں گال پر زخم کا نشان تھا۔ نزدیک آ گیا۔ اس کے سامنے آہستہ کی وجہ سے کار روکنی پڑی۔

کیا بات ہے؟ میں نے پوچھا۔

”صرف اگلے چوہا ہے تک پارٹنر پلیز۔ وہ بلا جت سے بولا۔ اور میں نے اسے لہریں لگاتے دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ گیا تو میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور پھر رفتار بڑھ کر دی۔

میرا نام جیکس ہے۔ اس نے کہا۔

ہوں۔ میں نے لاپرواہی سے کہا۔

چاقو کا لہریں ہوں۔ وہ پھر بولا۔ اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر گناہ سامنے جمادی۔

مجھے نہیں پارٹنر! وہ پھر بولا۔

نہیں اگلے چوہا ہے تک جانا ہے ناہ۔ میں نے کہا۔

سو بھری۔ اس نے جواب دیا۔

تو اتنے سے فاصلے تک سفر کرنے کے لیے تم اپنی زبان بند

نہیں رکھ سکتے؟

”ذرا مجھوری ہے پارٹنر!“

”کیا مجھوری ہے پارٹنر؟“

”یہی کہ میری زبان بند نہیں رہتی۔“

”تو پھر میں گاڑی روک رہا ہوں۔ اتر جاؤ۔“ میں نے کہا اور بیک پر پاؤں ڈال دیا۔

”ارے۔۔۔ نہیں نہیں پارٹنر! چلیے رہو چلیے رہو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں چاقو کا کارٹریج ہوں۔ اور اب اس کی بات میری تمہاری آتی۔“

اس نے اپنے لباس سے ایک تہی سی دھماکا پٹے سے بھیل والا چاقو نکال لیا جو گمانی دار تھا اور ایک چھوٹا سا ہین دہانے سے کھل گیا تھا۔

”اوہ۔ لوٹنا چاہتے ہو مجھے؟“

نہیں پارٹنر! اپنے سکا سوال ہے۔ اپنی برادری کے آدمی ہو، آپس میں کوئی ایک دوسرے کو کہاں لوٹتا ہے؟ میں نے ایک سٹارٹر لگا دیا اور دیکھنے لگا۔ اس کے الفاظ اب میری سمجھ میں آ رہے تھے۔ لیکن اسے پھر پشیم کو کر رہا تھا۔ میں نے سوچا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے چاقو بند کر لیا اور میری گود میں ڈال دیا۔

”مقصد یہ نہیں تھا کہ یہ کار بگڑی نہیں ہی دکھاؤں۔ بس یہاں سمجھ لو کہ اس عہدہ دہریں بھی، میں پستولوں سے بھرا ہوا ہوں۔ دھماکا کبھی ہوتا ہے اور پھر وہ عواہ کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چاقو کی بات ہی دوسری ہے۔ پارٹنر! اس طرح دن کو کھینچنا ہوا منتقل جاتا ہے کہ طرح با دھما اور آدمی کو اس وقت پتہ چلتا ہے جب اس کی آنتیں باہر آجاتی ہیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس بات پر مجھے یہ پتہ چلی تھی کہ اس نے چاقو میری گود میں ڈال دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر میں نے کہا۔

”مقصد تو اسے؟“

”پارٹنر! بات دراصل یہ ہے کہ میں تمہیں اس کی چیب سے چابی اڑانے ہونے دیکھ لیا تھا۔ آج میرا بھی یہی پروگرام تھا۔ کہ کوئی کار اٹھاؤں گا اور ذرا وقت کر دوں گا۔“

”اوہ۔ یہ بات ہے۔“

”ہاں۔“

”تو پھر تم نے اپنا کام نہیں کیا؟“

”جب اپنی لائی کا آدمی مل جاتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ

مل جل کر رکھا جائے۔“

”گاڑی کہاں فروخت کر دو گے؟“ میں نے پوچھا۔

”جیکب سے اپنا نام پارٹنر! اور تقریباً پندرہ سال سے یہاں کے سچے سچے چیکر ٹناک چھان رہا ہوں۔ عملی بات مجھے کیونکہ معلوم ہو گی کہ گاڑیاں ہاتھوں ہاتھ کہاں کیتی ہیں گوتم

زباہہ نہیں ملتی لیکن کام میں جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ گاڑی میں ابھی خاصی رقم دے جانے گی۔ اگر تم چاہو تو فنی پسنٹ۔ اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اور اگر میں چاہوں تو؟“

”نہیں پارٹنر! چاہنا تو ہو گا۔ ایک سے دو بہتر ہوتے ہیں۔ جیکب بڑے گاکی چیز ہے، اسے ارے اس طرف کہاں۔“

پورا ہوا تو اس طرف ہے۔“

”ذرا تم سے مکمل تعارف حاصل کر لیا جائے۔ میں نے کہا اور کار ایک ایسی سرگرم پروردی جو کافی حد تک سنسان نظر آ رہی تھی۔“

”تعارف تو ہو گیا۔ میرا نام جیکب ہے۔ تمہی نے پتانا نہیں بتایا کہ کب سے یہ کام کر رہے ہو؟“

”آج ابتدائی ہے کہ درمیان پریم تکمیل پڑے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

میری عقابانی نگاہیں کسی ایسی سنسان جگہ کی تلاش میں تھیں جہاں میں اسے سبق سمجھا سکوں۔ گواہی نے چاقو میری چیب میں ڈال کر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن کسی ایسے آدمی کو منہ لگانا میرے لیے ممکن نہیں تھا جو مجھ سے تم کا چورا چکا ہو۔ آخر ایک ایسی جگہ مجھے نظر آئی جہاں میں نے پھر تی سے کار کا رخ موڑ دیا۔ جیکب نے اپنے بدن کو سمجھانے کے لیے کھڑکی کھلی تھی۔ اور جب میں نے کار کو بیک لگا لیا تو اس کا سر ڈھنسا سکین سے ٹکرایا۔

”ارے ارے پارٹنر! یہ بات نہیں ہے۔ آجاؤ، میں تمہارے بدن کو زخمی نہیں کروں گا۔ بس تمہیں کچھ کھیل دکھاؤں گا۔ مثلاً تمہاری یہ قمیض اس سر سے اس سر سے تک کٹ جائے۔ یا یہ آستین اور سر سے نیچے تک دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو پھر مان لینا اپنے یار کو اور اگر نہیں کر سکتا تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ میرے جیشوں کی ٹیڈاں توڑ دینا۔ اس نے کہا اور اگلی دہانے چاقو ایک جھٹکے سے کھل گیا۔“

میرے لیے یہ ایک نیک شگون تھا۔ راجہ نواز اصفوکی واپسی کا نذرانہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ اب تک جو کچھ کرنا رہا تھا اس پر خود اپنے آپ سے جھلاہٹ ہو رہی تھی۔ جتنا بڑا کام کرنے کے لیے نکلا تھا اپنے بڑے بڑے پرائی ٹک بگڑ گیا تھا۔ اس کی کم بخت سے منٹ لیا جلسہ پائی تو توں کو زما لیا جائے۔ اگر

165

دیکھ گئے ہوں۔ حالانکہ خدا وصال جو بصورت تھے اور اگرچہ

برودہ رحم کا نشان نہ ہوتا تو اسے ایک حسین آدمی کہا جاسکتا

تھا۔ بدن بھی خاصا تندرست اور توانا تھا۔ اس کے ہنسنے پر

مجھے غصہ آگیا۔ میں نے اتر آیا۔ وہ بھی دوسری طرف سے اتر آیا تھا۔

دیکھو پارٹنر! اس نے کہا تھا کہ اگر چاقو کو لٹکا راجلے

تو کبھی نہ چوگنا۔ حالانکہ تم سے سلاطنت کا مقصد یہ تھا۔ لیکن چاقو

کی بات مت کرو۔ اگر میرے پاس پستول ہوتا اور اسے چیلنج

کرتے تو میں خاموش ہو جاتا اور اپنی ہار مان لیتا۔ لیکن اس قدر

کنگ لونی بڑی نایاب چیز تھے۔

”ہاں؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”کنگ لونی یعنی تھے۔ ستر سال کی عمر میں بھی چاقو کا دار ایسا

کرتے تھے کہ میں یوں سمجھ لو کہ تاجھی چیلو اور دو تیرے ہوا میں

مجھے چاقو کا دارا ہوں ہے ہی نہ سمجھا تھا۔ اوکھرو دیکھا پستول

کا استعمال ہے تو فون کا کام ہوتا ہے۔ چاقو کی بات ختم کر دو

پارٹنر اور رابرٹ کرات کرو۔“

”پتہ تمہارے چاقو کی جھلیاں دیکھ لی جائیں پھر پاری

بھی کر لی جائے گی۔“ میں نے کہا۔

”دن کا وقت ہے پارٹنر! لوگ ہماری طرف متوجہ ہو

جائیں گے۔“

”تو پھر جاگ جاؤ۔ فغول قسم کی باتوں سے گریز کرو۔ میں

گدھے قسم کے لوگوں کو زراہہ سزا نہیں لگاتا۔“

”ادبو، پارٹنر! گڑبڑ کر رہو۔ باز آجاؤ۔ دیکھو چاقو

کا کھیل اچھا نہیں ہوتا، کیا تمہارے پاس چاقو موجود ہے؟“

”اگر تم ڈر رہے ہو تو میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ فوراً

جاگ جاؤ۔“

نہیں پارٹنر! یہ بات نہیں ہے۔ آجاؤ، میں تمہارے

بدن کو زخمی نہیں کروں گا۔ بس تمہیں کچھ کھیل دکھاؤں گا۔ مثلاً

تمہاری یہ قمیض اس سر سے اس سر سے تک کٹ جائے۔ یا

یہ آستین اور سر سے نیچے تک دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو پھر

مان لینا اپنے یار کو اور اگر نہیں کر سکتا تو پھر تمہیں اجازت ہے

کہ میرے جیشوں کی ٹیڈاں توڑ دینا۔ اس نے کہا اور اگلی دہانے

چاقو ایک جھٹکے سے کھل گیا۔“

میرے لیے یہ ایک نیک شگون تھا۔ راجہ نواز اصفوکی

واپسی کا نذرانہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ اب تک جو کچھ کرنا رہا تھا

اس پر خود اپنے آپ سے جھلاہٹ ہو رہی تھی۔ جتنا بڑا کام کرنے

کے لیے نکلا تھا اپنے بڑے بڑے پرائی ٹک بگڑ گیا تھا۔ اس کی

کم بخت سے منٹ لیا جلسہ پائی تو توں کو زما لیا جائے۔ اگر

میں بڑا نکامی ہوئی تو پھر سوچ لوں گا کہ زہنی ہمیشہ سے مسری زندگی سے نکل جتی ہے۔

جبکے چاقو ہاتھ میں لے اُدھر سے ادھر گھما رہا تھا۔ اس کے بے ترتیب دانت باہر نکلے پڑ رہے تھے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”لو پارٹنر! منہ کھولا جا تو۔“ اذہر الفاظ کے ساتھ ہی وہ چوڑی سے آگے بڑھا لیکن میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اُدھر آنکھیں کبھی دھوکا نہیں دیتی۔ میں جانتا تھا کہ دوسری سمت سے دو آکر رہا ہے۔ اس سمت سے وار نہیں کرے گا۔ لیکن میں بھی اس کے لیے کوئی تیار تھا۔ وہ کسی بھی سمت سے آتا۔ میرے داف سے نہیں بچ سکتا تھا۔

جوں ہی اس نے چاقو بائیں ہاتھ میں لینے کے بعد میری طرف وار کیا اور پھر بائیں چاقو دائیں ہاتھ میں لے لیا۔ عین اسی وقت میں نے اس کے دائیں ہاتھ کے نیچے سے ہل کر ایک فلائنگ بک لٹکائی تھی۔ وہ اچھل کر تین چار فٹ دھڑکا اور پھر فوراً ہی ہٹ کر اُٹھا ہوا۔ اب اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

”زندہ باد! استاد! زندہ باد! استاد! کیا بات ہے۔ یہ بالکل صحیح جیک کیا تو ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے سوپ لٹکا کر میرے بیروں کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن پرنسبب تھا بے چارا۔ پندلی کی ہڈیوں پر پڑنے والی شوگر تھی اس کے گلے سے کڑبہ آواز نکال دی تھی۔ میں نے سٹی پر اگھاؤ کیا اور ایک دم سے غلابازی کلاس کی راتوں پر پہنچا اور دوسرے دن سے اس کے ہاتھوں پر۔ پہلے پندلی پر شوگر لگتی تھی چنانچہ اس کے دونوں ہاتھ پندلی پر کسے، پھر راتوں پر اور اس کے بعد وہ ایک دم بے ہوش ہو گیا۔

جو بھی وجہ تھی ہوا میرا ہنا پاؤں اس کی کلائی پر پڑا جس میں چاقو دبا ہوا تھا اور دوسرے لمبے اس کی منجھی کھل گئی۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر چاقو اٹھایا تھا اور پھر چاقو تو میں نے دفاعیات اٹھا میں اپنی منجھی میں پڑ گیا۔

وہ حیران سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔
”کال ہے، کال ہے۔ نام تو بتا دو وہی جانی رہا تو نام بتا دو؟“
”تانا ہوں۔“ میں نے کہا اور دوسرے لمبے نے ہنسنے چاقو ایک عجیبے انداز میں اس کی طرف اٹھایا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹا لیکن میرا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ اس کے پیچھے ہٹنے ہی میں نے زمین پر بیٹھ کر ایک سوپ لٹکائی اور وہ میرے دائیں اُٹھا۔ اس سے قبل کہ وہ اچھلنا میں نے چاقو ایک دو سر وار اس کے پیٹ پر کر دیا اور درحقیقت یہ مقصد یہ نہیں تھا کہ اس کی منجھی کاٹ دوں لیکن ہوا یہی اس

کی منجھی بائیں سے دائیں سمت اس طرح کٹ گئی تھی کہ اس کے پیٹ تک تلاش نہیں آتی تھی۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور اس کے چند ہی لمبے ہوئی منجھی کو اور پھر اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آنے لگے۔

”یہ بتاؤ ٹنگ کوئی سے ملاقات ہوئی ہے کبھی؟ تمہارے لئے اس کے نام پر۔“ وہ کچھ ہنستا ہوا بولا۔
”نہیں۔ مگر میں تمہاری اس سے ملاقات کر دیتا ہوں۔ کیا وہ زندہ ہے؟ میں نے پوچھا۔

”ارے نہیں نہیں جانی، اتم اگر اگلے جہاں میں پڑھی مری اس سے ملاقات کرنا چاہتے ہو تو تمہو زہن سے نکال دو۔ یہ تو ٹنگ کوئی زندہ ہے اور اس وقت چاہا میں ایک سمیت برا کلب کو بولے لوگوں کو تربیت دے رہا ہے۔ مگر کیا معافی ہے۔ واقعی یہ معافی تو میرے ہاتھ کی تھی چاقو میرے ہاتھ سے نکال لینا تمہارا فریضہ ہے۔ گو بائک فن میں تم میرے باپ ہوئے۔ پلیر باپ! اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔“ اس نے گردن جھکا کر کہا۔ اور پھر اس قدر مختصر انداز میں کہا کہ مجھے بس اگلی۔

”دیکھو باپ! میں شروع ہی سے تم سے دوستی کا مفاسدہ کرتا رہا ہوں۔ بھلائی اپنے بروہیتھ کے آدمی ہو اگر ذرا سی دشمنی کی بات کی تو کیا نصیحت آگئی۔ جو بوجیس پرنٹ دے دینا۔ تمہاری واقفیت بھی ہوگی کا زہر دینے والوں سے۔ لیکن اگر ایک عزیز آدمی کو بھی اس میں شامل کرو تو کیا ہرج ہے؟“
”میں تمہو سٹی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور اس بار میں نے اس کی آنکھوں کو زہر کر اندازہ لگا یا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے غلط نہیں کہہ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے چاقو بند کر کے اس کی طرف اچھال دیا اور بولا۔

”میتز سے بات کرنا چاہو تو واقعی میں تیار ہوں۔“
”واقعی میں بالکل میتز سے بات کروں گا پارٹنر! مجھے موقع تو دو۔ ویسے تم نے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے تعین کرو ٹنگ کوئی کے بعد ایسا سامان ہاتھ میں لے کر دیکھا ہے۔ اور ایک فن میں تو تم بہر نظر مجھ سے آگے نکل گئے۔“

”دیکھو جیک! ایک فن کی بات مت کرو تم جس طرح چاقو مجھ سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ اگر تمہارے میں جیت جاؤ تو بھلائی تم سے جانا میں نہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔“

”پارٹنر! پارٹنر! جیک سے بڑی محنت کی ہے لیکن ایک چیز سے پرہیز کیجیے۔ جسے دوست کہہ دیا ہے اس سے لڑائی ٹھکرا لی نہیں کیا۔ اہتمام سے ہی کتنی آگ چاقو کی بات نہ کرنے تو میں کبھی اس پر لڑائی بھی نہ ہوتا۔“

”ہوں، گویا تمہارا مقصد ہے؟“
”ہاں جیف: بہت کچھ سمجھا ہے مگر جو تم سے بارمانے لیتا ہوں۔ بار سے تمہی ناخوش ہے۔“

”تو پھر بتاؤ کہ اس کار کی قیمت کتنی وصول ہو سکے گی؟“
”دو کر تے ہیں کوئی فائدہ نہیں۔ ویسے اس پارک گالاٹ پر یعنی گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کی ہوتی ہیں جو نماز میں کام کرتے ہیں اور اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے دوپہر تک کے بیٹے۔ دوپہر تو ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس دوپہر تک کا نام نہیں ہے۔ اس دوران ہم بھاری رات بچتے ہیں۔“

”گھاڑی کی کتنی قیمت مل جائے گی؟“
”اب نہیں جیسے۔ یہ وہاں جیل کرنا پڑ جائے گا۔ ویسے اصل قیمت کی جو ضمانت لگائے ہیں۔ رسک بھی تو ہوتا ہے۔“

”جو ضمانتی رقم کتنی ہوگی؟“
”کم از کم پانچ ہزار ڈالر۔“ اس نے کہا اور میں اپنی جیبیں ٹھونکنے لگا۔ اتنی رقم تو میرے پاس بھی نہیں تھی۔ لیکن غامی رقم نکل آئی میں نے یہ رقم اس کے حوالے کر کے ہونے کہا۔

”یہ بیوقوف اور اٹاوس قبول کرو اور لوں تمہو کچھ کھانے گاڑی نہیں بیچنی۔ تمہاری باقی رقم رات کو ادا کر دی جائے گی۔“ میں نے کہا۔
”اور وہ جو کچھ کھانے دیکھنے لگا۔“

”فروخت نہیں کرو گے گاڑی؟“
”نہیں۔ کافی در تک نہیں۔“

”اوہو ہو۔ جلدی یاد کرو معاملہ ہے تو دوسری بات ہے۔ تم لوں کرو اپنا کام کرو اس کے بعد ہم بھاری بیچ دیں گے۔ دوپہر بھی دیکھو دوپہر تک بھاری ہمارے پاس رہ سکتی ہے۔ اس کے بعد پولیس اسے یقیناً تاش کرے گی اور پولیس سے تو خدا ہی بچائے۔ ذرا سی دیر میں اندازہ لگائے گی کہ گاڑی کہاں ہے۔“

”میں نے چند لمحات متور کیا۔ اُدھر میں نے کہا۔ مگر جیک! مجھے خود بھی گاڑی چاہیے۔“
”کس کام کے لیے؟ کوئی ڈاکر کا ڈالنا ہے کیا؟“ اس نے راز دارانہ انداز میں پوچھا۔

”بہی ٹھیکو لو۔“
”تو پھر لوں کہتے ہیں کہ اس گاڑی کو کتنی در تک تمہیں فروخت ہے اپنے ساتھ رکھو۔ اس کے بعد سب بیچ دیں گے۔ اور یہ رقم بھی تم اپنے پاس ہی رکھو۔ تمہاری جیب سے رقم لینا مجھے اچھا نہیں لگتا۔“
”نہیں کوئی بات نہیں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجھے گاڑی مستقل چاہیے۔“

”مستقل تو نہیں پارٹنر! ویسے شہر کی ساری گاڑیاں اپنی ہیں۔ جیب چاہو گے اٹھائیں گے۔ تمہیں کام کیا رہا ہے؟ یہ بتاؤ۔“
”اب میں اسے کہتا رہا تھا کہ مجھے کیا رہا ہے؟ لیکن آدمی کچھ مزیدار معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی بات مان لی اور پھر بازار چلا کر گاڑی فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

”وہ مجھے ساتھ لے کر جیل بڑا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک عجیب و غریب مارکیٹ پہنچ گئے۔ بنیاد پر عمدہ قسم کی نظر آئے والی یہ دکائیں اس قسم کا کاروبار ہی کرتی ہوں گی، اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔“

”جیک نے مجھے وہیں بیٹھے رہنے کے لیے کہا اور غور و انداز سے لگا کر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک دراز قامت شخص کو لے کر آیا۔ جس نے دھرا دھرتے گاڑی دیکھی۔ اس کی مندریٹ دیکھی اور پھر جیک کے ہنگو کرنے لگا۔ جیک نے گردن ہلا دی تھی۔

”تھوڑی دیر بعد جب جیک واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں لوٹوں کے منڈل دسے ہوئے تھے۔ جن میں سے تین جو ضمانتی رقم اس نے میرے حوالے کر کے ہونے کہا۔

”پارٹنر! میں نے اپنا حصہ لے لیا ہے۔“
”جیک! یہ رقم بھی رکھو۔ مجھے تم سے پورا اور بھی کام ہے۔“
”اسے پارٹنر! نہیں، اسی بات نہیں۔“

”اچھا تو پھر فٹنی پرنٹ ٹھیک ہے کام جو کچھ تم نے کیا ہے اس لیے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”یہ تمہاری مہرمانی ہے پارٹنر! دس ہزار ڈالر کی رقم کافی عرصہ تک چل جائے گی۔ میں ذرا آرام پسند قسم کا آدمی ہوں۔ اگر پیسے جیب میں آجاتے ہیں تو پھر کام کرنا پسند نہیں کرتا میرا مطلب ہے کم از کم کلہ چوری کرنا۔“

”ٹھیک سے ٹھیک ہے۔ اب یہاں سے چلو کوئی کسی پڑے کسی پوئل میں ٹھیک گے اور کچھ بات وغیرہ کریں گے۔“
”ہاں، یہ ٹھیک ہے، تمہارے بارے میں جاننا بے حد ضرور ہے۔ حالانکہ تم مجھے اپنا نام ہی تک نہیں بتایا۔“

”مجھے فریڈنس کے نام سے پکار سکتے ہو۔“ میں نے کہا اور اس نے سکرٹے ہوئے گردن ہلا دی تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ہی میں بیٹھ کر چل پڑے۔

”ہوئی کا سائیکو کے ریفریشنٹ مال میں ہیں اور جیک بڑے طاقت سے داخل ہوئے تھے اور پھر ہم ایک بڑے جاکو ٹھیک گئے جیک نے غامی چیزوں کا آرڈر دے دیا تھا۔ وہ بیٹھ کر کام آوی تھا۔ میں نے تھوڑی ہی پوز میں ان میں سے لیں۔ وہ بڑے مہمان سے

صاف کرتا رہا اور جب کھانا چکا تو بولا۔

ہاں ہارٹز میرا مطلب ہے فرینڈس! کہتے عرصے سے یہاں کام کر رہے ہو؟

پھر کیا کرتے ہو؟ وہی یہ جاؤ گی معافی والی بات میری

کچھ میں نہیں آتی۔ تم مجھے بتاؤ اگر یہ مقصد میں پیشہ ہو دیا تو یقیناً اس وقت مجھے کھلے پیٹ پھرنا پڑتا۔

مجھے انصوفی ہے کہ تمہاری یقین ضائع ہوئی لیکن اب کسی اسٹورس پر بسے خرید لینا۔

یہاں سے اٹھنے کے بعد یہی کر لوں گا۔ وہی یہ مقصد ہی چل رہا ہے۔ چونکہ پیسے سے کمی ہے۔ اگر وہی کئی ہوئی تو نظر آتا اور مجھے فرمایا کہ پیسے تبدیل کرنا پڑتے۔ چونکہ لوگوں کی تلاش بلاوجہ ادا نہیں رہتی۔

جیکب! میں یہاں اجنبی ہوں۔ میں نے کہا۔ اور جیکب چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

کیا مطلب؟

مطلب یہ کہ میں اس جگہ کا باشندہ نہیں ہوں۔ ہاہرے آئے ہو اور گاڑیاں چرانے کا کام کر رہے ہو۔ گاڑیاں چرانے کا کام میں نہیں کرتا۔ مجھے اس گاڑی کی ضرورت تھی۔ تم سے کہہ چکا ہوں۔

اچھا اچھا! میں سمجھ گیا تھا۔ خیر، تو رہا وہاں کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟

بہت سے کام ہیں۔ لیکن تم لینے بارے میں بتاؤ کیا تم کسی کی دوستی قبول کر کے دوستی کو ناپائے کان بھی جانتے ہو؟

جاننا تو بہت بگڑے ہوں ہارٹز! میں کچھ مزہ نہیں آتا۔ بہتر یہ ہونا کہ ایک آدمی دن کی باری رہے اور پھر تم کو دی جائے؟

تو پھر تمہیں ہے، ہمارا ہمارا کام ہو گیا۔ یہاں سے اٹھنے کے بعد ہم لوگ ایک دو سوسے کے لیے اجنبی ہو جائیں گے۔ میں نے کہا اور جیکب کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر آہستہ سے ولین۔

فرینڈس! تمہاری طرف دل کھینچ رہا ہے مگر ایسے تم پھر پھر وہ نہیں کرو گے۔ کوئی کام بناؤ۔ یا جو کام تم کرنا چاہتے ہو۔ مجھے اس میں شریک کرو۔ وعدہ ہے کہ ہارٹز شرب نہیں ہوگی یہ کام صرف تمہارے لیے کروں گا میں۔

کہاں رہتے ہو؟

مارلیہ واطانہ۔ اس نے جواب دیا۔

میں ان علاقوں سے بھی صحیح طور پر واقف نہیں ہوں۔

کوئی بات نہیں۔ میں متہین اپنا ٹکٹ دکھا دوں گا۔ بڑا فرسٹ کلاس ٹکٹ لکھا ہوا ہے میں نے اور اس میں ایک شریف آدمی کی رہائش گاہ کا پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے میں نے۔

اور جب میں وہاں جاتا ہوں تو لوگ مجھے ہیں کہ بہت ہی شریف قسم کا آدمی وقت سے ملازمت کر کے وہاں آ رہا ہے۔ تمکا ہارا اور

نے کسرا اور لوگ میری تنہائی پر انصوفی ہی کرتے ہیں۔ لیکن یقیناً کو ہارٹز! میں نے آج تک کسی کو مزہ نہیں لگایا۔ دراصل بہتر

کام کرنے والے کے لیے ہی ضروری ہے کہ وہ جس شخص میں بھی رہے وہاں لینے آپ کو شریف سے شریف تر ظاہر کرے تاکہ اگر ولین

کبھی وہاں تک پہنچے بھی جائے تو کھلے والے گراہی دے سکیں کہ ایک شریف آدمی ہے ان کا آج تک واسطہ نہیں رہا ہے۔

جیکب کی باتیں خاصی دلچسپ تھیں۔ مجھے یہ نوجوان ہند آباد میں نے اس سے کہا۔

جیکب! تمہاری تو خاصی واقفیت ہوگی یہاں؟

اسے کون نہیں جانتا جیکب کو۔ جس جگہ نکل جاتا ہوں لوگ ہارے بھگتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں کبھی کسی سے

بھاگا ہوا نہیں کرتا۔ عام طور سے اپنے آپ کو تمام معاملات سے بچنے چاہتا ہوں۔ اب اگر تم مجھ سے یہ بات کہہ کر میں گاڑی سے

نیچے اتر جاؤں اور ہارٹز شرب کی بات دیکھوں تو یقیناً کو کہتا ہوں میں تار ہو جاتا، چونکہ مجھ سے ناخالی ہی نہیں ہوں۔ اب دیکھو نا

انسان اپنی زندگی بھروسے میں گزار دے تو پھر کوئی میرے کی بات ہے۔ لطف تو یہی ہے کہ دوستی زیادہ سے زیادہ اور دشمنی کا کوئی

تصور نہ ہو۔

مگر میری دشمنی تمہیں پہنچا سکتی ہے۔

میں ہنسی سستی کی پروا نہیں کرتا دوست۔ بسے دوست کہہ دیا سو کہہ دیا۔

تو پھر یوں سمجھو جیکب! مجھے ایک بہت خطرناک کام کرنا ہے۔ ایک اتنا خطرناک کام جس کا نام تصور بھی نہیں کر سکتے۔

وہ کیلئے؟

میں منشیات کی اسمگلنگ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ اور وقتاً جیکب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے۔

تھوڑی دیر تک وہ میری شکل دیکھتا پھر اس کے انداز میں ایک احتمال کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے کہا۔

سواری ہارٹز! اس مسئلے میں جیکب تمہارا ساتھ نہیں دے سکے گا۔

میں بات کے لیے کچھ بہت رہے ہو۔ میں دیکھنے نہیں بہت رہا۔ منشیات کی اسمگلنگ سے میرے دل کا درد اترتا ہے۔ تم

یقین کرو میں اس کے ہاتھوں بڑا ہوں۔ جیکب نے کہا، اور میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

جذبات میں خانوشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

مجھے اپنی کھانا نہیں سناؤ گے جیکب!

میں کیا سناؤں ہارٹز! بس یوں سمجھو پوچھا لکھا آدمی ہوں ایک فرم میں ملازمت کرتا تھا ملک بھائی تھا اپنا۔ مجھ سے دو سال

چھوٹا تھا۔ ماں باپ بچپن ہی میں مر چکے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں کی محبت بے مثال تھی، وہ ہر روز ہاتھ اور میں اس کے لیے ملازمت کرتا تھا۔ وہ غلط صحبت میں پڑ گیا۔ نشہ آور ادویات کا کامی ہو

گیا۔ اور پھرنے لکھنے سے بھاگ کر بڑائیوں کے راستے پر چل پڑا۔ میں آگاہ گردن کیا تھا۔ میں اس کی شکل دیکھ کر کڑھتا تھا۔ لیکن

بعد میں مجھے احساس ہوا کہ دراصل اس کا منہا ناس منشیات نے ملا ہے۔ جتنا پھر میں نے اس پر سختی شروع کی اور مجھ سے بار بار وعدہ

کرنے کے باوجود نشہ آور ادویات کے استعمال سے باز نہ سکا۔ اور پھر ایک دن میری سرزنش سے تنگ آ کر اس نے خود کشی کر

لی۔ ہاں تو سڑ گیا۔ اور میری دنیا ویران ہو گئی۔ بس یوں سمجھ لو ہارٹز! دن کے بعد سے میرا اس دنیا سے دل اچھا ہو گیا۔

اب ایسے ہی زندگی گزارتا ہوں جیسے تمہا لوگ گزارتے ہیں۔ بھائی تھا تو زندگی سے دلچسپی بھی تھی۔ لیکن اب ادھر ادھر کے لوگ رہ گئے ہیں۔ دوستی کا قائل ہوں کھلوے نہیں کرتا کسی سے۔ بس

چھڑا ہوا ہونا کام کرتا ہوں اور زندگی گزار رہا ہوں۔

کبھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا جیکب! کہ تم ان لوگوں سے انتقام لو، جو تمہارے بھائی کی موت کی وجہ سے ہیں۔

بھلا میرے بھائی کی موت کا ذمہ دار اور کون ہو سکتا ہے میرے علاوہ؟ اس نے کہا۔

کیا وہ نہیں جو منشیات کی تجارت کرتے ہیں؟ میں نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

ہاں، وہی ہیں۔ لیکن یہ تو ان کا کاروبار ہے۔ میں بھلا نہیں ان کے کاروبار سے کیسے روک سکتا ہوں؟

خواہ اس کا کاروبار سے فوسر جیسے کئی افراد موت کے گھاٹ اتر جائیں؟

مگر تم کہہ سکتے ہو ہارٹز! تم تو خود یہ کام کرتے ہو؟ کیا میں تم سے انتقام لوں گا؟

نہیں، جیکب! میں یہ کاروبار نہیں کرتا۔

اسے، ابھی تو تم کہہ رہے تھے؟

میں ہاں، میں تو نہیں آزا مار ہاتھ اتھیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔

تو پھر کچھ کو کر دینا میں بسے کاموں میں سے سب سے بڑا کام مجھے یہی لگتا ہے کہ انسان کو زندگی سے دور کر دیا جائے۔

تم زندگی سے دور کرنے والے افراد کو زندگی سے دور کر دیا گئے جو اس کے دوسرا ہیں۔

مگر کیسے؟ میں کسی کو قتل بھی نہیں کر سکتا۔

میں نہیں کر سکتے۔ مگر میرا ساتھ ڈوے سکتے ہو۔

وہ کیسے ہارٹز؟

تمہارا ریزرو دنیا سے تعلق رہ رہا گا؟

تعلق نہیں رہا۔ بسے کاموں میں سے کھرا نام ہوں کبھی ہار مجھے بسے کام سونپنے کی کوشش کی گئی لیکن میں نے ایسا کوئی کام نہیں

کیا۔ جیکب بولا۔

ایسے لوگوں کو جلانے ہو جو اسکو بھلائی کرتے ہیں؟

کیا بات ہے، ضرورت ہے اس کی؟

ہاں۔

کیا چاہتے؟

بہت بگڑا۔ میں گن، ہینڈ گرنیڈ اور ایسی ہی تو ساری

چیزیں۔

ارے باب رہے۔ کیا کسی نماذ پر جا رہے ہو؟ اس نے سناؤنا انداز میں کہا۔

میں یہی سمجھ رہا تھا جیکب!

مل سکتا ہے، سب کچھ مل سکتا ہے۔ لیکن ہارٹز! ذرا بگڑا رہے۔ لوگ تو بھیں گے نہیں کہ جیکب مجھے ان چیزوں کی ضرورت کیوں پیش آگئی ہے۔

یہ تمہارا معاملہ ہے، اگر تم دوستی چاہتے ہو جیکب تو پھر یہ چیزیں مجھے جہاں کر دو۔

لیکن کرو گے کیا؟

یہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہ کام کرنے کے لیے تیار ہو یا نہیں؟

جیکب کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

ہاں۔ یہ کام مشکل نہیں ہے میرے لیے۔ مگر کئی لوگوں کو جانا ہوں جو اسکو خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں۔ ذرا ایسی قسم کا آدمی ہے۔ لیکن میں انہیں ہینڈل کر لیتا ہوں۔ الیہ ہینڈ گرنیڈ کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ان کے پاس ملیں گے یا

نہیں، انہیں گن تو ہوں مگر لو کہ تمہارے قبضے میں آگئی، ویسے کیا یہ بات سچ کہہ رہے ہو کہ تم نیشیات کی اسمگلنگ کرنے والوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہو، کسی جگہ میں ڈاکہ دارانا چاہتے ہو، ہینڈ گرنیڈ تو تباہ کرنے کے لئے توڑنے کے کام بھی آسکتے ہیں۔“
 ”اسحق آدمی کبھی رنگ ٹولٹھے؟“ میں نے پوچھا۔
 ”میں نے کہا نا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اپنا کاروبار تو میں چھیپے کہ چھوٹا ہونا گا کہ کرتا ہوں، جیوتی موٹی نرہو میں ہیں جوان۔“ کاموں سے پوری ہوجاتی ہے لیکن یہ بناؤں نہیں اگلے کب چاہیے؟“

”اگر کج مل جائیں تو آج ہی۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”تو پھر ٹھیک ہے اچھا، وہاں اسٹلو شخص کے پاس چلتے ہیں۔“ جیکب نے جواب دیا۔
 ”جیکب پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا، وہ مجھے لے کر چل پڑا، اور پھر ہم مختلف گلیوں، سڑکوں اور راستوں سے گزرتے ہوئے ایک ایسے قدیم راستے میں جا چکے جہاں کی عمارتیں بوسیدہ تھیں، اس خوبصورت شہر کا نازخ تھا جو آج پہلی بار میرے سامنے آیا تھا۔“

جیکب ایک عمارت کے گروڈنڈ فلور میں پہنچ گیا اور یہاں اس نے پہل بجھا کر ایک شخص سے ملاقات کی جو اسٹے کی سب لائی کے سلسلے میں ہمارے کام آسکتا تھا۔ یہ شخص بھی مدوقی ہی شکل کا ایک بوڑھا آدمی تھا۔ جیکب کو دیکھ کر اس نے گون بھائی اور مسکرا کر بولا۔
 ”اندرا جاؤ، ہم دونوں اندر داخل ہو گئے، ہمیں بٹھانے کے بعد وہ شخص ہم سے ہماری آمد کا مقصد پوچھنے لگا اور جیکب نے کہا۔“

”ہاں میرے معزز بزرگ ہیں کچھ اسلو در کا ہے۔“
 جیکب، ”تہیں جو اسلو چاہتے ہو تا ہے، اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ وہ تیرا پڑا ناسا مان کیا ہوا؟“ بوڑھے نے پوچھا۔
 ”تم جانتے ہو، میں صرف چاہتا تھا استعمال کرنے کا قائل ہوں۔ چنانچہ اس آتشیں اسلحے کی ضرورت مجھے نہیں۔“
 ”پھر اسلحہ کے چاہیے؟“ بوڑھے نے پوچھا۔
 ”میرے گہرے دوست مرٹن فرینڈس کو، وہ اسلحہ استعمال کرنے کے سختی سے قائل ہیں؟“

”خوب بہت خوب، تو سنا چاہیے انہیں؟“
 ”ہینڈ گرنیڈ کیا تم انہیں عمدہ قسم کے ہینڈ گرنیڈ فراہم کر سکتے

ہو۔ جیکب نے کہا۔

”خود ساختہ ہیں، بہترین استعمال سے ان کا دل چاہو جس کے مقابلے پر کوئی سیکڑاں کا کرو گے کیا؟“
 ”میں نے کہا کہ مجھے نہیں، میرے پارٹنروں کی ضرورت بنا۔“
 ”تو جیکب بات رہے کہ پولیس کے کانوں میں میرے بارے میں ایک چیز چکی ہے، اسٹروپولس والے بھی کبھی جست اسلو فرینڈس آجاتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ یہ نگاہ بھی کھتے ہیں کہ ان کے کسی کو کیا دیا؟“

”جو کچھ تم سے لیا جائے گا وہ انعامی سینڈرائز میں رہے گا۔ ہینڈ گرنیڈ دکھا دو، جیکب نے کہا اور بوڑھے شخص نے مختصری در کے بعد اندسے عام ساٹو سے کچھ چھپوئے ساٹو کے ہینڈ گرنیڈ نکال کر کھارے سامنے رکھ دیے۔
 ”بہترین کارکردگی رکھتے ہیں یہ، اسٹروپولس تاجر نہیں کر سکتا، ورڈ نہیں دکھاتا۔“
 ”یہ بچہ بہتر ہو گا، آپ یہ بتائیے کتنی قیمت ادا کی جائے گی؟“
 ”دو ہزار ڈالر، یہ چھ ہینڈ گرنیڈ ہیں اس کی قیمت دو ہزار ڈالر

ہوئی۔“
 ”ہمیں ایک اسٹین گن بھی دیکھنا ہے۔“
 ”جیکب تم تو ان چیزوں کے قائل ہی نہیں تھے میں نے کہا تھا نا تمہارے مطلب کا اسٹروپولس سے پال ہو جو دہش ہے۔“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں اب بھی ان چیزوں سے کوئی ڈیسی نہیں رکھتا، میرا پارٹنر تہیں ان چیزوں کی ادائیگی کرے گا، انہیں گن بھی دکھا دو۔“
 اور مختصری در کے بعد جب ہم وہاں سے اٹھے تو وہ دونوں چیزیں خرید چکے تھے، جنہیں اس نے نہایت نفاست سے بیک کر دیا تھا۔

جیکب کچھ خوفزدہ نظر آ رہا تھا، اس نے کہا۔
 ”اگر اس بارے میں سامانی سمیت بڑے سے گئے تو تعین کر دو کہ ضمانت بھی ناممکن ہو جائے گی۔“
 ”گرم پڑے کیوں چاہیں گے؟“
 ”میں پوچھی اور لگتا ہے فرینڈس اب یہ بتاؤ کیا پروگرام ہے؟“
 ”فی الحال کچھ نہیں، مجھے یہ بتاؤ تمہاری اس دوستی کا میں کیا سادہ ادا کروں۔“
 ”ادا کر دو گے؟“ جیکب نے سوال کیا۔
 ”ہاں دل تو یہی چاہتا ہے، تم نے جس طرح بے لوث

میرے لیے کام کیا ہے، وہ میرے لیے بہت ہی مٹاؤ گن ہے۔ ہماری تمہاری ملاقات کو زیادہ دقت نہیں گزرا، لیکن تم نے میرے دل میں ایسے مخصوص جگہ بنائی ہے۔“

”میں تو یہ سمجھا پانا واضع پورا ہو گیا، اس نے کہا۔
 ”میں جیکب، پھر یہی کچھ تو۔“
 ”میں نے پارٹنر، اسٹروپولس سے نہیں ہے، تو ان کی بات درمیان میں ڈلاؤ، یہ بتاؤ تمہارے کہاں ہو، کہاں لے جاؤ گے اس اسلو کو اور کس جگہ استعمال کرو گے؟“

”جہاں میں استعمال کروں گا جیکب، اسٹروپولس، تمہیں یہاں نہیں لے جا سکتا، تمہیں نہیں دکھا سکتا کہ میری ضرورت کیا ہے، لیکن بہتر تو میں تم سے ملاقات مزور کرتا ہوں گا۔“
 ”میں نے نہیں میرے غلیظ چلو، مختصری در میرے ساتھ رہو اس کے بعد واپس چلے جانا۔“
 ”کیا تم مجھے ایسے غلیظ لے جانا پسند کرو گے؟“
 ”ہاں کیوں نہیں، میری نسبت تمہارا لباس بہت ہی شاندار ہے، لوگ مجھے غنڈہ سمجھتے ہیں، لیکن تمہیں کون مجھے کا؟“
 ”جیکب نے کہا اور میں ہنسنے لگا، ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جیکب کے غلیظ کی جانب چل پڑے تھے۔“

جیکب کی وجہ سے مجھے جو آسائیاں فراہم ہوئی تھیں۔ وہ بے مثال تھیں اور اس اتفاق پر میں دل ہی دل ہی میں بہت مسرور تھا، ٹیکسی بالآخر ایک جگہ رک ٹھہری۔ اور ہم چل ادا کر کے چل پڑے۔

فلڈ بہت خوبصورت ہے حدکا شادہ تھا، اس کا فریئر بھی نہایت نفاست سے آراستہ تھا میں نے توفیق نگاہوں سے اسے دیکھا، جیکب میرے لیے کین میں جاسے بنائے چلا گیا تھا۔
 ”یہاں تمہارے ساتھ کوئی اور نہیں رہتا؟“

”پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کراک بھائی کے علاوہ دنیا میں اور کوئی نہیں تھا، بھلا کون رہے گا میرے ساتھ؟“ جیکب نے جواب دیا۔

”اتفاق کی بات ہے جیکب کہ اس چھوٹے سے واسطے نے ہمیں اتنا قریب کر دیا۔“
 ”گرمیں خود کو تم سے قریب محسوس نہیں کرتا،“ جیکب نے جواب دیا۔

”ہاں، ظاہر ہے اتنی جلدی یہ کیسے ممکن ہے؟“ میں بولا۔
 ”نہیں پارٹنر، یہ بات نہیں ہے، تم نے خود مجھے اپنے آپ سے دور رکھا ہے، اب تم بتاؤ لپٹے آپ کو اچھا آدمی یا ایک شخص

دوست ثابت کرنے کے لیے انسان مزید کیا کچھ کر سکتا ہے، کیا اتنی جلدی کوئی کسی کے دل تک پہنچ سکتا ہے، اگر ایسی کوئی بات ہو تو میں وہ کوشش ہی کر ڈاتا لیکن تم مجھے اس کا موقع نہیں دےتے۔“
 ”کیا کہنا چاہتے ہو جیکب؟“

”یہی کہ تم مجھے لینے دو تو میں میں شمار نہیں کر سکتے جو کچھ کرتا رہا ہوں اب تک میں ہی کرتا رہا ہوں۔“
 ”نہیں جیکب، اس کا واسطے بہتر تو میں تمہیں اپنا دوست سمجھنے پر مجبور ہوں۔“

”تو پھر بتاؤ کی پروگرام ہے تمہارا؟“
 ”جیکب، میرا پروگرام بہت خوب ہے، مجھے کھ وہ سب کچھ کرنا ہے جس میں، میں نہیں شریک نہیں کر سکتا۔“

”کیا کہنا ہے کہ ان کے یہ تو بتاؤ دارا دولت کے حصول کا کوئی معاملہ ہے تو جو وہ کرنا ہوں کہ اس میں سے کیشن نہیں مانگوں گا۔ مانگوں تو کوئی بار دینا، اب تو تمہارے پاس اسٹین گن وغیرہ موجود ہے۔“
 ”اگر کیشن کی بات ہو تو میں تمہیں خود ہی کیشن دینا پسند کرتا لیکن جس کام کے لیے میں یہ سب کچھ جمع کیا ہے وہ دولت کا معاملہ نہیں ہے۔“

”اچھا، اچھا جولو ٹیکس ہے جیکب کو تمہاری دوستی مزید ہے، البتہ ایک وعدہ تو کرنا کہ کسی الجھن کا شکار نہ ہوا تو جیکب سے رابطہ قائم کرو گے۔“

”ہاں جیکب، پھر میرا وعدہ ہے تم سے۔“
 ”یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ کہاں رہتے ہو؟“
 ”ہاں، فی الوقت یہ بھی نہیں بتاؤں گا، البتہ ایک کھات ہے، جب میں اپنا کام مکمل کروں گا تو وعدہ کرتا ہوں کہ سیدھا تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں اس بارے میں تفصیل بتا دوں گا۔“

”واہ، میں مطمئن ہو گیا اور اب مجھے اس سلسلے میں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے،“ جیکب نے حسی جی کر کہا اور پھر بولا۔
 ”پارٹنر اگر کوئی صحیح حکم ہو تمہارے پاس رہنے کے لیے تو پھر جیکب کے اس غلیظ کو اپنا ہی غلیظ سمجھو، دل چاہے جب یہاں آجانا بلکہ میرے پاس دو جا یاں ہیں اس غلیظ کی تم چاہو تو تم بھی یہاں آسکتے ہو۔ میں چند لمحات جیکب کو دیکھتا رہا اتنا غصے انسان تھا کہ یقین نہیں آتا تھا اس دنیا میں غلوں کہاں فنا ہے، گو گوری تو تھا جس نے میرے ساتھ غلغلہ سلوک کیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے ایک اسماں کے جواب میں یہ سب

پھر یوں کہتا تھا لیکن جبیک، اس برقیوں نے کوئی احسان نہیں کیا تھا۔ بہ طور میں نے شکر کے ساتھ اس سے جانی بھول کر لی اور جبیک میرے استعما و پر سکوائے لگا پھر اس نے کہا۔

”دیکھ جینا، میں دوست قسم کا آدمی ہوں، دوستوں کے لیے خوشی جان دے سکتا ہوں اور جب ایک ہی مقصد کے دو آدمی مل جائیں تو پھر زیادہ لطف آتا ہے۔ میں جو کچھ تم سے کہہ چکا ہوں اس میں کوئی امانڈ نہیں کروں گا۔ جبیک بزدل آدمی ہے اور مرٹ جوڑے ہونے کا اس کے زندگی گزار سکتا ہے لیکن دوستوں کے لیے وہ بھی بہت کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے، تم نے اس کو یہ عقیدہ ہی نہیں حاصل کیا ہوگا لیکن تم اس کے بارے میں مجھے نہیں بتانا چاہتے تو میں نہیں مجبور نہیں کروں گا۔ البتہ جبیک کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو اس سے احتراز نہ کرنا۔ جبیک ہر وہ کام کر سکتا ہے۔ جو اس کے ممکن ہو۔“

رات تک میں جبیک کے ساتھ رہا اور پھر میں نے اس سے والدین کی اجازت مانگی، ایشیا اور سلوا اور سامان وغیرہ میں نے جبیک کے ٹیلیفٹ جیسی چیز چھوڑ دیا تھا۔ بس اب اسے ساتھ لے جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ والدین ایک ٹیکسی لے کر چل پڑا۔ دن بھر جو کار روٹی رہی سچی وہ بڑی دلچسپ بھی مالا لنگ سب کچھ اتفاقا کے ساتھ ہوا تھا۔ جبیک اگر کچھ کار چلائے دو دو ٹیلیفٹ اور یقیناً اس سے ملاقات نہ ہوتی چونکہ وہ خود بھی اسی لائن کا آدمی تھا اس لیے اس نے یہی کارروائی ہی تھی اور اس نئی کارروائی سے مجھے بے حد فائدے حاصل ہوئے تھے کیونکہ بڑی رقم کا مسئلہ میرے لیے فی الحال مشکل ہی ہو جاتا۔ ظاہر ہے اس کے لیے جو باز کارروائی کرنی پڑی۔ یہ جو کچھ ہوا تھا وہ سب سے پہلے۔

جبیک کی وجہ سے میں ایک ایسے کام سے روشناس ہو گیا تھا جو آئندہ بھی باآسانی کیا جاسکتا تھا۔ مسٹر کوئی کی اس نئی رہائش گاہ میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ این برگ سے ملا۔ وہ حسب معمول اوکس اور ٹرانسپورٹ میں مجھ سے کہنے لگی کہ اس کا دل میاں نہیں لگ رہا۔ یہ ڈیڑی بلاوجہ دشمنی بالکل بیٹھیں۔ ان کی وجہ سے اسے یہاں قید ہونا پڑا ہے۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا اور اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔

پچھلی رات بے کون رہا تھا۔ اس لیے آج نیند ذرا گہری آئی۔ دوسری صبح کو طلوع طبیعت سناش ریشاں تھی۔ مسٹر کوئی کو ناپا بایا ہی وقت قضا تھا۔ چنانچہ صبح کے نلٹے پردہ چھو میرے ساتھ موجود تھے۔

”ایک ایک ٹوٹا کن گزر رہا ہے مشرانا زامھر، صبح کا

پھر بولا: ”میرا خیال ہے ہم نے تم سے دن تک کا وقت دے کر نکلنے کی ہے۔“

”اب تو کچھ ہونا تھا ہو ہی چکا ہے، مسٹر کوئی آپ کو متورسا مہر کرنا ہوگا۔ جب آپ میرے مسئلے میں مجھ سے اس قدر تعاون کہتے ہیں تو اتنا تعاون اور یہی۔“

”ارے نہیں، میرا مقصد نہیں تھا۔ یہ بات میں نے بس اپنی کہہ دی تھی، مسٹر کوئی نے کہا۔ اور پھر بولا: ”اس کے علاوہ تو کوئی خاص پروگرام نہیں بنایا تم نے۔“

”ایک لمحے کے لیے جا جا کر مسٹر کوئی کو لینے آج کے پروگرام سے آگاہ کر لیں، لیکن پھر یہ نہیں کیوں زبان رک گئی۔ ممکن ہے مسٹر کوئی کوئی اور مشورہ دے گا۔ اسے اور میرا سا منسو بہنا تک میں مل جائے۔“

چنانچہ میں نے ان سے پوچھ لیا: ”مسٹر کوئی متوری دیکھ کے بعد حسب معمول واپس چلا گیا۔ اور میں منسو بندی کرنے لگا۔ جبیک کو اپنے پروگرام میں شامل کروں تو کوئی حرج نہیں ہے اور پھر ایک ایسے آدمی کی ضرورت بھی ہے جو میری مدد کر سکے۔ چنانچہ میں نے فوراً گھر سے نکل جانے کا فیصلہ کیا اور متوری دیکھ کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھا جبیک کے ٹیلیفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ مجھے فخر تھا کہ کہیں جبیک نکل نہ پڑا ہو۔“

لیکن وہ اپنے ٹیلیفٹ ہی میں موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ اور دروازے سے ہٹ گیا۔ میں اندر داخل ہوا تو اس نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

”اتفاق کی بات ہے۔ میں تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا مسٹر فرینڈس!“

”کیا سوچ رہے تھے جبیک؟“

”یہی کہ تمہارے عجیب آدمی ہو۔“

”کہیں نظر نہیں آتا؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں، فی الحال کوئی پروگرام نہیں ہے۔ میرے پاس جو رقم موجود ہے، وہ کافی دن تک مجھے کہیں تکون دے سکتی ہے۔ اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اس رقم کا آدمی ہوں، جسے لینے کا ہوا ہر دن اور دولت بیچ کرنے کا مجھے شوق نہیں ہے۔“

”تمہیں تنہائی کی زندگی پسند ہے جبیک؟“

”تنہا رہنا ہوتا ہے، رات کو میری مہر آ رہی ہے ہم نے ایک عہد سے ہوکل میں ڈور کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے بعد ہم لوگ ساتھ ہی رہیں گے۔“

”اوہو۔ اوہو۔ گویا تم کوئی مہر بھی رکھتے ہو؟“

”کوئی۔ یوں کہتے ہیں؟“ جبیک نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تمہاری اس صفت کے بارے میں تو مجھے معلوم ہی نہیں ہوا۔ تم نے معلوم کرنے کی کوشش ہی کی کہاں کی پائڈرٹریس لینے آپ میں مست رہتے کے عادی ہوئے۔“

”سودی جبیک! اس کے لیے میں سے تم سے معافی چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”اے نہیں نہیں، مذاق کر رہا تھا میں تو، ویسے یہ تنہائی کی زندگی کیسے گوارا کر لیتے ہو؟“

”میں جبیک کوئی پڑھتا ہی ہے لیکن تم نے اپنی محبوبہ کو دن ہی میں کیوں نہ بلایا؟“

”یہی کہا تھا، اگر وہ ٹیلی فون ویا رنٹ میں ملازمت کرتی ہے، شام کو باہر نکلنے کے لیے پال پیٹینے گی۔“

”اودھ اچھا اچھا، یہ بات ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جبیک نے مجھے اپنی بنا کر پلائی اور کافی کے دولٹل میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔“

”تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں جبیک!“

”ہاں ہاں، یہ ہونی نا کام کی بات، بولو بولو، کہو کیسا کام لینا چاہتے ہو؟“

”یقیناً تمہیں یونٹنگ سے دلچسپی ہوگی؟“

”ارے، تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ شاید تمہیں یہ بھی کوشش ہو کہ میں دوبارہ سٹی رائی کا مقابلا جیت چکا ہوں۔“

”یہ تو ادا چھی بات ہے، جبیک، یقیناً کر اسے کئی کشتیاں لگی میاں مل جاتی ہوں گی۔“

”یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے، سائنس پر یونٹنگ کپینٹاں پسلی ہوئی ہیں، ایک ہزار کشتیاں چاہو تو حاصل کرو، ایک کشتی کی کیا بات کرتے ہو۔“

”تو پھر تیار کرو وہیں چلنا ہے۔“ میں نے کہا۔ اور جبیک اچال لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”پوچھ کر کھل سہے پو پائڈرٹریس کہاں چلنا ہے؟ کیسے چلنا ہے؟“

”انکم اتنا تو تمہیں بتانا ہی چاہیے۔“

”مستند میں مجھے ایک کارروائی کرنا ہے جبیک اور مجھے ٹیلیفٹ میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ یوں پوچھ کر تمہارے دلہ اس وقت میرا کوئی اور مددگار نہیں ہو سکتا۔“

”مشرمنہ مت کرو جبیک کہ وجہ دوست کہہ دیا ہے تو اور وہیں بلا جو کچھ تم کرو گے وہ میرا بھی فرض ہوگا۔“ جبیک بولا۔

”اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں بس یوں پوچھ لیتے

”ایک جہاز کے خلاف کارروائی کرنی ہے۔“

”جہاز کے خلاف؟“ جبیک کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”ہاں۔“

”مجھ کو کارروائی کرنی ہے تمہیں؟“

”جبیک! براہ کرم تفصیلات اس وقت پوچھنا جب میں اپنا کام مکمل کروں۔“

”اچھا اچھا ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں ہے، میں تمہاری ہدایت پر عمل کرنے کو تیار ہوں، تم جیسے دوست کی مدد مجھے بہت عزیز ہے، جبیک نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی، اس کے بعد میں نے جبیک سے اور کچھ فرمائشات کیں اور فرم بھی آ رہی تھی۔

اس بے جا رے مخلص شخص کو بار بار تھکاتے دیکھتے ہوئے، لیکن اس کا سہارا میرے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

”تم دیکھو تم بلا سٹاک کے لیے نفاذ میں مشغول کیسے گئے۔ جو داڑھیوں کے اور مستند میں ان برائی کے اثرات نہیں ہو سکتے تھے۔“

”انہیں کن کو بھی بلا سٹاک کے ایک ایسے ہی بیگ میں محفوظ کر لیا گیا، اور اس کے بعد میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے بدن پر باندھنے کا انتظامات کیے، جبیک دلچسپی سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا، پھر جب میں اسے ساتھ لایا ہوا بلا سٹاک سوٹ پہننے لگا تو جبیک نے ایک گہری سانس لی تھی۔

”خوفناک منسو بی معلوم ہوتا ہے اور تم جبیک تو اس میں شریک نہیں کر رہے تھے۔“

”میں تمہاری دوستی سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا، جبیک، لیکن کیا کروں تم خودی میرے ساتھ آؤ دوسے۔“

”بہ طور یاد رہے، تمہارے ساتھ رہ کر سب کچھ کر سکتا ہوں۔ بڑی محبت ہو گئی ہے تم سے، رات کو تمہارے بارے میں سوچتا رہا تھا، تمہاری شخصیت میں ایک ایسی کشش ہے جو انسان کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔“

”ورنہ جبیک ہوشیار تھکوں سے گھبرا رہا ہے بہ طور پر فکر مت کرو جو کام تم میرے سپرد کرو گے، میں ٹھیک دل سے لے انجام لینے کے لیے تیار ہوں۔“

”اس کے لیے میں تمہارا شکر ادا نہیں کروں گا جبیک کیونکہ شکر ادا کرنا دوسری کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔“

جبیک خاموش ہو گیا، اس کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بھاگا۔

”چلو جبیک! اب یہیں چل دینا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے، میں کپڑے تبدیل کروں۔“

"ہاں میں نے کہا اور جبک لباس تبدیل کرنے جلا گیا۔
درحقیقت جبک کی عیت میرے لیے بڑی سود مند تھی میں
جتنی بے تکلفی سے اس شخص سے سابقہ کیفیت کا اظہار کر دیتا تھا۔
وہ کس یا دور سے ملن نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ سرور ہو ہی اس انداز میں
میرا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔

ہم دونوں چل پڑے۔ ساتھ ہی ایک کنبہ نے کھیلے ہوئے
مکس بی استعمال کی تھی۔ یہ ایک نئی نئی ساٹھ سالہ لیکن دن کے
وقت یہاں خاموش اور نائے کاراج ہوتا تھا۔ سوائے الہ وانی
جوڑوں کے جو باہر کی دنیا کی گہما گہما سے آتا تھا اس طرف نکل
آتے تھے۔ اس وقت بھی کچھ لوگ یہاں نظر آ رہے تھے جن میں کچھ
خواتین بھی تھیں۔ سمندر میں ٹوڑ لائیں اور ناہانی شتیاں مثلا
سری تھیں۔ ایک کنبہ نے ہم سے بھی ایک موٹر لایچ حاصل کی چھوٹی
سی اس لایچ کو جبک ہی نے بند کیا تھا۔

اور اس کے بعد ہم لایچ میں بیٹھ کر چل پڑے۔ جبک نے
مسکرا کر مجھے دیکھا اور بولا۔
"عجیب انسان، تو انبار پر گرام بنا دو۔ یا اب بھی سمجھے
گو گو کے مال میں کسے رہو گے؟"
جبک! وہ اس طرف دیکھو۔ میں نے اشارہ کر کے ہونے
کہا۔ اس دوران میری نگاہیں چٹکتی سری تھیں اور میں نے
اس رنج کار کو فی انداز نگاہ کیا تھا۔ چھوڑو کیونامانی جہاز نکلنا
تھا۔ لاکھ و کھونا نغز نہیں آ رہا تھا۔ لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔
کہ وہ اس سمت بھی ہو سکتا ہے۔
"ہاں، ٹھیک ہے دیکھو لیا۔"
"بس اس طرف رنج کرنا ہے۔"
"اچھے ہاں، جبک نے موٹر لایچ کار رنج اس جانب
کر دیا۔

ہمیں سمندر میں دیکھنا ہی جہاز کو تلاش کرنا ہے۔
گو گو تلاش کرنا ہے جوہ۔ جبک نے سوال کیا۔
دیکھو، تاکہ سہرا کرتے ہوئے مجھے لایچ میں پوشیدہ رہنا پڑے
گانا گا کر اور کوئی لایچ کی طرف دیکھ تو اسے اندازہ ہو جائے کہ لایچ
میں صرف ایک آدمی ہے۔
ٹھیک ہے لایچ میں ایک ہی آدمی ہے۔ جبک نے اپنے
غصوں میں انداز میں کہا۔
پھر تم لایچ کو اس طرح سے دیکھو تاکہ باک سے گزار کر لاؤ
گے کہ اوپر والوں کی نگاہوں سے لاپنج چند لمحات کے لیے روپوش
ہو جائے۔"

"لاٹیں گے۔ اس کے بعد۔" جبک نے پھر اپنے غصوں میں
انداز میں کہا۔ اور مجھے ہنسی آئی۔
"بس اس کے بعد میں سمندر میں آ جاؤں گا۔"
"اور پھر دیکھو نا جہاز پر جاؤ گے کیوں ہی بات ہے نا؟"
"ہاں۔"

مگر کس طرح جاؤ گے؟ اوہ سے کوئی یہی تھی تو نہیں
ہلے گی تمہارے لیے۔
"اس کا اندازہ ہی کر لیں جبک جبک!"
"بہت خطرناک کام کرنے جارہے ہو میں صرف تمہیں دماغ میں
ہی دے سکتا ہوں۔ بہ طور اس کے بعد تارو میرا کس طرف ہو گا
جبک نے پوچھا۔

جبک! تم لایچ لے کر دوڑ نکل جانا۔ دیکھنا پھر بنگار ہو گا
اور اس کے بعد میں موقع پا کر تیرے کو دھاؤں گا۔ تمہاری لایچ لے
ناصلے پر تیری جہاز کے تین آسانی دیکھیں۔ اطراف میں
کشتیاں و مینہ فرور ہوں گی اور پھر سمندر میں کوئی ایسی کارروائی
نہیں ہوگی جو دوسری کشتیوں کو نقصان پہنچائے صرف میں اپنا کام
کروں گا۔ اور اس کے بعد وہاں سے ہم راہ فرار اختیار کریں گے۔"
"تو تم دیکھو نا کہ تیار کرنا چاہتے ہو؟"
"خیر ان چند دوسری ہوں سے اتنا بڑا جہاز تو بنا ہ نہیں ہو
گا لیکن میں وہاں کچھ لوگوں کو سبق دینا چاہتا ہوں ان لوگوں کو
جنہوں نے میری زندگی لینے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ۔ کیا ایسی کوئی کارروائی چاہتی ہو جو ہو چکی ہے؟"
"ہاں۔"
"بکوں لوگ تھے وہ؟"
"منشیات کے اسمگلر۔"

ہوں۔ تو پھر ٹھیک ہے میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار
ہوں۔ پوری طرح خلوص دل سے۔ جبک نے جواب دیا اور میں
نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔
ہمارا رنج اسی جانب تھا جہاں دوسرے جہاز بھی نکلنا
تھے۔ اور یہ دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ دیکھو نا اس طرح نکلنا
تھا یہاں میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس نے وہاں سے ہٹنے کی
کوشش نہیں کی تھی۔
جبک نے بھی دیکھنا دیکھ لیا تھا، اس نے میرے ٹانگ
میں ہٹکی چھوئے ہوئے کہا۔
"وہ اس طرف۔"

ہاں جبک! وہی ہے۔ میں نے جواب دیا اور ہم لایچ لے
دیکھو نا کہ نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ بخیر بڑی دیر کے
دیکھو نا کہ بائیں ہٹ گئے۔ دیکھو نا کہ ساتھ ساتھ ہونے ہم
تھے بڑھ گئے تھے۔ میں نے جہاز ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا کہ دیکھو نا
پہی جھٹنے پر کوئی موجود ہے یا نہیں۔
حالات پر سکون تھے۔ ناہر ہے دیکھو نا والوں کو اس قسم کا
فی شی نہیں ہو گا کہ کوئی اس تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اس
پر وہاں پوری طرح سکون تھا۔ میں نے لنگر کی وہ زنجیر بھی دیکھی تھی۔
دیکھو نا اسے پتہ نہ تھی ہوتی تھی۔ دو لنگر لے رہے تھے لیکن ان
لوگوں کے ذریعے ایک مخصوص مقام تک پہنچنا جاسکتا تھا اور اس
بعد دیکھو نا کہ اوپر ہی سے چھوٹا جہاز کے لیے بخیر بڑی ہی موزوں
موجود تھی۔ لایچ میں نکلنا کرنے کے لیے وہی پڑی ہوئی تھی۔
ہٹنے اس کے ایک جہے سے ٹکرائے گا اور میں نے اس کا ایک
ہا سا مانا لیا پھر اس کے اوپر ہی سے پڑیں تاکہ ایک خاص قسم کی ناٹ
لائی جس سے چند ماہ بنایا جاسکتا تھا۔

اپنے طور پر یہ کام کارروائی مکمل کرنے کے بعد میں نے آخری
دیکھو نا کہ گرد ایک چکر لگا گیا اور میں نے جبک کو اشارہ کیا جبک
پہلے کو برق رفتاری سے دوڑنا تھا وہاں دیکھو نا کہ قریب پہنچا۔ دیکھو نا
سے ٹھوڑے ہی فاصلے پر اس نے آگن ایک دم بند کر دیا تھا۔ تاکہ
دیکھو نا کہ بالکل قریب کسی لایچ کی موجودگی کو محسوس نہ کیا جاسکے
تہ ایک ماہر ملاح تھا۔ میں اس دوران پوشیدہ ہی رہا تھا۔
اپنے پروگرام کے مطابق تاکہ مجھے اوپر سے دیکھا
پڑ جائے اور پھر سمندر میں اترنے میں بھی میں نے انتہائی چھٹی
لشہوت دیا تھا میں پانی میں دو گیا اور لایچ تیزی سے آگے
رہتی چلی گئی تھی۔ بخیر بڑی دور جانے کے بعد جبک نے آخری
سٹارٹ کر دیا تھا میں تیرتا ہوا لنگر کی زنجیر کی جانب بڑھ
لیا تھا۔

دن کی روشنی نہ تھی تو میرا یہ کام مشکل نہ ہوتا لیکن
بعض معاملات میں یہ وقت مناسب بھی تھا لیکن کسی کو
یہ شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ دن کی روشنی میں کوئی شخص اتنی
پیداہ دہی سے اس طرح دیکھو نا پر آنے کی کوشش کرے گا
نظر پر تھی کچھ اطراف سے نہ دیکھا جاسکے۔ بہ طور میں
ٹھکر کی زنجیر سے چٹا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر اس کے آخری
سر سے پہنچ گیا۔

میں نے وہ جگہ ذہن نشین کر لی تھی جہاں مجھے وہ
آدو چند ماہ بنا کر بھینکنا تھا جس کے ذریعے میں اور پہنچ سکتا تھا
چنانچہ میں نے انتہائی مہارت کے ساتھ بیروں کو زنجیر سے پٹایا
اور پھٹکا اور پھر بھال دی۔
میری پہلی بڑی کوشش کارگر رہی تھی اور اس کے بعد
میں اس سے ٹک رہا تھا آہستہ آہستہ اس کو پکڑا اور پھر چڑھتا
ہوا ایک دیکھو نا کہ عرشے پر پہنچ گیا اور پھر میں نے اوپر پہنچنے
میں دیر نہیں لگائی تھی۔
عرشے پر پہنچ کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھا اور ادھر دیکھنے
لگا ٹھوڑے ہی فاصلے پر دو آدمی ٹھہر رہے تھے۔ میں نے ادھر
آدھر دیکھا کہ انہوں کا ایک بڑا پردہ ایک سمت پڑا ہوا تھا۔
غالب اس کے نیچے کچھ سامان رکھا ہوا تھا میں پھرتی سے اس
طرف دوڑا اور پردے کی اوٹ میں ہو گیا۔ یہ بڑے بڑے تریبل
تھے جو کچھ ان چیزوں پر ٹھہرے ہوئے تھے جنہیں غصہ سے چھانا
تھوڑا سا عین فی الحال یہ میرے پوشیدہ ہونے کے کام
سے تھے۔
تسلیاں اوٹ میں رک کر میں اطراف کا جائزہ لینے
لگا اور وہیں میں سے اپنے آپ کو اس لباس سے آڑا کر لیا
تھے بہن کر میں یہاں تک آیا تھا لیکن اب وہ سامان نکالنے میں
مجھے دقت نہیں ہوتی تھی جو دراز پر ٹک پلاسٹک میں بند تھا۔
میں نے اس سامان کو احتیاط سے ایسی جگہوں پر رکھ دیا
جہاں سے اسے نکالنے اور استعمال کرنے میں زیادہ دقت نہ
ہو اور اس کے بعد میں اطراف کا جائزہ لے کر ان چیزوں
کی جانب بڑھ گیا جو منجلی منزل میں جاتی تھیں۔ اور پھر خود ملاوٹوں
کو میں نے نظر انداز کر دیا تھا۔
انداز میں آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک یقیناً آدمی
قوی ہیکل کیپٹن تھا جس نے نہایت بے دردی سے میری موت
کے احکامات جاری کر دیے تھے۔ میں نے اسٹین گن جبک کی
اور اس کے بعد جھرتی سے پوزیشن لیتا ہوا کیپٹن کے کہیں کی
جانب چل پڑا اور بخیر بڑی دیر کے بعد میں اس کیپٹن کے سامنے
تھا میں نے کوشش کی تھی کہ مجھے دیکھا نہ جا سکے اور میں اس میں
کامیاب رہا تھا پھر جب میں نے کیپٹن کے دروازے پر لالت
مار کر اسے کھولا تو اندر موجود میٹوں آدمی بری طرح اچھل پڑے
وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ ایک لمحے کے لئے ان کے چہرے

چنانچہ میں نے انتہائی مہارت کے ساتھ بیروں کو زنجیر سے پٹایا
اور پھٹکا اور پھر بھال دی۔
میری پہلی بڑی کوشش کارگر رہی تھی اور اس کے بعد
میں اس سے ٹک رہا تھا آہستہ آہستہ اس کو پکڑا اور پھر چڑھتا
ہوا ایک دیکھو نا کہ عرشے پر پہنچ گیا اور پھر میں نے اوپر پہنچنے
میں دیر نہیں لگائی تھی۔
عرشے پر پہنچ کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھا اور ادھر دیکھنے
لگا ٹھوڑے ہی فاصلے پر دو آدمی ٹھہر رہے تھے۔ میں نے ادھر
آدھر دیکھا کہ انہوں کا ایک بڑا پردہ ایک سمت پڑا ہوا تھا۔
غالب اس کے نیچے کچھ سامان رکھا ہوا تھا میں پھرتی سے اس
طرف دوڑا اور پردے کی اوٹ میں ہو گیا۔ یہ بڑے بڑے تریبل
تھے جو کچھ ان چیزوں پر ٹھہرے ہوئے تھے جنہیں غصہ سے چھانا
تھوڑا سا عین فی الحال یہ میرے پوشیدہ ہونے کے کام
سے تھے۔
تسلیاں اوٹ میں رک کر میں اطراف کا جائزہ لینے
لگا اور وہیں میں سے اپنے آپ کو اس لباس سے آڑا کر لیا
تھے بہن کر میں یہاں تک آیا تھا لیکن اب وہ سامان نکالنے میں
مجھے دقت نہیں ہوتی تھی جو دراز پر ٹک پلاسٹک میں بند تھا۔
میں نے اس سامان کو احتیاط سے ایسی جگہوں پر رکھ دیا
جہاں سے اسے نکالنے اور استعمال کرنے میں زیادہ دقت نہ
ہو اور اس کے بعد میں اطراف کا جائزہ لے کر ان چیزوں
کی جانب بڑھ گیا جو منجلی منزل میں جاتی تھیں۔ اور پھر خود ملاوٹوں
کو میں نے نظر انداز کر دیا تھا۔
انداز میں آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک یقیناً آدمی
قوی ہیکل کیپٹن تھا جس نے نہایت بے دردی سے میری موت
کے احکامات جاری کر دیے تھے۔ میں نے اسٹین گن جبک کی
اور اس کے بعد جھرتی سے پوزیشن لیتا ہوا کیپٹن کے کہیں کی
جانب چل پڑا اور بخیر بڑی دیر کے بعد میں اس کیپٹن کے سامنے
تھا میں نے کوشش کی تھی کہ مجھے دیکھا نہ جا سکے اور میں اس میں
کامیاب رہا تھا پھر جب میں نے کیپٹن کے دروازے پر لالت
مار کر اسے کھولا تو اندر موجود میٹوں آدمی بری طرح اچھل پڑے
وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ ایک لمحے کے لئے ان کے چہرے

برصیرت کے نقوش نظر آئے لیکن پھر ان میں سے ایک نے نہایت پھرتی سے زمین پر لوٹ لگائی اور اپنے لباس سے بہتول نکلنے کی کوشش کی۔ بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا میں نے اس وقت دارغشی کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ کیپٹن اور سردار آدمی نو فزہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ بند کر دیئے تھے میں مسکاتی لگا ہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

”ہیلو کیپٹن! ایسے ہیجانے میں تمہیں کوئی وقت تو نہیں ہوتی ہوگی؟“

”لگ۔ کون تو تم؟“ کیپٹن نے بکلاستے انداز میں پوچھا۔
”کمال ہے۔ کیا لوگوں کی زندگی موت تمہاری آنکھوں میں؟“
”قدر از زمان ہے کہ تم موت کے حوالے ہونے والوں کی ٹھیکیں بھی نہیں پہناتے؟“

”قت۔ تم۔ میرا مطلب ہے تم۔“
”ہاں۔ میں وہی ہوں جسے تم نے انتہائی دلیری سے سمندر میں غرق کر دیا تھا؟“

”مگر تم میرا مطلب ہے تم؟“
”ہاں! میں روح کی شکل میں واپس آ گیا ہوں البتہ تمہیں اس بات پر صبرت ضرور ہوتی ہوگی کہ ایک روح اسٹین گن کیسے جلا سکتی ہے تو دیکھو میرا خیال ہے میں تمہیں اس کا نمونہ دکھا دوں گی کیونکہ اب میں عقب میں آوازیں سن رہا ہوں یقیناً اسٹین گن کے برسٹ کی آواز جہاز پر سنائی دی ہے میں نے کہا اور اس کے بعد دیر کرنے کا کیا موقع تھا چنانچہ میں نے ان کے پورے جسموں میں لائنوں کی شکل میں سوداگر بنا دیئے کیپٹن کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا یہی کیفیت اس کے دوسرے سامنے کی ہوئی تھی۔

چند ملاح دوڑتے ہوئے کیپٹن کی جانب آ رہے تھے میں پھرتی سے ایک آڑ میں ہو گیا ملاحوں نے آوازیں تو سنی تھیں لیکن شاید صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگایا تھے۔

چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ تقریباً سات افراد ان پر صوبوں سے چڑھ کر اوپر پہنچ چکے ہیں جو تھینے سے صاف نظر آتی تھیں تو میں نے پھرتی سے اسٹین گن کی نال سے شیشے کو ٹوڑا اور اس کے بعد ان پر گولیوں کی بارش شروع کر دی، ایسی کھلی جگہ تھے وہ لوگ کہ ان کے لئے چھینے کا موقع نہیں تھا اور پھر اسٹین گن زیادہ دیر نہیں لیتی۔

چنانچہ ان کے بدن فضا میں اچھے اور نیچے گر کر زمین لگے میں جھلانگ لگا کر باہر آ گیا تھا کیونکہ اب پورے جہاز پر اس جنگلہ تیزی کی اطلاع ہو چکی ہوگی۔ پتہ نہیں کہنے انداز میں یہاں موجود تھے۔ میرا باہر نکل آنا ان کے لئے سود مند ثابت تھا کیونکہ کم از کم میں انہیں دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا جو ادرھڑھڑے جمع ہو کر اس سمت آ رہے تھے اس کے فوراً بعد میں نے ایک دستی بم کا سیٹھی کوچ بنا کر اسے ان لوگوں پر اچھال دیا۔

ایک خوفناک دھماکا ہوا اس کے ساتھ ہی بے شمار انسانی چٹخیں سنائی دیں۔ اسی دوران میں دوسرے بم کا سیٹھی کوچ بھی پھٹا چکا تھا۔ دوسرا بم پھینکنے کے بعد میں پھرتی سے نیچے اترا اور اسٹین گن سے گولیاں برساتا ہوا جہاز کے دوسرے حصے کی طرف دوڑنے لگا۔

دقتی دقتی میں دستی بم بھی استعمال کر رہا تھا میں نے کنٹرول کیپٹن پر ایک بم پھینک کر اڑا دیا اور پھر ان کیپٹنوں پر تین بم پھینکے جو ایک قطر میں سے ہوئے تھے کیپٹن بری طرح اڑنے لگے تھے اس کے ساتھ ہی کنٹرول کیپٹن میں آگ لگ گئی تھی جیسے جھاڑی کی وجہ سے جہاز کے دوسرے حصوں کو بھی آگ لپٹت میں لیتی چلی آ رہی تھی۔ پھر کیپٹنوں میں بھی آگ بھڑک اٹھی۔

انسانی شور جہاز پر بری طرح سنائی دے رہا تھا اوپر جو ملاح موجود تھے ان بے وقوفوں نے سمندر میں کودنے کے بجائے نیچے آ کر ملاح کا جائزہ لینا مناسب سمجھا تھا اور اس طرح وہ بھی موت کا شکار ہو گئے تھے۔

میں نے جتنی پھرتی سے یہ کام کر لیا تھا اس کی بجھے خود بھی توقع نہیں تھی۔ یہ کام خوش السلوبی سے ہو گیا تھا ویکونا پر مرنے والوں کی تعداد کا مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود یقین تھا کہ کم از کم پینتیس چالیس افراد اس خوفناک تباہی کا شکار ہوئے ہیں۔

جہاز کے نچلے حصے میں جو کارروائی ہوئی تھی اس کے اور کیا شکار ہیں اس کا جائزہ لینا ضروری تھا اور پھر یہی دیکھنا تھا کہ میرے اس جہاز سے بچ کر فرار ہونے کے امکانات ہیں بہر حال میں برق رفتاری سے دوسرے حصے میں پہنچا اور— اوپر کی طرف چل پڑا۔

عرشہ پر پہنچ کر میں نے سمندر پر لگا ہوا دوڑائی۔ اندازہ

لگا ناچاہتا تھا کہ اس پاس کے دوسرے جہازوں پر اس جنگلہ کی خبر پہنچ گئی ہے یا نہیں۔ لیکن یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ بالکل خراب کوئی جہاز موجود نہیں تھا اور چونکہ دن کا وقت تھا اس لئے دستی بموں کے دھماکوں کی آوازیں بھی دب گئی تھیں اس لئے کوئی اس طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں پھرتی سے اس طرف دوڑا جہاں سے میں اوپر آیا تھا جب تک کی لالچ زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

اس وقت آرام سے اترنے کا موقع نہیں تھا اس لئے تھوڑا سا نیچے اتر کر میں نے سمندر میں جھلانگ لگا دی آگ کی آن میں جب تک میرے پاس پہنچ گیا۔ اور میں لالچ پر چڑھ گیا۔ جب تک نے برق رفتاری سے لالچ آگے بڑھا دی تھوڑی دیر پہنچ کر میں نے جہاز سے دھوئیں کے مرغولے اٹھتے دیکھے تھے۔

”تم نے تو جہاز تباہ ہی کر دیا تیجیک نے آگے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں جب تک میری ضرورتی تھا؟“
”اب کیا پروگرام ہے؟“

”کوئی پروگرام نہیں آگے بڑھ جاؤ۔ ہم دوسرے لوگوں کی طرح جہاز کی تباہی کا منظر دیکھیں گے؟“ میں نے کہا اور

جب تک نے ٹھنڈی سانس لے کر لالچ آگے بڑھا دی۔ اب پورا جہاز آگ کی لپٹ میں آ گیا تھا اور سمندر میں چاروں طرف ہلچل مچ گئی تھی۔ بے شمار موٹر کشتیاں جہاز کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ سمندر میں ویکونا آگ کے ایک گوشے کی مانند نظر آ رہا تھا اور اب کوئی کوشش اسے تباہ ہونے سے نہیں بچا سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے جب تک سے کہا۔

”اوسے جب تک وہاں پوڑ جب تک نے خاموشی سے لالچ کا رخ کی طرف کر دیا تھا۔

لاستے میں وہ بالکل خاموش رہا۔ ہم نے لالچ واپس کی اور پھر ایک ٹیکسی کر کے واپس چل پڑے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے ایک اور جگہ کا پتہ بتا دیا تھا۔ یعنی یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں جب تک کا فلیٹ تھا۔

جب تک نے صرف میری طرف دیکھا تھا وہ اس بارے میں کچھ لولا نہیں تھا۔ جب ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے تو میں نے ٹیکسی سے اتر کر مل ادا کیا اور ٹھیلنے کے انداز میں جب تک کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

”یہاں کوئی کام ہے؟ جب تک نے پوچھا“
”ہاں!“

”ادہ اب کہاں چلو گے؟“
”کسی عمدہ سے رستوران میں“ میں نے جواب دیا اور

جب تک گھبری گھری سانس لینے لگا۔
”ایسی جگہ جہاں بار بھی ہو؟“ اس نے کہا۔

”تم ٹروس ہو؟“ میں نے پوچھا۔
”بے حد۔ میں نے زندگی میں کوئی قتل نہیں کیا، جب تک

نے میرے ساتھ چلتے ہوئے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک رستوران میں داخل ہو گئے جہاں بار بھی تھا۔ جب تک نے اپنے لئے مشروب اور میرے لئے کافی منگوائی تھی۔

مشروب کی چکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا: ”جہاز خالی تو نہ ہوگا؟“

”کیا مطلب؟“
”اس میں انسان بھی ہوں گے؟“

”تم انہیں انسان کہتے ہو جس کی لگا ہوں میں دوسروں کی زندگی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔“

”گویا وہاں لوگ موجود تھے؟“
”میں خالی جہاز تباہ کرنے کو نہیں لیا تھا۔“

”کتنے افراد تھے وہاں؟“
”بہت تھے، میں آہستہ سے بولا۔

”سب مر گئے ہوں گے آگ بہت زور دار تھی۔ زندہ ہل گئے ہوں گے وہ لوگ؟“

”نہیں۔ جلنے سے پہلے وہ مر چکے تھے۔“ میں سگدی سے جواب دیا۔

”ادہ۔ تو تم انہیں قتل کر چکے تھے؟“
”ظاہر ہے جب تک اور ایسے جب تک آج بھی ہم مر رہے ٹھیلو کے

پاس چلیں گے؟“ میں نے کہا اور جب تک کو شہد کا پینڈہ لگ گیا، اس نے گلامان کرتے ہوئے پوچھا۔

”اب کس لئے؟“
”مجھے ان سے کچھ اور کارروا کرنا لگا۔“

”کیا؟“
”وہی جو ان کے پاس ہوتا ہے؟“

”اب کیا پوری بند گاہ تباہ کرنے کا ارادہ ہے؟“ جب تک نے پوچھا۔

”نہیں جیکب وعدہ کرتا ہوں کہ کسی بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں صرف ان لوگوں سے دشمنی رکھتا ہوں جو انسانیت کے قاتل ہیں۔ صرف ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے جس نے جو میرے سینے میں خنجر گھونپنے کے ذمہ دار رہی۔“

”تم کوئی جنونی قاتل ہو۔ خدا کے لئے اپنے انتقام کا یہ اروپ بدل دو! جیکب نے گڑبڑا دیا ہے۔“

”اسی جہاز سے جیکب! میرے بدن میں لوہے کے وزن بازو کر مجھے سمندر میں چھینک دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس ہستی کو مجھ سے جھین لیا جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز سمجھی تھی۔ وہاں میں اس کے لئے تم میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک سکتے جیکب۔“

جیکب خاموشی سے مٹھو پتیا رہا۔

”یہاں سے ہم مسٹر کٹیو کے پاس چلیں گے جیکب! میں پھر لوں گا۔“

”میری تہناری صحتی“ جیکب آہستہ سے بولا اور میں سکرانے لگا۔ بہر حال ہم مسٹر کٹیو کے پاس ہی گئے تھے اور پھر اس وقت جب جیکب اپنی محبوبہ کے ساتھ کسی عمدہ سے ہوٹل میں ڈنکر رہا ہوگا۔ میں مالکوس ٹریڈرز میں معروف تھا۔ رات کو پونے نو بجے مارکوس ٹریڈرز کی عمارت خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔ یہی نہیں پڑوں ہوں نے اس میں آگ بھی لگا دی تھی۔

سائے سے لے کر انڈیا کے قریب تین گھنٹے کوئیوں کا شکار بنا دیئے گئے اور ساڑھے دس بجے ہوٹل تریا لک کے لان پر ایک دستی بم پٹا اور چار گننے اپنی کار میں ہلاک ہو گئے آج کا کوئی پورا ہو گیا تھا۔

کوئی سوا گیارہ بجے میں مسٹر کٹیو کی رہائش گاہ پر پہنچا تھا مسٹر کٹیو وہاں موجود تھے۔ ان کے چہرے پر گہری بے بسی دکھائی دیتی تھی۔ مجھے دیکھ کر سکرانے لیکن اس سکرانہ میں پھینکا جا رہا تھا۔

”اس وقت مسٹر کٹیو؟ میں نے سوال کیا۔“

”سنا ہے صبح سے غائب ہوا۔“

”کوئی کام۔ میں نے آرام کر ہی میں دراز ہوئے پوچھا۔“

”بس ایک خیال کھینچ لایا ہے۔“

”کب آئے آپ؟“

”زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ کچھ خبریں سن کر آیا ہوں۔ یہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ تم مجھ سے موجود نہیں ہو۔“

”جی ہاں گیا ہوا تھا۔“

”کیا میں یہ عظیم الشان کارنامے تمہارے نام سے منسوب کروں؟“

”کون سے کارنامے؟“

”ویونالا کھوکوش کے باوجود فرق ہو گیا۔ وہ مکمل تباہ ہو چکا ہے۔ بہت سی لاشیں سمندر میں گم ہیں لیکن جہاز کی

ہاں وہ بالوگوئیوں سے چھٹی ہو یا پھر تمہارے ٹکڑے ان کے بدن میں جوست ہیں۔“

”خوش خبری نہیں ہے آپ کے لئے؟“

”مارکوس ٹریڈرز کی عمارت زمین لوٹ ہو گئی ہے اس

پاس کی عمارتوں کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔“

”یانی دو تھریں آپ کو صبح ملیں گی۔ میں نے کہا اور مسٹر

کو بھی چونک پڑے۔“

”وہ۔ وہ کہاں ہیں؟“

”گر انڈیا پارک کے نزدیک تین گھنٹے ہلاک ہوئے۔ ہوٹل

نیویارک میں چار گھنٹوں کو ان کی کار میں اڑا دیا گیا۔ وقت ختم

ہو گیا تھا مسٹر کٹیو درندہ تو بہت کچھ کرنے کو چاہ رہا تھا۔“

”میرے خدا تو تم نے؟“

”ہاں۔ یہ دارنگ تھی بیڈن برگ کے لئے۔ اس خاموشی

کے موقع میں بالکل معطل ہو کر بیٹھ جانا میری تو ٹھیک نہیں تھا۔“

میں نے سکرانے ہوئے کہا۔ اور مسٹر کٹیو اپنی جگہ سے اٹھ

کھڑے ہوئے۔ مضطربانہ انداز میں بیٹھنے لگے تھے۔

”کیا مسٹر کٹیو آپ کچھ پریشان ہو گئے؟ میں نے کہا۔“

”پریشان؟ مسٹر کٹیو نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے

دیکھتے ہوئے کہا۔“

”ہاں! کیا آپ کو یہ کھیل پسند نہیں آیا؟“

”میں واقعی پریشان ہو گیا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ تم نے

یہ طوفانی مہم کیوں انجام دی، بلکہ اس لئے کہ تمہاری اس

شٹلڈار کارکردگی کو نظر نگ جانے۔ ان وارداتوں کی طرف

درویش بھی متوجہ ہو جائے گی اور وہیں دوپہری دشمنی سے واسطہ

پڑے گا۔“

”مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔“

”مجھے ہے۔ میں برقیہ تیر تیار رکھنا چاہتا ہوں۔ تم

میرے لئے کس قدر قیمتی ہو اس کا اندازہ نہیں نہیں ہے۔“

”آپ بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں مسٹر کٹیو لیکن میں آپ جیسی سمندری فطرت نہیں رکھتا۔ میں زہری کے بغیر زیادہ عرصہ جینا بھی نہیں چاہتا اور یہ تو بتا رہے ہیں نے اپنے ذہن کے بند دوڑا سے کھول دیئے ہیں اور اب ہر دروازے سے آگ نکل رہی ہے۔ میں شہر میں نقل عام کو روک گا۔ گننے سر کے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا یہ میرا عہد ہے۔ آخر خود کام آ گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔“

”مگر اس میں خطرات ہیں۔“

”میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے زندگی سے کوئی لڑپی نہیں ہے۔“

”میرا خیال تھا تھوٹا انتظار کرو۔ کل آخری دن ہے۔“

”اگر بیڈن برگ کوئی امید افزا جواب دیتا ہے تو ٹھیک ہے۔“

”درندہ جہاز قتل عام میں میں بھی تمہارا شریک ہوں گا۔“

”آج کا کوئی ختم ہو گیا ہے۔ کل میں بیڈن برگ سے

رابطہ قائم کر لوں گا۔“

”کل کس وقت؟“

”جب آپ کہیں۔“

”میرا خیال ہے کل صبح ناشتے کے بعد ہم اس سے رابطہ

قائم کریں گے۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ اس کے بعد

ہم ایک لائبریل بنائیں گے۔“

”ایک بات کہوں مسٹر کٹیو! میں نے کہا۔“

”مزدور کو۔“

”آپ کی فطرت میں مظہر اُڑ ہے۔ اپنے بچوں کی موت

کے بعد آپ نے جس طرح انتظار کیا وہ عام لوگوں کے لئے

محسوس نہیں تھا۔ جذبات ایک طوفانی دھار سے کی طرح جوتے

ہیں۔ طوفان کے سامنے بند باندھنا بہت مہم آسا کام ہے

میں نے اپنے اس پروگرام سے اسی لئے آپ کو آگاہ نہیں

کیا تھا کہ آپ مجھے نصیحتیں کریں گے روکنے کی کوشش کریں گے۔“

”اوه۔ یہ میرا فرق بھی ہے فرینڈس۔ میں یہ لمحہ احتیاط

کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اگر اپنے مقصد کے قبل ہی

موت آجائے تو ہم اسے سفندی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمارا دشمن

بہر حال بچ جاتا ہے۔“

”آپ کی یہ منطق بھی درست ہے۔“

”بہر حال یہ وعدہ ہے تمہارا۔ کل سے قبل کچھ نہیں کرو گے۔“

”یقیناً۔ آج رات میں صرف سونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔“

میں نے جواب دیا۔

”مسٹر کٹیو ایک عمدہ دانشان تھے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت

کو سمجھتا تھا چنانچہ میں نہایت احترام سے ان سے گفتگو کرتا تھا اور پھر اس شخص کا عجیب پر احسان تھا اس نے میری زندگی بچائی تھی۔ اس لئے میں بھی اس سے کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا جو اس کی بیش نازک پروگرام گزار سے مسٹر کٹیو کا اپنا ایک مقام تھا میری نگاہ میں کافی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھے رہے اور میں نے ان سے وعدہ کیا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس پر عمل کروں گا۔ اس کے بعد مسٹر کٹیو رخصت ہو گئے۔

رات کو میں خاما ملہن تھا آج کے جنگاموں میں جو کچھ ہوا وہ اطمینان بخش تھا اور وہ دلکش روئی بن کر مجھے پر عجب دیکھنے کے لئے کافی تھا۔

بہر طور دوسری صبح منظر وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتے کے لئے تیار ہوا میری تھا کہ مسٹر کٹیو حسب ارادہ پہنچ گئے۔ وہ پر سکون تھے میں نے مزاج برسی کے بعد ان کے ساتھ ناشتہ کیا اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد مسٹر کٹیو نے مجھے ہدایت کی کہ بہتر ہے میں ہیڈ برگ سے گفتگو کروں۔

ایسی برگ عموماً الگ ہی ناشتہ کرتی تھی اور اس کی ذہنی کیفیت کا میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ہیڈ برگ سے میرا فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا اور میری آواز سننے کے بعد اس نے بے چین سے کہا۔

”اوه۔ اوه۔ مسٹر کٹیو میں بے چینی سے آپ کے ٹیلیفون کا انتظار کر رہا تھا۔ براہ کرم بتائیے کیا کل کی وارداتوں میں آپ ہی کا ہاتھ ہے کل جو کچھ ہوا ہے۔“

”ہاں۔ مسٹر ہیڈ برگ آپ کو فوراً روکنے کے لئے ممتا دکھانا فرودیا تھا میں نے جواب دیا۔“

”جلد بازی کی آپ نے۔ جلد بازی کی ہم بہتر انداز میں آپ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔“

”مجھے تم سے کوئی بہتری نہیں چاہیے یہ آخری وقت ہے جب تمہیں فیصلہ کر لینا ہے میں جواب چاہتا ہوں۔“

”دراصل مسٹر لوانز عموماً غریب شاید اس بات پر یقین نہ کریں کہ میں ان تین دنوں میں خود کو سولی پر لٹکتا ہوا محسوس کرتا رہا ہوں میں جن لوگوں کے زیر نگین کام کر رہا ہوں وہ جس قدر طاقتور ہیں اس کا اندازہ کسی حد تک آپ کو بھی ہو گا۔ میں یہ بات مانتا ہوں کہ میں اہم کارکن ہوں ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے والا، لیکن میرے لئے بھی کچھ حدود مقرر ہیں۔ زیب انساں یا زیبی کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی البتہ صرف اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں کہ مسٹر ویل ہی اس مسئلے میں

ہمارے گرانڈ چیف کے معاون کار رہے ہیں۔ مسٹر ویل بی بذات خود یقیناً آپ کو آپ کی بیوی کا صحیح پتہ بتا سکیں گے۔ مجھے اس کی امید نہیں ہے کہ اس وقت بھی وہ ان کی تحویل میں ہو۔ براہ کرم میری باتوں پر یقین نہ کیجئے گا اس سے زیادہ میں کچھ اور معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا؟

”مسٹر وکٹر ویل بی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟“

”میں آپ کو ایک ایسی جگہ کا پتہ بتا رہا ہوں جس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ بظاہر مسٹر وکٹر ویل بی یہیں رہتے ہیں اور ان کا نام کلاوڈ مارسی جگہ چھپا ہوا ہے لیکن یہاں سے تقریباً سو میل دور ایک قصبہ چیٹر سیلو ہے۔ چیٹر سیلو میں وکٹر ویل بی کی خصوصی رہائش گاہ ہے۔ اور بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مسٹر ویل بی درحقیقت وہیں سے یہاں کے معاملات کنٹرول کرتے ہیں۔ بہت کم ہی وہ کسی خاص تقریب میں یہاں نظر آجاتے ہیں۔ روز دہیں پر وہ رہائش رکھتے ہیں۔ وکٹر ویل بی ایک طرح سے چیٹر سیلو کے مالک ہیں وہاں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں آپ کو کوئی وقت نہیں ہوگی

لیکن اس بات کا خیال رکھیے گا کہ وہاں جتنے مکانات ہیں وہ سب ہی مسٹر ویل بی کے آدمیوں کے ہیں اور کسی مقامی شخص سے آپ کو مدد حاصل ہونا تقریباً ناممکن ہوگا بلکہ یوں سمجھیے کہ وہاں پہنچ کر آپ کو انتہائی خطرناک حالات سے دوچار ہونا ہوگا۔ انہی لوگ وہاں آتے جانتے دیتے ہیں کسی اجنبی کو بہت ہی مشکل سے نہیں گزرنا ہوتا لیکن وہاں کے مقامی لوگ وکٹر ویل بی کے کمک خوار ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو وہاں وکٹر ویل بی کو تلاش کر سکتے ہیں؟“

”آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہیں مسٹر برگ؟“

”آپ کو بھی کہیں لیکن آپ یوں سمجھیے کہ آپ کی مدد کرنے کا مقصد ہے کہ میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں؟“

”یوں اور اگر مسٹر ویل بی سے وہاں ملاقات نہ ہوئی تو؟“

”تو پھر آپ جو سولک میرے ساتھ کرنا چاہیں اس کے لئے حق بجانب بولیں گے؟“

”آپ نے اچھی طرح سوچ لیا ہے؟“

”ہاں۔ میں اپنی بیٹی کی زندگی کو دنیا کے تمام عقداوت پر ترجیح دوں گا اگر آپ میری اس معلومات کے صلے میں مجھے

میری بیٹی واپس کر دیں گے تو میں زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔“

”شاید آپ مجھے بے وقت سمجھتے ہیں مسٹر بلڈنگ، این برگ آپ کو اسی وقت ملے گی جب زہری میرے قبضے میں آجائے گی؟“

”سینے تو بھی مسٹر نواز صفر! سینے تو سی پلینر، پلینر، پلینر بگڑ چیتا رہا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ مسٹر کو بی مجھے سوا لہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ٹیلی فون رکھ کے چند لمحات خاموشی اختیار کی اور پھر مسٹر کو بی سے کہا۔

”اس نے ایک قبضے کا نام لیا ہے جس کا نام چیٹر سیلو ہے۔“

”ادھیڑلو۔ سیلو سے ویل بی کا کیا تعلق؟“ کو بی نے سوال کیا۔

”ویل بی کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں یہاں کے معاملات کنٹرول کرتے ہیں اور بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ یہاں کے معاملات کنٹرول کرتے ہیں۔ وہیں سے وہ

”امکانات ہیں اس بات کے؟“

”بس تو ٹھیک ہے مجھے چیٹر سیلو ہی میں ویل بی سے سے ملاقات کرنا ہوگی؟“

”تمہا جاؤ گے؟ کو بی نے سوال کیا۔

”ہاں! بالکل تمہا۔“

”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا؟“

”نہیں مسٹر کو بی براہ کرم آپ این برگ کی نگہانی رکھیے گا مجھے وہاں تنہا ہی جانا جائے؟“

”مگر ہجر وہاں اس کے آدمی بھی ہوں گے تم وہاں تنہا رہ جاؤ گے؟“

”نہیں میں جو کچھ بھی کروں گا تنہا نہ کریں کروں گا آپ کو میری طرف سے خطرات ہی رہنا چاہیے؟ میں نے کہا اور مسٹر کو بی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگے اور پھر لو۔

”میں کسی بھی کام کے لئے ہنڈ نہیں کرتا لیکن تم سے ایسی اہمیت ہوگئی ہے کہ تمہاری زندگی پر قیمت پر سلامت چاہتا ہوں؟“

”آپ مطمئن رہیں میں آسانی سے موت کا شکار ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں نے جواب دیا۔

”مجھے کوئی خدمت بتاؤ میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟“

گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور اس کے بعد میں آپ کو تفصیلات بتا دوں گا؟“ میں نے جواب دیا۔

مسٹر کو بی کی یہ نصیحت آمیز گفتگو مجھے سخت ناپسند تھی اللہ میں ان سے اس بارے میں متفق نہیں تھا کہ میں سیلو جاتے ہوئے بہت زیادہ احتیاط رکھوں بعض اوقات ضرورت سے زیادہ احتیاط بھی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ

میں نے مسٹر کو بی کو ایک طرح سے ٹال دیا تھا یہ کہہ کر کہ میں ابھی پر درگرم بنا رہا ہوں یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وکٹر ویل بی سے کوئی بات چل سکتا ہے میں ہلاک یوں کہنے آپ پر ناؤ

پا سکتا تھا۔ مسٹر کو بی کا کافی دیر تک میرے ساتھ بیٹھے مجھ سے گفتگو کرتے رہے سیلو کے بارے میں وہ اپنی جغرافیائی معلومات

مجھے بہت پہنچا رہے تھے اور اس کے بعد وہ مطمئن ہو کر وہاں سے رخصت ہو گئے لیکن اس کے بعد سارا کام میرا اپنا تھا مجھے

اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ این برگ کب تک یہاں رہتی ہے لیکن مجھے اپنے کام کے سلسلے میں کچھ ضروری انتظامات

فوری طور پر کرنا تھے۔

مسٹر کو بی کے جاتے ہی میں فوراً اپنی جگہ سے نکل آیا اور اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ کہیں پھر پر کوئی نگاہ

نہ رکھی جا رہی ہو سفر کرنے لگا۔

بازار سے میں نے بے شمار اشیاء خرید لی تھیں خصوصاً سیلو کے کام کرنے کے لئے وہ تمام ذرائع

معلوم کئے تھے جو اس سلسلے میں ممکن تھے مجھے معلوم ہوا کہ چیٹر سیلو راستے میں پڑتا ہے اور وہاں تک جانے کے لئے

بس کا سفر بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اور یہی سفر میں نے سب سے بہتر تصور کیا تھا۔

جبکہ سے ملاقات کا خیال بھی دل میں آیا تھا لیکن میں نے سوچا کہ ضروری اشیاء اب مسٹر کیٹلو سے براہ راست

بھی حاصل کی جا سکتی ہیں اور پھر اس وقت تو مجھے کسی خاص چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بس اپنی حفاظت کے لئے چند

اشیاء اور کچھ تھیں اور مسٹر کیٹلو نے اس سلسلے میں مجھ سے عدم تعاون نہیں کیا کیونکہ وہ مجھے چپان چکے تھے ویسے اس

شخص کے بارے میں میری کیفیت عجیب سی تھی یہ لوڑھا آدمی یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اسے کا شہنشاہ تھا

کوئی بھی چیز اس سے حاصل کرو گا حفر شاگ میں جیسا نہیں

یہ کوئی تو دوسرے دن کا وعدہ کر لیتا۔ میں غصے کی خطرناک

قسم کے لوگوں کو اس سے چھپا کر خریدتے دکھا تھا۔ پتہ نہیں اس کاروباری قانونی حیثیت کی یا تھی اس

سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی کیٹلو سے رخصت ہونے کے بعد میں واپس آگیا یہاں کے

حالات بدستور تھے یہاں پہنچ کر میں نے اپنے سامان سے ایک کڈ لنگا لی اور پھر اپنے کھانے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے

کی مرمت کرنے لگا۔ آج میں نے طویل عرصے کے بعد اپنے باغیوں سے میک اپ کیا تھا اور یہ میک اپ میری تمام تر

مہارت کا نتیجہ تھا۔ میں اپنے چہرے کو مکمل طور پر تبدیل کر لینا چاہتا تھا اور اس طرح کہ آسانی سے میری شناخت نہ

ہو سکے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں آخری پروگرام کے تحت نکل آیا اور پھر اس طرف چل پڑا جہاں سے چیٹر سیلو

کے لئے بس چلتی تھی۔

شاندار ایئر کنڈیشن بس لمبے راستوں پر سفر کرتی تھی عہانت عہانت کے مسافر اس میں موجود تھے میں ان کے

درمیان اجنبی من سفر نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ لوگوں سے گھل مل کر گفتگو کرنا وہاں میں چیٹر سیلو کی جانب چل پڑا۔

مسافروں سے گفتگو کر کے میں اپنے ذہن کو پوزیشن رکھنا چاہتا تھا چیٹر سیلو کے بارے میں مجھے زیادہ

معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لیکن میں نے جس انداز میں کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس کے تحت میں برہہ اقدام کر سکتا تھا جو

میرے مفاد میں ہو اور وکٹر ویل بی سے زہری کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں ہو۔ بس خاموشی سے

سفر کر رہی تھی اور میں اپنا چھوٹا سا بیگ سنبھالے کبھی کبھی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھنے لگا تھا بیگ میں میری

ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں جو چیٹر سیلو میں میرے کام آ سکتی تھیں۔

ان میں بستوں اس کے فالٹور اوٹوڈ اور میک اپ کا سامان نمایاں حیثیت رکھتا تھا جس کی مجھے کسی بھی جگہ

ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ چیٹر سیلو پر بس رکا اور میں نیچے اتر گیا۔ چاروں طرف سرسبز میدان بکھرے ہوئے تھے باغات

جلگے جلگے نظر آرہے تھے اور یہاں کاموسم ان درختوں کی دہر سے انتہائی خوشگوار ہو گیا تھا۔

بس سے اترتے ہی ٹھوڑے فاصلے پر ایک آبشار نظر آیا جو کہ بلندی سے نیچے گرتا تھا اور اس کے دامن میں

یسی حسین لڑکی اور اس طرح پریشانی کا شکار ہو رہی ہے

اس سے غمناک اور کوئی بات نہیں ہو سکتی ہے

”تہنہ اپنا نام نہیں بتایا مجھے؟“

”فریڈینکس ہے میرا نام“ میں نے جواب دیا۔

”مستر فریڈینکس آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کس

بیت کا شکار ہیں؟“

”بس کیا بتاؤں ڈینی کچھ لوگ میرے دشمن بن گئے ہیں

مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں اس لئے میں اپنا مکان چھوڑ

رہ گیا ہوں“

”اوه۔ یہ انسان کس قسم کے ہوتے ہیں جھگڑا کسی کی زندگی

نے سے انہیں کیا ملے گا لوگ تو خود بخود مر جاتے ہیں میرا نہیں

رنے کے لئے یہ جدوجہد کیا مستی کبھی ہے؟“ وہ فلسفیانہ

مانا میں بولی۔

”مجھے افسوس ہے ڈینیا میں نے تمہیں پریشان کیا میں

اپس چلتا ہوں“ اور وہ چونک کر پڑی۔

”سنو۔ سنو۔ تم نے مجھے ڈینیا کے نام سے پکارا ہے؟“

”ہاں۔ چونکہ تمہارا نام یہی ہے؟“

”تمہارے مجھے میری ماں کی یاد دلا دی ہے کچھ دیر لوگوں

میں اور تم چھیننے کے ارادے سے یہاں آئے تھے؟“

”اب کیسے چھوٹا کام نے تو مجھے دیکھ لیا ہے؟“

”ارے واہ۔ تو کیا میں تمہاری دشمن ہوں جو تمہارے بارے

میں لوگوں کو بتا دوں گی؟“

”ڈینیا میں تمہارے لئے اجنبی جو ہوں جھلا اجنبیوں کے

ماتحت لوگ اچھا سلوک کہاں کر سکتے ہیں؟“

”میں کروں گی؟“ اس نے جواب دیا اور میں شکر گزار لگا ہوں

اسے اسے دیکھئے گا۔

”تم خود کرو میں نہیں رہا ہوں بول رہا ہوں تم سے باتیں

گور رہا ہوں اور میرے دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں اگر وہ

مجھے مار ڈالیں گے تو پھر میں کہاں بول سکوں گا یہ دیکھا تم جھلنے

کی میرے لئے؟“

”وہ تمہیں کبھی نہیں مار سکیں گے۔ میں تمہیں یہاں پوشیہ

دکھوں گی“

”تمہیں تکلیف ہوگی ڈینیا؟“

”نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی آؤ میرے ساتھ؟“ اس نے

کہا اور پھر مجھے عمارت کے عقبی حصے میں لے گئی سامنے کا

حصہ خاصا خوبصورت تھا لیکن عقبی حصہ بد نما اور بدصورت تھا

ابھی پھر ایک چھوٹے سے کمرے میں لے جا کر اس نے مجھے 183

بیٹھنے کے لئے کہا۔

”یہ کمرہ سب سے الگ تنگ ہے کوئی یہاں نہیں آتا

اس میں جو یہ دروازہ ہے یہ میرے کمرے میں کھلتا ہے یہاں

قد اعلیٰ پرانا سامان پڑا تھا لیکن ہم نے سارا سامان بیچ دیا ہے

اور اب یہ کمرہ بیکار پڑا ہوا تھا۔ تمہارے چھیننے کے لئے اس

سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ اس مکان میں میری سوتیلی ماں

میرا بولوا لٹانے میں ڈوبا ہوا باپ اور میں صرف تین انڈیا رہتے

ہیں یا پھر وہ دونوں ملازم جو میری بی بی سے یہ بھڑک لے کر نکل

جاتے ہیں اور پھر یہاں واپس پہنچانے کے بعد چلے جاتے ہیں

ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ابھی کا کام ہے لیکن یہاں

میری ماں کی وجہ سے معنائی رہتی ہے وہ لوگ بھڑک اور

گالوں کے معاملات میں دوسری جگہ کام کرتے ہیں؟“

”تمہیں جو تکلیف میں نے دی ہے ڈینیا اس کے لئے

مجھے بے حد شرمندگی ہے؟“

”تمہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اچھا اب تم رکو

میں جا رہی ہوں آخری کام کرنے کے بعد میں رات کو اس

دروازے سے نکل کر تمہارے پاس آ جاؤں گی پھر ہم بیٹھے

کر باتیں کریں گے؟“

”کسی کو شک نہیں ہوگا؟“

”کبھی نہیں ہوگا نشے میں ڈوبا ہوا شخص اپنا مقصد پورا

کرنے کے بعد گہری نیند سو جانے کا

”اچھا اب میں جاتی ہوں تم دروازہ اندر سے بند کر لو

دونوں طرف سے؟“ اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

ایک لمحے کے لئے مجھے سکون سا محسوس ہوا تھا کم از کم

یہاں پوشیدہ رہنے کے لئے کوئی جگہ تو مل گئی یہی میرے

حق میں بہتر تعاون کی روشنی میرے کام کے لئے معاملہ ثابت

نہیں ہو سکتی تھی لیکن رات کی تاریکیوں میں، میں اپنا کام

کر سکتا تھا اور یہ مزدوری نہیں تھا کہ میں یہاں آنے کے بعد

فورا ہی مصروف عمل ہو جاتا۔

چنانچہ کچھ وقت سکون سے گزارا لیکن غیر مناسب نہیں تھا۔

رات کو تقریباً گیارہ بجے لڑکی میرے پاس اس درمیانی

دروازے سے پہنچ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک ٹرسے

اٹھائی ہوئی تھی جس میں کھانے پینے کی چیزیں لگی ہوئی تھیں

میں اس کی توقع کر رہا تھا لیکن انداز کی وہ لڑکی مجھے نظر آئی

تھی اس سے یہ بات چیتلے سے سوچی جا سکتی تھی اگر وہ میری

اس ضرورت کو نظر انداز نہیں کرے گی میں نے ایک بار پھر

شکر گزار لگا ہوں سے اسے دیکھا اور پھر ہلا۔

میں آسٹریلوی طرز کی کاپیوں موجود تھیں ایک سمت کچھ بیڑوں

بھی نظر آ رہی تھیں میں نے ان بیڑوں کے درمیان سینڈ

ایئر لائن بننے ہوئے ایک خوبصورت سی لڑکی کو دیکھا جو وہ حال

نمایاں نہ ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی لیکن

اس کی عمر کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔۔۔

چند لمحات کچھ سوچا رہا اور پھر آہستہ آہستہ اگلے بڑھ

گیا۔ لڑکی نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی تھی وہ چونک

کر مجھے دیکھنے لگی اور پھر شاید اس نے مجھے دیکھ لیا میں اس

کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا لیکن وہ مجھے دیکھ کر نہ گھبرائی نہ ہی

اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا ہوئے۔ سامنے ہی

لگی ہوئی دو دستی کی جھلک اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی جس

سے اب اس کے صدر حال نمایاں ہو گئے تھے اور میرے

اندازے کی تصدیق ہو جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے

ستر تم آواز میں پوچھا۔

”کوئی چور ہو رہا ہے؟ میں چونک کر پڑا اس مجھے اور اس

لہجے میں کوئی ہم آہنگی نہیں تھی اگر وہ مجھے چور سمجھ رہی تھی

تو اسے خوفزدہ ہر جانا چاہیے تھا لیکن ایسی کوئی کیفیت اس

کے انداز میں نہیں تھی تب میں نے نرمی سے کہا۔

”نہیں بے بی۔ میں چور نہیں ہوں؟“

”تو پھر کون ہو؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”بس یوں سمجھ لو مصیبت کا مارا ہوں اور پناہ لینے کے لئے

یہاں آ گیا ہوں پتہ نہیں تم مجھے کیا سمجھو لیکن بعض اوقات

جمجھوریاں انسان کو پتہ نہیں کیا کیا کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں؟“

”مصیبت زدہ تو میں بھی ہوں میرا مال چھ پرہیز نظام

کرتی ہے اور میرا باپ وہ بد وقت نشے میں ڈوبا رہتا ہے

اب دیکھو نا ان بھڑکوں کی دیکھ بھال بھی میرے ذمے ہے

بھلا یہ کام کرنے سے مجھے کوئی خوشی ہوتی ہوگی؟ لڑکی میرے

مطلب کی نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

”تمہارا کیا نام ہے بی بی؟“

”ڈینی۔ ڈینی پلوشو؟“ اس نے جواب دیا۔

”یہ پلوشو کون ہے؟“

”کوئی نہیں ہے بس یہ میرا پورا نام ہے۔ میری ماں

مجھے ڈینیا کہتی تھی لیکن میری سوتیلی ماں نے میرا نام صرف

ڈینی رکھنے دیا کہ چونکہ ایک ملازم کو اس نام سے باہمی پکارتا

جا سکتا ہے؟“

ایک ایسا سبزہ ناز پھیلا ہوا تھا جسے دیکھ کر انہیں رنگ رہ

جائیں یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں آتا تھا۔ چھوٹی سی

جگہ تھی جہاں بازار پھیلا ہوا تھا۔ بازار میں لوگ اپنے اپنے

کاموں میں مصروف تھے اس بلندی سے جو اس جگہ تھی

بہتر مسیحا قبضہ دور دور تک نظر آتا تھا۔ مکانات مخصوص

طرز کے بنے ہوئے تھے جن کے چھتوں پر خاص طور سے گھاس

ڈھالی گئی تھی اس کے علاوہ کھیر ل کی چھتیں بھی نظر آ رہی

تھیں لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

آتش دانوں کی چٹنیاں وصال اگل رہی تھیں اور جگہ

جگہ دھوئیں کی پتلی کھیریں نفسا میں منتشر ہوتی نظر آتی تھیں

پتلی پتلی سڑکیں اطراف میں بکھری ہوئی تھیں جن پر سفر

کرتے ہوئے دائمی لطف آتا ہوگا چونکہ ان کے دونوں

طرف سبزہ ناز پھیلتے ہوئے تھے بلاشبہ دکھڑوں کی جگہ اس

علائقے کو اپنے لئے حتمی نظیر بنا رکھا تھا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ اب اس جگہ میں میرا کیا کار

کون سی جگہ ہونا چاہیے اور اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا۔

ظاہر ہے یہاں کے لوگوں میں داخل ہونے کی کوشش کریں گا۔

تو ایک اجنبی کو صاف طور پر پہچان لیا جائے گا۔

چنانچہ کوئی ایسی حرکت کرنا تھی جو میری اجنبیت کو چھپا

سکے۔ شام کے سامنے بیٹھنے جا رہے تھے اور بہت دور سے

دو شیشیوں کی جگہ گھٹا بھر لگی تھی میں نے سڑک سے

بہت کر سنسنی راستے اختیار کئے تھے تاکہ ایک اجنبی کی آمد

کی شہرت فوری طور پر دور دور تک نہ پھیل جائے اس بات

کے بھی امکانات تھے کہ وہ دکھڑوں کی یہاں آئے والوں

پر نگاہ رکھتا ہوگا۔

بہتر طور پر سفر اس وقت تک جاری رہا جب تک بہتر

کا پہلا مکان نہ آ گیا اس پہلے مکان تک جب میں پہنچا تو

آسمان تاریک ہو چکا تھا اور جاہلوں طرف تاریکی کا راج تھا

البتہ قبضے کی روشنیوں جاگ رہی تھیں۔ ہمیں کہیں روشنیوں کے

چھوٹے چھوٹے فارم بھی نظر آ رہے تھے۔ یہاں رات گزارنے

کے لئے ایسی جگہ کی تلاش مشکل نہیں تھی جہاں چھپ کر

وقت گزارا جا سکے۔

ادنی الحال میں نے یہی مناسب سمجھا چنانچہ میں

یسے مکان کے اعلیٰ میں داخل ہو گیا جو زیادہ کشادہ نہیں

تھا لیکن بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔

اعلیٰ کے ایک طرف روشنیوں کا بازار بنا یا گیا تھا جس

"ڈنیا۔ تمہیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہو رہی ہے؟"
 "دیکھو میں خود بھی پریشان حال ہوں تم نہیں جانتے کہ میں
 کن حالات سے گزر رہی ہوں اگر جو کن کا سہارا مجھے نہ ہوتا
 تو شاید میں مری جاتی لیکن جو کن ایک ایسا لڑکا ہے جس نے
 ہمیشہ مجھے زندہ رہنے کی تلقین کی ہے اور کہا ہے کہ زندگی میں
 یہ اس قسم کے مراحل تو آتے ہی رہتے ہی نہیں نہ کبھی یہ میری
 ختم ہو جائیگی!"

"اوہ۔ یہ جو کن کون ہے؟"
 "میرا دوست ہے بہت ہی مخلص انسان ہے اگر موقع ہوا
 تو تمہیں اس سے حذر ملاؤں گی؟ اس نے کہا اور میں غامضی
 سے اس کی شکل دیکھتا رہا پھر میں نے سکرانے ہوئے کہا۔
 "کیا تم جو کن سے صحبت کرتی ہو؟"
 "بے پناہ۔ اس نے علاوہ میں ساری دنیا میں کسی کو نہیں
 چاہتی دیکھتے ہی مجھے یاد ہی کیا ہے؟"
 "تو پھر میرا شمار کسی لوگوں میں ہوتا ہے؟"
 "ایک عمدہ انسان کی حیثیت سے میں تمہاری مدد کر رہی
 ہوں۔ باقی جیلا میرے اور تمہارے درمیان اور کون سی بات
 ہو سکتی ہے؟"

"میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں ڈنیا۔ واقعی میں
 بھی صرف تمہاری ہمدردی کا ہی خواہاں ہوں!"
 "کھانا شروع کرو گے میں اس سے زیادہ اور کچھ تمہارے
 لئے نہیں لاسکتی کیونکہ یہاں بھی سب کچھ ہوتا ہے؟"
 "یہ تو بہت کچھ ہے ڈنیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کے حالات
 کیسے ہیں؟"

"کیا مطلب؟"
 "میرا مطلب ہے جیل میں کیا ہوتا ہے۔"
 "ارے۔ تو کیا تم اس قصبے کے رہنے والے نہیں ہو؟"
 "نہیں۔ میں نے کہا تھا میرے دشمن میری تلاش میں
 سرگرداں تھے اور میں ان سے بچتا ہوا یہاں آ نکلا ہوں"
 "اوہ۔ میں تو بھی کبھی تمہارے وہ دشمن اس قصبے
 سے تعلق رکھتے ہیں اور تم خود بھی؟"
 "نہیں ڈنیا۔ میں شہر سے آیا ہوں"
 "اچھا اچھا جی تو درہم تم چھینے کے لئے یہ جگہ منتخب نہ
 کرتے؟ وہ خواہ مخواہ ہنس پڑی۔ میں نے کھانا شروع کر دیا
 تھا وہ مجھے دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"یہاں تمہیں زیادہ آرام نہیں مل سکے گا لیکن تم اپنے
 دشمنوں سے محفوظ ہو جاؤ گے جب تم محسوس کرو گے کہ تمہارے
 دشمن یہاں سے چلے گئے ہیں تو پھر تم یہاں سے چلے جانا۔"
 "تھیک ہے ڈنیا۔ لیکن تمہیں میرے لئے یہ تکلیف
 کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ میں نے کھانے کی طرف
 اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں۔ اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی کہ تم
 بچو لوگ اتنے فلاح نہیں ہیں میری ماں بہت کچھ کا لیتی ہے؟"
 "وہ کیسے؟"
 "وہ یہاں ملازمت کرتی ہے؟"
 "یہاں ملازمت؟ وہ کسی ملازمت؟ میں نے سوال کیا۔
 "اوہ تم مشرویل بی کو نہیں جانتے، مشرویل بی بہت
 بڑے آدمی ہیں یوں سمجھ لو کہ یہ قصبہ زیادہ تر انہی کے آدمیوں
 پر مشتمل ہے دوسرے لوگ بھی یہاں رہتے ہیں لیکن ان
 میں زیادہ تر لوگ دیہی ہیں جو مشرویل بی کے آدمیوں میں
 شمار کئے جاتے ہیں؟"

"اچھا۔ یہ مشرویل بی پورا نام کیا رکھتے ہیں؟"
 "وہ مشرویل بی۔ بہت بڑا کاؤ دار ہے ان کا شمار لوں میں لیکن
 وہ قیام نہیں کرتے ہیں؟"
 "کیا تم نے انہیں کبھی دیکھا ہے۔؟"
 "ہاں کیوں نہیں۔ کئی بار اکثر وہ چیل قادی کرتے ہوئے
 نظر آ جاتے ہیں؟"

"اس قصبے میں کس طرف رہتے ہیں؟"
 "یہاں سے بائیں سمت چلے جاؤ گے تو آخری سراہی
 کے مکان کا نظر آتا ہے اور ان کا مکان کیلے عمل ہے پورا
 مشرویل بی بہت شاندار شخصیت کے مالک ہیں بے شمار ملازم
 ہیں ان کے۔ ان کے مکان کے اطراف میں ملازمین کے ہی
 اتنے گواڑ بکھرے ہوئے ہیں جتنی یہاں آدمی آبادی کے؟"
 "خوب خوب بہت بڑے آدمی کا نام بتاؤ تم نے مجھے اچھا
 تمہارا بوائے فرینڈ جو کن کیا کرتا ہے؟"
 "وہ بھی وکٹرویل بی کے خاص آدمیوں میں سے ہے عمل
 ہی میں رہتا ہے اور اس کی دیکھ جھال پرستین ہے؟"
 "خوب۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ وہ وکٹرویل بی کا عمل
 ہو؟"
 "جو کن یہ کام کر دے گا لیکن عام لوگوں کو اس عمل میں

جانے کی اجازت نہیں ہے اگر میں جو کن سے سفارش کروں
 گی تو وہ نہایا یہ کام کر دے گا؟"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کن وکٹرویل بی کو میرے بارے
 میں بتا دے؟"
 "کبھی نہیں بتائے گا جو کام میں اسے منع کروں گی
 وہ کبھی نہیں کرتا۔ یوں سمجھ لو مجھے اس پر اپنا اعتماد ہے جتنا
 اپنی ذات پر؟"

"یہ آؤ۔ اچھی بات ہے مین بزن سوچے گا تو سہی
 لو تم مجھ پر اس قدر کیوں برا بنے ہو؟"
 "جو کن کبھی نہیں کہہ گا کہ یہ بات تم سے نہیں جانتے۔"
 ڈنیا نے بڑے اعتماد سے کہا اور میں گہری گہری سانس لینے
 لگا۔ اس کا مقصد ہے کہ تقدیر مجھ پر بہر بان ہے۔ وکٹرویل بی
 بڑے مکان تک پہنچنا مشکل نہیں ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد ڈنیا چلی گئی اور میں اپنے آئینہ پر لوگراں
 پر غور کرنے لگا اگر واقعی جو کن میرے لئے کارآمد ہو سکتا ہے
 ڈٹیک ہے در نہ کوئی اور ترکیب بھی کی جاسکتی ہے لیکن پتہ
 نہیں وہ کس ٹائپ کا آدمی ہو۔ لڑکی تو معمولی سی ہے لیکن
 اس کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں تھا البتہ اس کے لئے
 مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دوسرا دن میں نے اسی جگہ
 نہایت سکون سے گزارا تھا اور ڈنیا نے میرا ہر طرح خیال
 رکھا تھا یہاں تک کہ وہ مجھے جانے بھی پہنچاتی رہی تھی۔
 رات کو تقریباً دس بجے جو کن ڈنیا کے ساتھ یہاں آیا
 اور اسے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ اس کی عمر بھی
 بیس تیس سال سے زیادہ نہیں تھی پوری طرح موچیں
 ہی سیاہ نہیں ہوئی تھیں اور شکل و صورت میں بھی وہ خالص
 وعبورت تھا۔

"ڈنیا مجھے تمہارے بارے میں بتا چکی ہے مگر فرینڈز
 بالکل نے فکر ہو ڈنیا نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بہت
 رنج ہوں اور اپنی خدمات بھی تمہیں پیش کرنا چاہتا ہوں؟"
 "تم دونوں کتنے اچھے انسان ہو میں تو اس دور میں ایسے
 انسانوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا؟ میں نے جواب دیا۔
 "تم نے شاید ڈنیا سے مشرویل بی کا عمل دیکھنے کی
 جانچ کی تھی؟"

"ہاں۔ ڈنیا نے مجھے اس طرح تعریف کی تھی اس جگہ
 ہاں میں اس کے لئے مجبور ہو گیا"

"میں تمہارے لئے بندوبست کر سکتا ہوں بڑی دلچسپ
 بات ہے یہ مجھے آج ہی اس بات کی ہدایت ملی تھی کہ کسی
 آدمی کو عمل میں کام کرنے کے لئے لے آؤں۔ یہ شخص عمل
 کی دیکھ بھال میں میرا معاون ثابت ہو گا کیا تم ایک ایسے
 شخص کی حیثیت سے وہاں رہنا پسند کرو گے یہ فریڈز نہیں
 ہے کہ تم وہاں زندگی گزارو جب تک ملازمت کرنا چاہو
 کر لینا اس طرح تم اپنے دشمنوں سے بھی محفوظ رہ سکتے
 اور جو شخص مشرویل بی کے عمل میں ملازم ہو جائے بھلا
 کس کی مجال ہے کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے؟"
 "اوہ ڈیئر جو کن تم نے ایک اتنی بڑی بات کہی ہے مجھ
 سے کہ میرا دل خوشی سے چھوڑا نہیں تمہارا کیا اتنی آسانی سے
 یہ سب کچھ ہو جائے گا کیا لوگ یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں
 کون ہوں کہاں سے آیا ہوں؟"

"نہیں۔ کیونکہ تمہیں میرے ساتھی اور میرے معاون کی
 حیثیت سے وہاں رہنا ہو گا جس شخص کو میں منتخب کروں
 بھلا اس کام کے لئے کسی اور کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"
 "تو پھر تم کب مجھے اس شکل میں وہاں روخنا س کروا گے؟"
 "مشرفرینڈس کو اگر اعتراض نہ ہو تو مجھے بھلا کیا اعتراض
 ہو سکتا ہے؟ ڈنیا نے جواب دیا۔
 "ڈنیا میں تم لوگوں کا جس قدر شکر گزار ہوں کم ہے تم
 نے میرے اوپر اتنے احسانات کئے ہیں کہ میں تمہیں اس
 کا صلہ بھی نہیں دے سکتا؟"

"وہ سکتے ہو؟ ڈنیا نے جواب دیا۔
 "ہمارے دوست بن کر جب بھی تم کو فرصت ہو جاوے
 ساتھ کھانا پینا اور ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا؟ ڈنیا نے
 بڑے غلوص سے کہا اور میں آنکھیں بند کر کے گون بلانے لگا۔
 جو کن سے میری کافی دیر تک بات چیت ہوئی رہی یہ
 فریڈز صفت لوگ میرے لئے بڑے کارآمد تھے جن سے میری
 اس طرح ملاقات ہوئی تھی بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ یہاں
 اس قصبے میں مجھے اتنا سہارا حاصل ہو گیا تھا۔
 جو کن نے مجھے ایک جگہ بتا دی یہاں مجھے پہنچنا تھا۔
 اس کے بعد اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ عمل لے
 جائے گا۔ اس نے مجھے بڑا اعتماد دلایا تھا اور میں یہ خطہ عمل لے
 لے لینا چاہتا تھا۔ اس سے اچھی ترکیب تو کوئی اور نہیں ہو سکتی
 تھی کہ میں اس طرح وکٹرویل بی کے عمل میں داخل ہو جاؤں

کی موجودگی میں آپ کی طرف آنکھ اٹھانے والا ہمیشہ کے لئے اندھا ہو سکتا ہے؟
"کیا واقعی؟"
"سو فیصدی"

"تب ٹھیک ہے، میں نے کہا اور جوتھے دن میں نے میلوکے پودے علاقے کی سریر کی اس دن میں ڈینیا سے بھی ملاقات کی اور وہ میرے اطمینان سے بہت خوش ہوئی، اس نے مجھے چائے پلائی اور بہت سی باتیں بھی کہیں اس نے۔ کافی دیر کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ اسی شام میں نے یہاں آنے کے بعد پہلی بار ڈاکٹر ویل کی کو بکھا۔ اس کی شخصیت میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ عام سا آدمی تھا۔ بہر حال شکل و صورت سے کیا ہوتا ہے۔

ایک ہفتہ میں نے نہایت سکون سے گزارا۔ اب میں اندرونی علاقے میں فروکش تھا اور زیادہ سے زیادہ اندر رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ یہ ایک شام کی بات ہے میں ویل بی کے رہائشی حصے کی صفائی کر رہا تھا۔ اس دن اتفاق سے باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے جائزہ لے لیا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ویل بی کے خاص روم لگائی کرے گا جائزہ لوں گا۔

اور موقع نیت جان کر میں ویل بی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر نہایت چھپتی سے وہاں رکھی چیزوں کو ٹٹولنے لگا۔ ابھی میں نے یہ کام شروع ہی کیا تھا کہ دفعتاً کمرے میں ایک آہٹ ہوئی اور میں چونک کر پلٹ پڑا۔ پھر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ایک پوری دیوار اپنی جگہ سے غائب ہو گئی تھی اور دیوار کے دوسری طرف ایک درخت ہال مجھے نظر آ رہا تھا۔ ہال میں ایک کرسی پر ویل بی بیٹھا ہوا گہری نگاہ سے مجھے دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر گہری تنجیدگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ دفعتاً اس نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تلاش کر رہے تھے؟ اس نے پوچھا۔

"میں صرف صفائی کر رہا تھا سڑیل بی"

"جھوٹ مت بولو۔ دیر لوگوں کی طرح بات کرو تم کوون جو میں جاننا چاہتا ہوں"

"مہم۔ آپ کا ایک ادفنی ملازم ہوں جناب، میں نے کہا۔

"نہیں دوست۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں ایک بے خبر

ممكن سے جوئن پیس ہی کہہ رہا ہو بہر طور مجھے اپنے طور پر بھی جائزہ لے لینا تھا۔

میں نے دوسری صبح اپنے سامان کا احتیاط اٹھا لیا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں کا جوئن نے مجھے پتہ دیا تھا زاہد دیر انشلا میں نہیں گندی تھی کہ جوئن میرے پاس پہنچ گیا اس کے ہونٹوں پر سکہاٹ تھی۔

"آؤ" اس نے کہا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ جوئن کے ساتھ چلتا ہوا ڈاکٹر ویل بی کے مکان نامی کی جانب چلے گا۔ ویل بی کی رہائش گاہ واقعی شاندار تھی۔ بے شمار ملازم موجود تھے یہاں اور ملازموں کی اس فوج میں کسی ایک آدمی کا گم ہو جانا کوئی یقینت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ جو شخص یہاں کام کرتا تھا اسی کے سپرد سارے کام تھے اور کوئی دوسرا اس معاملے میں مداخلت نہیں کرتا تھا جوئن نے مجھے سیر کام سمجھایا۔ عمدہ کام تھا اس طرح مجھے ویل بی کے سامنے جانے کا موقع مل سکتا تھا۔

یہاں آکر میں نے چند فیصلے کئے تھے۔ جلد بازی نقصان دہ ہوگی مناسب وقت میں اور صورت حال کا بھی طر جائزہ لے کر کام کروں گا تاکہ کوئی خطو نہ رہے۔

جوئن میری ذمہ داریاں میرے پرہور کے مطمئن ہو گیا تھا۔ میں نے تندی سے اپنا کام شروع کر دیا اور پتہ دیا ہاں میرے سپرد ہیں نہیں انجام دینے لگا۔ رہنے کے لئے جوئن نے مجھے ایک جگہ دے دی تھی۔ جوئن کا کبابا درست تھا کوئی میری ہون متوجہ نہیں ہوا تھا۔

تین دن گزر گئے میں نے بھی دیرہ اٹھایا کہ کام کرنا اور رات کو آرام سے سو جانا تاکہ کسی نے اگر مجھ پر نگاہیں ڈالی ہو تو وہ مطمئن ہو جائے۔ جوتھے دن جوئن نے کہا۔

"سٹر فرینڈس! آپ بے حد مجب انسان ہیں؟

"کیوں جوئن؟"

"آپ نے خود کو اس قدر محدود کیوں کر لیا ہے؟

"تو مجھ پر کیا کروں؟"

"یہاں تفریح گاہیں بھی ہیں، زندگی کی دوسری دلچسپیاں بھی موجود ہیں مناسب جگہ میں؟

"مجھے اپنے ذمٹوں سے غلطو ہے جوئن؟"

"اوہ کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ نشان جو آپ کے سینے پر آویزاں ہے آپ کے تحفظ کی ضمانت ہے اس

ت مند یوں بجا پئی اس رانش گاہ کے حالات سے تعلق نفع رہتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے میں ایک ایک فرد کا رکھتا ہوں؟

"میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے سڑیل بی؟"
"کسی خاص مقصد سے یہاں آئے ہو ورنہ چہرے پر اب نہ ہوتا؟"
"میک اپ؟"

"ہاں عمدہ میک اپ ہے۔ لیکن میں خود ہر طرح کے میک اپ کا ماہر ہوں اس لئے میں نے اندازہ لگا لیا؟"
"ہوں۔ اس کا مقصد ہے آپ سے کھل کر بات کرنا چاہے گی؟"
"میں اس کی دعوت دیتا ہوں تمہیں؟"

میری اصلیت جاننے کے بعد آپ اس قدر پرسکون تر بن گئے سڑیل بی؟ میں نے کہا
"مکن ہے ایسا ہو۔ لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو تم کیا کر لو گے؟"
"میں آنے بس بھی نہیں ہوں، کم از کم تمہیں ضرور ختم ہوں؟"

بہت بڑی بات کہی ہے تم نے۔ مجھے پسند بھی آئی ہے لیکن آنکھ ہونے میں جن سے تم ناواقف ہو اس لئے سے مار کھا سکتے ہو لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی چیز استعمال نہیں کروں گا اور صرف جسمانی رول کا تم سے۔ لیکن مکن ہے کہ اس کی ضرورت بھی ائے اور میرے تمہارے درمیان کوئی مضامبت ہو جائے؟"
"اب تمہارے لئے یہ کام مشکل ہوگا؟"

میں نے مشکل نہ ہونے کا
"سڑیل بی، سب سے پہلے میں تمہیں اپنا نام بتا دوں تاکہ تمہیں خوشی ہوگی؟"

ن نام کو راجہ نواز مگر کہتے ہیں میں نے اس کے رنگہا جمانے ہوئے کہا۔ وہیلی اچھل پڑا تھا۔ پھر وہ ہلولا۔

عالمی گاڈ۔ واقعی مجھے حیرت ہوئی میں کچھ ادب کا اچھا خیال تھا تم ان دوسرے ہنگووں میں سے ہو چاہتے ہی صورت کے بعد مجھ سے انتقام لینے کی کوششوں لہ رہتے ہیں۔ مگر تم تم میرے خدا۔ تم یہاں

"میں کہانی سے سڑیل بی! مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے نام سے اجنبیت کا اظہار نہیں کیا؟"

"ایک بات بتاؤ۔ یہاں کے بارے میں تمہیں کسے معلوم ہوا؟"
"کچھ کو سفر ماڈل سے جن کی زندگی خطرے میں ڈالنا میرے لئے مکن نہیں ہے؟"

"راجہ نواز مگر! میں نے تم سے کسی اجنبیت کا اظہار نہیں کیا کیونکہ تم کسی تعارف کے محتاج نہیں ہو۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"زیر کی کہاں ہے۔؟"
"تمہاری بیوی۔؟"

"میں؟ میں نے جواب دیا۔
"وہ تلو کا کی تحویل میں ہے؟"
"اس سے تم نے انکار کیا تھا؟"
"ہاں یہ ذمہ داری مجھے دی گئی تھی؟"
"مقصد؟"

"تمہاری تروکا سے دشمنی۔ کیل لاس میں تروکا کے ہیڈ کو اور تروکا تباہ کرنے میں تمہارا ہاتھ تھا۔ تروکا تمہیں سبق دینے کے لئے بے چین تھا؟"

"اور یہ سبق اس طرح دیا گیا؟"
"ہاں۔ تم تھلائے پھر رہے ہو۔ نیو یارک میں تمہاری جنگا سہ تیز لیوں کی خبر میں ملی رہی تھیں لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ تم یہاں تک آ پہنچے ہو؟"

تب تمہاری معلومات نہایت ناقص ہیں۔ مارکو ٹریڈرز پر پولیس ایڈ اور پھر اس کی نیماہی ویکو ناکی تباہی کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں۔؟ میں نے کہا اور وہ حیران ہو گیا۔
"تو کیا۔ تو کیا۔؟"

"ہاں۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے وہیلی! تمہیں زہی کو انکارنے کی سزائے کی تمہیں بتانا ہوگا کہ تروکا کہاں ہے۔؟"

"تروکا سان انٹونیو کی پہاڑیوں میں مقیم ہے اس بار اس نے جس جگہ کا انتخاب کیا ہے وہاں پوری امریکی حکومت بھی نہیں پہنچ سکتی تمہاری اوقات ہی کیا ہے؟ وہیلی نے حیرت آمیز بیج میں کہا۔

سان انٹونیو۔ ٹھیک ہے سڑیل بی۔ زیری کو انکار کے تم

تھے اسے یہاں پہنچا دیا ہے اس سے تو بعد میں صاحب کتاب ہو جائے گا۔ یہاں میں تمہارے لئے آیا ہوں۔“

”میرے لئے؟ وہی ہنسنا کم از کم میرے بارے میں مکمل معلومات تو حاصل کر لیتے ہیں یہ تمام اپنی محنت سے حاصل کیا ہے مسٹر نواز مسفر تمہارے بارے میں میں نے بہت کچھ سنا ہے آؤ حسرت پوری کرو۔ میرے گھر میں مسز ازدو یہ تجربہ میرے لئے کافی دلچسپ رہے گا، دہلیجی نے کہا۔

میں نے غور سے اسے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا: ”ہاں مسٹر ویلیجی، تمہارے بارے میں یہی سنا تھا کہ تم ایک نامی عفریت ہو جسے ناقابل تہیجھا مانا ہے اس لئے مزدوی بے گنہارا نہیں سمجھا کر دیا جائے“

حالانکہ کھیل میں ختم کرنا ہوں، لیکن یہ کھیل میں ختم نہیں کروں گا کیونکہ؟“

”ہاں کیونکہ؟“

”کیونکہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔“

”کوئی نئی سوچی؟“ میں نے مسکاتے ہوئے کہا۔

”تم واقعی ہورا جلال مسفر! مجھے تعجب ہے تر لوگ انہیں اتنی اہمیت کیوں دی ہے۔“

”تفصیل بتا دو جان سنا، میں نے کون سی حماقت کی ہے؟“ میں موڑ میں ہوتا جا رہا تھا۔

”تر لوگ تمہیں نقل نہیں کرنا چاہتا؟“

”تو پھر؟“

”اگر وہ تمہیں نقل کرنا چاہتا تو کہیں کسی بھی جگہ تمہارے بدل میں لاتعداد سوراخ کئے جاسکتے تھے۔“

”پھر وہ کیا چاہتا ہے؟“

”میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن چونکہ تم نے اس کے ایک ٹکٹا کو تباہ کیا ہے، اور اسے تمہاری وجہ سے کچھ پریشانی اٹھانی پڑی ہے اس لئے شاید اس نے تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچا ہے۔“

”وقت مٹانے کر رہے ہو ویلیجی، کسی کا انتظار ہے شاید؟“ میں نے کہا اور ویلیجی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ میرے ہونٹوں کو دیکھ گیا اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

میرے لگا ہی بعد اس کا جائزہ لے لے رہی تھیں اور میں اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ لڑائی جھگڑائی کے فن سے کس حد تک واقف ہے۔ مجھے ہونے بدلن کا مالک تھا جو پینتے بدل

رہا تھا وہ ماہرانہ تھے گویا مقابلہ برابر کا ہوگا۔

دفعاً اس نے اپنی جگہ سے جھونک لگائی کھلی اور بڑی ترقیاً اس جھونک سے غلط فہمی کا نشانہ ہو جاتا اور ذوقاً ہی پینتہ بدل لیتا کیونکہ اس کا اندازہ ایسا ہی تھا لیکن میں اس کی ٹانگوں کی جنبش سے اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ جھونک مزے دھوکہ سے دراصل وار اس کے بعد ہوگا چنانچہ میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ وہ دوبارہ اور پھر تیسری بار ایسی انداز میں اچھلا لیکن میں نے جنبش نہیں کی۔ البتہ جو عمومی بار اس نے انداز بدل دیا اور میری طرف آیا اور اس بار میں نے اسے شاندار جواب دیا تھا میں اچھلا اور فضا میں ہمارے پاؤں دونوں سڑکوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ دہلیجی کو اس بار سنبھلنے کے لئے سخت محنت کرنی پڑی تھی کیونکہ اس نے وار کیا تھا اور اس کی قوت مدافعت کرنے کے لئے اطمینان بخش نہیں تھی ماس لئے اس کا پورٹ تھا جانا یقینی تھا لیکن جب وہ زمین پر گرنا اور اس کا گرنا میرے لئے تسلی بخش ثابت نہ ہوا تو میں سنبھل گیا۔ یقیناً وہ عام قسم کا آدمی نہیں تھا حالانکہ اس سے قبل میں نے اسے عام سا آدمی سمجھا تھا اور یہ سوچا تھا کہ وہ لڑنے بھڑنے کے لئے بہت زیادہ موڈوں نہیں ہے لیکن بعض لوگ ظاہری شخصیت سے جو نظر آتے ہیں باطن میں وہ نہیں ہوتے۔ ویلیجی بے حد چست اور پھر تیرا تھا۔

چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور کھڑا ہو گیا البتہ اس کے ہونٹوں پر مجھے مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

”گڈ۔ گڈ ویبری گڈ۔ میں اپنا ارادہ بدلنا چاہتا ہوں؟“

”کیا مطلب مسٹر ویلیجی؟ میں نے سنجی دلچسپی سے پوچھا۔

”بظاہر میرا اندازہ ایسا نہیں تھا جیسے میں اس سے جنگ کر رہا ہوں بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم دونوں کسی خاص قسم کے کھیل میں مصروف ہوں۔“

”تم نے بہترین قوت مدافعت کا اظہار کیا ہے بلکہ جنگ میں اس بات کی تعریف کے بغیر نہیں رہوں گا کہ ان حملوں سے چپنا عام آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے۔“

”چلو مسٹر ویلیجی آج ماؤ ہم دونوں کو تھوڑی سی پریکٹس اور کرنی ہے۔“ میں نے ہاتھ ہاتھ ہونے کہا اور ویلیجی اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھما کر سیدھا ہو گیا اس نے کئی بد پینتے بدلے اور اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر سے ادھر ٹپٹنے لگا پھر اس

نے دفعاً اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھما کر شروع کر دیئے اور ٹانگیں ایک سنسنی بٹ کی آواز پھیل گئی اس کے ہاتھ فولاد ہاتھ پٹیاں محسوس ہورہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے ہوائن سے ٹکرا کر گڑب گڑ ہو اور جب ویلیجی ان ہاتھوں کو گھما کر آگے آگے آیا تو میں نے اپنے آپ کو اس سے بچانے کے لئے پھر پورے پیش کی میں اس کی ایک جنبش پر نگاہ رکھ رہا تھا۔

دفعاً اس نے مجھ پر حملہ کر دیا لیکن ہاتھوں کو گھمانے کے بارے میں سمجھ چکا تھا کہ وہ کس انداز میں مجھ پر حملہ کرے گا۔ میں اس کا کوئی ایسا ہی شاندار جواب دینا چاہتا تھا کہ ویلیجی لطف آجائے۔ چنانچہ جب ویلیجی سامنے سے میری سمت کو دفعاً میں سیدھا زمین پر لیٹ گیا اور لیٹنے کا یہ انداز وہی نہیں تھا میں نے اسے بڑی محنت سے دیکھا تھا یعنی ن پر نہ تو ہاتھ ٹکیں نہ بدن کا کوئی دوسرا حصہ۔ بلکہ صرف پاؤں ڈریئے زمین تک آیا جائے اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھا ہے۔

جب اس کے ہاتھوں کی پہنچ چھو تک نہ پہنچی تو وہ بے ارادے بڑھ گیا اور میرے لئے یہی موقع غنیمت تھا۔ میں دونوں پاؤں ویلیجی کے پیروں میں پھنسانے اور ایک نوردار ہٹ بدل کر اسے ہٹ دیا۔

لیکن ویلیجی نے پھرتی سے زمین پر ہاتھ لگائے اور رے سے وہ ہاتھوں کے بل اٹھا کھڑا ہو گیا یعنی اب اس دونوں پاؤں اوپر تھے اور ہاتھ نیچے تھے۔

یعنی وہ اگر یہ نہ کرتا تو بلاشبہ زمین پر جا پڑتا میں اس سے فن کی تعریف کے بنا نہ رہ سکتا۔ اتنا خوبصورتہ مقابلے میں نہیں ملا تھا واقعی اس سے جنگ کوئے میں لطف آ رہا نرہ ہاتھوں کے بل نہ کھڑا ہو جاتا تو میں نے اسے دو منٹ با زری کر لیا تھا۔

لیکن ہاتھوں کے بل کھڑے ہونے کے بعد اس نے درغلا بازی کھائی یعنی ہاتھوں کی ہتھیاریوں پر اچھلا اور فاکھڑا ہو گیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی گڈ ویبری گڈ۔ واقعی راجہ نواز مسفر۔ راجہ نواز مسفر ہے لے کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”مگر تم بھی تو مجھ پر حملہ کرو۔ ابھی تک تم صرف حملے روک رہے ہو۔“

اس سب وقت آنے دو مسٹر ویلیجی کہیں تمہارے کوئی

حسرت نہ رہ جائے میں تمہیں پورا پورا موقع دینا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور ویلیجی نے فوراً پینتہ بدل لیا اس نے ایک پیکر لگا کر فضا میں چھلانگ لگائی اور دونوں انگلیں میری طرف پھیل دیں۔ لیکن میں تو صرف اسے طرح سے رہا تھا میں دونوں ٹانگوں کے بیچ سے دوسری جانب نکل گیا۔

پھر میں نے پہلا وار اس کی گردن پر کر دیا۔ اس بار ویلیجی بوکھا گیا تھا وہ اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرا یا لیکن اس نے دونوں ہاتھ دیوار سے ٹکرا دیئے تھے اور سانپ کی طرح ہلٹ رہا تھا۔

اب اس کے چہرے کی مسکراہٹ کا فور ہو گئی تھی ایک بار پھر اس نے کوشش کی لیکن میں نے پھر اسے ناکام بنایا اور اس کے بعد وہ میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ویبری گڈ۔ اگر ہم دشمنوں کے انداز میں سامنے نہ آئے تو میں تم سے یہ واؤ سیکنے کی کوشش کرتا؟“

”سیکھ لو سیکھ لو اب بھی کیا سرج ہے جنم میں تمہارے کام آئے گا؟ میں نے کہا۔

”آؤ آؤ صلے کٹھنیں؟“ اس نے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اس کا یہ چیلنج بھی قبول کر لیا اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں میں انگلیاں پھنسا لیں ویلیجی کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی وہ اپنے آپ کو اس سلسلے میں بہت طاقتور سمجھتا تھا اس نے بہت پھرتی سے میری انگلیاں موڑنے کی کوشش کی لیکن پچھلے کسی توہما را خاندانی دور ہے۔

سرزمین سرسے مانگی کے حوالان زندگی کی لڑائی دھوپ سے گزرتے ہیں اور ان کے فولادی ہاتھ ناقابل تہیجھ رہتے ہیں۔ میں وہ تو نہیں تھا لیکن میری انگلیوں میں دوڑنے والا خون سرزمین پنجاب سے تعلق رکھتا تھا۔

اور پنجاب کی قسم میں نے ویلیجی کے دونوں ہاتھوں کو اس طرح موڑا کہ اس کے حلق سے تیرخیں نکل گئیں۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح میرے ہاتھوں میں آجھنے گا۔ میری انگلیاں اس کے ہاتھوں میں پھوست ہو گئی تھیں اور اب صرف ایک ہی کام ہو سکتا تھا کہ اس کے ہاتھ ناکارہ ہو جائیں۔ میں انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس نے دفعاً

میرے ہاتھوں کے وزن پر اٹھ کر میرے پیٹ پر گھٹنا مارا یہ ضرب زور دار تھی لیکن میں اسے برداشت کر گیا اور جواب میں میرے حلق سے ایک فزائولنگ نکل گیا۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر اس طرح نہیں اچھا کر دیا کہ وہ جوڑی طرف اونچے اٹھ گئے اور اس کے بعد میں نے ایک خوفناک جھٹکا دیا اور دیہی کے حلق سے کتے بولنے کیسے کی کسی آواز نکل گئی۔

اس کی دونوں کہنیاں ٹوٹ گئی تھیں اسے شاید موت کے بعد بھی اس بات کا انوس رہا ہو گا کہ اس نے میرے ہاتھوں میں ہاتھ کیوں ڈالے تھے وہ بری طرح ہٹا اور پیچے گر پڑا۔

لیکن نیچے کرنا تکلیف کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس بار بھی وہ چال چل گیا تھا اس نے دونوں پاؤں پوری قوت سے میری پنڈلیوں پر مارے اور اس بار میں اس کی ضرب سے نیچے گر پڑا تھا وہ بھرتی سے اٹھا اور بے اختیار اس دروازے کی جانب دوڑ پڑا جہاں سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔

غالباً بازو ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ بے بس ہو چکا تھا اور اب اس میں لڑائی کی سکت نہیں تھی لیکن مجھے اس کے اس طرح ہلکے لٹکے کی امید نہیں تھی میں نے بھی ایک چھلانگ لگائی اور دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دیہی ہاتھوں سے دروازہ نہیں کھول سکا تھا لیکن اس نے اپنے پیروں سے اس پھرتی سے دروازہ کھولا کہ میں حیران رہ گیا اور پھر دوسرے لمحے وہ باہر نکل گیا۔ لگے لمحے میں بھی اس دروازے سے باہر تھا۔

دیہی اس قدر برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا پھر وہ اس بڑے ہال میں گھس گیا جہاں میں پہلی بار اس سے ملاقات کی تھی اس نے دروازہ بھی اس پھرتی سے بند کیا تھا یقیناً وہ اب اپنی جان بچانے کے چکر میں تھا لیکن میں اسے کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے ایک چوڑا روشندان نظر آیا تھا اس تک پہنچنا ناممکن کام تھا۔

بہر طور میں اس روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکی اور میں نے وہیں سے دیہی کو دیکھا وہ ہال کے اندر چھوڑ دیا تھا اور بڑی بے چینی سے اپنے ہاتھوں کو جنبش دے رہا تھا لیکن اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ چکے تھے اور اس طرح جھول

پڑا اور اس کے بعد میں نے ڈاکٹر دیہی کے نرخیے پر اپنے انگوٹھے جمادئے۔ میں اس کی گردن بار بار ہاتھ اور دیہی کی ٹھیک اور زبان باہر نکل رہی تھی۔ اس کے ہاتھ تو مافت کے لئے بالکل ناکارہ تھے۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ سرد ہو گیا وہ مر چکا تھا ڈاکٹر دیہی کی موت یقینی طور پر اس دلخیز کے لئے ایک عجیب و غریب حادثہ ہو گی۔

لیکن بہر طور میرے لئے یہ سب کچھ ضروری تھا میں یہ لڑنے کا دل سے خواہش مند تھا۔ اسے ہلاک کرنے کے بعد سب چیزیں مہل میں اکرانا سہو تھا۔ یہاں میرے کچھ دوست بھی تھے جن کی مدد سے مجھے یہاں پہنچنا نصیب ہوا تھا لیکن بدبانی حماقتیں اب میرے لئے ضروری نہیں تھیں ان سے لانا ضروری نہیں تھا۔ بہتر یہ تھا کہ چیر میڈ سے نکل جاؤں۔ یہاں سڈ ڈاکٹر دیہی کی رہائش گاہ سے نکلنے کا تھا میں نے اپنی پلٹ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ رانداری سنسان تھی پہلے میں رانداری میں کوئی نہیں تھا کیونکہ یہ خاص بیوی کا علاقہ تھا اس لئے لوگ یہاں آتے ہوئے تڑتے تھے ان کی بریک میں دیہی کی اس رہائش گاہ میں چکر مارا۔

نکلنے کے لئے کوئی مناسب موقع دیکھ رہا تھا اور پھر چوٹی بھے موقع ملا میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں دیہی کی رہائش گاہ کے احاطے میں تھا یہاں کابین کھڑی ہوتی تھیں چونکہ میں یہاں ایک خاص آدمی کی حیثیت سے رہتا تھا اس لئے مجھ پر زیادہ نگاہ نہیں رکھی جاتی تھی۔ میں ان کادوں میں ایک ایسی کار تلاش کرنے لگا جس میں جانی لگی ہوتی ہو لیکن ایسی کوئی کار یہاں موجود نہیں تھی اچھا ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا یہ ڈرائیور کی وردی میں تھا اس نے بندر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا تلاش کر رہے ہو۔“
”مجھے کار چاہئے“ میں نے کہا
”کیا مطلب؟“
”میرے دیہی نے ایک ضروری کام میرے سپرد کیا ہے یہاں لے گیا ہے کوئی بھی کار لے کر میں نکل جاؤں“
”کار تو میری بھی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری مطلوبہ کار لے جا سکتا ہوں“
”جلدی چلو مشر دیہی نے ایک اہم کام میرے سپرد کیا

ہے“ میں نے اس شخص سے کہا اور باوردی شخص نے جیب سے جلدی سے چابی نکال کر کار کا دروازہ کھول دیا پھر وہ اسٹیئرنگ پر بیٹھا۔ میں جلدی سے عقبی دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گیا تھا۔

”کہاں چلتا ہے؟“
”شہر“ میں نے جواب دیا اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی اس نے کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور مشر دیہی نے کیا کام میرے سپرد کیا ہے۔ کار برقی رفتاری سے چیر میڈ سے لاس انجلس کی طرف بڑھ گئی تھی اور میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ میں نے ایک اہم کام سر انجام دے دیا تھا۔ کار جب ایک ایسی ہی سنسان جگہ پہنچی جہاں میں اپنا کام کر سکتا تھا تو دفعتاً میں نے ڈرائیور کو مخاطب کر کے کہا۔۔۔۔

”مشر“
”جناب کیا بات ہے؟“
”براہ کرم ڈرا کار روکو“
”کوئی خاص بات ہے؟“

”ہاں۔ میں ذرا جھالوں کی سمت جاؤں گا میں نے ایک مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اس نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ جیسے ہی اس نے بریک لگا کر کار کا انجن بند کیا میں نے دفعتاً پچھلی سیٹ سے آگے بڑھ کر اس کی گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔

اور پھر اس شخص کو بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پر مجھے مجھے اسے ہلاک کرنے کے بعد ڈرائیور کو گئی سیٹ کے برابر کا دروازہ کھولا اور پھر اسے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے ان جھالوں کی طرف چل پڑا جن کی طرف میں نے اسے اشارہ کیا تھا اور چند لمحات کے بعد میں نے اسے جھالوں میں اچھال دیا۔ اب کار میں بیٹھ کر کٹھنک آئے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آ سکتی تھی چنانچہ میں نے کار اسٹارٹ کی اور برقی رفتاری سے چل پڑا۔

دیہی کی موت کے بارے میں متعدد خیالات ذہن میں آ رہے تھے وہ چال رہا تھا کہ کس طرح پیٹل اور مشر پاؤں کو اس بارے میں اطلاع دوں لیکن یہ دونوں حضرات بہت خطرناک ثابت ہو سکتے تھے اب میرے لئے اور پھر انجیلر پادل کے بارے میں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے ذہن

میں کیا ہے۔ میں ایک خطرناک مجرم تھا۔ قتل کے تھے میں نے جیل سے بھاگا ہوا تھا۔ پائل نے بے شک مجھے اس بات کا موقع دیا تھا کہ میں وہی کے خلاف کام کروں اور یہاں سے منشیات کی اسمگلنگ کا سلسلہ ختم کروں۔

لیکن یہ کام ختم کرنے کے بعد وہ نہایت معذرت کے ساتھ مجھ سے کہے گا کہ وہ قانون سے مجھ سے اور مجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

میں ان تمام جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ سال انویرو کے بارے میں مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ کم از کم میں اپنے اس مشن کو مکمل نہیں کہہ سکتا تھا۔ سال انویرو کی پہاڑیوں میں ترکو کا تلاش کرنا اب میرے لئے ضروری ہو گیا تھا۔

وگٹروٹی کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا اس لئے اس نے جوش میں آکر مجھے یہ بات بتادی تھی کہ ترکو سال انویرو کی پہاڑیوں میں موجود ہے لیکن اب یہ اطلاع میرے لئے نہایت کارآمد تھی اور میں اپنی پہلی فرسٹ میں سال انویرو جانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں خبریں داخل ہو گیا۔ کارو اس جگہ تک لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جہاں میری پائش گاہ تھی۔ مجھے مسٹر کوہمی کے اس مکان پر جانا تھا جہاں میں مقیم تھا۔ کارو چھوڑنے کے بعد میں کافی دور تک پیدل چلتا رہا اور پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر اس جگہ مل پڑا جہاں مسٹر کوہمی کا مکان تھا۔

مکان کی کیفیت حسب معمول تھی۔ ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ مسٹر کوہمی یہاں موجود نہیں تھے میں اپنی برگ کے کمرے کی جانب چل پڑا اس سے ملنا چاہتا تھا ویسے ہیڈن برگ نے جس طرح میری رہنمائی مسٹر وگٹروٹی تک کی تھی اس سیکلے میں اس کا شکر گزار تھا اور اب اپنی برگ کو چھوڑ دینا برا نہیں تھا چونکہ وگٹروٹی ہلاک ہو چکا تھا۔

ہاں اگر مسٹر کوہمی ہیڈن برگ کو بھی ہلاک کر دینا چاہتے تھے تو پھر دوسری بات تھی لیکن اس کے لئے ان سے کم از کم مشورہ کر لینا ضروری تھا۔ اپنی برگ کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔

کمرے میں داخل ہوا تو اپنی برگ موجود نہیں تھا بہت ہی حیرت ہوئی تھی مجھے اس بات پر۔ کیا مسٹر کوہمی نے اپنی برگ کو چھوڑ دیا یا اپنی برگ خود ہی نکل گئی۔ میں نے کچھ ملازموں کو

بلایا اور ان سے اس کے بارے میں پوچھا۔

”سردہ مسٹر کوہمی کے ساتھ یہی جلی گئی تھیں“

”کیا ہاں؟“

”جیس نہیں معلوم“

”ادھ اچھا اچھا“ میں نے کہا اور اپنے کمرے میں آیا یہاں سے میں نے مسٹر کوہمی کو ان کے آفس میں فون کیا اور پھر مسٹر کوہمی سے رابطہ قائم ہو گیا تھا میری آواز اس کے کراہنے سے حیرت سے کہا۔

”ادھ۔ واپس آگے مسٹر فرینڈس؟“

”ہاں۔“

”کیا رہا؟“

”کیا آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی مسٹر کوہمی؟“

”کیوں نہیں ہو سکتی جہاں کہو وہاں آ جاؤں“

”بہتر ہے یہیں آ جاؤں“

”مگر فون پر مجھے کچھ تو بتا دو تمہیں کامیابی ہوئی یا نہیں؟“

”ہاں۔ میں کامیاب ہو گیا ہوں“

ادھ۔ گڈ ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ مسٹر کوہمی کا بوجھ عجب سا تھا جس پر میں نے اس وقت غور نہیں کیا تھا۔

بہر حال تھوڑی دیر کے بعد مسٹر کوہمی وہاں پہنچ گئے بہت ہی بدحواس نظر آ رہے تھے جیسے پر سخت تھکتے اور جوش کے آثار تھے میرے کمرے میں داخل ہوئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا پھر وہ تھمتست نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگے اور پھر انہوں نے آہستہ سے پوچھا۔

”تم چیڑ ملو گئے تھے؟“

”ہاں۔ وہی گیا تھا میں آپ کو بتا دیتا تھا میں نے“

”ہاں۔ وہ تو بتا دیتا لیکن۔ لیکن کامیابی کے بارے میں کیا بات ہے کیا پورے ہے؟“

”میں نے وگٹروٹی کو قتل کر دیا“ میں نے جواب دیا اور مسٹر کوہمی جیسے سکتے ہیں رہ گئے۔

”کیا واقعی؟“ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پوچھا۔

”میں جھوٹ نہیں بولتا مسٹر کوہمی! میں نے آپ کے بدترین دشمن کو قتل کر دیا میں نے اس کے ہاتھ توڑ دیئے اور اسے ایسی موت مارا کہ موت کے بعد بھی اسے افسوس رہے گا“

”مگر تم۔ مگر تم ہلاک نہیں ہو گئے؟“

”بس یوں مجھ جیسے کہ جلد جہد بھی مایوس نہیں کرتی؟“

”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر کوہمی اڑھے اڑھے سے بچے میں بولے اور پھر وہ مجھ سے وگٹروٹی کی موت کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ میں نے انہیں پوری کہانی سنائی تھی مسٹر کوہمی کے چہرے سے یہ اذعانہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ خوش ہیں کہ ناخوش۔ لیکن بہر طور میں جانتا تھا کہ انہیں اس بات سے خوشی ہوئی ہوگی۔ ذرا غیر عادیانہ قسم کے آہنی تھے کسی بھی بات پر ہر جوش نہیں ہوتے تھے یہ ساری باتیں کرنے کے بعد میں نے ان سے پوچھا۔

”آپسے اپنی برگ کو کہاں چھوڑ دیا؟“

”میں نے اسے اس کے باپ ہیڈن برگ کے پاس

واپس پہنچا دیا“

”کیوں اتنی جلدی کیوں؟“

”اس لئے کہ ہیڈن برگ پناہ کام کر چکا تھا“

”کیا یہ بات عجیب نہیں ہے مسٹر کوہمی؟“

”میرا خیال ہے عجیب نہیں ہے کیا تم اسے دیکھنا چاہتے تھے؟“ مسٹر کوہمی نے سوال کیا۔

”ہاں۔ ابھی اس سلسلے میں سوال کرنا ضروری تھا“ میں نے کہا۔

”اب کیا معلوم کرنا چاہتے تھے؟“

”ترکو کا کے بارے میں؟ میں نے کہا

”ترکو کا کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے تھے؟“

”بس ہیڈن برگ اس سلسلے میں ہماری کیا دور کر سکتا تھا۔ یہی اس سے پوچھنا تھا لیکن بہر طور مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر آپ نے اپنے طور پر کوئی کام کر لیا ہے تو بھلا مجھے ہرگز کیا حق پہنچتا ہے؟ میں نے جواب دیا۔

”تم نے مجھے ایک ایسی خبر سنائی ہے کہ میں بدحواس ہو گیا ہوں“ مسٹر کوہمی پیشانی ملتے ہوئے بولے۔

”کیا آپ کی ہر خواہش نہیں تھی مسٹر کوہمی؟“

”بے شک تھی لیکن۔ لیکن تمہاری کامیابی پر۔ تمہاری کامیابی پر۔ میں کچھ نروس سا ہو گیا ہوں“

”تاہم وہ نہیں تک مسٹر کوہمی بلکہ میں مسٹر وگٹروٹی کی زبان تک کھلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا“

”کیا مطلب؟“

”مجھے علم ہو چکا ہے کہ ترکو سال انویرو کی پہاڑیوں میں موجود ہے اور اس بار اس نے اپنا یہ اڈا بنایا ہے۔ میں

نے جواب دیا اور مسٹر کوہمی کا چہرہ ایک دم سُرخ ہو گیا وہ مجھ سے انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر آہستہ سے بولے۔

”میرے خدا، میرے خدا۔ لا جواب تمہاری معلومات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آخر تم نے اس شخص کی زبان کس طرح کھلائی وہ ایسا انسان تو نہیں تھا جتنی آسانی سے اس نے تمہارے سامنے یہ سب کچھ اگل دیا“

”یہ میرا اپنا کام تھا مسٹر کوہمی! بہر طور اب ترکو کا کے بارے میں ہم جان چکے ہیں اور ہمارا خیال نہیں پر ختم نہیں ہوتا مسٹر کوہمی آپ کو مزید محنت کرنا ہوگی اپنا انتقام لینے کے لئے آپ کو میرا ساتھ دینا پڑے گا“

”میں غلوم دل سے تیار ہوں اور نواز امتر میں غلوم دل سے تیار ہوں واقعی تم نے مجھے حیران کر دیا ہے مسٹر کوہمی نے جواب دیا کافی دیر تک ہم لوگ ساتھ ساتھ بیٹھے سے مسٹر کوہمی مجھ سے اسی موضوع پر باتیں کرتے رہے تھے میں نے ان سے اپنی برگ کی واپسی کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور مسٹر کوہمی مجھے تفصیلات بتانے لگے میں نے اس بات پر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بہر طور تھوڑی دیر کے بعد مسٹر کوہمی نے مجھ سے واپسی کی اجازت مانگی اور کہنے لگے۔

”میرے خیال میں تم اب آرام کرو۔ یا کوئی اور پروگرام ہے؟“

”نہیں کوئی پروگرام نہیں ہے“

”مجہ میں چلتا ہوں کچھ ضروری کام رہتے ہیں؟“

”اُدکے مسٹر کوہمی! میں نے جواب دیا اور پھر میں انہیں رخصت کرنے دروازے تک آیا تھا۔

شام تک سوتا رہا تھا تقریباً چھ بجے جاگا غسل کیا اور پھر باہر نکل کر ایک ملازم کو پکارا۔

”جناب عالی“

”چائے کے ساتھ کوئی ہلکی چھلکی چیز مسٹر کوہمی نے تو فون نہیں کیا؟“

”کیا تھا جناب؟“

”کوئی پیغام میرے لئے؟“

”نہیں بس آپ کے بارے میں پوچھا تھا اور یہیں ہدایت کی تھی کہ انہیں آرام سے سوئے دیا جائے۔ رات کا کھانا وہ آپ کے ساتھ ہی کھا میں گے“

”جاؤ۔ چائے گداؤ۔ میں نے کہا اور ملازم نے چائے لگائی ساڑھے آٹھ بجے مسٹر کوہمی آگئے تھے۔

"ہیلو فرینڈس"
"ہیلو مسٹر کوہمی"
"خوب آرام کیا، نکلن اگئی ہوگی"
"ہاں"
"شہر کی پوزیشن معلوم ہے؟"
"کوئی خاص بات"

"ہاں مسٹر وکٹر ویلی کی موت کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے۔ اخبارات نے راجہ نور امغر کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے شام کے اخبارات بہت سنی خیر ہیں"
"اہ۔ اخبارات کو نواز امغر کے بارے میں اطلاع کیے مل گئی"
"پولیس آفیسر سٹرا پاؤل نے بیان دیا ہے۔ انہوں نے تم سے اپیل بھی کی ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں اسے ملاقات کرے۔ یہ بہت مزوری ہے" مسٹر کوہمی نے کہا۔
"خوب۔ سٹرا پاؤل کو اپنی خیریت بھی خطرے میں نظر آ رہی ہوگی"
"وہ کیوں؟"

"ظاہر ہے وہ بھی اس قاتل کا ساتھ دے چکے ہیں انہیں خدشہ ہوگا کہ میں کسی اور کے ہاتھوں گرفتار ہو کر کہیں ان کے بارے میں تفصیلی بیان نہ دے دوں"
"اہ۔ یہ معاملہ ہے"
"آپ کا کیا خیال ہے؟"

"ہاں اس بات کے امکانات تو ہیں پھر تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟ مسٹر کوہمی نے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"واقعی میں وہ لوگ میرا مشن اتنا مختصر تو نہیں ہے، ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے"

"یقیناً مسٹر کوہمی نے کہا اور بولے "میرا خیال ہے اب ہمیں آئندہ کا طریقہ کار تعین کر لینا چاہیے"
"کس سلسلے میں؟"

"تم سان آؤ تو جو جانے کا ارادہ رکھتے ہو نا۔"
"ہاں مسٹر کوہمی، میری زندگی کا تو اب ایک ہی مقصد ہے"
"میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"لیکن دہاں تک پہنچنے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کر دو گے؟"
"مجھے معلومات حاصل کرنا ہوں گی انعامات کیے ہوں گے اس کے بعد ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے"

"میں نے کچھ اور ہی سوچا ہے"
"کیا؟"
"میں تمہیں آسانی سے سان آؤ تو پہنچا سکتا ہوں"
"وہ کیسے مسٹر کوہمی؟ میں نے سوال کیا۔
"میں نے ایک شخصیت کو رات کے کھانے پر مدعو کیا ہے
وہ اس سلسلے میں ہمارے لئے بے حد کارآمد ہوگی"
"کون ہے وہ؟"

"تمہارے لئے اچھی نہیں ہے ملاقات کرو گے تو حیران رہ جاؤ گے" مسٹر کوہمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ سپنس پیدا کر رہے ہیں مسٹر کوہمی؟"
"بات اتنی ہی دلچسپ ہوگی تمہارے لئے کچھ لطف نہ لے گا جب تم اس شخصیت کو دیکھو گے"

"کیا میں اس سے پہلے بھی مل چکا ہوں؟"
"بہت اچھی طرح"
"ٹھیک ہے، اگر آپ بچوں کی طرح کھینچا جاتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر کوہمی، کیونکہ بڑی سے بڑی شخصیت یعنی اوقات بچوں کی سی حرکتیں کرتی ہیں"
"بھئی دراصل میں تمہارے اس کارنامے پر اس قدر خوش ہوں کہ بے اختیار میرا دل پیچھے لگانے کو جانتا ہے تم شاید اس بات پر یقین نہ کر دو کہ مجھے ویلی کی موت کے سنی خوشی ہوتی ہے اور بات صرف میری نہیں ہے، مقامی پولیس اور انظامیہ کے اہم ترین عہدے داروں اس بات پر دل ہی دل میں سے پناہ خوش ہیں کہ ویلی جیسے عفریت سے انہیں نجات مل گئی۔ یہاں کون نہیں جانتا تھا کہ منشیات کی اس زبردست اسمگلنگ کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے، لیکن وکٹر ویلی نے اس طرح اپنے پیچھے حکومت میں گاڑ رکھے تھے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا، اس سلسلے میں بڑے بڑے لوگوں نے کوششیں کیں اور فنا ہو گئے۔ گو مسٹر ویلی کو ایک بہت بڑے صنعت کار اور تاجر کی حیثیت سے اہمیت دی جاتی تھی، لیکن انظامیہ کے وہ نیک نفس عہدے دار جو منشیات کی اسمگلنگ کے خاتمے کی خواہش رکھتے تھے، اس سلسلے میں سے بس مٹتے اور انہیں اب اس بات پر سے پناہ خوشی ہوگی کہ ویلی جیسا خطرناک شخص فنا ہو گیا۔ باقی رہی اس کے گروہ کی بات تو وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے انظامیہ اس سے ٹٹ سکی بلکہ میں تمہیں بتا دوں جگہ جگہ پھلے ماسے جا رہے ہیں اور

منشیات کے ذخیرے پکڑے گئے ہیں کیونکہ اس بات کا علم تو اشتہار کو تھا کہ سپلائی کہاں کہاں سے ہوتی ہے اور جس قدر المناک واقعہ رونما ہونے میں، وہ کس کے ذمے ہیں لیکن بس ہاتھ ڈالنے تو بے سبب ہی گھبراتے تھے جانتے تھے کہ ویلی کی دشمنی کس قدر جھک ہوگی ان کے لئے اس لئے کسی نے کوشش نہیں کی تھی۔ ویلی کی موت کے فوراً بعد سب ہی مصروف عمل ہو گئے، میں تو انیکٹر پاؤل اور پیٹرک کے بارے میں بھی پوچھا تھا کہ ان کی تم سے ملاقات ہو تو شاید وہ تمہارا لشکر یہ ادا کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ یہ دو سرری بات ہے کہ ایک قاتل کی حیثیت سے وہ دوبارہ تمہیں گرفتار کر لیں، قانون اپنی جگہ اور لشکر گزادی اپنی جگہ مسٹر ویلی نے کہا اور ہنس پڑے۔

اس وقت باہر سے ملازم نے آکر اطلاع دی کہ معزز مہمان پہنچ گئے ہیں مسٹر کوہمی نے گردن ملائی اور ملازم کو ہدایت کی کہ مہمانوں کو آرام سے بٹھایا جائے۔ ملازم فوراً ہی واپس ہٹ گیا تھا، اس کے جانے کے بعد مسٹر کوہمی نے مجھ سے کہا۔

"آؤ اب ہم اپنے مہمانوں سے ملتے ہیں، میں ان کے ساتھ اٹھ گیا، مسٹر کوہمی ڈرائنگ روم میں جانے کی بجائے ایک مخصوص کمرے کی طرف چل پڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔

"اس طرف کہاں؟"
"وہ لوگ وہیں بیٹھے ہوں گے، چونکہ ہماری یہ نشست خاص پرائیویٹ ہے اس لئے میں نے ملازموں کو حکم دے دیا تھا کہ مہمانوں کو اسی جگہ بٹھایا جائے"

مسٹر کوہمی کی اس بات پر میں نے زیادہ توجہ نہ دی اور ان کے ساتھ اس اندرونی کمرے میں داخل ہو گیا جو نیا بہ کٹا وہ نہیں تھا لیکن جسے میں دیکھ چکا تھا۔

مسٹر کوہمی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا، میں اندر چلا گیا لیکن واقعی مسٹر کوہمی نے جو کچھ کہا تھا وہ درست ہی کہا تھا، ان مہمانوں میں سے ایک کو دیکھ کر کم از کم میری آنکھیں حیرت سے چمکی کی چمکی رہ گئی جیسے اچھی عمارت پر یقین نہیں آ رہا تھا یہ کیسے ممکن ہے بجلیا یہ کیسے ممکن ہے؟

وہ اچنی برگ تھی، ہاں وہی معصوم بولتی جسے مسٹر کوہمی نے برغال بنا رکھا تھا اس کے ساتھ ہی ایک بھاری جبروں

والا ایک ہستہ قامت آدمی تھا جو جمعہ سوٹ میں طوس عتا دونوں مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، میں نے پلٹ کر مسٹر کوہمی کی طرف دیکھا اور مسٹر کوہمی مسکراتے گئے۔

"ہاں یہ اینٹا برگ ہیں، تم انہیں اپنی برگ کہہ سکتے ہو اور یہ مسٹر بیٹن برگ ہیں، وہی جن سے تم گفتگو کرتے رہے ہو"

"ہیلو بیٹن برگ نے گردن خم کر کے کہا۔
"ہیلو" میں چکراتے ہوئے انداز میں بولا اور پھر میں نے آگے قدم بڑھا دئے، وہ ایک مینز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

مسٹر کوہمی نے میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں اس پر بیٹھ گیا، لیکن میرا ذہن اس وقت واقعی کام کرنا چھوڑ چکا تھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا قصہ ہے تب مسٹر کوہمی نے کہا۔
"کیوں مسٹر فرینڈس یا راجہ نواز امغر آپ کو ان دونوں مہمانوں کو دیکھ کر حیرت نہیں ہوتی؟"
"یہ کھیل میری سمجھ میں واقعی نہیں آ سکا مسٹر کوہمی، میں نے لو کھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم آپ کو سمجھا دیں گے مسٹر راجہ نواز امغر، مکمل طور پر سمجھا دیں گے" مسٹر کوہمی بولے اور پھر انہوں نے بیٹن برگ کی طرف رخ کر کے کہا۔
"کیا خیال ہے مسٹر بیٹن برگ کھانا کھایا جائے یا ابھی آپ گفتگو کرنا پسند کریں گے؟"

"ہماری گفتگو اب کھانے تک مینز پر ہی ہو تو زیادہ بہتر ہے اپنی کہتی ہے کہ اسے جب تک لگ رہی ہے" مسٹر بیٹن برگ نے کہا۔
"لیکن میں پہلے اس بارے میں تفصیل ماننا چاہتا ہوں مسٹر کوہمی"

"فکر نہ کرو ڈیر اساری تفصیل تمہیں معلوم ہو جائے گی اور وہ تمہارے لئے خیر ہے، نہیں ہوگی، مسٹر کوہمی نے کہا۔
"تمہیں مسٹر کوہمی ان تمام معاملات میں پہلی بار آپ کی پوزیشن میری نگاہوں میں مشکوک ہوتی ہے اور جب تک میرا ذہن آپ کی طرف سے صاف نہیں ہو جائے گا کچھ اور نہیں کہا جا سکتا، میں نے کہا اور مسٹر کوہمی عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگے۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولے

"ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں مسٹر نواز امغر، کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ؟"
"اچنی برگ آپ کی قیدی تھیں اور مسٹر بیٹن برگ

وہ تھے جنہیں آپ بیک میل کر رہے تھے، میں نے کہا اور مسٹر کو بھی گردن بلانے گئے۔

”افسوس یہ دونوں باتیں غلط تھیں، کوہمی نے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔
”کیا مطلب؟“

”بات ذرا تفصیل سے بتانا پڑے گی راجہ نواز امین۔ یعنی وہاں سے جب تم ویکوٹا پر پہنچے تھے اور وہاں سے نہیں کیپٹن نے سمندر پر دوڑا تھا اور درحقیقت یہ کیپٹن کی بہت بڑی غلطی تھی اور اس غلطی کے محرک مسٹر وکٹر ویلی ہی تھے۔ ترلوکا نے انہیں یہ ہدایات دی تھیں کہ راجہ نواز امین کو کبھی اس طرح نقصان نہ پہنچایا جائے۔“

بلکہ اس کی زندگی کا تحفظ کیا جائے کیونکہ وہ ترلوکا کا شکار ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ لوگ تمہارے بارے میں نہیں جان سکتے تھے اگر وہ جانتے تو تمہیں ہلاک نہ کرتے وہ تمہیں پلین کا ڈی جی سمجھتے تھے۔“

”کوہمی ایک لمحے کے لئے رکا۔ اور پہلی بار مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا میرے بدن میں چیونٹیاں سی رہنے لگیں اور میری چوٹی حس کچھ بہ رہی تھی۔ بہر حال میں نے خود کو پرسکون رکھا اور خاموش بیٹھا رہا۔

”لیکن ترلوکا نے اپنے خصوصی اسکوڈ کو ہدایت کر دی تھی کہ تم پر ننگا رہ گئے۔“
”خصوصی اسکوڈ؟ میں نے کہا۔

”یہ لوگ اس وقت سے تمہارے پیچھے تھے مسٹر نواز جب تم نے زنجی کی گمشدگی محسوس کی تھی۔“

اب مجھے اس بات کا کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ مسٹر ایمان کوہمی وہ نہیں ہیں جو آج تک نظر آتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت کچھ اور ہی تھی۔

انہوں نے کہا، تو مسٹر نواز یہ خصوصی اسکوڈ مستعد تھا کہ اگر کہیں سے آپ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ آپ کی مدد کرے اور آپ کو محفوظ رکھے۔ چنانچہ آپ کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی کیونکہ اس جگہ اختلافات کرنے گئے تھے جہاں سزائے موت دی جانے والی تھی۔ لیکن آپ نے خود ہی اپنا بچاؤ کر لیا اور پولیس کے چنگل سے نکل گئے۔“

”ایک سوال کر سکتا ہوں مسٹر کوہمی؟ میں نے ہونٹ پیچھنے کہا۔

”مزور۔“

”آپ کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟“
”اوہ۔ یہ سوال وقت سے کچھ پہلے کر رہے ہیں مسٹر نواز۔ کوہمی سنبھلے ہوئے کہا۔

”یہ مزوری ہے؟ میں نے سپاٹ لیجھی میں کہا۔“
”آپ کی مرضی۔ یہ معلوم کرنے کے بعد آپ کی اس کہانی سے دلچسپی ختم ہو جائے گی۔“

”اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ براہ کرم آپ اس کی وضاحت کریں۔“

”مجھے آپ کی مرضی۔ آپ کو یہ سن کر شاید خوشی ہوگی کہ میں اس خصوصی اسکوڈ کا انچارج ہوں۔“
”آپ؟ میرے روٹھے کھڑے ہو گئے۔

”جی ہاں۔“
”گویا آپ؟“

”ہاں۔ میں ترلوکا کے خصوصی اسکوڈ کا چیف کوہمی ہوں۔“
مسٹر کوہمی نے جواب دیا اور میرا ہاتھ سے اختیار جب کہ طرف دیکھ گیا۔ ہسٹول میری جب میں موجود تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے باہر نکال لیا۔

”بقیہ کہانی میں ذرا مختلف انداز میں سنوں گا مسٹر کوہمی؟ میں نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

”میرا تعلق ترلوکا کے خصوصی اسکوڈ سے ہے اور ترلوکا نے بلاوجہ یہ منصب مجھے نہیں دیا۔ تمہارے بارے میں مجھے مکمل ہدایات مل چکی ہیں اور میں نے ہر لحاظ پر نگاہ رکھی ہے۔ تمہارا ہسٹول اس وقت خالی کر دیا گیا تھا جب تم سو رہے تھے۔“

”اوہ۔“ میں نے ہسٹول کے وزن کو محسوس کیا اور پھر اسے مینز پر ڈال دیا۔ وہ واقعی خالی تھا۔

”باقی کہانی سننے کی اجازت ہے؟ کوہمی نے کہا۔“
”مزور۔“ میں گہری سانس لے کر لولا۔ یہ ذہنی جھکاؤ پر مشتمل تھا۔

”بات میں تک محدود نہیں ہے مسٹر نواز۔ ایک نگاہ عقب میں بھی ڈال لو، میں چونک کر بیٹھا۔ عمارت کے دو طالع دروازے پر موجود تھے جانے بچانے لوگ تھے اس سے قبل میری خدمت کرتے تھے۔ لیکن اس وقت دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں نظر آ رہی تھیں اور وہ مستعد تھے۔ کوہمی نے کہا۔

”آپ مسٹر بیگن سے ملے۔ معمولی سے لاکرن تھے ان کے ہاتھ سے آپ یہاں پہنچے اور میں بھی آپ کے ساتھ سفر کرتا

پڑا۔ اس کے بعد آپ کی کارکردگی پر نگاہ رکھی گئی۔ مسٹر ویلی کو آپ کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی لیکن وہ آپ پر نگاہ رکھنے میں ناکام رہے جس کے نتیجے میں وہ ترلوکا کی نگاہوں سے گزر گئے۔ ایک بے خبر انسان کو ترلوکا جیسے شخص کا خادم نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ ویلی کو اس منصب سے ہٹا دیا جائے۔ آپ کو انہوں نے۔۔۔ جہاز سے نیچے پھینک دیا اور میں نے آپ کو بچایا اور یہاں لے آیا۔ ہسٹول برگ ڈکٹر تھی کے نہیں میرے ساتھیوں میں تھے اور ایتنا برگ بھی میرے لئے کام کر رہی تھیں۔ پھر منصوبے کے تحت آپ کو ویلی کے راستے پر لگایا گیا۔ لیکن دیکھ لینی تو ہاں سات گنوں کا قتل اور مارکوس ٹریڈرز کی تباہی ہماری غفلت کے نتیجے میں ہوئی ہیں یہ سوچ کر مٹھن ہو گیا تھا کہ اب آپ میرے قبضے میں ہیں اور میرے بغیر کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن آپ نے مسٹر نواز مجھے تلے بغیر یہ کام کر ڈالا۔ بہ طور یہ نقصان افسوسناک تھا لیکن براہداشت کرنا پڑا۔ ہسٹول برگ نے آپ کو ویلی کا پتہ بتادیا اور آپ نے ویلی کو ختم کر دیا۔ ترلوکا بہت بڑا انسان ہے وہ کیا کرتا ہے اس کا کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ آپ کے لئے اس کی ہدایت ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔“

میں سننے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ شدید دکھ تھا اس بات کا کہ کوہمی نے مجھے بڑے اطمینان سے بے وقوف بنایا تھا لیکن بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔

”اب کیا پروگرام ہے؟ میں نے پوچھا۔“
”میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آسانی سے آپ کو سالانہ آنٹوپو پنپا سکتا ہوں۔“

”اوہ۔ تو اب تم مجھے ترلوکا کے پاس بھجوادے؟ میں نے کہا۔“
”ہاں۔ یہ اس کا حکم ہے۔“
”ترلوکا وہاں کیا کر رہا ہے؟“
”وہ کیا کرتا ہے کسی کو نہیں معلوم۔“
”تم اس کے قلام کیوں بنے ہوئے ہو۔“

”اس لئے کہ اس کی غلامی کسی ملک کا وزیر اعظم ہونے سے کہیں بہتر ہے اس کے خادموں کو جو اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ بڑے بڑوں کو حاصل نہیں ہوتے۔“

”ٹھیک ہے میں خود بھی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا اور وہ مینوں مسکراتے گئے۔ زمر برگ ری تھی ان کی مسکراہٹ مجھے لیکن اس وقت واقعی بے بس تھا۔

197

انہی برگ نے کہا: میں آپ کے ساتھ سالانہ آنٹوپو جانوں گی۔ مسٹر نواز؟

”کب جانا ہے ہمیں وہاں۔؟“

”ابھی۔ آج ہی۔ یہ معلومات آپ کو فراہم کرنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ فوری مل کیا جائے۔ انہی برگ نے کہا اور دفعتاً اس نے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا جو مین کے نیچے تھا اس ہاتھ میں اب اسٹگ دلی ہوئی تھی اس نے اب اسٹگ کا پھلپلا حصہ دہرایا اور اس سے ایک بھروسے رنگ کا شمارا نکل پڑا جس کا رخ میرے چہرے کی طرف تھا۔ مجھے اپنا سانس بند ہونا محسوس ہوا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ مینز کی سطح پر لٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن۔ یوں لگتا تھا جیسے میرے ہاتھ میرے نذرہ گئے ہوں۔ پورا بدن بے جان ہو گیا تھا اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔

جس وقت ہوش آیا تو چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا ایک لمحے تک تو کوئی احساس نہ ہوا لیکن پھر احساسات جانتے گئے واقعات یاد آئے اور میں اچھل پڑا۔ پھر میں نے اپنے بدن کے نیچے کی جگہ ٹٹولی، کوئی بستر ہی تھا نرم اور آرام دہ لیٹر۔ اور غور کیا تو ایک تیز ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ کانوں میں اڑکڑکنڈیشنز بٹنے کی آواز آ رہی تھی لیکن یہ اندھیرا کیا میں اڑھا ہو گیا ہوں۔ روشنی کی کوئی ریش بھی تو نہیں تھی۔

میں نے پاؤں زمین پر رکھے قالمین تھا اتر کر کھڑ ہو گیا اور اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ تاریکی میں سیدھا آگے بڑھا اور ایک دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ دیوار ٹٹولی تو سوچ بورد پڑا ہاتھ پڑا مین مین تھے ایک ایک کر کے بدلنے تو ایک مین سے کرے میں روشنی ہو گئی۔

ہاں اسے مکروہی کہا جا سکتا تھا لیکن گول اور ناہموار دیواریں قدرتی تھیں یعنی پتھروں کی۔ اور یہ جگہ یقیناً غاروں میں تھی۔ فوراً ہی ایک نام ذہن میں اچھلا۔ سالانہ آنٹوپو یقیناً مجھے سے ہوش کر کے سالانہ آنٹوپو میں ہی لایا گیا تھا۔ دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اگر یہ جگہ سالانہ آنٹوپو ہی ہے تو پھر ممکن ہے زہی بھی یہاں موجود ہو، ہاں بلاشبہ ترلوکا کی خول میں آ گیا تھا۔ یا وہ آسانی سے زہی کو میرے حوالے کر دے گا۔ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ بے شمار خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ غاروں کی یہ دنیا مجھے بڑی عجیب لگ رہی تھی، کوہمی یہاں اس قسم کے واقعات سے واسطہ نہیں پڑا تھا اس سے قبل بھی لیکن اوقات ایسا ہوا تھا لیکن اس بار صورت حال کچھ مختلف تھی۔

میں سوچ رہا تھا اب تو رکاوٹ کا پھوٹے زردے کا میرے اور اس کے درمیان ابھی بہت سے حسابات باقی تھے بہ طور زندگی کی اتنی پرواہ نہیں تھی۔ بات صرف زندگی کی تھی اور اس کے لئے مجھے کوئی فیصلہ کرنا تھا۔

کافی دیر تک غار میں کھڑی ہی تمام باتیں سوچتا رہا پھر فوراً کیا کہ یہ اگر کئی دن گزرتے تو میں رہا ہے ہوا کہاں سے آ رہی ہے غار کی دیواروں میں مجھے چھوٹے چھوٹے تین تین سوراخ دو تین جگہ نظر آئے اور تیز سرد ہوا اسی جانب سے آ رہی تھی نیچے فرش پر بڑا سرخ خالین بچھا ہوا تھا جس میں پاؤں دھسنے جاتے تھے۔ ایک جانب بڑی خوبصورت سی راتنگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی، دو آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک بیٹھا اس چھوٹے سے گول غار میں نہایت ہی مناسب انتظام کیا گیا تھا۔ پھر مجھے اس کے دروازے کی تلاش ہوئی اور ایک سمت دروازہ بھی نظر آیا۔ گول سوراخ تھا جس کے اوپر سیاہ رنگ کا ایک خوبصورت بین لگا ہوا تھا، میں نے اس کے قریب پہنچ کر پیش پر انگلی کھینچی تو پتھر لہ دروازہ اٹھنے لگا اور کھلا کر کئی سرسراہٹ بھی محسوس نہ ہو سکی، گول سوراخ جس کا قطر چھ فٹ سے کم نہیں تھا کھل گیا۔

اس میں سے باسانی باہر نکلا جا سکتا تھا، سوراخ کھلنے کے بعد دوسری طرف ایک روشن جگہ نظر آئی تو کیا مجھے قید نہیں کیا گیا تھا۔ اگر ان گولوں نے اس بات کا انتظام نہیں کیا تھا تو پھر مجھے کیا پڑی تھی کہ اس غار میں چلا ہوا سڑتا ہوا چنانچہ باہر نکل گیا۔ یقیناً رات کا وقت تھا اور رات بھی غالباً تھی کہ شاید اس کا دوسرا پہر گزر چکا ہو۔ کلائی پر بندھی ہوئی کھڑکی میں دقت دیکھا تو دو بیچے تھے، میرا اندازہ درست تھا۔

غار کے باہر ایک لمبی سی راہ لاری تھی جسے راہ لاری کہا جا سکتا تھا، درندہ و حقیقت وہ ایک سرنگ سی تھی، سرنگ کے دونوں طرف پتھریلی اور سپاٹ دیواریں تھیں، البتہ چھت پر تقریباً دس فٹ کی بلندی پر بلب لگے ہوئے تھے ہر بلب تقریباً دو سو وولٹ کا تھا اور ان سے تیز روشنی ہوتی تھی۔

سرنگ کا اختتام ایک بڑے سے ہل میں ہوا تھا جہاں روشنی تھی یہ ہل بھی قدرتی غار میں تھا۔ سامنے بھی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا میں تحسین میں ڈوبا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پیچ و دوپہنچ راستوں سے گزرتا ہوا بالآخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اس غاروں کی دنیا کا آخری دروازہ تھا۔ نازہ ہل کے جھونکے اندر آ رہے تھے۔ اب تک مجھے کوئی نشان

نہیں ملا تھا جس پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ لیکن اتنی آزادی سے میں یہاں آ گیا تھا۔ یہ الٹھی بات تھی۔

پتھرا پر نکل آیا سرسراہٹوں جھرا کھلا آسمان تھا چاند نہیں نکلا تھا اس لئے بس تاروں کی مدد روشنی میں بیچہ دروازے کی مانند نظر آ رہی تھی۔

جگہ جگہ روشنیاں جھلک رہی تھیں۔ ایک عجیب سی آواز کانوں میں آ رہی تھی۔ ہاں یہ آواز اس وقت مجھے عجیب ہی لگی تھی حالانکہ ایک طویل عرصہ اس آواز سے میرا واسطہ رہا تھا۔ یہ گنگاری کی آواز تھی۔

نہ جانے اس آواز نے کیا سحر طاری کیا تھا پھر کہ اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جگہ جگہ آوارہ گردوں کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ جس اور دوسری منشا کی کو نقصان میں رہی ہوئی تھی پرانی یادیں تازہ ہونے لگیں۔ اس ساجھل ان آوازوں نے مجھے کچھ یاد دلایا تھا۔ مامی کے اوراق کھلنے لگے تھے۔

دل میں ایک عجیب احساس لینے آگے بڑھتا گیا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں آوارہ گرد نشے میں ڈوب کر رقص کر رہے تھے درمیان میں ایک سوکھا مرقوق سا شخص گنگار بجا رہا تھا میں ان کے درمیان آکھڑا ہوا کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ میں کھڑا گنگار سنتا رہا پھر نہ جانے دل میں کیا آئی کہ آگے بڑھ کر میں نے گنگار بجانے والے کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

”لاؤ گنگار مجھے دے دو میں نے کہا۔“

”مزدورو! اس نے خوش اطلاقی سے کہا اور گنگار میرے ہاتھ میں تھا دیا۔ آوارہ گرد رک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ میں نے گنگار کے تار چھوئے۔ انہیں ترتیب دیا۔ اور پھر برسوں پرانا ایک نغمہ گنگار سے چھوٹ پڑا۔ میں اس نغمے میں گم ہو گیا اس سے قبل بھی گنگار بجا تھا۔ ماہر تھا میں اس فن کا لیکن آج بونغمہ میں نے اس گنگار پر بجا یا اس سے قبل کبھی نہ بجا یا تھا۔ آج میرا دل دور ہا تھا میں ٹوٹا ہوا تھا۔ میں قیدی تھا چنانچہ گنگار رو رہا تھا اور آوارہ گرد سات تھے۔

میں گنگار بجا رہا تھا۔ مست ہو گیا تھا اس کی دھن میں پھر میں اس وقت چونکا جب کسی نے گنگار کے تاروں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک نوجوان لڑکی تھی حسین خندو خال کی ماگ۔ عجیب سی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا ”لاؤ گنگار مجھے دے دو۔ کتنا لاؤ گنگار“

اس نے گنگار میرے ہاتھ سے لے لیا لانے والے کہاں سے آئی تو ایک طرف سے آواز ابھی ”ہم پیدا ہوئے تھے تو روئے تھے۔ ہوش سنہا لا تو رو رہے تھے ہم نے بڑی مشکل سے آنسو روکے تھے۔ تو نے ہمیں پھر لار دیا کون ہے تو۔“ ایک اور آواز ابھی۔

”آج تو نے ہمیں غمزہ کر دیا“

”کون ہے تو؟“

”موسیقی کے دیوتا۔ ہمارے ڈوبے ہوئے دل کو تازہ کر دے ایک نغمہ ہمارے لئے؟“

”ایک نغمہ ہمارے لئے؟“

چاروں طرف سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ میں نکل گیا خواہ مخواہ جذباتی ہو گیا تھا۔ واقعی اپنے ساتھ ان بے چاروں کو لانے سے کیا فائدہ۔ میں اب اس منزل میں کہاں تھا کچھ سوچا اور گنگار لڑکی کے ہاتھ سے لیا۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ گنگار پر میری انگلیاں اب بھی اسی انداز میں چل سکتی ہیں۔ میں نے ایک نغمہ پھیرا ایک مست کن نغمہ۔ اور ڈوسری دور میں آوارہ گردوں پر سرد ہوجا گیا وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ چاروں طرف سے سسکاریاں ابھر رہی تھیں۔

وہ لڑکی میرے شانے سے شانہ لگائے کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں حیرت کی چمک تھی۔ دیر تک میں گنگار بجا رہا۔ میں نے وہی دھن شروع کر دی تھی جو میری ہی پیدا کردہ تھی۔ پھر میں نے گنگار اس شخص کے حوالے کر دیا جس سے لیا تھا۔

”نہیں نکار۔ یہ میرا نہیں ہے؟ وہ عاجزی سے بولا۔“

”کیا مطلب؟“

”یہ گنگار میرا نہیں ہے۔ اب تک اس نے یہ سحر نہیں چھوٹا تھا۔ اس نے اپنے نغمے چپا رکھے تھے مجھ سے؟“

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”جولس اباقو؟“

”جولس! ان تاروں کو اپنا پیار دے دو یہ تمہارے لئے نغمے تخلیق کریں گے۔ تمہارے پیار میں کمی ہوگی؟“

”وہ پیار کہاں ہے؟“

”تمہارے دل میں۔ اپنا دل ان تاروں میں شامل کرو تمہیں مایوسی نہ ہوگی؟“

”میں اسے تمہارا علیحدہ کچھ کر دکھا کرتا ہوں؟ اس نے کہا۔“

اور بڑی عقیدت سے گنگار میرے ہاتھوں سے لے لیا۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے ہاتھ میں تھری تھری نغمے کبھ رہے تھے۔ کافی دور چل کر میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرے پیچھے آ رہا ہے۔ پلٹ کر دیکھا تو وہی لڑکی تھی جس نے گنگار میرے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

”ہیلو۔ میں رک گیا اور وہ خاموشی سے میرے قریب آگئی۔ کیا بات ہے؟“

”میرا دل تمہاری انگلیوں میں رہ گیا ہے۔ واپس کر دو گنگار“

وہ بولی۔

”نہیں بے بی۔ زندگی خوابوں کا نام نہیں ہے؟“

”خواب زندگی ہوتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ تمہارے خواب دیکھے ہیں“

”زندگی جاگتی آنکھوں میں پلتی ہے۔ خواب دھوکہ دہوتے ہیں؟ میں نے کہا۔“

”میں دھوکہ کھانا چاہتی ہوں!“

”ہوش آئے گا تو بھی ہو جاؤ گی!“

”ہوش میں نہیں آؤ گی؟“ اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا پھر آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے ساتھ آ رہی تھی۔

”کیا نام ہے؟“

”گیتکو!“ اس نے کہا۔ میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ میرے پیروں کے پاس بیٹھے گئی تھی۔

”تمہا ہو؟“

”ہاں!“

”یہاں کب سے ہو؟“

”ایک ماہ سے۔ ایک ٹوٹی کے ساتھ آئی تھی۔ یہاں ہرے کرشنا ہرے رانا کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے؟“

”کیا نام ہے اس جگہ کا۔ کونسی جگہ ہے یہ؟“

”تم جہیں جانتے؟“

”تم بتا دو!“

”سان انٹرنیو!“ اس نے کہا اور میں غنڈی مانس لے کر رہ گیا۔ شبہ تو پہلے بھی تھا لیکن اب یقین ہو گیا تھا۔

مکان ان تو بیوکے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھی گیتو سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن جو کچھ بھی کرنا تھا سوچ بچ کر کرنا تھا۔ پہاڑی غار میں جہاں مجھے

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

<http://twitter.com/paksociety1>

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

ہوئی آہا تھا ہمیری مزوہیات کا تمام سامان موجود تھا اور اس کے بعد کچھ بروٹی باندی نہیں لگی تھی۔ تڑو لگے کہ اسے میں جو کچھ سامنا تھا اس سے بہ اندازہ تو بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ دنیا کا مفرد نژاد آدمی ہے اور کسی کو بھی خاص طریقہ نہیں لانا میرے سامنا اس نے جو ہے مٹی کا کھیل شروع کیا تھا اگر وہ چاہتا تو جس طرح زیدی کو خواہاں کیا تھا اسی طرح ہر لوگوں پر لگے لوگوں کی بارش بھی ہو سکتی تھی اور یوں اس کے دہن اور زبان اور صاف کھیل ختم ہو جاتا لیکن اس نے لیا سہ نہیں کہا نہیں اسی طرح چاہتا تھا کہ وہ مجھے استفادہ لینا چاہتا ہے اور شاید یہ استفادہ اسی طرح ہو کر چلا جائے۔ جی نہیں دیکھتا ہے کہ اس کے ہوجائے اور میں خود کو اس کے سامنے ایک بیعت اور لڑا انسان کی حیثیت سے بیٹھ کر کہوں بقیہ اسی ہی بات تھی اور اس لیے اس نے مجھے سے خلاف لٹے گئے کہے جا چکے تھے۔ مجھ میں نہیں آیا تھا کہ اب کیا کروں میں نے سوچا کہ اچھی انا کو فرار رکھنا ضروری نہیں ہے یہاں اس ماحول میں آنے کے بعد یہ تو دیکھا جائے کہ تڑو لگا کتنے باقی ہیں ہے اور اس کے لیے میں نے اپنے دل میں ہی فیصلہ کر لیا کہ میں یہاں ایک انسان کی حیثیت سے رہوں گا۔ فوجی علاقے کا فنی سرسبز و شاداب نظر آ رہے تھے۔

سان ان تو بونیکا پر حصر صرف پہاڑیوں پر ہی مشتمل نہیں تھا بلکہ یہاں آوارہ گردوں کے لیے بیہنگ بھی بنائی گئی تھی اور وقت دور ایک جگہ سرکاری نظر آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس مرکز کی طرف نکلا جائے ہتھ تو چلے کہ تڑو لگا مجھے نہیں قید رکھتا چاہتا ہے یا اس نے مجھے ذہنی طور پر معطل کرنے کے لیے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہوں۔ چنانچہ گینتوں سے خاموشی اور تنگ گفتگو کرنے کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر گھبرا گیا تو جو ان بھی گینتوں سے پہاڑ کرتی تھی اور میرے گناہ کی کشتش سے میرے نزدیک آئی تھی۔ اس سے جان چھڑانے کے لیے خاموشی منت کرنا پڑی اور اس کے بعد میں مرکز کی سمت نکل آیا۔ میں نے مرکز کے کنارے سے سفر شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ مرکز کہاں جاتی ہے لیکن ہے۔ مجھے کسی آبادی تک سے چلنے ممکن ہے یہاں سے نکل لینے کا ہنر یاد رہتا ہے ہی میں چھٹک لپٹا رہے لیکن جزیات تو اب زندگی میں شامل ہو گئے تھے اس سے آگے جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ جس چلنا رہا ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا کہ کوئی فکر خود پر مسلط نہیں کرتی تھی میں نے فحوس کر لیا تھا کہ یہاں ایک آوارہ گردوں کو نہ مٹا کے پھیلوں سے آزاد کھانے پینے کے لیے ہی کوئی چیز نہیں تھی لیکن مجھے کوئی فکر نہیں تھی اب تڑو لگا زمانا تھا۔ خصوصاً ان سے میری برافغان نظر آنے جہاں چل کر جوئے تھے۔ میں نے اطمینان سے پھیل کھلے اور وہاں سے آگے بڑھ گیا ابھی تک مجھے کسی سے روکنے کی جدوجہد نہیں کی تھی

تا حد نگاہ خشک پہاڑ اور بڑے نظر آ رہے تھے۔ کوئی سماری مجھے مرکز پر چلتی ہوئی نظر نہیں آئی تھی۔ یہاں تک کہ کوئی وقت گزر گیا۔ بیوٹک لگ رہی تھی کچھ سوچا اس دوران کھانے پینے کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا تھا شہر طور پر کھانے کے علاوہ اور کیا جاسکتا تھا۔ زیدی کا تصور ذہن میں آتا تو میں نے اپنے ذہن کے تمام راستے بند کر لیے۔ اس وقت اسے یاد کرنا مناسب نہیں تھا۔ تڑو لگنے لگے اپنے مزید مقابل طلب کر لیا تھا اور اب جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس طرح کہا جاتا تھا کہ تڑو لگا خود ہی اس زندگی کا نشانہ ہو چکا ہے۔

زحلے کتنا وقت مزید گزر گیا پھر وہاں پہاڑ برابک پہاڑ نظر آ رہا جس کی چوٹی پر سفید برف کی ہونی تھی لیکن مجھے پہاڑ کے دامن میں کچھ بیڑھیاں بھی نظر آئیں۔ یہ مخصوص انداز کی بیڑھیاں تھیں۔ یہاں سفید برف لگ رہی تھی میری نگاہیں باقی کی تلاش میں چلنے لگیں پھر طور میں نے مرکز چھوڑ دی اور ان بیڑھیاں کی جانب قدم بڑھا دیا۔ چوٹی کے ایک مخصوص حصے تک پہنچنے کے لیے کافی بیڑھیاں طے کرنا پڑی تھیں مشکل چڑھائی تھی لیکن میں ادھر پہنچ گیا اور پہنچنے کے بعد مجھے ایک دوپٹہ جگہ نظر آیا۔ ایک چٹان سا نمایاں کی طرح کھڑی ہوئی تھی اور اس کے نیچے کافی سنگل تھی۔ میں اس مستطیل جگہ بیٹھ گیا۔ میں لوں لگتا تھا جیسے کوئی بیٹ نہرا ہو تو تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد بیٹھنے اٹلا اور میرے سر پر روانہ ہو گیا۔ دوپٹے کی طرف تڑو لگانے مجھے پوری پوری آزادی دی تھی۔ میں سمست رفتاری سے چلنا رہا۔ یہاں تک کہ شام گئی سورج چھپ گیا بہت دور ہے آسمان پر بادلوں کے تھوڑے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے دوپٹے کی شدت میں کمی ہو گئی تھی۔ اب میرے دونوں سمت گیری گھاٹیاں شروع ہو گئی تھیں البتہ بیڑھیاں سمست تھیں اور ہوا چل رہی تھی چھ کالوں کو ایک تہی کا مٹی احساس ہوا تھا کسی گاڑی کی آہن کی آواز تھی۔ اسے طویل سفر کے دوران پہلی بار اس مرکز پر کسی گاڑی کے آہن کی آواز سنی گئی تھی۔ میں ڈر کر دوڑنے لگا ایک تو لیونٹ کا رخ تھی جس کے آہن کی آواز بہت مدد تھی لیکن اطراف کے سناتے ہیں بخوبی سنائی دیتی تھی میں ڈر کر دوڑنے لگا جیسا ہوا تھا اس لیے تڑو لگا کر نے والے کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی لیکن بہ طور دور میرے قریب آئی جارہی تھی رفتار زیادہ بڑھ نہیں گئی۔ میں نے اس پر نگاہ ڈالی لیکن روکنے یا فرار لینے کی کوشش نہیں کی وہ میرے قریب سے آگے بڑھ گئی لیکن پھر تڑو لگا دوڑنے کے بعد گئی میں اپنی جگہ کھڑا رہا تھا کہ ریورس ہوئی اور میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں بے شمار خیالات آئے تھی جو رکنے کے بعد اور اس کے لیے تڑو لگا کے بعد گاڑی اور میرے گرد رہی ہے بقیدمان لوگوں نے

فل ہی نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن ہے کسی خاص ذیلیے سے لگا رہی جا رہی ہو اور اب وہ مزید کوئی قدم اٹھانے کے ساندھوں فیصلہ تو کر لی چکا تھا خود کو اس طرح معوم بنا کر تڑو لگا اپنے راستے کی تمام مزاحمتیں ختم ہونے کا احساس ہو گیا پھلدا جائے وہ محسوس کرے کہ میں گویا اس کی دعوت پر پہنچا ہوں اور بیٹھنے سے زندگی گزار رہا ہوں۔ بہ طور میں نے کھڑا رہا۔ کار کی کھڑکی کے کسی نے ہنر نکال کر میری طرف لہا اور میں وہ واقعہ آگے بڑھ گیا۔ کار کے اندر جو کوئی تھا اسے ہر سے متعلق ہے ایک بجلی سی آواز سنائی گئی۔ وہ ایک خوبصورت گفتگو اور نگاہ کی لڑکی تھی جس کے بال گہرے سرسبز تھے اور اسے اندازہ ہوا کہ گاڑی میں سوار ہے۔

ہیلو! اس نے سب سے آواز دی کہا۔
ہیلو! میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔
آ جاؤ! اس نے شاید مجھے کوئی آواز دے رہی تھی تھا تھا اور اڑا سے اختیار کرنا تھا کچھ سوچا ان علاقوں میں بیڑھیاں ہی کا ذکر کرنے پر ایک اور واقعہ کھول دیا اور میں اطمینان سے انداز لیا کہ میرا ایک سبب ہر ماہیچا۔ اندر پہنچ کر میں نے دیکھا وہ تھی لیا سہیے ہونے تھی شناؤں پر برسوں کی کھال چڑھی ہوئی ان بیڑھیاں پر بیڑھیاں کے بال بیلے تھے۔ جڑیں زمین پر کہاں سے وال بخت نہ رکھی ہیں۔ بدن سے کوئی اعلیٰ قسم کی خوشبو نکلتی تھی میرے اندر بیٹھے کے بعد اس نے کار کے گھر ٹھکانے کہاں سے آ رہے ہوں؟ بخوبی دور چلنے کے بعد اس نے سے بال چھیننے ہونے کہا۔
اسان ان تو جوئے۔ میں نے جواب دیا۔
کہاں سے؟
اسان ان تو جوئے۔ میں نے پھر کہا اور وہ ہلکا سا ہنر لگا کر پڑی۔
ایکوں؟ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟
اس سے پہلے ان علاقوں میں نہیں آئے شاید اس کے پھر شرارت آمیز مسوا کرتی تھی۔
میں اب بھی نہیں سمجھا اس سے؟
ایشیالی۔ ہیرا نام تھی ہے۔
مشکر میں سبھی میرا نام فرزند سے ہے۔
اوہ۔ اچھا اچھا۔ مسٹر فرزند اس آپ ان علاقوں میں شاید لگتے ہیں۔
ابھی معلوم کرنا چاہتا ہوں آپ نے یہ الفاظ کیوں کیے؟
اس لیے کہ اسان ان تو جوئے کی محدود علاقہ نہیں ہے۔ آپ اگر

چاروں اور چاروں کی طرح سفر کرتے رہیں تب ہی سان ان تو جوئے کی شکل دستوں میں نہیں محسوس کرتے۔
"اوہ۔ یہ بات ہے۔" میں ہنس پڑا۔
"ہاں اب بتائیے آپ نے کیوں کہا کہ آپ سان ان تو جوئے آرہے تھے؟"
"دراصل میں جن پہاڑیوں میں موجود تھا میں ان میں ہی سان ان تو جوئے کی پہاڑیوں میں تھا۔"
"کوئی کہنگ ہوگی شاید لڑکی نے کہا۔"
"شاید۔"

"دیئے آپ مجھے تارک الدینا معلوم ہوتے ہیں؟ مسٹر فرزند نے نہیں۔ مگر وہ دیکھا ہوں۔ میں نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے اس کا پاؤں ایکٹیلو پر سے ہٹ گیا۔ پہاڑ نہیں لگتی کوئی استرا کی کیفیت تھی باصرف آفتاب کیونکہ وہ سرسبز لگتی تھی بھرپور شاداب تھا۔
"مجھ جواب دیا تھا آپ نے۔ آوارہ گردوں کا علم تو خیال تو نہیں ہوتا۔"

"ہیں انہیں جاننا کہ کوکس کس انداز میں سوچتے ہیں۔ میں صرف حالات کا فائل ہوں سوادت کا فائل ہوں ہمارا ریزہ صرف ماحول سے ہے ہم حالات کے ماحول کی کتنے پہاڑیاں ہیں لٹوڑا نے دلنے ناروں کی حرکت سے متحرک خود ہماری رہی کوئی جذبت نہیں۔ ہم وقت کے غلام ہیں اور غلاموں کی سوچ اپنی نہیں ہوتی۔ میں نے صحیح کہا کہ میں تارک الدینا نہیں مگر فرود دیکھا ہوں۔ میں نے خود ہی فرل کھوئی ہے اور اب مجھے خود پہنا نہیں کہ کتنا سوخا ہے صحیح بات تو ہے میں نے زندگی صرف ایک سوز سے ہونے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ ایک خطہ زمین کے جوئے سے مکان میں رہ کر ہی سفر جاری رہتا ہے اور وہاں گری ہیں ہر شہر کے راستوں سے گزر کر ہی۔ بالآخر سفر ختم ہو جاتا ہے اور زندگی شادب کوئی کی دادیوں میں جاسکتی ہے۔"
"کھلا سزا ہو۔" وہ ہلکے سے مسکرائی۔

"زندگی کا فلسفہ جیسا ہی ہے۔ تم مجھے اپنی زندگی کے بارے میں بتاؤ گا تمہاری زندگی کے سوز کا رخ کسی اور جانب ہے یا تم سا کرتے ہو؟"

**محمود خاور کا نیا دھماکہ
میرا کون ہے**

”مجھے پوچھنا جائز نہیں ہے۔ وہ لولی
 ”اوہ۔ معافی چاہتا ہوں۔ واقعی تم لوگوں کو اتنی پوچھنا
 باقوں سے کہا دیکھی ہو سکتی ہے۔“
 ”بس لڑکی ہوں لیکن جاہل نہیں ہوں۔ لہذا مجھے کچھ گھٹے
 ماحول کی باتیں پسند نہیں ہیں شاید پھر پھر زندگی کے ساتھ لولی
 گہری کہانی درست ہے۔“
 ”تمہیں تمام کہا نہیں جا چکا ہوں صرف یہ متک رہنا ہے
 جو سیدھی سچی جا رہی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس متک کے ریسٹے
 کس کس طرف منقطع ہوتے ہیں۔“
 ”اگے ایک لٹی ہے۔ مگر سب تو خولصورت علاقہ ہے نہیں پسند
 آئے گا۔“
 ”تم کہاں جا رہی ہو۔“
 ”بس یوں کھولنی انحال کر نوٹنگ میکن یہی ممکن ہے اس
 سے آگے جڑھ جاؤں۔“
 ”تم بھی آوارہ گرد ہو۔“
 ”ہاں یہ کہہ سکتے ہو، تمہارے فلسفے کی زبان میں، میں بھی آوارہ
 گرد ہی ہوں۔ اس نے گول گول سا جواب دیا۔ میں اس جواب کو
 بخوبی سمجھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کون ہے لیکن خود کو پہلا وہ دن
 کے لیے میں اس سے احتیاط رکھنا کر رہا تھا۔ اور اگر وہ عقل مند ہے
 اور میرے بارے میں جانتی ہے تو اس کے دل میں بھی یہ خیال ہو جاتا
 ہو گا کہ میں اتنا سچی نہیں ہوں کہ اس کی شخصیت کو کچھ نہ سوں
 تاہم میرا فیصلہ سب ہی وہی ہے کہ حالات کو سلی ننگاہ سے دیکھو اور
 نظر انداز نہ کر لے۔“
 ”تمہارا شک یہ کہہ رہی ہے کہ جسے کسی آبادی تک پہنچنی
 ”مگر جو سے تقریباً ایک میل پہلے ایک خولصورت تھیں ہے۔
 دراصل تمہارے مجھے میرے سوالوں کا جواب نہیں دیا دلیہ بہ جواب
 مجھے خود مل گیا ہے۔“
 ”جو تیری سچی بات ہے لیکن میں تمہارے الفاظ کا مطلب نہیں
 سمجھ سکتا۔“
 ”میں نے کہا نا تم سے میں پوچھ رہی کہ اس ان تو تمہارے
 میں کہا جانتے ہو، لیکن اس سے پہلے ہی تمہارے آگے بات
 کہی تھی جس سے میں سمجھ گئی کہ ان علاقوں کے بارے میں تمہاری معلومات
 نہ ہونے کے برابر ہے۔ ویسے تم ذرا مختلف قسم کے انسان معلوم ہو جاتے
 ”کہا مطلب؟“
 ”اس قسم کی میں کسی آوارہ گردوں کو سنتا دے چکی
 ہوں۔ سب کے سب چرس کے نشے میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مگر وہ
 ہزار

قابل رقم لیکن تمہاری بخوبی ہے کہ تم ان آوارہ گردوں کی طرح
 نگہدے نہیں ہو۔ ان میں سے بعض تو ایسے کے مجھے اپنی ممانعت
 پر شرمندہ ہونا پڑتا۔“
 وہ ہنسنے لگی۔ پھر اس نے ایک خولصورت چمکا کر لولی کو
 دی۔ سامنے ہی ایک خولصورت جمیل نظر آ رہی تھی جس کے
 کنارے درختوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھ کھینچ
 کر کے اور ہاؤں پھیلا کر ایک الجھلائی لی اور آہستہ سے لولی۔
 ”خوب ٹھنک گئی ہوں۔ لیکن ابھی تھوڑی دیر کے بعد جان لیوا
 آئے گا اور لوں محسوس ہوگا کہ یہ تمہیں اس جان لیوا کا ایک ٹکڑا ہے۔
 ساری جمیل چاندنی سے جھنگل کے گی تو ماحول میں جمیل ہی جمیل
 کھل جائیں گے اور اس وقت یہ علاقہ آنا خولصورت ہو جائے
 گا کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔“
 ”ہوں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ دفعتاً وہ چونک کر لولی۔
 ”صیوکے ہو؟ میری آنکھوں میں سحرکات آ گئی۔“
 ”محسوس تو یہی ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔
 ”اوہ! ایک منٹ۔ وہ دروازہ کھول کر بیٹھے، زنگی۔ کار
 کی ڈنگ میں کافی عجیب نشانی اور پوری ڈنگ میری ہوتی تھی۔ خوراک
 کے ڈبے، پیرول کے ٹی اور نہ مانے کہا گیا۔ اس نے پی کی ہوئی خوراک
 کے چند ڈبے ڈبل روٹی اور باقی کا ٹی نکال لیے اور پھر ایک جمیل
 سی دردی نکالی اور اس کے قریب ہی نہین پر رکھا دیا۔
 ”میں سمجھتا ہوں۔ وہ بے گفنی سے لولی۔ اور باقی مار کر بیٹھ گئی۔
 ابھی چاند نہیں نکلا تھا لیکن ستاروں کی مدد میں روٹی میں اس کے
 خدو خال سے حد تک نظر آ رہے تھے۔ وہ ٹی گڑھے سے ڈبے کاٹنے لگی۔
 میں نے کراس کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ چونک کر کھینچنے لگی۔
 اور پھر وہ ہنس پڑی۔
 ”کیوں؟ میں نے ایک ڈبہ کھولتے ہوئے پوچھا۔
 ”اگر تم موجود نہ ہوتے تو مجھے ہی یہ کام کرنا پڑتا۔ دراصل رو
 خود کو عورت سے برتر سمجھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ اچھے اور میرے انداز
 میں وہ خود کو عورت پر فوقیت دیتا ہے اور اس برتری پر وہ بطور
 ہونا ہے۔ حالانکہ عورت سماجی طور پر مرد سے طاقت ور ہے۔“
 ”ہاں میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے شرارت سے
 انداز میں کہا۔ اور اس طرح وہ مجھے لٹی جیسے ہر اہلہ کھنڈہ زبانی
 ہو رہی تھی تو میں سے ڈبے کھول کر اس کے سامنے رکھے تو وہ لولی پڑی۔
 ”تم کچھ کھینچنے کو رک گئے۔“
 ”نہیں میں حملہ پورا کر چکا ہوں۔ میں نے شرارت سے کہا۔
 ”تم نے عورت کی سماجی قوت کو تسلیم کر لیا تھا۔ آخر کیوں؟“

”چھوڑو۔ تمہاری بیکاریا میں ہیں۔ میں نے کہا۔ اور دفعتاً وہ
 لہ چری۔
 ”اوہ۔ اوہ۔ ابھی میں۔ ابھی جری ویسب بات ہے۔
 ”دلیہ بے باکیشی تم مجھے سے متفق نہیں ہو۔“
 ”جیسی میں اس سلسلے میں تجربات نہیں رکھتی۔ اس نے کہا
 یہ عقیدہ لگا ہوا دکھانے کے بعد میرے سر دکا پی ٹی اور مانی ڈبے
 مغز آ پھال دیے۔ پھر کھڑے ہو کر جا رہا تھا اور اسے دکلی میں
 بس کر باقی بچا ہوا سامان بھی رکھ دیا گیا۔ لڑکی نے ایک کارڈ
 جی سحریت کا پینٹ نکال لیا اور میری طرف رخ کر کے لولی۔
 ”بیٹے ہو۔“
 ”نہیں۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”بدنشینی سے بیٹا نہیں ہوں۔“
 ”بھیرے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا۔
 ”تھیک ہے۔ لیکن میں بیٹا نہیں ہوں۔“
 ”عجب کی بات ہے۔ دلیہ میں بیٹا ہوتی ہوں۔ اس نے کہا اور
 آہستہ کش لیے لگی۔ جس کی ہنسی کو پوچھا میں یہیں لٹی تھی۔
 ”میں نے کھڑکوں کے بیٹھے پڑھا کر دو اسے لاک کیجیے اور اس کے
 میں اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ ہم دونوں جمیل کے کراسے کنارے
 قلمی کرنے لگے۔ پھر وہ آہستہ سے لولی۔
 ”ان آوارہ گردوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ آوارہ
 باز زندگی کے انتہا تک پہنچا زندگی کی نشاندہی کرتی ہے۔“
 ”پتہ نہیں لیس۔ لوگ انسانی تہذیب کا مذاق اڑاتے
 ان کا خیال ہے کہ تہذیب کے دور کا انسان زیادہ تہذیب اور ان
 گا اور اس دور کا انسان غیر تہذیب اور حتیٰ ہے۔ موجودہ تہذیب
 دل کی تہذیب ہے۔ یہ خود کو تہذیب دیتے ہیں۔ نشہ آور دوا
 کو عرق کے اپنے آپ کو بھول جانے کے خواہش مند ہوتے
 وکر رہنا ہے۔ اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کر سکتے۔ اس لیے
 کی طرح آہندہ کر کے پھر انکھار کرتے ہیں۔ حالانکہ انکھند کر کے
 نذر تہذیب بدل جاتے۔ یعنی۔ سو لے اس کے کہ انسان دینا ہے
 ٹھنک ہو جاتا ہے۔“
 ”مجھے کچھ آہستہ سے بڑی خولصورت بات ہے۔ میں خود ہی ان
 قلمی نہیں ہوں کی ضرورت ہے کہ سر جھانڈنا تھا۔ ٹھنک دینا
 بدل بدل کر مڑوں پر لگیوں میں، شہروں میں آوارہ
 لے پھر وہ جو کہ بہت رنج و برہم کے کش لگاتے رہا اور
 لہ خود کو ایک نسل سمجھ رہی ہیں تو اس نسل کو بدتر نسل

تصور کرتی ہوں۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم دونوں کافی
 دیر تک جمیل کے کنارے چہل قدمی کرتے رہے اور پھر ہاتھوں کی
 اوٹ سے جانڈے سر اٹھا رہا اور پھر مسکراتا ہوا ہر اٹھا گیا۔ اس کی
 حسین روشنی نے زمین کو نور کر دیا۔ تاریکی چھٹی اور ماضی جاگ
 گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھ سے سازوں کی ڈان بھری ادھم
 دونوں چونک پڑے۔ مٹن کی ڈان جی سے ہٹم اور سے مٹن گئے۔
 ”یہ کون ہے۔ میرے ہنر سے بے ساختہ لگا۔ اور جی سحرانے
 لٹی تھی۔“
 ”تمہارے خیال میں کون ہو سکتا ہے۔“
 ”کہا گیا جا سکتا ہے۔ یہاں تو اس جمیل اور جمیل کے اطراف
 بھیرے ہوئے درختوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا۔“
 ”مگر تمہارے خیال میں یہ کوئی آفاقی لغز ہے؟ اس نے سوال
 کیا۔ دونوں کی کارستانی میں دلیہ کے ہاتھ میں برقیں رکھے ہوئے
 ”روح ہی تو کائنات کی سب سے لطیف شے ہے۔ بجلا دونوں
 پر کون لٹی نہیں رکھتا۔“
 ”دلیہ پر مجھے اسی نسل کے لوگ معلوم ہوتے ہیں ان اطراف
 میں جو جگہ بھیرے ہوئے ہیں ان کے لیے کوئی بھی جگہ ان کی پسند
 ہو سکتی ہے ضروری نہیں ہے کہ آبادیاں قریب ہوں۔ دلیہ گروٹوں
 میں کئی نشانات کے اڈے موجود ہیں اور وہاں سے ہی انہیں نشانات
 حاصل ہو سکتے ہیں۔ آؤ چلیں دیکھیں یہ جیسے ہی ہوتے ہیں انہیں
 دیکھ کر حلق آٹا ہے۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ ہم دونوں اس
 آواز کی سمت بڑھ رہے تھے۔ میں سست رفتار سے چل رہا تھا
 اس بات پر اس نے مجھے چونک کر روک دیا اور ہنسنے لگی۔
 ”تمہارے قدموں میں روانی نہیں ہے۔ تم واقعی شاید
 روجوں کی حقیقت پر خود کر رہے ہو۔ میرے ہونٹ سڑکے لیکن
 پھر میں نے خود کو سمجھا لیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھنا
 گیا۔ اس نے صبح سمت رخ کہا تھا تقریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد
 ”میں کچھ روشنی نظر آتی۔ اسے میں اس کے بعد کوئی تصور نہیں کہا
 اور روشنی میں لگا ہوا ہمارے آگے بڑھتے رہے۔ وہاں شدید روشنی
 تھیں اور اس روشنی میں آوارہ گردوں کا ایک عظیم نظارہ تھا اور
 عورتیں اور عورت نامرد۔ دم لگ رہے تھے تم سے کہہ لے جاندی
 میں غلغلہ و صوا گنگی بیکار رہا تھا اور جاندی دھو میں کو لٹا ہی
 ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہاں کوئی کسی کی طرف توجہ
 نہیں دیتا تھا۔ اطراف میں چھوٹے چھوٹے جتان نما تھیں بھیرے
 ہوتے تھے۔ ہم دونوں جی ایک جگہ کے نزدیک بھیرے گئے۔ اس
 طرف کوئی مشعل روشن نہیں تھی۔ ہم ان لوگوں کو دیکھنے لگے ایک بڑا

قد آور آوارہ گرد گناہ بجایا تھا اور مجھ کو رہا تھا۔ دوسرے آوارہ گرد رخصت کر رہے تھے۔ دفعتاً اپنی نے ہمیں طرف دیکھا اور بولی۔
”کتیں موسیقی سے دلچسپی ہے؟“
”کیوں نہیں موسیقی کے ناپسند ہوتی ہے؟“
مجھے گناہ بہت پسند ہے لیکن یہ آدمی باؤلفتنے میں ہے پاپر اسے ملتا رہتا تھا نہیں آتا۔
”کتیں گناہ پسند ہے؟“ میں نے کہا۔
”بے حد۔ میں خود بھی بجاتی ہوں لیکن اتفاق سے ہر گناہ ٹوٹ گیا ہے۔“
”اور نذر نہیں ناپسند ہے۔“
”یہ کوئی نذر ہے میں نے کہا نا پرت گناہ کے ساتھ مذاق بولتا ہے۔“
”تو پھر میں اس شخص سے درخواست کرتی ہوں کہ تم گناہ بجاؤ۔“

”ارے نہیں نہیں۔ میں نہیں اس نے آہستہ سے کہا۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے فرمائش کرے گی اور یہ خیال اس وقت سے تھا کہ اگر اس کو میرے پیچھے لگا باگیا تو یہ بھی تیار باگیا ہوگا گناہ میرے ہاتھوں میں آنے کے بعد کچھ اور بن جانا ہے۔ لیکن اس کے انداز سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ ویسے یہ ضروری بھی نہیں تھا کہ میرے پاس میں بتانے ہوئے اسے میرے گناہ دیکھنے کی تمہیں بھی بتانی تھی پھر بہر طور وہ میری فرمائش ہر گناہ کے صحیح اور دم دوڑوں ان آوارہ گردوں میں شامل ہو گئے۔ اور زرقا نے مجھے کی آخری صدمہ بجا رہا تھا۔ پھر اس نے گناہ ختم کیا۔ مجھے سے گناہ کی ڈوری نکالی اور اسے رکھنے لگا۔ لیکن میں نے اسے گناہ گناہ رہا تھا۔ اس نے کچھ آنکھوں سے مجھے دیکھا اور فراتح ولی سے گناہ میرے حوالے کر دیا۔ میں نے گناہ کے احترام سے سٹیٹی کر دیا تھا۔ وہ نثر مندہ شرمندہ ہی گناہ کی ڈوری لگے میں ڈال کر گناہ کے ناروں پر لکھا۔ پھیرنے لگی۔ آوارہ گردوں نے نایاں بھائی جنس اس کے بعد سٹیٹی نے ایک نذر چھڑوایا۔ میں جانتا چاہتا تھا کہ وہ گناہ دیکھنے کے سلسلے میں اس قدر مہارت رکھتی ہے۔ لیکن مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس کا کام چلانے والی بات ہے۔ آوارہ گرد اس کا نذر نہیں رہے نہ ہر طور یہ اس درازقا منت سے انجان تھا چنانچہ وہ مجھ کو رہے سبھی نے ایک نذر منانے کے بعد گناہ کی ڈوری اپنے گلے سے نکالی لیکن آوارہ گرد اس سے فرمائش کرنے لگے کہ وہ کچھ اور مجھے سنائے۔

”ارے نہیں نہیں۔ بس میں زیادہ نہیں جانتی اس نے کہا اور میں نے گناہ کی ڈوری اپنے گلے میں ڈال لی۔ سٹیٹی میرے پاس

انداز کو دیکھ کر چونک رہی تھی۔ بہت ہی عرصہ کے بعد میں نے گناہ کو بروہ میں چھری۔ جس کا تعلق میری روح سے تھا جس کا تعلق میرے وطن سے تھا اور جس کو مجھ نے اپنے لئے ہوش و حواس برقا لو نہیں رکھا تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ گناہ کے ناروں پر لال میری ہمت رکھوٹی و من شروع کر دی۔ اب اس کے سر و سر سے ہے جبکہ گناہ کو روپی مٹاتے ہیں بدست بستی ہی چونک پڑے۔ و من ہی ایسی تھی کہ لوں کو نذر کر دیتی تھی۔ نذر بلند بننا گیا اور و منوں میں زندگی کو نذر کر دیتی تھی۔ نذر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی سب رخصتیں مہر طرف ہو گئے۔ لال میری ہمت رکھوٹی میری آنکھوں سے نذر نے کب آسٹوٹوں کی لڑی بننے لگی۔ لال تھپتا رہتا۔ دل میں دوڑتا دھن تھی ایک تصور تھا اس کا جو میری زندگی کی تھی اور جو نذر نے جہاں تھی ان پہاڑوں میں باہیں اور کیرا ب زنگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ زنجی جو میری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی آگ بن گئی تھی میرے دل میں سنگم ہوا لگا وہ بن گئی تھی اب میری نگاہوں سے آنٹی دوڑتی کہیں اس کا ہر فطرہ نذر کر سکتا تھا اور وہ ہی تصور گناہ کے ناروں میں دوڑ رہا تھا۔ میں گناہ بجا نا رہا اپنی جی پھیلا لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی و دفعتاً کسی طرف سے ایک لڑکی آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

دربار نے قدرقا منت کی وہ لڑکی میرے بالکل قریب تھی

لیکن میں نے ان آوارہ گردوں میں اچھی خاصی زندگی گزارنی تھی چنانچہ اس حرکت پر مجھے کوئی توجہ نہیں ہو۔ بدست آوارہ گرد گناہ کی و من پر سرد ہتے رہے رخصت کرتے رہے اور پھر نذر ختم ہو گیا ہر گناہ کے عجیب آوازوں سنائی دینے لگیں۔

لیکن فوراً بعد میں نے ایک اور و من شروع کر دی تھی یہ ایک طرز و من تھی سسکاراں بجان تیرا آوازوں کے کھڈرات میں گونجنے لگیں دیوانے مست ہو گئے وہ ناچنے لگے اور ٹوٹے فاضلے بر پائی خاموشی کھڑی تھی دیکھتی رہی آخری مرحلے میں داخل ہوا اور پھر ترک کیا۔ ناچنے دن و کب ہو گئے جیسے جانی ختم ہو گئی ہو پھر میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی نے آہستہ سے سر اٹھا دیا اور اس کی آواز ابھری۔

”ایک اور حرف ایک اور میں نے اس کی جانب دیکھا۔ پھر ایک لمبو تر چہرہ مجھے ہوتے بال لیکن یہ شکل میری جانی پہچانی

تھی میں اسے دیکھنے لگا پھر آہستہ آہستہ مجھے باؤ لگی اس کا نام لیلی ڈینکین تھا آوارہ گرد ہی تھی کیوں کسی جگہ تھی جی تھی یہ اس دور کی بات تھی جب میں ہی لکھا اور تھا۔ اس کے ساتھ گناہ سے ہونے لجات تھے باؤ لگے ہیں نے اس کا بازو بڑھ کر گناہ لکھا یا اور آہستہ سے لولا۔

”پہچانے ہو مجھے۔“ اس نے جواب دیا۔
”ہاں۔ کیوں نہیں۔ میرے میں بہت فرق ہو گیا ہے؟“
”ہاں۔ میں مڑھکی ہوں۔ میں بہت پیچھے چل چکی ہوں۔ فواز میں مڑھکی ہوں؟“

”کیسی ہو سکتی ہے؟“
”ایک روح کیسی ہوتی ہے تمہارے سامنے ہے؟“
”کس چیز کی ضرورت ہے تمہیں؟“
”نہیں۔ یوت جا بیٹھے صرف موت۔“

”نہیں ایسی کیو پ میں ہو میں نے جھوٹا لگا ہوں سے شکی ظرف دیکھتے ہوئے کہا۔
”ہاں نہیں ملتے ہوں۔“
”میں تم سے بھر ملاقات کروں گا کیو کیو بولی۔ میں نے گناہ واپس اس کے مالک کو وے دیا اور وہ ٹھپتے بچے میں لولا۔
”نہیں لگا رہیں۔ میں اب اس کے قابل نہیں ہوں۔ ان ناروں سے جو نذر لکل چکے ہیں وہ ان ہی ہیں جنہو کو کرہ جائیں گے دوبارہ لے ان ناروں سے نہیں نکلیں گے اس لیے اسے اپنے ساتھ لے جاؤ مجھے ہی میں یہ گناہ بجاؤں گا مجھے اپنی م عملی اس کا ہوگا۔“

”نہیں دوست۔ یہ تمہاری ملکیت ہے۔ میں نے گناہ کی زوری اس کے گلے میں ڈال دی اور اس کے شانے پر بیٹھی دی وہ زور جو کھڑا کر رکھا گیا تھا پھر زور بیٹھی کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا۔
”آؤ سٹیٹی واپس چلیں۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے میرے قدموں سے قدم ملا کر چلنے لگی۔ اس کی گہری خاموشی کو محسوس کر رہا تھا۔ مجھ کو ڈی وہ دروں کر میں نے کہا۔
”کیا بات ہے سٹیٹی کوئی کچھ نہیں ہے؟“
”اوہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ چونک کر مسکرائی۔
”کیا سوچنے لگی تمہیں؟“
”بس اپنی لوگوں کی زندگی کے فلسفے پر غور کر رہی تھی،

مغلنے یہ لوگ کس طرح زندہ ہیں کیوں زندہ ہیں ہرچیز کا ایک

مقصود ہوتا ہے۔ بظاہر ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہے پھر وہ ان باتوں کو لینا ہی نہیں پرتگناہ آنا خوبصورت گناہ کیے بجا لینے ہو۔
”کتیں پسند آتا ہے۔ میں نے پوچھا۔“
”میں پسند کرنے کی بات کہتے ہوں۔ میں نے آنا خوبصورت گناہ کبھی نہیں سنا، کاوش پر گناہ میرے پاس ہونا تو میں تمہیں کے کنارے بیٹھ کر رات بھر تجھے لے سکتی۔“

”کوئی بات نہیں ہے۔ زندگی طویل ہے اور لوگوں کے کہنے کے مطابق دنیا بول۔ ممکن ہے کبھی ہماری تمہاری ملاقات اس طرح ہو جائے کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گناہ موجود ہوتا۔“
”وہ لڑکی کون تھی؟“

”ایک پر لنی سنا سا۔ اپنی بوی کبھی کسی ایسی آوارہ زندگی کے سفر میں مل گئی تھی۔“
”بہت بے لکھت معلوم ہوتی تھی تم سے۔ سٹیٹی کے لیے میں عورت آچھرائی۔“

”نہیں سٹیٹی ایسی بات نہیں ان لوگوں کی اپنی دنیا ہوتی ہے اور اس وقت میں وہ اپنے ساتھیوں کا لین کر لیتے ہیں۔“
”اس نے تمہیں اپنا ساتھی بنا لیا تھا۔“
”جس انداز میں تم سوچ رہی ہو اس انداز میں نہیں!۔“
”نہیں نہیں۔ میں کسی انداز میں نہیں سوچ رہی۔ وہ آہستہ سے بولی۔

ہم دونوں کا اس کے نزدیک واپس پہنچنے لگے، چاندنی شہاب پر تھی، میں کار سے ٹپک کر کھڑا ہو گیا اور جمعیل کے پھٹنے ہوئے پانی کی طرف دیکھتا رہا سٹیٹی کے انداز میں میں نے ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آچھرائی تھی۔ یہ بے وقوف لڑکی میرا تالیف کرنے کے لیے میرے پیچھے لگائی تھی ہے لیکن اگر آگ میرے جال میں پھنس جائے تو کیا ہوا۔ ممکن ہے مجھے اس کے در پھینے ٹپک کرے۔ بے شک میں کوئی چیز نہیں سوچیں کام مشکل تھا، لیکن کو شمشیر میں کوئی حرج نہیں تھا، چنانچہ میں نے اپنے ذہن میں مضبوطی کر لی۔

بہت عرصہ ہوا تھا، جب دل آواز تھا، کوئی یا میں نہیں تھا، تنہائی تھی لیکن اب جبکہ ذہنی نے میری زندگی میں گھڑو پہنک کر دیا تھا، تو میرے ذہن سے پرتائی باقی بالکل نکل چکی تھیں، اور میں خود کو ایک ٹھہرا ہوا انسان سمجھتا تھا جسے اپنی پچھلی زندگی پر بے حد شرم محسوس ہوتی تھی۔

ذہنی نے میری زندگی میں آنے کے بعد دوسری تمام چیزوں سے بے بہا نذر کر دیا تھا لیکن آج ذہنی کے حصول کے لیے ہی میں

ایک باجبرانی راستوں کی طرف سفر کر رہا تھا، ہاں راہ پر نواز مہنر کو اجنبی راستوں پر لڑتا دیکھا تھا، جہاں سے وہ کبھی کاگز چکا تھا یہ راستے قتل و غارتگری کے راستے تھے۔ یہ وہ راستے تھے جن کے بارے میں بس نے سوچا تھا کہ ایک ہی ان ہمدانسی نہیں ہوگی جس نے زہری سے ایک دن کہا تھا۔

”زہری انسان کبھی سوچ ہی نہیں سکتا کہ آئندہ اس کی زندگی کیسا ہوگی؟“

”یہ خیال کیوں یا نواز؟“

”مجھے اسے سمجھنے سے پہلے ہی تو زندگی گزارنے چاہئے؟“

”یہ زندگی کبھی پسند نہ آواز۔“

”ہاں زہری اور میری دماغ کے زندگی میں کبھی ان راستوں پر مددگار سفر نہ کروں۔“ میں نے غلظتوں سے کہا تھا۔

”جی بات تو یہ ہے کہ اب مجھے وہ راستے یاد ہی نہیں رہنے لگی ہیں۔“ میں نے سوچ کر کہا تھا کہ اس کا موڈ خاصا گھبرا ہوا ہے جس طرح اس لڑکی

سے ملا تھا اس کو دیکھتے ہوئے شملے کے اندسے عورت جاگ اٹھی تھی۔ حالانکہ میرا اس کا رشتہ ہی لگا تھا۔

”ہر طور پر زہری عورت اپنے آپ کو مرد کے ہم پل ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اپنے جتن سے ہوتے ہوئے کوڑ کا ثبوت اس کے خاص طرح دیا کہ اس میں داخل ہو گئی اور اندر داخل ہو کر تمام طبعیتیں چڑھا دیے۔ کار کی بیٹھ کھولی اور لپٹ گئی۔“

”میں چند منٹ اجنبی جگہ گھڑا اس کی کا دعوائی دیکھتا رہا اور پھر جھیل کے کنارے کی جانب بڑھ گیا۔ میں اب خود بھی اُسے دوسرے طریقوں سے مارنا چاہتا تھا۔ میں نے جھیل کے کنارے ایک جگہ پینڈک اور پٹ لگا۔“

”زہری لگا ہیں چاند بچی ہوئی تھیں اور ذہن آہستہ آہستہ مامی کی طرف لوٹ رہا تھا۔ میری چاند میرے گھر کے آگے میں ہی نظر آتا تھا۔ جو رات پچھلا آج ہی جہاں دوسری چار پرائیاں بھی تھیں، وہی مہین یارش کے موسم میں مہینے کی جھیلی جوائیں ہمارے آگے میں ابھرتی تھیں۔“

”زہری سے متعلق آوازیں ابھرتی تھیں اور پھر شہر سے ملے ہوئے نیا کوئی سونڈی سونڈی جو خوشبو پورے آسمان میں پھیلاتی تھی پھرتی تھی۔“

”اک وقت جب ڈھلے ہوئے آسمان سے بادل جھٹکتے تو جا نڈ کی مسواہٹ کیسی پاکیزہ ہوتی تھی۔ ہنسنا ہوا کیسا اسیلا تھا۔ مجھ کو یاد ہے آج کا چاند نواز دار تھا۔ یہ دانے والے کے دانے تھے میرے

”یہ دانے بلند ہو کر جانکی پیشانی پر جا گئے تھے۔ کھل اور آواز میر بہت فرق تھا۔ چاند سے لگا میں نہ ملانی تھیں۔“

”زہری یاد آ رہی تھی۔ موجوں کا طوفان آبل رہا تھا۔ یہ طوفان کناروں سے بہ رہا تھا۔ تو پھر کبھی مینڈ نہیں آسکا۔ ان طوفانوں کو گور کرنا چاہیے۔ اس سے سلا ب کو دل سے جھینک دینا چاہیے جو زندگی کا روگ بن جاتے ہیں۔ زہری جہاں بھی ہوتی ہے کہ زندگی کو دلچسپ ہوں گے کہ ہر وہ ہوا، ہند کسے اسے کوئی ذہنی کرپ نہ ہو۔“

”لیکن یہ دعا بھی اپنے آپ کو ایک شرم کی حیثیت سے عموماً ہوری تھی۔ زہری مجھے کم تر تو نہیں ہوگی۔ اگر وہ زندہ ہے تو یقینی طور پر اس کی کیفیت مجھے مختلف نہ ہوگی۔“

”میں نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ جھیل کی طرف سے چیلنے والی ہوا میں خردت خیز تھیں۔ بواؤں کا جادو سر چڑھا اور آنکھوں میں بھاری پن پیدا ہو گیا اور پھر کچھ جگہ ایسی ہی تھی کہ پشتمن پر قدموں کی چاپ چھسوں ہوئی اور بس نواز چوٹک پڑا۔“

”کوئی جاؤ بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک انسانی بدن میرے قریب آ چکا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ فرینکلین ہی تھی۔ بھگے ہونے والی، پہلی پہلی چال چاندنی رات میں وہ ایک جھیل معلوم دے رہی تھی۔“

”حالانکہ یہ جہین ماحول سسنا سنارہ، رومان پر وفنسا ذہن میں دوسرے خیالات تبدیل کرنے کے لیے کافی تھی اور یہ لڑکی جانی پہچانی تھی۔ اس کے خطوط آنکھوں میں لیے ہوئے تھے اس نے آہستہ سے مجھے پرکالا۔“

”نواز؟“

”کیا بات ہے؟“ میں نے کسی قدر وضاحت کی تھی کہ کیا میرا سارا منصوبہ خراب ہوا جا رہا تھا۔ جانتا تھا کہ شملے کا کسے نہیں ہوں اس سے مجھے ضرور دیکھ لائی ہوگی۔ وہ رنگ تھی۔ اس نے لوجھل لوجھل اٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔“

”نواز۔ میں مجھ سے ملتا رہا تھا۔“

”کیا فصول بائیں کر رہی ہو۔ کیسا ساتھ۔“ میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔“

”نواز۔ میں سے ہمارا ہوں مجھے زندگی میں اتنے دانے ملے ہیں کہ اب میں دانے دانے ہوں۔“

”شملے۔ سو رہی فرینکلین۔ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں اب وہ نواز نہیں ہوں جو کبھی نہیں ملا تھا۔“

”ساری رات آنکھوں میں گزر رہی ہے شبلی کیا نہیں بند نہیں آ رہی۔“
 ”اوہ۔ ڈپر فرینڈس ٹھاری ہو جودگی میں بند کیا لفظوں تک نہیں کہا جا سکتا۔ بول محسوس ہوتا ہے جیسے سو گئی تو آگے بڑھنے کی بجائے تھے خوابوں سے الگ نہیں محسوس ہو سکتے جیسے پرے پر کرب کے آثار دیکھ کر ہے جو سو فیصدی اداکاری پر مبنی تھے شبلی نے اس کیفیت کو محسوس کر لیا اور اُدھ کر کھینچ لی۔“
 ”ارے میں نے کوئی ایسا جسد تو نہیں کہا تھا جس سے تم اداس ہو جانے کہا بات ہے۔“
 ”کچھ نہیں شبلی بس ایسے ہی ذرا بے خوف قسم کا آدمی ہوں“
 ”فرینڈس ڈپر کہا بات ہے پڑھ لکھے بناؤ۔“ وہ بے پیمانی سے بولی۔
 ”جو لفظ میرے ذہن میں ابھرے۔ شبلی۔ تم اسے الفاظی شکل میں برداشت نہیں کر سکتی۔“
 ”ہاں سچی نہیں۔“ وہ ایک بار بھر بولی۔ اس کے دل زلزلے کھل گئے تھے

نظر آ رہی ہو اور پھر بھی کہہ دو شبلی کہہ ٹھاری جو میری ہے اور اس کے بعد مجھے قتل کر دو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ یہ پینڈ کٹ میں خود تمھیں کر رہا ہوں تمھیں شبلی۔ یہ سب کچھ میں کہہ رہا ہوں تم نے۔“
 ”شبلی ایک دم سہولتی تھی پیراس نے کہا۔“
 ”تم کیسی باتیں کر رہے ہو فرینڈس۔“
 ”بس ابی دکھی بات ہے شبلی۔ اتنے بچے الفاظ ان کہی تم مجھ پر یقین نہیں کر سکتیں کیونکہ۔ لا دلہا میں خاموش ہو گیا۔ وہ نیم ہاتھ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی لیکن دوسرے نے وہ نہیں کئی۔“
 ”اگر تم میری طرف سے کسی غلط فہمی کا نشانہ ہو تو میں بچاؤ ہوں کہ اسے دل سے نکال دو۔“ میں تھوڑی سا سانس لے کر ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتی رہی۔
 ”فرینڈس۔“
 ”ہاں شبلی۔“
 ”کیا سوچ رہے ہو۔“
 ”وہ سوچ رہا ہوں شبلی جو سوچنا نہیں چاہتا لیکن ذہن کی سخت ہے کہ نہ حالات سے باز نہیں آ رہا۔ چلو ٹھیک ہے جو کچھ بھی کرنا چاہتی ہو۔ مگر میرے سامنے صاف شہری شخصیت اختیار کر رہی۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں۔“
 ”اور تم بھی تم سے متاثر ہوں فرینڈس۔“
 ”نہیں شبلی تمھارے یہ الفاظ حقیقتوں پر مبنی نہیں ہیں کچھ کہنا چاہتی ہو کچھ جانا چاہتی ہو تو سنو۔ میں تم سے صرف ایک بات کہوں گا۔“
 ”کہو۔ فرینڈس۔“
 ”میرے بارے میں تم سچی طرح جانتی ہو شبلی کہ میں کون ہوں اور میں سچی بات جانتا ہوں کہ تم کو کالے نہیں میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ میں ابھی طرح جانتا ہوں۔ شبلی کہ میں تر لوکا کے حال میں آجیسا ہوں اور یہاں سان ان تو ہوں نہیں کہنے کے بعد میں قدم قدم پر اس کے رحم و کرم پر ہوں۔ شبلی اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نے یہ بات جس انداز میں بھی گزاری ہے اُن کے حسن سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن۔ لیکن شبلی میں تمھارے بارے میں جذباتی انداز میں سوچنے لگا ہوں۔ میں ذرا مختلف قسم کا انسان ہوں کوئی عورت میری زندگی کی منزل نہیں بن سکتی۔ تم۔ تم شبلی تم میرے وجود میں بہت دور تک آ رہی ہو شاید تمھیں اس بات پر یقین نہ آئے۔ اگر تم ساری حقیقتوں کو جانتی ہو تو تم اس

بات پر شہرہ فرود کر گئی لیکن شبلی میں۔ میں تم سے بہت متاثر ہو گیا ہوں۔“
 ”شبلی منہ بچاؤ سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں جبریت تھی۔ ٹھوڑی دیر تک وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا۔“
 ”فرینڈس۔ ان ساری باتوں کا مقصد کچھ میں نہیں آتا۔“
 ”سب کچھ کہنے کے بعد انکار کرتی رہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔“
 ”ایسا محسوس ہونا چاہتا ہے وہ اپنے ذہن کو چھٹکنے سے بچاتا چاہتی ہو پھر اس نے آہستہ سے کہا۔“
 ”تمھارے خیال میں میرا کردار کیا ہے۔“
 ”شبلی میں۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ میں کیا کہوں۔“
 ”تو پھر سو فرینڈس میں نہیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں تمھاری فانت کے نقوش کو اپنے احساسات میں جذب کر لینا چاہتی ہوں میں اس زندگی میں کسی آلودگی کو لینا نہیں چاہتی میرا خیال تھا کہ شاید تم اس حد تک نہیں جاؤ گے لیکن نہیں۔“
 ”بہر طور جو کچھ بھی ہو شبلی میں اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گا۔“
 ”تم نے میرے ہند کو شکست دی ہے فرینڈس۔ اس کے بعد ممکن ہے کہ کسی ایسی کیفیت میں نہیں جاؤں کہ میری زندگی بھی ممکن نہ ہو لیکن میں اتنی بے گداری بھی نہیں ہوں۔ سمجھیں میں آپ کو اس کا کیا کروں۔“

کے بعد میں شبلی کی طرف بڑھ گیا۔
 ”خار بہ کہ یہ نہیں پوچھ سکتا میں تم سے کہ تم سنی تمھیں یا نہیں۔“
 ”بند کا کیا سوال ہے اور پھر وہ ہی کتنا رہا تھا اس نے نرم لہجے میں کہا۔“
 ”آؤ کچھ کھا لو۔ اس کے بعد اگر تو چلیں گے جو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔“
 ”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ اور ہم نے خاموشی سے عمدہ قسم کا ناشتہ کیا جس کا بندوبست شبلی کے پاس تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں اس کے ساتھ کابریں اُتھا اور پھل لے کر اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ آگے شکر خامی وسیع تھی۔ اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔
 ”یہ یہاں کی کچھ نازنی عمارتیں ہیں۔“
 ”میں نے ان عمارتوں کو دیکھے ہوئے کہا، کہا تا تاریخ ہے ان کی۔“
 ”مجھے اس ریسٹے میں تفصیلات نہیں معلوم بس ایک دو بار اور صبر سے گزری تھی اور ان عمارتوں کے بارے میں بھی پتا چلتا تھا آؤ کیوں نہ ایک نگاہ ان پر خرب سے ڈال لی جائے۔“
 ”نہیں تم جانتی ہو، ہوا گروہ واہ ہوں کوئی خاص منزل نہیں ہے، ہمیں بھی چلا جاؤں، میری زندگی کا مقصد تمھارے علم میں ہے۔“

شبلی نے کار ایک طرف اُتار دی اور پھر اسے اُن کھنڈرات کے پاس نے جا کر روک دیا۔ میں نے سسکے دوران ایک اور کار کو دیکھتے آئے ہوئے دیکھا تھا لیکن اس پر فوراً نہیں گیا تھا۔ کھنڈرات کے نزدیک شبلی نے کار روکی اور نیچے آ رہی۔ میں اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ وہ پیچھے رہ رہی ہے اور پھر چند ہی لمحات کے بعد میں نے دوسری کار کے آگے کی آواز سنی۔
 ”وہ بہت برق رفتار رہی ہے اس طرف آئی تھی آگے پیچھے پی پی کار کا دروازہ کھلا اور اس میں سے تین آدمی بیٹھے آئے۔ وہ تینوں تونڈے اور تھکے ہوئے تھے۔ وہ سب میرے اطراف میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ شبلی پیچھے ہٹ گئی تھی وہ تینوں بیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر وہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگے۔“
 ”میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا رہا تھا۔ شبلی نے اپنی اہلیت نمایاں کر دی تھی بوجان کر کہ میں اس کی طرف سے۔۔۔“

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھے ہوئے کہا۔
 ”شبلی۔ زندگی میں کچھ دوست اس طرح ملتے ہیں کہ انسان سوچ ہی نہیں سکتا کہ وہ دل و جان اس کے قدر قریب ہو جائیں گے کیا ہم اپنے ان چند لمحات کو کوئی اور نام دے سکتے ہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”بعض اوقات دھوکا کھانے کو بھی چاہتا ہے بعض دھوکے ایسے حسین ہوتے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو اس میں پھینک رہتا ہے ہے لیکن جب یہ احساس ہو جائے کہ یہ سب کچھ ایک دفنی کیفیت کا نتیجہ ہے تو تم خود سوچو کہ دل کے ٹوٹنے کی آواز کتنی دور تک پہنچتی ہوگی۔“
 ”تمھارا ایک لفظ بھی میری کچھ نہیں آتا۔“
 ”شبلی۔ کیا تم اس بات سے انکار کر دے کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آ رہی ہو میرے۔ ان الفاظ پر وہ ایک دم سہمی ہو گئی اس نے اپنے کچھ ہونے والے عرصے میں اس کے جسے کہہ جان انگریز کیفیت بخوبی دیکھ رہا تھا اور وہی دل میں مسکرا رہا تھا میرے لفظوں نے اس پر بھاری ضرب لگائی تھی۔ وہ کسی قدر لگا ہوا پڑا کر بولی۔
 ”ہیں۔ میں اب بھی نہیں سمجھی۔“
 ”ڈپر شبلی۔ زندگی ایک بار جانی ہے ایک بار ملتی ہے لیکن بعض لمحات ایسے ہوتے ہیں کہ زندگی ان پر زمان کر دینے کو بھی چاہتا ہے۔ تم صرف ایک بار صرف ایک بار یہ کہہ دو کہ تم وہ نہیں ہو جو

مشکوٰۃ ہو گیا ہوں اس نے ہی فیصلہ کیا تھا کہ مجھے مزا دے۔ تینوں آدمی اس طرح میرے نزدیک کھڑے تھے جیسے کہ مجھے نہیں ہی ڈالیں گے لیکن جیسے ہی وہ مجھ پر حملہ آور ہوئے میں جھکا کر دیکھ گیا۔ میں نے ان میں سے ایک کی ہنڈی پر ٹوک ماری اور وہ باؤں دو سرے کی تھوڑی برائے ایک نیچے بیٹھ گیا اور دو سرہ اوپر اٹھ کر بڑھا میں نے چھل کر اسے گردن سے پکڑ لیا، پھر میں نے اسے جھکا اور اپنی لات نیزے کی ہنڈی پر ماری وہ وہیں ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے ایک گھنٹہ اس لیے مجھے ہونے شخص کی تھوڑی بر مارا۔ وہ اچانک بڑا کھڑکھڑا گیا تھا۔ اس سے نارح ہوا تو ایک لات اس کے سر پر سید کر دی۔ جو ہنڈی پکڑ کر پڑ گیا تھا اور ہر ایک گھنٹہ اس کی ناک پر جمایا جو گرنے کے بعد اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ان تینوں کو بے کار کرنے میں، میں نے زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ وہ سچے سچے اور میں ہتھان لیں میں ان کے پستول داخل نہیں لایا تھا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ انحصاراً ہتھیار نہ لگنے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ شیل ہی ان کی زد میں آسکتی تھی۔ شیل دھسپ لگا ہوں گے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے ان تینوں کے پاس جا کر باری باری ایک ایک کو دیکھا اور پھر اس نے مایوسی سے ہونٹ کھول دیے۔ پھر وہ اسی سے بولی۔

”آؤ میں اطمینان سے اس کے ساتھ رہیں چل پڑا تھا وہ کار میں جا کر بیٹھ گئی اور اس نے پھر ڈالو گے سیٹ سجھان لی۔ یہ اتھارٹی دلچسپ معاملہ تھا۔ وہ ان تینوں آدمیوں کی ناکالی پریشوری تھی اور نا ہی اس نے سبھا کے کی کوشش کی تھی پھر اس نے کار اشارت کر کے کہا۔

”خوبصورت گھنڈا تھے یہی میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

”مجھے اب ان گھنڈا رات سے کون پٹسی نہیں ہے میں خاموشی سے سڑک پر دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوب صورت سے قلعے میں داخل ہو گئی۔

قصبہ بڑا آئیڈیل تھا اس میں میں ترین عمارتیں ہی ہوتی تھیں۔ شیل نے ایک انتہائی حسین عمارت کے پورچ میں کار روک دی۔ میں طراز کا جانور لے رہا تھا شیل مجھے ان حالات کے باوجود یہاں لے آئی تھی اس کا مقصد تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی بات ضرور ہے۔

”عمارت کے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے سنجیدگی سے میری شکل دیکھی اور بولی۔

”انہیں ڈیزٹریبل تیل اور معلومات کی بات ہے تو میرا ہونوٹا کو ایک دو سرے کے سوالات کا جواب دینا ہوگا۔“

”تو لوکا ہی کے آدمی تھلائی نے کہا؟“

”اور تم؟“

”میں بھی اس کے امبار بہتاری تھے لگ بھگ وہی ہوں؟“

”تم نے مجھے کہا کیا دیکھا؟“

”اس کینگ میں نوا ز جہاں تم موجود تھے تمہاری خواہش ہے تو میں ان تمام اغلا کو دہرانے میں حاضر ہوں نہیں کرتی جگہ کے بارے میں تم بھی جانتے ہو اور میں بھی۔ میں اس کوئی شک نہیں ہے کہ تم اس وقت سان انفرنیو کے علاقے میں ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تو لوکا یہاں کے پیچھے پیچھے پر چھا چکا ہے وہ ہتھیار کھانا کا اٹھ کر یہاں نہیں ہے بلکہ لائبریری اور کتب خانہ کے کونوں کا وہاں رہنا بھی ہے۔ تو لوکا کی شخصیت میں نواز صفر گھر آسے تو میں بھی پوشیدہ ہوں کہ ہم سب ان سے خوفزدہ رہتے ہیں وہ دونوں کا حال جان لینا ہی میں نہیں صرف اپنے بارے میں بتاؤ گی میں بھی اس کا ایک بہتر پورا ایک ہیٹ اچھے خاندان سے تعلق ہے اور یہ تمہارے جگہ کو خاندان کے بارے میں دیکھو اس سلسلے میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں جو اگر چاہیں جو اگر چاہیں تو ان علاقوں میں شاہی مچا دیں۔“

”لیکن میں اچھ طرح جانتی ہوں کہ تو لوکا کی تو قریباً سب پر عادی ہیں اور میں خود بھی ایک ایسے ہی حال میں پھنس ہوئی ہوں اور اس کی بنیاد پر تو لوکا کے لیے کام کر رہی ہوں شیل کے اعلان اب ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جس سے مجھے یہ معلوم کرنے میں وقت نہیں ہوتی کہ وہ اس وقت جو کچھ کہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے اس کے اندر کی عورت بول رہی تھی بتا نہیں اس کے ذہن کا کون سا خاندان ہو گیا تھا جس نے اسے یہ سب کچھ سمجھنے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ عام حالات میں وہ تو لوکا کی ہر کارہ ہونے کی حیثیت سے مجھے کچھ نہ بتاتی۔“

”اگر ایسی بات ہے شیل۔ تو مجھے افسوس ہے۔“

”نہیں افسوس کرنے کی بات نہیں ہے میں تم سے معاہدہ چاہتی ہوں۔“

”مگر یہ بات تو لوکا کے خلاف ہوگی؟“

”اس کے خلاف میں نہیں جاسکتی نواز صفر کیونکہ اس کے ہاتھ بہت لیے ہیں تاہم مجھے ذرا لیے تمہارا کوئی کام ہیں سنا تو اس بات پر دل چاہیے تو میں کو لو کہ تمہاری مدد ضرور کرو گی میں ذہنی طور پر ہنسی ہوئی ہوں جو کچھ کہ رہی ہوں اس سے خوش نہیں ہوں۔“

”تو پھر یہ تناؤ کب ختم ہوگا؟“

”تمہاری کہانی سے کسی حد تک مجھے واقفیت حاصل ہے۔ لیکن تم تو لوکا کے خلاف بہت کچھ کہنے ہو تمہاری شخصیت خطرناک قرار دے دی گئی ہے لیکن تو لوکا نہیں جو ہے کی موت مارنے کا خواہش مند ہے شاید کسی موقع پر وہ تم سے یہ بات کہنے کہ وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کرے گا بلکہ تمہیں خود کشی کرنا ہوگی۔“

”ادو خود کشی۔ میں نے کہا۔“

”ہاں اس کا ہی عہد ہے کہ وہ تم جیسے لوگوں کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارے گا بلکہ خود کشی پر مجبور کر دے گا۔“

”تو پھر یہ تینوں آدمی یہاں کس لیے آئے تھے؟“

”میں نہیں جانتی ان کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے کہ انہوں نے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کیوں کی لیکن اس کی مجھے ہدایت مل چکی تھی شاید وہ تمہیں مار کر ادھر سے ادھر لے کر آئے ہوں تمہیں بیان کرنا چھوڑ دیتا ہوں اس تناؤ کو کسی بھی علاقے میں چلے جاؤ تم تو لوکا کی نگاہوں سے دور نہیں رہو گے۔“

”دیکھو بات ہے ہر طور پر شیل میں نہیں اپنے بارے میں ضرور بتانے دینا ہوں میرا نام راجہ تھا اور صفر نے پاکستان کا رہنے والا ہوں سرزمین پنجاب کا باشندہ ہوں ایک شریف انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتا تھا لیکن نقد برتنے اس کے مواقع فراہم نہیں کیے اور برائیوں کے راستے پر چل گیا۔ اس کے بہت سے سرگروہوں سے منسلک رہا زندگی بھر کا اس میں گزارا اور اس کے بعد تو لوکا کی لہ پر آیا۔ تو لوکا نے پھر ایسی گھٹنوں کی تھی کہ اپنے ذہن کی توجہ میں برداشت نہ کر سکا اور اس کے خلاف سخت آرا ہو گیا جس کے نتیجے میں اسے کئی لاکھ میں میرے ہاتھوں تقریباً اپنے گروہ کا خاتمہ ہی برداشت کرنا پڑا اس کے بعد وہ رولوش رہا اس دوران ایک لڑائی میں نے تو لوکا کے خلاف میری مدد کی تھی میری زندگی میں داخل ہو گیا اور میں نے اس سے شادی کر کے نیویارک میں اپنا مستقل ٹھکانہ بنا لیا۔“

”تو لوکا اس دوران بتا نہیں کیسے کیسے حالات اور مصائب سے گزارا اور اس کے بعد اس نے اپنے قدم چھوڑ کر میرے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا اور اس کی ابتداء یہ کہ ذہنی کو انوار لیا تھی میری زندگی میں بہت بڑا دخل گھس گیا اور میں اس کے بغیر خود کو مکمل سمجھتا ہوں۔ بس یہ ہے میری کہانی؟“

”تم تو لوکا کے کئی آدمیوں کو قتل کر چکے ہو شاید وکٹر ویل ہی

مطمئن نہیں کرتی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اب کیا کیا جانے
سان انٹرنیٹ کے بارے میں جس قدر معلومات حاصل ہو سکتی تھیں
وہ اس لڑکی سے حاصل کی جا چکی تھیں اگر شکیا کسی نئے جگہ سے
میں تھے پھنسانا چاہتی ہے تو پھر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں ان ہنگاموں
میں پھنسون یا نہ پھنسون؟

”کیا سوچ رہے ہو؟“ وہ آہستہ سے بولی۔
”کوئی خاص بات نہیں شہلی، بس ایسے ہی کچھ انھیں ذہن میں
آگئی ہیں۔“

”میرا تو یہی مشورہ ہے کہ تمام انھنوں کو ذہن سے نکال دو۔“
”کیا تم مجھے اپنا کام نہیں بتاؤ گی؟ اگر تم اپنا کام مجھے بتاؤ تو میں
اس کے لیے ایک نظر یہ تو تا تک لوں کہ تم کو گھٹے کی کرنا ہوگا؟“
”آئی جلدی بھی کی ہے ڈارنگ، آرام سے رہو یہ کچھ محفوظ
ہے تمہارے لیے۔“

”تمہارے الفاظ کے مطابق تو میں پورے سان انٹرنیٹ کو ہی
اپنے لیے محفوظ سمجھتا ہوں اچھا بیوی یہ تا دو کہ تروکا کا کیا کام کہاں ہو
گا۔“

”سان انٹرنیٹ کے علاقے میں ہی ہے کچھ کہیں ہوتا ہے اور
کبھی کہیں؟“

”کیا یہاں باقاعدہ درس نہیں ہوتا؟“
”درس ڈاس نے سوال کیا۔“

”ہاں، لیکن لاس اینجلس کی کالوں میں تو تروکا کاہارے کو سنا
ہرے لاما تحریک کے پیر و کاروں کو باقاعدہ درس دیتا تھا انسانی
کے بارے میں بتاتا تھا؟“

”میرے خیال میں اب اسکو کوئی درس نہیں دیا جاتا وہ ظہری
سے اپنے کام میں مصروف ہے، شہلی نے جواب دیا اور میں خاموش
ہو گیا پھر شہلی آہستہ سے بولی۔“

”اب اٹھو یہاں سے اٹھو، میں نہیں تمہاری آرام گاہ دکھا
دوں میں کچھ فیصلے کر رہی ہوں اور اس کے بعد نہیں ان فیصلوں
سے آگاہ کروں گی؟“ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں
اس کی بات مان لیتا۔“

اس نے جو آرام گاہ مجھے دکھائی وہ انتہائی نفیس اور آرام
تھی ملحقہ بائوہ روم میں غسل کرنے کے بعد میں اس سہتر پر ڈالٹ
کیا جو میرے لیے ہے، تروکا لڑکی چلی گئی تھی سینے تو میں نے اس کے
بارے میں ہی سوچا تھا کہ وہ میرے بارے میں سنجیدہ ہوگئی ہے
لیکن کیا کہا جاسکتا ہے اس کی ابھی ہوئی گفتگو پر یقین کسی طوفان
کیا جاسکتا تھا۔“

”اس کا صلہ مجھے کیسا ملے گا شہلی، دیکھو نا ہم دونوں ایک دوسرے
کی مدد کر رہے ہیں اور پھر تروکا کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں
اپنے مقصد میں کسی طرح کامیاب ہو سکتا ہوں؟“
”اس سلسلے میں تمہارا جو کام ہے وہ میں کروں گی۔“

”مطلب؟“
”تم اپنی بیوی کی تلاش میں یہاں آئے ہو نا یہ بتاؤ اگر تروکا کو
ختم کرنے کا تصور تمہارے ذہن سے نکل جائے اور تمہاری بیوی
تمہیں مل جائے تو کیا تم یہ بات تسلیم کرو گے؟“

”میں کسی سوچ میں ڈوب گیا کہ اس لڑکی کے ذریعے اگر
یہی کام ہو جائے کہ ذہنی کے بارے میں بتا چلا جائے تو کیا حرج
ہے تروکا کا مشلہ بعد میں بھی منٹا جاسکتا تھا۔ میں نے پرخیاں انداز
میں گدگد ہلائی اور آہستہ سے بولہ۔“
”یہ ممکن ہے؟“

”اس کے علاوہ میں تمہیں ایک بڑا معاذ خدا مفہم پیش کر سکتی ہوں،
”جو معاذ خدا تم مجھے دو گی اس کے بعد سہما در پیر کی ضرورت
تجھے نہیں رہتی۔“

”پہر بھی میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گی۔“
”چلو پھر ڈران یا توں کو اب یہ بتاؤ کہ کاسم کی ہوگا۔ میں نے
کہا اور وہ پرخیاں انداز میں گردن ہلانے لگی پھر کتنی غمی۔“
”بتا دوں گی اس کے بارے میں اب تم یہاں دو دستوں کی مانند
رہو؟“

”کیا تروکا کو اس بات کا پتا نہیں چلی گئی کہ کاسم ان تینوں کو
زخمی کرنے کے بعد تم نے میرا ساتھ دیا ہے؟“
”نہیں نہیں، تم اس سلسلے میں شرکت کرو میں سب کچھ ٹیک
کروں گی، میں پرخیاں انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا تھا یہاں
آکر لڑکی کچھ لہجے لگی تھی اس کے خیال میں بلکہ اس کے الفاظ میں
تروکا وہ دہی تھا جو سان انٹرنیٹ کے پیسے کی تلاش میں رکھتا
تھا لڑکی نے یہ بھی کہا تھا کہ میں کہیں ہی ہوں تروکا کی تلاش میں
تجھ پر ہوں گی اور اس کے بعد وہ بھی ایسے کام میں ملوث کہ
رہی تھی جو ایک ذاتی نوعیت کا حامل تھا۔“

”میرے ذریعے؟“
”ہاں، تمہارے ذریعے۔“

”دروغوں لوگ ہیں وہ اور اس کا مقصد کیا ہوگا؟“
”دہرت معمولی سا لڑکی کے جواب دیا۔“
”لیکن میری حیثیت کیا ان لوگوں کو یا معاذ خدائے نہیں ہوگا
کہ میں کون ہوں؟“

”تم ذہین آدمی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہیں آسانیاں
بھی فراہم کروں گی۔“
”ہوں، میں نے پرخیاں انداز میں گردن ہلائی اور پھر آہستہ
سے بولہ۔“

”تم گرتے ہو تو کبھی ہو کہ تروکا سے پناہ کسی طور ممکن نہیں ہے پھر
کیا نامہ میل ساتھ دے کر؟“
”اب تم خود ایسی گفتگو کر رہے ہو آؤ کچھ تو حاصل ہو مجھے میں
بھی تو کچھ لوگوں کو جواب دہ ہوں۔“

”ابھی ایک بات بتاؤ وہ کیا ہے۔“
”کیا ترلوکا سے تمہاری براہ راست ملاقات ہے؟“
”سالی ہی نہیں پیدا ہوتا بڑے بڑے اسے نہیں دیکھ
سکتے تو میں کیا بیچارہ ہوں وہ ایک بہت بڑی قوت ہے۔ راجہ
نوازا صغرا ترقی بڑی قوت کے مجھے تعجب ہے کہ کئی لاس میں اسے
تمہارے ہاتھوں نقصانات کیسے ہوئے۔ بہر طور شہلی تمہیں میں
کہہ دیتی ہوں کہ تمہیں سان انٹرنیٹ سے باہر نکالنے کی کوشش نہ کرنا
چاہئے۔ یہ کام تمہارے ہاتھوں کرنے کے بعد تروکا نے تمہیں
یہاں لانا چاہئے۔ اور اب تمہارے لیے کوئی خاص ہدایت نہیں ہے
سمانے اس کے کہ تمہیں سان انٹرنیٹ میں آزاد گھومنے دیا جانے
بہاں اتنا کہا ہے اس نے کہ تمہارے متاثر پذیر لگا رہ گئی جانے؟
“ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے یہ تین آدمی بھی میرے
پہنچے لگا دیے بات کچھ مفہم نہیں پوری شہلی۔“
”میں سمجھتی نہیں بولی رہی اگر تم تیار ہو تو تمہارے
لیے میں یہاں ایک مصروفیت تلاش کروں؟“
”دیکھا؟“

”تم میری مدد کرو میرا ایک کاسم کرنا ہوگا تمہیں؟“
”دیکھا کام ہے۔ پچھلے نئے سوال کیا۔“
”چند لوگوں کو تمہارے ذریعے سے قوت بنا چکا ہے ہوں
اس کے لیے ایک پروگرام ہے میرے ذہن میں؟“
”میرے ذریعے؟“
”ہاں، تمہارے ذریعے۔“
”دروغوں لوگ ہیں وہ اور اس کا مقصد کیا ہوگا؟“
”دہرت معمولی سا لڑکی کے جواب دیا۔“
”لیکن میری حیثیت کیا ان لوگوں کو یا معاذ خدائے نہیں ہوگا
کہ میں کون ہوں؟“
”تم ذہین آدمی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہیں آسانیاں
بھی فراہم کروں گی۔“
”ہوں، میں نے پرخیاں انداز میں گردن ہلائی اور پھر آہستہ
سے بولہ۔“

”کو بھی جیو اس انجنس میں تروکا کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا؟“
”ہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

”دہاں، میرے دل میں خواہش ہے کہ میں آستے آستے تھکاتا
پہنچاؤں کہ وہ بدچاس ہو جائے؟“
”دہوں، راجہ نوازا صغرا تمہیں ہونا؟“
”دہاں، میں سمجھتا نہیں؟“

لیکن اس کے سوا چارہ کار بھی کیا تھا میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اگر ترلوکا نے اس لڑائی کے ذریعے مجھ پر یہ جال پھینکا ہے اور میرے مسئلے میں کوئی پروگرام ترتیب دیا گیا ہے تو سچی بات یہی تھی کہ اس وقت میں لکھنؤ میں لگا ہوا ہوں اس لیے نہیں روک سکتا تھا بہتر یہی تھا کہ میں اپنے طور پر اس کا اندازہ کار بنا لوں اور جب بھی مجھے موقع ملے میں کوئی دباؤ نہیں جاؤں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں آرام کی نیند سو جاؤں اور میں نے یہی کہا۔ صبح کو جاگا تو شبی میرے لیے ناشتہ تیار کر رکھی تھی اس کے چہرے پر اب شگفتگی ہی شگفتگی تھی یوں لگتا تھا جیسے وہ ترونازہ ہو گئی ہو میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مسکادی۔

”ہلو۔ رات کیسی گزری؟“
”بہت خوب گزری بری آرام وہ۔ طویل عرصے کے بعد کی آرام نیند نصیب ہوئی ہے؟“
”ہم آج یہ جگہ چھوڑیں گے؟“
”کہاں چلو گی؟“
”میٹرو پول۔ اس نے مجھ سے کہا۔“
”یہ سناں تو میری لڑائی کوئی علاقہ ہے؟“
”ہاں۔ ایک نوآبادی شہر لیکن انتہائی جدید اور اعلیٰ خصوصیات کا حامل؟“

”وہاں کیوں چلنا ہے ہمیں؟“
”یہیں میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تم میری مدد کرو گے۔ اور میں تمہاری اس وقت تک جب تک مجھے تم سے کوئی نقصان نہ پہنچے یہ بات نہیں لیتیں رکھنا کہ میں دل سے تمہاری جمد ہوں لیکن ہے ہمیں کچھ ایسے واقعات پیش آئی جو تمہاری گھبراہٹ نہ کرے ہوں لیکن یوں کہ لو کہ میں اس مسئلے میں تمہاری بہرہ رہوں گی؟“

”بیشکی۔ اس انداز میں میں نے کبھی کام نہیں کیا زندگی بھر لیکن تم پر ہر سو سزا کر رہا ہوں؟“
”مطلب یہ ہے جو جو کچھ ہو گا تمہارے ذہن میں بہتر ہو گا بیشکی نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں مسکاتا ہوں سوچنا تھا کہ اچھ لڑکی اچھی دانست میں مجھے بہر وقت بنانے میں کامیاب ہو گی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی؟“
”جن لوگوں سے مجھارا واسطہ پڑے گا اس مسئلے میں نواز اصغر وہ بہت خطرناک لوگ ہیں لیکن ہے تمہیں ان پر اپنا جان رکھانے کی ضرورت پیش آئے؟“

”بیشکی۔ میری گھبراہٹ میں ایک بات نہیں آئی تروکا نے کیا اپنے کارکنوں کو اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی ملوث رہیں؟“
”یہ ذاتی معاملہ میری زندگی سے گہرا تعلق رکھتا ہے میں یوں کچھ لو کہ اگر مزید کام ہو جا رہا ہے تو میں پانچ روزہ کی ڈیوٹی دینے کے لیے تیار ہوں؟“
”اور تم مجھے کام کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی؟“
”پلیز نواز اصغر! میری کچھ نہیں؟“ اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

بیشکی اپنے طور پر کارروایاں کر رہی تھی چونکہ دل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اس کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دوں گا اس لیے میں صرف ایک خاموشی تماشا ہی بنا رہا۔ دوپہر کو گیارہ بجے کے قریب وہ ضروری تیار لوگوں کے ساتھ باہر نکل آئی میں اس کے ساتھ تھا اور اس کے باڈی گارڈ کی حیثیت رکھتا تھا۔

کھلنے پھیلنے کا سامان اس نے ساتھ لے لیا تھا اس کا مقصد تھا کہ سٹیڈی وول کا سفر بھی لیا ہی ہے بہر طور ہم دونوں کار میں بیٹھ کر چلے پڑے بیشکی ڈرائیور کی تھی اور میں پر سکوی لگا ہوں سے اعلان لگا پانچ روزہ رہا تھا خاموشی صورت ملتا تھا جس سے کار گزر رہی تھی وہ تک کھیت پھیلے ہوئے تھے ان کے اختتام پر باغات نظر آ رہے تھے جس میں چھوٹے چھوٹے چلوں کی خوشبو ہواؤں کی روشنی پر تیزی ہوئی سڑک پر پھیل رہی تھی اور موسم پڑا خوشگوار عموں ہو رہا تھا۔

سفر جاری رہا ایک طرح سے ہلکے کا انداز تھا میرے راستے میں ایک جگہ بیشکی نے کار روکی یہاں تم نے لچک لیا لچک کے بعد ان کی کہنے لگی۔

”ہم ایک ایسی جگہ چل رہے ہیں میٹروپول کے بارے میں تو میں نہیں بتا سکتی ہوں لیکن میٹروپول میں ایک شخص چارلس نامی ہے جو کافی خطرناک ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا مقابلہ چارلس سے ہو جائے؟“

”درخشیا چانک تم نے یہ فیصلہ کیوں کر لیا کچھ اپنے کام میں اس طرح شریک کر لو؟“
”اس کی وجہ یہ ہے ان تین آدمیوں کی تم نے جس طرح پٹائی کی تھی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم ذہن کے ساتھ ساتھ ہاتھ پاؤں کا استعمال بھی بخوبی جانتے ہو؟“
”کیا تمہیں یہ خدشہ نہیں ہے کہ میں بالآخر تمہارے راز سے

اقت ہو جاؤں گا؟“
”دیکھو نواز اصغر صرف ابتدائی باتیں ہیں جن کے رے میں نہیں بنانا چاہتی بس یوں کچھ لو کہ کچھ آئے لو کہ میں حق سے میلا ذاتی معاملہ چل رہا ہے اگر وہ لوگ زیر ہو جاتے ہیں تو میں تروکا کی نگاہوں میں بہت ہی حیثیت کا مالک بنا کر جاؤں گی لو کہ کام کہیں بھی رکے نہیں رہتے لیکن بعض اوقات عدہ بانہ تھوڑا سا پسند نہیں کرتا اس لیے کچھ لوگوں سے وہ جھگڑا دل لینا نہیں چاہتا اگر کام میں کر لوں تو تم یوں کرو کہ تروکا کو اس کے عموں سے بہت کچھ دے سکتا ہے اور اگر کچھ اس کی قرب اصل ہو گئی تو اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ میں کڑی کو مانگ دوں یا اگر یہ نہ بھی ہو سکا تو بھی کم از کم یہ پتا لگا لوں کہ یہی ہے جہاں یہ میں خاموش سے گریں بلا کر رہ گیا۔“

دل ہی دل میں، میں سوچ رہا تھا کہ بے وقوف لڑکی ایک وقت ایسا لگے کہ جب تم اپنی تمام تر چالوں سمیت میرے ہاتھ میں ہی خفا ہو جائے گی اگر تروکا کے مسئلے میں تو نے میری مدد نہیں کی تو میں اپنی اس وقت کے منافع ہونے کا کچھ سے پورا پورا اصلہ وصول کروں گا چنانچہ میں نے لوری طرح خاموشی اختیار کر لی تھی۔ میں اس شخص چارلس کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کا حوالہ مجھے دیا گیا تھا بالآخر ہم میٹروپول پہنچ گئے دیکھنے کے قابل بلکہ کئی صاف کشادہ سڑکیں وسیع و عریض جگہ جگہ سبزی بیٹھانے اور کھانا چھوڑنے کے دو منزلہ مکان بنے ہوئے تھے یہاں ہینسکو منزل کس مکان کی نہیں تھی ایک مثالی تصویر آباد کیا گیا تھا جس کا حسن قابل دید تھا اطراف میں پہاڑ پھیلے ہوئے تھے جن کی دھندلی چوٹیوں پر برف پھیلی ہوئی تھی۔

پلوں پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے اترتے ہوئے تھے اور ماحول میں خشک خشک سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ ہم نے ایک انتہائی خوبصورت جگہ قیام کیا یہاں ایسے مکانات مل جاتے تھے جو یہاں آنے والوں کے لیے بنے ہوئے تھے اور ان کا مقصد کر لیا وہ معلوم کیا جاتا تھا۔
شکل نے ایک ایسی ہی جگہ پسند کی تھی اور وہاں وہ فرطی ہو گئی۔

گھر ہوئے انہیں تھا بلکہ ایک طرح سے اُسے گھٹ ہاؤس کہا جاسکتا تھا چنانچہ کاؤنٹرا بنا ہوا تھا جس پر ایک معمر عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کے بال سفید تھے سر وہی بہت عمدہ شہی ضرورت کی ہر چیز یہاں فراہم کر دی جاتی تھی۔
یہاں تک کہ کھانے وغیرہ کا انتظام بھی اسی انداز میں کر

دیا جاتا تھا جیسے ہوٹلوں میں ہوتا تھا قبل بہت مستعد نظر آ رہی تھی اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک عمدہ ساخت کا ہتھوڑا نکال کر مجھے دیا اور میں ہتھوڑوں کے پھیر چیک کرنے لگا۔

”یہ کیسے لیے شئی۔؟“
”تم کیا سمجھے ہو کی یہاں ہماری آمد پر نیند ہو گی؟“
”کیا مطلب؟“
”کہ لوگوں کو ہماری آمد کا علم اس سے پہلے کہ شہر میں پہنچنا ہو چکا ہو گا؟“
”داؤ ہو تو کوئی نہیں وہ لوگ؟“
”چارلس اور اس کے ساتھی؟“
”یہ چارلس ہے کہ کیا میری؟“

”بہت بڑی چیز ہے میں یوں کچھ لو کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر تروکا کا بھی ہاتھ نہیں ڈالنا اور اس کی نیاوی وجہ یہ ہے کہ یہ تروکا کے ہاتھ میں مزاحم نہیں ہوتے؟“
”گو یا بات وہی پر پہنچ جاتے ہے کہ یہ صرف تمہارا ذاتی معاملہ ہے؟“

”ہاں۔ ایک طرح سے ذاتی ہی ہو لیکن میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ درپورہ تروکا ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا یوں کچھ لو کہ تنظیم ننگا کی ہے تو دوسری تنظیم ان لوگوں کی ہے؟“

”ان لوگوں کی تنظیم کیا نام ہے؟“
”ان کا نام کیا ہے؟“
”ان کا نام کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور بیشکی اٹھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے معذرت آمیز انداز میں گریں پانی ڈالا۔

”اگر یہ بات صرف میری زندگی کی ہوتی تو میں تمہیں اپنا رازدار بنا سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہے نہیں بہت سی اگنوں سے گردنا ہو گا جو کچھ میں کہوں کرتے جاؤ؟“
”حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی کسی عورت کے احکامات پر اس طرح عمل نہیں کیا بیشکی لیکن میں اپنی فطرت کے خلاف تمہارے ساتھ یہ رعایت برت رہا ہوں؟“
”میں اس کے لیے کبھی تمہاری ننگا رازداریوں کی بیشکی نے جواب دیا۔“

یہ پورا دن ہم نے اسی قیام گاہ ہی میں گزارا میں اور بیشکی خلعت موضوعات پر گفتگو کر رہے تھے۔ رات ہو گئی، ہوش یا ہوشی نام مکان کا کاروبار بند ہو گیا اس کی مالکانے ہم سے ہماری ضروریات کے بارے میں پوچھا اور جب ہم نے اس

سے پہلے ہی کر چکی تھی قبر کو دنگا ہوں سے شیلی کی طرف دیکھا اور چہرہ اس کے ہونٹوں پر طنز پر مسکرت پیدا ہو گئی۔
”تم جانتی ہو تم مجھے کبھی گولی نہیں مار سکتیں؟“ اس نے کہا۔
”نہیں چارلس وقت بدل گیا ہے مجھے تمہاری زندگی سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے؛“

”جھوٹ بول رہی ہو اگر ایسا ہو تا تو تم سب سے پہلے کام لے کر تیں مجھے ختم کر دیتیں۔ میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو میں رہا تھا اور میری نگاہیں خیرا نمازیں دونوں کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ میں جانتا تھا جتنا کہ کبھی یہ سب کچھ ڈرا تو نہیں ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا تھا وہ خاصا مناسب تھا۔ چارلس کے ہونٹوں پر خون چھے ہو گئی تھا اس نے اپنی آستین سے خون پونجیا اور میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔
”دو تہا راکیا خیال ہے مسٹر ایکیا لڑائی مجھے گولی مار سکتی ہے۔ میں نے گہری نگاہوں سے چارلس کو دیکھا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا اور چہرہ میری لہو لہو ہو گیا اس کے پیٹ پر پڑی وہ غمناک سا کر بیٹھ گیا تھا لیکن اس سے متوکر نے اسے اندر جا کر دیا اور وہ سر کے بل نیچے گیا۔

”یہ تمہیں گولی مار سکتی ہو یا نہ مار سکتی ہو لیکن میں متوکر بن مار مار کر تمہیں ختم کروں گا؛“ میں نے کہا لیکن اس بار وہ مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ اس طرح اندر چلا گیا کہ مجھے یہ گمان کرنے کے پیٹ میں سخت تکلیف ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے وہ اندھا ہوا ہے لیکن نیچے گرتے ہی اس نے دونوں ہاتھ اٹکے بڑھلے اور میرے ہتھوں کو اپنی گرفت میں لے کر پھرتی سے پہنچ لیا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں نے بھی انتہائی ذہانت اور ہمت سے کام لیتے ہوئے اپنی تلپازی کھلی تھی ورنہ اس طرح گرتا کھر پڑتا کھچلا ہوا شاہد بالکل چور چوری ہو جاتا میں اپنی تلپازی کھچھیروں کے بل نیچے آ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے اسے سزا دی وہ اپنی ہتھیاری جیسے ہی میرے دونوں پاؤں زمین پر چبھے میں نے اچھل کر ایک متوکر اس کے گھٹنے میں رسیر کردی۔ البتہ یہ متوکر ہلکی پڑی تھی چونکہ وہ بھی کچھ پیچھے ہو گیا تھا البتہ اس بار اس نے جو حرکت کی وہ میرے لیے متوقع نہیں تھی وہ اس طرح اچھلا تھا جیسے چھر پر چھٹا اور ہوا ہو لیکن ہوا لوں کہ اس کی دونوں انگلیں شیلی کی کمر کے گرد لپٹ گئیں اور اس نے عقب سے شیلی کے ریلو والے ہاتھ کو جکڑ لیا۔ میں خشک کر گیا مسرت حال ایک ایک تبدیلی ہو گئی تھی اب اسی صورت حال سے نجات کا ذریعہ

سے اس کا شک یہ ہوا کہ اگر کہہ کہ اب کوئی چیز درکار نہیں ہے تو وہ علی گئی گویا اب ان لوگوں سے رابطہ نہیں قائم ہو سکتا تھا رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ہمارے کمرے کے دروازے پر لمبی سی دستک ہوئی اور شیلی جو کچھ بڑی اس کے چہرے پر ایک مٹھی خیز مسکرت پھیل گئی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔
”میں اس الماری کے پیچھے ہوئی جاتی ہوں دیکھو کون ہے۔“ میں مستعد ہوا کہ دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ پستول میرے پاس موجود تھا اور میں کسی بھی لیے اسے نکال سکتا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا اور ایک لمحے کے لیے سالک ہو گیا۔ ہماری بدن کا ایک شاندار اور صحت مند آدمی میرے سامنے کھڑا تھا لیکن اس کے ہاتھ سیاہ پستول کی نال میری پیشانی سے آ کر چبک گئی تھی۔
”بچیے ہٹو“ اس نے غرائے ہونے لگیے میں کہا۔ اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ وقتاً مقب سے کوئی ایسی حرکت جس کی وجہ سے میں سہی واڑ ہوئی اور نہ والا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا یہی ایک لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ میں نے اس کے ریلو اور فالے ہاتھ پر متوکر ماری اور جیسے ہی اس کا ہاتھ بلند ہوا میں نے اس کی کلائی کو گرفت میں لے کر اس کے ہاتھ کو اچھا تھا دیا۔ ہماری بھر کم کھنٹے تھے ہاتھ چھڑانے کی بھر پور کوشش کی وہ اگر چاہتا تو فارسی کر سکتا تھا لیکن وہ یہ بات جانتا تھا کہ یہاں گولی چلانا اس کے حق میں نہیں ہوگا چونکہ اطراف میں اور بھی لوگ مقیم تھے اس کی یہ فکر وہی میرے لیے بہتر ثابت ہوئی میں نے پوری قوت سے گھنٹہ اس کے پیٹ پر مارا اور چارلس کی گردن پر دوسرا گھونسا رسید کیا۔ اس طرح ریلو اور پر اس کی گرفت مضبوط نہ ہو سکی اور ریلو اور اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ وہ زمین پر جا پڑا تھا پیٹ پر پڑنے والی ضرب نے اسے خاصی تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا میں اب اس کو موقع نہیں دے سکتا تھا چنانچہ میں نے اسے گریبان سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے ایک طرف دھکیلا دیا وہ دیوار سے جا ٹکرا تھا اس درمیان شیلی بھی باہر نکلی آئی اور اس نے اندر آنے والے کالپتول اپنے قبضے میں کر لیا۔ میرا شکا کہ میری طرح دیوار سے ٹکرا یا تھا اسے بمشکل تمام خود کو کھینچا لیکن کھڑا ہونے کی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی وقت شیلی اس کے نزدیک پہنچ گئی اس نے پستول کی نال آنے والے کی پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا۔
”ہیلو، چارلس! کیسے مزاج ہے تمہارے؟“
”اے ہاں! خبردار اپنے ہاتھوں جنسیت دو در نہیں تمہیں زخمہ نہ بھڑوں گی،“ شیلی کی آواز میں بے پناہ غرات تھی۔
”آنے والے ہے جسے کانام چارلس دیا تھا اور جس کا ننگہ شیلی

بعد میں باہر نکل آیا۔ دروازے کا چوکھیلہ دروازے پر موجود تھا مجھے دیکھ کر اس نے گردن جھکانی اور میں سر ملاتا ہوا افٹ ہاتھ پر نکل آیا۔ باہر کار میں نے دونوں اطراف کا جائزہ لیا کوئی مشکوک شخصیت نظر نہیں آئی تھی البتہ عقروں سے ہی نائلے پڑنگ کی دوسری جانب ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی میں نے دروازے کی طرف دیکھا جو کچھ در میری جانب ہی متوجہ تھا میں اس کے قریب پہنچ گیا۔
”یہ کار کس کی ہے؟ میں نے سوال کیا۔
”ابھی ایک صاحب اندر گئے ہیں؛ جو کچھ رہا ہے جواب دیا۔
”اوہ اوہ اچھا اچھا۔ دراصل وہ تیرا دوست ہے اور میرے ہی پاس آیا تھا مجھے اس کی کار سے کچھ سامان نکالنا ہے۔“ میں نے کہا اور کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ جو کچھ دارنے میری جانب توجہ نہیں رہی بہر طور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ شخصیں کار میں تنہا یا سے تو کیا کار کی تلاش ہی لیتا مناسب ہوگا۔ میں نے اندر دیکھا اور کچھ کرسی کو نہ پا کر اور پہنچ گیا۔ جب میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو شیلی چارلس کو ایک مضبوط دسی سے باندھ کر خارج ہو چکی تھی۔ میری آہستہ پالاس نے مستعد نکلا ہوں سے مجھے دکھایا۔
”کیا پوزیشن ہے؟“ اس نے پوچھا؛
”کوئی نہیں ہے۔ سب ٹھیک ٹھاک ہے؛“
”گنڈے میں عقبی کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھ چکی ہوں اور میری کوئی نہیں ہے۔ بہر طور یہ شخصیں تنہا ہی آیا ہے اور مجھے اسی بات پر حیرت ہے؟“
”میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تمہیں یہ حیرت کیوں ہے؟ میں نے جواب دیا اور شیلی ہنسنے لگا۔
”ہاں میں جانتی ہوں کہ تمہا ہاں میں بے پناہ الجھن کا شکار ہو گا لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کے لیے مجھے تم معاف کرو گے؛“
”بہت پہلے معاف کر چکا ہوں۔ اب اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟“
”ہونا تو یہ چاہیے کہ میں پہلی فرصت میں اسے مٹھانے لگا دوں اس کی زندگی میرے لیے بے حد خطرناک ہے لیکن ایک خطرہ یہی ہے؛“
”وہ کیا ہے؟“
”دور ڈی اور ڈی ایک خطرناک عورت ہے لیون کو لو کہ وہ اس کی مجبور ہی نہیں اسی کی دست راست بھی ہے؛“

صرت شیلی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ شیلی بالکل ہی احمق لڑکی نہیں تھی چونکہ چارلس کا پورا ذہن اس کے جن پر آ پڑا تھا اس لیے وہ اس طرح ڈنگائی جیسے گڑھی ہو لیکن وہ چہرے سے پیچھے ہٹ گئی تھی اتنی کہ وہ چارلس کو لے ہوئے دیوار تک پہنچ گئی اور پھر اس نے پوری قوت سے چارلس کو پیچھے سے گردا دیا۔ میرے لیے میں اتنا ہی موقع کافی تھا میں چہرے سے اچھلا اور چارلس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور پوری قوت سے اس کا سر دیوار پر دے مارا۔ شیلی کو فوراً ہی اس سے نجات مل گئی تھی لیکن سر کی یہ ضرب اس کے حواس جھینٹنے کا باعث بن گئی اور وہ دیوار پر گہری تخت کی کھیر چھوڑ کر نیچے آ کر۔ شیلی نے پالپستول اس کی گردن پر رکھ دیا تھا لیکن چند ہی لمحات کے بعد ہم دونوں کو حواس ہو گیا تھا کہ وہ درحقیقت وہ ہے ہوش ہو گیا ہے یہی نئے ایک گہری سانس کی اور شیلی کی طرف متوجہ ہو گیا جو خونیں لگا ہوا سے چارلس کو گھور رہی تھی۔ کمرے میں خاموشیاں چھانی ہوئی تھیں ہماری جھنگلہ خیزیاں اپنی خود تھیں اور اس جہارت سے کی گئی تھیں کہ اسی اطراف میں رہنے والوں کو اس کمرے میں ہونے والی کسی واردات کی کوئی اطلاع نہیں ہو سکی تھی تاہم میں عورت سے باہر کی آواز میں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہیں کوئی جاگ نہ گیا ہو۔ بہر طور مجھ سے متوکر نے دھمکے تو ہونے ہی تھے لیکن اس پاس کے لوگ بے خبر ہی تھے کچھ اس جھنگلہ خیز کی اطلاع نہیں ہو سکی تھی۔ شیلی نے سوال کیا کہ ہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر چارلس کی طرف متوجہ ہو گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
”دیکھا یہ بیان تمہارا یا ہوں گا تو از اضغر؛“
”یہ بات تم ہی بنا سکتی ہو شیلی؛ میں نے ہزار بار کے انداز میں کہا۔

”اوہ میٹر خیال ہے یہ تنہا نہیں ہوگا؛“
”تو پھر؛“
”دو تھیں تکلیف ہوگی تمہیں باہر جانا ہوگا؛“
”اوہ کے۔ میں دیکھتا ہوں؛ میں نے کہا اور خاموشی سے دروازے سے باہر نکل آیا۔ پستول میرے پاس موجود تھا اندر کے ڈرامے کے بارے میں نے کوئی اندازہ نہیں کیا تھا کہ وہ کس حد تک سے لیکن جو کچھ ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کم از کم چارلس کی حرکت کہ ڈرامہ نہیں ہے کیونکہ وہ بڑا خوشحال اور ہوا

اور ہر قیمت پر شیلی پر قابو پالینا چاہتا تھا میں نے دروازہ احتیاطاً باہر سے بند کر دیا تھا اور چند لمحات کے

217

216

"خوب! ایک یوں خاتون ہیں؟"
"تباہی بوں!"

"تو اب آپ کو سوڑھی کی عمر ہے؟"
"ہاں، میں اس کو باسانی شکلاتے لگا سکتی ہوں لیکن صورت حال کا مجھے کوئی خاص اندازہ نہیں ہے۔"

"مگر ایسے تو سوڑھی کا زندہ رہنا ہمارے لیے خطرناک ہو گا۔ تم یوں کرو کہ اگر تم کو سوڑھی کا ٹھکانہ معلوم ہے تو تم اس کے پاس چلی جاؤ۔ اس شخص کو میں سنبھالے رکھوں گا۔"
"نہیں میرے ذہن میں ایک اور ترکیب ہے۔"

"کیا؟"
"میں تمہیں ایک فون نمبر دیتی ہوں تم اسے فون کر کے یہاں بلا لو۔"

"کمال ہے شیلی۔ تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی لیکن اب میں اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ فون نمبر بتاؤ۔ میں نے کہا۔ اور شیلی نے ایک فون نمبر مجھے بتا دیا۔ میں نے شیلی فون کے نزدیک پہنچ کر شیلی کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ اور دوڑ کر طرف سے فوراً ہی فون ریسیور کر لیا گیا۔"

"ہیلو۔"
"کون؟ ریس سوڑھی بول رہی ہیں؟"

"ہاں! کیا بات ہے؟"
"میں چارلس کا دوست ہوں۔ براہ کرم آپ میرے بتائے ہوئے پتہ پہنچ جائیں چارلس آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

"اس وقت اسے کیا مصیبت درپیش آگئی۔ کہاں ہے، پتہ بتاؤ۔" میں نے پتہ دوہرا دیا اور پھر فون بند کر دیا۔ شیلی اس دوران میری گفتگو سن رہی تھی۔ چارلس آہستہ آہستہ ہوش میں آنا جا رہا تھا لیکن جوہی اس نے آنکھیں کھولیں شیلی نے تیزی سے بستوں کا دستہ اس کے سر کی پشت پر مار دیا اور چارلس چہرے بول ہو گیا۔ تب سب سنی آہستہ سے بولے۔

"میرا خیال ہے، ہم اسے ہاتھ درم میں بند کیے دیتے ہیں اس کا سامنے ہونا مناسب نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے جیسا تم پسند کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر چارلس کو کھینچا ہوا ہاتھ درم میں لے گیا۔ اس کے ہاتھ چڑو تو بندے ہوئے تھے اس لیے خطرہ نہیں تھا کہ وہ ہاتھ درم میں کوئی کام ڈالی کرے گا۔ چنانچہ میں اسے خوب ٹٹول کر ہاتھ درم

میں ڈال آیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر پہنچی سی دستک ہوئی اور شیلی نے آگے بڑھ کر دروازے کھول دیا۔ اندر آنے والی ایک عورت میرے سر سے بدن کی عورت تھی یقیناً یہی سوڑھی تھی۔ شیلی کے اشارے پر وہ خاموشی سے اندر آ گئی اس نے اصرار دھر دیکھا اور میں دروازہ بند کر کے اس کی متوجہ ہو گیا۔

"ہیلو ریس سوڑھی۔"
"کون ہوں تم؟" اس نے اچانک غصے کا ماحول کر لیا تھا۔

"چارلس کا وہی دوست جس نے آپ کو فون کیا تھا؟"
"چارلس کہاں ہے؟"

"چارلس! اس کے بارے میں تو میں ہی بتا سکتی گی۔" میں نے شیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"کون چارلس؟" یہاں کوئی چارلس نہیں ہے؟ شیلی نے جواب دیا اور لڑکی کسی قدر سراسیمہ سی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس نے ایک دیر تک سے ہنسنے شروع کیا۔

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"
"کہاں جانا چاہتی ہو ڈاکٹر سوڑھی؟"
"مگر لوگ مجھے کیسے جانتے ہو۔ چارلس کو کیسے جانتے ہو؟" اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں تو ڈاکٹر سوڑھی کو بھی جانتی ہوں تو تم کیا محسوس کرو گی؟ میں نے شیلی کی زبان سے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔ ڈاکٹر سوڑھی کون ہے اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔

"ہوں اس کا مقصد ہے کہ تم لوگ کوئی بہت چال بازی ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"
"ڈاکٹر سوڑھی کے بارے میں معلومات اور ان کا گذشتہ کا پتہ جو تمہارے پاس محفوظ ہیں؟"

"کون سے کا گذشتہ؟"
"بزنس ٹو، شیلی نے ان کی آنکھوں میں دیکھنے ہوئے کہا۔ میری کھوپڑی ہوا میں گھومتی تھی۔ یہ شیلی تو آفت لڑکی ہے۔ نہ جانے کیا کیا جھگڑے بال رکھے ہیں اس نے پھر طور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہی فعلی تو اس کا ساتھ ہی دوں گا۔
"تمہیں پتہ نہیں لیا مغزوں باتیں کر رہی ہو؟"

"ڈاکٹر تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کون ہوں! بھئی کی کوشش کر رہی ہوں وہ دوسری بات ہے بزنس ٹو کے کا گذشتہ میرے ہاتھ تھے ہی جاؤں دیر نہ ہو سمجھ لو کہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ گی بلکہ تمہاری زندگی بچاؤ نہیں ہے۔ مگر بزنس ٹو کے کا گذشتہ تم میرے حوالے کرو تو شاید میں تمہیں زندہ بھی چھوڑ دوں گی؟"

"مغزوں کو اس مت کر دو میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی؟"
"تب تم ہمارے بارے میں جان چکی ہو اور بہتر یہی ہے کہ تم سے نجات حاصل کرنی جائے۔ جہاں تک معاملہ بزنس ٹو کا تو میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر سوڑھی وہ کا گذشتہ میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"
"ہوں گا، یہی بات ہے تو تم نے سیدھا ڈاکٹر سوڑھی پر ہی ہاتھ کیوں نہیں لگایا؟"

"اس لیے کہ اسے چھاری یہاں آدھا کلم ہو گیا اور ابھی وہ اسی پچھوٹا ہو گا کہ ہم کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو سر چارلس یہاں آئے کی کوشش نہ کرتے؟"

"یہاں! سوڑھی پھر چونک پڑی۔
"ہاں وہ غسل خانے میں آرام کر رہے ہیں! شیلی نے کہا اور سوڑھی بے اختیار غسل خانے کی طرف جھپٹ پڑی۔

"جوہی وہ غسل خانے میں داخل ہوتی ہیں شیلی کو تیر کی طرح غسل خانے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھنا غسل خانے کا دروازہ ایک دم سے بند ہو گیا۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا اور اسے کھول کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن شیلی نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا پھر میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں آنے لگیں جیسے شیلی اور سوڑھی آپس میں لڑ پڑی ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اب مجھے کیا کرنا چاہیے ایک لمحہ کے لیے تو دل چاہا کہ میرا دل سے نکل جاؤں لیکن اس طرح فرار ہو جانا میری عقل کی بات نہیں تھی۔ میں لانے آپ کو آنا مانا چاہتا تھا دیکھتا ہوں وہ کب تک نہیں کھنفتی۔

تھوڑی دیر تک اندر بیٹھا مگر ہوتا ہوا دروازے کے بعد دروازہ کھلا شیلی بالکل اُنی لگی تھی میں اس کی حالت دیکھ کر چونک پڑا اس کے بال اٹھے ہوئے تھے یا اس بے ترتیب تھا آنکھیں دیوانگی کے تاثر سے خوفناک ہو گئی تھی۔ چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا مجھے سے نگاہ ملی تو اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت نظر آئی پھر وہ آہستہ آگے بڑھی اور پھر میرے نزدیک

پہنچ گئی۔ میں شیلی کے بارے میں جیسے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ جو کچھ نظر آتی ہے اس سے کہیں آگے کی چیز ہے۔ اس کا سامنا نہ سوتنی کی طرح چل رہا تھا میرے نزدیک آگہ وہ جیسے ہی اندر آئے مغزوں کو اعتدال پر لائے تھی میں خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"باہر کا تو سب معاملہ ٹھیک ہے؟"
"بالکل ٹھیک۔ لیکن تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔"
"ہاں میں اپنے آپ کو ناراض کرنے کی کوشش کر رہی ہوں؟"
"ہری کی کیا ہوا؟"
"میں نے ان دو دنوں کو جھکنے لگا دیا۔"

"دو دنوں کو؟" میں چونک پڑا۔
"ہاں دو دنوں کو، میں اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑ سکتی سمجھے تم، ایک بھی نشان میں نہیں چھوڑنا چاہتی؟"
"شیلی میں تمہاری مزید کیا مدد کر سکتا ہوں؟" اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اگھورتی رہی اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو ٹھک پڑے۔

"ارے ارے! کمال کی عورت ہو سبھی، ابھی ابھی دو دنوں کا خون کر کے آ رہی ہو اور اب معصوم لڑکیوں کی طرح رو رہی ہو۔"

"ہاں میں معصوم لڑکی ہی تو تھی سمجھے تم نواز احمد! میں معصوم لڑکی تھی لیکن مجھ سے میری معصومیت چھین لی گئی۔ ساری دنیا میں میرا کوئی نہیں تھا سوائے ایک بھائی کے۔ صرف ایک بھائی ہی تھا میرا جس پر میں جان چھوڑتی تھی سنا نواز احمد! اب میں تم سے جوٹ نہیں بول رہی۔ اب تک جو خراب تم سے کرتی رہی ہوں اس پر نرسندہ ہوں۔ ان لوگوں نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ان لوگوں نے مجھے بے سہارا بنا دیا۔ میں حسن و عشق کی وادیوں میں بھوکے لے رہی تھی۔ میں محبت کے جھولے چھول رہی تھی ایک نوجوان سے میری دوستی تھی بہت ہی خوبصورت آدمی تھا وہ جان چھوٹا تھا مجھ پر کین میں نے اس کی صدر پر اسے فنا کر دیا۔ کیونکہ اب میرے سینے میں اشتعال کی آگ روشن تھی مجھ سے میرا پانا بھائی چھین لیا گیا تھا مجھ سے میرا بھی چھین لیا گیا تھا اور اسے جھیننے والے کون لوگ تھے جانتے ہو، یہی ڈاکٹر سوڑھی۔ ڈاکٹر سوڑھی کا گروہ بہت بڑا ہے وہ دنیا کا ہر بڑا کام کرتا ہے۔ خود ڈاکٹر سوڑھی کہیں نہیں چو،

کی طرح چھپا رہتا ہے کبھی سانس نہیں آتا۔ اس کے گردہ کے آدمی مختلف علاقوں پر قبضہ جانیے بیٹھے رہتے ہیں۔ تو امریکی ریاستوں میں ان کا محل دہلی ہے۔ اور میرے لیے اتنے بڑے گردہ سے نشا آسان کام نہیں تھا۔ مجھے ایسے ایسے گردہ کی تلاش تھی جس میں شامل ہو کر میں ڈاکٹر ڈی کے خلاف کام کر سکوں ہاں نواز اصغر میں تمہیں اپنی زندگی کا وہ راز بتا رہی ہوں جو اس سے پہلے میں نے کسی کو نہیں بتایا۔ ہم لوگ بے پناہ دوست رکھتے تھے میٹر جانی جی اس دولت کا وارث تھا اور ہم سکون کی زندگی گزار رہے تھے کہ ڈاکٹر ڈی کے آدمیوں نے جی کو اپنے جال میں جھانس لیا اور اس دولت کے لیے اسے موت کی بیند سلا دیا۔ یہاں ایک بہت بڑی نیکی مری موجود ہے جو کسی درمیں میری ملکیت تھی۔ میرے سینے میں انعام کی ایک سنگسب بری تھی یاد چھپے ترلوکا کے گردہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ سان ان ٹونیو میں ڈاکٹر ڈی اور ترلوکا کے درمیان کئی عرصے کے ہوئے اور اس میں ترلوکا کے آدمیوں نے ڈاکٹر ڈی کے آدمیوں کو نیچا دکھایا۔ چنانچہ میں ترلوکا کے گردہ میں شامل ہو گیا۔ ایسے ایسے کام کے لیے میں نے ترلوکا کے گردہ کے لیے کہ دیاں میری ایک وقعت ہو گئی۔ مجھے ایک باقاعدہ سیکشن کا انچارج بنا دیا گیا، ہاں لاج نواز اصغر مجھے تبار سے بڑھ کر تمام تفصیلات پہلے ہی بتا دی گئی تھیں میں نے اب تک تم سے جو تھ لولا خاتم میرے لیے اجنبی پہنکتے ہیں۔ میں نے بڑی کا دشمنوں کے بعد ترلوکا اور ڈاکٹر ڈی کے درمیان حضور دی اور وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ اکثر ان گردہ میں ہنگامہ خیزیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ڈاکٹر ڈی کے آدمی بھی مارے جاتے ہیں اور ترلوکا کے آدمیوں کا بھی نقصان ہوتا ہے لیکن ترلوکا کے نام سے نہیں بلکہ منشیات کے اسمگلر کی حیثیت سے کیونکہ ڈاکٹر ڈی بھی لیجن اوقات منشیات کی سپلائی میں دلچسپی لیتا ہے۔ سمجھے تم یہ ہے میری کہانی اور اس کے جواہر نکات ہوں گے۔ وہ ہیں تمہیں بتاؤں گی راج نواز اصغر میں ہاں تا حد تک ترلوکا کے آدمیوں کے ذریعے اپنے مقصد کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ نہ ہی میں نے ان پر اپنا مافی العین واضح کیا ہے۔ لیکن جس طرح میں دیر پردہ ہو سکتا ہے میں اپنا کام انجام دیتی رہتی ہوں مجھے تمہارے پیچھے لگایا گیا تھا مجھے شبہ کی کہانی نے بہت متاثر کیا تھا اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس طرح میں تمہارا کس ترلوکا سے اپنے

ہاتھ میں لوں گی۔ میں نے ترلوکا کے متعہ خاص سے بات کی ہے اور اس نے مجھے یہ کیس دے دیا ہے۔ میں نے اس سے دعویٰ کیا ہے کہ جو کچھ بھی ہوگا میں تمہیں لگا ہوں میں سکون کی ترلوکا کی خواہش ہے کہ اچھی تمہیں سان ان ٹونیو میں آزاد چھوڑ دیا جائے جسکے میں نے تم سے کہا کہ وہ اس بات کا خواہش مند ہے کہ تمہیں خود کشی پر مجبور کر دے۔ میرے سپرد وہی ذمہ داری کی گئی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے میں تمہیں بچاؤں اور جب تم بالکل ہی زندگی سے عاجز آ جاؤ تو تمہیں ترلوکا کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ ترلوکا کا ایسے پر دوگرام بنانے ہوئے ہے جن کی وجہ سے تمہیں موت بھی اپنانی پڑے گی۔“

”اڑہ اگر یہ بات ہے تو تمہیں زہی کے بارے میں بھی معلومات ہوں گی۔“

”خدا کی قسم میں نہیں جانتی لیکن جو کچھ بھی میں نے تم سے کہا ہے اس میں جھوٹ نہیں ہے۔ میں زہی کے بارے میں تمہیں معلومات کر کے بتاؤں گی۔ یہ کام میرے لیے بہت زیادہ مشکل نہیں ہوگا لیکن اگر تمہارا مقصد پورا کر سکے، میں گہری سوج میں ڈوب گیا ایک نیا معاملہ میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا مجھے اپنے ان سوالوں کے جواب بھی مل گئے تھے جو میرے ذہن میں پہلا ہو رہے تھے یعنی یہ کہ بقول شیلی کے ترلوکا مجھے لگا ہوں میں رکھے ہوئے بھی ہے اور یہ کہ اگر میں شیلی کے معاملے میں کام کروں تو ترلوکا سے محفوظ رہ سکوں گا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ شیلی میرے سلسلے میں انچارج بنا دی گئی تھی لیکن اس کے دل میں کچھ اور تھا اب اس بات میں کوئی تردد نہیں رہا تھا میں خود ڈی ویرٹیک کچھ سوچتا ہاں پھر میں نے اہستہ سے کہا۔“

”پہلے ہمیں ان دونوں لاشوں کو ٹھکانے لگا دینا چاہیے، شیلی میری طرف دیکھنے لگی اور ہر بولی۔“

”کیا تم نے میری باتوں پر یقین کر لیا ہے؟“

”ہاں شیلی، میں نے تمہیں مجھے میں کہا۔ اور اس کی مچھلا سے تشکر کے آثار جاننے لگی۔ پھر وہ بولی۔“

”راج نواز اصغر اگر تم میری مدد کرو گے تو میں اپنی زندگی تمہارے مقصد کے لیے وقف کر دوں گی۔ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے مجھے۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ فریب پر

بنی تھا۔ میں تو اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے قربان کر چکی ہوں اب میرے سینے میں ایک انعام۔ دشمن سے ہے میری قربت پر پورا لگنا چاہتی ہوں۔ اگر میں تمہارے ذریعے ان لوگوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہوگی اور وہ کاغذات میرے ہاتھ لگ گئے تو مجھے تو کہتا ہوں کہ یہ میری کئی کئی ہفتوں کی ہوگی۔“

”میرا خیال ہے شیلی اب تم آرام کرو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں، میں نے کہا اور میں ایک پر دوگرام ترتیب دینے لگا۔“

”میرا خیال ہے شیلی اب تم آرام کرو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں، میں نے کہا اور میں ایک پر دوگرام ترتیب دینے لگا۔“

”میرا خیال ہے شیلی اب تم آرام کرو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں، میں نے کہا اور میں ایک پر دوگرام ترتیب دینے لگا۔“

”میرا خیال ہے شیلی اب تم آرام کرو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں، میں نے کہا اور میں ایک پر دوگرام ترتیب دینے لگا۔“

”اگر تم چاہو تو آرام کر سکتی ہو۔ میں خود ڈی ویرٹیک داپس جاؤں گا شیلی نے اہستہ سے گردن ہلا دی وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ میں نے چارلس کا کوٹ پہنا اور نلیٹ بیٹ کا کراں انداز میں آگے بڑھنے لگا کہ جو کچھ وہی سمجھے میں وہی سمجھوں جو کسی سے ملے آیا تھا اس نے مجھ سے لہ نہیں کہا اور میں خاموشی سے ہاں لہ کر کے قریب

پہنچ گیا پھر میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے ایک طرف تیزی سے گھمائے ہوئے عمارت کی قطعی سمت میں لے آیا یہاں دونوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں، دونوں لاشوں کو ڈی کیس ڈالنے کے بعد میں کار اسٹارٹ کر کے چل پڑا اس علاقے کے بارے میں مجھے معلومات نہیں تھیں کس جس طرف منہ تھا چل پڑا تھا لیکن اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہتا تھا کہ فاصلہ زیادہ نہ ہو تاکہ کہیں داپسی میں میں راستہ نہ بھول جاؤں چارلس کا کوٹ اور بیٹ آنا کر میں نے ایک سمت رکھ دیا تھا پھر مجھے ایک تیز رفتار نالہ نظر آیا اور میں نے ہی مناسب سمجھا کہ لاشوں کو ان کے لیے میں ڈال دوں۔ نالہ کہاں جاتا ہے کہاں سے آیا ہے اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ اطراف سے بے خبر تھا لیکن چارلس طرف خاموشی اور برقی کاراج تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے دونوں لاشیں اٹھائیں اور پانی میں ڈال دیں۔ جیسے کہ کی آواز ہوئی اور دونوں لاشیں تیزی سے میری نگاہوں کے سامنے بہتی ہوئی بہت دور نکل گئیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں تھیں۔ میں نے ان لاشوں کے ساتھ ہی چارلس کا کوٹ اور بیٹ بھی پیسنگ دیا تھا اور اس کے بعد میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے لے کر نالے کی بائیں طرف ہی سمت ایک کنارے کے قریب پہنچ گیا عمارت کے عقب میں میں نے کار کھڑی کی اس پر سے اپنی آنکھوں کے نشان دیرہ صاف تھے۔ اور دروازہ کھول کر تیسے اترا یا اس کے بعد داپسی کا سفر میں نے پیدل ہی طے کیا تھا۔ میں اندر پہنچا تو ہاتھوں میں پانی گرنے کی آواز میں آ رہی تھیں اور جھینک رہی تھیں میں سمجھ رہی تھی جب وہ باہر نکلے تو میری نگاہیں ایک لمحے کے لیے اس پر جمی گئی جی رہ گئیں۔ شب خوابی کے با اس میں وہ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی لیکن میں اپنے آپ کو سمجھنے لگا کہ اس کی سیٹھی کی نگاہوں کی کیفیت بہتر نہیں تھی اس کے ہیرے سے اس کے جذبات کا اظہار ہوتا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا تیرہ مقدمہ کیا اور وہ سوالیہ لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔“

”کیا ہاؤ؟ اس نے پوچھا۔“

”سب ٹھیک ہے شیلی نے فخر ہو جاؤ۔ میں نے جواب دیا۔ تو وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔“

”بہر طور یہ سب کچھ ضروری تھا۔ شیلی اب میرا خیال ہے اسلام کر دیتے تھے۔“

”ہم لوگ اس سلسلے میں مزید کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ میں جو کچھ کر رہی ہوں وہ میری بساط سے باہر کی چیز تھی۔ لیکن بس جب اپنے بھائی کا تصور میرے ذہن میں آتا ہے میں نے قابو ہو جاتی ہوں۔“

”شیلی واقعی اب ان خیالات کو ذہن سے نکال دو اور آرام کرنا۔“

”میں نے ایک بار پھر غیب کی نگاہوں سے غمے دیکھا اور میں نے اس کی طرف سے رخ بدلا لیا۔ دوسرے دن تقریباً گارہ بجے تک ہم لوگ اپنی رہائش گاہ میں رہے۔ پھر شیلی نے کہا۔

”میرا خیال ہے معاملات واقعی ٹھیک ٹھاک ہیں کسی کو صورت حال کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔“

”میں نے تم سے کہا تھا ناشیلی میں نے جو کچھ کیا ہے پرے اطمینان کے ساتھ کیا ہے۔“

”تو پھر آؤ میرا وہاں کے مناظر سے لطف اندوز ہوں۔ اس علاقے کے بارے میں تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ یہ کافی خوبصورت ہے۔ صرف یہی نہیں اس کے اطراف میں ایسی قدرتی انداز کی چیزیں بنائی گئی ہیں کہ انسان وہاں پہنچ کر ان مناظر میں گم ہو جاتا ہے۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے شیلی، چلو، میں نے جواب دیا۔ ذہن میں رات کے واقعات پھکر رہے تھے لیکن خود کو سنبھالے رکھنا بھی ضروری تھا۔ شیلی کی خوبصورت کاریں بیٹھ کر ہم لوگ موٹر گھرا جھپٹے جہاں شیلی نے کار پارک کی تھی۔ پھر کار کو اسٹارٹ کر کے موٹور سے ہی ناصطے پراک پٹرول پیپ سے پٹرول بھرا اور اس کے بعد وہ چل پڑی۔ شاید اسے اس علاقے کے بارے میں خاصی تفصیلات معلوم تھیں۔ سفر کرتے ہوئے میں نے پوچھا۔

”شیلی تم نے یہ تو بتایا ہے کہ تم اپنے بھائی کے انتقام کی پیاسی ہو لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ پیاس کیسے بجھے گی؟“

”خون سے، صرف خون سے، اتنا خون پینا چاہتی ہوں ان کا کہ میری پیاس بجھ جائے۔ اور اگر ڈاکٹر ڈی بیسٹر کا ہاتھ لگ جائے تو پھر یوں سمجھ لو کہ میرا مقصدی پورا ہو جاتا ہے۔“

”ڈاکٹر ڈی کی کہانی میں جس حد تک سن چکا تھا بس اس سے زیادہ سننے کی خواہش نہیں تھی۔ ہم لوگ میرا وہاں کے مختلف

حصوں میں گھومتے رہے۔ شیلی نے میرا وہاں کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ واقعی حقیقت تھی۔ سب سے تیز رفتاری سے منظر سے ہمارا توجہ ہٹا دینے والی شیلی تھی۔ اس کے علاوہ وہاں سے اسے سبھی لگا تھا۔ ہم نے جھیل کے کنارے بنے ہوئے ایک ریسٹورنٹ پر دوپہر کا کھانا کھا لیا اور اس کے بعد جھیل کی ایک شاخ سے تزیین دیکھے ہوئے سوئٹنگ پل کے کنارے بیٹھے۔ وہاں پر رہنے والوں کی خوش فہمیاں دیکھنے سے۔ اس کے بعد وہاں سے آئے رستہ اور اپنے اوپر اڑ رہی موٹور میں پہنچ گئے جہاں چھوٹے چھوٹے مختلف کھیلوں کا بند ویسٹ کیا گیا تھا۔ شیلی نے مجھے ایک سٹے کھیل سے روشناس کرایا جو بہت دلچسپ تھا۔ اس اور وہ یہاں پہنچ کر گوبارگ سے ہوئے محلات کو بھول گئے تھے۔ شام ہونے کا ہونا ہی نہ چیل سکا اور جب سویرے رات کی تاریکی میں ہم گوبارگ کی واپسی کے راستے پر چل پڑے اتنی دور چل آئے سٹے پٹرول کی شہری آبادی سے کہ وہاں ہی کا سفر بھی تین ساڑھے تین گھنٹے سے کم نہیں تھا۔ شیلی نے اس وقت ڈیڑھ گھنٹے سے ہی حوالہ دے رکھی تھی اور خود میرے نزدیک پہنچ چکی تھی۔ واپسی کے سفر میں ہم نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور دست رفتاری سے چلتے رہے۔ ابتدائی راتوں کا چاند تھا جو موٹوری ڈیڑھ گھنٹے لگا اور پھر طرف ٹھہری ٹھہری چاند میں گئی۔ رات کا صحن کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ میں پھر حال انداز میں سامنے ٹرک پر نگاہیں دوڑانے کا رونا بھوک رہا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ عقب ہٹا دینے پر جا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ ٹرک اسی جانب آ رہے ہیں ان کی رفتار خاصی تیز تھی نہ جانے کیوں میری جھپٹنے سے ان کی اعلان کیا کہ حالات جاری موافق نہیں ہیں اور میرا دفعتاً ہی میں نے تیز بھجوں کی آوازیں سنیں۔ بے اختیار ہی میرا پاؤں بھی بریک پر پڑ گیا۔ پتا نہیں یہ چینیب کیسی تھیں۔ میں نے کار ٹرک کے کولے آتا رہ کر وہی شیلی نے میری شاہدیاں چھینیں سن کی نہیں اس نے پھر سے پنا پنا پنا لگا لگا اور عقب میں دیکھنے لگی۔

”تم اسی جگہ کوئی محفوظ جگہ تلاش کر لو۔ شیلی میں دیکھتا ہوں۔“

”میں نے پھر سے سے بھرتے سے دیکھا۔ وہاں میرا ٹرک کی ڈھلان پر دوڑتا ہوا ٹرکوں کی طرف بڑھنے لگا جو ٹرک گئے تھے۔ میں نے ٹرکوں کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ چند افراد کچھ لوگوں پر حملے کر رہے تھے۔ ان کی تعداد خاصی تھی اور میرا اس سے ساتھ ہی دفعتاً فرار نہ شروع ہو سکی اور طرف سے ان لوگوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ میں ان ہنگامے میں جانے لوچھے بغیر کوئی حصر لینا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن صورت حال میری ویر

کے مطابق نہیں رہی دفعتاً مجھے عقب میں ایک آواز سنائی دی اور میں نے اسے دیکھے بغیر فرار ہی بیٹ کر گولی بھادی جیر عقب میں صرف دس فٹ کے فاصلے پر ایک شخص موجود تھا۔ میری چلائی ہوئی گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ دوسرے وہ گریگا۔ اسی وقت وہاں سمت سے ایک گولی آئی اور وہ سنسنائی ہوئی اور میرے بالوں کو جھوٹی کر گئی۔ میں نے پھر پرتی سے زمین پر چڑھی تھی لیکن جوں ہی مجھے مرکز پر ایک سارہ نظر آیا اس نے فوراً ہی فرار ہو کر باؤڑی پر کوشش بھی نہ کی۔ اس کا نام نہیں رہی تھی دوسرا آدمی بھی مرکز کی ڈھلان سے اڑھٹا ہوا بالکل میرے قریب آ گیا تھا میں نے فوراً اس کا چہرہ دیکھا پتا نہیں کون سے علاقے کا آدمی تھا اچھے خالصے تو توڑن کا مالک تھا۔ ایک بار میرے قدم کی چاب سنائی دی اور اس کی سانپ کی مانند پید پڑا لیکن اسی وقت شیلی کی آواز ابھری۔

”بہنیں یہیں ہوں۔“

”میرے قریب پہنچ کر بیٹھے کر پڑی اس کا سانس دھونکی کی طرح چل رہا تھا۔

”اوشہ شیلی تمہیں اس طرف نہیں آنا چاہیے تھا۔“

”وہ۔ وہ۔ دراصل میں اس جگہ محفوظ نہیں تھی۔“ اس نے جواب دیا۔

”اؤ ہمیں چکر چھوڑ دو جی چاہیے۔ میں نے کہا اوشہ لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ پتہ نہیں اور کس پر ہوا تھا پھر لوگوں کی ایسی ہی بات تھی جو واقعی خطرناک تھی۔ میں تو لڑا دہریہ اس میں ملوث ہو گیا تھا۔ دفعتاً میں نے ٹرک اشارت ہونے کی تیز آوازیں سنیں اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ تمام ٹرک آگے بڑھ گئے۔ ٹرک بڑھ گیا ہوا کہ ہمیں وہ میری کار نہ دیکھ لیں اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں پھر تیزی سے ٹرک انتظار کرتا رہا اور پھر شیلی کا ہاتھ پکڑ کر پڑ پڑ گیا۔

”پتہ نہیں کون لوگ تھے۔“

”ڈاکٹر ڈی کے آدمی۔“ شیلی نے جواب دیا۔

”وہ تم لوگ تو ذہن سے یہ بات کیسے کہہ رہی ہو۔“

”چاندنی رات تھی ایک ٹرک پر ایک جڑا سا مولوگرام بنا ہوا تھا ڈی ایڈ کو کا نام میں نے صاف پڑھا تھا۔“

”مجھے لوگ ہماری سمت تو نہیں آ رہے تھے۔“

”کہا تھا جا سکتا ہے۔“

”میں نے ایک اور مشورہ دیکھا تھا ان لوگوں نے کچھ دوسرے لوگوں کو رائفل کی نالی سے کور کر رکھا تھا۔ غالباً یہ ہمارا معاملہ نہیں تھا۔ شیلی۔“

”دیکھے تھا کہ کتنا جال ہے چارلس کی موت کی

اطلاع ان لوگوں کو مل گئی ہوگی۔“

”بہت پہلے مل چکی ہوگی اور یقیناً طور پر وہ اس کے ہاتھوں کی تلاش میں سرگرم ہوں گے۔“

”بہر طور اس بات کا میں نہیں یقین ہلاتا ہوں کہ وہ ہمارا سراغ نہ دیا سکیں گے۔“

”بہنیں ڈاکٹر منت کو وہ بہت چالاک لوگ ہیں جس کا پتا بتا چکی ہوں کہ وہ میرا وہاں میں داخل ہونے والوں پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ کوئی بھی اجنبی اگر یہاں آتا ہے تو وہ کسی کی نگاہ میں لگ جاتا ہے۔“

”اگر یہ بات ہے تو پھر معاملات خالصے پر نشان کن ہو سکتے ہیں۔“

”کیوں؟“

”وہ اب تک ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے ہمارا یہاں ہالٹنگ کا کام لے رہے تھے ہوں گے۔ شیلی نے سنی سے میرے شانے کو دوپہر لیا اور ایک بار میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ شیلی میں نے چونک کر پوچھا۔

”اوشہ۔ تو اس صفر ہوا کچھ نہیں ہے پھر اسے اس بات نے میرے ذہن کو اجاگر کیا ہے۔“

”اور اس نے میرے شانے کو بھونچا دیا۔ میں نے مسکرائی ہوئی آواز سے کہا شیلی میں نے اسے انداز میں سکرادی اور مجھ سے معذرت کرنے لگی پھر اس نے کہا۔

”تھا اور خیال درست ہے وہ میں تلاش کرنے ہوئے بالآخر اس جگہ پہنچ گئے ہوں کہ جہاں ہمارا قیام ہے۔ مجھے یقین ہے اس بات پر۔“

”اجاگر اس یقین کی وجہ کچھ نہیں آتی۔“ میں نے کہا۔

”جو کوئی خاص نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ڈاکٹر ڈی کوئی احمق آدمی نہیں ہے چارلس کی موت اس کی مجموعی گنہگار اور پھر یہاں ٹرکوں کے نزدیک پہنچا دیا اس کے لیے بہت تعجب نہیں ہو گا اور اس جیسے شخص کے لیے معلوم کر لینا مشکل نہ ہو گا کہ میرا وہاں میں داخل ہونے والے اجنبی کون ہیں اور ان کا قیام کہاں ہے۔“

”تو پھر کس پر وگرام ہے شیلی؟“

”کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تاہم نہ جانے کیوں میرا وہاں ڈر رہا ہے۔ بہتر ہے کہ ہم اپنی اس ہالٹنگ گاہ سے نکل آئیں اور

پھر کوئی گناہ گوشہ اپنا لیں،

”وہاں جہاں ہے باہیں،“ میں نے سوال کیا۔
قبیلہ چند منجھتا کچھ سوچتی رہی پھولی۔

اپنا سامان تو لٹائیا ہی ہوگا،“ میں نے کارنگے ٹھہرا دی
ان راستوں کی ضروری بہت شناخت تھی مجھے بھی ہوشیاری اپنا کر لانا
ہم اپنی بالمش گاہ کے قریب پہنچنے کے کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی
کارے اتر کر اندر داخل ہوتے ہوئے ہیں نے بوجھا۔

”کیا کوئی ایسا گوشہ ٹھہرا کر لگا ہے جس سے بھٹی، بیٹلی نے
کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ہونٹ کی مالک کی جانب مڑ
رہی تھی سفید خام عورت کا دھڑکنے لگے ہتھے پہنچی ہماری ہی جانب
دیکھ رہی تھی۔ بیٹلی کی خاموشی پر میں نے چونک کر ڈاکٹر کی طرف

دیکھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا
ہوئی کی مالک ہماری جانب دیکھ کر رو رہی تھی لیکن اس کے بدن
میں ڈراہمی جنبش نہیں تھی۔ وہ ساکت و جامد نظر آ رہی تھی اس
کی آنکھوں کی پتیلیاں غیر متحرک تھیں۔ میں بیٹلی سے پہلے اس کے

نزدیک پہنچ گیا اور میں نے ٹھیک کر کے مخاطب کیا۔ لیکن اس
کے ہنرے کوئی آواز نہیں نکلی۔ قریب سے دیکھنے پر انداز لگایا
کہ اس کا چہرہ خوف و وحشت کا منظر نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے چہرہ
دیکھا تو وہ ایک جانب لڑکھائی یعنی ناوہ مڑھ گئی ای وقت

اچانک روٹھی جلی گئی اندر لپٹا ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی
فارنگ کی آواز ابھری۔ سانسے کی طرف سے چلائی گئی تھی،
کاؤنٹر کی لٹکی میں پوسٹ ہو گئی اور دوسری میرے سر پر سے
گزر گئی میں پھرتی سے ہتھے گھر پڑا اور بیٹھا ہوا دروازے کی جانب

بڑھے لگا دینا میرے ہاتھ لٹکی کے پاؤں سے ٹکرے اڈیٹی کی
بوجھ آ گیا تھا لیکن پھر لمحے محسوس ہوا کہ کوئی میرے قریب سے
گزر رہا ہے۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ بیٹلی نہیں ہے۔ تاریکی میں
میں نے ایک بار پھر لٹکی توڑنے کی کوشش کی لیکن وہ دوبارہ

میرے ہاتھ نہیں آئی۔ مجھے یقین تھا کہ حمل آور دونوں سے عمارت کا تین
سو پر بند کر دیا تھا اور نہ اس طرح تاریکی دیکھیں جاتی۔ باہر بہت
سے دوڑنے کی قہقہوں کی آواز ابھری تھی۔ میری آنکھیں نہیں
آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے اس تاریکی میں تو میں کچھ کر سکتی تھی

سکتا تھا تاہم میرے قدم دروازے سے ہی کی جانب بڑھ رہے تھے
اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں دروازے سے باہر نکلتے ہیں
کا مہاب ہو جاؤں تو پھر ان کے ہاتھ کا مناشکل ہو گا بیٹلی کے پاسے
میں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اس کی پراسرار غلطی

یہ بتا رہی تھی کہ باؤ وہ کسی جاننے کا شکار ہو گئی ہے یا پھر یہاں
موجود ہی نہیں ہے۔ نہ جانے کسی طرح میں تو کتنا ہوا دروازے
تک پہنچا کر دفعتاً اندھیرے کی بیٹنوں کی آہی ناں میری
گروں سے آئی اس کے ساتھ ہی کسی نے مجھے ہاوں سے جڑا اور

اندھیرے میں لیکن اب جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لیے انتظار صاف
ہی ہوتا۔ حالانکہ اس شخص نے میرے بال چھسے ہوئے تھے لیکن
میں نے پھرتی سے فلاپ بازی کھانی اور اس کی بیٹنوں پر ہاتھ ڈال
دیا۔ دروازہ قریب ہی تھا میں جلت اور ٹھہرا ہٹ میں سوچ رہا

تھا کہ اگر میں اسے مڑا دے کر ایک اور کوشش دروازے سے
باہر نکلنے کی کروں تو کام بن سکتا ہے لیکن میرا مد مقابل بھی بیٹلا
تھا۔ اس نے اپنا بیٹنوں والا ہاتھ پھرتی سے پیچھے کھینچے لیا اور اس
کے ساتھ ہی پوری قوت سے میرے چہرے پر گھونٹا رسید کر دیا۔

پھر پورچٹ تھی میں کر کے کیجیے الٹ گیا لیکن میرا مد مقابل
شاید اٹو کی نسل سے تھا اور درات کی تاریکی میں بھی خوبی دیکھ سکتا
تھا۔ اس نے مجھے زہن پر کرنے سے پہلے ہی کہیا کہ یہاں سے ختم کیا
شاہد اس اتنا وہاں اس نے اپنا بیٹنوں جبب میں رکھ لیا تھا

چونکہ اب اس نے ایک ہاتھ سے میرا گریبان پیرا ہوا تھا اور
اس کا دوسرا ہاتھ میرے جبڑوں پر گھونٹے برسار ہا تھا گھونٹوں
کی وحشتناک پوچھنے میرے اوسان خطا کر دیئے وہ ایسے ناک
تاک کے نشانے لگا رہا تھا کہ میں اس کی نڈے نکل نہیں پاتا

تھا تاہم میں نے سنبھل کر اپنا چہرہ چھلپا دیا۔ اس کے بیٹ
میں پوری قوت سے ایک ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے کچھ نڈا
نکل کر وہ پیٹھ کی ضرب کو کھیر گیا۔ میں نے دو تین مرتبہ اس کے
چہرے کو زخمی کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ہمت کسی سلنے کی

طرح اپنے قدموں پر چھلپے ہوئے میرے وار خالی کرنا ہر ہاں
تک کہ اس نے میری ہنسی پر ہنسنے کی کسمت میں ایک زود
دار گھونٹ لگا یا اور اس بار میری آنکھوں میں زرد رو شبنیاں
پھیلنے لگیں میں نے خود کو سنبھلنے کی کوشش کی لیکن زینخال کا

اور میرا ذہن ناز کیوں میں ڈوب گیا۔ آنکھ کھلی تو شاہد باریک
کی شدت ہی تھی جس نے مجھے جگا دیا تھا۔ درد کہاں کہاں ہو
رہا ہے اس کے بارے میں اندازہ لگانا ناممکن نہیں تھا مگر چہرہ
چھونے سے بڑھ جلا کہ میرا پورا چہرہ سو جا ہوا ہے۔ جڑے شدید درد

کر رہے تھے لہذا بدن کے نیچے فرش کی بجائے نرم لیٹرز موجود تھا
میں درج تک لیٹ رہا خوش پڑا انگلیوں سے اپنے جبڑوں کی
دانش گزار رہا۔ درد کی شدت تاریکی ہی کی مزاجی آنکھ سے۔ جلد
کئی جگہ سے ادھڑتی ہوئی تھی اور خون جگر ہا تھا کروں گھانا بھی

دشوار ہو رہا تھا۔ بہر طور کسی نہ کسی طرح میں کر ٹ کے کراس
کر کے جاڑے رہا تھا۔ ایک دم بلب روشن تھا کہ وہاں کچھ
بہنیں تھا اس کی دیواروں کا رنگ اکھڑا ہوا تھا اور اس کی
شکل و صورت بول محسوس ہوئی تھی مجھے قدم چھسے کے بعد اس

کا استعمال کر لیا گیا ہو لیکن میرے نیچے جا لیٹر تھا وہ بہتر تھا غلاما
میں اے اس کرے میں ڈالا گیا تھا۔ لے ہوئی سے نکل کے واقعات
میرے ذہن میں گردش کرنے لگے اور مجھے ہنسی پادانی پھرتی سے

اپنے بدن کو جنبش نہیں لے سکتا تھا لیکن پھر بھی کرے کے
دونوں طرف لگا ہیں دو ڈال میں کہ ممکن ہے کہ میں بیٹلی بھی نظر آ جائے
لیکن ایسا نہیں تھا اسی وقت کسی طرف سے قدموں کی چاپ
آجھری اور پھر دروازہ کھول کر ایک لڑکی میرے کرے میں آئی

خوش شکل لڑکی تھی جسے بڑھو کی کیفیت طاری تھی۔ مجھے پنج طرف
منوجہ پکارا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی، میں خود لڑکی کا
جاڑے لے رہا تھا لڑکی خوش لباس اور عمدہ بصورت تھی دوہرے
لیٹرز سے چند قدم کے فاصلے پر تک گئی اور سنبھلے ہوئے لی۔

”ہیلو کیسے مزاج ہیں تمھارے؟“
”بہت عمدہ۔ بہت حسین ماحول ہے یہ،“ میں نے خوش
مزاجی سے کہا۔
”کیسا بات تھی؟ کسی سے بھگڑا ہوا تھا؟“ اس نے سادگی

سے سوال کیا۔
”ہاں اموت کے فرشتے تھے اکھاڑ بچھاڑ ہوئی ان کے
درمیان۔ مگر ایک ہاتھ ایسا پڑ گیا کہ انہیں بھگنے کا موقع مل گیا“
میں نے جواب دیا۔
”خالصہ دیکھو آؤی معلوم ہوتے ہو لیکن مجھے تعجب ہے

کہ تم نے زخمی کیسے ہوئے،“
”اور مجھے تعجب ہے کہ تم انہی معلوم کیوں ہو؟“ میں نے
جواب دیا۔
”کیسا مطلب؟“
”مطلب یہ کہ تمھیں یہ نہیں معلوم کہ میرے چہرے کا ڈیزائن

کیوں تبدیل ہوا ہے۔“
”مجھے۔ مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ میں ڈاکٹروں سے
اس نے تعجب سے کہا اور میرے چہرے پر طنزیہ انداز دینا پلاہ
گسٹرا ہو گیا۔
”کیونکہ تمھاری عمر ہی بہت کم ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”میرے ہسپتال ہے۔ وہ کسی قدر خشک ہے میں بولی اور
اب میرے چہرے کی باری تھی میں نے ایک ٹکٹ ایک سے دیکھا

اور پھر معذرت آمیز انداز میں بولا۔

”اوہ سوری۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا میں تم سے معافی چاہتا
ہوں۔ اس نے مسکرائی لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔
”کوئی بات نہیں ہے ویسے کہا اب تم مجھے یہ بتاؤ گے کیسے
زخمی ہوئے؟“

”افسوس میرے دماغ میں کوشش کے باوجود وہاں آج
نہیں آ رہے جب میں زخمی کر لیا گیا تھا۔ ویسے مجھے یہاں لانے والا
کون ہے؟“
”وہ لوگ اس ہسپتال کے مالکان میں شمار ہوتے ہیں۔“

لڑکی نے جواب دیا۔
”کون لوگ ہیں وہ؟“
”اس بارے میں میں نہیں جانتی۔“
”تو پھر کون جانتا ہے؟“
”بس ہماری چیف ڈاکٹر اس سلسلے میں معلومات رکھتی ہیں

لڑکی نے جواب دیا۔
”تمھیں میرے پاس کس نے بھیجا ہے؟“
”کسی نے نہیں میری ڈیوٹی ہے۔“
”ویسے کہا تم کتنی سنی ہو کہ میرے چہرے کے زخم کس وجہ
سے ہیں۔“

”یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے تم نے دیواروں سے ٹھہرا
مار کر اپنا چہرہ سو جا یا ہے۔“
”اوہ نہیں۔ یہ ایک باکس کا کمال ہے۔“
”کیسا مطلب؟ باکس۔“

”کیوں ہاں۔ اس بات پر تم نے حیرت کا اظہار کیوں کیا؟“
”کچھ نہیں۔ میرے ذہن میں ایک نام ابھرا تھا۔“
”کیسا نام؟“
”ڈاکٹر ڈی۔“ اس نے جواب دیا اور میں چھٹے لیٹر نے

رہ سکا۔
”کیوں اس کا نام کیوں؟“ میں نے سوال کیا۔
”سوری میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میں خاموشی اختیار
کر دوں تمھیں کسی چیز کی ضرورت ہے۔“

”دوست مجھے تمھاری ہمدردی کی ضرورت ہے۔ اگر تم
میرے ساتھ ہمدردی کر گئی تو میں تمھارا احسان مانوں گا۔“
”تم نہیں سمجھتے۔ تم نہیں سمجھتے۔ ڈاکٹر ڈی بہت خوشخوار
آؤی ہے نہیں اس کے بارے میں بات کرنے کی اجازت نہیں

ہے بہتر یہ ہو گا کہ تم اس کا تذکرہ مت کر دو۔ اس نے کہا اور میں

خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے بگڑی سانس لے کر کہا۔

”جیسے تمھاری مرضی ہو، طوطا بگڑی میرے ساتھ سلوک کرنا چاہا تو کہتی ہو۔“

”میں تمھاری معافی ہوں کوئی تکلیف ہوتی تھی۔“

”بہنیں، دیر لے تو میں تنہا ہوں لیکن میں ذہن پریشان ہوں اور لوگ کی طرف سے ہراساں ہوں۔“

”اور لوگ کی طرف سے ہراساں ہونا؟“

”جی ہاں، وہ لوگ جو تمھاری طرف سے ہراساں ہو رہے ہیں۔“

”اور وہ کون سے لوگ؟“

”وہ لوگ جو تمھاری طرف سے ہراساں ہو رہے ہیں۔“

”اور وہ کون سے لوگ؟“

”وہ لوگ جو تمھاری طرف سے ہراساں ہو رہے ہیں۔“

”اور وہ کون سے لوگ؟“

”وہ لوگ جو تمھاری طرف سے ہراساں ہو رہے ہیں۔“

”اور وہ کون سے لوگ؟“

”وہ لوگ جو تمھاری طرف سے ہراساں ہو رہے ہیں۔“

”اور وہ کون سے لوگ؟“

”وہ لوگ جو تمھاری طرف سے ہراساں ہو رہے ہیں۔“

مجھے خاموشی اور دلچسپی نظر آتی تھی۔ کیا فائدہ اسے کسی صحبت میں ڈالنے سے بہتر ہے؟ کہ وقت کا انحصار کروں۔ چنانچہ ٹھنڈی دیر کے بعد واپس کرے میں ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرنا تھا کہ میری ہمدردی میرے لیے کچھ پھل اور دو دو کا ایک گلاس لے کر آئی اور اس نے یہ چیزیں میرے سامنے رکھ دیں۔

”کھاؤ۔“

”اور اگر دل نہ چاہے تو۔؟“

”تو ابھی کھاؤ۔ لڑکی نے جواب دیا۔ اس وقت اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ ایک عجیب سی جھلک رہی تھی۔ میں نے یوں ہی اس کی طرف لگا ہوں تھا میں تو اس بات کو محسوس کر رہا۔ وہ مجھے اپنی جانب متحرک بنا کر رکھتا تھا۔

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

تمھارے دوستوں کے گوشے میں سرگرا رہا ہوا تھا اور اس کے پیٹے پیٹے ہونوں پر مسکراہٹ رد قضاں تھی میں نے سوال نہ کیا بلکہ اسے اس کو دیکھنا تو اس نے زمانہ ہی آواز میں کہا۔

”تمھارے جوتے کیسے ہیں؟“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

کرنا کوئی لڑکی مجھے نہیں مل سکتی۔ میں نے کہا اور ڈاکٹر ڈی بے اختیار مسکرا دیا۔

”بہنیں، ذہن پریشان اس کے باوجود تمھیں پریشان ہونا چاہیے۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

”میں تو ابھی کھاؤ۔“

سے کام نہیں لیٹا تھا۔ اگر اندر میں ڈاکٹر ڈی کو تنہا پا کر کوئی گزیر کر کے کی کوٹیشن کرتا۔ مجھے شند پتختات سے دوچار ہونا پڑتا۔ بہر طور وہ ہمارے پیچھے پیچھے باہر نکل آئے۔

باہر ایک خوبصورت بغیر رنگ کی کاکھڑی بھی دونوں باڈی گارڈز نے موٹر سائیکل سنبھال لیں اور باڈی گارڈ ہونے کا رے کھیلے دونوں دروازے کھول دیے اور میں ڈاکٹر ڈی کے ساتھ غنمی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کار چل پڑی۔ اس سوکا اختتام ایک خوبصورت عمارت پر ہوا تھا جو انتہائی خوبصورت تھی۔ اور اس کے چاروں طرف خوشنما درخت جمبول رہتے۔ ڈاکٹر ڈی بلا تیر ایک خوش مذاق انسان تھا۔

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ خوبصورت اور جگہ گز فرس تھا۔ اس نے مجھے کہا۔

”بس سٹوڈی دیکھ کر بے اجازت جا ہوں گا۔ نام آرام کروم ہیں جس گھنٹوں کوئی گئے۔ اس پر نہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟“ ”ابھی سٹوڈی یہ میں نے جواب دیا۔ ڈاکٹر ڈی نے اپنے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ میرے قیام کے لیے معقول سولینٹ کر دیا جائے۔ اور میں اس کے آدمیوں کے ساتھ چل پڑا۔

یہاں بھی میرے لیے ایک بریک روم دیا زردہ ریشٹن کا گاہ ہیا کر دی گئی۔ اس کے میں منتقل ہونے کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈی کے بارے میں سوچا۔ اس طرح آرام کا مشورہ دینا تو عجیب چیز تھا۔ کچھ بڑا وہ مجھے یہ کہہ کر تھا کہ وہ مجھے کھٹک کرے گا۔

بہر حال میں ایک آرام کر کے بیٹھ کر صحت کو گھورنے لگا۔ میں نے سوچا کہ اگر یہاں آگے سے میں کیا فائدے حاصل کر سکتا ہوں۔ کجنت شیٹی کے بارے میں بھی تو یقین نہیں تھا کہ اس نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کیا ہے۔ اگر اس نے ٹروکا اور ڈاکٹر ڈی کے بارے میں مجھے غلط اطلاعات دی ہیں تو خواہ مخواہ نئی انصوں سے دوچار ہو جاتا گا۔ اگر یہ اندازہ ہو جائے کہ ڈاکٹر ڈی اور ٹروکا میں کتنی ہوتی ہے تو پھر میرے لیے یہ کام آسان تھا کہ میں ڈاکٹر ڈی کو ٹروکا کے بارے میں معلومات فراہم کروں اور خود اس سے فائدہ اٹھاؤں لیکن جلد بازی حماقت ہی تمام تر معلومات حاصل کیے بغیر کوئی قدم اٹھانا میرے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتا تھا۔

بہتر یہ ہے کہ خاموشی ہی اختیار کر لی جائے اور ڈاکٹر ڈی کی گفتگو کا احتیاط کیا جائے وہ خود اس سلسلے میں میرے بارے میں کیا بنا پ رکھتا ہے اس کا اندازہ کرنا ضروری تھا۔

اٹوٹھے واقعات تھے جن میں میں پھینس کر رہ گیا تھا۔ اندر کوئی اور پھینس ہوتی تو شاید میں ان واقعات سے آندراٹھا۔

لیکن صورت حال غیر یقینی تھی کوئی بات بولنے سے ڈوق سے نہیں ہی چاسکتی تھی۔ میں ڈھنوں کے درمیان تھا اور اس کا نانت میں ہیں ایک ہاتھ تھا۔

لے سے کر ایک نرمی تھی۔ مجھے نہ کہاں جلی گئی وہ۔ دل سے دھواں سا اٹھنے لگا تھا۔ اس کی باڈی اب میرے ہاتھوں کی ساغی تھی۔ اور کچھ نہیں تھا میری زندگی میں۔

اس آرام دہ کمرے میں داخل ہونے سے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو آدمی اندر داخل ہوئے انھوں نے میرے پیڑھے اور بدن کے دوسرے حصوں کا اچھی طرح معائنہ کیا اور میرے ہاتھ ساتھ لائے ہوئے باکس میں سے انتہائی جدید ساخت کی کچھ چیزیں نکالی تھیں۔

ایک ساغی سے میرے پیڑھے پر بھجوا دی ماری نہیں پھر اسے تو میرے خوشک کر کے اس پر ایک ٹوش کی ہلکی ہلکی مائش کی گئی اور آخر ایک بار میرا سر انھوں نے میرے پیڑھے پر بھجوا دی ماری نہیں پھیراں میں سے ایک نے مجھے دے پوچھا کہ بدن کے جن جن حصوں میں درد ہے اُن کے بارے میں تفصیلات بتاؤں۔ میں نے ملاحظہ انھیں سب کچھ بتا دیا۔ اور انھوں نے میری بہترین نگہداشت شروع کر دی۔

دقت پر گھانا ملا جانے ملی چھل قدمی کے لیے ہاں باں باغ میں دعوت دی گئی۔ رات کو ڈرنکے لے کر گیا ہاں وہی نہیں جینیں کھا کر میں گہری بینڈ سو گیا دوسرا دن بھی جون کا ٹوں تھا البتہ اس دن صبح کو جب میں نے اپنے میں اپنا چہرہ دیکھا تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی چونکہ جس بڑی بڑی سے نارل ہونا مارا تھا جو ٹوں کی تکلیف تو مجھے سے سے غائب ہی ہو گئی تھی اس طرح تقریب چار دن گزر گئے۔

ڈاکٹر ڈی نے مجھ سے ملاحظہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن باجوڑ دن وہ میرے سامنے آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر کجرت پھیلی ہوئی تھی۔

”ہاں ڈاکٹر۔ تم ابھی تک میری نگاہوں سے رد پوٹن ہو؟“ میں نہیں سمجھا ڈاکٹر ڈی میں نے جواب دیا۔

”تمھاری اہلیت مجھے نہیں معلوم ہو سکتی۔ نرگن ہوتار۔“ ڈاکٹر ڈی آپ سے کہہ چکا ہوں کہ ایک نطفی غیر متعلق آدمی نہ ہوں کچھ بیچنے ایک سیاح اور ادارہ گرد تھا انھیں بیٹیوں کی مانند عورت انسان کی بہت بڑی کردی ہے اور ایک وقت ہی مجھے یہاں تک لانے کا باعث بنی تھی۔

”یعنی شہلی۔“

”ہاں۔ اس نے اپنا ہی نام بتایا تھا۔“

”مگر وہ کئی گھنٹاں اور اس کے مشاغل یہاں کیا گیا ہے میں کچھ سوچ کر دہشتاں میرے ذہن میں ہیں دوست البتہ اگر تم انھیں رہنے کر دو تو میں نہیں وہ تمام آسائیاں فراہم کر سکتا ہوں جن کا تصور تو میری نہیں کر سکتے۔“

”میں انتہائی کوشش کروں گا ڈاکٹر آپ کو مطمئن کر دوں آپ نے جو سوچا کر میرے ساتھ کہا ہے اس میں بہت ممنون ہوں۔“ ”نہیں میرے ہاتھوں تمھاری جو درگت نئی تھی مجھے خوشی ہے کہ میرے ہی ذریعے تمھاری برجوشی درست ہو گئیں مجھے خود ان کا انکسوس ہے لیکن وہ لڑکی۔ مجھے وہ لڑکی دکا رہے۔“

”کہا گیا۔ وہ آپ کے قبضہ میں نہیں ہے۔“

”اوہ۔ نہیں نہیں۔ وہ نکل گئی کجنت۔ انہی جالاک ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ مجھے تو یہی کجنت ہے کہ وہ تمھارے ساتھ اس انداز میں ہوں دقت گزار رہی تھی۔“

”واقعی اب تو مجھے بھی کجنت ہے۔“

”جبر کوئی بات نہیں ہے میں تم سے ایک سو ڈالر چاہتا ہوں۔“

”فرمائیے فرمائیے۔“

”اس لڑکی کو تلاش کرو، اسے تلاش کر کے میرے حوالے کر دو یا اس کے نتیجے میں تیرا چھوگے میں تمھیں دوں گا۔“ اس نے ایک سمت اشارہ کیا اور ایک آدمی سواہ رنگ کا ایک برلیف کیس لے کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے برلیف کیس کھولی کر میرے سامنے رکھ دیا۔ برلیف کیس میں نوٹ، بی نوٹ بھرے ہوئے تھے اس نے یہ گڈیاں نکال کر میرے سامنے سجا دیں اور کہنے لگا۔

”یہ سب تمھاری ملکیت ہے چاہو تو ابھی لے جاؤ، چاہو تو میں بطور امانت میرے پاس رہنے دو۔ کام پورا ہو جانے پر یہ تمھاری ہوگی۔“

”کام۔ میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ میں ابھی ادا کا کر رہا تھا جیسے انہی بڑی رقم دیکھ کر میرے حواس گم ہو گئے ہوں۔“ ”اس لڑکی کو تلاش کرو صرف اور صرف اس لڑکی کو تلاش کر کے مجھے تک پہنچا دو۔“

”اس کا طریقہ کیا ہوگا؟“

”باہر جاؤ۔ ان میں سے کچھ لوٹ اپنے پاس رکھ لو یہاں عیش و عشرت سے وقت گزارا اور اسے تلاش کر دو بہر حال ہے وہ یہاں سے باہر نہیں ہی لیکن بیروں کی کوئی جھوٹی جگہ نہیں ہے لے شمار جیسے کے مقامات ہیں ممکن ہے وہ تمھارے نزدیک پہنچے کی کوشش کرے۔“

”اوہ۔ میں یہ کام بخوبی انجام دے سکتا ہوں۔“

”تو پھر انھیں تلاش کر بات کا ہے بس اپنا کام شروع کر دو۔“ ”ٹھیک ہے میں آپ کی یہ پیش کش منظور کرتا ہوں میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میرے وہاں نے کھٹے کے انتظامات کر دیے گئے۔ میں اس عمارت سے یا ہڑنکل آیا اور بیدل ہی ایک سمت چل پڑا۔

میں وقت گھڑی ہوئی تھی اور وضی کا کڑھی ہو گئی تھی۔ کبہ۔ میں ایک فٹ پائچہ بہتر رفتار سے چلتا رہا اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ مجھے جیسے سلا موٹر نظر آیا اس میں گم ہوا۔ اور اس کے بعد مجھے بعد چھ گھنٹوں کے پراگے بڑھنا رہا تقریباً بیس منٹ سفر کرنے کے بعد ایک ڈبی شاہراہ پر نکل آیا۔ جہاں میں نے رفتار سست کر لی۔ اس جگہ ادا کا فراڈ کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا سحران میں مجھے کوئی ایسا رجسٹر نہیں آیا جس پر شہر کیا جا سکتا اس شکر کچھ دوڑ چل کر ایک ویسٹری رہا تھی ہوٹل نظر آ گیا جیسے میں۔ میں یہیں گیا ہر کچھ کھا اور وہاں میں نے پہلے ک ماٹا ایک کرو حاصل کیا اور تھوٹو سوار حرارت میرا پیٹھ سے اس کرے میں پہنچ گیا۔

کمرے میں میزیم ہو کر میں نے کافی طلب کی اور کافی پیٹے ہوئے ہیں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا۔ تیری کی تلاش کا سلسلہ تو ابھی نہیں ختم کر چکا تھا اس کے باوجود میں یہ اندازہ ہونا تھا کہ ماری زندگی اس طرح گزر سکتی اور مجھے زندگی کی شکل نظر نہیں آئے گی لیکن یہی میری وفا کا انتہا تھا۔ میں ساری زندگی اس کی تلاش میں صرف کر سکتا تھا البتہ اسے اس وقت تک نہ پورا پورا پکا تھا اور اس وقت میں اس کے لیے فٹ بال بنا ہوا تھا۔

ڈاکٹر ڈی کے بارے میں بس دعوے نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے بہر طور کچھ بھی ہو جائے۔ میں اپنا کام نہیں چھوڑا لگا۔

آزادی عیش و عشرت کی زندگی پر کوئی پابندی نہیں تھی مجھ پر تو لوگوں کی جو کتہاں ڈاکٹر ڈی نے مجھے دی تھیں وہ تھی کافی تھیں کہ میں یہاں طویل وقت گزار سکتا تھا۔ ہارنگسٹو کو کبھی کسی کو اپنے قریب نہ پایا گیا جو میری سحرانی یا تعاقب بھی نہیں پو رہا تھا۔

ڈاکٹر ڈی کے یہ احسانات مجھے اس بات پر مجبور کر رہے تھے کہ میں اس ہر اعتما کر لوں اور ٹروکا کے خلاف اس کی مدد حاصل کر لوں۔

لیکن اس کے لیے ابھی میری ہمت نہیں پڑی تھی اور میں علمداری میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ مجرور وہیل کے ٹھنڈ

علاقوں میں گونسا دہکتے جو ہیں، شبلی کے ساتھ گھوم چکا تھا اب میرے لیے جانے پہچاننے سے چاہتا ہے۔ اس کا نکل جانے والی بچی خیر تھا جبکہ میں ان لوگوں کے ترغیے سے نہیں نکل سکا تھا۔
بہتر طور پر شبلی کے اپنے وسائل سے وہ ان علاقوں کا بھی طرح باخبر تھی۔

غالباً جو تھے دن میں باہر سے گھوم کر واپس آیا ہال میں داخل ہوا تو زیادہ میز پر آباد نہیں تھیں اور کچھ لوگ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی پر میری نگاہ جاگتی اور نہ جانے کیوں تھے اس کے انداز میں جالی پہچانی کسی کیفیت محسوس ہوئی۔ لڑکی بھی میری طرف گھوئی اور ایک دم مجھے دیکھ کر مستحضرہ گئی چند لمحات وہ مجھے اسی طرح گھوئی رہی پھر آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچی اور میرے چہرے پہچنے چلنے لگی۔ میں رک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"چلتے رہو، چلتے رہو کہاں جا رہے ہو تم؟" اس نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ شبلی کی آواز کو میں بخوبی پہچان سکتا تھا۔ "تم؟"

"ہاں! کیا تمہارا قیام یہاں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"تو پھر چلتے رہو، کوئی نہیں اور نہ دوسرے لوگوں کو تمہاری طرف متوجہ ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

میں آگے بڑھتا رہا اور چند لمحات کے بعد ہم اوپر پہنچ گئے۔ شبلی نے غالباً چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا لیکن یہ بہت ہی بلکمیک اپ تھا جس سے اس کی شکل خوبصورتی سے تبدیل تو مزید ہوگئی تھی لیکن اسے پہچانا جاسکتا تھا۔ میرے کمرے میں آگئی اور گہری لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تمہارے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ یا تو تم اب تک مریجے ہو گے یا ڈاکٹر ڈی کے عتاب کا شکار ہو گے۔" گڑبگڑ کر انہوں نے ان دونوں باتوں سے کوئی ٹوپی نہیں تھی میں نے سوال کیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو ماجہ اب نواز امیرا میں تمہارے لئے جس قدر پریشان رہی ہوں تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے ہو۔"

"شاید مجھے تو تمہیں یہاں دیکھ کر تعجب ہی ہوا ہے میرا خیال تھا تم یہاں سے نکل چکی ہو گئی۔"

"اگر تم یقین کر سکتے ہو تو لو کہ میں صرف تمہاری وجہ سے

یہاں رکی ہوئی ہوں! کمال ہے"

"کیسی باتیں کر رہے ہو نواز امیرا! تمہارے دل میں میرے لئے کوئی برائی پیدا ہو چکی ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ارے نہیں نہیں۔ ابھی کوئی بات نہیں میرے ذہن میں تو اب کسی کے لئے کوئی برائی کبھی پیدا نہیں ہوتی میں ان تمام چیزوں کا عادی ہو گیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ عجیب سی صورت بنا کر مجھے دیکھنے لگی۔ دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور وہ اچھل پڑی۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تو مجھے دروازے میں ایک دروازہ آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا اور اس کی نال کا رخ شبلی کی جانب ہی تھا۔ شبلی نے شاید پہلے ہی وہ کھڑکی تازہ رکھی تھی جو اس کے اندر داخل ہونے ہی محسوس دی تھی اور جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔

اس شخص نے اپنے پیچھے کچھ اور لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ برق رفتاری سے اندر گھس آئے لیکن اتنی ہی رفتاری سے میں نے شبلی کو کھڑکی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اگر میں زود میں نہ ہوتا تو یقیناً دروازہ آدمی گولی چلا دیتا میری وجہ سے اس نے کوئی نہیں چلائی تھی اور شبلی نے اسی سے فائدہ اٹھایا تھا وہ کھڑکی سے دوسری طرف نکل گئی۔

اور دروازہ آدمی دوڑتا ہوا کھڑکی کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے تین آدمی اور بھی آئے تھے۔ انہوں نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور پھر دروازہ آدمی نے دوسروں کو اشارہ کیا وہ خود دروازے کی جانب بڑھ گئے تھے اور دروازہ آدمی اوپر سے نیچے کود گیا تھا حالانکہ کھڑکی سے نیچے کافی گہرائی تھی۔

میں ایک لمحے کے لئے بدحواس سا ہو گیا تھا اور کھڑکی کے قریب کھڑا ہوا کہ نظر دیکھ کر ہاتھ ڈھکتا دروازے سے کوئی اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہونے والی شبلی ہی تھی میرا سر جھکا کر رہ گیا۔ میں نے سمجھ نہیں پایا تھا کہ شبلی کو کھڑکی سے باہر نکل کر دروازے سے کیسے اندر داخل ہو گئی۔ اس کا مقصد ہے کہ اس نے ان لوگوں کو خاصاً لمبا چمکویا ہے اور وہ دروازہ آدمی یقیناً حماقت کا شکار ہو گیا ہے۔

لیکن میرا یہ نظریہ غلط تھا شبلی ابھی اندر داخل ہوئی تھی کہ وہی دروازہ آدمی عقب سے نمودار ہو گیا۔ وہ بھی کسی طوعہ شبلی سے کم نہیں تھا۔ شبلی ایک لمحے کے لئے یقین ہوئی اور دوسرے لمحے اس نے دروازہ آدمی کے پستول

دالے ہاتھ پر جھپٹا مارا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اب وہ شبلی کے قبضے میں تھا اس نے دونوں پستولم دونوں کی طرف کر کے کہا۔

"چلو۔ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ، اس کا لہجہ سرد تھا۔ اس وقت وہ بالکل ہی بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی اس نے یہ الفاظ میرے لئے بھی کہے تھے۔ پہلے تو میں ایک لمحے کے لئے حیران ہوا لیکن پھر میں نے اندازہ لگا لیا کہ شبلی کا مقصد کیا ہے۔

دروازہ آدمی نے حقارت آمیز انداز میں زمین پر ہتھوک دیا اور فرغے ہوئے لیجے میں ہوا۔

"میں تمہارے پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ بنا دوں گا۔"

"اس وقت وہی کرو جو میں کہہ رہی ہوں، وہ نہ بلی نہ کلوٹا کے ساتھ بولی۔

"گتیا، تو ڈاکو ڈی سے عمرانی ہے میں۔" ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً شبلی نے میرا تناک بھرتی سے جھلاٹک لگائی اور دروازہ آدمی پرسوار ہو گئی۔ دروازہ آدمی غالباً اپنی جیب سے دو سہرا پستول نکال رہا تھا۔

لیکن شبلی نے اس سے وہ پستول بھی چھین لیا۔ شبلی کا یہ رد پ میرے لئے انتہائی حیرت ناک تھا۔ اس نے پستول چھیننے کے ساتھ ہی دروازہ آدمی کی پسیلوں پر بھی ایک کاری ضرب لگائی تھی اور وہ اذیت کے عالم میں زمین پر بیٹھنا چلا گیا تھا۔

"کیا خیال ہے تمہارے ساتھی کو ہلاک کر دوں؟" اس نے میری طرف دیکھا اور آنکھ بادی۔

"اوہ۔ اوہ۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا چاہیے۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا،" میں نے فوراً ہی شبلی کا انداز بھجھا تھا۔

لیکن اس وقت دروازہ آدمی نے اسے دبوچنے کی کوشش کی۔ اس نے فضا میں اچھل کر نہ صرف خود کو بچا لیا بلکہ دروازہ آدمی کی پائیں کپٹی پر اسی ضرب لگائی کہ وہ ایک طویل کراہ کے ساتھ لمبا ہو گیا غالباً وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اسے ٹھٹھا اور اس کے لباس کا جائزہ لینے کے بعد سدا چھوڑا گیا۔

"اس کے تین ساتھی اور بھی ہیں، ہمیں نے کہا۔" ہاں! مجھے پتہ ہے لیکن اب میں یہاں نہیں رکوں گی

وہ گھر سے بھی مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم بھی مختصری دیر کے لئے بے ہوش ہو جاؤ۔ میں تم سے دو ماہ ملاقات کروں اس وقت اس کا موقع نہیں ہے کہ میں تم سے اس درساں کی معلومات کروں۔ چنانچہ دوسری ملاقات پر یہ سب سمجھ چکا تھا

میں نے طویل سانس لے کر گردن ہلائی اور شبلی چھرتی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس کے بعد وہ کسی چھلاؤ سے کسی طرح ہی غائب ہو گئی تھی۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر مجھے چکرا کر پڑا۔ اسے پتہ ہی نہ تھا کہ اس قدر خطرناک ہوگئی میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔

زندگی کے ان طویل راستوں میں اور خاص طور سے ماغی کی جنگامہ خیزلوں میں جو وقت گزارا تھا وہ جراثیم کی دنیا ہی میں گزارا تھا۔

بہت سے لوگ میری زندگی میں آئے تھے اور ان سے میرا واسطہ رہا تھا مگر شبلی کی شخصیت دوسری ہی تھی میں اس کے بارے میں جس قدر سوچتا ہوں اتنا ہی ہوتا ہے کہ وہاں ہر طور ان واقعات میں کوئی ربط نہیں تھا یا اگر رابطہ تھا بھی تو کم از کم میں اپنے مقصد سے اتنا دور ہٹ گیا تھا کہ اب تو میں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک چنگ ہے جو تیرسی ڈور کے فضا میں اڑتی پھر رہی ہے یا ایک فٹ بال ہے جو صرف دو کھیلوں کے ریم کریم پر اڑھراؤ چھراؤ جا رہی ہے۔

کیا میں واقعی ان لوگوں کے ہاتھوں میں گھلنا چاہتا ہوں؟ کیا میری اپنی صلاحیتیں مردہ ہو چکی ہیں۔ بے شک میں سان اتنو تو میں ہوں لیکن ہوں تو ماجہ نواز امیرا میں اتنا مست کیوں ہو گیا ہوں۔

کیا تروکانے مجھے اغوا کرنے کے بعد یہاں ذہنی طور پر معذور کر کے لئے بلایا ہے۔ اگر نہیں تو پھر میں اس کے خلاف ابھی تک کوئی مزاحمت کرنا چاہتا ہوں نہیں۔ رسکا۔

ڈاکٹر ویل بی کے قتل کے بعد سے لے کر اب تک میں کچھ بھی تو نہیں کر سکا ہوں بلکہ بہتر یہ چلاؤ ڈاکٹر ویل بی کے قتل بھی تروکانی مرنے کے مطابق تھا ہے۔

اب تک میں نے تروکانے کے قبضے آئیوں کو ہلاک کیا تھا وہ اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا اور تروکانے کا یہاں آجی اپنے مقصد کے لئے ان جیسے ہزاروں کو میرے ہاتھوں قتل کر سکتا تھا۔

اور اس کے بعد سے لے کر اب تک میں کچھ بھی

کر تاربا ہوں وہ ایسا نہیں ہے کہ اس سے تروکا کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ نہیں راجہ نواز امیر سرگرم نہیں اگر صورت حال یہی ہے تو ہمارے لئے بہتر ہے خودکشی کرو۔

ہاں خودکشی جو تروکا کی خواہش ہے۔ مد مقابل پر قابو نہ پاسکو تو کشت کا اعتراف کر لینا ہی بہاوردی کی علامت ہے اور اگر یہ نہ ہو تو واپس اپنی اسی پرانی زندگی پر آبادی مر جاؤ یا مار دو۔ یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہونا چاہیے۔

بلن میں بھڑھری سی دھڑکنی اور ایک بار پھر دماغ پر خون سوار ہو گیا۔ زہی کو اٹھانے والے زندہ نہیں رہیں گے۔ ہاں انہیں زندہ نہیں رہنا چاہیے۔

بہت دیر تک بیٹھا پروگرام بنا رہا اور پھر تیار ہو کر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ کافی دیر تک سرلوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈی کی رہائش گاہ کی جانب رخ کیا۔ ڈاکٹر ڈی نے میرے لئے یہاں خامی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ چنانچہ اس کی اس رہائش گاہ پر مجھے خوش آمدید کہا گیا میں نے ڈاکٹر ڈی کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ موجود نہیں ہے۔

چنانچہ میں اس کی آرام گاہ کی جانب بڑھ گیا۔ مقصد یہی تھا کہ اس کا انتظار کروں۔ ہر چند کہ اس نے مجھے آزادی دے دی تھی لیکن اس سے رابطہ قائم کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں تھی چنانچہ میں جس کمرے میں بیٹھا تھا وہ ڈاکٹر ڈی کی خواہگاہ کے بالکل قریب تھا۔

ایک ملازم نے مجھ سے میری خواہش کے بارے میں پوچھا تو میں نے اس سے ایک ٹھنڈا مشروب طلب کر لیا چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد مشروب سرورکرو دیا گیا۔ مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے نہجانے میرے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا اطراف بالکل سنسان پڑے ہوئے تھے۔

میں نے ڈاکٹر ڈی کی خواہگاہ کے دروازے کو دبا کر دیکھا دروازہ کھلا ہوا تھا چند لمحات کے بعد میں اندر داخل ہو گیا دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد میں نے پھرتی سے ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے ہی لوہے کا ایک ریک رکھا ہوا تھا اس کے قریب پہنچ کر میں نے ریک کی دوازیں کھولیں اور جلدی جلدی ان میں رکھے ہوئے کاغذات کا مطالعہ کرنا لگا۔ دہاں کوئی کام کی چیز نہیں ملی تو میں ایک کونے میں لگی ہوئی رائٹنگ ٹیبل کے نزدیک پہنچ گیا اور اس کی

دوازیں ٹٹولنے لگا۔ رائٹنگ ٹیبل پر کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے جن کے مطالعے سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وقت کافی گزر چکا تھا اس لئے میں وہاں سے واپسی کا فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ دفعتاً ایک طرف سے ایک بگی سی آواز ابھری ایک شخصوں قسم کی اشارتی آواز تھی میں اس طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیوار میں ایک چوکور سا خانہ روشن ہوتے ہوئے دیکھا میری آنکھوں میں حیرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے اس کے قریب پہنچ کر میں نے یہ جائزہ لینے کی کوشش کی کہ یہ سب کیا قصہ ہے تو مجھے دیوار میں تین ننھے ننھے ٹین گے ہوئے نظر آئے جن میں سے ایک پر آن دوسرے پر آن اور تیسرے پر ٹیون لکھا ہوا تھا۔ میں نے ان کا ٹین دبا دیا اور دوسری طرف سے آواز ابھری۔

”ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی۔ بشیلی اسپیکنگ“ ایک لمحے کے لئے میں سشدر رہ گیا۔ بشیلی کی آواز اور اس کا نام میرے لئے اجنبی نہیں تھا لیکن جس انداز میں ڈاکٹر ڈی کو پکارا گیا تھا وہ عجیب نیز تھا۔ میں نے پھرتی سے جب سے رد مال نکال کر منہ پر رکھا اور ڈاکٹر کے نماز میں جھاری لہجے میں بولا۔

”سپیلوشیلی! کیا بات ہے؟“

”وہنگ نمبر تین پر مال اترنے والا ہے۔ اس کے بارے میں کیا ہدایت ہے؟“

”مال کب اتر رہا ہے شیلی؟ میں نے ڈاکٹر ڈی کے انداز میں سوال کیا۔

”اس کے صحیح وقت کا تعین تو نہیں کیا گیا لیکن یہاں سے یہ مال اترتے ہی فوری طور پر کیپ پہنچا دیا جائے گا۔ تروکا کی بھی ہدایت ہے؟“

”کوئی الجھن ہے شیلی؟ میں نے سوال کیا۔“

”نہیں۔ مجھے دس آدمی دکھار ہوں گے دراصل ڈبل کام کرنا پڑ رہا ہے ڈاکٹر ڈی ایک طرف اس بے وقوف آدمی کو چکھو دینے پڑ رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں یہ مصیبت میرے ہی سرکریوں نکال دی گئی ہے کسی اور کو اس پر لگا دیا جائے مجھے میرے کام میں دقت پوری ہے اور اسے سنبھالنے رکھنا مشکل ہو رہا ہے میرے لئے“

”راجہ نواز ہضرتی بات کہہ رہی ہو؟ میں نے ڈاکٹر ڈی کے لہجے میں پوچھا۔“

”اور کیا گدھا آدمی ہے بلکہ میں تو اسے آدمیوں کی نسل

ہی سے نہیں سمجھی۔ اب تک میں نے جو کچھ کیا ہے سبھی رکھنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر ڈی میری خواہش ہے کہ اب کسی اور کو اس پر لگا دیا جائے“

”اس سلسلے میں تروکا سے بات کرنی پڑے گی شیلی! میں نے جواب دیا۔“

”پلیز میرا یہ کام کر دیا جائے اور ہاں وہ آدمی مجھ تک کب پہنچ جائیں گے؟“

”ان کی تم پر راہ مت کرو دس کیٹا بیس آدمی دے سکتا ہوں میں تمہیں۔ اس سلسلے میں تم سے کل بات کروں گا۔ مال پہنچنے کا تعین تو نہیں ہو سکا ہے اگر کوئی جلدی ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کر لینا“

”ادک جیٹ! جواب ملا اور اس کے تارکب ہو گیا میں نے آف ٹین دبا دیا تھا لیکن اس وقت میرا دماغ ہوا میں اڑ رہا تھا میری شریانوں میں خون کی جگہ پارہ دوڑنے لگا تھا اتنا ہیجان پیدا ہو گیا تھا میرے ذہن میں کہ بیان سے باہر ہے میرے پاس سے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا۔ میری رگ رگ میں جھگایاں بھری تھیں۔ اتنا شدید غصہ آ رہا تھا مجھے اس وقت لگا کہ شیلی یا ڈاکٹر ڈی میں سے کوئی ہوتا تو میں اپنے ذاتوں سے ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ آہ بخت عورت نے کتنا لمبا جال بچھا ہوا تھا کس طرح بے وقوف بناتی ہی تھی مجھے یہ کہہ ہی رہی تھی کہ ڈاکٹر ڈی سے اس کی دشمنی ہے اس نے اپنی کہانی سنائی تھی آتی زبردست اداکارہ آج تک میری نگاہوں سے نہیں گزری تھی اور مجھے اعزازات کرنا پڑ رہا تھا کہ وہ لڑکی نہیں شیطان کی خالہ ہے بلکہ مکن ہے شیطان کی حریت ہے اسی نے کی ہو میں نے اپنے آپ کو انتہائی احمق اور گدھا سمجھ کر کیا تھا اور شیلی کے ان الفاظ سے متفق تھا میرے دل دو دماغ میں دھواں ہی دھواں بھر گیا اور اس لئے میں اس کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ مشروب کا گلاس اچھی ادا دھاتی تھا میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر اسے طق میں اتار لیا۔ میرا پسینہ نبل رہا تھا میرا سارا وجود چھوٹ کر رہا تھا۔ مشکل تمام میں نے اپنے کو ٹھنڈا کیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ مشروب کے ایسے دس گلاس آجائیں تو میں انہیں طق سے اتاروں۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑے تھے ذہنی اونٹ ہوئی تھی اور یہ معلوم کر کے میں شدید حیرت کا شکار ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر ڈی بھی تروکا کی ایک شاخ ہی تھا۔ تروکا نے میرے

لئے بڑی عظیم منصوبہ بندی کی تھی۔ بلاشبہ میں دل سے اس کا قائل ہو گیا تھا کہ میں ابھی اس کی گردن تک نہیں پہنچ سکتا اس نے اتنے لمبے جال پھیلائے ہوئے ہیں کہ جب تک میں اس کی زد سے آتی دور نہ نکل جاؤں کہ وہ میری گردن بھی تپا سکے میں ان جالوں میں الجھا رہوں گا۔ اب تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے ساری دنیا تروکا ہی کی بیروکار ہے۔ سارا نظام اسی کے اشاروں پر چل رہا ہے اگر پورے امریکہ میں نہیں تو کم از کم سان انٹرویو میں تروکا کے پیچھے سے نکلتا مشکل ہو جائے گا۔ ان حالات میں میں جھلا تروکا سے کیا مقابلہ کر سکتا تھا کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ ڈاکٹر ڈی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی پھر کسی خیال کے تحت میں دروازے سے باہر نکل آیا تو وہی باہر نکلا میری ملاقات ایک ملازم سے ہوئی جو اس طرف سے گزر رہا تھا میں نے اشارے سے اسے قریب بلایا تو وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

”جناب عالی! اس نے گردن تمہارے پوچھا۔“

”ابھی تک ڈاکٹر ڈی نہیں آئے؟“

”نہیں۔ ابھی تک تو وہ تشریف نہیں لائے۔“

”اچھا دوست! تمہیں میرا ایک کام کرنا ہے؟“

”جی فرمائیے؟“

”ڈاکٹر ڈی آج عا میں تو انہیں میرا یہ پیغام دے دینا کہ میں کسی بھی وقت انہیں ٹیلیفون کروں گا۔ بلکہ اب سے چار پانچ گھنٹے بعد میں ٹیلی فون پر اسے مخاطب کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر وہ آگئے تو ٹھیک ہے ورنہ میں دوبارہ انہیں پھر رنگ کروں گا“

”بہت بہتر جناب! اس نے جواب دیا اور میں باہر نکل آیا۔“

ڈاکٹر ڈی کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد میں اپنے طور پر کچھ خاص کام لدا یا کرنے کا خواہشمند تھا اور مجھے یہ موقع مل گیا تھا۔ چنانچہ میں پہلی بار میٹرو ویل کے بازاروں کی سیر کرنے کے لئے نکل گیا اس سے قبل میں بازاروں سے گزرا تھا لیکن ظاہر ہے کہ مجھے خریداری سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی کوئی چیز مجھے دکان سے چنانچہ میں نے ان بازاروں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اب جب میں چھتری لگا ہوں سے ان کا جائزہ لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں جدید ترین دوکانیں ہیں جن میں مزو بیات زندگی

کے تمام سامان مہیا ہو سکتے ہیں۔ البتہ میں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا تھا کہ میرا آنتاب تو نہیں کیا جا رہا۔ اب تو شبلی کی طرف سے جی ذہن قابو میں رکھنا تھا۔ وہ کسی بھی صورت میں کسی بھی شکل میں مل جائے میرے لئے ایک خوفناک ناگن سے کم نہیں تھی۔ یہ خطرہ مجھے مول لینا پڑا تھا کیونکہ میں شبلی سے ڈاکٹر ڈی کی حیثیت سے گفتگو کر چکا تھا بدقسمتی سے اگر ڈاکٹر ڈی اور شبلی کے درمیان کوئی ملاقات ہو گئی تو شبلی مزور اسے بتائے گی کہ شبلیغون پر اس نے کیا بات کی ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر ڈی غماظ ہو جائے گا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ فوراً میرے بارے میں سوچنے لگے گا لیکن اس کے خیال میں یہ سوال ضرور پیدا ہو جائے گا کہ وہ کون شخصیت ہے جس نے اس کی آواز میں اس کا شبلیغون ریسو کوٹھا اور پھر ملازموں سے اسے یہ بھی بتا چل جائے گا کہ جب شبلیغون آیا تھا میں وہیں دوسرے سے میں موجود تھا۔ چنانچہ اس طرح وہ مجھ پر شبہ بھی کر سکتا ہے لیکن خطرہ مول لئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اب جو ہونا ہے وہ ہو ہی جائے گا۔ بازار کی ایک بہترین دکان سے میں نے ایک ایک سامان خریدا اور جو کچھ مصنوعی بنی میرے ذہن میں ہوئی تھی اس کے تحت اب میں موزوں کو بائبل تبدیل کر لینے کا خواہشمند تھا۔ اور ان لوگوں کو ایک ایسا سبق دینا چاہتا تھا کہ یہ لوگ بھی زندگی بھر یاد رکھیں سب کچھ ایسی انداز میں کرنا تھا لیکن اس سلسلے میں سارے معاملات تقدیر پر چھوڑ دیتے تھے میں نے۔ تقدیر اگر سچی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا اور کبھی کبھی تقدیر کو آزما لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا اس طرح کم از کم انسان اپنے راستوں کا تعین کر سکتا ہے۔

میک اپ کا یہ سامان خریدنے کے بعد میں نے اپنی رہائش گاہ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر اپنے کے سامنے بیٹھ گیا۔ دروازہ بند کر لیا تھا۔ طویل عرصے کے بعد میں نے اپنے میک اپ کی مہارت کو آزمائش شروع کر دیا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اس کام میں صرف کیا۔ میں ڈاکٹر ڈی کا ہوشم گلشنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بازار سے خریدا ہوا سامان میرا معاون تھا اس طویل ترین وقت میں میک اپ کرنے کے بعد میں نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ پتہ نہیں یہ میری خوش بھی تھی یا حقیقت کہ میں اپنے اس میک اپ کو اپنی زندگی کا

بہترین ایک اپ قرار دے سکتا تھا اور صورت حال کچھ یوں تھی کہ اگر ڈاکٹر ڈی بھی میری شکل دیکھ لیتا تو شاید وہ جانا میں نے نیا لباس تبدیل کر لیا اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر ڈی کو شبلیغون کہا۔ دوسری طرف سے ملازمی نے شبلیغون ریسو کوٹھا تھا مجھے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر ڈی ابھی واپس نہیں پہنچا ہے چنانچہ میں نے فون بند کر دیا اور اپنی اس رہائش گاہ سے واپس نکل آیا۔ میں نے سر پر ایک چوڑا عینٹ بیٹھ بیٹھا ہوا تھا جیسے ڈاکٹر ڈی پہننا تھا یہ عینٹ بیٹھ دیکھ بھی میں نے بازار ہی سے خریدے تھے۔ عینٹ بیٹھ کے گوشے لہجے ہونے کی وجہ سے کسی نے میری شکل غور سے نہیں دیکھی اور میں اطمینان سے باہر نکل آیا۔ میں نے عینٹ بیٹھ کا گوشہ سر پر بھکا کرنے دیا تھا اسی انداز میں کافی دور تک پھرتا اور پھر ایک کسی لے کر بازار پہنچ گیا۔ یہاں سے میں نے مزید وہیل کے بارے میں مکمل نقشہ دیکھ کر خریدے تھے۔ ایک ریشمورٹ کے کپڑے میں بیٹھ کر میں ان نقشوں پر غور کرنے لگا اور مزید وہیل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ رات ہو چکی تھی اس وقت تقریباً سو اٹو بجے تھے اس وقت میں نے ایک شبلیغون بوتل سے ڈاکٹر ڈی کو دوبارہ فون کیا اور اس بار وہ شبلیغون بر مل گیا۔

"ہیلو ڈاکٹر ڈی"

"ہیلو کون بول رہا ہے؟"

"آپ کا خادم ڈاکٹر"

"اوہ تم۔ میں نے سب سے کہیں میری ضرورت تھی تم یہاں آئے تھے؟"

"ہاں ڈاکٹر ڈی کچھ ایسے دلچسپ معاملات ہیں جو تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں"

"کیا ہیں وہ؟"

"ملاقات ہو سکتی ہے ڈاکٹر؟ میں نے سوال کیا۔"

"کیوں نہیں آ جاؤ؟"

"نہیں ڈاکٹر میرا خیال ہے آپ کیروسین کپڑے کے علاقے میں پہنچ جائیں میں آپ کو ایسی چیز دکھانا چاہتا ہوں جسے دیکھ کر آپ بھی حیران رہ جائیں گے"

"کیروسین کپڑے کے علاقے میں کیوں؟ ڈاکٹر ڈی نے جوئے ہونے لہجے میں پوچھا۔"

"ڈاکٹر ڈی آ کر آپ یہاں شریف لے آئیں تو اس سے

بہتر کوئی بات نہیں ہوگی؟

"اوہ۔ میں آ رہا ہوں ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا اور پھر لولا۔"

کیروسین کپڑے کے علاقے میں تمہیں کہاں تلاش کروں؟

"بلکہ کارنر پر۔ میں نقشوں کی مدد سے دیکھے ہوں علاقوں کے بارے میں اسے بتانے لگا۔"

"اوہ کے میں پہنچ رہا ہوں ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا میری نگول کا سامان ان میرے چہرے پر جمع ہو گیا تھا۔ اب اس مسئلہ یہ تھا کہ ڈاکٹر ڈی تمہارا حوالہ پیچھے اور اسے میرے اوپر شبہ نہ پڑا ہو۔ میں نے خود بھی اس علاقے کو نہیں دیکھا اس لئے ضروری تھا کہ میں فوری طور پر کیروسین کے علاقے میں پہنچ جاؤں چنانچہ میں نے باہر نکل کر ایک میسجی لی اور ڈرائیور کو کیروسین کپڑے کے علاقے کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔ یہ علاقہ خاصا سنسان تھا۔ عورتوں سے ہی غماظ پر ایک آئیل ایف انٹری تھی جس کی چمکی سے ایک اور چاند نکل رہا تھا اس لئے شاید یہ علاقہ کیروسین کپڑے کے نام سے مشہور تھا۔ بلینک کارنر ایک چھوٹا سا گارڈن تھا جس کے بارے میں مجھے نقشے کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا اس جھوٹے سے گارڈن کے عین درمیان ایک پانی کی جھیل بنی ہوئی تھی جو کافی خوبصورت تھی۔ سنگ مرمر کی میز اس کے چاروں طرف بھی ہوئی تھیں۔ میں اسی جگہ پہنچ گیا یہاں سے بلینک کارنر کے گیٹ پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ میں بے چینی سے گھرنی میں دقت دیکھنے لگا اگر ڈاکٹر ڈی فوراً ہی وہاں سے چل پڑا ہے تو پھر اب سے دس منٹ کے اندر اندر بلینک کارنر پہنچ جانا چاہئے۔

درخت کی آڑ میں کھڑا کھڑا میں صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا دس منٹ کے بعد بلینک کارنر کے گیٹ کے باہر کسی کار کی روشنیاں چمکیں اور اس کے بعد گاڑی کا آئین بند ہو گیا۔ پھر مجھے ڈاکٹر ڈی کا منحوس وجود نظر آیا وہ اپنے خاص لباس میں ملبوس پرائیمنٹ انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ابھی تک تو اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس لئے مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرا کام ہو ہی جائے گا اس وقت

تو شاید ڈاکٹر ڈی کے اپنے باڈی گارڈ بھی ساتھ نہیں آئے تھے۔ پتہ نہیں اس نے اس سلسلے میں کیا نظریہ قائم کیا تھا یا پھر میری خوش سنجی تھی۔ اگر باڈی گارڈ اس کے ساتھ آئے ہوتے تو مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ڈاکٹر ڈی آگے بڑھتا ہوا تمہیں سے عورتوں سے غماظ پر رک گیا اس نے اپنا فلیٹ بیٹھ اتار کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ میں نے خود بھی اپنا فلیٹ بیٹھ اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر درخت کی آڑ سے نکل کر ڈاکٹر ڈی کے پاس پہنچ گیا وہ قدموں کی چابک سنبھری چونک پڑا تھا مجھے دیکھ کر اس نے گہری سانس لی۔

"ہیلو! وہ عجاری آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔"

"ہیلو ڈاکٹر! میں نے آہستہ سے کہا۔"

"کیا بات ہے تم مجھ سے ملاقات کے لئے خاصے ہیں نظر آتے تھے کافی دیر تک تو میرا انتظار کر کے تھے گھر پر۔"

خیریت تو ہے۔

"نہیں ڈاکٹر خیریت نہیں ہے میں نے جواب دیا۔"

"کیا مطلب؟ ڈاکٹر نے چونک کر کہا۔"

"یہ بتائیے کہ شبلیغون کو کون لگی؟"

"نہیں کیوں؟ میں نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا ہے۔"

"کب سے آپ سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی؟ میں نے سوال کیا۔"

"تمہیں علم ہے وہ مجھ سے چھٹی بھر رہی ہے وہ کیا بجلا مجھ سے کیا ملاقات کرے گی؟"

"اوہ ڈاکٹر ڈی براہ کرم اپنے باڈی گارڈ کو بلو ایسے میں نے کہا۔"

"کیوں آخر کیا بات ہے؟"

"میں آپ کو بتا دوں گا ڈاکٹر براہ کرم بلائیے مجھے ایک ضروری کام ہے"

"اوہ مگر وہ اس وقت میں انہیں ساتھ نہیں لایا؟"

"ڈرا ٹیوری کو بلائیے ایک اہم مسئلہ ہے ڈاکٹر! میں نے کہا۔"

"تم مجھے بتاؤ کار میں ڈرائیور موجود نہیں ہے میں تمہاری کیا ہوں تمہارے اس طرح بلائے پر مجھے بھی تعجب ہوا تھا

اس لئے میں تنہا ہی چلا آیا، ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا۔
 "تو تیری شکل بگڑی، میں دل ہی دل میں مسکاتا ہوا
 بولا...."

اس بات سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تعزیر یاد
 ہے اور معاملات میرے حق میں جا رہے ہیں بشرطیکہ پرانا
 نواز مسٹر آج بھی زندہ ہو سکے وہ جس نے اپنے در مقابل کو
 کبھی سامنے نہیں مٹنے دیا تھا۔

"اس جھیل میں ایک لاش موجود ہے ڈاکٹر ڈی، میں
 نے آہستہ سے کہا اور ڈاکٹر ڈی چونک پڑا۔
 "لاش؟ اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔
 "ہاں لاش؟
 "کس کی لاش ہے؟

"اس کا ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا ڈاکٹر ڈی، آؤ اس
 بات کا فیصلہ کر لیں، میں نے کہا اور ڈاکٹر ڈی چونک کر بھے
 دیکھنے لگا۔

"کیا کبواں کو دے ہو تم تمہاری باتیں میری سمجھ میں
 نہیں آ رہی ہیں؟

"سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا ڈاکٹر ڈی۔ اس جھیل میں اگر
 لاش موجود نہیں ہے تو تھوڑی دیر بعد ضرور موجود ہوگی میری
 یا تمہاری لاش، میں نے جواب دیا۔ میری عقلمانی نگاہیں
 ڈاکٹر ڈی پر جمی ہوئی تھیں اور میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک
 دم چونکا ہے۔ دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ نکلی ہو لیسٹری
 کی طرف گیا لیکن چونک جانے کا یہی لمحہ تھا اور میں اس لمحے
 میں چونکا نہیں جا رہا تھا چنانچہ میں نے اپنی کمر پر دونوں
 ہاتھ رکھے اور جیسے ہی ہو لیسٹری ڈاکٹر ڈی کا پستول باہر
 نکلا میری جچی کلی ٹانگ اس کی کلائی پر پڑی۔ پستول کو میں
 نے فضا میں اچھلتے ہوئے دیکھا اور یہ میری خوش بختی تھی کہ
 وہ جھیل ہی میں گر گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈی نے سانپ کی طرح لوٹ
 لنگائی اور چہرے سے اظہار کیا ہوا۔ اس بار اس نے لینے
 ہی دوسرا پستول نکال لیا تھا مجھے اس بات کی توقع تھی
 کہ اس جیسا آدی ایک پستول اپنے ساتھ نہیں رکھتا ہوگا
 اور اسی تصور نے مجھے کامیابی سے بکننا دیا۔ چونکہ دوسرا
 پستول نکالنے ہی میں اچھل کر ڈاکٹر ڈی کے شانے پر جا بیٹھا
 تھا اور میں نے پوری قوت سے اس کا ہاتھ روکا اور پکڑ لیا
 تھا۔ پستول سے ایک فائر ہوا لیکن دوسرے فائر کی نوبت

نہیں آئی اور یہ پستول بھی ڈاکٹر ڈی کے ہاتھ سے نکل کر
 جھیل میں جا پڑا۔ تب میں نے چہرے سے اس کے کندھے
 پر سے نیچے چھلانگ لگا دی اور اب میں اس کے سامنے
 کھڑا ہوا تھا۔

آسمان پر چاند نکل رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی
 روشنی پستی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر ڈی پوزیشن بنانے ہوئے
 کھڑا تھا اور اب وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھا لیکن
 پھر جیسے ہی روشنی میں اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اس کی
 نگاہیں حیرت سے پھیل گئیں غالباً اس نے پہلی بار میری
 شکل پر غور کیا تھا۔

"تم تم۔ یہ سب کیا ہے آخر؟
 "میں نے تم سے کہا تھا ڈاکٹر ڈی کہ جھیل میں ایک
 لاش موجود ہے، میری یا تمہاری اور یہی فیصلہ کرنا ہے
 مجھے اس وقت کہ وہ لاش کس کی ہوگی؟

"کیا تم بھراس وقت جنون کا دورہ پڑا ہے؟ اس نے
 خونخوار ہنسنے میں سوال کیا۔

"ہاں ڈاکٹر ڈی مجھ پر جنون کا یہی دورہ پڑا ہے شاید
 تمہیں یہ نہیں معلوم ڈاکٹر ڈی کہ تم جس کے جوتے چلتے ہو
 میں اس کا خانہ خراب کر چکا۔ شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ
 تروکا مجھے براہ راست اپنا دشمن سمجھتا ہے اور میری وجہ
 سے اسے کیل لاس کی سہاڑیوں سے چوروں کی طرح
 بھاگنا پڑا تھا۔ تمہیں یقیناً یہ بات نہیں معلوم ہوگی ڈاکٹر ڈی
 ورنہ تم اتنے اعتنائہ انداز میں راجہ نواز مسٹر کا سامنا نہیں
 کرتے۔ تم کیا سمجھتے ہو گدھے۔ کیا تم راجہ نواز مسٹر کو اپنے
 قابو میں رکھ سکتے تھے۔ تمہاری یہ مجال تھی۔ اس میں کوئی
 شک نہیں کہ ابتداء میں وہ کتیا اور تم مل کر میرے ساتھ
 ایک اچھا خاصا ڈرامہ کر چکے ہو لیکن یہ نہیں سوچا تم نے
 کہ بااقتدار اس ڈرامے کا راز فاش ہو جائے گا اور اس کے بعد
 تمہارا ایک حشر ہوگا؟

"اوہ۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں سب کچھ معلوم
 ہو گیا، ڈاکٹر ڈی نے پرسکون ہنسنے میں کہا۔

"ہاں ڈاکٹر ڈی سب معلوم ہو گیا ہے اور یہ بھی یہ چل
 گیا کہ تم اور شیلی مل کر اپنی دانت میں بھے مجھے بے وقوف
 بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ لیکن تروکا نے تمہیں میرے
 بارے میں ہدایت دیتے ہوئے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں

تمہارے لئے کتنی ٹیڈی کھیر ثابت ہوں گا؟
 "گڈ۔ گڈ، ڈاکٹر ڈی بیچوں سے اچھلتے ہوئے بولا۔

"میں ہر ٹیڈی کھیر کو سیدھا کر لینے کی مشق رکھتا ہوں چلو
 آ جاؤ ایک بار بیٹھے بھی تم میرے گھونسوں کا مڑا چکھ چکے ہو
 میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ناک کو نشانہ نہیں بناؤں گا
 لیکن تمہارے یہ جہڑے ہمیشہ کے لئے ناکارہ کر دوں گا؟
 ڈاکٹر ڈی نے کہا۔

"ہاں ہاں ڈاکٹر آ جاؤ مجھے معلوم ہے کہ باکسر ہوا او
 ملنے سے کہ تم اپنے مٹنے میں اچھے باکسر ہو میں تمہارے
 ہو لیکن تمہیں آج تمہاری زندگی کا مڑا آ جائے گا، میں نے
 ایک باکسر ہی کے انداز میں پوز بنا لیا لیکن یہ صرف ڈاکٹر
 ڈی کو دھوکا دینے کی بات تھی باکنگ سے مجھے واقفیت
 ضرور تھی لیکن کسی پیشہ ور باکسر سے مقابلہ کرنا میں نہیں
 جانتا تھا۔ البتہ اس انداز میں میں اسے دوسری طرف
 سے ہوشیار ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اور یہی باور
 کرانے کا خواہش مند تھا کہ میں بھی باکنگ ہی کا مقابلہ
 کر دوں گا۔ اس نے سینتر سے بدلے اور گھونسے پانا ہوا
 میرے تر ذریعہ پہنچ گیا پھر اس نے اپنا رائٹ پیج اگے
 بڑھایا لیکن اس کے لئے وہ تیار نہیں تھا کہ میری ٹھوک
 اس کی پنڈلی پر پڑے جوں ہی اس کا رائٹ پیج میرے
 چہرے کی طرف لپکا میں نے اس کی پنڈلی پر ایک ٹھوک
 لگائی پھر دوسری پنڈلی پر دوسری ٹھوک اور ڈاکٹر ڈی
 معلق سے عجیب سی آواز نکالتا ہوا زمین کے نیچے طرف
 جھک گیا۔ اسی وقت میرا گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا اور
 وہ چاروں شانے چوت گرا۔

"کیسی ری ڈاکٹر، کیا تھا میرا گھونسہ؟ میں نے کہا
 ڈاکٹر ڈی بھرے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔
 "تم نے بد عہدی کی ہے تم کیا سمجھتے ہو جو جو ڈیٹو سے
 صرف تم ہی واقف ہو؟

"تمہیں نہیں تم بھی واقف ہو ڈاکٹر ڈی۔ میں کب منع
 کرتا ہوں آ جاؤ آ جاؤ؟ میں نے کہا اور ایک باجھہ بانگ
 ہی کی کیفیت بنا کر میں اس کے سامنے کھڑا ہو گیا لیکن
 اس بار ڈاکٹر ڈی میرے دھوکے میں نہیں آیا اس نے
 ایک سو تپ لگائی اور میری ٹانگوں کو الجھانے کی کوشش
 کی لیکن میرے خیال میں یہ ایک معمولی سا ڈاؤ تھا میں

سنے اس کے پیٹلے ہوتے پاؤں پر ایک زوردار ٹھوک لگائی
 اور ڈاکٹر ڈی بچنے کی طرح ڈوگرتا ہوا اونچا ہو گیا یہ ٹھوک
 پیٹلے سے زیادہ زبردست تھی تیسری بار میں نے اس کی
 ران کو نشانہ بنایا تھا اور درحقیقت میرا یہ وار کامیاب ہو
 جاتا تو ڈاکٹر ڈی میں اٹھنے کی تکت نہ رہتی۔ لیکن میرا پاؤں
 اچکتا ہوا اس کے پاؤں پر پڑا تھا وہ ایک دم پیچھے ہٹا اور
 پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اس بار اس نے کسی ریسر کے انداز
 میں فلائنگ لگ مارنے کی کوشش کی لیکن میں بھی اس
 کے شانہ شانہ مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا میں نے
 نیچے بیٹھ کر اس کی فلائنگ لگ خالی دی لیکن اسے زمین پر
 نہ گرنے دیا بلکہ اس کے نیچے جھک کر اسے اپنی پشت پر بٹھال
 لیا اور اس کے بعد میں نے اس کو ہٹ کر زمین پر ہرا دندھے
 منہ دے مارا۔ زمین پر گرے ہی میں اچھلا اور اپنی دونوں
 ٹانگیں اس کی کمر پر ریدھ کی بڑی کی جگہ ماریں۔ ڈاکٹر ڈی
 زمین پر لوٹ لگانے لگا تھا یہ ضرب اتنی سخت تھی کہ اس کے
 لئے اس شکل تھا اس لئے میں نے اسے اپنی ٹھوکوں پر
 رکھ لیا میں نے اسے ہاتھ نہیں لگا یا تھا وہ جس طرف ہی
 سرکتا اسی طرف سے میری ٹھوکوں کے منہ بادل کے کسی
 حصے پر پڑتی۔ میں نے ڈاکٹر ڈی کو نشانہ بال بنایا تھا اس
 کی ہر کوشش کو میں نے ناکام بنا دیا چنانچہ جب میں اس کے
 ہاتھ زمین پر ملنے اس کے معلق سے ایک دھواؤں زدگی چونک
 میرے پاؤں کی ٹھوکوں کے ہاتھوں پر پڑتی۔ میں نے
 بیٹھے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر ڈی! میں نے اپنے ہاتھوں کو تروکا کے لئے
 مخصوص کر رکھا ہے یہ ہاتھ میں اس پر استعمال کروں گا۔ تم
 جیسے معمولی انسان کو ہاتھوں سے مارنا مجھے پسند نہیں، ڈاکٹر
 ڈی کے منہ سے گایاں نکل رہی تھیں اب وہ بالکل ایک
 عام آدی بن گیا تھا۔ بڑے جھگٹے تھے اس کے نام کے
 لیکن اگر کوئی اس وقت اسے پٹتے ہوئے دیکھ لیتا تو ڈاکٹر ڈی
 کو زندگی بھر برا بھلا کہتا رہتا جس نے خواہ مخواہ لوگوں کو اپنے
 نام سے پریشان کر رکھا تھا۔ اب اس کے منہ ناک اور کان
 دونوں سے خون بہہ رہا تھا میں نے کوئی رعایت نہیں کی
 تھی اس کے ساتھ ایسے چھ تیلے دار کے تھے کہ اس کی
 کئی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ ان ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کے بارے
 میں میں نے خود اندازہ لگا لیا تھا۔ ڈاکٹر ڈی کو اپنی زندگی کے

سب سے بدترین واقعہ سے دوچار ہونا پڑا تھا وہ اب نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا لیکن میں اب اس سے کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بس اسی بات کا خواہش مند تھا کہ وہ نیم مردہ ہو جائے تو میں اس پر آخری وار کروں اور اس کے بعد میں نے آخری وار اس کی گردن پر کیا میں نے اس کی گردن پر کھڑے ہو کر زود سے گھوما اور ڈاکٹر ڈی کی ہچکیاں نکلیں اور پھر اس کی آنکھیں پٹی رہ گئیں۔ اپنے بدترین دشمن کا میں صفایا کر چکا تھا۔ ڈاکٹر ڈی اپنی تمام تر چالاکیوں کے ساتھ موت کی آغوش میں جا سویا تھا میں نے جبکہ کہ اس کے لباس کی تلاشی لی اور برہہ چیز نکال لی جو اس کے لباس میں موجود تھی۔ پھر ان تمام چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد میں نے ادھر ادھر اپنی ضرورت کی چیزوں کے لئے نظریں دوڑائیں کافی بڑے بڑے پتھر اطراف میں پھیلے ہوئے تھے میں نے ان پتھروں کو جمع کر کے ڈاکٹر ڈی کے کوٹ کے اندر پھر اس کی ٹائی اتاری اور ایک بڑا درنی پتھر اس میں احتیاط سے بانڈھ کر اسے بے شکل تمام جیس میں مرق کر دیا۔ اس طرح ڈاکٹر ڈی کی کہانی انجام کو پہنچ گئی۔

ڈاکٹر ڈی کی موت کے بعد میرے سامنے پھر ایک خلا تھا۔ میں ڈاکٹر ڈی کی شکل میں ابھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن فیصلہ یہ کرنا تھا کہ کیا کروں۔ شیلی کو بھی اس کے فراڈ کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اب اس شکل میں اسے موت کے گھاٹ اتارنا میرے لئے کوئی مشکل مسئلہ نہیں تھا لیکن صورت حال دی تھی۔ شیلی کی موت سے مجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ زہری تو اس کے ذریعہ کسی طور نہیں مل سکتی تھی تو لوگ اسے اپنی دانست میں مجھے سامان آنتونیو میں چھانس لیا تھا۔ ممکن ہے اب تک وہ میری تمام نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہو۔ لیکن اس بات کا مجھے یقین تھا کہ اس وقت میں اس کی نگاہ میں نہیں ہوں۔

کیونکہ اس جھگڑے میں الجھنے کے بجائے پہلے اس کی نگاہوں سے دور ہونے کی کوشش کروں۔ میں پہلے اس خطرے کو ٹال دوں اس کے بعد ہی کچھ مدد کرنا مناسب ہوگا۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ میں تو دو کیسر بدل لوں کسی

مجھ طرح۔ شیلی کو بعد میں دیکھ لوں گا پہلے اس مسئلے میں کچھ کروں۔ ڈاکٹر ڈی کی کارلے کر میں سفر تیار رہا۔ میں نے اس کی کوٹھی میں جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور میرے ذہن میں بے شمار منصوبے ترتیب پا رہے تھے۔ اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کے تحت میں نے ڈاکٹر ڈی کی کار ایک کھڑی اور بیدار وہاں سے آبادی میں واپس آگیا۔ میک اپ کا سامان میرے پاس موجود تھا۔ میں نے ڈاکٹر ڈی کا میک اپ بدل دیا۔ اب میں پھر سے راجہ نور احمد کو زندہ کرنا چاہتا تھا۔ اس بار میں نے جو میک اپ کیا تھا وہ ایک طفلانہ شکل کے فنڈے کا تھا۔ اس میک اپ میں بھی میں نے بہت محنت کی تھی۔ لباس وغیرہ بھی اسی طرح کے استعمال کئے تھے اور اس کے بعد میں نے سالانہ انٹونو کے مختلف حصوں کی سیر شروع کر دی۔ میرا مسک یہاں جراثیم کے اڈے ہوتے تھے۔ میں جرموں کی دنیا میں اپنا ایک مقام بنانا چاہتا تھا جو بے مائے شراب خانے اور ایسی ہی جگہیں۔ وہیں میری ملاقات گرینی سے ہوئی۔ ایک نذر سے خوف اور لاپرواہ لڑکی۔ اسے شینے میں اتارنے کا فن مجھے آتا تھا۔ چنانچہ دنیا میں سب سے کارآمد چیز دولت ہے۔ میں تاش کا فن جانتا تھا اور اسی فن کے ذریعہ میں نے دولت اکٹھی کرنی شروع کر دی۔ گرینی کو اس رقم کا بڑا حصہ مل جاتا تھا اس لئے وہ بہت خوش تھی۔ اس طرح میں نے اپنے کچھ دشمن بھی بنائے تھے اور بربط ضروری تھا اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے لئے تروکا کی نگاہ سے بچنے کے لئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس طرح مجھے کافی کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

گرینی میری دست راست تھی ایک سوڈے باز عورت میں نے اسے احساس دلادیا تھا کہ میں اسے لینڈ بھی کرتا ہوں۔ لیکن میری لینڈ سے زیادہ اسے میرے ہاتھوں کی کمائی سے بھی دلچسپی تھی۔

اس شام بھی اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ ”ہم ڈپرڈیل رے ہیں تیار ہو جاؤ یہ ڈپرڈیل رے؟“
”دوسری کان تمہارے جیسوں کے لئے۔“

”بھائی“

”مجھ لیا مجھ لیا“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”تو تیار ہو؟“
”تمہارا حکم سواور میں تیار نہ ہوں“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لباس وغیرہ تبدیل کر لو؟“ اس نے کہا اور میں تیار کر کے لگا۔ گرینی نے مجھے ہدایت کی تھی کہ تھوڑا سا علیحدگی بدل لیا جائے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا میک اپ کے اہلک اور میک اپ کر لیا اور گرینی مجھے دیکھ کر اچھل پڑی۔
”کمال ہے آٹما عدہ میک اپ“
”تمہیں پسند ہے؟“ میں نے کہا۔

”ہاں بہت زیادہ“ یہ گرینی مسکراتی ہوئی بولی اور پھر اس کے بعد ہم ڈپرڈیل پڑے۔ ڈپرڈے کے بارے میں گرینی نے کچھ بتایا تھا وہ بالکل درست تھا۔ یہاں خاصا رش تھا تاہم ہمیں کوئے کی ایک خالی میز مل گئی اور ہم دونوں اس کے گرد بیٹھ گئے۔ بہت سی نگاہیں ہمارا طواف کر رہی تھیں۔

گرینی سے گفتگو کے دوران میں نے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ طرح طرح کے لوگ یہاں موجود تھے۔ میں نے گرینی کی طرف رخ کر کے کہا۔
”تم تو یہاں آتی رہی ہوگی؟“
”ہاں! اکثر!“

”یہاں کس پیمانے کا جوا ہوتا ہے؟“
”بہت اعلیٰ پیمانے کا۔ ہر طرح کے لوگ یہاں آتے ہیں کچھ لوٹ کر جاتے ہیں اور کچھ لٹ کر جانے والوں میں شامل ہوتے ہیں“

”کیا اس کی کیفیت قانونی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔
”یہی تو نہیں ہے اس کی وجہ سے یہاں کا کھیل چرک شس ہوتا ہے“

”اوہ۔ گڈ۔ لیکن غیر قانونی ہونے کے لئے ان لوگوں کو کوئی وقت پیش نہیں آتی؟“
”نہیں! ہر شخص اپنا اپنا کام چلا ہی لیتا ہے۔ ان لوگوں نے بھی اپنے لئے بندوبست کر رکھا ہے لیکن ہونے خانے میں جانے کے لئے ذرا کچھ دستاویز پیش کرنی ہیں اس کے لئے شناسائی ضرور قرار دی گئی ہے؟“
”تو پھر ہم کیسے داخل ہوں گے؟“ میں نے سوال کیا

239

اور گرینی مسکرائے گی۔
”میں یہاں چند دوستوں کے ساتھ آچلی ہوں اور یہاں پر موجود لوگ مجھے جانتے ہیں؟“
”تو پھر آؤ گرینی! شروع کرتے ہیں؟“
”کچھ بڑے نہیں؟“

”میرا خیال ہے کھیل کے درمیان ہی“ میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔
گرینی کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ عام قسم کی لڑکی ہے اور اس میں ایسی کوئی خوبی نہیں ہے جس سے وہ مختلف قرار پائے لیکن میرے مقصد کی تیز تھی اس لئے سب کچھ جانتا تھا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے مسکرا کر اسے مخاطب کیا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔
”میرے دوست! گرینی نے آہت سے کہا۔
”اوہ۔ پہلی بار؟“ کاؤنٹر میں کے لیے میں تشویش کی جھلک تھی۔

”ہا ہر سے آئے ہیں؟“ گرینی مسکرائی اور کاؤنٹر بین نے اشارت میں سر ہلادیا۔ گرینی نے کاؤنٹر پر رکھا اور اس کی درمیانی انگلی کاؤنٹر پر دھک کے انداز میں کھٹ کھٹ کرنے لگی۔ کاؤنٹر بین نے اس کی انگلی کی طرف دیکھا۔ میں بے تعلق سا کھڑا تھا لیکن میری آنکھیں کاؤنٹر بین اور گرینی کے درمیان ہونے والی اشارے بازی دیکھ رہی تھیں۔ ان اشاروں کا صاف مطلب ہی تھا کہ وہ ان کے لئے ایک شکار لانی ہے اور اس شکار کو جلد از جلد ملال کرنے کی اجازت دی جائے۔

کاؤنٹر بین نے میری طرف گردن خم کر کے کہا۔
”ہم آپ کی میز بانی کو فخر سمجھتے ہیں جناب؟“
”شکریہ“

”اگر ستارے عروج پر ہوں تو کچھ اور لوگوں کو بھی اپنی خوش قسمتی میں شامل کر لینا مناسب ہوتا ہے؟“ کاؤنٹر بین بولا

”ٹھیک ہے میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا؟“ میں نے جواب دیا اور کاؤنٹر بین نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

”ہم لوگ کاؤنٹر سے مٹ کر ایک جگہ بیٹھے ہیں ان کے یہاں آکر میں نے دیکھا کہ چند لوگ اپنے چہروں پر تپناہیں

لگا رہے ہیں، یہاں کھینٹے والوں کے لئے شاید یہ آسانیاں فراہم کر دی گئی تھیں کہ اگر وہ چاہیں تو نایاب ہو کر کھیلیں اور تقابلیں اپنے چہروں پر لگائیں۔ چنانچہ یہاں سے نقابیں فراہم ہوتی تھیں۔

میں نے اور گرنی نے بھی اپنے اپنے چہروں پر نقابیں لگائیں۔ گرنی میسکر کر لہری۔

”میری لگ۔ یہ ان لوگوں نے ایک نیا آئینہ شمر شروع کیا ہے۔ وہ اس سے پہلے یہاں پر یہ سب کچھ موجود نہیں تھا۔“

”کیا مطلب؟ کیا بالکل نئی بات ہے؟“

”ہاں! چند روز قبل ہی شاید انہوں نے ایسا شروع کیا ہے۔“

”بہر طور بہتر ہے۔“ میں نے جواب دیا اور ہم ایک عتیق دروازے کے دوسرے حصے سے اندر داخل ہو گئے۔

گرنی میرے آگے آگے چل رہی تھی۔ عتیق دروازے کے دوسرے حصے سے اندر داخل ہو گئے۔

زینے تک پہنچنے کے یہاں ایک بلب روشن تھا۔ یہاں آتے ہی تہہ خانوں میں عیسوی عروس ہونے لگی تھی۔ میں نے ناگ بھول چڑھائی۔

”غلیظ مگر ہے۔“

”ہاں۔ لیکن اس کے باوجود یہاں داخلہ آسان نہیں ہوتا۔ اس نے سیر میٹروں سے اترتے ہوئے میرے کانڈے پر ہاتھ رکھ دیا۔“

”دیئے کیا خیال ہے کیا میں کھیل میں تمہاری عہد دار بنوں گی؟“

”کیا مطلب؟“

”ہمارے درمیان سوسے بازی ہو جانی چاہیے۔“

”اوہ؟ میں نے نفرت بھری لگا ہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا حالانکہ اسے بہت کچھ مل چکا تھا مجھ سے لیکن اس وقت اس کا یہ تقاضا کچھ عجیب تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔۔۔“

”کیا چاہتی ہو تم؟“

”آدھی۔ آدھی۔“

”اور پارے پر کیا ہوگا؟ میں نے سوال کیا۔“

”تم اپنا نہیں جانتے؟“

”ٹھیک ہے۔ اُدکے؟ میں نے جواب دیا۔ کسی حد تک ہٹ سی ملاری ہو گئی تھی اور گرنی کی صورت مگر وہ نظر آنے لگی۔“

متمی حالانکہ میں نے جب بھی اس کا ساتھ حاصل کرتے ہوئے جوئے میں کچھ رقم بیٹی تھی تو ہمیشہ اس کا بڑا حصہ اس کے حوالے کر دیتا تھا لیکن وہ ہر پر عورت اک وقت نہ جانے کیوں مجھ سے دولت کے بارے میں بات کر رہی تھی۔ اس طرح اس کی شخصیت میری نگاہوں کے سامنے عریاں ہو جاتی تھی۔ بری لڑکی تھی اچھی باتیں کہنے کوئی بھی ہم جوئے خانے کے نشے ہل میں داخل ہو گئے۔

بہت سی لگا ہوں نے یہاں بھی ہمارا استقبال کیا تھا۔ چند لوگوں نے گرنی پر بھی جملے کئے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ گرنی اسی قسم کے لوگوں کے درمیان کی چیز ہے ان سے الگ ہے۔

میں نے ایک نگاہ میں پورے جوئے خانے کا جائزہ لے لیا۔ وسیع و عریض ہال میں بے شمار میز پر لڑکیاں بیٹھیں۔ ماحول میں گھٹن ہی گھٹن ممتی۔ منشیات کے دھواں کی خوشبو مٹھا میں پکڑا رہی تھی۔ ایک طرف ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس کے ساتھ دو ہیبت ناک صورت آتی

کہنیاں لٹکانے شراب کے گھونٹ لے رہے تھے ان کے نزدیک ہی ایک سرخ رنگ کا ادنی سا بیگ رکھا ہوا تھا جس میں نہ جانے کیا تھا۔

ہم کاؤنٹر کے سامنے سے گزر کر رہی اپنی نشست کی جانب آئے تھے اور وقتاً میں نے عیسوی عروس کا یہ دونوں میری جانب متوجہ ہو گئے ہیں۔ میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا تھا لیکن مجھے حیرت تھی بے پناہ حیرت تھی میں نقاب میں بھی تھا اور اس کے نیچے تک اپ بھی کیا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان لوگوں نے

میری طرف توجہ کیوں دی ہے۔ تاہم میں آہستہ سے آگے بڑھ گیا۔ اسی وقت ان میں سے ایک نے گرنی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف مخاطب کیا اور گرنی کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ اس نے خوفزدہ لگا ہوں سے ان دونوں کو دیکھا اس آواز کو سن کر میں بھی پلٹ گیا تھا۔

”اوہ۔ بہت اچھل رہی ہو آج۔ کوئی نیا رنگ؟ ان میں سے ایک نے کہا۔“

”شٹ اپ۔ تمہیں یہ باتیں کرنے کا حق نہیں پہنچتا؟“

گرنی نے میرا بازو حتم کر مجھے آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ مقصد یہ تھا کہ ان سے نہ الجھوں۔ لیکن میں ان کی

طرف دیکھ رہا تھا۔

”اگر میرا تمہیں بکرا بنا دے اور تمہاری گردنوں پر پھری پھیر دے تو کیا رہے گا؟ میں نے سوال کیا اور وہ دونوں ایک دم سیدھے ہو گئے۔ ان کی منشیات بیچنے لگی تھیں اور ان میں سے ایک نے گرنی کو دانتے سے بٹا دیا۔

”ہاں! میں بکرا بننا چاہتا ہوں؟ اس نے کہا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تقابلی کا فرض بھی انجام دینے کی اہلیت رکھتا ہوں؟ میں مسکرا کر بولا۔ گرنی ہم دونوں کے درمیان پھرا گئی تھی۔“

”پلیز۔ پلیز ایسا نہ کہو؟“ وقتاً اس شخص نے گرنی کے مال پکڑے اور اسے زور سے جھٹکا دے کر ایک طرف دھکیل دیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کی سرخی جھلک رہی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب تھا اور وہ سرد پلچے میں بولا۔

”تم کون ہو؟ اگر پہلی بار یہاں آئے ہو تو تمہیں یہ معلوم کر کے اندر آنا چاہیے تھا کہ مجھ سے گفتگو کا انداز کیا ہوتا ہے۔“

”تم مجھے کب لے نظر آئے تو میں نے تمہیں دیکھ کر نہ کی بات کر لی بس۔ اس میں جاننے یا نہ جاننے کی کیا بات پیدا ہوتی ہے؟“

”اوہ۔ تم آتم؟ وہ پھر قہر سے آگے بڑھا لیکن اس کے دوسرے ساتھی نے اس کا ہاتھ روک لیا۔

”نہیں نہیں۔ بیکر نہیں یہاں یہ سب کچھ مناسب نہیں ہوگا۔ تم جانتے ہو۔“

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ یہاں نہ ہوں لیکن باہر کی دنیا بہت وسیع ہے۔“

”چلو ڈیڑھ۔ تمہارا نام مجھے معلوم ہو گیا۔ بیکر بے نام تھا۔ نام؟ باہر کی دنیا میں واقعی اس قسم کے کھیل زیادہ مزیدار ہوتے ہیں سنی اعمال کیا ہو گرا ہم ہے۔“

”تم کس پر گرا تم سے آئے ہو؟ کیوں چڑھا کیوں لے آئی ہے اس کو یہاں پر مرنا جانے کے لئے؟“

”ہاں۔ مرنا ہی بنانے کے لئے لائی ہے یہ مجھے۔ مگر بد قسمتی سے یہاں مجھے کوئی ایسا گدھا نظر نہیں آتا جو مجھے مرنا نہ لے؟ میں نے کہا۔“

”گڈ۔ گڈ! تو پھر آؤ دیکھتے ہیں؟ بیکر نے کہا اور اپنے

ساتھی کی طرف رخ کر کے بولا۔

”تم اس جو بکرا اپنے ساتھ لے جاؤ میں اسے بھی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔“

”نہیں دوست! یہ غلط ہے۔ اسے ہمیں رہنے دو یہ میرے ساتھ آئی ہے۔ میں نے کہا اور بیکر ایک بار پھر خونی لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن میرا اس نے شانے بٹا کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ آؤ! نوٹ نکالو۔ میں نے جب سے لوٹوں گی لگتی نکال کر میز پر رکھ دی اور ہم سب میز کے گرد بیٹھ گئے لیکن گرنی کی حالت ٹھیک نہیں تھی اس نے آہستہ سے کہا۔

”مسٹر! یہ جو کچھ ہمارے ٹھیک نہیں ہمارے۔ کوڑھیلیں یہاں سے چلیں۔“

”بیٹھو بیٹھو؟ میں نے اسے شانے سے نیچے دھانے ہوئے کہا۔ کارڈ آئے اور فوراً ہی کھیل شروع ہوا۔ بیکر خود ہی کارڈ تقسیم کر رہا تھا۔ کارڈ آئے تو مجھے ایک خاص بات عیسوی ہوئی مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ نئی پینکٹ نہیں تھی اور کارڈ یقینی طور پر نہ لے ہوئے تھے چنانچہ کھیل کے آغاز میں مجھے چند بازیوں کی ہارنی پڑی۔

گرنی کی بے پنی ہرگزرتے ہوئے مجھے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی لیکن اب میں کھیل کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ میں انہیں پکڑ دے رہا تھا اور نئے ناشوں کو کھینے کی کوشش کر رہا تھا۔ عتیق دروازے پر میرے اندازہ ہو گیا کہ وہ دونوں جوئے کے ماہر نہیں تھے البتہ شراب میں مزہ دے رہے تھے۔

جس تاش سے کھیل ہو رہا تھا وہ مشکوک تھے اس لئے کھیل درست ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا یہاں تک کہ میں کافی رقم ہار گیا۔ اس دوران ان لوگوں کو ذرا سکون ہوا تھا اور ان کے ذہن سے وہ کیفیت ختم ہو گئی تھی جو میرے خلاف تھی۔ اتنی بڑی رقم وہ جیت چکے تھے کہ کوئی پریشانی انہیں نہیں رہ گئی تھی ان میں سے ایک نے کہا۔

”تمہارا ستارہ کچھ ساتھ نہیں دے رہا دوست؟“

”پرواہ نہ کرو کھیلنے رہو۔“

”اب تو تمہارے پاس بہت کم رقم رہ گئی ہے؟“

”ہاں۔ کوئی بات نہیں یہ خالی کر دوں گا تو تم سے معذرت کروں گا؟ میں نے جواب دیا اور کھیلوں سے گرنی کی طرف دیکھا اس کا چہرہ کسی تاش کی طرح سفید نظر آ رہا تھا۔ شاید

241

آج کی بے یقینی کو وہ دل ہی دل میں کوس رہی تھی۔ پتہ نہیں
 کونسا بُرا وقت تھا جب اس نے لہو دہانے کا فیصلہ کیا تھا۔
 میں نے اب یہ تاثر سمجھ لیا تھا اور اس کو شش ماہ تھا
 کہ ذرا سامع مل جانے تو بازی اپنے حق میں تبدیل کر لوں۔
 اور یہی ہوا کارڈ تقسیم کئے گئے تھے لیکن اس بار میں اپنا
 کام دکھایا تھا۔ دو کارڈوں کو ٹنگ کے درمیان میرے ہاتھ میں
 رہ گئے تھے میری گڈی میں آ شامل ہوئے اور باقی دو کارڈ
 جو میری گڈی میں شامل تھے واپس اس گڈی میں شامل
 ہو گئے۔ یہ کام ہر چند کہ بہتر نہیں تھا لیکن اس وقت یہ
 سب کچھ کرنا ضروری تھا کیونکہ بے ایمانی انہوں نے ہی شروع
 کی تھی۔ چنانچہ میں اپنی آخری پونجی لگا دینا چاہتا تھا۔
 مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ کس کس کے پاس کیا موجود ہے۔
 کھیل شروع ہو گیا اور جب شو ہوا تو ان کے چہرے تیز رفت
 سے کھلے کے کھلے رہ گئے ان کی ہچک میں نہیں آ رہا تھا کہ جو
 کارڈ انہوں نے دینے تھے وہ کہاں گئے۔
 گڈی میرے ہاتھ میں آئی تھی وہ لوگ شاید اس بار
 کو اپنی حماقت ہی تصور کر رہے تھے اور ان کے پیروں پر
 تعجب کے آثار نظر آ رہے تھے۔ دو بارہ کارڈ تقسیم ہوئے اس
 بار تو کارڈ مجھے ہی ہاتھ تھے چنانچہ میں نے بڑے اہتمام سے
 کام دکھا دیا اور بازی الٹ کر رکھ دی۔ اب میں وہی تجربے
 ان دونوں پر آزمایا ہوا تھا جنہیں وہ شروع کھیل سے مجھ پر
 آزماتے آ رہے تھے۔
 انہیں ابھی تک احساس نہیں ہوا تھا کہ ان کے ساتھ
 کیا ہو رہا ہے وہ بہترین کھلاڑی تھے تو میں نے بھی ایک زندگی
 اسی دلچسپی میں گزاری تھی۔ میں نے ان کی آنکھوں میں تیرت
 کے نقوش پڑھتے ہوئے دیکھے اور ان کے چہرے جیسا تک
 ہو گئے۔ مجھے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ اس وقت میں
 ایک خوفناک جگہ بیٹھا ہوا ہوں جو قاتلوں کا مسکن معلوم ہوتا
 ہے اور یہاں اطراف میں تمام لوگ ایسے ہی موجود ہیں
 جن کا تعلق جرائم کی زندگی سے ہے۔
 میں نے اس میز کی طرف دیکھا جو میری میز کے بالکل
 قریب تھی اور یہاں بھی پورے زور سے جو اُپڑا ہوا تھا
 پھر جیتا ہوا کھلاڑی لوٹوں کو جب میں ٹھوس کر اٹھ کھڑا ہوا
 دروازے سے باہر نکل گیا۔ اسی وقت گرنی نے مجھے کئی بار
 کرسرگوشی کی۔
 ”بس اب اٹھ جاؤ،“

”اوہ۔ نہیں گرنی اب تو میں نے جیتنا شروع کیا ہے؟“
 میں نے جواب دیا۔
 ”گرنی تم خاموش بیٹھو اور اپنے اس دوست کو سکون
 سے کھیلو۔ دو قسمت اس پر مہربان ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ
 بیکر عیش قسمت کے ہاتھ سے قسمت چھین کر اپنی جیت میں
 بدل لیا کرتا ہے۔“
 ”اوہ۔ یقیناً یقیناً مسٹر بیکر! آپ کی شکل ایسی ہی ہے میں
 نے کہا۔
 ”مذاق مت کرو! اس کے سامنے نے مجھے مشورہ دیا۔
 یہ کوئی بھی آسانی سے برواقت نہیں کر سکتا۔
 رفتہ رفتہ ٹھیک ہو جانے کا یا میں نے کارڈ انگریزوں
 میں تھا سے اور پھر پوری قوت سے ان کے پیچھے ہونے
 تپوں پر دسے مارا۔ یہ بہت بڑی بازی تھی جو میں نے
 جیتی تھی۔ پھر میں نے کھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”میرا خیال ہے بہت وقت ہو گیا کیوں بیکر؟ میرا
 یہ طنز بیکر کو بہت ناگوار گزارا کیونکہ میں نے اس کے منگے
 سے ٹوٹوں کی گڈیاں منہم ہوتی ہوئی دیکھیں تھیں۔
 ”ہاں۔ اب اٹھنا چاہئے یا بیکر نے ناگاری سے کہا۔
 ”حالات کی یہ کھیل کے اصول کے خلاف ہے یا میں
 نے کہا۔
 ”اصول۔ بیکر کے تمام اصول اس کے خورد بند ہونے
 ہوتے ہیں کچھ تم؟“
 ”نہیں مجھے،“ بیکر کا سامنے ہوا۔
 ”جھانے اس کے کئی بازیاں لگائی جائیں کیوں نہ
 جو کچھ بھی پاس ہے ایک ہی بار واؤ پر لگا دیا جائے۔“
 ”واہ کیا ترکیب ہے؟ میں نے تسلی کے انداز میں
 گردن ہلائی۔
 ”تو پھر ہو گیا طے؟“
 ”بالکل طے؟ میں نے کہا اور آخری بازی کی تیاری
 ہونے لگی۔ اس بار وہ دونوں مطمئن اور پر اتمادی کا تکار
 نظر آ رہے تھے۔ بیکر کے سامنے کا چہرہ بھی خوش مزاجی کے
 تاثرات پیش کر رہا تھا لیکن یہ آخری بازی بھی وہ اراگئے
 اور میرے حلق سے بے امتیاز قبضہ نکل گیا۔ بیکر دفعتاً
 تھلا کر کھڑا ہو گیا۔
 ”ذات کیوں نکال رہے ہو۔ مذاق اڑا رہے ہو میرا؟“
 اس نے پستول نکال لیا۔ دوسرے آدمی نے بھی اس

کی پیروی کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔ جوئے خانے کی
 فضا میں ایک ٹے کے لئے خاموشی جھاگئی۔ گرنی خوفزہ
 ہو کر پیچھے ہٹ گئی اور اپنے حلق سے نکلنے والی ہچک
 بمشکل تمام روک سکی تھی۔
 بیکر اور اس کا ساتھی پستول تانے نونواں لگا ہوں
 سے مجھے دیکھ رہے تھے گرنی کی پیچ نکل گئی صورتحال
 کا جائزہ سب ہی لوگ لے چکے تھے اور ایک لمحے میں ان
 نے ہال خالی ہوتے ہوئے دیکھا۔ دفعتاً بیکر نے پھرتے سے
 میز الٹ دی اگرچہ میں ان کی طرف سے ہر حرکت کی
 توقع کر رہا تھا لیکن میز الٹتے ہی کوئی چیز میری ٹھوڑی
 پر گئی۔ یہ بیکر یا اس کے ساتھی کا کھونسا ہی ہو سکتا تھا
 یا پھر مگن ہے میز الٹتے وقت اس کا کنارہ لگا گیا ہو۔
 میں چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن دوسرے لمبے میں
 نے اپنا رولہ بھی نکال لیا تھا۔ فضا میں دھندلاہٹ تھی
 میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ گرنی ایک سمت کھڑی
 ہوئی تھی اور بیکر اور اس کا ساتھی گرنی کی آڑ لے چکے
 تھے۔ میں نے میز کی طرف متواتر گویاں چلائیں اور
 ہال گویوں کے دھماکو سے گونج اٹھا۔ یہ سب کچھ چند
 لمحات میں ہو گیا تھا میز کے پرغے اڑنے کے لیکن ان دونوں
 کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا البتہ مجھے فوراً ہی اچھل کر کاؤنٹر
 سے پیچھے پناہ لینا پڑی تھی حالانکہ ان دونوں کی طرف سے
 کوئی فائر نہیں ہوا تھا جو میرے لئے حیران کن تھا۔ انہوں
 نے میز الٹتے ہی صرف پوزیشن لی تھی۔ حالانکہ رولہ اور میں نے
 ان کے ہاتھوں میں پہلے ہی دیکھ لئے تھے۔ پتہ نہیں انہوں
 نے گولی کیوں نہیں چلائی۔ میری یہ الجھن جلد ہی دور ہو گئی
 وہ مجھے اور گرنی کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن میری
 فائرنگ کے بعد اندازہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے میرے پاس سے
 میں جو بھی سوچا وہ غلطی تھا میں کوئی عام قسم کا جواری
 نہیں تھا بلکہ ایک ایسا آدمی تھا جس کے پاس پستول بھی
 ہو سکتا ہے اور صرف پستول ہونا ہی کچھ نہیں تھا بلکہ اسے
 استعمال کرنے میں بھی میں نے کوتاہی نہیں کی تھی۔
 چنانچہ انہوں نے اپنی پوزیشن تبدیل کر کے فائرنگ
 شروع کر دی اور اسی وقت گرنی کو بھی عقل لگئی اور
 اس نے اسی وقت خود کو فرش پر گرا دیا اور لڑھکتی ہوئی
 ایک طرف چلی گئی۔ درنہ کوئی نہ کوئی گولی اب تک اسے
 چاٹ چکی ہوئی۔

کاؤنٹر کی اوٹ میں آکر میں نے کوئی فائر نہیں کیا بلکہ
 جنگ کو جلد از جلد ختم کرنے کے لئے میں نے ایک اور ترکیب
 کی۔ میں نے اپنے پستول کی چرخی گھمائی اور تین ہول سانے
 کر لئے جن سے فائرنگ ہو چکی تھی اس کے بعد میں نے
 پھر فائرنگ کی اور کچھ پیچھے کی آواز میں بلند ہو کر رہ گیا۔
 اس بات سے یہ تاثر دینا تھا کہ میرا پستول خالی ہو گیا ہے
 اور گھوٹا بار بار خالی چمبیر سے لگ رہا ہے۔ یہ ایک چال تھی
 جس کی کامیابی کا احصا ان دونوں کے درمحل کے علاوہ
 اس بات پر بھی تھا کہ انہیں میرا پستول خالی ہونے کا احساس
 ہو جائے اور میری یہ کوشش رائیگاں نہیں گئی۔ دفعتاً وہ
 دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پستول ان کے
 ہاتھ میں موجود تھے پھر بیکر کی آواز سنائی دی۔
 ”باہر آؤ تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے؟ اس کے پیچھے
 میں فتح دے گا تاہم تمہارا اور میں نے اس کے پیچھے میں منگلی
 بھی محسوس کر لی لیکن میں اپنی جگہ سے نہیں ہٹا تھا اور ان
 کے اقدامات کا اظہار کر رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ
 فرنیچر راستے سے ہٹاتے ہوئے میرے نزدیک آ رہے ہوں
 لیکن جیسے یہ آوازیں قریب آئیں میں نے کاؤنٹر کے
 دروازے کی طرف لوٹ نکلتے ہوئے دو فائر کئے ایک
 گولی کا لگڑ ہوئی کیونکہ اس کے جواب میں ایک پیچھے ابھری
 تھی۔ میں نے فرش پر پڑھتے ہوئے کاؤنٹر کی آڑ لے نکل
 کر دیکھا تو ایک دلچسپ منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا
 بیکر فرش پر جھکا ہوا تھا اور اس کے پیچھے ہی مجھے گرنی
 نظر آ رہی تھی جس کے دائیں ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ غالباً
 اس چیز سے اس نے بیکر کی کھوپڑی پر ایک ضرب لگائی
 تھی۔۔۔
 ”کیا یہ مر گیا؟ میں نے پوچھا۔
 ”نہیں! گرنی کی لڑائی ہوئی آواز ابھری۔
 میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ بیکر کا رولہ اور
 نیچے پڑا ہوا تھا جسے میں نے اٹھا کر گرنی کے حوالے کر دیا اور
 اس نے کانپتے ہاتھوں میں رولہ اور تمام لیا۔
 ”اس کا درسا سامنے رکھا ہے؟ وہ بڑبڑائی۔
 ”تم کیوں چبھی تھیں؟ میں نے ہنس کر کہا اور وہ چونک
 کر میری طرف دیکھنے لگی۔
 ”اور تم ہنس رہے ہو؟
 ”تو پھر کیا کروں۔ ان میں سے کوئی بھی میرا فرزند نہیں

معاذ
جاؤ گے

”نکل چلو یہاں سے، نکل چلو ورنہ معصیت میں پھنس جاؤ گے“
”اوہ واقعی؟ میں نے بیکری کی طرف دیکھا وہ اب فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا اس کے سامنے کی لاش کاؤنٹر کے بالکل پاس موجود تھی۔ وہ میری نگاہوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ جہاں ہم بیٹھے کھیل رہے تھے اور جسے ان لوگوں نے اڑ بنانے کی کوشش کی تھی۔ نوٹوں کی گڈیاں نیچے بکھر گئی تھیں اور ہوا سے اڑ کر دور تک پہنچ چکی تھیں۔ بیکری کے حلق سے کراہی نکل رہی تھی۔ غالباً گریزی کی مزہ سے اسے ذہنی طور پر مہمل کر دیا تھا۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ گریزی نے کس چیز سے اس کے سر پر مزہ لگائی ہے تو میری نگاہ گریزی کے ہاتھ میں بکڑی ہوئی بوتل پر پڑی جسے وہ ابھی نیچے نہیں چھینک سکی تھی۔
”تو ڈیر گریزی اب یہیں یہاں سے چلنا چاہیے؟“
”ہاں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہوگا کہ ہم اپنے دوست کو جس ساتھ لے جائیں؟“
”اسے؟ گریزی نے تعجب سے کہا۔

”ہاں“

”لیکن یہ ممکن نہیں ہے اور تم اس کا کردگے بھی کیا؟“

”اچھا چلو یہ نوٹ ہی سمیٹ لو“

”نوٹ میرا خیال ہے۔ اور وہ دیکھو سرخ رنگ اس میں کیا ہے؟“ دفعتاً گریزی نے کہا اور میری نگاہیں بھی اس بیکری کی جانب اٹھ گئیں جو میں نے کاؤنٹر کے پاس رکھے ہوئے دیکھا تھا اور وہ زمین پر ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔

”گڈ۔ گڈ۔ اچھا! کیا یہ ہے تمہارا؟“ میں نے کہا اور بیکری کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے بیکری کی زپ کھول کر دیکھی تو اس میں اوپر تک نوٹ بھرے ہوئے تھے۔

”واہ ہمیں کیا معلوم تھا اگر یہ بات تھی تو پھر تاش کھینچنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی تھی“

”چلو اٹھاؤ“ میں نے گریزی کو اشارہ کیا اور گریزی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹوں کا بھرا ہوا بیگ اٹھا لیا اس کے قدم لرز رہے تھے اور وہ اتنے سارے نوٹ دیکھ کر بہت زیادہ نروس ہو گئی تھی۔

”چلو! یہاں سے نکل پلین اور بہتر یہی ہے کہ اس شخص

کو اپنے ساتھ لے لیا جائے؟ میں نے جھک کر بیکری کی نگاہیں پکڑا اور اسے سیدھا کھڑا کرتے ہوئے ہسٹول کی نال اس کی کمر سے لگا دی۔

”اگر تم جہلا ساتھ باہر نکل کر آؤ تو اس سے بہتر یہی ہوگا کہ میں تمہارے پورے بدن میں مورخا کوہوں؟“ نہیں۔ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ؟ بیکری یہ مشکل تمام کہہ سکا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں اور گریزی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ چند لمحات کے بعد ہم اس ہال سے باہر آ گئے لیکن باہر نکلنے کے لئے ہم نے وہ راستہ نہیں اختیار کیا تھا جس سے یہاں تک آئے تھے بلکہ گریزی نے مجھے غائب کر کے کہا۔

”اس سمت کو چلو ہم اگلے ہاتھ کو گھوم جائیں گے وہیں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ بیکری دکھڑاتے قدموں سے آگے چل رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ اس جگہ سے باہر نکل آئے۔ میں نے بیکری کو ایک دلاڑ کے سہارے کھڑا کر کے گریزی کو اشارہ کیا کہ وہ اس کو سنبھالے رہے اور پھر عتیقی گلی کا ہاتھ لینے لگا۔ یہ ایک بدبو دار گلی تھی اور اس میں سب طرفوں کو ڈاکرٹ پھیلا ہوا تھا۔ بائیں جانب بھی ایک عمارت کا عتیقی حصہ اسے بند کر دیتا تھا جبکہ دائیں طرف ایک میدان دکھائی دے رہا تھا۔

”چلو! یہی سمت مناسب رہے گی؟“ میں نے کہا۔ اور ایک بابھری بیکری کو آگے بڑھانے لگے۔ وہ باستور آہستہ آہستہ قدموں سے چل رہا تھا۔ گریزی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی لیون لنگ رہا تھا جیسے وہ بائیں آنکھوں سے کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔ اس کا بدن بار بار کانپنے لگا تھا۔ بہر طور ہم اس میدان میں پہنچ گئے۔ میں نے گریزی سے کہا۔

”میرا خیال ہے گریزی تم یہاں روکو۔ میں کارا سی طرف لے آتا ہوں؟“ گریزی نے تعجب سے منگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے گردن ہلا کر بولی۔

”ٹھیک ہے۔ یہ بیکری تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے“

”اوہ حق تو یہی ہے تم اپنے پاس رکھو؟“ میں نے کہا اور گریزی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

میں جانتا تھا کہ لالچی لوگ صرف دولت کے لئے ہی میرے سے چبکی ہوئی ہے اس کا مقصد کبھی بھی ہو لیکن میں اس کے ذریعے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں پھرتی سے کار کے قریب پہنچ گیا اور دروازہ کھولا اور ڈراؤنگ سیٹ پر

بیٹھ کر چابی آگیشن میں لگائی۔ کار اسٹارٹ ہو گئی تو میں اسے لے کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ لوگ موجود تھے۔ اس دوران میں چاروں طرف سے چونکا تھا میدانانی کھوپڑا کر کے میں ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

گریزی پریشانی کے عالم میں انگلیاں مروڑ رہی تھی اس کے نزدیک ہی بیکری اوندھا پڑا ہوا تھا۔ بیکری کو اس حالت میں دیکھ کر میں نے گریزی کو تعجب سے دیکھا اور وہ آہستہ سے بولی۔
”یہ گروڈر کرنے کی کوشش کر رہا تھا“

”اوہ! اچھا اچھا۔ تم نے؟“

”ہاں! میں نے اس کا سر سہلا دیا“
”کوئی بات نہیں؟“ میں جھکا اور بیکری کو سہارا دے کر کار کی سیٹ پر ڈال دیا۔ اس کے بعد میں ڈراؤنگ سیٹ کی طرف چل پڑا۔ گریزی بھی میرے پیچھے ہی پیچھے تھی لیکن میں نے اسے عتیقی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بیکری کے نزدیک بیٹھ گئی۔ میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

”اس پر نہ پڑو گے“
”اوہ؟“ گریزی نے کہا اور بیکری کو سیٹ کے نیچے دھکیل دیا۔ کار آہستہ رزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں میدان میں اسے آگے ہی آگے دوڑانا چاہتا تھا۔ ان راستوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن بہر طور اس وقت یہاں سے دور نکل جانا مناسب تھا۔ دفعتاً گریزی بولی۔

”بائیں سمت سے لے لو درختوں کی طرف؟“ اوہیں نے کار کا رخ اسی جانب موڑ دیا۔ درختوں سے نکلنے ہی ایک گہری سڑک لگی تھی عمارتوں کے کنارے بنے ہوئے اس کیچے راستے پر کار دوڑا تا ہوا میں جلد وہاں سے کافی دور نکل آیا۔ پھر میں نے ایک جگہ گاڑی روکی اور بیٹھ کر گریزی کی طرف دیکھنے لگا۔

گریزی نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔

”گریزی! میں نے پرسکون جیسے میں کہا۔

”کیا بات ہے؟“ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

”کیا تم کسی ایسی جگہ تک رہنا چاہتی ہو جہاں بیکری کے ساتھ کچھ وقت تمہاری گزرا جا سکے؟“ میں نے سوال کیا اور گریزی پریشان انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

”جگہ تو تم اس سے کیا چاہتے ہو؟“

”گریزی میرا خیال ہے تمہیں میری زندگی میں ابھی آنا

داخل نہیں حاصل ہوا ہے کہ تم مجھ سے میرے ذاتی معاملات

کے بارے میں بھی پوچھنے لگو؟“
”اوہ۔ میں تو اس لئے پوچھ رہی تھی کہ بیکری سے تمہارا کوئی ذاتی معاملہ کیسے ہو سکتا ہے؟“
”اس کا فیصلہ ہی میری کر سکتا ہوں“

”ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں راستہ بتا سکتی ہوں لیکن ایک بات تم سے کہہ دینا چاہتی ہوں“
”کہنے! اوہ بھی کہیے؟“ میں نے گریزی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ لوگ بہت خوفناک ہیں“

”ہوں! میرے بارے میں کیا خیال ہے؟“ میں نے ایک ایک بوجھ بدل کر کہا اور گریزی مجھ سے منگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے خشک ہونٹوں کو تر کرنے لگی۔

”تم میرا مطلب ہے کہ گھرم کون ہو؟“ وہ سرسراتی آواز میں بولی۔

”گریزی! بہت دیر کے بعد تمہیں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ میں کون ہوں۔ میرا خیال ہے ان باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے تم مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں میں اس سے کچھ معلومات حاصل کر سوں“

”تمہارے ساتھ میں بھی معصیت میں پھنس جاؤں گی۔ یہاں تک کوئی بات نہیں ہے ہم نے ان لوگوں کے ذہنیے رقم حاصل کر لی ہے۔ بیکری نے گڑبڑ کی تھی اسے نقصان اٹھانا پڑا لیکن اگر اس سے آگے کوئی کام کیا گیا تو نہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا نہ میرے حق میں“

”میں کہتا ہوں کہ اس بند کرد تم نے دولت کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے ایک لمحے میں فیصلہ کر لو تمہیں کیا کرنا ہے اگر ایسی کوئی جگہ تمہارے ذہن میں ہے تو اس کی نشاندہی کرو اور اس کے بعد جو چاہتی ہو دھلے کر اپنا راستہ ناپو۔

تمہارے بارے میں میرا نظریہ ذرا کچھ غلط ثابت ہوا“

”کیا نظریہ تھا تمہارا؟“ وہ چونک پڑی۔

”بس گریزی تم اپنے آپ کو وہ ثابت نہ کر سکیں جس کی

مجھے توقع تھی؟“ وہ میری آنکھوں میں دیکھتی رہی اور دفعتاً

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”دیکھو ڈیر! تم جو کوئی بھی ہو میں اس بات کو کہنے نہیں

معاذ نہیں سمجھتی کہ تمہارے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر

پائی ہوں لیکن میں کسی بھی طرح تمہارے نقصان میں نہیں

رہ سکتی۔ تم ایک حیرت انگیز انسان ہو۔ اچھا! چلو چھوڑو یہ

لیجا ہے شاید تمہیں یقین نہ آئے کہ بہت عرصے
پہلے ان دنوں سے میرا تعلق تھا! اس سے کوئی دلچسپی
اچھا اچھا کہ چلو غیر۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی
نہیں ہے، تم اپنے بارے میں کسی حد تک بتا چکی ہو۔ اس
سے یہ مزید پوچھنا نہیں چاہتا۔ آؤ ذرا ستریکر سے ملاقات

باقی دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔



بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتی ہوں؟
”تم سے ایک بات پوچھتی تھی اس کا تم نے ابھی تک جواب
نہیں دیا“
”اوہ ہوا! ایک جگہ ہے جہاں تم اسے لے جاسکتے ہو؟“
”تو پھر جلدی بناؤ؟“ میں نے کہا، ”میں نے کہا، وہی وقت عقب سے
پولیس سائرن کی آواز سنائی دینے لگی تھی، غالباً ڈیڑھ گھنٹے
پہلے اس کی اطلاع پولیس کو مل ہی گئی تھی۔ گریبی یہ آواز سن کر
جلدی سے ہوئی۔“

”شہر سے باہر دیرانہ ہے؟“
”مجھے ایسے ہی کسی مقام کی ضرورت ہے۔ چلو جلدی سے
داستہ بنا کر شروع کرو؟“
”سیدھے ہی چلتے ہو، آگے تھوڑے فاصلے پر ایک پل
آئے گا اس سے بائیں سمت گھوم جانا، اس نے کہا اور میں
نے کار اسٹارٹ کر کے ایک دم تیز کر دی۔ میں خاموشی برقی
رفتاری سے اس طرف جا رہا تھا۔ گریبی کے بارے میں میرا
یہ اندازہ تھا کہ اب اس پر عرصہ نہیں کیا جاسکتا۔
بہر طور وہ کار اس کے تیلے ہوئے راستے پر دوڑتی رہی
اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پل پر سے گزر کر ایک دیران علاقے
میں پہنچ گئے۔ بالآخر ایک جگہ میں نے گاڑی روک دی اور
پلٹ کر گریبی کی جانب دیکھنے لگا، اب اس کے چہرے پر خاما
اطمینان نظر آ رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں میرے لئے
تجسس تھا اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا تم واقعی وہی ہو جو ظاہر کرتے ہو؟“
”مصدقہ! میں نے تم پر کیا ظاہر کیا ہے؟“
”مجھے تمہاری شخصیت بالکل نئی لگی ہے۔ اب
مک میں نے تمہیں اس انداز میں نہیں دیکھا تھا؟“
”پھر اس انداز میں دیکھا تھا تم نے مجھے؟“
”بس ایک لاپرواہی سا انسان پایا تھا جسے کسی سے اس
حد تک دشمنی نہیں ہو سکتی؟“

”تو تمہارا کیا خیال ہے گریبی! میں اس شخص کا پٹن ہوں؟“
”نہیں! میرا یہ مقصد نہیں اگر تمہیں اس سے کچھ اور
نہیں معلوم کرنا تھا تو پھر تم اسے اس طرح کیوں لے آئے؟“
”ہوں! سوال نہانت کلبے اور اس سوال نے مجھے بھی
کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے گریبی؟“
”اوہ۔ نہیں نہیں! میرے بارے میں کسی غلط انداز
میں مت سوچنا۔“

روزانہ کی تلاش

حصہ دوم

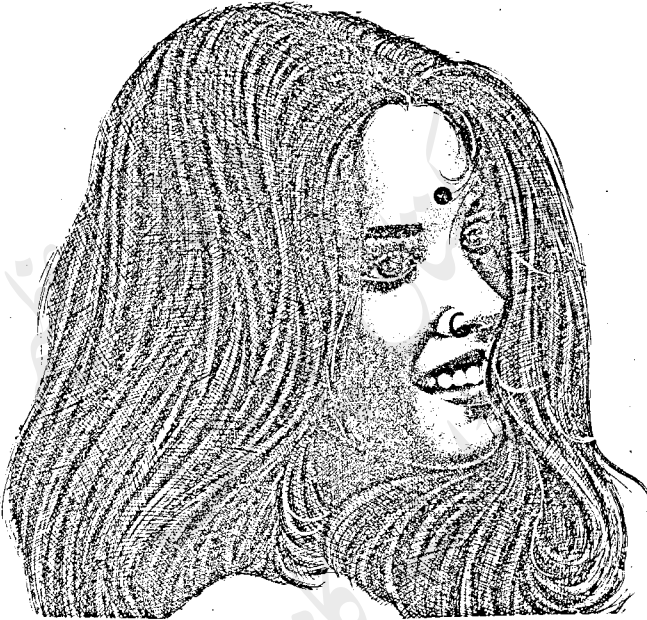


PAK Society LIBRARY OF PAKISTAN

ONE SITE ONE COMMUNITY







ایک شخص کو کہنا ہے کہ اس کا نام ہے اس کا کیا ہے

سلسلہ: اس انسان کی کہانی جس نے شرافت کا تباہہ اوڑھ لیا تھا،
'ورسابقہ زندگی سے تائب ہو گیا تھا، لیکن جب اسے شرافت کی
زندگی سے بھروسہ واپس اس گناہ آگاہ زندگی کی طرف لوٹ جانے پر
مجبور کیا گیا تو۔؟

سرے والا کبھی حال لاکر اور سرے والا سے پتہ لگایا

ایک حوصلہ مند شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک تھا

نورانی تلاش

انڈاز میں مسکرا دی۔
”سہوں! لیکن لیکن یہ بیہودہ میں کچھ پریشان ہوں کیا
یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس کے منکے سے بچنے کے بعد جلدی
سے یہاں سے چل پڑیں؟“
”نہیں ڈوئیز راب ایسا بھی نہیں، اس جگہ سے تو تم
واقف ہو۔ یہاں کیا کیا چیز سلامت ہے؟ میں نے حال کیا۔
”کیا مطلب؟“
”اس کمرے کے علاوہ سبھی کوئی اور کمرہ ایسا ہے جو
قابلِ رہائش ہو۔“

”کیوں؟ اس نے سوال کیا۔
”اوہ۔ ہو۔ اور اصل مجھے بڑے بڑے سوال کرنے والی
رہنمایاں بالکل پسند نہیں، میں نے جواب دیا اور وہ خاموشی
سے میری طرف دیکھتی رہی۔
چند لمحات کے بعد بیکر کے جسم میں حرکت پیدا ہونے
لگی اس کے حلق سے دو تین کراہیں نکلیں اور پھر اس
نے آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر وہ اسی انداز میں لیٹا پکیں
جھپکاتا رہا جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کردہ کہاں
اور کس حال میں ہے۔ پھر اس کے محاسن آہستہ آہستہ جلتے
گئے اور اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا، اس کے بعد
اس نے دونوں ہاتھ نیچے لٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن
اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کے ہاتھ
پاؤں نہیں بانڈھے تھے بس میں جانتا تھا کہ اس پر قابو
پانا میرے لئے مشکل نہیں ہوگا اور پھر اس کے پاس کوئی
بتعیار وغیرہ بھی نہیں تھا۔
گرجنی خاموشی سے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی اور پھر
آہستہ سے بولی۔

”ہوش میں آ گیا، میں نے گردن ہلا دی اور ہم دونوں
کی آوازوں پر بکی بیکری لگا نہیں ہم دونوں کی جانب اٹھ
گئی تھیں۔ چھ پر لگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے
پھیل گئیں۔ پھر وہ بھرانے ہوئے لہجہ میں بولا۔
”میں کہاں ہوں؟“
”یقیناً دنیا میں ہو۔ اگر آخرت کی جانب چل پڑے ہوتے
تو تمہاری یہ حالت نہیں ہوتی، میں نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا اور وہ عجیب نگاہ سے مجھے دیکھنے لگا۔
”تم لوگ۔ تم لوگ مجھے یہاں کیوں لے آئے؟ اس

احاطہ کا دروازہ اب ہر خاص و عام کے لئے کھلا ہوا
تھا ممکن ہے کسی یہاں کوئی جھانک لگا رہا ہو لیکن اس
وقت اس جھانک کا نام ڈشٹان نہیں تھا ضرورت مند
اس جھانک کو یہاں سے اٹھ لے گئے ہوں گے۔
ساتنے ہی ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت نظر آ رہی تھی
میں اس عمارت کے دروازے کی طرف چل پڑا مگر جی
میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی چند لمحات کے بعد وہ
مجھے ایک ایسے کمرے میں لے آئی جس کی حالت کافی بہتر
تھی۔ فرش صاف تھا۔ دیواریں البتہ خراب ہو چکی تھیں
چھت بھی سلامت تھی اور ضرورت کا تصور ابیت ساہل موجود
تھا۔ ایک طرف ایک بلیگ پڑا ہوا تھا جس پر چادر وغیرہ نہیں
تھی میں نے بیکر کو بلیگ پر لٹا دیا اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے
گرجنی کی طرف دیکھا مگر جی کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات
تھے کبھی وہ خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگتی اور کبھی
خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ رقم کا بیگ البتہ اس نے بڑی احتیاط
سے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور اسے اپنی جان کے ساتھ
لگائے لگائے پھر رہی تھی میں نے مسکراتے ہوئے اس
کی جانب دیکھا اور خشک ہنرٹوں پر زبان پھیلتے ہوئے وہ بولا،
”اب تم کی کارنا چاہتے ہو؟“
”بس پرسکون جگہ ہو۔ بیکر یہاں موجود ہے تم ہو زندگی
میں گزار دوں تو کیا حرج ہے؟“
”نہیں، براہ کرم، سنجیدگی سے پتہ نہیں کیوں میں تم
سے خوفزدہ ہو رہی ہوں؟“
”اوہ۔ اوہ۔ اب ایسا بھی نہیں۔ مجھ سے خوفزدہ ہونے
کی ضرورت نہیں ہے تم جانتی ہو کہ میں کیا ہوں؟ میں نے
اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور وہ پھر ہیکے



نے سوال کیا۔
 "ڈیڑ بیکر کسی ٹری نیت سے نہیں لائے ہیں اور پھر تمہیں ٹھکر کی ضرورت بھی نہیں۔ شاید تم یہ بات بھول رہے ہو کہ تم ایک نوجوان، قوی، بیکل مرد ہو کوئی نازک اندام جیتنے نہیں؟ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ بیکر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا اور بولا۔

"میرا کوئی سامتی بھی کیا ہاں موجود ہے؟
 "نہیں! اسے کار تھا ان لوگوں کو جہاں لانا۔ تم ہی کارا مادیو میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا غالباً اندازہ لگنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں کون ہوں اور اس سے یہ باتیں کیوں کر رہا ہوں بالآخر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔
 "تم کیا چاہتے ہو؟ اس مرتبہ بھی اس نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا۔

"معتول سوال ہے۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں ڈیڑ بیکر لیکن شرط یہ ہے کہ ہر سوال کا جواب صحیح دوگے اگر غلط جواب دیا تم نے تو یہ ایک ویرانہ ہے اور تم یہ اندازہ لگا چکے ہو کہ میں تم سے زیادہ خاموش ہوں اور طاقت ہمیشہ سوال پوچھنے کا حق رکھتی ہے۔ جواب دینے کا نہیں؟ وہ خاموشی سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے سچویشن کو اور ڈرامائی بنانے کے لئے اپنے ہاتھ میں ایک لمبا چاقو کھول لیا۔ بیکر کے ساتھ ساتھ ہی گرجی کی نگاہیں اس چاقو کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ اس نے بیکر کی طرف دیکھا اور بیکر نے اس کی طرف اور اس ایک لمحے میں مجھے یہ احساس ہوا کہ اس وقت گرجی کی سوچ پر پہلے سے ذرا مختلف ہو گئی ہے۔

بیکر کو لٹھتے وقت گرجی نے اس سلسلے میں ذرا بھی تردد کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن اب یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ بیکر کے لئے دل میں بے حد ہی رکھتی ہو یا اگر یہ بات بھی ہو تو ان دونوں کا آپس میں کوئی نہ کوئی ایسا تعلق ضرور ہے جو اب تک میرے علم میں نہیں آسکا ہے۔

ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں بہت سے خانے کھل گئے یہ کوئی نئی بات تو نہیں تھی۔ آج تک جو بڑی

بڑی شخصیت میرے سامنے آتی رہی تھیں ان میں تعداد ہی پایا جاتا تھا۔ ان میں سب کی سب شکوک و گمانیں فراڈ تھیں، کوئی بھی سچ نہیں بولتا تھا پھر میں گرجی سے یہ توقع کیوں رکھوں کہ وہ میرے لئے ایک اچھی شخصیت ثابت ہوگی

لیکن اگر بیکر اور اس کے درمیان کوئی ایسا سلسلہ ہے تو پھر گرجی سے بھی پوری طرح محتاط بننے کی ضرورت ہے۔

گرجی کے ذہن میں اب تو کچھ تھا اس وقت میں اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ بہ طور اس درمیان علاقے میں میرا کام مکمل نہیں تھا۔ اور میں ان دونوں پر باآسانی ناپاؤں کا سنا تھا بیکر کی گرجی کھل کر ظاہر ہو جائے۔ البتہ یہ فیصلہ میں نے ضرور کر لیا تھا کہ اگر گرجی نے حکم کھلا کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کی تو میں اسے اپنے شبہات سے دور رکھوں گا۔ بیکر کی جانب سوالیہ نگاہوں سے میں نے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈیڑ بیکر! میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ترلوکا کہاں ہے؟
 یہ سوال بیکر کے سر پر ہم کی طرح پھینا تھا وہ ایک لمحے کے لئے ششدر رہ گیا لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو فوراً سنبھال لیا۔

"کون ترلوکا؟ اس نے کہا لیکن میں اس جھانے میں نہیں آسکتا تھا کیونکہ میں نے اس کی آنکھوں میں وہ کیفیات دیکھی تھیں جن سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ ترلوکا ہی سے نہیں بلکہ اس کے شجرے میں سب سے واقف ہے۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ پوری طرح پر کوئی انہی ترکیب سوچنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے اس کی جان بچ جائے لیکن اب یہ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے میری ذات پر کوئی شبہ ہو جاتا ہے نہیں۔ بہ حال وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے چاقو کی نوک کو انگلی پر پھیرا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے قدم آہستہ آہستہ بیکر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اور اس کے چہرے پر وہ ہشت پھیلتی جا رہی تھی۔ البتہ اس نے ہونٹ سمجھی سے میچنے لائے تھے۔ وہ ذہنی طور پر خود کو سنبھالنے میں کسی مددگار کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیا بات تھی اب اس کے انداز سے سفاکی نہیں جھک رہی تھی جو اس کے چہرے کا ایک حصہ

میں بہ طور میں آہستہ سے اس کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔
 "ڈیڑ بیکر! سوال کا حرف جواب دو کاربے بھے۔ ترلوکا کہاں ہے؟

"میں کسی ترلوکا کو نہیں جانتا، اس نے جلدیاد اور دوسرے لمحے چاقو کی نوک اس کی پیشانی پر ایک نشان بنائی ہوئی گزرا گئی۔ پیشانی کی اس ککر سے خون بہنے لگا تھا جو لٹھے ہونے کی وجہ سے بیکر کی دونوں آنکھوں کی جانب چل پڑا تھا لیکن بیکر کے منہ سے سسکاری بھی نہیں نکلی۔ میں نے چاقو کی نوک ہٹائی اور پھر خود بخود ترلوکا ہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ترلوکا کہاں ہے؟ اس بار میں نے چاقو کی نوک اس کی گال پر لگا دی تھی۔ اچھا عامانہ لگھا ڈوبن گیا تھا اس کے گال پر لیکن بیکر کے انداز میں اب بھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ بس یہی محسوس ہوا تھا کہ وہ اپنے تمام اعضا کا جس قسم کرچکا ہو اور کوئی تکلیف اس کے لئے تکلیف نہیں رہ گئی ہو۔ لیکن وہ میرے سامنے اپنی قوت ارادی کا مظاہرہ کر رہا تھا جس کے سینے میں آگ کا ایک جہنم کھل رہا تھا اس آتش نشاں میں کچھ ہونے پھرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ جھلا میرے دل میں اس کے لئے کوئی گنجائش کیسے بھر سکتی تھی۔

میں نے دہنیا چاقو کی نوک اس کے داہنے بازو میں اتار دی۔ اب انسان ہی تھا اتنی قوت برداشت بھی نہیں تھی کہ وہ اس زخم کو نظر انداز کر دیتا۔ گال کا زخم پیشانی کا زخم برداشت ہو گیا تھا لیکن چاقو کی تقریباً ایک انچ نوک اس کے بازو میں اتار کر باہر نکل آئی تھی۔ چاقو کا اتنا حصہ نشان زدہ ہو گیا تھا میں نے بڑے اطمینان سے اسے اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"پلیسٹیک کے درمیان اگر یہ چاقو دو یا تین انچ نیچے اتار گیا تو تمہاری موت بھی واقع ہو سکتی ہے بیکر! میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ سنو ترلوکا کے بارے میں نہیں جانتا ہو گا وہ کہاں ہے؟ اگر تم نہ جانتا ہے بیکر تو صرف اور صرف تمہاری موت واقع ہوگی!"

"میں کسی ترلوکا کو نہیں جانتا!
 "نہیں ڈیڑ بیکر! اس علاقے میں جتنے بدعاش ہیں ترلوکا کے جی بل پر زندہ ہیں۔ ڈاکٹر ڈی جیسی شخصیت ہے ترلوکا

کا عنایت سمجھا جاتا تھا ترلوکا جی کی فلام تھی۔ سالانہ نوٹوں میں ڈیڑ بیکر اگر کوئی شخص جرائم پیشہ زندگی گزار رہا ہے تو یوں سمجھ لو کہ وہ ترلوکا جی کا آدمی ہے!"

"تم اپنے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بیکر نے سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
 "ڈیڑ بیکر گرجی! شاید تم بھی نہیں جانتیں لیکن میں نہیں جانتا ہوں اور تم اس شخص کو بتا دو کہ ترلوکا کا اس روتے زمین پر مجھ سے بلا دشمن کوئی نہیں ہے!"

"تب کیا؟ گرجی! بے اختیار ہٹا کر بولی۔
 "ہوں۔ تمہیں بھی یقیناً اس بات پر تعجب ہوا ہو گا بہ طور بیکر میرا یہ سوال مسلسل ہے اور تمہیں اس کا جواب دینا ہو گا۔ دوسری ایک بات میرے لئے ذرا اور تعجب خیز ہے جس کے بارے میں تم ہی سے پوچھ لینا مناسب ہے یہاں ترلوکا کے ٹریڈ مارک کیوں نظر نہیں آتے؟

"ٹریڈ مارک" بیکر نے بے اختیار کہا۔
 "ہاں۔ وہ گھنے سوراخے جوں علاقوں میں دہشت گردی کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ جہاں بھی ہیں ترلوکا کے پیرزادہ ہیں! مگر میں تو کچھ بھی نہیں جانتا!"

"پھر بیٹے۔ پھر بیٹے؟ میں نے باقوسیدہ حاکم سے ہونے کہا اور اسے بیکر کے سینے پر دبانے لگا۔
 "نہیں نہیں، مٹھو۔ تم اس درندگی سے کچھ نہیں حاصل کر سکتے۔ تم یہ درندگی مت کرو!"
 "ٹھیک ہے تو پھر جتاؤ ترلوکا کہاں ہے؟
 "میں نہیں جانتا۔ میں بالکل نہیں جانتا! وہ چھپ چھپا۔"
 "میں بالکل نہیں جانتا کون جان سکتا ہے تو جانتی ہے اس نے گرجی کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اوہ۔ بیکر کہنے! مجھے کیوں اس سلسلے میں ملوث کر رہا ہے؟
 "بگلا اس مت کر! تو بھی اس کی برابر کی شریک ہے۔ سنو مٹر! تم جو کوئی بھی پورٹ میں وارد نہیں ہوں جو ترلوکا کو جانتا ہے اور جو اس کے سلسلے کام کرتا ہے یہ لڑائی جی جان ہی میں سے ایک ہے۔ یہاں پہلی ہوئی ہے شمار دیکھیں اور جرائم پیشہ لوگ حرف ترلوکا جی کے لئے کام کرتے ہیں کسی کی مجال ہے کہ ترلوکا کے حکم کے بغیر کسی قسم کی حرکت کر جائے!"

"ہاں۔ ہاں بیکر تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں اس بات کو ماننا ہوں لیکن گرینی کا معاملہ دوسرا ہے۔ میرے اور اس کے درمیان ایک اور رشتہ ہے جس کی بنا پر میں اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کر سکتا، میں نے کہا اور گرینی گہری گہری سانسیں لگنے لگی۔
 "تو پھر ڈیڑھ نیکر کیا خیال ہے؟"
 "سنو! میں۔ میں۔ کچھ نہیں جانتا، اس بارے میں۔ تم میرے اوپر تشدد کرتے رہو، کوکوش کرو کہ تم مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرو لیکن تم ان ہونٹوں سے کوئی آواز نہیں سن سکو گے؟"
 "اوہ۔ اچھا اچھا۔ دیکھتا ہوں کوکوش کرتا ہوں؟ میں نے کہا اور ایک زوردار ٹھوکر بیکر کی پللی پر رسید کر دی لیکن اس بار مجھے واقعی حیرت ہوئی کہ اس ٹھوکر سے تو اچھے اچھے چیخ پڑتے تھے لیکن بیکر خاموش تھا۔ اس کے چہرے پر اب خونخوار تاثرات ابھرتے آ رہے تھے جھڑپے ایک دوسرے پر جم گئے تھے آنکھوں میں ٹسکت ہی کے آثار تھے لیکن دل سے اس نے اپنی ٹسکت نہیں مانی تھی۔
 بہر طور اسے قتل کرنا میرے لئے ناممکن نہ تھا۔ ابھی تھا البتہ اس سے معلومات حاصل کرنا ضروری تھا میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ بیکر کی آنکھوں میں کبھی خون ابھرنا لگا، کبھی وہ اپنے آپ کو سخت بنا لیتا، نفل مسلسل اس کے زخموں سے بہہ رہا تھا۔ تب میں نے آخری بار اس سے پوچھا۔
 "بیکر اس سوال کے بعد میں تمہیں گردن پر چاقو پھیر کر قتل کر دوں گا اس کے بعد مجھے تم سے اور کوئی سوال نہیں کرنا۔ آخری بار پوچھ رہا ہوں۔ ترلوکا کہاں ہے؟" میرا خیال ہے اگر تم میرے سامنے رہو تو میں تمہیں کے بانی ترلوکا کے بارے میں سوال کر رہے ہوں تو تو یہ تو میں تمہیں بتا سکتی ہوں مگر تمہارا اس سے کیا واسطہ؟
 گرینی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں ایک لمحے کے لئے سکت رہ گیا تھا اور پھر میری توجہ گرینی کی طرف ہو گئی۔
 "تم مجھے اس کے بارے میں کیا بتا سکتی ہو؟"
 پہلے میں تم سے ایک سوال کر دوں گی ڈیڑھ نیکر اس کے بارے میں کیوں جانتا چاہتے ہو؟

"میں نے کہا نا اگر تم یہ سوال مجھے پسند نہیں۔ میں صرف جواب چاہتا ہوں؟"
 "اوہ ہو۔ دیکھو شاید۔ یہ شاید گرینی نے دفعتاً چونک کر بیکر کی جانب اشارہ کیا اور میں بیکر کی طرف دیکھنے لگا لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ کبھی نہ چوسا اتنا بڑا اقدام کر بیٹھے گی۔ وہ شاید کوئی انتظام کر چکی تھی میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا چونکہ میری توجہ بیکر ہی کی جانب تھی۔ دوسرے لمحے میرے سر کی پشت پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اتنی زوردار ضرب تھی کہ سر کا پھللا حصہ نکالنا آکھل ہی گیا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے چاقو کی ٹوک زمین میں پورست ہو گئی اور اس اوندھے منہ نیچے آ رہا۔ دوسری ضرب نے میرے حواس بالکل ہی چھین لئے تھے اور اس کے بعد مجھے کوئی احساس نہیں رہا۔ نہ جلنے لگتی دیر اس عالم میں گزری وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہوا لیکن مجھے یقین تھا کہ زیادہ وقت نہیں گزرا ہے میں ہوش میں آ گیا۔ سر کا پھللا حصہ خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں اس اٹھ رہی تھیں۔ میں نے اور اصرار نہ کیا اپنے آپ کو سہارا دیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بیکر مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ دھلے ہوئے لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔
 میں نے اور اصرار دیکھا گرینی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ یقیناً یہاں سے فرار ہو گئی تھی۔ اوہ کبھی عورت ایک بار پھر مجھے دھوکا دے گئی تھی۔ مگر یہ غلط ہے مارے معاملات اپنی جگہ لیکن اس پر اس قدر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے تھا مجھے۔ اور خاص طور سے ان حالات میں جبکہ یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس معاملے سے واقفیت رکھتی ہے۔
 میں نے مشکل تمام نوٹوں کو نبھالا۔ سر کے زخم کا فوری علاج ہو گیا تھا چونکہ خون کا ٹھسا ہو کر بالوں میں چبک گیا تھا اور اس نے اپنے دانے خود ہی بند کر دیئے تھے۔ بیکر کو دیکھا اس کے زخموں نے بھی خون اٹکنا بند کر دیا تھا اور چپکا ہوا کالا خون نظر آ رہا تھا۔ البتہ زمین پر غاصطوں جما تھا جو اس کے زخموں سے بہا تھا۔
 گرینی کے بارے میں تو ابھی سوچنا ہی ہے کہ کار تھا کہ وہ یہاں موجود ہوگی۔ چنانچہ میں بیکر کی جانب متوجہ ہو گیا

میں نے اسے بلا جلا کر دیکھا وہ بھی بے ہوش تھا خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اس پر نقاب ملادی ہوگی تھی۔ بہر طور میرے بلندے حملانے سے ہوش میں آ گیا آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھنے لگا۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے حواس واپس آ گئے اور وہ ایک بلکا سا تھمبر لگا کر بس پڑا۔
 "میرے سب کیا ہو گیا دوست۔ تمہیں اپنا کب کیا ہو گیا؟" اس نے سوال کیا میں خاموشی سے بیکر کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔
 "میرا خیال ہے میرے بدن سے کافی خون نکل گیا ہے یوں لگ رہا ہے جیسے جیغ طور پر جل رہی ہو کبھی نہیں ملوگا؟" اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی میں نے کہا اور وہ میری ہدایت پر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا اس میں اسے ناکامی نہیں ہوئی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں اپنے سر کو زور زور سے جھٹک رہا تھا اس نے غالباً میری پشت پر خون کے دھبے دیکھ لئے تھے اور ایک بار پھر اس کا قبضہ نکل گیا۔
 "تو وہ تمہیں بھی دھوکا دے گئی؟" اس نے کہا۔ دفعتاً میری نگاہیں اور اصرار جھٹکنے لگیں۔ میں رقم کے بارے میں جانتا چاہتا تھا جو گرینی کے پاس تھا۔ بیکر یہاں موجود نہیں تھا میں نے گہری سانس لی اور بیکر ہنستا ہوا بولا۔
 "رقم لے گئی وہ؟"
 "تم باہر بس کیوں رہے ہو؟"
 "نہیں میں ایک عجیب و غریب کیفیت محسوس کر رہا ہوں تم مجھ سے ترلوکا کے بارے میں پوچھ رہے تھے نا؟"
 "ہاں۔ اس میں عجیب و غریب کیفیت کی کیا بات ہے؟" میں نے سوال کیا۔
 "خدا یہ تمہیں یہ سن کر سنسی آجائے کہ ترلوکا کا اصل سامتی میں نہیں گرینی تھی؟"
 "کیا مطلب؟"
 "ہاں۔ وہ منشیات کے ان اڈوں پر کابھل کو تلاش کرتی ہے جو ترلوکا کے کھولے ہوئے ہیں اور پھر وہیں نشا اور دوا میں استعمال کرتی ہے اور وہیں عادی بنا دیتی ہے۔ اس قسم کی بے شمار لڑکیاں ترلوکا نے چھوڑی ہوئی ہیں؟"
 "اور تم کیا کرتے ہو؟"
 "کچھ نہیں، گرانے پر ترلوکا کے لئے بہ کام کرتا ہوں۔ تم مجھ سے اس کا پتہ پوچھ رہے تھے اگر تمہیں ترلوکا کا پتہ

درکار ہے تو میں تمہیں بتاؤں دوست کہ کم از کم مجھ میری سب کے لوگوں سے اس بارے میں آئندہ مت پوچھتا میری طرح نہیں بھی نہیں آئے گی کیا ترلوکا اتنی معمولی شخصیت ہے کہ ہم عام قسم کے لوگ اس کی رہائش گاہ کے بارے میں جانتے ہوں۔ وہ کہیں بھی نہیں ہوتا لیکن ہر جگہ ہوتا ہے؟"
 "بس۔ بس میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں سنا چاہتا لیکن یہ گرینی۔ ٹھیک ہے اگر اسی بات ہے تو وہ میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتا؟"
 "پتہ نہیں کیوں تم سے بہت سارے سوالات کرنے کو بھی چاہتا ہے۔ میں شاید تمہیں مطمئن نہیں کر سکوں گا کیونکہ میرے پاس اس کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن اگر تم چاہو تو اس سلسلے میں میری مدد لے سکتے ہو؟"
 "میں سلسلے میں؟"
 "اگر تم چاہو تو مجھے بتا دو کہ تم ترلوکا کو کیوں تلاش کر رہے ہو؟ اور تمہارا معاملہ کیا ہے۔ نہ بتانا چاہو تب بھی میں اس کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں؟"
 "وہ کیسے؟"
 "کوئی پروگرام نہیں ہے میرے ذہن میں بس یوں سمجھ لو کہ میں ذاتی طور پر اس سے نفرت کرتا ہوں بے شک میں اب تک اس کے لئے کام کرتا رہا ہوں لیکن وہ صرف اس لئے کہ مجھے ان علاقوں میں زندہ رہنا تھا؟"
 "اب تم غالباً مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو؟ میں نے آہستہ سے کہا۔
 "میں نہیں کہہ سکتا میرے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں ہے کہ میں تمہیں اپنے غلوں کا یقین دلا سکوں۔ حالانکہ میرا تمہارے ساتھ غلطی ہو نا کسی طور تک نہیں میں تمہارے ہاتھوں شکر دہی ہو چکا ہوں اور ان حالات میں کوئی بھی شخص کسی کا دوست نہیں ہو سکتا لیکن پتہ نہیں کیوں اندر سے ایک آواز ابھرتی ہے میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کا خواہش مند ہوں؟"
 "وہ کبھی گرینی کہاں گئی؟"
 "غالباً وہ ہم دونوں کو اس لئے چھوڑ گیا ہے کہ..."
 ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں دور سے کوئی آواز آئی تھی لیکن یہ کسی آواز تھی اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا ہم لوگ خاموشی سے بیٹھ گئے

کا انتظار کرتے رہے لیکن اس کے بعد کوئی آواز نہیں
اجھری تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”اب کب تک یہاں پرے رہو گے؟ صدمت حال
کہیں خطرناک نہ ہو جائے میرے ذہن میں شدید تکلیفیں
ہو رہی تھیں۔ گزرتی بگھت دھوکہ دے کر نکل جانا ہی بہتر
میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ دفعتاً مجھے کوئی
خیال آیا اور میں نے اپنی ساری مٹھیں ٹٹول ڈالیں۔ ایسا اور
موجود نہیں تھا البتہ وہ جا تو اسی طرح زمین میں پیوست
تھا جس سے میں نے بیک کو زخم لگائے تھے۔

کمرے میں ادھر ادھر لگا پائیں دوڑائیں کوئی ایسی
چیز نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ اب میں کیا کر سکتا
ہوں پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

بیکر! میں آج تک جس پر بھی بھروسہ کرتا آیا ہوں
اس سے مجھے نقصان اٹھانا پڑا ہے یہ لکھا بھی ال ہی
میں سے ایک بھی“

”ایک بات بتاؤ! تاش کے کھیل کا کیا معاملہ تھا؟
بیکر نے سوال کیا۔
”مطلب؟“

”یہ تو حقیقت نہیں ہے کہ تم ایمان داری سے وہ سب
کچھ جیتتے تھے؟“

مچھو مچھو طور سے ایمانی ہی بھی گڑب گڑب تو ہو گئی؟
”ہاں۔ جو گڑب گڑب سو گڑب گڑب موجودہ حالات نے ہمیں
ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا ہے۔ میں ترلوکا کے

سطح میں تمہاری جو کچھ بھی مدد کر سکتا ہوں اس کے لئے
تیار ہوں اگر دل چاہے تو مجھے اپنے ساتھ شامل کر لینا
لیکن اس طرح کہ دوسروں کو کوئی اندازہ نہ ہو سکے۔ وہ چہرہ

کم از کم یہ تو بتانی گئی کہ میرے بدن پر لگنے والے زخم
تمہارے ہاتھوں کے ہیں؟“

”گزرتی ہی بات کر رہے ہو؟“
”ظاہر ہے اور کس کی؟“
”تو پھر اس سے کیا فائدہ ہوگا؟“

”فائدہ یہ ہوگا کہ وہ ہم دونوں کو دوست نہیں سمجھے گی
اور ہم دونوں کو اٹھارہ بھی ایسا ہی کرنا ہے۔ زخمی ہونے کی
وجہ سے ہم ایک دوسرے کے دوست تصور کئے جاسکتے
ہیں لیکن ویسے نہیں۔ ویسے ظاہر ہے ہمارا دشمنی کا ہی رشتہ

رہے گا؟“

”اور تم یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ؟“

”ہاں۔ میں یہ سب کچھ کر لوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم مجھے
کوئی ایسی بات مت بناؤ جس کا بتانا تمہارے حق میں
بہتر نہ ہو۔ لیکن اگر تم ترلوکا کے خلاف کرنا نہ ہو تو یوں سمجھ
لو کہ میں بھی تمہارا ساتھی ہوں؟“

”کیا دشمنی ہے تمہاری ترلوکا سے؟ میں نے سوال کیا۔
”تم نے کچھ نہیں بتایا؟“
”نہیں اور میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا؟“

”تو پھر مجھ سے پوچھنے کی بھی کوشش مت کرو۔ گورگی
محسوس کر کہ میرے ذہن پر یہ کوئی کام بن سکتا ہے تو اس
میں تکلف مت کرنا۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ

تم مجھے چھوڑ دو اور مدد مانگ کر دو۔ اگر تم ان باتوں پر اپنی
نہ ہو تو اس کا اندازہ تمہارے ہاتھ میں ہے جو چاہو کر لو
میں خاموشی سے سوچتا رہا۔ کراہتا تھا میں تو خود

پکڑ میں پھنس گیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال
آیا اور میں آہستہ سے بولا۔
”وہ یقیناً کار میں گئی ہوگی؟“

”ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہاں سے جا سکے
سکتی تھی؟“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے کچھ
سوچتا رہا۔ پھر میری نگاہ اس کھڑکی پر جم گئی جو اس کمرے
کی عقبی دیوار میں بنی ہوئی تھی اور اس وقت بند تھی۔

میں آہستہ آہستہ جاتا ہوا اس کھڑکی کی طرف بڑھ
گیا۔ کھڑکی کھلی کر میں نے باہر دیکھا جاہر ویرانہ تاریک
تھا اور آسمان پر ستارے ٹٹارے ٹٹارے تھے۔ اس کے علاوہ

اطراف میں کچھ اور نہیں تھا۔ ہوا سا نہیں سانسیں کر رہی تھی
دفعتاً میں نے کھڑکی کی چوکھٹ پکڑ لی اور اس کی پچھلی
جانب کو دیکھا۔ پھر میں نے وہیں سے بیکر کی طرف رخ کر کے

کہا۔
”تم یہاں رکو بیکر! میں ذرا باہر نگاہ دوڑاؤں گا میں
باہر نکل آیا لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کار میں موجود
تھی جس میں ہم یہاں تک آئے تھے۔ یہ بات ناقابل یقین

تھی۔ اگر ایسی بات ہے تو اس کا مطلب ہے کہ گزرتی یہاں
موجود ہے۔

اس بات کا تو مجھے یقینی طور پر اندازہ ہو چکا تھا کہ گزرتی
ہی نے میرے سر کی پشت پر مزید لگا لی تھی۔ اس کے علاوہ
بھلا یہاں اور کون موجود تھا لیکن وہ کار کیوں نہیں لے گئی
اس طرح وہ وہی باہیں سلنے آئی تھیں۔ پہلی یہ کہہ رہی ہیں
آس پاس موجود ہے یا پھر کسی اور کار میں رخصت ہوئی ہے
لیکن دوسری کار کہاں سے آئی اس سلسلے میں میں کوئی
اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔

اگر یہ سوچتا کہ کوئی اور کار بھی ہمارا تعاقب کرتی رہی
ہے اور گزرتی اس سے واقف تھی تو میرا خیال ہے کہ
اس طرح مجھ سے بڑا متقی اس روئے زمین پر کوئی دوسرا

نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے کان آس پاس کون کون چکے تھے
جو عورتوں کی دیر پہلے یہاں ابھری تھی، چنانچہ میں نے یہی
فیصلہ کیا کہ گزرتی کو نہیں تلاش کرنا چاہیے۔

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ہوا کی سرسراہٹ سنائی
دے رہی تھی۔ یہ فوٹو ہاؤس اس چھٹی سی عمارت پر مشتمل
تھا جو غصت اور بوسیدہ تھی اور جس کا پچھتر حصہ تباہ ہو چکا تھا

لیکن اندر تین کمرے ایسے موجود تھے جو ابھی ناقابل استعمال
سمجھے جاتے تھے۔ ایک تو وہی جس سے میں نکل کر آیا تھا
اور اب اس میں بیکر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ برابر کے

کمرے میں بھی کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا تھا اگر
وہاں کوئی موجود ہوتا تو شاید میں آئی آسانی سے آزاد نہ ہوتے
دیتا۔ اب وہ گیا وہ تیسرا کمرہ جو یہاں سے ذرا فاصلے پر تھا۔

میں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ ہوا کافی تیز تھی
اور دونوں کی آواز میں اس کی سننا بیٹ میں گم ہو جاتی تھیں
لیکن اس کے باوجود میں انتہائی محتاط انداز میں چل رہا تھا۔

عورتوں کی دیر کے بعد میں اس کمرے کے قریب پہنچ گیا یہ
ایک الگ تنگ کمرہ دوسرے کمروں کی طرح تاریک تھا۔ میں
اس کے دو دروازے سے کان لگا کر اندر کی سن گن لینے لگا

لیکن اندر بالکل خاموشی تھی اس کمرے میں بھی کوئی موجود نہیں
تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب یہاں میرے علاوہ کوئی اور
موجود نہیں ہے۔ یہ بات میں نے اس لئے سوچی تھی کہ میں

بیکر کو جس انداز میں چھوڑ آیا تھا اگر وہ قطعاً آدمی ہے تو اب
تک بھاگ چکا ہوگا۔

ترلوکا کے سلسلے میں اس نے جس طرح اپنے تعاون
کی پیش کش کی تھی۔ میں نے یقین نہیں کیا تھا۔ بیکر

مجھے چکھتی دے سکتا تھا۔ بہتر طور میں واپس اسی کھڑکی کے
قریب آ گیا جس سے باہر نکلتا تھا اور پھر میں نے اندر بھاگ
کر دیکھا بیکر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

میں نے آہستہ سے سانس لی اور کھڑکی کی چوکھٹ پر
دونوں ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو لٹکانے لگا۔ اس دوران بیکر
کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی تھی۔ اس کے ہنڈول پر سرسراہٹ پھیل گئی۔

”کیوں کیا رہا؟ اس نے پوچھا۔
”پورا امکان خالی ہے اور میرا خیال ہے کہ اس فوٹو
ہاؤس کے احاطے میں بھی کوئی نہیں ہے؟“

”نکل گئی۔ وہ لٹکانے لگی۔ میں نے تم سے پہلے یہ کہا تھا؟“
”بہتر طور اب جو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ تم یہاں سے فرار نہیں
ہوئے؟“ میرے اس سوال پر بیکر کے ہنڈول پر سرسراہٹ

پھیل گئی۔
”اصولاً بھی یہ حماقت کی بات ہوتی کیونکہ یہاں سے
فرار ہونے کے لئے کوئی سواری نہیں ہے ہمارے پاس؟“

بیکر نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔
”ہات تو تم ٹیک کہتے ہو بیکر۔ اے اے اے ہم بیدل ہی یہ
راستہ طے کرنے کی کوشش کریں گے؟ بیکر میرے ہاتھ اسی

کھڑکی کے ساتھ باہر نکل آیا اور ہم فوٹو ہاؤس کے قریب
احاطے کی جانب چل پڑے۔ صوف احاطہ اس لئے کہا
جاسکتا تھا کہ یہاں کھڑکی کے نیچے بیٹے ستون لگے ہوئے تھے

جن کے درمیان بھی تار لپٹے ہوئے ہوں گے۔ ایک گیٹ بھی
تھا جو اب صوف اپنی نشانیاں چھوڑ گیا تھا۔

ابھی ہم اس گیٹ سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ دفعتاً
دور سے تیز روشنیاں نظر آئیں جن کا رخ اتفاق سے ہماری
ہی جانب تھا اور کچھ اس طرح کسی موڑ سے وہ سامنے آئی

تھیں کہ ہم ان کی پیٹ میں آگے تھے۔ یقینی طور پر ہمیں کار
سے دیکھ لیا گیا ہوگا۔

ایک لمحے کے لئے تو ہم خشک کر رہ گئے تھے لیکن دوسرے
لمحے میں نے بیکر کا ہاتھ پکڑا اور واپس اسی مکان کی طرف
دوڑنے لگا۔ یہاں سے نکل کر باہر آیا تھا۔ بیکر نے میرے

ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے کہا۔
”کیوں اندر کیوں؟ اگر وہ لوگ آ رہے ہیں تو ہمیں
نورا یہاں سے نکل جانا چاہیے؟“

”آ جاؤ بیکر آ جاؤ دیکھو تو یہی یہ لوگ ہیں کون؟ میں نے

کہا۔ اور ہم چھرتی سے احاطے کے اندر بننے ہوئے مکان کی دیوار کے نزدیک پہنچ گئے۔ بیکے کے بانے میں یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ وہ شاید کسی طرح نروس ہو گیا ہے اور میرے ساتھ کو بہتر سمجھتا ہے۔ یہاں سے ہم احاطے کے سامنے والے حصے کی سمت دیکھ سکتے ہیں جس پر وہ کارٹیزی سے چھٹی کوئی چلی آ رہی تھی اس کی روشنیوں بار بار منتشر ہو رہی تھیں کچے راستے میں پڑے ہوئے گڑھوں کی وجہ سے کار کا اگلا حصہ بار بار جھک رہا تھا۔

”کون ہو سکتا ہے اس کا رہیں؟“ میں نے کہا۔
”کیا کہہ سکتا ہوں۔ ممکن ہے وہ اپنے ساتھیوں کی امداد لینے گئی ہو۔“ بیکر نے آہستہ سے کہا۔
”اور یہ بھی ممکن ہے کوئی اور ہو۔“
”ہاں۔ ہو سکتا ہے لیکن گریٹی بہت ہی خطرناک لڑتی ہے۔“
”کہیں وہ پولیس نہ ہو؟“
”پولیس۔ یہاں آکر کیا کرے گی؟“ بیکر بولا۔
”ہو سکتا ہے تروکا کے آدمی ہوں۔“

”تروکا براہ راست اپنے آدمیوں کو اس طرح نہیں بھیجتا لیکن تم۔ تم! میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کیا چکر چلا رکھا ہے تمہارے۔ اگر تروکا سے تمہاری دشمنی ہے تو پھر گریٹی تمہاری مخالفت پر کیوں آمادہ ہوئی ہے؟“

”میں اسے کس مطلب؟ بیکر کی بات سیری سمجھ رہی نہیں آئی تھی۔
”تو کبھی دوست اس میں کوئی خف نہیں ہے کہ ہم تم اچھے حالات میں ایک دوسرے سے نہیں ملے اور ہمارے درمیان اعتماد کا رشتہ کسی طور قائم نہیں ہو سکتا لیکن اس وقت ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ یہاں میں نہیں جانتا کہ تمہاری کیا پوزیشن ہے لیکن میں خود کو تمہارے چکل میں جھنسا رہا ہوں

کہتا ہوں تمام میں تمہیں یہ بتا دوں کہ گریٹی مشکوک شخصیت کی حامل ہے۔ وہ تروکا سے زیادہ ڈینگو کی ساتھی سمجھی جاتی ہے اور اگر ڈینگو کا نام لیا جاتا ہے تو اس بات پر بھی یقین کر لیا جاتا ہے کہ وہ تروکا کے دشمن ہیں۔“
”اوہ۔ کوئی نئی کہانی کوئی نیا کردار۔“ میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

”ہماری ننگا میں باہر تاریکی میں روشن کار کی میڈلائٹوں پر جبن پڑی تھیں اور ہم آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے۔
”شاید تمہارے لیے یہ کہانی نئی ہو لیکن سان ان ٹونیو

کے رہنے والے جانتے ہیں کہ سان ان ٹونیو کے تمام ہی لوگوں نے تروکا کی بڑی قبول نہیں کی۔ وہ روحانیت کا پیکر بن جانے پر ہوتا تو وہ مجھے کس علاقے میں اس کا سامنا کتنی مشکل ہو جاتی۔ بد قسمتی تو یہ ہے کہ شہدہ کے شہدوں کو ڈرے ہوئے لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے اور سبھی بات تو ہے کہ کرائے کے فنڈوں سے زیادہ اس کے مستحقین کی تعداد ہے اور یہ سب وہ خطرناک لوگ ہیں جو جرائم کرنے سے پہلے تو ہمارے ساتھ رہے ہیں اور اس کے بعد جرم کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے انہیں کسی روحانی پیشوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو تروکا ان کا روحانی پیشوا ہے لیکن چند لوگ ایسے نہیں جنہوں نے ان کی بڑی قبول نہیں کی۔ انہی میں ڈینگو بھی ہے۔ ڈینگو کا کردہ کو زیادہ بڑا نہیں ہے لیکن خطرناک لوگوں پر مشتمل ہے اور پھر اس نے ایک اور چکر چلا ڈالا ہے۔“

”کیا؟“ میں نے دلچسپی سے سوال کیا۔
”اس نے اپنے آدمیوں کو تروکا کے گردہ میں پھونسنے دیا ہے۔ وہ اسی گردہ میں رہتے ہوئے ڈینگو کے لیے کام کرتے ہیں اور اس طرح تروکا کو ایک عجیب دشمن سے سابقہ پڑا ہے۔ ڈینگو کے آدمی تروکا کے سینے پر لپٹ کر اپنا کام کرتے ہیں۔ یہاں ان علاقوں میں تروکا کے دو ہی بڑے دشمن تھے۔ ایک بروہ ماوی ہو گیا یعنی ڈاکو ڈنی۔ ڈاکو ڈنی اس کے حاشیہ پر داروں میں مجبوراً شامل ہو گیا لیکن ڈینگو آج تک اس کے قابو میں نہیں آیا۔“

”وہ ڈاکو ڈنی پر جاوی ہوا تھا؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
”ہاں، ڈاکو ڈنی خطرناک آدمی تھا۔ اچھا جانا سا گردہ کہتا تھا لیکن تروکا کے چمکنڈوں میں پھنس کر وہ بالآخر اس کے علاقوں میں شامل ہو گیا۔“ بیکر نے جواب دیا اور پھر ایک دم خاموش ہو گیا کیونکہ کاراب بالکل قریب آگئی تھی۔

”ہم تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمارے اندر موجود لوگوں کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے رہے۔ روشنیوں جل رہی تھیں لیکن خاموشی طاری تھی۔ بیکر کی سانس میں یہی گردوں سے نکلی رہی تھیں، وہ میری ہی طرح اس کا پرہیزگار بن چکے تھے۔ ہم نے آہستہ سے اسے پکارا۔“

”بیکر؟“
”ہاں کیا بات ہے؟“ اس نے سرگوشی کی۔
”کیا میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟“

”اگر ممکن ہوئے تو گریٹی کو میں سپیل بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تیار رہا تھا۔“
”تو پھر سوچو۔“ میں نے ہنسنا بہترین دوست ثابت ہو سکتا ہوں۔“

”جیسا تمہوں نے کہا تھا تو اسی طرح ہو چکا ہو گا۔“
”تو پھر جب تک میں نہیں واضح اشارہ کروں اور اپنی جانب سے کوئی حرکت نہ کرنا۔“

”میں نہیں۔ میں تم سے محکم طور پر تھا ان کروں گا۔“
”کارے سے بھی تم کوئی نہیں آرا۔“
”ہاں۔ جتنا نہیں وہ کون سے شاید وہ۔“ بیکر نے یہی اتنا ہی کہا تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک ساری سا نیچے اترتا ہوا نظر آیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز ابھری اور اس کے بعد ساری ایک لمحے کے لیے ساکت سا وہیں کھڑا رہا غالباً اس کا جان بوجھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اسی سمت کی طرف تھیں جو تھیں لیکن ہم دونوں اس کی نگاہوں میں نہیں آ سکتے تھے۔

”جند گھات کے بعد وہ وہاں سے آگے بڑھا آیا اور پھر جب وہ کارے کے سامنے سے گزرا تو روشنیوں کی زد میں آ گیا۔ ہمیں اس نے منہ نہیں کیا تھا اور ان کے ذریعے عمارت کے اس حصے کو روشن کیا ہوا تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے اس کی جھلک نظر آئی تھی۔ وہ ایک لمبا رنگا آدمی تھا۔ جسم بیروٹ تھا جس پر تلپون جس کی وجہ سے اس کی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ سر پر سیاہ ٹیلیٹ اور ایک ہاتھ اس کے کوٹ کی جیب میں پھونسنے رکھا تھا۔ یقیناً اس کی انگلیاں ریلوے کے دستے پر چھی ہوئی ہوں گی۔

”کیا تم سے پہچانتے ہو؟“ میں نے سرگوشی میں پوچھا۔
”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا لباس ہی دیکھا جاسکتا ہے شکل کہاں نظر آئی۔“ بیکر نے جواب دیا۔

”میں خاموشی ہو گیا۔ ہماری نگاہیں اس شخص کے سامنے پڑھی ہوئی تھیں۔ جراب آہستہ آہستہ بڑی اسیلا سے مکان کی جانب ڈھوڑا تھا۔ اس کے انداز میں سے جتنی نہیں تھی۔ بالکل شلنے کا سا انداز تھا۔ لیکن اس وقت مجھے سب سے زیادہ احساس پہنچا کہ وہ ہونے کا تھا۔ کم نوبت گریٹی پر اسے پہنچنے لگی تھی۔ اگر میرے پاس اس وقت کوئی ہتھیار ہوتا تو میرے کام میں بڑی آسانیاں ہو سکتی تھیں۔

”بیکر بھی خاموشی کھڑا سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا۔ ساری ایک دوڑا کی آواز سننے پر گلاب ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کس طرف جا رہا ہے لیکن اس نے زیادہ انتظار میرے لیے

”مکن نہیں تھا۔ میں نے بیکر کا شمار دیکھا تھا اور آہستہ سے اندر صبح میں ایک طرف رنگ گیا۔“

”اب میں اس سے کتنا تعجب کرنا چاہتا تھا۔ ہواؤں کے شعروں قدموں کی کوئی آواز سنانی دے رہی تھی۔ دیوار کے ساتھ ساتھ میں آگے بڑھتے ہوئے بہت محتاط تھا اور پوری طرح بوجھا ہوا تھا تاکہ کوئی بھی افسانہ پڑے تو اس سے نہیں میں مجھے کوئی دقت نہ ہو لیکن بیکر کے بارے میں میرا یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہاں موجود ہے۔“

”میں چند لمحات دم سا دھکے کھڑا رہا جس کے سامنے کے قدموں کی آہٹ کا انتظار تھا۔ لیکن وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ بیکر غالباً کسی دوسرے حصے کی جانب چلا گیا تھا کیونکہ اس کی موجودگی بھی قریب محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے ایک نیا نام مجھے بتایا تھا یعنی ڈینگو۔ یہاں اس میں کوئی فراڈ ہے یا حقیقت۔ لیکن ابھی ان تمام باتوں کے سوچنے کا وقت نہ تھا۔ میں اپنی جگہ بند کر کے بڑھا اور اس کو گریٹی کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں اس کے کچھ ہی میں ہم موجود تھے۔ کھڑکی سے اندر آسانی سے دیکھا جاسکتا تھا۔ اور ہمارے پیکر تاریکی میں اس نے یہ نظروں نہیں ہٹا کر مجھے دیکھ لیا۔ میں نے کمرے میں جھانکنا تو مجھے نظر آ گیا۔ دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ وہ غصے سے قد کاٹا تھا۔

”اس کی کھوپڑی پر رکھے ہوئے فلڈٹ کا اوپری حصہ دروازے سے چھو رہا تھا۔ اور اب اس روشنی میں مجھے اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک خشک چہرے والا آدمی تھا۔ دن کی نسبت اس کا چہرہ چھوٹا تھا لیکن آنکھوں میں یہ پناہ چمک تھی۔ جبڑے سے بولتے تھے۔ وہ کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہاتھوں میں ریلوے موجود تھا۔ وہ چند لمحات اس طرح کھڑا رہا اور پھر دفعتاً بیکر کے دروازے کی سمت مڑا۔ دروازے پر دفعتاً مجھے بیکر نظر آیا جسے وہاں سے ایک رائفل مل گئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر ہی طرح بھوک بھوک کر رائفل کی ٹال اس شخص کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ بیکر شاید یہ رائفل اس کی کار سے نکال لایا تھا۔

”میں نے ایک گہری سانس لی اس کا مقصد تھا بیکر کو کام آوی۔ اور اس وقت تو اس نے واقعی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی سیلو پھانسنے کے بجائے اس نے سوجا تھا کہ سیلے کار کا جائزہ لے لیا جائے۔ مکان کے اس میں کوئی کام کی چیز مل جاسے دفعتاً بیکر کی آواز ابھری۔“

”ماہر اٹھانے اور زیر لور پینے، ایک دو اگر غم نے پلنے کی کوشش کی تو یہ مہمانی زندگی کی آخری حرکت ہوگی۔ میں تمہارے بدن کی لہکی کی جنبش پر بے درجنے گولی چلا دوں گا۔“

اس وقت اس طویل القامت آدمی کا چہرہ میری طرف یعنی کوئی کی طرف تھا۔ میری آواز میں اس کی اس سانس جیسی آوازوں کی جھجک بڑھتی رہی، لیکن میری عیادت کے مطابق اس نے ریلواریٹس پھینکا تھا اور میری پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کوئی نڈر اور سخت لڑاؤی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے خطرناک تیروں سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ پھر اس پر کاشانی سے قابو نہیں پاسکتا گا۔

پھر حال نازک صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ میری طرف سے مجھے توخ تھی کہ شاید وہ اس موقع پر مہربان سے کام لے اور گولی چلا دے۔

لیکن یہ شخص مجھے زندہ دیکر رہتا اور اس کے لیے میں نے موزوں طور پر خود بھی اس معاملے میں مداخلت کرنا مناسب سمجھا۔

”تم دونوں طرف سے گھرے ہوئے ہو۔ سو ریلواریٹس دیکھ دو ورنہ تمہارا جسم چھٹی کر دیا جائے گا۔“ یہ الفاظ میرے لیے خطرناک ثابت بھی ہو سکتے تھے اور وہ آواز پر نشانہ لگا سکتا تھا چوتھی اس کا رخ میری جانب تھا۔ لیکن میری کس کی جنبش پر گولی چلاسنے کے لیے تیار تھا۔

میرا لونا مزوی تھا کہ میری کمری موجودگی کا اندازہ ہو جائے۔ میری اس آواز کا غماظ خواہ اثر ہوا اور وہ طویل القامت اس آواز کو کچھ نہ پڑا۔ اور کوئی کی طرف دیکھنے لگا۔

لیکن اب اس کے چہرے پر پرتاباں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کسی حد تک متحرک نظر آنے لگا تھا۔

”ریلواریٹس دیکھ دو۔“ میں نے پھر سخت لہجے میں کہا لیکن وہ یہ جس وحشت کھڑا رہا۔

میں مسک کر رہا تھا کہ وہ شاید اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے کوئی فیصلہ کر رہا ہے۔ لیکن اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ وہ آخری وقت تک ہار مانتے والوں میں سے نہیں معلوم ہوتا تھا۔

”میں کہتا ہوں کہ ریلواریٹس دیکھ دو صرف ایک لمحہ ورنہ گولی مار دوں گا۔“ پھر بولا اور دوسرے لمحے اس نے آہستہ سے گولوں گمانی۔

”کون گولی مار دے گا۔ تو۔“ اس کے لمبے میں طنز تھا۔

”میں صرف دس تک گنتی گنوں گا۔“

”مگر پتول۔“ پتول کہاں سے متبارے پاس؟“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پوری طرح اس نے میری کمری دیکھا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ وہ بڑے یقین سے یہ بات کہہ رہا تھا کہ تم دونوں تیز مسلح ہیں۔

یقیناً اسی معاملے میں اسے ایک ہی شخصیت اطلاع دے سکتی تھی اور وہ تھی جو گنتی ہمارے پتول سے لگتی تھی۔

”طبیق ہے۔“ میرے لیے کہا اور گولی چلا دی لیکن نشانہ لمبا آدی نہیں تھا بلکہ اس نے دہار کا نشانہ لگا کر گولی چلائی تھی اور اس دھماکے سے میری آدی پر غماظ اثر کیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے سائے برائے دکھائی دیے اور پلٹ گیا۔ اس کی حیرت قابل دید تھی۔

یقیناً گنتی نے اس سے پوچھ کر کہا تھا یہاں اس سے مختلف ہوا تھا۔

چنانچہ اس نے آہستہ سے ہاتھ اٹھا کر ریلواریٹس دیکھ دیا۔ میں نے کوئی کی اوٹ سے کہا اور وہ ٹھوسا سا پتھر پھینک گیا۔

پلٹنے دونوں ہاتھ دیکھ کر میری کمری سے پوچھا کہ ”میں نے پوچھا اور اس نے اس بات پر بھی عمل کیا۔ غالباً اس کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی ہونی اطلاع غلط ہے یا پھر اس نے یہ اندازہ بھی لگایا ہوگا کہ یہ راضی اسی کی کار سے حاصل کی گئی ہے۔

یہاں وہ مات کھا گیا تھا چنانچہ اب وہ ہمارے لنگھاتا پڑھل کر رہا تھا۔ میں نے پھر سے کہا۔

”میرا، اس کا ریلواریٹس اور آواز۔“ میری کمری سے آگے بڑھ کر ریلواریٹس اٹھایا۔ اور پھر دروازے میں جا کھڑا ہوا۔

”ہاں، میں نے آواز کوئی تو نہیں ہے۔“ میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

”نہیں، یہ تنہا ہے۔“ میرے جواب دیا۔

دراز قد آدمی دوار کی طرف منہ کیے کھڑا تھا۔ میں نے اس کی پشت کو گھومتے ہوئے اس پر نگاہ ڈالی اس کے ہاتھوں میں بار بار شنج کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ غالباً شنج کی آدنی سے اس کا بڑا حال تھا۔ میں اب بھی کمری کے اندر دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”میرا، یہ ریلواریٹس دے دو۔“

اب تم اس کی تلاش کی لو۔ یہ ریلواریٹس کی زد ہے اور پھر نے آہستہ سے گولوں ہلا دی۔ وہ راضی کو پشت کی طرف کر کے آگے بڑھا اور دوار کی طرف منہ کیے کھڑے ہوئے آدی کی پشت دوار سے لگی ہوئی تھی اور وہ میری کمری پر ہاتھ پھراس کی نگاہیں میری جانب اٹھیں۔ ان آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے جنہیں میں کوئی معنی نہیں دے سکا۔

وہ ہم دونوں کو مسلسل گھومے جا رہا تھا اور پھر اس کے ملنے سے غائب ہو گیا۔

”کون ہو تم لوگ؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟“

”نہیں۔“ انہیں۔“ میری کمری قدر بھلانے لگا تھا۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے اب وہ اس آدمی سے مرعوب ہو گیا ہو اور یہ صورت حال بہتر نہیں تھی۔ لیکن اب میں اس صورت حال کو سمجھنے کے لیے اندر موجود تھا۔

”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں پوچھتا ہوں کون ہو تم۔“ میرا آواز گھڑی کے آدی ہو، ”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”یہ کون ہے؟“ اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

”یہ تم اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں نے اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں نے اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

سے کہا۔ حیرت کی بات ہے میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں نے اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں نے اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں نے اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں نے اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں نے اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”نہیں، میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

”میں نے اس سے پوچھ سکتے ہو؟“ میرے جواب دیا۔ اور وہ میری جانب گھوم گیا۔ ”میرا، کیا نام کن کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ پھر نے فتویٰ دیا۔“

اب سوچ رہی ہیں آج کیسے یکا میں؟

دور کسی قریب بکھالے حکمت عمود کی مرستہ کی حدوں کتاب

خاتون کا دسترخوان

مزیداری کر کے ہر حد سے دستان مزیداری ہر پکائیں

مکتبہ خواتین ڈائجسٹ ۱۳۷۰ء ۱۳۷۱ء ۱۳۷۲ء

”میں بتا چکا ہوں کہ ہر ایک لمبی کہانی ہے۔“
 ”ہاں، تو میرا کارا اور دیکھتے ہو تو لوکا کے بارے میں؟“
 ”سب سے پہلے تو میں آپ کے بارے میں اپنے دل میں فیصلہ کرنا ہے۔ سزا دینا ہے تو پتا چل جائے کہ آپ یہاں کس لیے تشریف لائے ہیں؟“
 ”تم سے ملنے کے لیے، وہ ڈیوٹی میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔“
 ”کیوں؟“ میں نے سردی میں پوچھا۔
 ”شاہد تقدیر نے ہم دونوں کے لیے دوستی متعین کر دی ہے۔“ وہ ڈیوٹی کہا۔
 ”لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا مشر ڈیوٹی کہ ہم یہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں؟“
 ”متاثری سزا کی جباری ہوئی۔“
 ”کون کر رہا تھا؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”میرا آدمی جس طرح تم لوگ لینے معاملات میں اپنے آپ کو متاثر کرتے ہو ڈیوٹی بھی پاروں طرف لگا رہا کرتا ہے۔“
 ”لیکن یہاں آپ کچھ غلط بول رہے ہیں، مشر ڈیوٹی؟“
 ”کیوں؟“ ڈیوٹی کی آواز میں غرابت پیدا ہو گئی۔
 ”نگرا کر نہ دلا آدمی تھا یا عورت تھی؟“
 ”عورت۔“ وہ ڈیوٹی ایک لمحے کے لیے تیرا انداز میں بولا۔
 ”ہاں عورت۔“
 ”نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم کس عورت کا تذکرہ کر رہے ہو مجھے نہیں معلوم۔“
 ”اس عورت کا مشر ڈیوٹی جو نہیں یہاں لائی تھی۔“
 ”میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔“
 ”میرا خیال ہے یہاں تم جھوٹ بول رہے ہو مشر ڈیوٹی۔“
 ”سنو۔“ وہ ڈیوٹی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میں عام قسم کے لوگوں کے سامنے جھوٹ بولنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا جن لوگوں کو درست برتاؤ نہ تھا کہ اتنی کچھ بولا تھا۔ ان کے سامنے نرم برتاؤ ہوں۔ ورنہ یہ طعنت نہیں آسکتی تھی۔ تم ڈیوٹی کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو، اگر تم تو لوکا سے نفرت کرتے ہو تو یوں کہو کہ ڈیوٹی بھی اس کے خون کا بیٹا ہے۔“
 ”مشر ڈیوٹی سب سے پہلے تو آپ، یہ فرطی نے کہ گری کا تعلق آپ سے ہے یا نہیں۔“
 ”جواب کچھ باتیں اس طرح رہنے دی گئی ہیں تو یہ سوال مجھ سے دو، بہر حال میں صرف ایک بات یہ بتا سکتا ہوں کہ

تروکا کی موت کے سلسلے میں مجھ سے زیادہ تمہارا مددگار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“
 ”ماتا ہوں تسلیم کیے لیتا ہوں لیکن کا تم سے تعلق مزدور سے ممکن ہے کہ اس نے راہ راست اطلاع نہ دی ہو لیکن کسی دیکھی طرح تمہیں یہ اطلاع ضروری ہے کہ ہم لوگ یہاں موجود ہیں اور گری نہیں یہاں پھینکا کر فرار ہوئی ہے۔“
 ”پلوٹیک سے مان لیتا ہوں مجھے تمہارے بارے میں اپنے ایک آدمی ہی سے اطلاع ملی ہے لیکن میں یہاں قہاری مدد کے لیے آیا ہوں میں تمہارا دشمن نہیں ہوں، اس کے پیچھے میں اب دوستانہ نوعیت پیدا ہو گئی تھی۔“
 ”اگر تم کسی خطرناک ارادے سے نہیں آئے تھے مشر ڈیوٹی تو تم نے باہر سے نہیں پکارنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”یوں نہیں بلکہ یوں سوچو کہ اگر میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا یا سزا تو تمہیں یہاں نہ آنا۔“
 ”یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مکان کے گدھے پہلے ہوئے اندر سے میں تمہارے اور سزا کی موجود رہوں۔“
 ”اگر تمہیں پتہ نہ چلے پتا ہوتا تو اس کے دوسرے دروازے بھی ہو سکتے تھے۔ کچھ تم اب بھی یہ نہیں جانتے کہ تم کتنے پتھروں میں چھپنے ہوئے ہو۔“
 ”گڈ۔ گڈ۔ میرے بارے میں تمہاری معلومات خاموشی سے معلوم ہوئی ہیں، بہر حال کوئی بات نہیں ہے صرف اس بات پر میں تم پر پھر دیکھتا ہوں کہ تم تروکا کے دشمن بھی ہو۔“
 ”نا صرف دشمن بلکہ دشمن میرا ایک۔“ اس نے جواب دیا۔
 ”گڈ۔ تو پھر ہمارا انتظار تھا تو ان کا کھلا کھلائے گا۔“
 ”بہت کچھ۔ میں تمہاری دوستی اور تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔ تروکا کی بلاکٹ میری زندگی کا ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ میرا اپنا گروہ بھی یہاں کافی مضبوط ہے۔ لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے وہ ذرا مختلف بات ہے۔“
 ”بیکس۔ مجھے اس بارے میں بتا چکا ہے۔“ میں نے کہا۔
 ”اوہ۔ کیوں بیکس، کیا یہ سچ ہے؟“
 ”ہاں مشر ڈیوٹی، میں نے مشر پارکو کو اس بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں۔“
 ”تو پھر پلوٹیک سے میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ میرے ساتھ پلوٹیک اور اس وقت یہ سزا سب نہ چھو تو پھر تم میری رہائش گاہ کے بارے میں جانتے ہو یا نہیں، تو میں نہیں بتا

دوں کہ اس نکلور میں کوئی ہینڈ ایک سو میں میری ملکیت ہے۔ وہاں پہنچ کر تم مجھ سے ملاقات کر سکتے ہو۔“
 ”مطلب ہے کوئی حرج نہیں ہے جتنے بارے میں تمہیں ساتھ ہیں، ابھی میں اتنا ہی کہا تھا کہ دوستا پیکر عظیم سی آواز میں سنائی دیں، یوں محسوس ہوا تھا جیسے بہت سی گاڑیاں اجاگرتی ہیں، ڈیوٹی کا دم متلا ہو گیا، وہ پھرتی ہے اس کڑی کے قریب آیا جس سے باہر کا منظر دیکھا جا سکتا تھا، لگی کر دشمنانہ ہم دونوں نے بھی دیکھی تھیں۔ ڈیوٹی کو یوں ہے، بہت سے لوگ ہیں، اوہ، فارم ہاؤس کو گھیرا گیا ہے، میں اس بات پر حیران ہوا تھا، میں نے ڈیوٹی کے چہرے پر شہدائینہ کے آثار دیکھے تھے، اس کے جھڑپے سختی سے جھینٹتے تھے اور وہ کچھ سوچنے میں مصروف تھا، دوستا بیکس کی آواز ابھی۔
 ”مشر ڈیوٹی، یہ سب کیا ہے؟“
 ”فضول باتیں مت کرو، میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمہیں کوئی دیکھو نہیں دیا۔“
 ”مگر پھر کون ہو سکتے ہیں؟“ اسی وقت باہر سے میکانوں پر ایک آواز ابھی۔
 ”تم باہر نکلیے، میں پوچھاں ہوا اور جس جگہ پر ہوا اپنی جگہ سے جنبش مت کرو ورنہ تمہارے بدن چھلکی ہو جائیں گے۔“
 ”کیا یہ تمہارے آدمی نہیں ہیں؟“ بیکس نے کہا۔
 ”اوہ۔ ہرگز نہیں، میرے آدمی ہوتے تو پلوٹیک میرا استقبال کر دیتا اور وہاں ان سے مقابلہ کرنا ہوتا۔“
 ”نہیں مشر ڈیوٹی، تمہیں نہیں ہے۔“ میرے جھانپنے سے بیکس نے کہا اور وہ خشک ہنسون پر زبان پھیر کر کہہ گیا۔
 ”میں کہتا ہوں موت تمہارے سزا پر نزل آ رہی ہے۔“
 ”اس وقت تمہیں پھر پھر دیکھ کر نا ضروری ہے۔“
 ”اسی وقت باہر سے پھر آواز ابھی۔
 ”میں کہتا ہوں تمہارا باہر چھینک دو ورنہ تم سزا کا شکار بن کر شہر سے گئے ہیں۔“ ڈیوٹی میری طرف دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”رائفل انڈیوٹی ہاں چھینک دو۔ ایک ایسٹوٹل سننے دو تم اس سے کام چلا لیں گے، میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔“
 ”یہ کار باقی مت کرو، اس وقت یہ سب ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔“

”نہیں بیکس، مشر ڈیوٹی کا کہنا درست ہے، میں ان کی بات مان لیتی ہوں ہے۔“ میں نے کہا جو کہ میرے اندازہ لگانا تھا کہ اس وقت حال بہتر نہیں ہے، اگر وہ ڈیوٹی کے آدمی نہیں ہیں تو بہر طور ہم گھر چھینیں اور اگر ڈیوٹی کے آدمی تو بھی چھٹکا مشکل ہے، اتنی ہی کھل کر سناے آنا چاہیے۔ میری اس بات پر بیکس نے میری طرف دیکھا اور پھر ایک طرف اس سے کہہ کر رائفل اٹھا کر فرار سے باہر چھینک دی۔ اس کے بعد سزا ہونے لگا، ایک ایک ڈیوٹی نے میری طرف دیکھا تو میں نے مسکاکر کہا۔
 ”سوری مشر ڈیوٹی، میں اس سزا سے عزم ہوں۔“
 ”کیا مطلب؟“ ڈیوٹی نے سزا سے بولا۔
 ”مطلب یہ ہے، میں بتا دوں گا، سزا ان لوگوں سے نفٹ لیا جائے، میں نے کہا، اور ڈیوٹی اس طرف توجہ ہو گیا۔
 ”باہر سے اب کوئی آواز نہیں آ رہی تھی، آہستہ ہی معدوم ہو چکی تھیں، یوں لگتا تھا جیسے سزا کے لیے جان سب کو سزا پتہ ہو گیا، پھر ڈیوٹی، میں اور سزا خاموشی سے انتظار کر رہے تھے، ہم ایک ایک لمحے کے لیے جو کتنے اور یہ جانتا چاہتے تھے کہ وہ لوگ آتے کون ہیں جنہوں نے اس طرح یہاں آ کر نہیں گھیرا ہے، دیے اس رات کو میں بھی فراخس نہیں کر سکتا تھا، بے دیکھے ایسے واقعات نہیں آسکتے جن کا عقل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ڈیوٹی کا ذکر بیکس نے ضروری ہی پہلے کیا تھا۔ تو ڈیوٹی آج موجود اور اب یہ سزا لوگ۔ بہر حال چند لمحات اس طرح خاموشی سے گزرتے، اس کے بعد میں لڑکی میں چند چہرے نظر آئے اس کے ساتھ ہی رائفل کی ٹالیں اندر جھانکنے لگیں۔
 ”جزوار! تم لوگ اپنے ہاتھ بند کر دو۔“
 ”ہمارے جیسا کہ تمہارے پاس موجود ہیں، پھر ہاتھ بند کرنے کی کیا ضرورت ہے، نہ ڈیوٹی نے کہا۔
 ”اس کے باوجود اپنے ہاتھ بند کر دو۔“
 ”ہم تینوں لڑکی کی طرف متوجہ تھے، کہ دوستا دروازے پر ایک نعرہ دارلات بڑی، دروازہ پر پتھر بند نہیں کیا گیا تھا، اس لیے آسانی کھل گیا اور پھر بہت سے آدمی دھڑا دھڑا اندر داخل ہو گئے، ان سب کے چہرے تقابلیں میں چھپے ہوئے تھے اور ان کے خدو خال نہیں دیکھے جاسکتے تھے۔
 ”ڈیوٹی کی ذمہ داری توڑنا تھا، میں نے ان کو سزا اور میراں نے ان کی تلاش میں اپنے ہاتھ بند کر دیئے، میں نے اور پھر نے بھی ہاتھ اور اٹھا دیئے، اندرونیوں میں سے ایک آدمی ذرا بہت قامت اور بھاری بدن کا مالک تھا، اس نے فراخس انداز

تین کہا۔

”اوہ! امید نہیں تھی کہ یہاں ملتے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات ہو جائے گی۔“

”کون ہوئے؟“
 ”ظاہر ہے کہ اگر کہیں یہ بتانا ہوتا مٹھوٹو تو ہمارے چہرے نقابوں میں نہیں چھپے ہوتے۔“

”کیا جانتے ہو؟“
 ”آپ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ یہاں سے لے جانے کے خواہش مند ہیں۔“

”تم جانتے ہو کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟“
 ”نہیں۔ ہم نہیں جانتے مٹھوٹو!“
 ”کیوں؟“

”اس لیے کہ جس نے یہاں بھیجا ہے وہ تمام نتائج سے آگاہ ہے۔“

”اوہ میں اس غیبیت کے متعلق جانا چاہتا ہوں۔“
 میرا خیال ہے اس غیبیت کے متعلق جانا اتنا آسان نہیں ہے۔ تو کیا آپ آپ حضرات ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟ مگر غصہ ہے۔” بہت قہ آدمی نے کہا اور اپنے آدھیوں کی طرف دیکر بولا۔

”اس کے باوجود کون حضرات نے ایک عدد داخل اور پستول بار بندوق دے دی ہے۔ ہر ان کی تلاشی لیا ضروری سمجھتے ہیں۔ کم از کم پستولیں تو تین ہونی چاہئے ہیں۔ کیوں مٹھوٹو کی خیال ہے آپ کا؟“

اس بار اس نے میری طرف رخ کر کے کہا تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ میں ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان میں سے چند افراد ایسے تھے جو مجھے شہ کا شکار کر رہے تھے۔ ان کے چہرے نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے۔ لیکن دوسرے لوگ جو نقاب پہنے ہوئے تھے ان کے سروں پر کچھ لکھتے ہوئے نشانات نظر آ رہے تھے۔ جن کی جو سے پر محو ہوتا تھا ان کے سروں پر بال موجود نہیں لیکن چند افراد ایسے تھے جن کے سر تھکے اور سیاہ نظر آ رہے تھے۔ اگر سیاہ سروا لے تو لوگ کے آدمی ہوتے تو اس کا مقصد ہے کہ مجھے ان کے لیے پکڑنے کا ہونا پڑے۔ اور یہی احساس مجھے ایک لمحے کے لیے خاموشی پر مجبور کر رہا تھا۔

میرا دل باری تلاشی کی تھی اور اس کے بعد انہوں نے ہمارے ہاتھ پت پکڑ کر بازو دینے لگے۔ لیکن چونکہ ہونٹوں

مندی ان سے میں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھا تھا کہ ہاتھ وقت ہاتھ تھکی سے نہ چڑھائیں۔ ان لوگوں نے بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے ہاتھوں کی درمیان جو خلا رہ گیا ہے وہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے میرے ہاتھوں میں رکھی کسی کی کوشش کی تھی، وہ زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ اور میری اپنی قوت اس سلسلے میں کارگر ثابت ہوئی تھی۔ میں اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے ہوا رکھوں جو کہ رات کا وقت تھا۔ اور وہ لوگ میری ایک ایک حرکت پر تنگہ نہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے میری آنکھوں کی تلاشی نہیں کی۔ ہاتھ چھو کر وہ ہاتھ بانڈھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ہاتھوں کو ٹھوس سی جنبش دے کر دکھایا۔ آسانی سے وہ اپنے ہاتھوں میں سے نکال سکتا تھا۔ لیکن میں اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے رہنے رہا۔ فی الحال میں خاموشی سے ان لوگوں کے اٹھنا کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیرون ڈھکوں ان کے ساتھ کیا رویہ رکھتے ہیں۔

”مٹھوٹو تو کہنے تو رہتا ہوں سے اس شخص کو گھونٹے نار ہا تھا۔ چوبیس تا سات تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پست پکڑ دینے گئے تھے۔ پھر بھی بازو دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اس کے کی تلاشی لینی شروع کر دی تھی۔ شاید ان کے دوسرے ساتھی باقی کر رہے کی تلاشی لینے پھر رہے تھے۔ چونکہ جس وقت ہم باہر نکلے تھے، انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ ہر طرح سے محتاط رہیں۔ بیچوں کے احوال میں مدد سے ہم کی چھپیں کھڑی تھیں۔ بیچوں کے اس پاس لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا۔ یوں لگتا کہ ایک پوری فوج ہمیں گیسے میں لینے کے لیے آئی ہو۔“

”ہمیں ایک جیب میں پتلا ڈاگیا۔ بہت قہ نقاب پوش لینے دو ساتھیوں کے ساتھ اس جیب میں آ بیٹھا تھا۔ جیب بڑے سائز کی تھی۔ اور اس میں کافی گنٹا بھی تھا۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈراگیا لکھی ہوئی تھی۔ اس کی ساخت پکڑ ایسی ہی تھی۔ کہ آگے اور پیچھے کا حصہ تقسیم نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیٹھی ہی تھی۔“

”ڈھکے تو کھینچ لگتا ہوں سے ان سب کو گھور رہا تھا۔ چیب اشارہ ہو کر وہ اپنی مڑی دو دوسری ڈاگیاں بھی ان لوگوں نے نہ بھال لیں۔ اور سب کی سب قاطعہ کی شکل میں ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ فارم ہاؤس میں سے میں طرف ایک آتے ہوئے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ ڈھکے کو کسی گدی پر جو میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے نڈا میں ایک اضطرار سا محسوس

ہوا۔ اس سے میں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھا تھا کہ ہاتھ وقت ہاتھ تھکی سے نہ چڑھائیں۔ ان لوگوں نے بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے ہاتھوں کی درمیان جو خلا رہ گیا ہے وہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے میرے ہاتھوں میں رکھی کسی کی کوشش کی تھی، وہ زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ اور میری اپنی قوت اس سلسلے میں کارگر ثابت ہوئی تھی۔ میں اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے ہوا رکھوں جو کہ رات کا وقت تھا۔ اور وہ لوگ میری ایک ایک حرکت پر تنگہ نہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے میری آنکھوں کی تلاشی نہیں کی۔ ہاتھ چھو کر وہ ہاتھ بانڈھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ہاتھوں کو ٹھوس سی جنبش دے کر دکھایا۔ آسانی سے وہ اپنے ہاتھوں میں سے نکال سکتا تھا۔ لیکن میں اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے رہنے رہا۔ فی الحال میں خاموشی سے ان لوگوں کے اٹھنا کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیرون ڈھکوں ان کے ساتھ کیا رویہ رکھتے ہیں۔

”مٹھوٹو تو کہنے تو رہتا ہوں سے اس شخص کو گھونٹے نار ہا تھا۔ چوبیس تا سات تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پست پکڑ دینے گئے تھے۔ پھر بھی بازو دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اس کے کی تلاشی لینی شروع کر دی تھی۔ شاید ان کے دوسرے ساتھی باقی کر رہے کی تلاشی لینے پھر رہے تھے۔ چونکہ جس وقت ہم باہر نکلے تھے، انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ ہر طرح سے محتاط رہیں۔ بیچوں کے احوال میں مدد سے ہم کی چھپیں کھڑی تھیں۔ بیچوں کے اس پاس لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا۔ یوں لگتا کہ ایک پوری فوج ہمیں گیسے میں لینے کے لیے آئی ہو۔“

”ہمیں ایک جیب میں پتلا ڈاگیا۔ بہت قہ نقاب پوش لینے دو ساتھیوں کے ساتھ اس جیب میں آ بیٹھا تھا۔ جیب بڑے سائز کی تھی۔ اور اس میں کافی گنٹا بھی تھا۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈراگیا لکھی ہوئی تھی۔ اس کی ساخت پکڑ ایسی ہی تھی۔ کہ آگے اور پیچھے کا حصہ تقسیم نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیٹھی ہی تھی۔“

”ڈھکے تو کھینچ لگتا ہوں سے ان سب کو گھور رہا تھا۔ چیب اشارہ ہو کر وہ اپنی مڑی دو دوسری ڈاگیاں بھی ان لوگوں نے نہ بھال لیں۔ اور سب کی سب قاطعہ کی شکل میں ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ فارم ہاؤس میں سے میں طرف ایک آتے ہوئے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ ڈھکے کو کسی گدی پر جو میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے نڈا میں ایک اضطرار سا محسوس

ہوا۔ اس سے میں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھا تھا کہ ہاتھ وقت ہاتھ تھکی سے نہ چڑھائیں۔ ان لوگوں نے بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے ہاتھوں کی درمیان جو خلا رہ گیا ہے وہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے میرے ہاتھوں میں رکھی کسی کی کوشش کی تھی، وہ زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ اور میری اپنی قوت اس سلسلے میں کارگر ثابت ہوئی تھی۔ میں اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے ہوا رکھوں جو کہ رات کا وقت تھا۔ اور وہ لوگ میری ایک ایک حرکت پر تنگہ نہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے میری آنکھوں کی تلاشی نہیں کی۔ ہاتھ چھو کر وہ ہاتھ بانڈھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ہاتھوں کو ٹھوس سی جنبش دے کر دکھایا۔ آسانی سے وہ اپنے ہاتھوں میں سے نکال سکتا تھا۔ لیکن میں اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے رہنے رہا۔ فی الحال میں خاموشی سے ان لوگوں کے اٹھنا کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیرون ڈھکوں ان کے ساتھ کیا رویہ رکھتے ہیں۔

”ہمیں ایک جیب میں پتلا ڈاگیا۔ بہت قہ نقاب پوش لینے دو ساتھیوں کے ساتھ اس جیب میں آ بیٹھا تھا۔ جیب بڑے سائز کی تھی۔ اور اس میں کافی گنٹا بھی تھا۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈراگیا لکھی ہوئی تھی۔ اس کی ساخت پکڑ ایسی ہی تھی۔ کہ آگے اور پیچھے کا حصہ تقسیم نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیٹھی ہی تھی۔“

”ڈھکے تو کھینچ لگتا ہوں سے ان سب کو گھور رہا تھا۔ چیب اشارہ ہو کر وہ اپنی مڑی دو دوسری ڈاگیاں بھی ان لوگوں نے نہ بھال لیں۔ اور سب کی سب قاطعہ کی شکل میں ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ فارم ہاؤس میں سے میں طرف ایک آتے ہوئے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ ڈھکے کو کسی گدی پر جو میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے نڈا میں ایک اضطرار سا محسوس

ہوا۔ اس سے میں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھا تھا کہ ہاتھ وقت ہاتھ تھکی سے نہ چڑھائیں۔ ان لوگوں نے بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے ہاتھوں کی درمیان جو خلا رہ گیا ہے وہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے میرے ہاتھوں میں رکھی کسی کی کوشش کی تھی، وہ زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ اور میری اپنی قوت اس سلسلے میں کارگر ثابت ہوئی تھی۔ میں اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے ہوا رکھوں جو کہ رات کا وقت تھا۔ اور وہ لوگ میری ایک ایک حرکت پر تنگہ نہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے میری آنکھوں کی تلاشی نہیں کی۔ ہاتھ چھو کر وہ ہاتھ بانڈھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ہاتھوں کو ٹھوس سی جنبش دے کر دکھایا۔ آسانی سے وہ اپنے ہاتھوں میں سے نکال سکتا تھا۔ لیکن میں اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے رہنے رہا۔ فی الحال میں خاموشی سے ان لوگوں کے اٹھنا کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیرون ڈھکوں ان کے ساتھ کیا رویہ رکھتے ہیں۔

”مٹھوٹو تو کہنے تو رہتا ہوں سے اس شخص کو گھونٹے نار ہا تھا۔ چوبیس تا سات تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پست پکڑ دینے گئے تھے۔ پھر بھی بازو دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اس کے کی تلاشی لینی شروع کر دی تھی۔ شاید ان کے دوسرے ساتھی باقی کر رہے کی تلاشی لینے پھر رہے تھے۔ چونکہ جس وقت ہم باہر نکلے تھے، انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ ہر طرح سے محتاط رہیں۔ بیچوں کے احوال میں مدد سے ہم کی چھپیں کھڑی تھیں۔ بیچوں کے اس پاس لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا۔ یوں لگتا کہ ایک پوری فوج ہمیں گیسے میں لینے کے لیے آئی ہو۔“

”ہمیں ایک جیب میں پتلا ڈاگیا۔ بہت قہ نقاب پوش لینے دو ساتھیوں کے ساتھ اس جیب میں آ بیٹھا تھا۔ جیب بڑے سائز کی تھی۔ اور اس میں کافی گنٹا بھی تھا۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈراگیا لکھی ہوئی تھی۔ اس کی ساخت پکڑ ایسی ہی تھی۔ کہ آگے اور پیچھے کا حصہ تقسیم نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیٹھی ہی تھی۔“

”ڈھکے تو کھینچ لگتا ہوں سے ان سب کو گھور رہا تھا۔ چیب اشارہ ہو کر وہ اپنی مڑی دو دوسری ڈاگیاں بھی ان لوگوں نے نہ بھال لیں۔ اور سب کی سب قاطعہ کی شکل میں ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ فارم ہاؤس میں سے میں طرف ایک آتے ہوئے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ ڈھکے کو کسی گدی پر جو میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے نڈا میں ایک اضطرار سا محسوس

ہوا۔ اس سے میں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھا تھا کہ ہاتھ وقت ہاتھ تھکی سے نہ چڑھائیں۔ ان لوگوں نے بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے ہاتھوں کی درمیان جو خلا رہ گیا ہے وہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے میرے ہاتھوں میں رکھی کسی کی کوشش کی تھی، وہ زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ اور میری اپنی قوت اس سلسلے میں کارگر ثابت ہوئی تھی۔ میں اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے ہوا رکھوں جو کہ رات کا وقت تھا۔ اور وہ لوگ میری ایک ایک حرکت پر تنگہ نہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے میری آنکھوں کی تلاشی نہیں کی۔ ہاتھ چھو کر وہ ہاتھ بانڈھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ہاتھوں کو ٹھوس سی جنبش دے کر دکھایا۔ آسانی سے وہ اپنے ہاتھوں میں سے نکال سکتا تھا۔ لیکن میں اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے رہنے رہا۔ فی الحال میں خاموشی سے ان لوگوں کے اٹھنا کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیرون ڈھکوں ان کے ساتھ کیا رویہ رکھتے ہیں۔

”مٹھوٹو تو کہنے تو رہتا ہوں سے اس شخص کو گھونٹے نار ہا تھا۔ چوبیس تا سات تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پست پکڑ دینے گئے تھے۔ پھر بھی بازو دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اس کے کی تلاشی لینی شروع کر دی تھی۔ شاید ان کے دوسرے ساتھی باقی کر رہے کی تلاشی لینے پھر رہے تھے۔ چونکہ جس وقت ہم باہر نکلے تھے، انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ ہر طرح سے محتاط رہیں۔ بیچوں کے احوال میں مدد سے ہم کی چھپیں کھڑی تھیں۔ بیچوں کے اس پاس لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا۔ یوں لگتا کہ ایک پوری فوج ہمیں گیسے میں لینے کے لیے آئی ہو۔“

”ہمیں ایک جیب میں پتلا ڈاگیا۔ بہت قہ نقاب پوش لینے دو ساتھیوں کے ساتھ اس جیب میں آ بیٹھا تھا۔ جیب بڑے سائز کی تھی۔ اور اس میں کافی گنٹا بھی تھا۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈراگیا لکھی ہوئی تھی۔ اس کی ساخت پکڑ ایسی ہی تھی۔ کہ آگے اور پیچھے کا حصہ تقسیم نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیٹھی ہی تھی۔“

”ڈھکے تو کھینچ لگتا ہوں سے ان سب کو گھور رہا تھا۔ چیب اشارہ ہو کر وہ اپنی مڑی دو دوسری ڈاگیاں بھی ان لوگوں نے نہ بھال لیں۔ اور سب کی سب قاطعہ کی شکل میں ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ فارم ہاؤس میں سے میں طرف ایک آتے ہوئے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ ڈھکے کو کسی گدی پر جو میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے نڈا میں ایک اضطرار سا محسوس

”لیکن یہ ہینے کا کیسے؟ بہت خامت بولا۔“
 ”سنگریٹ سلگا کر اس کے ہونٹوں میں دبا دو چند کش لے لگا اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرے نقاب پوش نے کہا اور میں دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ کم از کم میرے ہمد سے میری ایک نفل آسمان کر دی تھی۔“

”میں نے نمونہ لگا ہوں سے اسے دیکھا۔ بہت خامت نے اپنے لباس کی جیب سے سنگریٹ کا ایک ٹکڑا نکالا۔ اعلیٰ قسم کا سنگریٹ تھا چھرا اس نے نقاب کے اندر ہی اندر سنگریٹ ہونٹوں میں دبا کر اسے لائبرٹس سلگا با اور اس کے بعد اسے میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔

”بہت بہت سنگریٹ میرے دوست ایس تھا۔ ہار ارحسان یاد رکھو گا۔ میں نے کہا اور سنگریٹ کے کش لے کر وہاں منہ سے نکالنے لگا۔ میں جس جگہ بیٹھا ہوا تھا وہ دروازے کے بالکل ہی قریب تھی۔ نقاب اور ڈراگیا لوگ کھینچنے کے کارے کر درمیان گردن کا کوزیہ چارج حصہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت میری ایک ہی سنگریٹ کارگر ہو سکتی تھی۔“

”میں اپنے کام کے لئے تیار ہو گیا۔ میں چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی جگہ نظر آجائے جہاں سے مجھے فریڈ آسانی ہو۔ میں اس کا کام کروں۔ سنگریٹ کے کش میں میری ہمارت سے لے رہا تھا اور ان لوگوں کو میرے منہ سے سنگریٹ نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔“

چھرا کا فی فی حاصل کرنے کے بعد دوسرے ایک پل نظر آیا۔ یہ پل تنگ تھا اور گاڑیاں کسی قدر سست رفتاری سے یہاں سے گزر سکتی تھیں۔ یہ جگہ میرے کام کے لیے سب سے موزوں تھیں۔ چنانچہ میں تیار ہو گیا صرف ایک لمبے لمبے جھت کرنا تھی سنگریٹ میرے ہونٹوں میں چلی ہوئی تھی اور آدھی سے زیادہ چل چکی تھی اس کا کل نتیجہ گر رہا تھا اور وہاں جیب میں بیٹھلا ہوا تھا۔ چھرا نے فریڈ رفتاری سے اپنا چہرہ جھکا دیا اور سنگریٹ کا جھٹا ہوا سرا ڈراگیا لوگ گردن پر رکھ دیا۔“

ڈراگیا لوگ حلقے سے ایک تیز وانڈ لگی اور اس کے ساتھ ہی اس کا برسر برسر چھرا جیب میرے لیے ہی ٹوکا ہی تھا ہاتھ کو جبر کھلے ہوئے تھے۔ میرا ایک گھونٹا بہت خامت کی پیشانی پر پڑا اور اس کے ساتھ ہی میں نے جیب کے منہ سے جھٹکا لگا دی اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ سمجھ سکیں میں نے جیب کے کچھ کھینچا تھا۔ پورا اور صرف ایک اور گھونٹا لگا لگا تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ بل کے نتیجے میں دور با دور ہے اور اس کی داڑھی ٹانگی دے رہی ہیں وہ کتنی گہری ہیں۔ میں نے اس ایک انڈی جھٹکا لگا لگی چنانچہ میں جیب کے اوپر سے گزرتا ہوا پل کی دیوار پر بیٹھا ادا

”بہت بہت سنگریٹ میرے دوست ایس تھا۔ ہار ارحسان یاد رکھو گا۔ میں نے کہا اور سنگریٹ کے کش لے کر وہاں منہ سے نکالنے لگا۔ میں جس جگہ بیٹھا ہوا تھا وہ دروازے کے بالکل ہی قریب تھی۔ نقاب اور ڈراگیا لوگ کھینچنے کے کارے کر درمیان گردن کا کوزیہ چارج حصہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت میری ایک ہی سنگریٹ کارگر ہو سکتی تھی۔“

”میں اپنے کام کے لئے تیار ہو گیا۔ میں چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی جگہ نظر آجائے جہاں سے مجھے فریڈ آسانی ہو۔ میں اس کا کام کروں۔ سنگریٹ کے کش میں میری ہمارت سے لے رہا تھا اور ان لوگوں کو میرے منہ سے سنگریٹ نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔“

چھرا کا فی فی حاصل کرنے کے بعد دوسرے ایک پل نظر آیا۔ یہ پل تنگ تھا اور گاڑیاں کسی قدر سست رفتاری سے یہاں سے گزر سکتی تھیں۔ یہ جگہ میرے کام کے لیے سب سے موزوں تھیں۔ چنانچہ میں تیار ہو گیا صرف ایک لمبے لمبے جھت کرنا تھی سنگریٹ میرے ہونٹوں میں چلی ہوئی تھی اور آدھی سے زیادہ چل چکی تھی اس کا کل نتیجہ گر رہا تھا اور وہاں جیب میں بیٹھلا ہوا تھا۔ چھرا نے فریڈ رفتاری سے اپنا چہرہ جھکا دیا اور سنگریٹ کا جھٹا ہوا سرا ڈراگیا لوگ گردن پر رکھ دیا۔“

چھوڑوں سے دریا کے پانی کی طرف گرنے لگا۔ غالباً ان میں سے کسی کو بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ایسا کوئی حادثہ ہو سکتا ہے اس لیے کوئی بھی اس کے لیے تیار نظر نہیں آتا تھا یہ قدم آنا تھا نکلنا تھا کہ شاید بڑھتی ہوئی تیز لہروں سے اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتے تھے۔ ان لہروں کو آنا بھی سوچ نہیں مل سکا کہ پھر بغیر کسی ہرجائیہ کے۔ میں چند لمحوں تک ہوا میں کسی پتھر کی طرح بیٹھے کرتا رہا اور پھر میرا بدن پانی سے ٹکرایا۔ پانی سے ٹکر لے ہی میں ڈوبتا ہوا لگا گیا، میں جانتا تھا کہ تمام جسمیں اب تک ایک جگہ چینی ہوں گی۔ اور وہ سب چھری سے آتر کر بل کے نزدیک آ رہے ہوں گے اس لیے پانی سے سر اٹھانا اس وقت موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا البتہ پورے لباس اور جوتے کی وجہ سے پانی کے اندر تیز بہت مشکل تھا لیکن دریا کے تیز بہاؤ نے میری یہ پریشانی ختم کر دی۔

میں بہاؤ کے بہاے لیے آپ کو چھوڑ کر تیزی سے دوڑنا بہتا چلا گیا۔ مراسم گھٹنے کی وجہ سے سینے پر بوجھ محسوس ہو رہا تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور ترکیب نہیں تھی ان لوگوں کے چھل سے دور نکل جاؤں۔

مجھے تیرتے ہوئے دو گنٹ گزر گئے اور اس کے بعد سردی ہو کر لگنے میں پانی کی سطح پر سر ہمارا چلا۔ چنانچہ ایک ٹوکے کے لیے میں نے پانی سے سر اٹھا دیا اور غلب میں دکھانے نہیں بلکہ دور در دور گھبراہٹ سے اندازہ نہیں ہوتا تھا لیکن تیسری طور پر دریا کی تیز رفتاری نے فیصلہ آنا کر دیا تھا کہ اب میں پرے سے ہرگز گریہاں چلائی جاؤں تو مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔

جوتوں میں پانی بھر گیا تھا اب اس کی تمام چیزیں مضائقہ ہو چکی تھیں اور بدن خاصا ذہنی ذہنی محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ دریا تھا کہ میں کنارے کی جانب بھروسہ کیونکہ پانی کے تیز بہاؤ کے باوجود میں مجھے کوئی امانتہ نہیں تھا کہ وہ مجھے کہاں سے کہاں لے جائیگا تاہم کوشش کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ میں دریا کے تیز بہاؤ سے ڈرتا ہوا کنارے کی جانب بڑھنے لگا۔ کافی دیر کے بعد میں کنارے تک پہنچ سکا کیونکہ ایک تیز پانی کو کاٹنا اسان کام نہیں تھا اس سلسلے میں مجھے بہت سخت محنت کرنا پڑی تھی۔ کنارہ پانی سے آٹا بلند تھا کہ اس تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتے تھے تاہم میں نے بہت کم کنارے تک بڑھنے کی کوشش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کنارے تک پہنچ گیا۔ بدن کھاس طرح ٹھکان سے چڑھ کر گھبراہٹ محسوس ہوتا تھا کہ میں اپنے آپ کو جوں میں نہیں رکھ سکوں گا۔

کہ عجیب کی کیفیت ہو رہی تھی، دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا، ہر طور میں زمین سے رخسار جھپکا کر انھیں بند کر کے بڑے گیا۔ ہوا کے تیز چھوٹے میرے بدن سے رخسار سے نکلے اور کوشش کے باوجود وہ بلیکس جڑی جا رہی تھیں یہاں تک کہ انھیں بند ہو گئیں اور میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ یہ فیصلہ نہیں بلکہ میں اسے پہنچی کہہ سکتا تھا کہ کوئی نیکو خدا اس طرح نہیں آجانی خطرات چاروں طرف نڈلا رہے تھے کسی بھی لمحے تلخ تلاش کرنے والے یہاں تک پہنچ سکتے تھے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔

بہر طور اب تو کچھ کہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا یہ یہ تمام چیزیں میں نے محسوس میں کہنے کے بعد سوچی تھیں ہاں ہوش مجھے دریا کے کنارے ہی آتا تھا، اچھا بھلا کھانا کھل تھا۔ اطراف میں ہر طرف کی کچھ چیزیں سٹانی سے وہی تھیں۔ سوچ ابھی پوری طرح طلوع ہوئی تھی نہیں ہوا تھا تو ایسا یاد تازہ گزرتی تھی کہ وہ ٹپنی تو دار ہو رہی تھی۔

میں ایک کمرہ کے ساتھ آٹھ کمرے چڑھا اور اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ اس بے ہوشی یا بے ہوشی کے اندر بدن سے وہ ٹھکان دوڑ کر وہی تھی جس نے مجھے دلت کو نہ حال کر رکھا تھا۔

دفعتاً، اچھے احساس ہوا کہ میرے آس پاس کوئی اور موجود ہو۔ یا احساس ایک سین میں خوشبو سے پیدا ہوا تھا اور خوشبو یقیناً چھوڑوں کی نہیں تھی بلکہ عمدہ قسم کے سینٹ کی تھی جو تک کرا دھرا دھرا دیکھنے لگا۔ تب ہی میری نگاہ ایک زمین نشین شے پر پڑی۔ یہ زمین نشین شے مجھے تکرر بناؤں بندہ کر کے فاسلے پر ایک درخت سے تکیا رکھی ہوئی تھی۔

گہرے نہر سے ٹھوکر بڑے بال بال ان کے سینے ایک سٹرن و حسین چہرہ کو کسی قسم کے رنگ اب سے عاری تھا لیکن انتہائی روشن روشنی میں بھجانا انداز میں اسے دیکھنے لگا وہ بھی میری جانب ہی متوجہ تھی۔ اس اطمینان سے جیٹھی ہوئی تھی کہ مجھے ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی شاید وہ میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی لیکن جینک کی بلا سے کون اور یہاں اس خاموشی اور اطمینان کے ساتھ میرے نزدیک جیٹھی ہوئی کیوں ہے۔ میں نے سوچا جارہی لگا ہوں ایک دو سر کے انٹھوں میں اٹھی ہوئی تھیں پھر وہ لڑکی ابھی جگ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

”ہیلو۔“
”ہیلو۔“ میں نے بھی خوش مزاجی سے کہا۔
”کیسے مزاج ہیں؟“
”بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں اپنے آپ کو کبھی ہلکی ٹھنڈی

ہو ابھی اور ان کے ساتھ ساتھ ہمارے بدن سے اٹھی ہوئی یہ خوشبو بس یوں محسوس ہوتی ہے جیسے الف ایلی کی واڈوں میں محسوس رہا ہوں۔“

”یہ الف ایلی کہا ہوتا ہے؟“ اس نے سوال کیا۔
”ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ افسوس ہمارے یہاں نہیں ہے میں نے جواب دیا۔
”کیسا مطلب؟“

”میں نے گمانا الف ایلی کا مطلب صرف الف ایلی ہے اسے کوئی دوسرے معنی دینا اچھا نہیں لگے گا۔“

”اوہ۔ ہمارے سر میں نہیں جوت لگی ہے؟“
”ہاں۔ الف ایلی کا تذکرہ بظاہر ہر لگن ہی محسوس ہوتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ کہا ہے۔“

”بہت خوب، بہر طور میں تمہاری الف ایلی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔“
”خود تمہاری الف ایلی کیلئے۔ میں نے سوال کیا اور لڑکی پھر لٹی ہوئی لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔“

میں اب پوری طرح سمجھ گیا تھا اس دوران مقام بدستور حسین لڑکی کی موجودگی غائب نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ مسیحا کی طرف سے کرنی چاہیے۔ اس کی اچھی ہوئی لگا ہوں کے جواب میں میں نے اس سے کہا۔

”سو رہی! اور صل میں یہ بوجھ ہا تھا کہ کون کون ہوا؟ اور یہاں کیسے آگئیں؟“

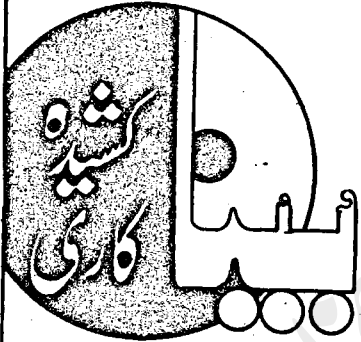
”بس یوں کھل لوں آ دارہ گرد ہوں اور احمق بھی ہوں شاید میرے سائل خانہ کا کبھی خیال ہے۔ تفریح کرنے نکل آئی ہوں آج بھی بہت مسیح اس وقت جب روٹی بیوی ہی نہیں تھی میں اس طرف نکل آئی شاید اس لیے کہ یہاں تم مل جاؤ گے۔“

وہ کھلم کھلا کر تنہا پڑی۔ اس کے چہرے میں بہت حسن تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا کھنڈری قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی، بہر طور اس کے باوجود میں یہ یقین کر سکتا تھا کہ اس کی آمد بے مقصد ہو لیکن محتاط رہنا تھا۔ حالات میرے لیے جو راستے خوب کر رہے تھے ان پر مجھے سے سوا اور چارہ کار تھا ہی کیا۔

”بہر طور میں نہیں سوچتی کہ تمہاری کہیں ہو گی؟“
”اوہ۔ اگر دل چاہے تو ہر گز مجھے کیا اعتراض ہوگا۔“
”دیکھو نام پوچھ سکتا ہوں تمہارا۔“
”سوچ کر ہی کہتی گرن۔“ اس نے جواب دیا۔

”ہمارے یہاں ایک نام کرنا ہی ہوتا ہے۔ اگر تمہارے پانا

خواتین کے لئے
ایک حسین
تحفہ



مرتبہ
غلام رفیق

بے ڈور کے تحائف
بیکاروں، گھرانوں کے بچوں، میزبانی، تکیے، کلتے
ماہیوں پر لکھنے کے لئے، انداز کے خوب صورت
تکیے، بھول بھاری کی گڑبھاری کا ڈیزائن اور وہ
سب کچھ جو ان کے تحائفوں کو پیدا کر کے ہے

خوبصورت عروق اور عریہ کا قدر بچھی ہوئی

جوت ۱۲ روپے

مکتبہ
خواتین ڈائجسٹ

آزاد بازار — کراچی



نام نہیں بناؤ گی تو میں بقیہس کرن کہہ کر دکھاؤں گا؟
 ” بہت خوبصورت نام ہے۔ مجھے پسند ہے۔“
 ” غنیشک پورا مس کرن۔ اب فرمائیے اس کے بعد کیا
 ہونا چاہیے۔“

” سب سے پہلے آپ اپنے جوتے اتار دیجئے جیگ کر عیب سی
 شکل اختیار کر گئے ہیں۔ لڑکی بولی۔
 ” اوه۔ ہاں! واقعی۔ میں نے اپنے جوتوں کی طرف دیکھ
 کر کہا جن میں اب تک پانی بھرا ہوا تھا میں نے آہستہ سے پھینکا۔
 ” اور جوتوں کے بارے میں کہا تھا یہ ہے۔“

” بس جوتوں ہی سے کام چل جائے گا پتھر سے خشک ہو
 چکے ہیں۔ وہ بھٹی ہوئی بولی اور میں نے جوتے اتار کر ایک طرف
 اُچھال دیئے اب میں نئے پاؤں تھا۔

” اب آپ اسی طرح میری جیب تک تشریف لے چلیے۔
 جو حضور سے خاطر ہے آپ کا انتظار کر رہی ہے۔“
 ” اچھا! آپ جیب بھی رکھی ہیں۔“
 ” ہاں! ایکوں نہیں۔ ظاہر ہے اتنا فاصلہ پیدل تو طے نہیں
 کیا ہو گا میں نے۔“

” جھیک ہے اچھے لگاؤ نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا
 اور اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں پر
 ایک سفید رنگ کی خوبصورت جیب کھڑی ہوئی تھی۔ لڑکی نے
 مجھے جیب میں بیٹھے کا اشارہ کیا اور میں لیکر کسی تروہ کے پیچھے گیا۔
 اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار تھا مجھے نہیں۔

جیب اشارت ہو کر آگے بڑھتی میں کچھل بیٹھ پر بیٹھا ہوا
 تھا ایک بار میری آنکھیں بند ہوئے نہیں جسم اتنا دکھ رہا تھا
 یوں محسوس ہوا رہا تھا کسی نے ہتھوڑے مارا مگر کوئی سیلی ایک
 کر دی ہو لیکن ذہن بیدار تھا اور یہ سوچ کر مسکوں ہوا رہا تھا کہ
 اگر صورت حال تبدیل ہو گئی۔

” اب آپ سوتے ہی رہیں گے یا کچھ گفتگو بھی کریں گے؟“
 ” میں سوچ رہا ہوں کہ تمھارا شکر کیسے ادا کروں؟“
 ” بات چیت کر کے اپنے بارے میں بتا کر میرا نام لگا پنے
 کرن رکھ دیا میں آپ کو کہا کہوں؟“
 ” سوچ کر کہتی ہو۔ میں نے جواب دیا۔

” اوه۔ یہ زبردستی نہیں چلے گی۔“
 ” کیا مطلب؟“
 ” آپ نے ابھی مجھے سوچنے کی کہن کہا تھا گویا ایک خوبصورت
 نام دیا تھا لیکن مجھے اپنے بدن کا ایک حصہ بنا کر اپنے اپنے
 آپ کو کچھ سے برتر کر دیا۔“
 ” ڈیڑھ گھنٹہ سے پہلے ہوا تھا حضرت آدم نے میری تو
 کیا تھا۔ صورت مرگے بدن کا ایک حصہ ہی تو ہے۔“
 ” فلسفہ نہ بجاؤ۔ وہ نام بناؤ چاہنا۔“
 ” پارکو۔“

” اوه۔ چلو۔ جھیک ہے۔ چل جائے گا۔“
 جیب نا ہوا اور اسے ستر ستر کر رہی تھی اور میں نہیں ماننا تھا
 کہ اس کا رخسار طرف سے لیکن اندازہ یہ تھا کہ ابھی ہم مصافحت
 ہی میں ہیں۔ حضور ہی دیر کے بعد وہ ایک جھیک سے رگ گئی۔

” آؤ۔ بیچے اترو۔ لڑکی کی آواز میری سماعت سے سحرانی
 میں اٹھ گیا۔
 ” یہاں کہاں مس کرن! میں نے کہا۔ لیکن اسی وقت کسی
 سنے کے سونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر کچھ انسانی قدوں
 کی آوازیں میرے کانوں سے سنا میں اور اب میرے لیے یہ ممکن نہیں
 تھا کہ میں کانوں کی طرح کاری جتنی سیرٹ پر گزارا ہوں۔ میں آٹھ
 کر بیٹھ گیا اس سے پہلے کہ میں لڑکی سے اس مسئلے میں سوال کرتا
 ایک مضبوط بدن کا درمیانی عمر کا آدمی ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔
 اس کے ہاتھ میں ایک کتے کی زنجیر تھی اور کتا اس سے زیادہ تر زور
 سے دوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حضور ہی دیر کے بعد وہ جیب کے نزدیک پہنچ گئے اس
 شخص نے آتے ہی میری طرف سوا لنگر لگا ہوں سے دیکھا اور میں نے
 لڑکی کی طرف دیکھا۔

” یہیلا تو بچی۔ ایک پریشانی حال آدمی ہیں ہیں میں اچھیں
 ازراہ ہمدردی یہاں لے آئی ہوں۔“
 ” پریشانی اس شخص کے چہرے ہی سے چمک رہی ہے۔“
 لیکن کون ہے یہ؟“

” دریا کے کنارے آگے نکلے اور وہاں پڑے ہوئے تھے میں
 نے سوچا کہ اتنی خوبصورت چیزوں کے کنارے ضائع نہیں ہونی
 چاہیے اسے اپنے ساتھ لے آئی۔“
 ” تم فعلوں بائیں دیکھا کرو۔“ اس شخص نے پیار سے نڈھ
 میں کہا اور میری طرف دیکھ کر بولا۔
 ” تم مسٹر! تمھارا لباس دیکھ کر واقعی یہ محسوس ہوتا ہے
 کہ تم دریا کے کنارے آگے ہو۔“

” جی ہاں اتنی اچھا تو میری کہا جا سکتا ہے۔“
 ” تو میرا تو میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھیں صاف سے تھرا دوں
 اس نے کہا۔ سننے نے اب زور لگا کر دیکھا تھا اور لڑکی کے قدوں
 میں لوٹ رہا تھا۔

صورت حال میرے لیے ناقابل فہم تھی اس جگہ میں کوئی اندازہ
 نہیں لگا سکتا تھا۔ عامی اور بچی گھاس آگے ہوتی تھی جس کی
 دوسری طرف نہیں دیکھا جاتا تھا لیکن اس کے درمیان ہی
 ایک بگ ڈونڈی بھی ہوتی تھی۔ ہم لوگ اس بگ ڈونڈی پر آگے
 بڑھنے لگے اور حضور نے فاصلہ پر مجھے ایک خوبصورت عمارت نظر آئی۔
 لڑکی کے پاس میں اسی تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔
 درمیان ہی عمر کا شخص چہرے ہر سے بڑھا کھنچا آدمی معلوم ہوتا
 تھا ایک اچھے لباس میں لمبوں تھا۔ سناجی بہت خوبصورت اور

جذبہ سا لگتا تھا۔ ہم تینوں آگے بڑھتے ہوئے عمارت کے بالکل
 سامنے پہنچ گئے اور میں نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔
 ” مس کرن! تم آؤ تو بتا دیجئے یہاں میں آپ کو کس نام
 سے خطاب کروں؟“
 ” کرن۔“ اس نے منہ نہا کر کہا۔
 ” بہتر ہے۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور ہم
 عمارت کی سیڑھیوں سے اتر کر اوپر پہنچ گئے۔ لڑکی نے غمزہ آدمی
 سے کہا۔

” انکل آپ جلیں میں ذرا ان کے پیرو۔“
 ” نہیں۔ یہ کام میں کیے لیتا ہوں۔“
 ” نہیں۔ انکل پلیز آپ جلیے۔ لڑکی بولی اور میری شخص
 نے ایک نگاہ اس کی طرف دیکھا پھر خاموشی سے کتے کی زنجیر چمکنے
 ہوئے ایک سمت چل پڑا۔

” آؤ۔ لڑکی بولی اور میں اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ
 گیا۔ وہ ایک ماہداری میں چلتی رہتی تھی اور پھر ہم ایک لیے کرے
 میں پہنچ گئے جس کا دروازہ کھول کر لڑکی اندر داخل ہوئی
 تو میں نے اسے اچھا خاصا سجا ہوا پایا۔ لڑکی نے میری طرف بچہ
 کر کہا۔

” وہ سامنے الماری ہے اس میں بہت سے لباس موجود ہیں
 شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو۔ کہ یہ سارے کے سارے لباس
 میرے انکل کے ہیں۔“
 ” کون انکل؟“

” یہی جن سے تم نکلے۔ انکل جن کے لڑکی نے جو ابداء۔
 ” اوه۔ یقیناً ان کی جوانی کے لباس لہنیٹا دیکھ چکے ہو گئے۔“
 ” ہاں۔ ان میں دلچسپی ضرور ہوگی کہ وہ تمھیں اس جھیکے ہو
 لباس سے نجات دلا دیں۔ اس نے کہا اور دھیر دھیر دوازے کی طرف
 منہ کر کے بولی۔

” لباس تبدیل کر لو میں ابھی داخل آئی ہوں۔“
 میں نے لہروانی سے نکلنے والے اور اسے دوازے سے باہر
 نکلے ہوئے دیکھا۔ ابا جب وہ جلی گئی تو میں نے کپڑوں کی الماری
 کھولی اور اس میں سے ایک ایسا لباس منتخب کر لیا جو میرا جسم
 ڈھک سکتا تھا۔

بہر طور اس وقت بدن ڈھکنا ہی مقصود تھا۔ گیکے کپڑوں
 سے نجات پا کر میں نے آگے کے سامنے پہنچ کر اپنے بال دھو کر
 عجیب سی شکل کو کر کے گئی تھی بہر طور حضور ہی دیر کے بعد میں جھیک
 تھا کہ ہو گیا۔ میں نے کپڑے پڑھے ایک سمت ٹال دیئے اور حضور

یہ صلے پر تری ہوئی ایک آرام کسی پر بیٹھ گیا۔
چند لمحات گزرتے تو ایک ملازم کا کافی کے برتن ہاتھ میں تھا
اندھا لگتی۔ اس نے کافی میرے سامنے رکھی اور میرے گھبرائے پڑوں
کے اشارے سے گئی۔ میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ آٹھ گھر
کافی بنائی اور اس کے گھونٹ لینے ہوئے صورت حال پر غور کرنا شروع
کر دیا۔
لڑکی اور مرد آدمی ابھی تک میری نگاہوں میں تھے جس انداز
میں وہ مجھے لے کر گئی تھی وہ خاصا خوب خیز تھا لیکن میں گھبر گیا
تھا کہ بات منہوئی نہیں ہے۔ رمان ان تو نہیں کیا کیا چہ چہ ہے
ہیں ان کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں ہے۔
بہر طور کافی پر تکیں میں اس طرح بیٹھا ہوا پھر دوڑانے
پر اڑت سنائی دی اور اس کے بعد وہ مسکرائی ہوئی اندھا دخل
ہو گئی۔
”ایلو! کرن“ میں نے اسے دیکھ کر کہا اس نے بھی ہاں نہیں
کر لیا تھا۔

ہاتھ بڑھا دیا اور پھر بولا۔
”باقی ساری باتیں بعد میں ہوں گی پہلے ناشتہ کیا جائے۔
اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خاموشی سے ناشتہ
کروں۔ ڈیڑھ گھنٹہ کچھ کھانا اطمینان ہوا تھا کہ میں کم از کم تروکا کے
کسی حال میں نہیں پھنسا ہوا ہوں یہ جو کچھ بھی معاملہ ہے ڈیڑھ
کا ہی معلوم ہوتا ہے۔
غور کرنے سے ساری صورت حال خود بخود ذہن میں اتر
ہوتی جا رہی تھی اور اب ڈیڑھ گھنٹہ کے علاوہ کے معلوم تھا کہ میں کہاں
محل سکنا ہوں اور اس نے اس کے لیے اس لڑکی کو بھی استعمال
کیا لیکن یہ لڑکی۔ میں نے تمام باتیں ذہن سے جو تک دب اور
ناشتہ میں مصروف ہو گیا۔
کوڑھے کے انداز سے بھی ایسا ہی لگ رہا تھا کہ ڈیڑھ گھنٹہ کی آمد
اس کے لیے لہجہ خیز نہ ہو بلکہ وہ اس کا انتظار ہی کرتا رہا ہو۔
ہم ناشتہ سے فارغ ہو سکے تو ڈیڑھ گھنٹہ سے کہا۔
”آؤ۔ اب ذرا یہاں سے ہٹ کر کھڑی درکسی جگہ بیٹھیں۔
کیوں مہر جون آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا“
”نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے چونکہ اس نے اس طرح
کہا جیسے کہ رہا ہو دفع ہو جاؤ وہاں سے۔ مگر نے بھی اس
سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔
ڈیڑھ گھنٹہ کے لیے ہوئے عمارت کے ایک الگ تھک کمرے میں
پہنچ گیا اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور مجھے دیکھ کر مسکرنے
لگا۔ اس وقت بھی اس کی آنکھوں میں وہی چمک ابرار ہی تھی جو
میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا عجیب سی چمک تھی یہ ہونٹوں کی مسکرت
دوستا تھی۔
”کہو دوست! کیسے مزاج ہیں؟“ اس نے بے تکلفی سے
میرے کا منہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔
”تھیک ہوں! لیکن تم مجھے حیران کرنے میں کامیاب ہو گئے“
”اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟“ اس نے کہا۔
”تو پھر تیرا وہاں کا کون سا تمام تفصیلات خود بخود بناؤ؟ وہ
اسنے لگا اس کے ہنسنے کے انداز سے زندہ دلی جھنگ رہی تھی۔
پھر اس نے جھنگ سے کہا۔
”تم مجھے اس چہرے کی توقع نہیں تھی۔ بلاشبہ اس وقت تمہنے
بہترین کارنامہ انجام دیا اور ہمارا ہی رہائی کے باعث ہے لیکن
یہ بات میری ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہارے ہاتھ کس طرح کھل
گئے تھے۔“
”کوئی اتنی اہم بات نہیں تھی کہ جس کا گھنسا زیادہ ضروری ہو۔“

”پھر بھی تمہارے اس فن سے میں بے پناہ متاثر ہوا۔ جبکہ
ہیں اس سلسلے میں خاموشی کا سامنا کرنا پڑا“
میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ بولا۔
”سبیل سے ملے۔“
”کون سبیل؟“ میں نے سوال کیا۔
”ارے تم سبیل کو نہیں جانتے؟ وہ خوب سے لولا۔“
”ہاں۔ جیانی میرا تعارف آج تک کسی سبیل سے نہیں ہوا۔“
”وہ لڑکی اس نے کیا نام بتایا ہے تمہیں پڑا؟“
”کون؟“
”ارے سبھی وہی جو تمہیں یہاں تک لائی ہے۔“ ڈیڑھ گھنٹہ۔
”اوہ۔ اس نے مجھے اپنا کوئی نام نہیں بتایا البتہ میں اسے
کرن کے نام سے مخاطب کرتا رہا ہوں۔“
”گڈ۔ گڈ۔ خود بصورت نام ہے۔ ویسے وہ سبیل ہے جانتے
ہو وہ کون ہے؟“
”بدستھی سے نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔
”وہ میری بہن ہے۔“ ڈیڑھ گھنٹہ۔ اور اس بار میرے حیران
ہونے کی باری تھی۔
”بہن۔“ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔
”ہاں۔ ساری دنیا میں میرا اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔“
”اور یہ سچ ہے۔“ میں نے سوال کیا۔ یہ جان کر مجھے وہ آئی جرت
ہوئی تھی کہ کرن یا سبیل ڈیڑھ گھنٹہ کے ہیں ہے بہر طور میری نگاہیں پھر
پر گئی تھیں۔
”الٹل جون! میرے والد کے دوست ہیں۔ انھوں نے اپنی
زندگی کا بیش تر حصہ ہمارے ساتھ ہی گزارا ہے۔ جب میرے والد
کا انتقال ہوا تو ہم دونوں بہن بھائی بہت چھوٹے تھے والد کی جائیداد
بے پناہ تھی ہوتے وقت انھوں نے اپنے دوست الٹل جون کو ہمارا
نگران قرار دیا اور سب کچھ انھیں دے گئے۔ انھوں نے ہم دونوں کی
پرورش کی اور بلاشبہ ہمیں ایک باپ ہی کی طرح پالنے لگے ہم دونوں
بھی انھیں بہت عزیز رکھتے ہیں۔“
”لیکن کیا انھل جون جانتے ہیں ڈیڑھ گھنٹہ کو اسان ان تو نہیں تمہاری
کیا حیثیت ہے۔“

”اوہ۔ لہجہ کی بات ہے۔“
”ہاں۔ شاید تم اس بات پر لہجہ محسوس کر رہے ہو ویسے نہیں
یقیناً اس بات سے ڈیڑھ گھنٹہ کی تم سبیل کے پہنچنے والے کے بارے
میں معلوم کرو سبیل بعض معاملات میں میری دست داس ہے
تم وہاں میں کوڑھے تھے تمہارے ساتھ ساتھ ہی میں اور ڈیڑھ گھنٹہ ان
لوگوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے
اس کے بعد میرا ایک ہی کام باقی رہ گیا تھا کہ تمہارے بارے میں موت
حاصل کروں جو میں اس وقت ممکن نہیں تھی لیکن بعد میں میں
نے اپنے اہم ذرائع سے یہ بات معلوم کر لی کہ تم ان لوگوں کے ہاتھ نہیں
لگے۔ تیرا زنا دریا کا دھارا نہیں کافی دوسرے کہا تھا اس لیے وہ
وہ لوگ بھی تمہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے اس
سلسلے میں سبیل کا سہارا لیا بالآخر سبیل تمہیں تلاش کرنے میں
کامیاب ہو گئی کیونکہ وہ اس علاقے کے چتے چتے سے واقف ہے اور
بس اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ نے ہمارا اور
خاموش ہو گیا تھا۔

میں کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ڈیڑھ گھنٹہ میرے ساتھ
واپسی میرا بیانی کا سلوک کہا ہے کم از کم اس وقت میں اس سے انکار
نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے جواب میں وہ کیا چاہتا ہے یہ بات
میرے ذہن میں ابھی تھی چند لمحات خاموشی کے بعد
میں نے اس سے کہا۔
”تمہارے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا مگر
ڈیڑھ گھنٹہ نے بناؤ اب مجھے تمہارے لیے کیا کرنا چاہیے۔“
”تمہارا کیا خیال ہے مگر ہاں کہہ لیا گیا ہے تمہیں اس کے لیے کیا
ہے کہ تم میرا کوئی کام انجام دو۔ وہ نہیں مگر ہاں کہہ لیا گیا ہے کوئی بات نہیں
ہے میں ہر اس شخص سے ڈیڑھ گھنٹہ ہوں جو تروکا کا دشمن ہے
اور اس کی وجہ اب تم ہو جی جان چکے ہو۔“
”ہاں۔ مگر ڈیڑھ گھنٹہ۔ لیکن پھر بھی میں تم سے تروکا کے بارے
میں گفتگو کرنا چاہوں گا۔“

”ہاں۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں وہ اصل معاملات کچھ ایسے لگے
ہوئے تھے کہ میں تمہیں کچھ تفصیل بتاؤں۔ میرے والد کا تعلق ایک
ایسے گروہ سے تھا جو خواہاں کا قاعدہ تھا۔ تروکا اس کے مقابلے
میں لگے تھے نہیں تھا لیکن بہر طور تروکا کے ان کا تعلق قائم ہو گیا ہاں
وہ لوگ تھو تروکا کے جال میں پھنس گئے۔ ہم نے اس سلسلے میں

کبھی کچھ معلومات حاصل نہیں کی تھیں لیکن بعد میں والد صاحب کے
بارے میں جب یہ پتہ چلا کہ وہ تروکا کی بیوی لائی ہوئی مہیستوں کا شکار
ہوئے ہیں تو میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور میں نے ہی
وہی راستہ اپنا لیا لیکن میرے سامنے میں تروکا کے خلاف انتقام کی آگ
سلگ رہی ہے۔ مجھ سے تعلق رکھنے والے نہیں جلتے کہ انھل جون
کا اور میرا تعلق ہے یا یہ کہ سبیل میری بہن ہے۔ میں ان معاملات
کو ان لوگوں سے الگ ہی رکھتا ہوں اور لوگوں کو مجھ کو یہاں میرے چہرے
کر آتا ہوں۔“

”اوہ۔ لہجہ کی بات ہے۔“
”ہاں۔ شاید تم اس بات پر لہجہ محسوس کر رہے ہو ویسے نہیں
یقیناً اس بات سے ڈیڑھ گھنٹہ کی تم سبیل کے پہنچنے والے کے بارے
میں معلوم کرو سبیل بعض معاملات میں میری دست داس ہے
تم وہاں میں کوڑھے تھے تمہارے ساتھ ساتھ ہی میں اور ڈیڑھ گھنٹہ ان
لوگوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے
اس کے بعد میرا ایک ہی کام باقی رہ گیا تھا کہ تمہارے بارے میں موت
حاصل کروں جو میں اس وقت ممکن نہیں تھی لیکن بعد میں میں
نے اپنے اہم ذرائع سے یہ بات معلوم کر لی کہ تم ان لوگوں کے ہاتھ نہیں
لگے۔ تیرا زنا دریا کا دھارا نہیں کافی دوسرے کہا تھا اس لیے وہ
وہ لوگ بھی تمہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے اس
سلسلے میں سبیل کا سہارا لیا بالآخر سبیل تمہیں تلاش کرنے میں
کامیاب ہو گئی کیونکہ وہ اس علاقے کے چتے چتے سے واقف ہے اور
بس اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ نے ہمارا اور
خاموش ہو گیا تھا۔

میں کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ڈیڑھ گھنٹہ میرے ساتھ
واپسی میرا بیانی کا سلوک کہا ہے کم از کم اس وقت میں اس سے انکار
نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے جواب میں وہ کیا چاہتا ہے یہ بات
میرے ذہن میں ابھی تھی چند لمحات خاموشی کے بعد
میں نے اس سے کہا۔
”تمہارے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا مگر
ڈیڑھ گھنٹہ نے بناؤ اب مجھے تمہارے لیے کیا کرنا چاہیے۔“
”تمہارا کیا خیال ہے مگر ہاں کہہ لیا گیا ہے تمہیں اس کے لیے کیا
ہے کہ تم میرا کوئی کام انجام دو۔ وہ نہیں مگر ہاں کہہ لیا گیا ہے کوئی بات نہیں
ہے میں ہر اس شخص سے ڈیڑھ گھنٹہ ہوں جو تروکا کا دشمن ہے
اور اس کی وجہ اب تم ہو جی جان چکے ہو۔“
”ہاں۔ مگر ڈیڑھ گھنٹہ۔ لیکن پھر بھی میں تم سے تروکا کے بارے
میں گفتگو کرنا چاہوں گا۔“

”ہاں۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں وہ اصل معاملات کچھ ایسے لگے
ہوئے تھے کہ میں تمہیں کچھ تفصیل بتاؤں۔ میرے والد کا تعلق ایک
ایسے گروہ سے تھا جو خواہاں کا قاعدہ تھا۔ تروکا اس کے مقابلے
میں لگے تھے نہیں تھا لیکن بہر طور تروکا کے ان کا تعلق قائم ہو گیا ہاں
وہ لوگ تھو تروکا کے جال میں پھنس گئے۔ ہم نے اس سلسلے میں

”مثلاً۔“ اس نے سوال کیا۔

”مثلاً پر تو لڑکے قتل کے سلسلے میں ہم کہا کر سکتے ہیں میں نے سنا ہے بلکہ میرے بات بنا رہا تھا کہ تمہارے آدمی تیرے طور پر لڑکے کے آدمیوں میں شامل ہیں کہا ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو لڑکوں کے بالکل قریب ہو اور اگر ایسا کوئی آدمی ہے تو میں مل جاتا ہے ستر و ستر و ستر تو چہرے میں گھبتا ہوں کہ ہمارے کام میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”یہ بات تم کچھ بھروسہ کر کے کہو، میں نے جواب دیا۔“ ”مگر ایک سوال میرے ذہن میں بھی ابھرتا ہے ستر بار کو لڑکے لڑکوں کے دشمن کیوں؟“

”اس سلسلے میں ابھی میرے معلوم مت کرو میں جانتا ہوں کہ ہمیں تم نے لڑکوں کے نزدیک پہنچنے کا کوئی مؤثر ذریعہ بنا دیا۔“ ”گو باہیں تمہارے لیے قابل اعتماد نہیں ہوں۔“ ”چیکو نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہمیں مشورہ دینا ایسا مت سوچو بعض اوقات کچھ باتیں چھپانا ہی بہتر ہوتا ہے۔“

”ہوں۔“ ”تو پھر میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“ ”میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں

تفصیلات فراہم کرو۔“

”دیکھو ستر پارک اور ہماری تمہاری ملاقات بہت مختصر ہے اور جس طرح تم کچھ بچے بھی شکل طور پر غماز نہیں کر سکتے کسی طرح میں بھی اپنے معاملات سے محتاط ہوں لہذا تم نے دلا وقت ہمارے ساتھ دھارے

درمیان مفاہمت کے راستے فراہم کرے گا اور ممکن ہے اس وقت میں تم پر مکمل اعتماد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں اور یہ کام بھی اسی وقت ممکن ہے پھر مطلب ہے آپ کی ایسے آدمی کے بارے میں نہیں بتانا۔“

”چیکو نے صاف گوئی سے اپنا مقصد بیان کر دیا تھا میں نے اس سلسلے میں حتیٰ بحال کیا تھا۔ اب ظاہر ہے شخص کو میں اپنا دانا رو کر میں اپنے آپ کو لگا نہیں کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ یہ ضروری نہیں تھا کہ کوئی بھی شخص مجھے سے متاثر ہو جائے۔“

”چنانچہ چیکو کو یہ سلسلے میں تفصیل نہ بنا کر اچھی ہی کہا تھا اگر وہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا تب ہی کوئی فرج نہیں ہے۔ سان ان لوئیس میں میں اپنا کام اپنے طور پر ہی کر سکتا تھا اور اس وقت چیکو کو یہ بات بتانا بالکل مناسب نہیں تھا کہ میں راجہ نواز صفر ہوں۔“

”کافی دیر تک چیکو میرے ساتھ رہا اس نے مجھ پر طرح کی

دیکھیں کئی کی بھی بڑا دوستانہ رویہ تھا اس کا۔ سیسل بھی کئی اور وہ دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ اس کی آنکھوں اور ہونٹوں پر شرب کا تاثر دیکھنا رہتا لیکن آنکھوں کی گہرائی میں چمکتے ہوئے جذبات بھی میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھے۔

میں ایک بار بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ وہ چیکو کی تھی۔ ستر و ستر دیر کے بعد چیکو وہاں سے چلا گیا البتہ سیسل میرے پاس ہی چھٹی روہ تھی وہ چند لمحوں تک میری طرف دیکھی رہی تھی پھر اس کے چہرے پر بڑبڑی کے آثار ابھرتے۔

”میں تمہاری باتیں سن رہی ہوں، اس نے بدستور بڑبڑی سے کہا۔

”شاید تم نہیں چاہتے کہ میں اپنے بھائی سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ اگر تم لڑکوں کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو تو اپنے بھائی سے بہت کر کے بھی کچھ کر سکتی ہوں، ایک لمحے کے لیے جس چونکا پھریں گیا۔ میں نے سوا لڑکوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مثلاً۔“ ”سیسل تم میری کامدور کر سکتی ہو،“ ”میں تمہیں بتا سکتی ہوں کہ لڑکوں کا اصل ٹھکانا کہاں ہے؟“ ”کہاں؟“

”وہ تمہیں عشین کی عبادت گاہ میں ملے گا۔ عشین کا علاقہ خاصہ مشہور ہے لیکن لڑکوں وہاں اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے وہ وہاں ایک ہندوستانی مادیوں کے روپ میں رہتا ہے لڑکوں پر آوارہ گردوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اگر تم اسے پہچان سکتے ہو تو ضرور پہچان جاؤ گے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کے بارے میں جانتے ہیں۔“

”اوہ۔“ ”عشین کا یہ علاقہ یہاں سے کس سمت ہے؟“ ”سان ان لوئیس کے شمال میں راون ہیں کے بائیں جانب سے گزرنے کے بعد تم عشین کی پہنچ سکتے ہو۔ سیسل نے کہا۔

اور میں ہر خیال انداز میں گون ہلانے لگا۔ اس کے زیادہ دوش نہیں مل سکتا تھا کیونکہ چیکو یہاں پہنچ گیا تھا۔

کافی دیر تک چیکو میرے پاس بیٹھا رہا اور اس کے بعد مجھے آرام کرنے کے لیے کہا گیا۔ سیسل میرے ساتھ مکمل تعاون کرنے پر تیار تھی۔ چنانچہ میں نے اس لڑکی کے ستر و ستر و ستر کا اظہار کیا اور یہ سوچا کہ اگر کچھ وقت اس کے ساتھ گزر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“

”یہ باتی وقت میں نے سیسل کو پیشکش میں اتارنے میں صرف کیا تھا۔ یہ ایک انتہائی حسنی جزیرہ تھا۔“

عشین کیسے کی طرف رخ کرنا خطرناک ہی ہو سکتا تھا لیکن یہی بات ہے کہ یہ پہلو سمجھنا تھا جو اسے لڑکوں کے بارے میں چھوٹی چھوٹی نشانیاں فراہم ہوتی تھیں۔

دیکھو جلا گیا سیسل کو اس نے میرے بارے میں ہدایات کر دیں تھیں کہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن سیسل بذات خود بھی اچھی تھی انکل جون بھی تھیک ٹھاک آدمی تھے۔ پھر وہ ستر و ستر میں لے وہاں سے واپسی کا پروگرام بنا گیا۔ سیسل نے میرے لیے کچھ ایسی چیزیں فراہم کر دی تھیں جن کا میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا۔ ایشیائی مہم ۸۰ کے دو بیسٹوں اور ان کے بہت سے کارڈوں بھی اب میرے پاس میں پوشیدہ ہوئے تھے۔

بہر طور عشین کیسے کی جانب سفر کا آغاز ہو گیا۔ میں نے سیسل کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں وہاں طویل وقت گزاروں گا یا میرا مقصد کیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اس سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اگر ممکن ہو سکے تو چیکو کو میرے راستے کے بارے میں نہ بتائے۔

عشین کیسے کی جانب سفر زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ ستر و ستر دیر کے بعد مجھے آوارہ گردوں کی ایک راجین گاڑی مل گئی جس پر طرح طرح کے نعرے لگے ہوئے تھے۔ اور میں ان کے درمیان پہنچ گیا۔ گو میرا حلیہ آوارہ گردوں کا سا نہیں تھا لیکن میرے بے جھلا بہا مشکل تھا کہ میں ان کی مشرت اپناؤں۔

واقعی میں آوارہ گردوں کے درمیان رہ کر عشین کیسے میں باآسانی اپنا کام انجام دے سکتا تھا۔ تقریبی طور پر میرے لیے اس سے عمدہ کوئی اور راستہ نہیں تھا کہ میں آوارہ گردوں کا پلہ نمٹا کر کے عشین کیسے جاؤں لیکن گاڑی کا استعمال تو کوئی کوئی تیار رویتا تھا۔ ہر چند کہ میرے چہرہ بدلا ہوا تھا لیکن اگر میں گناہی آوارہ گرد بنانے والے میری جانب متوجہ ہو سکتے تھے تو باہمی راجہ نواز صفر کی شافی بن چکی تھی۔

اب مجھ پر تبادلہ کرنا بھی ضروری تھا۔ میں نے اپنی ایک طرف سے لہہ دے کر اپنے چہرے پہنے ہوئے تھے جو انتہائی ذہین نظر کے تھے ماس ورس اس قسم کے پڑھوں کا استعمال ہی ممکن تھا لیکن آوارہ گردوں میں سب کچھ جانتا تھا۔

عشین کیسے کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کے بعد میرے ذہن میں یہ مقصد بند ہی تھی اس میں ہر بات لفظی تا کہ میں لڑکوں کے آوارہ گردوں کے ہی روپ میں پہنچ سکتا ہوں۔ اس لیے میرے لیے مناسب جزیرہ تھی۔

ایک باہر سے روانہ ہنگاموں کے لیے تیار کرنا تھا۔ زدی بار سے میں اب سوچتا ہوں محسوس ہوتا جیسے کوئی بھولی ستری

کہانی ہو جو یاد آگئی ہو۔ نگاہوں میں ایک شکل ابھرتی اور میرے معدوم ہوجائی۔ نہ جلتے نہ زہی کب ملتی۔ نہ جلتے نہ وہ سال میں ہے زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے۔

بہر طور دل خون ہو جاتا تھا جب اس کے بارے میں سوچنا تھا اور اس وقت دلوانی سی طاری ہونے لگتی تھی اپنے آپ۔ بہت سے کاموں کے لیے دل چاہتا تھا لیکن دل مس کر رہ جاتا تھا۔ رقم کا حصول میرے لیے کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔

برائے کیرین نامی ایک چھوٹے ٹیپے کے چھوٹے جھونپے میں چھپ کر میں نے ایک بڑی رقم یعنی تارک سفر کی مشکلات میں وقت نہ ہو۔ عشین کیسے کے بارے میں تفصیلات ہی مانگنے سے معلوم ہوتی رہی تھیں اس دوران طاری بڑھ گئی تھی، بال بڑھ گئے تھے۔ میک اپ جو کیا ہوا تھا وہ خود بخود ہی صاف ہو گیا تھا اور اب میں اپنی اصل شکل میں تھا لیکن اتنی ہندیاں ہو گئی تھیں مجھ میں کہ اب مزید کسی میک اپ کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔

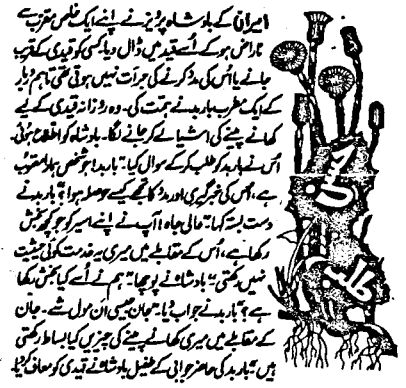
میری شکل دھورت آوارہ گردوں جیسی ہو چکی تھی اور اب کوئی بھی آوارہ گرد مجھے خود میں شامل دیکھ کر کسی جہت کا اظہار نہیں کرنا تھا۔

اس دوران بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی چند ایک سے دوستی بھی ہو گئی جن میں بہرین بھی شامل تھا۔ ایک عجیبہ موندہ لوجان جس کی سوچ خامی بہتر تھی۔

لیکن جب وہ نقشے میں ہوتا تو اپنی کھلی شخصیت سے بالکل مختلف ہو جاتا۔ وہ میرے ساتھ جی لگا رہتا تھا اور میرے تمام کام کو دیکھتا تھا۔

اس بار ہم پھر ایک قصبے میں پہنچے تھے ہرن میرے ساتھ ہی تھا قصبے کا نام جون فراگ تھا۔ خاصہ خوبصورت علاقہ تھا جس میں منزل چاروں طرف بکھرے پڑے تھے ہم کسی بھی جگہ ٹھہر سکتے تھے لیکن میرے ذہن میں کوئی اور ہی مقصد تھا اس لیے میں نے قصبے کی کیسٹنگ کا کام کی کیسٹنگ جگہ کے دامن میں تھی اور توقع کے مطابق یہاں بھی کافی سیاح موجود تھے جن میں لڑکیاں اور مردوں شامل تھے۔

میں نے کیسٹنگ کے بارے میں مختصر معلومات حاصل کیں۔ خیمے وغیرہ کرائے پر مل جاتے تھے اور خریدے بھی جاسکتے تھے۔ بہر طور کرائے پر خریدے حاصل کر لیا گیا۔ بہرین کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا ایک اچھا انسان تھا اور ایک خادم کی طرح خدمت بھی کرتا رہتا تھا۔



ہیں تہذیب کی سزاؤں کے بدلے بدلتے ہوئے قوی کی سزاؤں کی

خیمہ دینے والوں ہی نے اسے نصب کرنے کے لیے مناسب جگہ منتخب کر دی تھی۔ جتنا بڑا ہم خیمے میں فروکش ہو گئے جتنا بڑا لمحے گزار جانے کے بعد بیرن نے حسب معمول سجدہ کی سے کہا۔
 ”جگہ واقعی اچھی ہے۔“

”ہاں؟ میں نے جواب دیا۔ اطراف میں بکھرے ہوئے لوگ زندہ دل نظر آتے ہیں۔“

”زندگی، ان آوارہ گردوں میں زندگی کہاں ہے بیرن؟“
 ”نہیں۔ باس ان کی زندگی اس وقت تک سوتی رہی جب تک ان کے دماغ نشے سے خالی ہوں۔“

”یہ بھی کوئی زندگی ہے جو خود کو جھلا کر حاصل کی جلتے؟“
 ”زندگی تو خود کو جھول جانے ہی کا نام ہے۔ حیثیت اور زندگی اگر ہوش و حواس کی دنیا میں رہو تو پھر تمہارے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔“

”خامسے دیکھے ہوئے معلوم ہوتے ہو؟“

”شاید۔ اس نے جواب دیا اور پھر ایک دم ہنس پڑا۔
 ”کن چکر میں بیٹھ گئے حیثیت اطراف میں دیکھو پڑی اچھی اچھی شکلیں نظر آتی ہیں مجھے کیا تمہیں حسین لڑکیوں سے دلچسپی نہیں ہے؟“

”نہیں۔ بیرن جس انداز تم ان پر تبصرہ کر رہے ہو اس انداز میں نہیں ہے؟“

”مجھے بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں دیکھتا ہوں کہ اچھے چہرے زندگی پر اچھے ناشائستہ چمورتے ہیں۔“

”شاید۔ ویسے ہمارے پڑوسی خیمے میں میرے نہیں ہیں۔“
 ”ہاں۔ شاید؟ میں نے جواب دیا اور بیرن ہنسنے لگا۔
 ”دیر ہم خیمے میں رہے اور اس وقت باہر نکلے جب باہر کسی قدر شہر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ عجیب سا شور مچا رہا ہر نکل کر ہم نے دیکھا آواز پڑوس کے ایک خیمے سے آرہی تھی۔ ہمارے علاوہ شاید کوئی اور اس طرف توجہ نہیں ہوا تھا ہم نے ان سب آوازوں کو سنا۔ وہ لڑکیوں کی آوازیں تھیں۔ دونوں قدر جرجر رہی تھیں۔ بیرن نے مجھے تھرا انداز میں دیکھا۔ ابھی تو شہر کی آوازیں سننے میں ہی ایک سنگریٹ ہی تھی اس لیے اس وقت اس کا دماغ روشن تھا چنانچہ وہ آہستہ سے بولا۔
 ”حیثیت! میرا خیال ہے ہمیں ان غلام لڑکیوں کی مدد کرنی چاہیے۔“
 ”مگر ان پر ظلم کیا ہو رہا ہے یہ تو پتا چلے؟ میں نے کہا اور ہم دونوں اندر پہنچ گئے۔ دونوں لڑکیاں ایک بوڑھے آدمی کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ بوڑھا آدمی ایک پاؤں پر کھڑا ہوا وسیلہ انداز میں کہہ رہا تھا۔
 ”وہ ایک غلام شخص ہے روم اس کی وجہ سے تباہ ہو جائے گا۔ میں روم کی تباہی نہیں چاہتا بہتر یہ ہے کہ ہمیں وقت سے پہلے اس کا بندوبست کر لیتا جاؤ۔“
 ”اوہ۔ بچا۔ پلیر بچا؟ دونوں لڑکیاں طولی القامت بوڑھے کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر رونے کی کوشش کر رہی تھیں۔
 ”میں نہیں رگ سکتا میں نہیں رگ سکتا روم نیرو کی ملکیت نہیں ہے اسے کوئی حق نہیں ہے کہ وہ روم کو جلا کر خاکستر کر دے۔ نہیں ہمیں کچھ کرنا پڑے گا۔ ہم اب نہیں رگ سکتے۔ یہ سر زمین میری ہے یہ سر زمین میری ہے۔“
 ”حیثیت! بیرن نے آہستہ سے کہا۔
 ”دونوں صاحبزادی ہو گیا ہے میرا خیال ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔“
 ”ہوں۔ آؤ دیکھیں لڑکیوں کو کافی پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔“
 ”ہاں حیثیت۔ انسانیت کا اس سے بڑا تقاضا اور کیا ہو سکتا ہے؟ بیرن بولا اور ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے۔
 ”ہاں کیا بات ہے نیرو کے حاشیہ بردار کیا تم میری گرفتاری کا منصوبہ بنا کر یہاں پہنچے ہو لیکن یہ ممکن نہیں ہے نیرو ایک غلام مکران ہے غلام کی تاریخ میں اس کا نام میر فرزند

ہو گا۔“
 ”نہیں۔ سب سے فرزند اس کا نام نہیں ہو گا۔ بیرن نے آگے بڑھ کر کہا۔
 ”ہو گا۔ یہ فرزند میں تربیت دوں گا۔“
 ”میں تمہارا تلمیح میں کر سکتا ہوں کہ تمہارا لڑکیوں نے آہستہ سے کہا اور بوڑھا اپنا جینس مٹھو لے گا۔
 ”تھم! ارے میرا تلمیح کہاں گیا۔ لڑکیوں نہایت نامعقول ہوں تم میرا تلمیح لے کر آؤ میں تاریخ کھینچا جاتا ہوں؟“
 ”دیر گزرتی نہیں۔ بالکل نہیں لاؤ گی تلمیح؟“ بیرن پر بھی شاید لہجہ کچھ زیادہ ہی اڑ کر گیا تھا۔
 ”سنو! نیرو کو شکست دینا کچھ آسان نہیں ہے لیکن میں اسے قلم سے ماروں گا؟“
 ”دکال ہے! بھلا تم سے اسے کیا چوٹ لگے گی؟ بیرن بولا۔
 ”لگے گی کیسے نہیں۔ اگر تم قلم میرے ہاتھ میں دے دو تو میں تمہیں تباؤں۔“
 ”نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں قلم تمہارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔ بیرن بولا اس کا ڈٹ ہو جا یا پھر نا اچھ فرزند تمہارا کچھ ہے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ بھی ایک دم ٹھسک جاتے۔
 ”مگر دونوں لڑکیاں سفید ہو گئی تھیں ادا اب وہ بیرن کو گھور رہی تھیں نیک نے میری طرف بھی دیکھا۔
 ”سنو! تم نے جاؤ وہاں جاؤ نیرو سے کہہ دو کہ روم اس کے باپ کی ملکیت نہیں ہے؟“
 ”تو پھر کسی کے باپ کی ملکیت ہے؟“ بیرن بولا۔
 ”ارے تم میرے باپ کو نہیں جانتے۔“ بوڑھے نے تعجب سے کہا۔
 ”ہاں۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے جانتا ہوں تمہارے باپ کو لیکن روم اس کی ملکیت بھی نہیں ہے؟“ بیرن نے کہا۔
 ”اوہ۔ بیرن! ہوش میں آؤ۔ کیا فضول بکواس لگا رہی ہے تم سے؟ میں سناسے ڈانٹتا۔
 ”نہیں حیثیت! یہ نیرو کو برا کہہ رہا ہے آپ خود سوچیں نیرو زیر دست دونوں میں کسی کا فرق ہے؟“
 ”آپ لوگ آپ لوگ کون ہیں؟ اس لڑکی نے جھپٹی ہوئی نگاہوں سے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔
 ”ہم روم نہیں جلاتے دیکھو یہ فیصلہ کر کے آئے ہیں ہم؟“ بیرن بولا اور گفتگو بڑھا چوٹ لگا۔
 ”تو میں اور کیا کہہ رہا ہوں کوئی جلا کر دیکھے روم کو۔“

اسے لڑکی تمام ماچھیں جھاڑو۔ بوڑھے نے کہا اور لڑکیاں پریشانی سے بوڑھے کو دیکھنے لگیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔
 ”کیا آپ بھی نہیں تھے میری جناب؟“
 ”شاید۔ میں بھی نہیں تھی یہ ہیں ہوں لیکن یہ قصہ کیا ہے؟“
 ”اوہ۔ آپ سیاہی حالت دیکھ رہے ہیں اگر شراب میں کسی قسم کی ملاوٹ ہو تو سیاہی کا ہی حال ہو جاتا ہے کہیں سے غلط ملکی ہے؟“ لڑکی پریشانی سے بولی۔
 ”اور اگر خاص پیٹے ہیں تب؟“ میں نے پوچھا۔
 ”کبھی نشہ نہیں ہوتا۔“
 ”دکال ہے؟“ میں نے شانے اچھلے۔
 ”آپ کے سامنے ہی شاید غلط شراب پی گئے ہیں دونوں مل کر جھگڑا نہ شروع کر دیں۔ بڑا گرم پیا کو بھالنے ہماری مدد کیجیے۔ ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔
 ”مگر ان پر نیرو دیکھا تو کون کون کھلا ہو گیا ہے؟ میں نے پوچھا۔
 ”یہ بہت بڑے تاریخ دان ہیں پینے کے دوران روم کی تاریخ پڑھ رہے تھے؟“
 ”بہت خوب! لیکن خاک کا تو نہیں ہے؟“
 ”نہیں۔ ہاتھ پائی نہیں کرتے۔ آپ کوشش تو کریں۔ لڑکی نے کہا اور میں نے نیرو کو آواز دی تب بوڑھے نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔
 ”اوہ۔ جاسوس۔ جاسوس فریڈ۔ یقیناً یہ اتحادی جاسوس ہے۔ کرنل اسے پکڑو یہ اتحادی جاسوس ہے؟ اس نے بیرن سے کہا اور پھر اپنی کمر بھر کر بولا۔
 ”ارے میری اسٹیشن کج کہاں گئی۔ ارے ارے؟“
 ”وہ کھرا ہے؟“ بیرن نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میرے ہونٹوں پر۔۔۔ بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکی نے بھی اس کا یہ جملہ سن لیا تھا لیکن ان پر کوئی ردعمل نہیں ہوا۔
 ”ارے۔ اسے پکڑو یہ ہماری فوجوں کے راز لے جاتے گا۔ پورٹھارو ہاؤس آواز میں بولا۔
 ”دیکھو اسے گرفتار کر کے آپ کی چھاؤنی لیے چلتا ہوں جنرل آپ بے فکر ہیں؟“
 ”ہاں۔ شاباش ہوشیاری سے حملہ نہ کرو۔ شاباش؟“
 ”یوڑھا خود پیتے رہے بننے لگا اور بیرن میرے پاس پہنچ گیا۔
 ”آؤ حیثیت! اب گرفتار ہو جاؤ وعدہ موقع ہے؟“ اس نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور میری کمر سے ہاتھ لگا دیے۔

» خبردار چلو! پیدل چلو! اس نے کہا اور میں کنگے بڑھنے لگا۔
 بوڑھا ہم دونوں کے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے لڑکیاں۔ چونکہ اس
 دوران وہ دیکھنے کے دروازے سے باہر نکل آیا تھا اس لیے ہم دروازے
 ہی پر اسے دیکھنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔
 خیمہ خاصا کشادہ اور عمدہ سامان سے آراستہ تھا جس سے
 معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھی حیثیت کے مالک ہیں۔ بوڑھا ہمارے
 ساتھ اندر داخل ہو گیا اب وہ گہری نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا
 پھر اس نے بیرون کو مخاطب کر کے کہا۔
 » ادرے۔ تم کون ہو۔؟
 » دروم کے دو ناداروں میں سے ایک ہوں۔
 » دروم۔ یہ دروم کہاں آگھسا ہمارے درمیان؟
 » تو۔ بوچھور بیرون نے تجھ پر اتنا زاریں پوچھا۔
 » او۔۔۔ تمہارا اتنی دروم سے ہے ہمیں اس سے کوئی عزم
 نہیں ہے بہر طور ہم اس شخص سے اتحادی فوجوں کے بارے
 میں معلوم کریں گے؟
 » تو کیا اب آپ کا تعلق جرمنی سے ہو گیا ہے؟
 » تعلق! ہم جرمنی ہی میں پیدا ہوئے۔ ہماری وہیں پرورش
 ہوئی۔ لیکن تم شاید نہیں جانتے ہیں ہم ہلکے فوسے ہیں۔
 بوڑھے نے جواب دیا۔

» جھوٹ بولتے ہو تم ہلکا کوئی لوہا نہیں تھا؟
 » ایسے تم خود ہوئے۔ جب جنگ خاتماً ہو سکتا ہے تو
 تو ہلکا کا لوہا کیوں نہیں ہو سکتا؟ بوڑھے نے بیرون کو گھونسا
 دکھاتے ہوئے کہا اور بیرون کسی سوچ میں ڈوب گیا: ہاں یہ
 تو سچ ہے ہلکا کا لوہا ضرور تھا جنگ خاتماً لوہا کیوں نہیں
 ہو سکتا؟ میں نے خوب سے بیرون کی طرف دیکھا میرا خیال تھا
 وہ بھی مزاح کر رہا ہے لیکن بیرون بھی شاید کھسک ہی گیا تھا۔
 بہر حال اس صورت حال نے تھوڑی دیر کے لیے ذہن
 سے ادا سی اور پریشانی کی گرد صاف کر دی تھی اور مجھے اس
 گفتگو میں دلچسپی آ رہا تھا۔ بوڑھے نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے
 کہا۔

» ہاں۔ اسے گرفتار شدہ قیدی۔ تم ہمیں اتحادی فوجوں
 کے راز بتاؤ تمہاری زندگی صرف اسی میں چھپی ہوئی ہے کہ تم
 اتحادی فوجوں کے بارے میں تفصیلات مجھے بتاؤ؟
 » یو جھیکو یو چنانچا ہتھے ہو۔ بیرون بولا۔
 » اتحادی فوجیں کہاں ہیں؟
 » اس وقت کسی شاہک سینٹر میں شاہک کر رہی ہیں بیرون

نے جواب دیا۔
 » اوہ کیا خرید رہی ہیں؟
 » غائبانہ فیشن کا سامان؟
 » گڈ۔ گڈ۔ لوٹ لٹا لٹا کیا جائے۔ اس فیشن کے سامان
 میں اتحادی فوجیں جرمنی کے خلاف کیا کرنا چاہتی ہیں بوڑھا
 نے کہا۔
 » پتا براہ کرم ہو ش میں نہیں کیا تھا شہنشاہ کا ہے کہ
 نے ہاں میں سے ایک لڑکی لے گیا۔
 » خاموشی خاموشی ضدی معلومات حاصل ہو رہی ہیں؟
 بوڑھے نے کہا اور پھر بیرون کی طرف اشارہ کر کے بولا۔
 » ہاں شہنشاہ رہو جواب دو؟
 » پتہ آپ کو؟ آپ لوگ پتا کا مذاق مت بنا میں؟
 براہ راست ہم سے بولی اور پھر دوسری لڑکی کی طرف رخ کر کے
 بولی۔
 » تم پتہ کو اور پتہ کو ان کا سوچنا بہتر ہے؟
 » اگر وہ نہ سوتے تو پھر یا قاعدہ یا کوئٹہ پر چڑھائی کر
 دیں گے یا اتحادی فوجوں کا تیسرا پتہ چاکر کے دکھ دیں گے؟
 دوسری لڑکی نے کہا اور ہنس پڑی۔
 » تم ہنس رہی ہو پتہ پہلی نے ملامت آمیز آواز میں کہا۔
 » کیوں نہ ہنسوں پتا خود اپنا شہنشاہ بنا رہے ہیں۔
 » تم سب جہنم میں جاؤ پتہ پہلی لڑکی نے کہا اور پتہ کو بڑی
 باہر نکل گئی۔ بیرون خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ میں
 چند ساعت رکھا پھر میں بھی باہر نکل آیا تھا۔ اپنے عقب میں
 نے بوڑھے کی بھرائی آواز سنی تھی۔
 » اوہ۔ اتحادی جاسوس فرار ہو گیا۔ کیا تم اسے پکڑو گے
 نہیں تو جمان؟
 » نہیں۔ میں پکڑو دھکا دھکا مل نہیں ہوں۔ بیرون کی بھرا
 آواز بھی سنائی دی تھی۔
 بہر حال میں وہاں نہیں رکھا اور وہاں سے باہر نکل آیا
 تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ دفعتاً عقب سے آواز آئی وہی لڑکی
 مجھے مخاطب کر رہی تھی۔

» جی فرمائے؟ میں نے پوچھا۔
 » آپ! آپ! میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں؟
 » فرمائے؟
 » کیا آپ اس طرف نہیں گئے؟ لڑکی بولی اس کا اشارہ
 ایک پتھر کی طرف تھا جو وہیں پڑا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے

اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں بہتر
 پر بیٹھ گئے تھے۔
 » وہ میرے پیالہ لڑکی نے کہا۔
 » یقیناً ہیں؟
 » یہ ان کی کمزوری ہے کہ لیسن اوقات بہک جاتے ہیں لیکن
 کسی بیکے ہونے آدی کو تفریح کا ذریعہ بنا لیا کہاں کی شرافت ہے؟
 » واقعی آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہوئی نہیں آپ نے
 دیکھا ہو گا کہ میں اس میں شریک نہیں تھا میرا ساتھی نشتے میں تھا
 » ہاں۔ اور میری بھی بہت بد تمیز ہے شہنشاہ اور کلمنڈری
 ہر چیز میں دلچسپی میں سے خواہ وہ کتنی سنجیدہ کیوں نہ ہو؟
 » بہر طور یہاں اپنے ساتھی کو روک سکتا ہوں؟
 » نہیں چھوڑے۔ پتا خود بھی تو ماشاء اللہ جلتے ہیں؟ اس
 نے نرم لہجے میں کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔
 » پھر جیسے آپ کی مرضی؟ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
 » آپ کا خیمہ کہاں ہے؟ اس نے پوچھا۔
 » آپ کے بائبل سامنے، وہ اس طرف؟
 » اوہ۔ تب تو آپ ہمارے پڑوسی ہوئے؟ وہ مکرانی۔
 » ہاں؟
 » اور کون ہے آپ کے خیمے میں؟
 » بس ہم دونوں ہی ہیں؟
 » وہ آپ کا دوست ہے؟
 » ہاں؟
 » کیا نام ہے آپ کا؟ لڑکی اب کھل گئی تھی اور کسی حد تک
 بے تکلف ہو گئی تھی۔
 » پارکو؟ میں نے جواب دیا۔
 » اور آپ کے ساتھی کا؟
 » اس کا نام بیرون ہے۔ ویسے اپنے اٹلے میڈے نام بتانا
 رہتا ہے اسے جنون ہے؟
 » دلچسپ آدی ہے مگر مجھے بیجا کامرات اڑانے والے بالکل
 پسند نہیں آتے۔ میری بہن کا نام بھی ہے بیٹی مارکوس اور میرا نام
 یو جین مارکوس ہے۔ لڑکی نے بتایا۔
 آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مس یو جین ویسے آپ
 کے پیالے کی حالت کب سے ہے؟
 » بس۔ بس پیالہ کو غنائے کیا ہو گیا ہے عام حالات میں وہ
 اچھے خاصے آدی سے ہے ہیں لیکن بس بہک جاتے ہیں اب میں کیا
 کہوں ان سے؟

» آپ نے کہاں کہاں کی سیاحت کی؟
 » مختلف جگہوں کی میں آئے لوہی اپنی تقریبات کے بارے
 میں بتانے لگا اور پھر میں نے اسے اچھے سے چنے کی پیشکش
 کی وہ بے تکلفی سے اٹھ کر میرے خیمے میں آگئی تھی۔ یہاں بھی ہم
 لوگ کافی ذریعہ باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد جب یو جین
 نے مجھ سے اجازت مانگی تو میں اٹھ کر اس کے ساتھ باہر نکل آیا
 خیمے کے عین سامنے بیرون بیٹھنے کے ساتھ نظر آرہا تھا ان کا رخ
 خیمے ہی کی جانب تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ دونوں ٹھنک گئے اور
 پھر بیٹھنے لگے۔
 » بیسے ادھر بھی وہی کیفیت ہے۔ وہ ہمارے نزدیک پہنچ
 گئے؟
 » جیت۔ یہ لڑکیاں تو بہت دلچسپ ہیں اور ان کے پیالہ
 تو انتہائی نفیس آدی ہیں۔ بیٹھی نے میری دوستی قبول کر لی ہے
 اور مجھے خوشی ہے کہ یو جین تمہارے ساتھ ہے اب یہ سٹار مارکوس
 تو شراب کے نشے میں خما ہے کب تک سوتے رہیں گے چنانچہ ہم
 نے طے کیا ہے کہ یہاں سے نکل کر اطراف کی سیر کر لی جائے۔
 سان انٹونیو کے اس علاقے میں خاصی خوبصورت آبادیاں
 ہیں میں نے یو جین کی طرف دیکھا اور وہ گردن ہلا کر سکڑا دی؟
 » کوئی ہرج ہرج نہیں ہے اس میں چنانچہ ہم ان علاقوں کی

» لیکن آپ لوگ اس کمپنگ میں ان آوارہ گروں کے ساتھ
 یہاں آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟
 » تفریح۔ سیر و تفریح۔ ہم سیاحت کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔
 » خوب۔ بہر طور آپ سے مل کر خوشی ہوئی مس یو جین۔
 » آپ سے تو ملاقات ہوئی رہے گی؟
 » کیوں نہیں بشرطیکہ آپ پسند کریں؟
 » نہیں آپ کے بارے میں، میں کہہ سکتی ہوں کہ آپ مجھے پسند
 آئے ہیں نرم مزاج اور خوش اخلاق لوگ مجھے ہمیشہ متاثر کرتے
 ہیں۔ میں خاموشی سے گردن ہلانے لگا دفعتاً وہ بولی۔
 » آپ شادی شدہ ہیں مسٹر پارکو؟
 » نہیں؟
 » اور آپ کا ساتھی؟
 » میرا خیال ہے وہ بھی شادی شدہ نہیں ہے۔ میں نے
 جواب دیا؟
 » آپ نے کہاں کہاں کی سیاحت کی؟
 » مختلف جگہوں کی میں آئے لوہی اپنی تقریبات کے بارے
 میں بتانے لگا اور پھر میں نے اسے اچھے سے چنے کی پیشکش
 کی وہ بے تکلفی سے اٹھ کر میرے خیمے میں آگئی تھی۔ یہاں بھی ہم
 لوگ کافی ذریعہ باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد جب یو جین
 نے مجھ سے اجازت مانگی تو میں اٹھ کر اس کے ساتھ باہر نکل آیا
 خیمے کے عین سامنے بیرون بیٹھنے کے ساتھ نظر آرہا تھا ان کا رخ
 خیمے ہی کی جانب تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ دونوں ٹھنک گئے اور
 پھر بیٹھنے لگے۔
 » بیسے ادھر بھی وہی کیفیت ہے۔ وہ ہمارے نزدیک پہنچ
 گئے؟
 » جیت۔ یہ لڑکیاں تو بہت دلچسپ ہیں اور ان کے پیالہ
 تو انتہائی نفیس آدی ہیں۔ بیٹھی نے میری دوستی قبول کر لی ہے
 اور مجھے خوشی ہے کہ یو جین تمہارے ساتھ ہے اب یہ سٹار مارکوس
 تو شراب کے نشے میں خما ہے کب تک سوتے رہیں گے چنانچہ ہم
 نے طے کیا ہے کہ یہاں سے نکل کر اطراف کی سیر کر لی جائے۔
 سان انٹونیو کے اس علاقے میں خاصی خوبصورت آبادیاں
 ہیں میں نے یو جین کی طرف دیکھا اور وہ گردن ہلا کر سکڑا دی؟
 » کوئی ہرج ہرج نہیں ہے اس میں چنانچہ ہم ان علاقوں کی

سیر کو محل پر سے اسی چھوٹی سی آبادی کی خصوصیت اس کے دیدہ زیب مکانات تھے پرسکون اور مہولوں سے لے کر بونے ان مکانوں کی طرز تعمیر انتہائی خوبصورت تھا تقریباً سب ہی کے سامنے چھوٹے چھوٹے احاطوں میں باجھگے ہوئے تھے۔ آبادی کے بچوں بیچ ایک چھوٹی سی پرسکون ندی بہ رہی تھی جس پر لوہے کی سلاخوں کی خوبصورت پل بنے ہوئے تھے پلوں کے ساتھ پانی کی سطح کے قریب پن چکیاں درواں تھیں۔ جہاں قصبے کی آبادی ختم ہوتی تھی وہاں سے جو کہ کھیت شروع ہو جاتی تھے اور کھیتوں سے برے بہاؤ کی سلسلے نظر آ رہے تھے جن کی چوٹیوں پر نیل گوں مائل رنگ بھی ہوتی تھی۔

پہر کھیتوں کے درمیان ایک تنگ سی بگڑا ہڈی سے گزرتے ہوئے گائے بڑھتے رہے دونوں لڑکیاں بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ ہمارے درمیان خاصی بے تکلفی ہوئی تھی اور ہم اس طرح آپس میں گل گل گئے تھے جیسے صدیوں کے ساتھی ہوں یو جین نے آہستہ سے کہا۔

”پار کو کیا تم نے پہلے یہ علاقہ نہیں دیکھا؟“
”نہیں اس سے پہلے میں اس طرف نہیں آیا“

”یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت نہر ہے جو اس پرسکون ندی سے نکالی گئی ہے اس طرف کا علاقہ بے خوف و بے ڈر ہے آؤ اس طرف چلتے ہیں۔ میں خاموشی سے اس کی اس خواہش پر عمل کیا اور ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔ بیرن اور مینی باجھ سے کافی دور چلے گئے تھے بلکہ شاید انہوں نے جان بوجھ کر رخ بدل لیا تھا۔

نہر کے دوسرے کنارے پر کافی دور تک مٹی کا پتھر پھیلا ہوا تھا درختاں اس پتھر کے عقب سے ہر نہرے وادی برآمد ہوتے ہوئے دیکھے وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے پتھروں پر چڑھا آئے نہر کی طرف اترنے لگے ان کا رخ ہماری ہی جانب تھا چہرہ ان کی نگاہ ہم پر پڑی تو وہ ٹھٹھک گئے نامزدانی تھا۔

لیکن میں نے اتنا مزہ درد کھ لیا تھا کہ انہوں نے ایک دوسرے کو کوئی اشارہ کیا تھا یہاں اطراف میں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے اس لیے مجھے ان کی یہ اشارہ بازی عجیب سی لگی میں نے بغور انہیں دیکھا ان میں سے ایک تو اچھے خاصے قد و قامت کا آدمی معلوم ہوتا تھا اور دوسرا کسی قدر نسبت قد تھا۔

پست قد آدمی لیے آدمی کی نسبت زیادہ مضبوط معلوم

ہوتا تھا اس کا بدن گنٹسے ہی کی طرح پھیلا ہوا تھا اس نے اپنی جیکٹ کی آستین پڑھا رکھی تھی اس کے بال شانوں سے نیچے بکھرے ہوئے تھے دراز ہی تھی جو تھوڑی سے شروع ہو کر خاصے نیچے ٹھگ گئی تھی اداس کے بال گونگرا لے گئے۔

دوسرا دراز قد آدمی ذرا بہتر لباس میں تھا اس کی ٹوپی بہت چمڑی چمڑی تھی جس میں چند نمات وہ ہماری طرف دیکھتے رہے پھر آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگے یو جین کو بھی شاید اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ ہماری طرف آ رہے ہیں چند لمحوں کے بعد وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر پہنچ کر روک گئے۔

وہ دونوں میری طرف نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ ان کا رخ یو جین کی طرف تھا اور ان کی آنکھوں میں بڑی گندگی نمایاں تھی۔

”ایلو ان میں سے ایک نے کدوہ لے لی ہے کہا یو جین بدحواسی ہو کر کھجے دیکھنے لگی تھی۔
”ہلو میں نے آگے بڑھ کر کہا لیکن اس شخص نے میری طرف دیکھے بغیر۔ مجھے بات سے کچھ بھاننے کی کوشش کی لیکن وہ مجھے اپنی جگہ سے ہلانے میں ناکام رہا تھا۔
تب وہ جو تک پڑا۔ اور اس کا رخ بدل گیا۔
”کون ہے یہ تمہاری باس نے کہا۔
”میری نہیں تمہاری ہے وہ میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

”ادوہ عقل آگئی تمہیں؟“
”یہ نہیں پوچھا تم نے کہ یہ تمہاری کیل ہے؟“
”کیا ہے۔؟ اس نے سوری کہا

”تو میں نے جواب دیا۔
”غلط۔ تو اتنی خوبصورت نہیں ہوتی۔
”اندازہ لگا جا رہے ہو؟“
”ہاں کیوں نہیں۔ اس نے کہا لیکن جملہ پورا ہونے سے پہلے میں نے اس کے جھڑپے پر گھومنا سر دیکر دیا تھا اور یہ گھومنا میں نے اس کے تن کو خوشی کا اندازہ دیکھتے ہوئے مارا تھا۔
وہ اچھل کر پیچھے جا پڑا اس کے سامنے نے میری سے چاتو نکال لیا تھا یو جین کی چیخ نکلی تھی میں سہل کر ہلٹا اور اب اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس سے لڑوں۔
راجہ نمازا مغرب بھی کر رہا تھا وہ نہیں تھا وہی کے ہارنے اسے بڑھا کر دیا تھا۔ درندہ باسی اس کے نس میں بھلیاں کوئی تھیں۔ آج میں وہ پہلے کی مانند جنگ کر سکتا تھا۔

میں نے ان دونوں کی بٹائی شروع کر دی۔ جاتو والے نے پھر پر اڑ کیا میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال کر اسے الٹ دیا اور پھر اس کی کمر پھانسی زوردار لات رسید کی کہ وہ اچھل کر ڈور تک تلخا بڑیاں کھاتا چلا گیا اس دوران دوسرا اچھل پڑا ہوا تھا۔ لیکن اسے امید نہیں تھی شاید کہ میں اتنی چھرتی سے اسے دوبارہ زمین چٹا دوں گا۔ میں نے پوری توجہ اس شخص پر مرکوز کر دی اور مار مار کر اس کا ہلیہ خراب کر دیا۔

یو جین حیرت سے منہ چھاڑے میری ان کوششوں کو دیکھ رہی تھی۔ اور جب تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں نالارہ کر دیا اور وہ لڑا سکتے ہوئے لڑا کھڑے ہوئے وہاں سے فرار ہو گئے تو یو جین آہستہ آہستہ چل کر میرے نزدیک پہنچ گئی اس کی آنکھوں میں تشکر کے جذبات تھے اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارا یہ تیار پ بھی میرے لیے تعجب خیز ہے؟“
”تیار پ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا؟“
”عام حالات میں تم ایک نرم و نازک سے انسان نظر آتے تھے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس طرح دوشلنگ آدمیوں کے لیے مصیبت بن جاؤ گے۔“

”یو جین تم میری ساتھی ہو۔ پھر یہ فرضی عائد ہوتا ہے کہ میں تمہارا تحفظ کروں؟“
”اس کی کچھ وجوہات ہیں یو جین؟“
”دیکھاؤ اس نے سوال کیا۔“
”میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جس میں خواتین کا یہ حصہ احترام کیا جاتا ہے شاید تمہارا اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو گی؟“

”ہاں۔ شاید میں نے آہستہ سے جواب دیا لہجہ دیکھ کر ہلکا تھا۔
”کیوں کیا بات ہے یو جین۔ تم کو کبھی سی ہو گئی ہو۔“
”نہیں۔ یہ بات نہیں ہے بس یو جین مجھے خدشہ آ گیا تھا کہ ہمارا تحفظ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پاپا کو تم دیکھ چکے ہو وہ ایک لے کار سے انسان ہیں ہمارے لیے کیا وہ خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے ہیں لوگ بس یوں کھوکھریاں لے لے لے گھر بار چھوڑ کر آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہیں۔ میں خاموش ہو گیا مجھے اس کے دکھ کا احساس ہو گیا تھا یہ بالکل درست تھی اسے اداس ہونا چاہیے تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بیرن اور مینی سے جا ملے وہ دونوں خوش نظر آ رہے تھے ہمارے ساتھ جو واقد پیش آیا تھا اس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا پھر کیمپنگ میں مانیسی ہو گئی بیرن بہت خوش نظر آ رہا تھا کہنے لگا۔

”جیت۔ یہ لڑکیاں تو خاصی خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں مینی نے مجھے پیش کش کی ہے کہ میں اس کے ساتھ ہی وقت گزاروں اور جیت میں غموں سے بھرنا ہوں کہ یہ لڑکیاں واقعی کسی سہارے کی ضرورت مند ہیں تو میری سوچتا ہوں کہ کیوں انہیں سہارا دے ہی دوں؟“

”اچھا آئیے یا ہے بیرن اگر مینی تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے تو میرا خیال ہے تمہیں اس کا ساتھ دینا چاہیے؟“
”تمہاری طرف سے آلاجات ہو تو بیرن نے کہا۔
”ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں میں نے جواب دیا اور بیرن خوش ہو گیا۔

میرا اس کا ساتھ ہی کیا تھا بس وقت گزاری کے لیے ایک آدمی مل گیا تو میں نے اسے قبول کر لیا تھا بیرن رات ہی کو چلا گیا مجھے اب اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی کہ وہ کس طرح وقت گزارتا ہے۔

بلکہ میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ میں یہاں سے ہٹ ہی جاؤں اس طرح کم از کم مجھے ان کے دکھوں کو برداشت تو نہ کرنا پڑے گا۔ بے چاری لڑکی تھانے کس تصور کے تحت اس نے مجھ سے اپنے بارے میں تفصیل بتائی ہے۔

جتنا پتہ میں نے وہ جگہ رات ہی کو چھوڑ دی اور وہاں سے کافی فاصلے پر ایک جگہ قیام کیا یہ کیمپنگ بھی خاصی دلچسپ تھی چھوٹے چھوٹے منشیات کے اڈے بنے ہوئے تھے جہاں آوارہ گردوں کے لیے برتنے تھیا ہو جاتی تھی رات گزارنے کے لیے اب میرے پاس کوئی خیمہ نہیں تھا چنانچہ میں نے ایسے ہی ایک اڈے کا رخ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

منشیات کے دعوں سے پورا ماحول لپٹا ہوا تھا چاروں طرف لنگھنے نظر آ رہے تھے ہلکی ہلکی موسیقی بھری ہوئی تھی نشتے میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی بدست آوازیں بدست نشتے چاروں طرف بھر رہے تھے میری جانب کسی نے توجہ نہیں دی یہاں بے شمار آوارہ لوگ موجود تھے اور کوئی نیز خال نہیں تھی۔

بہت سے لوگ دیواروں سے ملے ہوئے نشہ آور اشیا سے شغل کر رہے تھے میں بھی ایک دیوار سے جا ٹکا اور ایک

ویرٹ میرے پاس پہنچ گیا۔
 ”کیا پیش کروں؟“ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔
 ”بس سرویرٹ انٹینشن ہو گیا؟“
 ”کچھ نہیں۔ یہ تمہارا انعام ہے۔ میں نے کہا؟“
 ”اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ آپ فارغ ہو چکے ہیں؟ ویرٹ نے حیرت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا لیکن اتنی دیر میں میں دوسرا نوٹ نکال چکا تھا۔
 میں نے دوسرا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ کر ایک نشا آور شے طلب کی جب یہاں آ گیا تھا تو اتنا غیر متعلق نہیں رہنا چاہیے تھا کہ کسی کو شبہ ہو جائے۔
 ویرٹ ہلایا گیا اور چند لمحات کے بعد وہ میری مطلوبہ شے لے آیا۔

میں نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا اور ویرٹ وہاں سے آگے بڑھ گیا اتھوڑی در تک میں ادرہ ادرہ دیکھتا رہا اور پھر میں نے اس نشا آور سیال کو آہستہ آہستہ پیجے گا ناشروع کر دیا۔
 بدست آثارہ گردوں کی یہ مستیاں بڑھتی جا رہی تھیں ان میں سے ایک نے میز پر گڑھے ہو کر رقص کرنے کی کوشش کی تو وہ آدمی آگے بڑھ آئے دونوں ہی صورت سے خوفناک نظر آ رہے تھے وہ لوگوں کو ہنساتے ہوئے رقص کرنے والے کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر انہوں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔
 ”بس اب تمہارے اندر گھماش نہیں ہے اس لیے باہر نکل جاؤ۔“

”ہائے ابھی تو سفیدی سیاہی میں تبدیل ہی نہیں ہوئی مجھے مدہوش ہو جانے دیتے ہیں ڈو باہو انھیں چلنے لگا لیکن ان لوگوں نے اسے ہاتھوں پر اٹھایا اور باہر پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اندر آ گئے تھے پھر ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”کوئی آؤٹ ہوئے کی کوشش نہ کرے ورنہ اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔ ایک لمحے کے لیے کیلپوں جیسی بیٹھنا ہٹ سٹی اور اس کے بعد لوگ پھر اپنے اپنے مشاغل میں گم ہو گئے۔ میں دوردیدہ لگا ہوں سے اس پورے ماحول کو دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں ہوک سی اٹھ رہی تھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی آخر میں اب کوئی قدم اٹھاؤں تو کس طرح کیا کرنا چاہیے تھے۔
 عین کیمپ کے بارے میں مجھے پتا چلا تھا کہ ترلوکا یہاں

مل سکتا ہے لیکن ابھی تک مجھے اس کا کوئی نشان نہیں ملا تھا میں ہر قیمت پر اسے تلاش کرنے کا خواہش مند تھا۔
 ذہن پر جنون سا سوار ہونے لگا دل جا ہا کہ یہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو قتل کر دو ان میں سے کوئی بھی مجھے ترلوکا کا پتا نہیں بتا رہا۔ یوں ہی ذہن پر بوجھل پن سا طاری ہو تا چلا گیا اور پھر میرے اندر ایک نئے انسان نے جنم لیا۔ میں نے سوچا کہ کچھ کرنا ضروری ہے۔ خواہ کچھ ہی ہو۔
 چنانچہ چند لمحات کے بعد میں نے اس ویرٹ کو اشارہ کیا جو ابھی ابھی مجھے سیال کی پیالی فراہم کر کے گیا تھا ویرٹ میرے نزدیک پہنچا تو میں نے ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔
 ”اور جا بیٹے لارڈ! اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ”نہیں۔ میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں؟“
 ”کیسی معلومات؟“ اس نے نوٹ دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک اور نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا تو ویرٹ کے حواس درست ہو گئے وہ انٹینشن ہو کر کھڑا ہو گیا۔
 ”کہنیے کسی معلومات درکار ہیں آپ کو؟“
 ”مجھے اس عظیم ہستی کی تلاش ہے جو لوگوں کے دلوں سے ڈر کر دور کر دیتی ہے جس کا درس ہم جیسے انسانوں کے لیے بہت عظیم ہوتا ہے؟“
 ”اوہ۔ آہ۔ ترلوکا۔ عظیم ترلوکا کی بات کر رہے ہیں آپ شاید؟“

”ہاں یہی مقدس نام مجھے یہاں تک کھینچ کر لایا ہے یہی عظیم نام میری توجہ کا مرکز ہے؟“
 ”ترلوکا کسی ایک جگہ نہیں ہوتا اس کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟“
 ”لیکن میں نے سنا ہے کہ یہاں اکثر اس کا دیدار ہو جاتا ہے؟“
 ”ہاں تم ٹھیک کہتے ہو ان دونوں وہ ہیں موجود ہے؟“
 ”آہ۔ مجھے اس سے پٹنے کے لیے کیا کرنا ہو گا؟“
 ”اس سے کسی طرح کا پتا نہیں جا سکتا میں انتظار کرو کہ وہ درس دینے کے لیے منظر عام پر آئے اور تم اس سے مل لو۔“
 ”ایسا کب ہوتا ہے؟“
 ”کوئی وقت نہیں پٹے کیا جا سکتا میں وہ اچانک ہی ذوان کی تلاش میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے نمودار ہوتا ہے انہیں زندگی کا سبق دیتا ہے اور پھر کہیں رو پوٹھی ہوتا ہے۔ میں نے جیب سے کچھ نوٹ اور نکالے اور ویرٹ کی طرف بڑھائے

ویرٹ نے شوک دیکھتے ہوئے ان نوٹوں کو دیکھا اور اس کے لرزے ہوئے ہاتھ نوٹوں کی جانب بڑھے لیکن میں نے انہیں مٹھی میں بیٹھ لیا۔
 ”تم اس سلسلے میں میری مدد کرو گے اور یہ نوٹ تمہاری جیب میں ہوں گے؟“
 ”دم میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ لارڈ! میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
 ”مجھے کوئی ایسا نام بتاؤ۔ کوئی ایسا پتا بتاؤ جس کے ذریعے میں ترلوکا تک پہنچ سکوں؟“
 ”آہ۔ مگر زوتھیں اس کا موقعہ کیوں فراہم کرے گا وہ اپنی مرضی کا بادشاہ ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہے وہ؟“
 ”فی زو کون ہے؟“

”اوہ۔ وہ تمہیں گری جاؤ میں مل جائے گا۔ گری جاؤ ایک نشا آور ہے وہاں جا کر تم ٹیزو کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ٹیزو کے اطراف میں جو لوگ پھیلے ہوئے ہیں وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ یہ مشورہ جانتا جا رہے ہیں کہ اسٹرم ٹیزو سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟“
 ”خواہ میں انہیں یہ بتا دوں کہ میرا مقصد کیا ہے پھر بھی؟“
 ”ہاں ترلوکا سے آسانی سے ملاقات نہیں کی جا سکتی ٹیزو کے علاوہ میں تمہیں کسی اور کا پتا نہیں بتا سکتا۔ میں نے ٹیزو کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں گری جاؤ کا پتا پوچھا اور کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔

اس کا مقصد ہے کہ کچھ کام بن سکتا ہے اگر میں ٹیزو کو ترلوکا کا پتا بتانے کے لیے مجبور کروں تو شاید شاید میری تقدیر کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے وہ نوٹ ویرٹ کو دینے اور پھر آہستہ آہستہ ٹھٹھاتا ہوا یہاں سے باہر نکل آیا۔
 میرے ذہن میں اب تک سبک رہی تھی بس یوں ہی آوارہ گردی کرتا رہا بہرین یا یو جین وغیرہ کی طرف جانے کا تصور بھی میرے ذہن میں _____ تھا یہ لوگ ذہن کو بوجھل کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کسی ایسی ویران سمت کا رخ کیا جہاں سکون کے چند لمحات گزار سکوں۔

گری جاؤ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھی وقت چاہیے تھا اور دوسری میج سے اس کا آغاز کرنا چاہتا تھا تاکہ ٹیزو اور گری جاؤ کی مکمل تفصیل میرے علم میں آجائے۔

ایک جگہ میں نے جمع دیکھا یہاں کچھ لوگ رقص و موسیقی میں مصروف تھے بس خواہ خواہ ہی قدم اس جانب اٹھ گئے تھے لیکن یہاں پہنچتا میری زندگی کا ایک اہم مرحلہ تھا ان لوگوں کے درمیان میں نے ایک شخص کو دیکھا ایک بے ہنگم شخص کو جو گٹار پر ایک اٹھی سیدھی دھن بجا رہا تھا، ایک ایسی دھن جس کا کوئی سرا ہاؤں نہیں تھا اور وہ آواز گرد اس پر قہقہے لگا رہے تھے۔ لیکن میں نے ہزاروں لوگوں میں اس شخص کو پہچان سکتا تھا ہاں لاکھوں انسانوں میں، میں اس کی شناخت کر سکتا تھا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کیا یہ وہی ہے۔ کیا یہ واقعی وہی ہے۔ یہ میرا دوست سردارے تھا۔ میرا عزیز ترین دوست۔



انکھوں پر لقیں نہیں آ رہا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سردار سے کبھی اس طرح اجناک بہاں ملے سنا ہے لیکن جو کچھ دیکھ رہا تھا اسے نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا وہ کرار ہی تھا سو فیصدی سردار سے وہی رنگ و روپ وہی انداز وہی ڈھنگ سبھی بنا ہوا تھا لیکن اس میں نمایاں نظر آیا تھا جس نے اپنے جوش و خروش کا تمام قابو لیے اور گستاخانے کا غم ختم ہو جانے کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے غم نہ کر دیا اور دل نہ بھیجائے وہاں سے دل واپس بیٹ بڑا بچی اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے جب وہ وہاں سے کافی دور لڑی تیرے پیچھے گیا جہاں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے تو میں نے تیری سے اس کا پتھا لیا اور اس کے نزدیک پہنچ کر روک گیا سردار کے کسی کے ذمروں کی آہٹ محسوس کر کے خودی کھڑا ہو گیا تھا لیکن میرے چہرے کو وہ پہچان نہیں سکا تھا وہ خالی خالی لگا ہوں گے تھے دیکھ رہا تھا میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اب مجھے اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ سردار سے ہی ہے چنانچہ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت کسی قسم کی ادھار کی گرائی نہ مقصد تھا دوسرے لمحے میں اس سے لپٹ گیا کچھ اس طرح پٹا تھا میں اسے کہ گستاخ سردار کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ لکھلائے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگا تب میں نے زندگی آواز میں کہا۔

”سردار سے یہ میں ہوں راجہ نواز امیر“ اس کی حالت مجھ سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو اس طرح پہچنے رہے جیسے ابھی جانا نہ ہوں گے۔ کانی ڈبرنگ ہمارے دل کے دھڑکنے ایک دوسرے سے ہم آہنگ رہیں اور پھر سردار سے آہستہ سے علیحدہ ہو گیا۔ وہ عجیب لگا ہوا ہوں گے مجھ سے دیکھ رہا تھا چہرے نے آہستہ سے کہا۔

”خاتمہ کسی بھی کیفیت میں ہے شکل تو دکھا دے میں نے مسکرا کر کہا۔

”سردار سے بیک اپ اتارنے میں ذرا وقت ہوگی خاصا مضبوط ایک آپ ہے لیکن تم چہمٹتے تو سے مجھے دیکھ سکتے ہو“

”ہاں میں تیری آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں راجہ نواز امیر تو میرے ساتھ آؤ۔“ اس نے کہا اور ہم دونوں ایک سناٹا گوشے کی طرف چل پڑے یہاں ایک چھترہ بیچ کر ڈالنے سے ہماری شکل دیکھی اور ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گیا میں نے بھی اسی گرجوٹی سے اس کی محبت کا جواب دیا تھا۔ سردار سے مل کر میرے روشن رویوں میں خوشی کی لہریں دوڑ گئی تھیں ڈبرنگ کا ہم جلدیات میں کھوئے رہے پھر میں نے کہا۔

کر لیا تھا۔ سردار سے کی جذباتی کیفیت کا مجھے اچھی طرح اندازہ تھا اپنے دوست کے مل جانے سے جو تڑپتے تھے تعجب ہوئی تھی اس نے غصہ جیڑ دیا کہ میرے ذہن سے تمام کیفیتیں دھو ڈالی تھیں۔ کانی ڈبرنگ ہم مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے پھر سردار سے نے کہا۔

”مجھے تو یہ ساری صورت حال معلوم ہو گئی ہے یہ بتاؤ میرا کئی کا پتہ چلایا نہیں۔“

”ابھی تک نہیں؟“

”کچھ تو معلوم ہوا ہوگا؟“

”ہاں صرف یہ کہ اس کے خاتون میں تروکا کا ہاتھ ہے اور تروکا یہاں اس علاقے میں موجود ہے۔“

”اوہ۔ وہ بدعاش زندہ ہے ابھی تک۔؟“

”ہاں۔ نہ صرف زندہ ہے بلکہ اب اس کی تنظیم پہلے سے کہیں زیادہ طاقت ور ہے۔“

”تو پھر میری لکھ لوانا کر ہم دونوں آدمی مل کر سے اور اس کی تنظیم کو فنا کر دیں گے۔ یہ ہمارا عہد ہے۔“

”تو کیا ہے سردار سے میری ہمت ٹوٹ گئی ہے میرے وجود کی طاقت ہزاروں گنا بڑھ گئی ہے۔“

”لیکن اس کے باوجود ہمیں پوشش باری سے کام لینا ہوگا نواز“

”کوئی پوشش ہی نہیں ہے صرف اندھے اقدامات کرنے ہوں گے قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیں گے ہم اتنی تباہی چھیلنا نہیں گئے کہ تروکا کے نقصان سے باہر ہوگی۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ایسا ہی ہوگا میرے بار ایسا ہی ہوگا“ سردار سے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر لولا اور پھر ہم دہنیا جہان کی باتیں کرتے رہے میں نے اسے اب تک کی تمام کاروائیوں کے بارے میں بتایا اور سردار سے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”تو بھائی کی بیخود ہو گئی نے تجھیں دزدہ بنا دیا ہے تجھیک ہے آج کل دینا صرف کوئی کی زبان سمجھتی ہے لیکن اب تمھارا دنیا اٹھا رہا ہوگا۔“

”سردار سے مجھے وہ نام معلوم ہونے ہیں گتہاؤ، ایک نشیات کا اڈہ ہے اور تروکا ہاں کا سردار، چہرے کے بارے میں یہ بت چلے ہے کہ وہ تروکا کے بارے میں تمام حقیقتوں سے واقف ہے۔“

”تو پھر ہم سے دیکھ لیں گے۔ سردار سے یہاں اور ہم لوگ گتہاؤ کے بارے میں سلسلہ گفتگو کرتے رہے۔

دوسرے دن ہم نے اس سمت کا رخ کیا جہاں گری جاؤ واقعہ تھا کہ کچھ عرصے میں واقعہ تھا وہاں سے کانی ڈبرنگ

پر تھا اور یہ باقاعدہ مٹی تھی جس میں کشادہ سرکس اور ٹولہ پورے مکانات چھپے ہوئے تھے اس مٹی کا نام گری تھا وہ مجھے گری جاؤ کے بارے میں معلومات نہیں ہو سکی تھیں اس لیے مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی گری جاؤ یہاں سے کانی ڈبرنگ پر ایک آبادی میں ہے گری تھا، ٹاؤ ایک نوجوان پھر تھا جہاں زندگی کی تمام بد بھڑکیں موجود تھیں، ہم نے گری جاؤ کا معاشرہ کا کلی اور سے کی عمارت میں موجود لفظ ہر ایک بار لفظ آنا تھا لیکن مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ یہاں سے بازدوں کا اڈہ ہے اس کے اطراف میں بھی آوارہ گردوں کے گھوم پھیلے ہوئے تھے پھر باقی وقت، تیروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے گریجا اور لکھنا پڑا، پھر مجھنے کے اندر اندر ہم نے تیروں کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر لی تھیں۔ تیروں سے لفظ خانے کا مالک بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ تروکا کا نام پر اپنے مریوں میں تروکا کی تعلیمات کی تبلیغ بھی کرتا تھا وہ ایک راہب نما آدمی تھا، لے چور سے بدن کا مالک اور انتہائی سفاک و خود بخوار چوروں کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ خامی و سبب تھیں سردار سے ناسے بہت سی کہانیاں دی تھیں پھر اس نے کہا۔

”کہاں جہاں سے جیتے، یہ کیوں ناس لگے کہہ لو کل ویرت کر دیا جائے۔“

”ہاں تیری کہنا ہے گا۔ لیکن اس سے پہلے میں ذرا اس سے کچھ اور صاف صاف بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔“

”تو کچھ کہاں ملاقات کرو گے اس سے؟“

”میرا خیال ہے اس کی اس عبادت گاہ میں جہاں وہ تروکا کی تعلیمات کا پڑھا کر رہا ہے۔ لیکن سردار سے ہم دونوں کو الگ رہنا ہوگا اور بتاؤ کہ کیا تم اگلے دہترہ دیکھتے ہو؟“

”نکرے کر وہ جیت۔ تمام تیار رہاں مکمل کر کے آہوں۔“

”نئے نئے گاڑی کی طرف اشارہ کیا جس میں بیچ کر ہم گری جاؤ تک پہنچتے تھے۔

”اس گاڑی میں ایک پورا اسلحہ ناموجود ہے ضرورت کی کوئی چیز طلب کرو، میں تجھیں پیش کر دوں گا۔“

”مگر تم یہ کہاں سے لائے؟“

”یہاں امریکہ کے لئے کے بعد میں نے یہ گاڑی تیار کرانی تھی بہت کچھ سوچنا اور گتہا ہاں جیف اس بارے میں اب تجھیں لکھنا ہے کیا بتاؤں، میں نے حسین، مینزنگا ہوں سے سردار سے کو کچھ اور پھر ہم عبادت گاہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس عبادت گاہ کا ہم نے بہت اچھی طرح جائزہ لیا۔ یہاں اس وقت تمام دروازے بند تھے اور ان کے کھلنے کا وقت شام کا تھا چنانچہ ہمیں شام کا انتظار

کرتا تھا کافی دیر تک ہم لوگ ادھر ادھر گھومتے رہے اور پھر شرم کو ٹھیک ساڑھے چھ بجے ہم عبادت گاہ کے سامنے والے دروازے پر پہنچ گئے۔ دو دروازے بعد نگران موجود تھے انھوں نے جموں پر ٹھیک تم کو گیارہواں پہن رکھا تھا گھنٹے ہونے سروں پر چوٹیاں نظر آ رہی تھیں اور دور دروری سے بہت جیل جانا تھا کہ میرے کرشنا ہارے لڑائی کے رنگ ہیں میں سردار سے الگ بہت کر رہتا ہوں اور دروازے کی جانب پہنچ گیا۔ ہرے کرشنا ہارے راما کرناک کے پیر کو دلوں کی بہت تعداد تھی یہاں پر یہ لوگ دروازے سے اندر جارہے تھے قریب پہنچ کر گھنٹے احساس ہوا کہ نگران اندر ملنے والوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہیں اس کا مطلب تھا کہ وہاں ملنے والوں پر ہی پوری پوری نگاہ رکھی جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد جب میں آگے بڑھا تو وہ دو دلوں ہی کسی دیوار کے طرز پر میرے سامنے آ گئے۔

”تم نہ مختلف شکل اور مختلف لباس کے مالک ہونا اندر کہاں جا رہے ہو۔“
 ”کیوں یہ کہاں اس اور شکل و صورت عظیم تر لوگ کی تعلیمات کے حصول کے لیے سونا سنا ضروری ہے۔ میں اندر جانا چاہتا ہوں۔“
 ”لیکن تم نہ کسی اور کے ساتھ نکلے ہو۔“

”ہنہیں۔“
 ”تو پھر تم اندر نہیں مانتے۔“
 ”باقی لوگ کیوں جا رہے ہیں۔“
 ”یہ تر لوگ کے مرتبہ ہیں۔“

”میں بھی اس کا پورا نام نہیں ہوں۔ میں نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گیا وہ لوگ ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھتے سے اور پھر خاموش ہو گئے میں تیز رفتار سے آگے بڑھتا ہوں اور اندر پہنچ گیا اور ایک تنگ سی راہداری سے گزر کر ایک اور کچھ پہنچ گیا یہاں کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے اور انے والوں کو باری باری اندر بھیج رہے تھے کافی پرانے ماحول تھا مجھے حیرت تھی کہ کس طرح بہتر ہونے اس ماحول کو کیوں کہا تھا۔ میں اندر پہنچ گیا اور ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔ جہاں میں شمارا دو دو گھومتے، لوگ اپنی اپنی کرسیاں منجھال رہے تھے ہال میں ہزاروں کی تعداد میں کرسیاں موجود تھیں ٹھیک دو سو تیسے ہال کے عقبی حصے کا دروازہ کھلا اور ایک طویل اقلانت آئی جو گروا لباس میں ملیوں تھا گھنٹے ہونے مسکا مالک تھا اور اس کے گھنے میں میں قسم کی مالٹا پڑی تھی اندر آنا ہوا نظر آیا۔ میں نے غیب سی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا تھا جب میں نے ادھر ادھر دیکھا سردار سے نظر نہیں آ رہا تھا شاید اسے اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا اور وہ اندر پہنچنے پہنچے سکا تھا۔ بہتر ہونے آتی جا کر سب کو عجیب و غریب دعووں

سے نوازنا اور بھلائی جو اس کرنے لگا۔ وہ عظیم تر لوگ کے بارے میں بتا رہا تھا اور اس کی تعلیمات کی پیروی کر رہا تھا جتنے کئی دہرہ وہی یہی بیوی بھتیجی جاری رکھے مانے یا بار بار سردار کے کجاں آ رہا تھا جو بے چارہ کسی طرح اندر نہیں آ سکا تھا خرابی اس کا کام ختم ہو گیا اور لوگ ایک ایک کے دروازے سے باہر نکلنے لگے کافی دیر بعد نکلنے پر وہی نگاہ میری طرف آئی اور وہ کچھ رزنگا ہیں جلنے کھڑا رہا مجھے ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی تھی اس شخص کو کچھ بہت کچھ شہہ ہو سکتا ہے بہر حال میں خاموشی سے وہیں کھڑا رہا اندازہ لیا تھا مجھے دوسرے لوگوں کے بعد میں بھی ہارنے کا ارادہ رکھنا ہوں۔ اسی وقت تیرے نے کسی کا اشارہ کیا اور ایک آدمی اس کے قریب پہنچ گیا تیرے نے اس سے کچھ کہا اور چند لمحات کے بعد وہ شخص میرے نزدیک پہنچ گیا اس نے آہستہ سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”عظیم تر لوگ سے ملنا چاہتا ہے۔“
 ”مجھے۔“
 ”ہاں۔“
 ”کیوں یہ کوئی خاص بات ہے۔“
 ”یہ میں نہیں جانتا تم اس سے مل لو بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے تیرے ملنا ہے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور آگے بڑھ گیا وہ مجھے ایک کمرے میں پہنچا کر وہاں پھلا گیا۔
 کمرہ خالی تھا لیکن یہاں فرنیچر موجود تھا میں ایک تکیا پر بیٹھ گیا چند لمحات کے بعد تیرے ایک اندرونی دروازے سے اندر داخل ہوا وہاں اس کے چہرے پر گہری تھکی تھی۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس کے منہ میں ہلکے ہلکے ہی مسکراہٹ آئی تھی لیکن آنکھیں مہمات سے عاری نظر آ رہی تھیں۔
 ”کس پریشانی کا شکار ہو میرے بیٹے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”عظیم تر لوگ کے عظیم تر لوگ تم اس بات کو مانتے ہو۔“
 ”ہاں۔ میں جانتا ہوں تر لوگ نے میری آنکھوں میں وہ روشنی بھری ہے جو انسانوں کو یہاں تک لے لیں میرے بیٹے جس غلط فہمی کا شکار ہو کر تم یہاں تک آئے ہو اسے اپنے دل سے نکال دو۔ میں نے کہا۔
 ”ہوں۔ اگر تم سب کچھ جانتے ہو تو مجھے میں اپنا نام تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“
 ”حقیروں کے منہ نہ لگو۔“

”تم جیسے فقیروں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں ستر تیرے بہت اچھی طرح تم لاشا دراد بات کی تجارت کی گئے ہو اور وہی حالتی

یہی۔“
 ”انسان کی ضرورت کہاں کہاں سے رہتا نہیں کرتی ہم نے ان کو سزا دلوانا تو خود کر رہے۔“
 ”کیسا بول رہا ہے اچھل دھندا۔ میں نے ہنس کر کہا۔
 ”ٹھیک ہے اگر تم ہی سب کچھ جانتا ہے تو لو مجھے تمہاری زبان پر اعتراض نہیں ہے۔ میں اس دوران اس کے کچھ حصے کے آثار چھٹاؤ دیکھ کر ہانڈا لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ شخص گستاخا ہرے پیر میں نے کہا۔

”تو مجھیں میرے آنے کا مقصد معلوم ہے۔“
 ”ہاں۔ راجہ نواز صاحب میں جانتا ہوں کہ تم ایک اہم معاملے میں یہاں آئے ہو تیار کیا جاتے ہو کیا میں تمہاری کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔“
 ”جب تم راجہ نواز صاحب کے بارے میں جانتے ہو تو ذرا زیادتی نہیں بھی تمہارے ذہن سے اچھل نہ ہوئی۔“
 ”کیوں نہیں۔ میں تم چکا ہوں مجھے علم ہے کہ وہ تمہارے پاس سے گئی ہے۔“

”پہلی نہیں گئی تھی اسے انشاء کر لیا گیا ہے۔“
 ”میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں مل جائے۔“
 ”مجھے دعا کی نہیں ستر تیرے وہاں کی ضرورت بھی ہے۔“
 ”کاش میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا۔“
 ”تم میرے لیے بہت کچھ کر کے ہو تیرے بتاؤ تیرے سبب اللہ

کہاں ہے۔“
 ”تم نے کس نے کہا کہ میں اس کی رہائش گاہ سے واقف ہوں۔“
 ”تم اپنے علم کے ذریعے ہی جانتے ہو تم ویسے ہی بتا سکتے ہو وہ تر لوگ کے پاس سے تر لوگ اسی وہ شخص ہے جس نے ذرا ہی اور کہا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ایک دم نئی محسوس کی تھی اس نے بھاری لیے میں کہا۔

”سنو لاورے تر لوگ کے بارے میں تمہاری معلومات بہت کم معلوم ہوتی ہیں تم جیسے ہی اس کے خلاف کام کر چکے ہو لیکن وہ عظیم تر لوگ کے والوں کو معاف کر دینا ہے۔ تیرے کو اٹھا کر والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو صرف السابزیت کی بھلائی کے لیے اپنی زندگی وقف کیے ہوئے ہیں ویسے میں نہیں منور دیتا ہوں کہ اب تیرے کو بھول ہی جاؤ۔“

”اس شورے کے سبب میں غمزدگیاں ہے۔ میں نے سوال کیا۔
 ”میری بھیلیاں اب بیٹنے لگی ہیں اس سے دیکھ کر میرے دل میں نفرت کے طوفان اُمنڈ رہے تھے۔“

”بس جو کچھ میں نے تم سے کہا وہی تمہیں کرنا ہوگا۔“
 ”ٹھیک ہے ستر تیرے جو کچھ تمہارے ہاتھ میں نہیں کرنا میں جانتا چاہتا ہوں کہ ذرا ہی اس وقت کہاں ہے اور تیرے نہیں تر لوگ کہاں ہے۔ اس کے ہوتوں پر تحقیق ہی مسکرائی میں اس نے نفرت کی برچھاٹیاں صاف نظر آ رہی تھیں پھر اس نے کہا۔
 ”تم سوچو تو پھر جھوٹے جا رہے ہو۔ تم منظر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ رہے ہو اور اسی صورت میں تمہاری زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ تم کچھ کیے بغیر یہاں سے واپس نہ جاؤ لیکن میں تمہارے ساتھ وہ ستانا انداز ہی میں پیش آؤں گا۔ اس نے کہا۔
 اور ایک کرسی پر جا بیٹھا پھر اس کی آنکھیں پھٹت کی جانب اٹھائیں۔
 ”تم بہت گستاخا بھی ہو تر لوگ کا نام اس طرح لیتے ہو کہ مجھے غصہ آنے لگتا ہے۔ لیکن میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں شخص سے باہر کروں۔ اس نے کہا اور سنبھل پڑا۔
 ”کیوں نہیں رہے ہو کیا زندگی کی آخری ہنسی محسوس کر کے

میں نے سوال کیا۔
 ”نہیں ذرا سراسر بات نہیں ہے میری زندگی کب ختم ہو سکی اس کا مجھے علم ہے۔“
 ”تو پھر تم سن لو اگر تم اس کا پتہ نہیں بتاؤ گے تو شاید اس وقت میرے ہاتھوں سے تیرے سکو۔“

”تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی نہیں کر سکتے میرے مفہوم سمجھ لے تم سے ہمدردی ہے جاؤ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مجھے اس کیلئے میں زندگی بھر دکھ رہے گا۔“
 ”اب تم ہر کوئی سے آزاد ہو جاؤ گے۔“

”ہاں مجھیں باہر جانے کا راستہ باقی ہے۔ اس بار اس نے فہمی رکھائی سے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ تیرے سے جو کچھ گفتگو ہوئی تھی وہ کافی تھی اس کے بعد جو صورت حال پیش آئے گی اس کا اندازہ کرنے کے لیے مجھے اس وقت جلد بازی سے کام نہیں کرنا چاہیے چنانچہ میں دو دروازے کی جانب بڑھ گیا۔
 دروازے کے باہر کوئی خاص فخر موجود نہیں تھا اس رفتار سے تیرے بڑھتا ہوا ایک اور دروازے کی جانب پہنچ گیا وہاں میں باہر ہی نہیں نکلی یا پھر اندر دو مسخ افراد مجھے باہر سے ہی سمت کئے ہوئے نظر آئے ان کی آنکھوں میں نفرت کے آثار صاف نظر آئے تھے مجھے اندازہ ہو گیا کہ کوئی گڑبگڑ ہونے والی ہے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر میری گردن پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔

”مجھے صرف ایک بات بتاؤ تو لوکا کہاں ہے۔“

”تو تم ایسے نہیں مانو گے۔ اس نے کہا اور میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں نے اس کی پیشانی کا رخ کر کے پسینوں کا ٹریجر دیا دیا۔ اس کی پیشانی میں اس کا سرخ ہونگا تھا۔ اور چہرہ خون کی چادر اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ وہ خون کی سرخ نقاب پہنے چند خونِ عاشق کھڑا رہا اور چہرہ شہ کے بل فرش پر آیا۔ میں نے ہنسنے سے روک کر اسے دیکھا وہ مزہ چکا تھا گولی اس کی پیشانی سے گھس کر غلبتی جتنے سے پار ہو گئی تھی اور نیچے زمین پر خون چھینٹنا جا رہا تھا۔“

چند لمحات کے بعد میں پھرتی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دونوں محاذوں پر بڑے ہوئے تھے۔ بار کوئی موجود نہیں تھا۔ میں کسی کو ایک بازو چھوا کر لڑائی جگہ پہنچ گیا جہاں خاصی تاریکی پھیل گئی تھی۔

سروارے ایک بار پھر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اس کے ساتھ کہا واقعہ پیش آیا اور وہ کہاں کہاں اس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس جگہ تاریکی تھی اور کئی ٹہلی بدبو آ رہی تھی۔ غالباً کوئی گڑبگڑ کی بدبو تھی۔ چند قدم آگے بڑھا تو خالی ڈبے مار بار میرے قدموں سے کھٹکھٹنے لگے۔ میں احتیاط سے آگے بڑھنے لگا کافی دیر چلنے کے بعد میں اس علاقے سے باہر نکل آیا میری کچھ بوس نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں سروارے کو کہاں تلاش کروں سروارے کو مولانا جہاں کہیں اس پاس ہی موجود ہونا چاہیے تھا۔ بہر طور میں کم از کم اس جگہ سے دور نکل جاؤں کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد یہاں محافظوں کو اپنے اتالیکی موت کا علم ہو جائے گا میں تیز رفتار سے آگے بڑھ گیا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں اس طرف جا رہا ہوں لیکن میں چلتا جا رہا تھا۔ دفعتاً ہی ایک گلی سے سروارے نکل آیا اور میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

”اوہ سروارے“

”ہاں جیف۔ کہاں تم ہو گئے تھے۔“ اس نے اپنے غمغصوں انداز میں کہا۔

”تم کہاں رہ گئے تھے۔“

”جیف۔ میں تو اندر داخل ہی نہیں ہو سکا تھا کہ خنتوں نے کسی قیمت پر مجھے اندر نہیں جانے دیا ہر ممکن کوشش کر لی میں نے لیکن ناکام رہا۔ ویسے تم تھیک تو ہو“

”ہاں۔ میں تھیک ہوں لیکن میرا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔“

”کیا چاہتے ہو تم لوگ۔“

”چلو۔ یہاں سے نکل جاؤ اور اس کے بعد کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔ تجھ کو نرم دل ہے ورنہ تھاری دہاں سے واپسی ممکن نہ ہوتی۔ میں ایک لمحے کے خاموش رہا اور پھر اس انداز میں آگے بڑھا کہ انھیں جسوس ہو کر میں دروازے سے باہر نکل رہا ہوں لیکن دروازہ کھولنے سے پہلے ہی میں نے اچانک ریلو اور ڈکال پارلا اور کا دستہ قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کے جڑے پر بڑھا۔ اور میری بائیں ہتھیلی دوسرے کی گردن پر۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی جس شخص پر میں نے ریلو اور کا دستہ استعمال کیا تھا وہ لہجے بھول ہی رہا تھا جبکہ جس کی گردن کی ہڈی ٹوٹی تھی وہ اذیت منہ زہن پر بڑھا تھا اور اس کا بدن برقی طرح زہن پر تڑپ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے دوسرے کی گردن پر ایک چھوڑا ہوا ہاتھ مارا اور اس بار یہ چوٹ پہلے سے زیادہ شدید تھی پھر میرے بائیں ہتھیلی ٹھوکرو دوسرے کی کینٹی پر پڑی۔ یوں ان دونوں کی کہانی ختم ہو گئی۔ میں ایک لمحے کے لیے فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن دوسرے لمحے میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب تیز دو کچھوڑا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ میں پھرتی سے اندر کی طرف چل پڑا میں نے بھری سے تھانک کر دیکھا میرے دوکے میں ایک ہینے کے سامنے یوں کھڑا تھا کہ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ وہ غالباً کئی ٹھیکوٹوں کا ریسپورٹ جٹائے ہوئے تھا اور بھاری آواز میں کسی سے کہہ رہا تھا۔

”ہاں۔ وہ یہاں موجود ہے تم لوگ سے تم لوگ سے پتہ چان نہیں ہے اس کا نہیں اندازہ نہیں ہے، میں اسے قتل کر سکتا ہوں لیکن وہ بالکل بوجھکا ہے اور اسے سمجھانے کا رہے۔ وہ بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے اور تم اسے مزید اجازت نہیں دے سکتے، تم کہہ دو کہ اب اس کی زندگی مناسب نہیں ہے، میں اس کی ساری باتیں سن رہا تھا چند لمحات کے بعد اس نے ٹھیکوٹوں رکھ دیا اور میں آہستہ آہستہ اندر داخل ہو گیا۔ میرا ریلو اور ڈال ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ تب اسے اچانک میرے قدموں کی چاپ کا احساس ہوا اور وہ کسی سانپ ہی کی طرح پلٹا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو میرے پتے۔ لیکن یہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔“

”کیوں۔ کیا تمہاری جان کسی طوطے وغیرہ میں ہے“

”ہنہیں میرے پتے نہیں۔ سنو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔“

”میں جانتا تھا مجھے تعین تھا آؤ، اس نے کہا اور تھوڑے ہی لمحے بھرتی گاڑی کی طرف اشارہ کر دیا۔ میں گاڑی میں بیٹھ گیا تب اس نے کہا۔“

”مجھ تو فرح پکا ہے اب تم کہاؤ گے؟“
 ”کچھ نہیں سنبھال لو تلاش کرو گے میں نے کہا اور صراحت سے اسٹریٹنگ سنبھال لیا تھا ہم باہر سے منظر دیکھتے رہے۔ وقتاً فوقتاً میں نے کچھ محاسن درخشاں نظر آئیں جو تعین کی طور پر ہمارا تعاقب کر رہی تھیں۔ میں چونک کر ان کی جانب توجہ ہو گیا مگر صراحت سے یہی دیکھ رہی تھی کہ اندازہ لگایا تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے اس کے تھکانے زہن مار بھرا دی چونکہ ان لوگوں نے گھسنے کے لیے اس آبادی سے دور نکل جانا بہتر تھا۔“

”ہم تھوڑی دیر کے بعد آبادی سے دور نکل آئے تعاقب میں آنے والی کار میں ابھی ہمارے تعاقب میں نکل ہی ہوئی تھیں۔ میں پستول ہاتھ میں لیے انتظار کر رہا تھا کہ کب مجھے اپنا کام کرنے کی سزا دی جائے۔ انسان کی زندگی اس قدر کٹا ہونے سے باطل ہے وقت ہوگئی تھی اور میں کسی بھی لمحے خون کا دریا بہا رہتا تھا۔“
 ”اگے رستہ بھر خطر ہونا چاہا تھا اور میں دوسرے آئی ہوئی ان کاروں کی آواز میں لگ رہا تھا جو مسلسل ہمارے تعاقب میں تھیں۔ میں اس دوران خاموش رہا مگر صراحت سے خاموشی سے ڈراؤنگ کرنا رہا وہ شاید بد صورت حال کا رخ جائزہ لینے میں مصروف تھا پھر اس لمحے آہستہ سے کہا۔“

”استادو کیا تمہارا ہے؟“ میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کار کے پیچھے بیٹھنے سے باہر کی طرف جھانکا، راستہ خاصا اچھا ہوا تھا دوسرے آئی ہوئی کار میں نشیب میں نظر آ رہی تھیں کچھ ہماری کار کا صحیح بلندی پر پہنچ گئی تھی اس وقت بھی تمام ماٹران کا صحر زیادہ سے زیادہ ایک باؤڑیہ فرلانگ رہا ہوگا۔ اس راستے کے دووں طرف اجالداروے ایک دو گیارہ چائش تھیں اور ان چٹانوں پر بے ترتیبی بنی ہوئی تھی، جگہ جگہ نظر آنے لگے اور یہاں تیز رفتاری پر گزرتی تھیں رکھی جاسکتی تھی۔ واپسی کی کوئی موت نہیں تھی اس کے لیے اب زیادہ پہنچ رہی تھیں کہ یہاں سے آگے رز جھا گئے صراحت سے ہی یقیناً ان راستوں سے واقف نہیں ہوگا راستے ختم ہونے تک اس کا نہیں قدم قدم پر اندازہ ہو رہا تھا۔

چنانچہ میں نے صراحت سے کہا شاہد کیا اور اس نے کار روک دی۔
 ”میں بس یہی فیصلہ کر رہا تھا چیف کراہ میں آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔“

”ہوں آؤ نیچے آئیں، میں نے کہا اور ہم دونوں دروازہ کھول کر نیچے آئے مگر ہم تیزی سے آگے بڑھ کر ایک ایسی چٹان کے عقب میں پہنچ گئے جہاں سے ان کاروں کو دیکھنا دیکھا جاسکتا تھا کار میں آہستہ آہستہ ہمارے قریب آئی جا رہی تھیں اور میرے ذہن میں سنی دوسری سنی پھیلا کر اپنی پستول کی ریتھ میں آگئیں۔ اور دوسرے ہی لمحے ہم دونوں نے اندھا اندھا خوفناک شروع کر دی اور ہر ایک کو کھرا می رفتار سے آئی تھیں اس لیے ہمارے پیٹھے ہی نظر نہ آتے تھے۔“
 ”صحت ثابت ہوتے اور ان دونوں کاروں کے تاثر مثبت تھے۔ ہر چند کہ وہ دونوں کاروں کے پیچھے نہیں نکلے لیکن نظر آنے میں ہر ایک کے آگے دوسری عکس سے لگاتار گئے تھے کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال سکے اور دوسرے لمحے وہ دروازہ دراصل کے سناٹے دیکھ کر چٹانوں سے جھک کر بائیں پاسی ہو گئی تھیں اور ان میں آگ لگ گئی تھی۔“

”ہم آگے بڑھی اس سٹیٹس میں رہے پھر دوسرے دھکے ہی سناٹی دیے اور کیبل ختم ہو گیا۔ صراحت سے خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا۔“

”رائٹ ہینڈ ہنگر کیا صراحت سے اب کار کو آگے لے جانے میں مشکل ہوگی؟“

”ہاں استادو یہ تو ہے۔ آؤ کار کے پاس چلیں اور کچھ سوچیں۔ ہم واپس اپنی کار کی جانب چل رہے ہیں ابھی اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے نزدیک پہنچ کر نظر آئے۔ میں نے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے کی کوشش کی تو صراحت سے بولا۔“

”چیف کچھ دیر انتظار کر لینا بہتر نہیں ہے گا، ہمیں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔“

”وجہ؟“
 ”کوئی وجہ نہیں ہے چیف بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔“
 ”ہمیں صراحت سے یہ لوگ ختم ہو چکے ہیں۔ اب جھلاہٹاں کنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ میں نے کہا اور صراحت سے نشانے ہلا کر کار کا اسٹریٹنگ سنبھال لیا۔“

جگہ بہت تنگ تھی، لیکن صراحت سے ایک ذہین اور ماہر ڈرائیور تھا۔ اس نے کار کو موڑ لیا اور ہم واپسی کا سفر طے کرنے لگے اور پھر بلندی سے نیچے آ رہے تھے کہ وہ نظر میں کچھ اور نظر نہ آیا نظر آئیں۔ ایک کار کی طرف چلی آ رہی تھی اس میں ایک ٹرک ہل چکا کسی کار کا آنا بعد از عقل تھا یقیناً یہ کار بھی اس کے تعاقب میں ہی اس طرف چلی ہوگی۔ میں نے ٹرک کے لئے ہانڈا ز میں صراحت سے کو دیکھا اور صراحت سے آہستہ سے بولا۔“

”ہرگز نہ ہوگی چیف، آسمان بات نہیں ہے ان لوگوں کے درمیان سے نکل جانا بہتر راستہ بہت تھکا ہے اس کے بعد اس نے کار کے بیچوں پر بڑا ڈفال دیا اور اسے ریلوں گریڈ میں ڈال کر تیزی سے پیچھے چلا تا ہوا اس بگلے سے آنا جہاں تباہ شدہ کار موجود تھی۔ ایک بار پھر میں اپنی کار سے نیچے تیز نازل ہوا تھا۔“

دوسری کار میں سے شاہد اس تباہ شدہ کار کو دیکھ لیا گیا تھا چنانچہ اس کی رفتار بھی مستحکم ہو گئی اور پھر وہ ایک چوڑی کٹی ہوئی پٹی سے ہی فاصلے پر تھیں ایک ایسی چٹان نظر آئی جس کے نیچے اندھا اندھا ہوا تھا، چٹان لینے کے لیے یہ جگہ بہت اچھی تھی۔ اور یہاں کسی اور طرف سے نکلے کا خطرہ نہیں ہو سکتا تھا۔“

میں صراحت سے ساتھ اس چٹان کے پیچھے آ گیا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ دوسری کار سے آگے تھانے والے پہلی کار کا جائزہ لینے کے بعد اب چاروں طرف مشتہ ہو گئے ہیں، لیکن میں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں تلاش کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے۔ وہ چار بار اس سے زیادہ بھی ہو سکتے تھے۔ بہر حال اب اور کوئی ترکیب تو تھی نہیں، ان لوگوں سے بھی فٹنٹاری ہے موت کا کیبل ایک بار پھر کھینچا ہے گا، ہمارے پستول تیار تھے اور ہم ہر قسم کی مصلحت کے لیے پوری طرح آمادہ۔“

دھنسا نہیں اپنے سامنے کچھ سرسراٹھی محسوس ہوئی اور کوئی اس طرف سے گزرا، لیکن ہمارے آنکھیں بھانسنے کے باوجود کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ یہ ان لوگوں کی چال بھی ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد ایک بار پھر گہرا سناٹا چھا گیا، جیسے وہ لوگ ہمارے رد عمل کا انتظار کر رہے ہوں، ایسے موقعوں پر اعصاب کو سختی سے قابو میں رکھنا بہتر ہے اور ہم دونوں میں سے کوئی بھی آٹنا کچا نہیں تھا جو ان لوگوں کی اس احمقانہ چال میں جالٹا۔“

کافی دیر کی طرح گزرتی گئی اور پھر وہ لوگ خود ہی جھٹلا گئے انھوں نے ہماری کار پر نشانہ بازی شروع کر دی۔ وہ آئی طرح اپنا انتقال طے کر رہے تھے۔ لوگوں کی ہوجھڑے کے کار کے پیچھے چھٹی ہو گئے، اور کوئی گولیاں کا لنگ باؤی اور ہڈیوں میں پیوست ہو گئیں اس پر بھی جب ہماری طرف سے کسی رد عمل کا اظہار نہ ہوا تو پہلی رتیبہ ایک آدمی کی آواز سنانائی دی وہ چیخ بوجھ کر اپنے ہاتھوں و گولیاں پلانے سے مست کر رہا تھا۔ سمجھ دار آدمی معلوم ہوتا تھا، اس کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں چلی بند ہو گئیں اور پھر وہی آواز دوبارہ سنانائی دی اس بار وہ ہمیں مخاطب کر رہا تھا۔“

”بیوقوف لوگو۔ ہم نے تمہیں دیکھ لیا ہے، باہر جاؤ ورنہ ہونے سے جاؤ گے۔“

میں نے صراحت سے کا نشانہ دیا اور صراحت سے ہنگی سی آواز میں کہنے لگا۔“

”آگے سے علم ہوتے ہیں اس کے لگا رہے ہیں یہ۔“
 ”میں آخری بار کہتا ہوں کہ باہر جاؤ، وہ شخص ایک بار پھر چڑھا۔ اس بار اس کی آواز کچھ قریب سے آئی ہوئی محسوس ہوئی تھی اور وہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ وہ ہماری موت کا اندازہ تو کر نہیں سکتا تھا، لیکن ہم نے اس کی سمجھت کا اندازہ کر لیا تھا۔ اور پھر میرے ہاتھ میں وہی ہوئی پستول کا ٹرکڑی ہوا ایک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک جیسا ٹکڑی پھینچنے میں لوگ گھٹی۔“

یہ اندازہ لگانے میں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی کہ وہ شخص میری گولی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کے گرنے کی آواز سنانائی دی اور اس کے لیے کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں نے شرط سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ہم لوگ کہاں موجود ہیں۔ چنانچہ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم اپنی بیچ بچھوڑ دیں۔ لیکن یہ جگہ چھوڑنے سے پہلے کوئی ایسی مہتاب جگہ تلاش کرنا ضروری تھی جہاں کا لٹم ابلد ثابت ہو۔ میں نے صراحت سے کوڑن پر بھٹکا دیا اور خود بھی آگے سے من زمین پر لپٹ گیا۔ ہم دونوں جس جگہ تھے وہاں اپنی پوزیشن تبدیل نہیں کیے گئے۔ اور اس مجبوری کے عالم میں دشمن بڑی آسانی سے ہماری سمجھت کا اندازہ لگا کر ہمیں گولیوں کی زد پر لگ سکتا تھا، اور پھر میری گولی نے ان کے لیے آسانی پیدا کر دی تھی لیکن لوگ لگ رہا تھا جیسے یہ لوگ اپنے ساتھی کی موت سے بے گھٹلا گئے ہوں کیونکہ اس کا ایک مسلسل خاموشی چھانی ہوئی تھی۔ البتہ یہ خاموشی زیادہ طویل ثابت نہیں ہوئی۔“

اس بار انھوں نے جو گولیوں کی بارش کی تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ باہر آگے ہو گئے ہوں، میں ان سے پناہ گویوں کے کس طرح بچا ہوا بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ ظہور میں نے جو ابھی خاطر تک نہیں کی تھی اور تاہی اس کا موقع تھا کئی گولیاں میرے سر کے بالکل قریب سے سنانائی ہوئی گزرتی تھیں واقعی ان لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات کے بعد صراحت سے کی آواز اُبھری تھی۔“

”چیف یہاں رہنا بہ خطرناک ہو گیا ہے، وہ لوگ پیچھے ہٹ چکے کہ کہاں چلا رہے ہیں۔ کوئی بھی گولی آئی ہے جا چکی ہے۔“
 ”میں محسوس کر رہا ہوں۔“
 ”تو چیف پیچھے ہٹ سکتیں۔“

” لیکن اس بچان کی آڑ سے لکھنے کے بعد اگر ہم کوئی مناسب پہاڑ کا ٹکڑا لاش دیکھتے تو۔“

” تو دیکھا جائے گا باس! چنان کے باس ہی تو موت آتی ہی ہے سردار سے بے خوفی سے کہا۔ میں اس کی بات سے متفق تھا۔ چنانچہ میں بھیچے تھکے لگا۔ ہم لوگ پیچھے تھکے ہوئے کافی دور نکل آئے تو گویاں اب بھی ہمارے آس پاس سے گزر رہی تھیں، لیکن خصوصاً ہی تھکنے پر نہیں ایک چکان کے باس ایک غار سا محسوس ہوا، ہمارے پاؤں اس غار کے اندر خود بخود ڈگنے لگے تھے۔ بعد میں احساس ہوا کہ تھکنے ہوسے غار کے منہ کے قریب پہنچنے ہیں۔ گو ہمارے لیے ایک تھری موقع تھا کہ ہم ان کی اندھ سے یہیں چلائی ہوئی گویوں سے بچ سکیں چنانچہ ہم غار میں داخل ہو گئے۔ یہاں گویوں سے بچاؤ ہو گیا تھا۔ لیکن اسی سخت تاریکی میں ہی کچھ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ غار کتنا کشادہ اور کتنا وسیع ہے۔“

کچھ دور اندر جانے کے بعد احساس ہوا کہ غار کافی کشادہ ہے اس میں تیزی آسانی سے کھڑا ہوا جا سکتا تھا۔ پتہ نہیں ہے غار قدرتی تھا یا مصنوعی، مگر بطور اس وقت اس نے نہیں اپنے داخل میں جا رہا وہ وی تھی۔ البتہ میں سوچ رہا تھا کہ وہ یقیناً ہمارے گرد و پناہ گھراؤنگ کر رہے ہوں گے۔ ہم غار کے دوسرے حصے کی جانب بڑھ گئے، لیکن میرے ذہن میں یہ خیال ہی تھا کہ اگر انہوں نے اپنے ایک دو یا تین گویوں سے اس طرف کھڑا رکھا ہو تو پھر یقیناً یہ غار ہمارے لیے چوہے وان ٹانہ ہو گا۔ اور ہم بے بس چوہوں کی طرح کھرا جائیں گے۔“ اس وقت کی صورت حال ضرورت سے زیادہ سنگین ہو گئی تھی۔ غار کے بارے میں ہم کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ بہر حال ہم ایک ایک اپنے تھکے تھے۔ کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے لیکن ابھی ہم کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ ہمیں قدموں کی چاب سناٹی دی۔ یہ چاب ہمارے عقب سے ہی آئی تھی۔ گو زیادہ غار کے قریب پہنچ چکے تھے، لیکن غار میں قدم رکھنا موت کے منہ میں داخل ہونا تھا۔“

دو فٹ ایک ہی روٹی غار میں پیدا ہوئی یقیناً کوئی تاریخ چلائی تھی مگر لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ اس کی روشنی ہم تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ لیکن چورس حالت میں حد خطرناک تھی، اگر شارب کی روٹی ہم تک نہ پہنچتی تو ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم غار میں موجود ہیں تو کیراہہ اپنی ساری قوت اس طرف صرف کر دیں گے اور ہمارا جتنا مشکل ہوئے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ روٹی ختم کر دی جائے اندازہ تو ہمیں اس طرح ہی ہونا تھا لیکن اگر ہم انہیں غار سے باہر بھاگتا چڑھنا اس دوران ہم کوئی بہتر ترکیب سوچ لینے چاہنا پڑے گی۔“

سردار کے شانہ بہرہ ہاتھ رکھا اور سردار سے اہستہ سے بولا۔ ” وہ اندرا ہے ہیں چیف۔“

” ہاں سردار سے بھرا خیال ہے ان سے نہت لینا زیادہ بہتر ہے، جو بھی اندازے لے سے ہلاک کر دے۔“

” اوسکے چیف! سردار سے غفاری لگا کر کہا۔ اور ہم ذہنی جگہ سانس روک کر کھڑے ہو گئے۔“

آنے والے پتہ نہیں کتنے تھے، لیکن روشنی صرف ایک ہی کے پاس تھی، اور اس مقام تک ہمیں ان کے ہلکے پھلکے سامنے محسوس ہوتے تھے، جو تیزی سے ہمارے نشانوں کی زد پر آئے ہیں۔ اور سردار نے اندھا دھند گویاں چلا دیں۔ غار میں پہلے والی گویوں کی آواز کا تو خوفناک تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی ہولناک تھکنیں بھی بہت ہی ڈراؤنی تھیں۔ اس کے فوراً بعد ہم نے دوسری طرف تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا، اب جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔“

لیکن ہماری ہر کوشش ہمارے لیے بے کار ثابت ہوئی چند ہی لمحوں کے بعد ہم غار کے دوسرے سرے پر کھڑے تھے، یہاں سے سرنگال کی طرح بھاگا۔ دو دروڈنگ گہرا سناٹا طاری تھا۔ آہ کو کہا۔ چٹاؤں کا سلسلہ دو دروڈنگ بھبھکا ہوا تھا۔ اس طرف کوئی دکھائی نہیں آیا تھا۔ بالآخر ہمیں نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا، چنانچہ، یہ طے ہمارے خد میں بہت بہتر ثابت ہوئے تھے، تقدیر ہمارا راستہ دیکھتی تھی، غار میں تیزی سے ایک طرف چل رہے۔ ہم اس راستے پر چل رہے تھے، وہ ایک پتلی سی پگ ڈنڈی کی جوتیوں کی ہوتی ایک طرف کو چلی گئی تھی، ہم اس پگ ڈنڈی پر تیزی سے اپنا طے چاروں طرف دیکھتے ہوئے چلے رہے تھے، اس پگ ڈنڈی نے، ہمیں ایک بہتر راستے پر پہنچا دیا۔“

” ارے چیف، یہ تو وہی راستہ ہے۔“ سردار سے نے جو تک کر کہا۔

” ہاں شاید۔ یا تو ہم لوگ غار کے راستے سے گھوم کر ان کی کار سے آگے نکل آئے ہیں یا وہ کار ہمارے آگے ہے۔“

وہاں کھڑے ہو کر ہمیں صحیح راستوں کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا اور یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ جس راستے پر ہم نے تیزی سے چھوڑی تھی وہ کس طرف ہو سکتا ہے۔“

” اگر ہم لوگ اس طرف پہنچ جائیں تو دشمن پر وارد کرنے میں آسانی رہے گی۔“ سردار سے بولا۔

” آؤ چہر۔“ میں نے کہا اور ہم لوگ آگے بڑھنے لگے۔“

” ہمیں سمت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا، تیز ہوا میں چل رہی تھیں، اس کے ساتھ ہی گویاں بھی مسلسل برساتی جا رہی

تھیں، وہ لوگ صرف ہوا میں خاک مگر رہے تھے میں نے محسوس کیا کہ یہ اوپر مشرقی سمت سے آ رہی ہیں اور کافی لمبی زیادہ نہیں ہے گو بادش آہی غار کے آس پاس ہی منڈلا رہا ہے اور غالباً وہ لوگ اپنے ہی ساؤں پر گویاں برس رہے ہیں یا پھر انہوں نے غار میں جا کر معلوم کر لیا ہو گا کہ ہم وہاں موجود نہیں ہیں ابوں ایک ساٹھی کو ہم پر مارا اور گویاں کو گارہ دوڑنا تو فتنہ گویاں چلانا رہے، باقی لوگ غار کے دوسرے حصے کی طرف روانہ ہو گئے ہوں گے میں نے سردار سے کا اشارہ کیا اور ہم لوگ راستے کے دوسری طرف نصیب میں آ کر کھڑے۔ ہم نے مشرق کی طرف اٹھنا دیکھا گویوں کی سمت کا تعین کرنے کے بعد بچے لیکن ہو گیا تھا کہ دشمن کی کار ایک ڈیڑھ فرلانگ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ انہوں نے آگے متحرک کے دیکھا اس طرح کھڑا ہو گا کہ دوسری کاروں کو راستہ نہ مل سکے اور وہی ہمیں مطلوبہ کار نظر آگئی۔ یہ ان لوگوں کی حماقت تھی کہ کار کی نگرانی کے لیے انہوں نے کسی کو متفرق نہیں کیا تھا۔ دو اصل انہوں نے اپنی راستت میں ہمیں پوری طرح سے گھیر لیا تھا۔ میں نے کاری طرف دیکھا۔ ہماری اپنی کار تو تباہ ہو چکی تھی اور باہر کی طرف سے آگے ہمیں ایک کار کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس سے بہتر صورت حال اور کیا ہو سکتی تھی۔ میں نے اطراف میں نگاہ دوڑائی اور پھر سردار سے کہنے لگا کہ اس طرف بڑھا ہی تھا کہ کچھ ٹھٹھا جانا پڑے۔“

وہ لوگ ہماری تلاش میں کام ہو کر واپس آ رہے تھے اور ہم نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ ہمارا اور ان کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اگر ہم کار بے رکھیں جانے کی کوشش کرنے تو ان کی چلائی ہوئی گویوں سے بچ سکتے۔ چنانچہ اب یہ مجبور تھی کہ انہیں ٹھٹھانے لگتے لیکن ہم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ میں نے سردار سے کا اشارہ کیا اور ہم لوگ لاکھ دوسری جانب پہنچ گئے۔ ہماری نگاہیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور ہمارے لبنتوں کی تاز تھتے۔

ہم اختلاف کر رہے تھے کہ وہ ہماری رینج پر کیا ہیں اور ہم ان سے نہت لیں یہ راستہ عام نشا راہ سے بڑھ کر تھا اس لیے اس کی آواز آمدورفت کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً انہوں لوگ اتنی دلبری سے کام کر سکتے، تاہم یہی ہیں کچھ آسانی پیدا ہوئی چند لمحوں کی طرح گری گئے اور اس کے بعد وہ ہماری رینج پر لگے۔ یہ تین آدمی تھے اور انہوں نے اس موقع پر مات کی تاریکی میں ہم ان کے خدو خد تو نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن وہ جس انداز میں بچو گئے ہو کر چل رہے تھے اس سے ہی محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں ہمارے کسی بھی جگہ تک جانے کی اہمیت ہو۔

میں نے سردار سے کہا ان میں سرگوشی کی کیا سردار سے

ہمارے خازن خانے نہیں ہوتے چاہئیں۔“

” تھیک ہے باس! اس کی تم کو خبر ہی امت کر دے اور اسے نے کہا۔ اور دوسرے نے ان پر گویوں کی پوجھا اور شروع ہو گئی۔ میری چلائی ہوئی گولی نے مطلقاً شخص کا ہیکر اڑا دیا تھا۔ اس کے بدن کو بس سے فضا میں کیٹ اڑا پھل کر تپنے گرنے ہوئے تھا۔ میرے ساتھ ساتھ ہی سردار سے بھی اپنے سامنے والے کے سینے میں گولی آنا رہی اور اب تیسرا اور آخری آدمی باقی رہ گیا تھا، جس نے ایک دم ہی ایک سمت چھلانگ لگا دی تھی لیکن میں نے اسے بھی نہ چھوڑا۔ میرے دیواروں کی دو گویاں کے بعد دوسرے اس کی پشت میں بیٹھ پڑے ہوئے ہیں اور وہ تھلا باؤں کھانا ہوا ایک سمت جا کر۔ یوں اندھنوں کا کھیل ختم ہو گیا تھا، گویوں کی بازگشت کے بعد گہرا سناٹا محسوس ہونے لگا، ان کی انجان ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ ہم نے اپنے دونوں کو ختم کر دیا تھا اور اب سب سے پہلا کام یہی ہونا چاہیے تھا کہ ہم کار بے رکھ کر یہاں سے نکل جائیں۔ یہی جی ممکن تھا کہ دوسرے لوگ اس طرف دوڑنے کی کوشش کریں لیکن ابھی ان کا ہیصل کافی ہو گا دوسرے نے ہم کار کی جانب بڑھ گئے۔“

ابھی سردار نے کار کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایک فائر ہوا اور کار کا ایک شیش ٹوٹ گیا، بد قسمتی تھی اس شخص کی جس نے فائر کیا تھا، گویا اس کا نشانہ زیادہ اچھا نہیں تھا، ورنہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی اس کی گولی کا نشانہ ضرور ہو جاتا۔ کار کی پچھل سمت کا شیش ٹوٹا تھا اور ہم دونوں پر تپ گئے تھے، کار میں داخل ہونا خاصا مشکل ثابت ہو رہا تھا، جو کچھ کے بعد گریسے گویاں چل رہی تھیں۔

ہم خاموش رہے، تین چار گویاں چلانے کے بعد دوسری طرف بھی خاموشی چھا گئی تھی۔ ہمیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ گویاں ایک ہی دیوار سے چلائی جا رہی ہیں، اس کا مقصد یہ کہ وہ شخص تنہا ہی ہے بس اب اس تنہا شخص ہی کو دیکھنا تھا اس کی موت سے پہلے ہم کار کو نہیں لے جاسکتے تھے کیونکہ وہی صورت حال اب بھی دیکھ رہی تھی۔ کار کو سیدھا کرنا تھا اور اس کے بعد لگے بڑھنا تھا اسی دیر میں باڑی آگ لگی تھی۔

سردار سے چند لمحوں کی پوجھا رہا، پھر بولا۔ ” مستند ابھی آ رہا۔“

” کہاں۔“ ” میں نے متوجہ انداز میں پوجھا۔

” بس ایک منٹ آستاد۔“

” سردار سے گڑبڑت کر دیکھیں پہلے کی طرح تم مجھے جلدت

ہو جاتا۔

”نہیں استاد ابھی آیا ہے اس نے کہا اور ایک سنت ریگ
 گیا۔ میری گھبراہٹ نہیں آبا کہہ کیا جانتا ہے۔ بہر طور میری عجیب
 صورت حال تھی۔ دوسری طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی اور دوسرے
 سروار کے کسی بچے میں پشیمانہ تھا۔ پتہ نہیں ہو سکا کہ کیا تھا وہ لیک
 ہو کر بے ذہن اس کی جانب بیٹھ گیا اس کا انامی میرے لیے
 بڑا عجیب چیز تھا، پتہ نہیں کس طرح میرا تہہ لگتا تھا اور یہاں تک
 پہنچا ہو گا تو لیے اس کے آنے سے دل کو جس کیفیت کا احساس ہوا تھا
 اسے بڑی ہی طور نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ سروارے بلاشبہ میرا ایک
 ایسا دوست، ایک ایسا ساتھی تھا جس پر جتنا بھی ناکر تہہ تھا میں
 جانتا تھا کہ گویا بوسے اسے جا کر میری پشیمانہ سنا ہی ہوگی اور اس کے
 بعد جیسا سروار سے چین سے کہاں بیٹھ سکتا تھا، وہ میری تلاش
 میں نکل کھڑا ہوا، لیکن جن ناساعد حالات سے گزر کر میں یہاں
 تک پہنچا تھا ان کے تحت میں کسی بھی سوچ میں نہیں سکتا تھا کہ
 کوئی شخص میری بوسہ کھتا ہوا یہاں تک آجائے گا یہ سروار سے
 ہی تھا، جس نے بنا فانی یقین کار نامہ سر انجام دیا تھا۔

مگر وہ کجنت کہاں گیا۔ میں تاریکی میں دو دو تک لگا ہوں
 دوڑنے لگا، لیکن سروار سے کا کہیں نام و نشان نہیں ملا تھا۔
 دفعتاً ایک کڑھ پڑنے سے میری محبت توڑی اور تھکی کی آواز اس
 سمت سے آئی تھی اس کا لہجہ کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن جڑنے
 کون تھا؟

سروار سے کجاں آیا؟ ذہن پروردور یا تو اندازہ ہوا پڑنے
 کم از کم سروار کے کہ نہیں ہو سکتی کافی دیر تک کسی طرح خاموشی
 چھائی رہی پھر قردوں کی چاب سنائی دی اور اس کسی ساپ کی
 طرح پٹ کار کی آوت میں ہو گیا۔ سروار سے موجود نہیں تھا اس
 لیے اب فار کرنے میں بھی ذرا احتیاط سے کام لینا تھا۔ چند ہی
 لمحات کے بعد سروار سے کی آواز سنائی دی۔

”استاد کو ملی مت چلاتا میں ہوں، میں نے گہری سانس
 لی اور ابھی جگہ سے کھڑا ہو کر سروار سے چلا رہا تھا، تاراجی میں
 بھی میں اس کا ہوسلا دیکھ سکتا لیکن کچھ عجیب ہی شکل تھی اس
 کی، پتہ نہیں کس رخ سے چل رہا تھا، ایک صورت حال تھی جب
 وہ میرے پاس پہنچا تو اس نے اس کے اوپر لڑے ہوئے دو جیر کا
 اندازہ لگا لیا۔ اس دو جیر کی وجہ سے ہی سروار کے گم گم کچھ تھکی
 ہو گئی تھی۔ سروار کے شانے پر کوئی شخص لہلاوا تھا۔

”ارے یہ کون ہے؟“

”کام کی چیز ہے سروار۔ گاڑی میں کھ لو کام آئے گی، والے

نے منھی تیرا اندازہ میں کہا۔

”اور یہ خوف آئی کون ہے یہ اور اس لاش کا نام کبھی
 کرو گے؟“
 ”لاش نہیں ہے استاد بس لوں کچھ لاش جیتے تھے وہ گڑھی
 ”بکرے مطلب؟“
 ”یہ بوش ہے یہ میں نے اسے بیوش کر دیا ہے“
 ”اوہ مگر کیوں؟“

”استاد کبھی کسی شاگردوں کو بھی کچھ کام کرنے دیا کرو چلو
 تو بیوش ہے لیکن یہاں سے لنگھنے کے بعد ہم اس کے ہاتھ پاؤں
 باندھ کر لڑے ہیں کچھ خاموش دین گئے اس وقت یہاں سے نکلے
 ضروری ہے کہ کہا گیا جاسکتا ہے کہ اطراف میں کتنے آدمی چھپے ہوئے
 ہیں۔ بڑے قہقہے کی بات ہے استاد۔ یہ لوگ صرف دو گنا زہری
 آئے تھے، ایک گاڑی تو ہمارے سامنے ہی تہا ہو گئی تھی اور اس
 کے تمام لوگ مر گئے تھے لیکن اس دوسری گاڑی میں میرا مطلب
 ہے اس گاڑی میں جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے کتنے افراد
 آئے ان کی تعداد تو کافی معلوم ہوئی ہے۔“

”کیا کہا جاسکتا ہے ممکن ہے کچھ لوگ پیٹھے ہی سے یہاں
 موجود ہوں؟“

”اس کے کہا امکانات میں باس۔؟“
 ”خیر امکانات کچھ زور، اب یہاں سے نکلنے کی سوچو۔“
 ”تھیک ہے باس، میں اس کے اوپر بیٹھا جاتا ہوں تم لوگ
 اشارت کر کے آگے چلو۔“

”تھیک ہے، میں نے جواب دیا اور سروار سے اس شخص
 کو پہلی سیدت بر مثال کر خود اس کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی
 منھ پر خیر نہیں آج بھی جوں کی توں تھیں۔ وہ آئی ہی زندہ دلی
 کا مظاہرہ کر رہا تھا، بہر طور کارا اشارت ہو کر کچھ چل پڑی میں نے
 اسے پوری رفتار سے چھوڑ دیا تھا، ہتھوں کا زہری اور اس کا ذہن
 اتنا شاندار اورے کا ذہن کا پتلا ہوا محسوس ہی نہ ہوتا تھا ہم آن
 کی ان میں کافی دور نکل آئے تھے ہمارا اتفاق کرنے کی کوشش
 نہیں کی تھی یا تو وہ تمام کے تمام لوگ مارے گئے تھے یا پھر وہ
 ہم سے متعلقہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ ویسے اس بات پر مجھے
 اب بھی حیرت تھی کہ اس کارے آئے نہ دانی زیادہ سے زیادہ بین
 یا جا راوری ہو سکتے تھے یا پھر بہت ہی زیادہ ہونے تو پانچ افراد
 ہوتے تھے لیکن ہم تو بہت سے لوگوں کو تو یوں کا نشانہ بنا چکے
 تھے یہ لوگ کہاں سے آئے؟“

ذہن خورد فکریں ڈوبا ہوا تھا۔ سروار سے اس دوران اپنا

سام کر چکا تھا، اس نے غالباً ہوش آدی کے کڑوں سے اس کے
 ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے اور تہہ میں کبھی اسی ٹھونس دیا تھا اس کے
 بندہ پہلی نشست سے اچھل کر لگا نشست پر گیا۔
 میں نے سکرانی نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ بھی سکرانی
 لگا۔

”اب کہا کرنا ہے چیف۔؟ اب یہ تیار اس خوف زدہ رویش کو
 کہاں لے چلو گے؟“
 ”میں خود بھی اچھا ہوا ہوں سروار سے، مگر تم نے اسے اپنے
 پیچھے کیوں لگا لیا ہے؟“
 ”ممکن ہے باس اس کے کوئی کام کی بات معلوم ہو رہی ہے؟“
 سروار نے کہا اور میں چونک پڑا۔

”ارے ہاں یہ جلال تو میرے ذہن میں آج آیا ہی نہیں تھا؟
 میں نے کہا
 ”کوئی بات نہیں، سروار سے کے ذہن میں آ گیا تھا اگر کوئی
 یہ پہلا ہونے کے لیے اب اسے کہاں لے جائیں؟“
 ”اسی بھی جگہ چلنے ہیں بس تھی میں پہنچنے کے بعد یہ فیصلہ
 کریں گے کہ اسے کہاں رکھا جائے۔“

”اوہ استاد دعا لو گڑھ توڑ سولہ گالہ تھی میں داخل ہونے
 کے بعد تو بڑا کبھی شناخت کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے بہت سے
 لوگوں کی نگاہوں میں ہوں اور جینی لوگوں کو جلد سے دیکھ کر دوسرے
 لوگ چونک پڑیں؟“

سروار سے کی بات بھی ذہنی تھی، میں نے کار کی رفتار
 سست کر دی تو سروار سے چونک کر بولا۔

”ارے نہیں نہیں باس چلنے پر ہو جیتے ہو۔ اور وہ وہ دیکھو
 وہ بائیں سمت روٹی کیسی نظر آ رہی ہے۔ اس نے کہا۔
 ابھی بستی دور معلوم ہوئی تھی، لیکن بائیں سمت ایک مہلم
 سی روٹی جاگ رہی تھی، میں سروار سے کی طرف دیکھنے لگا اور
 سروار سے میری طرف ۔ پھر سڑے آہستہ سے کہا۔

”چلو تھیک ہے، قسمت آئے نہ لے، میں اندھا مالک ہے
 آہستہ کار کا رخ اس روٹی کی جانب موڑ دیا۔ راستہ تیار اور
 نا ہوا رخصت کار پھینکی کوئی اس پر جا رہی تھی۔ مختصری دیر کے
 بعد ہم روٹی کے قریب پہنچ گئے، یہ ایک چھوٹا سا معاملہ تھا اس میں
 تیزی کے گھسے باندھ کر ایک باڑھ باندھی تھی۔ اندرا کچھ چھوٹی
 سی کھیر کی عمارت نظر آ رہی تھی شاید یہ کوئی فارم تھا، اطراف
 میں کھیت بھرتے ہوئے تھے۔ لیکن یہاں کھیتوں کے ٹکڑے تھے
 بول کے لیکن صورت حال تری پریشان کن تھی، تاہم خطرہ اول

لیے لہجہ جارحہ کار نہیں تھا۔ کوئی شخص غالباً ہمیں دیکھ رہا تھا،
 چونکہ جب ہم نے کار اس احاطے کے سامنے روکی تو ہمیں ایک
 ٹارہر کی روٹی نظر آئی جو ہم پر مڑالی جا رہی تھی۔
 میں اور سروار سے چپے آئے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے
 لگے، اسی وقت ایک مڑالی آواز سنائی دی۔

”کون ہو تم لوگ۔؟ کیا بات ہے؟“
 ”مسافر ہیں ہم راستہ میں کراس طرف آگے ہیں کہا
 ہیں رات کے ان چند لمحات کے لیے پناہ میں سہلی ہے۔“
 ”دوسرا آدمی آہستہ آہستہ ہمارے قریب آیا اور ہمارے مہلوں
 کا جائزہ لیکر، ہم جی اس دوران اس کا جائزہ لیتے رہے تھے۔
 درہائی عمر کا آدمی، لیکن خدا کر دہا ہاتھ پاؤں کا مالک۔
 ”مگر تمہارا علیہ تو عجیب ہو رہا ہے، اس نے کہا۔
 ”یہاں سینکڑوں مصائب سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں“

”یہ کونسی جگہ ہے؟“
 ”یہ ایک فارم ہاؤس کی عمارت ہے۔“
 ”کس کا ہے یہ فارم ہاؤس؟“
 ”میرے مالک کا۔ میں ملازم ہوں ان کا۔“
 ”اوہ کیا یہاں تم آگے رہتے ہو یا یہ سروار سے سوال
 کیا۔“

”ہاں ہیں اس علاقے کا محافظ ہوں۔“
 ”بہر طور تو اس سے کوئی شخص نہیں ہے ہم تو مختصری دیر
 کے لیے پناہ چاہتے ہیں۔“
 ”تھیک ہے، ابھی گاڑی احاطے میں سے آؤ، میں تمہارے
 لیے برآمدے میں ہی برآمدت کر سکتا ہوں، اندر کی عمارت
 کو میں خود بھی استعمال نہیں کر سکتا، اجازت نہیں ہے۔“

”ہیں اندر کی عمارت سے کوئی ڈیڑھی نہیں ہے۔ آپ نہیں
 بھی ہمارا انتظام کر دیں ہم مختصری دیر گزارنے کے بعد میری توجہ
 یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ میں نے مکاری سے کہا اور
 سروار سے کو اشارہ کیا۔ سروار سے کار لارڈے آ گیا تھا۔

کار لارڈے نے اس برآمدے کے قریب ہی کھڑی کر دی جس کے
 بارے میں پوچھنے ہم نے کہا تھا کہ وہ اسے ہماری رہائش گاہ بنا
 سکتا ہے۔ برآمدے سے ملتی ایک بہت ہی چھوٹا مڑا کو تھا جو جانا
 اس لارڈے کی رہائش گاہ تھا۔

فارم کے اندر کی عمارت بہت ہی خوب صورت نظر آئی تھی
 لیکن باہر سے اس میں تالا لگا ہوا تھا اور یقیناً یہ تالا مالک کی

البتہ ہمارے ہتھیار ہمارے پاس موجود تھے جن کے ذریعہ اگر کوئی
دانتہ پیش بھی آتا تو ہم اپنی حفاظت کر سکتے تھے مالا مال ملک
سے چند سو ہاتھ لیکیں نیند نہیں آئی کافی دیر تک لیٹے رہنے کے بعد
سروارے ایک دم اچھل پڑا۔

”جیف۔ اس نے مجھے آواز دی۔“

”ہاں سیرکبات ہے سروارے۔“

”جیف بالکل خاموش لیٹے ہوئے ہو گیا نیند آ رہی ہے۔“

”ہنہیں۔ بریلر ہی خیال تھا اس بے یمن نے تمہیں آواز سے

لی تھی۔“

”کوئی خاص بات تمہارے ذہن میں آئی ہے سروارے؟“

”ہاں جیف۔“

”دو کیا۔“

”گری کوپ ہمیں کوئی فرضی کردار ہے نہیں ہے۔“

”یہ نہیں ہو سکتا۔“ میں نے جواب دیا پھر سر ہی لولا۔

”اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو آدی خود بھی دکھانا یہ سروارے کسی

سبح میں تم کو دکھانا خود ہی دیر کے بعد اس نے کرون ہلائے ہوتے کہا۔“

”ہاں تم ٹھیک کہتے ہو جیف۔ یہ خوف کی انتہا تھی کہ اس نے

خود ہی مرنا پسند کیا۔ مگر کاش یہ ہمیں گری کوپ کے بارے میں

کچھ اور تفصیل بتا دیتا۔ نام میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔“

”یہ سروارے۔“ میں نے سوال کیا۔

”جیف۔ کیا یہ پوڑھا نہیں گری کوپ کے بارے میں کچھ نہیں

بتا سکتا؟ میں سروارے کی اس بات پر اچھل پڑا تھا چند لمحات میں کاش

سے کچھ سوچنا رہا پھر میں نے کہا۔

”ہاں سروارے۔ اس کے امکانات ہیں سو فیصدی امکانات

ہیں۔“

”ہاں جیف، میرا خیال ہے اگر وہ کوئی مشہور شخصیت ہے تو پوڑھا

اسے ضرور جاننا ہو گا۔“

”کیا یہ زبان کھول سکتے گا؟“

”ہاں مجھے اچھوں کی زبان کھول دینے میں جیف ضرور مددگار

دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ رات آہستہ آہستہ ہوتی رہی۔ ہم لوگ نے

خوشی دیر کے لیے پکلیں چھپکایں نہیں لیکن نیند خود خود آ چھٹی گئی

اور ہم جاگ گئے۔ میری کوئی شہوت تھی۔ سروارے اپنی جگہ کے ٹٹا

اور کہن کی جانب دوکھا اور پھر اندر سے اس کے ہتھکے آواز سنائی دی۔

”لوں محسوس ہونا ہے جیف جیسے ان لوگوں نے ہمارے لیے

سارے انتظامات کیے کہے ہیں اسے یہاں تو بہت کچھ چھو ہے؟“

”جو کہ لگ رہی ہے سروارے جو کچھ ہے اسے آؤ پڑھیں۔ میں

نے کہا اور سروارے کہن میں معروف ہو گیا اندر سے مختلف آوازیں

سنائی دے رہی تھیں اور سروارے کی گھوم پھورت کی طرح سارے

کام کر رہا تھا خود ہی دیر کے بعد وہ ایک طرف سے ہلے اندر

آ گیا جس میں رکے ہوئے رتوں سے کافی کی سوندھی خوشبو آ رہی

تھی مختلف اقسام کے لیسٹ موجود تھے اور کچھ مشک جیسے بھی

جواس وقت بجلے کھنے لذت محسوس ہوتے۔ ہم نے سب کچھ ہی جٹ

کر لیا انٹھاکو بھوکہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے بعد ہمیں کب کھانا پڑے

نصیب ہو۔ پوڑھا بھی شاید ہوش میں آ گیا تھا لیکن اس کے منہ

کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ اتفاقاً ہی ہماری نگاہ اس کی طرف اٹھ

گئی تو ہم نے اسے پکلیں چھپکائے ہوئے پایا وہ خوفزدہ لگا ہوں سے

ابھی دیکھ رہا تھا تب سروارے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”شریف آدی کچھ کھاؤ گے۔“

”تم۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو اس نے کہا۔“

”فی الحال ہم یہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ناشتہ کرو کر یہاں جاؤ

میں تمہارے لیے ناشتہ بناواؤں۔“

”آہ۔ ناشتہ کرنے عمارت کا لانا انھوں کو لایا نہ تھا نہیں کہا۔“

”کیا اچھا کیا ہے کیا رہا ہے اس کے بارے میں ابھی نہیں

تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں فی الحال تم یہ بتاؤ کوئیں کچھ کھانے کے

لیے پیش کیا جائے یا پھر تم سے گفتگو کر کے رہنا ہو۔“

”تم۔ میں۔ اگر تم جو رہو تو رات کو یہاں سے بھاگ کر

نہیں گئے۔“

”اور اگر چہ نہیں ہیں تو۔“

”تو پھر یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔“

”ہاں۔ یہ ہونی نامیات تم سے صرف ایک بات معلوم کرنا

چاہتے ہیں بزرگوار اور رہیں نہیں ہے کہ تم اس کا نہیں پہنچ

جواب دے دو گے۔“

”کیا مطلب کیا چاہتے ہو تم۔“

”مگر بیٹو، فوراً یہ دیکھو تمہارے لیے کیا کھانے لائے ہیں۔“

سروارے نے اسے ہمارا دے کر چھوڑا اور تب اس کی نگاہ اس لاش

پر پڑی۔ پوڑھے کا منہ کھٹکا اور کھٹکا کھلا رہ گیا وہ ایک مڑول آدمی

معلوم ہوتا تھا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اودھر اودھر

جھومنے لگا۔

”ہنہیں اگر تم بے ہوش ہوئے تو پھر زندگی میں ہی ہوش میں

رہا سکو گے۔ پوڑھے نے پھرتی سے آنکھیں کھول لی تھیں پھر وہ خوفزدہ

لیجے میں بولا

”ہاں تم کیا چاہتے ہو۔“

”گری کوپ کہاں رہتا ہے۔“ میں نے سوال کیا اور پوڑھا

عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”میں تفصیل نہیں جانتا لیکن اس کی قربانی تیار کیا وہ یہاں

سے پتھر سے ہی فاصلے پر تقریباً دو میل پلٹنے کے بعد تھی کے آخری

سرے پر ہے۔“

”ہوں۔ ہمارے جانے کے بعد تم اپنے مالک کے سطح رابطہ

تعمیر کرو گے۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ تم ان حالات کے بارے میں جلد تو ماؤ گے

”نہیں میرے بلنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں یہاں سے

کہاں جاؤں گا۔“

”تو پھر اس لاش کا کیا کرو گے۔“

”اس کے۔ اس کے بارے میں تم ہی فیصلہ کر سکتے ہو،

”ہم نے تو یہی فیصلہ کر لیا ہے کہ اسے یہاں چھوڑ جائیں؟“

”تو پھر چھوڑ جاؤ۔“

”تمہارے مالک سے رابطہ قائم کرنا کا ذریعہ ہو سکتا ہے؟“

”کوئی ذریعہ نہیں جب وہ لوگ خود وہاں آئے ہیں تو۔ تو؟“

”یہ بتاؤ میرے دوست کہ اب تم اسے اطلاع دینے کے لیے

کیا بندوبست کرو گے؟“

”دیکھو اطلاع دینا تو ضروری ہے چونکہ میری بی بی گرون نہیں

جانے کا معاملہ ہے لیکن تم یہ فکرو ہو جس اس بارے میں تمہارا نام نہیں

لوں گا۔“

”کیا واقعی۔“

”ہاں۔ میں غریب آدمی ہوں تمہیں کھل کر نہ کہنے نہیں کچھ نہیں

ملنے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان سے ہی کہوں گا کہ رات کو کچھ

لوگ اس طرف آئے تھے اور ایک لاش چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ وہ کون تھے

کیا تھے اور انھوں نے مجھے کیا آفتنگولی اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں

بتاؤں گا چوکل اس طرح میری بی بی گرون چلتی ہے۔ پوڑھا دہشت زدہ

لیجے میں ہے تاہم میں کہہ رہا تھا۔ سروارے نے میری طرف دیکھا اور میں نے

گردن ہلا دی۔

”ٹھیک ہے سروارے لیکن گری کوپ کے بارے میں ابھی سے

کچھ اور بتانا چاہیے۔“

”تمہارے تو مجھے جس اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تم آگے

بڑھو گے تو مجھ میں اس کی ذمہ داری نہیں گاہ خود جو غلطی آجائے گی

اس سے کہا اور ہم نے فیصلہ کر لیا کہ پوڑھے کو ہلاک کرنا ہی پورا مقاصد

نہیں ہے۔“

بہر طور اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے گئے اور ہم اسے خاتم

ہاؤس کے دروازے تک لائے۔ یہاں سے اس نے ہمیں وہ صحت

بتائی جہاں سے گزر کر ہم گری کوپ کی قیام گاہ تک پہنچ سکتے تھے

اور اس کے بعد ہم پہلے پتھر سے پتھر سے آرام سے گزرا تھا کوئی ایسا واقعہ

پیش نہیں آیا جو قدرتی دگر ہو۔ گری کوپ کی قیام گاہ وہاں ہی طرزی

ایک عمارت تھی لیکن اس کے اطراف کے علاقے پتھر سے لگے کافی

فاصلے پر ایک بستی نظر آ رہی تھی جس میں چھوٹے موٹے مکانات بکھر

ہوئے تھے آخری سرے پر شاید کچھ بڑے مکانات بھی تھے اور اس کے

بعد کیا تھا اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا یہ عمارت تھی کے

آخری سرے پر ایک الگ ٹھکانہ واقع تھی اس عمارت سے

قریب ترین عمارت کا فاصلہ بیس تین چار میل سے کم نہیں رہا ہو گا۔

اور ٹرک سے کافی دور یہ قیام گاہ دیکھنے کی چیز تھی۔

بہر حال یہ اندازہ نہیں ہو یا کہ گری کوپ خود بھی اس عمارت

میں موجود ہے یا نہیں نہیں اس کے لیے پورا دن گزارنا تھا۔ اور

رات کو ہم اپنی کاروائی کر سکتے تھے چنانچہ ون گزرا کر کے لیے

عمارت سے کافی فاصلے پر ایک کھیت تلاش کر لیا گیا جس میں

گھنے درخت بھی تھے۔ میں نے اور سروارے نے طے کیا کہ سارا دن

ان گھنے درختوں میں گزاریں گے اور پھر ہم نے ایک مناسب جگہ

تلاش کر لی۔ طبیعت کافی مصلحی ہو رہی تھی اور شہنکی وجہ سے

وہیں دولہ پر بٹھا جھار ہا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ جھاڑوں میں غصص کر

سو گئے اور پھر اس وقت جاگے جب شام کو اپنے اپنے گھونٹوں

کی جانب ہر دوڑا کرنے والے پر بندے پہنچ رہے تھے۔ ذہن سانس

سایا میں گر ہا تھا اور طبیعت پر ایک عجیب سی آدھی چھائی ہوئی

تھی لیکن خود ہی دیر بعد جب ہم نے پہلی سی درخت کی تو ہمارا بدن

ترو تازہ ہو گیا۔ نیند پوری ہو گئی تھی۔ ہمارے ہتھیاروں وغیرہ ہمارے

پاس موجود تھے جس کا مقصد تھا کہ ابھی تک کوئی نہ تو ہم تک نہ پہنچا

ہے اور نہ ہی اس نے ہمارے بارے میں کوئی اندازہ لگا پایا ہے۔

گری کوپ کی عمارت یہاں سے صاف نظر آ رہی تھی عمارت

میں اندرونی حصوں میں روشنیوں میں آ رہی تھیں اور اب

ہمیں اس عمارت کے بارے میں اندازہ لگانا گری کوپ کی قیام

گاہ ہے اور اندر کیا کچھ موجود ہے۔ میرے اور سروارے کے درمیان

پر فیصلہ ہوا کہ سروارے باہر رہ کر صورت حال پر نگاہ رکھے گا اور

میں اندر جائزہ لوں گا۔ دو لوں کا ایک جگہ جا کر جھینسا مناسب

نہیں تھا۔ چنانچہ اس تمہارے روانی کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے۔

عمارت روشن ہوئی جا رہی تھی۔ البتہ ایک حصہ تاریک

تھا۔ یہ عشی حصہ تھا جس آگے بڑھ گیا۔ اس عمارت کے چاروں طرف

کڑھی کی بارگاہ ہوئی تھی، میں نے دوری دوسرے عمارت کے گرد ایک چکر لگا دیا اور پھر کڑھی کی بارگاہ کو پارک کے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے دماغ کے لیے کئی حصے ہی استعمال کیا تھا، جہاں تاریکی تھی۔

اس طرف آئیے گئے تھے وقت لگے ہوئے تھے، اس قدر گئے تھے کہ ان کے دو بیان باآسانی چھپا سکتا تھا میں ان کے سامنے سامنے چلتا ہوا عمارت کے بائیں حصے کی جانب بڑھ گیا، اس طرف ایک سو فٹنگ پول نظر آ رہا تھا بہت خوبصورتی سے بیچنگ مینا کئی کئی لمبے اندازہ ہو گیا کہ گہری کوپ جو کئی لمبے سے ہر طور پر چھوے ذوق کا ہی مالک ہے۔ سو فٹنگ پول میں اس وقت کوئی نظر نہیں آ رہا تھا البتہ اس سے متوسلے فاصلے پر بڑھ کر ایک شخص چھپا ہوا تھا۔ میں نے اصرار دیکھا اطراف میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ یہ شخص کسی مڈلک مہرے کام کا کوئی ثابت ہو سکتا تھا لیکن اس پر بنا پانے میں گئے کوئی وقت نہ ہو چکا تھا۔ میں وہ پانوں اس طرف بڑھنے لگا، پر وہ کسی بارگاہ نے مجھے چھپانے رکھا تھا اور میں عقب ہی عقب میں چلتا ہوا اس جگہ تک پہنچ سکتا تھا جہاں سے پہنچ تک کا فاصلہ دس بارہ گز سے زیادہ کا نہ تھا۔

میں دیے قدموں چلتا ہوا اس کے بائیں نزدیک پہنچ گیا لیکن جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ فٹنگ ایک چیز نظر آئی یہ پہنچ میرا اس کے بارگاہ ہوئی ایک اسٹین گن کی ایسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میں متحیر ہو گیا اس کی آمد نہ تھی، اگر وہ شخص ذرا ہی قدموں کی چابک لبتا تو اسٹین گن آٹھا کر پھر برسر مار سکتا تھا چنانچہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خود ہی اس مرحلہ کر دوں۔ میں نے چہرتی سے اس کے بڑھ کر پوری قوت سے پستول کاڈ اس کے سر کے پچھتے چھ پر مارا اور اس کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ میں نے اسے عقب سے بڑھ کر پچھتے پچھتے ہاتھ پائے گرنے کے بعد میں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا اور پوری قوت سے اس کی گردن مسل وی اس کے ہاتھ پاؤں بڑی طرح پھیلے اور اس کے بعد سناکت ہو گئے۔ میں نے ہاتھ نکالا لیکن گن آٹھالی تھی اسٹین گن ٹوٹتی۔

اس کے بعد میں اندر وحی عمارت کی طرف چل پڑا یہاں سے میں نے سامنے ہی کا رخ کیا تھا میں اندر داخل ہو گیا یہ اندازہ نہیں ہونا تھا کہ یہاں کتنے افراد ہیں لیکن ایک کمرے سے چند لوگوں کے ہونے کی آواز سنائی دے رہی تھی میں اسے نظر انداز کرتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا اسٹین گن اب میرے پاس تھی اور میں باآسانی اس کا استعمال کر سکتا تھا چنانچہ گئے کے بعد میں ایک کمرے سے کمرے کے سامنے پہنچا جس سے روشنی چھن رہی تھی جب میں اندر داخل

ہوا تو میری نگاہ ایک عورت کی پشت پر پڑی وہ آٹھنے کے سامنے کڑھی غائبانہ ایک اپ نوار ہی تھی لیکن اس نے آٹھنے میں مجھے دیکھ کر ہانپنا پڑا وہ چہرتی سے پٹی کھینکے اس کا مزہ جرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا پھر اس پر دہشت آرائی وہ خاموش اور سچی پھٹی لگا ہوں سے میرے ہاتھ میں وہی ہوئی اسٹین گن کو کچھ دیر ہی تھی میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اسٹین گن کی نال اس کے سینے پر رکھ دی۔

”خوکر تو تم۔ خوکر تو۔ اس اسٹین گن میں نے نکلی ہوئی کو رہا تھا میرے اس خوبصورت بدن کو چھین کر دین کو بھسا رہے گا۔“ اس کے حلق سے ایک آواز نکلی لیکن اس کی خوبصورت آنکھیں کسی کمرے کی مانند نظر آتے لیکن دہشت کی زیادتی کی وجہ سے اس کے خود حال تک خراب ہو گئے تھے وہ ہلرائی اور فرسٹ برگر گئی بلکہ خوشی نے اس کے خوف و دہشت پر غمیرا لیا تھا۔ لیکن یہ صورت حال میرے لیے غیر معمولی تھی میں اس کی لیے خوشی نہیں جانتا تھا۔ میں نے اسے ٹول کر دیکھا وہ کہے کہے سامنے سے رہی تھی میں جانتا تھا کہ وہ زیادہ دیر بیٹھوش نہیں رہ سکے گی میں نے اسے بڑھ کر وہ دروازہ بند کر دیا۔ اور اندر کی جی تھکا کر دم بدم بدم روٹن کر دیا۔

پھر میں اسے روشنی میں لسنے کی کوشش کرنے لگا، عظیم ہی اس کے ہونٹوں میں پڑھ پڑھاتے شروع ہو گئی اور پھر انھیں کھینک میں نہیں وہ ذہنی طور پر اب جی غیر حاضر تھی اس کی آنکھوں میں غالی غالی سے تاثرات ابھرے ہوئے تھے پھر اس کا چہرہ ایک دم خوف و دہشت کا آئینہ بن گیا۔ وہ خوفزدہ لگا ہوں سے میرے ہاتھ میں وہی آئین گن کو دیکھ رہی تھی میں نے ایک بار میرے مخاطب کیا۔

”سنو۔ سب سے پہلے تو رہنا اور اس عمارت میں تمہارے علاوہ اور کون کون ہے اور کتنے آدمی یہاں موجود ہیں۔؟“ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان جھیر کر کہہ کر ہٹا دیا لیکن منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی چند لمحوں تک وہ اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

”پارچ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔“

”ان پارچوں کا گہری کوپ کے کیا تعلق ہے۔؟“

”وہ سب۔ وہ سب اس کے ملازم ہیں۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ ان پارچے میں سے چند آدمیوں کو تو لے ہو سکتی کی تیندھلا چکا ہوں باقی جو کوئی بھی ہے کم از کم یہاں موجود نہیں ہے۔“ پھر میں نے اس سے سوال کیا۔

”تم کون ہو گہری کوپ سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟“

”میں۔ میں اس کی رہ۔“

”ہاں ہونو لو۔“

”بس میں اس کی دوست ہوں۔ اس نے حجاب دیا۔“

”گہری کوپ اس وقت کہاں ہے۔؟“ میں نے اس کی آنکھوں میں چھاننے ہونے کہا۔

”م تم سیکھ لو کہ ہو۔۔“ اس کا سوال ابھی بول رہی تھی ہوا تھا سہرا لگا تھا اس کے منہ پر پڑا اور وہ اچھل کر دوڑ جا گئی۔ اس کے پیچھے سے پہلے میں نے ایک بار پھر اس کی گردن پر اسٹین گن کی نال رکھ دی تھی۔

”تمہارے منہ سے آواز نکلی اور میں نے آواز بہتیرے کیلئے بند کی۔“ وہ خوفزدہ لگا ہوں سے مجھے چھینتی مائی پھر اس نے کہا۔

”گہری کوپ اپنے بائیں ہونگا۔ وہ یہاں بہت کم آتا ہے کیلی اس کے انتہائی سر سے ہرگز لڑکے کے خادوں کے قریب اس کا بارہ اور۔۔ وہاں ہے۔“

”ہوں ہوں۔ بس میں ہی پوچھنا چاہتا تھا کہ خا کر کس سمت ہیں یہ اس مطلب سے گہری کوپ کا وہ بائیں طرف ہے۔؟“

”جہاں نہیں جانتے۔ تم ہو کہو۔“ اس نے سوال کیا۔ لیکن اس کے جواب میں پھر اس کے پیراٹس کے منہ پر ہاتھ تھا۔

”مجھے صرف جواب چاہیے۔ میں نے کہا۔ اور وہ ہاتھ اٹھانے لگی۔“

”جلدی تیار۔ میں نے پھر نکارتی آواز میں کہا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اور اس کا بدن دھیرے دھیرے کانپ رہا تھا۔ غائبانہ لیکن ہونگا اتنا کہ مجھے بتائے لیکن اس کی گلہ خوار ہی نہیں ہے۔ ہر طور وہ مجھے گہری کوپ کے بارے میں تفصیلات بتانے لگی اور میں اس کے چہرے سے اس کی بچائی کا جائزہ لینے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”تم۔ تم گہری کوپ سے کس قدر قریب ہو۔ جہاں تم اس کے ذاتی معاملات کے بارے میں جی پوچھ جاتی ہو۔“

”کوشش کروں گی؟“

”تو پھر سناؤ میرا نام ملے گا اور میں نے کہا اور اس کے چہرے پر اپنے ان الفاظ کا رد عمل دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ایک دم چونک پڑی تھی اس کے چہرے پر شدید خوف کے آثار ابھرائے۔

”تم۔ تم۔ تم تو زنا صغر ہو۔“

”ہاں جاتی رہے۔ میں نے گردن ہلا دی تھی اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔

”تمہارے سلسلے میں ایک اہم ٹینک ہونے والی ہے غالباً تم تم۔“

”ٹینک ہے؟ ٹینک کہاں ہوگی؟“

”وہاں گہری کوپ کے پاس ہیں، شاید بڑا لو کا بھی وہاں پہنچ جائے۔“

”ہوں۔ ٹینک کے لیے کیا بات نہیں۔ میں ذرا تمہارے اور۔“

”ساتھوں کو دیکھ لو۔ میں نے کہا اور اس کی گردن پر ایک زوردار ضرب لگا دی۔ وہ اس ضرب کی توتھ نہیں تھی چنانچہ لگی میں نے اسے فرش پر گرنے سے پہلے ہی سمجھا لیا اور پھر میرا چھانسا ہوا دروازے کی طرف توجہ ہو گیا۔ میں وہاں سے باہر نکل آیا تاکہ کوئی سے یہاں سے نکل جاتا تھا اگر یہ عورت گہری کوپ سے رابطہ قائم کر کے اسے میرے پاس لائی تھی۔ میں نے کہا کہ یہاں سے ہٹا رہے ان لوگوں کو میرے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہیں۔ میں ان لوگوں کی توجہ میں حواس عمارت میں موجود تھے یہاں وقت نہیں مٹانے کو سکتا تھا البتہ ہال سے باہر نکلنے ہی وقتاً بہ وقتاً قدموں کی آواز سن سکتی اور میں کھینک لیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ایک بار پھر میں کو کہاں جلاؤں چنانچہ جو پہلا شخص میرے سامنے آ گیا اسٹین گن کی نال سے ایک گولی اگل دی اور اس کا بدن ٹرپ کر فضا میں اچھلتا ہوا پھینکے گا۔ لیکن اس کے ساتھ دوسرے لوگ جو تھے وہ کھینک گئے چنانچہ انھوں نے مقابل شروع کر دیا۔ تڑ تڑ تڑ تڑ کی آواز کے ساتھ بہت سی گولیاں ان کے ہاتھوں میں وہی ہوئی اسٹین گن سے نکلیں اور چھت میں پوسٹ ہو گئیں لیکن وہ گولیاں جو تھیں بدحوالی کے عالم میں چلتی تھی میں اس لیے ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچا البتہ میرے دوسرے برٹ نے ان سب کو خاموش کر دیا تھا اندر جو دو گولت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا تھے لوگوں کو قتل کر چکا تھا پھر اس عورت کی زندگی بھی میرے لیے مناسب نہیں تھی۔ ہاں ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا تھا اب کم از کم اس طرف سے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ مزید کوئی شخص مجھے دوسرے کیلئے کوشش نہیں کرے گا میں نے اس عورت پر چکر لگے گا ہاتھ بٹکا وہ ایک آخری کوشش تھی اور میرا خیال تھا وہ اس کوشش سے پہنچوش ہو گئی ہے لیکن وہ جی جہاں ہی معلوم ہوتی تھی تب میں اندر

پہنچا تو میں نے محسوس کیا کہ اس نے ایک دم نکلیں بند کر لی ہیں
یعنی مجھ سے چوک ہو گئی تھی میں اس کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے
اس کے بالوں کو پکڑ کر اسے اچھوڑا اور اس کے حلق سے ایک گتہا نینا
بیچ نکلی گئی اور میرے حلق سے پھرتا۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تم بے ہوش نہیں ہوئی ہو گی
" بارہا بار ہرگز باہر نہ آنا۔"

"ان سب سے بچاتے حاصل کی جا رہی تھی جو میرے خطرناک
نہایت ہو سکتے تھے۔"

"نت۔ تو۔ تو۔ تم نے ان سب کو مار دیا۔"

"ہاں۔ ہر فردی تھا جان میں اور اب تمھاری باری ہے۔"
"میں خدا کے لیے مجھے قتل نہ کرو مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے قتل کیسے
تھیں کیا مل جائے گا؟"

"کے گلو تو نہیں لیکن تمھاری زندگی سے مجھ بہت سے نقصانات
بھی ہو سکتے ہیں۔"

"وعدہ کرتی ہوں، وعدہ کرتی ہوں جیسا تم ہو گے ویسا ہی
کروں گی تم مجھے ہلاک نہ کرو۔ اس سے تم گھلبھلے ہوئے گے۔"

"وعدہ کیا تم نے؟"
"ہاں۔"

"اچھا تو پھر تمناؤ اور بولو اور صفر کو کس حد تک جانتی ہو؟"
"زیادہ نہیں جانتی میں اس کی گولوں کی زبانی تمھارے چہرے میں
میں خاص طور سے گہری کوپ کی زبانی گہری کوپ ایک مرتبہ تمھارا
ذکر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ تم نے حد خط ناک آدمی ہوا اور تلو کا کو
ایک بار شد بد نقصان پہنچا ہے جو اور دو بار اس کی راہ برگ لگے
ہو۔ تلو کا گہری کوپ کے ذریعے تم پر لگا کر کھنا چاہتا تھا میں پرستنا
ہے میں نے۔"

"تھیں راجہ لانا صفر اور تلو کا کی دشمنی کی وجہ نہیں معلوم ہے
" نہیں مجھے کیا معلوم میرا اصلا اس سے کہا حلق ہے؟"

"تو پھر زہر النساء کے بارے میں نہیں ضرور معلوم ہو گا۔"
"یہ کون ہے؟"

"راجہ لانا صفر کی بیوی ہے۔"
"اے۔ میں۔ میں اس کے بارے میں یقین کرو میں اس
کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"سوچو تو پھر۔"
"میں زندگی سے موت کی طرف نہیں جانا چاہتا اگر مجھے معلوم
ہو تا تو میں اس وقت تم سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔"

"لیکن میرے یہاں سے نکلنے کے بعد گہری کوپ کو اطلاع دینا
تو تمھارا سب سے پہلا کام ہو گا۔"
"نہیں دوں گی۔"

"اس پر کیسے یقین کروں۔؟"
"میں یقین کر لوں گے اپنی زندگی عزیز ہے۔ اور میں نے ایک
لوہے سے کے بعد فیصلہ کر لیا ہے کہ فیصلہ کر لوں اس طرح کر لوں گے
بھی کہ اس کی زندگی لینا اب مجھے اچھا نہیں معلوم ہو رہا تھا جو
لوگ مقابلے پر تیار ہیں انھیں ہلاک کرنا مشکل کام نہیں ہوتا لیکن
جو لوگ اس کی زندگی کی بیخاک مائیگیں انھیں مشکل کرنا دنیا کا سب
سے مشکل کام ہے چنانچہ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے
باہر نکل آیا۔"

سروار سے کو باہر میں نے مستعد پایا لیکن وہ کافی پریشان
تھا مجھے دیکھ کر اس نے سکون کی گہری سانس لی اور بولا۔
"جاننا ہوں اسناد۔ منہ تو مجھے نہیں ہوئے تھے اس لیے
میں نے تمھارے رنگوں کی آواز نہ تو میرے حواس ہی خراب کر
دیئے تھے اور خاص طور سے آہیں گن کی گولوں کی آواز نے۔"

"آؤ سروار سے واپس چلیں۔"
"کام ہو گیا۔"

"کسی حد تک اب میں گہری کوپ کے بارے میں تلاش ہے
کچھ تو پھر تمناؤ تلو کا تاکہ پہنچے میں نے کہا اور سروار نے
گردن ہلا دی، میں اب گہری کوپ کے بارے میں تلاش تھی۔
سروار سے مشورہ دیا کہ میں کوئی تاریخ اختیار کر لینا
چاہیے کیونکہ ان علاقوں میں ہر گز گاہ رکھی جا رہی ہے
میں نے کئی بار سروار سے کہا کہ وہ میرے معاملے میں آنا یا نہ
ملوث نہ ہوا اس کی زندگی ایک مخصوص ذکر پر لپکی ہے اور اب وہ
زمانہ نہیں ہے کہ وہ ہر گز میرا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اپنے اہل
خاندان کو چھوڑ کر گولوں میں رہا ہے لیکن جواب میں سروار سے
کی وہی پر بار بھری ذات سنا لی تھی تھی۔"

"راجہ لانا صفر۔ کیا سروار سے کو آنا ذلیل سمجھ لیا ہے تم نے
اسے ہر نے زندگی کا آدھا وقت ساتھ گزارا ہے تو یقیناً وقت کو کم
سے کون چھین سکتا ہے؟"

"اس کے باوجود سروار سے میں جانتا ہوں کہ تم واپس چلے جاؤ
"نہیں جائیں گے تو ذرا بیجا بھی کہنے کو رہی جائیں گے۔"

سروار سے نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم نے حلیہ تبدیل کر لیا اور
ہیروئن کا حلیہ اختیار کرنے کے لیے کسی خاص چہرے کی ضرورت نہیں
پڑتی تھی۔ ہم آوارہ گری کرتے رہے اور گھر ویرانے رہے، کبھی
کبھی آوارہ گردوں جیسے کسی سے معلومات حاصل کر لی جاتی ہیں یہاں

بہ کہ ایک دن ہم ایک ایسے پہاڑی رستے کے قریب پہنچے
جس کے اطراف میں جنموں کا ایک ٹہرا دکھائی دیا۔ ہمیں پر لپکی کی علامتیں
بھی تھی ہوتی تھیں بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی گھاٹیں یہاں سے آوارہ
گردوں کو نشانات پہنچاتی تھی اور ہم جنموں کی اس جگہ میں
میں ایک جگہ گہری کوپ بھی ہوا نظر آیا۔ ایک بہت بڑے پہاڑی
تیلے کے واس میں لپکی کی ایک خوبصورت عمارت تھی ہوتی تھی
جس کا سامنے کا حصہ بڑی محکمہ کی بنا ہوا تھا۔ باقی شاید خاروں کے
اندروں تھا ہم آوارہ گردوں کے رہنے میں اس عمارت سے خوف ہے
ہی ناسلے پر فرار ہو گئے۔ یہاں کسی آوارہ گرد کو قیام کرنے میں کوئی
وقت نہیں ہوتی تھی۔ بس کرسی ہوتی چاہیے ہر چیز دستیاب تھی چنانچہ
ہم بھی یہاں سکون کے گھاٹ گزارنے رہے۔ اس دوران میں اور بڑے
گہری کوپ کے اس شراب خانے یا منشیات خانے کا جائزہ لیتے رہے۔
یہاں سے بڑی بڑی پہلائی ہوتی تھی ہر وقت آوارہ گردوں کے لیے
نشانات مل جاتی تھی۔ اور اس سلسلے میں بدشاہ کا ڈھرنے ہوئے تھے
ہم نے مخصوص قسم کے گہروا لباس میں تلو کا کے خاص آڈیوں کو بھی
یہاں دیکھا اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ یہ ٹرید
ایک پہاڑی خاندان کے ہونے میں چلتے تھے اور یہی وہاں تلو کا کا مسکن
تھا گویا ہم تلو کا کی شہرگ کے قریب پہنچے تھے۔ سروار سے نے
ایک دن مجھ سے کہا۔

"چیف جو خاص قسم کے ٹرید ہوتے ہیں۔ یہ با آسانی خریدیں
داخل ہو جاتے ہیں اور میں نے ایسے دو ٹریدوں کو تانا ہے جو بہت
ہی متمم اور مہرے جاتے ہیں وہ جادو سے بھی گزرتے ہیں لوگ
ان کے احترام میں جھک جاتے ہیں تمھارے یہاں کیا یہ تلو کا کے
خاص جائیں نہیں ہیں؟"

"میں نے غور نہیں کیا۔"
"تو پھر آج شام کو غور کرنا میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں
گا۔ آؤ ڈرا بڑے دہانے کے پاس تمھارا وقت گزار رہی۔ میں سروار
کے ساتھ چل پڑا اور پھر میں نے بھی ان دونوں ٹریدوں کو دیکھا لیکن
میںی دانہوں کے واسے مخصوص قسم کے لوگ تھے لیکن جس چیز نے ان
کی طرف توجہ کیا وہ ان کا فرق امت اور جسامت تھی سروار سے شاید
انہی لاشوں پر سرچ رہا تھا جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھ کو
کر لولا۔"

"ہاں چیف۔ دو دن اپنے ہی جھانکی بند معلوم ہوتے ہیں۔
ایک تمھاری طرح اور ایک میری طرح۔"

"لیکن سروار سے؟"
"لیکن وہ نہیں کچھ نہیں چیف آج رات کو یہ کام کرنا ہے۔"

"اور کیا اس کا سامنا۔"
"وہ تم سروار سے سے حاصل کر لینا ایسی کیا بات ہے۔"
"مگر یہاں۔"
"سروار سے بہت کچھ کر سکتا ہے چیف آج ہی وہ آنا ہی جاوے گا
بے ختمنا کچھ ہیہے تھا۔"
"اگر تم نے ایسا کر لیا تو مجھے تعجب ہو گا۔"
"بالکل تعجب نہیں ہو گا چیف۔ میں سامنے تنگامات کروں
گا تم بالکل بے فکر رہو۔ میں نے سروار سے پر اعتبار کیا اور اس رات
سروار سے تلو کا ساتھ بارہ بجے برسے پاس پہنچ گیا اس سے پہلے وہ
غائب رہا تھا۔"

"چیف۔ آ جاؤ ایک جڑا شادا مر تو نرمل گیا ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"وہ دو دنوں بے وقوف یہاں سے کافی فاصلے پر ایک چٹان پر بیٹھے
نایا تپسیا کر رہے تھے تھا اسی اہمیت تھا جانا چاہتے ہوں گے لیکن
دوسری کی بات یہ ہے کہ اس چٹان کے اس پاس ایسی خاصی گنجائش
موجود ہے جہاں۔"

"اے۔ اے۔ اے۔ میں کچھ گیا کر رہا ہوں آوارہ گردوں کے گرد نہیں
ہیں۔"
"دنیا کو تیار کرنے والے دن سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں
وہ سنسنان جگڑا انتخاب کرتے ہیں اب یہ دوسری بات ہے
کہ لوگ اس سنسنان جگہ پر بھی آئیں تو کتنی کم میں کیا یہاں میں
سروار سے کی بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ہم دونوں
وہاں سے چلتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔"

کافی فاصلے پر گیا تھا۔ سروار سے واقعی کام کا آدمی تھا وہ
یہ کوئی نئی بات نہیں تھی مجھے پہلے ہی اس کے بارے میں تمام معلومات
حاصل تھیں اس نے جس سلسلے میں ہی قدم اٹھا تھا اس میں کاپیانی
ضرور حاصل کی تھی میں اس کی ذہانت کا دل سے قائل تھا ہم یہ
طویل سفر طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچے یہاں سے ہم چٹان پر
بیٹھے ہوئے ان دونوں مردوں کو دیکھنے لگے صورت حال واقعی
شادا تھی سروار سے نے اپنی جیب سے رکی کا ایک ٹپکا نکال کر
میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ ہونا یہ چاہیے کہ رستہ بالکل ان کی گردن میں نشہ بڑے
"کیا مطلب؟"
"اے۔ چیف۔ یہاں ایک پینڈہ نہیں ڈال سکتے ان کی گردن میں۔"
"مگر۔"

"پینڈہ بالکل فٹ آنا چاہیے اور اس کے بعد ہم ان میں بیٹھے
57

کچھتے ہیں گے۔ اس طرح یہ براہ راست آسمان میں پرواز کرنا شروع
 "خط ناک کام ہے اگر وہ ہوشیار ہو سکے تو۔" ۹
 "قواس کے بعد بھی دیکھا جائے گا چیف۔ اس میں پریشانی
 کی کیا بات ہے۔" ۹
 "دو گروہوں کو ایک ساتھ کیسے۔" ۹
 "ایک رکھی میرے پاس ہے۔ سروا سے رکھی کا ایک لچکا
 اپنی جیب سے نکال کر دکھا یا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔ سروا سے کابہر
 کام مکمل ہوتا تھا اپنے ساتھ وہ ایک کلب بیگ بھی لایا تھا جس میں
 یقینی طور پر میرے اندازے کے مطابق ایک ایک سا سامان ہر گاہ
 میں نے پہنندہ تیار کیا اور اس کے بعد ہم دونوں بڑی ہی
 احتیاط سے پہنندہ ان کی گردن کی طرف پھینکنے کے لیے تیار ہوئے
 میں نے پہنندہ اچھا لادرا ان میں سے ایک میری گردن پر میرے پیچھے
 میں آگئی دو دوسرے لمحے میں نے ایک جھٹکا مارا اور وہ نیچے آراہین
 اس کے ساتھ ساتھ ہی سروا سے لے کر انعام دکھا دیا تھا۔ دونوں کے
 بدن جھدے پیچھے گئے۔ گردن کے پہنندے کچھ زیادہ ہی سخت
 ہو گئے تھے۔ پھر تار سے پھینکے میں گڑبڑ ہوئی تھی کہ جو کچھ پھینکے گئے
 بعد ان کے جسموں نے حرکت نہیں کی تھی ہم نے انہیں متحمل کر دیکھا تو وہ
 دونوں مرجھ گئے ان کی زبانیس برنگل کی تھیں۔
 "ارے تروکا کے مرہب اور اتنے کچھ مر گئے چیف یہ دونوں
 "بال شاید۔" میں نے پچھتسی آواز میں کہا اور سروا سے
 میری شکل دیکھنے لگا۔
 "کہوں ہاں۔ کہا میرے اس منصوبے سے تم متفق نہیں ہو؟"
 "ہمیں سروا سے بس ایسے ہی بت نہیں کہوں ان کی موت
 فتن بر لا پھر جی ہے۔"
 "ہمیں چیف ہرے کرشنا ہرے راما وغیرہ کے متوالی پر اسے
 رنے سار ایک ہی جتنی کے چبے تھے ہیں ان کی موت پر انہوں نے نہیں
 کرنا چاہیے۔ اب آؤ جلدی سے دوران کے لباس وغیرہ دیکھ لیں۔"
 "لیکن ان کی لاشوں وغیرہ لاکا کر گئے؟"
 "انہیں لاکا رہا ہے چیف۔ وہ دیکھا گیا کہ وہ کھائی گود کچھ
 رہے ہوا اس میں جسے جسے چتر ہی برسے ہوئے ہیں اس کھائی کی
 طرف کوئی ٹرک بھی نہیں گستا میرا خیال ہے اگر کم ان لاشوں کو
 اس کھائی میں اچھال دیں تو وہ
 "مرگے مر گے۔"
 "مرگے مر گے وہی کہ رہا ہے۔ سروا سے نے کہا اور جیب
 سے ایک اسمز نکال لیا۔ اس نے ان دونوں کی دائرہ میں جیبیں ادا
 کھنڈ کر موندی تھیں اس کے بعد ان کے لباس وغیرہ تار سے

گئے۔ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک ہم یہاں معروف رہے تھے ایک
 ایک کرنے کے لیے بھی سروا سے نے سارے اختیارات کر لیے تھے۔
 اس ایک ایک کہہ میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو میرے لیے
 ناقابل یقین تھیں۔ پتہ نہیں پڑا کہ اس نے کہاں سے حاصل کیا لیکن
 بہر حال ہم وہاں سے واپس پٹے کو ہماری تمام کاروائیوں
 ممکن ہو چکی تھیں اور اب ہمیں ان غاروں میں داخل ہونا تھا تو وہ
 کے غار تھے۔ سروا سے نے غار میں داخل ہونے کے بعد مجھے کہا۔
 "چیف میرے خیال میں ہم دونوں کو اپنے اپنے طور پر کام کرنا
 چاہیے مفصل پہلا تو رہے کہ زہری سمائی کی تلاش اور دوسرا یہ ہے کہ
 تروکا کے مشاغل برنگہ رکھنا۔ تو میرا اپنا خیال ہے کہ پہلے زہری
 سمائی کو تلاش کر لیا جائے اور ہم دونوں اس ریسٹے میں بننا ہی
 وقت صرف کر سکتے ہیں کریں۔"
 "ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں اور
 سروا سے رخصت ہو گئے۔ رخصت ہونے کے وقت ہم نے ایک مخصوص
 جگہ ملنے کا پروگرام بنایا لیکن کام ہر سنے کے بعد اس سے پہلے ہم اپنی
 غاروں میں مل سکتے تھے اور اپنا اپنا کام دوبارہ شروع کر سکتے تھے۔
 ابھی تروکا سے ملنے پھر کرنا مقصود نہیں تھا۔
 میں نے سروا سے سے الگ ہونے کے بعد اس کے عظیم الشان
 پہاڑی غاروں کے سلسلے کو دیکھا ایک پوری دنیا کا جی یہاں
 چھوٹے چھوٹے غاروں میں لوگ فروکش تھے۔ یہ سب عاید ناہ اور
 ہر وقت عبادت کرتے رہتے تھے ہر ایک اور ہر قدم کے لوگ تھے کچھ
 میں نہیں آتا تھا کہ تروکا کے حال میں اس طرح اور کتنا وسیع پہلا ہوا
 ہے۔ میں ان غاروں میں لڑکوں کو بھی دیکھا گیا تھا۔ جنہیں لڑکیاں
 دلہ واہیوں کے لباس میں اور بھروسے اور کھنڈی پھرتی تھیں اور بچے
 ان کے چہروں پر تقدس کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا تروکا کی خدمت
 کے بارے میں مجھے پہلے ہی اندازہ ہو چکا تھا اور وہی نے مجھے بتایا
 تھا کہ وہ کتنا ادا باش فطرت انسان ہے۔
 دنیا کا بہترین جنس اس نے یہاں تک رکھا تھا کہ زہری غیب و
 غریب صورت حال تھی۔ میں ان کے درمیان زہری کو تلاش کرتا رہا
 پہلا دن گذر گیا رات گذر گئی دوسرے دن تھوڑی دیر آرام کرنے
 کے بعد میں نے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ اس دوران نہ تو کسی نے
 میری طرف توجہ دی تھی اور نہ کوئی ایسی لہجہ پیش آئی تھی
 کھانے پینے کا انتظام نہیں ہو جاتا تھا کوئی بھی شخص کسی جگہ ہوتا
 چاندی کے تھال اس کے سامنے آ جاتے جن میں کھانے پینے کی چیزیں
 موجود ہوتی تھیں۔ اور وہ کبھی بھی بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا جس نے
 اپنے پیچھے بے شمار لوگوں کو غار میں دیکھا تھا یہ سب نمایاں حیثیت

سے حاصل تھے لیکن ابھی تک مجھے زہری کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔
 میری آنکھیں ایک ایک ویڈیو میں سے تلاش کرتی تھیں ایک
 ایک غار میں میں نے اسے ڈھونڈنا تھا لیکن مجھے اس کا کہیں پتہ نہیں
 چل سکا تھا۔
 بڑی عجیب و غریب کیفیت پیش آئی سروا سے نے اس دوران
 ذرا ہی مدبھی نہیں ہوتی تھی، حالانکہ میں اس کے لیے غور نہ تھا لیکن
 غاروں کی اس درجہ وسیع و دنیا جیسی ایک آدھی کو تلاش کر لینا
 ناممکن تھا سونے اس کے کہ ہم غاروں سے باہر نکلنے کے بعد ہی ایک
 دوسرے سے ملاقات کرتے آچانچہ دو مرد ان گرانے کے بعد میں اس
 رات کو غار سے باہر نکلنا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں سروا سے سے
 ملاقات کا مسئلہ ہوا تھا لیکن سروا سے یہاں موجود نہیں تھا
 تو زہری دیکھنے انہیں انہیں ملنے کے بعد میں واپس پلٹ رہا تھا کہ سروا سے
 میرے قریب پہنچ گیا۔
 "اے وہاں کچھ کر کے دل کشش میں یہاں کھینچ لائی ہے۔"
 کیا رہا اسناد۔ کوئی پتہ چل سکا۔
 "ہمیں سروا سے۔ بالکل نہیں۔"
 "اسناد یقین کر دیں خود ہی بڑی کوشش میں اس میں لیکن
 ابھی تک سراغ نہیں مل سکا ویسے میرا خیال ہے ممکن ہے میں کچھ
 کامیابی حاصل کروں۔"
 "وہ کیسے سروا سے؟"
 "بس چیف۔ ایک چیلر ہے۔"
 "کیا۔"
 "تم نے غاروں میں ہونے والی حرکتیں دیکھی ہیں؟"
 "ہیں۔"
 "تو یہ تو بے نسبت کا پتہ تھی ہے ان تمام چیزوں پر ایسے
 ایسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں چیف کہ بتائیں سکتا؟"
 "توجہ ہے۔" میں نے نہیں دیکھا۔
 "تم نے صرف آدھی ہو سروا سے لولا۔"
 "خیر چھوڑو ان باتوں کو تروکا کے بارے میں یہ باتیں تو پہلے
 جی جانتے ہیں تم نے کیا کوشش کی ہے؟"
 "چیف۔ ایک ویڈیو میری معتقد تھی ہے۔ ویسے میرا
 پرتوڑ ہے اور تھا راز نام۔"
 "مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں معلوم ہوا۔"
 "خیر پتہ پھر پھر ابھی کہ غائب کیا جا سکا ہے اور ویڈیو تروکا
 کی خاص باتوں میں سے ہے۔ میرا خیال ہے آج رات میں اس
 سے زہری سمائی کے معاملے میں تھوڑی بہت معلومات بھی حاصل

"اے وہ میں شدت سے اس بات کا انتظار کر رہا ہوں اور مجھے
 "بات اصل رہے چیف کہ یہ سارے کام نہیں کھینچ سکتے تو اب
 اس ویڈیو سے اس کے منہ کی بات دلیسے ہی تو نہیں انکوائی
 جاسکتی ہے سروا سے آکھ دبا کر لولا۔"
 "پہلے سروا سے مذاق مت کرو۔ میں اس وقت بالکل جی
 مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میں نے حاجت بھرے لیے میں
 کہا اور سروا سے بخیر ہو گیا۔
 "چیف میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ زندگی
 میں بہت نہیں کیا کہا مرا مل آتے ہیں سب سے بڑی کامیابی ہی
 ہے کہ انسان اپنے آپ کو ٹھکا ہوا محسوس نہ کرے تم لڑ رہے ہو
 چیف لڑنے رہو اور اپنا مقصد حاصل کیے بغیر دم نہ لویو تھکا تھکا
 سا ہڈا کتا کتا کتا لاشاں ہوتا ہے اگر کسی نے کتا ہٹ سوا ہو گئی
 تم پرتو پھر جی بھیجی کے حصول کے لیے تم کچھ نہیں کر سکتے ہیں
 خاموشی سے سروا سے کی صورت دیکھنا پرتو میں نے گردن ہلا
 کر کہا۔
 "ٹھیک ہے سروا سے تم اپنا کام جاری رکھو میں اپنا
 کام شروع کرتا ہوں۔"
 "ذکر مت کرو چیف بس یہ تم جاؤ۔ ہم ایک ایک کیے کچھ
 ان غاروں میں داخل ہو گئے یہاں ہمارے داخلے پر کوئی پانڈی
 نہیں تھی نہیں کسی ایک جگہ کے رہنا ہی مزید نہیں تھا جی
 غاروں میں جانا جانتے جاسکتے تھے۔ میں اپنی ان کا دنوں میں
 مصروف رہا وہ رات ہی گذر گئی اور پھر دوسرا دن بھی۔ اس وقت
 شام کے تقریباً سات بجے تھے۔ غاروں میں مشعلیں روشن ہو گئی
 تھیں کسی خاص طریقے سے مشعلیں سنائی جاتی تھیں جو کچھ نزلان
 میں دھواں تھا اور کوئی ایسی بیلو جو جرنی وغیرہ جلتے سے پیدا
 ہوتی ہے اس کے علاوہ روشنی بھی تیز تھی۔
 تروکا کے یہ ماحول پیدا کرنے کے لیے بڑی محنت کی تھی اس
 کے سارے اختیارات ہیں دیکھ رہا تھا اور مجھے پون محسوس ہوا تھا
 جیسے اس کجنت نے کوئی ایک باقاعدہ حکومت قائم کر لی تھی جو اب
 کی بات ہے جی کو امر جیسے جدید نمک اس میں اس کوئی تنظیم کام کر
 رہی تھی اور تروکا ویسے ہی امریکی حکام کی لگا ہوں ہیں آچکا تھا
 لیکن اس کے باوجود جلی لاس کی ان پہاڑیوں میں آوارہ گردوں کی
 اس کاروائیوں کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے انہیں دیکھا جاتا تھا لیکن ان کے
 لیے خاص مراعات موجود تھیں پتہ نہیں پڑا کہ یہ کیوں تھا۔
 بہر حال رسالت یا رسومات کے کا وقت ہوگا کہ وقتاً ایک

بہت جڑے غاریں، اس نے تروکا کو دیکھا، ہاں اس شخص شخصیت کو جسے اسے پہچاننا تھا جس سے ایک باہر مری نگر بھڑکی ہو چکی تھی چہ پہلے وہ معزور وہی تھا اس وقت وہی تروکا اپنے چہرہ پر وہی کھل ہوا غار میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے مرید اس کے کپڑے کپڑے مٹھے میں نے ایک لمحے کے لیے بستی ہی محسوس کی تروکا کے اتنے قریب پہنچ جانے کے بعد میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ پا رہا تھا اور میرے بڑی بات بڑی کلمہ بھی تنگ کی کو یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ میں کس حیثیت سے کس جگہ موجود ہوں تروکا کی روشنی آنکھوں میں پڑ نہیں گیا کہ کیفیت تھی اس کے مرید اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے وہ غنچا مرے ذہن میں ایک اور خیال آیا کہ میں تروکا کی آنکھوں میں پہنچا ہوں کی قوت نہ ہو کہ ایسا ہے تو میری صورتحال بھی خراب ہو سکتی ہے چنانچہ میں نے بیٹھ کر تروکا کی آنکھوں سے ہینے کی کوشش کروا کر تروکا اپنے ساتھیوں کے اجتماع میں بیٹھا ہوا کچھ گفتگو کرنا ہوا تھا اور وہ سرگرم جھلکتے اس کی باتیں سن رہے تھے پھر تروکا نے آخری الفاظ کہے۔

”میں جاؤں گا میں دیکھوں گا اور میں پتہ لگانے کی کوشش کروں گا کہ اصل صورت حال کیا ہے۔“ یہ الفاظ میں نے سنی تھے وہ کہیں جانے کا پروگرام بنا رہا ہے اس کے بعد تروکا پر نگاہ رکھنا ضروری تھا میں خاکے سامنے سے گزرا تو دو فٹ تروکا نے اپنے ایک مرید سے کہہ کر اوپر مرید ہلکا ہلکا آیا۔

”مستر شیفو، شیفو،“ اس نے آواز دی طرف میں اوڑھٹی موجود نہیں تھا چنانچہ میں نے تھوڑے لمحے میں مخاطب کیا جا رہا ہے چنانچہ میں گروں بھیجا کہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”عظیم تروکا آپ کو طلب کرتا ہے،“ اس نے پھر کہا۔ اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سستی دور گئی لیکن میں نے وہاں سے ہٹنے میں دیر نہیں لگائی تھی تروکا کے سامنے پہنچ کر میں اسی طرح غنچا کے لیے جھکا جیسے دوسرے لوگ جھکتے تھے تروکا نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اس نے ہاتھ سے کہا۔

”شیفو، کل شام کو سورج چھینے سے پہلے تمھارے میرے ساتھ کہیں چلنا ہے میں تمھارا انتظار کروں گا میں نے اس انداز میں گروں غم کی اور پھر کھڑا ہو گیا۔

”میں یہی کہنا تھا تم سے،“ اس نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔

”یہ عجیب ہے،“ وہی نے کہا۔ ”میں نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔“

”یہ عجیب ہے،“ وہی نے کہا۔ ”میں نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔“

”یہ عجیب ہے،“ وہی نے کہا۔ ”میں نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔“

”یہ عجیب ہے،“ وہی نے کہا۔ ”میں نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔“

”یہ عجیب ہے،“ وہی نے کہا۔ ”میں نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔“

”یہ عجیب ہے،“ وہی نے کہا۔ ”میں نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔“

”یہ عجیب ہے،“ وہی نے کہا۔ ”میں نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔“

”یہ عجیب ہے،“ وہی نے کہا۔ ”میں نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سستی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن یہ بیانی میرے وجود پر ہی طرح سطح تھی تروکا کے کہاں جانے کا پتا ہے۔“

”اب تروکا کے بعد وہ لوگ ایک ایک کر کے وہاں سے ہاں نکل گئے۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔“ غنچا ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”کچھ عرصے پہلے زبیری بھائی کو ایسا بھی کہا ہے وہ ایسا ہے کہ کون سے ملک میں ہیں اس کے بارے میں کوئی واضح تفہیم نہیں معلوم ہو سکتی، لیکن یہ معزور بنا گیا ہے کہ وہ تھائی لینڈ کی طرف گئی ہیں یہی نہیں اندازہ ہو سکتا کہ وہ تھائی لینڈ میں ہی ہیں یا وہاں سے بھی کہیں اس کے بعد ان کی گئی ہیں۔“

”سردار سے کیا اس لڑکی نے تم سے پوچھا ہے؟“

”ہاں جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے مجھے اس پر مکمل اعتماد ہے۔“

”تو پھر میں نے زندگی آواز میں کہا۔“

”خود پر قابو رکھو جیٹ، میں ایک بات برائیاں رکھتا ہوں،“

”میں اس کی آواز میں اس کے پچھے پچھے چلتا رہا، مگر ایک نئی راستہ میں تروکا نے مجھے کوئی بات نہیں کی یہ ایسا ہوتا تھا کہ گروں جانتا تھا تروکا کا اس مڑنگ میں ہی جھانکنے لگا تھا، لیکن یہ اس کا علاقہ تھا اور میں جہاں جا سکتا تھا اس مڑنگ کے اثرات کہا ہیں، اگر میں ایسی کوئی کوشش کرتا تو پھر یہاں سے نکلنا بھی میرے لیے ممکن نہیں ہوتا، چنانچہ میں نے مڑنگ کا دامن ہاتھ سے چھوڑا۔“

”تو پھر ایک فلائنگ جیلنے کے بعد میں وہاں نظر آیا تروکا اوپر جیلنے کے لیے پڑھیاں لٹکے لگا تھا، جب وہ باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ یہاں ہزاروں کا دو مڑنگ تھا جن میں یہ غار تھے، ہونے کے تحت نکلنے سے زمانے کو کون سے جال پھاٹکے ہیں، اس وقت وہ کہاں جا رہا تھا، اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، میں تو بس اپنی دھن میں اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ مرید کچھ دور چلنے کے بعد گڑ گیا، پھر وہی فائنٹر ہر ایک گول جامیدان نظر آ رہا تھا، چوہ ہزاروں کے درمیان بنا ہوا تھا اور اس میدان میں ایک پہلی کا پٹر کھل رہا تھا۔ میں نے پہلی کا پٹر دیکھ کر مری سانس لی، یقینی طور پر تروکا اس پہلی کا پٹر سے ہی سڑکے گا، بہتر یہ ہے کہ اسے پہلے سے پھاڑ کر پورا موقع دیا جائے اور میں اسی گول سے فٹنگ کی کوشش کروں، جہاں وہ جا رہا ہے، پھر پھر ایسی مناسب جگہ جو کم از کم جہاں سے دور ہو اور تروکا کو اس جگہ کوئی مدد نہ مل سکے۔“

”جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے مجھے اس پر مکمل اعتماد ہے۔“

”تو پھر میں نے زندگی آواز میں کہا۔“

”خود پر قابو رکھو جیٹ، میں ایک بات برائیاں رکھتا ہوں،“

”میں اس کی آواز میں اس کے پچھے پچھے چلتا رہا، مگر ایک نئی راستہ میں تروکا نے مجھے کوئی بات نہیں کی یہ ایسا ہوتا تھا کہ گروں جانتا تھا تروکا کا اس مڑنگ میں ہی جھانکنے لگا تھا، لیکن یہ اس کا علاقہ تھا اور میں جہاں جا سکتا تھا اس مڑنگ کے اثرات کہا ہیں، اگر میں ایسی کوئی کوشش کرتا تو پھر یہاں سے نکلنا بھی میرے لیے ممکن نہیں ہوتا، چنانچہ میں نے مڑنگ کا دامن ہاتھ سے چھوڑا۔“

”تو پھر ایک فلائنگ جیلنے کے بعد میں وہاں نظر آیا تروکا اوپر جیلنے کے لیے پڑھیاں لٹکے لگا تھا، جب وہ باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ یہاں ہزاروں کا دو مڑنگ تھا جن میں یہ غار تھے، ہونے کے تحت نکلنے سے زمانے کو کون سے جال پھاٹکے ہیں، اس وقت وہ کہاں جا رہا تھا، اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، میں تو بس اپنی دھن میں اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ مرید کچھ دور چلنے کے بعد گڑ گیا، پھر وہی فائنٹر ہر ایک گول جامیدان نظر آ رہا تھا، چوہ ہزاروں کے درمیان بنا ہوا تھا اور اس میدان میں ایک پہلی کا پٹر کھل رہا تھا۔ میں نے پہلی کا پٹر دیکھ کر مری سانس لی، یقینی طور پر تروکا اس پہلی کا پٹر سے ہی سڑکے گا، بہتر یہ ہے کہ اسے پہلے سے پھاڑ کر پورا موقع دیا جائے اور میں اسی گول سے فٹنگ کی کوشش کروں، جہاں وہ جا رہا ہے، پھر پھر ایسی مناسب جگہ جو کم از کم جہاں سے دور ہو اور تروکا کو اس جگہ کوئی مدد نہ مل سکے۔“

”جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے مجھے اس پر مکمل اعتماد ہے۔“

”تو پھر میں نے زندگی آواز میں کہا۔“

بلند ہو رہا تھا، وہ ایک مخصوص سمت اختیار کر کے چل پڑا۔ میری نگاہ میں پتھر ٹھیک رہی تھی، "تا جلد لگا وہ نیچے پھیلے ہوئے تھا، دیکھوں کہ دوسری جانب پہاڑی سلسلے تھے، کہیں کہیں جنگل بھی نظر آ رہے تھے، پھر تقریباً ڈھائی گھنٹے کا سفر طے کر کے اسی جگہ پہنچ گئے جہاں ننھوڑے خاصے برسکات وغیرہ نظر آ رہے تھے، غالباً امریکہ کا کوئی عظیم الشان شہر تھا، کیونکہ ان مکانات سے بہت کم اونچی اونچی بلڈیجیں بھی نظر آ رہی تھیں، لیکن کوئی بھی جگہ جی اس کے بارے میں مجھے پتہ نہ تھا، لوں دیکھا تھا، جیسے پہلی بار پہاڑوں بھی مکے کا ارادہ نہ رکھتا، ہوادور یعنی طور پر وہ اس شہر سے گزر جائے گا، لیکن آبادی اسی کا کافی قدرتی اور اس طرف چھیل کر میدان بھیلنا ہوا تھا۔ ایک ٹکے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں دیوانوں کی طرح اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

میرے ہاتھ احتیاط سے اپنے لباس کی جانب مڑے اور میں نے لپٹول نکال لیا۔ اس دوران انتہائی احتیاط سے میں تڑکاکے بدن کو سٹول کر دیکھ چکا تھا، اس کے لباس میں کوئی چیز چھپی ہوئی تو نہیں ہے، لیکن اس کی جو سمت میرے پاس تھی اس کا ہی میں جانہ لے چکا تھا، دوسری سمت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، لیکن ہے یعنی پورے بدن کو کوئی ایسی چیز موجود ہو۔

جب لپٹول مضبوطی سے میرے سر سے ہاتھ میں آ گیا تو میں ننھوڑا سا بچھو کھسکا اور اس کے بعد میں نے انتہائی خوفناک آواز سن کر کہا۔

"پائلیٹ ابھی کا پڑھیں، اسی جگہ پہنچے، انارکورڈ میں اس کا اشتہار نہیں کروں گا، پہلی بار پتھر کی تباہی سے میں بھی زندگی سے جاؤں گا۔"

پائلیٹ نے غالباً میری بات نہیں سنی، لیکن تڑکاکا لقب سے آچھل پڑا تھا، اس نے میری طرف گھور دیکھا، لیکن میں نے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"ہاں تڑکاکا لپٹول میرا ہوا ہے، نہیں تم اپنے دونوں ہاتھ سائے رکھو، میں اس کی تمام گولیاں تمہارے بدن میں آنا کر دوں گا، صرف ایک گولی باقی رکھوں گا جو اس پائلیٹ کے لیے ہوگی۔"

"سینٹو کہا تو باگلی ہو گیا ہے، میری طرف دیکھو۔"

"نہیں تڑکاکا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ پائلیٹ سے پہلی کا پڑھتیے، تمہارے لیے ہے ہو۔"

"ہیں، میں اسے چمک نہیں دوں گا۔" میں نے لپٹول ایک ساتھ کر کے اٹھا دیا، لپٹول کا لپٹو لیا، جو میں نے اپنے لباس میں محفوظ رکھا تھا، تڑکاکے سینٹو کی کوشش کی لیکن میں نے چاقوئی نوک اس کی کمر پر رکھ دی۔

کاٹی گویاں باقی ہیں۔"

"کون ہے تو کیا چاہتا ہے، تو شیفو نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں میں شیفو نہیں ہوں، میں تیرا پرانا دوست ہوں تڑکاکا، جس کے لیے تو نے اپنی ساری وقت صرف کردی تھی، مجھے کیوں تڑکاکا میں تو ہوں، راجہ نواز امیر۔"

تڑکاکا کے بدن میں ایک ٹکے کے لیے تھوڑی سی پیدل ہوئی تھی اور پھر وہ مسکات ہو گیا تھا، میں نے اُسے بڑھ کر لپٹول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی اور اس کی بائیں سمت کا ہاتھ لینے لگا، لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ اس کے اس طرف ہی کوئی ہتھیار وغیرہ موجود نہیں تھا، وہ جس قسم کا لباس پہنے ہوئے تھا اس میں ہتھیار پھیلنے کی کوئی خاص گنجائش نہیں تھی اور اگر کوئی چیز ہوئی تو فوراً ہی سائے جاتی جب میں نے اس کی تلاش کی تو مجھے کوئی ہتھیار نہ ملا، اب وہ کوئی ڈوری کاروائی کرنے سے قاصر تھا، ہاں اگر اس کے پاس ہتھیار تھا تو صرف ایک اور وہ تھیں اس کی آغوشیں، جن سے میں اس تک پہنچتا رہا تھا۔

تڑکاکا میری ہدایت کے مطابق پتھر برہم ہو گیا۔ میں نے غزٹے ہوئے لیے میں کہا۔

"کیوں کیا، یہاں تو کوئی موجود نہیں تھا، پائلیٹ نے لپٹول کا ٹیڑھ اس کی کھوپڑی کی طرف کر دیا تھا۔ پائلیٹ نے لوکھا کر نہیں بند کر دی۔ تڑکاکا کے بدن کے اُس حصے سے خون بہہ رہا تھا، جہاں میں نے چاقوئی نوک گھیرتی تھی اور وہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا، پھر اس نے خود ہی دروازہ کھولا اور پیچھے آ کر کہا، اس کے ساتھ ہی لپٹول کے اشارے پر پائلیٹ بھی پیچھے آ کر گیا، لیکن میں نے پائلیٹ کا منظرہ مول نہیں لیا اور پیچھے آ کر ہی اس کے سر کا نشانہ کر گئی چلا دی۔ پائلیٹ کے جسم کے پتھر سے اڑ گئے تھے، میری اس حرکت نے تڑکاکا کو کسی قدر بدحواس کر دیا تھا، اس کی آغوشیں خون آگھل رہی تھیں، لیکن میں نے ان آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نگاہیں جھکائے کھڑا رہا تھا، حالانکہ اس کی ایک ایک جلیش میری نگاہ میں تھی۔ خاص طور سے اس کے ہاتھوں کا عمل پھر جب اس نے اپنا ایک ہاتھ بائیں سمت بڑھانے کی کوشش کی تو میں نے لپٹول سے ایک اور گولی داغ دی جس سے اس کے پاؤں کا انگوٹھا شدید زخمی ہو گیا۔

"تڑکاکا میں اپنے بدن پر ہتھیار چھین رکھتا ہوں، تمہارا چٹان پر بیٹھ جا، اس کے بعد میرے اور تیرے درمیان گھنٹو ہوگی، سن، اگر ذرا بھی بدتریزی کرنے کی کوشش کی، تو اچھی اس لپٹول میں

پتھر بھی نہ پھینکا، موت کے فٹھے جہاں سے آئے۔ لیکن میں تجھے تیری اوقات کا احساس دلانا چاہتا تھا، ایک امیٹار کا سبھی پر خوش ہو کر تو نے دیکھ لیا تھا، تڑکاکا کو شکست ہو گئی، کیا تجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا، تڑکاکا کے قدم اس زمین کے ایک ایک گوشہ میں جیسے ہوئے ہیں، کہاں کہاں سے تو ان قدموں کو اٹھا کر منگھتا تھا۔

"تڑکاکا تو نے دیکھ لیا۔ میں نے تجھے ایک جگہ سے تباہ کیا اور اب تو اپنی اس عظیم الشان بناہ گاہ میں بھی اپنا پورا جہیز کر سکا، کتنے لوگوں کو تو نے مج پر مامور کیا تھا، لیکن بناہ تیرا چاؤ کر کے، میں خود اپنا چاؤ ڈگنا چاہتا ہوں، اسحق آدمی پر لپٹول اپنی جیب میں رکھے اور تیرا کیا چاہتا ہے؟"

"اوہ، وہ تیری بیوی ہونے سے پہلے میری کینز تھی؟"

"لیکن اب وہ میری بیوی ہے۔"

"نہیں تو اسے مجرمانہ طور پر میرے پاس سے لے گیا تھا، میں نے اسے واپس حاصل کر لیا، میں نے اسے علم دیا ہے، میں نے اسے گمان دیا ہے، اور اب وہ ایک جگہ میرے گمان کا پرچار کر رہی ہے، وہ کام کی عورت بن چکی ہے۔"

"افسوس تو ہے جس گمان کا پرچار کرنے کے لیے مجھے بھیجے، اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، میں دیکھتا ہوں تیرا گمان کچھ کیسے بچاتا ہے؟"

"نہیں، اسے منکر کر چل رہا ہے، منکر چلنے سے نکل چلے، تو نے جو کچھ کہا ہے، اس کی بدترین سزا تجھے دی جائے گی، لیکن اچھی میں چاہتا ہوں کہ تیری زندگی کے کچھ لمحات باقی ہیں۔"

مشکتہ معمولی شہرت کے خوفی
کھانا پلاننگ کی مزیدار
ترکیبوں کی
زندگیاں ایک کتاب
محمد نے کہا: ۳۷ آندو ہزار کراچی

راجہ لوانا مغزب اس حالت میں تھا تو اس کا کوئی ثنائی ہی نہیں تھا۔ وہ وحشت و بربریت میں بے مثال تھا۔ اور جیسے انسان بنا تو عام انسانوں کی مانند کروہ ہو گیا۔

اب کہا کروں، کہاں زہری کو تلاش کروں، کاش میں تزلو کا کی لاش سے پوچھ سکتا، لاش اس سے کہہ سکتا۔ بدبخت انسان مرنے سے پہلے مجھے میری منزل کا پتہ تو بتا دے۔

جو کچھ اس نے کہا تھا اس بڑی کسی طرح یقین کرنا سکتا تھا ممکن ہے کجی نے جھوٹ بولا ہو۔ بہر حال اب میرے پاس اس کے الفاظ کے سوا کچھ نہیں تھا۔

زہری اس کی تعلیمات کا پرچار کر رہی ہے، ناقابل یقین بات تھی۔ لیکن تزلو کا جیسے شخص کے لیے مشکل بھی نہیں تھا۔ بلکہ قوتوں کے مالک اس جتنی نے نہ جانے کس طرح زہری کو یہ شکل دی ہوگی اس

تزلو کا مرگنا تھا ایک تاریخ ختم ہو گئی تھی، ایک خونخوار عفت سے دنیا کو نجات مل گئی تھی، وہ ایک بدترین مجرم تھا۔ قانون کا ساج کا۔ لاکھوں گناہوں کو اس نے تہہ بہ تہہ کیا تھا۔ آج اس کی لاش لاوارث پڑی تھی۔ کوئی اس کا ہر سان حال نہیں تھا۔

کیونکہ اس نے میرے دل کو ایک اور گناہ دیا تھا، زہری کے بارے میں معلومات نہیں مل سکی تھیں، وہ زہری کے راز کو اپنے سینے میں لے گیا تھا۔

آہ زہری۔ انسان کی بدقسمتی کی اس نے بڑی کراشاں ہوگی۔ آہ آوارہ غش اوباش انسان کو جس نے اپنے ویس کی قدروں کو پامال کر دیا تھا جس نے اپنے آپ کو اس قدر بدقسمتیوں میں گر لیا تھا مرگنا اس کا مشکل تھی۔ زہری نے پہلے انسان بنایا تھا، ہاں اسے پھر انسان بنا دیا گیا تھا۔ ایک کروہ انسان۔

”ہاں تزلو کا۔ اب تباہ میرے ذہن کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، تمہارا ایک بار پھر اپنے زخم پر زنا سے نشان ڈال دیا۔ شہیدہ لکھن کی بنا میرا ذہن تکلیف کی طرف راغب ہو گیا تھا اور تزلو کا کی تو جی قوت مجھ پر بے اثر ہو گئی تھی۔“

”راول تزلو کا۔ زہری کہاں ہے۔“ وہ تزلو کا کو اس صورت حال سے بخوبی ہی خبرت ہوئی تھی لیکن وہ اپنے لیے خونخاک لمحات کا تعین کر چکا تھا چنانچہ دفعتاً اس نے پھر حاکم شروع کر دیا لیکن اس بار میں نے اسے نہیں چھوڑا تھا میں نے جا تو اس کی پینڈی پر پھینک کر مارا اور میرا چہرہ سوا جا تو اس کی پینڈی میں اندر تک دھک دیا گیا تزلو کا کے حلق سے ایک سر لڑھکائی لیکن لنگھوٹے ہوئے بھی اس نے چھانکنا شروع کر دیا۔

تب مجھ کو اس نے اس پر دو گویاں پھلا بیٹھ دوں تو گیسال اس کی راؤں کو چرتی ہوئی نکل گئی تھیں تزلو کا نے ٹھوکر کھائی لیکن اس کے بعد وہ میری نگاہوں سے غائب ہو گیا ایک لمحے کے لیے میں مجھوٹا سا رہ گیا تھا لیکن دوسرے لمحے میں اس طرف دوڑا اور بچ گیا یہ اندازہ ہوا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے۔

بیٹے کا ہی گمراہی تھی، لکھنیا جیسے یا تیس فٹ کی گبری کھائی ہو چکا ایک ہی گمراہی تھی اور تزلو کا اس کھائی میں اوندھے منہ پڑا ہوا تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا اور بیٹے آترنے کا راستہ تلاش کرنے لگا ایک جگہ سے مجھے بیٹے آترنے کا موقع مل گیا اور میں بیٹے آترنے لگا میرے بازو سے خون بہ رہا تھا، تزلو کا کو میں تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا، چہتروں پر کچھ خون پڑا ہوا تھا اور تزلو کا ان کے درمیان اٹیٹھ رہا تھا۔ غمگین و برکے لب و جب میں اس کے قریب پہنچا ایک عجیب نظر میرے سامنے تھا، تزلو کا کی آنکھیں پٹی ہوئی تھیں اور وہ دم توڑ چکا تھا، میری کچھ میں نہیں آیا کہ ان جھوٹے چہرے نے اے موت سے کھاتے کیے، انا دو یا لیکن بعد میں مجھے ملانہ

کہا کہ میرے گرنے سے اس کے درمیان میں کوئی ایسی جوت لگ ہے جس سے اس کی فوری موت واقع ہو گئی۔ میں نے اس کی سفید ٹوٹیں بیٹے کی دھڑکن محسوس کی اور پھر میرے حلق سے ایک تھن سانس خارج ہو گئی، ہاں تزلو کا مر چکا تھا اور زہری۔

زہری میری نگاہوں سے اوجھل تھی زہری مجھے اب بھی نہیں ملتی تھی تزلو کا عظیم تزلو کا موت سے کھاتے آ کر گیا تھا۔ وہ اس ویلہ میں دم توڑ چکا تھا۔

”مجھے زہری کے بارے میں تفصیل بتا دو کہاں مل سکتی ہے؟“

”جوہر میں۔ تو کبھی اے نہیں پاسے گا۔“

”فی الحال تو، تو اپنی زندگی کی فکر کرنا چاہئے۔ میں نے کہا۔ لیکن یہ بات میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اپنے بھاری بھرم وجود کے ساتھ تزلو کا اس چٹان سے عقب میں چھوٹا لگا دے گا۔ وہ بھاری بدن کا آدمی تھا اس لیے میں اس سے کسی پڑتی کی توقع نہیں رکھتا تھا دوسرے لمحے وہ دوڑنے لگا۔ میں نے برقی رفتار سے چٹان کی دوسری سمت چھلانگ رکادی تھی۔

تزلو کا ابھی کچھ سے لکھنیا چپاس گزری دور لکھنا میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تزلو کا۔ لوگ جا۔ ورنہ میں کوئی پہلا دوں گا، مگر وہ تزلو کا وہ دوڑتا رہا اور میں اس کا پیچھا کرتا رہا چند ہی لمحات کے بعد میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔

”میں تجھ سے کہتا ہوں کہ کرک جا۔ یہ تیری زندگی کے آخری لمحات ہیں، بہتر ہے زہری کے بارے میں بتا دے شاید میں تجھے چھوڑوں ہاں تزلو کا نہیں تجھے چھوڑ دے گا۔ میں اس پہی کا پڑنے سے ہاتھ تھے چھوڑ کر وہاں پہلا جاؤں گا کہاں سے لیکن مجھے زہری کے بارے میں بتانا ہو گا۔“

”پستول چھینک دے، یاد دہشت تزلو کا عجیب آواز میں چنچا اور مجھے اپنے ذہن میں کرٹ سا دور تا محسوس ہوا میرے ذہن کو ایک شہید چھینکا لگا تھا۔

”میں کہتا ہوں پستول چھینک دو، تزلو کا نے پھر کہا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے قدم ڈنگلنے لگے ہیں تزلو کا اپنی توہمی قوتوں کا اثر اواز کے ذریعے اپنی ساخت پر مثال رہا تھا میں نے کان بند کر لیے۔

”پستول چھینک دے راجہ لوانا مغزب اس نے کہا اور دفعتاً میں نے اپنے ہاتھ میں دیے ہوئے چاقو کی نوک اپنے بازو میں اتار لی اور وہ ایک تزلو کا میرے بازو میں دوڑ گئی اس کے ساتھ ہی میرا ذہن تزلو کا کے جسم سے آزاد ہو گیا۔ میں نے اپنے بازو کے اس زخم کو بڑی طرح فوج ڈالا اور شہیدہ لکھن کے عالم میں تزلو کا کی طرف دیکھنے لگا تزلو کا نے مجھے خوشی لگا ہوں سے دیکھا تھا۔



کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس کی تلاش میں تیرے زندگی صرف کروں جہاں سے بھی وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔

امریکی میں رہنا اب میرے لیے ممکن نہیں تھا روار سے ایلینڈ سے صرف میرے لیے آ رہا تھا لیکن اب میں کسی کا دلدار نہیں تھا اب میں کوئی دوستی نہیں تھا سنا تھا میرے دل کا کائنات تہہ و بالا جو جی تھی۔ میں اپنے وجود میں پتھر ٹپڑا رہا تھا۔ آواز ہی تھی کہ ہمارا کس کروں۔

میرا دل یہ زندگی اب میرے لیے نہیں ہے۔ دل میں خیال آ رہا خود کو کئی کروں لیکن اس طرح کہوں جس دن اپنے میرے مومن چھینا ہے اسے یہ سکون کے کیوں نہ مروں میری موت تیری کی تلاش میں ہونی چاہیے اس طرح میں اپنے بیکار کو خانہ پیش کر سکتا تھا۔

جہاں سے میری زندگی کا رخ بدل جانا چاہیے تیرے لیے سکون تیرے چھینی بیٹے کے تنوں میں بند ہو جانا چاہیے۔ اب اس کا اظہار صرف عمل ہی کی صورت میں ہو صرف عمل کی شکل میں۔ ایک بائبل۔ ایک جونی وہاں سے چل پڑا۔ کوئی منزل نہیں تھی کوئی تیرے گھر نہیں تھی۔ میں ایک طوفان تھا جو خاموش تھا ایک آگ کا ذہن تھا جو آتش فشاں بنا رہا تھا۔ ہاں ایک آتش فشاں تھی آگ سینے میں سجائے آگے بڑھ رہا تھا۔

اب میں ذی ہوش تھا۔ زندگی میں بوری لٹی بیٹے کے لیے نیار تھا لیکن دل میں آگ سلگ رہی تھی۔ میں زندہ ہوں ہے میرا دل میں ضم ہو جانا چاہیے۔ دوستی کوئی چیز نہیں ہے۔ انسانیت کوئی چیز نہیں ہے۔ سب جہل و ل کے ہیں جو دل چاہے کرو اور بس کسی کے جال میں نہ پھنسو کسی کے پیار میں نہ لٹو۔ دل چاہے کسی خارش زدہ کے تو ممبر جٹاؤ اور دل چاہے تو کسی کے لیے چہ نہ کرو۔ ایک آگ تھی جو لو سے وجود میں سلگ رہی تھی۔

میں دور لٹک رہا۔ سب کو پتہ تھی چھوڑا یا۔ اب کسی شے سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ میں ایک نئے انسان کی تخلیق چاہتا تھا۔ ایک بائبل نئے انسان کا جنم چاہتا تھا۔ نئے سماجی جو بنی ہوں اور مجھے نئے روپ میں دیکھیں۔

عالم ہوش تھا یا عالم دلوانا۔ دن اور رات کے گزرنے کا کوئی احساس نہیں ہو سکا تھا۔ مجھے کون کون راتے ہیں ٹھکانا چاہتا کسی کس کے ساتھ دن گزارا۔ مجھے کس نے کس انداز میں دیکھا لیکن وہ لڑکی جو میرے ساتھ تھی کبھی کبھی محسوس ہوتی

تھی اس کے لغزش دل کے کچھ ایسے گوشوں کو چھونے تھے جو مجھے کیوں نرم ہو گئے تھے تو بھئی باوا نہیں کہ اس نے کس طرح مجھے پایا ہاں جب حالات کا بخوشی بخوشی اس احساس ہونے لگا تو سوچنا پڑا سب سے بڑا ہمدرد و شکرگسا رہا۔ میں ایک اسپتال میں تھا۔ نظر ہو کوئی بیماری نہیں تھی جسم تندرست تھا اور ہاتھ پاؤں پوری طرح مضبوط لیکن بس کچھ لمحات کھو گئے تھے۔

یہ لمحات میں نے کس طرح گزارے اس کے شے شے نے تو نہیں میرے ذہن پر واضح تھے اور سوچنا کچھ میرے لیے اجنبی نہیں تھا شاید اس کا تعلق آپتوں سے تھا اس کے کچھ نیکے تو تھے کسی قدر سا لٹا ہٹ لیے چہرہ اور سب سے زیادہ جین کی آنکھیں میرے ذہن پر کندہ تھیں اس کے احسانات ہی مجھے باہر نکال دے وہ کون تھی اور مجھے کس طرح آتی تھی اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا جب میں نے پہلی بار اسے اس کے نام سے مخاطب کہا تو اس کے چہرے پر اس قدر مسرت کے آثار آئے میرے کہ بیان سے باہر تھے۔

”تو تم واپس آگے۔“ وہ اس نے سرد و کجی میں کہا۔ ”میں کہاں جا رہا تھا۔“ ”جگہ کہاں۔ جگہ کہاں۔“ وہ اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ میں لٹی ہوئی لگا ہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ وہ میرے لیے مومنی کا جس نے آتی تھی جسے اس نے جسے پیارے ہمارا دے کر لیے پڑا۔ میں اس میں اپنا سلس کا عادی تھا اب اس طرح ہو گیا تھا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن اب مجھے کبھی باوا کا تھا کہ راجہ لوزا مصر تھا جو خود کو کھول جانا چاہتا تھا اور میں نے اپنی یہ کیفیت برقرار رکھی جس جیسے کے بعد اس نے مجھے متا دیا۔

”اس کا مقصد ہے کہ اب ہر جہل سکتے ہیں“ ”ایں۔“ میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا۔ ”پہلے۔“ اپنے ذہن پر بارہ بار دو دیکر اس میں نہیں پیر سے نہیں کھو جانا چاہتی۔

”دیکھنا۔“ میں نے غور سے انداز میں سوال کیا۔ ”ہاں۔“ ”مجھے اندازہ نہیں ہے۔“ ”شاید نہیں۔“ لیکن کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ”شاید۔“ اگر نہیں ہر نام پسند نہیں ہے تو جس نام سے

کہوں نہیں مخاطب کروں۔ ”مگر۔“ غور سے میں کیرا لٹی نہیں ہوں۔ ”اب نہیں ہو گئے۔“ میرے لیے کیرا لٹی ہی ہو۔ ”تم کہاں میری مصیبت ہاں۔“ لیکن میں پریشان ہو جاؤں گے ہاتھوں۔

”میں پریشان ہونا چاہتی ہوں۔“ ”مگر میں نہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔“ ”کیوں۔“ ”اے اس نے مسکرائی لگا ہوں مجھے دیکھا۔“ ”اس لیے کہ تم۔“ تم میرے ذہن میں مجھے کیوں نے کھاری طرف کھینچا تو محسوس ہوتی ہے دیکھو سوچنا میرا مانتا نہیں ہے کہ میں نہیں اس برے سماجی میں شامل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ ”ایک درخواست کر سکتی ہوں کیرا لٹی۔“ ”مجھے کیرا لٹی کہو۔“

”اب نہیں۔“ تم کیرا لٹی ہو۔ میں نہیں کیرا لٹی ہی کہوں گی مجھے تم مجھے میرا حق۔ سوچنا ہے جواب دیا اور میں سوچا نہ انداز میں اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو مجھے کس غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔ پھر دفعتاً میرے سینے میں ایک طوفان اٹھا۔ راجہ لوزا مصر جیسا عقرب رہا ہے تو تو اس دن اپنے صرف اشتیاق کا ٹھکانہ کر چکا تھا۔ کوئی بھی یہاں غرض سے خالی نہیں ہے۔ یہ لڑکی اگر مجھے کیرا لٹی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لیے کوئی نہیں نظر ہی ہوگا کیرا لٹی نہیں ہوگا کہ تو اس کو دیکھ۔ وقت گزارنے کے لیے کوئی اور راستہ تو ہے نہیں۔ اگر یہ سماجی تھے اس حیثیت میں رکھنا چاہتا ہے تو مجھے اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ تو مکمل طور پر کیرا لٹی بن جا۔

حالات کا مجھے کبھی ہوں کے خود خود میرے علم میں آتے ہی رہیں تھیں میں پیش آئیں اسے اپنا لے ہاں اسے اپنا لے اور دفعتاً میرے ہونوں پر مسکرائی پھینکی تھی جس نے اسے دیکھ کر اس کے ہاتھ پرجھٹا رکھتے ہوئے کہا۔

”سوچو سوچو سوچو۔“ ”ادہ۔ تم۔“ تم کیرا لٹی ہو۔

”ہاں۔“ مجھے بول محسوس ہو رہا ہے جیسے میری ذہنی تو ہیں کمال ہوتی جا رہی ہیں۔ میں نے کہا اور سوچنا اب مجھے کس کے لیے عجیب سی لگا ہوں اسے مجھے دیکھنے لگی۔ لیکن مجھے اس کی جین آنکھوں میں مسکرائی نظر آتی۔

”بس تو مجھیں وہ دکھانا ہے جو میں کہوں۔“ ”میں تیار ہوں۔“ ”تھاری طبیعت اب بالکل ٹھیک محسوس ہوتی ہے میں نہیں آتی ہی اسپتال سے گھر چلتی ہوں اور اس کے بعد ہم وارنٹ چلیں گے۔“

”وارنٹ۔“ میں نے زیر لب جڑ جڑ کر کہا۔ ”ہاں۔“ اب تم مجھے تو بچو گے کہ وہ نہیں کہتا ہے۔ ”اور تم مجھے نہیں بتاؤ گی۔“

”ہاں۔ میں نہیں بتاؤں گی کیونکہ تم اب خود کو میری تحویل میں دے چکے ہو۔“ ”چلو منظور ہے۔“ میں نے کہا اس کے بعد سوچنا نہ مانے کہا کیا کارروائی کرنی رہی۔ بخیر ہی دیر کے بعد وہ مجھے ایک خوب صورت کار میں بٹھا کر س عمارت میں لائی وہ نہایت حسین تھی۔ عمارت میں مشہور لٹی اس کی رہ رہا منزل کے ایک خوب صورت فلیٹ میں سوچنا رہتی تھی۔ اس خوب صورت فلیٹ میں میرے لیے ایک آرام دہ کمرہ کا بندوبست کر دیا گیا میرے بدن کی تمام فوجیں بحال تھیں۔ اب میں ذہنی طور پر بھی ٹھیک تھا کہ میں نے اپنے آپ کو حالات کے دھار سے بچھڑا دیا۔ اگر وہ مجھے کیرا لٹی کہہ رہی ہے تو ٹھیک ہے اگر وہ وارنٹ چاہتا ہے تو مجھے ٹھیک ہے سوچنا نہ دونوں کے یہاں رکھا اس دوران اس نے میری اتنی خاطر مدارات کی تھی کہ میں اس کا شکر گزار ہو گیا لیکن پھر وہ دل سے اندر ہی اندر میں اپنے طور پر مجھے ہونے لگا کہ جب میرا دل اس لڑکی سے لگے گا اور جب مجھے یہ معاملات پھر دلچسپ محسوس ہوں گے میں اسے خیر باد کہہ دوں گا۔ زندگی کے لیے اب کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کبھی کسی رشتہ میں میں لٹی ہوئی تو اس سے حاصل کروں گا۔ اور اس کے بعد محسوس ہے راجہ لوزا مصر ہی زندگی میں واپس آجائے اس وقت تو میں کیرا لٹی تھا سو کھینچ کر لٹی کی حالت جو کچھ بھی ہوں کے خود خود میرے علم میں آتے ہی رہیں گے اس کے لیے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے چنانچہ ہم نے تیس دن اپنے سفر کو آغاز کر دیا سوچنا مجھے وارنٹ سے جا رہی تھی کہوں اور کس لیے اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس نے مجھے وارنٹ کے راستے بتائے اور خود میرے ساتھ ایک عجیب سی شکل اختیار کر کے آجی۔ اس نے راستے میں مجھے بخیر ہی سے تھوڑی سے تھوڑی سی باتیں اور پرکھ دیا تھا کہ مجھے کس طرح معاملات کو تاکے جڑ جانا ہے۔ ان مختصر تھوڑی سی باتوں میں ایک دلچسپ کہانی بھی ہوتی تھی لیکن میں نے اس پر بہت زیادہ غور نہیں کیا تھا جب سوچتا ہے نغان کی بات تھی تو پھر ان تمام چیزوں کے بارے میں جاننے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ ہم ایک سسٹن سڑک پر گزر رہے تھے۔ اور کافی دور تھوڑے تھے جب ہم سڑک کے مخصوص حصے سے گزر رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ کچھ مسل اور فوجی ایک آدمی ہمارا راستہ رکھ کرے ہوئے ہیں۔ میں نے کار روکنے کی کوشش نہیں کی اور ان کے قریب ہی جا کر رکا۔ سوچنا نہ لٹی اس دوران کچھ نہیں کہا تھا بس وہ خاموش لگا ہوا سے ابھی دیکھتی رہی تھی۔ وہ لوگ چند قدم آگے بڑھے اٹے اور کار کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ شکل و صورت سے اور لباس سے وہ فوجی معلوم ہو رہے تھے

قوی ہیکل اور خطرناک شکلوں والے پتھر بہت ہی ان کا تعلق کون سے ملک سے تھا۔ غالباً آپہن سے کیونکہ ان کے خدو حال اس قسم کا اظہار کرتے تھے۔

”کیا بات ہے جناب بڑے بڑے بندے۔؟“ میں نے پوچھا۔ لیکن میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ آدمی کارے کے نزدیک آئے اور جھانک کر اندر دیکھا۔ سوئیٹنگی آنکھوں میں آنسو ڈھرنڈھرائے ہوتے تھے اور اس کے ہاتھ میں دو مال تھا۔

”مٹر کیوں بند ہے۔؟“ اس نے دو مال سے ناک رکھ کر پوچھا۔

”تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔؟“ آنے والوں میں سے ایک نے سوال کیا۔

”دارالحسن کیوں کیا کوئی خاص بات ہے؟“ سوئیٹنگی گھبر کر بچے میں بولی۔ اس کے چہرے کی تبدیلیوں میں جیران تھا راستے میں وہ خوش و خرم تھی اور ہنسی مسکراتی مجھے گفتگو کرتی آئی تھی۔ لیکن اس وقت بولوں لگ رہا تھا جیسے اس سے زیادہ غمزدہ لڑکی اس وقت سے زمین پر موجود نہ ہو۔

”دارالحسن کیوں جا رہے ہو؟“ اس شخص نے سوال کیا۔

”اپنے بچے سے ہوؤں سے ملنے؟“ سوئیٹنگی آواز میں ڈوبتی ہوئی تھی۔

”براہ کرم صحیح جواب دو۔ آگے بڑھنے سے قبل یہ ضروری ہے۔“ مسلح شخص نے کسی قدر نرم آواز میں کہا۔

”آپ نے نہیں کیوں رکھا ہے۔ آپ کہا جانتے ہیں؟“

”یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اس مٹر کی کھڑائی کی جارہی ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

”اوہ۔ میں دارالحسن کے قبرستان جا رہی ہوں وہاں میرے کچھ عزیز بڑے ہیں۔“

”کون سے علاقے میں۔؟“ اس شخص نے سوال کیا۔

”برفانی داؤلوں میں یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا وہیں میرے اُن عزیز بڑوں نے موت کو گلے لگا لیا تھا۔ کیا تم اس زلزلے سے ناواقف ہو جو دارالحسن کے اطراف میں آیا ہے؟“

”اوہ۔ سوری بہت سوری۔ بہر طور بات یہ ہے کہ اس موسم میں مٹر کا خطرناک ہوجانا ہے۔ آپ نہایت احتیاط سے سفر کریں۔“ وہ رستے سے ہٹ گیا۔

”چلو، سوئیٹنگی نے مجھے کہا۔ اور میں نے کاراگاہ جھادی۔ یہ تمام کہاں کی میری بھگتیں ہیں اس کی آئی تھی اور میں اس میں گم تھا۔ جب ہم کافی دور نکل آئے تو سوئیٹنگی نے اچانک ایک پتھر

لنگایا۔

”تم نے دیکھا کہ اڑن ہیں۔ کس طرح انہیں بےوقوف بنا دیا۔“

”اب میں اگر تم سے اس بارے میں کچھ پوچھوں گا تو تم بہرہ دوگی کہ میں اپنے ذہن پر نوردن ڈالوں۔“

”نہیں نہیں۔ کیوں نہیں۔“ دراصل راستے والی خطرناک ہیں اور تم جس سے ملاقات کرنے کے لیے جا رہے ہیں وہ عام قیمت نہیں ہے۔ میرا دل میں یقین تمام انہیں سے آگاہ کر دوں گی اس وقت صرف میرا ساتھ دو۔“

”میں نے کب تک یہ سنا ہے۔ ہرگز تم کس سے ملنے جا رہی ہو۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”پہلے روئے۔“ وہ بولی۔

”پہلے روکن ہے؟“

”ہمارا محبوب، ہمارا احمق۔ ہمارے لیے راستے کا انتخاب کرنے والا۔“

”تھیک ہے لیکن ہمارا راستہ کیوں روکا گیا تھا؟“

”اوہ۔ شاید کچھ لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مٹر پہلے وہاں علاقوں میں موجود ہیں۔“

”لیکن کہاں لوگ مٹر پہلے سے پر خاش رکھتے ہیں؟“

”ہاں۔ چلو پتھر رہو۔“ اس نے کہا اور میں خاموشی سے کارڈ لائیو کرتا رہا۔

یہ لڑکی کافی براسرار محسوس ہوتی تھی لیکن سوال ہی نہ تھا کہ اس نے اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ میں نے بھی دل میں فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ وہ کہے گی اسی پر امانت و صدقہ فائدہ مند ہوں گا خواہ کچھ بھی ہو جسے میری زندگی اگر کسی اور حادثے سے دوچار ہونے یا لڑی ہے اس سے بے خوفی پڑتا ہے۔ یہ تو ہے، ہی حادثے کی آغوشوں میں رنجیدہ حالت کے بعد میں نے پوچھا۔

”کہا ان اطراف میں زلزلہ آیا ہے۔؟“

”ہاں۔ ابھی پتھر سے دن پہلے کی بات ہے کچھ عرصہ پہلے یہاں زلزلے نے خاصی تباہی پھیلائی ہے۔“

”ہوں۔ تو یہ کیا تم نے اس کے بارے میں پہلے سے معلومات حاصل کر لی ہوں گی؟“

”ہاں کیوں نہیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

”تھیک ہے، لیکن اب ہرگز ہرگز ہرگز ہے۔“

”بس کوئی ہرگز نہیں ہے۔ پہلے ہم اس علاقے میں چلے گئے جہاں زلزلے سے مرنے والوں کی یادگاریں تعمیر کی گئی ہیں تاکہ اگر کسی

نے ہم پر نگاہ رکھی ہو تو اسے شہ نہ ہونے ہائے اور اس کے بعد ہم مٹر پہلے سے ملاقات کریں گے۔ میں نے یقین جو تھوڑی بہت تفصیلات بتائی ہیں براہ کرم ان کے تحت ہی بہرہ دو کے سامنے اپنے آپ کو سزا میں کی حیثیت سے پیش کرنا اور نہ ہمارے لیے مشکلات پیش آئیں گی۔“

”میں اب تم سے نہیں پوچھوں گا سوئیٹنگی کا معاملہ کیا ہے بس تم کچھ چھپو گئی وہی کروں گا۔“

”اور ایک بات تم ہی ذہن نشین کرو کہ میں جو کچھ لڑکی وہ ہم دونوں کے حق میں بہتر ہو گا، سوئیٹنگی نے جواب دیا اور میں سمجھا

کہ وہ کہاں بہتر ہے۔ حق میں کہا بہتر ہو گا اور کہا نہیں اس کے بارے میں سوئیٹنگی نے نہیں کہہ سکتی تھی۔ بہر طور میں نے اس سے تعاون کا فیصلہ کر لیا جو مختصر معلومات اس کے ذریعے حاصل ہوتی تھیں وہ

یہ یقین اس کے پاس کوئی ایسا راستہ جو بہتر سے لوگوں کے لیے باعث دلچسپی ہو سکتا تھا۔ میں اس کے ماز میں اس کا شریک تھا اور اس سلسلے میں میرے ذہن کو اذیتیں سے کرم عقل کر دیا گیا تھا سوئیٹنگی نے مجھ کو باہر حاصل کیا اور اصل کرنے کے بعد اس نے میرا علاج

کر لیا تاکہ میں تھیک ہو جاؤں تو وہ اپنے پاس موجود لڑکی کو بچ کر دولت کما سکے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سوئیٹنگی کو یہ غلط تھی ہوتی ہے

یا تو وہ میری شکل سے دھوکا کھا گئی ہے ممکن ہے۔ اس کا ساتھی، گھبراہٹ میں میری شکل بھرا دیا اور اس دن میں اس کا وجود نہ ہوا اس کے امکانات تھے سوئیٹنگی اس طرح کچھ سے مخاطب تھی اور جو تفصیلات اس نے بتائی تھیں اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ

میری شکل سے دھوکا کھا گئی ہے۔

بہر طور اگر ایسی کوئی بات تھی تو میں سوئیٹنگی کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا تفصیلات مجھے کسی حد تک معلوم ہوئیں تھیں اور میرے دل میں ایک ناک ان حالات سے دلچسپی لینے کا خیال پیدا ہوا تھا۔

میں نے سوئیٹنگی کو کئی زندگی کے لیے جو فیصلہ میں نے کیا ہے اس سے مجھ کو نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ اب میں ان معاملات میں پوری طرح غلط ہو گیا اس کے سہارے میں نے اہستہ اہستہ ایک پروگرام ترتیب دیا اور اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اس

لڑکی کو فروخت سے جو رقم حاصل ہوگی اسے میں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کروں گا اور سوئیٹنگی اس کا ایک بڑا حصہ دوں گا۔

چنانچہ میں پوری طرح اب اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا اور دارالحسن میں مٹر پہلے سے ملاقات کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر چکا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ آپ کہاں کہاں سے میں سوئیٹنگی

جو زلزلہ ہمارے پاس موجود ہے دوسرے لوگ بھی اس سے واقف

ہیں کیا۔؟“

”ہاں۔ اس کے لیے وہنا کئی ممالک تک دوڑ کر رہے ہیں اور کراچی میں بھی کئی ممالک تک دوڑ کر رہے ہیں۔ ہم اس زلزلے کی اسی قیمت پر فروخت کریں گے کہ اس کے بعد میں اپنی زندگی میں کسی اور چیز کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ہم اور تمام اطمینان سے ایک

حیثیت زندگی بسر کریں گے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

وہی میں اس سلسلہ کا تاوانا ہاں ہے ذہن میں مرتب کر رہا تھا اور خانا چاہتا تھا کہ آگے مجھے ہانکنا ہوگا۔

اگر ہرگز راستے میں اس طرح کی کھڑائی کرے ہیں تو اس کا مقصد یہ کہ کسی نہ کسی طرح انہیں ہمارے بارے میں جھٹک مل چکی ہے۔ سوئیٹنگی نے پوری دلچسپی سے

”ہوں۔ ممکن ہے۔ ویسے کیا انہیں معلوم ہے میں سوئیٹنگی کی بیوی یہاں موجود ہے؟“

”ہاں۔ مجھے اس بات سے بھی تشویش ہو سکتی ہے اور یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ کھاری حکومت بھی اس معاملے میں کافی دلچسپی لے رہی ہے۔“

”چلو تھیک ہے دیکھ لیں گے۔ میں نے اہستہ سے جواب دیا اور سوئیٹنگی کھری سوری میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے لڑکی اٹھا کر کہا

”ہیں انتہائی احتیاط کرنا ہوگی۔“

”مثلاً۔۔“ میں نے سوال کیا۔

”میں نے ان لوگوں سے جو کچھ کہا ہے وہی کرنا لازمی ہے ہم سب سے پہلے اس قبرستان میں چلے گئے۔“

”تھیک ہے مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ سوئیٹنگی مجھے راستہ بتائی اور میں گاؤں لڑکی کو لے کر رہا پھر صوبہ ہم ایک چھوٹی سی پہاڑی بس کی سڑک کے نزدیک سے گزرنے اور ایک پرلے اور کانٹے کی گلیس کی دیواروں کے ساتھ مڑ کر ایک اور مڑ کر پہنچے گئے۔“

لڑکی کے دوسری طرف پہاڑوں پر سے چاہے برف بھی ہوتی تھی

”کیا تم اس جگہ سے واقف ہو جہاں زلزلے سے مرنے والوں کی قبروں کو تعمیر کیا گیا ہے۔“

”ہاں۔ مجھے پتہ ہے اس کے بارے میں اندازہ ہے؟“

”تو پھر مجھے اس طرف کا ڈیڑھ گز۔“

”کیوں نہیں۔ آگے چل کر ایک دو شاخہ مڑ کر نظر آئے گی

یہیں بائیں سمت مڑنا ہے، زیادہ دوڑنا نہیں جانا چاہیے گا۔“

”تھیک ہے۔ میں نے کہا اور اس دوسرے راستے پر

قال دی۔ یہ سڑک ایک کلیسا پر جا کر ختم ہو گئی تھی لیکن ان لوگوں پر بے پرواہی برف تھی جس کی وجہ سے مارکی ڈھلنا سست ہو گئی تھی۔ کلیسا کے سامنے جا کر بس نے لاٹری روک دی اور پچھلے آٹھ یا دس کلین تعمیر کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ وہاں کلیسا کے قریب دو چار ہیں کوئی نظر آ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ان لوگوں نے یہاں تک ہمارا تعاقب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی بہر طور ہم بیٹھے آئے اور سوچنا ہمارے ساتھ آگے بڑھے گئی کلیسا کے دروازے پر برف جمی ہوئی تھی جیسے شاگرد ہیں دروازہ کھولنا پڑا تھا۔ لیکن وہی سے بنا ہوا کلیسا اندر سے بالکل تاریک اور کھنکھناتھا تھا لیکن وہی کی کرسیوں اور بچوں سے ایک ناگوار سی لڑا لٹھ دہری تھی۔ سامنے دو اور چھترتھی جیسی کا مگر نہ نصب تھا اس کے نیچے ماڈرن میں ہلاک ہونے والوں کے نام کندھ تھے۔ سوویتا نے میرے ہرے ہرے ہوم بیٹوں کے ہنڈل سے ایک مہر تھی نکال کر روٹی کی اور چند ساعت عبادت کرتی رہی۔ میں اس دن دن بالکل بے خلق کھڑا رہا تھا۔ بیٹھوڑی اور بعد وہ فارغ ہو گئی اور منگوائی ہوئی بھری جانب دیکھ کر بولی۔

”بول محسوس ہونا ہے جیسے حالات ہمارے تھے میں جا رہے ہیں۔“

”اس کا اندازہ تم خود کرو سوچنا، تم جانتی ہو میرا مذہب کونسی طرح حاضر نہیں ہے۔“

”ہاں۔ میں جانتی ہوں۔ بہر طور میں سخت اعتقاد رکھتا ہوں۔“

”اعتقاد۔ میں نے نہ سنا تھا۔“

”کیوں نہیں کوئی اعتراض ہے؟“

”ہاں۔“

”کہا مطلب؟“

”کیا تم اپنے پیچھے گئے ہوئے لوگوں سے مننے کے لیے کوئی ویلر رکھتے ہیں۔“

”مثلاً کیا؟“

”جیتنا رہیں کیا ہمارے پاس۔“

”اوہ۔ سبیلوں نہیں۔ کار کی سیٹوں کے پیچھے چند مالوں میں اسٹین گن اور دوسری کم ہمو جو وہاں ہے۔“

”ٹھیک ہے آ جاؤ۔ میں نے کہا۔ اور وہ میرے ساتھ کار میں بیٹھی۔ پھر میں نے کار اسٹارٹر کر کے آگے بڑھا دی۔

”اب تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا ان لوگوں کو نظر انداز کر دیا جائے؟“

”کن لوگوں کو؟“

”وہی جنہوں نے ہمیں رستے میں روک رکھا تھا۔ اور جن کے بارے میں ہمارا یہ خیال ہے کہ وہ بلاوجہ وہاں موجود نہیں ہوں گے۔“

”ہاں۔ میرا خیال ہے انہیں ہم پر شبہ نہیں ہو سکا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ لیکن ان چالاک لوگوں کے لیے اگر کم ٹھوڑا وقت مزید برآں دو کہیں تو کیا حرج ہے؟“

”جیسی تمھاری مرضی۔ میں کسی کام پر اعتراض نہیں کروں گا۔“

”میں تمھاری شکرگاہوں کی برائیاں اور کم ہرے بڑے جدا اعتماد کرتی ہوں۔ جیوڈی کار دو لپس سڑک پر سے جانے کے لیے تھوڑی دیر تک ان میدان کی جھونپڑوں میں چلاؤ۔ سڑک کافی خطرناک ہے اور آگے طور سے اس کو سمجھیں۔ میدان کے دو سرے ہرے ہرے اس سڑک پر دو ماہہ پہنچ جائیں گے۔“

”میدان ہوا ہے۔ میں نے سوال کیا۔“

”ہاں ڈراؤنگ یٹنگ کوئی وقت نہیں ہوگی۔ میں نے اسے خواہش کے مطابق کار کا رخ میدان کی طرف کر دیا۔ وہ میرے ساتھ ہی آ بیٹھی تھی۔ بیٹھوڑی دو لپس تک وہاں کی طرح تھوڑی دیر چلی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ لیکن چند لمحات بعد اس نے ایک چھوٹی اسٹین گن نکال کر میرے برابر والی سیٹ رکھ دی۔ ”بہن حالات سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ میں نے اسے ایلیا نکال لیا ہے۔“ وہ بولی۔ میں نے گروں ہلا دی تھی۔

میدان میں برف جمی ہوئی تھی اور میں احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا، چند لمحات کے بعد سوویتا نے مجھے مخاطب کیا۔

”رنگلاس سے تیز نہیں کی جا سکتی۔؟“

”میرا خیال ہے برف سے ڈھکے میدان کے ایک ایک حصے سے واقفیت مشکل ہے، اور میں تو اس کے بارے میں بالکل نہیں جانتا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں بھی بہت زیادہ نہیں جانتی لیکن میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ دھندلے شیشے اترتی آرہی ہے۔ سوویتا نے کہا۔

”میں فوجی محسوس کر رہا تھا کہ ہائیڈرو کی دھندلے شیشے اتر رہی تھی اور ماتل میں تاریکی بھینتی جا رہی تھی۔ پھر لمبی بارش شروع ہو گئی۔ بارش کی وجہ سے یہاں سردی کا احساس مزید بڑھ گیا تھا جبکہ اس سے پہلے بھی خاصی سردی تھی، لیکن بارش کی دیرے ماتل میں ٹھنڈن میں پیدا ہو گئی تھی، میں نے رفتار تھوڑی سی بڑھا دی۔ خوب بچکے لگ رہے تھے، لیکن بہرحال کار شاندار تھی۔ سوویتا بھی پارہیزنگا ہوں سے دیکھ چکی تھی اس کی آنکھوں میں نمائے کیا تھا، میں نے محسوس کیا شاید وہ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی

ہو، بہت ہی عجیب سی کیفیت تھی اس کی۔ وہ کشمکش کا شکار معلوم ہوتی تھی۔ بالآخر اس نے کہا۔

”کیڑا۔“

”ہوں، کہنے۔؟“

”ہنہیں اپنی چھوٹی زندگی کے بارے میں کچھ باتیں آتا۔؟“

”میری چھوٹی زندگی کے بارے میں آپ نہیں جانتیں کس نوعیت؟“

میں نے کہا۔

”یہ آج تک تمھاری تنگدلی میں کھنکھن کیوں پیدا ہو گیا ہے۔؟“

”اس کی وجہ میں آپ کو معلوم ہے۔؟“ میں نے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔؟“

”مطلب یہ کہ آپ میرے بارے میں سب کچھ ہی جانتی ہیں۔؟ میں نے کہا۔ ”وہ خواہش ہو گئی۔ وہ کس قدر ترس سنی نظر آتی تھی، لیکن پھر آہستہ آہستہ اس نے خود کو منھالا اور بولی۔

”کیڑا ان کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں، جب وہ دوسروں سے سہارا لینے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے، بس میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گی اور یہ بات بھی میں نہیں بتا دوں کہ اس وقت تم میرے لیے بہت بڑا سہارا ہو۔“

”تم نے میرا تعاقب کس طرح کیا سوچتا،“ میں نے ایک چھتیا ہوا سوال کیا۔

”دل کے تقاضوں کے ہاتھوں۔ کاش میں تمہیں گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں کچھ بتا سکتی۔“

”جب بتانے کی پوزیشن میں ہو تو اس موضوع پر بات کرنا، فی الحالہ خاموشی ہی مناسب رہے گی۔“

”ٹھیک ہے۔ اس نے آہستہ سے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔

”میرا خیال ہے ہم سڑک پر آئے ہیں، لیکن برف میں اس کی تیز رفتاری مشکل ہو گئی۔“

”ہاں سڑک برف سے ڈھکی ہوئی ہے، لیکن ڈھنوں کی قطاروں سے اس کا تعین ہو جاتا ہے۔ میں نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بڑی خطرناک سڑک تھی، ایک طرف پہاڑیاں بلند ہوتی چلی گئی تھیں، جن پر برف ہی برف نظر آرہی تھی۔ دوسری طرف ڈھنوں کی قطاریں تھیں جن کی دوسری سمت گہری برفی چلی گئی تھیں۔“

ہم برف کی موٹی تہ پر سست رفتاری سے سفر کرتے رہے اور کافی دور نکل آئے، لیکن اب آگے کا سفر بہت مشکل ہو گیا تھا، کیونکہ دھندلے تاریکی پھیلا دی تھی اور رفتہ رفتہ ایسا مائل پیدا ہو گیا کہ اب چند گز دور کی چیز بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ سوویتا کے چہرے پر غمگین شہ کی آندھری سیلنے لگے میں نے روشنی جلا دی، لیکن یہ حد درجہ روشنی ہی کوئی خاص اثر نہ کر سکی۔

”میرا خیال ہے سوویتا سفر جاری نہیں رہ سکتا۔ میں نے کار روکنے ہونے کہا۔

”ہاں ان علاقوں میں موسم ہمیشہ خراب ہی رہتا ہے۔“

سوویتا تشریح زدہ لہجے میں بولی۔

”پھر کیا ارادہ ہے۔؟“

”یہاں تو قیام بھی ممکن نہیں۔“

”لیکن کار کو روکنے سے جاناکا کافی خطرناک ہو سکتا ہے، لیکن بے خطر آگے چل کر ہرن مڑ جائے اور ہم سیدھے کسی مکان یا بس جا کر ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”پہچھے ہٹنا بھی بے مقصد ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی چاہنا کہ نہیں کرنا نہیں پڑتی گزری جائے۔“

”لیکن یہ سڑک۔؟“

”مجھوری ہے۔ میں نے شانے ہلانے اور سوویتا میری طرف دیکھنے لگی، پھر اچانک میں ہی نے اس کے چہرے پر غمگین سوکھ کیا، وہ آہستہ سے بولی۔

”ٹھیک ہے تم میرے ساتھ ہو، مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، اس خطرناک موسم میں کوئی اور بے وقوف نہیں ہو گا جو ہماری طرح سڑک سے، اس لیے کسی گاڑی کے ٹھکرانے کا خوف نہیں ہے۔ پھر بھی احتیاطاً ہم روکشیاں جلائے رکھیں گے۔“

”کس تک۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”جب تک بیٹری کی ساتھ دے۔“ وہ ہنس پڑی

”لیکن صبح ہوگا جو کس قسم۔؟“

”صبح کی بات صبح دیکھی جائے گی۔“ چھوڑو اب ان پریشان کن خیالات میں وقت مت ضائع کرو اور جان ہنڈ کر دو اس نے کہا اور میں نے گاڑی کو کس حد تک ممکن ہو سکا سائیڈ میں میں لگا کر کھڑا کر دیا۔ شیے انکر میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور اطمینان کر لیا کہ آگے کوئی مکانی نہیں ہے۔ پھر ہم نے گاڑی کے شیشے بند کر لیے، سوویتا ایک بار پھر اپنی جگہ سے ہنسی اور کار کی ڈٹی سے سامان نکالنے لگی، اس نے اس سفر کے لیے مکمل

انتظام کر لیا تھا اور ابھی تک ہمیں اس سامان میں سے کوئی چیز استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ اس نے مجھے عمدہ سینڈویچ اور کاکا کی نکال کر دی جو اس وقت اس موسم میں اتنی لذیذ معلوم ہوئی تھی کہ بیان نہیں کر سکتا۔

دھند نے اب ہر چیز چھپائی تھی، ازلوں ہی شام کے ساڑھے سات بج رہے تھے، میں نے کار کی دوڑوں میں بیٹھیں کھولیں اور ہم ان پر دراز ہو گئے۔

”زندگی میں بعض لمحات کتنے عجیب ہوتے ہیں یہ سوچنا گہری سانس لے کر بولی۔

”کس طرح؟“

”جیسے اس وقت کی“

”ہاں سوچتا، اس وقت ان لمحات کو ہم واقعی عجیب کہہ سکتے ہیں، ہم دونوں کتنے قریب ہیں، لیکن کیکن۔“

”کیکن کیا؟“

”کیکن آگے کے حالات تم تو جانتی ہو؟“

”کیا تم ان حالات کو نظر انداز نہیں کر سکتے؟“

”وہ ایک شکل میں سوچتا ہے۔“

”وہ کیا شکل ہوگی؟“

”تم اس کا اعتراف کرو۔“ میں نے جواب دیا۔ اور سوچتا گردن جھکا کر کہہ سوتے تھی۔ پھر بولی۔

”تمہیں کچھ نہ بچھڑو یاد ہوگا۔ تم ہسپتال کیسے پہنچے تھے؟“

”مکاش مجھے یاد ہوتا۔“

”تو اس کے بعد تم یہ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ تم کیراں ہو؟“

”میں نے کب انکار کیا ہے؟“

”افرا میری نہیں کیا۔ بس یوں سمجھ رہی ہوں میں کہ جیسے تم نے کسی خاص وجہ سے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے۔“

”کوئی خاص وجہ نہیں ہے سوچتا! باقی تمہارا دماغ خیال درست ہے۔“

”چھوڑو ان باتوں کو، ہم ابھی ہی سہی، کیراں ہم اجنبی ہی سہی، لیکن تمہارا وجود مسلم ہے۔“

”ایک فلسفیانہ بات ہے جو میری سمجھ میں نہیں آسکی۔“

”تم۔ تم جو کیراں، جیسے، تم کو، یہ وہ دوسری بات ہے کہ تم نہیں ہو۔“

”یہ دوسرا فلسفہ ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پلیئر مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔“

”تو میں نے تمہیں انکار کیا ہے اس سے سس سوچتا ہے۔“

نے جواب دیا۔

”اگر مجھے تمہارا سہارا مل جائے تو مجھے اور کسی چیز کی تمنا نہیں رہے گی۔“

”آپ اپنی زندگی میں کسی سے متاثر ہوئی ہیں؟“

”اس سے قبل نہیں، بونی تھی۔“

”اس سے قبل، کہا مراد؟“

”آپ اگر تعین کر سیں مراد کیراں تو میں یہ کہوں کہ میں تم سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہوں اور تمہارے قریب نے مجھے ایک عجیب سا احساس دلایا ہے۔“

”مکاش تم وہ ہوتے ہو میرے ذہن میں تھے۔“

”بہر طور بہت سے کام کو محسوس کرنے سے نہیں ہوتے؟“

”میں نے جواب دیا اور سوچتا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات نظر آ رہے تھے جنہیں سمجھنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ میرے عالمگیر کاراجہ کو نواز اسٹریجس دور اور جس ماحول سے گزر چکا تھا اس میں ان چیزوں کو جاننے کی اسے چھٹلاں ضرورت نہیں تھی لیکن کچھ لمبی ہو جانا میں اب اس دور کا انسان نہیں رہا تھا میری زندگی وہ نہیں رہی تھی جو اب سے کچھ عرصے قبل تھی۔ ایک سببوں نے میری زندگی کا رخ بدل دیا تھا اور میں ایک ایسا انسان گیا تھا جو اس کے سوا کسی کو دیکھنے کا قائل نہیں تھا۔“

”ہاں زندگی میری کسی سبب کچھ تھی اس سے دور کو بھی میں اس کے احساس کو اپنے ذہن سے فراموش نہیں کر سکتا تھا چنانچہ سوچتا کی نگاہوں کے جواب میں یہ گونج چکا کہ سوز ملحقہ انداز سے اپنی کیفیت کا اظہار کیا لیکن میری طرف سے خاموشی یا کراس نے مجھے اپنے آپ کو مطمئن کر لیا۔ بولات آہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی باہر کا ماحول اتنا خوفناک تھا کہ چند چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہمیں کافی دیر ہو گئی ہمیں نے آنکھیں بند کر لی تھیں سوچتا سہی گہری گہری سانس لے رہی تھی لیکن میں تنہا کہہ رہی تھی۔

”کافی دیر تک اسی طرح وقت گزرتا رہا پھر سوچتا کی سہا گہری ہونے لگیں میرا خیال تھا کہ تنہا باہر کر رہے ہو گئی ہے کا دیر اس طرح گزرتی اور اس کے بعد وقتاً مجھے ایک معینہ سی نظر آئی۔ میں چونک پڑا میں نے گردن اٹھا کر دیکھ عقاب میں جو کچھ نظر آیا اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ غالباً

میں کار کی روشنیاں نہیں سوچتا کہ اس وقت غافل رکھنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے جھٹک کر دیا وہ پورکی طرح سوئی نہیں تھی ایک دم چونک کر اٹھ بیٹھی۔

”کہا بات ہے۔؟“ اس نے سوال کیا۔

”مجھے دیکھو سوچتا۔“ میں نے کہا اور وہ عقاب میں دیکھنے لگی پھر اس نے سرسراہٹ کی ہوئی آواز میں کہا۔

”وہ غالباً کسی کار کی روشنی ہے۔“

”ہاں ایسا ہی لگ رہا ہے۔“

”تو پھر کیا خیال ہے۔؟“

”وہ کوئی بھی ہوں سوچتا ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیے؟“

”کیا مطلب ہے؟“

”ہمارے دشمن ہی ہو سکتے ہیں۔“

”اوه۔ ہاں واقعی، سوچتا نے دتین بار سر کو جھٹکا اور پھر بولی۔

”جلدی سے پیچھے اتراؤ۔ ہم زیادہ دور نہیں جا سکیں گے لیکن کار کے اندر رہنا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ ہمارے فائدہ نہ ہوتے تو واپس آکر کار میں بیٹھ جائیں گے۔ لیکن ٹھوڑی سی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔“

”کوئی حرج نہیں ہے اؤ۔“ میں نے کہا اور ہم باہر نکل آئے۔

”لاگ لگی ایک دم ختم ہو گئی تھی۔ باہر کا ماحول ایک دم سرد تھا ہم نے کار کے پیشے و پڑوہ بند کیے ہوئے تھے اور اندر موجود میٹر چلا رہا تھا اس لیے ہمیں زیادہ سردی نہیں لگ رہی تھی لیکن باہر بے پناہ سردی تھی۔ ہم سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔ دھند میں نظر نہیں آ رہا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے۔ بہر طور سڑک سے تھوڑا سا پیچھے۔ اتر کر ایک بڑے پتھر کی ڈھیل پہنچ گئے جہاں سے ہم سڑک پر گھاہ رکھ سکتے تھے سفید روشنیاں انتہائی طاقتور تھیں اس لیے اس دھند میں بھی کامیابی سے اپنا سڑک پر پہنچ سکتے تھے اور اس وقت عام روشنیاں تو نظر بھی نہیں آ سکتی تھیں۔

”بالاخر وہ ہمارے قریب پہنچ گئیں لیکن وہ ایک گاڑی نہیں تھی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی گاڑیاں تھیں اور خاص قسم کی تعین اب ہماری کار ان روشنیوں کی زد میں تھی کار کی روشنیاں بجھائی نہیں گئی تھی ان کے سائے میں ہم نے چند لمحوں کو بچھڑا دیکھا جو خاص قسم کے لباس پہنے ہوئے تھے وہ ہماری کار کے نزدیک پہنچ گئے اور انہوں نے

تیز روشنی والی مارچوں سے اندر کا ماحول کا حائرہ لینا شروع کر دیا۔ سوچتا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولی۔

”یہ لوگ ہمیں ہی تلاش کر رہے ہیں۔“

”ہاں۔ ایسا ہی لگتا ہے۔“

”میں نیند کے عالم میں تھی کہ اٹل ڈرٹر اسٹین گن مزدور اٹھلائی۔“

”دلو۔“ میں نے اسٹین گن اس کی طرف بڑھا دی اور وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

”دارے۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔“

”ہاں۔ میں تمہارے فرائض کی جھوٹے دستی لم بھی اپنی عجیب میں ڈال لایا ہوں۔“

”تم کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“

”اوسے کا استعمال تو کر سکتی ہوتی۔“

”ہاں کیوں نہیں؟“ اس نے جواب دیا۔

”لیکن اس وقت سے اُسے استعمال نہ کرنا جب تک اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔“ میں نے جواب دیا اور سوچتا نے گردن ہلا دی۔

وہ کیسا شیطان تھا جس کا سری نہیں تھا وہ اپنا سر مائل کرنے کیلئے پریشان تھا

محمود خاوند کی پرلہاریہ کا خاص ناول

سُرگشا شیطان

ایک ایسے سرگشا شیطان کی کہانی ہے جس کا سرگشا کبھی کسی کے صندوق میں رکھ دیا گیا تھا، اٹلاس صندوق کو بچوں سے باندھ دیا گیا تھا مگر اس شیطان کا حذرنا پار مائل کرنے کیلئے ہمیں تھا، جگہ جگہ پھرتا رہا اور لوگوں کے خوف سے گھروں سے نکلتا نہ دیا۔

ایک دن شیطان کے دھڑلے پناہ حاصل کر لیا اور کبھی کیا ہوا۔

یہ مجموعہ خاوند کے پوزر ناول سُرگشا شیطان میں چھپے

دنگا رنگ کتاب کلب

۱۰۰ روپے واپار۔ کراچی۔ فون نمبر ۳۳۱۱

ہم دونوں خاموشی سے ان کا ہاتھ دیکھنے لگے وہ اطراف میں پھیل کر ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ ٹارچوں کی لمبی زبانیں ہمیں چاروں طرف تلاش کر رہی تھیں اور ان کی تہا کے بارے میں صرف ٹارچوں سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

پچھلے چاروں طرف اور یقینی طور پر وہ ہی افراد تھے پھر ان میں سے دو آدمی حرکت کے کنارے کی طرف بڑھے جسے طرف ہم کو بوجھتے اگر تھوڑا سا دار آگے بڑھ آتے تو ہمارا ان کی نگاہوں سے بچنا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ ہم تیار ہو گئے کہ اس جگہ سے واقفیت ہوئی تو ہم یقیناً ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر کہیں دور نکل جانے کی کوشش کرتے تھے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ صورت حال اس وقت ہمارے حق میں نہیں تھی۔ چنانچہ رفتہ رفتہ خطہ قریب آنا ہوا اور پھر وہ دونوں ٹارچوں روشن کیے ہوئے اس جگہ سے غائب ہوئے۔ پتہ کئے جہاں ہم موجود تھے لیکن اس سے زیادہ انتظار نہیں کیا جاسکتا جیسے ہی ٹارچوں کی روشنی ہم پر پڑی تو یقیناً فائرنگوں دیا۔ ویران ماحول میں اسٹین گن کی آواز بھی گنت بڑھ کر معلوم ہو رہی تھی سارے پہاڑ پر جھڑپیں ہوتے تھے اور اس میں انسان کی چیخیں بھی شامل تھیں۔ ٹارچوں جلتی ہوئی باتھوں سے گر پڑی تھیں وہ دونوں شکار ہو گئے تھے۔ جو ہم تک پہنچے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کو بھی اطلاع ہو گیا تھا کہ ہم کسی طرف ہیں چنانچہ وہ چیخے ہوئے اُدھر اُدھر دوڑنے لگے تھے اور پھر پستولوں سے ہوائی فائر ہوئے اور سناٹے میں شکار پڑ گیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اس فوری خطے سے بڑی طرح کو بھلا گئے تھے ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں لیکن میں جانتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد وہ منظم ہو جائیں اور اس کے بعد جگہ ان کی نگاہوں سے دور نہیں رہ سکے گی چنانچہ ہم اپنے آپ کو ان کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رکھ سکیں گے چونکہ آواز مختلف حصوں میں پھیل کر ہم پر فائرنگ کر رہی تھی تو اس خطے کے پیچھے پناہ ممکن نہیں ہو گا۔

”کیڑاں۔“ سونیتا کی آواز ابھی۔

”ہوں۔“

”تم سن رہے ہو نا ان کی آوازوں کو۔“

”ہاں۔“ میں نے کہا۔

”وہ ہمیں تلاش کر رہی گے وہ ہمیں یقیناً تلاش کر رہی گے۔ یہ جگہ اب ہمارے لیے مناسب نہیں رہی ہے۔“

”تھوڑا خیال درست ہے۔“

”تو میرا ب کیا کریں کیا انہیں یہی سے نشانہ بنائیں یا اپنی جگہ چھوڑنے کی کوشش کریں۔“

”میرا خیال ہے جگہ تبدیل کرنی چاہئے۔“ میں نے جواب دیا۔

”اؤ۔“ وہ بولی۔ اور ہم دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ ان کے کسی اقدام سے قبل ہمیں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنی تھی ورنہ ہم مارے جاتے۔ میں اوپر کی طرف دیکھنے لگا گاڑی حرکت سے زیادہ دور نہیں تھی پھر میں نے ایک دستہ ہم کا سفینہ کی طرف چٹایا اور اسے اپنی گاڑی کی جانب اچھال دیا ایک ٹوئنٹر دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے شمار چینی سنائی دیا۔ لیکن وہ ہمیں ہوا تو میں چاہتا تھا۔

میں نے دوسرا ایم استعمال کیا اور میری کوشش کا کارآمدی اس بار ہونے والا دھماکا پہلے دھماکے سے زیادہ خوف ناک تھا اور پھر بے درپے دھماکے ہونے لگے برف کا طوفان فضا میں بلند ہو گیا اور یہی میری اسٹیج تھی۔

ان دھماکوں نے ان کو زورہ برا ملا کر دیا تھا۔ وہ اڈاں میرے پیچھے ہونے دستی ہوں کا شکار ہو گئے تھے اور پھر پڑے وہ بڑی طرح ایک سیدھ میں دوڑ پڑے تھے میں چند لمحات ان کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے سونیتا کو پکارا کہ سونیتا اپنی جگہ موجود نہیں تھی اسے اس کی جگہ پر ایک لمبے لمبے میں پریشان ہو گیا جہاں تک اس کے ساتھ آتا تھا اب اسے کھونا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں بے اختیار اُدھر اسے تلاش کرنے لگا۔

لیکن برف کی سفید چادر میں اس کا وجود کہیں نظر نہیں آ رہا تھا میں حیران و پریشان قدم جا جا کر چل رہا تھا کہ ایک سے برف میرے قدموں کے نیچے سے نکل گئی اور میں گھٹنے پر مشکل تمام میں نے خود کو گرنے سے بچایا تھا پتہ نہیں سکتی گہرائی تھی جاں میں جا رہا تھا میرے قدم جگمگاتے ہیں نے اپنے آپ کو سنبھال کر اُدھر دیکھا اور اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے بے بعد تھے تھوڑے فاصلے پر کسی متحرک شے کا ہوا۔ میں اپنے آپ کو سنبھال کر اس طرف چل پڑا تا حد تک ہی برف تھی۔ کہیں کہیں برف سے ڈھکے ہوئے درخت تھے۔ آدھے تھے بہر طور میں اس متحرک دھبے کے نزدیک پہنچا اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا وہ سونیتا ہی تھی، لیکن بے ہوش ہو گئی تھی غالباً وہ بھی جگہ چھوڑ کر کسی اور جگہ دوڑنے کے سلسلے میں گہرا ٹوئنٹر کا شکار ہو گئی تھی لیکن ٹوئنٹر

تھی ہم دونوں کی کہ یہ جگہ زیادہ گہری نہیں تھی میں اس کے قریب پہنچ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس حال کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

مردی سے اس کا بدن لرخت ہو گیا تھا اور کافی خراب حالت میں نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے سنبھالا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”تم ٹھیک ہو کر اٹھو۔“ اس نے کمزور آواز میں پوچھا۔

”ہاں۔ تمہاری کیا کیفیت ہے۔“

”ٹھیک ہوں۔ گر پڑی تھی کسی جگہ سے۔“

”جو برائی ہے اٹھ کر بدن کو جنبش دو کر کچھ گرمی بردہاؤ۔“ میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ نیز معمولی قسم کی لڑکی معلوم ہوئی تھی تھوڑی دیر میں اس نے خود کو پوری طرح درست کر لیا اور پھر گہری گرمی سانس لینے لگی۔

”کیا صورت حال ہے۔“

”میرا خیال ہے ہمارے حق میں مناسب۔“

”ہاں تم۔ کیا تم سب کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے۔“

”سب کو نہیں لیکن باقی اس طرف کا رخ نہیں کریں گے۔“

”کیوں۔“

”اس لیے کہ میں نے انہیں بہت دور بھگا دیا ہے۔“

”اس غلط فہمی کا شکار نہ رہو وہ واپس آئیں گے ہمیں تلاش کرنے کے لیے زیادہ قوتوں کے ساتھ۔“

”تو پھر کیا جانے۔“

”اب کار کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔“

”کار کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ ویسے بھی تباہ ہو گئی ہوگی۔“

”اور ان کی گاڑیاں۔“

”ان کے سلسلے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”اس کے باوجود میں اس طرف نہیں جاؤں گی اڈا اس طرف نہیں۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ

”یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے ہاتھ ٹپنے میں تھریڈ چوڑا ہونے لگی ہے۔“

”لاؤ۔ میں تمہیں سہارا دوں۔“ میں نے کہا اور اسے اپنے

”میں کو سہارا دے کر آگے بڑھانے لگا۔ اس کی جال کا ٹھنڈا

کافی دیر تک ہم برف کی اس چادر پر سفر کرتے رہے کئی ہلکی بوندا باندی اب بھی ہو رہی تھی۔ گہرائی گہری تھی کہ تھوڑے فاصلے پر دیکھنے کے لیے یہی محنت کرنی پڑتی تھی۔ اس وقت شاید آسمان پر جانتے سے بادل سرک گئے تھے جب برف کی سفیدی میں مجھے سونیتا کا بدن نظر آیا تھا غالباً یہ قدرت کا ایک اشارہ تھا اور اسے اس کی زندگی مقصود تھی۔ ورنہ اس گاڑی کے ہر اور تھریڈ سردی میں انہیں تک ٹھنڈی ہوئی تھیں۔

سونیتا حسب توفیق میرا ساتھ دیتی رہی اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

”کیڑاں۔ میرا بدن سرد ہوتا جا رہا ہے ٹانگیں بے جان ہو رہی ہیں کیا تمہاری بھی یہی کیفیت ہے۔“

”مجھے اپنی کیفیت کا کوئی اندازہ نہیں سونیتا چلتی رہنا اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنی رہو۔“

”میں جتنی کوشش کر رہی ہوں تم اندازہ نہیں لگا سکتے ویسے ایک بات سوچ رہی ہوں۔“

”کیا۔“

”بڑی ہوئی ہمارے ساتھ۔ ہم دار سن آتے ہی میبتوں کا شکار ہو گئے تھے اس کی امید نہیں تھی کہ یہ کیفیت اور یہ صورت حال پیش آئے گی۔“

”حالات جو کچھ پیش آئے ہوتے ہیں سونیتا کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔“

”لیکن اب کیا ہوگا۔“

”ہم چلتے رہیں گے۔“

”ممکن ہے کیڑاں۔ میں تمہارا ساتھ نہ دے سکوں۔“

”میں سونیتا اگر تم چلنے میں تکلیف محسوس کر رہی ہوتو میں تمہیں اپنے شانوں پر بھی اٹھا سکتا ہوں۔“ میں نے کہا اور

سونیتا گہری گرمی سانس لینے لگی۔

”یہ سب کچھ تم میرے لیے کیوں کرو گے کیڑاں۔“

”انسانی مہمردی کی بنیاد پر۔“

”صرف انسانی مہمردی۔“

”ہاں یہی سمجھو۔“ میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ جب اُس کی خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے آہستہ سے کہا۔

”میں تم اور کیا سننا چاہتی تھیں مجھ سے۔“

”ہنس کچھ نہیں پلڑے۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ زندگی بہت مختصر ہوئی جارہی ہے میری، میرے بدن میں شدید درد اٹھ رہا ہے کراٹھ۔ شاید میں سردی کا شکار ہو گئی ہوں۔ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ میں مریضوں کی حالت میں تم اپنے ذہن میں پتہ نہیں لیا کیا تصورات کے زندہ رہو گے؟“

”ہے وقوفی کی بائیں سمت کرو تم اتنی باہمت لڑکی ہونے کے باوجود ہمت پارٹی جارہی ہو۔“

”حالات یہی کہہ رہے ہیں کراٹھ۔ میں میں اب تم سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی کراٹھ، درحقیقت صورت حال کچھ عجیب سی ہے۔ میں اصراف کرتی ہوں کہ تمہارا نام کراٹھ نہیں ہے۔ یہ نام میں نے رکھا تھا میں عجیب و غریب زندگی گزارتی رہی ہوں۔ ایک ایسی زندگی جو میری اپنی پسندیدہ نہیں تھی پتہ نہیں کیسے کیسے حالات کا شکار رہی ہوں پرائم پیشہ لوگوں میں، میں نے پرورش پائی ہے اور پھر انہی جیسی ہو کر رہ گئی، پیلے، میرا تعلق ایک گروہ سے تھا لیکن اس کے بعد میں نے گروہ کو چھوڑ دیا اور ان بس سے دوا فرماؤ کو قتل کرنے نکل آئی کراٹھ میرا بچپن کا ساتھی تھا ایک شریف افسانہ آدی ہوز زندگی کو شرف کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا وہ مجھے بھی ایک ایسی لڑکی سمجھتا تھا لیکن جب اس پر یہ ظاہر ہوا کہ میں غلط راستوں پر سفر کرتی دوڑتی تھی ہوں کلاب میری واپسی ممکن نہیں ہے۔ تو وہ کشمکش کا شکار ہو گیا۔ وہ فیصلہ کرنے لگا کہ اسے میرا ساتھ دینا چاہیے یا مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے لیکن میری محبت اسے جمود کرتی رہی اور بالآخر اس نے ایک دن میرے ملنے گردن جھکادی تب ہم نے پلڑے کی نشاندہی پر ایک ایسا لڑکا حاصل کیا جس کی قیمت ہمیں کئی ملکوں سے مل سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ قیمت ہم نے ایک منصوبہ ترتیب دیا، لیکن تقدیر کراٹھ کا ساتھ نہ دے سکی۔ وہ ایک بھگنے کے دوران سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ میں اسے کسی طور نہیں بچا سکتی تھی۔ راز میرے پاس موجود تھا اور میں کراٹھ کی موت کے بعد بھی اپنا مستقبل بنانے کی خواہاں تھی۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ تم مجھے نظر آئے اور شاید تم اس بات کا یقین نہ کرو سڑے تمہارا نام تو کچھ بھی ہے کہ تم کراٹھ سے اس حد تک ملتے ہو کہ نہیں دیکھ کر کوئی بھی دھوکہ کھا سکتا تھا۔ ہاں۔ میں نے تمہیں کراٹھ کی جگہ پایا ہیں نے تمہیں اس جگہ دیکھا تھا جہاں یہ کراٹھ پہلی بار تم سے ملی اور مجھے تمہارے بارے میں علم ہوا کہ تم ایک ذہنی لڑکی ہو۔“

آوارہ گردی کرتے ہوئے عجیب و غریب انداز میں دستیار تھے اور تمہیں اس اسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ تمہارا اسپتال والوں کے پاس بھی کوئی ریکارڈ نہیں تھا چنانچہ نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تمہیں کراٹھ دیا۔“

”تم جس قسم کے انسان تھے اس سے میں نے انداز لیا کہ تم میرے لیے کارآمد ہو سکتے ہو اور اس کے بعد خود غرضی نہیں بیان تک لے آئی ہے۔ تم تو کوئی بھی تم سے تمہارا نام نہیں پوچھوں گی بلکہ اگر توجش قسمتی سے پتہ چلے گا تو تم کو فرنگ نہیں کراٹھ ہی کہتی رہوں گی لیکن یہ وہ سب کچھ طلب نہیں کروں گی جو کراٹھ سے حاصل کرتی تھی۔ میں تم سے معافی کی خواستگار ہوں سرجاؤں کو اسے کر دینا۔ اور زندہ رہوں تو تم جو چاہو میرے ساتھ کراٹھ میں اپنے سینے میں ہلکا سا گندھوس کر کے لگا کر زندگی گزارنے کے بعد میری ذہنی کیفیت جو ہو گئی تھی اس نے فیصلہ کیا تھا کہ کسی کے ساتھ ہمدمی نہیں کروں گا۔ دل کم ہمت چھوڑ چکا تھا۔ ناگھن۔ ناگھن۔ ناگھن۔ اپنے آپ کو سہارا دینے کی کوشش کی اور پھر جھوٹی لڑکی کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ اگر اس لڑکی کے ذریعے سے حاصل ہو جاتی ہے تو کیا حرج ہے، اسے زندہ رکھنے کوشش کرنا ضروری ہے اس کے ساتھ ایک شاندار وابستہ ہے۔ وہ دولت حاصل کرنا چاہتی ہے اگر وہ رہے۔ تو پھر یہ سب کچھ ہونا ہی چاہیے۔ تاہم میں سے پوچھا۔“

”وہ راز کہاں ہے۔؟“

”دوسرا حملہ میرا بھی اس سلسلے میں ہوتا ہے۔ میرا لباس میں سینے کے بالکل قریب ایک جھوٹا سا بوجھ بندھا ہوا ہے۔ میری موت کے بعد اسے کھول لیا اور سمجھو تو کراٹھ کی حیثیت سے پلڑے سے ملاقات کرو۔“

”اودہ بہر طور میں تمہاری موت نہیں جانتا تھا۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ میں تمہیں نظر نہیں پار رہی ہو تو اودہ میرے شانوں پر آجاؤ۔“

”کیوں کراٹھ پلڑے۔ مجھے زندگی کے خواب نہ دکھائے۔“

”آکھوں میں تمہاری بھینتی جارہی ہے لیکن میں چوں کہ تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی۔ میں ابھی تمہارے بوجھ نہیں بنانا چاہتی۔ ہاں جب کراٹھوں اور جب

میرا ساتھ دینا چھوڑ دیں تو پھر تمہیں اختیار ہے جو دل چاہے سونیتا اس نے چلنا شروع کر دیا۔ راستے میں بے پناہ خوفناک مراحل آئے۔ ایک بار برف کے درمیان ایک جھیل نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اودہ پریشانی سے اس کے دوہرے سر سے کٹا شیش میں چل پڑا۔ کافی دور دوڑنے کے بعد اس نے لکھا لیکن اس دوران ہم برف کے میدانوں سے بچھا نہیں چھڑا سکے تھے۔ برف کا ایک عظیم الشان ویرانہ تھا اور ہم دو ذہنا سفر جن میں سے ایک زندگی کی بازی لڑنا جا رہا تھا۔ رات گذر گئی اور سورج کی روشنی نمودار ہو گئی۔

سورج کے ساتھ ساتھ دھند بھی چھٹ گئی تھی۔ دودھ و دیک کسی کا کوئی پتا نہیں تھا۔ اس وقت سردی بھی کسی حد تک ہو گئی تھی۔ سونیتا کی حالت اب پہلے سے کسی حد تک بہتر نظر آ رہی تھی۔ غالباً صاف موسم نے اس پر اثر ڈالے تھے۔ لیکن دوپہر کے بعد جب ہم کافی سستا کر دو بارہ سفر کا آغاز کرنے ہی والے تھے۔ دفعتاً پھر وہاں چلنا شروع ہو گئیں۔ اور یہ ہوا میں ہماری سانسوں کے لیے آخری حزیب ہو سکتی تھیں۔ میں ان سے بچنے کی کوئی تدبیر سوچنے لگا لیکن کوئی ترتیب سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

بھوک کے مارے ہوا تھا۔ بیاس کا البتہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ دو تین بار میں نے برف ماتھوں میں سے کچھ بھلائی اور اس سے حلق تر کیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور میں کسی ایسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا۔ جہاں ہم ہواؤں سے بچ سکیں۔

ایک بار پھر دھند مہاڑوں سے نیچے اترنے لگی۔ اور آن کی آن میں گرا اندھیرا پھیل گیا۔ ہوا میں خوفناک آوازیں سن کر ڈری تھیں۔ سردی ہڈیوں میں اترتی جارہی تھی۔ لیکن ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ سونیتا کی قوت برداشت میرے لیے حیرت انگیز تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا کراٹھ کہ تم اپنے طور پر اپنے آپ کو جانے کی کوشش کرو۔ میری وجہ سے یہ سڑ بہت سست رفتاری سے گذر رہا ہے۔“

”غفلت بائیں سمت کرو سونیتا میں اس وقت تک تمہارا ساتھ دوں گا۔ جب تک میرے سینے میں سانس ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم مایوس کن خیالات ذہن سے نکال دو۔ وہیں لیتنا ہماری منزل مل جائے گی۔ سونیتا خاموش ہو گئی پتھوڑی

دیر کے بعد ہم ایک جگہ رگ گئے۔ یہ بھی برف کا ایک تودہ ہی تھا۔ سونیتا پر غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ یہ نقابست اور تکلیف کا نتیجہ بھی ہو سکتی تھی۔

ہوا میں اب بھی براہ راست ہمارے جسموں سے ٹکرا رہی تھیں۔ اور ہمارے بدن برف کی مانند سرد تھے۔ یہ رات جتنی تکلیف دہ تھی۔ اس سے پہلے ایسی کسی خوفناک رات کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ آسمان سے ایک بار پھر سفیدی بھٹکنے لگی۔ لیکن تھریاٹوں میں خون جما ہوا تھا۔ جسم اس طرح اڑ گیا تھا کہ سیدھا کرنا مشکل تھا۔ دھند چھٹ گئی تھی۔ لیکن پوری طرح نہیں ہلکی ہوئی دھند اب بھی فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے سونیتا کو دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور سانس بے ترتیب میں سے آئے جھنجھوڑا لیکن مجھے احساس ہوا کہ اب وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ موت اس کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن دکھ کا شکار ہو گیا۔ سونیتا کا اس طرح مر جانا بہتر نہیں تھا۔ بہر حال میں اسے شانے پر لاد کر چل پڑا اس سے قبل میں نے اس سے اتنی ہمدردی کبھی نہیں محسوس کی تھی۔ برف کے ویرانے کا سفر جاری رہا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں نے کتنا فاصلہ طے کیا ہے یہی سب کچھ رہا ہے کہ میں چل پھول سونیتا کو شانے پر لادنے کی وجہ سے میرے بدن میں گرمی ہی دوڑتی جارہی تھی۔

پھر اس وقت بخانے کیا وقت تھا کون سا مہر تھا جب مجھے اپنے کازل میں کسی گاڑی کے ایجن کی آواز سنائی دی۔ میری آنکھیں دھند لاد رہی تھیں۔ دماغ میں سانسیں گرا رہی تھیں۔ سونیتا اب بھی میرے بدن پر لڑی ہوئی تھی۔ لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تمام احساسات دھند لاتے جارہے

محدود خاوں کی لکھی ہوئی پچوں کی
سلیپٹان سیریز کے
2 نئے ناول
نئے ناول
شانے ہو گئے جین
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 2011ء - راز ہزار کراچی

تھے اور اس کے بعد میرے ارد گرد تاریکی پھیل گئی گہری تاریکی میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ ہوش آیا تو مورخ حال میرے ذہن میں اجاگر ہو گئی لیکن آنکھیں کچھ اندھی نظر پیش کر رہی تھیں۔ اب میں برف کے اس درلانے میں نہیں تھا بلکہ میرے بدن کے نیچے نرم گرم بستر تھا۔ اور پھر بھی ہوا یا سردی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ کمرے کا پتھر کچھ فاصلہ میری وجہ سے بڑھا دیا گیا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک ہینٹر سلگ رہا تھا۔ میں اپنے اطراف کا یہ ماحول دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ رفتہ رفتہ واقعات میرے ذہن میں ابھرتے آ رہے تھے۔ گاڑی کے انجن کی آواز یقیناً میری ماعت سے ٹھکانی تھی اور اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ لیکن کچھ ہو گیا تھا اس دوران کیا؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

مجھے اپنے عقب سے ایک مترم آواز سنائی دی اور میں گردن گھما کر دیکھنے لگا۔ سفید لباس میں بیٹیس ایک نرس سر ہانے کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی ادواب جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی۔ بڑا خوبصورت چہرہ تھا اس کا اور اس کی آنکھوں میں انسانیت کا روٹ بدل رہی تھی۔

”ہیلو“ اس نے ایک بار مجھے مخاطب کیا۔
 ”ہیلو“ میں نے بھی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
 ”کیسی طبیعت ہے؟“
 ”ٹھیک ہوں سسٹر“ مجھے نے کیوں میرے منہ سے یہ لفظ نکل گیا۔

”میں ڈاکٹر کو آپ کے بارے میں اطلاع دوں؟“ اس نے سوال کیا۔

”دوسے دیں لیکن اب تو میں ٹھیک ہوں“ میں نے کہا۔
 ”صرف چند لمحات ابھی آئی“ وہ بولی اور بائیکل گئی پھر ایک بجاری بھر کر شخص کے ساتھ اندر آئی۔ اس کے گلے میں پینٹھکوب پڑا ہوا تھا۔ اس نے پینٹھکوب میرے سینے پر اور میرے جسم کے مختلف حصوں پر لگا کر میرا جائزہ لیا اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔

”اب یہ بالکل ٹھیک ہیں“
 ”ڈاکٹر ان کے لیے کوئی اور بندوبست؟“
 ”ہاں۔ انہیں سوپ پلاؤ“ اس نے کہا اور ایک بار پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔
 ”نئی زندگی کی سہارا قبول کریں سسٹر کیئر ایل“ میں گہری

سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا مقصد تھا کہ میں کسی ایسی جگہ پر جہاں مجھے کیئر ایل کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ڈاکٹر بائیکل نرس بھی اس کے ساتھ ہی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ نے کراندر آ گئی تھی۔ اس نے بڑے احترام سے مجھے اڑا اور کیے کے سہارے بٹھا دیا۔

”سورڈ نرس“
 ”نہیں یہ تو میری ڈیوٹی ہے جناب۔“ نرس نے زور لے لیا
 ”جیسے میں کہا اور پھر مجھے مجھے سے سوپ پلانے لگی۔
 ”یوں لگ رہا ہے جیسے کئی دن سے بھوکا ہوں“

”آپ کئی دن سے بھوکے ہیں؟“
 ”کیا مطلب؟“
 ”تیسرے دن تو آپ کو ہوش آیا ہے؟“
 ”کیا مطلب؟“ میں اچھل پڑا۔

”جی ہاں پورے تین دن تک آپ شدید بے ہوش رہے ہیں۔ ڈاکٹر آپ کے بارے میں شدید تشویش کا شکار ہے۔“
 ”ادھ۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور اس وقت میرے ذہن میں سوچنا بھرا آئی۔ میں نے چونک کر پوچھا۔

”سسٹر میرے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی؟“
 ”آپ مس سوچنا کی بات کر رہے ہیں؟“
 ”طوں؟“ میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”سوچنا بالکل ٹھیک ہیں لیکن انہیں بھی آرام کرنے

لیے کہا گیا ہے۔ آپ لوگوں کی زندگی واقعی بڑی حیرت ہے۔ آپ پر سردی کا شدید حملہ ہوا تھا؟“

”سوچنا کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟“
 ”نہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے“ نرس نے کہا۔ اور چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں سوپ پیتے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ حیرت میں نے کہا۔

”سسٹر آپ کی اس مسکراہٹ کی کوئی خاص وجہ؟“
 ”ادھ۔ نہیں نہیں۔“ نرس ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔
 ”مجھے آپ کی سنجیدگی پسند نہیں آئی سسٹر آپ جس مسکراہٹ میں مسکراتی رہیں۔ میں نے شاید ہی زندگی

کبھی کسی کو سسٹر کہا ہو لیکن آپ کو دیکھ کر چنانے کیوں منہ سے یہ لفظ نکل گیا ہے۔ شاید اس میں آپ کی صورت پاکیزگی کو دخل ہے۔“

”ٹھیک ہو۔ ٹھیک ہو۔“ ٹھیک ہو۔ ٹھیک ہو۔ ”وہ آہستہ سے بولی اور میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ تین آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں آگے والا دروازہ تاملت پٹرنگلی تھا۔ غالباً اس کا تعلق یا تو انٹرنلڈ سے تھا یا پھر کہیں اور کا باشندہ تھا۔ سرخ ناک چوڑا چمکلا بدن، ذہین آنکھیں میرے نزدیک آ کر وہ کھرا ہو گیا۔ اس کے بائیک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”میرا نام پیڈر ہے۔“
 ”ادھ مسٹر پیڈر۔ میں۔ میں۔“
 ”مجی فرمائیے۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟“
 ”مم۔ میرا نام۔“

”ارے۔ آپ کو پتا نام بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوچنا نہیں آپ کے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہے۔ میں سوچنا ہی زندگی کی حفاظت کرنے کے لیے ذاتی طور پر آپ کا شکر گزار ہوں۔ مسٹر کیئر ایل آپ نے واقعی جس جہاں مروی اور

ذہانت سے اپنے ذہنوں پر قابو پایا اور سوچنا کی جان بچائی اس کی داد نہیں دی جا سکتی۔ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے آپ نے۔ خوش قسمتی ہے ہماری کہ ہم عین اس وقت وہاں پہنچ گئے جب آپ مروی کی وجہ سے موت کی آغوش کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ اور ہم اس بات پر ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے کہ ہم نے آپ کو صحیح وقت پر مدد فراہم کی۔“

”ادھ۔ جی میں نے کسی گاڑی کے انجن کی داد سنی تھی۔ بس وہ میرا آخری احساس تھا۔“
 ”آپ اس وقت تک خود پر قابو رکھتے رہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بہ طور اہم اس تعاون کے دلی طور پر شکر گزار ہوں۔ آپ نے ہمیں دوسروں پر ترجیح دی۔ میں یہی خوش قسمتوں کا مسٹر کیئر ایل کہ میرے اور آپ کے درمیان سارے معاملات خوش اسلوبی سے طے ہو جائیں۔ میں اس تعاون کا دلی طور سے شکر گزار ہوں۔ میں نے خاموشی سے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

چنانچہ وہ کون سے تعاون کا شکر کر رہا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ میرا ذہن صاف ہوتا گیا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ سوچنا کیئر ایل کی مدد سے جس راز کا سودا کرنا چاہتی تھی۔ غالباً پیڈر اسے ملاقات اس سبب سے تھی۔ چنانچہ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پیڈر نے مجھے سے یہی تمام ضروریات کے بارے میں پوچھا اور میں نے اسے یہ کہا کہ یہاں

مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تب وہ بولا۔
 ”مس سوچنا پیڈر یہ ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ان سے شاید ملاقات کی اجازت بھی دے دی جائے۔ فی الحال آپ آرام کریں۔ کیوں سسٹر آپ کا مریض آپ کے خیال میں بہتر ہے؟“ اس بار اس نے نرس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور نرس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

”ٹھیک رہ۔“ مجھے یقین ہے کہ آپ ان کی مکمل دیکھ بھال کریں گی اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گی۔“
 ”آپ مطمئن رہیے جناب عالی۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔“
 سسٹر نے جواب دیا۔ پیڈر وہ چلا گیا تھا۔ نرس کے اخلاق سے کافی متاثر ہوا تھا۔

اس کے بعد میری حالت دم بدم درست ہوتی چلی گئی۔ پھر سوچنا دوسری رات مجھ سے ملنے آئی۔ اسے بھی تیز چلنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ دوسریں اس کے ساتھ آئی تھیں۔ میرے نزدیک آ کر وہ میرے بستر پر بیٹھ گئی اور اس نے نرسوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ باہر جا سیں میں کیئر ایل سے گفتگو کر دوں گی۔“
 نرسیں چلی گئیں۔ سوچنا نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا پھر میرے نزدیک آئی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”کیئر ایل جس طرح تم نے میری زندگی بچائی ہے۔ اس طرح کوئی بھی کسی کے لیے نہیں کرتا۔ اصل کیئر ایل بھی ہوتا تو یقیناً اس سے زیادہ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ اپنے بسنے میں تمہارے لیے کون سا مقام رکھتی ہوں۔ بس کوئی فیصلہ نہیں کر پاتی میں اس بارے۔“

”چھوڑو سوچنا۔ بہ طور ہتھاری زندگی میرے لیے اہم تھی۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”اور تمہاری زندگی میرے لیے اہم ہے۔ سوچنا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔
 ”میں نہیں سمجھا۔“
 ”مقصود یہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی کا سہارا

ہیں۔“
 ”شاید یہ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ مجھے اپنی زندگی کا سہارا یاد آ گیا تھا۔ لیکن اس لڑکی کو ابھی مایوس کرنا مناسب نہیں تھا۔ مجھے ملاقات کون کون سے رخ اختیار کریں اور

میں اپنی اس نئی زندگی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جس سے میرا دل بہل گیا تھا۔

”پر وہ کلام کیا ہے سونیتا؟“

”مسٹر پیڈر ہمارے صحبتیا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں اس کے بعد ہم سے کاروباری گفتگو کرنی جائے گی۔ اور سونیکیر ایل۔ یہ گفتگو وہ تم ہی سے کریں گے۔ صورتحال کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ تم اصلی کیر ایل ہو۔ اور دراصل اصلی کیر ایل ہی اس معاملے میں سودے بازی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میری خواہش ہے کہ اس راز کے سلسلے میں تم ہی ان سے گفتگو کرو۔ یہ معاملہ حکومتوں کا ہے جیسا کہ میں تم سے کہ چکی ہوں کہ اس راز میں کسی ملک دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور ہمارے دشمن جنہوں نے ہمیں راستے میں ٹھہرنے کی کوشش کی تھی۔ انہی میں سے کسی ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ یقینی طور پر یہ فوجی ہڈی بجا ہوں نے استعمال کی تھی۔ یہ دھوکا دہی کے لیے تھی دراصل معاملہ دوسرا تھا؟“

”ٹھیک ہے سونیتا مجھے بتا دو کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟“

”راز کے سلسلے میں تم ہی مسٹر پیڈر سے سودے بازی کرو گے۔ اور جس طرح بھی صورتحال ہمارے حق میں بہتر ہو کر لیتا۔ سونیتا مجھے اس بار سے میں آہستہ بے میں تفصیلات بتاتی رہی اور میں نے وہ تفصیلات ذہن نشین کر لیں۔ کیونکہ اب میں سونیتا کے سلسلے پوری طرح ملوث ہو چکا تھا۔ اسی لیے اس سے روگردانی میرے لیے مناسب نہیں تھی۔“

سونیتا کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک الگ کمرے میں مقیم ہے اور اب صورتحال ایسی ہے کہ وہ جلد از جلد مجھ سے ملتی رہے گی۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ چند روز اس طرح گذر گئے۔ اب مجھے کمرے سے باہر نکلنے کی بھی آزادی تھی۔ چہل قدمی کرتا تھا۔ جس عمارت میں ہمارا قیام تھا وہ بے حد خوبصورت تھی۔ اور میری رہائش کا بھی اعلیٰ قسم کے فرنیچر سے آراستہ تھی۔ میری جے نفاست کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی شام پیڈر نے چائے کی میز پر مجھ سے ملاقات کی اور بولا۔

”شاید پیڈر رونے آہستہ سے کہا۔“

”میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں۔ اب اس میں تامل سے کام نہ لیں۔ میں اپنے طور پر اپنے آپ کو بہتر محسوس کرتا ہوں۔“

”دراصل میرے اور پرچی دباؤ سے مسٹر کیر ایل۔“

”میں اس کے لیے انتہائی شکر گزار ہوں جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے آپ اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکتے۔ دراصل یہ شمار افراد اس سلسلے میں کوشاں ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ایسی صورتحال پیش آجائے جس کو وجہ سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکیں۔“

”ٹھیک ہے آپ اپنے طو پر جو چاہیں کر سکتے ہیں۔“

”تو پھر ہم آپ کو رحمت دیں گے۔“

”ہر طرح سے تیار ہوں میں۔ میں نے جواب دیا۔ اس بارے میں گفتگو کرنے کے لیے اور صحیح فیصلے کرنے کے لیے چند افراد کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان میں میرا بہتر خواہ ہے۔ ہمارے دو اعلیٰ افسران آخری گفتگو کرنے کے لیے کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ آپ کے ساتھ رابطہ قائم ہو چکا ہے۔“

جب بھی چاہوں اور جس طرح چاہوں اس سلسلے میں ان لوگوں سے گفت و شنید کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں سونیتا سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے جب ان لوگوں سے اس بات کی خواہش کی تو انہوں نے بتایا کہ سونیتا سے اس وقت ملنا ممکن نہیں ہے۔ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے جب میں ان کے فراہم کردہ گرم کپڑوں میں ملبوس تیار ہو گیا تھا۔ پیڈر رو میز پر بائیں آگیا۔

”آپ تیار ہیں مسٹر کیر ایل۔“

”ہجی ہاں۔“

”تو پھر ہمیں یہاں سے کچھ دور چلنا پڑے گا۔“

”کوئی حرج نہیں ہے میں سفر کے لیے تیار ہوں۔ سونیتا سے چونکہ ملاقات ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اس نے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اسے زیادہ نظر کا پرزہ لادوں بلکہ گلیش بیک ہی میں رہنے دوں تاکہ وہ اپنے طور پر اپنی کوششیں جاری رکھے۔“

لوگوں سے مجھے متعارف کرایا جو کھیل اور فلورٹیس تھے۔ ایک تیسرا شخص بھی تھوڑی دیر بعد اندر آیا اور اس نے آ کر مسٹر کیر ایل سے کہا۔

”سارے معاملات درست ہیں جناب اور میں باہر دوڑا کر پر تعینات ہوں۔“

”بہتر ہوگی۔ میں نے جواب دیا۔ ہم لوگ اس بڑی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ جس پر کھیل اور دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے شراب کے برتن سجادیئے گئے۔ میں نے سعادت کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنے آپ کو شراب پینے کے قابل نہیں پاتا۔“

”بہر طور آپ کے لیے کچھ اور منگوا لیا جائے۔ کھیل نہ پوچھا۔“

”نہیں مسٹر کیر ایل بہت بہت شکر ہے۔“

”تو پھر مسٹر کیر ایل ہمیں معاملات پر گفتگو کر لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہم زیادہ تفصیلات میں نہیں جا سکتے۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہو چکا ہے وہی کافی ہے۔“

”ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا اور کھیلنے فلورٹیس کی طرف دیکھا جو کسی قدر خاموش طبع معلوم ہوتا تھا۔ فلورٹیس نے کوٹ کی جیب سے ایک نکادہ کس نکال کر سامنے رکھا۔ چنانچہ اسے سوچا۔ پھر نکادہ کس کا ڈھکن کھول کر اس نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ ہم میں سے کسی نے اس بات پر کوئی خصوصی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس میں سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا سا پستول تھا۔ جس کے سامنے کے حصے پر نفیس قسم کا سائیلینر لگا ہوا تھا۔ اس نے پستول سیرھا کیا اور دوسرے لمحے ایک ٹھنسی کی ہلکی سی آواز بلند ہوئی۔ پیڈر کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک لمحے میں کیا تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔“

یہ عمارت بھی خوبصورت تھی باہر سے پناہ سردی تھی۔ ہم اندر داخل ہو کر سکون کی گہری سانسیں لینے لگے اور پیڈر نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

”آپ تو شہید سردی سے گذر چکے ہیں مسٹر کیر ایل۔“

”ہاں۔ اس کا احساس کر کے میرے دو ٹکٹے کھڑے ہو رہے تھے۔“

”ہر صورت تشریف لائیے۔ آپ کو کھیل اور فلورٹیس سے مل کر خوش ہو گی۔ ہم لوگ ایک ایئر کنڈیشن ڈال میں داخل ہو گئے۔ یہ ڈال کافی خوبصورت فرنیچر سے آراستہ تھا اور وہاں بہتر افراد بیٹھے ہوئے تھے۔“

پیڈر رونے انہیں موڈ بانڈانماز میں سلام کیا اور پھر ان

رومال کی تیز بومیر سے دماغ تک پہنچی، یقیناً وہ گورہ نام میں بھیگا ہوا رومال تھا۔ میرا ذہن تارکینوں میں گم ہو گیا اور اس کے بعد مجھے کوئی احساس نہ رہا۔

بہر طور بوش تو آنا ہی تھا اور جس طرح آنا تھا اس کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ یعنی ایک نیکو گھنٹے کے البتہ کہ وہ بالکل خالی نہیں تھا۔ میری طبیعت زیادہ غراب نہیں تھی بلکہ نام کی بوسے ذہن پر ایک برا اثر طاری تھا۔ کافی دیر تک میں سوچتا رہا پھر چونک کر اٹھ بیٹھا۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اتنا غیر متوقع تھا کہ شاید کوئی بھی سوچ نہیں سکتا تھا۔ میں ابھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا تھا۔ ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ اب جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ ظاہر ہے کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔ لیکن پیڑرو کی موت کا مجھے افسوس تھا چند ہی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اس شخص سے لیکن اتنا آدمی تھا بہر طور زندگی کے اس دلچسپ مرحلے میں کچھ اور نئے تجربات حاصل ہو رہے تھے میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ کیا اور فلورنس کے سلسلے میں پیڑرو کو کیسے دھوکا ہوا تھا لیکن ایک معمولی سا دھوکا اس کی موت کا باعث بن گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ آدمی اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک نے پوچھا۔

”ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟“
 ”نہیں۔ تمہارا شکریہ۔ لیکن میں زیادہ عرصے یہاں رہنا نہیں چاہتا۔“
 - ”اس کا فیصلہ کچھ اور لوگ کریں گے۔“
 ”مثلاً ہم۔“ جواب ملا اور دروازے سے وہ آدمی اندر داخل ہو گئے۔ یہ کیل اور فلورنس تھے۔
 ”ہیلو سٹر کی رائل۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“
 ”تم۔ تم کوئی ٹھیک نہیں تھل کر دینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔“
 ”ادھ سو رہی فی الحال ہم آپ کو اس کی اجازت نہیں دیں گے۔“

”میں تمہاری اہمیت جانتا چاہتا ہوں۔“
 ”اس سے نہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“
 ”نہیں۔ فائدہ ہونا چاہیے۔“
 ”وہ کیسے؟“
 ”پتہ تو پیلے کہ تم نے ایک شریف انسان کو دھوکا کس طرح دیا؟“
 ”دراصل جن معاملات سے ہم گزر رہے ہیں سٹر کی رائل آپ ان کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں۔ اس میں عمل کر کے دلاؤ ذہن

کہلاتا ہے دھوکے باز نہیں۔“

”مقصود؟“
 ”مقصود یہ کہ ہم اپنے ملک کی طرف سے اس راز کو خریدنا چاہتے ہیں جبکہ پیڑرو اپنے ملک کے لیے کام کر رہا تھا۔“
 ”لیکن اس نے تو یہ کہا تھا کہ تم دونوں کا تعلق اسی کے ملک سے ہے۔“

”ہاں۔ ہم دونوں کا نہیں بلکہ ان دونوں کا جن کے ایک آپ میں اس وقت ہم موجود ہیں۔“
 ”ہوں۔ تو تم لوگ میک آپ میں ہو۔“

”یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا ہے بہر طور آپ اس سلسلے میں فیصلہ کریں۔ ہم اپنے ملکی آدمیوں کو اس سلسلے میں قربان کر چکے ہیں۔ اگر آپ اس وقت ہمارے ہاتھ لگ جاتے ہیں جب برف پر آپ انتہائی کسیمی سی کے عالم میں تھے تو شاید صورتحال بدلی ہوئی ہوتی۔ اور شاید پیڑرو کو موت کے گھاٹ بھی نہ اترنا پڑتا۔“

”ادھ۔ تو وہ آپ ہی کے آدمی تھے جنہوں نے ہمیں برف پر گھیرنے کی کوشش کی تھی۔“
 ”اور تم جن کے جنگل سے صاف نکل آئے تھے۔ نہ صرف نکل آئے تھے بلکہ ان میں سے چند کو ہلاک بھی کر دیا تھا۔ ہم یہ نقصان صرف اس شرط پر برداشت کر سکتے ہیں سٹر کی رائل کہ آپ ہم سے سودا کریں۔“ صورتحال میری سمجھ میں آجی تھی اور سوچتا ہی غیر موجودگی میں اب مجھے اپنے طور پر ہی سب کچھ کرنا تھا۔ چنانچہ ایک لمحے میں میں نے اپنے ذہن میں فیصلے کر لیے اور ایک گہری سانس لے کر بولا۔

”دوستو! جو کچھ ہوا ہے اور جس طرح ہوا ہے۔ اگر میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں تو شاید تم یقین نہیں کر دے گے۔“
 ”کوشش کریں گے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔“
 ”تو پھر سنو۔ درحقیقت میں کیرائل نہیں ہوں۔“

”واہ۔ کیا انکشاف کیا ہے خوشی ہوئی ہے یا سن کر لیکن تم یہ مذاق کس تک جاری رکھ سکتے ہو؟“
 ”حقیقتوں کو مذاق کہنے سے حقیقتیں تبدیل نہیں ہوجاتی بہتر یہ ہے کہ پہلے تم میرے متعلق اپنی حقیقتات مائل کرو لیکن کیرائل نہیں ہوں بلکہ ایک قطعی غیر متعلق شخص ہوں۔ ایک ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ سوچتا ہی اس کا علم ہے یا اگر نہیں تھا تو بعد میں ہو گیا ہے۔ یہ تمہاری اپنی کوششیں ہیں کہ تم صحیح

مخاطب کیا لیکن میں نے اپنی حقیقت اس پر بھی واضح کر دی۔ تب اس نے مجھ سے درخواست کی کہ وہ کچھ ایسے حالات کا شکا ہے جن سے نکلنا اس کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ میں اگر کچھ دیر کے لیے کیرائل بن جاؤں تو وہ میری احسان مند ہوگی۔“

”دوستو! اس یوں سمجھو کہ میں بھی اپنی زندگی میں کچھ تبدیلیوں کا خواہش مند تھا۔ میں نے اس صورتحال میں خود کو گم کر دیا۔“

اور کیرائل کی حیثیت سے اس کے ساتھ سفر کیا۔ راستے میں تمہارے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی اور اس وقت صرف اس بڑی کے دشمنوں کو بھگانے لگانے کے لیے میں نے کچھ کاروائیاں کی تھیں۔ باقی ان معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم جس

سوچنے کی بات کر رہے ہو اس کا ذکر سٹر پیڑرو نے بھی مجھ سے کیا تھا۔ لیکن صرف سوچنا ہی وہ جہ سے میں نے انہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اب چونکہ میری زندگی کو فخر و درخشش ہے۔ اس لیے میں اپنے آپ کو بھیجا بھی نہیں سکتا۔ میں بالکل بے کار آدمی ہوں تمہارے لیے، اگر اپنا وقت ضائع کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک سے جب تک چاہو مجھے قید رکھو یا جو کچھ بھی تمہارے ذہن میں ہو لیکن نہیں مجھ سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“

وہ لوگ میرے بیچے کی تجدید اور جبر سے کاتا رہا ہوا کا جائزہ لیتے رہے۔ آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کی فطرتیں بھی دیکھی تھیں اور میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ وہ کسی ترو کا شکار ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر ان میں سے ایک بھاری بدن دانے شخص نے کہا۔

”یہ شخص خود کو بہت زیادہ چالاک ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن ہمارے پاس اتحاد وقت ہے کہ ہم اس کی پھان بین کر سکیں۔ البتہ اگر یہ کیرائل نہیں بھی ہے تب بھی سوچنا کا سائنسی ضرور ہے۔ اور اس کے ہاتھوں ہمارے کسی آدمی مارے گئے ہیں۔ چنانچہ یہ ہمارے نہیں بچ سکتا۔ بہتر یہی ہے کہ اسے بند کر دو۔ اور سوچنا کی جستجو کرو۔ پیڑرو کی موت کے بعد سوچنا بہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے گی۔ اسے قابو میں کرنا تمہارا کام ہے۔ اور سٹر تم تمہارا اصل نام کیا ہے؟ اس بلاس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔“

”نام سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔ میں صرف یہ معلوم کرو کہ میں کیرائل ہوں یا نہیں؟ میرا خیال ہے اصل کیرائل مارا جا چکا ہے اور سوچنا کو بھی اس کا علم ہے یا اگر نہیں تھا تو بعد میں ہو گیا ہے۔ یہ تمہاری اپنی کوششیں ہیں کہ تم صحیح

بات معلوم کرو اور اس کے بعد تم اپنے کام کے سلسلے میں آزاد ہو گے۔ انہوں نے مجھے اس کمرے میں بند کر دیا اور وہاں سے چلے گئے۔ یعنی رات گاہ اس قابل تھی کہ کچھ وقت میں اس آرام سے گزارا کیا جائے۔ میں ایک میٹر بیڈوں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اور گزرے ہوئے واقعات کا تجزیہ کرنے لگا۔

سوچتا کے حال میں پھنس کر اٹھ نہیں ہی اٹھنے میں پیدا ہو گئی تھیں جبکہ مجھے ان معاملات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی میں نے سوچا کہ اگر ان لوگوں کے ہاتھوں سے کسی طرح رہائی مل جائے تو اس کے بعد زندگی کو کسی اور رخ پر ڈالنے کی کوشش کروں گا لیکن موجودہ صورتحال سے نمٹنا اپنا میرے لیے ممکن نہیں تھا کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بہت دیر تک سوچتا رہا اور پھر جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو سٹر پیڑرو لٹ گیا۔ بجائے کتنی دیر اس طرح گندی تھی۔ پھر دروازے پر آٹھیس سنا دیں اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔ آنے والی ایک سادہ سی شکل دستوں کی مالک بڑی تھی۔ غر غر بٹا جو بیس یا بیجیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ ہاتھوں میں ایک ٹرسے لیے ہوئے تھی۔ جس میں چائے کے برتن اور دیگر لوازمات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے چائے کی ٹرسے میرے سامنے رکھ دی اور خود سامنے کرسی پر جا بیٹھی انداز کچھ عجیب سا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ بولی۔

”پلیز۔ چائے پیئیں۔“
 ”تمہارا نام کیا ہے؟“
 ”گرانڈا اس نے جواب دیا۔“
 ”کیا تم میرا ایک بیغام ان لوگوں تک پہنچا سکتی ہو؟“
 ”کیوں نہیں فریٹے؟“ لڑکی نے کہا۔
 ”ان سے کہو کہ سوچتا سے ایک بار میری ملاقات کروا دیں۔ اس کے بعد مجھے ان کی یہ شرط منظور ہوگی۔“
 ”سوچتا کون ہے؟“ گرانڈا نے پوچھا۔
 ”تم اسے نہیں جانتیں؟“
 ”نہیں۔“
 ”وہ جانتے ہیں۔“
 ”ٹھیک ہے میں تمہارا بیغام انہیں دے دوں گی لیکن میں تم سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوں۔“
 ”ادھ۔ ضرور کہو۔ کیا بات ہے؟“ میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم بہت خطرناک لوگوں کے درمیان ہو جو کچھ یہ تم سے چاہتے ہیں پورا کر دو، ورنہ تمہیں نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔“
 ”کیا واقعی؟ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔
 ”ہاں۔ میں کچھ بدمعاش ہوں۔ میں بہت دلوں سے ان لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اور ان کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اتنے خطرناک لوگ میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھے ہیں۔ وہ بولی۔

”تمہاری زندگی کتنی طویل ہے گراٹنا؟ میں نے سوال کیا۔
 ”مہم۔ میں نہیں سمجھی۔ وہ متعجبانہ انداز میں بولی کس قدر بے وقوف ہی لڑکی تھی۔ غالباً انہوں نے اس سے یہ بات کہی تھی کہ مجھے سمجھایا جائے اور وہ جس انداز میں مجھے سمجھا رہی تھی وہ میرے لیے کافی دلچسپی کا باعث تھا۔
 ”میرا مطلب ہے تمہاری زندگی کل کتنی ہے؟
 ”میں۔ میں اکیس سال کی ہوں۔“

”اور اس اکیس سالہ زندگی میں تم نے اس سے زیادہ خطرناک لوگ کبھی نہیں دیکھے؟ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کبھی نہیں۔ یقین کر رکھی نہیں۔“
 ”اچھا یہ بتاؤ اور کیا کہا انہوں نے؟“

”میں یہی کہہ کر کہ تمہیں سمجھاؤں اور اس بات کے لیے آمادہ کروں کہ تم وہ سب کچھ نہیں دے دو۔ جو یہ چاہتے ہیں۔“
 ”مثلاً وہ کیا چیز ہے؟ میں نے سوال کیا۔
 ”یہ تو میں نہیں جانتی۔“ لڑکی پُرخیاں انداز میں بولی اور میں نے اختیار نہیں پڑا۔ وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”لو بھلا اس میں منسنے کی کیا بات ہے؟
 ”کچھ نہیں ہے بی بی کچھ نہیں۔ تم جاؤ انہیں میرا بیخام ڈے دو۔“
 ”اور تم میری بات نہیں مانتے کیوں؟ اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”تمہاری بات مان لینے کو جی تو بہت چاہتا ہے۔ لیکن تم خود ہی بتاؤ کہ جو کام میں نہیں کر سکتا ہوں۔ وہ کیسے کروں؟“
 ”کیا چاہتے ہیں آخر وہ تم سے؟“
 ”ان کا خیال ہے کہ میں کیرا لہ ہوں۔ بات دراصل یہ تھی بے بی کی میں بیمار پڑا ہوا تھا ایک ہسپتال میں۔ ایک لڑکی جس کا نام سونٹیا تھا میرے پاس آئی اور اس نے مجھے کیرا لہ کے نام سے پکارا۔ اس وقت میں ایسی ذہنی کیفیت میں تھا کہ نہ تو

میں یہ بات اس سے منع کر سکا کہ میں کیرا لہ نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا اقرار کر سکا۔ بالآخر وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔ ہم سفر کے درمیان تھے۔ راستے میں ہمارا مقابلہ کچھ لوگوں سے ہوا لڑکی کا کہنا تھا کہ یہ اس کے دشمن ہیں۔ اور اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ان سے مقابلے پر آمادہ ہو گیا اور شاید میرے ماتحتوں ان میں سے چند لوگ ہلاک بھی ہو گئے۔“

”یہ انہی کے آدمی تھے۔ آہ کئی آدمی ہلاک ہو گئے ہیں۔“
 لڑکی نے درد بھرے انداز میں بتایا۔
 ”مگر وہ میری مجبوری تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اصل مرچال کیا ہے۔ بس میں تو ایک نیک جذبے کے تحت یہ کام کر رہا تھا۔“
 ”اچھا پھر کیا ہوا؟ لڑکی اپنی کہانی بھول کر میری کہانی میں گم ہو گئی۔

”پھر کسی پریذروما می آدمی نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں اپنے ساتھ لے گیا اور اس کے بعد وہ آدمی پریذروما کے پینچے اور ہم ان کے جال میں پھنس گئے۔ یہ کیل اور فلوں نہیں تھے۔“
 ”آہ۔ یہ پریذروما کے ساتھی تو نہیں ہیں؟“
 ”نہیں پریذروما کے ساتھی نہیں ہیں لیکن سب ان کا نام فلورنٹس ہی ہے۔“

”نہیں۔ وہ ماسٹرون اور ماسٹر ٹولڈ لہاتے ہیں۔ لڑکی نے جواب دیا۔
 ”تو پھر خود سوچ لو۔ کہہ لاس میں کہا تصور ہے۔ اگر وہ لوگ پھنس رہے ہوتے تو ہمیں ان کے لیے یہاں کر سکتا ہوں تو پھر نہ ملنے کو تیار ہوں تو پھر تم بھولی اس پر آمادہ ہو جاؤں گا۔“

”دعا دے کرے ہو۔“
 ”ہاں بالکل۔“
 ”تھک ہے۔ میں ان سے بات کروں گی، لڑکی نے کہا اور میں مسکرائی لڑکیوں سے اُسے دیکھ لگا پھر وہ بولی۔

”اچھا میں پہنچی ہوں۔ تم آرام کرو۔ اور ہاں کسی چیز کی ضرورت ہو تو پھر پھنسی بجا دینا۔ میں تمہاری سروس برہوں۔“
 ”بہت بہت شکریہ ادا کرنا۔ مجھے بہت تھک لڑکی ہنسی ہوتی ہو۔ میں تمہاری عزت کرنے لگا ہوں۔“ وہ چہرے پر ہنس دلائی۔
 ”بس تک کہ مجھے دیکھنا ہی اور پھر کروں گے کہ باہر نکل گئی۔ انہی معصوم لڑکی تھی۔ پتہ نہیں ان کتنوں کے چنگل میں کیسے پھنس گئی۔ بہر حال یہ دلچسپ صورت حال میرے لیے بڑی عجیب تھی ان

تمام واقعات سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ میری کس طرح دھوکا کھا گیا اور جس وقت وہ ہمیں برف کی سرزمین سے واپس لے کر آیا تھا تو اس وقت وہ راجس کا ڈوگہ سوہتا نے کہا تھا کہ انہیں پھنسا دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ بتا دیا گیا تھا۔ انہیں وہ۔ وہ اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا یا نہیں اگر کامیاب ہو گیا ہوتا تو پھر یقینی طور پر ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرتا جو اس نے کیا لیکن یہ سزا کا تھا آخر وہ راجس کا غائب ہو گیا تھا۔

بہر طور میری زندگی اب میری راجی نہیں تھی۔ ذہنی کے نہ ملنے کے کسی قدر مایوسی ذہن پرطاری ہو گئی تھی۔ یوں فوس ہونا تھا جیسے اب میں کبھی اُسے نہ پاسوں گا لیکن زندگی کا ہجوم بھی تو کوئی نہیں رہا تھا۔ سردار سے کو ایک بار پھر چھوڑ دیا تھا اور اب اس سے ملنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ بجا رہا اچھا خاصا گھریلو آدمی بن گیا تھا۔ میری طرح بدعصب نہیں تھا کہ خود کو گھانا پھرتا پھرتا بیوں اُسے درد دہرا نا۔ اپنی دوستی کا پھل میں کس سے وصول نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے خود ہی اُسے چھوڑ دیا تھا۔ اور اب ان کے چنگل میں آ پھنسا تھا۔ اگر میں چاہتا تو ان کے چنگل سے نکلنے کے لیے بہر طور کوشش کر سکتا تھا، لیکن میرے دل میں اس کی خواہش ہی نہیں تھی۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ حالات کو سوارخ اختیار کرنے میں بس یوں کچھ جائے تو غلط ہو گا کہ اس وقت میں ایک نئی کیفیت دیکھتا تھا۔ راجس کو اب معذور تو نہیں جا سوتا تھا شاید ذہنی کے ساتھ ہی گم ہو گیا تھا انہیں ان خالوں میں جس طرح میں ان لوگوں کے جال میں پھنسا تھا اگر کوئی اور ہوتا تو موت بدل ہو گیا ہوتا خاص طور سے اس شکل میں کہ میرے لیے کوئی ایسی بات ملنے نہیں تھی جو میری دلچسپی کا باعث ہوتی۔

بہر طور راجس کو مرنا رہا اور اس کے بعد نجانے کونسا گئی۔
 ”میرا بار جب آٹھ بجی تو میری طبیعت میں کچھ بھلاہٹ سی تھی۔ میں خاموشی سے اپنے بستر پر بیٹھا رہا۔ اور پھر کئی منٹوں کے لیے نظر پڑی وہ گراٹنا ہی کی تھی۔ وہ چوروں کی طرح میرے پاس آئی تھی۔ شاید اس نے میری کھلی آنکھیں دیکھی تھیں۔“
 ”اُؤ۔ میں نے کہا اور وہ ایک دم اچھل گئی۔ اُس نے خوفزدہ لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر دھیرے سے سکرا دی اس مسکراہٹ میں میں ایک خوف کا احساس تھا۔
 ”تم پھر مجھے بھلنے آئی ہو گی یا نہیں کہہنا۔“
 ”آپ۔ آپ جاگ رہے ہیں مگر کیرا لہ ہے

”میں کیرا لہ نہیں ہوں۔“
 ”ہاں۔ وہ تو تھک ہے لیکن۔“
 ”لیکن کیرا۔“ میں نے سوال کیا۔
 ”وہ۔ وہ ہے میں آپ کو اس نام سے پکاروں؟“
 ”تھک ہے۔ تم اسی نام سے پکارتی رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم نے ان لوگوں سے میرے بارے میں بات کیا نہیں؟“
 ”ہاں کی جی۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”پھر کیا جواب دیا انہوں نے۔“
 ”کچھ نہیں۔ کوئی جواب ہی نہیں دیا۔“
 ”اور تم میرے پاس پہلی آہیں۔“
 ”وہ تو۔ وہ تو بس پھنس۔“
 ”لڑکی دیکھو۔ حماقت کی بائیں مت کرو۔ مجھے بھی غصہ آ سکتا ہے۔“
 ”تو تم ہی مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟“ اس نے بے بسی سے کہا۔
 ”کیا مطلب؟“

وہ ہنگامہ کیا تھا۔ وہاں تک غار میں کیا تھا۔
سعود خاور 2 نے نرسار رٹلوں



یہ دونوں ناول بہرگز رات میں نہ چھین ایک ایسا عجیب غار جس میں وہ وقتاً فوقتاً پہنچتا تھا۔
 خوناک حضرتناک اور نرسار دو ناول شش ماہ کے ہیں۔
 کتاب نمبر ۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

وہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ میں تم سے اس راز کے بارے میں کوئی
 حاصل کرنے کی کوشش کروں اور تم نے تم انکے ڈانٹتے ہوئے اس نے
 بسورتے ہوئے کہا اور میرے دل میں نرمی سی پیدا ہوئی۔
 ”بلے بی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ راز کے بارے میں میں
 کچھ نہیں جانتا۔ میں کیرا ل ہی نہیں ہوں، اصلی کیرا ل کو تلاش کرو
 صورت حال تمہارے سامنے آجائے گی یا پھر سوئیٹا اس کی نشاندہی
 کرے گی۔“
 ”جہنم میں گئی سوئیٹا مجھے نہیں معلوم وہ کہاں مر گئی بلکہ
 نے جھٹلاتے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے کہا
 ”اچھا یہ بتاؤ۔ ہم اس وقت کہاں ہیں۔“
 ”یہ نہیں بتایا جا سکتا۔“
 ”کیوں۔“
 ”منج جو کردہ ہے انھوں نے۔“
 ”لیکن اگر میں تمہاری گردن و باؤں کو کیرا ل زبان کو
 کے بجائے مرنا پسند کر لوں گی۔ میں نے سوچا اور یہی ہے کہا۔
 ”ایک ہی بات ہے۔ وہ سکھوں سے بولی۔
 ”کہا مطلب یہ ایک ہی بات ہے۔“
 ”نہ تیسرے برتر مانتا لوگے اور تیسرے بروہ ہلاک کر دیں گے
 نہیں شاہد اس بات کا علم نہیں ہے کہ اب ان دونوں کی تجویز
 میں نہیں ہیں۔“
 ”کن دونوں کی۔“
 ”وہی جو تم سے غور نہیں اور کیرا ل کی حیثیت سے ملے تھے۔“
 ”اودہ تو پھر کس کی تجویز میں ہیں۔“
 ”کنگ تو پوساب ہمارا انچارج ہے۔“
 ”خوب۔ اچھے اچھے نام سنا رہی ہو تم مجھے۔ یہ تو پوساب انفرنی
 ہے۔“
 ”ہاں۔ اسے کالی موت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔“
 ”سجان اللہ۔ اب یہ کالی موت میرے سر پر مسلط ہو گئی۔
 لیکن یہ ہو سکتے۔“
 ”کچھ نہیں۔ بس کنگ تو پوساب سب کا انچارج تھا اور تم
 اسے نہیں جانتے۔ وہ موت کا دور نام ہے۔“
 ”کالی موت کا۔“ میں نے مسکرتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں یہی کچھ لو۔“
 ”لیکن لڑکی تم مجھے فرزند بناؤ گی کہ یہ کون سی جگہ ہے۔“
 ”سنو۔ بنا دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ
 میری زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ میرا خیال ہے میں ان لوگوں

کی ساتھی ہوں لیکن کسی طور نہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتی کہ ہر
 کرم تم۔ تم کیوں میری زندگی کے دشمن ہو گئے ہو میں اگر نہیں
 گی تو ماری جاؤں گی بلاوجہ زندہ رہوں گی تو کون ہے تمہارے لیے
 کچھ راستے ہوا کر سکتوں۔“
 میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی کے بارے میں میرا
 اندازہ تھا کہ وہ غلط نہیں ہے، یہ لوٹنا جاتی ہے یہ لوٹنا ہی پسند
 کرتی ہے۔ بہر طور اب یہ کنگ تو پوساب کا معاملہ لگتا تھا جو کالی موت
 تھا۔ خود ہی دہرنگ میں خاموش رہا۔ پھر میں نے پوچھا۔
 ”اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیوں آئی تھیں۔“
 ”آخری بار تم سے یہ کہنے کا مقصد اس راز کے بارے میں بتاؤ
 اس کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا۔“
 ”اور اگر میں نہیں نہیں ختم کروں تو۔“
 ”تو کروانا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ میں تو لیے ہی
 ماری جاؤں گی، اس نے اس مصعبیت سے کہا کہ مجھے پھر ہنس گئی۔
 میں نے اس کا نشانہ نہیں ہونے ہوا۔
 ”جاؤ گھر آنا۔ واپس چلی جاؤں میں ایک بار کچھ چکا ہوں کہ
 میرا نام کیرا ل نہیں ہے۔ میں تو انصاف کروں اگر تم چاہو تو یہ نام
 انھیں بتا دو۔ نہ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیرا ل کے بارے میں میں
 چاہیے کہ خود ہی پتہ لگا میں ان کے لیے بلہ مقصد جو دولت
 ہوں گا۔ اس کے باوجود وہ اگرچہ نیند کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی
 پرواہ نہیں ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ لوگ کہاں سے ہیں۔“
 لڑکی چند ساعت کھڑی کھڑی مجھے غور کرتی رہی پھر خاموشی سے
 وہاں سے چلی گئی۔ میں اب کسی زخمی سناہ کی طرح ہل کھا رہا تھا۔ یہاں
 تک ناب مجھے ناپسند تھا چنانچہ کچھ نہ کچھ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا میں نے
 سوچا اور اپنے ذہن میں کوئی ایسا پروگرام ترتیب دینے لگا جس
 سے یہاں سے گلو خلا ہی ہو۔ اگرچہ علاقے کے بارے میں معلوم ہوتا
 تو میں یہ تصور کر سکتا تھا کہ میں کس طرح یہاں سے نکل سکتا ہوں کہ
 علاقے کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں تاہم میں نے اب کوئی
 نہ کوئی ٹھوس قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔
 کافی دیر کے بعد ایک بار پھر چند افراد میرے کمرے میں آئے
 اور انھوں نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور میں خاموشی سے ان کے
 ساتھ چل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ دیکھوں تو وہی وہ مجھ سے کہا چاہتے
 ہیں بہر طور میں ان کے ساتھ ایک برسے میں داخل ہو گیا جس
 کے ایک حصے میں ایک میز پر ہی ہوئی تھی اس کے پیچھے چورسے ڈول
 والا ایک شخص بیٹھ رہا تھا۔ جیسا تھا اس کی آنکھیں نظر نہیں آ رہی تھیں
 لیکن اس کی سرزنش ناک دور ہی سے دیکھی جاسکتی تھی۔ مجھے لانے والے

اس کے سامنے گئے اور دونوں سمت بٹ کر اب سے کھڑے ہو گئے
 ”میرا نام تو پوساب ہے۔“
 ”کہا۔“ ”ہاں میں نے تجب سے کہا۔
 ”تو پوساب۔“
 ”مجھ تمہارے چہرے پر جو سفیدی جھلک رہی ہے یہ تو انھیں
 لاکھامائے ظاہر کرتی ہے۔ میں نے برست انداز میں کہا۔
 ”مذاق کرنے کی کوشش کر رہے ہو، کوئی بات نہیں ہے میں
 جڑا نہیں جانتا۔“
 ”میں مشر تو پوساب۔ میں مذاق نہیں کر رہا، اب کا نام سننے کے
 بعد میں نے سوچا تھا کہ آپ اخلاقی مشاڈوں کے لیکن آپ کا رنگ کافی
 کھٹا ہوا ہے اور مجھے جب سے کہ لوگ آپ کو کالی موت کہتے ہیں
 ”تم تو میرے بارے میں ہی معلومات کرنے کے لیے کھٹ کرنے
 کے نام شخص نے بھاری بیسے میں کہا۔
 ”بہر طور مشر تو پوساب۔ میں آپ کی اس باری سی پکی سے
 کہہ رہا تھا کہ آپ کو بتا دیا جائے میرا نام کیرا ل نہیں ہے اور آپ
 لوگ شدید غلط فہمی کا شکار رہے ہیں۔ پوری کہانی بھی میں بار بار سنا چکا
 ہوں اگر آپ نے نہ سنی ہو تو آپ کو بھی سنا دوں۔
 ”گویا اب تم بھی تسلیم نہیں کر کے کہ کیرا ل ہی ہو۔“
 ”اگر انسان اپنے لیکن اہل اس کے بعد کے گریسے ہوئے اور
 کھٹا سکتا ہے۔
 تو پھر آپ جو چاہیں میرا نام جو بڑی ہے، اعتراض نہیں ہوگا۔
 میں اگر کیرا ل نہ ہوں تو سب کچھ لیتا لیکن میں تمام صورت حال تیار چکا
 ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ دوسرے لوگوں
 کی مانند حماقت کا شوت نہ دیں بلکہ میرا مشورہ ہے کہ آپ اہل کیرا ل
 کو تلاش کریں مجھے یہ سب کچھ معلوم کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا
 ہونا آپ کیرا ل کو تلاش کریں۔ اس دوران میں رضا کارانہ طور پر
 اپنے آپ کو آپ کی قید میں رکھنے کے لیے تیار ہوں لیکن بہتر یہ ہوگا
 کہ وہ خواہ میرا مارنہ خراب نہ کرنا چاہتے ہاں اگر کیرا ل نے مجھے پوچھ
 آپ میرے سامنے میں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ میرے لیے یہ شرط تو پوساب
 کہ میری موت ہی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اسے ہمارا داری سے
 اس کے سامنے بولی سکتا ہوں۔ چند ساعت وہ مجھے گھورتا رہا پھر نرم
 لہجے میں بولا۔
 ”اگر یہ بات ہے تو ہم کیرا ل کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے
 لیکن لیکن ایک آخری بات بتا دی جاتی ہے کہ اگر کیرا ل نہیں ہے
 سکتا اس بات کی تصدیق نہ ہو سکتی کہ تم اصل کیرا ل نہیں ہو تو ہم لیکن
 قتل کر دیں گے۔ اگر راز میں نہ معلوم ہو سکتا تو ہم یہ بھی نہیں پسند

لوگ جو برسہ ساتھ آئے تھے میری پشت پر موجود تھے۔ سب کے سب مسلح تھے اور برسہ لے کر کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں کسی طرح ان سے نمٹ سکوں۔ چنانچہ میں ہڑتیاں طے کر کے ایک جہاز پر پہنچ گیا جس کے کنارے پر ریٹائنگ ہوتی تھی اس کے تین اطراف سمندر کا نظارہ دکھائی دے رہا تھا۔ یہ کوئی سمندری علاقہ نہیں تھا بلکہ زمانے کا کوئی ایسا نذرانہ جو برسہ سے ناقابل استعمال ہو چکا ہو۔

چنانچہ عمارت نظر آ رہی تھی وہ بھی عجیب و غریب تھی۔ ایک سادہ سی کسی شکل تھی جو مربع چتروں سے بنائی تھی۔ ایک بڑا سا بھئی نغارا دیکھا وہ لوگ مجھے بلے ہوئے اس دھواں کے کئی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایک باہر مجھے بڑھیاں لگنے لگی تھیں اور میں کالھی کے اوپر جھپٹے میں پہنچ گیا۔

”ہم۔ ایک ویسٹ انڈین لوگوں کے ہیں داخل ہوئے ہیں ایک بوسیدہ سی چارہ پڑی ہوئی تھی ایک گول بڑی تھی جو سمندر کی لہریں ہواؤں سے اتارنا لگا دوپہر کھڑکی تھی اور ساتھ ہی آہنی پتھر روم بھی تھا جس کا دروازہ نہیں تھا۔

یہ میری نئی رہائش گاہ تھی مجھے لانے والوں نے مجھے یہاں پر چھوڑ دیا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”سنو۔ یہاں نہیں کھانے پینے کی تمام چیزیں با آسانی مل جائیں گی لیکن باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی اس وقت تک جب تک مشرٹو بوسو نہ آئے۔

”تھیک ہے۔ میں نے جواب دیا اور وہ لوگ باہر چلے گئے۔

دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا ان کے جانے کے چند منٹ تک میں اسی جگہ کھڑا رہا۔ کچھ عرصہ رہا۔ یہ قید خانہ بہت ہی اچھا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں میری زندگی کس طرح گزر سکے گی اور میں کتنے دن اس سلسلے میں زندہ رہوں گا لیکن اس سلسلے میں سوال کس سے کرتا رہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں پتہ تھا۔

میں نے سوچا لیکن انسانی قید خانہ میں پڑھ کر کہی ان سے باہر دیکھا جاسکتا تھا۔ میں نے یہی کوشش کی کہ کوشش کی کہ کھڑکی کے نیچے رکھی۔ مہینہ سا دور وہ مرزومعلوم ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود مضبوط تھی۔

کھڑکی سے سمندر کے نظارے صاف نظر آتے تھے جو پلے چھلے سینہ پر بند سے فضاؤں میں پرواز کر رہے تھے۔ ماحول میں سن کا فورا جی احساس نہیں تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر میرے آگے آیا اور پھر ہلکے پھلکے گیا قید خانے میں۔ میں نے پہلا دن اسی طرح سے گزارا۔

اس دن مجھے کچھ کھانے پینے کو نہیں دیا گیا تھا۔ رات کو بھی بے

سکون رہا۔ اور شہ بدبختی سے کھاتا رہا۔ یہ تو صاف تو گھنٹی تھی۔ ان لوگوں نے اگر یہاں تھے اسی طرح بیٹھ کر باہر سے کھانا لے کر آئے۔ حالانکہ تو بوسو نے کہا تھا کہ وہ مجھے ایک معزز جہان کی حیثیت سے رکھے گا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ لیکن پہلا دن ہی مجھے یہ احساس ہوا کہ یہاں کوئی ہے ہی یا نہیں۔

میں نے اپنی جگہ سے ہٹ کر مشرٹو بوسو کے دروازے کو آگے بڑھایا اور مجھے ہر اندازہ ہو گیا کہ دروازہ صرف کھڑکی کا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے باہر پتھر کی چٹانوں کا بھی کوئی سلسلہ موجود ہے۔

رات بھی گزر گئی اور اب واقعی نفاذ ہت موسوں ہو رہی تھی دوسرے دن دوپہر کو کھڑکی کی منزل میں کھڑا ہوا اور میں اس میں انتظار کرنے لگا۔ کھڑکی کے اندر وہ آؤنی نظر آئے تھیں۔ ان لوگوں سے مشرٹو بوسو کی طرح جو کس تھے ان کے پیچھے دو آؤنی اور مجھے جن کے ہاتھوں میں کچھ برتن تھے۔

”یہ تمہاری خوراک ہے۔ کم از کم تین دن تک نہیں پھینکنا۔ چلائی ہوگی۔ یہاں ہم نہیں روٹنا۔ تازہ خوراک مہیا نہیں کر سکتے۔ یہ پانی ہے اسے پینے کے لیے استعمال کرو گے اور یہ کاغذ اور قلم ہے اگر تمہارے ذہن میں آجائے کہ تم غلط رائے پر ہو تو اس پر لکھ کر کھڑکی کے نیچے پھینک دینا میں سب مل جائے گا۔ اس نے کہا۔

”اپنے ہاتھوں میں پانی کا کیا انتظام ہے؟ میں نے فرمائے۔

”یہ میں پوچھا۔

”وہاں پانی لائے موجود ہے تم اس سے سمندر کا ٹھیک پانی حاصل کر سکتے ہو۔“

”تو بوسو نے کہا تھا کہ وہ مجھے معزز جہان کی حیثیت سے اتار دے گا۔ کیا معزز جہانوں کے ساتھ ہی سلوک کہا جاتا ہے؟“

”اس سے بہتر سلوک اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ میرے دوست آدمی کرو۔“

”لیکن یہ سب کچھ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔“

”اس کا فیصلہ مشرٹو بوسو ہی کر سکتے ہیں؟“

”تو پھر مجھے ان سے ایک باہر بلاؤ۔“

”ابھی نہیں۔ ابھی وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔“

”لیکن میں یہاں وقت نہیں گزار سکتا۔“

”تو پھر دو بار میں موجود ہیں۔ ان سے مل کر مشرٹو بوسو سے ان سے ایک سے کہا اور میں تھلا کر وہ گیا۔

سرا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ میں سخت محسوس کرتا تھا اس لیے دوسری باتیں بول کر کھانے میں مشرٹو بوسو کو کھانا نہایت گھٹیا تھا لیکن بھوک میں سب چلتا ہے پانی پینے

سے لکھا ہوا تھا میں سرسراہٹ سے ہلکی آواز میں لپٹ گیا پھر ہنسی آئی۔ مجھے اپنے من میں کب تک سوتا رہا اس وقت شاید آدھی رات گزر چکی تھی جب آج کھڑکی کا بند کھانا کی طرف لوٹا گیا ایک کھڑکی سے روٹنی اندازہ لگائی تھی۔ میں نے ایک انٹرا آئی اور اٹھ کر مشرٹو بوسو کے دروازے سے روٹنی تھی اور وہاں دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں تھا۔

ماحول کی خاموشی پانی کے شور سے مروج ہو رہی تھی اور برسہ اندازہ ہٹ کا سمندر موجود تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ وقت یہاں گزرنا کس طرح۔ یہ وقت گزارا کروں گا کیا کروں گا۔

لیکن آہستہ آہستہ وقت گزرتا ہی رہا میں بڑی طرح ہمتا رہا تھا۔ زندگی کو میرے معلوم ہو رہی تھی اس قید خانے میں میرا دل پھر پھٹا رہا تھا لیکن یہاں جب بھی سکون سے بیٹھ کر چٹا تو بہت سی باتیں ذہن میں آئے تھیں۔ یہ تقدیر کا کون سا رخ تھا۔ مجھے کس نہایت کی سزا مل رہی تھی، میں نے وہ حقیقت پر ایمان کی جتنی ادراک زندگی ہی میں ہرگز نہیں کی سزا ملتی ہے تو میں ان باتوں کی سزا ہی کہہ سکتا تھا۔ اس سے زیادہ تکلیف وہ ماحول اور کبھی ہوسکتا ہے۔ زندگی بھر کی تھی۔ ابھی تو بوسو نے زندگی کو پچھتے چھوڑ دیا تھا اور بدبختی میں پھرتا تھا۔ وہ بدبختی میں کھاتا پھرتا تھا کبھی کبھی ہرگز جا چاہیے کس طرح میں ان لوگوں سے اپنی گلوں لایا کروں۔ یہ خوف تو نہ لگتی تھی۔ لیکن کہا کہ سب کچھ مناسب ہے۔ میرا مجھے اس طرح ان لوگوں کا غلام بن کر رہنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہو گا۔ اب تو کچھ کرنا ہی ہو گا۔

میں کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ کاغذ پر میں نے ایک تحریر لکھی اور اسے کھڑکی کے نیچے گرا دیا۔ میں نے اس میں لکھا تھا کہ میں مشرٹو بوسو کو کچھ ضروری معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے جہتی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ مات ہوئی تو کچھ آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں انسانی ہی نہیں تھیں بلکہ موسوں ہوا جیسے تھیں اس دروازے سے ہی کی جانب آ رہا تھا۔

پھر دروازہ کھلا اور چند مسلح افراد میرے کمرے میں گھس گئے۔ ”آؤ۔“ ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا اور میں سکون کی سانس لے کر باہر نکل آیا۔ اس شخص نے قید خانے میں وہاں سے آئے تھے کہ زندگی کی بازی لگادی جائے۔ یہی سورج کر میں باہر نکلنا تھا لیکن یہ فیصلہ ہی کرنا تھا میں نے کھیلنے پڑے طور پر کوئی مناسب کارروائی کرنے کی کوشش کروں گا اگر ان لوگوں کو اپنے حال سے بچانے میں کامیاب ہو گا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر دیکھا جائے گا۔

کھڑا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس طرح اسے دیکھ کر جو کتا نکلا وہ دیکھ کر اس طرح نہیں چونکا تھا۔
 ”ہاں۔ تو مسٹر نواز اسکو۔ اچانک آپ کو یہ شبہ کیسے ہو گیا کہ آپ مسٹر کیراٹل ہیں؟“

”بظہر۔ شبہ نہیں یہ حقیقت ہے۔ میں نے جواب دیا۔
 ”کمال ہے جب ہم حقیقت آپ کی زبانی بھولنا جانتے تھے تو آپ اتنی جھٹ کر رہے تھے اور آج جب ہمیں اصل آدمی مل گیا ہے تو آپ ہمیں حقیقت بتانے پر مصر ہیں یا اس نے ہنسے ہوئے کہا۔
 اس کی ہنسی بے حد خوفناک تھی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے اس شخص کو مخاطب کر کے کہا۔
 ”سنو۔ کیا تم کیراٹل ہو؟“

”ہنہیں جناب میرا نام پیٹر وڈ ہے۔“ اس نے اہستہ سے کہا۔
 اور میرے ہونٹوں پر بے امنتا مسکراہٹ پھیل گئی۔
 تو پھر یہ بات تم مسٹر نواز کو سونپنا۔“

”تم لوگ کیا سمجھتے ہو مجھے۔ دونوں لوگوں میں دبا کی ہیں اسی جگہ سہینک دونوں کا اور انہیں پہلے مشرقی رہیں گی۔ اسے تم جواب دو۔ تم میں سے اصلی کیراٹل کون ہے۔؟“
 ”میں ہوں۔ جب میں آپ سے اعتراف کر رہا ہوں تو مسٹر نواز کو کہیں اصلی کیراٹل ہوں اور جب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں وہ وہ ماز آپ کے حوالے کر دوں گا تو پھر آپ اس شریف آدمی کو کیوں پریشان کر رہے ہیں؟ تو بسو کی آنکھوں میں حیرت نظر آنے لگی تھی غالباً وہ اس بات پر شہدید حیران تھا کہ اچانک میری گایا پلٹ کیسے ہو گئی ہے۔“

”تو پھر وہ راز کہاں ہے۔؟“
 ”وہ میرے پاس ہے وہ میں تمہیں دے سکتا ہوں یا؟
 ”دیکھنا بکواس کر رہے ہو۔ اب تک تم نے اس کے بارے میں جو جسے بات چیت کیوں نہیں کی؟“
 ”میں جتنا چاہتا تھا۔“ میں نے جواب دیا۔

”تمہاری موت ہی آئی ہے۔ اسے تم جتنا دیکھو تم کیراٹل نہیں ہو؟“ تو بسو نے اس شخص سے پوچھا۔
 ”ہنہیں جناب میں پیٹر وڈ ہوں ایک غریب آدمی آپ لوگوں نے بلا وجہ مجھے پکڑ لیا ہے آپ یقین کریں میں سو فیصد ہی پیٹر وڈ ہوں۔ آپ میرے بارے میں تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔
 میں ایک غریب آدمی ہوں جناب اور بڑی مشکل سے زندگی

برسر کر رہا تھا کہ آپ مجھے پکڑ لوئے۔“ اس کے اس جواب پر تو بسو کا چہرہ ہلکا سا سرخ ہو گیا اور وہ خوشوارا انداز میں کھڑکیوں پر وہ خوشی لگا ہوں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور بلا۔
 مد سناؤ ہمیں مرمانا چاہیے تم دونوں کو مر جانا چاہیے

مجھے تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیا تم دونوں نے اتنی جھٹ کر رہے ہو۔ میں، میں نہیں صرف میں نے دیتا ہوں ان میں ٹھنڈوں کے اندر تم فیصلہ کرو کہ تم میں سے اصل کیراٹل کون ہے اور کون مجھے وہ ماز دے رہا ہے اگر تم یہ فیصلہ نہ کرے تو تم دونوں کو کوئی مار کر تمہارے میں سہینک دونوں کا اور اس کے بعد اصل کیراٹل کو تلاش کروں گا۔“ تو بسو کی آواز میں کی مانند سرد تھی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کرنا کہا۔

”ان کی زندگی صرف میں گنتے کی ہے اس کے بعد اگر یہ لوگ آپس میں فیصلہ نہ کر سکیں تو انہیں ہلاک کر دیا جائے گا مجھے، انہیں کوئی مار دینا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔“

”مگر مسٹر نواز۔۔۔ جب میں آپ سے کہ رہا ہوں کہ وہ ماز میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں تو پھر آپ اس مسئلے میں تعرض کیوں کر رہے ہیں۔؟“
 ”کوئی تعرض نہیں کر رہا وہ ماز تم مجھے کب کہاں دے سکتے ہو۔؟“

”میں تمہیں ہی دوسرے سفر روانہ کیے دیتا ہوں۔ مجھے اس ہنگامے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے، تو بسو شہید بڑی طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اور یہ فیصلہ نہیں کر رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ جھپٹانے ہوئے انداز میں وہاں سے باہر نکل گیا۔

ہمارے محافظوں نے ایک بار پھر ہمیں پکڑ کر ایک جگہ اسی کمرے میں بند کر دیا تھا جہاں ہم پہلے سے قید تھے۔ میرے پیچھے کمرے میں سے سسکا کی لنگاہوں سے اپنے ہمشکل کو دیکھا اور وہ لڑکیوں کے ساتھ پیٹر وڈ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“
 ”مسٹر نواز اصرار ہی نام لے رہے تھے وہ لوگ، آپ کا۔“

”ہاں۔“
 ”یہ حقیقت ہے کہ میرا نام پیٹر وڈ ہے۔“
 ”اوہ۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ چالاک نکلے مسٹر کیراٹل، میں نے سسکا تے ہوئے کہا۔
 ”کیراٹل نہیں۔ میں کیراٹل نہیں ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔

”تو وہ دن پہلے میں بھی یہی کہتا تھا لیکن نے جواب دیا وہ بے اختیار ہنس پڑا۔“
 ”اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کرنا چاہیے۔“

”تم ان لوگوں کے کھچل میں کس طرح پھنس گئے؟“
 ”بس بار سبقتی ہی کبھی جا سکتی ہے۔“ اس نے بے تکلفی سے کہا اور دوسرے پشت لگا کر بیٹھا گیا۔

”ہنگ بڑا کر آدم۔ میں تو یہاں رہتے رہتے آگیا چکا ہوں۔“
 ”مگر نہ رو بہت جلد ہمیں یہاں سے رہا کر لیا جائے گی۔“

”سنا لے گا۔“
 ”کس طرح۔“
 ”جی گوئی ماریں گے وہ لوگ ہمیں۔ اور اس طرح ہماری دہیں آزاد ہو جائیں گی۔ کیا وہ ہماری دونوں کو یہاں رکھ سکتے ہیں۔؟“

”خوب۔ دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو تو کسے کھینچے میں میں پھنس جانے کے بعد ہی سسکا نے دالے مجھے ایسے لوگ پسند ہیں۔“
 ”اور مجھے بھی آپ جیسے لوگ پسند ہیں مسٹر نواز اصرار اس نے کہا۔

”تو تمہارا نام کیراٹل ہی ہے نا۔؟“
 ”نہیں یہ بات میں آپ سے سچ کہہ رہا ہوں کہ میں کیراٹل نہیں ہوں۔“
 ”کیا۔ لیکن پھر تم میرے ہمشکل کیوں ہو؟“
 ”لکھا ہوں بھائی۔ ہوں نہیں نا دیا گیا ہوں۔“ اس نے کہا اور میں تھیرا نہ لگا ہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔“
 ”ہائے کیا سمجھاؤں تمہیں، بس یہی سمجھو یہاں تمہارے لیے سمجھایا ہوں۔ صرف تمہارے لیے۔“
 ”ایک بار پھر وہی سوال کروں گا۔؟“
 ”میں جانتا تھا۔ جواب بھی تمہارے۔ میڈم سوزنیانے تمہاری تلاش میں روانہ کیا ہے۔“

”اوہ۔ وہ شخصیت سے ہے۔“
 ”نہ تو میں تو بات یہاں تک نہ پہنچتی۔“
 ”کہاں ہے وہ۔؟“
 ”جہاں بھی ہیں انہیں۔ ایڈمنسٹری ہوگی کہ تم اتنی دور سے آئے گئے ہو خدا کی پناہ میرا سحر نہ جائے تین طویل تھا۔“

”سوزنیانے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟“
 ”جو کہ زیادہ نہیں ہے جس کے اظہار پر تم مجھے ان لوگوں سے پہلے قتل کرنے کی کوشش کر دو۔ اس نے طے ہوئے کہا۔
 ”تو میں دوست ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”کیا مطلب۔؟“
 ”سوزنیانے میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے میرے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ہو۔“
 ”تو پھر یہ ہو۔ کہہ دو گے تو کوئی نقصان نہیں ہوگا، ہمیں اور پھر میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا ہوں۔“
 ”تو کیا اندازہ لگا چکے ہو۔؟“

”لا سٹر اصرار سوزنیانے کو میں طویل عرصے سے جانتا ہوں اتنا بے چین گو میڈم کبھی کسی کے لیے نہیں ہوتی جتنی تمہارے لیے ہے یہی نہیں۔ طویل عرصے سے ہم دونوں ایک دوسرے سے جڑا تھے۔ انہوں نے خصوصاً مجھے طلب کیا اور اس کے بعد یہ زبردستی میرے سپرد کی۔ میرے چہرے پر کیراٹل کا میک اپ کیا گیا ان کا خیال تھا کہ جن لوگوں نے ہمیں کیراٹل کی حیثیت سے انوکھا کیا ہے انہیں یہ پتہ چل گیا ہوگا کہ تم اصلی کیراٹل نہیں ہو چنا چہ انہوں نے مجھے اصلی کیراٹل بنا کر ان کی سہینک پڑھا دیا اور اب میری زندگی بھی صرف میں گنتے ہی رہ گئی ہے۔“
 میں دنگ رہ گیا تھا سوزنیانے میرے لیے اتنا بڑا کام کیا

ایک دن سیامین
کے تین نئی دنوں

پاکستان میں شائع ہونے والے تمام ڈائجسٹ رسائل نامیہ اور ہفت روزہ ہم سے منگوا سکتے ہیں۔ آپ اپنی پسند کے ماہنامے یا ہفت روزہ کا سالانہ چندہ بھرا لیں اور سال بھر بذریعہ رجسٹری اپنے گھر پر حاصل کرتے رہیں۔
 ہمیں خط لکھیں

تھا میں نے اس کی شخصیت میں ایک انوکھی بات محسوس کی تھی لیکن میں جن راستوں کا راہی نہیں تھا ان کے سلسلے میں کسی کو بھی کوئی مدد نہیں دے سکتا تھا۔ میں تو خود لگا لگا ہوا انسان تھا، چنانچہ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پیروڈ میری شکل دیکھ رہا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”اب بھی اعتراض نہیں کرو گے مسٹر اصغر۔“
 ”سوری پیروڈ سوچنے کے ذہن میں اگر یہ بات ہے تو مجھے افسوس ہے کہ اسے مایوسی ہو گئی۔“
 ”یہ بات تو بیخبرہ معلوم ہوتے ہو۔“ پیروڈ نے یہ تکلفی سے کہا۔

”ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں پیروڈ۔“
 ”مگر کیا سوچتا ہوں اس بات کا احساس نہیں کہ تم اس کی جانب متوجہ نہیں ہو گئے۔“

”میں نہیں جانتا، ہمارے درمیان کسی ایسی طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اور پھر ہماری ملاقات تو بہت مختصر سی ہے۔“

”اصولاً ایسا ہونا تو نہیں چاہیے لیکن زندگی کے ان میں گھنٹوں میں سے اگر تم کچھ دیر آئیں گی گفتگو کریں تو کوئی حرج ہے۔ اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے سے ذہنی قربت بھی حاصل کر لیں گے۔“

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرایا۔ شخص جو پیروڈ کی حیثیت سے لایا گیا ہے درحقیقت نہیں تو جو کچھ آدمی تو نہیں ہے اس طرح ممکن ہے تو جو کچھ میری خواجہ لینے کے لیے اسے ستر کر لیا ہو۔ میں چند لمحات سوچتا رہا پیروڈ میری شکل دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”اس کے باوجود اگر کوئی ایسا ہی مسئلہ ہے جسے تم نہ جانتا جاو تو میں یہیں کبھی اس کے لیے مجبور نہ کروں گا۔“
 ”یہ نہیں پیروڈ ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کے لیے مجھ کو حرج رہا تھا۔“

”تو بتاؤ گے کیا۔؟“
 ”بیکر کہیں تم کو یوٹو سے آدمی تو نہیں ہو اور مجھ سے میرا لینے تو نہیں آئے۔“ پیروڈ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں حشمت کے جذبات ابھر آئے۔

”خدا کی قسم باقی چاہے کچھ بھی ہو، میں تم سے اب ایک لفظ نہیں پوچھوں گا تمہارے بارے میں، لیکن ایک بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ذہین آدمی جو ہر بات اچھے انداز

میں سوچتے ہو۔ نہ بتاؤ اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں مجبور نہیں کروں گا انسان کے اپنے اپنے معاملات ہوتے ہیں لیکن دوست میں ان میں گھٹنے بڑھے ہونے سے بظاہر سے نکلنے کا بندوبست کرنا ہے۔“ پیروڈ کے لیے میں ایک لمحے کے لیے سمجھتی سی لگتی تھی۔ میں بخود اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”پیروڈ کو کم از کم تم میری صاف گوئی کا احساس مزہ کرو گے اور اس سے ناراض نہیں ہو گے۔“
 ”نہیں، نہیں، بے شک اس میں کوئی تنگ نہیں لگاؤں۔ چاہتے تو اپنے دل کی یہ بات مجھے سے چھپا سکتے تھے لیکن بات کھری ہے اور اس میں جراثیم لگنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر اس کو اپنے طور پر اپنا دفاع کرنے کا حق پہنچتا ہے۔“
 ”تم ناراض ہو گئے۔“

”نہیں بھائی نہیں ہوا۔ مجھ سے جا ہو تو میری کہاں ہی سن سکتے ہو۔ انٹرنیشنل آدمی ہوں، بہتر دستاں میں پیدا ہوا ہوں پلا بڑھا۔ اس کے برعکس انٹرنیٹ جلا گیا پھر وہاں سے ملنے پہنچا۔ پتنگری میں کچھ جرائم پیشہ لوگوں سے جو پیش ہو گئے تھے آدمی قتل ہو گئے میرے ہاتھوں، وہاں سے جاگا اور اس کے بہرہ گانی نعرے سے مس سونیتا کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔“

”ہوں جیسا میں نہیں بتا چکا ہوں میرا نام نواز اصغر ہے پاکستان کا رہنے والا ہوں ابتداء ایک عجیب سے انداز میں ہوئی تھی یوں سمجھو کہ زمانے کا ستیا یا ہمارا خود کشی کرنا چاہتا تھا کہ کچھ لوگوں کے ہاتھوں لگ گیا ایک دوسرے کو فارا کی حیثیت سے انہوں نے مجھے اسٹنگل کے لیے استعمال کیا۔ وہاں سے نکلنے کا موقع مل رہا تھا باہر کی دنیا میری نگاہوں کے سامنے آئی چنانچہ میں نے ان کی پیشکش قبول کر لی اور اس کے بدستار حشمت پر سرکرت ہوا بالاتر امریکہ پہنچ گیا اس دوران زندگی

ایک ایسے انسان کی حیثیت سے گزری جس کا کوئی کردار شہیت نہیں ہوئی اپنے آپ کو کھوپکا تھا کہ وہاں اپنی پیاری سرزمین پر جاؤں۔ لیکن ایک ایسا موقع آیا کہ مجھے اپنی کھوئی ہوئی شخصیت یاد آگئی۔ ترلوکا نامی ایک شخص جو میرے کزنات راماتریک کا بانی تھا میرے دن کا مذاق اڑا رہا تھا مجھے برداشت نہ ہو سکا اور میں اس کی سرکولی کے لیے گمراہ ہو گیا اس سلسلے میں ایک لڑکی نے میرا ساتھ دیا اور میں نے ترلوکا کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں۔ کیس لاس کی پارٹیوں میں ترلوکا

سب سے بڑا پیرڈ کھاڑتا تھا جو میری وجہ سے تباہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ لڑکی میری زندگی کی سب سے بڑی ساتھی بن گئی۔ میں نے اس کا نام زیب الساندر رکھا اور نریارک کے ایک شہنشاہ اہل علاقے میں زیبی کارپس کے نام سے ایک شہرہ مکتول کیا لیکن ترلوکا نے کہہ سنا گیا تھا اس نے زیبی کو اغوا کر لیا اور اس کے بعد میری زندگی پھر بڑی راہ پر آگئی اور اس کے بعد سے میں اپنی کھوئی ہوئی حثیت کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ ترلوکا میرے ہاتھوں سے جا چکے اور لوگوں نے پیروڈ کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرے پر خندیرستی سی ملی ہوئی تھی اس کا منہ متیزانہ انداز میں کھلا ہوا تھا۔

”تو تم کیا۔۔۔ پچھلے دنوں۔ پچھلے دنوں۔“
 ”ہاں میں ترلوکا سے پھر مل رہا تھا۔“
 ”ادھ۔ خدائی پناہ، تو وہ نواز اصغر ہو۔ کیا سونیتا کو یہ

بات معلوم ہے۔۔۔؟“
 ”نہیں۔ کبھی کوئی مذکرہ نہیں ہوا۔“
 ”مجھے معلوم ہے میں جانتا ہوں نہیں میکینو مسٹر میکینو کے بارے میں جانتے ہو۔“ اس نے کہا اور میں چونک پڑا میکینو سے میری زندگی کا ایک طویل عرصہ وابستہ رہا تھا میں نے نیشنل انداز میں اسے دیکھا اور بولا۔

”تم میکینو کو جانتے ہو۔؟“
 ”کیوں نہیں۔ میں میکینو کے گروہ میں کام کرتا رہا ہوں۔ بہت عرصے کی بات ہے شاید نہیں اس بات پر یقین نہ لگے کہ ایک زمانے میں مس سونیتا بھی میکینو کی ساتھی تھیں لیکن اس کے بعد میکینو کا انتقال ہو گیا اور ہم نے اپنی اگلی آرگنائزیشن بنائی۔“

”ادھ۔ میرے خلاف یہ مسئلہ ہے اس کا مقصد ہے کہ تم تو مجھ جانتے ہو۔“

”ہاں۔ لیکن کسی دلچسپ بات سے مذاق ہی مذاق میں تم مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتائے۔“
 ”نہیں پیروڈ مذاق مذاق میں نہیں اس تم پر اعتماد کرنے کو بھی چاہا نہیں کچھ سمجھو سمجھو سادھی اور خوش لیاؤ کچھ لیاؤ وہ غلط ہے تم پر شبہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے میں نے تمہیں اپنے بارے میں بتا دیا۔“

”نہیں میرے دوست میں تو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے میرا نام اب پیروڈ ہی ہے چہرے پر کیریزل کا میک اپ ہے اور وقتاً

بھی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ بہر طور اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اور کیا کرنا چاہیے راجہ نواز اصغر۔“
 ”یہ فیصلہ تو تم ہی کرو تو بہتر ہو گا۔“
 ”واقعی میں خاصے خطرناک لوگوں سے واسطہ پڑا ہے کیا ہم یا آسانی ان لوگوں کے چنگل سے نکل سکتے ہیں۔“
 ”کوئی شش کیے بغیر تو ہم باز نہیں رہ سکیں گے بے وقوف لوگوں نے ہمیں نہیں سمجھے دیکھو میں چنانچہ ان سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔“

”کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مسٹر پیروڈ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔“
 ”ہاں کیوں نہیں۔؟ مس سونیتا نے یہ بات مجھے بتائی تھی یا تمہیک بہر طور اب صورت حال یہ ہے کہ ہم دوست ہیں اور ہمیں یہاں سے نکلنے ہے۔“

”تو پھر اب کیا کرنا چاہیے۔ فرار کے کوئی راستہ تمہارے ذہن میں ہے۔“

”جن راستوں سے ہم گزر کر آئے ہیں ان میں فرار کی گنجائش کہاں ہے۔“
 ”عمومی کش کی بات نہیں راستے پہلے سے تیار نہیں ہوتے بندھے جاتے ہیں۔“

”افسوس یہاں بنانے کے لیے بھی کوئی راستہ نہیں ہے۔“
 ”یہ سوچ۔ میرا مطلب ہے یہ کھو گیاں جو کھلی ہوئی ہیں اور جن کے تعطل کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا نہیں ہے۔“
 ”مگر ان کے پیچھے سیکڑوں فٹ گہرے گھڑیوں کے اگر اوپر سے کودنے کی کوشش کی جائے تو ہمارے ہاتھ پاؤں ٹوٹ سکتے ہیں۔“

”ہوں۔ میں پڑخیال انداز میں گردن ہلانے لگا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”دوست۔ ایک طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے کیا ہم ان لوگوں سے نمٹنے کی کوشش نہ کریں جو ہمیں نورگ سپیٹا سے ہیں بیس گھنٹے ہیں آخر ہمیں کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت تو ہوگی۔“

”یہ لوگ اخلاقیات کی ان باتوں سے نابلد ہیں اور اگر انہیں یاد نہ رہے تو کھانے دینے کا بندوبست بھی نہیں کرتے۔“
 ”تو پھر اس دروازے پر کبھی قسمت آزمائی کی جائے؟“

اس نے کہا اور میں پر خیال انداز میں گون ملانے لگا۔
 ”ہاں اگر دروازے کو توڑنے کی کوشش کی جائے تو
 ممکن ہے کہ وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں۔“
 ”تو پھر آؤ شروع کرتے ہیں۔“ اس نے کہا اور ہم نے
 اس سلسلے میں چاروں طرف کا جائزہ لیا میز کے علاوہ یہاں
 اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کارآمد بنا جاسکے یا پھر یہ
 چار پائی تھی جس کے پائے نکال کر دروازے پر کوشش کی
 جاسکتے۔

چنانچہ ہم نے یہی کیا۔ چار پائی کو کھول لیا اس کے
 تمام انچر پھر الگ کر دیے اور اس کے بعد دروازے پھوٹ
 ہو گئے۔ دروازے پر ہماری ضربیں صاف سنائی دے رہی
 تھیں لیکن اس سلسلے میں زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی
 تھوڑی ہی دیر بعد باہر سے عزائی ہونی آواز سنائی دی۔
 ”اگر تم لوگ دروازے کے پاس سے نہ ہٹ گئے تو ہم لوگ
 اسٹین گن کے فائر کھول دیں گے۔“

”دروازہ کھولو! ہم میں سے ایک آدمی حادثے کا شکار
 ہو گیا ہے۔“ پیر وڈ نے کہا اور چند لمحات کے بعد دروازہ کھل
 گیا۔ دونوں محافظ اسٹین گن لیے ہوئے اندر آئے تھے۔ میں فرش
 پر اوندھا جا بیٹھا تھا۔ پیر وڈ کی یہ چال مجھے بہت پسند آئی تھی۔
 ”کیا ہوا۔؟ کیا ہو گیا اے۔؟“

”پتہ نہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ہی ٹھیک ٹھاک تھا جانک
 ہی فرش پر گر کر تڑپنے لگا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔“ ان میں
 سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا دوسرے نے اسٹین گن سمجھ لی
 اور دیکھے جا کر دروازے سے ٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ اور بلا آدمی
 اپنی اسٹین گن اس کے ہاتھوں میں تھا کہ میری طرف آیا اس
 نے مجھے سہرا کیا لیکن اس دوران مجھے کام کرنا تھا۔

جو نبی میرا بدن سہرا ہوا میں نے دونوں ٹانگیں چوڑ
 کر بڑی قوت سے اس پر ماریں۔ نشانہ اس طرح رکھا تھا کہ
 دو پوری قوت سے اپنے ساتھ پیچھا کر کے اسٹین گن کی آواز ہی
 اجڑا اور اس کے ساتھ ہی اس شخص کو جس کو میں نے
 اچھال کر دوسرے کی طرف پھینکا تھا بدن گولیوں سے چھینا ہو
 گیا۔ جس نے اسے موٹو نہیں دیا تھا پیر وڈ نے اپنی جگہ چھوڑی
 اور میں نے عقب سے اس کے قریب پہنچ کر اس کے شانوں پر
 ضربیں لگائیں وہ ایک لمبے کے لیے جھول سا گیا تھا اور اسی لمحے

پیر وڈ نے وہ فالٹو اسٹین گن اس کے ہاتھ سے لے لی تھی
 آدمی نے اس کے ہاتھوں میں سمایا تھا دوسرے نے پیر وڈ
 اسٹین گن سے گولیاں نکالیں اور یہ جیلا شخص بھی ڈھیر کر
 ڈالڈ۔ دیر کی گڈ۔ یہ تجربہ تھانیت کا سیاب بہا رہا۔
 طرف چلتے ہیں۔ پیر وڈ ڈبولا اور ہم دونوں برق رفتاری سے
 نکل آئے پیر وڈ نے تعریفی انداز میں کہا۔
 ”تم ذہین بھی ہو اور پھر سچ بھی۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا
 بہت شاندار رہے گا۔“

”چلو۔ چلو۔ ہم ایک دوسرے کی تعریف تو دیکھیں پھر
 بیٹے گئے۔ میں نے کہا ہم عمارت سے باہر آگئے تو پھر
 بات تھی کہ یہاں اس عمارت میں ان دونوں کے علاوہ اور
 کبھی نہیں تھا۔ ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی جو کسی کی پور
 چاروں طرف برف کے ویرانے نظر آ رہے تھے۔ اس سما
 عمارت کے آس پاس اور کوئی عمارت نہیں تھی اور
 اس کے پاس نشانہ پائے جاتے تھے۔
 پڑا پر بول منظر تھا ہمارے اطراف میں۔ سمندر
 مار رہا تھا۔

”کاش ہمارے پاس سمندری سفر کا کوئی بندوبست
 ہوتا۔“ میں نے کہا۔
 ”اب سے کہہ دوں میں بھی یہی خیال تھا۔“
 ”بہر طور زندگی تو جدوجہد ہی کا نام ہے۔ ہم چر
 سے نکل جاتیں گے۔ تم مایوس نہ ہو۔“

”مایوس نہیں ہوں میرے دوست کاش میں تمہارے
 سے زیادہ آسانیاں فراہم کر سکتا۔“

”خیر۔ خیر۔ یہ سہارا نہیں مت کرو۔ آؤ ہمیں یہاں
 چاہیے ویسے کیا تم نے راستے کا کوئی تعین کیا ہے پیر وڈ۔“
 ”نہیں۔ کیا تم اس بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتے
 ”افسوس نہیں۔ مجھے جی بیباں بند گاڑی میں لایا
 پوچھ اسی ہی کیفیت سیری تھی۔“

”پھر تم اس طرف کیوں پہل رہے ہو۔“
 ”صرف۔ احتیاط۔ دوسرا راستہ ان کی گورگاہ ہے
 یقیناً یہاں موجود ہوں گے۔ ہمیں دیکھنا نہیں چاہیے
 ”ہاں۔ یہ تو درست ہے لیکن۔“
 ”لیکن کیا۔؟“

”یہ بیباں دشوار گزار ہوں گی اور یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا
 کہ ان کے دوسری طرف کیا ہے۔“
 ”بہراہ امت کرو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ جب اس خوفناک
 جگہ سے باہر نکل آئے ہیں تو آئندہ کبھی کوشش کی جاسکتی ہے۔
 اب تک ہاتھ پر ہاتھ رکھ بیٹھے ہوئے تھے اور حقیقت بات
 یہ ہے پیر وڈ کہ کتنی آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک سے دو ہو جائیں
 تو بے بن جاتے ہیں۔“

”پیر وڈ نے مزاجی انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔
 ”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایک سے دو آدمی
 زیادہ باہمت ہو جاتے ہیں۔ بہر طور پیر وڈ ہمیں یہاں سے
 نکلنے کا موقع مل گیا ہے تو ہم اسے چھوٹا نہیں سمجھتے اور جڑ
 سے ہمارے پاس اسٹین گن بھی موجود ہیں۔“

”بے شک۔ لیکن جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی تھی وہ
 نہیں ہے۔“ پیر وڈ نے کہا۔
 ”مثلاً۔“

”مثلاً اس برف پر سفر کرنے کا کوئی معقول بندوبست
 نہیں ہے۔ بہر طور آؤ مجھے ہیں ہم لوگ بلند یوں کی طرف سفر کرتے رہے۔
 کافی دور تک ہم اس طرح چلتے رہے اور اس کے بعد پیر وڈ نے
 کہا۔

”کانی دیر سوچی، ہمیں پتہ ہے میرا خیال ہے اب ہمیں
 آرام کرنا چاہیے۔“

”ابھی نہیں پیر وڈ، ہم بلند یوں کے اس طرف ہیں۔ اس
 عمارتی پر سے ہمیں دیکھا جاسکتا ہے میں چوٹی کے دوسری طرف پہنچ
 رہی دو لموں کا نامہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانے میں مدد کرے
 ”اوه۔ ٹھیک ہے سبھی تمہاری مرضی۔ لیکن چوٹی ابھی
 اتنی دور ہے۔“

”بہر طور۔ اس کے باوجود ہمیں وہاں پہنچنا ہو گا۔“ میں
 لگا ہوا دشوار گزار کی پیر وڈ میرا ساتھ دے رہا تھا۔ میں نے
 لگاؤ دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”پیر وڈ اگر ذرا جی ٹھکن محسوس کرو تو مجھے بتا دینا۔“
 ”اسے نہیں میں سبھی بڑا سخت جان آدمی ہوں کپڑے ٹوٹنے
 ہا اور میں خاموش ہو گیا۔

سڑی بے پناہ تھی اور ہمارے بدن کچھ کھینچ کر
 رہے۔ لیکن ہم میں سے کوئی ایک دوسرے پر اپنی ٹھکن

یامردی کا احساس ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔
 برف کی بلندیوں کے ہوتی رہیں اور پھر وقتاً پیرو وقتاً
 منہ سے غزٹ سی تھکی۔

”کیا تم بادلوں کے اس غول کو دیکھ رہے ہو جو اپنے اندر
 سیاہی بیٹھے آؤ پر پتھر ہارے۔“ اس نے کہا۔
 ”نہیں۔“ میں نے ٹک کر کہا۔ اور اس کے اشارے کی طرف

دیکھا سیاہ بادلوں کے دل کے دل جمع ہو رہے تھے۔ البتہ
 رہا تھا جیسے کہیں خوفناک آگ لگ گئی ہو اور دھوئیں کے
 پہاڑ بن رہے ہوں۔ اس خوفناک منظر نے دل بلا دیا تھا۔ مجھے
 کا ہونک سمندر ہماری نگاہوں کے سامنے تھا اور ہم اس سفر کے
 تنہا مسافر۔ آنے والے لمحات کیا ہوں گے۔



کہنا کہ مسافر تو گیا،

آجوں سسکیوں اور قبضہوں کی داستان

ایک طوفان

بچھرتا طوفان

ایک ایسا نا دل جو دلوں کو گرما دے

بچھتے دٹیوں کو روشن کر دے

ایک خاصا ادٹ پٹانگ نا دل

جو کرن میں قسط وار چھپتا رہا

اور بے حد مقبول ہوا۔

اب کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔

آفٹ پیپر۔ بڑا سائز۔ جلد۔

قیمت 50 روپے

مکتبہ کون

اڈو بازار لاہور

”اسماض کے رنگ بدلے ہوئے تھے وہ بیڑا تشریف لے کر
انداز میں لولا۔
”یہ بادل خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔“
”ہاں اگر بارش ہوگی تو ہمیں براہِ مہی نہیں ملے گی۔ میں
نے کسی قدر پریشانی سے اندازہ نہیں کیا تھا مگر اب تو ہواؤں کے
ہتھیاروں نے اور ہمارے رشتہ زید بزرگ کی بیٹی۔ بلند ہواؤں کے
گراؤ تو نہیں نہیں لیکن ہر حال چوٹیاں کا بلن نہیں اور ہم
ان کی جانب سفر کرتے ہوئے بری طرح ٹھکن محسوس کرنے لگے
تھے۔“

”کاشکار ہو جا میں گے۔“
”ہم اب ڈھلاؤں پر ہیں بیڑا۔ ممکن ہے ہمیں کوئی اور
جگہ مل جائے۔“ اچانک میں خاموش ہو گیا۔ بادلوں کی آواز
ہوا تھا جیسے آگے بڑھ رہا ہو۔ بارش کی تیزی آواز تو اب نہیں
کھولے تھے۔ ہمیں دس دس میٹر چھوٹے چھوٹے پانی کی قطرے
کا سوال ہی نہیں پیدا ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھ
سے ٹھلا اور میرے ہاتھ کسی چیز سے ٹکرائے یہ کوئی برقی
ٹپٹا تھا۔ میں نے فریخ کر بیڑے کہا۔
”کچھ دیکھ رہے ہو بیڑا۔“
”کیا۔ کچھ بھی تو نظر نہیں آ رہا۔“
”آگے آؤ۔“ میں نے کہا اور اسے برقیانی جیلے کا احساس
دلایا۔ بیڑا بدن مری طرح سر ہو گیا تھا اور اس کی آواز
بھی کافی زور سے لیکن بہر طور ہمیں اس مشقت کا پھل مل گیا
یہ ایک ایسی محفوظ جگہ تھی جو ہمیں طرف سے ڈھکی ہوئی آواز
سے کھوٹی تھی اس وقت اس سے بہتر پناہ گاہ ہمارے لیے کوئی
پناہ گاہ ہمارے لیے کوئی نہیں ہو سکتی تھی لوں محسوس ہونا
پر جان ہی وقت کے لیے بنائی گئی تھی۔ ہم اس کے درمیان گس
گئے۔ اندازہ کر کے میں نے اطمینان کی سانسیں لیں اور بیڑا
بھی بچھنے لگا۔
”مخمل کی بات ہے۔ اس وقت اس جگہ کا حال جانا
ایک معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے۔“
”بہر طور یہ ہمارا ہی مددگار ہے۔“
”مخمل کی پناہ بارش ہے کہ قیامت اور کبھی ہواؤں کا
پرچھوڑا آہ میرے دوست بخاری کہا حالت ہے بلا تیرے
تربین آدمی جو معمولی بات نہیں ہے۔“
”اور تم؟“ میں نے سوال کیا۔
”بس یوں تھو میں بخاری کا ڈیڑھ گھنٹہ ہوں۔ اس نے
ہوئے کہا۔ پھر کئی گھنٹوں میں زندگی باقی جاتی تھی اور مجھے
کا ساتھ بے حد دلچسپ محسوس ہو رہا تھا اس نے چند لمحوں
کے بعد کہا۔
”بیڑا تشریف لے رہا ہے اور میں بارش کے بعد بھی جاری
گی ہمارا بیڑا تھکا نہ کیا اور ہمارا تھکا ہوا سکتا ہے۔“
”دیکھتے ہیں۔“ میں نے کہا اور مضبوط چٹان کو ٹونپ
رہ جانے لگتی برف یہاں دفن تھی بہر طور میں نے اطمینان
سانس لے کر کہا۔
”ہاں۔ بیڑا تم سے اپنا اور تیرے لیے جھکا نہ جاتا

میں اس دن کو روٹی میں ہم یہاں سے باہر نکلیں گے۔“
”ٹھیک ہے لیکن ہر خیال ہے یہ موجود ہمارے لیے کافی
خطرات نکلتا ہو سکتی ہے۔ اگر ہم رات بھاری دروازے سے
رہے تو صبح ہماری لائٹیں نظر آئیں گی۔ وہی ہمیں ممکن ہے کہ ہماری
آٹوں کا یہاں کوئی پتہ نہ مل سکے۔“
”لو پھر۔“ میں نے بیچھڑا انداز میں پوچھا۔
”بس میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کیوں نہ ہم یہ سفر
باری رکھیں۔“
”نا ممکن بیڑا۔ لیکن۔ آخر تم نے یہ اچانک فیصلہ کیسے کہا؟“
”بس یوں ہی میں سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ہمیں تلاش کرے
نہیں تو ممکن ہے یہاں تک پہنچ جائیں۔“
”دیکھا جائے گا۔ ہمیں مستقبل کے اندیشوں سے آزاد رہنا
چاہیے۔ ہواؤں کا شور اور بارش کی آواز جاری رہی۔ بیڑوں
قدر شدید تھا اور چٹان کی دیواروں سے اس طرح ٹھک رہا تھا کہ
کان پڑی آواز سنائی دیتی تھی۔ دو تہائی اس برج لینا اور طوفانی
ہواؤں میں خاموشی بھی عجیب سی محسوس ہو رہی تھی اور ہم دونوں
ہی اسے مری طرح محسوس کر رہے تھے۔ ٹھوڑی دیر کے بعد بیڑا
لے گیا۔
”بخاری پر خاموشی لگتی تھی کہ اس کی حالت ہوگی؟“
”ہاں۔ میں ہی سوچ رہا تھا کہ انہیں کتنی دیر میں ہمارے
بارے میں اطلاع ہو جائے گی۔“
”تم مجھے پہلے سے یہاں موجود ہو مگر مگر بخاری کا یہاں
ہے وہ لوگ کتنے غصے کے بعد یہاں آتے ہیں؟“
”مشکل نہیں گھنٹوں کا تھا میں گھنٹے گھنٹے ہونے کے بعد
یقیناً کوئی کاروائی عمل میں آئے گی اور وہ یہاں کا جائزہ لے
لیں گے۔“
”اس کا مقصد ہے کہ میں گھنٹے تک ہم محفوظ ہیں؟“
”کہا گیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اور ذریعہ ہو جس سے وہ
ہمارے گزارے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں ویسے میں
جانتا ہوں کہ ہماری گھنٹہ ان کے لیے سخت تشویش کا باعث ہوگی
اور وہ ہمیں پوری قوت سے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ بیڑا
سر ہلانے لگا۔ باہر بارش آہستہ بہت کم ہوتی جا رہی تھی پانی
دن باقی نہیں رہ گیا تھا اس لیے ہمیں رات بھر ہی ہونے سے فیصل
نہا وہ سے زیادہ سفر کا موقع مل جاتا۔ بہتر تھا پہاڑ کی چوٹی پر اس
جگہ قیام کرنے کے بعد سوچا جاتا کہ ہمارے لیے ایک بہتر پناہ گاہ
ہے لیکن اب حالات کا تجزیہ کر کے اس کا احساس ہوا کہ یہاں سے

نکل جانا بہت ضروری ہے ممکن ہے ڈھلاؤں پر ہمیں کوئی ایسی
جگہ مل جائے جس کو ہم بہتر طور پر استعمال کر سکیں۔ بارش کچھ اور
کم ہوگی اور پھر آہستہ آہستہ بند ہوگی۔
”لیکن ہوا میں ابھی سرسراہٹ ہوئی گویا زردی نہیں ہمارے
لباس جھیکے ہوئے تھے اگر ہم معمولی قوت پر داشت کا مظاہرہ نہ
کرتے تو سرور میں لپٹنا کسی خطرناک حادثے کا شکار ہو چکے تھے۔
بہر طور ہم وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے۔ مطلع اب صاف ہو گیا
تھا اور آسمان سے چاند بھانکے لگا تھا۔ ہم اپنے سفر کو نہایت خوشی
اسلوبی طے کر رہے اور اس کے بعد دو گھنٹے بیڑا ایک ٹکڑے
کے لیے ٹکڑا کیا۔
”مستر آواز اس طرف دیکھ رہے ہو؟“
”وہاں؟“
”وہ اس طرف، ایک بہاری سی نظر آتی ہے۔ ڈھلاؤں کے
آخری سرے پر ہمیں جانب سے اس نے کہا اور میں اس کے اشارے
کی جانب دیکھنے لگا۔
”شاہد بیگن ہے۔“ میں نے ٹھوڑی دیر تک اس طرف دیکھنے
کے بعد کہا۔
”اگر ہم کسی طرح اس جگہ میں داخل ہو جائیں تو کم از کم
سرور کی شدت سے بچ سکتے ہیں۔“ وہ لولا۔
”بینک میں اس طرف بڑھنا چاہیے۔ میں نے چونک کر
بات پر کاما دی کا اظہار کیا تھا اس لیے ہم دونوں برق زقاری
سے کسی سمت چل پڑے۔
لیکن ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ دفعتاً فضا میں ایک
آواز ابھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔
”یہ آواز۔ یہ آواز بیڑا ڈونے کہا۔
”ہیلی کاپٹر کی آواز ہے۔“
”اوہ۔ اس کا مطلب یہ ہے ہماری تلاش شروع ہو گئی؟“
میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔ اور اب اس سمت کا شرعی ہو گیا ہے۔“
”اس کے امکانات ہیں لیکن اب کہا گیا ہے ہم برف کی
اس سفید چادر پر چوٹی دیکھے جاسکتے ہیں۔ میں نے کسی قدر تڑپ
انداز میں کہا۔ اور اس وقت پہلی بار کے جیلے حصے میں روٹی
ہو گئی کہ پہلی بار چٹان کی لمبائی پر تھا لیکن ایک تیز روٹی فضا میں
پھیل گئی تھی۔ بیڑا ڈونے آہستہ سے کہا۔
”اس میں کوئی ٹھنک نہیں کہ ہمیں تلاش کیا جا رہا ہے۔“
”کیا پہلی کاپٹر میں گن کی رہتے ہیں ہے۔ میں نے پوچھا۔

"ہمیں کچھ ملتی ہے۔ پیرے کچھ مالوسی سے کہا۔
 "اچھا! ہمیں رکھیں کچھ اور بھلا جانا ہوں میں نے
 جلدی سے اس میں گن گننا ہے ہونے کہا اور اس کی بات کا جواب
 دینے بغیر اس سے دور ہونا چاہا گیا پیرے پیرے سیندر برف برف جنت لٹ
 گیا تھا۔ گو اس کا بدن امیر سے ایک وجہ کی مانند صاف و بچھا ہوا
 سستا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی پارہ لگا رہی نہیں تھا۔ البتہ
 میں ایک اور بھی چیز گمانا تھا یعنی ایک برفانی جھلا تھا جس نے
 اس میں گن ہاتھ میں سمیٹا لیا اور بلی کا پڑی روشنی بڑھ گیا جس کو وہ
 ایسی کا پڑ جھلکاتے کے بعد ہمارے سر میں پڑ گیا اور اس کے بعد
 وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر تھوڑی دیر جا کر وہاں روشنی کی کمی۔
 میں نے گہری سانس لی تھی اتنی دیر سے دیکھا جانا مشکل تھا۔ گو
 ہم روشنی کی زوہیں تھے لیکن ابھی خطہ دور نہیں ہوا تھا کا پڑ ایک
 چکر لگا کر سردی واپس آئے گا میں اسے دیکھتا رہا پھر میں نے سچی
 جگہ سے جھنک کی اور ایک اور محفوظ جگہ پر پہنچ گیا بڑی خوشی
 سے کام کرنا تھا مگر اندازہ درست تھا۔ ڈھلاؤ کے احتیاط پر
 جنگی تھا تو پھر بلی کا پڑ فوٹا ہی واپس آئے گا کیونکہ جنگی میں کسی
 کا دیکھ بجا جانا ممکن نہیں ہے اور اس کی تصدیق تھوڑی ہی دیر
 بعد ہو گئی یہی کا پڑ کی روشنی دوبارہ نظر آئی اور اس کی آواز بھی
 سنا دی۔ وہ اسی طرف آ رہا تھا اور اس سے بار بار روشنی خارج
 ہو رہی تھی۔

گوایاں برس لے لگا۔
 یہی کا پڑ کو ایک جھٹکا سا لگا تھا اور اس کے انجن کی آواز
 بے ترتیب سی ہو گئی تھی البتہ وہ ہمارے سروں سے آگے بڑھ گیا
 اور چند ہی کی دور جانے کے بعد اس برسے فائرنگ شروع ہو
 گئی لیکن وہ لوگ اپنا توان نہ سمجھائے تھے شاید کوئی نکل گیا
 میں نے بھی کیونکہ یہی کا پڑ سے ہموار دھواں سا تھا جس کو ہوا
 تھا۔ پھر وہ زمین کی طرف نکلے لگا۔ میں نے اپنے کان بند کرنے
 پتہ نہیں پڑی کہ کیا کیفیت تھی وہ یعنی طوری اس صورت حال سے
 واقف ہو گا۔ یہی کا پڑ برف سے ٹکرا رہا اور ایک خوفناک حرکت
 کے ساتھ برف پر بنا رہی تھی پھیل گئے میں نے صورت کی آواز
 حلق سے نکالی تھی دوسری طرف سے پیر کی آواز سنا دی۔ وہی
 "زندہ یاد مٹر لوارا مسفر زندہ یاد باہلی کا پڑ کا فی دور لگا
 لیکن میں آنکھیں پھٹا رہا تو گھر سے دیکھ رہا تھا کہ جس کسی
 زندہ بچے کے امکان نظر نہیں آ رہے تھے۔ پھر لوہوں میں ہی
 سے ہٹ کر پیر کے پاس پہنچ گیا۔ پیر نے بڑی خوشی انداز میں میرے
 بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔
 "تم۔ تم راہ لوارا مسفر تم ملا شہ معمولی آدمی نہیں ہر طرف
 تم صورت حال پر لوری طرح فائلو پاسکتے ہو۔"
 "شکر ہے پیر۔ یوں سمجھ لو کہ ہم بال بال بچے ہیں"
 "جئے انداز ہے"
 "کیا ان میں سے کوئی زندہ بچ سکا ہو گا؟"
 "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہی کا پڑ کے پڑنے دگنے
 ہیں۔ پیر نے خوشی سے بھر پور ہنسنے میں کہا۔
 "گو یا اب میرے تک کے لیے خطہ عمل کیا ہے دوسرا ایسی کا پڑ
 ابھی تو نہیں آئے گا؟"
 "اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟"
 "کیوں؟" میں نے سوال کیا۔
 "ممکن ہے اطراف میں کچھ اور انفخانات بھی کیے ہوں ان
 لوگوں نے بہر حال میں اپنے دوستوں کے بارے میں ممکن معلوم
 حاصل نہیں ہیں۔"
 "جو جو کا دیکھا جملے گا۔" میں نے کہا اور پیر لولا۔
 "تو ان میں سے ایک کام کیا ہے؟"
 "کیا۔" میں نے سوال کیا۔
 "یہی کا پڑ سے جو روشنی چینی جا رہی تھی اس سے میں نے
 قرب وجوار کے ماحول کا جائزہ لیا۔ ڈھلان صاف ستھرے ہیں
 اور اس انداز کے معلوم ہوتے ہیں جیسے برف پر پھینسنے والے

باقین کے لیے بنانے جلتے ہیں اس طرح اگر ہم برف کے اس
 پلے سے نکل کر جنگ میں داخل ہونے کی کوشش کریں تو ہمیں
 فی خاص وقت نہیں ہوگی۔"
 "تھیک ہے میں تم سے متفق ہوں۔"
 "تو پھر میرا خیال ہے مزید ورتیں کرنی چاہیے؟"
 "جلو۔" میں نے کہا اور ہم برف کے ان دو حلاؤں سے بچنے
 کے لیے جنگی آنا قریب نہیں جانتا تھا ہم کچھ رہے تھے۔ چاند
 برسوں کے ساتھ ساتھ ہمارا سفر بھی جاری رہا۔ اور جب چاند
 کی منزل طے کر گیا تب ہم جنگی میں پہنچے۔ ایک ماہ اور دو دن کے
 پہنچ کر ہم نے گہری گہری سانسیں لیں۔
 "اب بڑی بڑی طرح ٹھنک گیا ہوں۔"
 "ٹھنک کر چل رہی ہو ہے پیر۔ دن کتنا ہی تنگ جلتے جب
 اس دن اس ٹھنک کر قبول نہ کرے انسان کا کچھ نہیں بچتا۔ پیر
 کوئی جواب نہیں دیا تھا بہر حال برف کے اس دیرانے سے وقت
 چھالنے کے لیے ہر سکون تھی۔ بقدر بات ہم نے اس وقت کے بچے
 زاروی۔ صبح کی روشنی چھوٹ رہی تھی۔ مابین موسم کے تھوڑھیک
 نہیں تھے۔ بادلوں کے چھلنے پھرنے آسمان پر جمع ہونے لگے تھے۔
 پیر کے چہرے پر کشمکش کے آثار پیدا ہوئے تو بولے سردی سے
 کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی ہوتے بیٹے بڑے لگتے تھے۔
 دوسرے بھی آٹرا ہوا تھا میں جانتا تھا کہ اس کی کیا کیفیت ہے
 ہر طرف ہمارے پاس خودکاک کا بھی کوئی مہلوت نہیں تھا
 ٹوک سے آہٹیں غل ہوا اللہ بڑھ رہی تھیں لیکن سب کچھ بیکار
 تھا کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا اور یہ بھی اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ
 اس جنگی میں ہمیں کھانے پینے کی کوئی چیز مل سکے گی یا نہیں۔
 کافی دیر تک ہم لوگ یہاں رہے وقت گزار رہا اور اس کے
 بعد پیر نے کہا۔
 "ہم جنگی کے ابتدائی سرے میں ہیں مٹر لوارا اگر انھوں نے
 ہماری تلاش کا دوسرا مرحلہ شروع کر دیا تو یہاں تک پہنچنے میں
 کوئی وقت نہ ہوگی۔"
 "یہی یا مالکی درست ہے پھر کیا خیال ہے؟"
 "کیوں نہ ہم کسی اندوئی علاقے میں کوئی بہتر پناہ کا تلاش
 کریں۔"
 "مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا
 تھا۔ اور ایک بار پھر ہم نے سفر شروع کر دیا، سفر کرتے رہے۔
 کچھ جنگیوں میں سوسن بھی خاصا مشکل کام ہوتا ہے جو کچھ
 دنوں کے تھکنا سوتا روک رہے تھے لیکن ہمارے مزہم کے سامنے

یہ بس ہو جاتے تھے بہر حال یہی شکر تھا کہ بادل ہونے کے باوجود
 بارش نہیں ہوتی تھی اگر بارش شروع ہو جاتی تو بے شک جنگی
 تھے لیکن اس کے باوجود ہرگز مشکل ہو جاتا۔
 کافی طویل واریض جنگی تھا اور اس کے بعد کہنے میں بس
 کئی گھنٹے کے لیے جن ایک دلچسپ صورت حال اس وقت پیش
 آئی وہ جنگی کے ایک خاص حصے میں ہیں جیسے رنگ کے پھول
 کے درخت لگاتے جن کے بارے میں میں کچھ اندازہ نہیں تھا۔
 کیوں کہ میں نے پہلے۔
 بہر طور وہاں ایک جگہ پر کھڑے ہو گیا اور چند لمحات انتظار
 کیا گیا اور جب پیکر اور دوسرے پھولوں نے آپس کوئی نقصان
 نہیں پہنچایا تو ہم نے انھیں کافی منہ مقدار میں توڑ لیا اور ان سے
 اپنے پیٹ کی آگ لگائی۔
 پھولوں کے بارے میں تھوڑی سی بی ویر کے بعد ہی یہ اندازہ پیر کا
 کہ وہ نقصان دہ ہیں بلکہ اس کی نسبت بہت بہتر نہیں کیونکہ ان
 سے پانی کی کمی مل جاتی تھی۔ ان ہی پھولوں نے ہمارے جسموں میں
 تھوڑی تھوڑی پیرکاری اور اس کے بعد جھکا سفر ہمارے لیے زیادہ
 آرام دہ اور بہتر بن گیا۔
 راستوں کوئی باقی نہیں رہی تھا اس ایک نامعلوم منزل کی
 جانب سفر جاری تھا جنگی میں اس داخل ہونے کے بعد ہر احساس بھی
 نہیں ہوا تھا کہ میں تلاش کرنے والے اب بھی ہمارے کچھ لہے
 ہیں۔ غالباً ان کی طرح کے حادثے کے بعد ان لوگوں کی بہت نہیں
 ہوتی تھی کہ میں تلاش کریں جنگیوں ان کا سلسلہ جملے کتنا طویل و
 عریض تھا ان کے بعد ان کا اعتماد کم ایک چوڑی ندی پر ہوا۔ ندی
 کی رفتار کافی تھی اس کے دوسری طرف کئی جھاڑیاں پھیل پھولی
 تھیں اور ان جھاڑیوں میں ہمیں ندی کے اس کنارے ہی سے
 حشرات الارض دھنسنے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے سروں پر
 خوفناک گھبراہٹ کے گروہ کے گروہ نظر آ رہے تھے کئی ایسے ہولناک
 مناظر ہماری نگاہوں کے سامنے آتے جنھوں نے ہمارے روٹنے
 کھڑے کر دیے۔ ان گھبراہٹوں کے انہو غوغا عظیم میں کسی کوئی حائل
 جاتا تو ان کی آہٹیں ان کا فائدہ بن جاتا پیر نے عجیب سی نگاہوں
 سے مجھے دیکھا اور لولا۔
 "اس کا اعتماد ہے کہ آگے راسخہ ختم ہے؟"
 "ہاں بڑو۔ ہم اس راستے سے کہیں نہیں جا سکتے۔"
 "تو پھر یہاں سے واپس جا جانا ہی تو ممکن نہیں ہے؟"
 "ایک بات یاد پڑو۔ تم سے میرے سلسلے میں کیا کہا گیا تھا؟"
 "او۔۔۔ اصل سوینا تو خود اس کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ

مروت حال آگے چل کر کہا ہوجائے گی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اگر میں
بیرنگی کی کیفیت سے ان لوگوں کے سامنے آیا تو وہ لوگ مجھے کہاں
سے بائیں کے یقینی طور پر سونپنا بھی ان تمام چیزوں سے ناواقف
تھی ورنہ وہ اس طرح مجھے ہم میں نہ جھنڈی بیٹھنے کے لیے میں ایک
بکے سے خوف کا احساس نظر آتا تھا

"تو پھر کیا کرو گے بیٹھو۔"

"ہاں ہاں اس آئین میں ہیں اور ان میں گویا موجود
ہیں جب تک زندہ رہنے کے زندہ رہیں گے اور اس کے بعد جب
یہ محسوس کیا کہ اب زندگی ممکن نہیں ہے تو پھر موت کو گلے لگا لیں گے
میں نے چونکہ کبھی بیٹھو کی طرف دیکھا۔ آہی آہی کی آنکھوں میں
شکست خوردگی کا آثار نظر آ رہے تھے تب میرے ہونٹوں پر کراہٹ
پھیل گئی۔"

"بیٹھو میں نے اپنی زندگی سے شکست نہیں مانی ہے۔"

"ہاں۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری نسبت تم سخت جان اور
باہمت آدمی ہو پھر بیٹھو نے جواب دیا۔

"لیکن میں تمہیں بھی اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم زندگی
کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی کوشش کرو۔"

"میرے دوست اب کوئی راستہ نہیں رہا ہے۔ میں اب تک
تم سے اس مسئلے میں کچھ نہیں کہہ پایا۔ دو ماہ قبل سردی نے میرے اعضاء
کو مفلوج کر دیا ہے اور میرے بدن کے کسی حصے تک ہوس نہیں ہے۔"
"اس کے باوجود ہم یہاں سے زندگی کی تلاش میں محسوس
ہے۔"

"مگر کس طرح۔"

"کچھ نہ کچھ ضرور کر کے گے۔ میں نے پھر عزم لے لیا ہے کہ ما اور بیٹھ
عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھے۔ میرا ذہن کبھی اس سوچ میں ڈوبا

ہوا تھا۔ صورت حال واقعی بے جاہر لیٹنا کٹ تھی۔ اس دہلیکے
دوسرے کنارے پر جانا موت کو دعوت دینا تھی اور اگر مجھے ہتھ لڑھی
تو خفا کی موت ہماری نظر سے کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جسے اپنا کر
محبت سے نجات حاصل کی جاسکے۔

پھر اب تک جس ہمت سے میرا ساتھ دینا رہا تھا اب وہ منہ تو
ہو گئی تھی۔ اس کے جسے کہ مروی صاف کی جانتی تھی کبھی گھٹنے
گرنے کے پھر بیٹھو کی طاری ہو گئی تھی لیکن وہ موت نہیں رہا تھا اس
وقت میری نگاہیں ہلکتی رہی تھیں۔ اس ناگہانی کیسے میں ہی طور تیار
ہوئیں تھا لیکن یہی بات یہ تھی کہ میرے مروی طاری نہیں ہوئی تھی
اور یہ ممکن ہی نہیں تھا میرے سامنے زندگی اور موت کوئی شک نہیں
تھی۔ زندگی کے بغیر زندگی موت سے ابتر تھی کبھی بھی مرنا کہا کرتے تھے

تھا۔ ہاں بیٹھو کی زندگی میں نہ جانے کون کون تھا۔
کافی دیر کے بعد بیٹھ کے بدن میں جنبش محسوس اور وہ کچھ
لگا۔ میں مسکرا ہوا تھا لیکن اس کے جواب میں اس کے ہونٹوں پر
مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔

"مجھے تم پر تعجب ہے بیٹھ۔"

"کہا۔"

"تم اپنا تک ہمت ہار گئے ہو۔"

"ہاں! وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں۔"

"بس۔ بول چھو کہ آؤ۔ کہہ کر مجھے اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی
"ہم زندہ رہیں گے پھر پھر دوسرے ہم زندہ رہیں گے۔ میں
اپنی جان دے کر بھی نہیں زندہ رکھوں گا۔"

"مشر فواز۔ میرے سینے میں سخت درد ہے۔ شاید میں سردی
کا نشانہ رہ گیا ہوں۔"

"اوه۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"تھخاری آٹھنوں میں اغما ڈکنے سے کہا فائدہ ہے اس نے
کہا۔ اور میں ٹھنڈی زہہ انداز میں کچھ سوچنے لگا جو کچھ کہنا تھا
کے لیے بیٹھ کی محنت اور بیٹھ کی موری آگے وہ دل ہار گیا تو پھر

میں نے دوا دھو دیکھا۔ اس لیے یہ اس بھی تھخہ تھا۔ اس نے
میں بیٹھ کی مدد نہیں کر سکا تھا لیکن ایک ترکیب میری محسوس تھی
میں اپنی جگہ سے اٹھ کھنچنے پڑیوں کے پاس پہنچ گیا۔ ان کی جڑوں میں
خشک گھاس نظر آ رہی تھی۔ میں نے گھاس سینٹی اور کا پی لیا اور اس
نے کہ بیٹھ کے پاس آگیا۔ پھر میں نے یہ گھاس اس کے لباس کے نیچے اچھی
طرح لپیٹ دی اور پھر اسے لباس سے دب کر بیٹھ کے کچھ رام محسوس
کہا تھا۔ اس نے آٹھیں بند کر لیں۔

رات ہو گئی۔ میری نظروں تیزی سے اطراف کا جائزہ
رہی تھیں۔ کچھ کرنا ضروری تھا۔ پھر ایک ترکیب ذہن میں آ گئی۔
اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ بیٹھ میرے بیٹھ کی کیفیت میں
تھا۔ اسے سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ لیکن میں اس کے لیے کچھ نہیں کر
سکتا تھا۔ خود بیٹھ کی حالت میں تھا۔ لنگھا تھا کہ اسے اور کیا ہو گیا
حالات بہتر جب کوئی بس نہ رہے تو خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا
چاہیے۔ مگر یہ میری موت کے لیے چکر زمین کی گئی ہو۔

پھر حال دوسری صبح سے میں نے کام شروع کر دیا۔ زمانہ
کے السائوں کی طرح میں نے خشک لڑیاں جمع کیں آٹھیں بیٹھ کے
چنا اور حتمی فیصلے کی مدد سے آگ روٹی کر دی۔ اس کے بعد حالات سے
بے نیاز ہو کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

یہ سرد سامانی کے عالم میں تھا جو کچھ کرنا تھا اپنے فرائض
سے سن لیا تھا۔ چنانچہ بڑی بڑی درخت کی شاخوں میں سے صرف
اپنی جمانی وقت کے بل پر لڑتی تھیں۔ پھر لوگ وار کھیلوں
سے درخت کی چھال کاٹی اور اس کی ریشاں ہٹنے لگا۔ آئین میں بھی
مخوف نظروں سے اوجھل گھاس میں چھپا دیا تھا تاکہ خراب
زہوں۔ بڑے وقت کے ساتھ وہ پھیل گئے تھے جس میں نہایت متلا
سے خرچ کر رہا تھا۔ مشکل تمام چند چھل پڑ کر کھلنے اور چرخو
کھائے اور دن رات کام میں مشغول رہا۔ لکڑیوں اور چھال کی
مدد سے میں نے وہ مشغول کھیلوں کے جال بنائے اور تین دن کی
مسل سخت سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ بیٹھ کی حالت
خوب سے خراب تہہ تو جاری تھی۔ دو دن سے اس نے کوئی
بات نہیں کی تھی۔

پھر حال تیسرے دن میں نے پہلا جال باقی میں آنا دیا
بیٹھ کو میں نے چھال کی رسیوں کی مدد سے جال میں باندھ دیا
تھا۔ پھر دوسرا جال بنے اس پر رکھا اور خود بھی درجہ ان میں
آگیا۔ ایک سنی اور لوگ وار کھیل کی مدد سے میں نے جال کی
رستی کھولی اور بیٹھ کو رہا کرنے میں ہمارے اس عجیب کشتی کو آن
کی آن میں کمانے سے دوکر دیا۔

بہاؤ کا فی بیٹھ تھا۔ اور اس آٹھیں تک نہ کھول یا رہا تھا۔
دماغ سنسناسا کا نشانہ تھا۔ دو رنگ میں اس کی کیفیت کا متلا
کرنا رہا اور پھر مشغول رہا تاکہ میں کھو گیا۔ اسے سنبھل
ہو گیا کہ جاسکتا تھا صرف یہ بیٹھ کی جو کافی طویل رہی ہوئی آہ تو
آسمان تاریک تھا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کچھ نظر نہیں
آ رہا تھا۔

"تو لو کہ بیٹھ کو دیکھا تو وہ لول پڑا۔" مشر فواز۔

"اوه۔ بیٹھ۔ کیسی طبیعت ہے۔"

"کا فی بیٹھ ہے۔ آپ کیا حال ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ٹھیک ہیں آپ۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"ہاں بالکل ٹھیک۔"

"اسی پھل دن چھوڑ دینا ہے۔"

"کہا۔" "ہاں نے چونکہ کر کہا۔"

"میلے ہوئی۔"

"کہا کہ رہے ہو بیٹھ۔"

"انچھانٹنے میں ہر کہاں ہیں۔"

"ہم۔ کشتی میں میں میری بڑائی ہوئی کشتی میں۔"

"اور یہ کشتی کہاں ہے۔"

"درا میں۔"

"جی نہیں۔ یہ سمندر میں ہے۔"

"کہا۔" "ایک بار میں پھر پھل پڑا۔"

"جی ہاں۔ وہ پھر سمندر میں آ گیا تھا۔ ہم نہ جانے کس طرح
پہنچ گئے کوئی بات عقل میں نہیں آتی۔"

"اور ایک دن گزر چکا ہے۔"

"ہاں کل سمندر میں بیٹھ ہو چکا ہے۔"

"میری حالت بہتر ہو گئی ہے۔"

"میں سخت حیران ہوں بیٹھ۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تھخاری
حالت بہتر ہو گیا ہے۔"

"ہاں کل کی دھوپ نے ٹھاکا کم کیا ہے۔ آپ کی طبیعت واقعی
بہتر ہے۔ باہری بے پناہ ہمت سے کام لے رہے ہیں۔"

"وکل کی بے ہوشی خود میرے لیے ناقابل لیکن ہے باہر میں ہے
یہ طویل ٹھہر ہو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بیٹھ کی اس کیفیت سے میرا
دل خوش کر دیا تھا۔ وہ موت کے منہ سے نکل آیا تھا۔ اس طرح جانے
دائے ہاتھ پھر بیٹھ کی زندگی خدائی وحلت اور اس کی بڑی
کا اس سے تجاؤت اور کیا تھا۔"

رات آہستہ آہستہ زور پئی رہی۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا
تھا۔ آسمان پر مہیب بادل جمع ہو رہے تھے۔ دو رنگ سمندر میں
ایک دوسرے سے مرانی نظر آ رہی تھیں۔

"کیسے تھی حیرت انچھ۔"

"ہاں۔ یہ ہمارے نرم کی ہے۔"

"آٹھی تیزی سے گرنے کے باوجود یہ نہیں ٹوٹی۔"

"خدا کی قدرت ہے بیٹھ۔ وہ ہماری زندگیاں بچانا چاہتا تھا۔"

میں نے کہا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"لیکن اب کیا ہوگا۔"

"خبر کوئی نہ ہے۔ بیٹھ۔ مستعمل بھی اس کے پاس مفید ہو گیا
نے ہمیں اتنے مصائب سے گزار کر کہاں تک پہنچایا ہے۔ میں نے
لاہروانی سے کہا۔

صبح کی پہلی کرن بہت سے ابدی ساتھ لائی تھی لیکن روشنی
پوری طرح جاگنی تو ہم نے ایک بولنگ مشغول کیا اس منظر کو دیکھ کر ہماری
آنکھیں خوف سے پٹی ہو گئی تھیں۔ بدن کے سارے رونگٹے کھڑے
ہو گئے۔ ہمارے اطراف میں سینکڑوں شاہکار چھیلنا سوکر رہی تھیں
ان کے تو خفاک جڑے ہوئے تھے۔

ہیں نے پہنچ کر طرف دیکھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں
 ہر طرحی خیالی تھا کہ اب گھبراہٹ میں اپنے جہڑوں میں دوپہر میں
 گی اور ہمارا منتہام ہو جائے گا۔
 لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ زمین گنوں کا کوئی
 پتہ نہیں تھا۔ اس طرفی اس سفر میں وہ جلا کہاں ساتھ کسی تھیں
 بہر حال آنکھیں بند کرنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ خوف کا پھر غرہ
 جانے تک ایک جاری رہا۔ وہ صوب خوب پر ہر ہی غمی بدن رنج رہا۔
 تھا۔ پھر جب وہ صوب کی تیزی ختم ہو گئی تو ہم نے آنکھیں کھول لی
 ہیں۔ ہوش میں ہی تھا۔
 ”کیا اس سفر کو کسی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔؟“ اس نے کہا۔
 ”کیا مطلب ہے؟“
 ”زندہ ہونے کے اور کسی سے اس کا تذکرہ کیا تو یقین نہیں
 کرے گا۔“
 ”ہاں“ میں نے آہستہ سے کہا۔ جھوک سے بدن ڈھال ہو
 رہا تھا اور پراس سے خلق میں کانٹے بڑھے تھے۔ رات ہو گئی اور
 تاکہ سمندر پر ہولی ہو گیا اور نہ جانے کب شی طاری ہو گئی۔ گردش
 آسمان جاری تھی۔ دوسری طرح پھر کچھ کھلی۔ اب بنیانی ہی ساتھ چلتی
 ہوئی محسوس ہوا رہی تھی۔ نہ جانے کس طرح ہرگز کا آواز دی لیکن کوئی
 جواب نہیں ملا۔ دوبارہ اور پھر ٹیٹری یا بیچی کوئی جواب نہیں ملا
 تو میں نے ہمت کر کے گردن اٹھائی لیکن جو منظر میری نگاہوں کے
 سامنے آیا۔ اس کے حواس چھین لیے۔ پہنچنے سے پہلے ہی موجود تھا
 لیکن اس کی گردن کہاں تھی۔ سر کہاں تھا۔ اور اور دونوں پاؤں
 کہاں تھے۔
 خون کے چھینٹے مزد آڑے ہوں گے لیکن پانی نے انہیں دھو
 دیا تھا۔ پہنچ کر گردن اور سر اس کے شناؤں پر موجود نہیں تھا کسی
 شناک بھی نہیں تھا۔ اس کی گردن کاٹ لی تھی دونوں پاؤں دانوں کے
 پاس سے کاٹ کر لے گئی تھی اور اب اس کے دو ہاتھ اور دیکھ کر ہرگز
 نشستی سے بندھا ہوا تھا۔
 ”پہنچنے سے پہلے سے ایک اور خراش آواز نکلی اور پھر ہوش
 گم ہو گئے۔ دن۔ رات دن رات۔ سہاری زندگی سمندر ہی میں
 گزر رہی تھی۔ زبان کو کھڑے ہو گئی تھی۔ نہ جانے زندگی اور کیا ہوا
 چاہتی تھی کیسوں زندہ تھا۔ آسمان بے رحم تھا۔ بادلوں کے ادارہ
 منحوسے میں ہوتے۔ اور میری حسرت بھری نظروں ان پر چرم جا رہی۔
 کاش بارش ہو جائے۔ وہ صوب میں بیٹھنا بدن پتہ نہا لیکن کوئی
 احساس نہیں تھا۔
 اور پھر یہ ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن کوئی وقت کیسماں

ہیں رہتا۔ سالوں کی گنتی جب تک پوری نہیں ہو جاتی کہ
 وقت تک کہاں تیاں ہم لیتی رہتی ہیں۔ نہ جانے کیا کہاں تیاں اس
 بار جب ہوش آیا تو مناظر بدلے ہوئے تھے۔ لیکن ناقابل یقین تھے
 ہاں یہ تو ایک عمدہ سا مکہ تھا اور میرے بدن کے پتے لیس تھے۔ کنار
 ناک میں ایک کچھ لیکھا اس کی کوئی تھیں اور۔ شاید گلو کوڑے چھڑا
 جا رہا تھا۔ جسمانی کیفیت بھی بری نہیں تھی۔
 ”یہ سید کیا ہے؟“ میں نے سوچا جو کر کے سوچنے کی مہارت
 جاگ رہی تھیں۔ سب سوچ سکتا تھا۔ گردن گھٹا کر اور سر اٹھ کر
 تو ایک نرم و نازک ہاتھ سینے پر رکھا۔
 ”جنہش نہ کرے۔ ایک آواز بھری۔ میں نے ہر ہی سرائی
 لے کر دیکھا۔ نرس تھی سفید مخصوص انداز کے پٹے اس کے بلرے
 میں اظہار کر رہے تھے۔
 میں سناکت ہو گیا۔ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ ہسپتال کیسے پہنچا
 ہوا میرے ساتھ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گڑھے ہونے والے
 ایک ایک کے ذہن میں آ رہے تھے۔ اور پھر میں نے ایک فیصلہ
 کر لیا۔ زبان بند رکھوں گا کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں سناؤں
 گا۔ صرف حالات کا جائزہ لیروں کا لگتا ہے کہ اس نے نرس کو ڈھکڑا
 نرس نے منہ ڈری دیر کے بعد میرے پہرے سے آگے کچھ نہا کر
 تہا دی اور کرائی نگاہوں سے مجھ دیکھنے لگی۔
 ”اب کیسی طبیعت ہے؟“ اس نے سوال کیا اور میں خاموشی
 سے اسے دیکھتا رہا۔ ”لو۔ جواب دو۔“ وہ بھولتی لیکن میں نے
 کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
 اس وقت کوئی اندازہ کیا۔ نرس نے چونک کر اسے دیکھا اور
 سیدھی کٹری ہو گئی۔
 ”ہیلو نرس۔؟“
 ”ہیلو کہیں؟“
 ”آگے میں تہا دی۔؟“
 ”ہاں اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔“
 ”اوہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے؟“
 ”جی۔ بس ابھی ہوش آیا ہے۔“
 ”میرا خیال تھا پہنچ گیا۔“
 ”جی ہاں اب کوئی خطہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر فریڈ نے سیدھی
 اس کا اظہار کر دیا تھا۔“ نرس نے جواب دیا۔
 ”کوئی بات کی اس نے۔؟“
 ”جواب نہیں دیتا۔“
 ”ابھی اس کے ذہن کو نہ پھیر دو۔ فریڈ نے منہ کر لیا۔“

جلتے کون ہے بے چارہ۔ گلو کوڑے تک لگے گا۔“
 ”یہ تو دل خالی ہو جائے اس کے بغیر موت نہیں رہے گی۔“
 ”اوہ۔ میں چلتا ہوں۔“ اس شخص نے کہا اور میں نے
 دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ سب موت حال واضح ہو گئی تھی
 میں کسی چہاڑے تھا لیکن مجھے سمندر میں سے نکال لیا گیا تھا لیکن
 نے چاہا ہیر۔ اس کی ہولناک موت میں زندگی میری نہیں معلوم
 سنتا تھا۔ میری زندگی کی نئی کہانی شروع ہو گئی تھی اور میری
 زندگی اتنی ہی تھی اسے اسی طرح مرنا تھا۔
 آنکھوں کی گردن سے آنسوؤں کے دو قطرے پھسل پڑے
 اپنے اس دوست کو اس وقت میں ہی خراج پیش کر سکتا تھا اب
 میری زندگی میں کوئی کہانی شروع ہوگی۔ کونسی کہانی؟
 حیرانستے کی تمام کہانیاں کیساں ہی ہوتی ہیں۔ یہاں پورے
 پرورش پائی۔ پچھن میں سوچا کہ زندگی ماں باپ کے سامنے کون
 ہے؟ خدا کی کسی شکا اس کا ثبات میں کوئی وجود نہیں لیکن
 چند خفاقی آہستہ آہستہ سامنے آتے تھے اور۔ تبدیل ہونے لگے
 زمانے کے بدلے ہوئے احوالوں سے دل برداشتہ ہو کر ایک
 دن خودکشی کرنے لگا تھا کہ زندگی کے نئے راستے سامنے آتے گئے۔
 حالات بھٹکانے ہوئے تھے۔ کہاں سے کہاں لگے، اور کہاں تھا
 کیا بن گیا، انہی سر زمین سے شرمندہ تھا اس لیے وہاں کا قصہ میری
 ذہن سے نکال پھینکا گیا تھا۔ مجھ جیسے غریب آدمی کا اس پاک زمین سے
 یہ تعلق، بس ہی سوچا تھا اور پھر زندگی میں آگئی زندگی
 میں آگئی۔ زندگی میں آئے ولے کس طرح خواب بن جاتے ہیں، یہ
 کہانی کوئی مجھ سے پوچھتا۔
 سرور و گرم دن اور رات بدلے ہوئے موسم مجھے کہاں سے
 کہاں لے آئے تھے، سمندر کی لہروں سے نکال کر کون لوگوں نے مجھ
 اس چہاڑے کی سہیت لیا تھا۔ کاش وہ زندگی کی شام وہیں ہو جانے
 دیتے۔
 بہت کچھ سوچنا رہا تھا، پھر لوں موسوں ہوا جیسے یہاں
 جو کوئی بھی ہے کم از کم انسانی ہمدردی ضرور کھتا ہے۔ ورنہ
 ایک بے بارود دکان شخص کے لیے زندگی کی تلاش اور اس کے
 لہجے کے لوازمات کی کیا ضرورت ہوتی۔ مختصری دیر کے بعد نرس نے
 پھر میرے نزدیک آگے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور میں نے آنکھیں
 کھول دیں۔
 ”کیا فون پر کچھ گرانی موسوں کر رہے ہو؟“
 ”نہیں نرس شغریاں میں ٹھیک ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کسی دستہ کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔“
 ”نہیں تھا، بہت بہت شغریاں۔“
 ”کچھ پوچھ سکتی ہوں مختار سے بارے میں۔“
 ”پوچھو نرس یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے، تمہیں اگر انسان
 کے وجود میں نہ ہو تو پھر وہ اپنے آپ کو کئی انسان نہیں کہہ سکتا۔“
 میں نے جواب دیا۔
 ”پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“
 ”جانے دو ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کتنا پڑھا ہوں کتنا
 لکھا ہوں بس کچھ یاد نہیں ہے۔“
 ”سمندر میں کہاں سے آ کر گئے تھے۔؟“
 ”شاید آسمان سے۔“
 ”کیا مطلب ہے۔؟“
 ”ہاں آسمان سے گرنا اور اس کے بعد پریشانیوں کا سفر
 ہی سمندر تھا میرے سامنے۔“
 ”اوہ تو تم نے خودکشی کی ہے؟“
 ”کہاں کی ہے نرس، اگر نہ چاہتا تھا لیکن تم لوگوں نے وہ بھی
 نہ کرنے دی۔“
 ”زندگی ایک مختصری چیز ہے جسے خائف کو دینا چھی بات تو
 نہیں ہے۔“ نرس نے جواب دیا۔
 ”آئی چھوٹی عمر میں تم نے زندگی کے بارے میں کہا جان
 لیا نرس۔“
 ”کچھ نہیں، لیکن جانے والوں کی باتیں تو ہی ہیں۔ نرس
 بولی۔
 ”ہاں باتیں صرف باتوں کی مدد تک ہوتی ہیں جن پر گزند
 ہے، وہی جانتے ہیں۔“
 ”ہیں مختاری کچھ مدد کر سکتی ہوں؟“
 ”دل چاہے تو خود۔“
 ”ہاں ہاں تو خود۔“
 ”بس مجھ سے دلجوئی کی باتیں کرو۔“
 ”اوہ تو خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کرو، زندگی کھنوا چھی
 بات نہیں ہے، اس نے جواب دیا۔
 ”نرس مجھے کس طرح بتا گیا۔“
 ”سمندر سے لگا لگا تھا، نہیں، ہمارے کہتان نے مجھے
 بتا تھا۔“
 ”ہر چہاڑے۔“

میں نے پتھر کی طرف دیکھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں
 اور طعیر بھیجاں تھا کہ ایک چھبیاں ہیں اپنے جڑوں میں دوپونہ لیں
 گی اور ہمارا اختتام ہو جائے گا۔
 لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکا تھا زمین گونگنوں کا کوئی
 پتہ نہیں تھا۔ اس خوفناک سفر میں وہ جلا کہاں ساتھ ہی تھیں
 بہر حال آنکھیں بند کرنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا خوف کا پھر غم
 جانے تک کب جا رہی رہا۔ دھوپ خوب پڑ رہی تھی، بدن سخت رہا
 تھا۔ پھر جب دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تو ہم نے آنکھیں کھول لیں
 پتھر روشن ہی تھا۔
 ”کیا اس سفر کو کسی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔“ اس نے کہا۔
 ”کیا مطلب ہے؟“
 ”زندہ بچ گئے اور کسی سے اس کا تذکرہ کیا تو یقین نہیں
 کرے گا۔“
 ”ہاں۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ جھوک سے بدن ڈھال ہو
 رہا تھا اور ہراس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ رات ہو گئی اور
 تا کی سمندر پر ہول ہو گیا اور نہ جانے کب شیخ طاری ہو گئی گرجی
 آسمان جاری تھی۔ دوسری بچ بچا کھٹکی۔ اب بیٹیا ہی ساتھ تھی
 ہوئی عیسوس ہو رہی تھی۔ نہ جانے کس طرح پتھر کو اڑا دی لیکن کوئی
 جواب نہیں ملا۔ دوبارہ اور پھر تیسری بار بھی کوئی جواب نہیں ملا
 تو میں نے ہمت کر کے گردن اٹھائی لیکن جو نظر پڑی لنگا ہوں کے
 سامنے آیا۔ اس کے حواس چھین بیٹے۔ پتھر میرے پاس ہی موجود تھا
 لیکن اس کی گردن کہاں تھی۔ میرا ہاتھ تھا۔ اور اور دونوں پاؤں
 کہاں تھے۔
 خون کے جھینٹے ضرور اڑے ہوں گے لیکن پانی نے انہیں صو
 دیا تھا پتھر کی گردن اور سراں کے شٹاؤں پر موجود نہیں تھا کسی
 شٹاؤں کے پھیلنے سے اس کی گردن کاٹ لی تھی دونوں پاؤں دونوں کے
 پاس سے کاٹ کر لے گئی تھی ادب اس کے دو ہاتھ اور بے سر کا چڑ
 کھتی سے بندھا ہوا تھا۔
 ”پتھر میرے حلق سے ایک ڈھلڑا اڑا نکلی اور پھر پوٹ
 گم ہو گئے۔ دن۔ رات و دن رات۔ ساری زندگی سمندر ہی میں
 گزر گئی تھی۔ زبان سوکھ کر چرچرا ہو گئی تھی۔ نہ جانے زندگی اور کیا دکھانا
 چاہتی تھی۔ کہوں زندہ تھا۔ آسمان بے رحم تھا۔ پاؤں کے ادارہ
 منحوسے چین ہوتے۔ اور میری حسرت بھری نظر ان پر جم جائیں۔
 کاٹش بارش ہو جائے۔ دھوپ میں جھکسا بدن پتھرا رہتا لیکن کوئی
 احساس نہیں تھا۔
 اور پھر بے ہوش طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن کوئی وقت یہ سناں

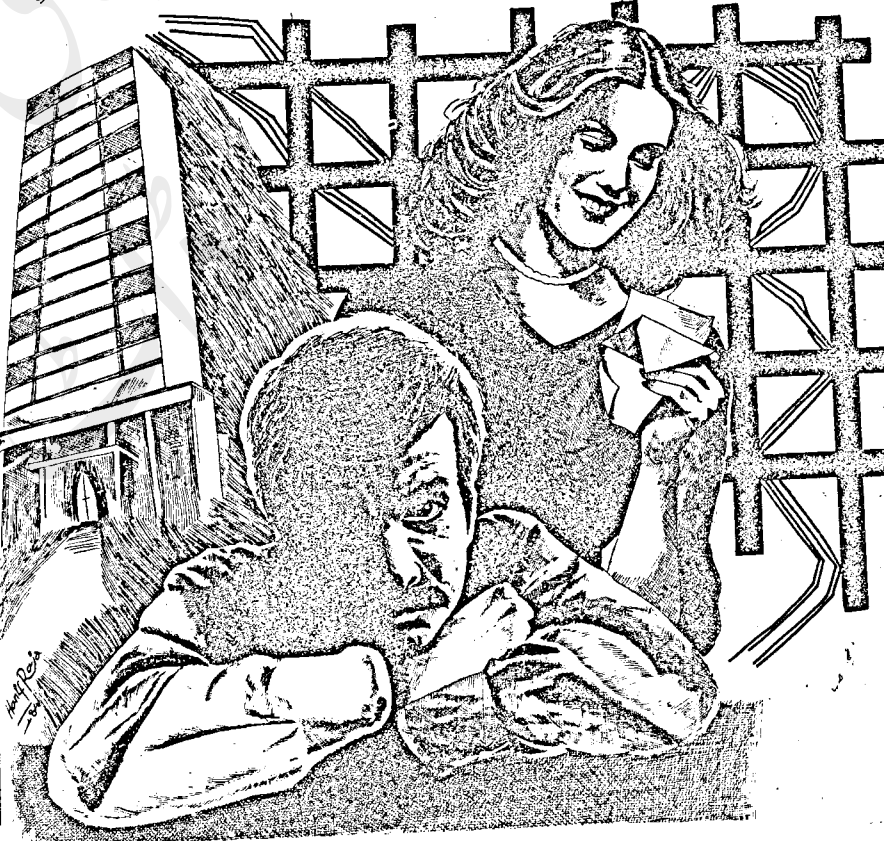
نہیں رہتا۔ سانسوں کی گنتی جب تک پوری نہیں ہو جاتی اس
 وقت تک کہ بتائیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ نہ جانے کیا کہاں کہاں اس
 بار جب ہوش آیا تو مناظر بدلے ہوئے تھے۔ لیکن ناقابل یقین تھے
 ہاں یہ تو ایک عمدہ سا مکہ تھا اور میرے بدن کے پیشے لہریں تھار
 ناک میں کبھی کبھی آتی ہوئی تھیں اور۔ غلابی گلو کو نہ پتھر
 جا رہا تھا۔ جسمانی کیفیت بھی بری نہیں تھی۔
 ”میرے کیا ہے؟“ میں نے سوچا۔ غور کرنے سے پتھر کی گھڑی
 جاگ رہی تھیں۔ سب کچھ سوچ سکتا تھا۔ گردن گھٹا کر اور صر اور پھر
 تو ایک نرم و نازک ہاتھ سینے پر آگیا۔
 ”جنبتش نہ کرو، ایک اذان بھری۔“ میں نے گہری سانس
 لے کر دیکھا۔ نرس تھی سفید مخصوص انداز کے پیشے اس کے بلرے
 میں اظہار کر رہے تھے۔
 میں سناکت ہو گیا۔ پتھر میں نہیں آ رہا تھا کہ ہسپتال کیسے پتھر کا
 ہوا میرے ساتھ۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گڑ سے ہمتے آقا
 ایک ایک کے ذہن میں آ رہے تھے۔ اور پھر۔ میں نے ایک نیک
 کر لیا۔ زبان بند رکھوں گا کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں
 گا۔ صرف حالات کا ترجمہ کر دوں گا۔ پتھر کے اس نئے ٹرن کو پتھر
 نرس نے نمونہ ڈی ریکر بعد میرے چہرے سے آگے میں ماسک
 تہا ہی اور سکرٹی نگاؤں سے مجھ دیکھے تھی۔
 ”اب کیسی طبیعت ہے؟“ اس نے سوال کیا اور میں خاموشی
 سے اسے دیکھتا رہا۔ لو۔ جواب دو، وہ پھر لو لیکن میں نے
 کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
 اس وقت کوئی اندازہ کیا۔ نرس نے چونک کر اسے دیکھا اور
 سیدھی کھڑی ہو گئی۔
 ”ہیلو نرس۔“
 ”ہیلو کہیں؟“
 ”آگے میں تہا ہی؟“
 ”ہاں اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔“
 ”اوہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے؟“
 ”جی۔ بس ابھی ہوش آیا ہے۔“
 ”میرا خیال تھا کیا گیا؟“
 ”جی ہاں اب کوئی خطہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر دیکھنے پہلے ہی
 اس کا اظہار کر دیا تھا۔ نرس نے جواب دیا۔
 ”کوئی بات کی اس نے۔“
 ”جواب نہیں دیتا۔“
 ”ابھی اس کے ذہن کو نہ پتھر۔ فورٹ سے مشورہ کر لو۔“

جلتے دن ہے بے چارہ۔ گلو کو تک ننگے گا۔
 ”یہ تو اس خالی ہوجانے اس کے بغیر ضرورت نہیں رہے گی۔“
 ”اوکے۔ میں چلتا ہوں، ان ٹھن سے کہا اور میں نے
 دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ سب صورت حال واضح ہوئی تھی
 میں کسی جہاز پر تھا لیکن مجھے سمندر میں سے نکال لیا گیا تھا۔ لیکن
 بے چارہ پتھر۔ اس کی ہونٹاگ موت میں زندگی پھر نہیں وصول
 سکتا تھا۔ میری زندگی کی نئی کہانی شروع ہو گئی تھی اور پتھر کی
 زندگی اتنی ہی تھی اسے اسی طرح مرنے تھا۔
 آنکھوں کی گردن سے آنسوؤں کے دو قطرے پھیلنے
 اپنے اس دوست کو اس وقت میں ہی خراج پیش کر سکتا تھا اب
 میری زندگی میں کوئی کہانی شروع ہوگی۔ کونسی کہانی؟
 حیا خستہ کی تمام کہانیاں یکساں ہی ہوتی ہیں پیدا ہونے
 پرورش پائی۔ بچپن میں سوچا کہ زندگی ماں باپ کے سامنے کونسی
 ہے غم اور حزن یا کسی شکر اس کا ثبات میں کوئی وجود نہیں لیکن
 چند۔ خفا کی آہستہ آہستہ سہلے آتے آتے اور۔ تبدیل ہوتے
 زمانے کے بدلے ہوئے احوالوں سے دل برداشتہ ہو کر ایک
 دن خود کوئی کرنے لگا تھا کہ زندگی کے نئے راستے سامنے آئے تھے۔
 حالات بھٹکتے ہوئے تھے کہ کہاں سے کہاں لے گئے، اور کہا تھا
 کیا نہ کیا، ابھی سر زمین سے شرمندہ تھا اس لیے وہاں کا تصویر
 ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ مجھ جیسے غریب آدمی کا اس پاک زمین سے
 کیا نالغہ، بس یہی سوچا تھا اور پھر سب سے زندگی میں آئی زندگی
 میں آئی زندگی میں آئے ولے کس طرح خواب بن جاتے ہیں، یہ
 کہانی کوئی مجھ سے پوچھتا۔
 سرور گرم دن اور رات بدلے ہوئے موسم مجھے کہاں سے
 کہاں لے آئے تھے، سمندر کی لہروں سے نکال کر کن لوگوں نے مجھ
 اس جہاز پر رکھ دیا تھا۔ کا ش وہ زندگی کی شام وہیں ہو جانے
 دیتے۔
 بہت کچھ سوچنا رہا تھا میں، پھروں موسوں ہوا جیسے یہاں
 جو کوئی بھی ہے کم از کم انسانی ہمدردی ضرور دکھتا ہے۔ ورنہ
 ایک بے بارود کا شخص کے لیے زندگی کی تلاش اور اس کے
 بندے کے اوزامات کی کیا ضرورت ہوتی۔ نمونہ ڈی ریکر بعد نرس نے
 پھر میرے نزدیک آ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور میں نے آنکھیں
 کھول دیں۔
 ”کیا ذہن پر کچھ گرائی موسوں کر رہے ہو۔“
 ”نہیں نرس شخیر، میں ٹھیک ہوں، میں نے جہاز۔“

”کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔“
 ”نہیں تھا بہت بہت شخیر۔“
 ”کچھ پوچھ سکتی ہوں تمہارے بارے میں؟“
 ”پوچھو نرس یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے، تمہیں اگر انسان
 کے وجود میں نہ ہو تو پھر یہ اپنے آپ کو کئی انسان نہیں کہہ سکتا۔“
 میں نے جواب دیا۔
 ”پڑھے کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“
 ”جانے وہ ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کتنا پڑھا ہوں کتنا
 لکھا ہوں بس کچھ یاد نہیں۔“
 ”سمندر میں کہاں سے آ کر گئے تھے۔“
 ”شاہ پدا سناں سے۔“
 ”کیا مطلب ہے۔“
 ”ہاں آسمان سے گرتا تھا اور اس کے بعد پریشانیوں کا سمندر
 ہی سمندر تھا میرے سامنے۔“
 ”اوہ تو تم نے خود کوئی شے کی ہے؟“
 ”کہاں کی ہے نرس، مگر ناپا تھا لیکن تم لوگوں نے وہ بھی
 نہ کرنے دی۔“
 ”زندگی ایک شخیر ہے جسے جھانک کر دینا اچھی بات تو
 نہیں۔“ نرس نے جواب دیا۔
 ”آئی چھوٹی سی عمر میں تم نے زندگی کے بارے میں کہا جان
 یا نرس۔“
 ”کچھ نہیں، لیکن جاننے والوں کی باتیں تو ہی ہیں۔ نرس
 بولی۔
 ”ہاں باتیں صرف باتوں کی مذکب ہوتی ہیں جن پر گردنی
 ہے، وہی جانتے ہیں۔“
 ”وہیں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں؟“
 ”دل چاہے تو خود دو۔“
 ”ہاں ہاں بولو ضرور۔“
 ”بس مجھ سے جو کوئی باتیں کرو۔“
 ”اوہ تم خود کو پتھر کوئی کون کرنے کی کوشش کرو، زندگی گھنوا چھی
 بات نہیں ہے، اس نے جواب دیا۔
 ”نرس مجھے کس طرح بچا گیا۔“
 ”سمندر سے لگا لیا تھا آنکھیں، ہمارے کہ پستان نے پتھر دیکھ
 بہا تھا۔“
 ”بوجہا ز۔“

میں نے چند محامات خاموش رہ کر پھر زرس سے سوال کیا۔
 ”اور اس کے مسافر کہاں جا رہے ہیں۔“
 ”کسی نامعلوم منزل کی جانب کسی کو شاید اس کا پتہ نہیں ہے۔“
 ”عجیب بات نہیں ہے زرس، تمہارے یہ الفاظ تو جیسے حیرت کا
 شکار کر رہے ہیں۔“
 ”ہنہیں حیرت کی بات نہیں ہے، اکثر بہت بڑے بڑے لوگ
 پورے پورے جہاز کو لے کر ہمارے پاس آتے ہیں اور انہیں اپنے مقصد
 کے لیے استعمال کرتے ہیں، شاید ایسا ہی کوئی مشن اس بار ہمیں
 بھی درپیش ہے۔“
 ”یہ خاموش ہو گیا اس سلسلے میں زیادہ تجسس کے کارخانہ
 زرس کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی اور اس کے بعد کسی
 کام سے باہر چلی گئی۔“

”ہاں اس کا نام ڈومل ہے۔“
 ”کہاں سے تعلق رکھتا ہے؟“
 ”ہائٹک کا ٹانگ کی ایک کپڑی ہے اس کا تعلق ہے۔“
 ”مسافر وار ہے۔“
 ”ہاں۔“
 ”کتنے مسافر ہیں اس پر۔؟“
 ”اس وقت اس پر زیادہ مسافر نہیں ہیں کیونکہ ایک
 مخصوص سلسلے میں جا رہا ہے۔“
 ”کیا مطلب۔؟“
 ”کسی بڑے آدمی نے اسے کسی مقصد کے لیے حاصل کیا ہے، ہیرا
 مطلب ہے کہ بڑے پراورس اس کی تکمیل کے لیے پرتزور ہے۔“
 ”کہاں جا رہا ہے یہ جہاز۔؟“
 ”یقیناً کروڑھے تو بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم؛
 زرس نے جواب دیا اور میں چونک کر پڑا۔ کچھ پراسرار سی بات تھی،



میں ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ یہ نہیں کہاں
 میری نئی منزل ہے، لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اب اس نئی منزل کے

بے چینی تڑو نہیں تھا، اگر زب ہی کا نشان میرے سامنے ہوتا تو
 میں شاید بھی زندگی بیک کوئی جدوجہد نہ کیا، لیکن وہ چوٹوں
 میں کم ہو گئی تھی، وہ جو مجھے کہاں تھی اسے تلاش کرنا آسان کام تو
 نہیں تھا۔ دنیا اسی وقت سے اور اس وسیع دنیا کے کسی بھی گوشے
 میں نکل جاؤ، غبار سے زندگی کے سانس پونے کرنے ہیں مگر کوئی
 منزل سامنے ہو تو انسان اس کی جانب بڑھتا ہے۔ میرے سامنے تو
 کہیں کوئی منزل ہی نہیں تھی، نامی اس کا نشان باقی تھا جہاز پر
 خود کو حالات کے دھارے پر بیکہ سمنڈر کے دھارے پر چھوڑ دیا۔
 آہستہ آہستہ صورتحال ٹھیک ہو گئی۔ پیر کی یاد اب دل
 سے نکال چھین گئی۔ چنانچہ کون کون کچھ کرنا تھا ایک بہتر کاپی پتھر
 جانا تو کوئی ایسی جہت نہیں رکھنا تھا، چنانچہ جب میری حالت
 بالکل بہتر ہو گئی تو میری ماہرین نے باہر قدم رکھا۔

جہاز پر چلنا ہی کام کر رہے تھے، مسافروں کی تعداد کافی
 بہت کم معلوم ہوتی تھی اور رفتار عرصے وغیرہ پر کوئی نہیں تھا
 میں ہلکا سا عرصے تک آرا اور ایک ہر ایک پر تھک کر سمنڈر
 کی ہڈوں کو دیکھنے لگا، کسی نے میری جانب کوئی توجیہ نہیں دی تھی
 لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کچھ فاصلے پر قدموں
 کی چاپ سنائی دی اور آتے دالے کو دیکھ کر کسی قدر غماط سا ہوا
 لگا تھا۔
 دیرمانے ذرا ایک شخص تھا، انگریزی میں سوٹ پہنے ہوئے
 دانوں میں مسکار دہلے، گنجا سر، سیاہ چہرہ وہ آہستہ آہستہ میرے
 نزدیک آ رہا تھا، اور اس کی بڑی بڑی آنکھیں
 پھر برجھی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سی کیفیت کا مالک معلوم ہوتا تھا
 شخص۔ وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ کر رکا اور پھر اس نے اپنی
 پراسرار آنکھوں سے مجھ کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”راجرہ لانا مسفر!“

”یہ ایک تم تھا جو میرے کانوں کے پاس پہنچا۔ میں سوچ بھی
 نہیں سکتا تھا کہ کوئی مجھ میرے نام سے مخاطب کرے گا۔ اتنے دالے
 کے سرایا کا معائنہ لینے ہوئے میں بھی لپٹی لگا ہوں سے اس کا جائزہ
 لیتا رہا۔ تب اس نے مسکار کے دو بین کہے کہے کش لیے اور پھر
 پراسرار انداز میں بولا۔
 ”اے نام میرے منہ سے سن کر نہیں یقیناً حیرت ہوئی ہوگی،
 لیکن برونیازوں کا سمنڈر ہے، کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟“
 ”یہ خاموشی سے آئے گھوڑا رہا، تب وہ ادھر ادھر دیکھنا
 ہوا بولا۔“

”میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“
 ”کیوں تم مجھ سے کیسے جانتے ہو۔؟“
 ”وہاں گفتگو کی بات نہیں معلوم ہو جائے گی۔ اس نے کہا میں
 بہتر تو دلچسپی بن کر رکھا، بڑے عجیب کی بات تھی، اس شخص کو میرا
 نام کیسے معلوم ہو گیا تھا، تب میں نے آہستہ سے کہا۔
 ”تم میرا گھبراہٹ سے پتہ چلا رہے ہو۔؟“
 ”اگر تم میرا تعارف چاہتے ہو تو پہلے میں تمہیں اپنا نام بتاؤ
 مجھے برونیازوں کا کہتے ہیں۔“
 ”تو تمہارے نام میں نے آہستہ سے کہا۔
 ”ہاں تمہارے۔“
 ”عجیب نام ہے، کون سے ملک سے تمہارا تعلق ہے۔؟“
 ”اس سے پوچھا۔“
 ”میرا تعلق ای زمین سے ہے اور اس کے کچھ زیادہ جانتا
 تمہارے لیے ضروری نہیں ہے۔“
 ”لیکن میرا گھبراہٹ پتہ چلا، وہی سوال کروں گا کہ آپ مجھے
 کیسے جانتے ہیں۔؟“
 ”جانتے نہیں ہیں، ڈیر کر لوں گا، ایک چہرہ میں رہی ہے
 ہمارے اور تمہارے درمیان۔ اس وقت سے جب سے تم اس غیبی
 کے پیچھے لگے جو تمہاری دانوں سے بہت باہر کی چیز ہے۔“
 ”کیا مطلب۔؟“
 ”نام لوں گا تو تم شاید مجھے سمنڈر میں اٹھا کر چھینکے کی کوشش
 کرو گے، تاہم اسے کہہ اپنے نامی میں سے جاؤ، جب راجہ لوانہ
 مسفر کا نام لیا جاسکتا ہے تو پھر عظیم تر لو کا نام لیا گیا اسنی رکھتا
 ہے۔“
 ”میرے ہوش دجاں زخمیت سے جا رہے تھے۔ یہ بڑی بڑی نام
 ایک باہر میرے سامنے آ گیا تھا، میں خاموشی سے لپٹنا قامت شخص
 کو گھورتا رہا اور اس کی آہنی ہوئی آنکھیں میرے بدن کا لطاف کرتی
 رہیں۔ تب میں نے کہا۔
 ”تو لو کا سر کا ہے۔“ جواب میں وہ شخص استہزائیہ انداز میں
 ہنسا اور اس نے کہا۔
 ”ایک عظیم مشن بھی میں سکتا ہے، تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ
 جو کامات کوئی بھی کہا نہیں سنا ہے، میں اور مجھے ہوؤں کو راستہ
 دکھاتے ہیں، انسانی ہاتھوں سے فنا ہو سکتے ہیں، نہیں میرے
 نکلنے سے دوست تم صرف فشیٹ کے اسمگروں کے انکار کرنے
 رہے ہو۔ ایک اچھا نامی جدوجہد کرتے رہے ہو، تم آج کسکا یا نہیں

اس کا اندازہ نہیں کہ جس سے تم جوڑے تھے وہ لانا اور روحانی قوتوں کا مالک بھی ہے اور وہ جو روحانی قوتیں حاصل کر لیتے ہیں وہ کسی تحریک کے بانی ہوتے ہیں کسی انسان کے ہاتھوں میں نہیں ہوتے وقت انہیں نہیں مار سکتا وہ لافانی ہوتے ہیں اور ان لافانی کا نام روئے زمین پر ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

”وہ کیا جگا کر رہے ہو تم میں ہمارا کوئی بات نہیں سمجھا“
 ”راجہ لونا صاحبزادہ نے زندگی کے کون کون سے موڑ پر شکست کھاؤ گے تم اپنی دانست میں تزلوکا کو مار چکے ہو یہ لوہے کی ٹنگ ایک چالاک آدمی کی حیثیت سے تم سے اس پرکھی وار کیے اور ہمارے آخری کوشش کبھی لاس میں اسے ختم کرنے کی تھی۔ لیکن کیا تم بھول گئے تھے کہ وہ جس دم کا ماہر ہے وہ ایک منٹ ایک گھنٹہ ایک دن ایک ہفتہ ایک مہینہ تک اپنا سانس بند کر کے مردہ حالت میں رہ سکتا ہے اس وقت بھی وہ انفا فی طور پر تم سے دھوکا کھا گیا تھا، لیکن تمہیں اس حقیقت جاننے کے لیے اس نے اپنا سانس بند کر لیا اور تم اسے مردہ سمجھ کر چلے آئے۔ اے اے وقت شخص کیا تھا سے خیال میں ایک انٹی ڈیپریسنگ تھا تمہارے فحشی اور ناپاک ہاتھوں سے مر سکتی ہے۔“

”ہیں۔ میں واقعی نہیں اٹھا کر سمجھتا ہوں یہ ٹنگ دوں گا۔“
 ”تمہیں میرے بیٹے پر سب کچھ تھا رہے لیے ممکن نہیں ہے تم غور کرو اس کے بعد تم کہاں کہاں چھپتے رہے کیسے ایسے معاملات میں ملوث رہے لیکن ہماری لگاؤ اس پر ہرگز نہیں ہے۔ یہ انسانی قوت نہیں بلکہ روحانی قوت کا اثر ہے۔ تم کسی انسان سے نہیں بلکہ لافانی قوتوں کے مالک تزلوکا سے جڑے ہو اور تم جانتے ہو کہ

”وہ تمہارے بس کی چیز نہیں ہے۔“

”تو وہ زندہ ہے۔“ میں نے غصے سے کہنے لگے میں پوچھا
 ”ہاں اس کی زندگی نوادیدی ہے تزلوکا ایک انسان ہے
 ایک منٹ سے ایک تحریک ہے ایک غصہ ہے ایک وعدہ ہے ہر
 اس دنیا سے کیا کیا ہے، لیکن اس کی موت کا کوئی معنی نہیں ہے۔
 ”لیکن تمہاری موت کوئی نہ کوئی معنی ضرور رکھتی ہے۔“
 ”تھیک ہے تو چلو پہلے یوں کرو کہ مجھے ہلاک کرو اور اس کے
 کہا اور پھر خونِ حمار بہو گا، پس برق زخمی رہے آگے بڑھا
 میں نے کسی بھیجے کی طرح اس شخص کو ٹھکر ماری لیکن مجھے یوں
 ہوا ہے کہ میرا سر کسی نوم میں دھس گیا ہے۔ اس نے منہ سے
 مجھے دیکھا اور بللا۔“ یوں کر مجھے ہٹا کر بانی میں پھینک دیا
 واقعی اس بار میں نے یہ کوشش بھی کرنے کی تھی لیکن ابھی صاف
 مجھے بعد میں خود ہی شرمندگی بھائی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا
 میں زمین میں پرست کسی ستون سے بہت گیا ہوں۔
 ”کوشش کر کے ٹھیک جاؤ تو مجھے بتا دینا۔“ اس نے سگلا کا
 گہرا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا اور میں اسے پھینک کر چلے گیا
 سانس تیز ہو رہا تھا۔ یہ تھی جو ان چیز کی کیفیت میرے لیے جان لیوا
 لیکن آہستہ آہستہ میں نے خود کو برسرِ سکون کر لیا۔

عجیب انخلقت شخص اس پر اطمینان میں کھٹ لٹھے غور و
 اور میری بھینس نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ تھوڑی دیر تک
 خاموش رہنے کے بعد میں نے خود کو برسرِ سکون کر لیا اور پھر میری
 لے کر لگا۔

”کیا یہ بات قابلِ حیرت نہیں کہ تم اس جہاز پر موجود ہو
 پر مجھے اچانک بجایا گیا ہے۔“

”تمہاری نگاہ میں یہ قابلِ حیرت ہو گی میری میں نہیں
 ”کیوں۔؟“

”اس لیے کہ تمہیں جہاز تک لایا گیا تھا۔“

”کیا مطلب ہے؟“
 ”مطلب یہ کہ جو چیزیں تمہاری تمہارا سہتی تمہارے ساتھ
 موت کا شکار ہو گیا جن معاملات میں تم جڑے ہو اس میں سے کوئی
 ہماری نگاہ سے اوجھل نہیں تھی۔ ایک ایک لمحہ تمہیں ہرگز
 رکھ رہے تھے۔“

”اوہ۔ بات ناقابلِ یقین ہے لیکن اب تو تم جو جا چکا ہے
 ہو۔“

”نہیں دوست تمہیں آئندہ اس کا تجربہ ہو جائے گا۔
 تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں تمہیں لطف آئے گا۔“

”ہیسا۔؟“

”یہ جہاز ایک نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے اس پر سفر
 کرنے والے نہیں جانتے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ ان کے رستے
 مختلف ہیں جنہیں مختلف ہیں اور وہ مختلف اعلیٰ میں اس جہاز
 پر رواں دواں ہے، لیکن سب کی منزل ایک ہے کچھ سب کی منزل
 ایک ہے۔“
 ”میں نہیں سمجھا بہتر۔ میں نہیں سمجھا۔“

”یہ سب وہ ہیں جو کسی نہ کسی طرح تزلوکا کو درکار ہیں۔ وہ
 ان کے ساتھ رہنا کھیل کھیلنا چاہتا ہے چنانچہ انہیں مختلف راستوں
 سے پہنچا گیا ہے اس جہاز پر اپنی مرضی ہی سے پہنچے ہیں اپنے اپنے
 معاملات کی تکمیل کے لیے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ان سب کو ایک
 جگہ جانا ہے اور اس جگہ ان سب کو لایا گیا ہے۔ میں ہرگز نہیں
 پہنچا کرے دیکھنے لگا ہوں آئی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ راجہ لونا صاحبزادہ کچھ عرصے کے بعد اس کا یقین بھی
 ہوا ہے گا۔“

اور ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کسی سازش کا نشانہ
 ہوئے ہیں۔ میں نے سوال کیا۔

”نہیں۔ تمہاری بات اور ہے تمہیں یہ سب کچھ بتا دینے میں
 کوئی حرج نہیں تھا۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہارے ساتھ تعاون کروں گا۔“
 میں نے سوال کیا۔

”مطلب۔؟“ موتے آؤنی نے سگلا رہنے نکال کر کہا۔
 ”مطلب یہ کہ میں ان سب کو وقت سے پہلے آگاہ کروں
 گا اور اس کے بعد یہ سب جہاز کے کپتان کو کہنے میں نہیں آئے
 تم تجھ پر قیابا سکتے ہو ان سب پر نہیں۔“ موتے آؤنی ایک باپ
 ہنس پڑا اس نے کہا۔

”یہ تمہاری خام خیالی ہے لوگ جان چکے ہیں کہ تم سمندری
 سفر میں باہل ہو چکے ہو لہذا ایک باہل جو کچھ بھی کہے گا اس پر
 کوئی توجہ نہیں دی جائے گی ویسے کوشش کرتے ہیں کوئی حرج
 نہیں ہے۔ دلچسپ بات ہے کہ ششگرد چھو۔ اس نے اتنا اعتماد
 سے کہا کہ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا
 گا۔“

”بہر طور تم سے ملاقات کرنا ضروری تھی اور تم واحد شخص
 ہو جسے اب حالات کا علم ہے کہ ششگرد کو کون سا پوچھنے
 میں کہہ دو تزلوکا ایسے کھیل ویسے سے دیکھتا ہے اور اس طرح کے
 کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔“

”سزاوارتہ لگو۔ میں تم سے کچھ گنگو کرنا چاہتا ہوں،
 ”تو اب تک ہم مذاق کرتے رہے ہیں۔ مارتو نے عجیب سے
 انداز میں کہا اور پھر ششگرد اس کی ہانسی مجھے نہر محسوس ہو رہی
 تھی۔“

”نہیں۔ براہ کرم سزاوارتہ سے
 ”تھیک ہے جہو۔ اگر سزاوارتہ سے کوئی بات کہہ رہے ہو تو میں
 ضرور سموں گا۔“ اس نے غصہ کیا۔

”دیکھو۔ تزلوکا سے میرا کوئی تھکرہ نہیں ہے کہ میں اس کی
 پہاڑیوں میں جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے ایک رد عمل تھا اور انسان
 اس کے لیے مجبور ہوتا ہے تزلوکا سے جو کبھی تزلوکا سے وہ اس کے
 میں تزلوکا دینا میں برسرِ سکون ہو جاؤں گا اور میرے انداز کے نہیں
 کوئی تھکرہ نہیں رہے گا۔“

”لیکن وہ تھکرے بلے کا عادی ہے یہ اس کا دلچسپ شکر ہے
 تم ایک ہی طرح سے اس کے خیالوں میں آتے ہو یعنی تزلوکا سے تم
 اس کی تلاش میں سرگرداں رہو گے دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ تھیں
 تھکرے نہیں کہہ کر ڈنڈا تزلوکا نہیں کر رہا، آنا ہی دے رہی ہے
 اس نے تمہیں تاکہ تم اس کے لیے جو کچھ کرنا چاہو کرتے رہو۔ بہت سے
 نقصانات کیے ہیں تم نے اس کے لیکن وہ ان نقصانات کا عادی
 ہے۔ وہ تزلوکا کی میں ان دلچسپ کھیلوں کو جاری رکھنا چاہتا
 ہے جو کہ اس کے خیال میں تزلوکا کی کھیل زندگی کا باعث ہوتے ہیں۔“

پروفیسر مارتو نے جواب دیا۔ چند لمحات مجھے دیکھتے رہنے کے بعد وہ
 ہی طرح مسکراتا ہوا آئے بڑھ گیا، انداز میں ایک عجیب سا
 بے اعتنائی تھی اور حقیقت یوں محسوس ہونا تھا جیسے وہ کسی کو خاطر
 ہی میں نہ لانا ہو لیکن میرے لیے وہ سورج کا ایک پہاڑی تھکرہ
 چسب کچھ جان کر تھکرہ شد بد جرت ہوئی تزلوکا زندہ تھا۔ وہ منہ
 کے بعد بھی زندہ رہا تھا اور میری خوش فحشی میرے آگے چڑھ گئی

تھی اس کے بعد وہ اس حد تک مجھ سے واقف تھا کہ منہ کے خون ناک
 سفر کے باوجود اس نے مجھے حاصل کر لیا۔ زیادہ انسان تھا لہذا
 اس بات میں اب کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ کہ کچھ پر سر لڑتے ہیں
 اس کے ہر ایک جھپٹے یعنی میرا واسطہ کسی ایسی تھی سے نہیں تھا
 جو صرف دنیاوی جہتت تھی بلکہ تزلوکا جیسا شخص یعنی لالے
 چادو کا ماہر ہی ہوگا اور یہ جاوئی تو میں ہی نہیں جواب تک مجھے
 پہاڑی تھیں کیسا ان جاوئی تو توں سے منشا آسان کام ہوگا کیا
 اس کے لیے مجھے آسانی سے کوئی راستہ مل سکے گا اب تو یوں محسوس
 ہونا تھا جیسے میری زندگی میری اپنی نہ رہی ہو اور وہ صرف
 تزلوکا کے رحم و کرم پر آگے بڑھ رہی ہو۔

محمود خاں کی لکھی ہوئی پچوں کی
 سلطان سیدین کے
 2 نئے ناول
 شائع ہو گئے ہیں
 مکتبہ صحران فاؤنڈیشن ۳۷-۱۷۰ بازار سکرچی

کرنا چاہیے اگر جہان کے مسافروں کو آنے والے اس خطے سے آگاہ کروں جو ان میں درپیش ہے تو کیا وہ دائمی اس بلقین کر لیں گے ولبے بات نامکن نظر آتی تھی بعد اس کے تو مانگنے لگا تھا کہ مجھے بالکل قراور سے دیا جائے گا اور ایک پاگل کی بات دیکھنے میں نہیں آتا۔ لیکن ان بات کا بھر پور اثر نہ ہو۔

عشہ برہمنیگ کے ساتھ تھے جسے میں نے ایک فیصلہ کرنا چاہا۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ انتظار کرنا چاہیے کہ کیا طور پر آتا ہے اور اس کے بعد کام کے لوگوں کا انتخاب کیا جائے بہ طور اگر تر کو آنے لگے اپنے راستے پر چلنے کیسے تو میں بھی موت سے مار ماننے والا نہیں تھا اور اس کے خوف سے اپنے آپ کو تر کو لائی سر کوئی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا اگر اس کو ششش سے جان ہی پائی تو کوئی بات نہیں ہے چنانچہ ان خیالات نے مجھے مطمئن کر دیا اور میں خاموشی سے بیٹھنے والے حالات کا انکشاف کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ رات کو میری ملاقات جہاز کے مسافروں سے ہوئی شام چوتھی ہی وہ باہر نکل آئے تھے اور اپنی اپنی گفتگو میں مشغول ہو گئے تھے۔ جہاز تیار کرنے کے لوگ تھے مختلف ملکوں اور مختلف رنگوں اور نسلوں سے تعلق رکھتے تھے کسی نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی اور میں ان کے درمیان گروٹس نظر نہ رہا۔

سفر جاری رہا دو اور دو رات گزر گئے کھانے کے لیے اچھی خوراک ملتی تھی۔ جہاز کا کپتان ہم لوگوں کا خیال رکھتا تھا۔ اور کوئی خاص تکلیف نہیں دی تھی میں یہاں پر در پھر پھر ایک رات جب ہم سوئے تو بہت در سے جاگے انہی دو برسے اور انہی اجنبی دنیا میں کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا میں نے جب ہوش میں آکر اپنے چاروں اطراف دیکھا تو میرے چاروں طرف سبزہ نازک پھرے ہوئے تھے جن کے درمیان بڑی بڑی چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ کئی اور جھوک چٹانیں جنہیں دیکھ کر آنکھوں کو یقین نہیں آتا تھا۔

میں نے انھیں ملیں اور اپنے بدن میں چنگیاں کاٹیں یہ چاروں نے لپٹا چاہا تھا جہاں عالم ہوش میں ہوں با دیوار تھی ٹھاری سے پا پھر میں کسی اور دنیا میں نکل آیا ہوں سوچنا اور دیکھنا نہ آتا کہ کون سا اور پھر حقیقت کا یقین کر لینا پڑا۔

”ہاں ناب جہاز تھانہ اس کے مسافر بس میں تمہارا اس دیرانے میں ان چٹانوں کے نزدیک سبزہ نازک پر ہوا تھا اطراف میں درخت جموں رہے تھے جن پر پرندے چہچہا رہے تھے منظر بے حد خوش گوار تھا آسمانوں پر بے ہنگم بادل چھانے ہوئے تھے۔ خداوند عالم یہ یوں کی جگہ سے جہاز سے یہاں تک کا سفر شروع

طے ہوا میں کس طرح یہاں آ گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑ ہو گیا۔ اور وقتاً ہی مجھے اپنے دل کے لباس کا احساس ہوا۔ یہ لباس۔ یہ لباس۔ میں نے چونک کر اپنے لباس کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں شدید حیرت سے چلنے لگیں۔

میرے بدن پر سفید رنگ کا عجیب سا لباس تھا ہاں اس قسم کا جیسے ہندو جوگی پہنے ہوتے ہیں۔ سر پر کھنڈر محسوس ہوتی سر پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ پورا سر گھٹنا ہوا تھا اور یہ دیکھ کر میں شدت حیرت سے پاگل ہو گیا۔ میرا دل ہی تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ہاتھوں کی طرح اودھ لکھ لکھ کر دوڑنے لگا اور پھر ایک چوڑے کنارے پہنچ گیا۔ جو یہاں سے ٹھوڑے فاصلے پر ہی چمک رہا تھا شامانی پانی میں اپنی شکل دیکھی اور میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ شکل ہی تبدیل ہو گئی تھی پیشانی پر چند انڈولک ہوا تھا گھٹنا ہوا تھا بالکل ہندو جوگیوں کی شکل بنا دی تھی میری کلا اور سب کچھ آسانی سے نہیں ہوا تھا۔

شدت حیرت سے میں دوایوانہ ہوا جا رہا تھا میرے گلے میں یہ تبدیلی کر کے مجھے کہاں چھوڑ دیا گیا ہے۔ آہ میری زندگی کے ساتھ ایک اور مذاق کیا گیا تھا اور یہ مذاق کرنے والے میرے بدن پر دن و شب تھے۔

میں در شامانی کے عالم میں آگے بڑھتا رہا۔ اب یہاں کرنا گیا ہے مقصد تھا دیکھوں تو کسی جگہ ہے اور یہاں کیا ہوا ہے ٹھوڑے ہی فاصلے پر ایک عمارت نظر آئی جو ایک مندر کی قسم کی تھی ہوئی تھی میرے قدم اس کی جانب بڑھ کر مندر کے صحن میں میرے ہی جیسے بہت سے پندرت بجا رہی بیٹھے ہو جا کر رہے تھے دل تو چاہا کہ ایک پڑسا پھر کے کران سب کے سر چنگیاں چلوں اور یہاں کھل عام کروں لیکن خود کو سٹھالا اس ڈب ڈب بجران کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا جسے اس فلسفہ کے میں لای جا کر تلاش کرنی تھی۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ اس سے ان لوگوں کا مقصد کیا ہے جو مجھے یہاں تک لائے ہیں۔

ان ساری چیزوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر منہ کے پاس سے بھی دوڑنے لگا آیا اپنے منہ پر یہاں دور دور تک حیرت نظر آ رہے تھے۔ دوری سے ان کی چوٹیاں نظر آتی تھیں یہ لکھا تھا جیسے یہاں مندروں کی کوئی لہتی ہے لوچا جات کرنے والوں پر میں نے خود نہیں کیا تھا لیکن زیادہ دور نہیں چلا تھا ایک لڑکی مجھے نظر آئی دوایوانہ ہوں کہ لباس پہنے ہوئے تھی لیکن چہرہ ہی سے غیر ملکی نظر آتی تھی اس کے چہرے پر جو خوف دہشت

مجھ نے ہم سے دیکھ کر میں اس کی جانب متوجہ ہوئے غیر تر نہ سکا۔ بہت آہستہ میں اس کی طرف بڑھتا ہوا گیا اور مجھے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی اور پھر اس نے لڑکا منہ چھپایا اور دہشت زدہ سی نظر آ رہی تھی دوختا اور ہرج کر لولی۔

وہ جیلے جاؤ یہاں سے جیلے جاؤ۔ مجھے تہا چھوڑ دو میں کئی بول کر مجھے تہا چھوڑ دو میں جاؤ تھی سے اس کی شکل دیکھنا بہا۔ اللہ میں نے اس کے پاس سے پٹنے کی کوشش نہیں کی تھی ٹھوڑی دور تک وہ ہی طرح منہ چھپانے روٹی رہی اور پھر میری طرف دیکھ کر لولی۔ ”میرا لڑکا دیکھنا چاہتے ہو۔ تمنا شاید دیکھنا چاہتے ہو میرا لڑکا اس نے بچ کر کہا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

”کون ہو تم؟“ میں نے سوال کیا۔

”تمہارا لڑکا۔ تمہارا لڑکا ذرا دل آویں تمہاری شکاروں“

”نہیں بی۔ بی۔ تم میری شکار نہیں ہو۔ اگر تم میری ہی طرح حالات کا شکار ہو تو تم دو دنوں ایک ہی راستے کے ہم سفر نہیں رہیں گے۔ تم میری ہی شکار ہو اور وہ کعب سے مجھے دیکھنے لگی پھر لولی۔

”میرا مطلب؟“

”میں تمہیں تمہاری کہانی سناناؤں میں نے سوال کیا میں کئی نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہتی تھی کہ میں سے لائی تھی ہوا تھا انھیں یہاں چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کے بعد اس کے لیے حیرت تم جاگی ہوگی تو تمہارے جسم پر یہ ہی لباس ہوگا اور تمہارے اطراف میں یہ عجیب و غریب سبزہ نازک پھیلے ہوں گے۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر لولی۔

”اور یہ تم اپنی بات بتا رہے ہو مجھے کہ تم وہی نہیں ہو جو مجھے یہاں لائے تھے؟“

”نہیں بی بی تمہیں شاید یہ جان کر حیرت ہوگی کہ شاید بلقین مذمت کے میں کسی ایسے ہی حالات کا شکار رہا ہوں ایک جہان پر سفر کر رہا تھا اور جب آج آگے چلی تو یہاں موجود تھا۔“

”جہاز؟“ وہ چونک پڑی۔

”ہاں۔“

”کیا ڈوسل نامی جہاز پر؟“

”ہاں۔“ میں نے کہا۔

”میں بھی تو ایسی ہی تھی۔ میں۔ میں۔ وہ کچھ کہتے تھے خاموشی ہو گئی اور پھر لولی۔

”لیکن میں تم پر بلقین کس طرح کروں۔؟“

”تمہاری مرضی سے یہاں میری ہی وہی کیفیت ہے جو اس

وقت تمہاری نظر آ رہی ہے لیکن یہاں تو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا تھے بلقین کرو یا نہ کرو۔ میں واپس پٹا تو وہ وقت تھا کہ وہی۔

”آہ سونو۔ سونو تو یہی کسی ایسے سے سہارا بخش کو کسی ایسی بے سہارا لڑکی کو جیسے دنیا میں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تم اس طرح چھوڑ کر جانا پسند کرو گے میری مراد تھی کہ لولی ہے۔“

”میں نے تم سے باتیں کرنا چاہی تھیں لیکن تم اس پر بلقین نہیں کر رہا رہیں میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں یا میں نے کہا۔“

”خدا کے لیے میری مدد کرو۔ خدا کے لیے میری مدد کرو۔“

”کیا نام ہے تمہارا بی۔ بی۔؟“

”جولی۔ جولی پٹرس۔“ اس نے جواب دیا۔

”میرا نام تو اے ہے اب تو اتنا ہی مختصر ہو کر کہا ہوں بی۔“

”مگر تم۔ تم۔“

”ہاں جولی میں ان میں سے نہیں ہوں میں بھی ڈوسل ہی پر سفر کر رہا تھا تم جاہو تو مجھ سے اس کے سفر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔ اور اب آگے چلی تو ایک چٹان کی آڑ میں پڑ پڑا تھا۔

”لیکن یہ سب کیا ہے۔؟“

”ہاں اس بارے میں میں نہیں کچھ جانتا ہوں۔“

”تیرا وہ خدا کے لیے تیرا۔“

”یہ تیرا تو لڑکا نامی کسی ہندو جوگی سے جو میرے کشتیا ہے راماتھریک کا پانی سے تمہارا کوئی جھگڑا رہا ہے۔“

”تیرا لڑکا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے چمک رہیں۔

”ہاں۔ تیرا لڑکا۔“

”مگر۔ مگر۔ اس کا اس جگہ سے کیا تعلق ہے۔؟“

”ہم سب اس کا شکار ہیں جولی۔ اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات چمک رہے۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں سے خوف کی برجھانیاں مٹ گئیں اور پھر وہ خود بخود اپنے میں لولی۔

”مجھے کئی باتیں کہنی چھوڑو۔ تمہارا ہونا درست ہے وہاں تمہارا کچھنا درست ہوئے۔ اس کے گرد وہ کام کرتی تھی نشانی کی اسٹیمنگ کرتی تھی میں اس کے لیے لیکن پھر مجھ پر اچھی زندگی گزارنے کا خط سوار ہوا میں نے اس سے کتنا ہی عشق اختیار کر لیا۔ مجھے دیکھنا دی گئیں کہ تیرا لڑکا اسے یوں مل گیا کہ جس موت سے لیکن میں نے اسے چیلنج کو قبول کر لیا اور انھیں دھوکا دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن تیرا لڑکا ہی کی کوشش ہو سکتی ہے پھر مجھے گرفتار کر لیا گیا ہے اور یہاں اس

جزیرے میں بھیج دیکر مجھے سزا دی گئی ہے۔“
 ”بی بی جس جہاز پر ہم لوگ سفر کر رہے تھے اس پر ایسے ہی لوگ شامل تھے۔“
 ”ہاں۔ میں جانتی ہوں تھے وہاں بیٹرو بھی ملا تھا وہ بھی کہہ سکتا کہ ترو کا ان لوگوں کو کبھی نہیں بھیجے گا۔“
 ”بیٹرو کون تھا؟“
 ”بیٹرو کے گروہ کا ایک کارکن وہ بہت خطرناک آدمی تھا لیکن ترو کا کے ہاتھوں بے بس ہو کر چونکہ کئی طرح ہوں ہیں چھپتا پھر رہتا تھا اس وقت بھی وہ اپنے مستقبل سے پریشان تھا۔“
 ”تو بتایا۔“
 ”آؤ بیٹرو جولی ہم بیٹرو کو مانت کریں گے۔“ میں نے کہا اور ہم دونوں وہاں سے اٹھے بڑھ کر ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔
 ”تم مجھے ترو کا کے بارے میں بتاؤ۔“
 ”کیا معلوم کرنا چاہتی ہو۔“
 ”وہ کیا ہے؟“
 ”روئے زمین پر شیطانی قوتوں کا سب سے بڑا مظہر وہ اس دور کا شیطان ہے۔“
 ”آہ اس کی موت نہیں ہے۔“
 ”ہاں شاید وہ آپ حیات ہی بنا ہے۔“
 ”نہیں جولی۔ ہر شیطان بالآخر فنا ہوتا ہے تاریخ اس کی گواہ ہے۔“
 ”شاید۔ لیکن وہ وقت ہماری زندگی میں نہیں آئے گا وہ روحانی قوتیں ہی رکھتا ہے۔“
 ”ہاں کجنت جدید بھی ہے اور قدیم بھی اس کے گروہ کو قتل و قاتل بل بوتہ میں ہے اور کوئی نہیں ہرگز سکتا کہ اس کے آدمی کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔“
 ”میں خاموشی سے سوچنے لگا۔ بلاشبہ میں اس کے سامنے احسان کتہری کا شکار تھا میری اوقات ہی کا یعنی اس شیطان کے سامنے بارہا اس کا جیروں کی طرح تھا۔ کیا کبھی زندگی میں اس کی قوت کا قہر کر سکوں گا۔ لیکن ہر زمانہ ہی نظر آتا تھا۔ لیکن امیر ہر دو دنیا کا تم ہے۔ میں بھی جب تک زندہ ہوں اس کے خلاف کام کرتا رہوں گا۔ پھر میں نے پوچھا۔“
 ”اس جگہ کے بارے میں تجھیں کچھ معلوم ہے۔؟“
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے ابھی مختصری و پریشانی ہوئی آ رہی ہے۔“
 ”ہوں۔ جہاں لاکروہ ہے جہاں جاتا ہے۔“

خدا جانے، اس نے مختصری سانس لے کر کہا پھر بولی۔
 ”تم نے دنیا کا نام بتایا تھا؟“
 ”لو۔“
 ”ان حالات میں لوگوں نے اپنے بارے میں کیا سوچا۔؟“
 ”کوئی سوچنے کی گنجائش ہے۔“
 ”کیا مطلب ہے؟“
 ”تیرا زندگی اب ہمارے تاج ہے۔ کیا ہم اس کے مال میں نہیں آچھنے اور کیا یہاں سے نظر آنا آسان ہوگا۔“
 ”نہیں ملا وجہ ہی تو یہاں قید نہ کیا گیا ہوگا۔“
 ”کیا مطلب ہے؟“
 ”اس سے قبل تم نے ایسے کئے تھے کہ میں یہاں اس پاس کوئی نہیں ہے لیکن ہر لوگوں کے پاس ہے جیسے کوئی ہماری نظر ہی بھی نہیں کر رہا۔“
 ”ہاں جولی۔ لیکن ترو کا شیطان کا دوسرا روپ ہے اس کا ہر کام ایسا ہی ہوتا ہے اور اس کی کھڑکی نہ جالے کی ہوتی ہے۔“
 ”تجھیں اس کا کافی تجربہ معلوم ہوتا ہے۔“
 ”ایک بات بتاؤ جولی۔“
 ”جی۔“
 ”کیا تمہیں ترو فیئر سٹارگ نامی آدمی کو جانتی ہو۔؟“
 ”نہاں۔“
 ”ہاں۔“
 ”ترو کا تعلق ہے۔؟“
 ”سو فیصدی۔ میں نے جواب دیا۔“
 ”میں نہیں جانتی۔ یوں ہی کون اس کے سارے آدمیوں کو جانتا ہے۔“ جولی نے جواب دیا۔
 ”بہر حال اس قید خانے سے فرار کا تصور تو حیات ہے لیکن اگر تم چاہو تو یہاں تمہاری کئی جگہ ہے۔ ہر ساڑھ قبول کرو۔ میں نے پیشکش کی اور جولی عجیب کی نگاہوں سے مجھے دیکھے لی۔ اور فری سانس لے کر بولی۔
 ”مجھ سے واقف نہیں کر دو گے۔“
 ”جس کے ساتھ زمانے نے وفا کی ہو جولی وہ کسی سے کہا نا کرے گا۔“ میں نے توجہ سے اس کے کہا۔ اور جولی خاموش ہو کر دفعتاً دوسرے کیمبل گھنٹہ دیکھنے کی آواز سنائی دی۔ اور جولی کراہ کر دیکھے لی۔ لیکن ہم نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تب دوسرے ہماری طرف آئے نظر آئے۔ ہر چہ وہ سے پہچانے محسوس ہو رہے تھے۔ دو لوگوں نے ہمارے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑے۔

”مجھ سے نہ کرو گے ہمارا ج۔؟“ ان میں سے ایک نے کہا۔
 ”میں نے اپنی شادی نظر آ رہے تھے اور انہوں نے یہ بات اردو میں بھی کی۔“
 ”کیا مطلب ہے؟“
 ”مجھ کو کاغذ نہ دیا ہے۔ جب بھی کاغذ دے آپ یہاں بھی ہوں کسی بھی جہاز میں شالہ بیچ جا کر کریں۔ ہاں بیویوں کو سن کر سے تو یہاں دفعتاً پر ہر حال بات بہت ہے۔“
 ”کہاں ہے مجھ کو شالہ۔؟“
 ”بہت سے ہیں۔ وہ سامنے ہی ہے اس نے ایک مندر نما عمارت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔“
 ”تجھ سے تم جاؤ۔“ میں نے کہا۔ جولی حیرت سے یہ سن کر رہی تھی جب وہ چلنے لگا اس نے کہا۔
 ”کیا ایک رہتے ہو۔؟“ میں نے ان کی بات دہرائی تو وہ بڑی سراسیمہ لڑائی۔ ”تم جاؤ مجھے جھوک نہیں ہے۔“
 ”آؤ جولی۔ میں زندہ رہتا ہے میرے امیر پروردہ میرے ساتھ چل پڑی۔ اور تم مندر کے اس صحن میں پہنچ گئے جہاں ہم جیسے نے شالہ لگ زین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے بہت بڑے بڑے ہتھرے ہوئے تھے اور ان کا رکھا نا رکھا جا رہا تھا۔ ان میں غیر ملکی تھے اور ملکی بھی۔ سب نے ہمارے پیٹ کا نشانہ رکھے۔
 ”ہم بھی ان کے درمیان تھے۔ کھانا مختلف قسم کا تھا اور خوب بہت بھر کر دیا گیا تھا ہم خاموشی سے کھا رہے تھے۔ پھر یہ سلسلہ ہم پر آیا اور دفعتاً لاڈا اسپیکر پر ایک آواز ابھری۔
 ”بھنو۔ جہاں ترو کا اس باتہ میں سے آنے والوں کا ہم سواٹ کرتے ہیں۔ انہیں کچھ بتانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ یہی وہ ہر گز گھوم پھرتے ہیں یہاں کی ہر چیز ان کی ہے گڑبڑ کی کالی ہر گز کی طرف جانا ان کے لیے خطرناک ہوگا۔ وہاں وحشی اپنے ہیں اور وہ تجھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا تمہارا فرض ہے۔“
 ”کیا کہا رہا ہے یہ۔؟“ جولی نے پھر پوچھا۔ لیکن مجھے بتانے کی ضرورت نہیں پہلے ہی کیونکہ اس بارہ خیر پڑی میں ہی الفاظ بگڑ گئے تھے۔ جولی نے گہری سانس لی لی۔
 ”یہاں کے دن لات عجیب تھے۔ کیمبل بھی سو جاؤ۔ کیمبل بھی پڑھ کر سوئی۔ کیمبل نہیں تھی یہاں رہنے کا ایسا ہر گز کی تھی۔
 ”جولی میرے نزدیک ہی ایت کر سوئی تھی۔“
 ”دوسری صبح ہم نے پوچھا ہی ایک مجھ کو شالہ سے ناانہرہ کہا اور پھر ادا کر دی کہ یہ چل پڑے۔ جب ہم ایک جگہ سے گھومے تو

”ہیں سائے ہی کالی پہاڑیوں کا سلسلہ نظر آیا۔ غالباً یہ سنگی مٹی کے پہاڑ تھے۔ جولی نے میری طرف دیکھا اور بولی۔“
 ”یہی شالہ کی پہاڑیاں ہیں؟“
 ”ہاں ہی تھی۔“
 ”چلیں اس طرف۔؟“ وہ مسکرا کر بولی۔
 ”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“
 ”مجھے بھی نہیں ہے۔ آؤ دیکھیں تو یہی۔ اور ہم اس جانب چل پڑے۔ جولی بھی مست مولا معلوم ہوتی تھی۔ ہم پہاڑیاں عبور کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ لیکن ابھی ہم نے دوسری طرف قدم ہی رکھا تھا کہ دفعتاً کسی طرف سے آسمانی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے میں نے ایک خوفناک نظر دیکھا۔ وہ سب انتہائی قہر و سادہ اور خوفناک تھے۔ ہر اس نام کی کوئی چیز ان کے بدن پر نہیں تھی۔ سب زین پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے وہ درمیان حشر ہیں۔ دل سے لڑتے لڑتے لڑتے لڑتے تھے۔ ہر اس نے اس سے قبل کہ ہم ہوشیار ہوتے انہوں نے دوڑ لگا دی۔
 ”وہ خوفناک کی طرح ہم پر پڑے۔ لیکن ان میں سے کسی نے میری طرف رخ نہیں کیا تھا۔ ان سب کی توجہ مرکز جولی تھی اور وہ ان کی آن میں اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔“
 ”بھاؤ۔ جولی کہا کی دل و دل پر ابھری اور میں نہیں گیا۔ میں نے لپک کر ایک دستی چوڑھ کر دیا اور اسے آٹھا کر دوسرے پردے مارا۔ مینیسرے وحشی کی گردن چنکر میں نے ایک چٹان سے اس کا سر بھرا دیا اور اس کا سر چھوٹے کی طرح کھل گیا۔ چوڑھ وحشی جو یہاں لوگوں کی طرح بیٹھوڑے تھے۔ انہیں وحشیوں سے نہٹ کر میں نے اس کی طرف توجہ دی اور جولی کو بٹھلنے اس کے چنگل سے بچھڑا ہاں اس نے بٹ کر سر سے شالہ میں منہ مارا اور میں نے اس کے وارے بچتے ہوئے اس کا سر بھی چٹان سے ٹکرا دیا۔ گرتے ہوئے اس کے ملنے سے ایک عجیب آواز نکلے۔ اور اس کے جواب میں چٹانوں کی دوڑی طرف سے ایک خوفناک شور مچا۔ بہت سے وحشی ہیں اپنی طرف دوڑنے لگے۔ میں نے جولی کا ہاتھ پکڑا لیکن اسی وقت ہمارے عقب سے کچھ آواز سنائی دی اور چند لوگ ہاتھوں میں عجیب ساخت کی رائفلس لیے یہاں پہنچے۔ انہوں نے رائفلس کا رخ وحشیوں کی طرف کر کے فائر کیے۔ رائفلس سے آگ کے ٹپٹے نکلے اور دوڑنے ہوئے اور خود وحشی مر گئے۔ وہ خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ اور ہر طپ کر کھان لگے۔
 ”چلو یہاں سے۔“ ہمارے مددگاروں میں سے ایک نے کڑت بیٹھے ہیں کہا۔

اور ہم واپس پہلے سے تم یہاں کیوں آئے تھے یہاں تم نے وارننگ نہیں لی تھی، دوسرے نے کہا ہم خاموش رہے تھے کالی بہاڑیوں سے کافی دور لگا لکھنوں نے ہمیں چھوڑا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ چوں اپنے خوابیدہ لباس کو دیکھ کر شرماری تھی۔

”لباس کا میں کونسا نواز سہا اس نے پریشان لہجے میں کہا۔ ”یہاں کسی سے رابطہ بھی تو قائم نہیں ہو سکتا، میں نے کہا۔ ”آہ سب کی نگاہیں مجھ پر پڑیں گی، جو جوتی بونی بدو میرے ذہن میں بھی کوئی صل نہیں، میں نے ادیرپی لباس کی ایک چادر اسے دے کر کہا۔

”اس میں تم مٹھکھریز ضرور نظر آو گی جوتی لیکن اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے؟“ ”لاڈلہ عارضی طور پر مجھے دے دو۔ میں تم سے شرمندہ ہوں“ جوتی نے کہا۔ اور میں نے چادر اسے دے دی۔ اس سے جوتی کا دل کسی حد تک ڈھل گیا تھا۔ رات کو جب ہم صبح جوشاہ پہنچے تو ایک سادھو مجھ سے پاس آ گیا۔ ”اس لڑکی کو لباس چاہئے“ ”ہاں۔ اس کا لباس بدست لیا ہے“

”آؤ۔ میں اسے لباس دوں۔ آج لڑکی ڈوہ ہوا لیکن جوتی مجھے دیکھنے لگی تھی۔ شاید وہ سادھو کے ساتھ اکیلے جانے کے لیے تیار نہ تھی۔ تم بھی آ جاؤ۔ کوئی بات نہیں ہے، سادھو نے کہا۔ سادھو کے انداز میں نرمی اور محبت تھی چنانچہ ہم دونوں اس کے ساتھ چلے گئے۔ رُوح مندر کے اندرونی علاقے کی جانب تھا۔ مندر کے صحن سے گزر کر ہم لوگ اندر پہنچے اور سادھو ہمیں ایک کمرے میں لے گیا، اس کمرے میں ایک دروازہ اور بھی تھا۔ سادھو نے آہستہ سے کہا۔

”وہ دیو کیسا ڈوں کا کھو ہے، تم وہاں جا کر اپنے لیے کوئی بھی لباس نکال لو، باقی اور بالک تمہیں ہمیں رکھو، جب وہ واپس آجائے تو تم دونوں ملے آ جاؤ۔ یہ دھرم کی جگہ ہے۔ یہاں کسی کے ساتھ کوئی رہنا ہے نہیں ہوتا۔“

وہ واپس چلا گیا اور جوتی مجھے دیکھ کر سکرانی ہوئی کہ اسے کے دروازے سے اندر داخل ہوگی۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا اور میری طرف سے سادھو یہ دروازہ بھی اندر سے بند کر گیا تھا جس سے گزر کر مجھے اندر لایا تھا۔ اسی تک میرے ذہن میں اس سلسلے کی کوئی خاص بات نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں جانتا تھا کہ میں تروکا کے حال میں ہوں اور یہ پرامر لاسم کہہ تروکا کا بھی حقیقتی کوہ ہے۔

یہاں اس کے بوجاری نظر آ رہے تھے، یوں لگ رہا تھا جیسے تروکا درحقیقت اس کی ملکیت میں ہو، یہ کوئی سی جگہ تھی، کیا تھی لڑکی کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، لیکن یہاں جس انداز میں مندر سے ہوتے تھے اور جس طرح ایشیائی باشندے آتے جاتے رہتے تھے اس سے بھی انداز ہوتا تھا کہ ممکن ہے کوئی ایشیائی لڑکی ہو، لیکن کون سا ہاں اس کے بارے میں معلوم کرنا بھی میرے لیے مشکل نہیں تھی اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہاں پر جو تروکا کوئی لڑکی اس کے بارے میں کچھ بھی بتائے تو تیار نہیں ہے۔ چنانچہ ایشیائی لڑکی کو شش کو میں نے کچھ دن کے لیے ملتوی کر دیا تھا، دراصل وہاں کے صورت حال کا جائزہ لے لوں اس کے بعد فیصلہ کروں گا کہ مجھے آئندہ کیا قدم اٹھانا چاہئے۔

لیکن وقتاً فوقتاً مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہاں میرے قیام کی مدت پوری ہو گئی ہے، جوتی ابھی تک اپنا لباس تبدیل کر کے واپس نہیں آئی تھی، یوں تو عورتوں کو لباس کے معاملے میں بڑی الجھنیں درمیان ہوتی ہیں، خواہ کسی بھی حالت میں ہوں، کہیں بھی ہوں اگر بہت سے بے فوجیوں کو لباس ان کے سامنے آ جا میں تو ہرگز ان کے لیے یہ فیصلہ کرنا تنہائی میں مشکل کام ہوتا ہے کہ وہ ان کے کون سے لباس کا انتخاب کریں۔ لیکن ایسے حالات میں جوتی کو لباس کے انتخاب پر توجہ نہیں دینی چاہئے تھی بلکہ سب سے سب سے اچھی کر میرے پاس پہنچ جانا چاہئے تھا، اُسے دیر ہو گئی تو میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

میں نے دروازے پر دستک دی تو مجھے اتنا اس بواگروا جوا اوپر سے لڑکی کا نظر آ رہا ہے، دراصل لڑکی کا نہیں ہے بلکہ جنت کا یا کسی ایسی شخصیت کا جو اسے اس بات پر حیرت ہوئی۔ جوتی نے یہ دروازہ خود ہی بند کیا تھا، لیکن مندر کے اس حصے میں جنت کے دروازے کی موجودگی کی حقیقت رکھتی تھی، میں نے اسے مشکوک کر دیکھا، لیکن دروازہ تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دیوار ہی کا ایک حصہ ہو، وہ سس سے سن نہ ہوا، تب میں نے اسے زور زور سے پتھرتا ہے ہوتے ہی سچ کہا۔

”جوتی جلدی آؤ دیر نہ کرو، نہ جانے کس خیال کے تحت میں اس دروازے کی طرف بڑھا جس سے گزر کر خود اندر آیا تھا اور سے جوتی جاتے ہوئے بند کر گیا تھا۔ اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ دروازہ بھی لڑکی کا نہیں بنا ہوا تھا بلکہ وہاں تھا جیسا میرے اور جنت کے درمیان دروازے میں تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ہزاروں دوسرے دروازے

کی مثال شروع ہوگی، کوئی بوٹ ہو گئی۔ میں نے سوچا اور پریشانی سے اوجھڑا ہوا دیکھنے لگا، وقتاً فوقتاً میں نے اپنے سامنے کی دیوار اپنی جگہ سے حرکت ہوتی دیکھی، دروازہ اسی طرح بند تھا، کمرہ مختصر تھا، لیکن دیوار کے بہت جانے سے اس جگہ یہ کمرہ کافی لمبا اور ڈھلے تک پہلے ہوا نظر آ رہا تھا، پس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک دیوار ہی ہو اور یہ دیوار کی دوڑ تک جا کر بائیں سمت ٹھوٹ گئی تھی۔ میں تجیزاً انداز میں ان تمام چیزوں کو دیکھتا رہا۔ میری جھڑپیں آ رہی تھیں کہ اس طرح مجھے یہاں اچانک لانے کا مقصد کیا ہے۔ اگر وہ لوگ جانتے تو کسی بھی جگہ پر قہراً بول سکتے اپنی تحویل میں لے سکتے تھے، لیکن اس طرح، بہ طور میں نے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ جوتی اس کمرے میں قید ہو گئی تھی، پتہ نہیں اس لیے جاری رہا۔

یہاں بٹا بٹا کر اسے تبدیل کرنے کے لیے کئی سعی، لیکن یہاں صورت حال بالکل ہی تبدیل ہو گئی تھی، تو جوتی نے دیر تک میں کچھ ہوتا رہا اور پھر اس دیوار کی جانب چل بڑھا۔ کیونکہ باہر نکلنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا اور یہاں بڑے چڑھے زندگی کوڑنگ لگانا یہ مقصد تھا۔ چنانچہ میں اس طریق دیوار میں آگے تک بڑھتا رہا۔ اور پھر دوسری طرف ٹھوٹ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ راستہ کس سمت جاتا ہے؟ یا اس کی ساخت کس نوعیت کی ہے؟ نظارہ کو مندر آنا وسیع معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن چند لمحوں کے بعد میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ دیوار کی گہرائیوں کی سمت جا رہی ہے میرے پاؤں خود خود زمین پر تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اس کا مقصد ہے کہ راستہ آگے جا کر زیر زمین ہو جاتا ہے۔

اس حیرت کن ماحول میں، میں آگے بڑھتا رہا تروکا کم بخت نہ ہو یہ حال پہلے سے ہوتے تھے ان کے بارے میں سوچتا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ خواہ مخواہ حافوت ہی کی تھی۔ پتہ نہیں کس طرح امریکہ میں وہ میرے حال میں پھنس گیا تھا، لیکن اس کم بخت کا حال تو یہ بناہ وسیع ہے اور جانے کیا کیا ہنگامے کیے ہوئے ہیں اس نے، کیا میں ان ہنگاموں سے کبھی نمٹ سکوں گا۔ میں آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک بہت بڑھے ہاں میں داخل ہو گیا۔

یہ حال شگاف تھا اور اس کی دیواروں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ پہلی سی سیٹی کی آواز فضا میں منتشر ہو رہی تھی۔ تب میں نے محسوس کیا کہ سیٹی کی یہ آواز تو بہت دیر سے آ رہی ہے اور میرے کان اس کے عادی ہو گئے ہیں لیکن جب ٹھوٹی دیر کے بعد جب میں ہاں میں پہنچا تو اچانک سیٹی کی آواز پر سکون ہو گیا۔

بڑی دیر تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا، اپنی جگہ کھڑا ہوا تو اس سے اوجھڑا ہوا دیکھا، ہاں اور جڑ زمین پر بیٹھا گیا، افسانہ میں اس قدر تاؤ تھا کہ کسی لمحے ہی یہ سننے ہوئے افسانہ تار ٹوٹ جانے کو تھے۔ میں نے اس قید خانے کو کبھی باخیر نہ لگا ہوں سے دیکھا تھا اور اب بھی کئی افسانہ کا انتظار تھا۔

بیٹھے بیٹھے میں زمین پر لیٹ گیا، اور اس کے بعد اپنی آنکھیں بند کر دیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کے بعد نتائج ہونا کبھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن سے تروکا براہ راست مجھ تک پہنچے، میرے کان آہٹوں برسے ہوئے تھے لیکن ابھی تک کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔ یہاں خاص گرمی تھی، میں پسینے میں شرابور ہو رہا تھا، بہ طور میں بیٹھا رہا اور وقت گزرتا رہا۔

آنکھیں بند کیے کیے بیٹے رہنے سے ذہن بگڑ رہی تھا گئی، اور پھر غیر محسوس انداز میں آنکھیں بند ہو گئیں، غالباً مجھے نیند نے آ لیا تھا۔

رات کا نچھانے کون سا پہر تھا، گرمی اور جس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی، سببہ دونوں کی طرح چل رہا تھا، میں نے گھبرا کر اپنے اس قید خانے کو چاروں طرف سے دیکھا۔ آہ یہاں قید کر کے وہ لوگ مجھے بھول گئے تھے، لیکن میرا اندازہ غلط نکلا۔ چھوڑوں کے کسی دروازے کی گڑ گڑاٹ سنائی دی اور پھر کئی آدمیوں کے قدموں کی چاپ آنکھیں بند کیے ہونے کی وجہ سے میں یہ نہ دیکھ سکا کہ اندر آئے واسے کون لوگ تھے اور کیا جانتے تھے۔ وہ میرے نزدیک آ کر خاموش کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی آنکھیں جھ پر جمی ہوئی ہیں، لیکن میں سے حس و حرکت بیٹھا رہا، ایک باہر جی میں یہ بھی آیا کہ ان سے لپٹ بڑوں جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ لیکن کیا فائدہ تھا، اسی لیے انتظار کرنا چاہیے۔ قدموں کی آہٹ کچھ دیر بعد واپس جاتی جوتی سنائی دی اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔ وہ کیوں آئے تھے اور کیوں واپس چلے گئے اس بارے میں میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ بہ طور میں چھت کو گھوڑنا رہا، ذہن کو بھٹکنے کے عالم میں خالی رکھنے کا مطلب نیند کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک بار پھر میری پکلیں جڑ گئیں۔ جب میں جاگا تو واقعی میری حالت ایسی تھی جیسے میں ایک طویل مدت کی بے ہوشی کے بعد ہوش میں آیا ہوں۔ اس قید خانے میں ایک طرح سے مجھے قید تنہائی میں رکھا گیا تھا لیکن اگر اس قید خانے کا مقصد میرے علم میں آ جاتا تو شاید مجھ پر اتنی بڑی کیفیت طاری نہ ہوتی بہ طور میں خاموشی سے اپنی جگہ بٹھا رہا۔

ایک بار پھر کسی وقت دروازہ کھلا اور قید خانے کی چند ٹیلا روشنی میں پکھڑی ہو گئی۔ اندر آنے والی کو دیکھ کر سیدری آنکھیں جرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ جوتی ہی تھی، انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس، اس انداز میں اندر آئی تھی جیسے چھپ کر گئی ہو اور اس نے اس طرح لمحے اشارے کیے تھے اس نے ظاہر ہونے کا حکم دیا اور ہارڈی میں کوئی موجود ہے۔

دروازہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا اور وہ آہستہ آہستہ میسرے نزدیک آگئی۔ وہ گہری گہری آنکھیں لے رہی تھی۔

”ادھ جوتی تمہارے لیے کتنا پریشان تھا میں تم تصور بھی نہیں کر سکتی۔“

”کیوں؟“ اس کے مونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”یہ سوال کر رہی ہو مجھ سے۔“

”ہاں کوئی حرج تو نہیں ہے اس سوال میں؟“

”جس طرح تم وہاں بند ہو گئی تھیں اور جس طرح مجھے دہری جانب قید کر دیا گیا تھا کیا تمہیں اس کا احساس نہیں ہے؟“

”ہاں اس پر بھی تم پریشان نہیں ہو۔“

”نہیں اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل ہم لوگ جس طرح ظلم کر رہے ہیں ہمیں گئے ہیں اس میں اگر تم نے اپنے ذہن میں پریشانیوں کو جنم دیا تو ہم کچھ نہیں کر سکتیں گے، میں تو پراسکون ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”اس گھرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا، اور پھر جب دوسرے دروازے کو آزما یا تو پتہ چلا کہ وہ تو دروازہ ہی نہیں ہے بلکہ دیوار کا ایک حصہ تھا جو ابھی مجھ سے سرک گیا تھا اور پھر اسی اس قید سے بے پناہ خوف محسوس ہوا، لیکن اس کے بعد۔۔۔ میں نے اپنے آپ کو بمحال لیا اور آنے والی صورت حال کا انتظار کرنے لگی۔“

”پھر مجھ سے کچھ لوگوں نے رابطہ قائم کیا اور بہت ہی پریشانیوں انداز میں پیش آنے۔۔۔ تروکا کے آدمی تھے وہ کیا تم سڑکوں کو جانتے ہو؟“

”جوڑ ہے۔ میں نے سوال کیا؟“

”ہاں پروفیسر جوزف تھامز گئے۔“

”ادھ میں ان سے صرف پروفیسر ٹارگور کے نام سے جانتا ہوں۔“

موتی کسی جسامت کا عجیب و غریب انسان، میں نے کہا۔

”ہاں اسی کی بات کر رہی تھی میں۔“

”تو پھر۔“

”بس پروفیسر ٹارگور نے مجھے بڑی نرم روی سے اپنے ہاتھ بلایا، مجھ سے کچھ گفتگو کی اور اس کے بعد تمہارے پاس کچھ بیٹے دار مڑھوں، کوئی منصوبہ لے کر۔“

”ہاں ایک منصوبہ ہے پروفیسر ٹارگور کے ذہن میں، اور پھر ظہر پر وہ منصوبہ ان کا نہیں ہے بلکہ تروکا کی طرف سے آپس میں کے بارے میں کچھ باتیں ملی ہیں۔“

”منصوبہ کیا ہے۔“

”عجیب و غریب باتیں ہیں نواز شاہید تم ان باتوں پر یقین نہ کرو۔“

”بتاؤ مجھے پزیرتاؤ، میں سب کچھ معلوم کر لیتا چاہتا ہوں میں نے جواب دیا۔“

”دیکھ تم تروکا کے عقیدت مندوں میں آنا پسند کرو گے راجہ نواز اصغر؟“ جوتی نے پوچھا۔ اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

”یہ تم مجھ سے سوال کر رہی ہو یا مجھ پر طنز کر رہی ہو یا تروکا کا مذاق اڑا رہی ہو۔“

”میں تم سے صرف یہ بات معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کیا تم تروکا کے عقیدت مندوں میں آنا پسند کرو گے۔“

”عقیدت مندوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔“

”تمہارا مرگٹھا ہوا ہے۔ تمہارا جسم بھی ہندو سادھوؤں کی مانند ہے اگر تمہارا دل بھی اسی طرح کا ہو جائے تو کیا سرج ہے، تروکا کی ختوں کو تم دیکھ چکے ہو، اور تروکا کی بڑائی کو تم نے دل سے تسلیم کر لیا ہے، تو پھر اب اس کے مسلک کا اعلان کیوں نہیں کر دیتے، تم اس کے خاص آدمیوں میں شامل ہو جاؤ گے، وہ تو بہت بڑا درجہ دے گا، بہت بڑی مراعات دے گا تمہیں، بوجہ کبہر ہی تھی اور معجزانہ انداز میں شکل دیکھ رہا تھا۔“

ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں پیدا ہوا اور ہاتھ ہاتھ کیوں مجھے اس بات کا یقین تھا کہ جوتی اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے، اس سے قبل اس نے مجھ کو کچھ عجیب سی باتیں بتائی تھیں، لیکن اب یہ محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی اندر کئی اور قوت بول رہی ہو۔ اور تروکا کی روحانی قوتوں کے بارے میں مجھے آتا تو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

اور اس وقت کو کسی بھی طرح جوتی کے ذہن میں آنا جا سکتا ہے۔

”چنانچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جوتی اس وقت اپنے آپ میں نہ ہوں، ظاہر اس کا چہرہ پراسکون تھا۔ میں چند لمحات کچھ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔“

”جوتی کیا تمہیں فرمایاں سے واپس جانا ہے۔“

”میں نہیں تمہارے پاس اسی مقصد کے تحت آئی ہوں تاکہ تم کو کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں۔“

”تو پھر کیا یہ قید خانہ ہے ہمارے لیے۔“

”اگر تروکا کی عقیدت اپنے سینے میں انکار تو پھر بھی قید خانہ تمہارے لیے نہ جائے کیا بن سکتا ہے اور اگر ایسا نہ کر سکو گے تو پھر یہ قید خانہ تمہارے لیے جہنم کا درجن جاتے گا۔“ جوتی نے کہا۔

”ہم کچھ دیر تو یہاں ٹوک سکتے ہیں۔“

”ہاں کیوں نہیں؟“ وہ بولی اور میں ایک طرف پیچھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ جوتی نے دیکھا چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جو بال کے نجی سمت میں تھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

”یہاں کچھ نہیں کیوں گرم آرام کر کے کچھ سوچنا چاہو تو آئی دروازے کے دوسری جانب خوبصورت آرام گاہ موجود ہے۔“

”مجھے سہارا دے جوتی دو تیرے نہیں کیوں میں اپنے آپ کو ایک عجیب سی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور جوتی چہرہ پر سے اظہار میرے نزدیک پہنچ گئی اس نے سہارا دے کچھ اٹھایا اور پھر اسی محققہ دروازے میں داخل ہو گئی اور حقیقت اس طرف ایک خوب صورت خواب گاہ بنی ہوئی تھی۔ ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بھی وہاں موجود تھیں اندر داخل ہونے کے بعد جوتی نے دروازہ بند کر لیا اور مسہری پر میرے پانچھی آگئی۔

”میں تمہارے لیے ہر سہولت فراہم کرنے کو تیار ہوں راجہ نواز اصغر بولو کیا چاہتے ہو؟“

”جوتی ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ہاں پوچھو۔“

”تھوڑی دیر قبل جب تم میرے ساتھ تھیں اور ہم ہاٹروں میں بھگ رہے تھے اور میں نے تمہیں وہ شیڈوں سے بچایا تھا تو تمہارے سینے میں تروکا کے لیے انتقام کی آگ جھلک رہی تھی، ادب اس خوبصورت لباس میں ملبوس ہو کر ہندوستانی مندر میں کی دیوالی کی شکل میں آکر تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی ہے کیا تم اس کی وجہ بتا سکتی ہو جوتی آنکھیں بند کر کے

سکرانے لگی پھر بولی۔

”انسان کو جس وقت بھی غفل آجاتے“

”کیا مطلب؟“

”بس یوں سمجھو مجھے غفل آگئی ہے۔“

”خوب۔ بھلا وہ کس طرح؟“

”اول تو تروکا سے انکارنا ممکن ہے۔ میں اس کے گروہ کے لیے کام کر رہی تھی مجھے کرتے رہنا چاہیے تھا۔ خواہ مخواہ ایک اچھی اچھی زندگی کو چھوڑ کر برائیوں کی طرف دوڑی بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے، کہ تلوٹش معاش میں آوارہ گردی کرتے پھر دو لوگوں کی ڈانٹیں پھینک کر لگا دیا اور اپنے آپ کو اعلیٰ ظرف کا نام دے دو اعلیٰ ظرفی کیا چیز ہے غفلت کیا ہوتا ہے، دل کیا ہوتا ہے، ذہن کیا ہوتا ہے تم خود سوچو انسان کے جسم کی ظرفیت سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد دو تالی سے اُسے دو دودھ دے کر رکھتا ہے اُسے ماں کی آغوش چاہیے ہوتی ہے، گویا انسان روزانہ اسی سے طلب گاہے اور طلب اس کی زندگی کا خامرے، اس کے بعد وہ آگے بڑھتا ہے اس کے سینے میں، اس کے ذہن میں اقدار ٹھونٹے جاتے ہیں۔ اسے تہذیب سکھائی جاتی ہے اُسے نہیں کیا کیا سکھایا جاتا ہے اور وہ چوں چوں کا سربہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ فطری طور پر وہ ایک مہذب انسان تھا۔ لیا اس نام کی چیز اس کے بدن پر پرت اسی لیے ڈانٹ کی گئی، یہ تہذیب اور اقدار کے علم برداروں کی پسند کی چیز ہے، اگر تم سلسلہ نمودی ماہیت پر مبنی ہو کر تروکا کی پسند اس بات کا اندازہ نہیں ہونا کہ تمہیں لباس میں ملبوس کر کے بھی پیدا کیا جا سکتا تھا اس کا مقصد ہے کہ زندگی کی ضرورتوں میں ابال شامل نہیں ہے۔ لیکن اقدار اور سماج اور معاشرہ جو راستے تمہارے لیے مہین کر دیتا ہے۔ اگر تم انہیں اپنا کر لے گی تو پھر جیلاں چیزوں کے حصول کے لیے تمہیں اخلاقیات کا تعین کیوں کرنا پڑتا ہے جو تمہاری ضرورتیں ہیں وہ کچھ تروکا کی تعلیمات ہی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ انسان معصوم ہے نہ اپنی مرضی سے پیدا ہوتا ہے نہ اپنی مرضی سے مرتا ہے تو پھر اس کے اوپر بے جا بوجھ کیوں لا دیتے جاتے ہیں وہ کیوں اقدار اور اخلاقیات کا تعین اتنی کمزور ہے بس چیز پر یہ اتنے سارے دن تو ظلم کے مزاق ہیں۔ سماج اور معاشرے کے بنائے ہوئے اصول تو بالکل بے کار ہیں۔ اور انہیں جاری نہیں رہنا چاہیے، پھر پھر اس کے ساتھ ساتھ ہی تروکا کی بھی کہتا ہے کہ ہم ان حدود کو پار نہیں کر سکتے

میں جو ہماری فطری خواہش ہوتی ہے،
”ہماری الجھی ہونی بائیں سمجھ میں نہیں آ
رہی ہے۔“

”آہستہ آہستہ سمجھ میں آجائیں گی، اس کے لیے آتی جلدی
ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک میری تبدیلی کا معاملہ ہے بس
یوں سمجھ لو کہ مجھے روشنی مل گئی ہے۔“

”یہ روشنی تمہیں کہاں سے ملی ہے جولی، میں نے اُسے غور
سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔“

”اوہ کن فطول باتوں میں پڑ گئے یہ بتاؤ کی کسی چیز کی ضرورت
محسوس ہو رہی ہے جولی نے پوچھا۔“

”ہاں بھوکا ہوں،“ میں نے جواب دیا۔
”میں لاتی ہوں کھانا تمہارے لیے۔“ وہ بولی اور دروازہ

کھول کر باہر نکل گئی، جولی کی اس کیفیت میں میں ایک بات
محسوس کر رہا تھا، مجھے یوں محسوس ہوا جتا جیسے اس کا اندازہ

کچھ پیشینہ سا ہو، اور میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا تھا کہ اس
دقت اس کی ذہنی حالت کسی اور کے کنٹرول میں تھی بہر طور وہ

میرے لیے عمدہ قسم کا کھانا لے کر واپس آگئی۔ میں نے کھانا کھایا
سب کچھ کھانے پینے کے بعد میرے ذہن میں عجیب و غریب

خیالات اُٹھنے لگے، میں اب تک جو کچھ سوچتا رہا تھا وہ میرے
سامنے کا تعین نہیں تھا، جلتے ہوئے ذہن کو کوکون دینے کے لیے

کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیے، کوئی ایسی چیز کوئی ایسی ترکیب جس
سے کم از کم میری ذہنی رو ہی بٹ جائے جس طس کم کرے میں آ

پھنسا تھا اس میں پھنسنے کے بعد زندگی کو کچھ اور سامنے دکا کر
تھے جویا میرے پاس موجود تھی اور مدد بھی آئیں گی اس کے لیے کی طرف
دیکھ رہی تھی میں نے اُسے جڑھ کر کہا۔

”جولی میرا ذہن کچھ سوچتے سمجھنے کے قابل نہیں ہے مجھے
تمہارا سہارا چاہیے۔“

دو چار کھوں، کچھ نہ کچھ تو لینے بیٹے کا سہارا کرنا ہوگا اور اس
کے لیے ایک بار میرے لیے اس پرانے نواز اصرار کو نوازنا پڑے

گا جو تقدیر میں بدل دینے کا ماہر تھا، جو حالات کو قابو میں کرنے
کے لیے اپنے آپ کو مستعد رکھتا تھا، اور میں زہمی سے شہزادہ

تھا، بڑیاں جب مجھے ان راستوں میں روانہ کر دیتا تھا کہ ابھی نہیں
تو میرا جتناب کیے کروں، میرا تصور نہیں تھا۔ ہاں میرا تصور

نہیں تھا۔
جولی کے بارے میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کسی زرکی

طرہ ہینا ٹر کر دی گئی ہے، بہر حال وقت گزرتا رہا اور اس
کے بعد جولی نے مجھ سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔

”ٹھیک ہے جولی تم میرے لیے کچھ وقت طلب کرو، لیکن
ہے میں فیصلہ ترک کرنا چاہتا تھا جس کے متنی میں دل،“ اس نے جواب میں

سزا بلا یا اور جلدی واپس آنے کا وعدہ کر کے نصرت ہو گئی۔
اس کے جانے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

میں کوئی ایسا اقدام کرنا چاہتا تھا جس سے مجھے کوئی فائدہ ہو۔
لیکن اس کے لیے ابھی طرح سوچنا سمجھنا ضروری تھا۔

جولی کو ہینا ٹر کر دیا گیا تھا، یہ کیوشش مجھ پر بھی آزمائی
جاسکتی تھی اور مجھے اس سے محفوظ رہنے کے لیے انتظامات کرنے

خلاف توقع وہ جلد ہی واپس آگئی اس کا چہرہ سرخ ہو
رہا تھا اور اس کی سانس دھونکی کی طرح چل رہی تھی، آنکھوں

میں فلکات کے سلنے ہل رہے تھے۔ وہ یہ بتاتی ہے میرے نزدیک
پہنچ گئی۔ چند لمحوں تک وہ منہ کھولے مجھے گھورتی رہی۔ پھر

آہستہ سے بولی۔
”اوہ تمہارے لیے ایک بڑی ترسہ راہ نواز اختر۔“
”تو تو کوئی تم پر خصوصی نگاہ رکھنے کے لیے کہا ہے اور
اس کے لیے بے راج تمہارا راج کو ٹولا ہے۔“

”وہ بڑی طرح الجھی ہوئی نظر آ رہی تھی تب میں نے اس کے
ہاتھ پر ہاتھ رکھا، مجھے یوں ہی محسوس ہوا جتا جیسے اس

وقت وہ ہینا ٹر کر کے ٹراس میں نہیں ہے، تب میں نے اس
میں پچی طرف کرتے ہوئے کہا۔“

”وہ جولی تم جانتی ہو کہ ماضی میں تم کیا کر چکی ہو۔؟“
”کیون کیا ہوا۔؟ کیا کوئی خاص بات ہو گئی۔؟“ اس نے

مجھے ہونے لگے میں پوچھا۔
”یہ بتاؤ تصور بڑی دیر پہلے اس وقت جب تم یہاں سے گئی
میں تو تمہاری اپنی کیا کیفیت تھی۔؟“

”یہاں سے گئی تھی۔؟“ جولی نے سوال کیا۔
”کیا تمہیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ تم کافی وقت میرے

ساتھ گزار چکی ہو۔؟“
”کافی وقت،“ وہ کھولے کھولے ہے میں بولی اور مجھے

محسوس ہونے لگا۔
جولی کے ساتھ جو برا تھا وہ زیادتی تھی بہر طور اب اس کا کوئی

زالہ نہیں تھا، چنانچہ میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
”جولی مجھے اس وقت کے بعد کے واقعات بتاؤ جو تب ہمیں

ہاں تبدیل کرنے کے لیے دو برسہ کمرے میں لے جایا گیا تھا۔“
”مجھے کچھ نہیں معلوم، مجھے کچھ نہیں معلوم، میں تم سے صرف

ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ بے راج آ گیا ہے بے راج آ گیا ہے،“
”تو پھر میں کیا کروں۔؟“

”کچھ ہوگا۔ وہ لوگ تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہیں تو لوگا
نے تمہارے لیے کچھ خصوصی بہانے دے کر تمہارے لیے بھیجا ہے۔“

”تو بس ٹھیک ہے جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا،“ میں
نے کہا۔
”مگر میں۔ میں، تمہارے کیوں میں چاہتی ہوں کہ تمہیں
کوئی تکلیف پہنچنے پائے۔“

اپنے طور پر ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتی ہوتی تھیں ایک کام کرنا
ہو گا۔“

”اپنے جسم کے کسی حصے پر کوئی زخم لگاؤ، ایک ایسا زخم جو
تازہ رسے اور اس کے لیے کافی ایسی چیز مخصوص کر لو جو ان کے

سامنے پہنچنے پر تمہیں درد سے تڑپاتی رہے، اس طرح تمہارا ذہن
تقسیم ہو جائے گا، لیکن جو کچھ وہ ہینا ٹر کرنے کے بعد نہیں کہیں

گے، تم اسے ضرور سوچو اور اس کے انداز میں دھول بھی کرتی ہوگی،
مقصود یہ ہے کہ وہ۔ یہی تمہیں کہ تم ان کے زیر اثر ہو لین

تمہارا اپنا ذہن بھی حاضر رہنا چاہیے، بولو کیا یہ کام کر سکتی ہو۔؟
”کیوں نہیں۔ میں اتنی نہیں ہوں ہاں میں یہ محسوس

کرتی ہوں کہ میرے ساتھ کچھ ہوتی ہے یوں محسوس ہونے لگے جیسے
میرا کچھ وقت کھو گیا ہو، آہ تو یہ ان کم محسوسوں کا شیطانی عمل تھا۔“

جولی اب پوری طرح ہوش میں آگئی تھی۔
”جولی تمہیں ٹراس میں لائے والے تقبلی طور کچھ خراب

لوگ ہوں گے، ان سے ہوشیار رہنے کے لیے تمہیں بہت کچھ کرنا
ہے، لیکن سوچ لو، اپنی زندگی خطرے میں مت ڈالو، میرے لیے

کچھ مت سوچو، میرا تو جو کچھ ہو گا وہ میں نمٹ ہی لوں گا، لیکن
تمہیں کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔“

جولی سننے لگی۔ پھر بولی میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں
کہ میں اپنے آپ کو مردہ تصور کرتی ہوں، نقصان کہاں تک پہنچے

گا مجھے، لیکن تم نے جو ترکیب بتائی ہے مجھے بہت اچھی لگی ہے کوئی
ایسی چیز جو میرے زخم کو تکلیف دے، حاصل کرنا ہوگی، ہم اپنی

خودک میں سے کچھ ایسی مرچیں حاصل کریں گے لیکن زخم میں
کہاں لگاؤں جو انہیں نظر ہی نہ آئے۔
”میرا خیال ہے طان کے پاس ٹھیک ہو گا، کہاں کے ادیری
تھے کی حکمت اور وہاں سے بائس تقوڑا سا کھلا ہوا ہوگا۔ تم

تہیں اپنے بارے میں بناؤں گا، بس یوں سمجھ کر میری زندگی کا صرف یہی ایک شے ہے لیکن ابھی اس کے لیے وقت نہیں ہے، " شاید کوئی کہہ رہا ہے، " بولی نے کہا، لیکن کوئی نہیں آیا تھا۔ بخوبی دیر کے بعد جوتی وہاں سے چلی گئی وہ میری ہدایات پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے غمخیز تھی۔

"جوتی کے جانے کے بعد کافی دیر تک ان حالات کے بارے سوچتا رہا میری صورت حال کچھ ایسی تھی کہ ذہن ہر لمحے نئے فیصلے کرنے لگتا۔

کبھی دل چاہتا کہ واقعی سب کچھ چھوڑ کر نرگس کو کیا نغمیات ہی اپنالوں کیا رکھا ہے اس زندگی میں، مجھ ازم اس طرح زندگی کی تلاش کے لیے راستے توکل جائیں گے لیکن دل کی گہرائیوں سے ایک آواز نکلتی، کیا ایک عورت کے لیے اپنے دین اپنے مذہب کو چھوڑا جاسکتا ہے اس سے پہلے ہی میں کون سی کم برائیوں کر چکا ہوں۔ کہ کچھ نئی برائیوں کو بھی اپنالوں، ذہن دل میں جنگ جاری رہی اور بالآخر فیصلہ ہو گیا میں نے طے کر لیا تاکہ مر جاؤں گا لیکن برائیوں کے راستے پر آجی دور نہیں نکلوں گا کہ تو اپنی صورت ہی نسخ ہو جائے لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ اب نرگس کو دھوکے سے ہی مارا جاسکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی تنظیم نہیں کیا جاسکتا تھا کہ میں جوتی اس سلسلے میں میری بہترین معاون ثابت ہو جائے۔

جوتی کے تصور کے ساتھ ایک عجیب سا احساس ذہن میں ابھرنے لگتا تھا میں نے سوچا تھا کہ ازم اس لڑکی کے ساتھ اتنا تو ضرور کیا جائے کہ اسے کرناک زندگی سے نجات دلا دی جائے اس کی پوری طرح مدد کی جائے۔

وقت اسی طرح آگے بڑھتا رہا جوتی میرے پاس بہت دیر سے نہیں آتی تھی لیکن جب وہ رات کو میرے پاس پہنچی تو اس کی آنکھیں جھک رہی تھیں اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تمہارا بتایا ہوا منصوبہ کارآمد رہا یا ہر تورا صفر؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہارا خیال درست تھا وہ لوگ مجھے ہینا مارنے کرنے کی کوشش کر رہے تھے میں ان کے ٹرانس میں آجی گئی اور انہوں نے مجھے صرف اتنا کہا کہ راجہ نواز صفر کے دل کی گہرائیوں میں جھانکوں اس کے ساتھ رہ کر اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کر سکوں۔ میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔

وہ نواز یہ ایک مندر سے جس کی گہرائیوں میں تہ خانے میں پہنچا، اس ایک جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ یہ کیا ہے لیکن ان لوگوں نے جو نظام یہاں قائم کیا ہے وہ حدیث کریم ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہندو دھرم کی آڑ میں یہاں اتنا زبردست کام ہو رہا ہے منشیات کی سپلائی کا سلسلہ یہاں ہی جاری ہے بلکہ یہاں سے لوگوں کو منشیات کے بڑے بڑے ڈیلرز فراہم کیے جاتے ہیں اور یہ جگہ ان فرقوں کی ترسیل کا گڑھ ہے یہاں لوگوں کو ان فرقوں کا عادی بھی بنایا جاتا ہے بڑی کوشش سے ہی کیفیت ہے یہ بہت کچھ معلوم کر سکی ہوں ان کے بارے میں اب یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے؟

"ابھی تو تم کسی پروڈیوٹن میں نہیں آگے لوگ مجھے ہی اپنے ساتھ شامل کر لیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ بہت کچھ کام چلے گا۔"

"لیکن اس کے لیے وہ تمہیں ٹرانس میں لانے کی کوشش کریں گے۔"

"ہاں۔"

"ابترتہ ایک بات ہے تمہیں بتا دوں وہ شخص جو بے راجہ کام سے یہاں پہنچا ہے نرگس کا دوسرا دوپ بھی ہو سکتا ہے عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ ابتر مشرور جیٹا نرگس کے معادن ہیں اور وہ مسلسل اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اس شخص نے میرے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ شخص آسانی سے قابو نہیں آجائے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ جوڑا ہے اور ڈیب کر رہا ہے اس کے لیے بے انتہا نانات کے مواصلے رکھے جائیں، مگر وہ ان تمام انتہا نانات میں پورا اثر تک نہ توڑ سکتا ہے اور اگر آسانی سے وہ اس کام کے لیے آمادہ ہو جائے تو پھر یوں سمجھ لو کہ اس کے ذہن میں کسی منصوبے نے جنم لیا ہے۔"

"ادوہ۔ یہ تفصیل بتا کر تم نے مجھے پراسحان کیا ہے جوتی؟"

"لیکن کیا تم واقعی اتنے خطرناک ہو رہا ہو نواز صفر میں نے ان کے بے بیہوشی کی جھلک پائی ہے جوتی نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"میں جو کچھ سمجھی ہوں جوتی، اس وقت کچھ نہیں کیا سکتا فی الحال تو یوں سمجھو کہ میں اپنی زندگی کا انا کام ترین دور گزار رہا ہوں، اور جوتی خاموش ہو گئی پھر مسک کر بولی۔

"لیکن میرے وجود کی حد تک تو تم کام نہیں ہو؟"

"دہنیں جوتی۔ مجھے افسوس ہے۔"

"مجھے کوئی افسوس نہیں ہے، اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے گڑن غم کر لی۔ پھر جوتی بولی۔

"میں اب ان کا اعتماد حاصل کر چکی ہوں اور مجھے افسوس نہیں ہے کہ جیسے مجھ پر کوئی ننگرانی نہیں رکھی جاتی تو کیا مجھے ان میں لانے کے بعد وہ میری طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گئے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ مجھے مکمل اعتماد میں رکھیں یہاں آئے جانے پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"جوتی۔ مجھے افسوس مل سکتا ہے، میں نے سوال کیا۔"

"اسلم۔ میں کوشش کر سکتی ہوں۔"

"اس کے لیے تم شدید کوشش کرو۔"

"مگر کیوں؟"

"میں ان لوگوں کی توقع رہا تھا پابنت ہوں، میں نے کراتے ہوئے کہا اور جوتی کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں میری نکل دیکھنے لگی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں پوری کوشش کروں گی کہ تمہیں کچھ اسلم فراہم کر سکوں، میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جوتی کافی دیر تک میرے ساتھ رہی اور اس کے بعد چلی گئی۔"

نجانے کتنا وقت گزر گیا تھا اس قبر خانے میں گزر چکا تھا بڑی سے میری چار ملاقاتیں ہو چکی تھیں اور سچی بات یہ ہے کہ اس نے میری ذہنی من کھن کو کم کر دیا تھا اس کی ذہنی دنیا میں اس کے لیے زندگی کی بنیاد پر ہو چکی تھیں۔ پھر اس نے مجھے ایک ہسپتال اور کافی فائوٹراڈنڈری لاکر دیئے اس نے بتایا کہ یہ اس نے اس عمارت ہی سے حاصل کیے ہیں اور ہر طور میرے لیے بڑے کام کی چیز تھی میں نے ہسپتال اپنے لباس میں چھپایا اور پھر ایک رات جب جوتی واپس گئی تو میں نے اس سے کہا کہ وہ دروازہ باہر سے کھلا چھوڑ دے لیکن جو اسے ہدایت تھی کہ میرے کمرے سے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کر دیا کرے۔

جب وہ چلی گئی تو میں خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا میں بہت کچھ بھول گیا تھا شاید میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے چونکہ میں اس اجنبی جگہ سے فرار کی کوشش کر رہے کے لیے باہر نکل آیا تھا۔

ہر طور میں جب ایک بڑے ہال میں پہنچا تو میرے سامنے چند ہی قدم کے فاصلے پر دروازے میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ریواور تھا اور ریواور کی نال میرے سینے

کو گھور رہی تھی اس کی آنکھوں اور چہرے پر سختی کے تاثرات تھے۔ ریواور بلا اس کا ہاتھ چا ہوا تھا اور ٹریگر پر انگلی بہت سخت تھی۔ وہ کبھی بے بسی سے ٹریگر دبانے والا ہے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ وقتاً بوقت میری آنکھیں، دروازے میں کھڑے شخص کی آنکھوں سے ٹکرائیں اور میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ میں نے اس قسم کا نظارہ کیا جیسے ریواور دیکھ کر کہیں ٹڈا کیا ہوں۔ میں نے جائزہ لیا کہ وہ شخص میرے حال میں آگیا اس کے ہونٹوں سے خفیف سی مسکراہٹ نظر آنے لگی تھی، بہر حال اس آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا ہوا اور اسے آگے بٹھا اور اسی وقت میں نے اپنے نزدیک پر دھڑکنے لگا دیکھا جو عقب سے میرے۔ دیکھ آگے تھے اور اب ان کا بدن میرے بدن سے مس ہو رہا تھا۔ بظاہر اس قسم کا انداز تھا جیسے مجھے ان کی موجودگی کا پتہ نہیں ہو، مشر مار کر بھی یہی سمجھ رہے تھے چنانچہ میں ڈراسا پیچھے ہٹا تو میرا لڑکھٹا ہوا ضروری تھا اور میرے ذہن میں ٹک رہا یہی سچی تھی۔ میں لڑکھٹا لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ فارسی آواز سے گونج اٹھے گا۔

گوئی میرے اوپر سے گزری میں لڑکھٹا کر مار مار کر گر گیا کرتے کرتے میرا ہاتھ جیسے ہینرنگ گیا۔ میں نے ریواور نکلتے ہی ڈراہی سستی نہیں کی ریواور نکلتے ہی میں نے مشر مار کر گونج کو پتہ چلا اور ریواور کی نال ان کی گھوٹری پر رکھ کر کہا۔

"ہاں۔ دوسرا فارسی مشر مار کر میرے اوپر، لیکن مشر مار کر کے جسم کے پیچھے میری کوئی حقیقت نہیں ہے یقیناً، لیکن ان کے بدن میں سوراخ کر دے گی، مار کر بڑی طرح بدحواس ہو گیا تھا اسے سید نہیں تھی کہ میں اس طرح سے اپنی ڈھال بناؤں گا اور اس نے یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ گڑن پر گزرتی اتنی سخت ہے کہ اس بارہ اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کر سکے گا اور پھر ہسپتال کے سامنے طاقت کا مظاہرہ کیا معنی رکھتا تھا جبکہ اس سے پہلے جہاز سے عرشے پر وہ مجھے دیکھ کر چکا تھا اور میں نے خود بھی انداز لگایا تھا کہ جہاں لڑکھٹا کسی گیند سے سے بھی مضبوط ہے، اب یہ دوسری بات ہے کہ اس اندر پھرتی نہ ہو، میری اس کوشش کا رد عمل سامنے داسے برعکس خواہ ہوا اور اس کا ہسپتال والا ہاتھ ٹک گیا۔ میں بھی چاہتا تھا اس نے تو میرے ساتھ رعایت کی تھی لیکن میں اس کے ساتھ رعایت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میرے ہسپتال کی نال سے ایک شعلہ نکلا اور اس کی پیشانی کے چھتیڑے اڑ گئے۔

وہ بے جان ہو کر منہ کے بل گر گیا تھا اور ریواور اس کے

ہاتھ سے نکل کر دو جاگتا تھا۔ میں نے پھرتی سے مٹھار گورو دھکا دیا اور اچھل کر ریلواری پلے تھپنے میں کرایا میرے انداز میں دیا لگی پیدا ہو گئی تھی، میں جو کچھ کر چکا تھا اس سے مٹھنے کے لیے پھری طرح تیار تھا۔

ٹانگو کو اس صورت حال کا اندازہ نہیں ہوگا لیکن میں پتی طور پر حالات پر قابو رہنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے ٹانگو کو پھرتی سے دھکا دیا اور چونکہ اچانک دھکا دیا تھا اس لیے وہ اپنا توازن نہ قائم رکھ سکا اور اوندھے مزے چنے جا پڑا۔ میں نے پیتول کی نال اس کی کپٹی پر رکھ دی تھی اور نرٹے پورے لیے میں نے کہا۔

”اگر تم نے ذرا بھی جیش کی تو اس وقت تمہاری طاقت کام نہ آسکتی، یہ وہ خوف زدہ انداز میں اس طرح لٹھا رہا، اس کے منہ ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ بہر طور اب مجھے آگے راستوں کی تلاش کرنا تھی، جوتی کے بارے میں ہائی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے لیکن میرے دل میں آرزو تھی کہ اسے بھی کسی نہ کسی طرح سے نکال لوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کہاں سے نکل کر میں کہاں تک پہنچ سکتا ہوں لیکن اپنی جیسی کوششیں تو کرنی ہی تھی اور پھر توکانے یہ بھی کہا تھا کہ وہ مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اگر میں اس کے ہاتھ تک بھی گیا تو ظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری زندگی کو کوئی خطہ نہیں ہے میں اپنی سی تمام کوششیں کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کچھ سوچ کر میں ایک بازسٹار گولی کی طرف متوجہ ہوا جس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ میں نے اس کی گردن کو جھٹکا دیا اور پھر ایک ٹھوک مار کر اسے سیدھا ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ تکلیف وہ انداز میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔

”سنو مٹھار گورو صورت حال انصاف طور پر تمہارے خلاف ہو گئی ہے میں اگر جاہوں تو اسی وقت اس پیتول کی تمام گولیاں تمہارے بدن میں خالی کر دوں گا۔“

”نہیں نہیں... م... م... میں... میں... میسٹر ٹانگو نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔“

”اگر تم یہ نہیں چاہتے تو میں تم سے جو معلومات حاصل کروں اس کا صحیح صحیح جواب دو گا۔“

”کس سے کیا معلومات؟“

”مکرون ہو تم؟“

”میں نہیں پتہ بخانا چکا ہوں۔ میرا نام پروفیسر جوزف ٹانگو ہے۔“

”یوں کی جگہ ہے جہاں اس وقت ہم لوگ موجود ہیں۔“

”یہ... میسٹر ٹانگو نے خوف زدہ لہجے میں اسے دیکھا اور اسے دیکھا اور اسے دیکھا۔“

”یہ ایک جزیرہ ہے۔ جزیرہ کیا تم اسے ایک بار تار کر کے ہو، یہاں ہندو یا تری، یا تار کے لیے آتے ہیں۔ ان کا علاقہ بالکل الگ بنا ہوا ہے۔ کافی وسیع جزیرہ ہے جہاں ہم لوگوں نے ایک جال پھیلا رکھا ہے۔“

”ہوں۔ یہ ہوئی نہ بات۔ کیسا جال؟“ میں نے سوال کیا۔

”دیکھو نواز۔ تم اس باسے میں سب کچھ جانتے ہو پھر کیوں مجھ سے معلوم کر رہے ہو۔“

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں کتنی دیر میں کتنے آدمی پہنچ جائیں گے اور میں ان سے فرار سکوں یا نہ نٹ سکوں لیکن کم از کم اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ تمہیں ایک لمحے میں فنا کر دوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ مختصر وقت میں لے اس جگہ کے بارے میں بتا دو۔“

”جتا تو رہا ہوں۔ یہ ایک جزیرہ ہے اور یہاں آنے والے یا تریوں کو مشیات کا عادی بنایا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ ہمارے غلام بن کر پورے ہندوستان میں پھیل جاتے ہیں اور ہماری منشیات کی سپلائی کرتے ہیں۔“

”ہندوستان۔“ میں نے تھرا تھرا انداز میں کہا اور ٹانگو اس طرح مجھے دیکھنے لگا جیسے اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔

”ظہیر چرنی کے عالم میں پڑھیے۔“

”تو یہ ہندوستان ہے۔“

”ہاں تم کیا سمجھتے ہو۔ تم اس وقت ہندوستان میں ہو رہے ہو۔ میرے خدا... میں نے ایک لمحے کے لیے ذہنی طور پر معطل ہو کر کہا۔ اتنا طویل سفر طے کر کے میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔ بات ناقابل یقین سی تھی۔ کیا کہا جاسکتا تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ میں ایک طویل عرصہ گزارا تھا اور اس کے بعد مجھے کیا کچھ ہوا تھا۔ مجھ سے تو میری زندگی کے بے شمار دن گم ہو گئے تھے مگر یہاں کر کے میں ایشیا میں ہوں۔ ہندوستان میں ہوں۔ میری ہیرت کا اتہا نہ رہی تھی حالانکہ مندر اور سادھوؤں کو دیکھ کر باہر جانے ذہن میں یہ گمان گزرا تھا کہ ممکن ہے میں ایشیا کے کسی نقطے پر ہوں لیکن پھر میں نے یہ سوچا تھا کہ ہندو یا تری تو نہیں ہو سکتے ہیں۔ ہر کے کشنا ہرے راما تحریک کا بانی تروکانا تھا۔ مختلف نصوصوں میں اپنا جال پھیلائے ہوئے ہے وہ کسی جگہ

مسی بھی علاقے کو ہندوستان جیسا بنا سکتا ہے لیکن میں حقیقت میں ایک جگہ بیٹھ گیا ہوں۔ یہ میرے لیے تعجب خیز بات تھی۔ یہاں تک میں ایک فاصلے پر بہت مختصر فاصلے پر میرا پاکستان تھا اور توڑے ہوئے میری لائبریریوں والی کتابیں تھیں۔ فضاؤں میں، میں اپنے جھکی تو ڈیو سونگھ سکتا تھا۔

”ایک لمحے کے لیے میرا دل سمکھش کا شکار ہو گیا۔ اور اسی ٹھوکرو مرد ہار گئے اپنی نقاد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن میں سنبھل گیا۔ میں نے پوری قوت سے پیتول کا دستہ ان کے سر کی پشت پر دے مارا، اور وہ کسی جھینے کی طرح دھکا دے ہوئے زمین پر جا پڑے۔ ان کا سر کھل گیا تھا اور اب وہ بے ہوش ہوئے تھے لیکن اس کے نتیجے میں دوسری طرف سے کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔ میں نے پھرتی سے دونوں ریلواریوں سے ادرتاریوں کی آواز میں میرے سامنے پہنچیں میں نے فائرنگ شروع کر دی۔

سامنے سے آنے والے تین آدمی تھے اتنا تباہی تیزی سے بیٹے اور ان میں سے ایک میری گولی کا شکار ہو گیا دوسرا بھی شدید زخمی ہو گیا وہ ٹانگ پڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ تیسرے نے اپنا ریلواری استعمال کیا لیکن گھبراہٹ میں چلائی ہوئی گولی میری طرف آئے کے بجائے ایک دیوار پر ٹکی۔ میں نے بیک وقت پھر فائر کیے اور وہ فضا میں اُڑا ہوا زمین پر گر گیا۔

دوسرے لمحے میں نے باہر جھلا گنگا دی تھی، اور اس کے بدن میں دوڑتا چلا گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ راستے میرے لیے کھلے ہوئے ہیں اور ایک لمبی سرنگ سے نکلنے کے بعد میں جھاڑیوں کے درمیان پہنچ گیا۔ اب بیٹاڑی چٹانیں میری دسترس سے زیادہ دور نہیں تھیں میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عقب سے گولیوں کی آوازیں بانامدہ آنے لگیں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ گولیاں جلاتے ہوئے اسی سمت آ رہے ہیں چنانچہ میں نے ایک چٹان کی آڑ میں لے لی۔

کچھ لوگ میری تلاش میں آ رہے تھے۔ میں نے غور سے ان دھڑکتے ہوئے آؤسوں کو دیکھا اور پھر دفعتاً ایک دھماکا، اور ان کے بعد میری طرح اچھل کر پتھے گرے۔ یہ دھماکا میں نے نہیں کیا تھا۔ میں یہاں تعاب میدانی حصے میں صرف ایک آدمی نظر آ رہا تھا جس کا نشانہ بننے میں مجھے ابھی وقت تھی وہ چٹانوں کی آڑ سے کراٹے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر دے تھمنا اپنی جگہ چھوڑ دی لیکن مجھے اور لوگ بھی تری کسٹ کا اندازہ کر کے مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہوں دفعتاً

دائیں طرف کی جھاڑیوں میں ایک پہل سی محسوس ہوئی اور میں نے کسی کو ان جھاڑیوں میں گھسے ہوئے دیکھا میں آہستہ آہستہ خود بھی انہی جھاڑیوں کی طرف چل پڑا تھا۔ جھاڑیوں کی باڑھ کے سامنے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا میں اس کے قریب پہنچ گیا اور جھاڑیوں کی سرسراہٹ کا ایک ختم ہو گئی میں ٹک گیا تھا۔

مجھے وہ شخص نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ایک بار پھر سر اڑھٹ سنائی دی اور اس کے بعد ہی فوراً فائر ہوا اتنا ہی جھنج کی آواز میرے بالکل قریب سے آئی تھی۔ اور میں نے ایک شخص کو اچھل کر زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ یقیناً یہ فائر بھی جھاڑیوں میں سے کیا گیا تھا اور گولی غالباً اس شخص نے چلائی تھی جو تھوڑی دیر پہلے میرا معاون بنا تھا۔

بہر طور مجھ میں نہیں آتا تھا کہ میرا وہ معاون کون ہے جو اس وقت میری مدد کر رہا ہے۔ ذہن جوتی کی طرف ہی جا رہا تھا لیکن ہے جوتی بھی اس صورت حال کا اندازہ لگا کر باہر نکل آئی ہو۔ بہر طور میں آہستہ آہستہ اپنی پوزیشن تبدیل کرتا رہتا تاکہ کسی ایک جگہ مجھے گھیر کر ناماںا جاسکے۔

ساتھ ساتھ ہی میں اپنے اس ناپید ہونے کے بارے میں سوچ رہا تھا جو بے چارہ میری وجہ سے مصیبتوں کا شکار تھا اگر وہ جوتی ہی تھی تو اس وقت اسے میری مدد کی محنت ضرورت تھی۔

میں جھاڑیوں کی آڑ سے کراٹے بڑھتا رہا، اندازہ لگا رہا تھا کہ اب میسٹر و شمن مجھے کسی طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ایک بار دل ہی دل میں، میں مسکرایا بھی تھا۔ اسی خیال کے تحت کہ تروکانا یا وہ شخص جو براج کے نام سے کہا گیا تھا میرا جائزہ لینا چاہتا تھا یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میں ان کے ساتھ دھوکا کر رہا ہوں یا پھر میں ان کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ یہ تجربہ انہیں خاصا ہتھیار تھا اور اس کے نتیجے میں مجھے اب تک کتنے آدمیوں کے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ اور اب وہ میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ صورت حال ایسی نہیں ہے کہ میں کسی جگہ ٹکوں بلکہ شاید ان لوگوں کو یہ خطرہ ہوگا کہ میں یہاں سے نکل سکتا ہوں اور اس وجہ سے وہ لوگ میری تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔

میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا رہا اظہار میں اپنے اس پاس

آدھوں کو دوڑتے ہوئے محسوس کرنا تھا اور میں جانتا تھا کہ میری مسیبت میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ مجھ میں نہیں آتا تھا کہ کتنے آدمی جھگڑوں میں دوڑ رہے ہیں۔

پہلے تو ایک جگہ ٹوک کر میں نے صورت حال کا جائزہ لیا اور یہ حال ایسا ہی تھا جیسا کہ میں نے دیکھا تھا۔ ایک بڑا بڑا آدمی اور لوگوں کو کم ہوجانا چاہیے کم از کم کچھ دیکھ کر کہنے کے بعد ہی اس کے ہاتھوں لگنا زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ میں نے وہیں ٹوک کر انتظار کرنا رہا۔ اور پھر دو سائے میرے سامنے سے گزرے تو میں نے ان دونوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیا ایک بار پھر جھگڑے کی تھی مجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ لوگ کہاں کہاں ہیں۔ ہاں اب تو گولیاں پلٹنے لگی تھیں۔ دو فٹا میں نے اپنے قریب ہی ایک جینسی سٹی اور میرا ذہن جمع کر کے دیکھا۔ یہ یہ جینج جولی کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی میں اس طرف دوڑا اور چند لمحات کے بعد اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں مجھے جینج کی آواز سنائی دی تھی۔

ریت کے ایک ٹیلے کے قریب ہی جولی گمشدوں کے بل جھگی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے میں سوراخ ہو گیا تھا اور خون نکل نکل کر زمین پر جمع ہو رہا تھا۔ میں نے جولی کے شلے پہ ہاتھ رکھا اور دو دھبے لپٹے میں لولا۔

”واہ جولی۔ تم... تم...“

”میری زندگی کا مقصد لورا ہو گیا نواز مسخ۔ کچھ دیکھ مقصد تو لکھنا ہی چاہیے تھا، اس زندگی کا کیا اس نے کہا۔“
”اودہ جولی۔ جولی تم جلدی کر گئیں۔ جلدی کر گئیں تم۔ نہیں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیے تھی۔“ میں نے کہا۔ اور اس وقت کچھ اور گولیاں سنسنائی ہوئی میری طرف آئیں اور میرے کان کے قریب سے گزر گئی تھیں، لیکن جولی ان کا شکار ہو گئی وہ ہرگز نیچے گری اور پھر خاموش ہو گئی۔

اب فائرنگ بھی بند ہو گئی تھی البتہ دوڑتے قدموں کی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔ جولی دم توڑ چلی تھی۔ میں نے اس کا حشر دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات میں اس کے پاس بیٹھا رہا مگر اسے ہونے چند واقعات میری نگاہوں میں گزرتے گزرتے آدھوں میں دانت کچکچاتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے ٹیلے کی ادا سے جہاں تک رو بیٹھا ایک شخص تیزی سے اس طرف دوڑتا ہوا ہوا آ رہا تھا چند قدم آنے کے بعد وہ بڑی طرح صحت پھیلا کر چھینے لگا۔ فاصلے اور تیز ہواؤں کی وجہ سے میں اس کی آواز تو سن رہا تھا لیکن اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور اس کے نکل آیا۔ میری کچھ

میں نہیں آیا کہ وہ جینج کیوں رہا ہے، لیکن دفعتاً اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ اس کے الفاظ کو میں سمجھ نہ سکا تھا لیکن اندازہ میں لگ گیا کہ وہ ہر قیمت پر مجھے کم کر دینا چاہتا ہے چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی جارحہ کار نہیں تھا کہ میں ڈر کر دوادوں۔ میں نے اسے زور میں لے کر ٹریگر دیا اور دو دھماکے کے بعد ایک دل دوز پنج سنائی دی اور وہ اٹھ گیا نیچے گر گیا اس کا جسم چند لمحوں تک تڑپتا رہا اور پھر وہ حس و حرکت ہو گیا۔

میں اب ان لوگوں کو چھوڑ کر وہاں سے آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ جہاں ان کی سائی جگہ تک نہ ہو سکے اور دفعتاً میرے ذہن میں ان دشتیوں کے علاقے کا خیال آیا جو ایک بارم جولی کی دسالت سے دیکھ چکا تھا اگر میں اس طرف نکل جاؤں اور دشتیوں سے محفوظ رہوں تو شاید ترلوکا یا اس کا دربار راست یہ مدد حاصل میری گرد جی نہیں پاسکے گا میں تو جولی پر تک یہ سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے یہ جگہ چھوڑ دی۔ کافی تک میں آگے بڑھتا رہا۔ اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کون ریح اختیار کروں۔

لیکن پھر میرے کانوں میں سمندر کی لہروں کی آواز آئی لہریں شور مچا رہی تھیں اور اس آواز سے اندازہ ہو رہا تھا ساحل قریب ہے۔ کیا کروں۔ کیا نہ کروں۔ کوئی بات سمجھ کر نہیں آتی تھی اگر میں کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں تو ترلوکا کے منہ پر ایک شدید چھپرہ پڑے گا۔ آتا بڑا چھپرہ کہہ کر کی آواز سے اب تک اپنے ذہن میں محفوظ کرتا رہے گا۔ کافی دیر تک میں یہی سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے اپنا ریح تبدیل کر دیا۔ دو دھرتے دل کے ساتھ میں آگے بڑھتا رہا اور متوڑی دیر کے بعد سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ جب میں سمندر کے بالکل نزدیک پہنچا تو دھت میں نے اپنے کسی سائے کو اپنے سامنے کھڑا ہوا پایا۔ ایک سائے کے نیچے اچھل پڑا تھا۔ میں نے سپتوں کا ریح اس کی طرف کیا اور ادا کر دیا۔

لیکن مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے گولی اس کے جہے پار ہو کر دوسری طرف نکل گئی ہو۔ دو ما اور تیسرا فائر کرنے کے بعد میرا سپتوں خالی ہو گیا۔ اور اب میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میں نے اس شخص کے جہے پر تڑپ لیا وہ ہندو جولی ہی نظر آتا تھا۔ اوپر کی جیم تنگ دھڑک لگے

بی بی چوڑا ہوا، لمبے لمبے بال جٹاؤں کی صورت کچھ سے ہوئے، ہاں پر صوفی، وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں بڑول نہیں تھا اور نہ ہی مجھے اپنی موت کا خوف ہوس ہوا، لیکن اس شخص کو دیکھ کر مجھے اپنے یوں میرے ذہن میں سرایت ہوئی تھی اور بدن کے رنگے ڈھکڑے ہوتے آ رہے تھے۔ اس کی آواز ابھری۔

”نواز مسخ۔ میں تمہاری ہمت کو داد دے بغیر نہیں رہتا،“ میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور اس کے رہے سے اس کی حیثیت کا اندازہ لگانے لگا۔
”تم نے مجھے اب دھوکا دیا ہے کہ شاید کسی اور نے نہ دیا ہو۔“
”لیکن تم نے نفرت تھا تک رہی تھی۔ پھر وہ لولا۔“
”لیکن شاید تم بھول گئے کہ ترلوکا تمہارے بس کی چیز نہیں ہے۔ کتنی بار اسے آزمایا ہے۔ کتنی بار اسے آزمایا ہے اور مسخ ت ترلوکا کے قدموں ہی میں ہے۔ اس کے بغیر تمہارے لیے ہر نعمت نہیں۔“
”تم ترلوکا ہو۔؟“ میں نے سوال کیا اور جواب میں وہ آہستہ

ہنس پڑا، ایک تحارت آئینہ سی۔
”میں ترلوکا کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں۔ میں یہ وہ جان ہوں۔“

”اگر تم اس کے قدموں کی خاک نہیں بوز پھر ہو گیا۔“
”بس اس کا ایک غلام ایک خادم۔ بس کے پڑوں اٹال مانے جو مذہب کی ہے وہ تمہاری نگرانی ہے۔“
”ادم یہ بھی جانتے ہو گئے ترلوکا کے خادم۔ ترلوکا کے غلام ایک بار میری زد میں آکر موت کے منہ میں آئے آئے مجھے ہے۔“
”ہاں۔ بعض اوقات کوئی جیوٹا سا دم بھی ہمت جڑا کام جانتے ترلوکا نے مجھے اس کا ہند کر کیا تھا لیکن تم نے دیکھا کہ تمہاری سنائی سے تمہارے ہاتھوں سے میری جیم تنگ آتے تھے تھے ہاں اس کو غلغلی میں تبدیل نہ کر کے بلکہ بعد میں وہی تمہاری ست بن گئی۔“

”قریب تم یہ بتاؤ کہ تم کی چاہتے ہو؟“ میں نے سوال کیا۔
”واپس چلو۔ ترلوکا اپنے بدترین دشمنوں کو زندہ رکھنا چاہتا ہے جو تک نہیں سے اس کی شناخت ہوتی ہے اگر تم مر گئے ترلوکا کو دکھ ہوگا جو تک نظر ناک دشمن کی ہوتے ہیں اور پھر وہ دل نظر ناک دشمن تسلیم کر لیا گیا ہے۔“
”جو تک موت کرو۔ میں تم لوگوں سے لہجی طرح واقف

ہوں۔ میں تمہاری بات نہیں مانتا۔“
”میں نواز مسخ اس کے بعد تمہارے لیے صرف موت رہ جاتی ہے اور موت تم سے زیادہ ڈر نہیں ہے۔“

”کچھ بھی ہو میں ترلوکا کے ساتھ تمہارا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔“
”میری آنکھوں میں دیکھو۔ اسے مانتا بڑے کام اسے مان لو گے۔“ میں نے بیدھ راج کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک تیز چمک اس کی آنکھوں سے نکل کر میرے ذہن کی طرف بڑھ رہی ہے۔ میں نے صورت حال کا اندازہ لگایا اور دوسرے لمحے میرا لہجہ نیچے جھکا اور میں نے اپنی ران میں اپنی زور کی چمکی کی کمر سے حق سے جینج کی آواز نکلنے لپکتے رہ گئی۔

ایک دم سے مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرا ذہن اس کے اثر سے آزاد ہو گیا ہوا لیکن میں اس تکلیف کو بردہار رکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے پوری قوت سے ایک بار پھر اپنے جیم کو نچا اور میری حالت خیر ہونے لگی وہ میری آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن میں اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ تباہی اس نے کہا۔

”ترلوکا کی خدمت میں ہی نجات ہے وہ اس سنا کر کا ہنس دہنہ ہے تم۔ تم اس کی رہبری قبول کر لو۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ آنکھیں بھیجی ہوئی تھیں اندازاً ایسا تھا جیسے اس کے ٹرانس میں آ گیا ہوں لیکن میں نے یہ بات دیکھ لی تھی کہ وہ اس وقت جس چٹان پر کھڑا ہوا ہے وہ سمندر سے خامی بلند ہے اور اس کے کنارے پر کھڑے ہوئے بیدھ راج کو گرد دیکھا دے دیا جائے تو اسے اپنا بدن سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”بھاری بھاری بیدھ بھاری۔ میں آپ کے چرنوں کی وصول ہوں۔ میں ترلوکا کے چرنوں کی وصول ہوں۔ مجھے آٹھ بار دیکھیے۔“
میں جھکا اور دوسرے لمحے میری لنگر پوری قوت سے بیدھ راج کے سپٹ پر پڑی۔

میرا اندازہ درست تھا۔ بیدھ راج اپنا توازن نہ سنبھال سکے، لیکن مگر مارنے کے بعد خود میرے لیے سنبھال بھی مشکل تھا چنانچہ ہم دونوں ہی اس بلند بالا چٹان سے نیچے گرنے لگے۔ جہاں خوف ناک سمندر جھاڑیں مار رہا تھا۔
بیدھ راج کا پتہ نہیں کیا حشر ہوا میرا ایک نوکیلی چٹان

کیا کروں، مجھے کیا کرنا چاہئے، یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ خاندان کون ہے اور اس کے مسائل کیا ہیں اگر تو خود کو اس خاندان میں ضم کرنے کی کوشش کروں تو ممکن ہے۔ وقتی طور پر کچھ کامیابیاں فراہم ہو جائیں اور میں اپنے لیے کوئی بہتر ذمہ سنبھال سکوں تو کچھ سے بچھا چھوٹے کا تصور بڑا عجیب سا لگتا تھا، اس سے تو میں محسوس تھا جیسے میرے گرد انسانوں کے جھوم لگا رکھے ہوں، جہاں کہیں جاتا، جس جگہ جاتا، وہ کسی نہ کسی طرح مجھ تک پہنچ جاتا، ایسا لگتا تھا، جیسے اس کی روحانی آنکھیں مسلسل میرا جائزہ لیتی رہی ہوں اور ان آنکھوں سے جھٹکارہ پانا یہ حد مشکل تھا۔

مجھے اپنے اطراف میں چاروں طرف آنکھیں ہی آنکھیں محسوس ہوتی تھیں اور اب میں ان آنکھوں سے بچھا چھٹا جاتا تھا۔ زہری کا تصور تو اب میرے دل میں ایک سبک کن گمراہی اور مجھے یوں کوس ہوتا تھا جیسے زندگی میں وہ مجھے کبھی نہیں ملے گی۔ ہاں اگر یہ یقین ہو جاتا کہ وہ مر چکی ہے تو بڑی خوشی سے موت کو گلے لگا لیتا تاکہ دوسری دنیا میں اس سے ملاقات کر سکوں۔

لیکن دل کے گوشوں میں یہ احساس بھی جاگ رہی تھا کہ وہ زندہ ہے اور پھر ترو لگانے مرتے ہوتے یہ اشارہ بھی دیا تھا، لیکن اس کم بخت کا کیا حیرت دہم، پتہ نہیں اس نے کون سی بات کہہ کر کہی تھی اور کون سی تھوڑے، بہر طور یہ تمام باتیں سوچنے کے لیے تھیں اور ان کا کوئی حل میرے پاس نہیں تھا۔

موجودہ صورت حال تو دوسری تھی۔ اس خاندان کو مطمئن کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہئے، کیا میں اس بات کا اعتراف کروں کہ میرا ہی نام کا کاشی ہے اور اگر یہ اعتراف کروں تو مجھے اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، تھوڑی دیر تک غور غوض کرنے کے بعد میں نے ہی سوچا کہ ان کی بات مان لینی چاہئے، لیکن اپنے آپ کو ان حالات میں ضم کرنا ذرا مشکل ہی ہے۔ تم زخم اس وقت تک جب تک کہ صورت حال کا صحیح طور سے اندازہ نہ ہو جائے اور اس بات کا پتہ نہ چل جائے کہ قصہ کیا ہے۔

بہر طور ان باتوں پر غور کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اب مجھے ہوش میں آ جانا چاہیے۔ چاروں طرف چٹھیا چٹھیا پھیل چکا تھا، دور کہیں سے مندروں کی گھنٹیاں بکنے کی آواز کی سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول دیں اور پھر ایک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا۔

وہ سب میرے ارد گرد جمع تھے، تھوڑی دیر تک میں

دہنے باہر مہمانے کے بیٹے سے نہیں مل سکے گا کاشی۔ یہ ہے بابا۔ کہاں گم ہو گئے تھے تم۔ کیا ہو گیا تھا کچھ تو بتاؤ۔ تو میں تیرے لیے۔

میں خاموشی سے بڑھے کو دیکھتا رہا۔ بوڑھے کے چہرے پر ہلکے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ سب ہی کی کیفیتیں عجیب سی بن چکیں۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔

وہ بھگانا۔ ہے بھگانا تیری بیانیاری ہے! اس کے بعد نے مجھے اپنے بیٹے سے پہنچ لیا۔ چہرہ عورت بولی۔ ہالالہ۔ اب اسے آرام کرنے دو۔ دیکھا کہ بڑا گہرے آرام

ذرا اور۔ تو سن۔ پر ماوا۔ پر ماوا۔ جا جلدی سے گرم ہے۔ آ۔ میرا بیٹا دو دھ پینے گا۔ ایک جوان لڑکی باہر نکل گئی۔ فوری دیکھ ایک بڑا گلاس لیے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ گلاس میرے ہاتھوں سے لگا ہوا گیا۔ بھونک رہی تھی۔

یہ اس وقت اس غذا کو قیمت جانا اور گلاس پینے کے اپنی جگہ لیٹ گیا۔

بوڑھی عورت اپنی ساڑھی کے پلو سے میری پریشانی پر لگا ساٹھ کر کے یاد دہانے کے لیے اس ساٹھ میں کہ لا پھیں تو خود ایک دوسرے سے جڑ گئیں۔ شاید میں گہری ہو گیا تھا۔

چہرہ نہیں یہ نیند تھی یا گہری بے ہوشی، کیونکہ ان حالات میں

جی جا پا کہ اس کے بعد کی بقیہ زندگی اس پر سکون آؤں گا۔ جانے اس نے مجھے کاشی کہا کہ لپٹا ہوا تھا اس سے کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہے اور اپنا کاشی مجھ میں سے پتہ نہیں کیوں اسے یہ احساس ہوا تھا۔ مجھ نہیں پڑا ہوا تھا لیکن قسمت کی قسم ظاہری پر حیران مزاج زندگی کسی قدر دھوکے باز ہوتی ہے۔ انسان کو کیسے کہہ دیتی ہے اور انسان کتنی معصومیت اور بے بسی سے یہ فائدہ کھا رہتا ہے۔ میری زندگی میں یہ شمار موزا کے تھے۔ کیا کچھ ملا تھا مجھے، آنا کچھ تھا کہ اب تو ان کرداروں کے نام ہی رہے تھے جو مجھ میں آکر ضم ہوتے تھے لیکن ایسا کردار ایسا ہی ہی زندگی میں کسی نہیں آیا تھا۔ میرا ذہن تھیلے کا ہاتھ تھا میں، میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں اس آواز سے جلا نہیں ہونا چاہتا تھا یہ میری ایک اسی تڑپ ہی تھی جسے میں فریب اور دھوکے سے ہی جاری رکھنا چاہتا تھا۔ لینے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اپنی مرضی سے اس آغوش کو چھوڑ دیاں تھوڑے آگے کچھ کاشی لایا ہوں دیکھنا تو دوسری بات ہے۔ کچھ لوگ۔ دوڑتے ہوئے اندر آگے میری نگاہیں

جائزہ ہوں سے پار ہی تھیں کیونکہ معصومیت نے اپنا سر میرے میں چھپا یا ہوا تھا۔ زخمی دل پرانے زخموں سے تڑپ رہا تھا سہارا ملا اور وہ بھی مال کے روپ میں۔ تو مجھے یہ احساس بھی اسی زمین کا انسان ہوں۔ پتہ نہیں یہ لوگ کب مجھے اپنا سے جلا کریں گے زندگی کی یہ تڑپ ہمیشہ ہی دل میں باقی رہے گی۔ میں نے آہستہ سے اس معصومیت کے بدلے سے اپنے آپ کا کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سمندر نظر آ رہے تھے۔

رخساروں پر موتوں کی نظریں بہ رہی تھیں۔

کاشی۔ میرے کاشی، بھرائی ہوئی آواز میرے با

انگڑی اور میں نے ڈھڑائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

ماں، میں نے قیام ہوتے ہوئے کہا اور ایک اس نے میری گردن میں اپنی ہاتھیں ڈال دیں۔ آنے والے ہیں سے ایک معترض تھا جو خاصا پر رعب نظر آ رہا تھا۔

ہی معلوم ہوتا تھا۔

کچھ اور لوگ بھی تھے جن میں دو نوجوان اور دو بزرگ، تھیں کچھ افراد تھے۔ جن میں سے ایک ایک کے ہونے معصومیت نے میری طرف دیکھ کر ڈھیر عمر شخص کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

سے نکلا اور دوسرے نے میری آنکھوں کے گرد تاریکی چھائی۔ سمندر کی لہریں میرے بدن سے گھومتی ہوئی مجھے کہاں سے کہاں لے آئیں مجھے کتنا وقت گزرا۔ ہوش آیا تو مجھے گردے شمار لڑکیاں پسلی ہوئی منبائی دی تھیں میرے، سر پر بڑی ہندی ہڈی تھی اور میں کسی نرم تیز ہریٹھ ہوا تھا۔

اجناس ہوا ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نہیں تھے بلکہ آزاد تھے۔ بے یقینی کے انداز میں میں اور حوا ڈھکڑوں گھمانے لگا تب میری نگاہ ایک دروازے پر جم گئی۔

خاص مشرقی انداز کی عورت تھی۔ سفید رنگ کی ساڑھی میں ملبوس، مانگ میں بندھو ہوا چہرہ نہایت سادہ اور پاکیزہ مگر تیز بہا پینا نہیں پچاس سال کے درمیان ہو گی۔ وہ مجھ سے تھوڑے خاصے پریشانی ہوئی تھی مجھے آنکھیں کھولنے دیکھ کر دواڑ وار اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک آئی۔

کاشی۔ میرے کاشی۔ ہوش میں آ گیا۔ ارے سنتے ہوا لاہ۔ جی۔ میرا کاشی ہوش میں آ گیا لاہ۔ ارے کہاں مر گئے تم سب جلدی آؤ جلدی آؤ۔ کاشی کو ہوش آ گیا کاشی وہ چہنچہ گئی اور اس نے میرا سراپے تنگ لگایا۔

مانتا کا ایک ہی روپ ہونا ہے صرف ایک ہی روپ اور ماننا بھرے بیٹے کا لمس ہر جگہ کیاں ہوتا ہے۔ یہ لمس شاد بہر بھی پہچان میں ملا ہو لیکن اس کے بعد بھی اس کا اندازہ نہیں رہا تھا۔ اس لمس نے میرے دل میں ان گھنٹے بے یقینیاں جھگا دیں۔ میرے رخساروں پر اس معصومیت کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اور اس کی سسکیاں مجھے بے چین کر رہی تھیں۔ مجھے کیوں میری جیتی ہوئی آنکھوں کی کورس بھی بیگ لگیں اور طول ہونے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری جن اور پیش میری آنکھوں کے راستے باہر نکل رہی ہے۔

میرے دل کی گہرائیوں میں ایک نئی ہی اٹھ رہی ایک عجیب سی کیفیت میرے سینے میں پیدا ہوئی۔ معصومیت کی آنکھوں کا سیل رواں میری آنکھوں کو بھوکھا ہوا تھا اور میرے دل میں میٹھی میٹھی کسک سی ہو رہی تھی ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سرنے کا ٹکڑے کے تھوڑے تھوڑے ٹکڑے ہوں اور میری چوٹی کی تھوڑی سی جھونپڑی میں میری ماں میرا سر اپنی آغوش میں لیے بیٹھی ہو۔ دریا کے سونڈے سونڈے ہوا پانی کی ہلکی ہلکی آواز ان آنسوؤں میں رچی ہوئی ہوا اور مجھے سکون بخش رہی ہو۔

مانتا بھری آغوش میں مجھے جو سکون محسوس ہوا میرا

اس بات کا تو اتنا مزہ ہوگا تھا کہ اس کی وجہ میں نہیں ہوں۔ کھانے پینے کی اشتہار ان نگہوں کے پاس موجود نہیں تھی۔ یونہی چوڑو ڈبیا تھا بہتہ نہیں رہا۔ غنت سا دو صولار رام ہمارے کیا چاہتے تھے اور انھوں نے میرے پرے خاندان کو کیوں اس طرح بنا دیا کہ وہ باغیاں میرا لکھانے بیٹے کی چیزوں میں سے پائی تھیں کیا اور باہر ایک پستیل کی گڑھی میں سے کراس کے پاس لپٹا گیا۔ پھر میں نے بدما کے چہرے پر ہانی کے چھینٹے دیکھے اور آہستہ آہستہ وہ ہوش میں آئی تھی۔ میں نے اس کا سراہی آغوش میں رکھ لیا تھا۔ بدما نے اپنی جڑی بڑی حسین آنکھیں میری آغوش میں کھولیں۔ اور اندر صول کی طرح میرے چہرے کو گھورتی رہی۔ جاگتا اس کا ذہن اس کا ساتھ دینے سے رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی ذہنی قوتیں واپس آئیں تو اس کے چہرے پر عجب ہی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

وہ ایک دم ہر شے اٹھی اس نے میرے گہراں کو دلوں ہاتھوں سے ہڑتایا اور اس کے دانت بچھنے لگے۔

”بدما۔ بدما۔ تم میں۔ میں کاشی ہوں۔ ہوش میں آؤ بدما ہوش میں آؤ میں کاشی ہوں۔ وہ جڑی طرح اپنی سچی میں میرے گہراں کو چھینے لگی تھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کی حالت اعتدال برآتی تھی۔ دو دوسرے لمحے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان اُمڈ پڑا۔ وہ سسک سسک کر روئے گی، اس نے اپنا چہرہ میرے سینے میں چھپایا۔ لے بیٹے چاہا بال میرے بدن پر چھکے گئے، میں نے اسے سینے میں چھین لیا۔

یہ ایک لمبی سی لیکچر تھی جو مٹی میں کسی کے گھٹسکے کی طرح بن چکی اور یہ لیکچر دختوں کے جھنڈے میں جا کر غائب ہو جاتی تھی، میں نے اس لیکچر بخون کے دیکھے بھی پرے ہونے لگے۔ اور میرا یہ ذہن میں بھال اُبھرا کہ ممکن ہے بدما بہاں سے گھسٹی ہوئی دختوں کے اس جھنڈے کی جانب مٹی کو اپنی جان بچانے کے لیے چلنا چڑھیں آہستہ آہستہ اس لیکچر کے سہارے جھنڈے کی جانب بیٹھنے لگا۔

جب میں جھنڈے میں پہنچا تو مجھے دختوں اور گھاس کے درمیان ایک پاؤں یا ہانڈی نظر آیا، گورسا لٹھا جو ہر نہ پاؤں لیتا یا بدما ہی تھی۔ میں نے اختیار اندر گھس گیا اور پھر میں نے اس کے بدن کو چمکا کر لپی آغوش میں لے لیا۔ وہ لپے ہوئی تھی گئی اس کی ہڈیوں میں لگی تھی اور خون کی وجہ اس کے ہر تھکی باقی تھکے صحت مند تھا گو باہر اس پر بدعیب خاندان کی واحد زلی تھی جو دنیا کے غم اٹھانے کے لیے زندہ بچا گیا تھی۔

اس کا جو ان بدن اپنی آغوش میں لینے ہوئے میرے سینے میں کوئی سسکی جذب نہیں اُبھرا تھا، حالانکہ وہ بے حد حسین تھی اور اس سے قبل بھی میں نے اس کی طرف دیکھ کر ہی سوچا تھا کہ یہ لڑکی بلاشبہ ہزاروں میں ایک ہے۔ لیکن اس وقت برسے دل میں اس لڑکی کے لیے صرف محبت اور غصہ خداوندی نے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

میں نے اس کے بال صاف کیے، پشینیانے سے نئی جھاڑی لاس کے پاؤں کے زخم کی جانب توجہ ہو گیا۔ میں نے اسے زخموں کے جھنڈے باہر نکال لیا تھا، گولی ہڈیوں کا گوشت جھاڑی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ زخم سے خون کافی بہ چکا تھا، صرف کمزوری تھی اور نہ اور کوئی بات نہیں تھی۔ اس کی سانس مناسب چل رہی تھی۔ میں نے اُدھر آدھڑ چھپا لیکچر کے لباس سے ایک پتی جھاڑو اس کی ہڈیوں کے زخم پر لادی، خون بہنا تو دیکھے ہی بند ہو گیا تھا، کیونکہ خون خود زخم لڑکھن چکا تھا اور اس نے سخت ہو کر ندر سے نکلنے والے پتھون کو روک دیا تھا۔

میں نے اس طرف سے دیکھا۔ مندر دور نکلے اور یہ بچک لبتنا سنسان تھی اور چونکہ ساحل کے قریب تھی اس لیے اس طرف لڑکے کے شوٹ کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی پھر لڑکھن اس لڑکی کے لیے کیا بندوبست کروں میری کچھ مانتا رہا تھا کہ اس خاندان کی سہرا عیبت نازل ہوئی ہے۔

سپر برسے مالا تھا۔ میں نے فضائیاں ہاتھ پاؤں مار کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن نہ سنبھال سکا نہ تھکا نہ میرا دل میں چھپتی تھی کیونکہ میرے ہوش بے ہوش تھا اور میری زخمی ہونے کی حالت میری ہی اس لیے قورای تھی جیسے ہوش ہونے کی حالت نہیں ہوتی۔

بہر طور مجھے اب تک ہوش رہا۔ اس کے بعد پھر ہوش آگیا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ میرا ذہن میرا ساتھ نہیں چلا رہا تھا۔ مجھے اب تک میں اسی طرح لپٹا رہا اور اس کے بعد میری ذہنی قوتیں آہستہ آہستہ میدان ہونے لگیں۔

آسمان کی دستوں میں برسندے برسندے برسندے برسندے فخر پر غم سے بے نیاز تھی، جن کی آذان میں کوئی گزری نہیں تھی۔ یہ مضمون پر بندے جو دنیا پر عجیب حالت کی زندگی لے کر آئے ہیں اور اس کے بعد موت کی آغوش میں جا سوتے ہیں کہ اتنا آزاد اور بے فکریں، انسان اس زمین پر سب سے مجبور و محروم ہے، لیکن اس کی ذات کے لیے تھی اُن جھنڈے میں عیبتیں تھیں کر دی گئی ہیں، کاش میں ایک چھوٹا سا تختہ سا پر بندہ ہوتا۔ ”ذہن انہی سوچوں میں گم رہا اور زخمی دیر لڑنے لگے کہ برسے واقعات یاد آئے جہیں باؤں کے میں چونک کر اُدھر سر میں تری زندگی جھکا کر لیا تھا، حالات ایسے تھے کہ کئی گنا میں نے اُدھر کھڑا طرف کے ماحول کو دیکھا اور میری آنکھیں خوف و ہمت سے جھپک جھپک میرے اور گولہ لاشیں پھری، جہیں لیلادونی کی لاش، سلام ہمارے کی لاش اور ان دو لڑکوں کی لاشیں، قریب ہی ان میں سے ایک لڑکی کی لاش پڑی تھی۔

جس خاندان کی دولت کیوں میں سے ایک تھی۔ اطراف نکاہیں گھا کر میں نے دوسری لڑکی کو تلاش کیا۔ شاید وہ جس نام بدما سے کر پکارا گیا لیکن وہ مجھے نظر نہ آئی۔ یہ معلوم خاندان یہ بدعیب خاندان اچھی چند لخت تھیں ہی تو مجھے سے دستا ہوا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کس طرح اپنے آپ کو ان سے چھپاؤں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ خود ہی میری نگاہوں سے رو پھوٹ ہو گئے تھے۔

دوسری لڑکی کی لاش، میں نے اُدھر اُدھر نکاہیں لڑکی اور میرے ذہن میں ممتا پر خیال اُبھرا کہ کہیں وہ کمرہ میں آئے اٹھا کرنے گئے ہوں اپنی حالت خود ہی خراب تھی وقت جذبہ انتقام یا جذبہ ہوش کام نہیں دے سکتا تھا میں نے ہوش و حواس کو سنبھال کر اس کی تلاش شروع کر دی اور وہ مجھے زمین پر کوئی چیز نظر آئی۔

میرا خون بھول اٹھا تھا لیکن صورت حال ایسی تھی کہ میں کوئی فوری قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ابھی تک تو میرے ذہن میں ہی خیال تھا کہ ممکن ہے ہر لڑکا اور لڑکی کے سامنے، میرے لیے یہاں پہنچے ہوں لیکن اب تزلزل سے بے خبر ہونا تھا کہ لڑکا اور لڑکی کے ہوش کی حالت کا شکار تھا، میری آنکھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیوں کیوں لیلادونی چھپکھانے کے بعد لیلادونی والے کی جانب بڑھی، انداز سے ہی محسوس ہونا تھا جیسے وہ ہونے کی ہر داہ کے لیکچر اس پر حرم کر دے گی، لیکن اس شخص نے چند قدم پیچھے ہٹ کر لوری قوت سے اپنا پاؤں لیلادونی کے پیٹ پر مارا۔ اور وہ ہلے رام کہہ کر پیٹنے لگے۔ وہ لکھتے سے تڑپ رہی تھی لیکن کمرہ بے ہوش ہوا اور اسے آگے بڑھ کر اپنا پاؤں لوری قوت سے اس کی پسلیوں پر رکھ دیا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دم ٹھنکے گا تھا، کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہا کروں، زندگی کی بازی لگا کر ان لوگوں پر توٹ پڑوں یا مصیبت سے کام لوں لیکن میں نے پیچھے ہٹنے کے بعد لڑکیوں نے سکون دے لینے دیا اور میں نے چھلنا تک نہ گادی۔ جب میں ریت پر گر کر لوری کو کہاں میرے اس پاس تھکا رہا اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ جن میں بھی سنا ہی دئی تھیں، یہ جہنم ان لڑکیوں اور ان کے ساتھ موجود لوگوں کی تھیں۔ میں رولا اور لے کر نزدیکی پہنچ گیا تھا، لیکن مجھے اٹھنے کی ہمت نہیں کی کیونکہ وہ شخص میرے انداز سے زیادہ چہرہ پشیمان تھا، اس کا پاؤں میرے پیٹ پر چھکا اور اس قوت سے اس نے اپنے جوتے کی آڑھی پر پیٹ پر کھالی کیوں کھل کر رہ گیا۔ بے چارہ طاقت ور آدمی تھا اور اس کے پاؤں کا زخم ناقابل برداشت تھا۔ لیکن اس دوران میں کچھ جھکا کر صورت حال بالکل تبدیل ہو گئی ہے بلقیسی طور پر چلی ہوئی کہ لڑکیوں نے ان لوگوں کو زخمی یا ہلاک کر دیا ہے، نتیجے سے کچھ فاصلے پر لیلادونی خون میں نہت تڑپ رہی تھی اس کے بدن میں کسی گویاں بیوست ہوئی تھیں اور اس بچھنی کیفیت طاری تھی۔

میں نے اس کے پاؤں کو چھو کر اپنے پیٹ پر سے مٹانے کی کوشش کی، اور پھر لوری اس کو شمشیر میں کاساب ہو گیا۔ میں نے اسے پوری طاقت سے گھما با اور وہ شخص گھوم گیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک باہر چھ پر گویاں برساتی گئی تھیں اب فخر یہ دلوانی طاری ہو گئی تھی اور میں بھول گیا تھا کہ میرے طرف میں کہا کچھ ہے، میں نے اٹھنے کی دلوانہ وار کوشش کی، لیکن دوسرے لمحے اچھا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا کسی نے داخل کاٹ میرے

شکوکت تھلا فوی کی دیکھ کر کتلا امینی کے مصلحیہ مصلا امینی

دیکھ کر کتلا امینی

کانیا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے قیمت ۱۲۰ روپے

شکوکت تھلا فوی کی دیکھ کر کتلا امینی

۱۰ روپے	۱۰ روپے
۱۰ روپے	۱۰ روپے
۱۵ روپے	۱۵ روپے

ذاک ترحیح کی کتاب ۳۴ روپے

سویا ناکت میں ساتھ منگوانے پر ذاک ترحیح ہوا کریں گے۔

”صبر کرو پدمیا صبر کرو، جو کچھ ہوا ہم اسے مثال نہیں دیتے تھے صبر کرو پدمیا صبر کرو“
 ”ہے رام سب مر گئے، سب مر گئے، ہے رام ہے رام۔“
 ”ہاں پدمیا ان بد اعمال سادھوؤں نے ہمارے پورے پرہیزگار کو ختم کر دیا مگر پدمیا انہیں ہمت سے کام لینا چاہیے نہیں ہمت سے کام لینا چاہیے۔“
 ”ہے رام۔ ہے رام۔ وہ روتی رہی اور دفعتاً میں نے

محسوس کیا کہ وہ روتے روتے ایک دم خاموش ہو گئی ہے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر نہیں، لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی دلوا چکی نظر آتی تھی۔ میرا اس نے اپنے آنسوؤں کی آہستہ سے اٹھ لیٹی۔ پاؤں کی پندلی تکی تکی تھی اس نے اندازہ ہونا تھا کہ وہ کھڑی بھی نہ ہو سکے گی لیکن دوسرے لمحے میں نے اسے تن کر کھڑے ہوتے دیکھا۔

”کاشی سب مر گئے، تم آ، اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا میرا ہراس نے لگا ہوا تھا کہ وہ پڑتی ہوئی لاشوں کو دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ ان کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے ان تمام لاشوں کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھے لہجے پھر کہتے ہوئی۔

”ہم ابھیس پجارت سے کاشی، ہم ابھیس پجارت سے“
 ”ہاں پدمیا بھراؤ جو دہری خوش ہے جو تم لوگوں کے دھیان پہنچتے ہی نہیں اس حادثے سے دوچار ہو نا پڑا۔“
 ”ہرہیں کاشی ایسی باتیں مت کرو، تم نہیں جانتے تم نہیں جانتے۔“

”کہا نہیں جانتا۔“
 ”یہ خاموشی ہو جاؤ کاشی ہمیں ان کا کرم کرنا ہے۔“
 ”تم صبر پدمیا۔“
 ”ہمیں کوئی بات نہیں، تم چلے جاؤ مندر جا کر زاری کو تڑاؤ کہ ہم پر بہتا پڑتی ہے، میں یہاں موجود ہوں۔ تم ہر کسی کا ہنا کر نہیں دو لوگوں کے گھر لیا تھا۔“

”تھریک ہے۔ میں نے پدمیا سے کہا اور اس کے کہنے کے مطابق وہی کچھ کہا اور چند ہی لمحات کے بعد ان لاشوں کے گرد ایک بڑے جتنے ہو گیا۔
 پولیس نے ان لاشوں کو تھوپل میں لینے کے بعد تمام کاڑھیاں کیں، ہندو دھرم کے مطابق ان لاشوں کا کرم کیا گیا اور بتہ نہیں کیا گیا ہنگامے ہوئے لیکن میں ان ہنگاموں سے متاثر نہیں تھا۔ میں نے خود کو وقت کے دھاروں پر چھوڑ دیا تھا رینٹھلوم

خاندان میری آنکھوں کے سامنے فنا ہو گیا تھا، ابھی تک مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ پدمیا سے میرا کیا رشتہ ہے، لیکن وہ کاشی کی سگی بہن تھی یا کوئی رشتے کی بہن، تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد پدمیا میرے ساتھ ساتھ واپس آئی تھی، میری آنکھیں ابھی تک نہیں بہتے تھے، جو باتوں کے لیے لگائی تھی۔ پدمیا کو لاشوں اور دریاں میں بھی تھی اس کی آنکھوں کے سونے خشک تھے اور اب اس کی آنکھوں میں ایک آگ سی چلتی محسوس کر رہا تھا۔
 وقتاً اس نے کہا۔

”کاشی کہا ہم اب بھی خاموش رہیں گے۔“
 ”میں نہیں سمجھا پدمیا۔“

”چاچا جی میرے سر پرست بھی تھے اور میرے باپ جی میرے مانتا تھا کہ وہ بہات کے بعد چاچا جی نے مجھے جس طرح پرورش کیا میں اسے کبھی نہیں بھول سکتی، شاید صورت حال اتنی ذہن سے باہر ہی نکل چکی ہے کاشی۔“

”ہاں پدمیا میں بہت کچھ بھول چکا ہوں، بس تم لوگوں کا چہرے مجھے یاد تھے، اس کے علاوہ مجھے یاد نہیں ہے، میں سنا آجیے ہوئے اندازہ میں کہا۔

”بڑی بہنا بڑی ہے، تم پر کہنے ہو کہ تمہیں اپنے گزیرے ہوئے واقعات یاد نہیں ہیں لیکن کاشی میں نہیں جانتا سچی بات کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے۔“
 ”پدمیا مجھے میری شخصیت سے روشناس کر دو میں اپنے آپ کو بھول چکا ہوں، میں خود کو یاد کرنے کی کوشش کرنا نہیں کیا یاد نہیں کر رہا تھا، میں نے کہا اور پدمیا خاموشی سے گہری سوس میں ڈوب گئی، کافی ہرگز وہ کچھ سوچتی رہی، میں اس کے ہر ہر چہرے سے مدد چند کونجی محسوس کر رہا تھا لیکن میں نے اسے پہچانے میں تو مارا پسند کرنا اور انتظار کرنا رہا کہ وہ خود ہی پھر اس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کر دیا۔

”اننا تو نہیں یاد ہو گا کاشی رام کہ تم لوگ درہلی میں رہتے تھے۔“
 ”ہاں۔ مجھے کچھ یاد ہے۔“
 ”میں جانتی ہوں کہ تم اپنی باپوں کے بچنے چڑھ گئے تھے۔ خود چاچا جی کا بھی یہی خیال تھا کہ تمہیں اپنی غلامی اور لہجے سے چاچا جی کے سینے میں چھرا گھونپا ہے۔“
 ”کون ہیں وہ۔“
 ”بھگوان جانے کون ہیں وہ پانی بہت تر کر دیا ہے ان کا۔ بھگوان جانے انہوں نے کہاں کہاں چکر چلا رکھا ہے۔ چاچا جی

کے بچے وہ بہت عرصے سے جسے بھونٹتے تھے میں نہیں جانتی کہ وہ کہا چاہتے تھے، یہ بھی نہیں یاد ہو گا کاشی کہ میرے مانتا پمانے کے بہت بڑی دولت چھوڑ گئے تھے، ہمارے لالہ رام سہائے بھی معمولی انسان، ہمیں تھے دولت کا ایک پڑا حصہ، انہیں بھی ملا تھا مگر میری وجہ سے باقی دولت بھی لالہ رام کی سگی بہن نے میری اپنی دولت میرے لیے بے خیال کر رکھی تھی اور مجھے اپنی پرتیا ہی کی طرح پروان چڑھایا تھا، تمہارے دو دوں بھائی کاشی رام مجھے بہن ہی کی طرح چاہتے تھے کبھی انہوں نے مجھے پر محسوس نہ ہونے دیا کہ میں کوئی دوسری شخصیت ہوں۔ پھر نہیں اظہار کر دیا کہ تم اپنا کاشی ہی غائب ہو گئے، اس کے بعد تم پر پرتہ نہیں کیا جیتی، میں جانتی ہوں کہ انہوں نے مجھیں شدید ڈوبی، ڈوبتے دیں ہوں گی۔ تمہارے سر کاظم بھی ہی بنا سکتے، ہم لوگ بھاری تلاش میں نکلے کہاں کہاں پھیرے، بڑی بڑی تیرتھ پاترا کیں منبتیں مابیں برٹھا رہیں تیرتھ نہیں جلاتا ہم یہاں بیٹھے اور تمہارے بارے میں یہاں منبتیں مابیں اور تم اپنا کاشی کے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا تمہارے سامنے ہے۔ مگر کاشی تمہارا کہا خیال ہے کہ ہمارے پرہیزگار کو ختم کرنے کے بعد ہمارے دن تمہارا بچھرا چھوڑ دیں گے۔“

”میں نہیں جانتا پدمیا کہ وہ لوگ کہاں کہیں گے میں تو یہی نہیں جانتا کہ وہ ہیں کون؟“

”کچھ یاد کرنے کی کوشش کرو تم نے کسی کو دیکھا، ہوم کہا اپنی کچھ یاد کر دے کہ تمہیں یاد آ جائے کاشی تو کچھ بچنے ڈرتوں سے پناہ دلے سکتے ہیں۔“

”ابھی مجھے کچھ یاد نہیں پدمیا لیکن میں جانتا ہوں کہ مجھے سب کچھ یاد آ جائے گا بھگوان نے ہم سے سب کچھ چھین لیا ہمارے مانتا پناہ چھین لیے، تمہیں لیا ہم سے، لیکن پدمیا۔“
 ”ہاں کاشی میں بھی تمہیں کہنا چاہتی تھی۔“
 ”کہا پدمیا۔“

”ہی کہ میں تمہیں ضرور میں مگر کہہ نہیں ہمارے میں اب حرف بدلے ڈرتوں سے بدلے۔“

”میں تمہارا ساتھ دوں گا پدمیا، مانتا ہی نے مجھے سینے سے لگایا تھا، تم لوگ کے بعد مجھے بول محسوس ہوا تھا، جیسے سارا سنساری مجھے مل گیا، ہوا لیکن میرا سنسار مجھ سے ایک بار چھین لیا ہوا وہیں اب اس کا جینے ہونے سنا کہ وہ دوبارہ نہیں ہاسوں گا لیکن میں اب ان لوگوں کو بھی جینا نہیں رہتے دوں گا، انہوں نے مجھے بڑے سنسار سے دو کر دیا ہے، میں نے کہا اور پدمیا کی آنکھوں سے شعلے نکلنے

”میں بھی یہی چاہتی ہوں کاشی ہم دونوں میں انتقام یہیں صرف انتقام۔“

”ہاں پدمیا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں مستقل طور پر کام بناتے رہے پدمیا نے مجھے پیش کی کہ میں اب وہی ہوں اور میں اس کے لیے تیار ہو گیا، یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے اپنے اطراف میں کچھ سے ہوئے ماحول کا بوری طرح سے اندازہ تھا، اور اب تک میں صرف جھٹکا ہی رہا ہوں اب یہ بات پائی نہیں تو پتہ چلتی تھی کہ میں ہندوستان آچکا ہوں۔

”کس طرح میں یہاں تک آیا، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، بس اتنی جتنی جس نے مجھے گھبرا کر ان علاقوں میں لا بھیجا تھا غور کرنا تو میری عجیب سی کیفیت کا نشانہ ہو جاتا تھا۔

پہرہ طواں تہرت ہمارے ہم دل کی جانب چل بڑھے۔ فرسٹ کلاس کہا ٹرٹھ میں پدمیا میرے ساتھ تھی حسین لڑکی اب پہلے سے کہیں زیادہ ٹھنڈے نظر آتی تھی، ہر چند کلاس کی آنکھوں میں خوف کی برصھا تھا، رقصان نظار آتی تھیں لیکن جب اس احساس سے لنگھی تو کافی ٹھنڈے مزاج ہوتی تھی فرسٹ کلاس کہا ٹرٹھ میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ مجھے علم تھا کہ وہ میرے تالیبا کی بیٹی ہے، یعنی میری وجہ جیت جی کاشی اس کے رشتے سے وہ میرے تالیبا کی بیٹی تھی ہے، پھر طواں کے دل میں میرے لیے کیا تھا اس کا مجھے ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا تھا، راستے میں ہم مختلف مومنوعات پر گھٹنگو کرتے رہے۔

”کہا کہ اس بات کو نظر انداز کر دو گے کاشی کہ اس خطرناک گروہ کے لوگ اس کے بعد ہمارا لہجہ چھوڑ دیں گے۔“
 ”ہمیں۔ میرا خیال ہے جس مقدمہ کے لیے انہوں نے ریب کچھ کیا ہے اسے پورا کیے بغیر وہ ہمارا لہجہ نہیں چھوڑیں گے۔“
 ”تو پھر نہیں کہا کرنا چاہیے۔“

”میرا خیال ہے پدمیا، اسے طوہرہ ان کے خلاف ایک غماز بنانے میں تم حالی پھلنے کے لیے مجھے اس کے سسلے میں کچھ اور نصیبات بناؤ گی۔“

”مجھے جتنا معلوم تھا میں نے تجھیں بتا دیا، ظاہر ہے چاچا جی کے معاملات میں میں بہت زیادہ دخل نہیں رکھتی تھی ہماری جاننا پڑا لاکھوں روپے کی ہے، بہت سے لوگوں سے ہماری نسل چوتی ہے مگر ہم کہاں کہتے ہیں برتاؤ۔“

”پدمیا میرے ذہن میں ایک تجربہ ہے، میں نے کہا۔
 ”وہ کہا۔“

”ہیں اصل حیثیت سے وہی نہیں پہنچا چاہیے“

”کاسلط ہے“

”مختار کو ہم تکسہ پہنچے ہیں آسانی ہوگی لیکن ہمیں کچھ ایسی کاروائی کرنا چاہیے کہ ہماری شکلیں تبدیل ہو جائیں“

”اگر تم ایسا کھتے ہو کاشی تو مزہ دلیا کرو“

”دلی بیچ کر ہم زہری کو بھی میں نہیں جاؤں گے بلکہ کسی بوتل میں قیام کریں گے اور وہاں آرام سے رہ کر ماحول کا جائزہ لیں گے۔ میں اس تنظیم کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جو ہمارے ماتا پتی کی موت کا سبب بنی ہے۔“

”ٹھیک ہے اب میں تمہارے ساتھ ہوں جس طرح میں چلے کرو۔“ پر دمانے خواب دیا۔

”میرن دہلی کے شاندار اسٹیشن پر پہنچنے کی اور ہم لوگ سنیے اترتے ہوئے عام مسافروں کی طرح ہول کار میں بیٹھا اور ایک شاندار ہوٹل میں رہنے ایک مہرہ حاصل کر لیا۔

”بنا سا مگر تمہارا جس میں ہم دوڑوں پہنچے گے۔ پر دمانے اور میں نے یہاں اپنے نام غلط لکھوائے تھے۔ یہاں پہنچنے کے بعد ہم سکون سے بیچھے اور سنبھل کے پروگراموں پر غور کرنے لگے۔ پر دمانے نے کہا کہ ہم دوہری شخصیت کرنا چاہتے ہیں اس لیے اسے کوئی جائزہ دے جب کہیں اندازہ ہو کہ ہمارے وطن ہم سے ناواقف ہوں گے میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

چنانچہ اس رات ہم تقریباً یکا رہ کر ہی کوئی میں داخل ہوئے بہت جا لیشان کو بھی سنی سنا تھے میں دینی ہوئی تھی اندر کی بستیاں بند تھیں باہر لیتے روٹی تھی اور لوگر دھرا دھرا جا رہے تھے۔ ایک موٹے پلینے قنات آدی نے ہمیں دیکھا اور دوڑتا ہوا وہ ہمارے پاس پہنچ گیا۔

”سے رام بتیا۔ ہے رام کاشی جی رہا ہو گیا کیا ہو گیا آپ مل گئے ہم نے سنا تھا کہ تم نے بھی کسی سنا کر لالہ کی اولاد لائی۔“ وہ دہلی مار مار کر رونے لگا تمام لوگوں نے رونا پھینا چا اور پھر دمانے اٹھیں ڈانٹا۔

”بس جتنا لکھا رام ہے آتا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے تمہارے کالوں تک پہنچ گیا اب اس میں کچھ کیا نہیں جا سکتا۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ ہم اندر پہنچ گئے۔

اندر پہنچنے کے بعد پر دمانے مجھے کوئی دکھائی تمام صورتحال سے آگاہ کیا کہ ہم دنسا و ہرات اور کاغذات اپنے جتنے ہیں کیوں کہ آہستہ سے ہوتی۔

”اب ہمیں خاموشی سے یہاں سے نکلنا چاہیے“

”لوگوں کو کچھ نہیں بتاؤ گی پر دمانے“

”بنا مناسب نہیں ہے ہمارے کاغذات دولت اور مال کو کے ہیں جو میرے علم میں تھے جھگول کا شکر ہے کہ ابھی ہمارے وطنوں کے ہاتھ نہیں گئے۔“

”مگر پر دمانے ان کی حفاظت کیسے کرو گی“

”اب میں کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں گے اور میرا ہتھ اپنا کام کریں گے۔ ابھی وہی گنگوڑا کی رہے تھے کہ وہ نئی نئی فون کی تختی بھی اور ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پر دمانے نے آگے بڑھ کر کئی فون اٹھا لیا تھا پھر وہ آہستہ سے ہولی۔

”ہیو۔“

”کون ہولی رہا ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ میں نے بھی پر دمانے کے کان سے کان ملا دیا۔

”پر دمانے ہولی رہی ہے۔“

”اوہ۔“ بیٹا تم بہتر تم اپنے ہٹلے دوست ساجن داس کو تو جانتی ہو گی۔“

”ساجن داس“

”ہاں بیٹا جڑا لیا پھر مل رہا تھا میرے اور تمہارے بتا ہی کے دو رہاں اور دیکھ لو اس چیز میں تمہارے بتا ہی مارے گئے۔“

”تو تم۔ تو تم ساجن داس۔ تم نے تمہارے تینا کو مارا ہے۔“

”نہ بتانا ہم کہاں مار سکتے ہیں۔ اصل میں تمہارے پتا بڑے غلط لوگوں کے جاں میں پھنس گئے تھے کہ تم کا معلوم نہیں ہوا کہ ساجن داس کہاں ہے ہم سورج گرنے کی تنظیم سے لعلق رکھتے ہیں سورج گرنے کے بارے میں اگر تم چاہو تو ہمیں تمہارے پتا کے کاغذات میں معلوم ہو جائے گا۔ جڑا لیا اور ہمارا ہے اپنا اور اس کے بیٹے میں تمہارے پتا کو اپنی جان سے ہاتھ دھوئے ہیں مگر تم ایک بات تمہارے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“

”کہا۔“ پر دمانے پوچھا۔

”یہ بتاؤ کیا تم نے جو سنا ہے سچ ہے۔“

”کہا سنا ہے تم نے۔“

”رام مہارے کا بیٹا کاشی رام تمہارے پاس جینا جاگتا پہنچ گیا ہے۔“

”اگر ایسا ہے تو۔“

”نہ ہی بتیاز ہی نہیں دھوکا ہو رہا ہے کاشی رام تو ہمارے ہاتھوں مارا جا چکا ہے ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس کے ٹوٹے کیسے اب پھر وہ جلا تمہارے پاس کیسے پہنچ گیا۔“

”اس کی ریح ہمارے پاس آئی ہے اور وہی روح

اب ہمیں موت کے گھاٹے آسانے گی ساجن داس“

”ارے رام۔ ساجن داس تو جڑا ہی بہتر ہماری آدی سے مارنا اتنا ساجن داس کا نہیں ہوگا لیکن تم نے لو اگر وہ جینا چاہتا تھا تو اسے ہاتھ نہیں دے پھر وہ وہ نہیں ہے جو تم بھڑکی ہو وہ کوئی اور ہی ہوگا۔“

”ہو گا نہیں کہا۔“

”بس بیٹا ہم تم سے ایک سو اکرنا چاہتے ہیں۔ زندگی بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے اور اگر تم اسے چاہنا چاہتی ہو تو خود کر لینا میں نہیں پھر کر لوں گا۔“

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا اور پر دمانے کی آنکھوں سے خوف جھلکے لگا۔

”آؤ کاشی ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ وہ ہولی میں جو اس کے کان سے کان لگتے ساری گفتگو میں رہا تھا اس لیے ساری آوازیں میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل دھکا کھٹا جیسے پر دمانے کی طرف سے بدگمان نہ ہو جائے لیکن یوں لگتا تھا جیسے پر دمانے کو ان تمام باتوں کا یقین نہ آیا ہو۔ ہم گھوڑا کے بعد ہم خاموشی سے وہاں سے نکل آئے اور پھر ایک گاڑی میں بیٹھ کر ہولی کی طرف چل پڑے۔ ہولی میں اپنے کمرے میں پہنچ کر دیمانے وہ سارے کاغذات کھول کر پتہ دیکھ کر خود اپنے چاہا جی کے سبب سے لائی تھی۔ ان کاغذات میں ہم ساجن داس کے بارے میں کوئی تفصیل تلاش کرنے لگے۔ کاغذات میں ہمیں ساجن داس اور سورج گرنے کی نامی تنظیم کے بارے میں ساری معلومات حاصل ہو گئیں تنظیم بہت وسیع پیمانے پر سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی اور اس کے کارڈس بڑے بڑے سیٹوں کو بیگ میں رکھے ان سے دولت سنبھارتے تھے۔ ساجن داس کا اور پر دمانے کا کوئی لکھا جھگڑا چنانچہ اب بات طے ہو گئی تھی کہ ان لوگوں کے قتل میں انہی تنظیم کا ہاتھ ہے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے خوشی کا احساس ہوا تھا کہ ہم نے اس وقت ترو لاکا کی نظر دے سنا کہ ہی محفوظ ہو گیا ہوں اور ایک بالکل نئے جھگڑے میں بڑھ کر ایک نئی حیثیت اختیار کر چکا ہوں اس کا کوئی فائدہ نہیں جانتے تو پھر شاید میں اپنے آپ کو بچھا کر ترو لاکا کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکوں لیکن اب فی الحال تو اس نئی تنظیم سورج گرنے کے بارے میں دیکھنا تھا اس عدت کا مس میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا اور اس لمس کا فرار لکھا واکرنا ہی تھا۔ پر دمانے تمام کاغذات سے پتہ اور پھولی

”ان کاغذات کو اگر ہم چاہیں تو پولیس کے حوالے کر کے

ہیں لیکن یہ بات بھی تمہارے ہونے کو ہی رام کہ پولیس اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی ہے تنظیم کے بارے میں جو معلومات ایس ٹھوڑی سی مدت میں ہمیں حاصل ہوئی ہیں ان سے پتہ چلنا ہے کہ وہ بہت ہی خطرناک لوگ ہیں۔ اور ان پر ہاتھ پھانسا آسان کام نہ ہوگا چنانچہ ہمیں نہ ہم آرام آ رام سے کام کر رہے ہم لوگ اپنا حیلہ تبدیل کیے لیتے ہیں جھگول کا شکر ہے کہ دولت کی ہمارے پاس کوئی ٹنگی نہیں ہے جہاں بھی ضرورت ہو گی ہم اپنے اپنے طور پر کام کر کے بلکہ میں تو یہ بھی ہوں کہ ہم کو کوئی ہول بھی بدل دینا چاہیے تاکہ ہمیں ساتھ نہ دیکھا جائے ہم لوگ اپنے اپنے طور پر کام کرنے ہیں جو کچھ میں چاہوں گی میں کروں گی تمہارا وہ تم ٹرنا۔ جب بھی ہمیں ایک ساتھ نہنے کی ضرورت ہو ہم لوگ ساتھ رہ جائیں گے ویسے میرا خیال ہے کہ میری یہ بات قابل غور ہے۔“

”ہمیں پر دمانے بات تو قابل غور ہے لیکن ہمارا دور دور رہنا مناسب نہیں ہے۔“

”انتقام کے لیے صرف انتقام کے لیے دن بھر لوگ سو رہاں ہیں؟ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے شرم کی سرخی لہرائی۔

”مجھ کے لیے پر دمانے قوی طور پر میں یہ دوسری قبول کیے لیتا ہوں لیکن زیادہ غصے کے لیے نہیں۔ ہاں جو کچھ تم کرو اس کے بارے میں مجھے اطلاع ضرور دے دینا۔“

”اور جو کچھ تم کرو اس کے بارے میں مجھے اطلاع دینا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں نہیں ہر مات سے آگاہ رکھوں گا۔“

دوسرے دن سب سے پہلے کام ہم نے یہ کیا کہ وہ تمام کاغذات ایک بینک کے لاکر میں رکھوا دیئے اور اس کے بعد ہم نے اپنا تیلہ ٹھوڑا ٹھوڑا تبدیل کر لیا۔ پر دمانے ہولی کی بجلی منزل کے ایک کمرے میں میزہ کو بھی یہ کوئی بات تھی اس نے کہا کہ ہم اس میں ایک دوسرے سے زیادہ رالایط نہ رکھیں تاکہ ہم کسی کو شبہ نہ ہو ساجن داس یقیناً ہماری تلاش میں ہوگا۔ پر دمانے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ ساجن داس نے مجھے فراڈ قنات کیسے کی تو سنجش کیوں کی۔ تو میں نے اسے جواب دیا کہ ممکن ہے اس میں اس کا کوئی لکھا واکرنا ہی تھا۔

زندگی ان ہی حالات سے عبارت ہو گئی تھی تو پھر اس چہرہ

طاری رکھا گیا اسمی رکھتا تھا میں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا تھا اول اس میں اب کتابیں پڑھتا میرے پاس ہیں نہیں تھا سوچے گزرتی نظم کو منظر عام پر لانا آسان کام نہیں ہوتا لیکن میرے دو بہن و داماد نے اس کا ایک عمل سوچ لیا اور میں نے اس پر عمل کرنے کے لیے کاروبار کیا شروع کر دیں۔ پدمارے دو دو بچے کے لیے ہم دونوں نے نوکریاں کیں جن میں ایک چندی روز کے اندر یہ احساس ہو گیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے دور نہیں رہ سکتے تھے پہلے پہلے یہاں کیا تھا کہ ہم الگ الگ ہو گئے ہیں رہیں گے اس کے بعد صرف دو مہینے منزل تبدیل کرنی پڑی لیکن دو ہی دن گزرے کہ ہماری حالت درست ہو گئی۔ پدمار خود ہی میرے پاس آگئی اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

”یہ سب کچھ کہا ہوا ہے میری بھئی میں تو کچھ نہیں آرا کاٹھی میں تم سے دور رہا لیسوا محسوس کرتی ہوں جیسے اب سنساریں میرا کوئی نہیں ہے۔“

”میں تمہارا ہوں پدمار خیر مند کہوں ہوتی ہو۔ آرام سے رہو کوئی تکلیف ہونے والی نہ ہو تو یہ سوچنا ہوں کتنا ان حالات میں بڑنا بھنگ نہیں ہے تم لڑکی ہو رماؤں بھری۔ جب تمہارے سلسلے میں، میں کام کرنے کو تیار ہوں تو پھر تم کہوں پریشانی آٹھاؤ۔“

”بہنیں میں ہر جگہ کتنا راسخا دینا چاہتی ہوں۔“

”پدمار میری خواہش ہے کہ تم کوئی شاندار مکان لے کر اس میں کسی نئی حیثیت سے رہنے لگو گئے جب بھی تمہاری ضرورت ہوگی میں تمہیں ہنر و تکلیف دوں گا۔“

”بہنیں کاٹھی بچھے اپنے ساتھ ہی رکھو۔ بیٹے بچھے اپنے ساتھ ہی رکھو۔ پدمار نے کہا اور میں خاموش رہ گیا لیکن دل ہی دل میں میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پدمار کو ان معاملات سے جس حد تک ہو سکا دور رہی رکھوں گا۔ وہ میرے اتنے قریب آگئی تھی کہ اب مجھے اُسے دھوکا دیتے ہوئے شرمندگی محسوس ہوتی تھی لیکن کر دھی کیا سکتا تھا۔ پھر ایک دن میں نے اپنے پروردگار کا آغاز کر دیا میں نے اس کی تفصیل پدمار کے سامنے رکھ دی تھی۔“

”دیکھو پدمار۔ سورج گرہن تنظیم کو سامنے لانا آسان کام نہیں ہوگا۔ میں اس کے لیے ایک پروگرام بنا چکا ہوں اور اس سے اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔“

”پروگرام کیا ہوگا؟“

”بہنیں۔ اس سلسلے میں میری مسکرتی کی حیثیت سے

کام کرنا ہوگا۔“

”میں خوشی تیار ہوں۔“

”تو پھر مجھے ایسے چند لوگوں کے نام دو رہتے دو جو یہاں کے دولت مند لوگ ہوں اور میں ان سے اپنے کام کا آغاز کر سکوں۔“

”ان سے کہے آغاز کرو گے۔“

”بس تم دیکھتی جاؤ مجھے پہلے کوئی ایسا نام بتاؤ جو بہت دولت مند ہو۔“

”بہت سے لوگ ہیں سچے کالی چرن، سیٹھ دھونی داس، سیٹھ حاجی اللہ بخش، مادھو لال اور ایسے بہت سے نام ہیں سب قریب ہیں۔“

”کالی چرن کے بارے میں مجھے تفصیلات بتاؤ۔“

”یہاں کی کپڑا فروشوں کا مالک ہے۔ کروڑ پتی آدمی ہے۔“

”بس ٹھیک ہے اس کا فون نمبر۔“

”میں تمہیں ڈائری میں تلاش کر کے دے دیتی ہوں۔ پدمار نے کہا۔ اول اس نے پھر ڈائری کی دی میں سے دیکھ کر گئے کالی چرن کا فون نمبر بتایا۔“

”ہم نے ہونے سے باہر نکل کر ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں یہ سیٹھوں موجود تھا یہاں سے یہ پتہ نہیں لگا جا سکتا تھا۔“

”میں نے فون کہاں سے کیا جا رہا ہے۔ میں نے بھی فون پر کالی چرن کے نمبر سے پہلے نمبر پڑا نہیں ملا وہاں سے مجھے دوسرا نمبر ملا اور دوسرے کے بعد نمبر پڑا کالی چرن موجود تھا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ کالی چرن ایک بیٹنگ میں مصروف ہے لیکن میں اپنے کام کو ادھورا نہیں چھوڑتا تھا چند لمحوں کے بعد مجھے دوسری طرف سے ایک بھیجی ہوئی آواز سنائی دی۔“

”اسے کون ہے رے پدمار بات ہے ہمارے بھائی نے تم کو بولا نہیں کہ تم بیٹنگ میں ہے۔ اس کے بعد بھی تم نہیں چھوڑو۔“

”اپ کو کیسے جا رہے ہو؟“

”کالی چرن سورج گرہن کے لیے کوئی ایک جو مخصوص نہیں ہوتی۔ تم ابھی طرح جانتے ہو۔“

”کا بخت ہو جیسا، کون سورج گرہن کا تو سورج گرہن کو نہیں جانتے ہیں، کالی چرن نے کہا اور میں سمجھ گیا میرے کام کا آدمی نہیں ہے۔“

”چنانچہ میں نے فون بند کر دیا اور پدمار سے دوسرا نمبر مانگا۔ دوسرا نمبر مادھو لال کا تھا سیٹھ مادھو لال سے پہلی ہی کوشش میں ملاقات ہو گئی اور میں نے جاری لہجے میں کہا۔“

”کون سیٹھ مادھو لال ہی بول رہے ہیں۔“

”ہاں تم کون ہو؟“

”سورج گرہن، میں نے کہا اور دوسری طرف چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔“

”یہاں مطلب؟ ابھی چند روز قبل ہی تو تم نے مجھ سے ایک لاکھ روپے وصول کیا ہے۔“

”چند روز بہت پہلے ہوئے ہیں سیٹھ مادھو لال جی، میں نے منہ نہ کھولا ہے۔“

”مگر تم نے کہا تھا کہ اب مجھ سے رقم آئندہ ماہ کی دو تاریخ کو وصول کی جائے گی۔“

”اگلے ماہ کی دو تاریخ بہت دور ہے سیٹھ جی، مجھے دو لاکھ روپے فوری چاہئیں۔“

”جو کچھ اس وقت کرو۔ میں اب تمہیں ایک مہینے میں نہیں دوں گا۔“

”آپ سورج گرہن سیٹھ جی۔“

”میں نے سوچا کیا۔ میں اب رگھو لال سے ملوں گا۔ اس سے بات کر کے کوئی جواب دوں گا۔ رگھو لال تھا راجینت ہے اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے بعد دو دن توڑنے ہی کو پیسے مانگے جائیں گے۔“

”میں تو سیٹھ جی، مگر تمہیں نقصان ہوگا۔“

”جو کچھ چاہو میں رگھو لال سے ملنے لبر کوئی وعدہ نہیں کر سکتا ہوں۔“

”کب مل رہے ہو رگھو لال سے؟“

”آج ہی شام کو میں آٹھ بجے پہنچا جاؤں گا۔“

”پہلے کہ رگھو لال سے کھلوانا ہی میں ملاقات کی جا سکتی ہے۔“

”ٹھیک ہے سیٹھ جی۔ میں اس رگھو لال سے لیکن سہ پہلے نہیں آؤں گا۔“

”اگر اسے اب میں کسی نقصان سے نہیں ڈرنا تم نے مجھے لگا لگا کر کہا ہے نہیں کہ معلوم کر میری ایک کال کو باری حالت کیا ہے میں خود پریشان ہوں۔“

”آپ کی مرضی سیٹھ جی، میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر میں نے پدمار کی طرف دیکھ کر اہستہ سے گردن ہلائی۔ پدمار میری چال کی پریشانی عکس کر رہی تھی۔“

”میں جانتی ہوں کہ اب تم کہا کر دو گے۔“

”مٹھا۔“

”تم تقیبا اب مادھو لال کا پتہ لگا دو گے۔ اور پھر اس کے لیے سورج گرہن تنظیم نکالنے کی بات ہے نا۔ اس کا مطلب ہے پدمار تم تو واقعی شاندار ساتھی ثابت ہو چکے ہو۔“

”تم مجھے کہا کرتے ہو۔ دیکھنا میں کیا کر کے دکھاتی ہوں۔“

”پدمار میں اندر جاؤں گا۔“

”ہو شہاری سے کاٹھی نہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے درمیان چھینس جاؤ۔ ظاہر ہے خطرناک لوگ ہیں۔“

”تم فخر مت کرو۔ میں نے کہا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میرے پاس ہتھیار موجود تھے لیکن وہ سب کچھ کہوں سے بھلا ہوا تھا۔ میں نے اس چھوٹے سے مکان کا احاطہ کر لیا۔ مادھو لال اس

”تو پھر ٹھیک ہے۔ رات کو ہماری کار تم ہی ڈرائیو کر رہی ہے۔ میں نے کہا اور پدمار مسکرایا۔“

”مادھو لال کے بارے میں ہم نے دن میں کافی معلومات حاصل کر لیں اور پھر ٹھیک پتہ پانچ بجے آئے اس کے آفس سے باہر نکلنے دیکھا۔ پدمار نے تیار ہی مادھو لال سے پدمار نے ایک خوبصورت کار حاصل کر لی تھی اور یہی کار ہمارے استعمال میں آ رہی تھی۔“

”چنانچہ اس وقت جب مادھو لال کی کار وہاں سے آگے بڑھی تو ہم اس کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔ پختہ ہو کر دیکھ کر مادھو لال کی کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔“

”یہ مادھو لال کی کوٹھی ہے۔“

”اس کا مقصد ہے کہ وہیں اب اس کو کبھی کی چوکیداری کرنا ہوگی۔“

”ہاں۔ پرتو ہے۔ وہ رات کو آٹھ بجے ہی رگھو لال سے ملے گا۔“

”چلو کوئی بات نہیں ہے ہم دونوں بات چیت کرتے رہیں گے۔ میں نے کہا اور کار ایک ایسی جگہ کھڑی کرادی جہاں سے یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ وہ کوئی تعاقب کرنے والی کار ہے۔ پتہ نہیں ہمارے فون کرنے کے بعد مادھو لال کی کیا حالت ہے اور پھر مادھو لال نے کسی اور سے رابطہ بنا کر کہا کہ وہاں ہیں۔“

”بمسرہ لکھنا سائیسے سات سے مادھو لال اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلنا ہوا نظر آیا۔ اور پدمار نے کار کے پڑھادی۔ ہم لوگوں نے اس دوران تمام معاملات کی تیاری کر لی تھی اور وہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے بہرہ منفعیات ہمارے لیے کافی سود مند ثابت ہو سکتے ہیں۔“

”کار دوڑتی رہی کھلوانا کے بارے میں پدمار بھی جانتی تھی مجھے اس کے بارے میں تفصیل نہیں معلوم تھی۔ میں نے اسے ایک چھوٹی سی لٹی تھی جسے کھلوانا کہا تھا چنانچہ کھلوانا کی پڑھ کر آؤ لال نے اپنی کار ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے روک دی میں نے پدمار کی طرف دیکھا اور پدمار نے میری طرف پھر میں نے پدمار سے کہا۔“

”پدمار میں اندر جاؤں گا۔“

”ہو شہاری سے کاٹھی نہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے درمیان چھینس جاؤ۔ ظاہر ہے خطرناک لوگ ہیں۔“

”تم فخر مت کرو۔ میں نے کہا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میرے پاس ہتھیار موجود تھے لیکن وہ سب کچھ کہوں سے بھلا ہوا تھا۔ میں نے اس چھوٹے سے مکان کا احاطہ کر لیا۔ مادھو لال اس

”تو پھر ٹھیک ہے۔ رات کو ہماری کار تم ہی ڈرائیو کر رہی ہے۔ میں نے کہا اور پدمار مسکرایا۔“

”مادھو لال کے بارے میں ہم نے دن میں کافی معلومات حاصل کر لیں اور پھر ٹھیک پتہ پانچ بجے آئے اس کے آفس سے باہر نکلنے دیکھا۔ پدمار نے تیار ہی مادھو لال سے پدمار نے ایک خوبصورت کار حاصل کر لی تھی اور یہی کار ہمارے استعمال میں آ رہی تھی۔“

”چنانچہ اس وقت جب مادھو لال کی کار وہاں سے آگے بڑھی تو ہم اس کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔ پختہ ہو کر دیکھ کر مادھو لال کی کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔“

”یہ مادھو لال کی کوٹھی ہے۔“

”اس کا مقصد ہے کہ وہیں اب اس کو کبھی کی چوکیداری کرنا ہوگی۔“

”ہاں۔ پرتو ہے۔ وہ رات کو آٹھ بجے ہی رگھو لال سے ملے گا۔“

”چلو کوئی بات نہیں ہے ہم دونوں بات چیت کرتے رہیں گے۔ میں نے کہا اور کار ایک ایسی جگہ کھڑی کرادی جہاں سے یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ وہ کوئی تعاقب کرنے والی کار ہے۔ پتہ نہیں ہمارے فون کرنے کے بعد مادھو لال کی کیا حالت ہے اور پھر مادھو لال نے کسی اور سے رابطہ بنا کر کہا کہ وہاں ہیں۔“

”بمسرہ لکھنا سائیسے سات سے مادھو لال اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلنا ہوا نظر آیا۔ اور پدمار نے کار کے پڑھادی۔ ہم لوگوں نے اس دوران تمام معاملات کی تیاری کر لی تھی اور وہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے بہرہ منفعیات ہمارے لیے کافی سود مند ثابت ہو سکتے ہیں۔“

”کار دوڑتی رہی کھلوانا کے بارے میں پدمار بھی جانتی تھی مجھے اس کے بارے میں تفصیل نہیں معلوم تھی۔ میں نے اسے ایک چھوٹی سی لٹی تھی جسے کھلوانا کہا تھا چنانچہ کھلوانا کی پڑھ کر آؤ لال نے اپنی کار ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے روک دی میں نے پدمار کی طرف دیکھا اور پدمار نے میری طرف پھر میں نے پدمار سے کہا۔“

”پدمار میں اندر جاؤں گا۔“

”ہو شہاری سے کاٹھی نہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے درمیان چھینس جاؤ۔ ظاہر ہے خطرناک لوگ ہیں۔“

”تم فخر مت کرو۔ میں نے کہا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میرے پاس ہتھیار موجود تھے لیکن وہ سب کچھ کہوں سے بھلا ہوا تھا۔ میں نے اس چھوٹے سے مکان کا احاطہ کر لیا۔ مادھو لال اس

دوران مکان میں داخل ہو چکا تھا اور پھر میں خاموشی سے سرنگٹا ہوا اس کمرے کی جانب بڑھ گیا جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ ڈرامٹک روم ہو سکتا ہے۔ یہیں پر مادھو لال اور رگھو لال موجود تھے۔ رگھو لال کسی قدر تیز قامت نر ہوا وہ سے زیادہ پانچ یا سو پانچ فٹ کا آدمی ہوگا۔ لیکن اس کا بدن پھیلا ہوا تھا۔ چہرہ خاصا کالا تھا اور نتھوسا تھیکے تھے۔ مادھو لال کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی طرف سے کان لگا دیئے۔ جہاں سے اندکی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

”آپ کیا کہہ رہے ہیں مادھو لال جی۔ یہ تو یہی ہی نہیں سکتا۔“
 ”ہوا ہے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا۔“
 ”اگر ایسا ہے تو میرا خیال ہے کسی کو کوئی غلطی ہوئی ہے۔“
 ”پھر میرے میں ساجن داس سے بات کرتا ہوں۔“ رگھو لال نے کہا۔
 میری انتہائی خواہش تھی کہ کسی طرح ساجن داس کا فون پر غلطی سے معلوم ہو جائے لیکن پھر یہ اتنی دور سے فون نہ پھینکا ہے۔
 ”یہ ممکن نہیں تھا۔ پھر پڑا اس پر میرا کبھی۔ چند لمحات کے بعد رگھو لال نے رسیں جوڑا تھا۔“

”پہلو ساجن لال جی ہیں۔“
 ”نہیں ہیں۔ کہاں گئے ہیں؟“
 ”جھاک تک واپسی ہو چکے۔“ وہ ہاتھ کرتا رہا اور پھر فون بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے مادھو لال سے کہا۔

”سیٹھ جی آپ اہلیانہ کیسے جب تک میں ساجن داس جی سے اس بارے میں معلومات حاصل نہ کروں آپ کسی کو ایک پیسہ بھی نہ دیں چاہے آپ کو کتنی ہی دھمکیاں دی جائیں بلکہ اگر ایسا ہو تو آپ ان سے صاف صاف کہہ دیں کہ میں رگھو لال جی سے بات کر چکا ہوں اور رگھو لال کا جواب ملے لیکن نہیں کروں گا۔“
 ”مگر کہیں وہ لوگ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں رگھو لال؟“
 ”سیٹھ جی۔ میرے ہونے آپ کو کس بات کی چنتا ہے آپ باکل چنتا نہ کریں جب تک میں آپ سے نہ کہوں۔ آپ انہیں ایک پیسہ بھی نہ دیں بس اس بات کا خیال رکھیں۔“

”تم مجھے ہونو تھیک ہے مگر یقیناً رگھو لال میں آج کا دلچسپ ہی بلریشان ہوں۔ میں کہاں سے انہیں دولاکھ روپے دوں گا۔ اور پھر یہی نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے بعد وہ کب مجھ سے دواہارے پیسے مانگے لیکن۔“

”آپ کسی کو ایک پیسہ نہ دیجئے سیٹھ جی بس اس کا سارا انتظام میں کروں گا۔“
 ”تو پھر میں جاؤں۔“

”جی۔ آپ آرام سے جائے اور جین کی ٹینڈ سوئیے۔ رگھو لال آپ کا دوست ہے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دینگا۔ مادھو لال نے عجیب سی نگاہوں سے رگھو کو دیکھا۔ اور پھر ہانپنک گیا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میں پر اہلیانہ نظر دوں سے مادھو لال کو ہار جلتے دیکھا ہوا اور پھر جب وہ دور نکل گیا تو میں ایک فیصلہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔

رگھو لال مجھے دیکھ کر چونک بڑھا۔
 ”کون ہو تم؟ بغیر اجازت اندر نہیں آئے۔“
 ”تم سے کچھ کام ہے رگھو لال۔ میں نے جواب دیا۔ اور رگھو لال کا ہاتھ جیب کی طرف بڑھا لیکن میں نے فوراً ہانپستول نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

”نہیں رگھو لال جی۔ بخاری دہتی سے میرے پاس بھی اس کا انتظام ہے۔ ہاتھ اور رگھو لال نے۔“
 رگھو لال کے ہاتھ اور پھانسی گئے۔ میں نے اگے بڑھ کر اس کی جیب سے ہستون نکال لیا۔ اُسے اپنی جیب میں ڈال کر میں نے اس کے باقی لباس کی تلاشی بھی لے ڈالی لیکن اس ہستون کے علاوہ اس کے پاس کچھ اور چھینا نہیں تھا جسے وہ میرے خلاف استعمال کر سکتا۔ اس کے بعد میں نے اُسے دھکا دے کر ایک کرسی پر بٹھا دیا رگھو لال خودی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”ہاں تو رگھو لال جی پہلے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں آپ سے امید ہے کہ آپ میرے صحیح جواب دیں گے۔“
 ”تم جو کوئی بھی ہولناچی موت کو دعوت دے رہے ہو۔“
 ”دو جین دیتے رہنا جا رہیں رگھو لال جی اس طرح سے مجھ پر بڑھتی ہیں مجھے اپنی موت سے بہت محنت ہے۔ ہاں اگر آپ کو اپنی زندگی سے محنت ہے تو پھر میرے لیے صرف یہ۔“ رگھو لال ہستون سے اٹھتا ہوا مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”کیا چاہتے ہو؟“
 ”پہلا سوال یہ ہے ہمارا کہ آپ کے علاوہ اس عمارت میں اور کون کون ہے؟“

”کوئی نہیں ہے۔“
 ”اور اگر کوئی ہوا تو؟“
 ”میں نے تم سے کہا تھا اور کوئی نہیں ہے۔“

”چلو۔ پیسہ میری خوش قسمتی ہے رگھو لال جی کہ کہاں آپ سے باتیں کرنے کا ایک بہترین موقع ہے۔ میری غیبت ہو گی تو صورت حال؟“
 رگھو لال جی کا سونچ کر میں آپ کتنے غصے سے شامل ہوا ہوا

کہا کہ آپ نے انجام دیئے ہیں۔ میں نے سوال کیا اور رگھو لال بڑی طرح چونک بڑھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بدحواس ہوا لیکن دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا اور پھر غصے سے بولے لیجئے لیجئے۔

”چہرہ ہو چوری کر دو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ یہ فضول باتیں کہیں کر رہے ہو۔“
 ”کیوں رگھو لال جی ان فضول باتوں سے خوف محسوس کر رہے ہو۔“

”میں وروں کا تم جیسے چہرے سے جو پستول کے زور پر مجھ سے بھائی کر رہے؟“
 ”ارے ارے رگھو لال جی آپ کا خیال ہو گا کہ اب مجھے فحشی تہہ جو ش آجائے گا۔ اور میں پستول جیب میں رکھ کر ہوں گا۔“

اور رگھو لال جی مجھے نینتے ہاتھوں مارنا چاہتا ہوں۔ میرے مقابلے پر آم نہیں رگھو لال جی میں وصل کوئی فحشی ہیرو نہیں ہوں اور نہ ہی آپ دن چنانچہ سیدھے سیدھے میری باتوں کا جواب دیجئے ورنہ آپ کو ختم کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں نہیں آئے گی۔“
 رگھو لال نے بے بسی سے اِدھر ادھر دیکھا اور پھر بے بسی سے بولا۔

”مگر بخاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔“
 ”سوچ کر سن لو سب جانتے ہیں۔“
 ”کیا سوچ کر سن رہے کانی واؤں سے تو کوئی بھی سوچ کر سن نہیں سکتا۔“

”اب بڑھانے کا رگھو لال جی لیکن اس کا شکار آپ ہوں گے۔ میں صرف اتنی تک گھنٹی گستا ہوں اس کے بعد مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے۔“

”ایک۔“ میں نے کہا اور رگھو لال خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔
 ”دو۔“ میں پھر بولا۔

”ارے۔ ارے۔ رگھو لال جی خراب ہو سہا ہے آخر تم چاہتے کیا ہو۔“
 ”سوچ کر سن کے بارے میں معلومات؟“

”کیوں۔؟“ رگھو لال نے پوچھا۔
 ”یہ سوال کرنے کا حتیٰ آپ کو نہیں ہے رگھو لال جی۔“
 ”سوچ کر سن کے بارے میں تم کہا جانتے ہو۔ پہلے اس بات کا جواب دو۔“

”اچھا۔ اچھا۔ چلیے پو پو ہی ہسی وہ ایک خطرناک تنظیم ہے۔“

”اور تم کون ہو۔؟“

”پھر کھاس برائے نہ۔“ میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور اگلے چڑھ کر اس کی بندٹی پر ایک زوردار تان رسیدی رگھو لال کے حلق سے ایک گراہ نکل گئی تھی۔ وہ جھکا لیکن میرے گھونٹنے سے اُسے پھر سیدھا کر دیا اور وہ کرسی کی پشت سے جا نکلا۔ اس گھونٹنے ہی سے اُسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ صورت حال اس کے حتیٰ میں کتنی خونخوار ہے۔ چنانچہ اب وہ بھی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”ہاں شروع ہو جاؤ۔ وہ تنظیم ہے اور کیا جاننا چاہتے ہو اس کے بارے میں۔“
 ”تھخرا اس سے کرا تعلق ہے۔“

”میں اس کا ایک رکن ہوں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔“
 ”کیا نام۔؟“
 ”لوگوں سے ٹیک میٹنگ کی رقم وصول کرنا میری ذمہ داری ہے۔“

”گڈ۔ گڈ۔ رگھو لال جی خوشی ہوئی آپ کی یہ بات سن کر۔ پتہ میرے کہ جب انسان بے بس ہو جائے تو وہ بک بک کر اٹھ دے۔ ہاں تو رگھو لال جی اس تنظیم کے افراد کے بارے میں تفصیلات۔“

”اگر تم تنظیم کے بارے میں بخوبی بہت بھی جانتے ہو تو یقیناً اس بات کا علم ہو گا کہ سوچ کر سن کے اکان کے بارے میں تفصیلات کسی کو نہیں معلوم ہوئیں۔ وہ انتہائی پوشیدہ تنظیم ہے اور پہنچا پ کو انتہائی محفوظ رکھتی ہے۔“

”واہ رگھو لال جی واہ۔ گویا آپ کا مطلب ہے کہ آپ اس تنظیم کے اور کسی آدمی کو نہیں جانتے۔“

”نہیں بس تیلی فون وغیرہ پر ہم ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔“ رگھو لال نے کہا۔

”نہیں ماننا یا نکل نہیں ماننا صحیح صورت حال بنا دو ورنہ جان سے جاؤ گے کیوں بلاوجہ اڑتیاں رگڑ رہے ہو۔ میں نے کہا۔ میرے انداز گفتگو نے اب رگھو لال کو بالکل زرد کر دیا تھا۔ وہ ابھی ہوئی لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

”تم یقیناً کروہ لوگ بس ایک دوسرے سے موزون کرنے پر ہی رابطہ قائم کر سکتے ہیں نہیں ایک دوسرے کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں معلوم ہوئیں۔“

”جو کچھ تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہی بنا دو کچھ رگھو لال جی۔ میں نے سختی سے انداز میں کہا۔
 ”مثلاً۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو تم۔“

”مثلاً یہ کہ آپ وصول شدہ رقمات کسی دکان کو دیتے ہوں گے؟“
 ”ہاں“
 ”کسے دیتے ہیں؟“
 ”چنگ ہاؤس کے کاؤنٹر میں کوئی“
 ”چنگ ہاؤس؟“
 ”ہاں۔ چنگ ہاؤس، رگھو لال نے جواب دیا۔ ”خیر روڈ پر ہے۔“

”چلو ٹھیک ہے اس کے بعد کہا ہوتا ہے؟“
 ”کچھ نہیں مجھے تمہارا معلق ہے باقاعدہ میرا تعلق چنگ ہاؤس سے ہے چنگ ہاؤس کا کاؤنٹر میں بھی ان لوگوں کا اکاؤنٹ ہے میری طرح اور اسی طرح ہم لوگ ایک دوسرے سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں۔“
 ”اس کے علاوہ اور کوئی رگھو لال؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”نہیں تم یقین کرو اس کے علاوہ میری اور کسی سے واقفیت نہیں ہے۔ اگر کوئی کوئی کام ہوتا ہے تو کچھ جی جی ہر سے میرے سامنے آجاتے ہیں اور اس کے بعد دوسری بار اس سے ملاقات نہیں ہوتی۔“
 ”سورج گہن کا سربراہ کون ہے؟“
 ”یہ ایک مزاجیہ سوال ہے، رگھو لال نے جواب دیا۔
 ”یہ کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ سورج گہن کے سربراہ کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے۔ اور پھر کوئی ایک سربراہ ہوا اس کا پتہ نہیں ہے۔ کیا یہ نظر آتا ہے؟ اس نے کہا اور میں گہری سانس کے کڑے گھونٹنے لگا۔ پھر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”ساجن داس کون ہے؟“ میرے اس سوال پر رگھو لال میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔
 ”شہر کا ایک بڑا آدمی۔“
 ”سورج گہن سے اس کا کیا تعلق ہے؟“
 ”وہ بھی سورج گہن کا اکاؤنٹ ہے۔“
 ”تم تو کہتے تھے کہ تم کسی کو نہیں جانتے۔“
 ”ایسے کچھ اور نام بھی ہیں جنہیں تیا سکتا ہوں لیکن اس کی حیثیت بھی بس میری ہی طرح ہے بہت بڑی حیثیت کے مالک نہیں ہیں وہ۔“ رگھو لال نے کہا۔

”چلو وہ نام ہی بتا دو۔“ اور رگھو لال نے میرے سامنے کئی نام دوہرا لے کر پیش کیے۔ میں نے اپنے ذہن میں نوٹ کر لیا چنگ ہاؤس کے بارے میں ہی تفصیلاً معلوم ہو گئی تھیں اس کے علاوہ رگھو لال

سے کچھ اور معلومات حاصل کرنا میرے لیے ممکن بھی نہیں تھا۔ کیونکہ جی بات یہ ہے کہ سورج گہن نامی تنظیم کے بارے میں تفصیلات مجھے ہی نہیں معلوم تھیں جیسا کہ اب یہاں پر میرا کام ختم ہو گیا تھا اور اگر میرا کام ختم ہوتا تھا تو پھر رگھو لال کا کام بھی ختم ہو جاتا۔ پھر جیسا کہ میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر لیستوں کا ترجمہ دیا اور اس کی تھوڑی ترخی۔ گوئی اندر گھس گئی اور رگھو لال دو دفن ہاتھ پھیل کر کھڑا ہو گیا پھر اسی طرح اوندھے منہ فرشتہ ہوا۔ ایک ہی گولی نے اس کا کام ختم کر دیا تھا۔ میں اطمینان سے لیستوں کے جب میں سکھ کر باہر نکل آیا۔

پدمما میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں امداد کی تھمکیاں نظر آ رہی تھیں۔ جب میں کار میں بیجا تو اس نے اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔
 ”کیا رات؟“
 ”کام ہو گیا پدمما۔ میں نے جواب دیا۔
 ”اندر کون تھا؟“
 ”رگھو لال۔ تمہارا وصولال کو واپس جاتے دیکھا ہوگا؟“
 ”ہاں دیکھا تھا۔ مگر رگھو لال سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں اس سلسلے میں۔“

”ہاں پدمما۔ ایک عمارت کا پتہ لگا ہے جس کا نام چنگ ہاؤس ہے۔“

”چنگ ہاؤس۔ شاید یہ تو کوئی ریستوران ہے یا وہ ولی۔“
 ”تم نے دیکھا ہے؟“
 ”ہاں۔ گرین روڈ پر موجود ہے۔“
 ”مادہ وصولال کا تعلق چنگ ہاؤس سے ہے چنگ ہاؤس کو وہ بلیک میڈنگ کی رقم داکر تا ہے وہاں کاؤنٹر میں ہمارے کام کی چیز ہے۔ میں نے کہا اور پدمما عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر گہری سانس کے کرنا موش ہو گئی۔
 ”ہوئی واپس چلو پدمما۔ تم کچھ سے فیصلے کریں گے؟“
 ”چنگ ہاؤس نہیں چلو گے۔“

”ابھی نہیں۔ ابھی انتظار کرنا پڑے گا۔ میں نے جواب دیا اور پدمما موش ہو گئی۔ پھر گہری دیر سے بعد نام ہوئی اور پتہ چلے میں نے پتہ پتہ کر کے کھت کھت کیے فیصلے کیے تھے۔ چنانچہ میں نے پدمما کے ساتھ چائے پیئے ہوئے کہا۔
 ”ہمارے لیے اب یہ ہوئی بالکل موزوں نہیں ہے۔ کیا تم اپنی کسی عمارت کا انتظام نہیں کر سکتیں جہاں رہ کر ہم اپنے کام کرتے ہو کر سکیں؟“

”وہی میں نے شمار کرتی ہوں ہماری اپنی موجود ہیں لیکن کسی میں جانا ٹھیک تو نہیں ہوگا کیونکہ لوگ ہمیں سے کہتے ہیں۔“
 ”ہاں پدمما۔ ایسی کسی عمارت میں ہم نہیں جائیں گے؟“
 ”تو پھر کوئی عمارت خرید لیتے ہیں؟“
 ”خریدنے کی ضرورت نہیں کرتے پڑھی تو مکانات مل جاتے۔“

”ارے ہاں کیوں نہیں؟“ پدمما نے جواب دیا۔
 ”تو پھر کسی مناسب جگہ پر کوئی مکان کر لے کر حاصل کر لو۔“
 ”پدمما اگر اب تو سورج گہن کے خلاف ہمارے مشن کا پہلی جگہ ہے اس کے بعد تو بڑے ہنگامے ہوں گے؟“
 ”یہ کام ہم آج ہی کیے لیتے ہیں؟“
 ”ہاں۔ ہمارے پاس ابھی کافی وقت ہے۔ میں نے کہا اور خاموش ہو گئی پھر وہ فتا اس نے چونک کر کہا۔
 ”تم نے نہیں کہا کہ رگھو لال کے ساتھ تمہارے کیا سلیک کیا؟“
 ”وہی جو کرنا چاہیے تھا۔ میں نے جواب دیا اور پدمما کھینچنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔
 ”میں نہیں سمجھی۔“

”مجھے بتاؤ تو یہی کاشی، آؤ کر کہا گئے۔“
 ”اسے اسٹال کی طرف روانہ کر دیا۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”ادھ۔ تمہارے دو۔“
 ”ہاں پدمما۔ کیا ابھی اس بات سے افسوس ہوا۔“
 ”افسوس اور مجھ ان لوگوں کی موت پر جو میرے پورے خاندان کے قاتل ہیں تم کیسی باتیں کرتے ہو کاشی۔ ہم ان کے ہاتھوں سے سستے ہوتے ہیں ہمیں بھلا ان سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔“

”پدمما۔ میں سورج گہن کی تنظیم کے دل میں ایسی دہشت جھٹکاؤں کا گم بھی یاد کرو گی۔ سورج گہن کے لوگ اپنے آپ کو ناقابل تخریب سمجھتے ہیں۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ ناقابل تخریب کون ہے؟“
 ”کاشی ایک سوال کروں تمہارے؟“ پدمما نے کہا۔
 ”ہاں ضرور۔“
 ”تم پہلے تو ایسے بڑھتے؟“
 ”پہلے بڑھ کر پدمما۔ ابھی تو ہمیں تھا پدمما ان لوگوں نے مجھے ایک بار پھر ویران کر دیا ہے مجھ کو والی ماں جس کی آغوش کے ایک سس کے بیٹے میں ساری زندگی گزارا ہوں وہ ماں صرف ایک سس مجھے دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی وہ

توجوان نسل کے نمائندہ ناول نگار

ذوالقُربین کا ناول

کہنا کہ مسافر تو گیا،

ایک خاصا ادب پشانتک ناول جو کہ میں قسط وار چھپتا رہا۔ ادب سے مدد مقبول ہوا۔

اب کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔

آفٹ پیپر۔ بڑا سائز۔ مہلت۔

قیمت 50 روپے

مکتبہ کونٹ



آہوں مسکیوں اور جہتوں کی داستان

ایک طوفان
 پھر نا طوفان
 ایسا ایسا ناول جو دلوں کو گرما دے
 جتنے توجوں کو روشن کر دے

خود نہیں گئی مٹے مجھ سے بھی رہ گیا۔ میں اس ماں کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ پدماس نے مجھے میری بیبیا زندگی میں پہلی بار سکون کے کچھ لمحات دیکھے تھے میں تو اپنی ساری زندگی اس کی آغوش میں بسر کر دیا تھا ساتھ ساتھ وہ آغوش تھی جسے دیکھ کر دل ملی گیا اس کے بعد وہ لوگ قابل رحم ہیں۔ میں پدماس نہیں۔ انھیں زندہ درگزر کرنا اب میرا کام ہے۔ مجھے بھی درویشوں ان کے لیے بگاڑنا ہوں، پدماس خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر لولی۔

”چلو۔ اب ہمیں اپنا باقی کام کر لینا چاہیے۔ اور ہم دونوں ایک یا دھڑک رہیں بیچ کر کھل آئے۔“

میں نے اپنے باپ سے میں غلط نہیں کہا تھا میری زندگی اب ایک کٹی پینٹنگ کی مانند تھی جو کبھی اس طرف گئی تھی اور کبھی اس طرف ایک لیے سہارا زندگی جس کی دوڑی سے نہیں بندھا تھی رستے میں ہمسفر آجاتے تھے ان کے ساتھ کچھ لمحات گزر جاتے اور اس کے بعد میں آگے بڑھ جاتا۔ میں نے اپنے آپ کو بھلا کدوئی بڑھوڑو یا تھا۔ یہ ہوا مجھے بہر کدھر میری جگہ سے ملے پھر ہی لڑی کوئی منزل نہیں تھی کوئی راستہ نہیں تھا اس دنیا میں لے کر کسی گوشے میں کہیں تنہا بیچ کر زندگی نہیں گزارنی جا سکتی تھی۔

چنانچہ اپنے آپ کو باطل رکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت تک تکینک و شرن کی لولی میرے سینے میں سوراخ ڈکھوے۔ ہاں میں نے اپنے سینے کو کشادہ چھوڑ دیا تھا۔ ان لوگوں کے لیے جس کا دل چاہے مشتاقی سے ایک بے معرفت آدمی کے لیے اس کے علاوہ اور کہا ہو سکتا تھا۔

اب یہ سب راستے میں آگے گئے البتہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ عمر عورت نے جو جنت مجھے دی تھی وہ کسی کے طبع ہی ہی لیکن اس لیس کو میں اپنی زندگی کا سب سے قیمتی ٹکڑا کہہ سکتا تھا جب مجھے ایک ماں کا باپ ملا تھا آہ۔ میں کتنا ترسا ہوا تھا ان ساری چیزوں کو پدماس کے ساتھ میں نے خوش کن کر کے ایک علاء سامکان حاصل کر لیا تھا۔

یہ مکان ہماری توقع کے عین مطابق تھا اور یہاں رہ کر ہم اپنی کاروباروں کا آغاز کر سکتے تھے اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم نے مختلف ذرائع سے کچھ اور درباروں کی بھی کچھ پدماسی میری طرح اشتیاق کی بھی تھی میں سنگ درمی تھی اور اس کے سینے میں سورہ گرن کے ایک ایک فرکانہ ہو جالے اچھی تک ہمیں ساکن داس کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہو سکتی تھیں لیکن اس کے پہلے چنگ ہاؤس میرے لیے قابل توجہ تھا۔

رگھو لال نے مرتے ہوئے بتایا تھا کہ ساکن داس کا بڑا آدمی ہے اس سلسلے میں ہم نے معلومات حاصل کر لی ہیں کسی ایسے ساکن داس کے بارے میں پتہ نہیں چلا ہے جو کسی بڑی شخصیت کا مالک ہو اور کاروباری شخصیت کے بہر طور اس کے بعد چنگ ہاؤس ہماری نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ میں نے خاصا سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا کہ اور چنگ ہاؤس دو نوں تیار ہو کر چنگ ہاؤس کی جانب چل پڑے۔ ایک خط ناک ہم کا آغاز ہو گیا تھا اور زندگی کے اس اٹوٹے موڑ خود کو آزما کر جاننا تھا۔

کچھ دن خاموشی سے کارڈر پر کمر ہی تھی اور پھر کارگرین روڈ کی جانب دوڑی تھی۔ تیس دنوں کے بعد۔

”ایک بات میرے ذہن میں بار بار آ رہی ہے۔“

”کیا ہے؟“

”مختار ہر گھر سے ساتھ دیکھا جانا مناسب نہیں ہے شکر ہم دونوں مل کر کام کر رہے ہیں لیکن یہ ضرور کہ ہم ہر جگہ ایک ساتھ دیکھے جائیں۔ پدماسی سوچ بڑا گئی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”بات کسی حد تک ٹھیک ہے۔“

”تو پھر کیا فیصلہ کیا تم نے اس بارے میں؟“

”جیسا تم پسند کرو۔ ظاہر ہے میں کسی سلسلے کی اعتراض تو نہیں ہو سکتا۔“

”میرا خیال ہے پدماس مجھے چنگ ہاؤس کے قریب چھوڑ کر کہیں اور نکل جاؤ۔“

”ہمیں اور یہاں ہیں باہر مختار انتظار کریں اور نہ کرنا۔“

”ہمیں میرا انتظار کرنا مناسب نہیں ہوگا۔“

”اگر تم اسے بہتر سمجھتے ہو تو مجھے اس پر بھی اعتراض ہے لیکن اچانک تم نے اپنے فیصلے میں یہ تبدیلی کیوں کی اس لیے کہ اگر تم میں سے ایک چھینے جاتے تو وہ کی مدد کرے۔ اگر وہ لوں ہی ایک ساتھ چھینے کے لیے مجھ سے متنبہ بن جائے گی اس کے علاوہ ایک اور بات ہے کہ ذہن میں ہے۔ وہ یہ کہ اگر ان لوگوں کو ہماری تلاش ہوئی تو وہ لوں کو ساتھ ساتھ دیکھ لیا جائے گا ہونا یہ چاہیے کہ ہم الگ الگ رہیں۔“

”یہ تم نے پہلے ہی کہا تھا لیکن اس کے بعد اپنا تبادلہ کر دیا تھا۔“

”اس وقت کی بات اور کبھی پدماس اب صورت حال مختلف ہے۔“

”تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں نہیں تنہا چھوڑتی ہوں لیکن حالات سے مجھے آگاہ رکھنا ضروری ہے۔“

”تم فوری کر دو میں تم صورت حال سے نہیں باخبر ہوں گا۔ پدماس نے گرن روڈ پر چنگ ہاؤس سے تھوڑے پلے پر کار روک دی اور کھنپے۔

”کال کی یہ چابی تم رکھ لو میں یہی سے جاؤں گی اور نہ فکر۔“

”دوسری کال کا انتظام باآسانی ہو جائے گا۔“

”گڈ۔ ہو سکتا ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں آجائے ہیں ہمارا اور پدماس سے رخصت ہو کر چلی گئی۔ میں کار چنگ ہاؤس کے سامنے والے پارکنگ لٹا برے آیا یہاں میں نے لالی جگہ کار پارک کر لی جہاں اسے نکالنے میں دشواری نہ اور اس کے بعد چابی ہلاتا ہوا چنگ ہاؤس کے اندر ہی تھے جان بڑھ گیا۔

خاصی عمدہ جگہ تھی بلکہ خوبصورت سائیسٹور ان تھا جس پر ایک کمرہ کھینچا تھا۔ میں زیادہ رش نہیں تھا اندر داخل ہو کر نے اندک جائزہ لیا ایک ایک چہرے کو گہری نگاہوں دیکھا میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں میں خود ہی کسی کی ہوں کارمرز تو نہیں ہوں لیکن ایسا کوئی اندازہ مجھے نہیں ہو سکا اور میں ایک مینز جا چکا۔

رگھو لال کی موت کے اثرات کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ روبرو میری نظر پڑی تھی اس کاؤتھ روم کی جانب دیکھا چہرے سے خاصا خطرناک آدمی نظر آتا تھا یعنی موچیں بہت بڑی تھی میں سمجھتی رہتی تھی کہ ایک نشان تھا وہ انتہائی شریف کی نظر لے کر خوش کن کر رہا تھا لیکن کافی خطرناک آدمی ہو سکتا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً میری نگاہوں ایک ہرے کی جانب اٹھ گئی۔ بڑی اچھی شکل کی عورت تھی اور بڑی ہی جانب دیکھ کر ہی میری نگاہوں اس سے جا پڑی تھی اس نے میری طرف دو طرفہ دیکھا شروع کر دیا۔ میں ہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

مکانی ہی معلوم ہوئی تھی لیکن انتہائی پرکشش سادہ سے لباس میں لباس تھی۔ چند لمحات میں اسے دیکھنا رہا اور پھر بڑی طرف توجہ ہو گیا زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ عورت لالی ہو گئی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

”ایک سیوڑی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں سمجھتی رہی اور شریف رکھنے میں شاک کہ میری ناہنسی میں نے

انتہائی انداز میں کہا۔

”ضروری نہیں ہے کہ دوڑنے ملنے والے پہلے سے آپس میں شناسا ہوں؟ اس نے کہا۔

”اوہ یقیناً آپ نے مجھ کو شناسا کرنے کے لیے تو قدم اٹھے بڑھانے ہی چاہتے ہیں۔“

”دیکھتے ہو؟ وہ مسکراتی لولی اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش تھی۔

”آپ کے لیے کہا اسکو لائی ہے؟“

”جودل چاہے منگو لیجئے۔ اب تو آپ کی جمان ہوں؟ اس نے کہا اور میں نے مزید کہہ کر ایک شرواب کا ڈرور سے دیا۔ اس کے بارے میں میں آگے انداز میں سوچ رہا تھا عمر ستائیس تھا لیکن کے درمیان ہوگی چنانچہ اسے لڑی نہیں کہا جاسکتا تھا۔ لیکن چہرہ انتہائی پرکشش اور جرم متناسب اور بھر پور تھا۔ لباس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں تھی جو کوئی خاص اشارہ کرتی ہو اس کی اندک وجہ میری تھی میں نہیں آئی تھی نہ جانے کیوں وہ مجھ سے شناسا کر حاصل کرنا چاہتی تھی شرواب کے ٹھونٹے لینے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

”میں خود ہی اپنا تعارف کر لائی یا آپ مجھ سے میرے بارے میں پوچھیں گے؟“

”اوہ سوری بس آپ کی شخصیت میں گم ہو کر میں کلمات بھول گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام کوئل ہے۔“

”اور مجھے کاشی کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا اور وہ ہنسنے سے ہنس پڑی۔

”کیوں؟“

”ہمارے نام کے کچھ لفظ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔“

”ہاں۔ میں گہری سانس لے کر بولا۔ اب میرے ذہن میں یہی خیال آتا تھا کہ ممکن ہے وہ کوئی کاروباری عورت ہو۔ اور اس طرح اپنے لیے شکار تلاش کرتی ہو۔ بہر حال میں اس کا شکار کسی قیمت پر نہیں کر سکتا تھا۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھتی لئی اور پھر آہستہ سے لولی۔

”مشرکاشی آپ کے مشاغل کیا ہیں؟“

”بس ادارہ کرو ہوں۔ کوئی خاص مشغلہ نہیں ہے۔“

”براہ کرم ہاتھ آگے بڑھائیے۔ اس نے کہا اور میں چونک کر آگے دیکھنے لگا۔

”پہلیز۔ وہ آہستہ سے لولی اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے

سائے چھبلا دیا چند لمحات وہ میرے ہاتھ کی طرف پھینکی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔
 "اوه گویا میرا خیال درست ہی تھا آپ کے بارے میں۔"
 "یکرا مطلب؟"
 "مہتر کا شای حال کچھ کسی کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہیے۔ میں اپنے فن کو بار بار گزارا کرتی ہوں۔ اپنے آپ کو آواز دینا چاہتا ہوں اور بعض اوقات مجھے اس سلسلے میں نقصانات بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ کہا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ میں آپ کا پہرہ دیکھ ہی اس طرف آئی تھی اور آپ کے چہرہ پر برہمیری لگا کسی خاص وجہ سے نہیں اٹھی تھی۔ بلکہ اس اتفاق شخص اتفاق ہے۔"
 "آپ کہنا کیا چاہتی ہیں کوشل؟"
 "مجھے نہیں کہہ سکتی۔ بوجہ ہوں، اس نے جواب دیا۔"
 "اوه بہت افسوس ہوا یہ سن کر لیکن میں پھر اپنا سوال پڑاتا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟ میں نے کہا۔"
 "آپ قائل ہیں مہتر کا شای آپ قائل ہیں۔ آپ کے چہرے کی بیکریں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ آپ نے ایسی ہی زندگی میں لاتعداد و نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ بڑے بڑے خطرناک لمحات سے گزرے ہیں آپ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کے ہاتھ کی بناوٹ سبب سے کہ آپ کے ہاتھوں نے شائقین سے بہت کچھ سیکھا اور شاید حال ہی میں آپ نے کسی کو پھر تھیل کیا ہے۔ یہ ایک اہم تھائی خطرناک بات ہے مہتر کا شای کیونکہ میرا کہنا میرے لیے بھی ہوتے کا سبب بن سکتا ہے لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے اپنے فن سے انصاف برتنا چاہتی ہوں کہ آپ نے حال ہی میں ایک اور قتل کیا ہے، میرے رگ و پے میں سنسنی ڈال رہی تھی۔ میں اس جاوے جو عورت کی جاوے گری کو تو خیر یہ نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک بات میں نے اپنے طور پر مزہ جوئی۔ یقیناً اس کا تعلق سورج نہیں ہے۔"
 "میں نے گہری لگا ہوں ہے اس کو خوبصورت عورت کو دیکھا اور سوچا، جو خوف لڑکی تیری یہ عجیب دانی ہی تیری موت من جانے کی غلطی سے تو تھی ہے لیکن اب میرا کہنا ضرور ہے۔ جو کچھ میرے مقدر میں ہے۔"
 "وہ سکرانی لگا ہوں مجھے دیکھ رہی تھی۔ جیسا کہ کہا۔"
 "کس سوچ میں ڈوب گئے مہتر کا شای؟"
 "مختار سے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔"
 "بہی کتنی ہے وہ خوف عورت ہے کسی قائل کو یہ تیار کر دہ قائل ہے اپنی جان مہبت میں چھنسا بیچی ہے، اس نے کہا۔"

اور کھل کھلا کر ہنس پڑی۔
 "بہنیں کچھ اور، میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔"
 "بتانا پسند کرو گے؟"
 "میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم نے کتنی آسانی سے ایک شہر آدمی کو قاتل بنا دیا۔"
 "میں نے نہیں مہتر کا شای حالات نے۔"
 "کیا ضرورت ہے زیادہ خود اعتمادی ابھی چیز جو تم میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔"
 "بھی بھی ہوتی ہے اور تری بھی؟"
 "میرے خیال میں اس میں اچھائی کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ میں نے سنی چیز میں ہی کہا۔"
 "بعض اوقات کتنے نقصان نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ اس نے کہا۔ میری لگا ہیں کہ لڑکی کے کوشل کا جائزہ لے کر یہ عورت مجھے کہا چاہتی ہے، یہ پھر میں نے کہا۔"
 "بہر حال اگر آپ بہت ذہین ہیں تو میں اس سے متاثر ہو سکتا۔"
 "مگر میں نہیں متاثر کرنا چاہتی ہوں، اس بارہ ہو گئی۔"
 "بہت خوب۔ اس سے آپ کیا حاصل کریں گی۔"
 "ساری باتیں ایک ساتھ پوچھ لو گے۔ وہ انداز میں بولی اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ میں نے سوچا کہ آپ بہت تیزی مزاج شناس ہیں۔ چہروں کو دیکھ کر ہی پتہ لگا لیتی ہیں کس شخص نے کہا کیا ہے۔ دل ہی دل میں اس بات کو میں نے مزہ دیا تھا کہ اس نے مجھے قائل کھرا دیا اور یہ تک کہہ دیا تھا کہ میں نے حال ہی میں کوئی قتل کیا ہے۔ شناسی کے عجوبات کا، میں قائل تھا۔ ساری زندگی ہی چوڑا، میں کڑی تھی، بھانت بھانت کے لوگ اپنی صلاحیتوں کے میرے سامنے آئے تھے چنانچہ میں اس فن کو ماننا تھا اور میں کوشل کی اس تیار شناسی کو تسلیم کر رہا تھا، لیکن میرے لیے وہ مار کھا گئی تھی، یہ انداز جو رویت میرے سینے میں اب کوئی چیز رکھتا تھا، میں نے تو اتنا کچھ دیکھا تھا کہ اب دیکھنے کی ہوس کی تھی۔ رہی تھی۔"
 "وہ چند لمحات پر خیال انداز میں میری سطح کھٹکتی رہی پھر کس نے میری آنکھوں میں دیکھا اور وہ بونٹ کچھ تو میری گہری سانس لے کر گری کی پلٹ سے تنگ تھی۔"
 "تم لوگو میرے مزاج پر حاوی ہوئے جارہے ہو؟"
 "کیا یہ کمال کی بات نہیں ہے کوشل، میں نے مسکرتے ہوئے کہا۔"

ہوئے کہا۔
 "ہاں کچھ لوگوں کو کسی پر قابو پالینے میں کمال حاصل ہوتا ہے اور تم ان ہی میں سے ایک ہو۔"
 "میں نے کس پر قابو پایا۔؟" میں نے سوال کیا۔
 "مجھ پر۔"
 "اوه۔ اتنے مختصر وقت میں؟"
 "قابو پالنے کے لیے ایک ٹوکافی ہونا ہے، اس نے کہا۔"
 "میرے لیے یہ انکشاف سے کوشل۔"
 "مذائق اڑنے جاوے میرا کہا کھتے ہو مجھے یہ بتاؤ؟"
 "اوه۔ میں آپ کو ایک قابل احترام خاتون سمجھتا ہوں اور میں۔"
 "ظاہر ہے ابتدائی ملاقات میں کسی کے بارے میں صرف اتنا ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"
 "دیکھو کا شای۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ یہاں جنگ ہاؤس میں ہماری ملاقات ہوئی تھی تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے قدم ہی دوسرے مجھے جنگ ہاؤس لائے گئے کہ تم سے ملاقات ہو ملے؟"
 "مگر مگر اس مختصر ملاقات میں مجھے آپ سے اور آپ کو مجھے یا حاصل ہو سکتا ہے۔"
 "بہت کچھ۔" وہ مٹی جھریلے میں بولی۔
 "تو ذرا فرما دیجئے؟"
 "میری صلاحیتوں کا امتحان لینا چاہتے ہو یا اپنے شہیے کی حد تک کہنے کے خواہش مند ہو؟"
 "نہیں۔"
 "ہاں شہید۔"
 "کیسا شہید۔"
 "یہ میں نہیں جانتی لیکن مجھے لوں اندازہ ہونا ہے جیسے تم میرے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو۔ ذرا ایک بار دیکھو اپنے ذہن میں وہ باتیں اور جو تم ہی میرے بارے میں سوچ رہے تھے، اس نے کہا اور اس جواب سے اس کی شکل دیکھنے کو میرے ذہن میں وہ خیالات اٹھنے لگے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ عورت سورج گردن سے تعلق ہے اور پھر جب وہ بولی تو میری آنکھیں جرت سے پھیل گئیں۔"
 "دیکھو میں جاوے کر نہیں ہوں، مگر میں نے فیانی زندگی کا ایک بہتر اور مختصر دیکھنے کے مختلف علوم سیکھنے میں گزارا ہے میں جانتی ہوں کہ ایک اور عورت ہونے کی وجہ سے میں ان علوم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی اور اپنے طور پر ہی انہیں استعمال کرتی رہی ہوں۔ لیکن شاید میں یہی کرنا چاہتی ہوں کہ ان علوم کے حصول کی وجہ سے ان کے لیے تمام قیمتی سرمے کھو دینا پڑے۔"

"وہ مجھے غصہ ہو رہی ہے۔ ایک کے بعد ایک نیا انکشاف کہہ رہی ہیں آپ۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "ہاں کا شای ہاں، پھر تمام انکشافات نے ہیں میرے دل سے پوچھو ان کی حقیقت۔"
 "کوشل، آپ مجھ سے کہا چاہتی ہیں؟" اس بار میں نے بخیرہ بے میں کہا۔
 "کا شای مجھے تمہارے وجود میں ایک جھٹکا ہوا انسان نظر آتا ہے میں تمہارے تجربے کی زندگی کو سنبھالنے نہیں کر سکتی۔ میں جانتی ہوں مختاری آنکھوں کا اندازہ تھا کہ جسے کہ ایک ایک کھینچتی رہا ہے کہ اس میں خیرات کو کوٹ کر کھیرے ہوئے ہیں لیکن جمانے کیوں تم میری طرف سے لاپرواہی برت رہے ہو یوں کہ میری تھی کہ میں نہیں ایک جھٹکا ہوا انسان جانتی ہوں۔ وہ جو کسی کی تلاش میں سرگرداں ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے کا شای، انسان اس دنیا میں کسی کو کچھ نہیں دے سکتا لیکن سب ایک دوسرے کی مدد کے سہارے زندہ رہتے ہیں انسانی تازہ نگاہ کو دیکھ لو یہ جلد یہ احساس نہیں ہر جگہ لگا کر میں تم سے یہ کہوں کہ انسانی سے یہ ملاقات کے لمحات میرے لیے ایک مفید کا باعث بن گئے ہیں تو کیا تم سے قریب کہو گے۔ مجھے بتاؤ کہ تم میرے بارے میں اپنے ذہن میں کیا شہید رکھتے ہو اگر تم اس بات کا جواب دے دو گے تو میں اس کے بعد گے کی بات کروں گی۔"
 "تم نے بھی مجھے قائل کہا۔"
 "ہاں کہا اور اس سے بھی مخالف نہیں کروں گی۔"
 "جیکہ میں قائل نہیں ہوں،"
 "اگر تم قائل نہیں ہو تو میں اپنے اس فن پر پلٹتی ہوں۔ جس نے مجھے غلطیوں پر پھینکا اور اس کو پوچھو گے کہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔"
 "اسی تم نے کہا تھا کہ میں اپنے ذہن میں وہ باتیں دہراؤں جو میں نے تمہارے بارے میں سوچیں ہیں یا کچھ میرے ذہن میں ہے کہ کیا اندازہ لگایا اس احساس سے تم نے کہا۔ تم نے پہلی پوچھی گی ماہر ہو۔"
 "بہنیں ذہنی نہیں، میں نے پہلی پوچھی ایک الگ فن ہے اور میرا فن اس سے مختلف ہے۔"
 "مطلب؟"
 "ذہن میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں پھر سے کے غلطیات ان کا اثر قبول کرنے ہیں۔ وہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ذہن کو پھاٹ رکھنے پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ ذہن سورج کا عکس بہروں کی بجائے ہر جگہ ہوا میں اسی بیکروں کو پڑھنے کی

ماہر ہوں؟

”کیا یہ ایک نیا اور اجنبی فن نہیں ہے؟ میں نے کہا۔
”ہاں ہے۔ ابھی دنیا اس سے قطعی روشناس نہیں ہوئی
لیکن اس کی حقیقت کو سمجھنا یا نہیں جاسکتا؟“
”میں تسلیم کرتا ہوں۔ بات واقعی درست ہے ہرے کے

”نشانات و معانی سورج سے متعلق ہوتے ہیں۔ میرے بارے میں کیا
اندازہ لگایا ہے تم نے؟“

”سنو گے تو میری ایک اٹھو گے۔ میں تجھیں بھڑکانا نہیں چاہتی۔“
”چلو وعدہ و وعشل نہیں بھڑکانوں گا اب کہو؟“

”تم میرے بارے میں شک و شبہات رکھتے ہو۔ یہاں جنگ
ہاؤس میں تم کسی خاص مقصد سے آئے ہو۔ تم اپنی زندگی سے کسی
ایسے فن میں مصروف ہو جس میں تجھیں ممکن لاکھوں لاکھوں کا سامنا کرنا
پڑ رہا ہے۔ اس نے کہا اور اب میرے لیے جوئے کی بارگاہی تھی۔

”کون ہے یہ عورت کون ہے؟ کتنا جانتی ہے میرے بارے
میں؟ کیا اس کا فن اب سے کچھ نیا رہا ہے۔ باہر فوجی پروف
بن رہی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اس بے وقوف نسلے والی عورت
سے اچھی طرح غصہ ضروری ہوگا۔“

”ہنہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں تجھیں بے وقوف نہیں بنا رہی
میں تم سے فریاد نہیں کر رہی جس طرح چاہو مجھے آزماؤ۔ انسانی
کاروائی یا کوئی غلط فہمی جلدیہ رکھ کر میرے بارے میں بڑے انداز
میں سوچنا مناسب نہیں ہوگا۔ وہ لولی اور میں نے ایک لمحے
لیجے انھیں منکر نہیں ہوگا۔ اب میرا چہرہ اس کے سامنے کھلی کتاب
کی مانند تھا اور وہ اسے بڑھ کر اس کے سامنے تعقیبیل دہرا
رہی تھی۔“

”آنہیں بند کرنے سے کچھ نہیں ہوتا چہرے کی کیوریوں میں
کی توں دلتی ہیں؟ وہ لولی اور میں نے انھیں کھول دیں۔

”تم واقعی خطرناک عورت ہو۔“
”ہنہیں ہرگز نہیں مجھے آزما کر دیکھو۔“

”اچھا چلو تھیک ہے مجھ سے کیا چاہتی ہو؟“
”الفاظ سے مجھے اپنی پسند کا ایک شخص مل گیا ہے۔ میں تم

سے امداد کی خواہاں ہوں۔“
”کس سلسلے میں؟“

”اُن لوگوں سے انتقام لینے کے سلسلے میں جنھوں نے میری
زندگی برباد کر کے رکھ دی ہے۔“

”مختاری زندگی کے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔؟“
”ایک ٹھوس فنی تعقیبیل معلوم کر لینا مناسب نہیں ہوگا
مجھے تمھارے جیسے کسی شخص کے تحقیقات کی ضرورت ہے۔“

”مختص یہ کیسے یقین ہو گیا کہ میں آتما ہی فارغ آدمی ہوں؟“
”بھڑکی سوال کر رہے ہو جس کا جواب ابھی اچھا دے
چکی ہوں؟“

”ادھ۔ اچھا اچھا کیا تم بھی بنا سکتی ہو کہ میں یہاں کیسوں
آیا تھا۔“
”ہنہیں۔ میں نے کہا نا لفظ یہ لفظ تو سب کچھ نہیں بتاتی
البتہ کوئی ایسا اندازہ کرنی ایسا احساس نہیں یہاں لایا ہے جو
انسانی کیفیت رکھتا ہے اور جس میں تم ایک الگ انداز میں
کچھ کرنا چاہتے ہو۔ اب میں نے دل میں اس عورت کو تسلیم کر لیا
تھا پھر میں نے کہا۔“

”میرے دل میں تمھارے بارے میں ایک خیال آیا تھا۔“
”ہاں۔ وہ یہ کہ شاید یہ تعلق بھی تمھارے ان دشمنوں
ہے جن سے تم بنو اور آنا ہو۔“

”بالکل صحیح ہی سوچا تھا۔“
”میں ان میں سے نہیں ہوں۔ ہوں بس لوں کچھ لو کہ جنگ
ہاؤس آکر آتی رہتی ہوں اپنے ان خطرناک دشمنوں کی تلاش
میں جو میری لنگاہوں سے بوندہ ہیں ممکن ہے ہم دونوں مل
کر ایسے اپنے دشمنوں کا خاکہ کر لیں۔ لولو کیا تم میری اس
حیثیت کو قبول کر لے گے؟ کیا تم مجھ سے دوستی کر سکتے ہو؟“

”ہم دوست تو بن چکے ہیں کوشل میرا خیال ہے یہ کافی
ہے۔ میں نے کہا۔“

”تم ایک بات کو ذہن میں رکھو۔ میری ذات سے مجھ کوئی
لفضان نہیں سہنے گا۔ بلکہ اگر ہم دونوں کا مقصد ایک ہو جائے
تو پھر ہم ایک دوسرے کے لیے کارآمد ہو سکتے ہیں۔“

”تھیک ہے جنگ ہاؤس میں ایک خاص مقصد کے
لیے آیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ تم سے ملاقات کرنے کے بعد میرا
کوئی اور مقصد نہیں رہا میرے ذہن میں۔“

”تو پھر آؤ انھیں یہاں سے۔“
”کہاں؟“

”میری کوئی پرہلو۔“
”تھیک ہے جیسا تم پسند کر میرے پاس میری کار و چو
ہے۔ میں نے کہا۔“

”میری کار کا تعاقب کرنا؟ وہ لولی اور کھوڑی دیر کے بعد
ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔“

”باہر نکل کر میں نے پدماکے بارے میں سوچا۔ پدمایشیک
ایک بہتر معاون لیکن وہی طور پر وہ اتنی برتر نہیں تھی کہ
قدم بہ قدم چل سکے۔ میرے ذہن میں اب جو تصویر آیا تھا وہ مختلف

تم کہا تھا اور میں اس سلسلے میں اپنی پیمانے پر کام کرنا چاہتا تھا۔ پیمانے
نے ذریعے مالی مسئلے حل ہو جاتے تھے اس کے علاوہ اور کوئی ایسی
بات نہیں تھی پدماکو الگ رکھ کر میں زیادہ خوش انداز میں کام
لیتا تھا۔ پہلے میں نے اس بارے میں سوچا تھا۔ لیکن پھر یہ
دوچ کر نظر آنا کہ وہ ہٹا کر پدماکے جاری تھا کہاں رہ سکتی
ہی۔ یہ احساس ہو رہا تھا کہ کوشل اگر وہی میرے لیے کارآمد
ہو سکتی ہے تو یہ زیادہ بہتر خطہ ک عزت ثابت ہوگی اور اس
مدد سے میں اپنے مسائل حل کر سکتا ہوں۔“

پدماکے اس سلسلے میں معذرت کر لینا کوئی مشکل کام نہیں
فانے میں یہ بتانا کافی ہوگا کہ میں سورج گرہن کے راستے پر ہر
ماہوں اور آج اس سے علیحدگی ہی مناسب ہے۔ پدماکے سینے
سے انسانی ایک روش ہے جہاں بھی اس کی ضرورت پیش آتی
ان سے ضرورت تکلیف دونوں کا لیکن یہ نہیں بتاؤں گا کہ کوشل
ہے ساتھ ہی ہم دونوں عورت کا معاملہ ذرا مختلف ہوتا ہے۔ پدماکے
ابھی راستہ پر چل رہی ہے لیکن جب آئے یہ علم ہوگا کہ میں کوشل
ہے ساتھ وقت گزار رہا ہوں تو شاید وہ مجھ سے برکتہ ہو جائے
ام تر تجربہ نہ ہی کہتے تھے کہ ہیئتہ انسان کو ذہانت سے کام لینا
اچھے۔“

کوشل کی کوئی میری توقع سے کہیں زیادہ شاندار تھی۔ وہ
دلیلیں گیت سے گزرنے کے بعد ہم پورچ میں پہنچ گئے دونوں
نے کارپس روکیں اور میں کوشل کے ساتھ اندر کی جانب چل پڑا
پدماکے ہم سے لوگ نظر آ رہے تھے اس کے علاوہ کوئی ایسی کیفیت
نہیں تھی جو پدماکے عادی ہوتی وہ مجھ کو یہ ہوسے ڈراؤنگی م
میں پہنچ گئی۔“

”یہ میری رہائش گاہ ہے۔“
”تمھارے ذرا آسانی کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں؟“

”ہاں۔ میرے حرم شوہر کی بھرتی ہوئی کھوڑوں اور
لی بائبل اور میری ایکیت ہے لوگ مجھے ایک مہاش بیوہ سمجھتے ہیں
مختلف ہاؤسوں اور لنگھنوں میں آتی جاتی رہتی ہوں۔ زندگی
کے کئی دوپ اپنا رہنے ہیں جس میں سے ایک نے اس
وقت دیکھا اگر کوئی ہے اس حالت میں جنگ ہاؤس میں پدماکے
جو دیکھ کر لپٹا تو کسی یقین نہ کر سکا کہ میں کوشل ہوں۔“

”کوشل تمھارے شوہر کا نام کیا تھا؟“
”رام سہائے؟ اس نے جواب دیا۔“

”گیا لیکن کوشل رام سہائے کے نام سے جانا جاتا ہوگا۔“
”ہاں۔ تمھارا کہنا درست ہے۔“

”اور تم سماجی حلقوں کی ایک بہت بڑی شخصیت ہوگی؟“
”یہ بھی کسی حد تک تھیک ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ کچھ لوگ میری
زندگی کے دور ہیں۔“

”وہ کیوں؟“
”وہ ہیں نہیں بتا سکتی ہوں کہ میری طویل زندگی میں کئی
اور میری زندگی کا ایک خاص مقصد ہے۔“

”اچھا چلو۔ اب ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ کون کون
ہیں وہ۔؟“

”ان کا تعلق ایک بہت بڑی تنظیم ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”ہاں چونکہ پڑا۔“
”اور اس تنظیم کا نام سورج گرہن ہے۔ میں ساکت
ہو گیا تھا کوشل میں سے ہرے کی طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک دم
سے چونک پڑی۔“

”اسے کیا واقعی پکارا واقعی؟“
”ہاں۔ میں نے مختار انداز میں سوال کیا۔“

”گویا تمھارے اور ہمارے مشترکہ دشمن ایک ہی ہیں؟ اس
نے سوال کیا۔“

”ایسا ہی لگتا ہے کوشل۔ ایسا ہی لگتا ہے۔“
”یہ تو اور میری بھی بات، کوئی کاشی بہ تو اور میری بھی بات ہوتی
اس سے ابھی تو کوئی بات نہیں ہے۔“

”کوشل۔ اس کا مطلب ہے کہ تم سورج گرہن کے بارے
میں مجھ سے زیادہ ہی جانتی ہو۔ گی تمھاری ذہانت اس بات
کا اظہار کرتی ہے کہ تم نے بینک اپنے کام میں نمایاں کامیابی
حاصل کی ہوگی۔“

”نمایاں نہ کہوں بس مختار بہت اس سلسلے میں معلومات
حاصل کر سکتی ہوں عورت ہوں نا بے شمار دستوں پر میرے
قدم رک جاتے ہیں مجھے ایسے کسی ٹھوس اور مضبوط ہمارے کسی
ضرورت تھی جو میرے اس فن میں میرا معاون ثابت ہو۔“

”اگر سورج گرہن کے خلاف مختار مشن جاری ہے تو پھر یہ
سمجھ لو کہ میں تمھارا ساتھی ہوں۔“

”تو پھر لٹاؤ۔ اس نے کہا اور میں نے اپنا ہاتھ اس
کے ہاتھ میں دے دیا اس نے گڑبگڑتی سے ہر ہاتھ پہنچ کر چھو
دیا تھا۔“

”اچھا اب یہ بتاؤ کوشل کس سورج گرہن کے سرکردہ لوگوں کے
بارے میں تمھاری کیا معلومات ہیں۔“

”اگر تم سورج گرہن کے کسی ایک آدمی کو اس تنظیم کا سربراہ

کہتے ہو تو یہ بخاری غلطی ہے مختلف لوگ اس تنظیم میں بڑا روادار رکھتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ انہیں کٹر لوگ کا ٹالا ایک ہی شخص ہے۔

”تم نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں؟“
 ”ابھی کچھ زیادہ نہیں لیکن بہت جلد میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گی۔“
 ”اچھا یہ تناؤ ساجن داس نامی کسی آدمی کو جانتی ہو، یہاں نے سوال کیا۔ اور گوشل کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔“
 ”ساجن داس۔“ وہ گرتے ہوئے کہتا ہے۔

”ہاں۔“
 ”جانتی ہوں ابھی طرح جانتی ہوں۔“
 ”کیا اس کا تعلق؟“
 ”یہ شخص تنظیم کے بڑوں میں شامل ہے۔“
 ”کہاں رہتا ہے۔؟“
 ”کہیں نہیں، گوشل نے جواب دیا۔“
 ”کیا مطلب؟“

”یہ بہت کم سامنے آتا تھا اس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کہ یہ کہاں رہتا ہے بس اس کا نام منظر عام پر ہے۔“
 ”تم بھی اسے نہیں جانتی؟“
 ”ہاں۔ میں اسے جانتی ہوں لیکن صرف شکل کی حد تک وہ کہاں رہتا ہے کیا کتنا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔“

”ہوں۔ تو گو با سے تلاش کرنا ہو گا۔“
 ”یقیناً۔ اور تم اپنی اس کوشش میں بلاشبہ کامیاب ہو جاؤ گے۔ گوشل نے کہا بھر لو۔“

”کہا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔“
 ”گوشل اب جب یہاں تک تفصیلات ہم نے ایک دوسرے کو بتادی ہیں تو پھر میں نہیں کچھ اور بھی بتانا چاہوں گا۔“
 ”ہاں کہو۔“ وہ بولی اور پھر میں نے اسے اپنی کہاں نہ مانے لگا لیکن میں نے اپنی ذاتی ہمائی اسے نہیں سناٹی تھی یہ نہیں بتایا تھا اسے کہ ہر نام راجہ ڈار اور صغرے بلکہ میں نے اسے کاشی رام کی حیثیت سے ہی اپنی پوری داستان سناٹی تھی اور اس کے بعد میں نے اسے بدما و مجرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور گوشل نے ہر حال انداز میں ہیری شکل چھپتی رہی پھر وہ کہنے لگی۔

”واقعی بات بڑی دلچسپ ہے بدما کو بھی اگر تم چاہو تو نہیں

بلا لگو کہیں اور وہ خطرے میں پڑ سکتی ہے۔“
 ”ہائیں۔ میں جانتا ہوں کہ بدما الگ ہی رہے لیکن اس کی خبر گیری کرتے رہیں۔“

”اس سلسلے میں بہن کیا وقت ہو سکتی ہے لیکن تم بہن پر قیام کرو۔“
 ”شک ہے میں بدما سے اس موضوع پر بات کر لوں گا۔ اس کے بعد۔“

”بہنیں تم اس موضوع پر بات کر کے فوراً یہاں واپس آ جاؤ پھر یہ خبر گیری دو تھا ست ہے تم سے۔“ میں گوشل کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔ بدما سے ملاقات ہونے میں کوئی خاص وقت نہیں ہوئی وہ میری طرف دیکھ رہی میں نے اسے بتایا تھا کہ چیٹنگ ہاؤس جانے کے بعد وہ اپنے معاملات سے واسطہ پڑے جس کی مستقل چھان بین ہوگی اس سلسلے میں بہتر ہو گا کہ بدما مجھے تنہا چھوڑ دے اور خود کسی ایسی جگہ قیام کرے جہاں اس کا دل بھی لگ جائے جب تک کوئی موٹر کار روانی نہ کر لوں اس سلسلے میں ضرور رہوں گا۔ بدما جو نہ ہر معاملہ میں مجھ سے تعاون کرتی تھی اس لیے وہ اس بات پر بھی آمادہ ہو گئی۔ اس نے کہا۔

”اس طرح تنہا کسی ہوگی میں رہتا ہوں میرے لیے مناسب نہیں ہے یہاں میری بہت سی سہیلیاں ہیں جن کے ساتھ آرام سے رہ سکتی ہوں۔ اگر تم ایسی ہی ضرورت محسوس کرتے ہو میں ان میں سے کسی کے محل جانے لاتی ہوں اور اس کے بارے میں تفصیلات اطلاع دے دوں گی۔“

”شکر ہے بدما۔ میں اس تعاون کے لیے بیحد شکرگزار ہوں۔“
 ”مگر تم مجھے کسی بھی مسئلے پر ہونگے کاشی۔ تم جانتے ہو؟“
 ”یہ کوئی کہنے کی بات ہے بدما یہ تو میرا فرض ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بدما کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو گیا تھا۔ وہ اس کے بعد میں واپس گوشل کے پاس پہنچ گیا اور گوشل نے میرے لیے ایک آراستہ کورہ منتخب کر دیا جہاں میں قیام کر سکتا تھا۔ گوشل کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ ابھی تک قائم نہیں ہو سکا تھا، اس نے بتایا تھا کہ اس کے شوہر کی بے بناہ دولت اس کی معاون سے، وہ حقیقت اس کی کوٹھی کو بھی تو سمجھ سکتی اندازہ ہونا تھا، لیکن کوٹھی میں عام قسم کے ملازموں کے علاوہ اداکار نہیں تھا۔

رات کو تم لوگ ڈونر کے بعد بروکنک میں بیٹھ کر کھانے کا رات کو تم لوگ ڈونر کے بعد بروکنک میں بیٹھ کر کھانے کا رات کو تم لوگ ڈونر کے بعد بروکنک میں بیٹھ کر کھانے کا رات کو تم لوگ ڈونر کے بعد بروکنک میں بیٹھ کر کھانے کا

لنڈہ سے لگی۔
 ”دیکھو کاشی سورج گرہن تنظیم بہت خطرناک ہے اس لیے اس کے بارے میں جہاں جہاں تک سبھی کو ہونی چاہیے اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں۔ میں نے ایک جہاں چلی ہے جس میں سورج گرہن کے ٹرے ٹرے اکان میری نگاہوں میں آئے تھے۔ جب ان لوگوں کو تلاش کروں گی اور تم ان کا منظر دیکھو گے کیونکہ تم قتل کرنے میں وقت محسوس نہیں کرتے۔“
 ”تو باا میں ایک کرائے کا قاتل ہوں۔ میں نے شکر لیا ہوں۔“

”ہوئے کہا۔“
 ”کیسی باتیں کرتے ہو کاشی، میں نے تجھیں اپنی زندگی میں اتنا بڑا مقام دیا ہے اور تم اپنے آپ کو صرف کرائے کا آدمی سمجھتے ہو میں تجھیں کچھ دے تو نہیں رہی ہو تو ہمارا ایک شکر کر منٹ ہے۔“
 ”میں نے مذلتی ہیں کہ رہ دیتا تھا گوشل، تم اس چہرہ کو محسوس نہ کرو۔“

میرے ذہن میں ایک بڑا منظر ہے بہت بڑا منظر ہے۔ گراہی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میں نے خیال پھیلارکھے ہیں، تم لوگ مجھ کو نہیں ہی اس سلسلے میں معمولی کردار ادا نہیں کر رہی میرے نمائندہ بھی پھیلے ہوئے ہیں جو سورج گرہن کے لوگوں کو جال میں چھانسن چھانسن کر میرے پاس لانے ہیں لیکن ابھی تک ان میں مجھے کوئی ایسا کام کا آدمی نہیں مل سکا، جس سے میں اپنا انتقام لے سکتی۔“

میں نے دلچسپ لگا ہوں سے گوشل کو دیکھا اور پھر کہا۔
 ”اگر تم میرا تو بہت اچھا ہے تمہارے اس طریقہ کار سے مجھے خوشی ہوئی گوشل میں جانتا ہوں کہ ساجن داس کو تلاش کیا جائے تو کوئی بہت ہی آسانی ہوگی۔“

”میں جانتے گا وہ بھی مل جائے گا۔“
 ”لیکن تمہارے لیے کام کرنے والے۔“

”ہاں یہاں کے کچھ جیسے ہونے مندے ہیں جو میرے اشارے پر میرے طلبہ لوگوں کو اغوا کر کے یہاں لے آئے ہیں۔“
 اس کو بھی کہنے میں نے ایک ایسی جگہ بنا رکھی ہے جہاں ان لوگوں کی زبانیں کھلوانی جاتی ہیں اور پھر وہیں گونگا ہر کوئی کہتا ہے ان سے نکال دیا جاتا ہے۔ میں ایک لمحہ کے لیے چونک رہا تھا۔
 ”گونگا ہر کوئی؟“

”ہاں۔ تاکہ وہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہ بتا سکیں۔“

”لو کیا تم ان کی زبانیں کاٹ دیجی ہو؟“
 ”نہیں۔ گوشل مسکرائی۔“
 ”پھر۔؟“
 ”اس کے لیے میں نے ایک خاص طریقہ کار سوچ رکھا ہے۔“
 ”یعنی۔“

”بس میں ان کا برین واٹش کر دیتی ہوں ان کے ذہن سے وہ لمحات نکال دیتی ہوں جو انہوں نے میرے ساتھ گزارے ہیں۔“
 ”گو یا گو یا عام حالات میں وہ اپنی اصل حیثیت میں رہتے ہیں۔“

”ہاں۔ میں عام قسم کے لوگوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتی۔ تم خود بتاؤ۔“
 ”میں تو ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا تھا گوٹھے پہرے سے میرے یہی بچھا تھا کہ شاید ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کر دیتی ہو جو انسانیت سوز ہو۔“

”عام لوگوں کے ساتھ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی لیکن اگر سورج گرہن کا کوئی نمائندہ میرے ہاتھ لگ جائے جو بہت بڑی حیثیت رکھتا تو تو پھر میں اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتوں گی۔“

”تھک ہے میں تم سے متفق ہوں۔ دوسری بات ہے کہ میرا ہر مجھے بلانے کے لیے ایک خوبصورت سی روٹی آئی تھی اس کا نام بندو تھا چھوٹے سے قدرتی سین رطوبتی چھڑی دلکش لگی اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ چمکی رہتی تھی۔“
 ”ماکن بلار ہی میں صاحب جی۔ اس نے کہا۔“

”کون ہو تم۔؟“
 ”بندو ہیں جی ہم۔ وہ بولی۔“

”اچھا اچھا تم تو واقعی بندو ہو چلو تھک ہے میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا سینڈ رنگ کی ایک خوبصورت سی ساری میں ملبوس گوشل میرا انتظار کر رہی تھی مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی اور رات کی نسبت وہ مجھے اس وقت بہت زیادہ دل محسوس ہوئی کیونکہ اس کا چہرہ ہر قسم کے میک اپ سے بے نیاز تھا آنکھوں کی گہرائیوں میں چھانکنا کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں تھا ایک عجیب سی کشش تھی اس کی آنکھوں میں مجھے بے بال کھلے ہوئے تھے اس نے مجھے ایک اداسے مخاطب کیا اور بیٹھنے کی پیشکش کی میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔“

”کیا دیکھ رہے ہو۔
”رات کی نسبت میں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں“

”کل ایک آدھی ہمارے ہاتھ لگ رہا ہے میرے اکیڑوں نے مجھے اطلاع دی ہے۔
”کمال کی چیز تو ہم کو شل۔“

”بس اب یہ کمال ہم دونوں مل کر کریں گے۔ وہ سکرانی۔
”مقبیہ دن ہم دونوں نے ساتھ ہی گوارا کو شل کے انداز میں بڑی دلکشی سے بارہا ہاں نے اپنے آپ کو اس سے متاثر ہوتے ہوئے محسوس کیا اس کی بعض باتوں سے میں پگھل جاتا تھا لیکن ایک بات اور مجھی محسوس کئی مہینے کے بعد متاثر کرنے کے لیے سب کچھ نہیں کرتی تھی بلکہ اس کے کردار میں کوئی گزند بھی ابھی تک تو نہیں پائی تھی آئندہ کے بارے میں میں کہہ نہیں سکتا تھا۔“

”شاہ کو ہم دونوں گھسنے کے لیے نکلے کو شل نے میرے لیے کچھ لباس منگوائے تھے اور خود ہی ان کا انتخاب کیا تھا۔ اس نے اپنی پسند کا لباس مجھے پہنایا اور اس کے بعد میں کو شل کی کار میں بیٹھ کر پھل پڑا۔ ہم لوگ مختلف علاقوں میں سیر و تفریح کرتے رہے اس کے بعد ایک کلب میں آ بیٹھے تقریباً بارہ بجے تک ہم کلب میں رہے اور اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑے کو شل میرے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی میں ڈرائیونگ کر رہا تھا اب وہ آہستہ سے بولی۔

”جب کوئی مرد ڈرائیونگ کرتا ہے تو کتنا اچھا لگتا ہے۔
”کیا مطلب ہے۔“
میں بھی ڈرائیونگ کر لیتی ہوں لیکن اگر کوئی ساتھ بیٹھا ہو لیٹھ لیکر وہ ڈرائیونر ہو تو بہت عجیب سا لگتا ہے ایک شخص کا سا احساس ہوتا ہے یوں لگتا ہے جیسے ہم سارے کاموں سے غائب ہو چکے ہیں۔ میں نے گردن کھنکھرائے اور دیکھا کو شل کے چہرے پر حیرت کی بات کے ساتھ گزند رہے تھے لیکن ان جذبات کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کو شل نے پہنچنے کے بعد وہ انتہائی غمناک انداز میں بولی۔

”اچھا اب آرام کرو۔ کل میں کام کرنا ہے میں خاموشی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا کو شل کے کردار نے ذہن پر غیب سا اثر ڈالا تھا اب آہستہ آہستہ اس کے سلسلے میں میرے

دل سے شکوک و شبہات ختم ہوتے جا رہے تھے۔
ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی ایک کارآمد شخصیت تھا اور اس کے ذریعے اپنا مقصد منور حاصل کر لوں گا اصل مقصد میں نے کو شل کو ہوا تک نہیں گئے تھی میں اسے نہیں پتا چاہتا تھا کہ میرے دل کے گوشوں میں کون سا کرب لپٹا ہوا ہے اور درحقیقت میں کیا چاہتا ہوں اور یہ سب کچھ بتانے کا نہیں تھا۔

میرا کرب میری ذات سے متعلق تھا کون جان سکتا تھا کہ اس نے عالمگیر کا راجہ نواز امیر کو کون سا ایک ایک شخص تھا اب صرف محبت میں ڈوبا ہوا ایک ایسا شخص ہے جسے پھر شہرے ہوتے قافلوں کی تلاش ہے۔ زہنی میرے دل در در میں کئی کئی تلوکانے درحقیقت مجھے برا لیا کار اور اگر اس کے بعد مزید کچھ سہنے کی گئی آتش نہیں تھی میرے دل میں اب صرف انتہائی شعل روشن تھی اور اس میں اس شعل روشن رکھنا چاہتا تھا کو شل کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے کی گزر گئے۔

اس دوران خاموشی کے ساتھ وقت گزر رہا تھا ہم لوگ دو اچھے دوستوں کی مانند زندگی گزار رہے تھے کو شل کی مصروفیات میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کے بارے میں مجھے کچھ سوچنا پڑتا میرا اس دوران ایک دو بار گفتگو ہوئی تھی لیکن وہ صبر کرنے والی بڑی تھی اور حقیقت میں اسے ان معاملات میں زیادہ ملوث کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ کاشی کی حیثیت سے وہ مجھے چاہتی تھی لیکن میں کاشی کو تھا حالانکہ سا جن داس نے اسے اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ میں کاشی کے روپ میں کوئی اور ہوں لیکن پھر اسے کاشی کی کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی تھی یا تو وہ کاشی کو کسی وقت نہیں کھونا چاہتی تھی اور یہ تم کچھ بھی کر اگر میں کاشی نہیں ہوں تب بھی اس کا میری زندگی سے کب لعلق ہے یا پھر وہ کوئی کرا کھیل کھیل رہی تھی لیکن اس کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ کرا کھیل کھیلنے کی ماہر ہو۔

گزرے وقت کے ساتھ ساتھ اس سے میری دلچسپی کسی حد تک کم ہوتی جا رہی تھی اور کو شل کی جانب رغبت تو لیکن ذہن کے کسی گوشے میں کو شل کے لیے وہ جگہ نہیں تھی جو زہی کے لیے موجود تھی۔

چند روز اسی انداز میں مزید گزر گئے اور پھر ایک

شام کو کو شل نے مجھ سے کہا۔
”یک شخص مجھ سے ملنے آ رہا ہے میرے لیے ابھی ہے ظاہر ہے کہ کاروبار سے متعلق معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نام ہے۔ ذرا قابل طور ہے تم میرے ساتھ رہو گے کاشی پال رکھنا۔“
”ہاں ہے وہ۔ ۹۔ میں نے تمہیں اس انداز میں سوال کیا۔
”اس نے اپنا نام رچرڈ سنگھا بتایا ہے نا اسی رچرڈ سنگھا۔“

”رچرڈ سنگھا۔ میں نے تمہیں انداز میں کہا یہ بیسائی ہے۔ ہاں ہاں۔“
”یہ تو کچھ سامنے آنے کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے۔“
”اس کا بیٹا کہاں سے ملا ہے۔“
”بنکاک سے۔ وہ بنکاک سے یہاں مجھ سے ملاقات لے کر آیا ہے۔“
”ملاقات کی کوئی وجہ تو ہوگی۔“
”اس نے کہا ہے کہ وجہ وہ وہیں آکر تائے گا میں خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

”تک اس نے آنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے پوچھا۔
”اس نے کہا ہے کہ وہ بہت جلد مجھ سے ملاقات رہے گا لیکن ہے آج شام ہی۔“
”اس کا مطلب ہے کہ وہ بنکاک سے یہاں پہنچ چکا ہے۔“
”مکن ہے۔“ بہر حال ہر انتظار کرتے رہے اس شام کوئی نہیں آیا تھا لیکن دوسرے دن صبح کو ٹیلی فون ملا کہ رچرڈ سنگھا آج شام کو شل سے ملنے آ رہا ہے۔

ہم دو پھر کو باقاعدہ انتظار کرنے لگے اور پھر تقریباً ایک دوپہر تک ایک نذر کار کو شل کی کوشی میں داخل ہوئی اور میری کار بھی ڈرائیونر نے نیچا کر دوڑا دیا اور اگلے تھلے ہم ایک آدھی سوٹ پہنے ہوئے نیچا آئے لیکن یہ رچرڈ سنگھا نہیں تھا یہ کاشی کے فوراً بعد ہی ایک فون لیا اور نیچا آئے اس کا لباس اور دلچسپ کچھ کرسی اندازہ ہوتا تھا کہ کسی شخص سے متعلق آدھی ہے لمبے قد و قامت کا خوبصورت انداز تھا۔ ہارک ہارک تلوار مار کر مجھ میں تھیں جو اس زمانے کے تھے۔

بہت خوبصورت سبک کا ڈھیلا ڈھیلا لباس پہنے

ہوئے تھا ہال میں ایک مخصوص نمکنت تھی جسے بناوٹی چال بھی کہا جاسکتا تھا ہم دونوں نے مکان کے برآمدے میں اس کا استقبال کیا رچرڈ سنگھا کی آنکھیں بہت عجیب تھیں بڑی بڑی لیکن پھیلی پھیلے والی آنکھیں وہ صاف اردو بول رہا تھا۔ برآمدے میں اس نے رک کر کہا۔

”کیا میں میڈم کو شل سے مخاطب ہوں۔“
”میرا نام کو شل ہے۔ کو شل نے جواب دیا۔

”اور یہ۔“
”میرے سیکرٹری مسٹر کاشی رام کو شل نے پھر کہا۔
”میں معذرت خواہ ہوں کہ اس پر طرح پر اسرار حالت میں یہاں پہنچا لیکن میڈم کو شل آپ سے ملنا میرے لیے انتہائی ضروری تھا میں یوں سمجھ لیتے کہ میں بنکاک سے یہاں تک کا سفر طے کر کے صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے ملاقات کر لوں۔“

”تشریف لائیے۔ کو شل نے پر تکلف انداز میں کہا اور رچرڈ سنگھا کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی میں اس شخص کو بخوبی دیکھ رہا تھا کم محنت عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا اس کے انداز میں بڑی مشابہت ڈی کیفیت تھی۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قدیم دور کا کوئی بادشاہ اس دور میں آ گیا ہو مرنے پر بیٹھ کر اس نے کو شل کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف پھر آہستہ سے بولا۔

”کاروباری معاملات میں بے شک سیکرٹری راز دار ہوتے ہیں لیکن کیا مجھ زندگی میں بھی ان کی شمولیت ضروری ہوتی ہے ہاں کم از کم مسٹر کاشی میری زندگی میں ہر چیز سے واقفیت رکھتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ بہر طور میڈم کو شل۔ میں آپ سے سائیکہا بانا کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“
”سائیکہا بانا کو شل نے سہرانی آواز میں کہا میں نے کو شل کے چہرے پر چونکنے کے آثار دیکھے تھے۔ پھر وہ سنبھل کر بولی۔
”میں سمجھی نہیں۔ سائیکہا بانا کیا چیز ہے جس سے جگہ کا نام ہے۔“

”ہاں۔ وہی جگہ جہاں کو شل نے کھلائی ہو رہی تھی لیکن رچرڈ سنگھا نے الفاظ ادھورے چھوڑ دیئے۔
”اوہ۔ اچھا اچھا۔ آپ وہاں کی بات کر رہے ہیں کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔ ۹۔“

”میڈیم کوشل دراصل وہ علاقہ میری قدیم ملکیت ہے شاید آپ کو یہ سن کر دلچسپی محسوس ہو کہ سائیکا بانا کا علاقہ ایک انتہائی بخر اور بیکار علاقہ تھا وہاں دور دور تک آبادی نہیں تھی چونکہ ساحلی علاقہ تھا اس لیے کبھی کبھی کچھ اجازت وہاں رک جاتے تھے وہیں پر ایک بخری فزاق کا نام بہت مشہور ہوا تھا جو داہان سنگھ کے نام سے مشہور تھا وہاں سنگھ بہت خوشخوار تھا اور بخری فزاقی میں اپنا جواب نہیں لکھا تھا لیکن ایک یورپین عورت نے اس کی زندگی بدل دی۔ یہ یورپین عورت ایک تباہ شدہ جہاز سے وہاں سنگھ کے محلے پہنچی تھی۔ بعد میں سنگھ سے اس نے شادی کر لی اور سنگھ نے بخری فزاقی چھوڑ کر سائیکا بانا آباد کر لیا۔ وہ اچھا انسان بنا تو پھر اتنا اچھا انسان بنا کہ اس کی مثال دی جانے لگی۔ سائیکا بانا کے اس علاقے میں اس نے اپنا خانہ زاد کر لیا۔ لیکن یہ ساری زمینیں اس کی اپنی ملکیت تھیں۔ اس نے ان زمینوں کو آزاد کر دیا بخیر زمینیں تھیں حکومت نے کوئی وجہ نہ دی کوئی کام نہیں ہوا وہاں پر سوائے اس کے کہ سائیکا بانا وہاں آباد رہا اور بہت خوش رہنے سے لوگوں کی اس آبادی نے وہاں رہ کر اچھی خاصی ترقی کی۔ پھر وہاں کے چھپے اٹھنے گئے ہم لوگ آج بھی وہیں آباد ہیں میری ماں مرچھی ہے باپ بھی مرچکا ہے وہاں سنگھ کا بیٹا رچرڈ سنگھ ہوں۔ رچرڈ کا نام میری ماں نے رکھا تھا اور سنگھ کا نام میرے باپ سے منسوب ہے۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی کہ اسے اس کا نام میں جس میں میرے برآمد ہوتے ہیں میرا اتنا ہی حصہ ہے مادام کوشل جتنا آپ کا۔“

”ہوں۔ تو آپ حقہ وصول کرنے آئے ہیں؟“

”ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں آپ کو اپنا بہترین تعاون پیش کرنے آیا ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں حقہ کسی فور نہیں حاصل کر سکتا میرا کوئی قانونی حق نہیں ہے لیکن اگر آپ ان کا نوں سے میرے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو رچرڈ سنگھ کی مدد حاصل کرنا ضروری ہوگی۔ وہ لوگ جو ان کا نوں میں دلچسپی لینے لگے ہیں میں جانتا ہوں کہ ان کے مقاصد کیا ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ آپ کو قتل کرنے کی نگرانی سرگرداں ہو جائیں رچرڈ سنگھ کی ایسی شخصیت ہے جو آپ کو ان سے بچا سکتا ہے دوسری شکل میں آپ نقصان اٹھا جائیں گی میں صرف یہ چاہتا ہوں

کہ میرے میری سرفروخت ہوں اور میں ان کا کوئی راز کرول میں نہ چاہتا ہوں ان بیرون کو پہنچا کر ان کو اپنا کان کی مالک ہیں بیرون کی سہا پہنچا مجھے دے دی رچرڈ سنگھ کی باتیں بڑی دلچسپ تھیں میں نے کوشل کو راز دیکھا کوشل پر خیال انداز میں گردن ہمارا ہی تھی تو رچرڈ نے رستے کے بعد اس نے کہا۔

”اور اگر میں اس بات سے انکار کر دوں تو یہ تو کبھی کچھ نہیں ہو گا میڈیم میں مزید کوشش کرتا رہا گا یہ خیال ہے میں آپ کو اس سلسلے میں مزید کچھ ایسی چیز پیش کروں جو آپ کے لیے باعث دلچسپی ہوں ان کے لیے سادھی کو آواز دی اور وہ بے پتے ہم کا آدمی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ہریف میں پورے رچرڈ سنگھ نے ہریف کیس اس کے ہاتھ سے لے لیا اسے کھولا اور چند لمحات کے بعد جب اس نے ہریف کیس ہاتھ ڈالا کہ باہر نکلا تو اس کے ہاتھ میں ایک خونخوار رول تھا جس پر ساٹن لگا ہوا تھا میں حیرت سے اچھل پڑا۔ رچرڈ سنگھ نے یہ کہا تو آسانی اور اتنی ہوشیاری سے کہ ہم لوگ شعور تک نہیں کر سکتے تھے کہ اب وہ کیا کرنے چاہا رہا ہے۔

کوشل ساکت رہ گئی تھی ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر خوف کے اظہار نمودار ہوئے تھے لیکن پھر وہ سمجھ گئی تھی۔

”خوب، خوب یہ غالباً معاہدے کے سلسلے میں پہلا قدم ہے۔“

”مناسب سمجھیں آپ میڈیم اب اگر آپ فور کرتے ہیں آپ کو کوئی مار کر ہلاک کر دوں اور آپ کے ساتھ ہی آپ کا یہ نیوٹری بھی موت کے گھاٹ اتر جائے تو کیا آپ بیرون کی ان کا نوں سے کوئی فائدہ حاصل کر سکتی ہیں پس انسان اس دنیا سے گیا تو اس کے بعد باقی کیا رہ جاتا ہے۔“

”ہوں لیکن اس طرح معاہدے نہیں کیے جاسکتے۔“

”مسطر سنگھ“

”یقیناً میں جانتا ہوں سنگھ نے کہا میں اس دوران آہستہ آہستہ اپنی جگہ تبدیل کر رہا تھا رچرڈ سنگھ کی یہ سن بھی متوجہ تھا لیکن وہ اصل بات نہیں سمجھ پایا یا تھا میرے پاؤں کے تھوڑے فاصلے پر ایک سائیکل ٹیبل رکھی جھلی تھی

کہ میرے سائیکل تھی اور میں چاہتا تھا کہ میل پاؤں اس کے چھوٹے بیچ ہاتھ آہستہ آہستہ کھسک کر میں سائیکل ٹیبل کے بیچ گیا میرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور میں نے دیکھا کہ وہ دیکھ رہا تھا کہ میں کوئی جنبش تو نہیں کر رہا۔ لیکن اب اس بات کو وہ کیا کرنا اور دفعتا میرے پاؤں کے اوپر پھینسی ہوئی ٹیبل پوری قوت سے فضا میں اچھلی اور آہستہ آہستہ اٹھنے کے ساتھ اس کے کپتول پر لگی کر مجھے خود بھی جرت ہوتی اس کا کپتول اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اس جرت سے ایک جگہ ہی آواز بلند ہوئی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی وہاں جگہ سے اچھلا اور کپتول پر جا پڑا۔ میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ میں یہاں جوں کا توں اس کے سینے کے نیچے دبا ہوا تھا اس نے ذرا سا بدن اٹھا کر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن اس وقت میرے جوتے کی ٹھوک اس کی پسیلیوں پر پڑی۔ اور کپتول اس کے ہاتھ نہ اسکا البتہ وہ اچھلا تو میں نے جھک کر کپتول سے کپتول اٹھا لیا۔ رچرڈ سنگھ ایک دم سبھا گیا تھا لیکن دفعتا ایک کر بہ بیچ سنائی دی وہ بلا تیلٹا کی ٹری جو پیچھے سے مجھ پر حملہ کرنے آ رہا تھا کوشل کے ہاتھ میں دھپے ہوئے اس مید کا شکار ہو گیا جس کی موتھ چاندی لائی ہوئی تھی اس کے سر سے خون بہنے لگا۔

رچرڈ سنگھ اب کہڑا ہو گیا تھا اس کی آنکھیں بے حد خونخوار نظر آ رہی تھیں اس نے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور پرسکون انداز میں کوشل کی طرف رخ کر کے بولا۔

”میں نہیں چاہتا کہ آپ لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے یہ سب کچھ جو ہوا صرف ایک خون تھا۔“

اور سواری مسٹر سنگھ میں سمجھا واقعی حقیقت ہے کہ کوئی ایسے کرنے میں نے اس سے قبل نہیں دیکھے میں نے سکتے تھے کہ وہ کھلا۔

”گڈ۔ گڈ۔ اب میں پرسکون انداز میں بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”آپ تشریف رکھیے مسٹر سنگھ آپ تشریف رکھتے ہیں غلط انداز میں کہا اور سنگھ مجھے غور تاہوا ہونے پر کھڑا کی ٹری پر زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن ایک بار بھی سنگھ نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا وہاں موجود تھا میں ٹیپ لگا لگا سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے کوشل کی

طرف دیکھا کوشل بہت ملین اور کسی حد تک مسرو نظر آ رہی تھی غالباً اس نے میرے سلسلے میں جو محسوس کیا تھا میں اس کے میدان پر پورا اترا تھا۔

رچرڈ سنگھ خاموش بیٹھا ہوا مجھے دیکھ رہا تھا اور میں اس کی جلد کے نیچے دوڑتے ہوئے خون کی گرنی کو اچھل کر محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحات خاموشی ہی پھر رچرڈ سنگھ نے کہا۔

”ہاں اس کوشل میں آپ سے جو گفتگو کرنے آیا ہوں وہ یقیناً آپ کے لیے مناسب نہیں ہوگی۔“

”آپ نے آپ کے محسوس کیا تھا مسٹر سنگھ تو پھر آپ نے یہاں اسے کی تکلیف کیوں کی؟“

”یہ ضروری تھا۔ اگرچہ سنگھ نے جواب دیا۔“

”وہ کیوں؟“

”اس لیے سورج گرہن اب آپ کی غلط کاروبار کو برائت نہیں کر سکتا۔“

”یہ بات ہوئی نا مسٹر سنگھ۔ کوشل نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو ظاہر کر لیا کہ آپ کا تعلق سورج گرہن سے ہے۔“

”اور میں بھی اس بات پر خوش ہوں کہ تم نے سورج گرہن سے لاعلمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ رچرڈ سنگھ نے کہا میں البتہ کسی قدر خاموش ہو گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کوشل نے سورج گرہن کو تسلیم کر کے کچھ ہتر۔ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اب خاموشی ہی مناسب سمجھی پھر کوشل بولی۔

”حیرتم کیا چاہتے ہو مسٹر سنگھ۔“

”ایسا کوئی درمیانی معاہدہ جو ہم دونوں کے لیے باعث سکون ہو؟“

”کیوں کیا ایک معمولی سی عورت کی وجہ سے سورج گرہن کو سکون ہو گئی ہے کوشل نے سوال کیا اور رچرڈ سنگھ کے ہنرٹوں پر تفسیک آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

”سورج گرہن کے بدلے میں آپ کی معلومات اس کا مقدمہ ہے کہ بہت معمولی ہیں۔“

”ہاں ایسا ہی مجھ نیچے مسٹر سنگھ، دراصل میں کسی بھی چیز کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل کرنے کی شائق نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ معلومات خود بخود چل کر گھسک

پہنچ جائیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا اور میرا خیال ہے کہ سورج گرہن میرے سلسلے میں بھی ایسی ہی معلومات رکھتا ہے۔

”نہیں یہ بات نہیں۔ اگرچہ ڈسٹنٹھی کی ذاتی بات ہو تو ٹھیک سے کوئی حرج نہیں لیکن بات کا سورج گرہن کی ہے تو پھر معاف کیجیے گا سورج گرہن کے بارے میں آپ کی معلومات بالکل ناقص ہیں۔ میں یہاں آپ کے پاس سورج گرہن کا ایک بیٹا لے کر آیا تھا۔ آپ کے اس نانا نانا دماغی نے تھوڑی سی جھنساٹک کا مٹھا پرکھا اور اپنی قوتیں دکھائیں لیکن یہ سب کچھ سورج گرہن کے ناپر نہیں ہوا تھا اور سورج گرہن کی بات کرنی ہی تو پھر یہ کیجیے۔ اس نے کہا اور دفعتاً دونوں ہاتھ اٹھا دیئے، اسی وقت دروازے سے چار آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے دو کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دہنی ہوئی تھیں۔

وہ سب کے سب اپنے چہرے چھپاتے ہوئے تھے۔ تنومند اور توانا آدمی تھے۔ اندر آئے ہی انہوں نے پوزیشن سنبھال لی۔

رچرڈ سٹنگھ مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو پھر آپ دونوں حضرات سورج گرہن کے ناپر میرے ساتھ چلیے۔ کوشل کے چہرے پر ہلرس سنبھیل گیا تھا اس نے میری طرف دیکھا۔ میں بھی اس مورخ حال سے بھو بھوکا سا رہ گیا تھا رچرڈ سٹنگھ کی بٹائی کرنے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ آپ اور کوئی نہیں ہے گا میرے کوئی ہوتا تو اس کی مدد کے لیے منور آتا۔ لیکن یہ سب کچھ جس ڈرامائی انداز میں اچانک ہوا تھا وہ میرے لیے بھی تعجب فیز تھا۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے ہاتھ بلند کرنے کے لیے کہا اور میں نے ہاتھ اٹھا دیئے دوسرے ٹول میری جیبوں کی تلاشی لی گئی۔ اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا نکال لیا گیا۔ تب رچرڈ سٹنگھ نے کوشل کی طرف رخ کر کے کہا۔

”تشریف لائیے میڈم آپ کو لیتینا اب کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور آپ بھی سطر۔ میں خاموش رہ گیا۔ ظاہر ہے اس وقت کوئی اجتماعہ دوسری دکھانا مناسب نہیں تھا چنانچہ ہم لوگ دروازے کی سمت بڑھ گئے کوشل ابستہ ابستہ چل رہی تھی سٹنگھ نے چند لمحات کے بعد خوش گوار لہجے میں کہا۔

”آپ لوگ بڑے پرسکون انداز میں باہر نکلیں گے چار آدمی ہیں جو نانا چار سو اٹھوں کے مالک ہیں ڈرامی ہنر ہوتی اور آپ کے بدن میں سوراخی سوراخی بول کے پھیل نکل کر آپ میری گاڑی میں تشریف رکھنے کا کسی قسم کا تردد پر نہ پیدا ہونے پاتے یہ لوگ الماف کی نگرانی کر رہے ہیں۔ سب سے نانا سطر اور آپ بھی میڈم۔ بہتر یہ ہوتا ہے کہ زندگی بھر وقت تک محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے جب تک کہ ایک ہی موت کا سامان قریب نہ آجائے۔

ہم لوگوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور ایک لمبے لمبے کی پوزیشن کے بڑھنے لگے بے ہوش سیکر ٹری کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن اس وقت یہ بات میری سمجھ میں آئی جب دونوں خالی ہاتھ لٹاپ پوزیشن نے اسے اٹھایا۔ اسٹین گن والے ہمارے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور پھر وہ کافی پیچھے رہ گئے۔

ہم باہر نکل آتے ہو کیرا گریٹ پر تھا ہم کار میں سوار ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد کار وہاں سے آگے بڑھی۔ ڈرامیور پرسکون انداز میں کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ چھٹی بیٹھنے پر کشتادہ بھی کہ ہم لیزن کسی کنفیگ کے پیچھے گئے تھے۔

ڈرامیور کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے اس مورخ حال پر قطعی کوئی حیرت نہ ہو۔ نانا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور نہ ہی پوچھنے کی کوشش کی تھوڑی دیر کے بعد گاڑی گیٹ سے باہر نکل آئی۔

ہم خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ چھری بری شہر کی سڑکیں تھیں لیکن ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میں اطمینان سے نشست سے لگا لگا کر بیٹھ گیا، کیونکہ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس وقت کچھ کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ پیچھے جو کار ڈرائیو تھی وہ میری نگاہوں سے اوچھل نہیں تھی اس میں اسٹین گن والے بیٹھے ہوئے تھے اور اگر میں یہاں پر کچھ کرنے کی کوشش کرتا تو اپنی لمبے میں وہ میرے پیچھے پہنچ کر کوئی نہ کوئی کارروائی کر سکتے۔ وقت گزرتا رہا، کار کا سفر خفا ساتیز تھا لیکن طویل ہوتا رہا تھا۔ ہم سب بالکل خاموش ہو گئے تھے، جن کی مدد میں ہر طرف کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں ایک لمحے کے لیے ڈراما سٹیجی بلک سے سر کا تو رچرڈ سٹنگھ نے بڑھ کر دیکھا احمد پھر ابستہ سے بولا۔

”نہیں ڈرامیور کچھ کرنے کی کوشش ہمارے لیے صرف کن کیا مہربانیاں ہوگی جتنا پختہ ہمزہ نہی ہے کہ خاموشی۔“

”مگر ہم چل کہاں رہے ہیں؟“

”یہ پوچھنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔“

”بھلا وہ کیوں۔“

”اس لیے کہ میں میڈم کو شل کا سیکر ٹری ہوں۔“

”مگر دوست وفا داری دکھانے کا موقع ختم ہو گیا ہے اور تمہیں اس قسم کی کوئی بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے میڈم کو شل بھی یہ جانتی ہیں کہ جب آدمی بے بس ہو جائے تو بھلا وہ کیا کر سکتا ہے۔

میں خاموش ہو گیا، کوشل بھی سڑک پر لگا ہیں جہتے سے تھی۔ ہم ایک مسافرائی علاقے کی جانب جارہے تھے نادر پینے کے بعد گاڑی نے میں روڈ چھوڑ دی اور ایک ایڈیوڈ ڈرائیو پر آئی۔ کچی سڑک تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کچی سڑک سے جا ملی تھی۔

جگانے کتنی دیر تک یہ سفر جاری رہا اور پھر کار ایک لگا اور نیم پختہ سڑک پر دوڑنے کے بعد ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔

گھاس کے درمیان ایک پختہ راستے پر چلتے ہوئے ہم قدرے اونچائی پر پہنچی ہوئی اصل عمارت تک پہنچے لیکن رچرڈ یہاں بھی نہیں رکھا تھا۔ وہ کچی دروازوں سے گزرتا چلا گیا عمارت کے ایک کونے میں پہنچ کر کیمینٹ کی کشادہ سیڑھیوں پر چڑھ جاتی نظر آئیں۔ اور ہم اس کے اشارے پر سیڑھیوں اترنے لگے۔ میں ایک لمحے کے لیے رکا تو اس نے رک کو میری سمت دیکھا پھر پیچھے اشارہ کر کے بولا۔

”ان لوگوں کو ذہن میں رکھو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے“ ہم سیڑھیوں اتر کر کسی ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں چاروں طرف گلاسٹا چھایا ہوا تھا۔ کوشل کی مدد کی ذی روح موجود نہیں تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر کوشل کا ایک دروازہ تھا رچرڈ نے دروازہ کھولا اور ہاتھ بڑھا کر کوئی سوچ دبا دیا۔ یہ ایک وسیع و عریض تہ خانہ تھا۔ انتہائی صاف ستھرا اور انتہا وسیع کلاس کی دوسری دیوار بھر نظر آئے۔ شاید یہ تہ خانہ زلوری عمارت کے نیچے چھپا ہوا تھا۔

چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ روشندان کی ایک قطار تھی مگر ان میں ایسی جالیوں لگی ہوئی تھیں کہ روشنی نہیں صرف ہوا اندر آ رہی تھی۔ البتہ اس ہوا کی وجہ سے نہایت خوشگوار خنکی پھیلی ہوئی تھی۔

دسب و عریض تہ خانے کے ایک حصے میں فرنیچر لگا ہوا تھا اور لیتینا یہاں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں بڑے تھیں جن کی ضرورت ہو سکتی تھی۔

ہم اندر آ گئے اور تیز روشنی میں یہاں کی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگے۔ رچرڈ سٹنگھ نے کہا۔

”لیتینا یہ جگہ آپ دوستوں کی پسند آئی ہوگی لیکن میڈم کوشل یہاں آپ کو جہاں نوازی کے لیے نہیں بلایا گیا ہے بلکہ یہاں آپ سے بہت سارے حسابات لیے جاتے ہیں آئیے تشریف لائیے۔ اس نے کہا اور کرسیوں کی جانب بڑھ گیا۔ دونوں اسٹین گن بردار دروازے پر ہم گئے تھے۔

کوشل نے میری طرف دیکھا اور میں گردن جھکا کر بڑھ گیا۔ منصفیہ تھا کہ کوشل اس وقت میری ہدایت کے مطابق کار کرے۔ وہ میرا مقدمہ سمجھتی تھی چنانچہ ہم سب آگے بڑھ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ رچرڈ سٹنگھ کہنے لگا۔

”میڈم کوشل آپ نے اس شخص کو غالباً نانا نانا لڈم رکھا ہے اس کی کیفیت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ کیوں ہے اور اس

کا مقصد کیا ہے۔

”تم نہایت بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو چڑھ چکا ہے۔ یہ شخص۔“

”نہیں میڈم کوشل آپ کے بارے میں ہم نے غلطی نہیں کی ہے۔ آپ سیکرٹری پائلے کی عادی نہیں ہیں، یقیناً یہ شخص اس کے علاوہ اور کوئی حیثیت رکھتا ہے کیا آپ کا۔ رچرڈ سٹیکھانے سے ملنے کے ہوئے کہا اور کوشل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

”خاہرے تم اس قسم کی باتیں کر سکتے ہو، ہمیں کرنا بھی چاہیے، تم جیسے چھوٹے لوگ۔“

”نہیں میڈم نہیں، دیکھئے میں نے آپ سے کوئی بڑبانی نہیں کی۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی کوئی ایسی بات نہیں کریں گی جو ہمارے درمیان دوستانہ فضا کو ختم کرے۔“

”ہو نہ ہو دوستانہ فضا کوشل نے نفرت بھر سے بچے میں کہا۔“

”آپ کی طرف سے نہ ہی، کم از کم میں ابھی آپ کے لیے دوستانہ جذبات رکھتا ہوں، بہتر یہ ہو گا کہ میرے دل جذبات کو کھینچ نہ پھینچا ہے۔“

”تم آخر چاہتے کیا ہو۔“

”وہ سبب فائل جو آپ نے نہایت چالاک سے پھینک دیا ہے اس کے پاس سے غائب کیے جا چکے ہیں، اس کی وجہ سے سورج گزرنے کو کتنا عظیم نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ہائیکے داس تو ہلاک کر دیا گیا۔ لیکن فائل اس کے دفتر سے نہیں ملی جب کہ آپ کو اس کے پاس دیکھا گیا ہے۔“

بالکل معلوم ہوتے ہوئے۔ میں ہائیکے داس سے کاروباری تعلقات رکھتی تھی کسی سبب فائل کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

”نبی تو دکھ کی بات ہے، لوگ اس وقت تک زمان نہیں کھولتے جب تک کہ ان کے جواس درست نہ کر دیتے جائیں اب یہ سچ آپ دیکھ رہی ہیں، کتنی پرسکون کتنی عمدہ ہے لیکن اگر آپ اس کے اس کوشل کی طرف نگاہ ڈالیں تو آپ کو کچھ عجیب چیزیں نظر آئیں گی ایسے ایسے میں آپ کو دکھا دوں آپ کو یقیناً وہ چیزیں پسند آئیں گی۔“

”کیا فضول باتیں ہیں۔ میں کتنی ہوں کہ تم ان اتقانہ باتوں کے لیے ہی مجھے یہاں لاتے ہو، اگر ایسی بات ہوتی تو

میں تم سے ملنے کی بات ہی نہ کرتی۔

”نہیں میڈم۔ رچرڈ سٹیکھانے کے سلسلے میں آپ کو کوئی دھوکا نہیں ہوا۔ آپ ہاتھی قینوں کے پاس نہیں آ رہے ہوں، مجھے تعجب ہے کہ آپ نے میرے شایان شان استقبال کے انتظامات نہیں کیے۔ دراصل ان لوگوں کو میں نے ہائیکے لیے چھوڑ دیا تھا کہ پہلے المرف کا جائزہ لے لیں اور پھر مجھے ملیں۔ میڈم شیل ہے آپ کو اپنے سیکرٹری پر بہت زیادہ اعتماد تھا، کیوں نہ پھر پہلے آپ کا صاحب کس پر کیا جائے۔“

”کیا مطلب۔“

”مطلب یہ کہ یہ آپ کا سیکرٹری ہی نہیں ہاڈی گاڑ بھی معلوم ہوتا ہے۔“

”یہ سب تمہارے اپنے انداز سے ہیں۔“

”بھیر بھی میں چاہتا ہوں کہ آپ کے اس ہاڈی گاڑ کو تھوڑا سا سبق دے دیا جائے اور اس کے بعد پھیرا اور کیا جائے۔“

”مطلب یہ کہ اس اسٹین گنیں کافی ہیں میں نے رچرڈ سٹیکھانے سے کہا اور وہ میری شکل دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔“

”مطلب یہ کہ اس اسٹین گنوں سے تم مجھے چھین کر لو اور اس کے علاوہ تمہارے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے۔“

”نہیں میرے دوست، ایسی بات نہیں چارہ تو میرے پاس بہت سارا ہے۔ اسے تم لوگ واپس جاؤ اور غلط حالات کچھ بھی ہوں تم اندر نہیں آؤ گے اور نہ ہی ان پرائیویٹ کرنے کی کوشش کرو گے۔“

”تو کیا تم مجھ سے مقابلہ کرو گے۔ میں نے سوال کیا۔“

”ہال دراصل میڈم کوشل کو یہ بتانا ہے کہ تم لوگ کتنے نرم نہیں ہیں جتنا انہوں نے سمجھ لیا تھا۔ سورج گزرنے کو کچھ چھوٹے سہارے لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی اس کا ہر شخص اپنی جگہ ایک عمل کر رہا ہے۔“

”مگر اسے عمل کر کے تم تو میرے ہاتھوں مار رکھا ہے، یہ کیا خیال ہے تمہارا۔“

”وہ۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ صرف نورسبہ اصل بیڑا دیکھو گے۔“

اس نے تاملی بجائی اور ہال کے ایک حصے سے دوا دی

ہاں ہی آئے۔ دونوں تو مندا و مارتا تھے ان کے بدن کی ناپاٹ اور انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں جو ڈوکر ملنے سے ماہر ہیں گویا اب یہ تماشہ ہو گا۔

رچرڈ سٹیکھانے کے حکم پر دوسرے لوگ بھی ہی واپس ہائیکے آئے اب صرف ہم باہر آ رہے تھے۔ رچرڈ سٹیکھانہ دونوں اور کوشل۔“

میرے لیے آزمائشی لمحات آچکے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہر حال کچھ نہ کرنا تھا۔ رچرڈ سٹیکھانے کو کوشل کی طرف رخ کر کے کہا۔

”اگر آپ نے دس سکند کے اندر اندر نائل کے بارے میں بتایا تو سب سے پہلے آپ کے اس سیکرٹری کی مرمت کی جائے گی اور اس کے بعد آپ اس گوشے میں لے جایا جائے یہاں اذیت انسانی کے آلات نصب ہیں اور یہ آلات محدود زبان بھی کھول دیتے ہیں۔“

کوشل نے اس طرف دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھر کھری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

”خاہرے ماہر، آپ سی نائل کے بارے میں کچھ بتانا پسند نہیں کریں گی۔“

”اوہ۔ وہ کوشل بچکا کر بول۔“

”پہلے مجھے مار کھالینے دیں اس کے بعد آپ تفصیل لے بارے میں فیصلہ کریں۔ آؤ دوسرے میں نے آگے بڑھ کر کہا۔“

”مارو۔ اسے اچھی طرح مارو۔“

دونوں ٹراکے پیڑ سے بدلتے گئے۔ رچرڈ سٹیکھانہ بے دیکھنے لگا میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں نظریات کی میرے اطراف پھرنے لگے کوشل کا چہرہ دھواں پور تھا۔

دوستانہ ان دونوں نے اپنی ٹانگیں میری طرف بڑھائیں، کوشل میری توقع کے مطابق تھی۔ میں نے نہایت کھیرتی سے ان کی ٹانگیں پکڑ کر انہیں کھل دیا۔ یہ دواؤں کے لیے بالکل فزٹرون تھا، لیکن ان حالات میں میرے لیے بھیر ہی ضروری تھی۔

مجھ سے ملنے کے لیے میرے ہاتھوں پر چلتے ہوئے گئے۔“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ صرف نورسبہ اصل بیڑا دیکھو گے۔“

اس نے تاملی بجائی اور ہال کے ایک حصے سے دوا دی

پھرتی دکھائی تھی۔“

مورت حال میری نگاہوں کے سامنے واضح تھی اور ایک لمحے کی تماشہ کرتا تو چوتھا کھاسکتا تھا اور پھر یہ بھی جانتا تھا کہ دروازے کے باہر ہی دو اسٹین گن برادر موجود ہیں چنانچہ تو کچھ کرنا ہے اتنی پھرتی اور برق رفتاری سے کر لیا جائے کہ وہ شخص کو موقع ہی نہ ملے اور اس کی میری حیرت بھی چنانچہ میں نے فوراً کھڑے ہو کر ایک شخص کو ناکا اور پھر میری بھولہ رات اس کے کند پر پڑی۔

وہ گرا کر لٹ گیا تھا لیکن دوسرا شخص میرے پاؤں کی ضرب سے بچ گیا اس نے دو تین تھاپا دیا یا لٹھا تھا اب وہ بہت زیادہ خوفناک نظر آ رہا تھا دیکھنے میں ہی وہ بہت تو مند معلوم ہوتا تھا اور پہلے شخص سے کافی زیادہ مضبوط تھا پھر پہلے شخص سے کچھ ہٹ گیا تھا۔ اور چھوڑا کوشل کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا تھا، لیکن جو مورتل حال سامنے آئی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کبھی سچی دقت اچھلا کر ان کے اوپر گر سکتا ہے۔

دوسرے لمحے دوسرے قوی ہیکل آدمی نے عقیدے سے مجھ پر حملہ کیا اور میری گردن میں دونوں پاؤں پھنسانے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ میں زمین پر پڑ گیا اور وہ میرے اوپر سے اچھلتا ہوا ایک موٹے پر جا کر گرا۔

موجود ٹوٹنے کی آواز سنائی دی میں نے یہ اندازہ نہیں لگا یا کہ وہ کس طرح گرا اور اسے کھینچنے میں کتنی دیر لگے گی ہیں تو پھر اس شخص کے پاس پہنچ گیا جو زمین پر ہاتھ لگا کر بیٹھا ہوا اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا میں نے پھرتی سے اس کے منہ پر ایک لات رسید کی اسی دوران چھلا آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن اس آدمی کے لات رسید کرنے کے فوراً بعد ہی میں نے سینٹر شیل اٹھائی اور اس شخص پر درے ماری۔

میرا مقصد مل ہو گیا تھا میری ذہنی تھی اور پوری قوت سے اس کے سر پر لگی تھی چنانچہ وہ لمبا ہو گیا اب مسئلہ رچرڈ کا تھا رچرڈ کو یہ تصور بھی نہیں تھا کہ ان دونوں سے نکلنے کے بعد میں اس کی طرف بھی رخ کروں گا لیکن ایک پھرتی کے ساتھ میں نے اسی چھلانگ لگائی اور رچرڈ کے اوپر جا پڑا۔

اب ہم ایک دوسرے کے سامنے تھے رچرڈ فرسٹ پر چٹ پڑا تھا اور میں اس کے نزدیک موجود تھا میں نے اس

کے سینے پر کراہتے گا اور کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ناقابل تین پھرتی سے اس نے میرے سینے پر لٹا رسید کر دی۔

میں الٹ کر دیکھ جا کر ضرب انہی شدید تھی کہ آدی شایداں کو برداشت نہ کر سکتا ایک لمحے کے لیے تو میں بھی چکر اٹھا تھا لیکن مجھے منحنیاں پڑا چونکہ وہ دونوں آدی اچی بہر طرز جوڑو کر لے کے ماسٹر تھے اور اپنے پاس کے لیے لڑ رہے تھے چنانچہ وہ سنبھل کر میری سمت دوڑ پڑے تھے۔

چرچر پیتے ہی کسی بھرتی کے ساتھ اٹھا اور میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اسے ہی ڈھال بناؤں چنانچہ پینے پھول پھول ہاتھ اس کے جڑ سے پر رسید کیا اور اس کو عقب سے چکر لیا۔

جول ہی وہ دونوں سامنے آئے میں نے چرچر کو ان پر دھکیل دیا اور چرچر ہی طرح ان پر جا کر انتہائی خوفناک جنگ ہو رہی تھی وہ پھیرے ہوتے سانڈی مانند

جھرمچ رہے تھے اور پھر ان تینوں نے بیک وقت مجھے پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے دیوار کی طرف لے گئے دیوار کے ساتھ چپکا کر اہول نے پوری قوت سے میری پسپوئی گھونے مارنے چاہے مگر میں ان کی گرفت سے پھیل گیا اور ان کے گھونے سے دیوار سے کھڑے

یہ جوڑ اچھے مجھے مضبوط آدمی کے ہاتھ بے کار کرنے کے لیے کافی تھی لیکن ان کی کیفیت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ ان میں سے ایک تو بالکل ہی کراہنے لگا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ پکڑا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ چرچر اور دوسرا لڑا کاجھیلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس وقت ایسی صورت حال ہو گئی تھی کہ چرچر کو یہ لگا ہی بھی نہ ہو کہ وہ اپنے دونوں اسٹین گن برادروں کو آواز دے لے۔ چونکہ مورخاں کافی خراب ہو چکی تھی۔ اس نے ان دونوں کو مدخلت کے لیے منع کر دیا تھا لیکن اگر وہ خود نہیں آواز دیتا تو ظاہر ہے کہ وہ ان میں سے کسی کو نہیں کر سکتے تھے۔

دفعتا چرچر اچھلا۔ اس نے میرے فلائنگ گگ رمدی ہو میرے لیے بالکل ہی غیر متوقع تھی۔ میں گرا اور گرتے ہی دیوار سے جا کھڑا۔ ایک لمحے کے لیے آنکھوں سے اندھیرا چھا گیا تھا لیکن اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا ضروری تھا ورنہ موت اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آ گیا کہ اس طرح ان لوگوں کو ماتا رہا تو چرچر جو مجبور ہو کر اسٹین گن برادروں کو آواز دے لے گا اور اس کے بعد صور حال مختلف ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ایسی صورت کرنی چاہیے کہ وہاں کو سچویشن میرے کنٹرول میں رہے۔ مہینا چھ ماہ موقوفے سے فائدہ اٹھا کر میں اس طرح زمین پر لیٹا چلا گیا جسے اب یہ اندر سکت نہ رہی ہو اور چرچر کے حلقے سے قبضہ اہل نظر کوشل متوش انداز میں سینے پر ہر ہاتھ باندھے تھے۔ یہ خوفناک جنگ دیکھ رہی تھی۔ چرچر میرے نزدیک آ کر اور اس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے اٹھانے کی کوشش کی یہ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی یہ کوشش اسی پر لٹا سکتی ہے میں نے اپنے بدن کو موٹا اور پھیر دوڑوں باؤں پوری قوت سے اس کے سینے پر سریر کیا۔ اس بار چرچر کو لطف آیا کہ ہو گا۔

وہ زمین پر لڑی قوت سے گرا اور کافی زور سے آواز دے ہوئی لیکن اس طرح کچھ نہ ہو سکا دونوں لڑکے الٹے الٹے مجھ ٹوٹ پڑے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو کھینک کر اڑے کر لیا اور تما شکیا۔ ان دونوں کی کچھ ایسی پوزیشن تھی کہ چوٹی اور دا مجھ پر چھیکے ان کے سر پوری قوت سے آپس ٹکرائے اور ان کے حلقے سے کرسیہ آواز میں نکل گئیں۔ اس کے بعد ان میں سکت نہ تھی کہ وہ اپنے سپرد پر کھڑے ہوتے۔ دونوں زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ چرچر کی حالت کافی خراب تھی۔

دفعتا میں نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کی کنبھی پر ایک ہلکا سا ہاتھ رسید کیا ہاتھ ایسی شدت رکھتا تھا کہ کم از کم تھوڑی دیر کے لیے حواس معطل ہو جائیں۔

سب سے پہلے میں اپنے آپ کو ان اسٹین گن برادروں محفوظ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ چرچر کی یہ کیفیت بنا۔ کے بعد میں نے پھرتی سے اس پر سے دروازے کی جانب لڑا جس سے گزرتے ہوئے کم مہاں تہ خانے میں آئے تھے۔ دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے دروازے سے لگا کر باہر موجود اسٹین گن برادروں کی سگن لی۔ اسٹین گن برادروں کی کوئی چاب نہیں سنائی دیتی تھی۔ اس کے با

میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مضبوط دروازہ توڑنا اچھی بات نہیں تھا اور اس کو توڑنے کے لیے بھی ہتھیاروں اور اوزاروں کی ضرورت پیش آتی جتنا پھر اس طرف سے بھی کسی قدر لاطینان ہو گیا تھا۔ کم از کم اس تہ خانے میں اب ذرا ان اسٹین گن برادروں کی آمد کی امید نہیں تھی۔ چرچر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ تب کوشل میرے نزدیک پہنچ گئی۔

”اوہ۔ تم نے۔ تم نے ان سب کو کھٹکانے لگا دیا۔ کاشی اے، وہ مسرت میرے لیے میں ہوں۔“

”نہیں! یہی کہاں میڈم کوشل! ابھی تو بہت کچھ باقی ہے،“

”یہ۔ یہ کھینچتے۔ یہ کھینچتے۔ یہ کوشل آگے بڑھی اور اس نے چرچر کے بال چرچر لیے۔ وہ غصیلے لڑا میں اس کے بالوں کو چھینوٹتی ہوئی ہوں۔“

”کھینچے۔ کھینچے۔ اب بولو کہاں گئی تمہاری اگر فون، لیکن دو مرتبے سے وہ تھیرا لڑا میں مجھے ہٹ گئی۔ چونکہ بال کھینچنے سے چرچر کے جہرے سے ایک خول سا اتر آیا تھا۔ اس نے نیچے سے ایک اور تپا پھر ہر آہندہ ہوا تھا جو تھیرا نہیں تھا وہ نو فندی ملکی تھا جو اب تک وہ اپنے جہرے سے میری پاب نامک لگائے ہوئے تھا۔ میں نے بھی چوڑی کراس کی شکل دیکھی۔ حالت خراب ہو چکی تھی اس شخص کی لیکن شکل و صورت سے وہ کوئی نقاشی یا شہزادہ نظر آ رہا تھا۔ کوشل اور میں کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ چرچر نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے عزائی ہوئی آواز میں کہا۔

”دوست تمہارا وہ اذیت خانہ اب تمہارا ہی انتظار کر رہا ہے آؤ مجھے ذرا اس کی سیر کروادو۔“ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر لٹے اٹھایا۔ چرچر میں اب اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کوئی ملافت کر سکتا۔ اس کے ہاتھ باؤں تھے ڈھیلے ہو رہے تھے لیکن میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ میں نے گھسٹنا ہوا اس کو گھسٹنے کی جانب لے چلا جہاں اذیت رسائی کے آلات موجود تھے بلاشبہ یہاں بڑی عجیب و غریب چیزیں تھیں ایسے لیے کھینچنے اور دوسری ایسی چیزیں تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے اس جگہ کو باقاعدہ ایک اذیت گاہ بنا دیا گیا ہے۔

چرچر نے ہراس انداز میں میری اور کوشل کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر کھست سے بولا۔

”نہیں۔ نہیں۔ پیڑ نہیں۔ مجھ میں اب مار کھانے کی سکت نہیں ہے۔“

”تو چیرا تم یہ بتاؤ کہ اصل میں تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے چرچر کو سنبھالنا کھٹکانا تو تیرا کھیل ہے۔“

”میرا نام سماجن داس ہے۔ اس نے جواب دیا اور میں ایک لمحے کے لیے سناٹے میں رہ گیا۔

سماجن داس کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ وہ مجھے نہ پہچان سکا چونکہ درما کے خیال کے مطابق اور اس کے خاندان کے مطابق میں کاشی نام تھا کاشی نام کچھ تیرا لڑا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ضرور تھی لیکن میں اس بات پر حیرت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کوشل کے سامنے یہ نام بائیں ٹھیک نہیں تھیں۔ البتہ اب میں اپنے پروگرام میں کچھ تیرا لڑا کرنا چاہتا تھا۔

پہلے میں نے سوا جاتا کہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس شخص کو قتل کر کے نکلنے کی کوشش کروں گا لیکن اب اس کی زندگی ضروری تھی۔ یہ آدی تو بڑے کام کا تھا اس کی تلاش کے لیے میں نے کافی کوشش کی تھی اور اس میں ناکام رہا تھا۔ کوشل دلچسپ لگا ہوں سے مجھے دکھ رہی تھی۔ میں نے جس طرح صور حال کو تبدیل کر دیا تھا۔ اس سے وہ بڑی خوش نظر آتی تھی چنانچہ اس نے کہا۔

اب لے مار ڈالو۔ مار ڈالو۔ اس کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ کسی لمحے یہ اپنے آدمیوں کو آواز دے سکتا ہے۔

نہیں کوشل! اس کی زندگی ہمارے لیے خطرناک نہیں بلکہ ضروری ہے۔ تم سماجن داس کے نام پر خوف نہیں کر رہی۔ کیوں نہیں۔ میں خود بھی اس شخص کی تلاش میں سرگرداں رہی ہوں لیکن موجودہ پوزیشن ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔

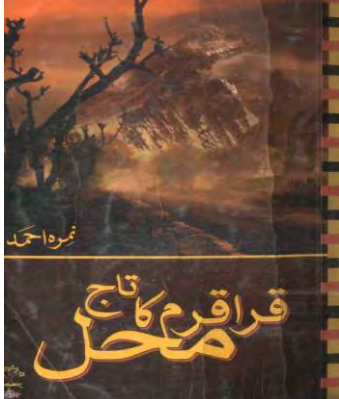
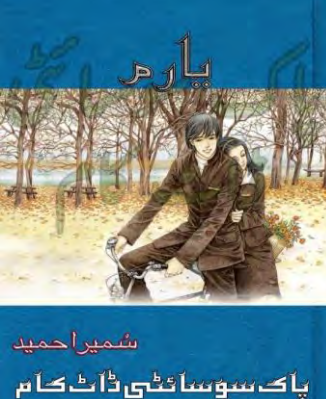
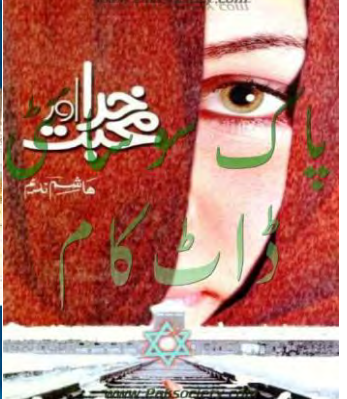
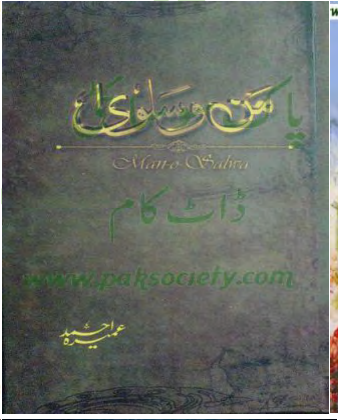
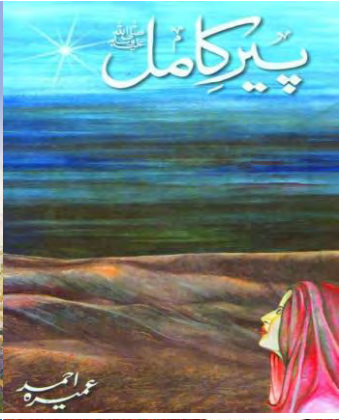
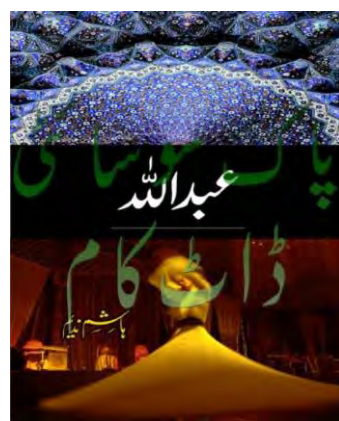
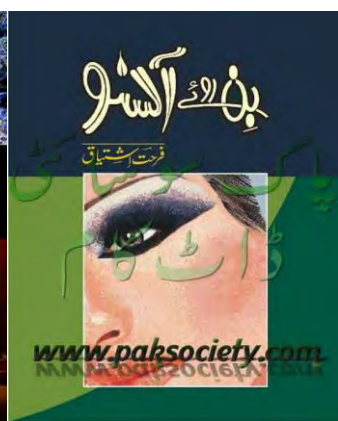
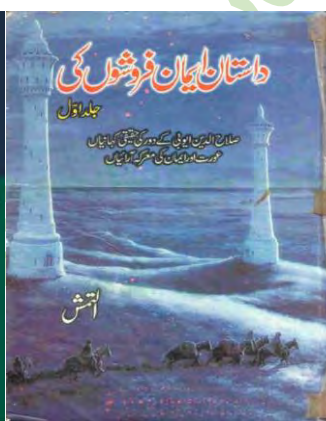
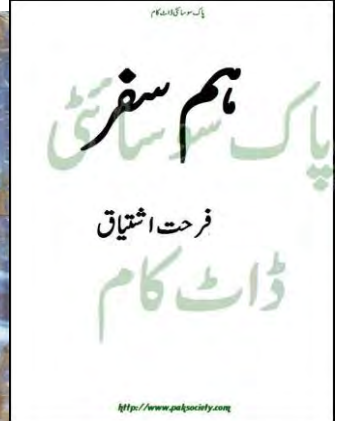
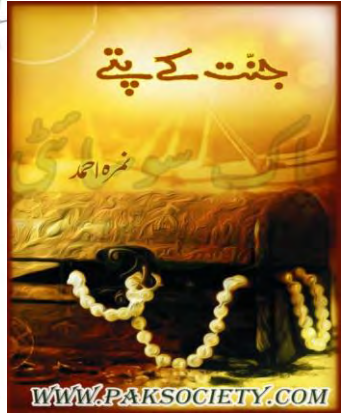
”ہم اس پوزیشن کو بہتر بنانے کے کوشل۔“

”کیسے؟“

”اس کا جواب تمہیں اچھی مل جاتا ہے۔“ میں نے کہا اور پھر سماجن داس کی طرف رخ کر کے بولا۔

”اب یہ بتاؤ سماجن داس کہ موت کو اسی وقت گلے لگانا چاہتے ہو یا کچھ زندگی چاہتے ہو؟“

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



”تہیں نہیں۔ صورت حال اس وقت میری بچا تھامے ہاتھ میں ہے لیکن ایک بات کو ذہن نشین کرو۔ تم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔“

”میں یہاں سے نکلوں گا ساہن داس اور تمہاری مدد سے نکلوں گا۔“

ہاں صرف ہی ایک ذریعہ ہے، ساہن داس کی اسٹیکوں میں ایک جھک نظر آئی اور میرے ہونٹوں سے بے اختیار ایک قبضہ نکل گیا۔

”خوب خوب۔ لیکن تم جس انداز میں سوچ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے ساہن داس۔“

”کیا مطلب؟“

”تم سوچ رہے ہو گے کہ میں تمہیں ڈھال بنا کر یہاں سے نکلوں گا اور تم غیر محسوس انداز میں اپنے اسٹیکوں کو اشارہ کرو گے کہ وہ ہم دونوں کو چھپائی کر دیں یہی سوچ رہے ہوتا تم۔“

”نہ۔ نہیں۔ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہی ہوں گا۔“

”نہیں میرے دوست ایسے نہیں۔ ہمارے ساتھ تم ضرور ہو گے لیکن اس لئے سے ہم باہر نہیں نکلیں گے جس سے گذر کر اندر آئے ہیں۔“

”کیا مطلب؟ یہاں اور کون سا راستہ ہے؟“

”تم سمجھو رہے ہو ساہن داس! تمہارے یہ دونوں لڑکے اندرونی کمرے سے آئے تھے۔“ میں نے کہا اور ساہن داس کا چہرہ ایک لمحے کے لیے پھرتا رہا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

”یہ اندرونی حصہ ہے یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔“

”اس کے باوجود میں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔“

”سنو! میں تمہیں یہاں سے نکال سکتا ہوں اور اس کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ میں بذات خود تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ اپنے جھگڑے کو ہم اگر اس جگہ نمٹائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔“

”یہ ساری بیشکشیں پہلے کی تھیں ساہن داس! اب صورتحال تبدیل ہو چکی ہے اور پھر تم سے ڈرا کچھ اور میری حساب کتاب کرتا ہے چلو اٹھو!“

”میں اٹھ نہیں سکتا۔“

میں اٹھا سکتا ہوں نہیں۔ میں نے کہا اور ساہن داس کی جیب سے لائٹیر نکال لیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا میری نگاہ اس لائٹیر پر اتنا فیر طور پر رہی پر گئی تھی میں نے لائٹیر روشن کیا اور ساہن داس کے بدن کے کھلنے سے پر لگا دیا۔ وہ پھر میرے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔

”کیا خیال ہے ساہن داس! اب تو تم کھڑے ہو سکتے ہو، اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر میری سانس لے کر بولا۔

”آؤ!“ میں اس دروازے کی جانب چل پڑا۔ میرے گذر کر وہ دونوں لڑکے اندر آئے تھے۔ میں نے انہیں گواہ رکھا تھا لیکن اس طرح اس پر نگاہ رکھی تھی کہ اگر ذرا بھی وہ کوئی حرکت کرنے تو اسے سنبھال سکوں۔ وہ اب وہ اتنا زخمی تھا کہ اس سے کسی پھرتی کی توقع نہ رہ سکتی تھی۔

دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد ہم ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔

”اس کے دوسری طرف کیا ہے؟ میں نے سوال کیا۔“

”چلو۔ باہر چلو، ساہن داس بولا اور ہم کمرے کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ باہر ایک تیلی سی ریلواری عمارت کے عقبی حصے کی سمت گئی تھی۔ اس طرف کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تصور اساقا صلہ عبور کرنے کے بعد ہم ایک چھوٹی سی کمرے کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں رک کر میں نے کوشل کو اشارہ کیا اور کوشل پھیل کر دیوار پر چڑھ گئی، اس نے دیوار کے دوسری طرف کا منظر دیکھا اور پھر ہستے ہوئی۔

”بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔“

میں نے ساہن داس کو پوچھنے کا اشارہ کیا۔ کوشل دوسری طرف کو دیکھی تھی۔ ساہن داس بھی دوسری طرف کوا پر کودنے کے ساتھ ہی اس نے جھمکے کی کوشش کی تھی یہ دونی بات تھی کہ زخمی ہونے کی وجہ سے زیادہ جھگ نہیں سکا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے لے جا دیا اور پھر میرے چند گھونٹوں نے اس کے حواس درست کر دیئے تھے۔

”تم صرف شرفیت سے چلتے رہو گے۔“

”لیکن پیرل۔ پیرل کتنی دور چلو گے تم یہاں سے۔“

”اس کا سبھی انتظام کر لیں گے ساہن داس! تم ذرا خنوں کے اس جھنڈے کے قریب چلو، میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں، ساہن داس اور کوشل درختوں کے ایک جھنڈے کے قریب پہنچ گئے جو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔

ہاں میں نے کوشل کو دیکھا اور پھر ساہن داس کی طرف رخ کر کے بولا۔

”اب میں اپنی کارروائی شروع کرتا ہوں ساہن داس۔ لیو کیا تاملے دکھانا ہوں میں۔ اس طرف دیکھو۔ میں نے اشارہ کیا اور وہ اس طرف مڑ گیا۔ اسی وقت میرا گھونٹہ نالی گدی پر پڑا اور ساہن داس لہراتا ہوا زمین پر گر گیا۔

ڈبل پھل کر پیچھے ہٹ گئی اسے میرے اس اقدام کی توقع نہ تھی۔

”یہ کیا کیا تم نے؟“

”اے بے ہوش کرنا ضروری تھا، ہوش میں رہنا تو ہمارے ہلکے فہم کا کام ہے۔ اب میں گاڑی کا بندوبست کرتا ہوں۔“

میں نے اس کے حوالے سے اس کی سزا سنائی اور وہاں دیکھو کی بھی حرکت کرے تو تمہیں اس کے لیے محاطا رہتا ہے۔

”اے فکر رہو، کوشل نے کہا میں ان دونوں کو وہیں موٹر عمارت کے سامنے کی سمت میں پہنچ گیا۔ یہاں سے لے کر عمارت کا جائزہ لیا۔ گاڑی پورے میں مختصری نظر آ رہی تھی اب اس تک پہنچنا اور اسے اشارت کر کے لانا ایک اہم مسئلہ بنا۔ مجھے یہ احساس تھا کہ یہاں ایسے مسلح لوگ موجود ہیں جو نالے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کا خیال رکھنا بھی ضروری تھا۔ میں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا اور ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے دیوار جھلانگ کر گزریں اندر جانا تو گاڑی تک پہنچنے میں زیادہ دقت پیش نہ آتی۔ میں نے سہی کیا اور پھر لنگ کر گاڑی تک پہنچا۔ لیکن اس وقت میں نے ایک آؤ کی کو دیکھا جو اسٹین گن ہاتھوں میں لیے باہر نکل رہا تھا یہ اسٹین گن برادروں میں سے ایک تھا جنہوں نے مجھے گور کر رکھا تھا۔ میں گاڑی کی آڑ میں چھپ گیا۔ وہ شخص باہر نکل کر گاڑی کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ پتہ نہیں کیا کام تھا اسے۔

آخر اصرار دیکھنے کے بعد وہ جھکا اور گاڑی میں سے کچھ نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اسے وقت سے ناپ لیا۔ میرا گھونٹہ اٹھ گیا اور لے کر اسے بری طرح زمین پر گر گئے۔ لگا میں نے چند ہی لمحات میں اس کے ہوش درست کر دیئے تھے۔ اور

اسٹین گن تو میرے گھونٹے کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ اس کے بعد جلد ہی میرے گھونٹوں نے اس کے ہوش چھین لیے اور اس کے بعد میں اسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اسٹین گن اٹھا کر میں نے اپنے قبضے میں کی۔ اس وقت پھر میری اہم ترین ضرورت تھی اور پھر میں گاڑی میں جا بیٹھا۔ اسٹین گن میں چھپائی گئی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اشارت کر کے رپورٹ کیا اور رپورٹ کرتے ہوئے ہی گیٹ سے باہر نکال لی۔ اس کے بعد میں نے اسے پوری قوت سے اس طرف دوڑایا جہاں درختوں کا جھنڈا تھا۔ درختوں کے جھنڈے میں کوشل ساہن داس کے ساتھ موجود تھی۔

ساہن داس ابھی تک بے ہوش تھا۔ میرا ہاتھ اتنا چمکا تلا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ ساہن داس اتنی جلد ہی ہوش میں نہیں آسکے گا۔ میں نے ساہن داس کو اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا۔ پھر میں اور کوشل گاڑی میں بیٹھ گئے کوشل نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو پچھلی سیٹ پر رکھا تھا تاکہ ساہن داس اگر ہوش میں آئے تو وہ لے سنبھال سکے۔ ڈرائیونگ میں گر کر ہاتھ اتر گیا اور کچھ دیر کے بعد کوشل کی کوشش میں داخل ہو رہے تھے۔

کوشل کی کوشش میں پہنچ کر ہم ساہن داس کو اٹھا کر گاڑی لے گئے۔ کوشش یہ کہ تھی کہ ملازموں تک کو اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہونے یا نہیں۔ کوشل نے میری رہنمائی بالکل اندرونی کمرے تک کی تھی اور پھر کہنے لگی۔

”اگر تم مناسب سمجھو تو لے تمہارے میں سے چلو۔“

”تمہارا خانہ؟“ میں نے سوال کیا

”ہاں۔ یہاں ایک ایسا تمہارا خانہ موجود ہے جہاں ہم لے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔“

”اگر کوشل گواہ تم نے ہر طرح کی آسانی فراہم کر لیں اپنے لیے، میں نے کہا اور کوشل نے آنکھیں بند کر کے گون ہلا دی۔ اس کے انداز میں بڑی نرمی اور محبت تھی۔ میں ساہن داس کو شانے پر لا دے ہوئے اس کے ساتھ اس تمہارا خانے میں پہنچ گیا جو خاصا کشادہ اور وسیع تھا اور جہاں کسی کو قید کرنے کے لیے تمام بہتر لوازمات موجود تھے۔ کوشل نے مجھے اس تمہارا خانے کے بارے میں بتایا اور میں نے محسوس کیا کہ تمہارا خانہ کا یہ محفوظ ہے اور کوئی یہاں اپنی مرضی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

”یہ بہتر رہن جگہ ہے مجھے پسند آتی ہے۔“

”میں نے سوچا تھا کہ یہاں ایک شاندار لائبریری بناؤں گی۔ ایسی لائبریری جہاں کبھی فرصت کے لمحات میں بیٹھ کر میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو سکوں۔“

”کیا تمہیں کتابوں سے دلچسپی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”بے حد۔“

”کس قسم کی کتابیں پڑھنا پسند کرتی ہو۔؟“

”اب تو صرف ایک ہی کتاب میرے سامنے ہے، کتاب انتقام! اس نے کہا اور میں مسکراتے لگا پھیر میں نے کہا۔

”کوشش، تم میرے بارے میں کیا کچھ جانتی ہو؟“

”اب تو کچھ جانتا نہیں چاہتی بس اتنا معلوم ہے کہ تم میرے ہمراہ دو۔ اور۔ وہ قاضی ہو گئی۔

”جگہ پورا کرو کوشش! میں نے کہا

”نہیں رہنے دو، بعض باتیں ادھوری ہی اچھی لگتی ہیں وہ آہستہ سے بولی اور پھر کہنے لگی۔ ”تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔“

”واہ۔ چڑی جلدی میری چوٹوں کا تاجاں اگیا۔“

”سوری ڈیسر سوری۔ وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی اس نے میرے قریب پہنچ کر مجھے اوپر سے جیسے ٹپک دیکھا اور میں مسکراتا رہا۔

”میرا سوال اچھی تشنہ ہے۔“ میں نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بڑی اپنائیت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ کہنے لگی۔

”تمہاری صلاحیتوں کا اندازہ تو مجھے پہلے ہی ہو گیا تھا ورنہ میں تم تک نہ پہنچتی۔ تم میرے اندازوں سے کہیں بلند رہو میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا چاہتی صرف اس حد تک کہ تم کا شی ہو۔“

”وہ تو میں ہوں لیکن بہر طور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ تمہیں اس سلسلے میں پریشان کروں۔ ہاں اب یہ بتاؤ کہ اس شخص کے لیے کیا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں؟“

”بوش میں آجائے تو اس نے معلومات حاصل کریں گے، کوشش نہ کیا اور میں سماجن داس کی طرف دیکھنے لگا چند لمحات دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”ایک اور شخصیت ہے کوشش، جو اس شخص میں بڑی دلچسپی رکھتی ہے۔“

”کون۔؟“

”پرہما۔۔“

”پرہما کون ہے؟“

”میری کزن، بلکہ یوں سمجھ لو کہ وہ میرے ساتھ بڑا بڑا گزارنے کی اس لگائے ہوئے ہے۔“ میری اس بات پر بڑی طرح چونک پڑی۔ اس کے پہرے پر ایک تیز ترین مسکراہٹ پھیل گئی۔

”خدا تم دونوں کو مبارک کرے۔“

”تمہیں کوشش! یہ دعائے دو مجھے۔“

”کیوں۔۔“

”اس لیے کہ میں پہ ما کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا، کزن کی آنکھوں کے مجھے ہونے چلائے ایک بیک جیل گئے وہاں سے بولی۔

”مطلب، مطلب یہ کہ تم۔ تم۔“

”ہاں۔ وہ میری کزن ہے، میں اس سے ہمراہی رکھتا ہوں اس کے مقاصد کی تکمیل چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور میں نے کبھی نہیں کیا۔“

”کیا وہ تمہیں چاہتی ہے؟“

”اس کے انداز سے یہی لگتا ہے۔ بچپن میں بزرگوں نے ہمیں ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا تھا۔ میں اپنے ذہن پر اس کے لیے کبھی وہ جگہ نہیں یا سکا جو وہ چاہتی ہے کیونکہ بہر طور وہ ایسے مصائب کا شکار ہوئی ہے کہ میں ابھی اس سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا، کوشش کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے سے بولی۔

”کسی کو دھوکے میں رکھنا اچھا نہیں ہوتا کا شی! کیا کچھ بھی ہو، میں ابھی اسے اس بارے میں نہیں بتاؤ گا۔ یہ شخص سماجن داس اس کے باب کا قائل ہے۔“

”کیا مطلب؟“ کوشش چونک پڑی۔

”ہاں۔ کہنیا لال جس کو اس نے قتل کیا اور پرہما اس کے قتل کے لیے پیاسی ہو رہی ہے۔“

”تو ہم نے پرہما کے حوالے کر دیں گے۔“ کوشش نے فریاد سے کہا۔

”میں بھی کہنا چاہتا تھا کوشش کہ یہ پرہما کو ہم یہاں بلا سکتے ہیں۔“

”اگر وہ تمہارے لیے قابل اعتماد ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟“

”لیکن ایک بات اور بھی ہے۔“

”وہ کیا۔؟“

”میں نہیں چاہتا کہ پرہما کو ہمارے بارے میں پتہ چل سکے۔“

”موتی کچھ دیر سوچتی رہی پھر گردن لگا کر بولی، تم ٹھیک ہو۔ مناسب نہیں ہو گا، واقعی مناسب نہیں ہو گا۔“

”تو پھر پرہما کی سماجن داس سے ملاقات کہاں کرنی چاہئے؟“

”اس کے لیے تم جو بھی فیصلہ کرو گے مجھے منظور ہو گا۔ میرے بوجہ ذمہ داریاں کرو گے وہ بس میں پوری ایمانداری کے ساتھ اہم دوں گی۔“

”کوشش، میں چاہتا ہوں کہ پرہما کو براسر راز راز سے یہاں لے جائے اور یہاں وہ میری موجودگی میں سماجن داس سے بات کرے اور اس وقت تم یہاں موجود نہ ہو۔“

”میں نے کہا تا میں صرف وہ کوروں کی جو تم کہو گے۔“

”خیر ابھی ہمیں اس کی جلدی نہیں ہے۔ پہلے یہ بوش میں لے جائے، اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے ہمیں کیا کرنا ہے، میں اسے صرف اجازت لینا چاہتا تھا۔“

”اب بات سنو! کا شی اب تم مجھ سے کسی بات کی اجازت نہ لیا کرو سمجھے؟ میرے اور تمہارے درمیان اب اجازت دینا معاملہ نہیں ہے۔“

”اس اعتماد کا بہت بہت شکریہ۔“ میں نے جواب دیا اور نزل مسکراتے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

”بعض اوقات انسان بہت چھوٹا ہوتا ہے جتنا کہ وہ خود کو اپنے آپ پر منحصر کرتے ہوئے اپنے آپ پر ہنسے۔“

”یہ کس سلسلے میں کہہ رہی ہو۔؟“

”سو فیصدی اپنے بارے میں کہہ رہی ہوں لیکن ابھی بتاؤ نہیں کچھ۔“

”یہ عادت اچھی نہیں ہے۔“

”پلینز وہ ویسے تم جو کچھ بھی کہو گے میں کسی اس سے انکار نہ کروں گی لیکن یہ بات بس یہ بات میں ابھی نہیں بتاؤں گی، اس نے کہا اور مسکراتے لگی۔

”جیسی تمہاری مرضی۔ میں مجبور نہیں کروں گا۔ اب لے لوں میں لانے کی کوشش کرو۔“

”تمہیک ہے۔“ کوشش نے کہا اور سماجن داس کے نزدیک پہنچ گئی۔

”سماجن داس برستورے بوش تھا۔ ہم نے اس کے لیے مناسب بندوبست کر لیا تھا۔ لباس وغیرہ تو پہلے ہی تلاش کر لیا گیا تھا تاکہ کوئی گمراہ نہ کرے۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”تم ازراہ وہ نہیں جہاں تم ہمیں بھلا پھیل کر لے گئے تھے بلکہ یہ بالکل نئی اور اجنبی جگہ تمہارے لیے۔“

”میں محسوس کر رہا ہوں لیکن۔ لیکن؟“

”لیکن یہ کھیل لٹا ہو گیا ہے جناب سماجن داس صاحب با حیرت سنا سکا آپ نے اپنی دانست میں بہت بڑا تیر لڑا تھا۔ لیکن آپ کو اندازہ نہیں تھا کہ بعض اوقات وہ کچھ بھی ہو جاتا ہے جو انسان کبھی نہیں سوچتا۔“

”ہاں میں محسوس کر رہا ہوں۔“

”اب ضروری ہے مشر سماجن داس کہ آپ اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتاؤں۔“

”ہیں۔ ہیں۔ میں نہیں کسی حد تک تاجا کا ہوں اپنا نام سبھی میں نے ہی بتا تھا تمہیں اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق سورج گھر سے ہے۔“

”گڈ۔ سورج گھر کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔“

”یہ کوئی چھوٹی موٹی جماعت نہیں ہے بہت بڑا گروہ ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل ہوا ہے۔ اسے کسی آدمی کنٹرول کرتے ہیں اور ان سب کا انچارج ایک شخص ہے۔“

”گڈ۔ میں اس شخص کے بارے میں جانتا چاہوں گا۔“

”یقیناً کرو تم دنیا کے کسی حصے میں چلے جاؤ اس شخص کے بارے میں نہیں جان سکو گے۔“

”کیا مطلب؟“

”اے جانے والے اس روئے زمین پر شاید نہیں ہیں سوائے اس کے۔“

”گڈ۔ گڈ۔ تم ایک وفادار آدمی ہو لینے گروہ کے سربراہ کو اس طرح چھپا رہے ہو۔ میں اس بات کی قدر کرتا ہوں لیکن دوست یہ بھی جانتے ہو کہ میں اس کا دشمن ہوں اور اسے فریقت پر

منظر عام پر لانا چاہتا ہوں۔
 ” زیادہ سے زیادہ میرے ٹکڑے کر دو گے اور کیا کرو گے کی
 میری بات کی سچائی پر بخور کرو۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں تو
 جب ہار جاتے ہیں تو پھر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں جو مجھ
 میں نے کہا سچ کہا۔“
 ”چلو ٹھیک ہے مان لیتا ہوں لیکن سورج گرہن کے
 پروگرام کیا ہوتے ہیں۔“
 ”پروگراموں سے تمہاری کیا مراد ہے؟“

”میرا مطلب ہے اس کا طریقہ کار اس کا مقصد۔“
 ”کوئی مقصد نہیں ہے۔ ہم لوگ زیادہ منشیات کی اسمگلنگ
 کرتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منشیات کا کاروبار وسیلہ
 ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں کئی ملکوں کا تعاون حاصل ہے جو
 اپنے ہاں سے منشیات بیرونی ممالک بھجوتے ہیں غالباً کوئی سیاسی
 جگہ جیسی اس میں شامل ہے لیکن ہم لوگوں کو اس سیاست سے
 کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمارا کام تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہم
 اسمگلنگ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھینکانے کے لیے موثر
 منصوبہ بندی کریں اور اس سلسلے پر عمل کریں۔“

”اسمگلنگ کے علاوہ تمہارا اور کوئی کاروبار ہے؟“
 ”سارے کاروبار جو ایک بڑا ٹم پیٹھ گروہ کر سکتا ہے۔“
 ”مطلب؟“

”قتل و غارت، لوٹ مار، بلیک میلنگ تمام کام ہوتے ہیں
 ہمارے ہاں۔ لیکن ان کا ایک باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔
 اور سربراہ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی
 سربراہ خود حکم دیتا ہے کہ اب بلیکوں کو لوٹا جائے اور اس سلسلے
 میں پوری دنیا میں کام شروع ہو جاتا ہے۔ ہمارے پروگرام
 بڑے دلچسپ اور عجیب و غریب ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ
 ہی ہم ان پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔“

”سربراہ رہتا کہاں ہے یہ تو معلوم ہو گا۔“
 ”زمین اور آسمان کے درمیان۔ کسی بھی جگہ۔ ممکن ہے کہ
 وہ زمین پر رہتا ہو یا ممکن ہے اس نے آسمان پر لینے کوئی
 جگہ بنا رکھی ہو جو نہ اگر وہ انسانوں کے درمیان ہوتا تو نہیں
 نہ کہیں اس کا نام اور پتہ تو ملتا۔“
 ”دلچسپ بہت دلچسپ، کیا بلیک میلنگ بھی کرتے ہو تم
 لوگ۔“
 ”ہاں کیوں نہیں۔“

”کنسیالال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“
 ”کنسیالال؟“ ساجین داس پر حیرتیاں اندازے سے بولا
 ”ہاں کنسیالال۔“
 ”مجھے یاد نہیں اس نام کا کوئی شخص۔“
 ”نہیں ساجین داس میں اس کنسیالال کی بات کر رہا ہوں
 جسے تم نے قتل کر دیا اور جس سے تمہارا تازہ جہل رہا۔“
 ”اوہ۔ تم کنسیالال کا پڑیا کی بات کر رہے ہو؟“
 ”یقیناً وہی ہو گا۔“
 ”تم۔ تم ارے تمہاری شکل تو مجھے جانی پہچانی نظر
 آ رہی ہے۔ تم۔ میرا مطلب ہے تم۔“

”ہاں۔ میں وہ ہوں جسے تم نے قتل کر دیا تھا۔“
 ”کاشی۔ کاشی نا تم۔“ ساجین داس کی آنکھوں پر
 شدید خوف و حیرت کے آثار ابھر گئے۔
 ”ہاں کاشی نا تم۔“
 ”مگر تم اصلی کاشی نا تم تو نہیں ہو۔ یہ بات تو تم
 گے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“
 ”اصل کاشی نا تم تو مجھ سے ہاتھ مارا گیا تھا۔“
 ”نہیں ساجین داس! تم غلط فہمی کا شکار تھے۔ اس
 کاشی نا تم میں ہوں۔“

”میں ہرگز نہیں مان سکتا ہوں کہ اس وقت میں بھی وہی
 موجود تھا جب کاشی نا تم کو قتل کیا گیا۔“
 ”میں نے ایک مقصد لگا با اور کوشش کی طرف دیکھ کر بولا۔
 ”تب تو میرے کوشش ہم دونوں میرا مطلب ہے تم کو ہم
 تو زندہ نہیں ہوں۔ کیا خیال ہے تمہارا؟“ کوشش نے کہا۔
 ساجین داس کو کوشش کو دیکھتے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔
 ”میں تمہارے بارے میں جانا چاہتا ہوں۔ تم اگر ہاں
 چھپے کیوں بڑی ہوئی ہے۔“

”یہ تم جی نہیں جان سکو گے۔ شاید اس وقت تک
 جب تک کہ میرا مقصد پورا نہ ہو جائے۔“
 ”تمہارا مقصد کیا ہے؟“

”یہ سبھی تمہیں نہیں بتایا جا سکتا۔ کوشش نے جواب دیا۔
 ”تمہاری مرضی۔ بہر حال اب یہ بتاؤ کہ میرے سلسلے میں
 کیا کرنا چاہتے ہو۔“
 ”ہم اسی تمہارے بارے میں مزید تفصیلات جانا چاہتے۔“

”میں نے کہا۔ بھڑا ہوا آدمی ہوں۔ مجھے شروع ہی سے
 ”میں سچ نہیں سے بھڑا ہوا آدمی ہوں۔ مجھے شروع ہی سے
 ذہنی زندگی کی عادت تھی۔ برسوں لوگوں کی صحبت میں سرگرمی
 میں مختلف سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا اور ان سرگرمیوں
 میں میں نے بڑی ترقی کی لیکن ان سرگرمیوں میں میری اپنی
 لیاقت بن گئی۔ میں اے مصروف اور ممتاز افراد کے قتل
 باغوا کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ جن پر عام لوگ ہاتھ
 ڈالنے سے ڈرتے تھے اور ان ملک نہیں بچ سکتے۔
 ”کوشش کے پاس تم جڑ سے نکھار کر گئے تھے۔ کیوں؟“
 ”مجھے اوپر سے حکم ملا تھا۔“

”کاشی اوپر سے۔؟“ میں نے ہنس کر سوال کیا۔
 ”تم ڈر کر جاتے ہو؟“ اس نے سوال کیا۔
 ”نہیں سچائی، ہمارا کسی ڈر سے کوئی تعارف نہیں ہے۔“
 میں نے جواب دیا۔
 ”یہ کام ڈر سے پندرہ دیکھا تھا اور ڈر ہماری پارٹی میں
 ایک بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔“
 ”ڈر سے یہ کام تمہارے پیر کر دیوں کیا تھا؟“ میں نے

پرسوال کیا۔
 ”بس اس کے احکامات کو ماننا ہمارا فرض ہے۔ تم جب کوئی
 گرہن کے بارے میں معلومات حاصل کرو گے تو تمہیں پتہ چلے
 گا کہ سورج گرہن کیا ہے؟۔ عجیب سی روایات ہیں اس کی۔ ہر
 وہ کام یہاں کر لیا جاتا ہے جس کے بارے میں عام لوگ تو سچ
 بھی نہیں کر سکتے۔ ڈر کو شاید بہت پہلے ہی سے بدانتظامی
 ہوئی تھی کہ وہ کوشش کو کسی طرح اپنے قابو میں کر لے کوشش کو
 قتل کی دھمکی دی جانے والی تھی بلکہ اس طرح انفرادی کے لیے
 ڈر کو دیا جاتا اور پھر اس سے کہا جاتا کہ وہ فلاں کام کر دے ورنہ
 لے قتل کر دیا جائے گا۔“

”یہ فلاں کام کیا ہوا؟“ میں نے سوال کیا
 ”یہ صرف ڈر سے جانتا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہمارے
 آدمی ہر وہ کام کر لیتے ہیں جو منافع بخش ہو۔ شاید کسی نے
 ڈر کو اس سلسلے میں حاصل کیا ہو۔ تم سمجھتے ہو نا ایلے لوگ
 خود کسی قسم کا کام نہیں کرنا چاہتے اور معاوضہ دے کر لینے
 ڈنوں کو لینے راستے سے مٹانا چاہتے ہیں۔ ہم سے رابطہ کر
 لیتے ہیں۔ ممکن ہے ڈر کو کوشش کے سلسلے میں کوئی ٹھیکہ
 ملا ہو۔“

”ٹھیکہ دینے والا کون ہو سکتا ہے؟“
 ”مجھے یہ معلوم نہیں۔ وہ کون ہے؟ اس سلسلے میں صرف
 وہی جانتا ہو گا۔“

”ڈر سے تم سے کیا کہا تھا۔؟“
 ”صرف یہی کہ کوشش کو کسی نہ کسی طرح اپنے قابو میں کر لے۔“
 ”اور میرے بارے میں کیا حکم تھا۔؟“
 ”تمہارے لیے کوئی چیز بھی نہیں تھا تمہارے بارے میں تو
 کسی کو علم ہی نہ تھا کہ تم کوشش کے سیکرٹری ہونے کے
 باوجود اتنے خطرناک آدمی ہو ورنہ وہ تمہاری طرف تو جھڑپ
 دیتے۔“

”کوشش کو اس سے پہلے بھی کبھی حاصل کرنے کی کوشش
 کی گئی۔“

”متعدد بار۔ کام بہت مشکلات سے گزرنے کے بعد ہی
 میرے پیر دیکھا گیا ہے ورنہ عام لوگ چھوٹے ٹوٹے ٹکڑے سے
 کوشش کے بارے میں کام کرتے رہے۔ وہ کوشش کی قیمت
 اچھی تھی ان پر غلط وقت پر حملے ہوتے رہے۔ اور ہر مرتبہ
 یہ نچ کر کبھی پھرتے ہیں آگاہ کہ انہوں نے ایک آدمی بھی رکھا یا
 ہے۔ وہ آدمی تم ہو۔ بہر طور ڈر کو اس بات کا اندازہ نہیں
 تھا کہ تم کیا ہو گے، بہر طور یہ میرا پتا مسند تھا۔ اب اس
 سلسلے میں تم خود ہی جانتے ہو۔“
 ”اگر کوشش کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس وقت
 اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟“

”اے۔ اے۔“ وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔
 ”بولتے رہو ساجین داس تمہاری زبان کھلوانے کے لیے
 بہت ہی عمدہ بندوبست کر لیا گیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ گٹر
 تم پر آدائے جائیں تو پھر ہم اس پر اعتراض نہیں کریں گے
 اور تمہاری خواہش پوری کر دیں گے۔“

”سنو تو سہی۔ سنو تو سہی مجھے پر تشدد کرنے کی ضرورت
 نہیں۔ کوشش کو تقریباً ایک ہفتہ اپنے پاس رکھنا، تمہیں ٹھکانے
 لگا دیتا اور اس کے بعد اے۔ اے۔“
 ”دیکھو ساجین داس رکنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے غزنی
 ہوئی آواز میں کہا۔“

”اس کے بعد سے پھول ٹھہری پہنچا دیا جاتا ہے پھول ٹھہری
 میں راجہ پورن سنگھ کی شکا گاہ پھیل رہی ہے اور درود
 ٹک کے علاقے سربراہ و شاداب بنائے گئے ہیں جنگوں میں جانور

دہاتے پھرتے ہیں۔ اس شرکار گاہ میں ایک عمارت ہے جس میں کوشل کو بیجا دیا جاتا ہے۔
 ”سچوں کو تھی“ میں نے پریشان انداز میں کوشل کو دیکھا کوشل کی آنکھوں میں اجنبیت کے آثار نظر آ رہے تھے پھر وہ بولی۔

”میں نے اس جگہ کا نام بھی نہیں سنا۔“

”اور راجہ پورن سنگھ کا؟“

”میں نہیں جانتی۔ وہ کون ہے؟ کوشل ہستے بولی

”ہوں! راجہ پورن سنگھ ویسے کہاں رہتا ہے؟“

”بھگوان کی سوگند مجھے نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا

لیکن شرکار گاہ راجہ پورن سنگھ کے نام سے مشہور ہے۔ میں جی

نہیں بے شمار لوگ جاتے ہیں۔ چھوٹی گڑھی کا پورا علاقہ ہی

راجہ صاحب کی ملکیت ہے۔“

”گڈ۔ ویری گڈ۔ اچھا یہ تاؤ ڈومر اس سلسلے میں کب

تم سے ملاقات کرتا ہے۔“

”میں اسے کوشل کے بارے میں اطلاع دیتا کہ وہ اب میر

قیغے میں ہے۔ ویسے ہمارے درمیان یہ طے ہو گیا تھا کہ ایک

بضغے تک ہم یہ دیکھیں گے کہ کوشل کی تلاش کے سلسلے میں

کون کیا کارروائی کرتا ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ بھی تجریں

تھیں اور ڈومر میری اس رہائش گاہ پر کوشل کی آمد کے بعد

پہرہ لگا دیتا۔ یہ سب اس کی ذمہ داری تھی۔ میں نے اس سے

بات کر لی تھی۔“

”گوا ڈومر ہی راجہ پورن سنگھ تک پہنچنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔“

”پورن سنگھ کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں؟“

”راجہ پورن سنگھ کو میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن وہ

ایک عیاش طبع آدمی ہے اور اس نے اپنی اس شرکار گاہ کو بڑا

محموظ بنا رکھا ہے۔ پورن سنگھ کے نام پر بہت سے کام ہوتے

رہے ہیں اور اس کے بہت مہتمن معاوضے سوچ کر سن

کوٹے رہے ہیں۔ چنانچہ تمام پروگرام اس انداز میں طے پاتے ہیں۔

”ہوں تو یہ سلسلہ ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں ڈومر نے کیا

دیا ہے؟“

”ایک لاکھ روپے۔ مجھے ایک لاکھ روپے ایڈوانس دیے

گئے ہیں۔“

”ساجن داس نے بتایا

”اچھا ساجن داس! یہ بتاؤ کہ اگر کوشل کو کامیابی سے

انوار کے لیے تو ڈومر کو تم کہاں اطلاع دیتے؟“

”میں اطلاع نہیں دیتا، اجازت کو بارہ بجے وہ خود میر

پاس آئے والا تھا۔“

ساجن داس نے بتایا اور میں پھر پھر

انڈاز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ چند لمحات میں غور کرتا ہوا

سلسلے میں اب ڈرا کچھ اور سوچتا تھا ڈومر کو قافلو کرنے کے لیے

کوئی ایسی کارروائی کرنا تھی جو موثر ہوتی۔ اس کا فیصلہ میرا

کوشل بعد میں کر سکتے تھے جتنا چاہیں نے ساجن داس سے کہے

”بہتر طور ساجن داس! تمہارا ایک اور فرض باقی ہے۔“

اس کی ادائیگی تمہیں کرنی ہے۔ اس کے بعد تمہارے بارے

کوئی فیصلہ کر لیا جائے گا۔ فی الحال تم یہاں آرام سے رہو۔

چاہو تو بہت سی چیزیں یہاں مرنے کے لیے موجود ہیں۔

لنگوے تو زبردست کرفٹ تمہارا استقبال کرے گا۔ لنگوے

کرنا خود تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور فی الحال تمہیں یہاں کھانے

کی کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ اب ہم جیتے ہیں نہ نہیں۔

کوشل کو اشارہ کیا اور ہم تہہ تھانے سے باہر آ گئے۔

جو کچھ میں نے کہا تھا کوشل اس سے ضمن نظر کی تم

لیکن اس کے چہرے پر عجیب و غریب آثار نظر آ رہے تھے

اپنے ڈرائیونگ روم میں پہنچ کر وہ بولی۔

”یہ تو مسلمہ حل ہوا۔ بارڈا کے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا

ابھی میں نے یہ پروگرام منٹوی کر دیا ہے۔ ساجن داس

سے گفتگو کرنے کے بعد پہلے ڈومر اس ڈومر کو دیکھ لیتے

یہ کون بے شرم ہے؟ میں نے کہا اور کوشل لفظ بے شرم

پر ہنس بڑی۔

”لیکن ڈومر بارہ بجے آئے گا۔ اس کے لیے کیا کرو گے؟“

”میری تم سے گفتگو کرنا تھی کوشل! میں نے کہا

”یقیناً جاگا آدمی ہو گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی

کاریں جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاش بھی نہ ٹوٹے۔“

”نئے نمک! اب مجھے تمہارے ان آدمیوں کی ضرورت ہے

جن کا ابھی تم نہ کر رہی ہو۔“

”وہ نہیں مل جائیں گے۔“

”کننے آدمی ہونگے ہی۔“ میں نے سوال کیا

”دس، پندرہ، بیس، پچیس۔ تم جتنے چاہو۔ تمہیں مل

سکتے ہیں۔“

”گڈ۔ ویری گڈ! اس کا مطلب ہے کوشل! ہمارے ہاتھ

بھی خالص لیے ہیں۔“

”بے کمرے بیٹھے ہیں کاشمی! اب تاؤ پروگرام کیا ہے

”بے ذہن میں؟“

”میں ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جس کے چہرے پر ہم

اپنے کمرے کے ساجن داس کی شکل دے دیں اور اس کے ساتھ

ہمیں کوشل کی مثبتیت سے وہاں رکھوں میں خود بھی ساتھ

دیں بارہ بجے ہم ڈومر کا انتظار کریں۔ اور اس کے بعد خود بھی

گنا دیکھا جائے گا۔“

”اوہ! اچھا پروگرام ہے لیکن میک اپ کے سلسلے میں کیا

دیکھا۔“

”میں میک اپ کر لوں گا۔ کیا تم میک اپ کا ماہان مہیا

”بگنی ہو گے۔“

”یقیناً نہ کہہ سکتی ہوں۔ یہ کون سا مشکل کام ہے؟“

”جو کوشل اس سلسلے میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔“

”تقریباً دو گھنٹے کے بعد ہم نے ایک پراسرار پریشن کیا۔

جین داس کی رہائش گاہ کے ارد گرد پھیلا دیئے۔ اس کے

تھ ساتھ ہی ایک شخص جو ساجن داس کے تن و توش کا

ہی تھا ساجن داس کی شکل دے دی تھی اور اس کے بعد

مکوشل کو لیے ہوئے اس کو کوشی میں داخل ہو گئے جو پورے

بل ساجن داس کی ملکیت تھی لیکن اب وہاں ہمارا مکمل قبضہ تھا

کوشل کے ہاتھ پشت پر باراندھ کر لے کر کسی پر مٹھا

ہاتھ لیکنا ہاتھ اس طرح باراندھ گئے تھے کہ کوشل جب چاہے

نہیں کھول لے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس ایک پیٹول بھی

وجود تھا۔ وہ شخص جو ساجن داس کے میک اپ میں تھا وہ

اڑادی سے گھوم پھر رہا تھا۔ میں نے اپنے چہرے میں تصویر کی

ی تبدیلیاں بردار کر لیں تھیں۔

میک اپ کا سامان مل گیا تھا تو اب اس سلسلے میں بھلا

یاد رکھو جو کوشلی تھی اور اس کے بعد ہم انتظار کرنے لگے۔

کوشلی کے ایک خاص حصے میں بیٹھ کر ہم ڈومر کے منظر تھے۔

ٹھیک بارہ بجے ایک کار کوشی میں داخل ہوئی اور میں

اگ کے بارے میں اطلاع مل گئی۔ ہم سب انتظار کرنے لگے۔

اور تدریج لمحات کے بعد ایک شخص جو اچھے خاصے تن و توش

کا تھا اندر داخل ہوا۔ میں نے اسے دیکھا اپنی شکل تھی۔

”اندھ داخل ہو کر ساجن داس کے ہم شکل کو دیکھنے لگا اور پھر

اس نے کوشل کی طرف رخ کر کے مٹھکرتے ہوئے کہا۔

”گاری کوشل کی خدمت میں آداب! کوشل منہ پھلائے

بیٹھی رہی۔

”گاری جی۔ بڑی مشکل ہے آپ ہاتھ لگی ہیں۔ راجہ صاحب

آپ کے لیے پاگل ہو رہے ہیں۔ کہا تھا ہے راجہ صاحب سے

کوئی واقفیت ہے یا نہیں؟“ کوشل نے اب بھی کوئی جواب

نہیں دیا۔ اس بات پر ڈومر نے قہقہہ لگانے سے ہونے کہا۔

خیر کوئی بات نہیں۔ سجن لوگوں سے راجہ صاحب کی

واقفیت نہیں ہوتی راجہ صاحب ان سے خود ہی اپنا تعارف

کر دیتے ہیں۔ جی ساجن داس! تم نے راجہ صاحب کے لیے

جو کچھ کیا ہے اس کے صلے میں تمہیں اتنا انعام ملنا چاہیے کہ تم

خوش ہو جاؤ۔ میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے معائنے

کے علاوہ بھی تمہیں بہت کچھ ملے گا۔ وہ شخص جو ساجن داس

کے میک اپ میں تھا خاموش رہا۔ تب ڈومر نے آگے بڑھ

کر کہا۔

”اب یہ بتاؤ کہ تم خود ہی اس کا تحفظ کر سکو گے یا میں لے

اپنی تحویل میں لوں۔“ وہ چند قدم آگے بڑھا اور کوشل

کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے کوشل کے منہ سے ہونے ہاتھ

دیکھے لیکن ان ہاتھوں پر اسے کوئی شہرت ہو سکتا تھا۔ میں اس دوران

پوزیشن سنبھال چکا تھا۔ ڈومر ایک مرتبہ پھر ساجن داس سے

بولے۔

”کیا کہتے ہو ساجن داس! تم نے جواب نہیں دیا۔“

”جیسی تمہاری مرضی! ساجن داس کے میک اپ میں

موجود شخص بولا اور ڈومر چونک پڑا۔ اس نے حیرت سے

ساجن داس کی طرف دیکھا۔ دیکھتا ہوا پھر گاری کوشل کے

نزدیک پہنچا اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا

”تم۔ تم۔ اور پھر دفعتاً اس نے پیچھے ہٹ کر پستول

نکلایا۔ پستول کا رخ اس نے ایک دم ساجن داس کی طرف

کر دیا تھا۔

”ساجن داس تمہاری آواز کو کیا ہوا؟“ اس نے کہا لیکن

اب اس کا موقع نہیں تھا کہ اس سے مزید بہت بتا۔ میں نے

پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا تھا اور میری کوشلی ہی تھی کہ سب

سے پیچھے حملے پر پستول اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور ایسا

ہی ہوا پستول اچھل کر دریا جا پڑا۔

ڈومر ایک دم زمین پر بیٹھ گیا تھا اور میں اپنا توازن قائم

نہ کر سکا اور اس کے اوپر سے ہوتا ہوا آگے آ رہا۔ ڈومر نے

عقب سے میری گردن پکڑ لی تھی لیکن میں لے اٹھائے ہوئے

کھڑا ہو گیا اور پھر دھوئی پاٹ کے ذریعے لیے نیچے بیچ ڈیا۔ ڈومر بہت پیرنٹلا اور جنگ و جمل کا ماہر تھا۔ نیچے کرتے ہی اس نے دونوں ناخنیں اٹھا کر میرے سینے پر دے ماریں اور مجھے کی دہم پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ ڈومر کوئی سہارا لیے بغیر میری پیٹھے کھڑا ہو گیا تھا۔ اب اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ اس نے تپوں کی طرف جھپٹا مارا لیکن ماجن داس کے میک اپ میں جو شخص تھا وہ بھی لڑا کا ہی تھا اس نے اس طرف سے ڈومر کو سنبھال لیا۔ اور ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پریس کر دیا۔ ڈومر سنبھلا تو میں نے عقب سے اس کا کالر پکڑ کر نیچے کھینٹ لیا اور اس کے ہونٹوں میں نے اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ لاٹوں اور گھونٹوں نے اس کی حالت خراب کر دی۔

چند ہی لمحات کے بعد ہم دونوں نے مل کر اسے بے بس کر دیا۔ کوشل اس دوران ہاتھ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پھر پیٹھے سے آگے بڑھ کر وہ پستول اٹھالیا جو ڈومر کے ہاتھ سے گرا تھا۔

”کھیل ختم ہو گیا مشر ڈومر“ میں نے کہا۔ ڈومر اب بھی ٹوٹا لنگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”تم کون ہو؟“

”ماجن داس سے ملنا چاہتے ہو؟“ میں نے سوال کیا۔

”کیا جو اس ہے۔ یہ سب کچھ۔ تم کیا سمجھتے ہو اس کیلئے آئی ہو یہاں؟“

”کوئی بھی تمہارے ساتھ آیا ہو ڈومر اب تمہاری مدد کو نہیں آسکے گا۔ چلو پکار لو انہیں۔ ہم تمہیں اس کی اجازت دیتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”اس عمارت کے گرد ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔“

”مگر تم کون ہو؟“

”کوشل کماری کا ایک اذنی خادم“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ! اس کا مقصد ہے کہ سازش ہوئی ہے۔ ماجن داس اور اس کے آدمی کہاں مر گئے سب کے سب تمہاری تحویل میں آسکتے ہیں؟“

”ہاں مشر ڈومر اب تمہارے آدمی بھی ہمارے قبضے میں ہوں گے۔“

”یہ سب۔ یہ سب تیرے حساب میں ہے کہ ماجن داس کا حساب کتاب تو ہم دونوں ہی کا ہو جائے گا ڈومر جن لوگوں نے تم جیسے آدمی کو قابو میں کر لیا۔ میں جھلا ان کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔“

”دیکھو دوستو! اب جو کچھ بھی تم کرنا چاہتے ہو کرو لیکن تم سے میری ایک درخواست ہے کہ مجھے اس شخص کے ساتھ قید نہ کرنا۔ میں اس شخص کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا۔“

”تو پھر تم لے قتل کرو دو ماجن داس!“ میں نے لہجہ بھرا کر کہا۔

”تو تم میری سہیلہ کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔“

”کیا مطلب؟“

”اس عمارت کے گرد ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔“

”مگر تم کون ہو؟“

”کوشل کماری کا ایک اذنی خادم“ میں نے سوال کیا۔

”اوہ! اس کا مقصد ہے کہ سازش ہوئی ہے۔ ماجن داس اور اس کے آدمی کہاں مر گئے سب کے سب تمہاری تحویل میں آسکتے ہیں؟“

”ہاں مشر ڈومر اب تمہارے آدمی بھی ہمارے قبضے میں ہوں گے۔“

”یہ سب۔ یہ سب تیرے حساب میں ہے کہ ماجن داس کا حساب کتاب تو ہم دونوں ہی کا ہو جائے گا ڈومر جن لوگوں نے تم جیسے آدمی کو قابو میں کر لیا۔ میں جھلا ان کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔“

”دیکھو دوستو! اب جو کچھ بھی تم کرنا چاہتے ہو کرو لیکن تم سے میری ایک درخواست ہے کہ مجھے اس شخص کے ساتھ قید نہ کرنا۔ میں اس شخص کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا۔“

”تو پھر تم لے قتل کرو دو ماجن داس!“ میں نے لہجہ بھرا کر کہا۔

”تو تم میری سہیلہ کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔“

خوفی لگا ہوں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور تم لوگوں نے مجھے اتنا ہی نرم چارہ سمجھا تھا۔ کیوں؟“

”مگر میں نے یہ سب سورج گرجن کے آدمی ہیں اور سورج گرجن سے میری پرانی دشمنی ہے۔ وہ لوگ۔ وہ لوگ ملتے ہیں کہ میں اگر زندہ رہوں گی تو ایک نہ ایک دن ان کے سر پر ہاتھ پھینچ جاؤں گی اور سر پر ہاتھ مختلف طریقوں سے مجھے نقصان پہنچانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ یہ ان کے لیے ممکن نہ ہوگا میں تم اذہم ان کے ہاتھوں نہیں مروں گی۔ یہ میرا عہد ہے۔“

”تم بالکل نہیں مروں گی ان کے ہاتھوں کو شل! تم کیا سمجھتی ہو کہ کیا میں انہیں چھوڑ دوں گا؟“

”ڈومر! سربراہ کے بارے میں بتاؤ؟“

”سورج گرجن کے سربراہ کی بات کر رہے ہو؟“

”ہاں۔ تم از کم یہ بتاؤ کہ پورن سنگھ کا تعلق بھی سورج گرجن سے ہے؟“

”پورن سنگھ کا تعلق سورج گرجن سے ہے۔ اگر بے توبہ بات تم اس سے معلوم کر سکتے ہو۔ کیا تم اس کی شکار گاہ میں جانے کی جرات نہیں کر سکتے؟“ ڈومر نے سوال کیا۔

”کوشل جی! اس شخص کے پورن سنگھ زیادہ اچھے نظر آتے ہیں چنانچہ بہتر ہوگا کہ ہم اس کی زبان کھولنے کے لیے کچھ کریں۔“

”جسنا تم مناسب سمجھو۔“

بخوشی تیار ہو گئے تھے۔
 ہم انہیں وہاں چھوڑ کر اپنے ڈرائیونگ روم میں آگئے۔ پھر
 ڈرائیونگ روم آتے ہی کسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”بہت رات ہو چکی ہے کیا خیال ہے آرام کیا جائے؟“
 ”نہندانہ نہیں آئے کی کوشش۔ لیکن میں تمہارے چہرے پر
 تمہکن کے آثار محسوس کر رہا ہوں۔“
 ”ہاں بہت تھک گئی ہوں! کوشش نہ کرو۔“
 ”تب پھر آرام کرو۔“ چھوڑی درم کے بعد کوشش اپنے کمرے
 میں چلی گئی اور میرا اپنی رات گاہ میں آگیا۔
 مجھے اس بارے میں اب بہت کچھ سوچنا تھا۔ بستر پر لیٹنے
 کے بعد میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور میرا برقی رفتار
 ذہن خیالات کے سمندر میں کسی ہائی اسپیرڈ بوٹ کی مانند دوڑنے
 لگا۔
 بہت کچھ سوچنا تھا، بہت کچھ کرتا تھا، کوئی فیصلہ کرتا تھا
 اس سلسلے میں، میں نے جو یہ فیصلے کیے تھے ان میں پالی کی تھیں
 انہیں بے مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ میں اتنے کہے انداز میں سوچ
 رہا تھا کہ خود بعض اوقات اپنے آپ پر پھر ورت نہیں رہتا تھا کیا
 میں ان مراحل کو طے کر کے اس حد تک جا سکتوں گا جو میں نے
 اپنے لیے متعین کی ہے اور اگر میں چلا گیا جاؤں تو پھر کیا میرا
 مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مجھے ان
 بلندیوں تک پہنچنے کے سلسلے میں جانے کون کون سے مراحل سے
 گزرنا ہوگا۔ ہاں میرے ذہن میں ایک منصوبہ تھا، ایک بہت
 بڑا منصوبہ سورج گرہن کے ہمارے اگر میرے اس مقصد
 کی تکمیل ہو جائے تو مجھے نئے کمرے سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں
 پیش آئے گی اور اگر یہ سب کچھ نہ ہو سکا اور میں بے نتیجہ ہی میں رہ
 گیا تو موت تو اب میرے لیے ایک معمولی سی بات رہ گئی تھی۔ جی
 کے بارے میں اب میں نے سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ نہ جانے کون
 دل کو یہ یقین سنا ہو چلا تھا کہ اب وہ مجھے کسی نہیں مل سکے
 گی۔ میں نے بھی اپنے آپ کو مضبوط کر لیا تھا اور اب اس کا خیال
 صرف ایک احساس بن کر دل کو چھوڑنا ہو گیا تھا۔ ہاں
 اگر یہ احساس اگر کوئی روپ اختیار کر سکا تو وہ انتقام کا روپ
 تھا۔ ترلوکا کی زندگی کی اطلاع مجھے مل گئی تھی۔ اس کا گروہ
 باقی تھا۔ ہرے رام ہرے کرشنا تو ایک زندہ تھی۔ یہ تحریک کوئی
 بھی چلائے میرا معاملہ تو صرف ترلوکا سے تھا۔ میں ترلوکا کی موت
 چاہتا تھا اور اس کے لیے میں نے آپ کو وقف کر دینا چاہتا

تھا۔ میرے ذہن میں یہی منصوبہ تھا کہ کسی طرح کوئی ذہن
 آرگنائزیشن بناوں کہ ترلوکا کے مقابلے پر آسکوں۔ ترلوکا
 کا بہت بڑا سرمایہ تو نہیں تھا لیکن چچی خاصی رقم خرچ کر
 بڑائیوں کی جانب رغبت ہونے کے لیے مجھے سو فیصد زر
 اپنا پیسہ بھی نکالنا پڑتا تو مجھے اس سے کوئی نقص نہ تھا۔
 پچھلے دنوں میں نے یہ سوچا تھا کہ اب اپنا مقصد حاصل کر
 کے لیے میں وہ ناجائز رقم سو فیصد زر لینے کے بدلے سے نکال
 گا، جو میں نے بالکل اسی طرح چھوڑی تھی۔ لیکن اب یہ
 بڑی خوش اسلوبی طے کرنے تھے۔ راجہ پورن سنگھ کی خرچہ
 میرے ذہن میں تھی کوشش کو وہاں پہنچانے کے بعد پورن
 کے ہاں میں سوچا جا سکتا ہے۔ مگر میں کوشش کو وہاں پر
 لگا سکتا تھا۔ خاصی رات گئے تک جاتا رہا۔ منصوبے بنا
 مسترد کرتا رہا اور اس کے بعد چند ٹھوس باتیں اپنے ذہن
 جمع کر لیں اور اس کے بعد سو گیا۔
 دوسری صبح گیارہ بجے تک سو تارا ہاں کوشش نے مجھے
 کی کوشش نہیں کی تقریباً سارے گیارہ بجے میں خود ہی تیار
 ہو کر باہر نکل کر کوشش میرے سامنے آگئی۔ وہ شب تو
 لباس میں بیوی تھی انھیں سرخ ہو رہی تھیں، بال بھر
 ہوئے تھے۔ میں نے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو وہ مسک
 بولی۔
 ”نہیں اگر اپنی شکل آئیے میں بغور دیکھو تو مجھ سے مختلف
 نہیں آؤ گے۔“
 ”کیا مطلب میری شکل تم جیسی ہو گئی ہے کیا؟“ میں
 نے سوال کیا۔
 ”میرا یہ مطلب نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تمہاری آواز
 میں رات کا خمرا نظر آ رہا ہے، ظاہر ہے تم بھی نہیں سو
 ہو گے۔“
 ”مجھے تو واقعی نہیں سونا چاہیے تھا کوشش آواز
 بیٹھیں۔ چالنے کے لیے کہہ دیا گیا۔“
 ”تمہیں دیکھنے آ رہی تھی کہ جاگے یا نہیں؟“
 ”میرا خیال ہے تم بھی اچھی جاگی ہو۔“
 ”ہاں بس غفلت تھی نہیں کیا، منہ ہاتھ دھو کر تیار کیا
 میں نکل آئی ہی سوچ کر کہہیں تم پورن ہو رہے ہو۔ ملازمن
 پوچھا تو یہ پتہ چلا کہ ہمیں کسی تم کمرے سے باہر نہیں نکلے لاپہ
 جا رہی تھی کہ تم کمرے سے باہر نکلے نظر آئے، ہم دونوں

یہیں رہیں جا بیٹھے۔ ایک ملازم نے فوراً ہی جانے کے برتن
 اسے سامنے سجا دیے۔ کوشش نے اسے ناسٹے کے لیے بھی کہا
 اور ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر چائے پینے
 لگے۔ کوشش نے کہا
 ”ملازموں سے میں نے کہہ دیا تھا کہ باہر موجود بہریداروں
 ہاتھ ان دونوں کو ناسٹہ بھجوا دیا جائے۔“
 ”یہ لوگ جنہیں تم نے پہرے پر مقرر کیا ہے قابل اعتماد
 نا۔؟“
 ”ہاں لیرا خیال ہے یہ کسی طور پر دغا نہیں کریں گے۔“
 ”گڈ۔ ویسے اب پورن گرام کیا ہے؟“
 ”ایک بات کہوں گا شچی۔ کسی غلط انداز میں مت چڑھا لینا۔“
 ”اسے نہیں اب میں تمہاری کسی بات کو غلط انداز میں نہیں
 دیکھتا۔“
 ”اس اعتماد کا شکریہ! میں نے یہ سوچا ہے کہ اب اپنے آپ
 تمہارے حوالے کر دوں۔“
 ”اوہ۔ بڑی حظ ناک بات سوچے ہے کوشش!۔“
 ”پلیز کا شچی میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ غلط انداز میں مت
 دینا۔ اگر تم ایک عورت کی حیثیت سے میرا تجربہ کرنا چاہتے ہو
 سونو۔ میرے دل میں مجھوں کا وجود ضرور ہے لیکن اب ان
 باتوں کو وہ رنگ نہیں مل سکتا جو۔“ کوشش کا چہرہ
 ہلک گیا۔
 ”کیا مطلب۔؟“
 ”میں مطلب تمہیں زندگی کے کسی حصے میں نہیں بنا سکتی
 اس بات کا خیال رکھنا میری ذات سے صرف یہی ایک
 تردد مجھے کا نہیں!۔“
 ”کوشش! کیا میں ہمیشہ تمہارے وجود کی کتاب کھولنے
 میں ناکام رہوں گا؟“
 ”میرے وجود کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ میں ایک کھلی کتاب
 ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرے ساتھ کچھ ایسی زیادتیاں ہیں
 کہ میں۔ کہ میں عام عورتوں سے مختلف ہونے بن کر رہتی۔“
 ”میں اب بھی نہیں سمجھا۔“
 ”میں اس سے زیادہ تمہیں سمجھا بھی نہیں سکتی۔“
 ”اچھا یہ بتاؤ کوشش کہ تمہاری اپنی زندگی کا نتیجہ نگاہ
 کیا ہے؟“

”یوں تو ہر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے میں نے
 اپنی زندگی صرف ان لوگوں سے انتقام کے لیے وقف کر دی ہے
 یوں سمجھ لو کہ سورج گرہن والوں کے ہاتھوں مجھے کچھ ایسے
 نقصانات پہنچے ہیں کہ جنہیں میں اب کبھی واپس نہیں لاسکتی۔
 جو گذر گیا سونڈر گیا۔ بس اب میں گذرے وقت کا انتقام ہونا
 ”تعب ہے ایسی کون سی بات ہوئی تمہارے ساتھ۔“
 بہر حال کوشش میں اس سلسلے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا جہاں
 تک میرا معاملہ ہے میں بھی تمہیں یہ بتا دوں کہ سورج گرہن
 کے ذریعے اپنے راستے طے کرنا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں ایک ہی
 منزل کے سہرا ہی بن گئے ہیں اور ہماری منزل بچا ہے۔“
 ”خدا کرے ہم کامیاب ہوں۔“ کوشش نے کہا
 ”یقیناً۔“ میں نے مسکاتے ہوئے جواب دیا اور پھر میں
 نے کہا۔
 ”میرا خیال ہے آج میں پدماکو سا جن داس سے ملا دوں
 ویسے کیا خیال ہے کوشش یہ دونوں مہرے اب ہمارے لیے بیکار
 ہیں۔؟“
 ”ہاں ہیں تو بے کار لیکن کو دے گا کیاں کا؟“
 ”زندگی مناسب نہیں ہوگی ان کی کوشش! ہمیں مجبوراً
 انہیں قتل کرنا پڑے گا۔“
 ”میں بلاوجہ قتل و قمارت گری سے متخف ہوں لیکن اگر
 کسی بڑے مقصد کے لیے ایسا ہو تو اس میں کوئی ترحی بھی
 نہیں سمجھتی۔ ظاہر ہے اگر یہ آزاد ہو گئے تو ہمارے بارے
 میں مکمل طور پر اطلاع دے دیں گے اور اسی کے بعد میں ہی
 نقصان پہنچنے گا۔“
 ”ایک بات کہوں کوشش کچھ ایسے خطرات مول لینے کی بہت
 کر کوئی گئی جس میں تمہاری زندگی بھی جا سکتی ہے۔“
 ”بالکل۔ میں اب ایسے خطرات مول لے سکتی ہوں۔ کہو۔“
 کوشش نے سوال کیا۔
 ”تو پھر اس سلسلے میں، میں تمہیں بعد میں تفصیل سے بتاؤں
 گا۔ آج میرا خیال ہے پدماکو سا جن داس کے سامنے آؤں
 تاکہ وہ اپنا حساب کتاب طے کر لے۔“
 ”سا جن داس مرد ہے۔“
 ”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں پدماکو سا جن داس کے لیے پوچھ
 رہوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی پدماکو سا جن اور انکشاف

جی کروں گا؟
 ”وہ کیا ہے؟“ کوئل نے سوال کیا۔
 ”جیسی دیکھو! اب ہمارے درمیان کچھ باتیں لڑ رہی ہیں تو میری جگہ اب میں بھی لڑ رہی ہوں۔“ کوئل نے عجیب انداز میں مجھے دیکھا اور پھر خاموش ہو گئی۔
 ”تم کبھی کہتے ہو تم میں اس کا کوئی حق نہیں کبھی؟“
 ”نہیں، تم نے بعد میں تیار ہو گیا اور کوئل کو ہدایات دے کر باہر نکل گیا۔ پدم سے ملاقات کرنے کے لیے مجھے اس کی نئی راتش کا وہ پہنچنا پڑا۔ تھوڑی سی معلومات حاصل کر کے میں بالآخر اس تک پہنچ گیا۔“
 پدم مجھے دیکھ کر عجیب سے انداز میں کھڑکی ہو گئی۔ وہ دیر تک میری شکل دیکھتی رہی تھی پھر آہستہ سے بولی۔
 ”پچھلی رات سے میرا دل تجھ سے کیوں گھبرا رہا ہے کاشی؟“
 ”کیوں۔ کیا بات ہے؟“
 ”میں نہیں کہہ سکتی۔ بس ایک عجیب سی بے چینی اور بے کلمی ذہن پر سوار ہے۔“
 ”تو دو سنبھالو پدم! تمہیں تو ابھی اپنی زندگی کا ایک بڑا مقصد پورا کرنا ہے۔“
 ”ہاں وہی مقصد جو مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ورنہ میری زندگی میں بہت زیادہ دلکشی نہیں رہ گئی ہے۔ بہت یاد آتے ہیں سب کے سب۔“ پدم نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔
 میں خاموشی سے پدم کی شکل دیکھتا رہا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔
 ”تو دو سنبھالو پدم! زندگی اپنی حواشات کا نام ہے یاد آنے والے تو ہمیشہ یاد آتے رہیں گے، انہیں اپنے رستے نہیں کھولنے چاہئیں۔“
 ”بس صرف انتقام چاہتی ہوں، میں ساجن داس کو قتل کرونا چاہتی ہوں، میری دلی خواہش ہے کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے موت کی بند سلاخوں میں لٹا دوں۔ اس کے بعد میرے انتقام کی آگ سرد ہو جائے گی اور کاشی اور۔ اور۔ وہ جلدیا بھری آواز میں خاموش ہو گئی۔
 ”پدم! میں تمہارے لیے ایک خوش خبری لے کر آیا ہوں میں نے تمہارا۔“
 ”خوش خبری ہے، پدم! نے تمہیں کچھ کرنا ہے۔“

”ہاں۔“
 ”کیا تو بختری ہے سناؤ، وہ بولی۔
 ”میں نے ساجن داس کو تلاش کر لیا ہے۔“
 ”کہا۔“ پدم کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا۔
 ”ہاں۔“
 ”کہاں ہے وہ۔“ وہ غراتی ہوئی آواز میں بولی۔
 ”میرے قبضے میں۔“
 ”اوہ۔ اوہ۔ اوہ پلہ پلہ میرے حواس کے کردار میں۔“
 میں اپنی زندگی کا وہ جھیل سمیٹنا چاہتی ہوں جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کھیلنا۔
 ”تو میں تمہارے پاس آئی، یہ آئیوں پدم!، اپنے انتقام کی آگ سرد کرو، چلو چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“
 ”میں تیار ہوں، اس نے کہا۔“
 میں نے نہایت سوچ بچ کر کچھ کر ڈھیل کرنا پدم کی کہانی میں ختم کر دینا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے میں کاشی نہیں تھا اور اگر ہونا چاہتا تو پدم کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا، میں اب اسے اپنی حقیقت بھی بتا دینا چاہتا تھا۔
 پدم میرے ساتھ تیل پڑی۔ کوئل کی طرف سے اجازت مل گئی تھی، میں نے اسے تمام صورت حال سمجھا دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ کوئل نے اس وقت تک ڈر کر وہاں سے نکال لیا ہوگا اور اب تمہارے دل میں ہر طرف ساجن داس ہوگا۔
 چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں پہنچ گیا، کوئل ہونٹوں کے سامنے نہیں آئی تھی، میں نے منہ نہ کرنا پدم کو لیے ہوئے میں سیدھا اس تہ خانے کے قریب پہنچ گیا جہاں دو دروازے ساجن داس موجود تھے، اس وقت تہ خانے والے کمرے میں ہمارے آدھی موجود تھے، ہمیں مہرے باسے میں ہدایات دے دی گئی تھیں، مجھے دیکھتے ہی وہ مستعد ہو گئے، انہوں نے سلام ہی کہا تھا۔
 ”دو دروازے ہیں، تمہارا کہا ہے،“ میں نے سوال کیا۔
 ”ہاں جناب۔“ آج میں سے ایک نے جواب دیا اور دوسرا ہلہلہ سے ہر تہ خانہ کا دروازہ کھولا، وہاں پدم جہاں نظر نہ آئی تھی، تھوڑی دیر کے بعد میں تہ خانے میں آ کر گئے، سامنے ہی ساجن داس موجود تھا۔
 پدم اسے بخور دیکھنے لگی، پھر اس نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔
 ”تم ساجن داس ہو،“ ساجن داس کی آنکھوں میں

اب کھڑکی کے لیے جہت کے آثار نظر آئے، چند لمحہ کچھ سوچا اور آہستہ سے بولا۔
 ”ہاں میں ہی ساجن داس ہوں،“
 ”بس سب لال کو تم نے کیوں لٹی کہا تھا؟“
 ”تم۔ تم۔ تم پدم! ہونا، ساجن داس آہستہ سے بولا۔
 ”چہ چاہتے ہو مجھے؟“
 ”ہاں پدم! تمہارا ہوں، تمہارے باپ سے میری بہت بڑی لٹی چل رہی تھی، اس کا ٹکٹ کر دینا میرے لیے ضروری تھا، میں نہیں تم سے اب بھی ایک بات کہتا ہوں مجھے کبھی بھی سزا دوں گا، اس کا دعویٰ کی، لیکن یہ آدھی۔ یہ آدھی کاشی داس نہیں ہے، اس کی داس میرے ہاتھوں میں لایا جا چکا ہے، چنانچہ تم اس شخص کے تھیں، اس میں داسی ہو، ساجن داس نے اپنی دولت میں میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کہا تھا، جو مجھے زندگی بھر ادبیت میں گزارنے کے یقین سے اس وقت نہیں جانتا تھا کہ اس نے تو میری ایک بڑی مشکل آسان کر دی تھی۔“
 پدم نے میری طرف رخ نہ کی، نہیں کیا۔ وہ ساجن داس دیکھ کر تڑپ کر رہی پھر آہستہ سے بولی۔
 ”اب تم مجھ سے کراؤ تو مجھے رکھتے ہو ساجن داس؟“
 ”بس کسی سے کوئی تو مجھ سے نہیں رکھتا لڑکی، بس جو کچھ مجھے کہنا تھا میں نے کہا، وہاں میں ہار چکا ہوں، لیکن ہارنے کے بعد جو میں نے اپنے آپ کو اپنی ختم نہیں سمجھتا۔“
 ”میں نہیں ختم کر دوں گی، پدم! تمہارا، اس کی آنکھوں میں کسی خود بخوری کی سی چمک نظر آ رہی تھی، ساجن داس اس کی صورت دیکھنے لگا، پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔
 ”تو کیا تم مجھے اس کے ہاتھوں میں ڈالو گے؟“
 ”ساجن داس پھیلے اسے ہی کرنا ہے،“ میں نے جواب دیا۔
 ”بے بس کرنے کے لیے کسی کے ساتھ پہنچ کر کرنا چاہتا تو نہیں ہے۔“
 ”مگر ان شریف انسانوں میں سے نہیں ہو ساجن داس، جو اس قسم کی باتوں کا کچھال رکھتے ہیں اور جو اس قسم کی باتوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔“
 پدم نے دوسرا دھڑک دیکھا اور پھر اپنے لباس سے ایک ٹکٹا ہٹا کر لیا، یہ چاقو تھیں، اس وقت اس نے اپنے پاس رکھا، آگاہ جب وہ مجھ سے ایک لمحہ کی اجازت لے کر گئی تھی، چاقو کھول کر وہ اس کی دھار لگائی پھر نے لٹی ساجن داس کی آنکھوں میں وحشت کے آثار نظر آئے، وہ عجیب سے انداز میں

بولتا تھا۔
 ”سنو اس لڑکی کو یہاں سے لے جاؤ، یہ دلوانی ہو رہی ہے،“
 میں۔ میں اسے معاف نہیں کروں گا، مجھے ہی اپنی زندگی بچانے کا حق ہے۔“
 ”کیوں پدم! کیا چاہتی ہو تم۔“
 ”میں۔ میں اپنی داس کی زندگی کا فیصلہ خود کروں گی،“
 میں تم سے استدعا کرتی ہوں کاشی، اس مسئلے میں نہ تو تم میری مدد کرنا اور نہ ہی میرا راستہ روکنا، اس نے کہا۔
 ”تمہاری مرضی۔ چلو شروع ہو جاؤ، یہ میں نے کہا اور پدم چاقو سنبھال کر آگے بڑھے لٹی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ پدم اس مسئلے میں کہاں تک کامیاب ہو سکتی تھی، لیکن ہر طرف میں نے اس کا اندازہ لگا لیا تھا کہ اس وقت وہ شہر بھر کیوں نہ ہو، اس سے اور ساجن داس کے لیے کبھی بھرتیاں ہوں گی، پدم نے اس کے سامنے کچھ کہا تو پدم سیدھا کہا، پھر اسے اچھال کر دوڑے اور مجھ سے بھاگنے لگا۔ ساجن داس پھر سے پتھر بادل لکھ رہا تھا، پھر اس کے سامنے بولا۔
 ”کچھ آگے لڑکی میرے ہاتھ سے ماری گئی تو اس میں ہر کوئی قصور نہیں ہوگا، تم اسے رکھ لو، اسے لے جاؤ یہاں سے۔“
 ”میرا ذاتی معاملہ ہے کاشی، اس میں تم دخل نہیں دو گے۔“
 اس نے کہا اور پھر مجھ سے چاقو ساجن داس کے سپیٹ کی طرف بڑھا، ساجن داس کی آنکھوں میں کچھ بگاڑ تھا لیکن پدم سے مجھے اس پھر تکی کوئی تو نہیں تھی، اس نے پہلی بار تو صرف جھکا ہی دی تھی، دو مری بار وہ پوری قوت سے آگے بڑھی اور اس نے چاقو ساجن داس کے سپیٹ میں اتار دیا۔
 ساجن داس کو غالباً پدم کا جیسی لڑکی سے اس پھر تکی کوئی تو نہیں تھی۔ ایک لڑکی جس نے اپنی زندگی میں چاقو کا کھیل کبھی نہ کھیلا ہو اس انداز میں کسی کو ہلاک کرنے سے موٹی بات نہیں تھی، لیکن پدم ہر طرف کی طرف سے اس کے سامنے نہ جانے نہ چالنے کتنی تو قیاس و حدی تھیں۔
 ساجن داس کے سپیٹ سے خون کا فوارہ بہنے لگا، اس نے پھر تکی سے اپنا ایک ہاتھ سپیٹ پر رکھ کر کہا اور دوسرے ہاتھ اپنا چاقو پدم کی طرف بڑھا، لیکن وہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ اب دو دروازے کھل چکے تھے اس کے دل کے مقام پر ہوگا اس بار چاقو اس کی ہڈیوں میں گھس کر گھس کر گیا تھا، پدم اسے گھسنے کے لیے زور لگا رہی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکی اور پھر تکی سے پیچھے ہٹنے لگی۔

چاہو ساجن داس کے سینے میں پھنسا ہوا تھا اور ساجن اس کی کراہیں کرے میں گونج رہی تھیں۔ میں نے آسودہ نگاہوں سے پدم کو دیکھا وہ مجھے ہمت گھٹی تھی اور کوئی ایسی چیز تلاش کر رہی تھی جس سے ساجن داس پر مزید حملے کر سکے۔ چنانچہ اس طرح پھنسا ہوا نکل ہی نہ رہا تھا۔

میں خاموشی سے ساجن داس کو دیکھتا رہا جو پیچھے ہٹتا ہٹتا دلوں سے جا لگا تھا اور اب آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا جا رہا تھا پدم کو کسی اور چیز سے وار کرنے کی ضرورت نہیں نہ آئی نہ جانے تو کا اور اتنا شکاری تھا کہ چند ہی لمحات کے بعد ساجن داس نے دم توڑ دیا۔

”یہ تو کچھ نہ ہوا کچھ نہ ہوا۔ یہ پدم کی ہمت کبیا یہ مر گیا کاشی؟“ وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

”ہاں پدم نام نے ایک ماہر چاقو باز کی طرح دوسرا وار اس کے دل پر کیا ہے اور دل میں ہی پوسٹ ہونے والا چاقو اس کی زندگی کے خاتمہ کا باعث بن گیا ہے مگر وہ جسم سے کوئی انفیام لینا عقل کی بات نہیں ہے تم اپنے مقتول کا مہاب بوجھتی ہو۔“ پدم اسے دیکھنے لگی اور دوسرے لمحے وہ چھوٹ چھوٹ کر رونے لگی۔

”بھگوان کی ہو گند زندگی میں کسی سوچا بھی نہ تھا۔ لیکن میں کتنی خوش ہوں کاشی میں کتنی خوش ہوں تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ میں اب یہیں اب سرخرو ہوں کچھ دیکھا کسی اور چیز کی ہر داہ نہیں ہے کچھ کاشی اب میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے ابھی تو چاہتی تھی میں یہی تو میں چاہتی تھی یہ وہ چھوٹ چھوٹ کر روتی رہی۔ قتل کرنے کے بعد عورت کی جو کیفیت ہوتی تھی اس وقت پدم ابھی کیفیت سے گزر رہی تھی۔

میری کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں پدم نام نے اپنے بارے میں ہی انکشاف کرنا تھا، اس وقت اس پر جو کیفیت طاری ہوگی اس کا مجھے اندازہ تھا، لیکن بہر طور یہ ناگوار نہیں ہے انجام دینا ہی تھا میری زندگی کا مقصد پھر اور تھا میں اسے دھوکا دینا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں اسے سہارا دے کر وہاں سے نکال لایا۔

کوش یا اس کے کسی آدمی نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ میں نے باہر نکل کر کہا۔

”بیڈم کو اطلاع دے دینا ساجن داس تمہیں پوجکے ہے وہ چاروں چونک کر مجھے دیکھنے لگے، میں پدم کو ساتھ لے کر گئے۔“

باہر نکل آ رہا تھا اور کھڑکیوں وہاں نہ نہ کر رہا رہیں بیٹھ کر وہاں کے ساتھ اس کی رہائش گاہ پر واپس آ گیا تھا۔ یہ وہی رہائش گاہ تھی جو پدم کی ذاتی ملکیت تھی۔ پدم نام نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا، ہاں ہاتھ کا یہاں کاشی کے ساتھ ملازم موجود تھے، وہاں لوگوں اندر پہنچنے کے لیے پدم نام سے کہا کہ وہ ملازموں سے مدد کرے کہ یہاں کوئی اور تیرا بیوی تو نہیں ہوتی چنانچہ پدم نام نے مدد کو طلب کر لیا۔

خادمہ نے اسے بتایا کہ تمام معاملات جو اس کے دل میں کوئی خاص بات نہیں ہوتی میں پدم نام کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گیا۔ پدم نام خوف کا شکار نظر آ رہی تھی چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

”وہ کون سی جگہ تھی کاشی جہاں تم مجھے لے گئے تھے؟“

”پدم میں نے اپنی زندگی کا ایک فیصلہ کرنا چاہا، اس میں سے پہلے مرحلے میں میں کامیاب ہو گیا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمہیں وہ وسیعہ میں کامیاب ہو گیا جو تم چاہتی تھیں۔ پدم نام اسے میری طرف سے اپنے لیے خراج عقیدت کچھ لویا کچھ ایسے لوگوں کی محنتوں کا بدلہ جنہوں نے میری مدد کی تھی میں تمہارا جی کی بات سنا رہا ہوں۔“

”کاشی رام سہلے ہی کہے باسے میں تم ایسے بات کر رہے ہو جیسے جیسے۔“

”ہاں پدم میں یہ ناخوشگوار بات تم سے اس وقت کہنا چاہتا ہوں۔“

”کیسی ناخوشگوار بات؟“ پدم نامی قدر متوحش ہوئی تھی

”مجھ پر وہ بولی۔“

”میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں تم مجھے لے گئے تھے۔ تم نے ساجن داس کو وہاں کس طرح دیکھ لیا تھا اور اس کے جواب میں تم مجھے عجیب سی باتیں سنا رہے ہو تم کہنا

کہا چاہتے ہو کاشی تم کہنا کیا چاہتے ہو۔“

”میں یہ کہنا چاہتا ہوں پدم نام کہ میں کاشی نہیں ہوں،“

”کیسا۔؟“ پدم نامی طرح اچھل پڑی۔

”ہاں میں کاشی نہیں ہوں، ساجن داس نے تم سے جو کہہنا تھا درست کہا تھا۔“

”کیسا ہو گیا تمہیں؟“ اچانک نہیں کہا ہو گیا۔ پدم نام نے تجھڑا لہجے میں کہا۔

”پدم ماہر بات تمہیں بتا کر میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہا ہوں۔“

زمانی ہو کاشی داس کی حیثیت سے میں نے تم سے کئی وہ فائدے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جو میں باسانی حاصل کر سکتا تھا، پدم نام اس وقت جب میں پہلی بار رام سہلے ہی کو ملا دے مانتا ہی سے میری ملاقات ہوئی میں اتنی غریبی طرح حالات اٹھاتا تھا کہ میری زندگی کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا تھا۔ میں موت کی آغوش کے قریب تھا، پدم نام مجھے لے کر ہمارا پاسنے سے لگا باہر دوسری بات تھی کہ میں ان کے لیے کاشی کی شکل تھا انہوں نے مجھے کاشی کچھ میرا راجی نہ چاہا پدم نام کے میں نہیں دھوکا دوں لیکن شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے صرف ان کی آنکھوں میں پلٹے ہوئے چراغوں کو نہ دیکھنے دینے کے لیے آپ کو کاشی تسلیم کر لیا تھا۔ ہاں انسان دنیا میں سب کو دھوکا دے سکتا ہے کسی ماں کو نہیں اس وقت ایک ماں کی آنکھوں میں آنکھیں بول رہی تھیں اور وہ بھی ایک ایسی ماں کی آنکھوں میں جس کے سامنے اس کا بیٹا نہیں تھا وہ بیٹے کی تلاش میں سرگرداں تھی۔

”میں کون سا جگہ لانا پدم نام کا دل توڑ دیتا ہوں۔“

”میں نے اپنے آپ کو کاشی مان لیا، یقین کر دو پدم نام اس بات میں کوئی موٹ نہیں ہے میرے دل میں ان کے ساتھ کسی دھوکا تھی کا خود بھی نہیں تھا میں نے صرف ایک ماں کو نرا لہنے کے لیے اپنے آپ کو کشت میں ڈال لیا تھا۔ میں نے اس ماں کا دل نہ رٹنے کے لیے خود کو کاشی تسلیم کر لیا تھا۔“

”میں کاشی کاشی کاشی نہیں، پدم نام کیساتھ کہو پدم نام ایک دل اور دوزخ کے ساتھ بولی۔“

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے صبر و کون سے سو پدم نام، یہ فرد کا ہے بہت مزوری ہے۔“

”میں کاشی نہیں۔ اگر تم نہ کاشی نہ ہو تو پدم میرے لیے اس سنسار میں کچھ نہیں رہ جاتا۔ تم کاشی ہو مذاق نہ کرو مجھ سے کہہ دو کہ تم مذاق کر رہے ہو۔“

”زندگی انسان کے ساتھ ایسے مذاق کرنے کی رہتی ہے پدم نام اس پر کاشی نہیں ہوں، یہ دوسری بات ہے کہ میں کاشی کی شکل میں ساجن داس کے قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”میں کاشی نہیں کاشی، یہ کاشی کو قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”میں کاشی نہیں کاشی، یہ کاشی کو قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”میں کاشی نہیں کاشی، یہ کاشی کو قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”میں کاشی نہیں کاشی، یہ کاشی کو قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”میں کاشی نہیں کاشی، یہ کاشی کو قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”میں کاشی نہیں کاشی، یہ کاشی کو قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”میں کاشی نہیں کاشی، یہ کاشی کو قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”میں کاشی نہیں کاشی، یہ کاشی کو قتل کروا رہا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی آنکھوں میں اس کے ساتھ نہیں۔“

”کون ہوں تم؟ پھر کون ہوں تم؟“ پدم نام نے اندوہناک لہجے میں پوچھا۔

”میں کون ہوں پدم نام اس بارے میں جان نہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا میں نہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تمہیں تو

کی دنیا میں جینا سبھی جو چلا گیا وہاں نہیں آ سکتا اب تمہیں اپنے آپ کو اپنی ہی زندگی میں اپنی جگہ کرنے پڑا کاشی موجود نہیں ہے تمہارے بتائی ایک ایک بدترین وطن موت کے گھاٹے آ کر جا رہے ہیں ساجن داس کو قتل کر کے تم نے صرف

اپنے بتائی کا بلکہ کاشی کا بھی بدلہ لے لیا ہے میں تمہاری پس اپنی خدمت کر سکتا تھا پدم نام اس سے زیادہ میرے لیے کچھ اور ممکن نہیں تھا۔ میری اپنی زندگی کسی اور سلسلے پر سفر کر رہی ہے میں ایک دوست کی حیثیت سے ہی تھا اور ساتھ نہیں دے سکتا

اب تمہیں اپنے طور پر اپنی زندگی گزارنی ہوگی۔“

”میں کاشی نہیں، ابھی مان جاؤ کہہ دو کہ تم چھوٹ بول رہے ہو مجھے نہ بتانے تو کہا حرج تھا، ایک سو سو ماہر سے

پر زندہ تو تھی۔ تم آپ کو تیرا دل نہیں کاشی کہہ کر لے گئے تو بھی نہیں چاہتا تم میرے کاشی نہیں ہو تم میرے کاشی نہیں ہو۔“

”جو حقیقتیں ہیں انہیں جھٹلایا نہیں ماسکتا۔“

”تو پھر یہ تو بتا دو کہ آخر تم کو ہوں؟ کاشی کے ہنسنے کو ہوں۔“

”یہ اس دنیا کے کھیل ہیں پدم نام کوئی کسی کا ہنسنے کو فائدہ آتا ہے کسی کو کشت کرنے کے لیے لیکن تم کچھ بھی ہو کہ میں نے تم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا یا اس اب مجھے اجازت دو۔“

”کاشی، کاشی، پدم نام چھوٹ چھوٹ کر رونے لگی، لیکن میں نے اسے سہارا دینے کی کوشش نہیں کی تھی، میں جانتا تھا کہ

اس کے دل پر کیا بہت رہی ہوگی، لیکن میں بھی یہی کہتا تھا، اول تو میں کاشی نہیں تھا، وہ ہندو تھی میں مسلمان تھا اور اگر ہندو تھی ہوتا تو پھر سے دل کے ہنسا گوشوں میں نرتی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کاشی اس دور کا رام اور امرترونا، جب زندگی کسی اور

رستے کا سفر کر رہی تھی تو شاید میں کچھ نہ کہتا کہ میں کاشی نہیں ہوں بلکہ مرنے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں اب، اب یہ ممکن نہیں تھا اب مجھے جنتوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا

تھا میں کسی کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ ہمارا ہی پدم نام کی کیا سہارا دے سکتا تھا، اس لیے ہی ہزاروں لڑکیاں میری زندگی میں

آہتی تھیں۔

”میں اہانت چاہتا ہوں پدمما، میں نے کہا۔ اور لٹھ کھڑا ہوا۔

”ہائیں نہیں بھنگوان کے لیے نہیں، پدمما آٹھ کمرے قدموں سے لڑتے تھے، مجھ کو رُجھے جھک کر اسے سہارا دینا پڑا، میں نے اسے اٹھایا۔ وہ میری طرح دوری تھی، آٹھ سوؤں کی برسات ہوتی تھی اس کی آنکھوں سے، میں نے اس کی پیشانی پر بھروسے ہوئے بالوں کو سنوارتے ہوئے کہا۔

”پدمما میں کاٹھی نہیں ہوں تم کا شہی کی امانت میں تھا، دل میں کا شہی کو ہمیشہ زندہ رکھے گا، میں تمہارے دل میں موجود قبول کرے گا تم بے ایک ایسی کو اپنی زندگی میں قبول کر دو۔ پدمما ایک دم چوٹی، سفیدی اور تپتے ہوئی، ”ہائیں نہیں، میں نے بڑبڑا کر کہا۔

”میں جانتا ہوں، تم ای کر وار لڑکی ہو، لیکن پدمما ایک مشورہ بھی ضرور دے سکتا ہوں، میں نے آہستہ آہستہ اس کے آنسوؤں سے چلے گئے، وہ خاموش ہو گئی، پھر وہ ٹھکے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔

”میرا مشورہ یہ ہے پدمما کہ زندگی گنوانے کی چیز نہیں ہوتی ہم سے جو کچھ چھین جانا ہے ہمارا ہی تو ہے اسے واہیں نہیں لاتی اگر سنسنار کی بری سے مری قیمت دے کر کسی کے شو کو وہاں حاصل کرنا سکتا تو شاید کوئی بھی قیمت نہ دے لایا، اپنے محبوب کو حاصل کر لیتا۔ یہ سب کچھ ہمارے سر میں نہیں ہے پدمما، میری حالت سے سمجھ کرنا چاہئے، ایک دوست کی حیثیت سے تمہیں میرا مشورہ ہے کہ اپنی زندگی کے لیے کوئی نہ بنا۔“

”خاموش ہو جاؤ، مجھے کوئی مشورہ نہیں چاہیے بلکہ تمہارے ہوا جاؤ، اس نے کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

پھر میں نے گردن ہلا کر کہا۔

”بہر صورت پدمما میں اپنے دل میں تمہارے لیے کچھی خواہشات رکھتا ہوں، کوئی وار نہ لے کر نہیں جا رہا، اپنے فیملی جینتوں سے روشناس کرنا، میرا فرض تھا، اگر میں چاہتا تو اپنے مشن کی تکمیل کے بعد تم سے پورا فائدہ اٹھا سکتا تھا، میرے بارے میں جب بھی سوچو اس بات کو ضرور یاد رکھنا، خدا حافظ، میں نے کہا اور پھر وہاں ایک لمبے ٹوکے میں برقی رفتار سے باہر نکل آیا تھا۔

دل میں بہت سے دیکھتے، پدمما کی آنکھوں سے پھٹے ہوئے آنسوؤں کا دمک رہے تھے، لیکن آنکھوں میں لڑکی کا پتلا بھی نظر آتا تھا، سکون سے دل سے کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرنا تیز ترین قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل آیا اور اس کے بلوغ کوئل کی کوئل ہی پر ای کر ڈر گیا۔

کوئل نے بلوغ سے میں بہرا استقبال کیا، وہ سرکاری تھی۔ آہستہ سے لولی۔

”میں نے ساجن داس کی لاش تمہارے لگا دی ہے اور ڈور مکر وہاں چھلے نہیں ہے، پتلا باجے غلط تو نہیں کیا؟“

”ہائیں۔ کہا تو مکر وہاں بات معلوم ہو چکی ہے کہ ساجن داس ختم ہو گیا ہے۔“

”ہاں اسے بنا دیا گیا ہے۔“

”اس نے کچھ سوالات تو کیے ہوں گے؟“

”ہائیں۔ میں براہ راست اس کے پاس نہیں گئی تھی، مگر جب اس نے میرے آڈیو سے سوال کیا تو میں نے اس سے یہی کہلوا دیا، مکر وہاں جالے کے ساجن داس اب اس دنیا میں نہیں ہے۔“

”تھیک ہے کوئل، میں نے تمہارے سے انداز میں کہا۔“

”کہا بات ہے کچھ پریشان ہے ہو؟“

”ہائیں۔ میں نے کہا اور کوئل کے ساتھ کمرے میں آ بیٹھا، کوئل میری صورت دیکھ دیکھ مٹی ہو گئی، پھر وہ آہستہ سے لولی۔

”کوئی بات تو ضرور ہے۔“

”ہائیں کوئل ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے، تمہارے پوچھنا ہی چاہتا تھا۔“

”کیا۔“

”اب کیا ہر روز گم ہے؟“

”جو تم پسند کرو۔“

”کوئل، بات دراصل یہ ہے کہ میں تمہارا مقصد جاننا نہیں سمجھ سکا ہوں اور اب طبیعت کسی قدر گھٹن کا نشانہ ہو گئی ہے۔“

”میں نہیں سمجھی کوئل نے کہا۔

”کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ اب میں تمہارے بارے میں تفصیل جان لوں، میں نے کہا۔

”دیکھو کوئل، میں وقت کا انتظار کر رہی ہوں، اگر وقت نے میرا ساتھ چاہا تو میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤں گی، یہ وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی، اس نے کہا۔

”میں کوئل اب میں کا شہی نہیں ہوں، اس بات کو بھلی طرح ذہن نشین کر لو، میں کا شہی نہیں ہوں۔“

”کہا۔“ وہ خوب سے لولی۔

”تفصیل میں بھی نہیں بتاؤں گا تمہیں، یوں کچھ لو جس پر ہیئت سے نہیں ملتا، میری حیثیت وہ ہے نہیں ہے۔“

”میں اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔“

”میں کچھ سمجھتا ہوں، چاہتا کوئل، میں کچھ کرنا چاہتا ہوں، دنی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے میں اپنے مفید طرف چار قدم اور آگے بڑھوں۔“

”اور یہ صورت حال بہت عجیب سی ہو گئی ہے، لیکن تمہاری یہ بات نہیں، تم مجھے سے غلط تو نہیں کہہ رہے؟“

”ہاں میں کا شہی نہیں ہوں، جس کے لیے میں کا شہی بنا تھا، اسے بھی میں نے ہمہ دیا، کہ میں کا شہی نہیں ہوں۔“

”تس کے لیے کا شہی بنے تھے۔“

”اس لڑکی کے لیے جس کے ساتھ میں یہاں آیا تھا اور جس کے ہاتھوں میں نے ساجن داس کو قتل کر دیا۔“

”اس کی کہانی کیا تھی؟“ کوئل نے پوچھا اور میں نے اس وقت سے ایک داستان اس کے سامنے دوہرا دی، جب میں دماغ سہا کے کچھ ہاتھ لگانا اور اس کے ساتھ لگاؤں کوئل نے انہماں لگاؤں کوئل نے انہماں میں میری شکل دیکھ دیکھ مٹی ہو گئی، پھر وہ آہستہ سے لولی۔

”میں تم سے کسی خاص حیثیت سے نہیں ملتی تھی اس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ تمہارا نام کیا ہے، لیکن آج یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کا شہی نہ ہو کہ تم میرے لیے ایسی سے ہو گے، کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے؟“

”کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے کوئل، میں تمہارے بارے میں کچھ جانتے پوچھے بغیر تمہارے ساتھ ہوں اور وہ سب کچھ کر رہا ہوں جو خامی اہمیت رکھتا ہے، آخر کس حساب میں جو اب جینا پسند کرو گی کوئل کس حساب میں؟“

”اوه گویا۔ گویا تم مجھ سے اس بات کا جواب چاہتے ہو۔“

”ہاں کیوں نہیں، تم کہا کھتی ہو، کوئی مٹی ہوں میں، تم اس لیے تمہارے ساتھ لگا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو، کوئی جینتو سانی ہو، لیکن کہ کوئل پدمما کے پاس اتنی دولت تھی، اگر اس کے ذریعے میں اپنے ساتوں کو موزا کرنا چاہتا تو مجھے کوئی وقت نہ ہوتی، تمہارے پاس جو کچھ ہے اس سے مجھے بھی ذرا برابر ملنا چاہی نہیں ہے، میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے ساتھ رہ کر میں

تمہارا دست نگر ہوں، شاید تم اس بات پر یقین نہ کر سکو، میری کر ڈوں روٹنے کی دولت سوئے کر لینا، میں محفوظ طے میں جب چاہوں گے حاصل کر سکتا ہوں اور اسے والے وقت میں یہ ضروری ہے کہ میں اس دولت کا استعمال کروں کہ شہل میں باطل مختلف شخصیت کا مالک ہوں، میں ایک الگ چیز ہوں کوئل میں نہیں صرف برتاؤ چاہتا ہوں کہ میرا اپنا ایک مشن ہے جس کے لیے میں عمل کر رہا ہوں، کچھ لوگوں نے مجھ پر احسان کیا تھا، ایک ایسا احسان جسے میں بھی نہیں بھول سکتا تھا۔ وہ سب میری ہی آنکھوں کے سامنے مارے گئے اور انہیں ہلاک کرنے والا ساجن داس تھا، میں نے اس خاندان کی ایک لڑکی کا وہ ولی مفید لڑکا دیا جس کے لیے وہ بہن تھی، وہ خود بھی مجھے کا شہی کر رہی تھی۔

لیکن اب میں نے اسے بتا دیا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں جو وہ مجھ سمجھ رہی ہے، وہ کا شہی کوئل وجان سے چاہتی تھی۔ یہ جان کر کہ میں کا شہی نہیں ہوں، اسے اتنا دکھ ہوا کہ وہاں سے باہر سے، لیکن حقیقت کو اس کے سامنے لانا ضروری تھا، چونکہ ایک کہانی برآدی ہونے کے باوجود میں اپنے فیملی پر مزید مدعا برداشت نہیں کر سکتا۔“

کوئل خاموشی سے میری باتیں سن رہی تھی پھر مدعا م یے میں لولی۔

”میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے بارے میں کچھ کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی، تمہارے اور میں جانتی ہوں کہ میری حقیقت جاننے کے بعد تم میرا ساتھ نہ دے سکو گے۔ میں اب تمہیں کا شہی کے نام سے مخاطب بھی نہیں کر سکتی، ایسی لغزت تو میری تقدیر ہے اور میں اپنی تقدیر کو نہیں بدل سکتی۔ میرے بارے میں چلنے لگنے اور کچھ اپنے کچھ کرسنے، تو کہو، جان لے کہ تو شاید میں خود ہی تمہیں اپنے ساتھ رکھنا پسند نہ کروں، کیونکہ وہی صورتیں ہوں گی، باوجود تم مجھے سے لغزت کرو گے، پھر ہمدردی۔ کوئی اچھا خیال میرے بارے میں کسی تھا، ذہن میں نہیں آئے گا، مجھے ہمدردی کی لغزت نہیں ہے، اجنبی میں تو صرف اپنی مفید برائی چاہتی تھی، کسی ایسی شخصیت کے ذریعے جو میرے بارے میں کچھ بھی نہ جانتا ہو مجھے

میں نہیں اپنی کہانی سنائے، بہتی ہوں، لیکن اس کے ساتھ ہی میں تم سے ایک درخواست بھی کرتی ہوں۔“

میں خوب سے کوئل کو دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے پر ہتھروں جیسی ستی اچھرائی تھی، میں نے آہستہ سے کہا۔

پر لڑائی لگتی ہے۔ میں اس راستے پر ایک قدم نہیں بڑھنا چاہتی لیکن زندگی ہے۔
 ”ہیں انہی برس سانس نہیں لہری کرنا ہوں گی کوشل، ان سے فرار ممکن نہیں ہے۔“
 ”آہ یہ کیسی قید ہے، بدن کے خول میں پھر پھرتا ہوا تپتی لہری مری سے آزاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں خودکشی کروں گی تو انہی میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔“

”تم اپنی آرزوں کی خودکشی کر چکی ہو کوشل، تم نے جن الفاظ میں اپنی داستان کا آغاز کیا ہے وہ حیرت خیز فتح کہہ رہے ہیں کہ تمھارے وجود میں اب زندگی باقی نہیں ہے بلکہ شکستیں نہیں ایک انتقام کھٹانا ہوں، میں نے کہا۔“

”جیک کہا تم نے تو انہی جیک کہا۔ میں واقعی ایک انتقام ہوں۔ گھر کھرا میرا، بھرا ہوا، سب توئے، ہمارے باپ ایک گرس کے ہاں کارندے تھے اس رشتے کا نام کنور راجن سنگھ تھا وہ چھوٹی سی رہاست تھی چند گھر، یہاں اس ہالی کا سارا پرہوار رہتا تھا، بڑی سی جوہلی تھی اس کی اور اس جوہلی کے گیت کا گئے جائے تھے کیونکہ کنور راجن سنگھ بڑے دیالوتھے ان کے مانا بیٹا جی تو اپنی لبتی کے رہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے ہی تھے، بڑی ذمہ داری تھی ان کی بہت بڑی آمدنی تھی، مگر اس آمدنی کا بہت بڑا حصہ چند نذر کے بابوں کے کام آتا تھا۔“

میں نے اسے روکنے دیا، آنسوؤں کی داستان میرے دل ہی تو تھی میں کسی کو کیا بتانا خود میں کون سی صورتوں میں زندگی کے اس ماحول تک پہنچا ہوں، میرے اپنے دل کی دیکھو کتنے انبار میں، میری لہری کہاں بھی اتنی ہی غم بھری ہے۔ مٹی کوشل مجھے سننے والی تھی۔
 جب وہ دل بھر کر رو چکی اور سینے کے بوجھ میں کچھ کچی ہوئی ہاس نے بھرتی ہوئی آواز میں کہا۔
 ”دل چاہ رہا ہے کہ ایک بار پھر مری میں کسو جاؤں دل باہر رہا ہے کہ اس خوبصورت سے ٹھکے آنکھ میں نکلے ہوئے ٹپیل نے وقت کی شرارت میں نکلے ہوئے جھولے ہر ایک بار پھر تھکوسے لوں مری کسو جاؤں کے پہنچا جوہلیوں کے کیتوں میں کھوجاؤں، دیکھنا زندگی اتنی ہی ہے ہم چہرے، انسان آرزوں کی آغوش میں جاتا ہے اور ماہو بیوں کے اندر دل میں جا سوتا ہے زندگی کہاں اتنی ہی منتظر اور اتنی ہی بیباک ہے۔“

”ہاں کوشل، زمین کے رہنے والے دکھوں کے انبار میں جس دن لو اس کے سینے میں ایک زخم نظر آتا ہے کون ہے جو ان زخموں سے عاری ہو۔“

”میرے زخم زیادہ ہی گہرے ہیں تو انہی میرے دل کی دینا میں جس قدر بولتی ہے کاش کوئی اس میں جھانک کر دیکھے میں وہ ہوں تو انہی جس کی زندگی میں کوئی روشن کرنا نہیں ہے۔ میں تو صرف ایک انتقام ہوں جو زندہ ہے کسی بھی وقت موت لے آتی آغوش میں ہے لے لہنیں کرو گئے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی مجھے تو زندگی سے لگے ہے کہ کیوں بار بار مجھے پنے لگتے

طرح نہیں جانے دوں گی مجھے میں کوشل کو بولے جان لو پھر چلے جا میں نہیں رہیں روکوں گی۔“

”کوشل میری اپنی زندگی دکھوں کا گھر ہے جو دکھ زندہ رکھنے کے لیے دنیا سے لٹکتا ہوں لیکن اسنے وجود کی گہرائیوں سے اٹھنے والی آوازوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا میری زندگی ایک جنگ سے صرف جنگ، تمہاری کہانی بھی دکھ بھری ہوگی اور کتنے دکھ اٹھاؤں، سینے دو کوشل کوئی کہانی سننا دے۔“
 ”میرا نام کوشل نہیں ہے تو انہی اور اور میں شادی کرنا نہیں ہوں میں کسی کی بوجھ نہیں ہوں میں نے اپنا ایک نئی شو پر تحقیق کیا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔“
 ”کوشل۔“ وہ میں نے زخمی لگا ہوں سے لے دیکھا۔
 ”بچے جاؤ تو انہی بیٹے جاؤ۔ سن لو میری داستان کن لو انہی وہ بلک بلک کر رو پڑی اور مردوں کو نکلے لگا میں اس کے پاس آ بیٹھا اور ایک دکھ بھری داستان ایک اور کہانی۔“



کائنات کے جس رنگ میں دیکھا دکھ بھری نظر آئی، ڈالیوں پر بٹتے ہوئے گلاب، جن کی مسکراہٹ دیکھ کر طبیعت بانے بانے ہو جائے، آنکھوں کو رفتہ رفتہ اندول گزارا گی کا احساس اور یوں نکلے، جیسے پینے کو کسی نذر میں لگے، لیکن ہوس کے نذر جھونے ان کی بھری ہوئی بیٹیوں کا منظر پیش کر دیتے ہیں اور ان کی اس طمائی زندگی پر غم کے آنسو آنکھوں میں بھر جاتے ہیں۔

کوشل مجھے جس انداز میں مٹی تھی اس کے تحت میں نے زمانے اس کے بارے میں کہا کیا سوچا تھا میرے عزم اور ضبط و مدار کا ثبوت نمازی کی پالٹ کی حکومت پہلے میں مجھے بے حد خطرناک لگتی تھی لیکن رفتہ رفتہ اس کی شخصیت کے وہ نرم و گماز پہلو میرے سامنے آئے تھے جنہوں نے مجھے احساس دلایا کہ انسان کتنے ہی سخت چلنا میں بند ہو جائے اسے اندھے ٹولو لو اس کے وجود کے خول میں آ ہوں اور سیکوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

وہی کوشل میرے سامنے بلک بلک کر رو رہی تھی مافی کے زخم ہرے ہو گئے تھے، مضبوط بندھن ٹوٹ گئے تھے اور آنسو وہ پوری داستان سینے میں نمایاں کر رہے تھے جو اس کی زندگی سے وابستہ تھی۔

آنسوؤں کی تھوڑی بچھنے والا اگر کوئی ہوتا تو یہ جان لیتا کہ آپ سے ایک سخت خول میں نظر آنے والی یہ لڑکی کس قدر غم ہے۔

”کوشل کیا درخواست ہے؟“
 ”میری کہانی سننے کے بعد میاں نہ رگنا رکھنے جانا یقین کرو اس کے بعد میں تمہارے ساتھ ایک طرحی زہر سکوں گی۔ میں جانتی تھی کہ تمہیں ناہی رہوں اور میرا کام پورا ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہے، ایسا ممکن نہیں ہے۔“
 ”اگر یہ بات ہے کوشل تو پھر میں نہیں جیوں نہیں کروں گا اگر اتنی ہی جذباتی ہو تم اپنی کہانی کے سلسلے میں۔ تو میں تمہاری کہانی نہیں سننا چاہتا۔“

”نہیں۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کے بعد میرے لیے ضروری ہے کہ میں تمہیں حقیقت بتا دوں۔ اب بھی اگر تم نے میری کہانی نہ سنی تو میں اپنے ذہن میں شرمندہ رہوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم میرے بارے میں اچھن کا شکار ہو گئے دل سے دل کے رستے ہولہ ہولہ نانا کا سب سے مشکل کام ہے اجنبی۔ لیکن لیکن۔“

”تمھرو کوشل تم مجھے مسلسل اجنبی کیے جا رہی ہو، کاشی میرا اپنا نام نہیں تھا، کاشی میری اپنی شناخت نہیں تھی وہ صرف ایک فرد کا نام تھا، ایک مقصد کا نام تھا پورا پورا ہو گیا تم اگر جاؤ تو مجھے اس مضر کوئی ہو، لو انہی مضر میں راجہ لو انہی مضر ہوں، تمہارے مضر دلوں سے ملنے سے میرا وطن، پاکستان کا باشندہ ہوں لیکن میرا وطن بھی مجھ سے اسی طرح چھن گیا ہے جس طرح میرا محبوب کوشل میں نے نہیں اپنا نام بتا دیا ہے، تم مجھے میرے نام سے پکار سکتی ہو۔ باقی رہا تمہاری کہانی کا تعلق تو جیک ہے میں اس وقت تمہاری کہانی سنوں گا جب تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔“

”نہیں تو انہی نہیں اب وہ وقت گزر چکا ہے۔“
 ”تمہاری مری ہے کوشل اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں ایک لمبی بے ریشٹان نہیں کروں گا اجازت دو میں کھڑا ہوں گا۔ کوشل نے میرے چہرے کی جانب دیکھا، چہرہ شناس مٹی، قیاد آرائی کی ماہر تھی اور اس کی پیش گوئیاں صرف برف صبح ہوتی تھیں اس لیے اس نے اندازہ لگا لیا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے اور اس شکل میں مجھے سننے کرنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ وہ جلدی سے کھڑی ہوئی اور میرے قریب پہنچ کر بولی۔

”نہیں تو انہی نہیں روکنے کا حق نہیں رکھتی میں۔ لیکن اس



یہ روایت تھی اس حوالی کی ڈیوڑھی کی کہ جو بھی وہاں جا کر ہاتھ پھیلانا خالی ہاتھ نہ لوٹتا کنواریوں کی شادیوں کرانی جائیں پورے لوگوں کی زندگی ناہی جاتی۔ وہ جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا حوالی ان کا سب سے سہارا ہوتی اور اسی حوالی کے ایک سپوت کنواریوں میں منگھ جاتے۔

راویں ہمارا جہان جو جانی کی عمریں ہی سنت بن گئے تھے بھنگوان نے انہیں گیان دے دیا تھا، بڑے ہی دباوڑھے ہی دھرم تھا۔ مانا پتا کی آنکھوں کے تار گئے۔ شادی کے لیے کہا تو ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور بڑے ہی تم بھرے بنے۔

”مانا ہی تمہاری یہ خواہش میں کبھی پوری نہیں کر سکوں گا، میرا جیون سنسار کے جو بے خالی ہے میں تو آکاش کی گہرائی جانتا ہوں، سنسار میں بھرے ہوئے، ان تڑپھول کی زندگی سے واقف ہونا چاہتا ہوں، جو اپنے جیون کے بوجھتے دبا ہوئے ہیں۔“

اس برہم چاری کو بڑی قدسی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ عظیم الشان حوالی کے ایک بڑے حصے میں اس کے لیے ایک بڑا خوبصورت مندر بنوا دیا گیا۔ اکھوتے بیٹے کی خواہش تھی ماں باپ کو کششوں کے باوجود نہ مال کے اور مہربان تک کہ کنواریوں میں منگھ ہمارا جہان سادھو بن گئے۔

بڑے جہان سادھو تھے، بڑی بڑی بیلاؤں میں بلائے جاتے، وہاں مانا ہی دیتے، مانا پتے جو کاروبار منگھوں سے شروع کیا، وہاں تھا بھلا وہ اسے کیسے بچے بنے دینے، منگھوں ہی دلاؤں کے بعد کنواریوں منگھ کا ڈنگا بن گیا، لوگ دور دور سے آن کے پاس آتے جس کی جو منگھ مانا ہوتی حال تھا کہ گویا پوری نہ کرتے، لوگ کو سوں بیل ہیدل چل کر ان کے درشن کرنے پہنچتے تھے، لوگ بھی اکھوتے بیٹے، منگھ نہیں بنیں۔ وہ بہوں کی شادی ہوتی تھی ایک سن بھی چھوٹی تھی راویں ہی سے، جو وہ سال چھوٹی تھی وہ۔

”بہر حال راویں جی کی دیاو طبیعت کے باعث لوگ مانگھ کا دم بھرنے لگے، انہی اور لیتی کے اس پاس میں چھوٹے موٹے منگھ تو ہوتے ہی رہتے، ہنس ہنس کی داستانیں بہت سی کہانیاں ہاں بکھری ہوئی تھیں اولاد کہانیاں ہیں ایک کہانی سب سے نمایاں تھی۔“

چند گڑھے کے اطراف میں جیون پورانی گاؤں کی ایک لڑکی چھوٹی لاش پڑی تھی، وہ اس کے بعد تھیں جس اس کی بچی ہوئی لاش پڑی ہوئی تھی۔

نوبہ موت چہرا پر ابروی گروہر ناٹھ تھا جس نے منگھ کی طرف سے کہ وہ چہرے کے قاتلوں سے بدلے کے لیے چہرے کی طرف سے منگھ دو دو بن لگا رہا۔ اور پھر ایک دن جب اس کے منگھوں سے لوگوں سے کہا کہ چند منگھوں کا رخصتیاں راویں منگھ اس کی موت کا باعث ہے تو لوگوں نے مار مار کر گئے اور پھر راویں بھلا راویں منگھ جیسے آدمی کے بارے میں برسات کی کہانی تھی اس بار نصیب نے آتم تہمت لگائی اور کہا جیون ختم ہو گئی۔ لیکن یہ کہانی ختم ہوئی تھی، بہت سی ایسی کہانیاں اس دوران جنم لیتی رہیں۔ لیکن اس دوران کوئی نہ کہنے نہ آسکا کہ کنواریوں میں منگھ نے کیوں کہا ہے۔“

راویں منگھ جی اپنے مندر میں رہتے اور زیادہ تر لوگ انہیں بلو پات ہیں ہی معروف دیکھتے تھے، جہاں کہیں ان کا کام ہوتا راجہ کی گھر لڑکے بڑھ کر اس میں بڑھ کر رہتے تھے، ہنس تک ان کے تیار کی کا دیہانت ہو گیا۔ پھر مانا ہی کی بیوی اور کو بیاری ہی تھیں۔ چھوٹی بہن جوانی کے قریب پہنچ گئی تھی راویں جی کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ بہن کی طرف دیکھے، انہوں نے بھنگوان سے لوگ ہی آہوئی تھی۔

”میرے پتا کی جن کا نام کرن لال تھا اپنے برکوں سے اس خاندان کے ٹنگ خوار تھے۔ وہ بڑے ہمارا جہان کی موت کے بعد عمری اپنی جیو کا کرتے رہے، عہد ان کا دیوان کی کا تھا اور ریاست کا سارا خزانہ ان کے ہاتھ میں تھا اور دیکھ دلی سے وہ خالصے سوچ بچار میں ڈوبے ہوئے تھے۔“

زرتوں کی آمدنی، جانکاردوں کی رقم، مسوں اور دیگر کام جو سرمایہ یہاں لیے عرصے سے آ رہا تھا اب اس کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی تھی، حساب کتاب اپنی جگہ تھے، لیکن کھلیے کھاتے ہی کھولے گئے، جو اس سارے حساب کتاب سے الگ تھے اور اس کا ڈنٹ میں کر ڈول رہے تھے، میرے مارے تھے یہ پیسے کہاں سے آ رہے تھے وہاں جی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ بہر طور کوئی ایسی کشش کی بات نہیں تھی جس پر دیوان جی بریشان ہوتے، جب بھی کوئی ضرورت ہوتی وہ راویں منگھ کے مندر میں پہنچ جاتے، وہاں ان سے بات کرتے اور کوڑی نہایت نرم اور پڑا خلاق ہوتے، انہیں مختلف نوعیت کے پتلے دیتے تھے۔

پھر ایک مرتبہ شہرے ایک غامضہ، بیس لاکھ روپے کی رقم مانگے آ رہا، اس نے کہا کہ جو رقم اس کو مع بھرنے ہے اور اگر یہ نہ بھری گئی تو خواہ مخواہ بدنامی ہوگی جو کنواریوں میں بہتا اور جہان پرکشش کے لیے مناسب نہیں تھی، چونکہ اس کے

باوجود انہیں اپنی ریاست کا کاروبار تو سنبھالنا ہی تھا۔ پتاجی مجبور ہوئے کہ کنواری کے مندر میں چلے جائیں مالا مالا اس وقت سے انہیں تھا، لیکن پتاجی کی فرض شناسی انہیں اندر نہ گئی۔

مندر کے باہر کوئی مہرے دار نہیں تھا، وہاں پتہ نہیں کیسے بند ہونے سے رہ گیا تھا، بھلا مندر کے باہر سے داروں کی ضرورت ہی کہا ہوتی ہے۔ چہا پتہ پتاجی اندر داخل ہو گئے۔

پورا مندر بھلا اور سنسان بڑھا ہوا تھا، ہوجا کے بعد یہاں کوئی نہیں رہتا تھا سولہ راویں جی ہمارا جہان کے سوسیرے با پورن لال جی بد نہیں کا شکار ہو کر ان کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اور یہاں انہوں نے ایک ایسا مندر بچھا جسے دیکھ کر ان کے رونے لگے، کھڑے ہوئے اور یہاں انہوں نے ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا جو اپنی زندگی کی آخری سانسیں پوری کر رہی تھی اسے گون دیا کہ مار دیا گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ دھنیاں، سلوک کہا گیا ہے دیکھ کر انسانیات کا نپا تھے اور یہ سلوک کرنے والے کنواریوں منگھ تھے۔

پتاجی کے پاؤں چکر کر رہ گئے، کنواری نے بھی انہیں دیکھ لیا اور اس کے بعد ان کی آنکھوں میں جیسے وحشت بکھری۔ ”تم۔ تم یہاں کیسے آ گئے، انہوں نے کڑخت، ایسے میں پوچھا تھا۔“

”ہمارا جہان میں۔ میں ایک کام سے آیا تھا،“ ”اوہ دیوان جی۔ کہا کام تھا آپ کو ہم سے۔“ ”کنواری نے وحشت زدہ انداز میں کہا۔“

”وہ بیس لاکھ۔ بیس لاکھ،“ ”کرن لال جی بھلا کر لوے۔“ ”سکون سے بیٹھے،“ ”خیزان سے کیسے کہا کہنا جانتے ہیں آپ،“ ”کنواری نے فوراً ہی خود کو سنبھال دیا۔ اب ان کا احوال متلا برسا گیا تھا۔“

”وہ راجہ صاحب میں لاکھ۔ بیس لاکھ۔“ ”میرے باپو کی حالت اب بھی خیر تھی، وہ تو اس مظلوم لڑکی کو دیکھ رہے تھے جس نے بالآخر دم توڑ دیا تھا اور اس نے آخری سانسوں کے سامنے ہی تھی۔ دم توڑتی ہوئی لڑکی کو راجہ کنواری نے بھی دیکھ لیا لیکن وہ پرسکون ہی رہے تھے۔ پھر وہ لوے۔“

”ہاں تو دیوان جی، بیس لاکھ کی بات ہے۔“ ”یہ کون ہے۔“ ”ہاں پوسپ کچھ بھول کر لوے۔ انسانی ہمدردی ان کے بیٹے میں آ بھرا تھی۔“

”ایک کہنا ہے بے چاری، کچھ ملنے آئی تھی ہم سے،“ ”دیوان جی نہ دے، ہم سے،“ ”مڑی بے چاری راویں منگھ

نے منگھ ہی بھرے، بے میں کہا۔“ ”منگھ ہمارا جہان منگھ۔ تو۔ تو۔“ ”ہاں ہاں دیوان جی ہو کر کہا جانتے ہو۔“ ”اے آپ نے مارا ہے راویں منگھ جی اے آپ نے مارا ہے۔“

”مارا نہ اور جلا نا تو بھنگوان ہی کا کام ہے بس جس کی جب بھی موت آجائے، راویں منگھ جی نہیں کر لوے۔“ ”یہ آپ نے پاپ کیا ہے، آپ نے۔ آپ نے پاپ کیا کیا۔ آپ تو مجھے جہان میں بڑے دھرم مانا ہیں، آپ تو بڑے جہان گون کی اولاد ہیں، آپ جیسا سنسیا آپ جیسا دیوان پاپ کرے میں سونہ بھی نہیں سکتا۔“

”ارے چھوڑ دو دیوان جی، کہاں کی براہن کرتے ہو، مانا کی بات تھی تو کرو، اور مانا کی بات کرو گے تو ہم نہیں تلتے ہیں کہ ہماری آنگدھی سب کچھ جاتی ہے اور مانا جس سے جو کچھ لائے اس کی مانگ پوری کرنا ضروری ہوتا ہے، ہماری آنگدھی سب کچھ جاتی ہے اور اگر جی جانو دیوان جی تو اب تک ہماری آنگدھی کی مانگ پوری ہوتی رہی ہے۔ ہم انہیں اپنے ساتھ شریک ہونے کا موقع دیتے ہیں جن انہوں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا، اور جن کاؤں نے یہ سب کچھ نہیں کیا ان کا جیون ضروری تو نہیں ہے مگر تم ہماری ریاست کے بولنے دیوان ہو، ہمارے راستے میں آنے کی کوکشش کبھی نہ کرنا، ہم جو کچھ ہیں انہیں اس کا اندازہ بخوبی ہو چکا ہوگا۔ دیوان جی ہم نہیں جانتے کہ جیسے اچھے آدمی کو ہم کوئی نقصان پہنچا نہیں، لیکن اس کی ضرورت ہی ہے کہ کھاری زبان سے

ایبٹہ کے لیے بند رہی جاوے۔“ ”تو کیا۔ تو کیا۔ وہ لائیں جی۔ وہ لائیں جی آپ ہی کی زندگی کا شکار ہوتی تھیں۔ راویں جہان جو جنگوں، منگھوں اور وہ جی جیوں پر رہا تھی تھیں، میرے باپو نے جو تک پوچھا۔“

”زیان سنبھالو دیوان جی، اسے زندگی نہ ہو، وہ مس باک استخوان بہت چھینیں، بھلا ہماری آغوش میں آنے کے بعد کسی کو سونگ نہ ملے، یہ کیسے ممکن ہے۔“

”مگر مگر تو جہاں ہے، یہ نہیں ہو سکتا۔ راویں منگھ جی آپ ایسی تک اپنے آپ کو بچھا رہے ہیں۔ میں تو بھنگوان سے سزا رہا ہوں، کتنے جہان لوگوں کی اولاد ہیں آپ اور کیسے دھنسنے، اگر آپ کے جہان مانا پتا کی آنگدھی میں سب کچھ دیکھیں تو نہ جانے ان کا کیا حال ہو، بھنگوان آپ کو معاف کرے راجہ راویں منگھ جی بھنگوان آپ کو شکار ہے۔“

”دیوان جی جیون نہیں چاہتے کہا، اپنے بیلاو اپنے تم کا

جیون نہیں پسند نہیں کیا،

”ہنیں ہمارا راج راجن سنگھ یہ نہ کہو بیگوان نے جا تو میرا پر لڑا ہے گا میرا جیون بھی بچ جائے گا، مگر مجھے رکھنے کو جس نہیں چھوڑ سکتا، اس کی بیٹی سے پس کی اولاد یہ ہے۔“
 ”ہوں تو دیوان کی اس سے پہلے کہ کھاری دیوان کی اپنے عود پر بیٹھے، کھارا علاج کرنا ضروری ہے یہ راہن سنگھ نے پھرئی سے ایک چکر دکھا ہوا ایسٹون لنگال بیا اولاد کا مرض میرے پتا جی کی طرف کرو یا۔ پتاجی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ راہن سنگھ انجینس کھوڑا رہا پھر لولا۔

”تجیس ایک منٹ میں مارا جا جاتا، دیوان کی مگر کون کا خیال آتا ہے اور پھر جی بات ہے کہ جس طرح تم نے ہماری رہاست کا کام سمجھا رکھا ہے اس کو جی نہیں سامنے رکھنا ہوتا ہے اب ہمیں نئے آدمی رکھنا پڑیں گے۔“

”پتاجی اس دولان یا ناند نہ لگا چیکھے کہ ان کا جیون پہا محفوظ نہیں ہے۔ دیوان اور اس لڑکی کی مطلوبیت ان کے دیوں رو میں جی رہی تھی، لیکن اس وقت عقل نے ساتھ دیا پھیلنے لے سو جا کہ اس رکھنے کو ایسے نہیں مارا جا سکتا، اگر ان کا کمانی اسی جیو ختم ہوئی تو پھر وہ فرما جائیں گے، اولاد کی نہیں جان سکے گا اور کس تو راہن سنگھ جیسا رکھنے کیا کہا کرتا پھر رہا ہے اپنا جو وہ بنا پھیلنا مسکرا کر ہے۔“

”دیکھا جاتا تھا کس تو جیو کہ میرے دل میں تمہارے لیے کتنی کٹنا لکھتے ہے، انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کیا مطلب ہمارا ہے؟“

”مطلب یہ کہ یہ سب کچھ ہے، اچھا نہیں ہے لیکن یہ کاروں کھٹا ہے پتاجی کا نمک کھانا رہا ہوں اپنی عادت سے مجھ کو دیوان تجیس نصیحت تو کرنا ہی تھا، مگر ہاگ کیا ضروری تھا کہ تم اس کی ہتھیاری کرتے؟“

”اوہ! اس کا مقصد یہ کہ تجیس عقل آگئی ہے۔“
 ”میرے ساتھ ہی سب کچھ وہاں ہے تجیس راہن سنگھ کی،“
 ”نہیں ہم تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ ہم آپ کی بڑی عزت کیے ہیں۔ تمہارا مان ہے آپ کا ہمارے من میں، مگر آپ کی باتیں ہی تو لسی تجیس۔“

”ہرگ کہا تھا۔ اب سنبھل گیا ہوں۔ پتاجی لولے۔“
 ”سنبھیل جسنے میں جو مزہ ہے دیوان کی ہتھکنے میں نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ تم بھی نہیں بہو گے۔“
 ”میرے ساتھ ایسی باتیں مت کرو راہن۔ میں نے جیون کا ایک گڑھا حصرہ کھٹا ہے ساتھ بنا لیا ہے، میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر یہ سب کچھ

ہو بھی گیا ہے تو اس ہتھیار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟
 ”یہ ضروری ہے آپ سمجھیں نہیں دیوان کی اس کے لیے ہم اپنی عزت سمجھتے نہیں بڑھانے چھنا، ہم یہ بھی کرتے ہیں۔“
 ”مگر ہمارا لہجے آپ کی اس حرکت سے اختلاف ہے یا وہ کیوں؟“

”آپ اگر چاہیں تو کھلے عام ہی سب کچھ کر سکتے ہیں ہمارے داہوں اور جاگوں کی قطیوں میں تو ابھی کھیل ہونے رہتے ہیں، آپ کو کون روکے گا؟“

”سلام رام۔ ہم یہ جیسے ہمارا پرش جن کے پاس لوگ اپنی اچھائی سے کرتے ہیں، اپنی ناروں اور سڑیوں کو لے کر دعائیں کرنے آتے ہیں کھلا اس سے اچھا توخ اور کوئی صل سکنا ہے۔ نہیں دیوان کی۔ پورے ہو گئے ہو، تمہاری کے کھیلوں سے ناواقف ہو گیا ایسی عورتیں بھی قابل ہوتی ہیں جو دلشاد تیس ہوں جو کچھ جانتی پھرس، ہمیں تو ان کی قطیوں سے دلچسپی ہے، ہمیں تو یہی سب کچھ اچھا لگتا ہے۔ پس لوگ جو کہہ رہا رکھیل ہے مگر دیوان کی کھٹا ہے لے لے کی اچھا تک تبدیلیاں ہیں شہر کا شہکار گری ہے۔“

”ہرگ پتا میں مت کریں راہن سنگھ کی، میں اپنی زبان بند کروں گا۔ میرے پاؤں نے مصلحت کے وقت کہا۔“
 ”اور اگر زبان کھولی تو دیوان کی تو تم یہ سمجھ لو کہ ہمارے ہاتھ چھوئے نہیں ہیں۔“
 ”تھیک ہے راہن تھیک ہے مجھے ہی دیکھنا دے کر تم اپنی بڑائی جتا سکتے ہو۔“

”ارے نہیں دیوان کی، ہم نے تو ہونٹا آپ کی عزت کی ہے، جلیں اب یہ لاش بھی آپ ہی کھلانے لگا ہیں۔“
 ”کک کیا ہے؟“ پاؤں نے خوفزدہ لیے ہیں کہا۔

”ہاں دیوان کی۔ اب تو آپ ہمارے کام میں شریک ہوئی گئے ہیں، یہ لاش اپنے کا منہ بولا کر کے جاؤں اور پتاجی پاؤں میں ڈال دیں، یہی پاؤں تو آپ نے دلچسپی ہی ہوگی۔ جاہن پتاجی جلدی کریں۔“ میرے پاؤں کو جیون چلانے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔ جو کچھ ہوا تھا اس پر ان کا دل خون کے آنسو رو بہا تھا۔ لیکن راہن سنگھ سے تمہارے ان کے بس کی بات نہیں تھی لہذا بہر لہذا رچل رہا تھا ان کے کھڑے بجلا میرے پاؤں کہاں متو کریں کھانے پھرتے۔ ہاں یہ انھوں نے مزدوریوں کیا لیا کسی نہ کسی موقع پر اس رکھنے کو لے لقا ہمزور دیں گے لیکن ایسے سے جب وہ رینگے ہاتھوں پر چڑھا جائے، دیلے تو وہ جانتے تھے کہ اس کے بارے میں اگر ایک بھی لفظ کہا تو لوگ ان کی پوجاں

داہوں کے صورت حال کی نزاکت کا انجینس پاؤں اور احساس تھا۔ انھوں نے لاش کھڑے بڑا لیا اور دو ہارے سے لنگل رہتی پاؤں کی طرف چل پڑے لیکن ابھی زیادہ دور نہیں چلے تھے کہ بہت سی دوشیاں ان پر پڑنے لگیں۔ ایک کے بعد ایک لہذا ایک روشنی کا جھکا ہوا پتا۔ پتاجی اتنے پتو قوف بھی نہیں تھے کہ یہ سمجھ پائے کہ ان کے قصور میں جی جان ہی ہیں۔ یہ تصویریں راتوں جی کے اشارے پر ہی کی تھی تجیس۔ اور اب پتا جی کی صورت حال بہت عجیب ہو گئی تھی ان کا خون خشک ہو گیا تھا لڑکی کی لاش ان کے منہ پر چڑھی ہوئی تھی اور ان کی تصویریں بنائی تھی تجیس وہ کسی سے کچھ بھی کہے پھرے لیکن یہ ذمہ داری ان پر ہی عائد ہوتی تھی۔ آخر وہ لاش کو کھڑے پر لے کر کیوں جا رہے تھے؟

”ان کا دل روتا رہا اور انھوں نے لاش تجی پاؤں میں پھینک دی، یہ پاؤں بہت گہری تھی اور اس میں گرنے والی کسی چیز کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ پھینکنے سے پہلے لاش کے بدن میں پھرتی ہانڈھنے پڑے تھے۔“

پاؤں کے بارے میں سنا تھا کہ اس میں مگر کچھ بھی رہتے ہیں جو کسی بھی زندہ یا فوہ انسان کو ان کی آن میں بڑب کر جاتے ہیں۔ یہ طرح سے اطمینان کرنا تھا اس پاؤں نے۔ چنا پتہ پتا جی یہ کام کرنے کے بعد گھر واپس آئے۔ مگر یہاں کہہ سکتے تھے وہ گھر میں مانا جی اور میری ایک بہن تھی اس کے علاوہ ہمارے چچرے اور بھیرے بھائی بہن بھی ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے، کارندے ہونے کی حیثیت سے پتاجی کو بہت اچھی تنخواہ ملتی تھی ٹھوڑی سی زمینیں ہماری رہ زمینیں انعام ہی ہیں راہن سنگھ کے پر کھوں نے ہمارے خاندان کو خوشی تجیس اور اب ہمارا ان پر پاؤں واقع تھا۔

اس طرح سے ہمارے حالات بہت بہتر چل رہے تھے مجھے تو اس بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا اور نہ ہی میری بھوئی بہن روہا کو لیکن پتاجی کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی، انھوں نے مانا جی کو ساری تفصیلات بتا دیں اور مانا جی ہی طرح ہم نہیں انھوں نے خوفزدہ لیے ہیں کہا۔

”سے بیگوان اب کیا ہوگا؟“
 ”پاؤں سمجھو کہ میں مچکا ہوں روہا کی ماں میرے جیون میں اب کچھ نہیں رہا ہے۔ پتہ نہیں کسی کی اولاد تھی وہ میرا من بچے بھی معاف نہیں کرے گا۔ میں کبھی شانت نہیں ہوں گا۔“
 ”خود کو سنبھالو نا، بھلا تم جیسے مولی لوگ راہن سنگھ سے ملتا سکتے ہیں ہاتھ رام میں نے تو کئی بار اس کی آرقی مانا

ہے، بڑے سچے میں سے میں نے اسے اپنی اولاد کی طرح چاہا ہے وہ اتنا مود کر ہے آنا پانی ہے۔ کیسے مان لوں۔“

”نہ مانو روہا کی ماں۔ تم نہ مانو گی تو کیا ہوگا۔ مگر میں کیا کروں، میرا دل چاہ رہا ہے کہ سو جاؤں، اتنی گہری نیند کہ پھر کبھی نہ جاؤں۔ لیکن میں یہی جانتا ہوں کہ اگر میں تجیس میں اپنے کام پر نہ پہنچا تو راہن سنگھ کو تنگ ہو جائے گا اور اس کے بعد روہا کی ماں۔ نہیں نہیں سو تو من کو کھل اور روہا کو اس سنسار کی ننگا ہوں سے چھڑا کر رکھو، ہماری اس لبتی میں ایک رکھنے محسوس آ رہا ہے اور اب کسی کی بہو پتاجی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ لوہا میں کیا معلوم تھا کہ ہمارے یہ بہنا تمہاری کے بارے میں ہم ٹیڈہ یہ سوچتے تھے کہ بیگوان کے اقدار ہیں اور بیگوان نے اپنے اس اقدار کو ایک ایسی جگہ آنا رہا ہے جہاں دولت ہی دولت ہے لیکن دولت کے انہا رکھ کر کبھی وہ اپنے اس بھگوان کو نہ بھول سکتا کتنا مان تھا میں اس پر کتنا جرات مان تھا سوچو تو ہر دوپلکی ماں، سوچو تو ہر دوپلکی کا دل میں جھگولوں میں کھوں پڑو، دوسروں پر راہنوں میں جلا نہیں ملتی رہی ہیں وہ اسی پانی کے ہاتھوں ہلاک ہوئی تجیس۔ آہ۔ آج اگر میں لبتی کے چوک میں کھڑے ہو کر تڑ بات لوگوں کو بتاؤں تو میں جانتا ہوں لوگ مجھے سنگ سار کوں مجھے پتہ مارا کہ میرے پورے وجود کو فنا کریں گے لیکن کاش کوئی اس کی زندگی اپنی انھوں سے دیکھتا۔

مانا جی انجینس کھاتی رہیں مجھ کو پتاجی بنا رہو کہ چل پڑے انھوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا، بیون چلانے کے لیے کام پر۔ جانا بہت ضروری تھا۔
 تب مانا جی نے رات کی باتیں مجھے بتائیں اور مجھے ہدایت کی کہ راتوں خود جا جاؤں اور نہ ہی روہا کو چیلنے دوں۔ میں نے مانا جی سے پوچھا۔

”مانا جی گھروں میں قید رہنے سے کیا بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ رہتی ہے؟ اور آج اس کے ہاتھ کھڑے ہاں تک ہوں تو کل گھڑن کے اندر ہی پہنچ سکتے ہیں کیا رکھنے کو ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔ تب ماں نے مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ کہ میں بے دقتی کی باتیں نہ کروں جو کام ہم نہیں کر سکتے اس کی بات ہی کیوں کی جائے۔ بہر میرا من نہیں مانا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ رات کو پاؤں سے بات کروں گی۔ رات کو جب پاؤں واپس آئے تو میں ان کا انتظار کر رہی تھی، ان کا چہرہ آگرا ہوا تھا صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے دل کے خلاف جنم کر رہے ہیں۔ میں ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔“
 ”کیا بات ہے بیٹا؟ وہ انھوں نے سوال کیا۔

”آپ نے معلوم کرنے کی کوشش کی یا بلکہ وہ لاش کس روٹی کی تھی؟“

”کیا سمجھتے تھے کیسے معلوم ہوا؟“

”بابو۔ مان کرتی تھی میں آپ پر سنا رہا ہوں آپ سے بڑا کوئی نظر نہ آتا تھا مجھے، لیکن یہ کیا ہوا آپ کو آپ اتنے جھوٹے کیوں ہو گئے۔ اچانک آپ اتنے جھوٹے کیوں ہو گئے بابو۔ جان کیوں نہ دے دی آپ نے اپنی، لیکن کیوں نہ لے لیا آپ نے اس شخص کا۔ میں نے لاش لائی ہوئی اور انہیں کہا اور پوچھی کہ ان کی جھگ گئی تھی۔ سچوڑی دہریہ تک وہ خاموش رہے پھر انہوں نے کہا۔

”تیرا باپ بے غیرت ہے نہیں ہے کوئل، آنا زورونی نہیں ہے وہ مگر عقل کی جنگ ہاتھ پیروں کی جنگ سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ اگر نادانی کا ایک لمحہ اور غرور مانا تو شاید اپنے بابو کی لاش دیکھنا سمجھتی تھی نصیب نہ ہوتی، اری بھلی برکیے سوچ کر یا تو نے کہ میں نے اپنی اس بیٹی کو بھلا دیا ہو گا جس کی لاش میں اپنے کندھے پر ڈال کر باقی میں ہیں سب تک آباہوں۔ میں تو نے سے تک اسے نہیں بھول سکتا، میں اپنے اس باپ کا راجت تک کچھ نہیں کر سکتا، ہاں میں اس راکھس کو اس سنا سارے

مٹانے کا ہتھیار کر چکا ہوں، تو میری بیٹی ہے کوئل، میگو ان نے مجھے کوئی بیٹا نہیں دیا، جو میرے بعد میرے اس پر لڑا اور کھیل سکتا، لیکن غور سے سمجھتی ہیں اسے جھوڑوں کا نہیں، میگو ان کی کوئل اپنے پر لڑی سو گندہ تیری سو گندہ میں اسے نہیں جھوڑوں کا لیکن اس کے لیے مجھے سے چاہیے ہوگا جیسا میں ہوں ویسا کرنا تم لوگ، اگر تم نے دہریہ کوئی کیسی دہریہ بات کر دی تو وقت سے پہلے مارے جاؤ گے میں اپنے اس عزم کو کبھی نہیں بھولوں گا مگر اس کے بچے سے چاہیے مجھے نہیں وہ واقعات یاد ہوں گے جس کی

لے اس کے بچے زبان کھولی اور لوگوں نے اسے خود ہی مار مار کر ختم کر دیا۔ بڑا گھراٹا ڈالا ہوا ہے اس نے، اس کے علاوہ بڑا ایک بات نہیں اور بٹاؤں اس سخت کے بچے کے بڑا اچھا جو انہیں چھینے وہ سچے اور تک لوگ نہیں، لیکن یہ بات میں جانتا ہوں، کہ یہ شمارہ میرا ہے۔ راتوں کو عجیب عجیب تہکے لوگ آ آ کر اس سے ملتے ہیں وہ تو ان ہیں اور کیوں کہتے ہیں اس سے اور بگڑ کر کہا ہے اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم میری اس سے کسی لڑائی نہ ہوتی، کیونکہ میں نے اس کے باپ دادا کا تک

کھلایا ہے اور اس کا بچہ، میں تو بڑی سہرا کر جو انہیں بنا دیتا لیکن حالات یہ کہہ رہے ہیں سب کا اب مجھے اس کے سنے آنا ہی چاہیے گا میں زیادہ مضبوط آدمی نہیں ہوں لیکن میرے ساتھ بچائی کی شہرتی ہے تم لوگ میرے لیے دعا کرو ایسا نہیں بھی ہوگا کہ میں

جیتا رہوں مجھے یہ حالات معلوم ہو جائیں اور اس کے بعد میں نماز پڑھنا اختیار کروں گا۔“

بابو کے الفاظ میرے مضبوطی سے میرے دل کو ڈھارس ہو گئی میں نے پاپے کہا کہ وہ مجھے کوئی کام سونپیں مگر بابو نے کہا کہ کوئی تو خاموشی سے مگر بیٹھ سارے کام تیرے نہیں ہیں مجھے اس بات پر بہت انخوس تھا کہ میں بابو کا بیٹا نہ ہوں۔

بہر طور میں نے خاموشی اختیار کی دیوان کر نلال اپنے دل میں ان برائیوں کے خلاف ایک عزم لیے اپنے کام میں رہے وہ دن رات رادھن سنگھ کی توجہ میں رہتے تھے۔ ویسے رادھن سنگھ ان جیسے کسی آدمی کو خاطر میں نہیں لانا تھا اس کے باوجود میرے مضبوطی سے چنا چڑا نے اس وقت کوئی نظر انداز کر دیا دیوان کر نلال داس کے بارے میں اس نے ایک بار بھی نہ سوچا لیکن میرے باپ سلسل اس کی تاک میں تھے وہ ان لوگوں کو چھپتے رہے جو اس سے ملتے آتے تھے اور اس کے بعد انہیں جو علم ہوا وہ بے حد خوفناک تھا انہیں پتہ ہلا کہ رادھن سنگھ صرف ایک عیاش بیٹا آدمی ہی نہیں ہے بلکہ اس نے شہر شہر میں اپنے جال پھیلا رکھے ہیں۔ وہ شہروں کو ناجائز ضرب اور لٹے کی چوری چوری ہی فراہم کرنا تھا اس کے علاوہ اس کے بے شمار خزانے تھے جو جیسے جیسے ہوتے اور پتہ نہیں کر لیا گیا کاروائیاں انجام دے رہے تھے ان کاروائیوں کے بارے میں بھی سچوڑی بہت معلومات بابو حاصل کر چکی تھیں ملک ملک سے لڑکیاں لائی جاتی تھیں کسی لڑکی غیر ملکی لڑکیوں کو رادھن سنگھ کے مندر میں دیکھا گیا، بابو سب سے زیادہ اس بات کا انخوس تھا کہ وہ سخت سادھو منہ منہ میں

میں آکر یہ تمام گناہ کر رہا تھا اور بڑی انخوسناک بات تھی کہ ان کے اپنے لاشکی ہی نماں اپنی گردنی تھی والوں اور گن والوں کو خوش رکھنے کے لیے اس نے وہی تمام کاروائیاں کی تھیں جو اس کے باپ دادا کرتے چلے آئے اور وہ لوگ والہی اس سے بہت خوش تھے کیونکہ وہ دولت کی دہلی پیل ہا رہے تھے کسی طرف نہ تھیں جا سکتے تھے اس کے کام نہیں چلا جا رہا تھا حالانکہ ان کی کئی بیوی تھیں سخی اور ان کے ذریعے ہی کام چلا جا سکتا تھا۔ لیکن پوری لاشکی کو خوشحال بنا دیا گیا تھا لاشکی کے سامنے مکانا بنتے چلے جا رہے تھے اس کے لیے کوئی بھی سے خیر مقرر تھا لاشکی والے ان کے نام پر

میتھے کو تیار رہتے تھے، البتہ بابو کی زبردستی آسان کام نہیں تھا۔ بابو کو علاوہ ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف کوئی ایسا عدو تھا جنہیں مرناسکے۔ بڑا بڑا وہ ناک میں لگے رہے اور ہر ایک دفعہ انہیں ہر جانے کا موقع مل گیا کسی کام سے رادھن سنگھ ہی نے انہیں ہر بچائی کیا۔ بابو اور حکومت کے وہاں رادھن سنگھ کے کام کے ساتھ لگے

اپنے طہر کا روائی بھی کھینٹے، انہوں نے ایک بہت بڑے لیس آئیسی کے رات پتیا تم کہا اور ان سے ذاتی طور پر ان کے کان پر لپکتا کی، پولیس آئیسی نے بابو کا استقبال رادھن سنگھ کے پان ہی کی حیثیت سے کیا تھا۔

”صاحب۔ میں آپ کو ایک اہم بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں بات یہ ہے کہ دل میں کچھ شخص سے میں ہوتی ہے شخص بات ہے کہ صرف اس لیے چون نہ بتائے کہ اسے روٹی پڑا مقرر اس کے من میں کچھ اور آشا نہیں ہی ہوتی ہیں اچھا بیویوں اور بیٹیوں کی آشا نہیں۔“

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مگر نلال۔؟“ بڑے پولیس نے غیور لہ پوچھا۔

”میں کچھ ایسی باتیں کہنا چاہتا ہوں جنہیں من کر آپ میرے نہ پڑتے کہنا پسند کریں گے مگر میں یہ کہوں کہ اسے دل سے جو بھروں گے، میں وہاں کر نلال ہی آپ بزرگ آدمی ہیں آپ کی عزت کرنا ہوں جو بات کہنا ہو دل کھولی کر میں۔“

”ہمارا ج یہ خاندان جہاں اس وقت میں دیوان کی حیثیت سے نوکریوں پر سے لے آؤ اور وہ پوتوں کا خاندان رہا ہے ان لوگوں کے ہاں میرے بڑھوں نے چھوڑا گیا ہے ان کی برائی ہانا تک جڑی ہے اور اس طرح انسان خود اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے۔“

”بے شک۔ اس میں کیا شک ہے، بڑے پولیس آئیسی نے جواب دیا۔

”مگر میں اس خاندان کے خلاف ہی کچھ کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ آئیسی نے جواب دیا۔

”ہاں ہمارا ج۔ جو کچھ میں بتا رہا ہوں اسے من کر آپ میری لذت پہنچے ہیں لیکن اس کے جب آپ صورت حال کا صحیح افغانہ لگا لیں۔“

”کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔؟“ بڑے پولیس آئیسی نے پھلے ہنسنے سے لہجے میں کہا۔

”رادھن سنگھ کی بھرتوں کے راہی نہیں ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ پولیس آئیسی نے انہیں تبدیلی پیدا ہوئی ”مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بڑھوں کی ریت سے ہٹ گئے ہیں آپ نے چند بچہ کے اطراف میں ہونے والی وارداتوں کے بارے میں سنا ہوا کہ انہوں نے لاشیں جو کچھ چنگ پائی تھیں۔“

”ہاں سنا ہے۔“

”میں نے ان لاشوں کا راز معلوم کر رہا ہے۔“

”اگر یہاں رہے ان کا۔“ انصر صاحب نے پوچھے آگے جھک آئے تھے۔

”انہیں ان کی آرزو پوری کرنے کے بعد ختم کر دیا جائے گا۔“ وہ تو بیٹھ لیکن رپورٹ سے بھی معلوم کر لیا گیا ہے مگر یہ

”کون کرتا ہے؟“

”کوئی رادھن سنگھ۔“

”کیا انصر صاحب کا لہجہ چونکا ہوا تھا۔“

”ہاں ہمارا ج۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے سادھو کے بھیس میں نور رادھن بہت مگر یہ ہے ہمارا ج میں ہانا

ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اچھا نہیں ہے۔ میں نے اس کے لیے جان کی بازی لگائی ہے لیکن میری خواہش ہے کہ آپ اس کی تحقیقات کریں میری نہیں بلکہ نور رادھن سنگھ کی بیٹی شرب اور

نٹے کی دوسری چیزوں کا جو بارہی ہے کہ میں بہت سارے ملکی اور غیر ملکی لوگ یہاں آتے ہیں اور اس کے بعد سب کچھ ہوتا ہے۔“

انصر صاحب تک کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے وہ ہی طرح مجھے دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔

”کیا آپ نے اس سلسلے میں کسی اور پولیس آئیسی سے بات کی؟“

”ہمیں ہمارا ج بڑا سوچ بچار کرنا رہا ہوں جس کا ٹھکانا ان کے خلاف میں سب کچھ کروں۔“

”دل سے تسلیم نہیں کر رہا تھا لیکن لاش جسے میرے کاغذ پر لاد کر باؤلی میں کر لیا گیا آج تک میری نگاہوں میں گھوم رہی ہے میں اسے بھول نہیں سکتا ہمارا ج وہ میری بیٹیوں کی طرح تھی۔“

”کیا مطلب؟“ انصر صاحب نے پوچھا اور بابو نے انہیں پوری کہانی سنا دی۔ انصر صاحب گردن ہلاتے رہے پھر انہوں نے حیرت سے کہا۔

”اس کہانی کا کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس۔؟“

”ہمارا ج ثبوت تو ہزاروں مل جا رہے ہیں آپ نے کچھ آدمیوں کو میرے ساتھ بیٹھ دیں میں انہیں دکھاؤ گا کہ جو پلی میں کیا کیا ہوتا ہے۔“

”ہوں۔“ دیوان ہی آپ نے یہ اطلاع دے ہی بڑا اچھا کہا میں اس کی پوری تحقیقات کروں گا آپ بالکل بے غور رہیں۔ لیکن ایک بات آپ ذہن میں رکھیں اگر آپ نے ہر باتیں دو جاہز کر اور کہہ دیں تو پھر آپ کی اپنی زندگی ممکن نہ ہوگی اگر آپ کے کہنے کے مطابق رادھن سنگھ ہی اتنے خوفناک آدمی ہیں اور سادھو کے بھیس میں آکر وہ سب کچھ کر رہے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ بہت لمبے ہوں

گے آپکے جان جلنے کی اس لیے خاموشی سے اپنے گھر چلے آگے
 سے بیٹھے۔ آپ نے مجھے اطلاع دی میں اس سلسلے میں بوری بوری
 تحقیقات کر لیں گا اور آپ کی بات پر نکلے تو پھر مجھے کیا بولنے
 آفسیروں کا کہنا پڑتا تھا۔ باپو مطمئن ہو گئے۔ وہ خود بھی دودھ کو
 کام کرنا چاہتے تھے۔ ان کے اپنے انداز میں بھی بڑی سنگین تھی
 ان کی سچ نہیں، انہیں آنا تھا کہ وہ باکرہ بن لوں گا نمک کھا یا
 تمھارا ان کے خلاف کچھ کرنے ہوئے، انہیں اسوس ہور ہا تھا لیکن
 فرض کی ایک زندگی الگ سے ہوتی ہے چنا پڑو چند روز
 واپس آئے۔ بتا ہی اپنے ن کا بوجھ ہلکا کر کے لئے لیکن انہیں
 شامتی نہیں ملی تھی۔

دو دن اسی طرح گزر گئے، بتا ہی کی کیفیت دیکھ کر میرے
 اپنے دل میں بڑی عجیب سی کشمکش پیدا ہو گئی تھی میں نے
 جو کچھ سن لیا تھا اس کے بعد جانے کیوں میرا دل ڈرنے لگا تھا
 یہ سب سے دن صبح کی بات ہے۔ صبح ہی صبح ہمارے گھر
 کے دروازے پر دستک ہوئی تو میں دروازہ کھولنے چلی گئی۔
 رادھن سنگھ ہمارا جگہ کو میں نے اس سے پہلے کئی بار دیکھا لیکن
 وہ بتنی بڑی شخصیت تھے اسے سوچتے ہوئے میں بھی بھول کر
 بھی جہاں انہیں کسکتی تھی وہ ہمارے گھر کے دروازے پر
 آ جا رہی تھے۔ اس وقت وہی ہمارے گھر کے دروازے پر
 ہوئے تھے۔

میں ہلکا بھاگے گئی۔ رادھن سنگھ کی خود بھی عجیب جرت سے
 دیکھتے رہ گئے تھے پھر انھوں نے بڑی نرم اور سنجی آواز میں کہا۔

- ”دوان کن لال ہی موجود ہیں۔“
- ”ہاں ہمارا ج۔“
- ”سنو تم پتیری ہوان کی۔“
- ”ہاں ہمارا ج۔“
- ”کیسی بیٹی ہو۔۔۔“
- ”ہیں ہمارا ج میری ایک بہن بھی ہے۔“
- ”ہوں جھوٹی ہے تم سے۔“
- ”ہاں ہمارا ج۔“
- ”وہ کیا نام ہے تمھارا۔“
- ”کوشل۔“
- ”او رتھاری بہن کا۔“
- ”رہا۔۔۔“

”ٹھیک ہے جاؤ۔ اپنے بتا ہی کو اطلاع دو کہ ہم آئے ہیں
 میں واپس مڑی۔ لیکن رادھن سنگھ کی نگاہ میں اپنی

ہشت میں جھپٹی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، مجھے یوں لگ رہا
 جیسے کوئی مجھے اندر سے ٹول رہا ہے۔ یہ انہیں بڑی عجیب
 جب تک میں ان کے سامنے سے گزرتی رہی انھیں برصاں
 پتا ہی کو اگر بات بتائی تو وہ جرت سے مجھ پر ہرے دو
 چلے گئے۔ مجھے بتا ہی تھا ہر طرف رادھن سنگھ کی ان کے مالک
 پتا ہی بڑی عزت و احترام کے ساتھ انہیں اندر سے
 رادھن سنگھ کی مسکراتے ہوئے بولے۔

”کرن لال ہی ہم آپ کے سے اپنے بارے میں کہو
 دو کرنا چاہتے ہیں، اولیٰ بیٹے آپ کے پاس آئے ہیں۔“
 ”ہمارا ج میرے من کو کہا تو کہا، پتا ہی نے خود کو
 کر کہا۔ وہ رادھن سے انہیں نہیں ملا سکتے تھے، کوئی
 من میں جو کچھ تھا رادھن سنگھ کو ابھی اس بارے میں کچھ نہیں
 تھا۔

”ہیں کرن لال ہی، دیکھو ہم دیکھو ہم سے اور
 ادھر سے میں کوئی فرق نہیں سمجھتے، تم ہمارے دیوان ہونا
 سے ہمارے ہرے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے رہے ہیں
 لیکن وہ بھی کسی کے گھر نہیں گئے ہوں گے، ہمیں دیکھو
 سنت آدمی ہیں دنیا کے لوجھ سے بالکل دلہنی نہیں رکھتے
 ہوتے جا رہے تھے تمھارے گھر کا دروازہ آیا تو تمہارا
 دلہان ہی، تم نے ہم سے ہمیں دودھی رہی ہے۔“

”ہم نہیں کہے ہمارا ج۔“
 ”کبھی اپنے پر بار کے ساتھ ہمارے گھر نہیں آئے۔“
 ”بس ہمارا ج ویسے ہی، میرے پاؤں سے جواب دیا۔“
 ”اور ستاؤ تمھارے دھار کیے ہیں۔“
 ”بس ٹھیک ہیں ہمارا ج، کوئی خاص بات نہیں آپ
 کو کوئی من پائی۔“

”ہیں دیوان جی، صبح صبح ہم محل پائی نہیں کرتے
 اپنے ہی آگے تھے تمھارے دوہارے رادھن سنگھ نے مسکرتے
 کہا۔ اس کی مسکرت میں ایک شیطنت تھی جسے میں دھڑکی
 محسوس کر سکتی تھی، میں اس شخص کا چہرہ دیکھ رہی تھی سا
 کے روپ میں بہ آدمی، اس شخص ہی محسوس ہونا تھا۔ خود
 بھی بھتے تھے مگر خود ناک کی نظر آتے تھے۔ ہر طرف
 کے بعد وہ جلا گیا لیکن پاؤں کو بے پناہ پریشانیوں کا
 وہ چرخیاں انداز میں گزرتے رہے۔ میں ان کے پاس
 پہنچی تو وہ جو تک کر کے دیکھنے لگے پھر آہستہ سے
 ”نو۔۔۔ لیکن اس کے منہ سے نکل گئی۔ دروازہ کھولنے تو
 گئی تھی۔“

”ہاں بتا ہی۔“

”کیوں لئی تھی، جو خوف کہیں کی۔ بھلا مجھے کہا
 تھی جلنے کی، ہر آواز پر دروازہ کھولنے کے لیے دوڑی چلی جاتی
 ہے۔ جب میں گھر میں موجود تھا تو یہ کیوں لئی، کوئی
 رام رام مانتے نہیں کر کے والی ہے تو کیا کے دکھانے کی،
 جب مجھا دیا ہے تو وہی گرجا میں رہتا ہوں۔“

بتا ہی بلاوجہ جی بھر کر جھٹلے۔ میں ان کی ذہنی
 کو سمجھ رہی تھی، یہ وقت نہیں ہے، حالات کا اندازہ
 ہی ہو چکا تھا اور جو کہا بتا ہی نے سنا ہی اس کے تحت
 اس بات کا اندازہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی
 کہ بتا ہی میرے لیے کچھ بول رہا تھا۔ پھر انھوں نے کہا۔
 ”رادھن سنگھ کی سچ سے کوئی بات تھی۔“

”ہاں۔۔۔“
 ”کیا بات کی تھی؟“
 ”بس نام پتہ پوچھا تھا میرا، یہ معلوم کرنا کتنی
 ہیں۔“

”بھائی کے بارے میں پوچھا۔“
 ”ہیں۔۔۔“
 ”ادھ تھے نہیں جانا چاہیے تھا، نہیں جانا چاہیے
 ”ایسا کیا ہو گیا بتا ہی، میں کوئی ملوہ تو نہیں
 بچے کوئی کھا جائے گا۔“

”تو نہیں سمجھتی بھئی، تو نہیں سمجھتی۔“
 ”سب کچھ سمجھتی ہوں بتا ہی، آپ ایک بات کا اظہار
 میری طرف سے۔“
 ”کیا۔۔۔؟“ بتا ہی چونک کر بولے۔
 ”بس بتا ہی میں آپ کے سامنے زبان نہیں کھولتی
 لیکن اس بات کو تو میں بس لکھنے کو کوئی میری عزت سے
 کوئی میرے جیون سے نہیں کھیل سکتا۔“
 ”بھگوان کرے ایسا ہی ہو، بتا ہی نے فخر منڈلیے میں
 کہا۔

روز تو کی طرح آج بھی ضروری تیاریاں کرنے کے بعد
 جو بلی رولڈ ہونے کوئی خاص بات نہ ہوئی شام کو بلی رات
 کے کچھ باتوں کے لیے جب ہمارے گھر کے دروازے پر دستک
 ہوئی تھی۔

بتا ہی جیسے اس وقت حلقہ ہی رہتے، دستک کی آواز
 کڑھو کی نے ان کے منہ سے نکل گئی۔ وہ ہر تک ہی ہوئی لگا ہوں

سے وہ دروازے کی طرف تھے زہے پھر لڑتے ہوئے قدموں
 سے وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگے، انہیں جو کچھ انھوں نے
 دروازے پر چلنے سے منکر کر دیا تھا اس لیے ہم میں سے کوئی بھی
 دروازہ کھولنے نہیں گیا تھا۔
 بتا ہی نے دروازہ کھولا اور کسی سے باتیں کرنے لگے پھر
 انھوں نے کہا۔

”آ جاؤ۔ اندرا جاؤ بھائی، اور ایک آدمی اندر داخل
 ہو گیا۔
 میں اُسے پہچانتی تھی، ایسی کا ہی آدمی تھا۔ شاید گووند
 نام تھا۔ پہلے ہمارے محلے میں رہتا تھا پھر اپنے بال بچوں کے
 ساتھ شہر چلا گیا تھا۔

”کہو بھائی گووند کیسے حال ہیں، کب آئے شہر سے۔“
 ”ابھی آج آیا ہوں اور میری طرح سے بھاگا ہوا آیا
 ہوں۔ ابھی واپس چلا جاؤں گا۔“
 ”کیوں کیوں جرت، ابھی آئے ہو ابھی واپس چلے جاؤ گے،
 آپ کے پاس آنا تھا۔ دیوان کن لال ہی، آپ جانتے
 ہیں میں پولیس میں حوالدار ہوں۔“

”ہاں جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں۔“
 ”دیوان جی مجھے کچھ سوالات کے جواب چاہئیں،
 ”کیا پولیس کی طرف سے پوچھا کر رہے ہو؟“
 ”ہیں دیوان جی، میں اگر پولیس کی طرف سے پوچھا
 کر رہا ہوتا تو سادہ لباس میں نہ آتا پولیس کی روٹی بہن کر
 ”کہو بھئی کہو کہا بات ہے۔“
 ”کیا آپ رادھن سنگھ کی کے خلاف پولیس میں کوئی پور
 درج کرنے کے لیے تھے، اس نے کہا اور بتا ہی بڑی طرح چونک
 پڑے تھے۔

”میں جو پوچھ رہا ہوں، مجھے اس کا جواب دیجئے۔“
 ”ہاں گیا تھا۔“
 ”بہت جڑا کیا آپ نے دیوان جی، بہت جڑا کیا کیا آپ کو
 رادھن سنگھ کی کے تعلقات کا علم نہیں ہے۔“
 ”تعلقات اپنی جگہ، میں تو پولیس کو ایک جرم کی اطلاع
 دینے گیا تھا۔“
 ”جرم کیسی باتیں کرتے ہیں آپ دیوان کن لال ہی۔
 آپ نے آنا جو نوا دیا ہے آپ جانتے ہیں کہ جرمی اگر تیرے
 آدمی کرنا ہے تو وہ جرم بن جاتی ہے اذہ ہی جرم کو کوئی
 آدمی کرنا ہے تو وہ یا تو پولیس ہوتی ہے یا اس کے بہن ہشت

کوئی بڑا کام ہوتا ہے۔
 ” لیکن جو کام راجن سنگھ کر رہا ہے کیا وہ بھی تمھاری نگاہوں میں بہت بڑا ہے۔“

” بہری لگا ہوں میں نہیں میرے افسروں کی نگاہوں میں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں۔ آپ کے پروٹ کر کے لینڈ پولیس افسروں نے کہا کیا ہوگا۔“

” میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے راجن سنگھ کے بارے میں تحقیقات شروع کر دی ہوں گی اور یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ ان لاشوں کا راز کیا ہے اور کس نے انہیں قتل کیا ہے۔“

” نہیں جہاں راجن سنگھ ہی تو میچول ہے آپ کی؟“

” کیا مطلب؟“

” پولیس نے سب سے پہلے راجن سنگھ کو اس بارے میں اطلاع دی اور انھیں بتایا کہ ان کے خلاف رپورٹ دہجہ پڑی ہے۔ پولیس افسر نے راجن سنگھ سے ملاقات کر کے کہا کہ دیوان کرن لال نے ان پر قتل کا الزام لگا دیا ہے اور ان کے خلاف ایسے گناؤں کے الزامات لگائے ہیں کہ وہ جہراں ہیں۔“

” پھر۔ راجن سنگھ نے کہا کیا؟“

” یہ نہیں کہا معلوم، ایک معمولی والد راجن سنگھ کی باتوں کہاں معلوم ہو سکتی ہیں، لیکن آپ کو ایک اطلاع دینے کی ضرورت ہے، یہی میچ جہاں پولیس فورس پہنچے گی آپ کو گرفتار کرنے کے لیے۔“

” تم۔ مجھے۔ مجھے کیوں؟“

” دیوان کرن لال جی آپ نے اپنے بہروں پر کھانا ہی مار لی ہے، میں آپ کو ایک نشورہ دے سکتا ہوں، آپ فوراً جہاں سے فرار ہو جائیے، یعنی کی بات ہے، میں جانتا ہوں کہ آپ بہت نیک آدمی ہیں۔ اور آپ نے راجن سنگھ جی کے خلاف جو کچھ کہا ہے وہ اپنی نیکی دلی سے سنا کر ہو گیا ہے، لیکن آپ کو نہیں ہرگز ضرورت حال کرنا ہے۔ راجن سنگھ جی جو کچھ بھی ہیں لیکن اپنی بیچ بڑی محفوظ رکھتے ہیں۔“

” میں جہاں سے نہیں جاؤں گا۔“

” یہ آپ کی مرضی ہے، آپ جیسے ایماندار ہے و توف اسی طرح مصیبتوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو اس بات سے آگاہ کروں، حالانکہ پولیس کا آدمی ہونے کی وجہ سے مجھے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا، لیکن اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ آپ کے خلاف جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ راجن سنگھ

کے کہنے پر کہا جا رہا ہے۔ اور آپ نرووش ہیں۔ میں اپنے منہ پر کو اپنے دل کو مطمئن کرنے کے لیے جھلکا ہوا تھا۔ آگے آپ کی اپنی مرضی ہے۔“

متنوعی درمے کے بعد حوالہ دیا گیا۔ پتائی کا پہرہ وصولی و حوالہ ہوا رہا تھا۔ میں نے اور مانا ہی نہ تھی میرا ہی بائیں سن لی تھیں۔ رو باجے جاری المرحمتی وہ ان باتوں کو کہا جاتی۔ اپنے کسے میں منہ سے سواری تھی۔

پتائی مانا ہی کی طرف دیکھ کر کہہ رہا تھا انداز میں بولے۔
 ” منو میری ایک بات منو،“
 ” ہاں بولو۔“

” تم نے سنا دیا کہ کیا رہا تھا۔“

” ہاں سن لیا اچھی طرح سن لیا، کہا یہ کسے کہ تم راجن سنگھ جی کے خلاف رپورٹ درج کرانے لگے تھے،“

” ہاں یہ سچ ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ راجن سنگھ کہاں پر ہے۔ میرا نہیں جانتا، میں اس باب میں حصہ نہیں لے سکتا، میں اس کی فوری نہیں کر سکتا، یہ ماننا ہوں میں کہ

پہلوں سے ہم اسی کا نام کھاتے تھے اسے، میں لیکن اپنے سامنے یہ ظن ہونے دیکھ کر کہیں خود کو نہیں روکی سکتا، مجھے یہ پتہ چل گیا تھا رو پاکی ماں، اب کبھی ہونے کو کچھ بھی نہ لکھے۔“

” تو پھر جہاں سے بھاگ چلو۔“

” کیا کہتی ہو، کہاں بھاگ جاؤں، کسے بھاگ جاؤں۔ ایک جرم کی اطلاع دی ہے میں نے خود کوئی جرم نہیں کیا ہے میں کیوں بھاگ جاؤں؟“

” وہ تو تحقیق ہے مگر تم راجن سنگھ جی کے کہنے سے کہنے نہیں بھلاؤ۔“

” میگو ان تو ہمارا سنا ہی ہے۔ البتہ ایک خیال میرے من میں آیا ہے۔“

” کیا ہے۔“

” دوڑوں لڑکیوں کو کبھی پہنچاؤ، وہاں بالو میں لال ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ ہم صورت حال سے ابھی تک واقف نہیں ہیں کہ کیا ہوا ہے، اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔“

” مگر ماؤں مات پھینچو تو کبھی کیسے پہنچاؤں، مانا ہی نے پوچھا۔
 ” جیسے ہی ممکن ہو سکے۔ کوئی پلے نہ کرو کی ترکیب کرو۔“
 ” اگر تم کو تو میں چند سے بات کروں۔ چند وفا ہی میں گاڑی جوت لے اور لڑکیوں کو کبھی لے جلتے۔“

” ہاں ہاں چند سے بات کرو دو میں روپے بھی دے جائے، پھینچو تو کہاں سے چلا جاتا موزی ہے اور چند دے ہی کہہ دینا کہ تم کو کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔“

” تحقیق ہے میں ابھی چند سے گھر مار کر بات کرتی ہوں، مانا ہی باہر لگائیں۔ یہ سب بریشاں ہی باپو کی شکل دیکھتی تھی پھر میں نے کہا۔“

” باپو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم سب ہی یہاں سے نکل جائیں؟“
 ” نہیں بیٹیا، تو خود سوچ، ایک بڑائی کے خلاف میں نے یہ اٹھا ہوا ہے میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتا، جو کچھ بھی بھگوان

ہمیں ہے دیکھا جائے گا۔“
 ” مگر پتائی۔“
 ” نہیں بیٹیا اگر مگر نہیں، اگر تو کہہ سکتی ہے تو میری ایک

مددگار اپنی امداد ہی چھوٹی نہیں کی حفاظت کرنا، بالو میں لال سے ماما ہی پر سے ایسے آدمی ہیں، وہاں تم دونوں کا دل نہ جلتے گا اور نہیں کوئی بریشاں نہیں ہوگی۔“

” مگر اپنا ک۔“

” ہاں ہاں میں بالو میں لال کو خط لکھ دوں گا، وہ قری ہی طرح سے دیکھ بھال کریں گے، اپنا زور پور غرہ جیت لے،

بھلائی کر اپنے کپڑے باندھ لے۔ دیکر نا اچھا نہیں ہوگا۔“
 میں تیار ہو گئی۔ رہا کو سوتے سے اٹھا کر جب یہ بتایا گیا

کہ ہم کبھی چل رہے ہیں تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ راستے میں اڑی میں بیٹھ کر پورے فصول بائیں کرتی رہی، کہنے لگی کرتا

کہ ہم پر دبا کیسے آگئی۔ انھوں نے نہیں کبھی مجھے کا فیصلہ کیسے دیا۔ اب میں اس بہت خوف کو کہا بتائی کہ صورت حال کیلئے بہتر ہے،

مگر پتائی نے کہا۔
 ” ہاں ہاں چند سے بات کرو دو میں روپے بھی دے جائے، پھینچو تو کہاں سے چلا جاتا موزی ہے اور چند دے ہی کہہ دینا کہ تم کو کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔“

” تحقیق ہے میں ابھی چند سے گھر مار کر بات کرتی ہوں، مانا ہی باہر لگائیں۔ یہ سب بریشاں ہی باپو کی شکل دیکھتی تھی پھر میں نے کہا۔“

” باپو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم سب ہی یہاں سے نکل جائیں؟“
 ” نہیں بیٹیا، تو خود سوچ، ایک بڑائی کے خلاف میں نے یہ اٹھا ہوا ہے میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتا، جو کچھ بھی بھگوان

دی جائے۔ پتائی نے کہا اسادو پولیس افسر کے ہونے پر حیرت کا پھیل گئی۔

” ہاں ہاں دے دی ملے گی۔ آپ جتنا نہ کہیں ایسے پتائی کے ہاتھوں میں جھٹکیاں ڈال دی گئیں اور پھانسی لگا کر نہیں بند کر دیا گیا۔ ابھی تک پتائی کو یہ نہیں بتایا گیا تھا

کہ راجن سنگھ جی لے ایٹھ کس الزام میں گرفتار کر لیا ہے، ہاں گوندنے انہیں جو کچھ بتایا تھا اس کے تحت وہ اتنا جانتے تھے کہ اس گرفتاری میں راجن سنگھ کا ہاتھ ہے۔

دوسرے دن پتائی کو لاک اپ سے نکال کر پھانسی دار کے کمرے میں پہنچایا گیا اور پھانسی دار نے انہیں بتایا کہ ایٹھ قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔

” قتل کیسے قتل۔“

” ثبوت مل چکے ہیں دیوان کرن لال جی، ثبوت بھی مل چکے ہیں۔“

” کیا مطلب میں نہیں سمجھا براہ کرم مجھے سمجھایا جائے۔ اور جو کچھ انہیں سمجھا گیا اس نے پتائی کی آنکھیں کھول کر رکھ کر یہ کچھ تصویریں نہیں ہیں میں پتائی ایک لاش کو اپنے کندھے

پر لٹا کرے جا رہے تھے۔ جبکہ گانا نہ بھی ہو رہا تھا۔ پتائی نے یہ فوٹو خلاف فوراً ہی پہچان لیے۔ یہ وہ لاش تھی جو راجن سنگھ جی نے ان کے حوالے کی تھی اور پتائی کا لے باؤلی میں جھینک

آئیں، پتائی کو روٹھنوں کے وہ جھلکے ہی یاد آئے، جوان بہرے تھے اور جن پر وہ غور نہیں کر سکتے تھے، لیکن یقیناً وہ فیش لائن والے کمرے تھے، جن کے قریب پتائی کی تعداد ہی نہیں۔ اور اس طرح راجن سنگھ نے انہیں موزی کے جال میں پھانسی لٹا دیا۔

ان تصویروں کو دیکھ کر پتائی سشندہ رہ گئے۔ پولیس افسر نے مسکرتے ہوئے کہا۔

” کچھ دیوان کرن لال جی ان تصویروں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟“

” یہ سب کچھ میں نے راجن سنگھ کے کہنے پر کیا تھا۔“

” بڑی اچھی بات ہے، گو باپ نے راجن سنگھ کے جرم کو پتائی کی کوشش کی تھی۔ لاش کو آپ نے لے جا کر باؤلی میں پھینک لیا۔“

” تم۔ مجھے۔ مجھے مجبور کیا رہا تھا۔“

” کمال کی بات ہے، جو راجن سنگھ نے نہیں کیا جانا آپ اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک سادو حوٹل انسان پر الزام لگا رہے ہیں۔ دیوان کرن لال جی، آپ کبھی بال بچوں والے ہیں، اس کے بعد آپ پر بہت وحشت کیوں سوار ہوئی تھی آپ جیسے جرموں کو لگتے

کی موت مرنا چاہیے، اور فخر چھوڑنے لگا۔ پتاجی کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وانٹی اٹھو نے رادھن سنگھ کے خلاف رپورٹ کرنا ہی بتائی۔ یہی پولیس افسر تھا جس سے انھوں نے رادھن سنگھ کے بارے میں کچھ اٹھا اور ای پولیس افسر نے انھیں گرفتار کر رکھا تھا۔ لیکن محسوس ہونے لگا کہ ساتھ۔

اور اس شجرت کی تیز بڑھتی پتاجی کے لیے ممکن نہیں تھی۔ وہ اپنی سب کچھ کہتے رہے لیکن پولیس افسر نے کہا کہ یہ شجرت ان کی زبان سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں یہ بات بڑھتی ہی پتاجی کو یہ سب کچھ کرنا ہی ہے عزت ہی کرنا ہی کیونکہ شجرت ان کے خلاف موجود تھی۔ پتاجی کو باقاعدہ جیل میں بند کر دیا گیا اور اس کے بعد ہماری لہتی میں بہت جادووں طرف پتاجی تھی۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ وہ ان کرن لال جی کو نہ جانے کتنا برا بھلا کہا گیا۔ میری ماما جی کو ان کے گھر سے نکال دیا گیا۔ اور اس لئے میں تمام کاروائی رادھن سنگھ کی طرف سے ہوئی۔ رادھن اپنے پتہ پر دید و من و نسبت و ناپور کو چکا تھا۔ پتاجی کی زندگی کے بارے میں اب کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ماما موہن لال بہ تمام خبریں سن کر کہہ ان رادھن سنگھ کے خلاف میں پتاجی کی تصویر دیکھ کر وہ ہمارے پاس پہنچے اور انھوں نے کہا۔

”مکوش بیٹا یہ سب کہا ہے؟“

”میں کبھی بتاؤں ماما جی۔ پتاجی کے خلاف ایک بڑی سازش ہوئی ہے۔“ میں نے کہا۔

”مگر یہ تصویریں تو سازش نہیں ہیں۔ ان میں تو کوئی گہرہ ٹریک بھی نظر نہیں آتی،“ ماما جی بولے ”میں نہیں جانتی کیونکہ کی سوگندیں نہیں جانتی،“ ماما جی پریشان ہو گئے۔ لہتی سمیٹے اور وہاں سے ماما جی کو ساتھ لے آئے۔ ماما جی کی حالت بالکل ٹھیک ہو رہی تھی۔ جس وقت وہ ہمارے پاس پہنچیں، سخت ہنسا میں مبتلا تھیں اور بڈیاں بک رہی تھیں۔ انھیں بہت سچا لگتا تھا۔ کی کوٹھن کی کئی ٹینک وہ بھی کئی دہائیوں کے اب پتاجی کی زندگی میں بخشی جاتے گی۔ ماما جی کو کچھ ایسی بیماری تھی کہ ہفتہ بھر کے اندازہ میں وہ بڈیوں کی ڈھا بڈھ بکھریں ان پر ہفتہ بھر غنڈی طاری رہتی تھی اور پھر اس واقعے کے پس دن لیکر جب میں ماما جی کی سانس بند ہو گئی، ہمارے اوپر مرنوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ ہمارے بھرے پڑے گھر کو آگ لگ گئی تھی، میں اور مرد بڑی طرح رو رہتے تھے۔ رادھن سنگھ لال جی سب کو پتہ چلا کہ پتاجی کے لیے لیکن وہ خود ہی بہت پریشان تھے۔ گھر لڑنا تھا۔ پتاجی کے بارے میں سب ماما جی سے ہی پتہ معلوم ہو جاتا تھا۔ پتاجی پر مرنے والے ہاتھوں کو مٹھ کر دیا جاتا تھا کہ ان کی پیروی نہ کرے۔ پوری لہتی میں سے

کوئی بھی پتاجی کے حق میں گواہی دینے کو تیار نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک ہرکارہ یا موہن لال جی کے پاس ہی پہنچ گیا اور وہاں تک کی طرف سے انھیں وہ پتاجی کو گرفتاری کے خلاف انھیں حق کا ساتھ دینا چاہیے اور شہنشاہ داری کی بناء پر ایک مجرم کو پھانسی کی کوٹھن میں نہیں کرنا چاہیے۔ جہاں سے موہن لال جی ایک اسکول میں ماسٹر تھے ان کی کیا حیثیت تھی کہ وہ پتاجی کی طرف سے مفقود لٹلے کی کوٹھن کرتے تھے۔ میں پتاجی کو بھلائی کی مسرتا دے رہی تھی۔ ہم دوڑوں نے یہ خبر سنی تو ہمارے دل دہل کر رہ گئے۔ اب اس سنسنار میں ہمارا کوئی نہیں تھا، کوئی نہیں تھا۔ ماما جی رادھن سنگھ لال جی سخت پریشان تھے۔ ہمارا بوجھان پر ان پر اٹھانے میں جو سامان تھا اس پر رادھن سنگھ کی طرف سے غصہ کرنا لگا تھا۔ جتنے دن گذر گئے پھر ایک دن چند ہمارے پاس آگیاں کی حالت خراب ہو رہی تھی اس نے آکر یا موہن لال جی کو بتایا کہ بالآخر رادھن سنگھ ہمارا دل کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ ان لوگوں کی یا موہن لال جی کے پاس ہیں انھوں نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ میں نے انھیں یہاں پہنچا ہے۔ مجھے پتہ چل گیا تھا۔ بلا بلا اور بوب مار پیٹا کی گئی۔ تو میں نے ساری صورت حال اٹھ دی اور وہاں جی بہت دیا لو آئی تھی۔ ہم پر جبر سے احسان تھے ان کے میں اپنی زندگی کی قیمت پر آپ لوگوں کو یہ بات بتانے آیا ہوں کہ اب وہ ہمارے اور مکوش یہاں محفوظ نہیں ہیں۔“

”مگر رادھن سنگھ کی کوٹھن تو وہاں کرن لال سے تھی۔ وہ بے چارے اس وقت وہاں نہیں رہے۔ ان کی بیٹیوں نے کہا قصور کہا ہے۔“

”آپ سوچ لےئے موہن لال جی سب کچھ آپ پر ہی منحصر ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا ہوں،“ چند دنوں کے بعد۔

”خیر چند دنوں کو چکا دیکھا جائے گا۔ جیسی جھوٹا کی گئی میں نے یہ ساری باتیں نہیں سمجھی تھی۔ ذہنی کیفیت ان دنوں بہت خراب تھی۔ ماما جی جیل سے گھر آکر دیکھا تھا۔ ہم لاواروں کی طرح ماما جی کے گھر میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ تمام چیزیں میرے پیٹے میں آگ بھڑکا کر تھیں اور میں سوچتی تھی کہ کسی طرح بے رادھن سنگھ سے انتقام لینے کا موقع مل جائے لیکن گروہ میں جھلا اس کے خلاف کہا کر سکتی تھی۔ دل ہی دل میں جھلسی رہی اور سچی رہی کہ اب کیسے جوں بتاؤں گی۔ روپا کی زندگی میرے سامنے تھی ماما جی بے چارے سخت پریشان تھے اور سوچتے تھے کہ اب ان کو کب جانے گا ان بچہ جوں کو نکال دیا نہیں جاسکتا اور اپنی زندگی وافر نہیں لگائی جاسکتی۔ میں ان کی پریشانی فکوس کر رہی تھی۔ ماما جی

ہم ماما جی کی کیفیت کیا ہے۔ ایک دن ایک ٹرک میرے پاس آئی۔ اور میں نے ماما جی سے کہا۔

”ماما جی ایک بات تمہیں بتاؤں گا۔ میں نے کہا۔“

”کہو۔“ انھوں نے مر دہلیے میں کہا۔ ان دنوں ان کا قدیہ رے ساتھ خا خا ماسروہو ہوتا جا رہا تھا۔ خانقاہ وہ پورے جیل سے راز کیوں سے بجات باکرا لہی زندگی کی جانا چاہیے۔ ان کو لایا جاتا یا سا خانقاہ تھا جو رادھن سنگھ کی کوٹھن کی وجہ سے تباہ ہونے لگا تھا۔ ایک تباہ شدہ خاندان کا وہ حشر دیکھ گئے تھے اور لینے دینے کے ساتھ وہ یہ سلوک کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انھیں یہ علم ہو گیا کہ رادھن سنگھ اس بات کو کبھی طرح سے جانتا ہے کہ ان دنوں ان کے گھر میں ہیں۔ بہر حال وہ ہماری شکل دیکھتے رہے۔ لے ان سے کہا، ”ماما جی اگر رادھن سنگھ کے آدی بچے لینے نہیں ہے اس سلسلے میں کوئی توجہ نہ کریں۔ روپا کو بھی چھوٹی ہے، تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس کی طرف توجہ نہیں دینے کی لیکن اگر وہ مجھے حاصل کرنے آئے، میں تو آپ میں نہ کروں۔“ جی یہ سن کر جو کچھ کہے۔ شاہد ان کی غیرت جاگ اٹھی تھی۔ وہ تیز بولے

”بہنیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے مکوش تو میری بہن کی نشانی ہیں کبھی کہوں۔ آہ میں کیا کروں میں ایک فریب اسکول بھلا ایک اتنے بڑے آدی سے کیسے ختم ہو سکتا ہوں میں ہی تو یہاں جاؤں۔ میرے حالات اتنے خراب ہیں۔ میں سہہ سکتا کہ اب ہمارا جیون کیسے گزرے گا۔“

”ماما جی سوچو جی کہ ہماری ہوں آپ اس کو دہن میں لے گئے اگر کوئی لینے آئے تو مجھے چلا جائے ہیں،“ ماما جی خاموشی میں جھکا کر کچھ سوچنے لگے پھر بولے۔

”میرا ان نہیں مانتا دیکھو جھوٹا کہا کرتا ہے، ماما جی بس ہو گئے۔ میں اپنے ذہن میں کچھ منصوبے بنا رہی تھی اور اس لیے میں نے اپنے آپ کو آہستہ آہستہ تیار کر لیا میں اپنا جیون لے کر اپنے بتاؤں اور ماما جی کا بدل لینا چاہتی تھی۔ ایک ٹی سی پھری لڑکے میں نے اپنے لباس میں چھپائی تھی، نہ جانے کیوں مجھے لگا کہ میرے ساتھ کچھ کچھ ضرور ہوگا۔ زندگی اس طرح تھی کہ وہاں پہنچا تھی اور میرے بات بتا جی سے معلوم ہو چکی تھی کہ سنگھ اپنی آدی سے اور دو جوان لڑکیوں کا رسیا ہے اس لیے دیکھا تھا اور اپنے ذہن کی کبھی کو وہ قبول نہیں سکتا تھا اس لیے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ مجھے کبھی پہنچا دیا ہے مگر اعلانہ غلط نہیں لگلا ایک دوپہر کو چند گھنٹے سو لہا ہوا

موہن لال جی کے مکان پر پہنچ گئے۔ موہن لال جی اسی وقت اسکول سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ یہ پورے سو اچھڑ گھنٹے سے کبھی پہنچے تھے موہن لال جی ان سے بات کرتے رہے اور اس کے بعد اپنے کانٹے میرے پاس آگئے۔

”رادھن سنگھ کے آدی آئے ہیں کوشل۔ کہتے ہیں کہ وہاں کرن لال جی رادھن سنگھ جی کے ملازم تھے وہ مجھے ہیں، ان کی اولاد کو ہر روز لال کرنا رادھن سنگھ جی کا کام ہے چنانچہ انھوں نے دوڑوں بیٹیوں کو بلوایا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں۔“

”میں پہلے ہی کہہ رہی تھی ماما جی مگر دوڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔ روپا کو حفاظت سے آپ اپنے ساتھ رکھیے میں پہلی جاتی ہوں۔“

”مگر وہ چاہتے ہیں کہ وہ وہاں۔“

”میں ان سے بات لینے لیتی ہوں،“ میں نے کہا اور روپا کا بازو پکڑ کر باہر نکل آئی۔

”میں نے ان سے اس شخص کو دریافت کیا جو نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ ان میں سے وہی شخص میرے سامنے آگیا۔ میں نے اس سے کہا۔

”روپا کو میں نے یہاں اسکول میں داخل کر دیا ہے وہ ابھی پڑھ رہی ہے کچھ ہے تم کچھ لو میں رادھن سنگھ جی کے چڑوں میں پہلی جاتی ہوں، میں ان سے بات کروں گی۔ تم اس کی مینا مت کر کہ ہمیری بات ان لوگوں نے مان لی اور پھر مجھے ایک تھ میں جھکا کر ہوا جس چند گھنٹے میں لاپتہ گیا۔“

”میں دل ہی دل میں رو رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ میرے ساتھ اب کہا سلوک ہونے والا ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں اس کی بدسلوکی کا شکار ہوں میں اپنا جیون بلیداں کر دینا چاہتی تھی۔ وہ لوگ مجھے لے کر رادھن سنگھ کے مندر میں پہنچے بڑے سراورہ منٹش آدی ایک مرگ جھالہ لڑائی ہاتی مارے بیٹھا تھا۔ مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے انھیں سکھول کر مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراتے پھیل گئی۔ پھر اس نے میرے عقب میں دیکھا اور اپنے آدھوں سے بولا۔

”اس کی بہن کو نہیں لائے تم۔“

”ہمارا جہ آدھ سال کی بچی ہے اور نٹالے کہ وہاں کے اسکول میں داخل ہو گئی ہے۔ اس لڑکی نے کہا کہ اب آپ سے بات کرے گی۔“

”اوہ اچھا جھانک ہے کوئی بات نہیں، ہم اس سے بات کریں گے، پھر وہ آہستہ سے بولے۔“

”پتلی کرن لال ہی ہمارے دیوانے اور بڑے اچھے لڑکے تھے، ہمیں ان کی موت کا بڑا افسوس ہے۔ سنا ہے تمہاری ماما بھی مر گئیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رادھن سگھ منڈوی دینک انظار کرتا رہا پھر لولا۔

”بہر طور ہمت نامت گدہ تم سے دیا لو ہیں کسی بھی انسان کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتے۔ تمہاری بہن اگر گھیری میں بڑھی ہے ہے تو بڑھنے دو، تم یہاں رہو۔ اس کے بعد جب وہ بڑی ہو جائے گی تو ہم سے ہی یہاں بولا لیں گے۔“

میں نے دل ہی دل میں اُسے کہتے ہوئے کہا کہ پاپی اس سے تک پہنچاؤں انہی نہ ہو گا جب میری روپا کو کوئی نقصان بھی پہنچے گا۔“

دو مہرے لوگ چلے گئے تو رادھن سگھ نے کہا۔

”اب تم نہیں اسی جو بلی میں رہو گی کوئل، ہم نہیں رادھنوں کی طرح دیکھیں گے، دیوانے بڑا کہا تھا ہمارے خلاف رادھن درج کرنے کے لئے وہ اور تم خود سوچو ہمارا کھانے ہیں وہ ہمارے خلاف کیسے کام کر سکتے ہیں۔“

میں نے ابھی جواب نہ دیا۔ لڑوہ کسی قدر درشت لہجے میں بولا۔

سنو اگر تم مجھ سے نفرت کرتی ہو تو یہ تمہارے حق میں برابر ہو گا ہمیں جا چو، ہم سے نفرت کرو، ہم جہاں ہیں ہمارے منہ سے نکلا ہو ایک لفظ تمہارا جیون بنادے گا اور درمدر لفظ تمہیں اس سنسار سے مٹا دے گا۔“

میں ہمارا ج کی داسی ہوں۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

مکاری سے کام لینا ضروری تھا۔ جاتی تھی کہ میری طاقت اس راکشس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اس لیے ہوشیاری سے کام لینا تھا جیون دان کرنے کا فیصلہ کر لی تھی تو اس مکاری بالوں سے کیا حاصل مجھے مکاری سے کام لینا چاہیے تاکہ میں اپنا کام پورا کر سکوں رادھن سگھ جی نے کہا کہ ابھی مجھے ان کے ساتھ

یہاں مندر میں رہنا ہو گا اس کے بعد وہ میرے لیے جو بلی میں کوئی مناسب بندوبست کر دیں گے اور رادھن لفظ چارے ہو جائے گا اور میں عیش و عشرت سے زندگی گزار سکوں گی۔ جس جگر سے میں مجھے پہنچایا گیا وہ کسی مندر کا چکر نہیں

معلوم ہوتا تھا وہ لو ایک باقاعدہ عیش کا تھی یہاں تو بڑے تانیں مجھے ہوتے تھے۔ بہترین ریشمی پردے ہمارے تھے دنیا کی ہر چیز دو ہاں موجود تھی پہل بڑوں میں مجھے ہوتے تھے عجیب

وغریب مجھے چاروں طرف رکھے ہوئے تھے جو عجیب لہجہ میں اور بے شرمی کا منظر تھے ایک بڑی سی مہری ایک طرف بڑی ہوتی تھی جس پر بڑا موٹا سا گلہ تھا اور پرنالوں کے گونگے تھے جس میں میں رو رہی تھیں۔

میں نے اس عیش کدے کو دیکھا اور دل ہی دل میں سوچا کہ وہ پاپی جو رادھن سگھ کو ایک سادھو سمجھتے ہیں کراہاں آکر اس کی یہ رہائش گاہ دیکھیں تو صورتحال ان پرکل جانے لیکن اتنے بڑے آدمی پر یہ الزام کون لگا سکتا تھا کون اس کی اس عیش گاہ تک پہنچ سکتا تھا اور پھر تاجی کے کچھ اور

الفاظ بھی مجھے یاد تھے رادھن سگھ اپنی جگہ محدود نہیں تھا۔ اس کی زمینداری چند روز تک محدود نہیں تھی بلکہ تاجی کے کہنے کے مطابق پھر رو پیہا ہر سے بھی آتا تھا لیکن کہاں سے اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا اپنا چہرہ اس شخص کے

باسے میں سوچتے ہوئے یہ اندازہ بخوبی ہو جا تھا کہ لاکھ لاکھ ہاتھ بہت لمبے ہیں اور اسے مارنا آسان کا نہیں ہو گا مجھے مکاری سے کام لینا ہو گا تاکہ میں اس راکشس پر بنا لوں سکوں میں اس جگہ میں بھی وقت کا انحصار کر رہی تھی تو

دیر کے بعد درخت میں آئیں۔ وہ اچھی خاصی قدر نامت تھی پھر سے ہی سے فاحشا میں معلوم ہوتی تھیں ان کا انداز لفظ بھی بڑا اور بیات تھا مجھے دیکھ کر وہ سناٹے لگیں اور بھران

میں سے ایک جگہ سے شرمناک گفتگو کرنے لگی۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ میں نے زندگی میں کیا کسی اور کے سے تو جنت نہیں کی کبھی کوئی میرے ہاتھ قریب پہنچا یا نہیں۔

میں نے ان پر لعنت بھیجی اور ان سے کہا کہ وہ عورت یا عورتوں کی کیا اپنے پاس رکھیں جس پر وہ دونوں یہ لفظ اڑانے لگیں، پھر لولیں۔

ہاں ہم عورت ہیں اور اپنی ساتھی عورتوں میں انا دیکھنا چاہتی ہیں۔ چلو تمہیں دہن بنا دیں۔ کیا بکواس کرنی ہو کیسی دہن۔

آج وہ اچھے پتھر سے بہن کراچی شکل بنا کر تڑپ رہا لگو گی۔ ویسے بھی بڑی حسین ہو۔ اگر من موہ لیا رادھن سگھ جی کا تو شاید۔ تو شاید وہ کچھ نہ ہو، جو ہوتا آ رہا ہے۔

میں ان کی بالوں کا مطلب سمجھ رہی تھی، لیکن ان کا بیان رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا وہ یہ کہ میں اس جگہ کی کسی طرح چھپا دوں۔ چنانچہ اس وقت ہاتھ بڑھ نہیں تھا میں نے ان سے کہا کہ میں ذرا ہاتھ روم جانا چاہتی

ہوں انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر ہاتھ روم تھا۔ اس سے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہ چھتری ہاتھ روم میں کسی مناسب جگہ چھپا دوں کیونکہ وہ تم عین بیاباں تبدیل کرنے کے لیے تیار تھیں اور لباس تبدیل کرنے کی صورت میں

چھپی کا دوسرا ننگا ہوں میں آجنا لازمی تھا۔ ہاتھ روم میں بیٹھ کر میں نے ایک مناسب جگہ کی تلاش کی اور چھری خلائیں رکھ دی میں اس چھری کو با آسانی دوبارہ

مائل کر سکتی تھی، یہاں باس میں ہی ایک ہاتھ روم تھا جس کی وجہ سے مجھے اطمینان تھا کہ میں دوبارہ بھی یہاں آسکتی ہوں۔ بہر طور جہنم کے بعد میں واپس آئی اور انہوں نے مجھے ایک حسین لباس پہنا دیا میرے چہرے پر لائی لگائی تھی۔

طرح طرح سے مجھے سنوارا گیا۔ میں نے کوئی تعجب نہیں کیا تھا اور اس کے بعد میں دہن بن کر بیٹھ گئی۔ میں اپنی تقدیر کو کوس رہی تھی۔ دل میں تو بخانے کیا کیا تھا، لیکن تقدیر نے یہاں ایسی جگہ لگا چھوڑا تھا جو ایک بی بی باہی دہن کی خواب گاہ تھی۔

اور پھر وہ منجوس راکشس کہے میں داخل ہو گیا منہ سے شہرہ کے بھیجکا اڑے تھے، آنکھوں میں شیطنت پھلتی پھلتی تھی۔ وہ میرے قریب آ کر کہنے لگا۔

پہلی ہی نگاہ میں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کتنی سندہو راہ دیوان کرن لال ہی مر گئے، لیکن ایک ایسا عالم میں دے گئے کہ انہیں عرصے تک نہیں بھول سکیں گے۔

میں نفرت بھری نگاہوں سے اس منجوس انسان کو دیکھتی رہی۔ اسے بدترین بہت دینا چاہتی تھی۔ دل میں ٹونان اٹھ رہے تھے۔ لیکن ان ٹونالوں کو دانا ضروری تھا۔ جلد بازی کا لگا دھسکا۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھال لیا۔

تم آئی سندہ کیوں ہو سندری۔ میں کیا جانوں ہمارا جہاں ہے میں نے کہا۔

دیوان کرن لال عجیب آدمی تھے کیا تمہاری منجوس ہمارے ہاں آرام سے جیون گزار رہے تھے۔ سماج سداھا کی من میں آئی اور ہم سے بہر با بندھلی۔ چنتا مات کر دو۔ وہ نہیں ہیں۔ انہوں نے ہر موہ کر کے کہا اپنے جیتے جیتے ہیں کوئی تکلیف ڈھونڈنے دیں گے۔ یہاں کہہ رہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ نہیں ہمارا ج۔

کسی نے کوئی اٹی سیدھی بات تو نہیں کی۔

ہاتھ نہیں ہمارا ج۔ ہماری مامی ر ہوتی تم دیکھو گی سب تمہارا مکھانی گے کوئی تمہاری طرف اٹھتا تھا کہ نہیں دیکھے گا۔ میں نے ہمارا ہر گئی ہوں ہمارا ج۔

اور سے نہیں سندری ہم جو تمہارا سب سے بڑا ہمارا ہیں ہم پر پورا پورا دشواش کر سکتی ہو۔ ہمارے باسے میں تمہاری کیا لڑتے ہے۔

بنا سمان ہیں آپ ہمارا ج میں آپ کو اپنے بتا کی لگا کچھ ہوں میں نے ایسے حالات میں بھی اپنے دل کی جھڑاس لگانے میں کی۔ وہ چونک کر پیچھے ہٹ گئے۔

کیا کتنی ہو سندری ذرا غور سے دیکھو میں اچھی طرح غور کرو ہم بڑے ہم تمہارے بتا تو ہمیں سے نہیں لگتے ہم تو تمہارے چلبے ولے ہیں جانتے ہیں نہیں۔

آپ جو کچھ بھی ہیں ہمارا ج میرے من میں آپ کے لیے بکواس مت کرو بلے قوقوف لڑکی تمہارے یہ لفظ نہیں لفظان بگھم بگھم کھینکتے ہیں۔

حقیقت تو ہونا ہی ہوگی ہمارا ج آپ جو کچھ بھی سوچیں۔ میں کہتا ہوں بکواس مت کرو کہ عفت ذلیل تو نہ میرا سارا موڈ جو پٹ کر دیا ہے۔ رادھن سگھ جی جھلائے ہوئے سے مجھ سے ہا ہر نکل گئے دل ہی دل میں، میں نے سوچا کہ کیا اس طرح میری زندگی بچ سکتی ہے امید نہ تھی جو کچھ ہو سکتا تھا اس کے بعد اس کی نہ صفت آدمی کے پاس پہنچی تھی کیا یہ مجھ کی آسانی سے نکل جانے کے گا۔

رات گذر گئی دو مردان بھی خاموشی سے گذرا کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو میرے لیے تکلیف دہ ہوتی تھیں دوسری شام تقریباً ایک سو گھنٹہ آدھی میرے پاس پہنچا اس کے جسے سے خواست تک رہی تھی آنکھوں میں مکاری کی چمک تھی۔ میرے

نزدیک بیٹھ کر وہ بڑے ہمارے بولا۔ ”ہم کون ہو؟“

”تم کون ہو؟“ ہم در دہن تمہارے کیا بتا میں بے چارے کرن لال جی سے ہمارا کسی دوستی تھی بچپن کے دوست تھے ہم دونوں۔ کیا نام ہے تمہارا

چوکلے لال۔

بہر طور کہو جوکلے لال مجھے کیا کرنا ہے کیا کہنے آئے ہو میں نے کہا دل ہی دل میں، میں نے انداز لگایا تھا کہ جوکلے لال دراصل رادھن سنگھ کا آدمی ہے ورنہ اگر وہ بتا جی کا کوئی د دوست ہوتا تو بتا جی کی زبانی وہ کم از کم اس کا نام ان کی زبانی ضرور سنتی اور اس کی شکل سے بھی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک مکافعت آدمی ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت ہی یہاں آیا ہے۔

بٹا بٹا کر لال جی اس سنسار میں نہیں ہیں تمہاری ماتا جی بھی مر چکی ہیں بہن ہے تمہاری ایک چھوٹی لکاتی یہ نہیں جا ہو گی کہ تمہاری بہن آرام سے جبرن گزارے پڑھے کھلے میٹھ کرے لو تو کیا تمہارا من پر نہیں چاہتا۔

اپنے مطلب کی بات کرو جوکلے لال جی۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے رادھن سنگھ کی کونسا لادھن کر دی ہے بے وقوف ہو تم پڑے پڑے لوگ یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کی بیٹیاں رادھن سنگھ جی کی نظر انتخاب حاصل کریں اور تم ہو کہ انہیں پریشان کر رہی ہو میری مانو بیٹیا تو انہیں خوش

کرو جیسا وہ کہیں ویسا کرو انہیں بے کار باتوں سے نراش کر دو۔ ہوں۔ جوکلے لال تمہاری کوئی بیٹی ہے۔

نہیں ہے۔ تو پھر تم سے کچھ کہنا ہی بے کار ہے جاؤ دفعہ ہو جاؤ دیر لگا ہوں کے سامنے سے۔

مگ بیٹیا۔ میں کہتی ہوں جاؤ نکل جاؤ یہاں سے در نہ۔ سوچ لو بیٹا اچھا نہیں ہو گا تمہارے حق میں بھی اور تمہاری بہن کے حق میں بھی۔

جو کچھ ہو گا وہ میری تقدیر ہو گی تم یہاں سے دفع ہو جاؤ غیبت بوڑھے۔ میں بے پاؤں کی جوتی اتاری اور میری طرف چوکلے لال کے منہ پر دے ماری۔ خامی زور دار رہتی چوکلے لال کا ہونٹ گٹ گیا اور وہ ہلدی سے بھاگ کھڑا ہوا دروازے پر رک کر اس نے مجھے گھورا اور کہنے لگا۔

تو۔ یہ سوچ لے کہ تو اپنی تقدیر پر پریشیا ہی پھیو گی ہے اب جو کچھ ہو گا اسے بھگتے کیسے تیار ہو جا۔

جاتا ہے یا دوسری جوتی اتاروں میں نے کہا اور دوسری جوتی اٹھالی وہ ایسا غائب ہوا کہ نظر نہ آیا۔ میں غاموٹی سے اسے

دیکھتی رہی رات کو دس ساڑھے دس بجے کے قریب رادھن سنگھ کے نشے میں دھت میرے کمرے میں پہنچ گیا وہ اپنے حواس کو کھو کر آیا تھا چنانچہ میرے تمام الفاظ اس کے سامنے بے اثر تھے میں نے اسے پھیر لپٹے پتا سماں کہا تو اس نے ہنس کر کہا۔

میں۔ میں صرف اس کا پتا ہوں جو میری بیوی کو کمرے سے پیدا ہوئی باقی اور کسی کا پتا نہیں ہوں میں بے وقوفت بنا مجھے لڑکی۔ تو مجھے بے وقوفت بنا۔ میں نے کوئی پوچھا نہیں دیا میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ اپنے مجھے تمام احساسات شراب میں ڈبو کر آیا ہے۔ اور اب میرے لیے زہر زیادہ خطرناک ہو گیا اس کی دراز دستیان بڑھتی چلی گئیں اور میں اس کے سامنے بے بس ہو گئی تو میں نے کہا۔

میں ابھی آئی ہوں۔ کہاں جا رہی ہو پ۔ ذرا ہاتھ تک ٹک۔ میں نے کہا۔ اوہ اچھا۔ اچھا ضرور جاؤ ہم انتظار کریں گے۔ ہاتھ درم میں پہنچ کر میں نے وہ چھری نکالی جو اس

وقت میری ہمدردی معاون تھی اس چھری کو اپنے باس میں چھپاتے میں اندر آئی اور رادھن کے سامنے پہنچ گئی شہانہ میرے سامنے سینہ جوڑا کھینچا تھا اس غیبت انسان کی شکل دیکھ کر گرا ہت ہوئی تھی میں نے اپنے آپ کو سنبھالا مت کی اور اس کے نزدیک پہنچ گئی رادھن سنگھ کی بے لیاکلی بڑھ گئیں تو میں نے احتیاط سے چھری اپنے باس سے نکالی اور پھراس کا دستہ پیرا کر پوری قوت سے اس کی پشت میں بھونک دیا رادھن سنگھ کے حلق سے ایک فونٹاگ تیرنگی اذرا اس کے ساتھ ہی میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز میں میں جا رہی تھی کہ چھری بھینچ کر اس پر تین جاڑا لارہ کر دوں لیکن ایسا کرنے سے قبل ہی مجھے دبوچ لیا گیا اور پھر کسی نے مجھے اٹھا کر زمین پر پرت کر دیا میری رٹھک بڑھی جوتی چوٹ لگی تھی اور ایک ٹکے کے نیچے زمین و آسمان گرا ڈلوٹے ہوئے محسوس ہوتے اس کے بعد میری نگاہوں میں تاریکی چھا گئی اس چوٹ نے مجھے بے ہوش کر دیا۔ ہوش آیا تو میں ایک ایسی جگہ پڑی ہوئی تھی جہاں زمین پر کچھ نہیں تھا سامنے دروازے میں سلاخیں نظر آ رہی تھیں اور چاروں طرف ایک مدہم مدہم کھجیلی ہوئی تھی۔

چند لمحات حالات کا اشتقاق کرتی رہی اور دفعتاً بھنگنے سے بوسے واقعات یاد آئے تو میں اچھل کر پڑھ گئی ہوئی ہوئی سلاخوں اور اس کے باہر پڑے ہوئے تالے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کہ میں کسی قید خانے میں قید ہوں میں نے رادھن سنگھ پر چھری سے حمل کیا تھا۔ آہ کاش میں اس کے پورے بدن کو اس طرح کاٹ سکتی جس طرح آگ نے کوئلے کو بھسے کاٹے جاتے ہیں لیکن میری ہاتھوں میں اتنی قوت نہیں تھی کہ بخت نے اپنے آدمیوں کو میرے ہتھ کر رکھا تھا اور وہ عیاش طبع لوگ اس کی فلوٹوں میں موجود رہتے تھے انہوں نے مجھے پھولیا کاش کاش وہ مر گیا ہو کاش میں ان تمام پورا ہو گیا ہو میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن یہاں کوئی موجود نہیں تھا جس سے میں رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی۔

سلاخوں طے دروازے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ ہا ہر کی سمت دیکھا ایک چوڑا سا مکہ نظر آیا جس کے دوسری طرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ میری آواز اس دروازے سے باہر نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ وہ خاموئیں

تھا اور دروازہ مضبوط، ٹھک ہا کر پھیرا رہی ہو گی اٹھی اور اپنے حال پر غور کرنے لگی تقدیر نے مجھے سبیا مان میں اچھینکا تھا اور اب بھلنے کوں سے راستے مجھے دکھانے والی تھی۔ بھونک ریاس سے اٹھ کھٹے گزر گئے ان اٹھ کھٹوں میں میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتی رہی تھی زندگی پھرنا تو کھینچ نہیں ہے میں بھلان حالات کا کیا مقابلہ کر سکتی گی۔ مجھے کیسے کیسے واقعات سے سابقہ پڑے گا اس سے بہتر تو یہ ہے کہ موت مجھے اپنے لیے تمہیں نہیں کر سکتی تھی اتنی ہمت نہیں تھی لیکن مر جانا چاہتی تھی کاش کوئی مجھے نکل کر ڈالے یہ سول میں ہی آرزو تھی رادھن سنگھ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا اس دوران کوئی یہاں آیا ہی نہیں تھا لیکن کون کھٹے میں دروازہ کھلا اور پھر کچھ لوگ سلاخوں والے دروازے کے قریب آئے نظر آئے ان میں دو آدمی تھے اور ایک عورت عورت کی موٹیریا چائیس یا پینٹا لیس ساتھی چہرے ہی سے خوفناک لگتی تھی میرے سامنے اس کرر گئی اور مجھے خوں لگا ہوا سے دیکھنے لگی پھراس نے کہا۔

لو یہ کھانا کھا لیں لو۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا تمہیں بہت بڑا تمنازہ جھکتا ہو گا میں نے لگا میں اٹھا کر سے دیکھا پھر آتے

سے بولی۔ یہ بتاؤ رادھن سنگھ کی کیا یا مر گیا۔

پلو اس نے اپنے ساتھ آئے والے دونوں آدمیوں کو اشارہ کیا کھانے کی ٹرے وہ سلاخوں طے دروازے کے سامنے رکھ گئے تھے اس میں سے صرف ہاتھ نکال کھانا کھا سکتی تھی ٹرے اندر تک نہیں کھینچ سکتی تھی دروازہ پھر بند ہو گیا عورت کی کیفیت دیکھ کر مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور یقیناً رادھن سنگھ کے غامی تھیوں میں سے ہے۔

کھانے کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی میں نے لیکن جب مزید کچھ وقت گزر گیا تو میں نے سوچا کہ بغیر کھانے سے یہ زندگی گزارنا ممکن نہیں جب تک ماسٹروں کی تار ایک دو مہرے سے بندھی ہوئی ہے مجھے زندگی کی وہ تمام ضرورتیں پوری کرنی پڑنی گی جو انسان کا مقدر کر دیتی ہیں لیکن کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جو امید کی کوئی کرن دکھاتا۔

میں نے بے چارگی کے عالم میں سلاخوں میں سے ہاتھ نکال نکال کر کچھ چیزیں معدے میں بھر لی اور زمین پر جا کر

لیٹ گئی زندگی کے گھر سے ہوتے لمحات یاد آنے لگے پڑا محفوظ حاصل تھا اماں باپ کی زندگی میں لیکن اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کائنات میں دشمنوں کے علاوہ اور کسی کا وجود نہ ہو گیا ہو گا کیا ہونے والا ہے میرا کاش اس کم بخت رادھن سنگھ کے بارے میں بتا جا جا تا کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا ہے تو دستے تک اس کے ہاتھ نشانے کے نیچے بیہوش ہو گئی یقیناً بسلیوں کے جوڑے سے اندر گھس گئی ہوئی کیا اس کے بعد بھی وہ بچ سکے گا۔

بہر حال اس سوال کا جواب مجھے کوئی نہیں دے سکتا تھا دوسرا دن تیسرا دن اور پھر بہت سے دن گزر گئے قید خانے میں طے طے میرے ہاتھ باؤں مثل ہو گئے تھے کبھی فون کی گردش رکنے لگتی تو اسی قید خانے میں دوڑ لگاتی کھانے پینے میں بھی میں تکلف سے کام لیا چھوڑا ہاتھ اب اس میلا چمکے ہو گیا تھا بالوں میں گردا گئی تھی اور سرد بھاری بھاری ہو رہا تھا۔

لیکن کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں اپنے وجود کو ان غلامتوں سے پاک کر سکوں پتہ نہیں کیوں مجھے یہاں قید کر دیا گیا تھا جو لوگ کھانا لاتے وہ میری کسی سوال کا جواب نہ دیتے تھے۔ وہ

پر مارا اور غالتے ہوئے لمبے میں بولا۔

کھڑی ہو جاؤ

گک۔ کیا مطلب ہے؟

جلواس نے مجھے گردن سے پکڑا اور گھومتا ہوا آگے لے گیا چند لمحات کے بعد میں ایک دائرے میں بیٹھ گئی جس کے گرد یہ تمام لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس سے قبل میں نے اس دائرے پر غور نہیں کیا تھا دفعتاً میری نگاہ سامنے کی سمت اٹھی گک سامنے میں نے جس شخص کو دیکھا اسے دیکھ کر میری ساری رگوں میں خون جمنا ہو گیا میرے بدن نے کا کرنا چھوڑ دیا میرے اعصاب شل ہو گئے یہ رادھن سنگھ تھا نور لکھن سنگھ ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اوپری بدن پر کوئی لباس نہ تھا البتہ نچلے بدن پر اس نے مخصوص قسم کا لباس پہن رکھا تھا سینے سے پشت تک ایک بٹی بندی ہوئی تھی مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کم بخت بیچ گیا ہے وہ مجھ کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے چاک بولنے لگا

راگن۔ یہ لبادہ اس کے بدن پر کیوں ہے۔

معافی چاہتا ہوں مالک، ہنٹر ولے نے کہا اور دوسرے لمحے میل دھواں جیسا لبادہ کسی کا خذ کی طرح لیٹ کر میرے بدن سے اترا میری کبھی بے عیون ہوئی زندگی کی خیال میں بھی نہیں سوچا تھا قیصے تیز ہو گئے اور اس کے لبادہ اس کے بعد وہ پھو ہوا جس کا کوئی شریف زادی تصور نہیں کر سکتی۔

مجھے ان لوگوں کے درمیان رقص کرنا پڑا رقص کیا تھا کوڑوں کی مار سے بل کھا رہی تھی اپنا آپ کو چرا ہی تھی اور کافی دیر تک یہ رقص اسی انداز میں جاری رہا پھر میزوں پر بیٹھے ہوئے دستی بھڑیے پھر ہر لوٹ بڑے اپنی شناخت کی یہ تو ہیں میرے لیے ناقابل برداشت تھی یوں جی ماما بدن زخمی ہو گیا تھا اس لیے میں اپنے حواس پر قابو نہ رکھ سکی تھی پرگری اور بے ہوش ہو گئی مجھے بتا نہیں بے ہوشی کے عالم میں میری کیا حرکت بنائی گئی لیکن جب ہوش آیا تو ایک اسپتال میں تھی بولا وجود چھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا مجھے یوں محسوس رہا تھا جیسے مجھے زندہ آگ میں جلا دیا گیا ہو میں اپنے حواس پر قابو نہ پاسکتی تھی میرے حلق سے گراہیں نکلنے لگیں تو ایک نرس میرے پاس پہنچ گئی۔

بلدہ ہی تھا دھوئیں کی طرح اس کی کیفیت تھی مجھے احساس ہی نہ ہو سکا تھا کہ میں کوئی لباس پہنے ہوئے ہوں۔

آؤ میرے ساتھ۔ اس نے کہا اور ایک بار پھر میں سہم گئی۔

گک۔ کہاں کہاں۔ آؤ میں کہتی ہوں آؤ براہ کرم میرے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس کی وجہ سے مجھے تباہی لاحقہ بدلوی کرنا پڑے۔

میں سمجھ گئی تھی کہ اب اس کے ساتھ جانا ہی ہے ویسے ہی کم محنت دیوتا مت عورت تھی یہ نہیں کون سی نسل سے تعلق رکھتی تھی بہر حال وہ مجھے لیے ہوئے ایک راہداری میں آگے بڑھتی رہی یہی شکر تھا کہ اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا لڑکی بائیں سمت کھڑی تھی کافی طویل راہداری تھی جس کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا۔

جاؤ۔ دوسری طرف تمہاری آرام گاہ ہے۔ اس نے کہا اور میں نے بھی ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر جلدی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

دوسری طرف مکمل طور پر اندھیرا تھا اس تاریکی میں

عجیب سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں یہ آوازیں کس قدر گہرائی سے آرہی تھیں میں نے نتیجہاً انداز میں دیکھا لیکن کچھ بھان تودیتا البتہ دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا میں دروازہ پٹینے لگی تھی۔

دروازہ کھولو یہاں مجھے کچھ نظر نہیں آتا یہ کیا جاگے ہیں ہوئی کہ انھیں بند ہوتی جاتی تھیں اس کے ساتھ ہی بے پناہ قہقہے فضا میں بھگتے ان قہقہوں کو نہ کہہ خون رگوں یا غم ہو گیا تھا یہ یوں لوگ تھے مشکل تمام انھیں کھوس تو اپنے اطراف مخصوص قسم کی نشانیوں پر بائیں۔ بہت ساری نشانیوں کی ہوتی تھیں اور لوگ ان پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن یہ لوگ تھے۔

دیہاتی جاہل قسم کے لوگ جن کے چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی وہ ان نشانیوں پر بیٹھے میری جانب نگاہیں تھیں ان نشانیوں پر پانی پانی ہو گئی میں بری طرح بوکھلائی اور زمین پر بیٹھ گئی میرے اس طرح بیٹھنے سے وہ لوگ پھر نہیں بڑھے تھے۔

دفعتاً ایک کونے سے ایک شخص نمودار ہوا اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹ بندھا تھا سر پر بڑی سی چوٹی جھول رہی تھی ہاتھ میں ہنٹر تھا میرے قریب پہنچ کر اس نے ہنٹریں

اس نے کہا سنگ کا ایک ریشمی لباس تھا مجھے اس وقت دوسرے لباس کی ضرورت تھی چنانچہ میں نے اس پر غور نہیں کیا اور لباس اس کے ہاتھ سے چھبڑ کر اپنے آپ کو اس میں چھپا لیا عورت ہنسی ہوتی باہر نکلی گئی تھی انہوں نے اس کی وجہ میری تھی اس پر ہی تھی لیکن لیکن کیا وہ کم محنت ٹھیک ہو گیا کیا رادھن سنگھ زندہ ہے کاش مجھے اس بات کا یوں مل جاتا۔

لیکن اس میں بھی بہت زیادہ دیر نہ لگی کہ میرے دل میں آئی تو کہہ کا دروازہ باہر سے بند پایا گویا بالی اونت مجھے بہال تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔

میں ایک کونے میں بیٹھی اپنی تقدیر پر آنسو بہاتی رہی سوچتی رہی کہ اب میرے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے رات ہو گئی اس وقت تقریباً سائے تھے جب وہی عورت اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھوں میں ایک ریشمی لبادہ تھا یہ انتہائی باریک بڑے کا لباس تھا اور اسے بدن کو ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یو یہ لبادہ پہن لو۔

یہ۔ یہ میں نے کیا۔

اٹھو۔ وہ سر دلیجے میں بولی۔ لیکن میں اس باریک کپڑے کے لبادے کو نہیں پہننا چاہتی تھی۔

میں اس لباس میں ٹھیک ہوں۔

میں کہتی ہوں اٹھ جاؤ مجھے تشدد کرنے پر مجبور نہ کرو۔ مجھ کو سونو تو سہی رسو تو رہی۔ میں نے کہا اپنا کمر دوسرے لمحے اس نے میرے بال اپنی ٹھیکوں میں جکڑ لیے اور جھٹکا کھڑا کر دیا۔

اگر وقت سے پہلے مرنا نہیں چاہتیں جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی کرو۔

لیکن اس لباس میں مجھے غیرت محسوس ہوگی۔ جو کچھ بھی ہو یہ بتا ہے نہیں۔ اس نے کہا میں نے مزید عرض کیا تو دفعتاً اس نے میرے گریباں میں ہاتھ ڈال کر میرا لباس نیچے تک پھاڑ دیا اس لباس کے نیچے کچھ نہ تھا میں غیرت سے زمین میں گر گئی۔

لیکن وحشی عورت نے میرے اوپر ایک گونڈنالا اور میں نیچے گر پڑی تب اس نے زبردستی میرا لباس اتار دیا اور مجھے وہ لبادہ پہننے کے لیے کہا ریشمی لبادہ پہننا نہ پہننا

بدتماش عورت ہمیشہ ان کے ساتھ آتی تھی اور میری دل کو نغروی سے دیکھتی رہتی تھی کئی بار میں نے اس سے سوالات کیے لی کو شش کی لیکن وہ نفرت سے سنہ پھیر کر واپس چل دیتی تھی۔

مجھے اندازہ نہیں رہا تھا کہ مجھے یہاں کتنے دن ہو گئے تھے غالباً تین ماہ یا پھر تین ماہ ہو گا اب میری حالت وحشی جانوروں جیسی ہو گئی تھی تب ایک دن میری تقدیر میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی اس بار اس عورت کے ساتھ دو مردوں کے علاوہ کچھ اور خورتن بھی تھیں لیکن آج وہ کھانا نہیں لائے تھے مجھے روز آنا کھانا دینے والی عورت نے کہا۔ چلو باہر نکلو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کا تالا کھولا دیا تھا میں وحشت زدہ سی باہر نکل آئی میں نے بے ہوشی میں چھوٹا۔

کہاں لے جا رہے ہو مجھے۔

میں نہیں جانتی اس نے جواب دیا اور مجھے ساتھ لے کر اشارہ کر کے چلی پڑی وہ خورتن جو اس کے ساتھ آئی تھیں مجھے آگے دھکیل کر وہی تھیں پتہ نہیں یہ فرق کیوں رکھا

گیا تھا اگر مرد کی مجھے گھیسٹ کر لے جاتے تو کوئی ایسی بات نہ ہو جاتی یہاں کون سی میری قدر کی جا رہی تھی۔

وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک کمرہ میں آئیں کشادہ اور آرام دہ کمرہ تھا یہاں ضروریات کی تمام چیزیں موجود تھیں تب اس عورت نے اشارہ کیا۔

جاؤ غسل کرو۔ میں غسل کرنے کے لیے بے چین تھی جو حالت ہو رہی تھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر لباس اتار کر نل کے نیچے بیٹھ گئی۔

میں نے اپنے بدن سے ایک ڈیڑھ ماہ کی غلاظت اتاری اور یوں محسوس ہوا جیسے نیا جنم لیا ہو لیکن لباس اس سے پہلے اور جیکٹ لباس کو پہننے کو میرا جی نہیں چاہ رہا تھا دفعتاً دروازہ کھلا اور وہی عورت اندر داخل ہوئی۔ مجھے جہت ہوئی میں نے تو دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ یہ اس قسم کا لاک ہے جسے باہر سے بھی کھولا جاسکتا ہے۔ میں اسے دیکھ کر اپنا بدن چرٹنے لگی تو وہ ایک محروہ سی ہنسی ہنس دی۔

یوں بی بی کپڑے پہن لو کپڑے لائی ہوں تمہارے لیے

”کیسی طبیعت ہے؟“
 ”نرس کیا یہ اسپتال ہے
 ہاں۔ اس نے جواب دیا۔
 کیا یہاں زہر مل سکتا ہے
 کیا مطلب؟“

”نرس تم نے زندگی میں کسی پر کوئی احسان کیا ہے۔
 کیا کہنا چاہتی ہو۔
 مجھے ایک زہر کا انجکشن دے دو میں اس زندگی
 سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔
 نہیں۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔
 نرس پلینے بھونکنے کے لیے میری مدد کرو مجھے
 زہر چاہیے نرس مجھے زہر چاہیے۔“

”میں نے کہا نا یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے ہم زندگی
 دیتے ہیں لیتے نہیں۔
 مگر کسے ایک کوڑھی کو زندگی دینا چاہتے ہو تم ایک
 ایسے وجود کو جس میں اب کوڑھ کے سوا کچھ نہیں ہے مجھے
 اپنی ذات سے لعفن محسوس ہو رہا ہے نرس مجھے موت چاہیے۔“

مجھے موت چاہیے۔
 اچھا ٹھہرو۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کیے دیتی ہوں
 نرس نے کہا اور چند لمحات کے بعد وہ ایک انجکشن کے ذریعے
 پاس بڑھ گئی۔
 تم خود تم ہتیا کر رہی ہو یہ سوچ لو میرا کوئی دوش نہیں
 ہوگا۔

”نہیں نرس۔ میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی۔ میں نے کہا اور
 نرس نے انجکشن میرے بازو میں لگا دیا مجھے بڑا سکون محسوس
 ہوا تھا یوں لگا تھا جیسے میں نے اپنی زندگی کا مقصد پایا ہو
 ہاں موت ہی میری زندگی کا مقصد ہے گئی تھی اب ورنہ اس
 پامال وجود میں اور کیا باقی تھا۔“

آہستہ آہستہ میری آنکھیں بند ہو گئیں اس موت کی
 آغوش میں جا رہی تھی اور اس بات کا مجھے پورا پورا احساس تھا
 لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں ہر احساس سے جاری ہو گئی۔
 موت نہیں آئی تھی نرس نے مجھے زہر کا انجکشن نہیں دیا
 تھا بلکہ ہے ہوشی کا انجکشن لگایا تھا جو کہ جب انجکشن کا اثر
 زائل ہوا تو پھر میرے حواس جاگ اٹھے اور اس کے بعد پھر
 وہی درد وہی کوب لیکن اب مجھے عموماً بے ہوش رکھا جاتا

تھا بنانے کتنے دن اس اسپتال میں گئے اور اس کے بعد ایک
 بار جب مجھے ہوش آیا تو میرے وجود کے سارے دکھ و غم
 ہو چکے تھے میں اپنے آپ کو مفلکت محسوس کر رہی تھی زندگی
 گئی تھی اس وقت ایک اور نوجوان سی لڑکی میرے سامنے کھڑی
 تھی میں نے اس کی آنکھوں میں کسی قدر نرمی کے آثار دیکھے
 اور اس سے کہا۔

”تم نئی آنٹی ہو ڈیوٹی پر۔
 ہاں اس نے جواب دیا۔“

”مجھے جانتی ہو۔“

”ہاں تم ہماری مریدہ ہو۔“

”کیا تکلیف ہے مجھے۔“

”یہ مجھے نہیں معلوم ڈاکٹر بھلا جانتے ہیں؟“

”یہ ڈاکٹر بھلا کون ہیں۔“

اس اسپتال کے انچارج ہیں۔“

یہ اسپتال کہاں ہے؟

تمہیں نہیں معلوم۔

نہیں میں نہیں جانتی۔

میں ڈاکٹر بھلا کو بلا کر لاتی ہوں پر تمہیں کیوں مجھ سے
 منع کر دیا گیا تھا کہ تم سے کوئی سوال و جواب نہ لیا جائے۔
 سو نرس سونہرے اسپتال جہاں کہیں بھی ہے کیا تم نے
 یہاں سے رہائی دلا سکتی ہو۔

کیا مطلب۔
 میرا مطلب ہے کیا یہاں میری نگرانی کے لیے لوگ
 تو موجود نہیں ہیں۔

نہیں ایک مریض کی نگرانی کیا معنی رکھتی ہے۔

اوہ میں نے آہستہ سے کہا اور میرا ذہن خیالات کی

بھول بھلیوں میں گم ہو گیا مجھے یہاں پہنچانے کے لجان لوگا

کا کیا مقصد رہ گیا تھا کہ وقت رادھن سچے زندہ تھا اس نے

مجھے میری جرت ہی پر سزا دی تھی کہ مجھے ان کتوں کے ولے لے لیا

تھا جنہوں نے میرے وجود کو بھونچ کر رکھا یا تھا اور اس کے

بعد مجھے اسپتال میں بھیج دیا گیا تاکہ یہاں ندرست ہونے کے

بعد میں زندگی بھراڈنیوں کا شکار رہوں لیکن یہی کیا بچے

مرجانا چاہیے کیا مجھے خودکشی کر لینا چاہیے اور اس وقت میرے

دل میں ایک نیا غم جاگا میں زندہ رہوں گی مجھے زندہ رہنا

چاہیے رادھن سچے کی چیز دستاں صرف جبر تک ہی خود

دہوں گی میرے بعد بنانے کتنی تو کیا اس کی اس زندگی
 ہاشکار ہوں گی اور اگر اس کی بات نہ مانتیں گی تو میری طرح
 سزا پائیں گی بیوں نہ میں اپنی زندگی رادھن سچے کے لیے
 وقف کر دوں ہاں یہ زندگی کا بہترین مصرف تھا موت تو میری
 پہلی آرزو تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی رادھن سچے کو ختم
 کرنا میری زندگی کا بڑا مقصد بن کر رہ گیا تھا اگر زندہ رہتی ہوں
 تو اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دوں ورنہ موت
 تو میرا مقصد ہے اور اس احساس نے میرے اندر ایک نئی
 روح بھونک دی جس نے سوچا کہ نرس سے مدد مانگنے کی

کی ضرورت ہے مجھے پریشانی سے کام لینا چاہیے اگر تقدیر
 نے نکلنے کا موقع دیا ہے تو پھر مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے
 مجھے رادھن سچے کے چنگل سے نکل کر اس کے خلاف برسرِ کار
 ہو جانا چاہیے۔

اور اسی رات جب اسپتال میں خاموشی طاری تھی میں

اس کی ممتی کھڑکی سے کود کر باہر نکل آئی ایک چھوٹے سے لان

سے گزر کر میں دروازے سے باہر نکل آئی تھی مجھے ان روزہ

نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے وہ، پنجر اور دروازے سا چلا ہوا

تھا کہیں کہیں چھدرے چھدرے درخت نظر آ رہے تھے

ان درختوں کے پس منظر میں چھوٹی چھوٹی چھوٹی چھوٹی چھوٹی

پھلی ہوتی تھیں گویا کوئی گاؤں یا قصبہ وغیرہ ہے لیکن کون

سا اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

میں آگے بڑھتی رہتی تھوڑے فاصلے پر ایک نشیب

آیا اور میں ملگجے اندھیرے میں اس نشیب میں آخر کئی چاروں

طرف ویرانی پھیلی ہوئی تھی میرے سامنے کوئی سڑک نہیں

تھی بس تاحد لگا اندھیرا پھیلا ہوا تھا یہ چھوٹی چھوٹی چھوٹی

میں ڈوبی ہوئی تھیں جو ستاروں کی مدہم چھاؤں کی جی

نمایاں ہو جاتیں اور جب بادل آسمان پر پھیلے جیسے ستارے

کو کچی اپنی آغوش میں لے لیتے تو وہ لگا ہوں سے اوجھل ہو

جاتیں لیکن تھوڑی دیر پہنچنے کے بعد مجھے ایک بگڑی نما

سڑک نظر آئی۔ میں برسی طرح اس سڑک پر دوڑنے لگی

اس جگہ سے آتی دور نکل جانا چاہتی تھی کہ کوئی میرے بارے

میں سراغ نہ لگے سے بھاگنے بھاگتے سانس برسی طرح پھیل

گیا تھا لیکن کھلی ہوا اچھوٹوں کو تو قوت بخش رہی تھی۔

یہ بگڑی نما ایک نہر کے ساتھ ساتھ گزرتی تھی نہر کے

بل کے پاس میں رکی مجھے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہ پہنچنے

کے بعد مجھے یہ بل عبور کرنا چاہیے۔ یا اس طرح آگے بڑھتی
 رہوں لیکن پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ بل عبور کر رہی جا لیجئے مگر
 میں کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔
 بل عبور کرنے کے لیے توڑنا یا ایک فلائنگ ہیلی کپٹی
 کر درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا آگے بڑھ کر یہ درخت بھان
 ہوئے جا رہے تھے ان کے درمیان اندھیرا اترا اٹھا تھا اور
 مجھے اندازہ ہی نہیں ہو رہا تھا کہ آگے کیلئے۔

لیکن میں ہر خوف سے بے نیاز آگے بڑھ رہی تھی
 خوف کا احساس تو لے رہا ہے جس میں زندگی کی ایک

ہوتی ہے میں تو اپنی زندگی کو لاش کو گھیسٹ رہی تھی جس میں

زندگی پالنے کی کوئی آرزو نہیں تھی۔

نئی نے کتنی دیر تک میں سفر کرتی رہی اور اس کے

بعد میری قوت ایک بار پھر جواب دے گئی میں آہستہ آہستہ

ایک درخت کے تنے کے ساتھ بیٹھ گئی اور میں نے آنکھیں

بند کر کے اس طرف میں ہولناک آوازیں ابھر رہی تھیں کئی کئی

گندڑ کے چیخنے کی آوازیں بہت قریب سے محسوس ہوتی

اور کئی کئی اور جانور کی دھار سنائی دیتی ان آوازوں پر

میرے کان متوجہ ہوتے دل میں خوف کی ایک ہلکی سی

لہر اٹھتی لیکن پھر وہی احساس مجھے دہلچا لینا ویرانی اور بے

بسی کا احساس۔

مجھے اپنی آنکھوں سے ہمتے ہوتے آنسوؤں کا کھول

بھی نہ ہو سکا بے بسی کے احساس نے میرے دل کو خون کے

آنسو روئے پر عبور کر دیا تھا اس قدر ترنا تھی میں اس دنیا میں

جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا اس میں میرا قصور کہاں تک تھا۔

میں سوچتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ میرے اندر ایک نئے

وجود نے جنم لیا میں نے دل میں سوچا کہ اس دنیا کے رہنے والوں

نے مجھ سے میرا گھر بار چھین لیا مال باپ چھین لیے ہر کچھ

چھین لیا یہاں تک کہ میری آروغی لٹ گئی تو پھر دنیا سے

مجھے کیا امید رہی ہوتی چاہیے کس کو انسانیت کا علم دار

سمجھا اور کسے شیطان کا بچا کر یہاں تو سب ہی کہاں ہیں

مجھے بھی ان کے درمیان ہی اپنی جگہ بنانی چاہیے میں انسان کا

جو احساس دل میں لیے اسپتال سے فرار ہوتی تھی ہے زندہ

رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ میں بھی ایک وحشی دندنہ کا

روپ کا لوں ہر چند کہ میں ایک ثورت تھی لیکن میرے غم

بلند تھے نرتہ رتہ میرے دل سے خوف کا ہر احساس نکل گیا

اور اپنے اندر کی اس ہیجی کو میں محسوس کرنے لگا ہوں سے دیکھنے لگی۔

درند سے اس کائنات میں ہر جگہ بکھرے ہوئے ہیں ان سے اپنا تحفظ کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں کیونکہ اب اس باہمال وجود میں گیارہ گیارہ گیارہ ہاں کم از کم اندر دل کو مٹانے کے لیے کارروائی کرنا چاہئے۔

جنگل میں گیدڑوں کے چیخنے کی آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی لیکن موجودہ وجود میں خوف کی ہلکی سی سرسراہٹ بھی نہیں تھی میں اپنا آئندہ رورگرم ہتھیار ہی تھی مجھے بڑی ہوشیاری اور ذہانت سے اپنا کاکڑیاں ہوا وہ معصومیت اور وہ سادگی جو کبھی میری زندگی میں شامل تھی رخصت کر کے اپنے لیے نئے راستے بنانے ہوں گے اور اب مجھے صبح کا انتظار تھا۔

اس صبح کا سورج طلوع ہوا تو میں نے اسے اجنبی لگا ہوں سے دیکھا اس وقت ایک معصوم اور سادہ ہی کوشل یہاں موجود نہیں تھی بلکہ اس کی خونخوار عورت جنم کے بجلی تھی دفعتاً مجھے قرب و جوار میں کہیں ایک مٹھن کی ہلکی

سی گڑگڑاہٹ سنائی دی شاید کوئی کار اس طرف آ رہی تھی لیکن جنگل میں کار کی آمد کیا معنی رکھتی ہے میں نے کی گڑگڑاہٹ تھوڑی دیر تک کو بجتی رہی اور پھر کانوں سے دور ہو گئی لیکن ہلکی آواز میں اب بھی ابھری تھیں۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ پھرا کی طرح مجھے نہائی۔ دی اور میں چونک پڑی۔ یہ کیا ہے میں نے دل ہی دل میں پوچھا اور ادھر ادھر لگا میں دوڑانے لگی میرے بائیں سمت جنگل کے درخت کچھ ہلکے ہونے جا رہے تھے اس ہی سمت ہل پڑی تو یہاں آدھے فلائنگ پلنے کے بعد مجھے اس آواز کی سمت معلوم ہوئی۔

جنگل کا سلسلہ یہاں ختم ہو گیا تھا اب یہاں کھیت پھیلے ہوئے تھے ایک ٹریٹر تھا جو زمین کی مٹی ہموار کر رہا تھا میں اسے دیکھتی رہی ایک درمیانی ٹرا آدھی اسے جلا رہا تھا وہ جدید لباس میں ملبوس تھا بڑی بڑی موٹی موٹی ٹھیکس میں پوشیدہ چہرہ تھا اس آہستہ آہستہ کھیت کے کنارے جا کھڑی ہوئی اور اس بار جب وہ میرے قریب سے گزرا تو اس کی کانٹاں نظر پڑیں دوسرے ٹریٹر کو بریک لگا اور وہ رکا گیا اس کا اچن ابھی اسٹارٹ تھا اور وہ شخص متوجہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس کی لگا میں میرے پیروں پر

جھکے تین اور اس نے آہستہ سے کہا۔
بچھل پیری تو نہیں ہے۔ میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کیا اور آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچی۔
کیا کہا تم نے مجھے بچھل پیری۔
ارے نہیں نہیں غلطی ہو گئی تھی وہ عیب سے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

ہاں نہیں غلطی ہی ہوئی ہے میں بچھل پیری نہیں ہوں بلکہ ایک مصیبت کی ماری ہوں۔

مصیبت کی ماریوں کے لیے ہمارے دل میں ایک خاص جگہ ہے۔ بولو ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں اس نے کہا گفتگو سے بس عجیب سا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس وقت مجھے کسی بھی سہارے کی ضرورت تھی اپنی عقل اور ہوشیاری سے کاکڑے میں اپنے لیے ایک جگہ بنانا چاہتی تھی۔ میری فطرت میں جو تہذیبیں اور رونا ہوتی تھیں انہوں نے مجھے ہر طرح کے خوف اور وسوسوں سے بے نیاز کر دیا تھا جو کچھ میت بھی تھی وہ اگر بار بار تہیتی رہے تو مجھے بھلا اب اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی انسان کی اپنی زندگی میں اس کی اپنی ذات

کے لیے چند ہی لمحات ہوتے ہیں ورنہ زیادہ تر زندگی دوسروں کے سہارے گزرتی ہے۔ بچپن میں ماں باپ کے رحم و کرم پر جوانی میں شادی ہو جانے کے بعد تہیتی کے رحم و کرم اور اس کے بعد لینے پونے کے اور لیکن مجھے تینوں سہارے اب حاصل نہیں تھے تو میرے اندر ایک نیا معزم ایک نئی بہت پیدا ہوئی تھی اور پھر چونکہ میری لگا ہوں کے سامنے ایک مقصد بھی تھا اس لیے اب میں نے اپنے جیسے انسانوں سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا۔ موت کی مجھے کوئی پروا نہیں تھی باقی دوسری چیزیں زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی ہی رہتی ہیں۔ چنانچہ میں اس شخص سے بے لگافی سے بات کرنے لگی۔

اگر تمہارے پاس مصیبت کے ماروں کے لیے کوئی جگہ ہے تو میں اس کی سب سے زیادہ حق دار ہوں۔
ہوں بڑھی کبھی معلوم ہوئی ہو۔ اس نے کہا۔
شکل سے تو تم بھی کسان نہیں لگتے میں نے فوراً کہا اور وہ ہنس پڑا۔
ٹھیک کہتی ہو تو تم میں درحقیقت کسان نہیں ہوں یہ زمینیں میری ہیں اور میں اپنی زمینوں کو غیر لوں کا ٹون دینے کے بجائے اپنا لیندہ ہی دینا پسند کرتا ہوں۔

مجھے پناہ دو گے۔
تمہاری شکل و صورت دیکھ کر دل میں تمہارے لیے درد ہی کے جذبے جاگ اٹھے ہیں کاکڑے ہاتھ لگ کر کوئی نہ نہیں چلو آؤ میرے ساتھ وہ طریقے سے سے نچا کر اس میں خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی اس نے آتے آتے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا ایک موٹر پرائر لگانے لگی تھی چھوڑ دی اور دائیں ہاتھ کی طرف چل دیا اب ہم کچھ میدان میں چل رہے تھے جہاں غالباً کچھ وقت پہلے ریش ہوئی تھی مٹی کی ہی بتائی تھی۔

زخمی پیروں نئے نرم نرم مٹی کا بس مجھے اچھا لگا میں میدان عبور کرنے میں خاموشی دیر لگی اور اس کے بعد نیم پدان کے دوسرے سرے پر درختوں کے قریب پہنچ گئے اس کے دوسری طرف نیم پختہ مکان کی چار دیواری نظر آ رہی تھی دروازے میں پہنچ کر اس نے دستک دی ورنہ اندر سے ہی دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولنے والا دھوئی اور کرتے میں ملبوس لٹھے ہوئے بدن کا ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا اس نے

پہلے میرے ساتھی کو اور پھر مجھے دیکھا اور اس کے بعد مجھے بہت گایا ہم اندر داخل ہو گئے چھوٹی سی ڈیوڑھی کے بعد پلاسٹک مین تھا اس کے بعد برآمدہ اور برآمدے کے دوسری طرف نظار میں بنے ہوئے چند کمروں کے دروازے برآمدے میں لپٹا ہوا بڑی ہوئی تھیں مجھے لائے والے نے ایک کمری پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے کہا۔

گول ہمارے جہان کے نہانے دھسنے کا بندوبست کرو اور تم سوتوڑکی میں نے ابھی تک تم سے تمہارا نام نہیں پوچھا کیا نام ہے تمہارا؟
بدلتی نام کا کوئی نام نہیں ہوتا تم جس نام سے چاہو مجھے پکار سکتے ہو۔

اپسرا ہوں تو کیسا لگے گا۔ وہ ہنس کر بولا۔
اپسراؤں کی تو میں کرنے سے کیا فائدہ کیا دشمنی ہے تمہیں ان سے۔

نہیں نہیں بات یہ نہیں ہے میری آنکھیں بہت دو ٹوک دیکھتی ہیں اس مٹی اور گرد سے اٹے ہوئے چہرے کے نیچے ایک اپسرا ہی چھپی ہے۔
یہ صرف تمہاری بھول ہے مجھے تم کامنی کے کام سے

پکار سکتے ہو۔
واہ۔ ہوتی نا بات ویسے میرا نام پریم کا رہے اپنے نام کے ساتھ ساتھ وہی صفات بھی رکھتا ہوں پریم کرنا میری عادت ہے میں خاموش رہی گول نام کا ملازم آدمی مکان کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے دو بالٹیاں ایک غلے نے میں چار رکھ دیں جو صحن میں ایک سمت بنا ہوا تھا اور اس کے بعد وہ پھر چلا گیا پریم کمار کہنے لگا۔

دیکھو کامی یہ جگہ تمہارے لیے بہت مناسب ہے یہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی میرے پاس اچھے لباس وغیرہ تو نہیں ہیں لیکن کچھ ساڑھیوں بڑی ہیں تم یقیناً اس لباس کو بدل کر کوئی ساڑھی پہننا پسند کرو گی گول ابھی تمہاری لاکر دے گا نہا دھو کر فارغ ہو جاؤ گا میں تمہارے لیے کھانے وغیرہ کا بندوبست کرتا ہوں۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور غسل خانے کی طرف چلی گئی غسل خانے میں دروازہ لگا ہوا تھا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ یہ دروازہ بند کروں اب میرے وجود کے سارے

دروازے کھل گئے تھے تو یہ لکڑی کا دروازہ بند کرنے سے کیا فائدہ اپنے آپ کو انتہائی پسند مند اور حریف سے مجھے بھی تھی جس کے وجود سے اس کی تمام اہمیت چھین لی گئی ہو جس کے پندار کو داغ دار کر دیا گیا ہو وہ مٹی کا ایک جہاں ڈھیر ہی رہ جاتا ہے سو میں بھی اب صرف ایک ڈھیر ہی تھی۔

بہر حال غسل خانے کا دروازہ بند کر کے اچھ طرح نہائی اور پھر دروازے پر دستک دی تو گول نے ایک زمین ساری مجھے پیش کر دی تھوڑا سا دروازہ کھول کر میں نے یہ ساری لے لی ساری کے ساتھ بلا ڈر نہیں تھا۔

ایک لٹے سوچتی رہی اور اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر بغیر بلا ڈر کے ساری پہن لی۔

اس طرح مجھے ایک عجیب سی حیرت کا احساس ہو رہا تھا یہ غیرت اب تک میرے سینے میں زندہ تھی کیا فائدہ بار بار مردہ چیزوں کو زندگی کی سانس لینے کا۔

بہر طور اپنے دل کی اس زندہ آرزو کو سینے میں دبا کر باہر نکل آئی پریم کمار برآمدے ہی میں بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب پہنچی تو وہ چونک کر کھڑا ہو گیا اس کی سپٹی چھٹی لگا میں مجھ پر زخمی ہوئی تھیں اور پھر وہ آہستہ سے

کری پر بیٹھ گیا۔
 بیٹھو کا منی۔ اس بار اس کا لہجہ سنجیدہ تھا
 منکر یہ پریم جی آپ نے میری مدد کی ہے بھگوان آپ
 کو اس کا صلہ دے گا۔
 بھتی بھگوان تو ہمیں اس کا صلہ دے چکا ہے اس لئے کہا۔

کیا مطلب۔
 کچھ نہیں کچھ نہیں تم سوچو گی کتنا کمینہ آدمی ہے ذرا
 سا احسان کر کے فوراً ہی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا
 ہے سو کمازی کا منی تم لے حد خوبصورت ہو تم جو جینے لگانے
 سے بڑا مدد ہو تین تو مجھے یقین ہی نہ آیا کہ یہ تم ہی ہو جیسے
 میں چند لمحات پہلے ایک عجیب و غریب طبعی میں دیکھ چکا
 ہوں تم بڑی سندر ہو۔

کیا یہ نہیں ہو سکتا پریم جی کہ آپ میری سندر تاکو
 نظر انداز کر دوں۔
 ہاں۔ ہاں کیوں نہیں کیوں نہیں وعدہ کیا جاتا ہے
 کہ نہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی جو تمہارے لیے نقصان
 دہ ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد گول نے ہمارے سامنے کھلے
 پینے کی بہت سی چیزیں رکھ دیں اس کے ساتھ چلتے ہی
 تھی میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب ڈرا اور خوف
 سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا میرے تکان کھائوں بیوں کہ
 اس کے سامنے نیم بویاں ہوں تو اس میں میرا قصور نہیں
 ہے جب میری تقدیر میں یہی سب کچھ لکھ دیا گیا ہے تو
 پھر میں اسے کیسے ٹال سکتی ہوں۔

چنانچہ اپنے آپ سے بے نیاز ہو کر کھانے پینے میں
 مصروف ہو گئی۔ چائے کے دو ٹین کپ پینے کے بعد میرے
 پران میں خامی تو انانی آگئی تھی ویسے بھی اسپتال میں یہ بہتر
 دیکھ بھال ہوتی تھی جس کی وجہ سے مجھے خاصا سکون ملا تھا۔
 کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے پریم کا ریسٹ
 کے بارے میں پوچھا۔

یہ گھڑالی کیوں ہے پریم کمار۔
 بس سے بول سمجھ لو ہم نے اپنے زندگی کے لیے
 کچھ خاص راستے منتخب کیے ہیں۔ میں نے شہر میں تعلیم حاصل
 کی ہے کافی اور خاصا تعلیم پانچ ہوں شادی بیاہ کے
 جھگڑے میں نہیں پڑا گھر ہے میرا جہاں اس سب کی کہیں میں

گھڑالوں سے عموماً لگ رہتا ہوں بس کبھی کبھی جاگاؤں کی
 خبر لیا کرتا ہوں۔

”شادی نہیں کی تم نے بھئی پتے نہیں سے تمہارے بہ
 نہیں۔ لیکن میرے بھائیوں نے شادیاں کی ہیں
 ان کے خوب بھئی پتے ہیں اور وہ سب کے سب مل کر سب
 بھائیوں کی زندگی حرام کیے بستے ہیں بھائیوں میں آپس
 کے ہنگامے چلتے رہتے ہیں اب تم خود سوچو آدمی جہاں تک
 چیزوں سے واقف ہو جائے تو بھلا اسے شادی کرنے کی
 کیا ضرورت ہے آزاد زندگی سب سے بہتر ہوتی ہے یہ
 زمینیں میرے حصے کی ہیں میں نے اپنی زندگی گزارنے کے لیے
 ایک مخصوص لانگھٹل منتخب کیا ہے میں نے یہ اپنا مکان بنایا
 ہے درختوں کی چھاؤں تلے یہ زمین بھی میری ہے یہاں میں
 اپنی پسند کی زندگی گزارتا ہوں بس کسی کی ملازمت نہیں کرتا
 لیکن زندگی گزارنے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے
 اور اس کے لیے میں اپنی بستی اور اس کے اطراف کی زمینوں
 سے بہتر فصلیں اگاتا ہوں اس میں میری اپنی کوشش شامل
 ہوتی ہیں میری تعلیم شامل ہوتی ہے اور اس طرح میں ایک

پر سکون زندگی گزار رہا ہوں۔
 میں نہیں دعائیں ہی دے سکتی ہوں پریم کمار کچھ گول
 تمہاری زندگی کو بر سکون ہی رکھے ورنہ اس دور میں ایک
 بر سکون انسان کو دیکھ کر لوگ بہت جلتے ہیں۔
 ”دکھی معلوم ہوتی ہو لینے ہمارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی“
 نہیں میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھو“

”لیکن پھر بھی یہ لو سوچنا پڑے گا کہ جسے میں نے پناہ
 دی ہے اس کی اپنی حیثیت کیا ہے“
 میں تمہارے سر پر مستقل سوار نہیں رہوں گی بس
 تھوڑا سا سکے یہاں گزار لینے دو اس کے بعد اپنی منزل کی
 جانب بڑھ جاؤں گی۔

کہاں سے تمہاری منزل۔
 میں نے کہا اپنی بارے میں اس سے زیادہ تمہیں
 کچھ نہیں بتاؤں گی۔
 بڑی عجیب بات ہے کوئی ایسا ہی گہرا کچھ چلا ہے تمہارے
 ساتھ جس کی وجہ سے تمہیں اتنی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے
 لیکن میرا خیال ہے خوبصورت طریقوں کی ایک ہی منزل ہوتی
 ہے وہ بھی تم ہیوں کی۔

میں نہیں سمجھی میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز میں
 نے نگاہیں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی اور
 کچھ دیر ذہن ہٹاتا تھا وہ صرف ایک ہی بات تھی بد قسمتی
 میں ایک اور بھڑپٹے سے آنکرائی ہوں اور اس
 اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش نہیں کی ہے مہر طور
 ہی کے اس دور میں میں ہر طرح سے اپنے آپ کو تیار
 تھی وہ ہنسنے لگا۔

سندری۔ بڑے سکون و آرام سے میرے اس کچھار
 رہتے ہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہو گی گول میری اس
 ن کا خیال رکھنا انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔
 جی ہمارا ج۔ گول جو ایک گوشے میں کھڑا ہوا تھا
 پھراس نے کہا۔
 کا منی۔ تم اس کر سے میں علی جاؤ گول تمہارے لیے
 راستہ آکر دے گا اور ہاں گول وہ ساڑھیاں کا منی کو
 ے دو شاہد ہم نے اس کے لیے رکھی تھیں۔
 جی ہمارا ج۔

اس کے علاوہ کا منی تمہیں جس چیز کی ضرورت ہوئے ٹھکانے
 سے مجھے بتا دینا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ اس شخص کو میں پر
 ساس نہیں دلانا چاہتی تھی کہ اس کے لیے میرے دل میں کوئی
 ہی بات جنم لے سکتی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اسے
 نہ کچھ کام کرنے تھے دھولے نے مجھے ایک کتا بنا دیا جو اچھا
 اما آراستہ کر کے تھا ایک بستر موجود تھا یہاں ضروریات زندگی
 تمام چیزیں موجود تھیں دیوار پر ایک رائلنگ رکھی تھی
 جدید ساخت کی کچی غالب پریم کا رنگ اور خیر کا خوشبو بھی رکھتا
 نامتوس میں بیٹھے کے بعد میں اس پر گڑبڑی میری آنکھوں سے ایک
 دھڑکنے والی کاسمندر دریاں ہو گئی تھا مجھ جیسی گھر بھلا کی کی
 زندگی میں یہ کیا بچپن تھی کوئی ساتھی کوئی بہارا نہیں تھا دل
 لگا کوئی خیال تھا تو بس ایک روپا کا تھا جو ماچی کے ہاں
 لڑائیں پادھی تھی میں چاہتی تھی کہ میری بہن کی زندگی پر کوئی آہنہ
 سے میں تو یاں ہوتی ہوں لیکن روپا کا چون بچانا میرا کام تھا
 ہاؤں اس کے لئے کیا کروں دیر تک تجھیں آنسو بہانی رہیں اور پھر
 نوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ آنسوؤں کے سونے خشک ہو گئے
 لاپس میری آنکھوں میں آنسو بھی باقی نہ رہے تھے اور جی آنکھوں
 لگاؤ باقی نہیں رہتے تو پھر ان سے آگ نکلتی ہے میرا سارا وجود
 نڈھ میں جھلنے لگانے نے اپنے اندر بڑی بے چینی محسوس کی اٹھ

کر بیٹھ گئی۔ ہونٹ خشک ہو رہے تھے جی چاہا کہ گول سے باتی مانگوں
 لیکن بہت بد نظری دیر تک لوں ہی بیاس سے تڑپتی رہی پھر خود ہی
 اٹھی باہر نکل اور ایک جگہ رکھ کر ہونے ٹھکوں سے پانی نکال کر پی لیا
 میں نے اتنا پانی پیا کہ مجھے خود حیرت ہوئی لیکن میرے وجود کی
 بلن سرد نہیں ہوئی تھی یہ جہاں کیوں ہے میں نے دل ہی دل میں پوچھا
 بستر پر پاؤں لٹکانے ہوئے بیٹھی میں اپنے مستقبل پر غور کر رہی تھی
 اس بات میں اب کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ رادھن بچ گیا تھا۔ رادھن
 سنگھ کی موت میری زندگی کا اہتمام ہوئی۔ اس کے بعد مجھے کسی چیز
 کی پروا نہیں تھی جہاں سے کس طرح زندگی گذری لیکن رادھن سنگھ
 کے بچ جانے کا مطلب یہ تھا کہ میرے اور اس کے درمیان مسلسل جمل
 گئی ہے میں سوچنے لگی کہ رادھن سنگھ نے مجھے وحشی کنوں کے حوالے
 کرنے کے بعد کیا پروگرام بنایا تھا۔ کم از کم ہسپتال پہنچانے کا مطلب
 یہی تھا کہ وہ مجھے زندہ رکھنا چاہتا ہے مارنا ہوتا تو وہیں کہیں
 کسی جگہ آرام سے مجھے ہلاک کیا جاسکتا تھا زندہ رکھ کر کہہ مجھ سے
 کیا چاہتا ہے اور میرے ذہن سے خود ہی اس سوال کا جواب نہ دیا
 میں نے رادھن سنگھ کا ایمان کیا تھا اس لیے بھیڑنے کے لئے یہ

ایمان بہت بڑی بات تھی جبکہ وہ اپنی زندگی میں ہمیشہ کامیابیوں سے
 بہتا رہتا ہوتا رہا تھا۔ میں نے اسے ماموت ٹھکرایا تھا بلکہ شہید زنی
 بھی کر دیا تھا اور اس کا نتیجہ میرے حق میں اچھا نہیں تھا۔
 لیکن اب میری اپنی ذات باقی نہیں رہ گئی تھی جو میں اس کے
 بارے میں سوچتی۔ خوف تھا تو صرف روپا کا یہی سوچا دل میں کسی
 طرح روپا کو ماما جی کے گھر سے بھی نکال کر کہیں اور پوش کر دیا
 جائے لیکن کہاں میرے دساکل ابھی خود دیکھتے رفتہ رفتہ میرے
 ذہن میں روشنیاں ہونے لگیں میں جو کچھ نہ گئی ہوں اس کے
 بعد یہ سوچنا کہ میری زندگی کا کچھ مقصد ہو گا بے کار ہی بات
 تھی ہاں اگر میں اپنا کچھ مقصد بناؤں تو پھر میری زندگی میں
 کچھ خوشگوار لمحات آسکتے ہیں اور وہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح
 بھی ممکن ہو سکے رادھن سنگھ کو فنا کر دوں اس کی ایک ایک
 چیز جلا دوں اس کے پر سے وجود کو شرب میں ڈبو دوں اس
 کو ایسی اذیتیں دوں کہ وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو جائے اور اس
 کے لئے مجھے اپنی ان تمام پوشیدہ قوتوں کو آزاد دینی تھی جن سے
 اس سے قبل میں خود بھی روشناس نہیں تھی بہت دیر تک سوچتی
 رہی پھر پریم کمار کا خیال ذہن میں آیا۔ بھئیوں کی اس کچھاریں
 وہ بھی ایک بھئی ہے یہ ہے کہ گھر کا میری کچھاریں آرام کر دے
 کچھار کا مطلب یہی تھا کہ وہ اپنے آپ کو بھئی بنا کھٹھکے۔ ہنہ
 بھئی پڑا۔ اسے یہ اندازہ نہیں ہے کہ ایک زخمی شیرنی اس کے مد

مقابلہ ہے وہ مجھے پہچان نہیں سکا ہے لے یا احساس نہیں ہے کہ میرے سارے شر میں زہر ہی زہر بھرا ہوا ہے میں ایک بل کھاتی ہوں ناگن ہوں ایسے تمام لوگوں کی موت میری زندگی کا مقصد بن جانا چاہیے جو عورت کو ہر بڑی نگاہ سے دیکھتے ہیں جن کی نظروں میں ماں بہن بیٹی کا تصور اس طرح کھوجا ہے کہ وہ لاپتہ سے بالکل دور چلے جاتے ہیں ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ یہ لوگوں کی زندگی بے شماریری جیوں کے لئے موت کا پیمانہ لاقی ہے ان کے گھر جڑ جاتے ہیں ان کے ماں باپ ان کی وجہ سے مارے جاتے ہیں۔ نہیں پریم کہ تم بھی بھیڑیے ہو اور کسی بھیڑیے کا سامنا ہونے پر میں سے زندہ نہیں چھوڑ سکتی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی اور رات نکل کر اسے اتار لی اسے چیک کیا اور رات نکل گیا تھا شکابھی اس میں تھل گیا ہوا تھا۔

پھر میں نے اسی کمرے میں کارٹوں کی تلاش شروع کر دی اور مجھے دقت نہ ہوئی ایک بیز کی دروازے کے کچھ حصے تھے گاڑیوں کا بیگ مل گیا میں نے رات نکل میں کارٹوں ڈالے اور اس کے بعد اسے بستر پر رکھ کر لیٹ گئی۔ دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا میں نے کی کشش کرنے لگی اور مجھے نیند آگئی سارا دن سوئی رہی تھی شام کمرے کے درشن والوں سے باہر نکال رہی تھی جب میری آنکھ کھلی جا رہی تھی اس احساس ہوا کہ یہ ستاؤ میرے دل درماغ میں لپسا ہوا ہے میں نے رات نکل کو گھوم کر دیکھا وہ میرے پاس ہی تھی میں نے کمرے سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اس کمرے سے میں مجھے آرام کرنا چاہیے میں نے سوچا تقریباً رات ہو چکی تھی اس وقت جب میرے کمرے کا دروازہ پٹیا لگایا میں نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ وہ اندر میں دروازہ کھول دیا تھا پریم کمار ہی تھا نٹھے میں دھت آنکھوں میں لالی ملی بڑا ہوا وہ اندر آ گیا۔

اسے تم ابھی تک سو رہی ہو اجڑی اجڑی سی ہو مگر نہیں تم اجڑی اجڑی کہاں ہو تم میرے خوابوں کی تمہیل ہو۔ وہ اندر داخل ہوا اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا یہ کیا کر رہے ہو پریم کمار۔

کچھ نہیں کارو بار کیا تھا منافع وصول کرنا چاہتا ہوں۔

کیا مطلب دیکھو کامی۔ میں نے تمہیں بہا دیا بہت برسے حالات تھے تمہارے اس کے باوجود میں نے تمہیں بہا دیا میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو کہاں سے آئی ہو کون حالات کا نشانہ

ہوئی ہو اگر تم اپنے دشمنوں سے چھپ کر یہاں تک پہنچے ہو تو وہ دشمن یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ میں ان حالات میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کامی۔ تم یہاں سے رہو جب تک جی چاہے رہو۔ دو سال دو سال پانچ سال یہاں نہیں ہر طرح کی آسائیاں ملیں گی لیکن نہیں میری حیثیت کو ایک خاص انداز میں قبول کرنا ہو گا تمہارا مصرف ہے اور یہی بل معاوضہ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

میں یہاں مستقل قیام نہیں کرنا چاہتی پریم کمار تم غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ حالانکہ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں یہاں صرف تھوڑا سا وقت لوں گی تم سے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جاؤں گی بات یہ نہیں ہے پریم کمار کہیں تمہاری خواہش سے اجنبی ہوں میں تو ایک پامال ہستی ہوں جس کا مصرف اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا گیا کہ اس کے وجود کو رو دنا چاہتا رہے لیکن میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں کہ انسان کے ذہن میں اچھائیوں کا ہر تصور مٹ گیا ہے کیا بہر انسان ایک ہی انداز میں سوچنے کا مادی پتا ہے ایسا ہے تو کیوں ہے مجھے اس کیوں کا جواب دے دو میں تمہاری ہر خواہش کی تکمیل کروں گی۔

سنو رولٹی۔ میں اس وقت بالکل سوال و جواب نہیں کر سکتا میرے ذہن میں جو کچھ ہے میں اس کا حصول چاہتا ہوں۔

اس حصول کی شکل بدل بھی تو سکتی ہے پریم کمار میں نے کہا۔

کیا مطلب

مطلب یہ کہ اگر تم اچھائیوں کی طرف رجوع کرو تو نہیں یہ احساس ہو گا کہ کسی بے نسیب انسان کو سہارا دے کر اس کی زندگی کو برا نہیں سے پچا نا کتنا بڑا کام ہے۔

اوه میں نے اپنی زندگی میں کوئی بڑا کام نہیں کیا میں اپنے آپ کو چھپانے کا مادی نہیں ہوں کہ رہا ہوں تم سے کہ میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں اور سو میں نے تم سے پہلی بار یہ نہیں کہا تھا کہ میں کوئی دھرتا تھا ہوں میں بل وقت منت فٹل کرو مجھے میرے مقصد کی طرف آتے دو۔

تو پھر سنو پریم کمار بے شک تمہارے گھرنے مجھے تھوڑا سا سہارا دیا ہے لیکن میں اس کی اتنی فزیت داکر

نہ نہیں ہوں تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے تو میری زندگی کا بھی ایک مقصد ہے۔

کیا چلو وہی بتا دو۔

تم جیسے بھی طریقوں کو ملا کر بنا۔ میں نے کہا اور دوسرے میں نے قریب رکھی ہوئی رات نکل اٹھالی پریم کمار اس امید نہیں تھی وہ اس وقت نٹھے میں تھا لیکن رات نکل دیکھو بوک بڑا۔

یہ کیا کر رہی ہو تم۔

وہی جو مجھے کرنا چاہیے میں نے جواب دیا پریم کمار نے کہ دروازہ کی طرف دیکھا اور پھر یہ اندازہ کرنے کے بعد برائی کی رات نکل سے اس کا پتہ قح ہو گیا لیکن وہ نمایاں نہ تھا میرے سامنے اور اب سانس کو مومخ دینا بہت ہی جانت ہوئی جہاں مجھ میں نے اس کا نشانہ نہ کرنا تھا لہذا وہاں ایک دھماکہ ہوا اور پریم کمار کے پیچھے کے کمرے کو دیکھتے قریب سے چلائی ہوئی کوئی نے اس کا ہر ڈھیر کر کے رکھ دیا تھا لیکن احتیاط میں نے ایک فائر کے سینے پر اور کرد یا پریم کمار زمین پر گرنا اور ایک کتے بھٹکا ہوا کیا وہ اپنی تمام آناک ہوس کے ساتھ چہنہ تک باگھا تھا میں نے رات نکل کی نال کھنی اور اس کے بعد لہذا ان رات کسی طور مناسب نہیں تھا کورٹ ہو گئی تھی اور میں جی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی لیکن سب کچھ ہی کہا جاتا ہے۔

کچھ سوچ کر میں نے کچھ اور کارٹوں نال کر ایک پوٹلی باندھے اور پھر اس کتے کا جائزہ لینے لگی چونکہ مکان بہت بڑا تھا اس وقت سے الگ تھلگ تھا اس لیے مجھے امید نہ تھی کہ فاحروں کی آوازیں دور تک نہ سنی گئی ہوں اور لوگوں کو اس کا اندازہ نہ ہو سکا ہو گا۔

لیکن میں گوئل کو کھول چکی تھی وہ یا تو اس گھر میں موجود تھا یا کھاتا تو اتنی کبھی فینڈ نہ ہوتا تھا کہ اس نے ناگروں کو نہیں سنی تھیں۔

چند لمحات تک آہیں لینے کے بعد میں اس کمرے سے نکل کر اپنے مکان کی سڑھی مجھے سب سے زیادہ تکلیف دہا رہی تھی لیکن اس کا اشتغال میں نے کر لیا میں نے ایک شخص اپنے بدن پر پہنی اور اس کے اوپر سڑھی باندھ کر میری عریا بہت چھپ گئی تھی یہ مردانہ فیض ڈھیلی

ڈھالی ضرور تھی لیکن میرا کام اور لڑائی تھی میں پریم کمار کا بیٹھی سامان تلاش کرتی رہی مجھے اس میں صرف رقم کی ضرورت تھی لیکن یہاں مجھے کچھ نہ ملتا تو میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی پھر دوسرے کمرے میں جو پریم کمار کی خواہ گاہ تھا مجھے لوٹوں کی جچی خاصی تلاش کرنا پڑی۔ اور ان لوٹوں نے میرے دل کو ڈھاس دی میں نے انہیں بھی احتیاط سے اپنے لباس میں گھونس لیا اور رات نکل ہاتھ میں لیے باہر نکل آئی کوئی مجھے دیکھتا تو عجیب سا محسوس کرتا میرا دل عجیب و غریب ہوا تھا مردانہ ڈھیلی ڈھالی فیض اس کے اوپر جچی خاصی رنگین سا ڈھلی منکر خیز معلوم ہو رہی تھی اس منکر خیزیت کو میں نے دل میں بھی محسوس کیا تھا لیکن اس وقت یہ فیض میرے بدن پر نہیں تھی بہر طور میں باہر نکل سکتی تھی اس لیے مجھے خطر نہ تھا میں دروازے پر پہنچی اور جیسے ہی دروازہ کھول کر باہر نکلے دفعتاً کوئی میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔

جیسے رام ہے رام یہی آوازیں ہیں یہ کیسی آوازیں نہیں مجھے گوئل کی آوازیں سنائی دیں لیکن اس کے علاوہ اور کوئی جاہد کار نہیں تھا کہ گوئل سے مقابلہ کروں وہ آگے بڑھا تو میں نے رات نکل کی نال اس کے قلع پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دیا اور پھر پوری قوت سے یہ نال ہی اس کی ناک پر جاری۔

گوئل کے قلع سے ایک عجیب سی آواز نکلی تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ رات نکل کی نال مارنے سے کچھ نہیں ہو گا چنانچہ میں نے اسے نال کی طرف سے پھینکا لیا اور پھر پوری قوت سے رات نکل کھائی جو گوئل کی کپٹی پر بڑی گوئل پکڑ کر دیوار سے کرایا اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میرے دوسرے وارنے اس کا بھیجا ہاشن ہاشن کر دیا وہ دونوں ہاتھ پھیلانے اور دھم مہم زین پر آ رہا خون کی جھینٹیں اڑ رہی تھیں لیکن میں اپنی سڑھی کو خون کی ان جھینٹیوں سے پچا نا چاہتی تھی اس کے بعد اور کوئی دقت نہ رہی میں وہاں سے تیزی سے باہر نکل آئی کسی منزل کا یقین نہیں تھا کسی راستے کا اندازہ نہیں تھا جس طرف اٹھا جیل پڑی مکان سے کافی دور نکل آنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ ارد گرد دور تک سناٹا طاری ہے میں چاہتی تو اس وقت مکان میں بھی رہ سکتی تھی۔ اور دن کا انتظار کر سکتی تھی لیکن یہ کسی طور مناسب نہیں تھا میں برق رفتاری سے آگے بڑھتی رہی تھی کے دھندلے دھندلے مکان بہت دور نظر آ رہے تھے لیکن میں نے وہ راستہ کاٹ

دیا اور دوسری سمت چل پڑی۔

تقریباً آدھی رات تک میں اسی طرح سفر کرتی رہی رات کے ہونا تک سناؤں میں مجھے کسی وقت بے ناہ خوف محسوس ہوتا تھا لیکن آج میں ہر خوف سے عاری تھی تو وہ دیر کے بعد دھندلا دھندلا چاند نکل آیا ہاں دلوں نے آسمان پر لبر لبر کیا ہوا تھا لیکن ان کی تہ بہت لمبی تھی اور چاند ان کے اوپر سے ہی جھانک رہا تھا جسے بھی سفر کرتے ہوئے ہاڈوں کا کوئی خطرہ چاند پر سے ہٹ جاتا تو چاند تیز ہوجاتی دیکھی آنکھوں کے سامنے ویران راستے پڑے ہوئے تھے کوئی ٹرک نہیں تھی بس اطراف میں کھیت ہی کھیت کچھ بڑے ہوئے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد مجھے ایک چھوٹا سا گاؤں نظر آیا ان میں اس کو بھی نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی میں جتنی جلدی ہو سکتا یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔

یہ سفر تقریباً صبح چار بجے تک جاری رہا اور میں تک گئی پتہ نہیں کتنا فاصلہ طے کر لیا تھا میں نے اور جب میں نے اپنے لیے کسی مناسب جگہ کیا کہ اسے یہ نگاہ دوڑائی تو مجھے ایک لائن نظر آئی۔ چمکتی ہوئی لکیریں جو چاندنی میں نمایاں ہو رہی تھیں مجھے اپنے قریب آنے کی دعوت دے رہی تھیں۔

اور میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال پیدا ہوا۔ میرے پاس ٹوٹا ٹوٹا فی الحال دو ہیں موجود ہیں ہاں یہ لائنیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی اور اب اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ خطرات سے نکل آئی تھی ابھی تو مجھے زندگی میں کتنے خوفناک واقعات سے سامنا پڑا اگر میں اس ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کرتی کرتی اسٹیشن پر جانکوں تو وہاں سے ٹرک میں بیٹھ کر کہیں روانہ ہو جاؤں گی کوئی منزل سامنے نہیں تھی کوئی مقصد نہیں تھا بس دشمنوں سے دور جھانک جانا چاہتی تھی تاکہ اپنے آپ کو سنبھال سکوں اور اس کے بعد نروڈ راجھن سنگھ سے مقابلہ کرنے کے بہتر اشتقاقیات کر لوں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سونو کرتے ہوئے میں کافی دور نکل آئی دن کی روشنی پوری طرح نمودار ہو گئی تھی میں تو آرام کرنا چاہتی تھی لیکن ان دو چمکتی ہوئی پٹریوں نے مجھے دھجوت عمل دی تھی کہ میں سفر کرتی رہوں۔

اور کوئی ایسی منزل تلاش نہ کر لوں جو مجھے دو گھنٹی سکون دے سکے اب تک کی بے سکون زندگی میں اپنے مستقبل کے بارے میں بے شمار سوچیں ہوئی تھی مجھے کیا کرنا چاہیے اور کس طرح اپنا آئندہ وقت گزارنا چاہیے۔

دل میں آگ ہوٹوں پر پیش آنکھوں میں ویران پیر مقدربنی ہوئی تھی۔ میں اپنے آپ کو تقدیر کی اس گزشت سے لگانے کی خواہش مند تھی اور ایک انسان کو اس کا پورا پورا حق پہنچتا ہے بشرطیکہ اسے انسان سمجھا جائے۔

بہر طور ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ میں نے اپنا یہ سفر جاری رکھا اور پھر ریلوے اسٹیشن تو مجھے دمل رکھا البتہ بائیں سمت بہت دور تھے ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں میں جا کر کچھ وقت گزار سکتی تھی۔

یہ ایک چھوٹی سی دھرم شمالا تھی جو مسافروں کے لیے راستوں میں بنا دی جاتی ہے۔ میں نے ایک چھوٹی سا سانس لی اور ریلوے لائن کا راستہ چھوڑ کر ویران دھرم شمالا کی جانب بڑھ گئی۔

میں نے دھرم شمالا کے صحن میں قدم رکھا پھر صحن میں پیپل کے پتے کچھ بڑے ہوئے تھے سامنے ہی ایک اونچی سا دالان نظر آ رہا تھا جس کے سامنے دو گھوڑیاں کھینیں دالان میں مجھے کوئی نظر آیا تو میرا دل ایک دم دشت سے دھڑک اٹھا میں کھوٹوں کا تصور ایک دم میرے ذہن میں ابھرا تھا۔

اس ویرانے میں اس دھرم شمالا میں جن بھوت ہی کہا کر سکتے تھے میں ایک لمحے کے لیے کانپ کر رہ گئی لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھالا جو نظر آ رہا تھا وہ ایک چادر اور ڈھسے بٹھا پتہ نہیں کیا کر رہا تھا میرے قدموں کی آہٹ پر اس نے ہٹ کر دیکھا اور میری ہی بیسی کیفیت خود اس کی بھی تھی یہ ایک ادھڑ غمزدگی تھا چہرے پر پھر ہاں پڑی ہوئی تھیں اور زونگی کی دھول کرتے میں ملیوں تھا چند لمحات وہ وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر خوفزدہ انداز میں بولا۔

میں اپنے آپ کو سمیٹ رہا تھا جیسے بس اب اس ریلوے نے ہی والا ہے۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر اسے پرنا کیا تو نے خوف زدہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اوپری طرف ماردیتے۔

بابا۔ میرے بارے میں کچھ غلط سوچ رہے ہو تم میں پڑھ لیا پچھل پیری نہیں ہوں۔

ارے نہیں نہیں ہم یہ کہاں سوچ رہے ہیں بیٹا یہ ہے کسی قدر سلسلن انداز میں کہا اور پھر بولا۔

اوپر آ جا۔ اوپر آ جا کون ہے تو بہ قسمت کی ماری لیا راستہ جھٹکتی ہے کیا ہوا ہے۔

ہاں بابا۔ میں زندگی کا راستہ جھٹکتی ہوں۔ کوئی بات نہیں میں تجھے جمع جگہ پہنچا دوں گا آ جا اب۔

میں تین ٹوٹی چھوٹی سیرھیوں کے سہارے اور پریشانی تو بڑھے نے مجھے چادر دیتے ہوئے کہا۔

یہ اور ڈھلے سردی لگ رہی ہوگی تجھے سردی رہنا تیت کے یہ الفاظ میری آنکھوں کو آنسوؤں میں لانے کا باعث بن گئے پتہ نہیں کیوں میرا دل بھرا گیا تھا۔

راڈ ٹوڑھوں میں بیٹھ گئی تو بڑھے نے بے خوف مجھے دیکھتے سے کہا۔

کسی اچھے گھر کی گنتی ہے شکل دیکھو جیسے چند ریلوے تری زانی ہو لیکن حالات نے تیری آنکھوں میں تھکن پیدا کر دی ہو لیکہ مجھے جتنی نے چھوڑ دیا تاکہ بتائے کہ ہر نکال کوئی بھول ہو گئی ہے تجھ سے کیا بھاری کچھ تو بول۔

بابا۔ بتا دوں گی ابھی مجھے دو گھنٹی سکون تو بیٹے دو۔

ہاں۔ ہاں یہ سوتو ہے۔ میرے پاس کچھ بھی ہے پانی نہیں میں سے نکال لاتا ہوں جی چاہے تو کھالے

نہیں بابا۔ تمہارا بہت شکر یہ تشکر یہ اس کی کوئی ٹرک لے

ٹھیک ہے تیری مرضی مگر بھوک لگے تو مجھ سے لے لیجئے۔

یہاں کیا کر رہے ہو بابا۔

اسے بس رکھا یا ہے بیٹا تھک گئے ہیں جیوں کا بوجھ ایسی ہی اٹھا نا پڑتا ہے کون سا ساتھ دیتا ہے لیے

یہاں یہ کچھ لے لوں ہی نہیں سے آ رہے تھے اپنی بستی ہے تھے تھک گئے۔ تو سوچا کہ دھرم شمالا میں پھرتے

گزار میں اس کے بعد آگے بڑھ جائیں گے۔ تمہاری بستی یہاں سے کتنی دور ہے میں نے سوال کیا۔ اس جگہ سے بارہ کوس ہے ری اگر بارہ کوس نہ ہوتی تو ہم سفر بیچ میں نہ روکتے۔

کیا تمہارا ہے تمہارا بابا۔ میں نے سوال کیا ہے بدری نا تھا۔ بوڑھے نے جواب دیا اور پھر سوال کیا۔

نیزا کیا نام ہے کا منی کہہ سکتے ہو بابا

بھگوان کھجی رکھے پتہ نہیں کیا پتہ پڑی ہے۔ بے چاری پر بوڑھے کے بچے میں ہمدردی تھی۔ میں اس ہمدردی سے مسلسل متاثر ہو رہی تھی۔ بہر طور یہاں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

تمہارا اندازہ درست ہے بابا۔ میں زمانے کی کستانی ہوئی ہوں میری کہانی پوچھنے کی کوشش نہ کرنا میں یوں سمجھ لو کہ میرا اس سنسار میں اب کوئی نہیں رہا۔

بے بھگوان ہے۔ بھگوان کیسی اونچی بات ہے ایسا سندر چہرہ اتنا اچھا شرم پر کتنی ہے سنسار میں کوئی نہیں ہے کوئی بات نہیں بیٹا ہم میں تیرے بدری نا تھا کا کو اپنا سمجھ لے سنا ہم تیری سا ساتھیا کریں گے۔ بدری نا تھنے کہا اور میں شکر گزار لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگی اس وقت تو

تھکنے کا سہارا بھی کافی تھا۔

دوران گفتگو بدری نا تھ کا کانٹے بتایا کہ اس کی بیٹی کا نام سوئی ہے میں سوچنے لگی کہ اگر بدری نا تھا مجھے کچھ وقت کے لیے بہار ارا ہے دو تو میں سی گلام گوشے میں پڑ کر گزارم

کچھ عرصے کے لیے راجھن سنگھ کی نگاہوں سے روٹوں ہو جاؤں گی میں چاہتی تھی کہ حالات ابھی میرے لیے بڑے ناسازگار ہیں میرے دل میں بس ایک ہی خواہش تھی کسی

طرح اپنی تنہا رہنا یا کو ماما کے ہاں سے نکال لاؤں اور پھر اس کی پرورش کا صحیح بندوبست کرنے کے بعد کچھ وقت اس طرح گزار لوں کہ میرے پاس کچھ رقم جمع ہو جائے

پھر روپا کو اس کے مستقبل کے لیے ایک اچھا سہارا دے کر میں راجھن سنگھ سے اپنا انتقام لینے نکل پڑوں لیکن اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ مجھے کچھ بہتر سہارے مل جائیں

میں نے بدسی نا تھا کا کا سے پوچھا کہ اب وہ اپنی بستی کے لیے کب روانہ ہوں گے تو انہوں نے کہا کہ بیٹا ویسے تو میں ایلا

تھکا اور سوچ رہا تھا کہ کافی دیر تک یہاں آرام کرنے کے بعد دوبارہ سفر کا آغاز کروں لیکن اب تو دل بھی ہے تو تیرے لیے مجھے پلٹنا ہی ہو گا۔

بدری کا کاگی ہاتھوں میں کوئی ایسی بات نہیں تھی ویسے بھی شکل و صورت سے وہ سیدھا سا ادھی نظر آتا تھا چنانچہ میں مطمئن ہوئی میں نے سوچا کہ سونہی ہی سہی مجھے ایک ٹھکانہ مل جائے گا بدری کا تھکا توڑی دیر بیٹھا رہا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

کیا خیال ہے چلیں بیٹا۔ ہاں کا کا۔ میں جانتی ہوں کہ جلدی سے تمہاری بہتی پہنچ جاؤں لیکن تمہارے گھر میں اور کون کون ہے۔

اری بیٹا۔ بس میں میری دھرم پتی سے میرے چار بیٹے ہیں پانچ وہ ہوتے چھٹا میں اب ساتھ میں تو ہو جاتے گی بیٹی نہیں ہے کوئی میری یاں اس لیے بھگوان نے مجھے بیٹی بھی دے دی تو پختا مت کہ کسی قسم کی یہ بات بھی میرے سکون کا باعث تھی کم از کم بدری کا تھکا شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ہم لوگوں نے سفر کا آغاز کر دیا بارہ کوس کا سفر تو دل بات نہیں تھی مجھے راستے میں بھوک لگی تو بدری کا کاگنے مجھے سٹو اور کڑ لکال کر دے دیئے چارو چارو یہی سب کچھ زہر مار کر بنا پڑا زندگی کی گاڑی تو ڈھکلیا ہی تھی اول بار ظاہر ہے میاں وہ وقت نہیں رہا تھا جب میں سکون کی آغوش میں سانس لیتی تھی اور میرے ماتا پتا میرے ناز و خیر سے اٹھاتے تھے۔

بارہ کوس کا یہ سفر کئی گھنٹے میں طے ہوا اور اس کے بعد بدری کا کاگا بالکل تھک گیا مجھے اسے بہا کر دے کر لگے لے جانا پڑا اور آدھی تھکا دیتے تھے با تھکا پاؤں جھسا ہوا سا چہرہ، لیکن مہر طور میرے لیے اس وقت وہ بہت بڑی نعمت تھا۔

مہر طور خدا خدا کر کے ہم سونہی بہتی میں داخل ہوتے لوگوں نے بدری کا کاگو دیکھا ان سے ان کی غیرت معلوم کی مجھے ان لوگوں نے تعجب کی نگاہ سے دیکھا تھا بدری کا کاگنے نے بتایا کہ میری بھانجی ہے جسے میں دوسری بہتی سے لے کر آیا ہوں اور اس کے بعد کسی نے اس پر تعریفیں کر دیا بدری کا کاگنے سے کہنے لگے کہ بھتیجی گئے۔ بدری کا کاگی نسبت ان کی

دھرم پتی بہت ہی موٹی تازہی اور ہٹی کٹی تھیں بہرے سے خاصی درشت اور ہمزاج معلوم ہوتی تھیں انہوں نے مجھے دیکھا اور کچھ بدری کا کاگے سے پوچھا۔

یہ کون ہے۔ کہاں سے لائے ہو اسے۔ ارے بھگوان بیٹھنے تو دے اسے تھوڑا آرام تو کرنے دے لمبا سفر طے کر کے آئی ہے تھوڑا سا کچھ کھائے تو کرا اسے۔

ہوں۔ جل بان۔ جلا اندر چلو۔ میں نے اس موٹی اور تندرست عورت کو دیکھا اور دل ہی دل میں اس خوفناک ہونے لگی کہ یہ مجھے سکون کے سانس نہ لینے دے گی میں سوچنے لگی کہ کس طرح اس عورت کو ہینڈل کروں۔

مہر طور میں خاموشی سے اندر چلی گئی دلان میں ٹھکانے کے بعد انہوں نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھا اور پوچھا بتاؤ یہی کون ہے تو۔

میں بھتا ہوں تو کیوں اس کی جان کھاری ہے آرام کرنے دے اس کو۔ بدری کا کاگنے موٹی عورت کو ڈانڈا رہا اور وہ خوشخوار لگا ہوں سے انہیں گھورنے لگی پھر ہنکر کے باہر نکلنے کی حالت کا یہ رخ میرے لیے ذرا ناخوشی کا تھا لیکن کچھ لگی ہو جاتے خواہ موٹی عورت کے پاؤں دھو دھو کر پینا پڑیں لیکن یہاں کچھ وقت تو گزارنا ہی تھا۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر اس سے کہا۔

چاچی جی۔ میں ان میں ایک انا تھ ہوں بے بہا ہوں بدری کا کاگنے مجھے بہا کر دینے کے لیے آئے ہیں میں آپ کی سیہ آ کروں گی آپ کے سارے کام میں خود سنبھالوں گی سنا ہے آپ کی کوئی بیٹی نہیں ہے آپ کی بیٹی بن کر سارے کام کروں گی موٹی عورت کچھ بیچ گئی اس نے کہا۔

”نہیں بیٹا ایسی کوئی بات نہیں جاؤ آرام کرو تمہارے کھانے پینے کے لیے کچھ لاتے ہیں۔ میرے چند بیٹے لگانا نے موٹی عورت کا موڈ بدل دیا تھا اور اس کے لیے حالات قدر سے برسکون ہو گئے مجھے رہنے کے لیے ایک کوچی دے دی گئی۔ بدری کے چاروں بیٹوں کا کوئی چہ نہیں تھا رات ہو گئی لیکن کوئی بیٹا تھا وہاں نہیں آیا تھا بدری بک جھک رہا تھا۔

سارے کے سارے نکلے ہیں سسرے کام چور میرا

تھ ہی نہیں ملتا نہ کوئی کام کر دیتا ہے اب تم بتاؤں کیا دل۔ غنا طب مجھ سے تھا۔

آپ کے بیٹے کتنے بڑے بڑے ہیں بدری اٹھ کا کا۔ ارے ساندکے ساندکے میں مگر اپنی ماں کے گناہ سے ہوتے ہیں۔

دیکھو دیکھو جی تم نے پھر میرا نام لیا۔ نہیں لیتا بھگوان اپنا ہی نام لیتا ہوں سارا کیا دھرا یہاں ہے۔ بدری کا کاگنے پریشان بیٹھے میں کہا۔ میں نے سوچ لیا کہ بدری کا کاگے ذرا تلخ آمدنی کچھ ٹھیک ٹھاک ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ کھڑے تلخ بے تمام ہی چیزیں ملنا موجود نہیں اگر ان کے بیٹے کام آرام نہیں کرتے تو پھر یہ بیس کہاں سے آیا میں نے اس سلسلے میں بدری کا کاگے سے پوچھ لیا۔

آپ کیا کرتے ہیں بدری کا کاگے۔ قسمت کورتا ہوں اور کچھ نہیں کرتا۔ میاں مطلب ہے آپ کی زمینیں وغیرہ ہیں۔ ہاں ہیں تھوڑی بہت زمینیں بھگوان سے آتا کیا ہے سبزی ترکاری بونی ہوتی ہے بیٹے اگر دیکھتے تو بہت مارتے کام ہو جاتے لیکن کیا ہوں۔ بس سے ہوں۔ اودہ آپ ہی ان کی دیکھ بھال کرتے ہوں گے۔

ارے کہاں بیٹا۔ ہم میں اب اتنی بہت نہیں ہے بس کسی طرح کا کچھ لیتے ہیں میں خاموش ہوئی تھی تو فرم سونے کے لیے دیا گیا تھا وہ ٹھیک ٹھاک تھا مہر طور یہاں کم از کم سکون ذرا محسوس ہوا تھا وہ تو فنا کی کیفیت میں تھی جو پریم مار کے گھر جا کر مجھے محسوس ہوتی تھی چنانچہ ان وقت کچھ سوچنے سمجھنے کو ہی نہیں چاہ رہا تھا آرام سے ٹری ٹری رہتی تھی۔

دوسری صبح جاگی تو حالات ہی بدھے ہوئے تھے چاچی لاؤ وہ بہت اچھا تھا سگوانی ہوتی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔

بیٹا چل منہ ہاتھ دھوے۔ ناشتہ کرے۔ میں نے ان ہاں بہت دیر بانی کو عجیب سی نگاہ سے دیکھا ہر چیز کی طرح ٹھکانے میں کچھ نرم ضرور کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود لعل نظرت میں تندی نظر آتی تھی وہ مجھ سے متاثر نہیں

ہوتی تھیں لیکن اس وقت ان کی شکل بالکل بدلی ہوئی تھی میں نے زیادہ غور کرنا مناسب نہیں سمجھا لیکن ہے بدری کا کاگنے نے انہیں سمجھا یا سمجھا یا ہوا اور اس کے بعد ان کے رویے یہ تبدیلی رونما ہو گئی۔

ناشتے کے لیے گاڑھا کاٹھا دو دھرا اور چار سے کا ملیدہ میرے سامنے لا کر رکھا گیا۔ مہر طور بھگوان کا پتلا ادا کر کے میں نے ناشتہ کیا اور اس کے بعد بدری کا کاگے اس چھوٹے سے مکان میں میرا پہلا دن گزارا۔

دوسری رات کو بدری کا کاگے بیٹے واپس آگئے تھے تھوڑی سی ہنگامہ دینے والے ہوئے یہاں پر ادبائش فطرت رکھتے تھے سب سے بڑے بڑے کی عمر تقریباً تینتیس سال تھی باقی اس سے دو دو تین تین سال چھوٹے تھے لیکن شکل و صورت ہی سے ننگے اور آوارہ نظر آتے تھے مجھ پر کسی نے کوئی نگاہ

توجہ نہ دی تھی بدری کا کاگے ذرا تلخ آمدنی کے بائیں میں بیٹے کچھ محسوسات نہیں تھیں وہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے میرے ساتھ ابستا ان سب کا رویہ بہت اچھا ہو گیا تھا پھر تیسرے دن بدری کا کاگے گئے وہ مجھے بتا کر نہیں گئے تھے۔ ہاں چاچی نے بتایا کہ وہ دو تین دن میں واپس آتا ہیں گے۔

تیسرے دن بدری کا کا واپس آئے اس دوران میرا اپنا ذہن بہت پرسکون ہو چکا تھا وہ مجھ سے ملا در مسکرا کر کہنے لگے۔

سندری بیٹا کے لیے ہم سندرسندری چیزیں لاتے ہیں۔ یہ دیکھا انہوں نے کچھ ساڑھیوں اور کچھ بھلے زیورات لگال کر میرے سامنے رکھ دیئے جو بہت لگنے ہوئے تھے لیکن مہر طور یہ ان کی محبت کا مظہر زیورات میں نے ایک طرف رکھ دیئے اور بدری کا کاگے کو کہا کہ ان تمام چیزوں کے لیے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بس بیٹا۔ ہم نے سوچا کہ ہماری بیٹی آئی ہے تو اس کے لیے کچھ دیکھ کر ہی لیا جائے۔ میں اب ان لوگوں کی نیت سے بہت متاثر ہو گئی یہاں رہتے ہوئے مجھے کافی دن گزار گئے تھے اور یہ دن میرے بڑے پرسکون گزرے تھے اس دوران مجھے بہت کچھ سوچنے کا موقع ملا تھا۔

دل چاہا کہ بدری کا کاگے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں اور ان سے اس سلسلے میں بھی مدد مانگوں چنانچہ

اسی رات میں نے ان سے اپنی داستان کہہ سنائی بدری کا کہہ کے چہرے پر بھرپور حیرت کے اثر نظر آرہے تھے انہوں نے کہا۔

اجھا۔ بڑی عجیب داستان سنائی تم نے تو بھائی میں تو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ سب کچھ ہے وہ بہت ڈرنک خور کرتے رہے اور پھر کہنے لگے۔

جو کچھ بھی ہوا بظاہر اب تو اس کی پختا منہ کر جو کچھ بھی ہو گا اچھا ہی ہو گا۔ میں نے کوئی خاص بات مسوس نہ کی مگر اسی رات مجھے منید نہیں آ رہی تھی میں پریشانی کے انداز میں باہر نکلائی۔

باہر تیار ہی جھاتی ہوتی تھی طرف بدری کا کہہ کر سے میں روشنی تھی پتہ نہیں وہ جاگ رہے تھے یا روشنی ہلا کر سونے کے عادی تھے لیکن پہلے تو میں نے اسی بات نہیں

دیکھی تھی یوں ہی خواہ مخواہ میرا دل چاہا کہ ان کی طرف محل جاؤں۔ کر کے سامنے پہنچی تو اندر سے بدری کا اور چاہی جی کے

بائیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں حالانکہ یہ میوب بات تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل ان باتوں کو سنے کو چاہا جو وہ لوگ کر رہے تھے

اور میں نے دروازے کی بھری سے کان لگا دیے بدری کا کا کہہ رہے تھے۔

” بڑی عجیب بات ہے بڑی ہی عجیب۔“

” مگر ہمارے لیے تو اچھی ہے۔“

” ہاں۔ بہت اچھی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے جب رادھن سنگھ ہمارا سے دیکھیں گے تو اچھل پڑیں گے مجھے تو معلوم

ہی نہ ہوتا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں اتنا بڑا کام اتنی بڑی بات بھگوان کی سوگند یوں سمجھو کہ تقدیر پلٹ گئی رادھن سنگھ کا نام سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے تھے پھر چاہی جی نے پوچھا۔

” تم نے رادھن سنگھ سے بات کی؟“

” بات کیا کی۔ بھئی ہم لوگوں کو تو عہدے کے حسین لوگ ہیں لائیں اور انعام لیں میں نے تم سے کہا تھا نامدھ بھری کہ یہ

لڑکی ہماری تقدیر پلٹ دے گی اس وقت میں نے یہ سوچ کر ہی یہ بات کہی تھی کہ اچھی خاصی سندر لڑکی ہے ہمارا ج کے

چروں میں پیش کر دینا تو ہمارا ج کوئی بڑا انعام دیں گے بڑے دیوانو اور دل کھلے ہیں وہ ایک دفعہ میں سے جو ہارستی کی ایک لڑکی ان کے سامنے پیش کی تھی تو آج تک ہم اس کا کھا ہے ہیں اب میں نے یہی سوچا تھا اور تو جانتی ہی نہ تھی منہ بھری

کہتی تھی کہ اسے نکال باہر کر دکھ میں کسی جوان لڑکی کا رہنا اچھا نہیں ہے لیکن میں نے جب اسے دھرم شالا میں رکھا

تھا اسی لمحے سوچ لیا تھا کہ یہ لڑکی ہمارے لیے پھر سال در سال کا بندوبست کر دے گی اب اور کیا کر دینا لڑکے بالے تو کئے اور

ناکارہ ہیں مجھے ہی سب کچھ کرنا پڑا ہے یہی کام کر کے اپنا جیون بنا سکتا ہوں۔ ہاں۔ یہ دوسری بات ہے کہ سبھی لڑکے اس قابل ہو گئے تو پھر دیکھ لیا جائے گا۔

” مگر تم تو کہتے ہو کہ یہ رادھن جی ہمارا ج کی دشمن ہے۔“

” اسی لیے تو اس کی قیمت بڑھ گئی اس لڑکی نے رادھن سنگھ ہمارا ج کو زخمی کیا اور ان کے چنگل سے نکل بھی لیا رادھن سنگھ کے لیے وہ کتنی دلچسپ و دلکش ہو گی میں ان کی عادت اچھی طرح

جانتا ہوں وہ اس کے لیے بیٹا ہو رہے ہوں گے۔ میں نے تو یہی یہی کہا تھا کہ میں ایک سندر لڑکی ان کے سامنے پیش کرنا چاہتا

ہوں اور وہ کہنے لگے کہ مجھے نہ مانا کا انعام ملے گا مگر اب جب ان کی دشمنی ان کے سامنے جانے کی توان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور

اس کے بعد مدد بھری یوں سمجھ لے کہ ہماری تقدیر ہی پلٹ جائیگی۔“

” مگر۔ مگر رادھن سنگھ جی کے پاس کیسے جاؤ گے۔“

” میں عقروڑھی لے جاؤں گا رادھن سنگھ جی کے آؤ۔“

پہنچ گئے ہوں گے اور شاید آج ہی رات وہ مجھ سے مل لیں ان؟

کا تو انتظار کر رہا ہوں۔“ میرے ہوش و حواس کم ہو گئے۔

” یہ کیا ہو گیا ہے میرے اس جھوٹے ہر سونگن گوشے پر کہاں سے آگ لگ گئی بدری ناٹھ کا کا بدری ناٹھ شکل نمونہ سے مصوم نظر آنے والا پورھا لڑکیوں کا دلال ہے یہ کہنت راہ سنگھ سے رابطہ رکھتا ہے اور اس نے رادھن سنگھ کو میرے بارے

میں بتا کر میرا سودا کر لیا ہے۔ شروع ہی سے یہ میرے لیے دل میں کھوٹ رکھتا ہے۔ آہ اس دنیا میں کوئی اچھا انسان نہ

یا نہیں۔ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ ایک باہر میں ایک بڑے انسان کے ہاتھ لگ گئی تھی بلکہ حقیقت تو یہی تھی کہ یہ تو بہت کم مارے جو بڑا انسان تھا وہ ہوس پرست تو مجھے دوسرے طریقے سے اپنے جانے میں لانا چاہتا تھا۔ لیکن یہ شخص، یہ شخص مجھے میرے دشمن کے ہاں پہنچائے دے رہا تھا۔

یقیناً اس رات کی بات مجھے یاد آگئی جب بچ کو عورت نوڈ لہا ہوا تھا۔ بدری ناٹھ نے اسے بتایا ہو گا کہ وہ مجھے کہ غرض سے یہاں لایا ہے اور عورت خوش ہو گئی ہوگی کہ پلہا ہے ذریعے دولت آئے گی۔ یہ تھی چاہی اور یہ تھا سنسار۔ مجھے

راج نارا صخر یہ تھا ہمارا سنسار یہ تھا ہمارا جیون ایسے تھے ہمارے لوگ بتاؤ ان لوگوں نے نفرت کی جانے باجنت۔؟

میں وحشت کے عالم میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا کر دینا چاہی ہے میرے سر سے یہ آسمان بھی چھین گیا تھا جس کے نیچے بیٹھ کر میں نے سوچا تھا کہ اب میری زندگی کے لیے بہتر اسے نکل آئیں گے

میں نے بدری کا کا اور اپنی کانی ہی لے لیا تھا یہی سہی کہ وہ مجھ پر اور زیادہ رحم کریں اور یہ سوچ کر میں کتنی مظلوم لڑکی ہوں لیکن یہاں

قوت ہی اگت گئی تھی وہ اس سے پہلے ہی رادھن سنگھ کے پاس جا کر میرا سودا کر چکے تھے۔

” آہ۔ کتنی بد نصیب ہوں میں کتنی بد نصیب ہوں اور اس وقت اس کے سو اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہاں سے نکل

بھاگوں ابھی میں پلٹنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ باہر سے کڑی جیلنے کی آوازیں سنائی دیں اور مردان اچھل کر ملحق میں آ گیا میری ہجھ

میں نہیں آیا کہ اب میں کیا کر دینا چاہیے گا اور کوئی راستہ نہیں تھا بدری کا کا کر کے باہر نکل گئے مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئے۔

اسے تو یہاں کیا کر رہی ہے۔

بدری ناٹھ کہنے میں نے تیری ساری گفتگو کن لی ہے ذلیل انسان کا قہقہے کوئی بیٹی ہوتی کاش تو پھل سے کسی کو بیٹی بنا کر تو کیا جانے بیٹی کیا چیز ہوتی ہے۔

ہر سے رام۔ ہر سے رام۔ اے باگلی ہوئی ہے تو کیا کیا بک لگا رہی ہے جی وقت آوازیں سن کر بدری ناٹھ کے چاروں بیٹے باہر نکل آئے۔

” کیا بات ہے کا کا؟ ان سے سے ایک نے پوچھا۔“

ارے بچو اس سسری کو گالیاں دے رہی ہے مجھے ارے ہمارا ہی کھا رہی ہے اتنے دل سے اور ہمیں ہی گالیاں دے رہی ہے۔

میں مار ڈالوں گی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی میں نے تو خوار شہر کی طرح بدری ناٹھ پر لپکتے ہوئے کہا لیکن اس کے چاروں اور بائیں بیٹوں نے مجھے پوری قوت سے جکڑ لیا بالآخر خاستی خانہ تو رولوا نا نہیں تھی کہ ان چاروں

شیطانوں کا مقابلہ کر سکتی۔

بدری ناٹھ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور اس نے اندر سے کڑی کھول دی یہ رادھن سنگھ کے آؤ تھے آٹھ نو آدمی آئے تھے رات کا وقت تھا شاید بدری ناٹھ نے یہی کہا تھا کہ رات کو مجھے یہاں سے لے جایا جائے

وہ سب کے سب اندر گھس آئے۔ بدری ناٹھ نے کہا۔ پچھڑا سے پچھڑو۔ یہ تو بڑی عجیب کہا میں سے پچھڑا پچھڑا

ساتھ ہی چلوں گا ہمارا ج کو یہ کہا میں سنائوں گا۔

بارہ آدمی ایک مظلوم اور بے بس لڑکی کو بے بس کرنے میں بھلا کیا دقت تھیں کر سکتے تھے انہوں نے مجھے ہری طرح

کس کر ہانڈھ لیا میرے منہ میں پچھڑا ٹھوس دیا گیا اور میں بے دست و پا ہو گئی۔

اس کے بعد وہ لکب مجھے باہر نکال لائے ہمارا چار گھوڑوں کی بچی کھڑی ہوئی تھی انہوں نے مجھے بھی میں دل

دیا میرے ہاتھ اور پاؤں ہری طرح کسے پھرتے تھے منہ میں پچھڑا ٹھنسا ہوا تھا اتنی سخت بندش تھی کہ کپل بھی نہیں کھتی تھی وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے تو کچھ لوگ

اس بھی کو چلا رہے تھے اور میرے آس پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے لے بسی سے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

آہ۔ اچھی میری معیتوں کا دور ختم نہیں ہوا تھا اچھی میری زندگی کی کتاب میں کچھ اور پریشانیوں کھسی ہوئی تھیں کاش

موت ہی آجاتے میں پھیلنے دشمن کے ہاتھوں میں جا رہی تھی اس بدترین دشمن کے ہاتھوں میں جس نے میری زندگی

کو داروغہ دار کر دیا تھا جس نے میرے وجود میں چکا چاول کے علاوہ اور کچھ نہ بھرا تھا سفر جاری رہا بدری کا کا بھی ہمارا

ساتھ ہی تھا اور پھر اس وقت بدری کا کا بھی ہمارے ساتھ ہی رادھن سنگھ کی حویلی میں داخل ہوا۔ مندر کے

پاس مجھے کھنی سے اتار گیا اور پھر اسی طرح لٹکائے لٹکا اندر لے جایا گیا۔ رادھن سنگھ کہ عین اپنے حجرے میں

موجود تھا۔ مجھے اسی انداز میں ان کے حجرے میں پہنچا دیا گیا بدری کا کا بھی ساتھ تھے انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

ہمارا ج کچھ بھول ہو گئی۔ رادھن سنگھ شہابی دیا تھا اس کے جسم پر وہی سا دھوؤں جیسا لباس تھا بڑی بڑی آنکھوں میں سرخی چمک رہی تھی اس نے بدری کا کا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

کیوں۔ کیا ہوا بدری ناٹھ جی کیا بھول ہو گئی ہے تم سے۔

ہمارا ج بھول ہو گئی اور ہم خوش بھی ہیں۔

کھول دو کسٹا ظلم کر رہے ہو۔ تم لوگ اس پر لاہن کھنکھنے لگے اپنے آڈیوں سے کہا اور میرے ہاتھ یاؤں کھول دینے کے لیے میں بھونکی شیرینی کی طرح رادھن سنگھ کی طرف بگی تو اس کے آدھوں نے مجھے جھپٹ لیا۔ اب رادھن سنگھ نے مجھے غور سے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار کھیل گئے۔

اے بدری یہی لڑکا لائے ہو تم۔ یہی لڑکی۔

ہاں ہمارا۔ یہ کہاں سے ملی تمہیں۔

ہمارا کبھی کبھی ہاں ہی ہے بڑی مشکل سے ہمارے ہاتھ آئی تھی اور بڑی حفاظت سے ہم نے اسے رکھا ہوا ہے۔ بدری ناٹھ کیا اس لڑکی کے ہتھیں بتایا کہ یہ ہماری دشمن ہے۔

ابھی تو ٹی ڈی ریلے بتایا تھا ہمارا اور میں بڑی خوشی ہوئی کہ ہم ہمارا دشمن کو ان کے چروں میں پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہوں۔ یہ لڑکی میرے اس مقصد کے لیے تو نہیں ہے جس کے لیے میں نے تم سے کہا تھا لیکن بہ طور میری ڈن سے میرے ہاتھوں سے لگی تھی میری آنکھوں سے اور جھلک ہوئی تھی۔ اور جو ہمارے دشمن ہوتے ہیں ہم ان کی قیمت عام لوگوں سے زیادہ ہی دیتے ہیں بدری ناٹھ کو اس کی منہ مانگی رقم ادا کر دی جائے اور تم لوگ اسے چھوڑ دو۔ رادھن سنگھ نے کہا اور اس کے آدھوں نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر مجھے ایک کمری میں دھکا دے دیا گیا۔ رادھن سنگھ میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا اس کے آدھی اس کے اشارے پر باہر نکل گئے لیکن میں جانتی تھی کہ وہ دروازے کے باہر موجود ہیں۔

دل چاہ رہا تھا کہ داؤتوں سے رادھن سنگھ کو جبا کر پھینک دوں لیکن میں جانتی تھی کہ میری یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی تھی میں نے اس سے نگا میں ملا لگایا۔ اب تو کیا چاہتا ہے رادھن سنگھ اب کیا چاہتا ہے شیخاں۔

ہمت چھڑ گیا ہوتا ہوں دلوی بڑی عجیب عجیب باتیں ہیں میری اپنے دشمن کو میں موت نہیں دیتا میرے دشمن دراصل مجھے جینا سکاٹھتے ہیں ان کی چالوں سے بچنا

ہوں ان پر اپنا تسلط قائم رکھتا ہوں چونکہ لی کا کھیل مجھے دنیا کا سب سے دلکش کھیل لگتا ہے تو میری بھینسی تو اب بھی جیتی رہے گی کوشل میں زندہ رکھوں گا پھر تو نے مجھے زخمی کیا تھا تو نے میرا ہجان کیا تھا اس کا نتیجہ بھگتا ہی ہوگا۔

نتیجہ تو اتنا بھگت چکی ہوں اب اور کیا کرنا چاہتا ہے ظالم کتے۔ میں نے کہا اور رادھن سنگھ ہنس رہا۔ یہ گالیاں میرے دشمن کے منہ سے نکلی ہیں اور دشمن کا لیال ہی دیتے ہیں۔ دعائیں نہیں دیتے۔ تو نے میرے ماتا پیتا کو ہلاک کر دیا تو نے بڑے چون برباد کر دیا تو پھر تو نے کیا کیا اس کا مجھے اندازہ ہے۔

میں نے تو مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہا تھا۔ مگر میری بد نصیبی کے میں دوسرا وارڈ کر سکی۔ بس تیری بد نصیبی میری خوش نصیبی ہے اور اب میں تیرے ساتھ وہ سلوک کروں گا۔ جس کا تو تصور ہی نہیں کر سکتی۔

میں جانتی ہوں کیا کرے گا تو۔ نہیں جانتی ہاں کل نہیں جانتی۔ میں تجھے زندہ رکھوں گا مگر دردوں سے بدتر کبھی کوشل ابھی تو تیری بہن جوان ہو رہی ہے کم از کم اس وقت تک تو مجھے جینا پڑے گا۔ جب تک تیری بہن تیرے بدلے میں میرے اس جرمے تک نہ پہنچ جاتے اور مجھے تیری آنکھوں کے رٹنے پر کھانک نہ کرے سمجھی یہ میرا جرم ہے اور اس کے لیے مجھے چاہیے کتنا ہی اختلاف کرنا پڑے۔

نہیں باپی اس کا نام لے۔ اس کا نام لے وہ تو معصوم ہے۔ میں اس کی معصومیت کو داغدار نہیں کرنا چاہتا کچھ وقت دوں گا اسے بڑی ہو جانے دے تیری آنکھوں کے سامنے ہی بڑی ہوئی وہ۔ کہاں ہے وہ 9

ابھی میں اسے لایا نہیں کیا فائدہ یہاں ہم ہم کرم جیسے وہ ابھی جوان ہو رہی ہے جہاں تو نے اسے چھوڑا ہے سمجھی لیکن اس کی جوانی کا پہلا دن اسے میری نفلوت میں لے آئے گا۔

رادھن سنگھ جیسے مگر وہ آدمی کے من سے پلٹنا میری آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا رو پائی معصوم میرے سامنے کچی اور میری آنکھیں آنسوؤں کی تکر نے لگیں لیکن کسی کے اس وحشی درد سے کے نہ رونے سے کوئی فائدہ نہیں تھا وہ میری کیفیات صفت اندوز ہو رہا تھا پھر اس نے کہا۔

ہاں کوشل۔ یہی تیرا مقصد ہے تو نے ہمیں ٹھکرا اپنا نقصان کیا ہے اپنا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں لیکن تم لوگ پاگلوں کے خاندان سے متعلق رکھتے ہو۔ ان کمرن لال میرے رکھوں کا نوکر تھا اس کے خاندان بڑے احسان کیے ہیں ہم نے لیکن ان کا علاج اس نے کیا۔ دوڑا تھا اپنی آتما کی شاشتی کے لیے میں نے اس آتما کو شانت کر دی میرا خیال تھا اگر تو مجھے قبول کر

ہو تو شاید میں تم لوگوں کی سرپرستی کر لیتا لیکن تو نے مجھے مارنے کی کوشش کی اتنا بڑا کھانا ڈال دیا میری پیٹھ میں اس کے بعد کیا تو مجھ سے اس بات کی توقع نہ کرتی ہے کیا ے ساتھ کوئی بھلائی کروں گا۔ یہ تیری تقدیر میں ہی ہے یہ مجھے بھی سب کچھ بتانے کے لیے بڑا انتظار کرنا ہے۔

شما کر دے ہمیں باپی شما کر دے معاف کرنے کے گناہوں کو میری بہن کو پامال نہ کر مجھے جو لپے مزادے لے مگر میری بہن کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔ تیرے لیے اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے اب وہی آگ میں جلتی رہ کوشل آئی آگ میں جلتی رہ۔ اس نے کہا ہائی اور باہر موجود اس کے خادم اندر آ گئے۔

سنو اسے بند کر دو اور اگر اس ہارے نکل گئی تو تم میں سے ایک کو بھی جیتنا چھوڑا جائے گا۔ میں اب کچھ ہی کر سکتی ہوں میرے دست و پا بھی اس کے سامنے ایک کوشلی میں مجھے بند کر دیا گیا۔

اس نے مجھے جسے اذیت کا نشانہ کر دیا تھا ان کا کوئی ہل نہیں تھا میں اپنے آپ کو اس روگ سے نہیں نکال سکتی تھی۔ کوشلی میں میرا وقت گزرنے لگا چار یا پانچ دن آئی طرح آرہے آئی دوران سوائے ان لوگوں کے اور کوئی نہ ملا تھا ڈیکھ لھانجاتے تھے زندہ رہنے کے لیے تھوڑا بہت کھانا کھانا قابیل چاہتی تھی کہ میں مراحوں لیکن پھر دل اسکا تھا کہ

زندہ رہ کر اگر اپنی بہن کو بچا سکی تو شاید کچھ کا کام جائے اس کے لیے میں زندہ رہنا چاہتی تھی یہاں اب اپنی بہن رپال کے لیے میری زندگی معصوم ہو کر رہ گئی تھی لیکن بالکل بے کار نا کا کام جانتی تھی کہ کوئی حرکت ہو کچھ ہو تو شاید میرا اپنا مقصد پورا ہو جائے اور اس کے لیے میں وقت کا انتظار کر رہی تھی کوئی دن کے والے حالات نے مجھے بتا دیا تھا کہ اب میں ایک عورت نہیں ہوں مجھے عورت بن کر زندگی گزارنے کا کوئی حق نہیں ہے مجھے بہت کچھ کرنا ہے اور یہ کرنے کے لیے اپنی بہن کو اس ظالم کے چنگل سے چکانے کے لیے مجھے فولاد بنا سنا ہوا گا ایک ایسا فولاد جس کا کوئی توڑ نہ ہو اور اس کے لیے میں دل ہی دل میں پروگرام بناتی رہی۔

میرے سینے میں اب ایک پتھرائی ہوئی سی کیفیت معصوم ہوتی تھی ڈرا و خوف میرے دل سے گویا نکل گیا تھا اب تو میں ان حالات سے خوفزدہ ہونا بھی چھوڑ چکی تھی میرے دل میں بس ایک ہی آرزو تھی ایک دفعہ اس قید خانے سے نکل جھاگوں اس کے بعد میں دینا سے لغت کروں گی صرف لغت کوئی بھی انسان قابل زخم نہیں ہے وہ کم محنت پریم کار ملا تھا اگر مجھے سہارا دے دیتا تو شاید میں اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد کسی پر خون کو شے میں بیٹھ کر زندگی گزار دیتی لیکن ہوس کے بستے قدم قدم پر نظر آتے تھے اور ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا جو ایک معصوم بوڑھے کی شکل میں آیا تھا اور جس نے مجھے یہی کہا تھا کچی بات تو یہ ہے کہ بدری ناٹھ سے زیادہ ذلیل شخص میرے سامنے اس وقت کوئی نہیں تھا کہ بتا تھا بیٹی سے محروم ہوں اور تجھے بیٹی بنا کر رکھوں گا لیکن اس کم محنت نے۔ میرا سودا کرنے کے لیے اپنے قابو میں کیا تھا اور اس کے بعد اس نے میرے حالات سے بے نیاز ہو کر بدری کیا جو اس کی خواہش تھی اس نے انسانی رشتوں کو بھلا دیا۔ سب ہی لوگ اس دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو انسانی رشتوں کی قدر نہیں کرتے انہیں صرف اپنا مفاد دیکھ کر رہتے ہیں اس دن کے ساتھ رحم کیوں کروں مجھے یوں معصوم ہوا ہے اس ساری کائنات میں بھڑپنے میں بھڑپنے کچھ ہے ہیں۔ اور میں ان بھڑپوں کے درمیان خوف و ہراس کی زندگی گزار رہی ہوں۔ لیکن اب یہ خوف و ہراس بے مقصد تھا ان بھڑپوں

کو ہلاک کرنا ہی اپنا بیون بچانے کا کام دے سکتا ہے مجھے
موتہ ملا اور تقدیر انسان کو اس کی خواہش کے مطابق موت
ضرور فراہم کرتی ہے راجہ نواز اسفراک دن بچھے دویر کو
اپنے قید خانے سے باہر نکالا گیا۔ اور رادھن سنگھ کے
سامنے پیش کیا گیا۔ رادھن سنگھ نے طنز یہ انداز میں
سکرلے ہوتے مجھے دیکھا اور پوچھا۔
کہو کو شکل کیسی ہو۔

دیا ہے پندرہ جی ہمارا ج کی میں نے پرکون لہجے
میں جواب دیا۔

اوہو۔ ہو ہم سچ سچ پرہی دیا کرتے ہیں دیکھو وہ
دیوارم جی آگے اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اسی
وقت ایک پولیس آفیسر پولیس کی وردی میں ملیوں دو آویں
کے ساتھ اندر داخل ہو گیا بڑے احترام سے اس نے رادھن
سنگھ کو پرنا کیا۔

اپنے ان آدمیوں کو باہر بھیج دو دیوارم جی۔ ذرا آپ
سے کام ہے مجھے۔ دیوارم نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور
وہ باہر نکل گئے۔ تب رادھن سنگھ میری طرف متوجہ ہوا اور
مسکرا کر بولا۔

اسے پہچانتی ہو دیوی جی۔ یہ پولیس آفیسر دیوارم ہیں
وہی جن سے تمہارے پتا جی میری نمائندگی کرنے گئے تھے اور جس
نے مجھے اطلاع دے کر تمہارے پتا جی کا سارا کچا پٹھا کھول
دیا اور پھر اسی نے تمہارے پتا جی کو گرفتار کر کے جیل میں خوشا
اور پھانسی بولا یہ وہی دیوارم ہے یہ ان خاص آدمی میرا پھیلا
بڑی عقیدت رکھتا ہے مجھ سے، میں نے لغت بھی لگا ہوا
سے اس پولیس آفیسر کو دیکھا اور وہ سکایا۔

لڑکی تو کٹ گئی معلوم ہوئی ہے کون ہے یہ۔
اوہو ہو۔ دیوارم مجھے نہیں یہ جانتے دیوان کرن
لال کی بڑی بچی کو شل۔ دیوان کرن لال جی تو تمہیں یاد ہی
ہوں گے دیوارم بڑے دیا پوتھے لیکن اندر سے بڑے
دھرم اتارے وہی جن کی نفسو میں ہم نے تھیں جو ان
تھیں جو ایک سندسری ندی کو مار کر باؤلی میں پھینکنے
چار ہے تھے اور باؤلی میں ان کی لاٹھیل گئی تھی۔
اوہو مجھ گیا ہمارا جی کون کی پتیری ہیں یہ۔
ہاں بھئی بڑی جان نہیں یہ ہمارے پاس آئیں ہم
سے اپنے پتا جی کا بدلہ لینے کی کوشش کی دوسری

طرف منہ کیے ہوتے بیٹھے تھے ہم یہ مجھے
آئیں اور ہمارے شہر میں چھری گھونپ دی بڑی
زخمی ہو گئے تھے ہم نہیں تو معلوم ہی ہے۔
اوہ تو یہ ہے وہ جس نے آپ کو زخمی کیا تھا
چنتا کر کریں میں، میں اسے ساری زندگی جیل میں رکھ
دوں گا۔

نہیں، نہیں ساری زندگی نہیں بس تھوڑے سا
کے لیے اس وقت تک جب تک ہمارا ایک کام نہ ہو
اور سونہ ہماری طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ہے کہ
یہ بھلا ہم اپنے برکھوں کے ونا ڈار کی بیٹی کو جیل میں
کراسکتے ہیں ہماری بات ہم جانیں، ہمیں اس کی پھانسی
ہے کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا، کیا ہم اس پر چاہتے ہیں
کہ تھوڑے دن یہ سرکاری جہان بن جائے بڑی آرزو ہے
ہے لوگوں کے دلوں میں کہ وہ کہیں کسی کے جہان میں سو
دیوارم اسے لے جاؤ اور اسے تھانے میں بند رکھو۔
ذمہ داری ہماری، تھانے میں اسے کوئی تکلیف نہ ہونے
پائے بس یوں سمجھو کہ تم ہمارا کام ٹھاؤ گے بڑی رہے گی
بے جا رہی سرکاری کھانا کھانے کی خوش رہے گی۔

رادھن سنگھ۔ تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو اور تم
تم سے کہتی ہوں صرف تم سے، میں نے پولیس آفیسر کا رڈ
رنگ کر کے کہا تم
تمہاں ان لوگوں کی رکھتہ کرتے ہو انہیں جرموں کا پھول
سے بچلتے ہوئے جہاں کہیں بھی وہ پریشان ہوں یا نہیں
پریشان کیا جائے وہاں تمہارا کام شروع ہوتا ہے تمہارا
فرض بیچ کر اس جیسے بیچ آدمیوں کی حاشیہ برداری کیوں
کر رہے ہو حقیقت تمہارے سامنے ہے میرا پابھی غلط
نہیں تھا اس ننگے کا لے کر تو لوگوں کو منتظر کام پر لے کی
کوشش کی تھی تم نے اس کی مدد کرنے کے بجائے اسے
پھانسی دے دی بولو کیا تم نے اپنے فرض سے غفلت نہیں
کی پولیس آفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس
نے آہستہ سے کہا۔

دیوی جی، منٹش کا فرض کیا ہوتا ہے کیا آپ مجھے بتا
سکتی ہیں۔
جو کام اس کے سپرد کر دیا جائے حکومت نے تمہارے
سپرد ہم لوگوں کی حفاظت کی ہے اور تمہاں کا کہہ دو

کیا تم اس بات پر اس آدمی کو گزند نہیں کر سکتے۔
پر آدمی تو ہو دلوی جی رہ تو جہا تا میں تو لے جڑے
آدمی ہیں کر ان تک پہنچنے کے لیے انسان کو بھانکے کتنے
فاصلے طے کرنے پڑتے ہیں۔
رضع کے فاصلے طویل نہیں ہوتے وہ سس کی راہیں
نہیں آتے انیسر فور کو ویری جگہ تمہاری اپنی بیٹی ہوتی تو
تم ایسا ہی کرتے۔

اسی لیے۔ میں نے شادی نہیں کی دلوی جی بڑا
مشکل مرط ہوتا ہے جب انسان کی اپنی بیٹی ہو
مجھے اپنی بیٹی سمجھ سکتے ہو۔ میں نے کہا۔
نہیں بن مال کے بیٹی بھلا کیسے ہو سکتی ہے پہلے
مجھے میری بیٹی سے ملنا وہ اس کے بعد میں نہیں اپنی
بیٹی سمجھ سکتا ہوں کہ محنت دل کا بالکل ہی کالا تھا اس کے
سینے میں انسان کا دل ہی نہیں تھا کوئی احساس ہی نہیں
جاگتا تھا اس کے وجود میں میں نے اس پتھر سے پھر پڑنا
مناسب نہیں سمجھا کیا نالکھ آدمی کو کسی سے ایسی بات کہنے
سے جو اس کے دماغ میں نہ آتے چنانچہ میں تو یہ تقدیر تو
گئی میں نے گردن جھکا لی اور رادھن سمجھ کر قہر لگا کر
بہنس پڑا۔

بڑا سبق دینے کی کوشش اس کی سڑکی نے تو میں اس
سے اعزاز لگا لو دیا رام کہ یہ کیا چہر ہو سکتی ہے لیکن میں امتیاز
سے اس کی حفاظت کرتی ہے یہ تمہاری ذمہ داری ہے
جہا راج نے کبھی کوئی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی
تو میں نے اسے پورا نہیں کیا۔

کیوں نہیں کہوں نہیں میں تم پر پورا پورا بھروسہ
ہے رادھن سمجھنے نے کہا میری آنکھوں میں تڑکی بھائی
ہوتی تھی رادھن سمجھ کا وار کاری تھا اس نے اپنے
جیسے ایک شیطان کو میرے لیے منتخب کر دیا تھا اور
میں جانتی تھی کہ یہ شیطان اب میرا بچھا نہیں چھوڑے گا۔
پولیس انیسر اور رادھن سمجھ کے درمیان کافی جبر
ملگ گشتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد پولیس انیسر نے
اٹھتے ہوئے کہا۔

تو جہا راج اب مجھے آگیا دیکھتے اب میں چلتا ہوں۔
نور۔ نور۔ ہمارے اس تحفے کو اپنے ساتھ
لیے جاؤ اور سو اس کے لیے ہمیں اجازت ہے جس طرح

اسے چاہے رکھنا بس ذرا تکلیف نہ ہو لے دینا لڑکوں
میں اس وقت تک اسے جیتا دیکھنا چاہتا ہوں اول جینک
میں اپنا کام پورا نہ کروں۔۔
ایسا ہی ہو گا جہا راج ایسا ہی ہو گا۔ پولیس انیسر نے
ہاتھ جوڑ کر کہا اور پھر میری طرف رخ کرتے ہوئے
چلو دلوی جی کو تو ہتھکریاں ڈال دیں تمہارا
ہاتھوں میں سزاف سے چلنا ہو تو تھادو۔

میں بھلا اب کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے بے چارگی
سے کہا لیکن میرے ان جملوں کے پیچھے ایک گہرا غم
چھپی ہوئی تھی۔ میں نے بھلا کر سکی کہ اس محنت کے ہاتھ
تو شہر نہیں جاؤ گی۔ اپنے طور پر کوشش کرو گی اور
اسے اس کی کیسنگی کا مزہ اچھا ڈوں کی لیکن لیجے میں نے
وہی بے چارگی اور نرمی پیدا کر لی تھی جو اس وقت میرے دل
سے ظاہر ہوئی چاہیے تھی۔ پولیس انیسر ہنستا ہوا بارنگل
گیا۔ دروازے سے باہر نکل کر اس نے کہا۔

ہم بھی نہیں چاہتے کہ تم جیسی سیدر زانی کو بھائیوں
میں ہتھکریاں ڈال کرے جائیں ویسے تو ہم تم پر کئی جی
الزام لگا کر تمہاری بڑی گنت بنا سکتے ہیں لیکن جہا راج نے
کہا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لیے ہم تمہیں کوئی
تکلیف نہیں پہنچا رہے۔

تو میں کب تم سے اعزاف کو رہی ہوں۔ میں نے
جواب دیا اور پولیس انیسر ہنستا ہوا باہر نکل آیا تھا
دیر کے بعد میں پولیس انیسر کی گاڑی میں بیچی شہر کی
جانب جا رہی تھی۔

پولیس کی گاڑی میں انیسر کے علاوہ تین اور آدمی
بیٹھے ہوئے تھے یہ معمولی سپاہی تھے میں نے ان سب کو کھا
دنیا کی قدر اب میری نگاہوں میں نہیں تھی۔ انسانی زندگی
سے اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی جب اس دنیا کے
رہنے والے میری جان کے لاکو ہو گئے تھے۔ میری عزت
میری غیرت میرے گھر سب کو تباہ کر دیا تھا انہوں نے
یو، پھر مجھے ان لوگوں سے ہمدردی کرنے کی کیا ضرورت
تھی ہاں تو از صغر مجھے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی تھی
ساری دنیا سے۔

پہنچنے میں ان لوگوں کی زندگی سے کیل جانا چاہتی
تھی اپنی زندگی ختم کر کے انہیں ہلاک کرنا چاہتی تھی اور

ن کے لیے میں تاک میں تھی پولیس انسپکٹور جیکے
جلے میں میرے نزدیک بیٹھا ہوا تھا باقی منزل
نہا ہی آگے پیٹھے ہوتے تھے میں نے اس قسم کی اداکاری
نہیں کر دی جیسے مجھے نیندا آرہی ہو اور میں جھونکے
لینگی۔ پولیس جیب ہتق رفتاری سے شہر کی جانب
دوڑ رہی تھی۔

دو تین بار جھونکے لیتے ہوئے میرا سر پولیس انیسر
کے شانے سے ٹکرایا اور اس نے چونک کر مجھے سیدھا
کر دیا۔
نیندا آرہی ہے دلوی جی سو جاؤ۔ سو جاؤ کوئی بات
نہیں ہے سیٹ سے ٹیک لگا لو۔ وہ نرم لہجے میں بولا
اور میں نے اس کی بات پر عمل کیا اس طرح مجھے میرے کام
میں آسانی ہو سکتی تھی میری نگاہیں اس کے سر کی طرف سے

ہوئے پستول پر جمی ہوئی تھیں جس کا دستہ باہر جھٹک رہا
تھا بس ذرا سی محنت کر کے پھر پنی سے اس پستول کو نکالنا
تھا اور اس کے بعد میری مشکل آسان ہو جلتی۔
میں تاک میں رہی آنکھیں بند کر لیں تھیں پولیس
انیسر نے مجھے ایک دو بار دیکھا اور اطمینان سے بیٹھ
گیا وہ یہی سمجھا تھا کہ میں سوچتی ہوں ایک دو بار لیٹا ہونگ
کر اس کے فریب پہنچتی لیکن وہ نہیں چوڑا نکالو میری بہت
بندھکتی۔

اور پھر اس بار جب میں اس سے مل کر تو میرا ہاتھ
اس کے پستول کے دستے پر جا پڑا دوسرے لمحے میں نے
پستول کھینچ لیا۔ پولیس انیسر کو گمان بھی نہیں تھا کہ میں
کوئی ایسی حرکت کروں گی لیکن وہ اچھل پڑا میں نے پستول
تل کر وہ میری جانب ہاتھ بڑھا تا میں نے اس کی پیشانی
کا نشانہ لے کر پستول کا گھوڑا دبا دیا۔

دھماکہ ہوا اور پولیس انیسر کی پیشانی کے پرچھے
اڑ گئے ڈرا جو ٹنگ کرنے والے سپاہی کا ہاتھ ٹیٹنگ
پر بہک گیا اور جیب آگے ٹھک کر ایک کچھ سڑک پاراڑی
کچھ اور آگے جا کر وہ ریت میں دھنس گئی دونوں سپاہی
میری طرف متوجہ ہوتے ہی تھے کہ میں نے دونوں سپاہیوں
ان کے سینوں پر داغ دیں ڈرا جو ٹنگ کرنے والا گاڑی
سے دوکر بھاگا تھا۔ لیکن اب ان میں سے کسی کو چھوڑنا

میرے لیے ممکن نہیں تھا پناہ بندہ میں نے اس جھلکے ہوئے
آدمی پر بھی گولی چلا دی اور وہ اچھل کر ہاتھ لگ کر زمین
پر ڈھیر ہو گیا۔

باقی دونوں سپاہیوں کو میں نے قریب سے گولی
چلا کر ہلاک کیا تھا اس لیے انہیں تو سانس لینے کا موقع
نہی ملا تھا پولیس انیسر بھی مرچکا تھا اور خون کے چھینٹے
فضا میں اڑ رہے تھے میں تیزی سے جیب سے آرائی تاکہ
میرا لباس خون سے خراب نہ ہو لیکن پھر بھی کچھ چھینٹے میرے
لباس پر پڑ ہی گئے تھے یہ اچھی بات تھی کہ لباس کپڑے
رنگ کا تھا جس میں وہ خون کے چھینٹے چھب گئے۔

میں دان ت بیٹھتے ہوئے پیچھے بیٹ آئی یا اندازہ
لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ ان میں سے کوئی زندہ تو نہیں
پہنچا لیکن اندازہ یہ ہوا کہ اب ان میں سے کوئی زندہ نہیں

تھا میں نے پستول ایک طرف پھینک دیا اب اس کی ضرورت
فی الحال مجھے نہیں تھی اب تو صرف یہ ضرورت تھی کہ میں
سے کسی طرح جان بچا کر کھلا لکھوں جی سڑک سے بڑھی
سڑک پر آئی اور بڑی سڑک پر پہنچنے کے بعد دوسری
طرف اتر گئی سڑک پر چلنا مناسب نہیں تھا لیکن یہ کوئی
اور گاڑی ادھر سے گزرے جیب کو دیکھ لے اور پھر مجھے
دیکھ لے ضرورت تھی اس کے بارے میں پوچھا جائے گا
اور پھر سارا کچھ کھل جائے گا ایک بار پھر مجھے آزادی
مل گئی تھی لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ میری منزل کہاں ہے
بالآخر میں چلی پڑی ایک ایسے ٹھکانے کی تلاش میں جہاں
رہ کر میں اپنے مقصد کی تکمیل کر سکوں۔

ہاں میرے سینے میں انتظار کا جو جو الا بھڑک رہا
تھا اسے صرف ایک ہی چیز سدھ کر سکتی تھی اور وہ تھی
رادھن سمجھ کی موت اس کے بعد میں نہیں جانتی تھی
کہ مجھے زندہ رہنا ہے یا مر جانا ہے میں چلتی رہی اپنی
رہی ہل حراس سے بے نیاز ہو کر قدم بڑھاتا لے رہے تھے
لیکن عوم ساتھ دے رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں
نے ایک سستی دیکھی سستی کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن گذر
رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا اسٹیشن
نظر آ رہا تھا جس پر دھول پور کھچا ہوا تھا۔



یہاں تو کوشل کو کوشل تو ایک عورت تھی ایک لڑکی ایک مصرعہ ہوا
میر سے دل میں اس کے بارے میں جاننے کی شہید خواہش تھی
وہ خاموش ہو کر زمین کرینے کی تھی میں نے اس کے بازو پر
دکھتے ہوئے کہا۔
صفا موش کیوں ہوگی کوشل؟ اس نے آنسو بھری نگاہیں
اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر یوں ہی۔

”انسان کی کمزوری ہے جب کوئی بھدرا کوئی سنے والا اس
کے سامنے ہوتا ہے تو اس کے دل کے تمام آپ بے چہرے
پڑتے ہیں۔ میری بھی یہی کیفیت ہے۔ راجہ نواز احمد خرم
کو بھدرا پایا تم نے دل لاری کی تو دل نے جا پا کر اپنا دکھ انڈیل
دے لیا اب یہ احساس ہوتا ہے کہ اس نویل کہانی سے تم
بور ہو جاؤ گے۔ کون کسی کی منتا ہے، کون کسی کے بارے میں
اس قدر تفصیل سے جاننے کا خواہاں ہوتا ہے۔ میں تم پر لازم
نہیں رکھ رہی تو از لیکن یہ دنیا ہی ایسی ہے مجھے اس دنیا
کے تجربے ہوتے ہیں۔ بہت کچھ دیکھا ہے۔ میں نے اس کا نام
میں بہت کچھ“

کوشل بے شک کسی ایسے شخص کو تم اپنی کہانی سنانے
کی کوشش کر رہی تھی تمہارے وجود سے زیادہ تمہارے وجود
کی دلچسپی سے بیزار ہوتا تو یقیناً وہ تمہاری اس کہانی سے اکتا
جاتا۔ مجھے تم سے اختلاف ہے کوشل تم ٹھوڑا کر دو تم نے
میری ذات میں کیا کیا چیزیں پائی ہیں۔ ایک دکھ بھرا دل
کے دکھ کو سمجھ سکتا ہے مجھے اپنی کہانی سناؤ کوشل ایک
ورق سناؤ اس کتاب کا جو تمہاری زندگی کی کتاب ہے مجھے
اس میں اپنی کہانی نظر آ رہی ہے مجھے یوں محسوس ہوا ہے
جیسے کوشل کی جگہ میں خود ان مصائب کا شکار کوشل کی سکیاں
اچھرنے لگیں۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر سر رکھ دیا
اور کہنے لگی۔

”نواز اول کے بچھوئے پھول لینے دو مجھے اپنی پتانا
لینے دو مجھے سنو۔ میں نے کس کو اپنی داستان نہیں سنائی تم
پہلے انسان ہوا آج میری زندگی کے تمام اوراق الٹ جانے
دو مجھے سکون ملے گا“

”سناؤ کوشل سناؤ تم دھول پر پہنچ گئی تھیں۔ تمہیں
دھول پورا سکون نظر آیا تھا میں نے اسے یاد دلایا۔ کوشل
نے آنکھیں خشک کیں چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر فری۔
”میں بے یار و مددگار رہے۔ اسرا دنیا کی مسوجوں کا شکار“

یہاں کی بلندیوں سے گرتے ہوئے حسین
آبشار رون سٹٹائی ہوئی ندیوں بلباتے ہوئے سرسبز جنگلوں
کے درمیان کلیسیاں کرتے ہوئے رنگ برنگے جانوروں میں
و شاداب چھروں سے بھرے ہوئے شہروں اور باغوں میں
کھلے ہوئے پھولوں کی اس دنیا کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ
جنت صرف ایک اشارہ سے نکلیں کی طرف راغب کرنے کا
در نہ جنت ہی زمین پر تشکیل دی گئی ہے۔

لیکن انسانوں کے مسکراتے چہروں کے پیچھے چھپی ہوئی
کرب کی لکیریں اس خیال کی نشانی کرتی ہیں۔ ان کے سینوں میں
دکھ کے جہنم چھپے ہوئے ہیں۔ کسی جہنم کو کیر کو کیر دنیا کی تباہی
چھپ جاتی ہے۔ کوشل کی کہانی نے میرے روتے کھڑے کر
دیے تھے۔ وہ مجھے ہر مل میں ملتی تھی۔ منشاء خیالات تھے اس
کے بارے میں میرے لیکن اس کی جڑی شکل میرے سامنے آئی
تھی اس نے مجھے احساس دیا تھا کہ میری داستان حیات اس
دکھوں کی ماری کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ میں تو مردگان زندگی
کی مسوجوں کو جھیل گیا۔ اپنا کھر بار چھوڑنے کے بعد سرنے عالمگیر

کی سین وادیوں سے نکلنے کے بعد چھ پر جو پائی وہ بہت دردناک
تھی لیکن غلام بیٹھ کے لے کام شروع کرنے کے بعد میری زندگی
میں عیش و آسائش اور عشرت کے سامان ہوتا ہو گئے ہیں نے
ملک ملک کی میری گورنرے راستوں پر چل کر ہی اس کی زندگی
کی وہ تمام دلچسپی اور دلچسپیاں حاصل کر لیں جو کسی انسان کی تواریش
ہو سکتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ جہنم کے کچھ گوشے ابھی تک
روشن تھے اور پرانی کو برائی کا احساس دکھوں کی شکل میں ڈھانسا
پر ہاتھ سب کچھ کر کے میں خوش نہ تھا میری جگہ اگر کوئی بے غیر
شخص ہوتا تو اتنی دولت حاصل کرنے کے بعد دنیا کے کسی بھی
ملک میں اپنے لیے جنت بنا سکتا لیکن زندگی سے ملاقات
ہوئی اور اس سے ملنے کے بعد میں اپنی پرانی زندگی کو بھول گیا۔
میں نے زندگی سے اپنے آپ کو چھپایا نہیں تھا وہ بھی مجھے جانتی
تھی اور اس کے بعد اس نے مجھے اپنا ہاتھ اور لیا اپنا ہاتھ
زندگی کی تمام خوشیاں یہی تھی جہاں میں ڈال دی تھیں۔

اب یہ میری بقیسی تھی زندگی کی بقیسی تھی یا حالات کی
ایک ہوننا کہ روٹ کر مجھ سے زندگی کا وہ کون کون کھین گیا تھا۔
تکلیف تھی تو حرف یہ کہ میری محبوب، میری مجھ سے چھینی جا
چکی تھی اور اس کے حصول کا کوئی اور ذریعہ مجھے نظر نہیں آتا
تھا اور اس احساس نے مجھے درندوں کی صف میں لاکھڑا کیا

اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی چند ٹوائے والے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی کرین نہیں آ رہی تھی۔ ان کی نگاہیں مجھ پر پڑیں لیکن سیدھی سامی دوپٹے کے سیدھے مادے لوگ تھے کسی نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کسی نے مجھ پر غور نہ کیا میں ایک گوشے میں جا بیٹھی۔ میں نے ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں عام لوگوں کی نگاہیں مجھ تک نہ پہنچیں۔ ویسے یہاں بظاہر کچھ حرکت نہیں تھی جو کچھ کر کے آئی تھی اس کا احساس تھا لیکن دل کو بڑا سکون تھا۔ مجھے اپنے کسی دشمن کو بلا کر کے اس قدر فرصت حاصل ہو سکتی تھی۔ اور ہر ہر تھی۔ میں نے اپنی قسمت میں چند نام لکھ لیے تھے۔ ویارام کم تخت مارا جا چکا تھا بدی ناک تھا اس کے بیٹے تھے کچھ اور لوگ بھی تھے جنہیں میں اپنے سینے میں سلگتا ہوا پاپا بتاتی تھی لیکن میرے حالات ابھی اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں ان سے انتقام لوں۔ ان کو کشتے میں بیٹھ بیٹھے نجانے کتنی دیر گزر گئی۔

دفعتمائیں نے دوردس کرین کی آواز سنی اور میرے دل میں ایک خیال آیا کیوں نہ میں اس کرین میں بیٹھ جاؤں کہیں میری جلی جاؤں یہاں سے دور۔ بہت سی باتیں تھیں اس سلسلے میں سوچنے کے لیے لیکن میری سوچ اب بے مقصد تھی میری اپنی سوچ سے کیا ہوتا تھا جتنا بچہ میں بھی پلیٹ فارم پر آئی اور پھر ایک کپارٹمنٹ میں بس گئی۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کون ہی نکلاں کا ڈبے سے بس مجھے تو اپنی جان بچانے کے لیے کسی جگہ کی ضرورت تھی۔ کپارٹمنٹ کے ایک گوشے میں ایک چھوٹا سا خانہ ساز مگر رہتا تھا۔ ایک معزز عورت تھی دو نو جوان خوبصورت ہی لڑکیاں تھیں بڑے عمدہ لباس پہن رکھے تھے۔ انہوں نے ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

میں سیٹ پر بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھا، دیکھتی رہیں پھر ایک لڑکی اٹھ کر میرے پاس آئی اس وقت کرین نے سٹی دی اور پیل ٹری لڑکی میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی۔

”تم پریشان معلوم ہوتی ہو، ہمیں میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتی رہی تو وہ پھر بولی۔

پر عیب بھی کہا جا سکتا تھا۔ اور اس میں کوئی ایسی بات بھی تھی جسے میں الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتی تھی۔ میں اٹھ کر ان کے پاس چلی گئی۔

”پریشان حال ہو۔ دکھ کی ماری معلوم ہوتی ہو کہاں جا رہی ہو؟ میں نے گھرنی لگا کر ان سے انہیں دیکھا تو وہ اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی دوسری لڑکی کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

”اگر تم کسی بھی طرح سے پریشان ہو تو فکر مت کرو ابھی ہوا تم اس ڈبے میں آگئیں۔ میں نے ایک بار بھی نہیں دیکھا اس لیے اور ان الفاظ پر اب مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں محتاط ہو گئی۔ یہاں تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ماری دینا ہی رلو صحن سنگھ کے لیے کام کر رہی ہے۔ ہر شخص جیسے رادھن سنگھ کا چیلہ نظر آتا تھا۔ میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟ کہیں یہ عورت بھی..... میں کیا کروں؟ اپنے آپ کو اس سے چھپانا چاہیے۔ میں خاموشی سے گردن جھکانے بیٹھی رہی تو عجز عورت کہنے لگیں۔

”کیا نام ہے تمہارا بیٹی؟“

بیٹی کے لفظ نے میرے دل کے نجانے کون سے تار چمیر دیے تھے۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈوبنا آئے تو انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھ رہی ہوں۔ اس زمانے میں ہزاروں لڑکیاں اس طرح دکھوں کی ماری ہیں۔ چنانچہ تم کس دکھ کا شکار ہو یہ بتاؤ کہاں جا رہی ہو کوئی حضور غمگناہ دوست کر بیٹھی ہو یا یوں ہی گھر سے بھاگ آئی ہو، سو سبلی ماں نے تنگ کر کے یا بوڑھے باپ نے، کہیں شادی کر دینا چاہتا ہے تمہاری گھر سے کیوں بھاگ آئی ہو؟“

”کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ میری کہانی تو پڑھیں؟ میں نے کہا۔

ایک اور خطرہ مول لیا ہے جھٹ تو ہے، ہی نہیں میرے پاس ان حالات میں کیا وقت نہ ہو جہاں کسی اس دوران میرے پاس بے وغیرہ کچھ نہ تھے ظاہر ہے اس کا موقع نہیں ملتا تھا جو کچھ تھے آئی تھی اس میں کوئی باقاعدہ کوئی کچھ نہیں آئی نہیں یوں ہی سب کچھ کر کے مکمل پڑتی تھی میں نے سچی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور کہا۔

”ماں جی! میری کوئی منزل نہیں ہے بس کہیں بھی چلی جاؤں گی۔ آپ اگر مجھ پر دیا کرنا چاہتی ہیں تو صرف اتنا کریں کہ کسی بھی جگہ کے لیے میرا ایک ٹکٹ خرید دیں۔“

”موجودہ خرید دوں گی تم اس طرف سے بے فکر ہو جاؤ ٹکٹ خرید آئے گا تو میں اس سے تمہارا ٹکٹ بنا دوں گی لیکن کئی سی جگہ سے کہا مطلب ہے کیا تم کسی خاص جگہ جانے کے لیے نہیں منگی ہو؟“

”نہیں ماں جی!“

”بیٹی ایک بات کہوں۔ بلا تو نہیں مانو گی؟“

”نہیں ماں جی کہیں!“

”کیا تم اس سے پہلے کبھی تنہا سفر کر چکی ہو؟“

”نہیں ماں جی تو میں نے جواب دیا۔

بدن پر بیٹھے ہوئے کپڑے دیکھ کر کہا۔

”تمہارے لباس سے خوش سلیقگی ظاہر ہوتی ہے۔ انداز گفتگو بھی جاہلوں کا سا نہیں ہے لہذا تم کسی اچھے گھرنے ہی کی معلوم ہوتی ہو، بیٹی تمہارا لباس بہت خراب ہو گیا ہے تم اگر چاہو تو کوئی مٹی نہیں اپنے سے کپڑے دے دے گی کوئی ترح نہیں ہے اسے اپنی بہن ہی سمجھو۔ ماں جی نے کہا۔

”ہاں کوئلے پلینڈر کم پلڑے تبدیل کر لو کتنی اچھی شکل صورت کی مالک ہو اور ویسے خراب کپڑے بیٹھے ہوئے ہو، آؤ کہ میں تمہیں اپنے کپڑے دوں۔“ کا منی نے کہا۔ یہ بھی ایک خوبصورت سی لڑکی تھی اس نے اپنا سوٹ لیس کھول کر ایک لباس نکالا اور مجھے دیتے ہوئے کہا۔

”ادھر چلی جاؤ، دم کوٹے لٹے ہیں۔ نمون چل رہی ہے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں نے ان کی بات مان لی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ساڑھی میں بیٹوں ان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ماں جی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں پھر انہیں نے کہا۔

”اپنی کہانی اگر سنائیں تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا لیکن کوئی بات نہیں ہے میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گی بلکہ تم اس وقت ہی نہیں بیٹھو جب مجھ سے ملو یا جسے بھی حالات ہوں تم اس کے لیے اپنے آپ کو مجبور مت سمجھنا کہ تم مجھ اپنی کہانی سناؤ جو کچھ تم پر ہوتی چلی ہے وہ تمہارے اپنے سینے ہی میں پوشیدہ و بھنا زیادہ مناسب ہے۔ میں صرف بے لوث تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں پونا جا رہی ہوں۔ پونا میں میرے ساتھ کچھ عرصہ قیام کرو اور اس کے بعد جہاں دل چاہے چلی جانا۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تم نے ابھی ابھی مجھ سے کہا ہے کہ تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔“

”ماں ماں جی۔ مجھے سہارا چاہیے۔ مجھے ایک سہارا چاہیے۔“

”سوتیلی۔ میں نہیں اپنے بارے میں بتا دینا چاہتی ہوں بہت بڑی عورت ہوں میں اتنی بڑی کمر حاج اور دعا شر سے کی پیشانی کا نامو سمجھی جاتی ہوں میں طوائف ہوں؟“ ماں جی نے کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگی میری آنکھوں میں حیرت کے نقوش ابھر آئے اور پھر ایک ہلکا سا خوف میرے سینے میں جاگزیں ہو گیا پھر عورت کے چہرے پر ایک سنگین سی خاموشی طاری تھی پھر انہوں نے سر دھبے میں کھینا شروع کیا۔

”ماں میں نے نہیں دھوکے میں نہیں رکھا، اس سے مجھ کو کہہ

میں تمہارے بارے میں مخلص ہوں۔ یہ میری دونوں بیٹیاں ہیں۔ یہ دونوں قدیم حاصل کر رہی ہیں جی نہیں۔ میں نے انہیں اپنی راہ پر نہیں ڈالا۔ میری کہانی طویل ہے لیکن جس طرح میں نے تم سے تمہاری کہانی نہیں پوچھی ہے میں تمہیں اپنی کہانی نہیں سناؤں گی۔ چونکہ میں میرا بیٹا ڈاڑھے نقص و موٹپی ہوتی ہے۔ بے شمار لڑکیاں وہاں ہیں۔ لیکن میں نے اپنی بیٹیوں پر اس علاقے کا سارے بھی نہیں بڑنے دیا۔ تم اگر چاہو تو یوں نہیں میرے ساتھ کچھ عرصہ قیام کر سکتی ہو۔ اس کے بعد تم نزل تلاش کر لینا لیکن سنو۔ طوائفوں کے بارے میں کہانیاں بہت زیادہ کہیں کہیں جانی لڑکیوں کو بچانے کرو۔ وہ اپنے دام میں لاتی ہیں اور اس کے بعد انہیں اپنا ذریعہ معاش بناتی ہیں۔ میں اس لیے یہ سب کچھ نہیں کرتی اور اس لیے یہ سب کچھ نہیں کر رہی۔ میں خود بھی انہیں حالات کا شکار ہو کر طوائف بنی تھی۔ میرا خاندان بہت اچھا تھا۔ یہ لیکن میں حالات کے ہاتھوں بھٹک گئی۔ اب بالآخر اس عرصے پر جا رہی جو آج سماج کی بیٹیاں کا نامور سمجھا جاتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرے جیسی لڑکیاں ان حالات کا شکار ہوں۔ اس سے قبل بھی میں دو تین لڑکیوں کو اس طرح گندی زندگی سے بچا چکی ہوں۔ شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے۔ کہ طوائف ہونے کے باوجود وہیں ایسی لڑکیوں کو جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوسری طوائفوں کے پاس تھیں۔ اپنے پیسے سے خرید کر ان کو آزاد کیا ہے ان کی شادی کر لی ہے۔ میں اپنے آپ کو دہرا تا تھا۔ میں ظاہر کر رہی ہوں بیٹی۔ میں یہ تو انسانی کام میں جس سے جو کچھ بھی ہو جائے میرے دل میں ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ اگر یہ عورت بیچ بول رہی ہے تو یہ تو واقعی بوڑھے کے قابل ہے۔ ایک عجیب سا احترام اس کے لیے میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے اس کی شکل کی طرف دیکھا اور مجھے احساس ہوا کہ جو بات اس کی شکل کی میری سمجھ میں نہیں آتی تھی وہ اب سمجھ میں آگئی ہے۔ یہ عورت بری ہونے کے باوجود ایک اچھی عورت تھی۔ ایک لڑکی کا نام کانہی اور دوسری کا نام وڈیا تھا۔ دونوں مجھ سے گھل گئیں۔ اور کانہی دیر تک بائیں کرتی رہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں ایک جھڑے سے خانہ دان میں آگئی ہوں اور یہ خانہ دان میرا اپنا خانہ دان ہے۔ یہ عورت پر جیسے یقین ہو گیا تھا۔ دونوں لڑکیوں نے اپنا تعارف کر لے ہوئے کہا کہ وہ بچی بی بی میں رہتی ہیں اور اگر میں چاہوں تو بچی جی میں ان

کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ فی الحال وہ ہوٹل میں ہیں لیکن ماں جی کا کہنا ہے کہ وہ ان کے لیے ایک چھوٹی سی رہائش گاہ بنانا کر دیں گی اور اس کا بندوبست تقریباً ہو چکا ہے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گئی۔ ٹرین کا سفر جاری رہا اور یہ سفر بہت طویل تھا۔ دن رات دن اور اس کے بعد ہم یونا پور پہنچ گئے۔ ایک چین دیا گیا اور پانچ ماہ کی سیڑھی سے بہت دور میں اس نئی زندگی میں آ کر اپنے آپ کو بے حد عجیب محسوس کر رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں اور مہتر خاتون مجھے لے کر ایک چھوٹے سے خوبصورت بیٹنگے میں آگئیں۔ مہتر خاتون جن کا نام کنول کمار کی تھا اس بیٹنگے میں آئے کے بعد چھوٹی دیر تک ہمارے ساتھ وہیں بٹنگے میں چلی گئیں۔ کانہی اور وڈیا نے بتایا کہ وہ اپنے اوصاف پر غمی ہیں۔ تو کیا ان کا اٹیماں سے کہیں اور ہے؟ وہیں نے سوال کیا۔ ”ہاں اس کا دوبارہ کے لیے وہ اپنی اس فوٹرنگہ کو گندہ نہیں کرتیں۔ یہاں بھگوان کی مورتیاں رکھی جاتی ہیں۔ وڈیا نے جواب دیا۔ ”بہت عظیم ہیں تمہاری ماں جی۔ میں نے کہا۔ ”ہاں۔ میری ماں جی واقعی بہت عظیم ہیں کاش وہ ان حالات میں زندگی جاری رکھنے کے لیے مجبور نہ ہو جاتیں۔ وڈیا بولی۔ یہاں مجھے زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کر دی گئی ہیں تین دن تک وہ دیا اور کانہی میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد انہیں بھی جانا پڑا۔ اب میں یہاں تمہارے کئی تھی۔ جب بھی موقع ملا کنول کمار کی مجھ سے ملنے آجاتی تھیں۔ ہر طرح سے میرا خیال رکھا جاتا تھا۔ یہاں اس بیٹنگے میں دو ملازم تھے ایک بوڑھی عورت اور ایک بوڑھا آدمی۔ ان دونوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میں فی الحال تمہاری کے دن کاٹ رہی تھی۔ ”کوئل! اگر تم یہاں آکر بیٹنگے محسوس کرتی ہو تو میری چلی جاؤ وہاں کانہی اور وڈیا موجود ہیں۔ ان کے ساتھ تمہارا اچھا وقت گزار جائے گا۔ حالانکہ وہ تعلیم میں معروف ہیں تم اگر چاہو تو وہیں نہیں تعلیم بھی دلان سکتی ہوں۔ ” نہیں جی! ایسی کوئی بات نہیں ہے بس مجھے یہیں رہنے دیں۔ وہاں جاؤں گی تو ان دونوں کی تعلیم میں بھی حرج ہوگا۔ کنول کمار نے مجھے تمہیں آگے نہیں لے کر دیکھا اور بتائے کہ

”سچ ہے کسی اچھے گھر کی بڑی معلوم ہوتی ہو تو یقیناً اپنے محسوسوں کا خیال رکھنا جانتی ہو۔ کاش میں تمہاری کچھ اور مدد کر سکتی۔ میں اول چاہتا ہے کہ میں تمہیں زندگی کی خوشحال فراہم کر دوں۔ یہ تمہیں دل کیوں تمہاری طرف مہتر خاتون ہے۔ میرے ذہن کو ایک جرم زادہ احساس ہونے لگا۔ اس شریف عورت نے آج تک میرے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ مابنا قول منجاری تھی۔ لیکن یہ اول چاہتا تھا کہ اب اس سے اپنی کہانی سنا دوں اور کہانی سنانے کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور لالچ بھی اُٹھا تھا۔ ایک اور احساس بھی تم نے رکھا تھا۔ ممکن ہے کنول کمار کی یہی شریف عورت اس سلسلے میں میری مدد کرے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”مٹی! میں آپ کو اپنے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔ ” حزرور بتائیں۔ میں نے تو صرف اس لیے آج تک اپنی زبان کو خاموش رکھا ہے کہ میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کسی بات پر مجبور کرنا نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے دل میں کوئی ایسا احساس پیدا ہو جس سے تم یہ سوچو کہ میں تم پر یہ چھوٹا سا احسان کر کے اس کی قیمت وصول کرنے کی خواہش مند ہوں۔ ” نہیں مٹی! آپ اتنی عظیم ہیں کہ اب اپنے آپ کو مجرم محسوس کرتی ہوں آپ کے سامنے۔ ” اسے کیوں مجرم کیوں؟ انہوں نے محبت سے انداز میں پوچھا۔ ”آپ کو اپنے بارے میں بتا کر۔ ” نہیں بچی۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ تمہارا دل چاہے گا تو تم اپنے بارے میں خود بخود بتا دو گی ورنہ میں تو تمہارے ساتھ صرف یہ اچھا سلوک کرنے کی خواہش مند تھی۔ میری خواہش ہے کہ میں نہیں اچھی زندگی دوں۔ اپنی کانہی اور وڈیا کے لیے بھی میں بہی چاہتی ہوں۔ اور تم ان دونوں سے مختلف نہیں ہو میرے لیے۔ ” مٹی! آپ بہت عظیم ہیں۔ ” نہیں بیٹی! میں بہت گنہگار انسان ہوں۔ میری اصل حیثیت تم دیکھو تو مجھے سے نفرت کرنے لگو۔ ” مٹی! میں آپ سے زندگی بھر نفرت نہیں کر سکتی۔ ” شاید کنول کمار کی آنکھوں میں آنسو ڈب ڈب آئے۔ پھر انہوں نے آنسو پونچھ لیا اور کہنے لگیں۔

”ہاں تم اپنے بارے میں بتانا چاہتی تھیں مجھے۔ ” ہاں مٹی! اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں ایک اور احساس بھی ہے۔ میں یوں سمجھتی تھی کہ میں آپ کی شرافت سے جاگرتا ہوں۔ نہیں اٹھنا چاہتی بلکہ اگر ایک مجبور لڑکی اگر کسی بہارے کو اپنے تو پھر اس کے دل میں بے شمار خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ” اگر مجھے سے کوئی کام ہے بیٹی تو حزرور کو مجھے تمہاری کوئی بھی خدمت کر کے مسرت ہوگی۔ کنول کمار جی نے جواب دیا اور میں نے انہیں اپنے بارے میں وہ تفصیلات بتا دی جو ضروری ہو سکتی تھیں۔ کنول کمار جی میری اس کہانی سے بہت متاثر نظر آ رہے تھیں۔ وہ فتنا انہوں نے چونک کر کہا۔ ”کیا نام بتایا تھا تم نے بھرت را دھن سنگھ؟ ” ہاں۔ ”ادہ۔ اچھا اچھا۔ ” کیوں مٹی۔ کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟ میرے دل میں بے شمار دوسرے جاگتے تھے۔ ” نہیں۔ میں براہ راست نہیں جانتی۔ لیکن تمہارے جیسی ایک اور لڑکی اس کم بہت کا شکار ہو کر میرے پاس پہنچی تھی۔ میرے پاس بھی نہیں پہنچی تھی بلکہ میری دلالت نے اسے ایک طوائف کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ طوائف مر گئی۔ اور لڑکی میرے گھر آگئی۔ وڈیا نے اس نے قصہ دہرائی کا کام شروع کیا لیکن مجھے اس کے جبر سے میں بچا ہوا کر ب نظر آ رہا تھا۔ ایک دفعہ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے مجھے اپنی داستان بتائی جس میں را دھن سنگھ کا ذکر تھا۔ لیکن کانہی جی جانتی ہو کہ کوئل کہ وہ کم بہت را دھن سنگھ ایک زبردست عظیم کارکن ہے۔ ” ہاں۔ مجرموں اور پشہ ورتا کول کی تنظیم۔ جس کا نام صورت کر رہی ہے۔ ” ”میں نہیں جانتی مٹی۔ ” یہ تنظیم بہت خطرناک ہے۔ ہندوستان کے چوتھے چوتھے میں پھیلی ہوئی ہے۔ جاگتے جاگتے اس کے کارکن پھیلے ہوئے ہیں۔ نہیں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں شرق و مغرب میں اور جاننے کہاں کہاں اس تنظیم کے کارکن پھیلے ہوئے ہیں اور جس زمانہ کاروائیاں انجام دیتے ہیں۔ را دھن سنگھ بہت مخوف آدمی

ہے اور آسانی سے اس کا کچھ نہیں بگاڑا جاسکتا۔
”آؤ جی، بگریں۔ میں۔“

”ابھی اپنے آپ کو قابو نہیں رکھنا کوشل تم نے یہ کہا ہی بنا کر مجھے ذرا سا برائیاں کر دیا ہے لیکن روپا۔ روپا کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟“
”مٹی! میں اس کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”سمجھتی۔ کہاں سے وہ؟ مجھے جلدی بناؤ میں اپنی زندگی کی بازی لگا کر سے حاصل کروں گی اور میں نے اپنے ماموں جی کا پورا پورا تانا باندھا کیوں ماری کہنے لگیں۔“
”تم فکر مت کرو ممکن ہے بہت جلد میں روپا کو بھی یہیں بلا دوں۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں مٹی، بڑی سسر ت ہوگی مجھے“
میں نے جواب دیا۔

اگر روپا اس طرح بچ جائے تو ممکن ہے میری زندگی کو بہت بڑا سہارا مل جائے اور اس کے بعد میں صرف کنول کماری کی بات مان کر دنیا کے کسی پر سکون گوشے میں اپنے بے آئندہ مستقبل گزارنے کا فیصلہ کروں۔ لیکن روپا کے آجانے کے بعد جب تک روپا اس کم سخت ظالم کی نکالوں نہیں تھی مجھے اس سے بے پناہ خطرہ محسوس ہوتا تھا کنول کماری جی بہت دیر تک میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد مجھے بہت سے وعدے کر کے چلی گئیں۔

پھر ایک دن دو میرے وقت وہ آئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے روپا کی بازیابی کے لیے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اور ان کے چند آدمی اسے لینے کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ مجھے دو میرج رکھنی چاہیے۔ جب وہ جانے لگیں تو میں انہیں چھوڑنے ان کی کاٹک آئی ان کا ڈرا پورا ایک جھانٹا لیے چڑھے قدر کا آدمی تھا بڑی بڑی مونچھوں کا مالک تھا کل ہی سے اوٹھا لگتا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا دیکھا بتا جانے کیوں مجھے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوتی تھی میں نے بہر طور غور کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلی گئی تقریباً دو گھنٹے کے بعد جس نے میرے دروازے پر دستک دی تو میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہی مونچھوں والا ڈرا پورا میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اسے دیکھ کر میرے بدن میں کچھ سی دور گئی۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر ایک

عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔
”میں اندر آسکتا ہوں دیوی جی؟“

”تم اندر آئے کیسے؟“
کنول جی کا ملازم ہوں میرے لیے اتنی روک ٹوک نہیں ہے مگر آپ برائیاں کیوں ہو گئیں؟

”میں۔ میں۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“
”ایک بہت ضروری کام سے دیوی جی بڑا ضروری کام ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ میں ایک سے کے لیے سوچتی رہی پھر میں نے سوچا کہ مجھے اس طرح خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے جتنا بچہ میں نے اسے اندر لے کر اجازت دے دی وہ اندر آ گیا اور جا رہا تھا انداز میں دروازہ بند کر دیا۔

”منو! کیا تیرے ہی ہے یہ سب کچھ کیا کیا ہے تم نے؟“
”معاف سمجئے گا دیوی جی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا میں سمجھ ہی نہیں کہیں گا آپ سے کچھ نہیں کہوں گا۔ بس صرف باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں کہو؟ میں نے کس وقت نکلا ہوں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”دیوی جی! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ ایک ایسا کام جو بے شمار لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے انجام دینے کا موقع مل رہا ہے۔ آپ کنور راجن سنگھ جی کو جانتی ہیں؟ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی میری آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

”اس کا مطلب ہے کہ آپ انہیں جانتی ہیں۔ اور اس کا مطلب ہے کہ میں بھی ٹھیک ہی کہہ رہا ہوں۔“

”کیا کیوں اس کو کہہ رہے ہو۔ کیا تم مٹی سے اجازت لے کر یہاں آئے ہو؟“

”نہیں۔ اجازت لے کر نہیں بلکہ ان سے چھٹی لے کر بڑا مشکل معاملہ ہے میرے لیے چھٹی میں نے اس لیے لی ہے کہ مجھے ایک ضروری کام سے بچنی جانا ہے۔ یہی میں میرے بیوی بچے رہتے ہیں۔“

”تو مجھ سے کیا واسطہ ہے؟“
”واسطہ نہیں دیوی جی۔ بس آپ کو ذرا بھئی لے جانا چاہتا ہوں۔ اس نے جواب دیا اور میں تو خنوار نکلا ہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

”کیا تمہارے اندر اتنی جرأت ہے کہ تم مجھے بچی لے جاؤ؟“

”ہاں دیوی جی سے۔ اور یہ جرأت اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ جس بڑی کو حاصل کرنے کے لیے آپ کی ماما جی نے سنی کنول کماری نے اپنے آدمیوں کو بھیجا ہے وہ بھی آپ جی کے لیے ہے یعنی روپا اس نے کہا اور مرادول دھک سے رہ گیا میں بھی بچتی آہ نکھولنے سے اسے دیکھتی رہی ڈرا پورا میرے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

”کیا تم بچہ کہتے ہو؟ صبح کہتے ہو تم؟“
”دیوی جی اگر دل چاہے تو میرے ساتھ بچی پیسے اور لے دیکھ لو مجھے یہی تو چاہتا ہی ہے آپ کو۔“
”لیکن لیکن تم۔ تم مجھ سے کہتے ہو؟ کیا تم راجن سنگھ کے راجن سنگھ کے؟“

”ہاں دیوی جی۔ میں راجن سنگھ کا داس ہوں۔ آپ کو یہ بات تو معلوم ہوگئی ہوگی کہ راجن سنگھ جی کوئی ایسے دیسے آدمی نہیں ہیں پورے ہندوستان میں ان کا سکہ چلتا ہے تنظیم کے نمبر وہ ہیں مجھیں آپ اور آپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ راجن سنگھ جی کے ہاتھ لینے لے ہیں۔ بڑی گہرائی میں چھپی تھیں آپ کو دیکھ لیجیے آپ نہیں مل گئیں۔“

”تیس کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟“
”میں نے تو آج ہی دیکھا تھا دیوی جی لیکن آپ کی تصویر اور آپ کے بارے میں اطلاعات کئی دن پہلے میرے پاس پہنچ چکی تھی ہم سب سے کہا گیا ہے کہ آپ کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں تلاش کریں۔“

”تو جواب اب کیا چاہتے ہو تم؟“
”آپ میرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کریں تو میں آپ کو تباؤں آپ کے فائدے ہی کی بات ہے۔“

”کیا مطلب؟“
”مطلب یہ دیوی جی کہ میں تنظیم سے بغاوت بھی کر سکتا ہوں۔“

”مطلب یہ کہ آپ میرے ساتھ چلیے کچھ عرصہ ہم بھی کی سیر کریں گے چھوٹیں گے پھر میں لے گا اور اس کے بعد میں آپ کو جہاں چاہوں گی وہاں بھیج دوں گا۔ یا پھر یوں کریں کہ کنول کماری جی سے بھی اجازت لے لیں اور وہی میں ان کی دلجوئی کے پاس جا کر رہوں گے لیکن اصل میں آپ میرے پاس رہیں گی۔ وہیں برآپ کو روپا سے بھی ملا دیا جائے گا۔“

”خالم کہتے۔ روپا کو تم نے کیوں اغوا کر لیا ہے؟“
”میں دیوی جی راجن سنگھ مہاراج کا حکم تھا ہم تو حکم کے غلام ہیں مگر آپ کو دیکھ کر دل نے کچھ اور سوچا ہے۔“
”کیا؟“

”یہ کہ آپ کے ساتھ کچھ لمبے گزارے جائیں اور اس کے بدلے آپ کے راجن سنگھ رکھا جائے۔ سنئے دیوی جی بہتر سوچی ہوگا کہ کنول کماری جی سے آپ یہ اجازت لے کر وہی جائیں اور اس کے بعد وہی میں میری کھولی میں رہیں۔ کچھ دن ہم لوگ ساتھ میں گئے ہیں آپ کو وہی کئی سیر کرواؤں گا۔ روپا کو آپ کے حوالے کر دوں گا اور آپ روپا کو لے کر یہاں آئیں۔ میں تو یہ نوکری چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔ میرے لیے یہ نوکری کی نہیں کی ہیں۔ آپ بہر سکتی ہیں کہ میں نے آپ کو بھگا یا تھا۔ سوچ لیجیے بہت چھوٹا سا سوڑا ہے لیکن اس سوڑے میں آپ کا جین رقرار رہے گا۔ اگر آپ راجن سنگھ کے ہاتھ لگ گئیں تو راجن سنگھ جی آپ کا کیا کریں گے۔ یہ تو آپ ہی زیادہ بہتر جانتی ہیں۔ میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگی تھی۔ راجن سنگھ کے بارے میں یہ بات مجھے معلوم ہوئی تھی کہ سوڑج رجن نامی کسی تنظیم کا کارکن ہے لیکن اس کے فوڈز ای جوبد میں سیر سے سامنے آیا گیا تھا۔ کیا کرنا چاہیے۔ کیا کنول کماری سے کہہ دوں کہ ان کا ڈرا پورا ایک بہت ہی غدار آدمی ہے اور یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے لیکن اس طرح روپا کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی جو ان کے ہاتھوں لگتی ہے۔ یہ باہر یوں کر دوں کہ انتظار کر لوں چھوڑا سا، ممکن ہے یہ جھوٹ بول رہا ہو۔ لیکن اگر جھوٹ بول رہا ہو تو روپا کے بارے میں اتنی فیصلہ لے کے کیسے معلوم ہوئیں۔ عجیب سے شخصے میں پڑ گئی تھی۔ وہ میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔ اگر آپ بچی جاننے کے لیے تیار ہیں تو آج رات ساڑھے آٹھ بجے آئیشن پر پہنچ جائیے بچی جاننے والی تین ٹھیک ہونے کو پہنچ جاتی ہے۔ آپ اس ٹرین سے سفر کر کے بچی جانیں گی۔ آئیشن پر میں آپ کو اتار لوں گا۔ بلکہ کوئی اور پر درگاہ ترتیب دے لوں گا جو آپ کو اتار کر وہیں لے جاتا یا جاسکتا۔ پھر دن تک آپ وہاں رہیں گی اس کے بعد کاشی اور دو دیا سے جا ملیں گی۔ روپا کو اس دوران میں آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ یہ کہہ کر یہاں آجائے کہ آپ راستہ جھٹک گئی تھیں اور سچے کہاں کہاں ماری ماری چھرتی رہیں زیادہ سے نہیں لگے گا دیوی جی بس زیادہ سے

زیادہ دس پندرہ دن یہی کافی ہوں گے۔ وہ ادبائے انداز میں مسکرایا۔

میں اس وقت اس سے کسی قسم کا انحراف نہیں کر سکتی تھی بہن کا معاملہ تھا۔ اگر ایسا ہو جائے تو۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈوب جائے گا۔ یہ سخت لمحات اور ذرا ہی کی فرقی پڑتا ہے۔ ایک یا مکمل زندگی کا اور باہمال ہونے میں کیا مار بھونکا تھا چنانچہ میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

”تم فکرت کرو میں ساڑھے آٹھ بجے اسٹیشن پہنچ جاؤں گی؟“
 ”بڑی اچھی بات ہے دیوی جی لیکن ایک بات سوچ لیجیے۔ اگر کوئی حرکت ہوئی تو آپ کا جو کپڑے گا سو کپڑے گا ہی۔ لیکن آپ کی کسر دیا ہے پوری کر لی جائے گی مجھیں آپ اس نے کہا اور خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا ایسی ہونٹا دکھی دے گیا تھا وہ کہ میرے رشتے ٹھکے ہو گئے۔

میری روپا۔ میری روپا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کے سوتے بہنے لگے ایک بار پھر میری دنیا میں آگ لگ گئی تھی۔ ایک بار پھر یہاں میرے لیے عذاب کا سامان پیدا ہو گیا تھا ایک بار پھر مجھ پر قباحتیں ٹوٹ پڑی تھیں لیکن برداشت کرنا تھا سب کچھ برداشت کرنا تھا تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ تو ہرگز ہی ہوتا ہے۔ بے جا چاری کھول کر میرے لیے اس سے زیادہ اور کیا کر سکتی تھی بہن ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے وہ خود بھی مبتلا

کا شکار ہو جائے اگر یہ کہ نعمتِ راجن سنگھ کا آدمی ہے تو یہ اطلاع راجن سنگھ تک بہت جلد پہنچ جائے گی کہ میں یہاں موجود ہوں۔

دماغ شدید ترین پریشانوں کا شکار تھا۔ دل میں لاکھوں دوسو سے اٹھ رہے تھے۔ بہت کچھ سوچ رہی تھی۔ ایک دن کہتا تھا کہ ازم کنول کا آدمی کو یہ تو بتا دیا جائے کہ میں کسی کام سے جا رہی ہوں۔ ان کے احسانوں کا یہ صلہ بھی تو ناسپ نہیں ہے کہ میں اپنی ذات کے لیے انہیں اس طرح حیران و پریشان چھوڑ دوں۔ کیا سوچوں گی وہ میرے بارے میں ممکن ہے ان کے نظروں سے میری طرف سے بدلہ ہائیں اور وہ بھی سوچیں کہ کوئی گندہ خون گندگی میں جا ملا۔

میرے بارے میں کون جانتا تھا میری بدلیسی کس کے علم میں تھی میری تقدیر میں تو یہی لکھا تھا کہ مرگ پر پڑے ہوئے پتھروں کی طرح ادھر سے ادھر لڑکتی رہوں کوئی بھی ٹھوکر مار

کر مجھے کس بھی پہنچا ہے۔

”ماں جی! میں بے صورت ہوں تقدیر کے اس کھیل میں آپ بلاوجہ الجھیں اگر میں نفسیوں والی ہوتی تو پھر میرا بھرا بھرا کھر کیوں اجڑتا۔ سب ہی تو تھے اس گھر میں مانا۔ پتا بھرنی سی پیار کرنے والی بہن لیکن ہوں بچھڑ گئے تھے سب کے سب جسے ان کا وجود ہی نہ ہو ہمارا کئی قہمی میں۔ یہ سب بہت یاد آتے تھے مجھے لیکن ایک راکشش نے ہمارے گھر کا کون نکل لیا تھا؟

بہت دیر تک سوچتی رہی صورت حال بہت پریشان کن تھی۔ اگر روپا کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اس کیسے سے اچھی طرح نمٹ لیتی لیکن اب میرے سامنے میری معصوم بہن کی شکل تھی۔ دل میں بہت سے فیصلے کیے۔ کونل کا رویہ کو صورت حال بتانا کسی طور ممکن نہیں تھا۔ وہ میرے اچانک بیٹھی جانے کے فیصلہ سے حیران جائیں۔ ممکن ہے وہ اس پر کورام میں کوئی تبدیلی کر دیں اور روپا کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔

نہیں نہیں روپا کی زندگی کسی طور خطرے میں نہیں ڈالی جا سکتی تھی۔ اس کے لیے کونل کا رویہ ہی دیوی کو بھی دھوکا بنا تھا مجھے۔ چنانچہ میں نے انہیں کچھ نہ بتانے کا فیصلہ کیا۔ اور رات کو خاموشی سے وہاں سے نکل گئی اسٹیشن پہنچنا میرے لیے مشکل نہ تھا۔

اسٹیشن پر کافی ریش تھا۔ بھاننت بھاننت کے لوگ موجود تھے۔ پونے نو بجے ٹرین آگئی۔ اس دوران کو سخت ڈراؤنیور کا کہیں بیڑ نہ تھا۔ ماہی میں پریشان ہو رہی تھی کہ ٹرین میں بیٹھوں یا نہ بیٹھوں کہ وہ مجھے نظر آیا۔

”چلو ٹرین میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے ٹکٹ خرید لیے ہیں“ اس نے کہا۔ اور میں اس کے پیچھے چل پڑی ایک ڈبے میں ہم دونوں جا بیٹھے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔
 ”تم نے کسی کو خبر نہیں کی۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”میں سوچ رہا تھا تم ضرور ایسا کر دو گی۔ اسی لیے تو میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا؟“
 ”کہاں تھے تم؟“
 ”آٹھ بجے سے اسٹیشن پر موجود تھا۔ اور ہر راستے پر نکلا جاتا ہوں تھا کہ کہاں سے تم لوگوں کو لاتی ہو؟“

”میں تمہارے ہاتھوں مجبور نہیں“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تم مجھے ناقولم کر سکتی ہو۔“
 میں خاموش رہی تھی تو جی تو بیک اسٹی طرح خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔
 ”روپا کہاں ہے ناقولم؟“
 ”ہماری قہمیں۔“
 ”اسے کوئی تکلیف تو نہیں دی تم نے؟“
 ”نہیں اس بے جا رہی کوئی تکلیف نہیں دی گئی تم اس بارے میں بالکل متنازعہ۔“

”سفر جاری رہا۔ دفعتاً اس نے پوچھا۔“
 ”تم نے کونل جی کو اس بارے میں کیا کہا؟“
 ”کچھ نہیں۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا۔ انہیں نہیں معلوم کہ میں نے ان کا بنگلہ چھوڑ دیا ہے۔“
 ”ادھے واقعی تم تو ذہین ہو یہاں جھانکا تم نے۔ لیو میں کوئی کہانی گھڑ کر بنا دینا انہیں تم پر وہ پورا پورا وشو اسٹش کر لیں گی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بالآخر یہی اسٹیشن آ گیا۔ اس کے ساتھ نیچے اتر آئی تھی۔“
 ”ماما کی چال میں ہماری کھولی ہے۔ خبردار جب تک یہاں رہو کسی کو کچھ نہ بتانا۔“
 ”یہاں لوگ نہیں جانتے ہیں؟“
 ”ہاں اپنی کھولی ہے یہاں۔ میں لوگوں سے یہی کہوں گا کہ تم میری گھروالی ہو۔ تمہیں بھی یہی بتانا ہے۔“
 ”جھٹک ہے لیکن ایک شرط ہوگی۔“
 ”کیا؟“
 ”تمہاری بات ماننے سے پہلے میں روپا کو دیکھوں گی۔“
 ”اسی کی شہادت کرنا۔ ورنہ روپا کو خطرے میں ڈال دو گی۔“
 دس راتیں نہیں میرے ساتھ گزارنا ہوں گی۔ اس کے لیو میں جاگ رہی تھی کہ وہاں ہمارے حوالے کر دوں گا۔ اور تم اسے کڑھ کر لے جانا۔ کبھی کسی کو یہ نہیں بتاؤں گا کہ تم کہاں ہو۔“
 میرے لیے اس کی بات کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا اس لیے میں تنہا بقیہ رہ گئی۔ ہم ماما کی چال پہنچ گئے۔ یہی کی عجیب زندگی میرے سامنے تھی۔ کھولی بوسیدہ مگر بے گناہی

تھی۔ میں بساں آگئی تو ناقولم نے کہا۔

”تم اس کی صفائی وغیرہ کرو یہاں سب میرے جانتے دلے ہیں۔ میں ان سے مل آؤں۔ مگر میری بات کا خیال رکھنا۔ میں نے گروں ہلا دی۔ زندگی کے اس نئے رخ کو میں نے قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ کھولی کی صفائی میں معروف ہو گئی۔ جنہ منٹ کے بعد مجھے معصیت بھگتنا پڑی، اس پاس کی ٹرین مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ بھاننت بھاننت کی بولیاں بول رہی تھیں۔“
 ”ہاں بے جا رہی کتنی مسند رہے۔“
 ”ہاں مامی بہتہ نہیں کونل مانا پتا تھے۔“
 ”بھاری ہو گئی ان پر۔“
 ”کیا بات ہے کیا کہہ رہی ہیں آپ لوگ؟ میں نے پوچھا۔“
 ”تیرے ماما پتانے ناقولم کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا رہی؟“
 ”کیوں؟“
 ”زمانے بھر کا لیا لفظ کا ہے وہ شرابی جواری آوارہ بنگلہ اس سے سب کو پچانے۔“

میں نے ان میں سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ بلکہ ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے لگی۔ مجھے اس بے غمتر سے کیا دلچسپی برکت تھی ناقولم رات کو ایک نئے شراب کے نشے میں دھت واپس آیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے جب سے نوٹوں کے انبار نکال کر میرے سامنے لگا دیے۔

”جے جہا لکشی جے جہا لکشی۔ تو میرے چال میں کہاں سے اتر آئی۔ اسے دیکھ لوٹ لایا سنا۔ دیکھ لکشی دولت ہے۔ جیون میں اتنی دولت میں نے نہیں دیکھی۔“
 ”کہاں سے آئے یہ نوٹ؟“
 ”تیرے چرخوں کی برکت ہے۔ لکشی دیوی۔ سب تیرا مان ہے تیرے نام سے جو بازی لگائی جیت گیا۔“
 ”جوئے میں جیتے ہیں؟“
 ”ہاں آج تو سب تیرا مان ہو گئے۔ پتہ پڑا تھا۔ ہر بازی اپنی تھی۔ اب عیش کریں گے۔“
 ”آرام کرنا ناقولم۔ تم نے زیادہ شراب پی لی ہے۔“
 ”جے دیوی جے جہا لکشی۔ لے لے۔ اس میں سے جو تیرا دل چاہے لے لے۔“

مجھے دھن دولت نہیں چاہیے ناقولم۔ مجھے تو روپا کی شکل دکھا دو۔ مگر کتنے ہو تو یا حسان میرے اوپر کر دو۔ مجھے سب

225

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ مل جائے گا؟

”روپا۔ کون روپا؟ اس نے نئے نئے کے عالم میں کہا۔

”میری بہن اور کون؟“

”ارے وہ۔ ناخوہرام نہیں بڑا۔ جھوٹ بولا تھا تجھ سے میں نے تیری بہن کیسی روپا میں کوئی روپا جانتا بھی نہیں؟“

”کیا۔۔۔؟ میں اچھلی بڑی۔“

”ہاں رانی مجھے تو میرے روپ نے پاگل کر دیا تھا یہ کہانی تو میں نے کنول کماری سے ہی سنی تھی۔ اس سے جب وہ تیری روپا کو لینے کے لیے آئی بیچ رہی تھی۔ میں نے یہ کہانی سنی۔ اور تیرے لیے بلان بنا لیا۔ کون راضی نہ سگھ اور کسی سوچ کر ہی بس یہ میرا بلان تھا۔“ ناخوہرام شراب کے نشے میں بیچ بول پڑا۔ لیکن یہ ایک لمحہ۔ یہ ایک لمحہ میری زندگی کا سب سے اٹوٹھا لمحہ تھا۔ میرا دماغ تار تک ہو گیا۔ اس جھوٹ نے مجھے ایک احساس دلایا۔ میرے دل نے کہا۔ کوشل! یہ دنیا بہت عجیب ہے۔ کسی کمزور کو یہاں ایک لمحہ جینے کا حق نہیں ہے۔ جینا چاہتی ہو تو اپنے وجود کو بدل ڈالو۔ اس طرح جو جیسے یہ دنیا جیتی ہے۔ اس طرح اس دنیا کو بے وقوف بناؤ جس طرح یہ دنیا نہیں بنا رہی ہے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتی تو مر جاؤ۔ ہاں ایسا نہیں کر سکتی تو مر جاؤ۔

اور میں اسی لمحہ کئی نوازا اسی وقت میں مر گئی۔ میرے اندر ایک نئی شخصیت نے جنم لیا۔

”تم یقین کرو نوازیہ میں نہ تھی۔ میں اس زمانے سے آتی کہان روئنا سنی تھی لیکن یہ نئی عورت۔ یہ فاکوشل بہت کچھ جانتی تھی۔ اتنا کچھ کہ میں اس پر خود حیران تھی۔

”کیا سونے لگیں جان من؟ ناخوہرام کی آواز مجھے سنائی دی اور میں چونک پڑی۔

”کچھ نہیں ناخوہرام۔“

”سوچ رہی ہو گی کہ ناخوہرام کتنا کھڑوبے۔ اس نے شرم بول کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

”ہاں ہی سوچ رہی ہوں ناخوہرام۔“

”چلو چھوڑو رانی۔ میں بہت خوش ہوں۔ عورت اور ذرات ایک ساتھ ملی ہے۔“

”تم بہت دیر سے آئے ناخوہرام۔ دیکھو کتنا وقت گذر چکا ہے۔“

”اب انتظار نہ کرو رانی۔“

”ایک بات بتاؤ ناخوہرام۔ صرف ایک بات۔“

”پلو جیو“

”روپا تجھ صبح تمہارے پاس نہیں ہے؟“

”میں نے مذاق کیا تھا تم سے کوشل۔“

”واقعی تم بے حد شرمیلو۔ میں نے منگوائے ہوئے کہا۔ اور ناخوہرام کو اپنے ساتھ اندر لے آئی۔ کمرے میں میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ دن میں میں نے یہاں کی صفائی کی تھی مجھے معلوم تھا کہ کوئی بیچر کہاں ہے۔ چنانچہ بلیگ کے پاس سے میں نے لمبی رسی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اس کے سرے دوڑوں ناخوہرام میں لپیٹ لیے۔

ناخوہرام بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ میں اس پر چھکی اور اس طرح ہاتھ آگے بڑھائے جیسے اس کی گردن میں بائیس ڈانٹا جا رہی ہوں۔ لیکن اصل میں رسی اس کی گردن میں جا پڑی تھی۔ جسے ناخوہرام محسوس نہ کر سکا۔ میں نے ہنستے ہوئے رسی اس کی گردن پر کس دی۔

”یہ کیا کر رہی ہو رانی؟“

”میں بھی بہت شرمیلو ہوں ناخوہرام۔ شرارت کر رہی ہوں! میں نے عقربن کر لیا لیکن ناخوہرام کو دوسرے ہی لمحے میری شرارت کا احساس ہو گیا۔ رسی اس کی گردن پر کس گئی تھی۔

”یہ یہ کیا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اور میں نے بھر پور ہنسنے لگایا۔

”ہاں ناخوہرام۔ میری شرارت ذرا مختلف ہے۔ میں نے پوری قوت سے رسی کے دوڑوں سے کھینچ دیے اور ناخوہرام کی آنکھیں ابل پڑیں۔ اس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا۔

میں اس وقت اس کی گردن پر طاقت صرف کرتی رہی۔ جب تک اس کے بدن میں زندگی کی ذرا سی بھی ذوق رہی اور پھر میں اسے چھوڑ کر بیٹھ گئی۔ اس نکل بریں ذرا بھی ترش نہیں تھی۔ اور اس وقت میری ذہنی صلاحیتیں عروج پر تھیں۔ میں نے اطمینان سے اپنی جگر چھوڑی۔ اس گھولی میں کوئی کیمیائی سامان نہیں تھا۔ سوائے ان نوازیوں کے جو ناخوہرام لایا تھا اور

اس وقت یہ نوٹ میرے لیے بے حد قیمتی تھے۔

میں نے نوٹ سیٹے انہیں احتیاط سے ایک جگہ جیتے کیا اور پھر ایک جگہ بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگی۔ ناخوہرام کی موت چھپی نہ رہ سکے گی۔ پولیس کو اس کی لاش دستیاب ہوگی اور جپال کے لوگ بتائیں گے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا تھا۔

بیوی غائب ہوگی۔ اگر میں کنول کماری کے پاس واپس چلی جاؤں

تو بہ حال پولیس وہاں بھی مزد نہیں ہے گی کیونکہ ناخوہرام ان کا ڈرائیور تھا۔ اگر میں یہاں بھی رکی۔۔۔ تو پولیس آسانی سے مجھے پکڑ لے گی۔

”نہیں ہرگز نہیں۔ اب تو جو کچھ کرنا ہے اپنے ہاتھ سے کرنا ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ میں یہ جگہ چھوڑوں۔ اس میں وقت نہ ضائع کروں۔“

بہی میرے لیے ابھی تھی۔ لیکن اگر جب میں نوٹ بول تو کوئی جگہ ابھی نہیں ہوتی صرف بہت کی مزدورت ہے۔ اور یہ بہت میرے لیے جہم بے جگہ ہے۔ میں اس دنیا میں وقت گزارنے کے لیے صحیح آنکھ پانچ تھی صحیح صبح حاصل کر چکی تھی۔

اپنا کوئی نشان میں نے وہاں نہ چھوڑا۔ نوٹ سنبھال کر رکھے۔ اور صحیح موقع کے انتظار کرنے لگی۔ صبح سے پہلے یہاں سے نکلنا خود کو مشکوک کرنا تھا۔

ناخوہرام کی لاش کو میں نے پہنچے کیڑوں میں لپیٹ کر مسہری کے نیچے چھپا دیا تھا۔ صبح ہو گئی۔ دن کے دس بجے میں گھولی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

جال کے مردانے اپنے کالوں پر چلے گئے تھے۔ عورتیں گھروں کے کاموں میں مشغول تھیں کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی اور میں وہاں سے دور نکل آئی۔ پھر مجھے ایک آنو رکشہ نظر آیا اور میں اس میں بیٹھ کر چل پڑی۔

”کہاں چلوں؟ ڈرائیور نے پوچھا۔“

”چلتے رہو۔ بتا دوں گی۔“ میں نے جواب دیا ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔

بازو دھنے لگے تھے اور آہستہ آہستہ کھلتے جا رہے تھے میں نے رکشہ ایک بھر سے ہونے بازو میں رکھ لیا۔ اتر کر ڈرائیور کو بل دیا اور پھر شیفنے کے سے انداز میں اسے چل پڑی۔

ایک محسوس گھرانے کی کسی بولکی کے بارے میں تم اس انداز سے سوچ سکتے ہو تو انا صفر۔ لیکن میرے اندر جہت نصیحت اٹھری تھی وہ الو بھی وہ اس زمین پہاں کے بسنے والوں کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ اس کے اندر بے پناہ قوت تھی۔

”انسان کے اندر بہت سی قوتیں پوشیدہ ہوتی ہیں کوشل اور خاص حالات میں یہ قوتیں خود بخود ابھرتی ہیں۔ میں نے جواب دیا۔

”اس وقت وہی قوتیں ابھرتی تھیں۔ میں خود کو مطمئن

اور دنیا شناس سی سمجھ رہی تھی۔ ایک بڑے اسٹور میں داخل ہو کر میں نے اپنے لیے جدید ترین لباس خریدے۔ ایک اپ کا سامان اور دوسری چیزیں خریدیں۔ ایک خوبصورت آبی کیس ایک برس وافر بھی اس کے بعد پھر باہر نکل آئی۔

اس کے بعد میری سبھی کھول منزل تھی۔ یہ دریا زریے کا ہو گیا تھا۔ وہاں کے رزٹرنٹ میں نے اپنا نام پونم لکھوایا تھا۔ ہوٹل کا کمرہ بہت بڑا سکون تھا۔ یہاں آکر مجھے ایک طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید انسان خود پر بھروسہ کرنا سیکھے۔ تو اسے سکون ضرور ملتا ہے۔

”ہاں شاید۔“ میں نے جواب دیا۔

میں نے مستقبل کے بارے میں سوچا۔ بہت کچھ کرنا تھا ابھی۔ اگر کم بخت ناخوہرام نے جھوٹ نہیں بولا تھا اور اس کی دوسری کہانی سچی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ روپا کسی نہ کسی طرح کنول کماری کے پاس پہنچ جائے گی۔ یہ بہت اچھا ہوگا اب کنول کماری کے پاس واپس کا تو سوال کا تو سوال ہی نہیں پلہ ہوتا تھا۔ لیکن ایک بار صرف ایک بار سے دیکھنے ضرور جاؤں گی۔ اگر وہ اطمینان بخش حالات میں ہوتی تو پھر میں اپنا کام پورا کر دوں گی۔ ہاں میں اپنے گھر کو بھی نہیں بھول سکتی تھی مجھے اتنا حق لینا تھا خون کا انتقام۔

وقت گذر گیا۔ ہوٹل میں گھسے رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا باہر نکلنا ضروری ہے۔

لیکن باہر نکلنے کے لیے میں نے خود کو بدلنا ضروری خیال کیا۔ اتنی تبدیلی پیدا کر لینا تھی خود میں کو کوئی پہچان نہ سکے۔

میں نے تیاریاں لیں۔ بہی کے بارے میں جانا بھی چاہتی تھی۔ اور اس کے لیے باہر نکلنا ضروری تھا۔ میں نے میک اپ کیا خوبصورت لباس پہنا اور خود کو آئینے میں دیکھا تو چونک پڑی۔ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی اور میرے سامنے کھڑا ہے۔ لیکن یہ میں ہی تھی۔ بالکل بدل ہی ہوئی شکل میں۔ اور اس شکل میں مجھے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔

ہوٹل سے باہر نکل کر میں دیو تک فٹ پاتھر پر چلی رہی۔ طرح طرح کے مناظر آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔ سب ان سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ پھر ایک بک سٹال کے قریب پہنچ کر میں رکی۔ یہاں بہت سے لوگ موجود تھے۔ جیت لباس میں بلوس ایک شخص ایک نمبر رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔

میں نے بک سٹال والے سے بیانی کا نقشہ طلب کیا تو جیت لباس

والے نے مجھے دیکھا میری نگاہیں اس سے ملیں تو میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا۔ نہ جانے کیوں میری چٹھی جس نے محسوس کیا کہ اس کا چوکنا بے مٹی نہیں ہے۔

بہر حال میں نے تو جبراً ہی وہی اور نقشہ خرید کر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دوردلی کر میں نے چورنگا ہوں سے عقب کا جائزہ لیا تو حیرت لیاں اس والے کو اپنے پیچھے پایا۔

میں کسی تدریسی نشان ہو گئی تھی۔ وہ کون سے اور کیا جانتا ہے۔ پھر اس سے پچھیا چھڑانے کے لیے میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب رکت گئی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔

”کہاں جا رہے ہیں صاحب؟ ڈرائیور نے پوچھا۔

”جو ہو“ میں نے بے ساختہ جواب دیا۔ اور ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے ٹیکسی آگے بڑھادی۔ میں نے پشت کی سیٹ سے سرٹکا دیا اور عقب نما آئینے کی طرف دیکھنے لگی۔ ٹیکسی ڈرائیور کا چہرہ اس میں نظر آیا۔ وہ میرا جائزہ رہا تھا۔ میں سنبھلی گئی۔

جبراً میرے بارے میں میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ بس نقشے میں اس نام پر میری نگاہ پڑی تھی اس لیے یہ نام آسانی سے میرے منہ سے نکل گیا تھا۔ پھر جان میرا سفر جاری تھا۔

کافی مسافت پر چوکیا تھا میں نے ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کوئی کار یا ٹیکسی تعاقب تو نہیں کر رہی لیکن ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ میں نے دوبارہ پشت سے سرٹکا لیا۔

ٹیکسی اس وقت جس سڑک سے جا رہی تھی اس کے دائیں طرف ریلوے لائن تھی جس پر ایک ٹرین گذر رہی تھی آگے ایک پل تھا جس سے دوسری طرف مڑ کر ٹیکسی ایک سستان راستے پر چل پڑی اور دفعتاً ہی مجھے ایک احساس ہوا۔ ٹیکسی ڈرائیور کے اندازاً مجھے نہیں لگے مجھے اس کا عقب نما آئینے میں گھورنا یاد آ گیا تھا۔ ایک بار پھر میں نے اسے دیکھا تو اس وقت بھی اس کی نگاہ مجھ پر تھی۔

میرے ذہن میں خطرے کا احساس پوری طرح جاگ اٹھا۔ میں یہ تو اس کی شخصیت کا پورا امتحان تھا جو میرے وجود میں انگڑائی لے کر جا گئی تھی۔ یہ تو اس کی پہلی آزمائش تھی۔ اور میں نے اسے پوری طرح اس امتحان کے لیے تیار پایا۔ میرے اندر کچھ ناہوشی تھی۔

دفعتاً ٹیکسی نے ایک جھٹکا لیا اور رکت گئی۔ یہ جگہ بالکل سناٹا تھی۔ میں نے اطراف میں دیکھا اور کہا۔

”کیا بات ہے ڈرائیور؟“

”شاید یہ سڑک ختم ہو چکا ہے“ اس نے کہا اور بہت کچھ دیکھنے لگا۔ اب کیا کریں ہم صاحب؟

”اس سوال کا جواب مجھے دینا ہو گا ڈرائیور؟“

”مجھوری ہے“ اس نے کہا۔

”جو ہو۔ یہاں سے کتنی دور ہے؟ میں نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔

”جو ہو“ اس نے کہا اور ہنس پڑا تھا۔ جو ہو تو اس طرف نہیں ہے ہم صاحب؟ وہ دروازہ اور دوسرے لمبے اس نے جیب سے ایک چاقو نکال کر کھول لیا۔

”کھلیا جانتے ہو ڈرائیور؟ میں نے سکون سے پوچھا۔

لیکن میری سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ کوئی آسانی قوت نہیں تھی میرے اندر بس میں اپنی بہت سے کام لے رہی تھی۔

”بتانے کی ضرورت نہ جاتی ہے“ وہ ہنس پڑا۔

”مطلب؟“

”توہیں جانتے ہیں ہم صاحب۔ اس کے بعد تم جہاں لوگی پہنچا دین کے؟“

”ہوں۔ اسی جگہ؟ میں نے سوال کیا۔

”تو اور کہاں؟“

”وہ دیکھو۔ ادھر جھاڑیاں ہیں۔ ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا دو۔ میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

”ارے جیتی رہو رانی۔ آؤ۔ میں نے کہا۔

”مگر ٹیکسی؟“

”یہ سڑک عام نہیں ہے۔ ٹیکسی اسی جگہ رہنے دو“ اس نے کہا اور جھٹک کر میرے دروازے کا ہینڈل کھول دیا میں نے اس طرح رخ موڑا جیسے نیچے اتار رہی ہوں۔ وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے دروازے

کا ہینڈل کھولا اور ایک پاؤں باہر نکال لیا۔ دوسرے لمبے میں نے اسے زور سے پیٹے دھکا دے دو اور فلا بازی کھا کر گرتا تھا اس کے حلقے سے ایک خونخاک غراہٹ نکلی۔ لیکن میرے لیے بھی اب ٹیکسی میں بیٹھے رہنے کا جواز نہیں تھا چنانچہ میں ہی پھر تڑپنے سے دروازہ کھول کر بیٹھے اور ٹیکسی پھر میں نے ایک طرف جھلنگ لگائی لیکن ڈرائیور باقاعدہ جہاز پر مشہور معلوم ہوتا تھا اور نہ ہی پھرتنے کے فن سے واقف تھا اس نے فوراً ہی کمر ہٹا دیا اور میں اس کی تانگ میں آچھ کر بری طرح گرتی پھر ہینڈل تمام زمین سے ٹھکرنے سے بچایا تھا۔ وہ اب بھی جگے سے اچھلا اور سدھا پھر ہرکابا۔ لیکن میں لوٹ لگا کر ایک طرف پڑ گئی۔ وہ دھبے سے زمین پر لگا اس بار کی چوٹ زور دار تھی۔ اس نے سنبھل کر کھڑے کی کوشش کی، میں نے لیے ہی لیے ایک لات اس کی کمر پر جمادی اور وہ دور جا کر پیرا کام نہیں تھا۔ بیٹھنا پیرا کام نہیں تھا۔ وہی قوت مصروف عمل تھی جو میرے وجود میں جلا رہی تھی۔

اس بار موقع مل گیا تھا۔ میں اٹھ کھڑی ہوئی اس نے اتنے کی کوشش کی تو میں نے جو تھکے کی کوشش اس کی ہینڈل پر مرادی اور وہ ڈر کر گرہ گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

میں نے ایک کراچو اٹھایا۔

”بشاید یہ تمھاری زندگی کا آخری جرم تھا۔ میں خود نکال لے رہی ہوں۔

ڈرائیور کے بدن پر غنا خواہہ چوٹیں لگ چکی تھیں۔ وہ زور سے ہونگا تھا۔ چاقو میرے ہاتھ میں تھا اور میں ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

”معاف کرو دیکھو ان کے لیے ایک بار معاف کر دو رہے اچھا سبھی مل گیا ہے۔“

”ابھی سے؟ میں نے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”بھگوان کے لیے۔ میرے تین بچے ہیں۔ میرے سواں کا کوئی نہیں ہے۔ وہ ٹھک گیا۔

”بس ایک بار دیوٹی بھگوان کے لیے بس ایک بار اس کی آنکھوں میں زبردست ہراس تھا۔

”تم اس قابل تو نہیں ہو لیکن اگر تین بچے ہیں تمھارے تو تم انھیں وعادو کر انھوں نے تمھیں بچا لیا۔“

”بس ایک بار جیون دے دو۔ اس کے بعد بھگوان کی کوئی کمی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔“

”آکھو۔ میں نے کہا اور وہ کرنا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور

اشارے سے پردہ اٹھ کر ٹیکسی میں جا بیٹھا تھا۔ ”چلو ٹیکسی اشارت کر کے یہاں سے واپس چلو۔“

ڈرائیور نے جہوں اور جاہری ہدایت پر عمل کیا تھا اس نے ٹیکسی اشارت کر کے واپس موڑ دی۔ پھر راستے میں اس نے پوچھا۔

”جو ہو جنوں ہم صاحب؟“

”اب نہیں۔ مجھے کسی بھی جگہ آنا کر دھن ان ہو جاؤ اور سنبھو بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا گا ائمہ۔“

”میرے باپ کی تو ہم صاحب؟“

ٹیکسی تیزی سے واپس کا مسافر کر رہی تھی۔ ایک جگہ میں نے ٹیکسی روکی اور پیچھے آگئی۔ ڈرائیور کا چاقو تو میں نے واپس کر دیا پھر اسے مل ادا کرنے کے لیے ہر سکول رہی تھی کہ وہ ٹیکسی لے بھاگا۔ میرے ہوشوں پر سکراہٹ پھیل گئی۔ میری زندگی کا پہلا امتحان کا سیلاب تھا۔

ایک اور ٹیکسی کے میں سے سبھا شہر پہنچی۔ اور چند لمحات کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی۔ ایک بار پھر وہی چست لباس والا پیر ذہن میں آ گیا۔ وہ کون تھا اور کیا چاہتا تھا۔ لیکن اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔

اس رات میں اپنے مستقبل کے لیے بہت سے فیصلے کرتی رہی کا تصور کی پہلی ہوئی رقم تو کافی تھی لیکن کب تک ساتھ دے گی میرے سامنے مستقبل کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سکول دیوٹی کو اس نے زیادہ پریشان نہیں کر سکتی تھی زندگی گزارنے کے لیے رقم انتہائی ضروری ہوتی ہے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں لگا سکتا۔

کو بے وقوف سناؤں اور زندگی گزاروں۔ بون بھی اب میں کوئی شریف لڑکی نہیں تھی۔ قاتل تھی خطرناک تھی۔ پھر سب سے جری بات یہ رادھن سنگھ جیسے درندہ صفت انسان سے بدل لینے کے لیے شرافت تو بے مٹی چیز تھی۔ مجھے وہی کچھ بتانا ہو گا جو وقت کی ضرورت ہے۔

اور رات کے ٹیکسی میں نے بہت سے فیصلے کر لیے تھے۔ میں اب ایک بہتر شخصیت سے اس شخص کے سامنے آنا چاہتی تھی۔ دوسرے دن میں لکڑی تانین کے بیگے ہو گئی میں رہی وہ پھر بہت ہلکا لگانا کھایا اور پھر ایک خوبصورت لباس پہن کر خوبصورت ٹیکسی اپ بھا اور باہر نکل آئی۔

کاؤنٹر پر چالی دی تو کاؤنٹر لاک کے مسکراتے ہوئے ہلکا ہوا۔

میں چونک کر رکت گئی۔ کیا بات ہے۔؟ میں نے بیٹھ گئی اس سے پوچھا اور وہ نروس ہو گیا۔

”کچھ نہیں ہم صاحب۔؟“



"جو کچھ دل میں ہے کہو۔"

"کک۔ کچھ نہیں ہم صاحب۔ آپ یقین کریں کچھ بھی نہیں
"تمخاری مرضی۔ کوئی بات ہے تو ضرور کہو۔ دوسے کی معرفت
ہنہیں ہے۔"

"معاف کیجئے گا ہم صاحب۔ وہ نہ ہمارا صاحب آپ کے بارے
میں پوچھ رہے تھے۔"

"گوں سہنا صاحب۔"

"ترے آدمی ہیں۔ رتن سہنا کے مالک ہے"

"اوہ۔ وہ۔ کیا کہہ رہے تھے؟"

"اس کچھ کر رہے تھے آپ کے بارے میں یا کاؤنٹر لاک

نے جواب دیا۔ میں نے پرس سے اس دس روپے کے چند لوٹ

لکھ لے اور اس کے سامنے لوگ کر لولی۔"

"کیا کہہ رہے تھے سہنا؟" کاؤنٹر لاک نے عیب لگا کر

سے ٹوٹ دیکھے اور سٹنک ہوئے۔ انہوں نے زبان پھیر کر بچے دیکھا اور بلا۔

"معاف کیجئے گا۔"

"نوٹ اٹھا لو۔ میں نے اس کی بات کاٹ دی۔"

"شکریہ۔ وہ کہہ رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔"

"انک۔ انک کرنا مت کرو یا میں نے سوچ لیتے ہیں کہا۔"

"انہوں نے نیچے آپ کی تصویر دکھانی تھی۔ آپ کے کوسے

بارے میں پوچھا تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ کال کر لیں۔ اس کی

سابقہ عیوب۔ پوچھ رہے تھے کک سے اس ہونٹ میں ہیں؟"

"اور؟" میں نے اسے گھورنے کو کہہ دیا۔

"بس اتنا ہی پوچھ رہے تھے یا"

"سنو۔ جیسے جو بات ہوئی ہے اسے بھول جانا۔ ہاں ایک

بات اور بتا دوں۔"

"جی میجر صاحب۔"

"سہنا صاحب کیا کہاں اکثر آتے رہتے ہیں۔"

"کبھی کبھی۔"

"تجیئیں کیسے معلوم کرو رتن سہنا کے مالک ہیں۔"

"جی میں جانتا ہوں انہیں۔"

"بھری بات کا خیال رکھنا۔ اگر زبان کھولی تو میں کال کر لے

کے علاوہ اور کچھ بھی ہوں۔"

"آپ انجان نہیں۔ اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل

آئی۔ یہ سہنا صاحب کون ہیں۔ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں

کیوں میری کھوج میں ہیں۔ رتن سہنا۔ جس نے دل ہی دل میں ہنر

دوستاؤں کے گئے کھل گئے۔ بی بی میں حالی ہائے تو سہنا

ہنہیں ہے کوئی اور شکل بھی سامنے نہیں ہے اس لیے کہ ہنر مارا

کی ضرورت ہے پھر ایک اور خیال ذہن میں آیا۔ اگر کاؤنٹر لاک

درست کہہ رہا ہے تو میری تصویر اس کے پاس کہاں سے آئی۔

یہ بات سنی سے نہیں آتی تھی تصویر اس کی بات لگتی تھا

تھی اس میں بجائی نہیں تھی۔ مہر مال اگر کاؤنٹر لاک نے سمجھ

بولا سے تو بڑبڑ کر کہاں جاتے گا۔

لیکن مجھے ایک مشغلہ مل گیا تھا۔ رتن سہنا کے بارے میں معلوم

میں کر لینا کچھ مشکل نہیں تھا۔ میں پیدل چلتی رہی اور پھر ایک

میٹر بیکل اسٹور کے سامنے روک کر کواؤنٹر کے ہتھے ایک شریف صورت

اصحا آبادی بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب پہنچتی تھی۔

"ایک فون کرنا چاہتی ہوں؟"

"کر لو بی بی۔ اس سے فون کرنا چاہتا کہ میرے سامنے کھ دیا۔"

"فون لڑتی جا رہی ہے۔ میں لولی۔"

"یہ لولہ۔ اس سے فون ڈاؤن لڑتی ہے میرے سامنے رکھ دی۔"

رتن سہنا کا غیر تلاش کرنے میں مجھے زیادہ وقت نہ ہوئی اور میں نے

رتن سہنا کا نمبر ملایا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"رتن سہنا۔"

"ہاں کس سے بات کر رہی ہے؟"

"کیا سہنا صاحب موجود ہیں؟"

"نہیں جی۔ وہ اس وقت کہاں نہیں ہوتے۔"

"دیکھیے میں ان کی ایک رشتہ دار لولی رہی ہوں انہوں نے

آئی ہوں مجھے بتائیے وہ اس وقت کہاں ہیں؟"

"اس وقت تو یہ نہیں کہاں ہوں گے۔ ہاں شام کو وہ

رہیں گورس میں ضرور ملتے ہیں۔"

"اوہ۔ کہاں کب آتے ہیں؟"

"رات کو تو سب سے قریب۔"

"ضرور آتے ہیں یا کبھی نہیں؟"

"نہیں جی رات کو ضرور آتے ہیں۔"

"روزانہ۔"

"جی ہاں۔ روزانہ۔"

"اُن کے گھر کا پتہ ہے؟"

"وہ تو بی بی ہونگے گھر میں رہتے ہیں، روم نمبر سہترہ ہی ان

کی مستقل رہائش گاہ ہے۔"

"اوسکے شکریہ۔ میں نے کہا۔"

"کوئی بی بی عام ہو کر لائی۔"

"ہنہیں میں ان سے مل لوں گی۔" میں نے کہا اور فون بند

کر دیا۔ جب سے ایک دوپہر نکال کر سامنے رکھا تو شریف صورت

دیکھ کر اندازے سے شکریہ کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔

میں سکھائی ہوئی واپس ہٹ ڈری تھی لیکن سمجھتی دوپہل

کر سہنا پھر میرے ذہن میں اٹکسا۔ کون ہے یہ؟

مہر مال رتو مات کو ہی معلوم ہو سکتا تھا۔ البتہ جو مل واپس

آنے کے بعد میں نے فیصلہ کر سہنا سے رتن سہنا میں ملاقات کرنے کے

بجائے اگر اس کے ہونٹوں کی رہائش گاہ ہی میں مل لیا جاتے تو اہوج

ہے۔ اس کے بلے مجھے پہلے سے گھرا رہے ہیں پہنچنا ہوگا۔

رات کو کون سے میں اپنے ہونٹوں سے باہر آئی تھی اس وقت

کاؤنٹر دوپہر آدی بیٹھا ہوا تھا۔ میں چلی آئے سے کہے کہ باہر آئی

اور پھر ایک کچھ ہی میں پہنچ کر ہونٹوں پہل پڑی۔

کیلار ڈومیر یونٹ سے نہ نماندا تھا۔ یہ نہیں اس ہونٹوں سے

اس کا کیا تعلق تھا۔ مہر مال سہنا جو کوئی بھی تھا اس پر کسی شریف آدمی

ہونے کی توقع تو نہیں جاسکتی تھی۔ وہ آدمی شریف کیسے ہو سکتا تھا

جو ایک سہنا کا مالک ہونے کے باوجود کسی ہونٹوں میں رہتا ہو۔

اعلیٰ درجے کے ہونٹوں میں اعلیٰ درجے کا جوا ہو رہا تھا۔ اعلیٰ درجے

کے لوگ نہیں مار رہے تھے۔ اعلیٰ درجے کی شراب بی جا رہی تھی اور

اعلیٰ درجے کی کال کر ل کر لاش کر تماش میں سرگرداں پھری تھی۔

میں ایک میز پر بیٹھا تھا اور ایک میز پر میرے پاس آگیا۔

"ہاسکی۔" میں نے کہا اور وہ جا گیا۔ وہ کسی کی ہونٹوں پر

سامنے آئی۔ میں اب بہت کچھ جانتی تھی۔ اپنا ماحول اپنی ریت

بھول گئی تھی میں اس نئی دنیا میں ایک نئے انسان کی حیثیت سے

ہی رہا جاسکتا تھا۔ میرا دل کوئی گنی گنیشن نہیں تھی۔

لٹنے میں دوڑا ہوا ایک نوجوان میرے سامنے بڑی بیباکی

سے آ بیٹھا۔ اور میں کر شت لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میرا نام ملکہ اوت ہے۔ تمہارے لگے لوگوں کی روح قبض

کرتے دیکھا ہوگا۔ زیادہ اسارت بٹھے والوں کی کھوپڑی پر ہونٹوں

و سے ماری ہوں میں؟"

"واہ بڑی خوشی ہوئی ہے تمہارے مل کر۔ اس نے آنکھیں بند کر کے

پاٹھ کر بھانسنے کو کہہ دیا۔"

بہت ہی گھبراہٹ ہوئی اس نے بے ہوشی میں میرے ذہن میں

ایک اور ترکیب آئی۔ میں نے کہا۔"

"مجھے بھی خوشی ہوئی۔"

"شکریہ۔ شکریہ۔ شکریہ۔" وہ پہلی ہی رہی ہو؟

"تم ہو گے۔"

"منع من کلز ہوگا۔ یہ کیا نام بتایا تھا تمہارے؟"

"اوشاکرن۔"

"ہوشیار چ۔" یاکرن۔ کچھ بھی ہو صاحب تمہیک ہے۔" اس

نے کہا۔ میں نے شراب کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ اور کچھ

اسے شراب پلانی رہی۔ اس طرح ہماری جان بچ گئی تھی۔

ہونٹوں کی دوسری لغو جیات شروع ہو گئی تھیں۔ میرا سامنے

یوٹیل خیر کرنے کے بعد لگتا تھا اور نقص کرنے والوں کی جھڑپ میں

مشامل ہو کر تہا ہی نقص کرنے لگا۔

میں جوئے کی بڑوں کی طرف بڑھتی تھی۔ اب آہستہ آہستہ

میں اپنے کام کے بارے میں قدم بڑھا رہی تھی چنانچہ باہر نکل کر

میں اوپر جانے والے راستے پر چل پڑی۔ اس کے بلے میں نے ٹھٹھ

ہنہیں استعمال کی تھی بلکہ رتوں کا راستہ اپنا ہوا تھا۔

روم نمبر تیرا اس منزل کے آخری سے پر تھا۔ اس وقت وہ

تاریک نظر رہا تھا۔ میں نے اس کا اچھی طرح جائزہ لیا اور پھر گھر

کر اس کے کوسے غیبی تھے میں پہنچتی تھی۔ کہاں ایک بڑی کھڑکی جو

کھلی۔ لیکن وہ اندر سے بند تھی۔

میں نے چاروں طرف جائزہ لیا۔ اور پھر جلدی رہا۔

میں آئی۔ اگر اس کوسے واقف ہو گئی تھی۔

رات کو سامنے گمارہ کیے جب میں دوبارہ باہر آئی کی

طرف گئی تو مجھے کہہ کر بھرتیز میں روٹی نظر آئی۔ اس کا مطلب تھا کہ

سہنا صاحب سہنا سے واپس آگئے ہیں۔

وہ قدم چلتی ہوئی ہیں کوسے کے سامنے پہنچ گئی مہراں

رک کر سمجھتی ہے دیر تک حالات کا جائزہ لیتی رہی اور پھر پوری باہری

میں آئی مہراں مجھے سنبھلانا پڑا کیونکہ کھڑکی کھلی تھی۔ لیکن مجھے

کسانی بھی ہونٹوں میں اس طرح مجھے اندر جھانکا۔ اور موجود شخص کو

میں نے احتیاط سے اندر جھانکا۔ اور موجود شخص کو توڑ کر

گئی۔ یہ وہی جنت لباس والا تھا جو ایک اسٹال پر بیٹھے دیکھ کر ہونٹوں

تھا۔ تو یہ ہیں سہنا صاحب۔

وہ کوسے میں تھا اور ایک رائیٹنگ میبل کے پاس بیٹھا

ایک فائل کی روٹی گردانی کر رہا تھا۔ میں چند لمحات میں چوتھی رہی

پھر میں نے واپس رہا ہاری کی طرف قدم آٹھا دیئے۔ اپنے دل میں

کچھ فیصلے کر چکی تھی بہت بڑا قدم آٹھانا تھا۔

بیرونی رہا ہاری میں آ کر اس نے پرس سے ایک پیسہ لیا اسٹک

نکالی اور اس کا ڈھکا کھول کر بیچنے لگا گیا۔ پ اسٹک اونٹنی ہو

”بس برس میں چھ لاکھ دوپٹے ہا کر گیا۔“
 ”اس کا حساب کر رہے تھے شاید۔“
 ”ہاں۔“

”اس وقت زندگی ہمارے کا خطرہ ہے بہتر ہے کہ ان کی خبریں
 دل کو ہوشیار سے مثال دو میں سے لیا۔“

”بس جا رہی ہو تم۔“

”بس نے نہیں میرے پیچھے لگا یا ہے۔“

”رام داس نے یا۔“

”یوں ہے؟“

”سورج گریں کا مغالی گنڈو اور۔“

”بس جا ہنسا ہے وہ؟“

”مغھاری باز بائی۔ لیکن۔“

”لیکن کہا۔“

”مجھے تو کچھ اور بتایا گیا تھا۔ تصویر بھی۔“

”بولتے رہو سنا لیتے رہو۔“

”مجھے بتایا گیا تھا کہ ایک دو پہاڑی ٹاپ کی لڑکی ہو۔ اس لیے
 نہیں بک ا مثال پر دیکھ کر لیکن میں پوچھا تھا۔“

”رام داس میری باز بائی کیوں چاہتا تھا۔“

”یہ اس سے معلوم ہوگا۔“

”گتے آدمی کام کر رہے ہیں میرے لیے۔“

”یہ شہار۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔“

”ان کے نام اور پتے بتاؤ۔“

”ابھیوں مانو مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم۔ میں بھی دوسرے
 لوگوں کی طرح مختاری تلاش میں تھا۔“

”سبھاؤں ہوں میں میری قیام گاہ کے بارے میں نہیں کہیںے وہ پوچھا
 ایک شیخی ڈرا رہا ہے رے پتہ لگا تھا۔“

”اور کچھ سنا صاحب؟“

”بس اور کچھ نہیں۔ البتہ تم اگر جاؤ تو تیار دو سورج گریں سے
 مختاری کیوں من گئی ہے، اس نے کہا میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ
 صونے کی لیشٹ کی طرف جا رہا ہے۔ میں صورت حال سے پوری طرح
 آگاہ تھی سنا کہ بارے میں یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ میرا وطن ہے
 اور سورج گریں کی طرف سے یہاں میری گرفتاری باگمل پر مومور
 گیا گیا ہے۔ میرے اور سورج گریں کے درمیان چونکہ باقی عدہ مٹھی
 چکی تھی اور دواجن سنگھ اب میرا بدترین دشمن تھا اس لیے اس کے
 علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اپنے دشمنوں کو ہتھیار لگانا
 راستہ صاف کرنی چلوں چنانچہ جس نے اس پر بے در پین گولی چلا دی۔“

گئی تھی۔ پہنی نگاہ میں اسے پستول کی نال بھیجا جا سکتا تھا۔ میں
 نے اسے برس کی آڑ میں کر لیا اور پھر دو واڑے پر دستک دی۔
 ”کون ہے اندھا جاؤ۔“ سناہا کی آواز سنا دی ماور میں
 دو واڑے کھول کر اندھا داخل ہو گئی۔ اس نے گون آٹھا کچھ دیکھا
 اور پھر شہادہ بجا لیا۔ دوسرے نے اس کا ہاتھ میری طرف بڑھا لیکن
 میں نے لات مار کر دو واڑے بند کر کے ہونے کہا۔

”باختام برکو مشر سنا۔ وقت سے پہلے مرنے چاہتے ہو تو
 مختاری مرنے۔“ میں نے اپ اسٹک برس کی آڑ سے مختاری ہی نکال
 دی۔ سناہا کی نگاہ اس پر پڑی اور وہ ساکت رہ گیا۔ اس نے جلدی
 سے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر ہنوز رکھ دیئے ہیں نے پٹیلیر دھارے
 بند کر دیا۔ وہ میرا رنگ لگا ہوں سے تھے دیکھ رہا تھا۔

”میں اب اسٹک برس کی آڑ میں کیے کیے آگے بڑھی اور اس
 کے قریب پہنچ گئی۔ پھر میں نے اس کے عقب میں ایک اسٹک اس
 کی کھوپڑی سے لگا دی اور ہاتھ جڑھا کر لڑا کھول لی۔ اور میری واڑے
 میں ایک سیاہ رنگ کا پستول نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر ہاتھ
 میں لے لیا اور پیچھے رکھ لیا۔“

”پستول کے بلے بہت بہت شکر بہ سنا۔“ یہ کہہ کر میں نے
 اپ اسٹک اس کے سامنے ڈال دی رہا کہ ہونٹ کسے اور نہ ہو گئے
 وہ اٹھا کر گیا تھا۔ میں اس کے سامنے گئی۔

”بہتر ہے کہ آپ بیز کے پیچھے سے نکل ہی آئیں۔ اٹھو وہ میں
 نے دوسرا ہتھیار کھینچ لیا۔ میں نے کہا تھا وہ آگے گیا۔ اس طرف میں نے
 ایک صونے کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ پیچ گیا۔“

”کون ہو تم اور کیا چاہتی ہو۔“
 ”مجھے بھول گئے مشر سنا۔ یہ نہیں ہو سکتا میری تصویر پانچ وقت
 بھی آپ کی جیب میں موجود ہوگی۔ سناہا کا ہاتھ بے اختیار جیب کی
 طرف اٹھا پھر پیچ کر گیا۔“

”نکال لیں۔ نکال لیں تصویر ڈرا میں بھی دیکھنا چاہتی ہو؟“
 میں نے کہا۔

”وہ برسے پاس نہیں ہے۔ وہ بھرتی ہوئی واڑ میں بلاد
 ”کہاں گئی؟“
 ”تم آتے جا رہی کیا ہو کون ہو؟“

”وہ مشر سنا ہے تم کو اس کے بارے ہو۔ جو کچھ میں پوچھ رہی
 ہوں اس کا جواب دو۔ ورنہ موت تم سے زیادہ دو نہیں ہے۔“
 ”آج کا دن ہی منحوس ہے، وہ آہستہ سے بڑھ رہا۔“
 ”رات اس سے بھی زیادہ منحوس ثابت ہوگی۔ ویسے دن کیوں
 منحوس ہے؟ میں نے سوال کیا۔“

سناہا کا ہاتھ پیچھے بڑھتے بڑھتے رکھا اس کی پیشانی میں سورج ہو گیا
 تھا دوسرے ٹھہرنے نے ایک اور گولی اس کے سینے پر داغ دی یہ
 دوا کر کے لے لیا میرا یہاں ایک ٹوکڑا کھائی مناسب نہ تھا
 چونکہ فائرنگ کی آواز لگتی باہر گئی تھی۔ اگر میں یہاں بیٹھ
 تھی تو اس کے بعد میرا نکلتا نامن ہو جاتا۔

چنانچہ پھر پرتی سے باز لکل آئی۔ یہ بھی نہیں دیکھا میں نے
 کسنا زندہ ہے یا مر گیا اور اس کے بعد میرے بلے اس ہو گئے
 باز نکل جانا مشعل نہیں ہوا۔ البتہ میں نے ہونٹ میں افزائشی گئی
 تھی لگتی فائرنگ کی آواز سن لی تھی، لیکن لوگ ابھی تک یہیں
 جان کے کٹے کٹے فائرنگ کہاں ہوتی ہے۔

اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانا تھا مجھے۔ چنانچہ میں ہتھ زنگاری
 سے دوڑتی ہوئی باز نکل آئی اور اس کے بعد مجھے ایک گولی کے کنارے
 پر ٹپکی مل گئی سناہا کی گولی اور اس طرف سے نکلے ہیں، میں
 نے عاجز تھی گئی شیخی ڈرا ہونے لگی میرے قریب روک دی
 اور میں اس میں بیٹھ گئی لیکن میں نے اسے فوراً ہی اپنے ہونٹ کا پتہ
 نہیں بتایا تھا کہ اگر اتنی احتیاط رکھنا چاہتی تھی، اس بات سے
 انکار نہیں کہا جا سکتا تھا کہ شیخی ڈرا ہونے سے میری صورت حال
 بہتر چل جاتی، چنانچہ میں ایک بھرے باز مار میں آگئی۔ وہاں سے
 ایک دوسری شیخی کی اور اس کے بعد ہونٹ سبھاؤں پہنچ گئی۔

سبھاؤں کے کپاؤ ٹھہرنے سنا تھا چنانچہ کہیں کھڑی نظر آئی نہیں
 میں کاؤ ٹھہرنے پہنچتی ہو ہونٹ میری نگاہوں میں پہلے ہی مشکوک ہو
 چکا تھا کاؤ ٹھہرنے گوا اس وقت دوسرا تھا اور دیکھ رہا تھا۔ لیکن
 چنانچہ ہونٹ مجھے محسوس ہوا، جیسے میرے کمرے کا نمبر تھلنے پر اس نے
 چونک کر مجھے دیکھا ہو۔

بہر طور میں چانی لے کر اہر پہنچ گئی۔ راہداری تاریک بڑی
 ہوئی تھی۔ میں نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اسی میں اندر قدم
 رکھے۔ میں نے بھی اٹھی کہ دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ اندر کوئی موجود ہے۔
 بنی ٹولنے سے پہلے ہی میں اس احساس کے تحت سنبھل گئی اور دوسرے
 ہنٹے میں کمرے میں داخل ہونے کے بجائے راہداری میں بھاگنے لگی
 اسی وقت ٹپکی کی آواز کے ساتھ فائر ہوا اور گولی میرے بائیں شانے
 کو چھوئی ہوئی گر گئی۔

یلتانیا ہ سائیکل سٹریٹ ہوئے پستول سے فائر کیا گیا تھا اب یہ
 سوچنا تھا کہ فائرنگ کرنے والے کون ہیں ظاہر ہے میرے
 دشمن یہاں جگہ جگہ موجود تھے چنانچہ اس وقت میرے ہی بہتر تھا
 کہ میں فوری طور پر یہاں سے علیحدہ ہو کر نکل جاؤں۔
 وہ لوگ میرے پیچھے دوڑ رہے تھے اور میں راہداری میں تھی

تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی کہ اس سے پہلے کبھی نہ دوڑی ہو گی
 زبون پڑنے کی خبر میں گرتے گرتے کئی زبے آتے تھے ہی خامی دقت
 چپٹن آئی تھی میں نے اب روٹی میں ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا ان کی
 تعداد تین کے قریب تھی یا ممکن ہے ان کے پیچھے بھی کچھ لوگ موجود
 ہوں۔ بہر طور مجھے ان کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

کپاؤ ٹھہرنے میں داخل ہو کر میں گتے کی طرف دوڑی وہ میرے
 پیچھے پیچھے چلے کر رہے تھے اور بار بار گولیاں چلا رہے تھے۔
 میری کچھ نہیں انہیں آ رہا تھا کہ ان لوگوں سے اس طرح جان
 بچاؤں، بہر طور اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ جس طرح ممکن ہو سکے میں
 بھاگتی راہوں اب مصیبت میں تو پھنس گئی تھی کبھی کبھی کبھی تھی۔

کپاؤ ٹھہرنے سے پار کئے کے بعد میں نے سنگ و تارنگ کی گولوں
 کی تلاش شروع کر دی۔ گولیاں اب جیل میں ہی نہیں اور کوئی بھی
 گولی کسی بھی وقت میرے وجود کو ہیبٹلر ہیبٹلر کے لیے فدا کر دیتی۔
 تارنگی میں دوڑتے قتلوں کی آواز لگنے اپنے گتے کی سناٹی دے
 رہی تھیں ٹھوڑے فاصلے پر جانے کے بعد دو گتے بائیں سمت
 ایک پٹلی کی گولی نظر آئی اور میں اس میں داخل ہو گئی، گولی خامی تارنگ
 اور سناہا کی غائب یہ دو عمارتوں کا درمیان تھا یہاں گندگی
 کے ڈھیر تھے ہونے لگے۔ گولہ گرتے کھینچنے کی سڑی گئی اٹھایا اور فوری
 ایسی ہی چھوڑ لی۔

کسی پھل کے چھلکے پر میرا پاؤں پھسلا اور میں اونٹنہ منہ زب
 ہر گری پیشانی مختاری کی زخمی ہو گئی تھی لیکن اس وقت کسی زخم کی
 پر واہ کرنا سمجھتی تھی صرف دو ٹپکی ہی میں زندگی نظر آئی تھی پناہ
 میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اٹھی اور پھر دوڑنے لگی۔

پھل کی کے دوسرے کنارے پہنچی تو دفعتاً ایک سیاہ رنگ
 کی بڑی گاڑی گئی کے عین سامنے رکھی اور چونکہ میں بے اختیار لگی
 سی تھی اس لیے بڑی طرح اس گاڑی سے ٹکرائی۔

مخولنے ہی دفعتاً مجھے اپنے ہوش و حواس رخصت ہوتے چلے
 محسوس ہوئے میری زخمی پیشانی پر دوبارہ چوٹ لگی تھی آخری لحاظ
 یہی تھا کہ گولیاں اس گاڑی کی گاڑی سے ٹکرائی تھیں اور اس کے
 بعد کچھ ہوش نہ رہا لیکن زندگی تھی تو ہوش ہی آتا تھا جاکے تو خود
 ایک صاف و شفاف وسیع اور کشادہ کمرے میں پایا۔ اندازہ نہیں
 ہو سکا کہ یہ کون سی جگہ ہے لیکن جب بائیں سمت نظر پڑی تو ایک
 نرس میرے سر تک کھڑی ہوئی تھی۔ ہسپتال میرے ذہن نے ایک
 نعرہ لگایا۔ پھر میرا سر محسوس ہوا۔ وہاں طرف ایک کرسی پر جس میں
 میں نے بیٹھے ہوئے دیکھا اسے دیکھ کر میرے چہرے پر عجیب سے نازت
 اُبھرتے وہ سینڈ سوٹ پہنے ہوئے تھا چہرہ ساٹونے رنگ کا تھا اور

خود حال بگھٹے ہوئے ان خدو خال کو دیکھ کر ذہن میں ایک بے ہشت کا نام تر بھڑنا تھا بائیں گال پر آنکھ سے لے کر نگوڑی تک ایک گہرا زخم تھا جسے وہ کہہ کر ہوشکل آدمی کو ننگھاسا کی آنکھیں میری جانب نگران نہیں بلکہ راز کر رہا گیا چند لمحات میں کچھ سوجھتی رہی اور دو خفا نرس نے میرے قریب آ کر کہا۔

”اب کیسی طبیعت ہے؟“

”ہی۔“ میں نے متوجہ انداز میں کہا اور کڑھ صورت آدمی

چونک چڑا۔

”ہوش آگیا؟ اس کی خوفناک بھاری آواز آجھری۔

”ییس سر۔“

”بھڑو۔“ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے نزدیک آگیا۔

قدوقامت میں خاصا نھا اور دو بیگن آدمی کافی ہیبت ناک نظر آتا تھا اس نے بڑی نرمی اور ملائمت سے میری کلا پی بڑھی اور اہستہ سے بولا۔

”اب کیسی طبیعت ہے بہن؟“ اس کے چہرے ہنسے اور جسامت و شکل کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ اس کی خوفناک آواز دل میں سوراخ کر دے گی لیکن اس وقت اس کا نرم لہجہ اور پھر ایک لفظ بہن مجھے بہت عجیب سا محسوس ہوا تھا میں تجناہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگی۔

”خوش کرنے کی بات نہیں بہن تم اب خطرے سے باہر ہو گئے۔“

”کوئی ایسی دہشتی بات تو نہیں ہے نرس چیک اپ کرو گے۔“

”نہیں جناب۔ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ سب کچھ بالکل ٹھیک ہے۔“

”میں مکمل اطمینان چاہتا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”اگر آپ کہیں تو میں ڈاکٹر فہرڈو کو بلا لاؤں گا۔“

”ہاں۔“ اسے بلا لاؤ۔ اس سے کہو کہ اس کو چیک کرے اور مجھے بتائے کہ کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے۔ نرس باہر نکلے، ہی والی ختی ایک دروازہ قیامت آدمی اندر داخل ہو گیا وہ بیٹے بدن کا مالک تھا اور جیسا سے ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا اس کے گلے میں اسٹیپیکو بھی پڑا ہوا تھا اس کے اندر کچھ بھی خوفناک شکل کا آدمی اس سے کہنے لگا۔

”ڈاکٹر ہوش آگیا ہے معائنہ کر دو اور مجھے بتاؤ کیا صورت حال ہے۔“

”میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا ہے قادر صاحب تشویش کی

کوئی بات نہیں ہے کوئی بھی زخم یا مانیہ نہیں ہے جو قابل تشویش ہو گولی نشانے کو چھوٹی ہوئی گزرتی ہے اس نے بڑی کوئی تشویش نہیں پہنچایا آپ بالکل طبیعت میں رہیں یہ اگر آج رات یہاں رہ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ آپ ہمیں لے جائیں گے۔“

”نہیں ڈاکٹر اس کا مکمل علاج نہیں ہونا چاہیے، جس شخص کا نام قادر لیا گیا تھا اور جو خوفناک شکل کا آدمی تھا اس نے کہا۔

”آپ مطمئن رہیں یہاں انہیں کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی، ڈاکٹر نے کہا۔ اور کڑھ صورت آدمی میرے نزدیک بیٹھ کر بولا۔

”بہن کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی تمہارا دشمن ہے تو یقین کر دو اسے زندگی بھر اس دشمنی کا انیسو کر رہے گا بلکہ شاید موت کے بعد ہی وہ اس دشمنی کا انیسو کرنا ہی میرا نام قادر ہے۔ ایک بڑا آدمی ہوں لیکن جب تمہیں بہن کہا ہے تو یہ الفاظ تمہارا دل کا کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔“

میرے دل کو ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا میرے لیے مزہ کی یہ الفاظ پر ماحول یہ نامہ بھی ہو کر رہ گئے لیکن ایک بات میں ضرور جانتی تھی کہ اگر کوئی بڑا آدمی کوئی بات کہتا ہے تو وہ دل کی گہرائی سے ہی جانتی ہے اور اس کی ہمتی پر کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی میری نگاہوں میں ہیبت کے آثار تھے۔ تب اس نے ہاتھ اٹھا کر ڈاکٹر اور نرس سے کہا۔

”جاؤ تم لوگ یا ہر نکل جاؤ۔ میں اپنی بہن سے کچھ باتیں کروں گا۔“

”بھیک سے قادر صاحب، ڈاکٹر نے کہا۔ اور نرس کا اشارہ کیسے باہر نکل گیا۔ خوفناک شکل کا آدمی میرے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابل پریشانی ہوتی۔ میں نے دو تین بار اس کے چہرے کی طرف دیکھا پھر اس کی آواز آجھری۔

”میرا نام قادر ہے۔ تمہاری کسی غنڈوں میں شمار ہوتا ہوں۔ لیکن اہستہ سے تمہاری اہم۔ اسے پاس غنڈہ ایک ہی ہے وہ جس کا نام قادر ہے۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

”دنیا بھر میں ڈکھوں کی کہانیاں بکساں ہوتی ہیں پتھاری کہانی بھی ان جیسی ہی ہوتی۔ میں تم سے تمہارے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا بس مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔“

”میں نہیں کہاں ملی جی ہے؟“

بائی کدے سے علاقے میں شاید تم کو کوئی گویاں رسا رہا تھا اور تم دوڑتے دوڑتے گر کر ہوش ہو گئی تھیں۔ میرے آدمی کو دیکھ کر رہے تھے تھیں اٹھا کر لے آئے ہیں تمہیں ایک بات اور یاد دلا رہی کہ کون سا نام مجھے معلوم نہیں ہے شاید میں انارم دل نہ بنا لیکن بہت عرصے سے لہجہ میرے دل میں گہرا پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم میری بہن کی شکل ہو۔ ہاں بہن میں نے اسی لیے تمہیں بہن کہا ہے ورنہ مجھے لوگ جب تک کو بہن کہہ دیتے ہیں تو پھر اپنا فرض نبھادیتے ہیں میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا مگر تم جہاں کہیں بھی جانا چاہو کچھ تمہاری خواہش ہو مجھے بتا دو، ہمدردی کے علاوہ الفاظ میں نے

مختلف زبانوں سے سنے تھے اور پرچہ بات تو یہ ہے کہ اب میں اتنی پرکھتا کہ لہجہ بھی کہی کہ ان الفاظ پر جیسا کہ نہیں ہو سکتی تھی۔ دہانے مجھے یہ سمجھا رہا تھا کہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آئے اور کوئی شخص ہونے کی کوشش کرے تو نہایت پریشانی سے اسے اپنا نام لکھنے کی کوشش کی جلدی بن جائے گی پھر کہنے بارے میں سب کچھ بتانا دینے سے ہمیشہ نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔“

”مہاشی میں ایک پریشان حال لڑکی ہوں کچھ لوگ معلوم ہو جاتے ہیں بناؤ میرے دشمن بن گئے ہیں۔ مجھے بہت ہی باہر نکل کر نے کی کوشش کی تھی لیکن تقدیر مجھے ان سے بچاتی رہی میں یہ اندازہ نہیں لگا پائی کہ وہ کون لوگ ہیں اور کون میری جان کے کاہک بن گئے ہیں کاش مجھے اس کا اندازہ ہو جاتا۔“

”تمہارا کوئی گھر؟“ اس نے سوال کیا۔

”بد قسمتی تو یہی ہے کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے ماں دہا میں کوئی نہیں ہے میرے گھر کسی کا سہارا حاصل نہیں ہے۔“

”نہیں ایسی بات نہ کہو مجھے دکھ ہو گا تم نے میری بہن کی شکل پائی ہے میں نہیں در بدر نہیں ہونے دوں گا کیونکہ بہن اپنا نام بھی نہ بتانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے میں بس ایک جھوٹا سا آدمی ہوں کچھ لوگ میرے لیے کام کرتے ہیں جب اور جہاں جانا چاہو پتھر رستہ ہونے کے بعد میری ذمہ داری پر چلی جانا چھٹی ہے جس چیز کی ضرورت ہو طلب کر لینا میں اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا میرا نام قادر ہے یہاں کے سب لوگ مجھے جانتے ہیں ڈاکٹر سے کہنا کہ مجھے بات کر لے وہ تمہیں ہر فون نمبر بتا دے گا۔ اور جب تم چاہو گی مجھے سے بات کر لے گا۔“

”میرا نام کوشل ہے جیسا کہ میں نے جواب دیا۔“

”اس اعتماد کا شکر۔“ ویلے غور مت کرنا وہ جو کوئی بھی ہیں

اب تمہیں نقصان نہیں پہنچا کیسے میں اس سب کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ میں جتنا ہوں اور مجھے یقین ہے وہی طور پر ہی تم اپنے بھائی پر باعتبار کاروکی۔ وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔ میں خاموشی سے کھلے دروازے کو دیکھتی رہی تھی نگوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر واپس آگیا اور نرس نے میرے بازو میں ایک انجکشن دیا اور روانی ایک خوراک بھی مجھے پہنچا پڑی۔ اس کے بعد میری آنکھوں میں خود کی طاری ہوئی شاید وہاں کوئی خواب آویز چیز شامل تھی۔ ویلے میرے ہوش میں بہتری آئی ہو۔ کونہ میں اب ان ہنگاموں سے تھک کر چور ہو گئی اور نگوڑی دیر سکون سے سو جانا چاہتی تھی لیکن یہ نیمہ غماضی طویل ثابت ہوئی۔ دوسرے دن کو میرا گیارہ بجے آنکھ کھلی نرس نے مجھے بکھاؤ مسکرا دیا۔

”کیسی طبیعت ہے آپ کی؟“

”ٹھیک ہوں کبھی وقت ہوگا کبھی سٹر۔“ میں نے پوچھا۔

”گیارہ بج چکے ہیں۔ ہاتھ روم ہو آئیے۔ میں آپ کے لئے منتظر ہوں۔“

”شکر بس سٹر۔“ میں نے کہا اور پھر اسے اس کی نگوڑی دیر بعد ناشتہ میرے سامنے آگیا۔ میں ناشتہ کرتے ہوئے ان لوگوں کے بارے میں سوچنے لگی جو میرے دشمن تھے اور یہاں بھی مجھے چین نہیں لینے دینا چاہتے تھے۔ سورج کرن بظہم روشن تھا کہ شور مچا تھا اور اس بظہم کے بارے میں کئی معلومات حاصل ہو چکی تھیں کہ ملک گہرے اور خاصے لیے ہاتھ رکھنے سے ہوسکتا ہے میرے دشمن اب تک میرے اس نئے ٹھکانے سے واقف ہو چکے ہوں اور کسی کارروائی کے بارے میں سوچ رہے ہوں۔ میں نے خود کو ان کی جگہ رکھ کر سوچا اور پھر کرے میں چاروں طرف لگا ہوں دوڑا میں میرے لیٹر کے بائیں سمت ایک کھڑکی موجود تھی نہ جانے یہ کھڑکی کہاں کھلتی ہے مجھے خطرہ تھا وہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش میں سرگداں ہوں گے اور خاص طور سے ان کے ایک اہم آدمی کے قتل کے بعد تو وہ میری جان کے لاگو ہو گئے ہوں گے۔ میں اپنے سے جانتی تھی کہ کبھی میں ان کے وسائل کتنے ہیں اور اگر میں تا کو ان کے پیچھے لگا دوں تو وہ ان کے خانا لیے میں کامیاب ہوں گا کیونکہ سورج گزرنے کا معاملہ خاصا پریشان کن تھا اس بارے میں سوچتی تو ذہن کو کسی قدر خوف کا احساس ہونے لگا تھا۔ نرس مجھے ناشتہ دے کر باہر جا رہی تھی میرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا جب اپنی جگہ سے اٹھی اور کھڑکی کے نزدیک کھڑکی ہوتی میں نے کھڑکی کھول کر دوسری طرف دیکھا ہسپتال کی چارواری زیادہ دور نہیں تھی کھڑکی کے دوسرے طرف کا پارکنگ بھی لیکن یہ جگہ

ادبھی تھی۔ یعنی دوسری طرف زمین پر کھڑے ہو کر کھڑکی میں
بہنیں جھانکا جاسکتا تھا البتہ اوپر چڑھا جاسکتا تھا۔ دفنا میرے
ہونٹ سڑکنے اس طرف ایک ادھی موجود تھا اور اس انداز میں
کھڑا ہوا تھا جس سے مجھے محسوس ہوا تھا اس نے بھی کھڑکی
کی طرف دیکھا تھا۔ مجھے سے لگا میں نہیں ڈوہ سکرا دیا میرے
چہرے پر خوف کے آثار شاید اس نے محسوس کر لیے تھے چنانچہ وہ
آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا بس کھڑکی کے کنارے سے آئے دیکھ
رہی تھی۔ اس نے کہا۔

”کسی شہر کی فوج نہ کرنا ہے جی ہیں اسناد قادی آدی ہوں
اور آپ کی حفاظت کرنا ہا ہوں۔ میں نے ایک گہری سانس لی
میرے دل میں قادی کے لیے احسان مندی کے جذبات پیدا ہو گئے
تھے کسی قدر سکون ہو گیا۔ قادی واقعی قیل کا لڑکا ہے۔ وقت گزرتا
رہا اور دل کے کھڑکی کو دیکھ کر میرے پاس آیا۔

”پہلو کسی ہیں آپ ۱۵۹ اس نے کہا۔
”مجھ تک ہوں ڈاکٹر کوئی خاص بات نہیں ہے۔
”اس کے باوجود چند روز آپ کو ہسپتال میں رہنا ہوگا نرم
منجلی سے ہیں لیکن اسناد قادی کا کہنا ہے کہ مکمل علاج کے بعد ہی
آپ کو ہسپتال سے جانے دیا جائے۔“

”مجھ تک ہے ڈاکٹر صاحب۔ میں نے خواب دیا۔
”قادی میرا مطلب ہے اسناد قادی دیکھتے ہیں کہ آپ ان کی
بہن ہیں۔“
”ہاں ایسی ہی بات ہے۔“
”میں کچھ زیادہ پوچھنا نہیں چاہتا، لیکن مجھے یہ لگتا نہیں
ہے کہ آپ؟“

”ڈاکٹر بعض اوقات مختلف تئیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں کیسے
اس گول مول جواب نے ڈاکٹر کو خاموش کر دیا۔ وہ چلا گیا اور میں
ان تارکب بھڑول اور بڑول والوں کے بارے میں سوچنے لگی جو
پتہ نہیں کہاں چھپے ہوتے ہیں اور جب نظر جاتے ہیں تو انسان
کے لیے بیوقوفوں کا باعث ان ملتے ہیں قادی نے میری حیثیت چلنے
لیٹی میرے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ اور میں اس کے اس احسان کو
بھول نہیں سکتی تھی۔ شام ہو گئی ہسپتال میں روشنیوں میں اتنی
بغیر میں نے پورا دن کسی خاص وقت کا انتظار کیا تھا لیکن دن
سکون سے گزارا تھا۔ لیکن ہے میرے دماغ میں اس رہائش گاہ کے
بارے میں کچھ جمانے لگے ہوں، لیکن وہ آج کا رات کے لیے
رات کا انتظار کر رہے ہوں مجھے ہر طور پر محتاط رہنا ہوگا۔ رات کے
پکے پھینکے کھانے کے بعد نرس نے مجھے آرام کا مشورہ دیا۔ ادبھی کی

لیکن میرے وجود میں ایک بے سکونی سی تھی طبیعت بوجھل ہو
رہی تھی اور میں سوچ رہی تھی کہ کھڑکی کے بیٹھے سے کوئی ناز
بہنیں یوں کہ تک انتظار کرتی رہوں گی لیکن کیا کہا جائے
اب نظر کوئی ایسا راستہ نہیں تھا جس پر عمل کر کے میں رات کو
کے راستوں پر پہنچ سکوں۔ میں اپنی زندگی کو ان چیزوں کے لیے
وقف کر رہی تھی۔ تو اس وقت تک تو مصروف عمل رہنا تھا جب
تک با تو راضی نہ ہو جائے گا نہ وہ جگہ ہے پھر میری اپنی زندگی کو
کی آغوش میں نہ پہنچ جائے۔ اپنی ذہنی آغوشوں میں کھڑکی کو
کھڑکی کے قریب اگر کھڑکی ہو گئی اور میں نے کھڑکی کھول لی باہر
ٹھنڈی ہوا میں رہی تھی، احاطے میں کھڑے درخت جھوم رہے
تھے۔ ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور میں سے پہنی
بھینسی پھولوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ وہ رنگ ہیں اس بہنی بھینسی
خوشبو سے لطف اندوز ہوتی رہی اور پھر واپس اپنی ہی تھی کہ کوئی
شہر سنسانی ہوئی میری گردن کے قریب سے گزری اور سامنے
دو پارہ رنگا ہوا شیشہ چمکی چمکیا۔ شیشے کے ٹوٹنے کی آواز دور
دور تک پہنچی میرے کان اس سنسنار سے نا آشنا تھے لیکن
مجھ پر گولی پلائی تھی تھی۔ دوسرے لمحے میں بڑھ گئی اور دوسری گولی
کا انتظار کرنے لگی لیکن دوسرا فائر نہیں کیا گیا البتہ باہر کچھ فائرنگ
کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ایک لمحے کے برابر وہ جھٹکے میں میرے ذہن کے سارے
روشن ہو گئے میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ بالآخر میرے دماغ میرے
ٹھکانے سے واقف ہو گئے تھے۔ آہ۔ وہ پارہ تک پہنچ گئے۔
”اب کیا ہوگا۔ کیا قادی کے آدی چھلے کے برمان لوگوں پر نفا
پایا گیا۔“

ایک بار میرے خود کو غیر محفوظ خیال کیا۔ اور اپنی لیے سہی کے
احساس سے آنکھوں میں نمی پیدا ہو گئی۔ اب کیا ہوگا لیکن گولی
چلانے کے بعد اب وہاں کا بیٹھ بیٹھ تئیں گئے اور پھر۔“
میں نے سر اٹھو لگا ہوں سے چاروں طرف دیکھا جھانکنے کی
کوئی جگہ نہیں تھی سوائے دروازے کے لیکن دروازے کے باہر کیا
دروازے کے باہر وہ موجود نہ ہوں گے۔

دل بیٹھے ہیں، اچھل رہا تھا لیکن پھر جو اس بحال ہو گئے اور
مجھے اپنی اس بدحوالی پر خود ہی غصہ آنے لگا۔ میں نے خود کو کھجا یا
کہا ہے وہ قوی ہے۔ بار بار یہ دل بڑول کا اظہار کرتے لگتا ہے۔ یہ بڑول
کیجے گا کہا ہا ہونے لگی۔

خود کو سنبھالا۔ اور دروازے کے پاس آگئی۔ اس وقت میں
نے کچھ آوازیں سنی۔

”ہاں اس کی کسے آتی ہے۔ کسی مروٹے کہا۔
”نہیں لیکن ہے۔“ یہ سوائی آواز تھی جو نرس کے علاوہ
ادھر کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔
”ہاں سسر۔“
”کوئی کسی آواز تھی۔“
”شیشہ ٹوٹنے کی۔“

”آؤ دیکھیں اس کسے میں تو ایک اہم مریض ہے ڈاکٹر صاحب
نے اس کے لیے خاص طور سے بدایت کی تھی، یہ الفاظ میرے لیے
باعث سکون تھے شیشہ ٹوٹنے کی آواز دور دور تک سنائی گئی تھی اس
لیے کہ ایک نرس اور وارڈ لائے میرے کمرے میں محسوس آئے انھوں
نے نوبت سے شیشہ کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھنے لگے۔
”کسی نے کھڑکی سے کوئی چیز پھینکی ہے جو اس شیشے
میں آ کر گئی۔“

میں نے سنبھلے ہوئے انداز میں کہا اور وارڈ لائے کھڑکی کی
طرف دوڑے۔ پھر ان میں سے ایک اس ادھی کھڑکی سے پتے پتے
پیرا نرس مجھے میری تیرت دریافت کر رہی تھی اور دوسرا وارڈ
لوٹے اس چیز کو تلاش کر رہا تھا جس سے شیشہ ٹوٹا تھا پھر اس
نے جو شے تلاش کی تھی وہ کچھ اور شیشہ بردہ گیا یہ تو راضی کی
گولی تھی۔

وہ نرس کو گولی دکھانے لگا اور نرس خوفزدہ لگا ہوں
کے مجھے دیکھنے لگی۔
”کسی نے کسی نے آپ پر گولی پلائی ہے۔ اس نے خوفزدہ
لیے یہ کہا۔

”غیر۔ نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے خوفزدہ
ہونے کی ادھاری کی لیکن تمہاری در بعد وہ وارڈ لوٹے دوڑنے
سے اندر داخل ہو گیا جو کھڑکی سے کوڑھنے لگا تھا۔
جڑا شکام ہوا ہے باہر خوب گویاں چلی ہیں غائب ہونا
کی دو تو بیاں تئیں جن میں جھگڑا ہوا ہے دونوں فرار ہو گئے۔
”اوہ۔ تو یہ فائرنگ اپنی کے درمیان ہوئی ہوگی خدا کا
شکر ہے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔“ نرس نے کہا۔

”خدا کا شکر ہے، تمہاری وزیرنگ میری دلجوئی کوئی راہی
پھر باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور آرام کر رہی
تھی لیکن دس بارہ منٹ ہی گزرنے لگے تو قادی کا ایک آدی دھڑنے
سے اندر آیا اس کے پیچھے وہ ڈاکٹر بھی تھا۔

”اسناد قادی کے بارے میں ہے کہ آپ کی طبیعت اگر کھٹک ہو تو پھر
بہاں سے چلیں۔ یہ کار کرنے سے کیا فائدہ۔ اس کے ساتھ ہی

اس نے مجھے آنکھ سے اشارہ بھی کر دیا تھا۔
”مجھ تک ہے جس چلتی ہوں، ڈاکٹر نے شانے ملا دیے اور
پھر مزید منتھوری دیر ہی کچھ دیر بعد میں ایک لمبی خود میں اس
شخص کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے میرے لیے کچھ اور وارڈ کھول لیا
تھا اور خود اسے رنگ لگھا لیا تھا کہ رات کے بڑھائی۔
”قادی نے کہا کہا میرے لیے۔“

”ادھر آپ بڑول جلا یا کیا تھا نا میر صاحب ادھر ہمارے
آدی بھی موجود تھے۔ انھوں نے جوابی حملہ کیا اور ان میں سے ایک
کو گرایا گیا۔ دوسرے جھانکے مگر ان میں سے کسی ایک زخمی ہو
گیا ہے۔“

”جسے گرایا گیا تھا وہ مر گیا۔ میں نے تانی سے پوچھا تھا۔
”بہنیں مانگ میں گولی مارتا تھا اس کا ایک جھانگ خلاص
ہو گیا مگر وہ زندہ ہے۔ اسناد کے پاس پہنچا یا گیا ہے۔“
”گاہ۔ رخصتا رتیز کرو وہ کہیں وہ کم سخت کھٹنے سے پہلے نہ
مر جائے۔ میں نے کہا اور اس نے کار کی رفتار میں تیزی کو
میں دل ہی دل میں قادی کی سمون تھی وہ کھٹے ول سے میری درد
کر رہا تھا اور مجھ پر روج سے رہا تھا اور بڑی مشکلات میں آہیں
پیش نفسی لگ رہی تھی لاپرواہ اس حد تک میری مدد کر مادی تھا کہ میرے
دل میں اس کا احترام پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر تھا۔ یعنی میں
بلے بار مادی کا رشتی کوئی ایسا سہارا نہیں تھا جس سے اپنے لیے
بہتر راستے تلاش کر سکتی چنانچہ قادی کو ہرگز مانا ہی ہوگا۔ غصہ
دیکھ کے بعد میں قادی کے پاس پہنچ گئی عجیب سی جگہ تھی، بڑی سی
عمار ت جس کے سامنے ایک وسیلے و عارضہ احاطہ تھا بعد میں چند

کمرے بنے ہوئے تھے احاطے میں پچیس بڑی ہوتی تئیں اور وہاں
عجیب عجیب تہ کے لوگ موجود تھے ان میں سے کچھ لٹنے میں دو بے
ہوئے تھے۔ لیکن اپنے کام میں مصروف تھے۔
مجھے احترام سے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں قادی موجود
تھا اس کے ساتھ چند افراد اور بھی تھے۔
”جاؤ تم لوگ میں اپنی بہن سے باتیں کروں گا۔ قادی نے
کہا اور میں نے دیکھا کہ ان سب نے آنکھیں جھکی لیں۔ قادی
کی اس بات کے بعد ان میں سے کسی نے میری صورت دیکھنے کی
کو شش نہیں کی تھی چند لمحات کے بعد کمرے میں میرے اوقات
کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا تھا۔

”ایک چور پڑ گیا ہے جس نے۔ پتہ چل گیا ہوگا۔“
”ہاں۔ کہاں ہے۔“
”اندر بند ہے گولی لگی ہے اس کی مانگ میں گولی ڈنکھو گی

گئی ہے اب تم تناؤ اس کے بارے میں کہہ کر نا ہے ۛ

”کیا میں اس کو دیکھ سکتی ہوں؟“

”یقیناً تمہارے لیے محفوظ رکھا ہے۔ تم نے۔ تم نے اس ذمہ

اندازہ نہیں تھا کہ وہ ہسپتال بھی پہنچ جائیں گے۔ بہر طور میرے آدنی

وہاں موجود تھے ۛ

”آپ کو فواد کی کو؟“

”بس بس ایسا کوئی لفظ تو کم از کم منہ سے نہ نکالو۔ میں اس

کے علاوہ اور کچھ نہیں کہتا ۛ فادو نے کہا اور میں شرمندہ سی ہو کر

رہ گئی۔

بہر طور وہ مجھے لیے ہوئے ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا

جہاں سبز اور ایک خونخوار آدمی پڑا ہوا تھا اس کا ادب ہی ہونٹ

گھٹی ہو چکی تھی میں جھپکا ہوا تھا لیکن اس وقت اس کے چہرے پر سزوت

کرب کے آثار نمایاں تھے۔

”خدا کے لیے خدا کے لیے مجھے ہسپتال بچو اور میں مرد ہا ہوں

مجھے پولیس کے حوالے کر دو مجھے پولیس کے حوالے کر دو میں مر جا جا

رہا ہوں ۛ

”ابھی کہاں دوست بھی تو نہیں مرنا پڑے گا نہیں ہر لمحہ

مرنا پڑے گا نہیں تناؤ پڑے گا کم تو کون ہو۔ ۛ“

”واو۔ میں نہیں جانتا ہوں واو۔ خدا کی قسم مجھے نہیں

معلوم تھا کہ بختاری کوئی ہے ورنہ ہم لوگ ایک دوسرے کا خیال

کرتے ہیں۔ وہ بولا اور قادر سے دیکھنے لگا۔

”کون سے آؤسے کے ہو۔“

”کسی آؤسے کا نہیں واو بس اپنا کام کرنے میں مجھے جیل

بچھا دو ہا ہسپتال بچو اور ۛ

”تم فکرت کرو دوست۔ ہسپتال اور ہی آجائے گا

بس تم تیرے آگے دو۔ یہ تناؤ تمہارے اس پر گولی کیوں چلائی تھی؟“

”مجھے۔ مجھے پانچ ہزار روپے ملے تھے اس کا معاوضہ بس

اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا ۛ

”اور کون تھا تمہارے ساتھ؟“

”کوئی بھی نہیں واو۔ کوئی بھی نہیں۔ مجھے ہسپتال بچو اور۔

میں مرد ہا ہوں۔“

”مرتے رہو مرتے رہو مجھے نہیں مارنے کے لیے ہی یہاں

بلایا ہے ۛ فادو نے مسکاکر پیچھے میں کہا اور پھر منس پڑا۔

”یہ جھوٹ بول رہا ہے قادر۔ اس کے ساتھ دوسرے بھی

تھے ان میں سے ایک اور بھی زخمی ہوا ہے ۛ میں نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے سسر ابھی طرح معلوم ہے

ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے ۛ

”ٹھیک ہے مجھے ان میں سے کسی ایک کی مرورت بھی باقی کام

میں کر لوں گی ۛ میں نے اپنے شکار کو گھورتے ہوئے کہا اور قادر

بٹھنے لگا۔

”وجھا۔ یہ میری بہن ہے جو کچھ جاسے گی نہیں لونا میرے

کا۔ مجھے۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچتی ۛ وہ مجھے لگا ہوں

ملاتے ہوئے ٹھہرا ہوا تھا پھر میں بیٹھی اور میں نے قادر کی بیٹی میں

اڑسا ہوا آخر نکال لیا اس کے چہرے پر خوف کے آثار چھل گئے تھے

خنجر لیے ہوئے میں اس کے قریب پہنچی اور اس کی ٹوک اس کے

گال پر پھیرتی ہوئی بولی۔

”ہاں۔ تو نہیں پانچ ہزار روپے سے کچھ قتل کرنے کے

لیے بھیجا گیا تھا ۛ

”نہیں نہیں۔ میں مر جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا ۛ

”میں بھی یہی جانتی ہوں کہ تم مر جاؤ گے۔ سنو نا سنو۔

کہ کیا کچھ ہو سوریخون کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ۛ میں

نے کہا۔ اور اس شخص نے خوفزدہ انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔

”تم یقین کرو۔ تم یقین کرو کہ میرا لعلق براہ راست سورج

گرنے سے نہیں ہے۔ ہاں میں نساں کا نام سنا ہوں میرے ۛ

”ٹھیک ہے جس سے تمہارا لعلق ہے تم اس کے بارے

میں تناؤ۔ وہ کون ہے۔ ۛ کیا نہیں اس بات کا علم ہے کہ سنہا پیر

ہاتھوں سے مارا جا چکا ہے ۛ اس نے خوفزدہ انداز میں آنکھیں

کھولیں اور پھر آہستہ سے بولا۔

”ہاں۔ مجھے معلوم ہے ۛ

”تو پھر یہ بھی سوچ لو کہ نہیں قتل کرنے میں مجھے کوئی وقت

نہیں ہوگی۔ یہ خنجر کی ٹوک پہلے تمہارے آنکھوں کے پتھو لوں کو

کاٹنے کی پھر تمہارے گالوں کو اور پھر سے گی اور آخر میں میں اسے

تمہاری گردن پر پھیر دوں گی ۛ

”نہیں سنو۔ نہیں سنو تو ہسی۔ سنو تو ہسی ۛ وہ خوفزدہ

لیجے میں بولا۔

”ڈنگو کا آدمی ہوں اور تم جانتی ہو کہ ڈنگو کا رام داس کے لیے

کام کرتا ہے ۛ

”کیا نام لیا تم نے ڈنگو ۛ دفعتاً قادر ہاڑ کر بولا۔

”ہاں۔ میں ڈنگو کا آدمی ہوں ۛ

”نب تو تم صبح جگے پیچھے دوست، ڈنگو سے تو ہماری جڑی پائی

رشتہ داری ہے ۛ

”آپ ڈنگو کو جانتے ہیں قادر بھتیجا ۛ میں نے سوال کیا اور

میرے اس اندازِ خطاب بقادرِ رحیم اٹھا۔
 ”جی خوش کرو باہر کی خوش کرو یا گوشل ہنس اس انداز میں
 بیٹھا کہہ رہا ہے جس طرح کبھی میری ہنس لگے کبھی لگتی تھی۔ ہاں۔ میں
 ڈنکھو جاتا ہوں، بدعاش ہے اور بہت خطرناک آدمی ہے۔
 گوشت پوست کا پہلاڑی ہے۔“
 ”وہ کہاں رہتا ہے؟“
 ”یہیں تھوڑے فاصلے پر اس کا علاقہ ہے۔“
 ”ہوں۔ ٹھیک ہے میں نہیں اس بارے میں بہت کچھ
 بتاؤں گی قادر بیٹیا۔ اس آدمی سے اب بچنے کوئی دھڑکی نہیں ہے
 قادر کی سوچ میں ڈوب گیا جب وہ کافی دیر تک کچھ نہ بولا تو میں
 نے اسے خود ہی مخاطب کیا۔
 ”کیا بات ہے قادر بیٹیا۔ کیا سوچنے لگے ہے؟“
 ”کچھ نہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کا کیا کریں؟“
 ”کیا یہ نہیں بیٹیا جانتا ہے؟ میں نے بوجھا۔
 ”ہاں کہوں نہیں مجھے کون نہیں جانتا ہے؟“
 ”اگر وہ تو کچھ سے باس جا کر بتا دے کہ مجھے قادر کا ڈیرہ
 نے زخمی کر لیا ہے تو ڈنکھو کا کیا رد عمل ہوگا؟“
 ”جو کچھ ہی ہو مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔“ قادر نے کھراش
 لیا اور بولا۔
 ”مگر ایک بات ضرور ہے؟“
 ”وہ کیا ہے؟“
 ”اگر تم مجھے ساری بات بتا دو گوشل تو میں اس سلسلے میں
 کوئی بہتر اقدام کر سکتا ہوں۔ آخر بخاری دشمنی کوئی وجہ ضرور
 ہوگی کہ نے ابھی ابھی کسی سوچ کر گن کا نام لیا ہے۔ میں نے نہیں
 نام ضرور سنا ہے لیکن کہاں پر یاد نہیں آ رہا۔ میں نے ہی سوچ رہا تھا
 ”ہاں۔ قادر بیٹیا۔ میں آپ کو اس سلسلے میں ضرور بتاؤں گی
 بڑا ہی مختلف کام ہے لیکن تم جس طرح میری مدد کی ہے۔ اس
 کا احساس میرے دل میں ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم کسی بڑی
 مصیبت میں گرفتار کرو۔“
 ”میں نہیں بخاری مرضی کے خلاف کچھ بھی مجبور نہیں کروں
 گا بخارا دل چاہے مجھے کچھ بتاؤ دل نہ چاہے تم متاؤ۔ مگر ایک
 بات ضرور تم کو جب تم میرے سامنے آئی تھیں تو میرے دل میں
 تھا کہ میرے لیے ہنس کی کجبت جاگ آئی تھی جو تم میری ہنس کی منتقلی
 ہو۔ میری ہنس۔ میری ہنس۔ قادر کی آواز گلو کی ہوئی۔ بڑی
 کسبیر کی عالم میں مری ہے وہ میں آج بھی اسے نہیں بھول سکا
 میں اسے نہیں بھول سکا۔ میں بہت بڑا انسان ہوں مگر میں نے

کسی کو ہنس نہیں کہا اس لیے نہیں کہا کہ اس کا کردار مجھے نہیں
 اپنی ہنس کا کردار لہجہ ہی ہونا چاہیے لیکن نہیں چاہتا ہے لیکن
 میں نے ہنس کہا کہ وہ مجھے اب نہ دے تم تک اس لفظ کا خیال
 کروں گا۔ آگے بخاری مری ہے جو بات دل چاہے بتاؤ اور خود
 نہ چاہے بتاؤ۔ قادر کے الفاظ بڑے متاثر کن تھے۔ میں اس سے
 متاثر ہوئی پھر میں نے کہا۔
 ”میں اپنے بارے میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی بیٹیا۔
 میں بھی انسان ہوں اور انسانوں سے محبت کرنا چاہتی ہوں
 میں، میں نہیں سب کچھ بتاؤں گی اور مجھے کسی ایسی چیز کے
 چلو چہاں میں نہیں اپنی ہمنانی سے اداوں میرے دل میں ہی
 پیدا ہوئی تھی۔ قادر سے مزید کچھ چھپانا بے سود تھا اس کی کیفیت
 میرے سامنے کھل گئی۔
 سخت دل آدمی اندر سے بہت ہی نرم دل تھا میں چند
 لمحات ڈیرہ بانی لگا ہوں سے اسے دشمنی ساری ہم دوسرے کو
 میں آگے تھے۔ قادر میرے سامنے بیٹھا اور پھر میں نے اپنی
 داستان تم اس کے سامنے بیان کرنا شروع کر دی جب میں
 نے اپنی داستان تم کے لگا ہے اس میں تو قادر کی آنکھوں سے
 آنسو بہ رہے تھے وہ بالکل بچوں کی طرح دہرا تھا خود ہی
 تک اس کی ہنسی کیفیت ہی پھر اس نے اپنے آپ کو سمجھا لاور
 آہستہ سے بولا۔

”میں نہیں جانتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس حد تک
 بخاری مدد کر سکتا ہوں، میں نہیں اپنے بارے میں کسی حد
 تک بتا چکا ہوں۔ ہم وہ نہیں بھائی تھے میں بہت اچھا انسان
 تھا لوگ تعریف کیا کرتے تھے میری، لیکن میری تقدیر میں ایک
 اچھا انسان نے بے نیکی کی خاطر نہیں تھی۔ تقدیر نے مجھے میرے
 راستوں پر لگا کر لیا۔ بہن مجھ سے جدا ہو گئی تو اس کے بعد اس
 دنیا کے لیے میرے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا اور اس
 انتقام کے لیے صرف وہی ایک ذریعہ تھا کہ میں ایک بڑا آدمی بن
 جاؤں جرائم کرتا ہوں، زندگی گزارتا ہوں لیکن لیکن تم میری
 زندگی میں آئی ہو جو مجھ کو تین کڑھوں کا کیونکہ اب میری زندگی
 میں گہرائیوں تک داخل ہو گئے ہیں لیکن بخاری حفا ظلت کرنا
 اب میرا فرض ہے تم خود نہ کرو میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ راجہ
 سے انتقام لینے کے لیے میں بخاری سے ساتھ کوئی ذمہ نہ جانتا
 کر سکتا ہوں لیکن ہاں میں جہاں نہیں میری مدد کی ضرورت ہوگی
 قادر بخاری کام ضرور کرے گا اور سنو میں بخاری حفا ظلت سے
 بچے کچھ اور مذہبیت کروں گا۔ پہلے میں نہیں رہنے کے لیے ایک

”میں نہیں جانتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس حد تک
 بخاری مدد کر سکتا ہوں، میں نہیں اپنے بارے میں کسی حد
 تک بتا چکا ہوں۔ ہم وہ نہیں بھائی تھے میں بہت اچھا انسان
 تھا لوگ تعریف کیا کرتے تھے میری، لیکن میری تقدیر میں ایک
 اچھا انسان نے بے نیکی کی خاطر نہیں تھی۔ تقدیر نے مجھے میرے
 راستوں پر لگا کر لیا۔ بہن مجھ سے جدا ہو گئی تو اس کے بعد اس
 دنیا کے لیے میرے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا اور اس
 انتقام کے لیے صرف وہی ایک ذریعہ تھا کہ میں ایک بڑا آدمی بن
 جاؤں جرائم کرتا ہوں، زندگی گزارتا ہوں لیکن لیکن تم میری
 زندگی میں آئی ہو جو مجھ کو تین کڑھوں کا کیونکہ اب میری زندگی
 میں گہرائیوں تک داخل ہو گئے ہیں لیکن بخاری حفا ظلت کرنا
 اب میرا فرض ہے تم خود نہ کرو میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ راجہ
 سے انتقام لینے کے لیے میں بخاری سے ساتھ کوئی ذمہ نہ جانتا
 کر سکتا ہوں لیکن ہاں میں جہاں نہیں میری مدد کی ضرورت ہوگی
 قادر بخاری کام ضرور کرے گا اور سنو میں بخاری حفا ظلت سے
 بچے کچھ اور مذہبیت کروں گا۔ پہلے میں نہیں رہنے کے لیے ایک

ٹھکانہ دوں گا تاکہ تم کو ابتدائی طور پر سکون کے کچھ لمحات گزارنے
 کا موقع ملے۔“

”مجھے۔ واقعی کسی سہارے کی ضرورت ہے قادر بیٹیا میں
 نے اپنا دل کھلی کھنکھارے سامنے رکھ دیا ہے اور اب۔ اور اب۔
 کچھ نہیں۔ بس اب کچھ مت ہو چلو۔ اب میں نہیں کھنکھاری
 ہی رہا لنگش گاہ دکھا دوں۔“
 ”اسی وقت۔“

”ہاں اسی وقت۔“
 ”ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں
 ہے۔ کافی دیر تک قادر مجھے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد وہ خود
 مجھے لے کر چل پڑا۔
 وہی خود ہی گاڑی تھی جس میں بیٹھ کر میں یہاں تک پہنچی

تھی۔ اس بار قادر خود میرے ساتھ تھا اور بخاری کے لیے یہاں تک پہنچ
 تو بصورت علاقے کے ایک خوبصورت قلعہ میں پہنچ گئے۔
 بیسری منزل کا قلعہ تھا اور سامنے ہی عمدہ نظر آ رہا تھا
 سمندر کے کنارے اس قلعہ کی قیمت پتہ نہیں تھی ہوگی لیکن
 بہر طور یہاں کا علاقہ بے حد پر سکون تھا مجھے بے حد پسند آیا
 تھی فون ہی تھا میں نے اپنی پسینہ بگی کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا۔
 ”اب تم یہاں آ رہی ہو گی۔“
 ”ہاں۔ فی الحال ابھی راتوں کی لیکن بہت جلد مجھے کچھ
 آدمیوں کا بندوبست کرنا ہوگا۔“

”سننے آدمی تم چاہتے ہو یہاں چھوڑ سکتا ہوں لیکن یہ
 دوسرے آدمیوں کا علاقہ ہے سب بخاری بارے میں مجھ سے
 انداز میں سوچیں گے البتہ ایک آدمی میں یہاں ضرور پہنچ دوں گا۔“
 ”وہ کون ہے؟“
 ”اپنا آدمی ہے پورے بھروسے کا۔ وہ یہاں چوبکداری
 کے گاڑیاں کا پتلا اور نشانہ کا پتلا آدمی ہے۔“
 ”ٹھیک ہے اسے بھیج دو۔ میں نے جواب دیا۔
 ”اور کسی چیز کی ضرورت۔ گوشل بخاری مدد کر کے مجھے خوشی
 ہوگی۔“

”بس اب بخاری سے اوپر پورا بھروسہ کر سکتی ہوں قادر بیٹیا
 اس لیے ابھی کوئی بات مت کیا کرو۔ فی الحال مجھے کسی چیز کی بھی
 ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں رہوں گی اور یہ سکون نہ ہوں گی؟“
 میں نے جواب دیا۔
 جب قادر بگاڑا تو میں نے اس مکان کا جائزہ لیا۔ بڑا
 خوبصورت اور بہت ہی عمدہ قلعہ تھا چاروں طرف پرشکل زندگی

کی تمام ضرورتوں سے آراستہ۔ کچن میں لگی تو کھانے پینے کی اشیاء
 بھری ہوئی تھیں۔ میں نے پہلی بار سکون سے بیٹھ کر قادر کے
 بارے میں سوچا اب ایک لے کر دارا انسان لیکن اس کے بارے میں
 کے اندر چھی ہوئی شرافت لاکھوں صاحب کار انسانوں کا مذاق
 اڑاتی تھی۔ اس نے بے لوث ہماری کتنی مدد کی تھی۔ اس کی بیس
 تبدیل سے منون تھی۔ نمانے وہ بیکار کچھ چلائے ہوئے ہے چلنے
 یہ مکان اس نے کس ضرورت کے تحت خریدا ہے۔ بہر طور میں اس
 وسیع مکان کا فلیٹ میں نہا تھی۔

بہر طور میں جا کر کچھ بھائے لیٹر پر لبت گئی بیٹھی میں آنے
 کے بعد کچھ واقعات اور حالات نے میرا استدھیال کرنا تھا اس کی مجھے
 ذرا ہی تو بھین تھی میں لوکل کر رہی تھی حالانکہ اگر پہلے سے
 سوچے۔ تو منصوبے کے تحت رہ سکتا ہوتا تو شاید میں اپنے طور
 پر پوری طرح تیار ہوتی لیکن ان چند گھنٹوں میں میں نہیں چند
 گھنٹے ہی کہوں گی کچھ بہت مختصر وقت میں سب کچھ ہوا تھا ان
 چند گھنٹوں میں بے درپے واقعات اس طرح رونما ہوئے تھے کہ
 کسی بھی انسان کی پریشانی نظری تھی لیکن اس وقت میں پہلی بار خود
 کو پر سکون محسوس کر رہی تھی۔ اور اب میں دل چاہی سے اپنے آئندہ
 بہر طور کا ترتیب دے سکتی تھی۔

اب میرے بے ضروری تھا کہ میں ہوش سے اپنا سامان
 اٹھا لائیں چنانچہ تیار ہو کر میں اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل آئی۔
 سڑک پر کچھ دور میں چینی داری اور پھر ایک کبھی نظر آئی۔
 ٹیجی ڈرائیوگر وہ میں نے سچاٹ کا پتہ تیار کیا اور ٹیجی چل پڑی۔
 تمام خطرات میرے ذہن میں تھے۔ یہ بھی ممکن تھا ان لوگوں
 نے ہوش سے میرا سامان کی طرح آڑا لیا ہوا پھر ممکن ہے میرے
 کر کے کی نگرانی کی جا رہی ہو لیکن سامان کے حصول کے لیے بیخبر
 مول لینا ضروری تھا کیونکہ میرے سامان میں ایسی تمام چیزیں
 موجود تھیں جو مجھے دیکھنا نہیں۔

ہوش کے کہاؤں میں کارڈ کی اور میں ڈرائیوگر کو ایک
 نوٹ بٹھا کر کے جڑھٹی ڈرائیوگر جرائی سے اس نوٹ کو دکھان
 گیا تھا۔
 میرا اندازہ درست نکلا جو بی چانی لے کر اپنے کر کے کی
 طرف بڑھی میں نے محسوس کیا کہ گاؤں ٹرک کے کسی کو اشارہ کیا
 ہے۔ ہوا اشارہ میں نے واضح طور پر محسوس کیا تھا اور میں نے ایک
 نوجوان کو دکھنا جو بیٹھتی ہے اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔
 میں نے گہری سانس لی۔ اب یہ خطرہ کا منہا بل کر کے
 لیے تیار تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے کر کے گاؤں ٹرک کے اندر

ہو گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے دروازہ بند کر لیا تھا اور پھر دوسرے سے میں پہنچے بیچ گئی۔ کسی ہول سے کچھ نہ لگا کر میں نے باہر جا جائزہ لیا اور میرا اندازہ درست نکلا چند ساعت کے بعد دروازوں میرے دروازے کے نزدیک آ کر رکتے گئے۔

میں پوری طرح تیار تھی کہ میرے کپڑوں نے جائزہ لیا اگر وہ ایک سے زیادہ افراد ہوتے تو وقت پہنچا آسکتی تھی بہر حال کچھ بھی عمل کرنا لازمی ضروری تھا۔ میں سامران کی طرف متوجہ نہیں ہوئی اور ان کے کسی عمل کا انتہا کر کے نہ لگی۔ اور پھر مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیکھیں گزری تھی کہ میرے دروازے پر دستک مٹانی دی۔

”کون ہے؟“ میں نے سخت ذرا اور نرم آواز میں پوچھا۔

”وہی ہے۔“ ہاں میرے آواز مٹانی دی اور میرے ہونٹوں پر کراہت پھیل گئی جس نے ان لوگوں نے مجھے اتنا بے خوف کیوں سمجھ رکھا تھا بہر صورت میں نے دروازہ کا ہینڈل چڑھا اور ایک جھپٹے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی میرا ہاتھ پوری قوت سے اندر جا جانے والے شخص کی ناک پر چڑھا اور اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ وہ جھپٹے پٹائی سے نکل گیا میں نے گریبان چڑھا کر اندر گھسٹ لیا اور ایک جھپٹے کے ساتھ چھوڑ دیا وہ کر کے وسط میں آ کر اٹھا لیکن میں دروازہ کی جانب متوجہ نہ ہوئی بلکہ ایک چھانک لگا کر اس کے قریب پہنچ گئی پھر اس کے گھٹے ہونے بلکہ پر ایک شوگر بڑی اور پیسٹول اس کے ہاتھ سے نکل کر ساتھ روم کے دروازے کے ساتھ جا ٹھہرا یا اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ٹھوکرا اس کی پسلیوں پر بربد کر دی تھی اس کے حلق سے ایک کڑکڑ چیرخ نکلی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ ٹھوکرا چند لمحات میں آسے سنبھلے نہیں دے گی پہنچا چکیں نے دروازے کی سمت چھانک لگا لی اور پتلی سے دروازہ اندر سے بند کر دیا میں سوچ رہی تھی کہ اب وہ اٹھ کر اٹھنے کی جانب چھپے گا اور میرا یہ اندازہ درست ہی ہوا۔ اس نے پسلی کی چوٹ کی برصاء کیے لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی اور تیزی سے ساتھ ہاتھ ٹیک کر اٹھا اٹھنے کے ساتھ ہی اس نے پیسٹول کی جانب چھانک لگا لی تھی لیکن اب میں پوری طرح سے تیار تھی۔

میں اس کے نزدیک پہنچی اور دوسرے نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر میری شوگر چھری۔ میں نے نہایت مشافی سے بیٹھوکر اس کے ہاتھ پر بربد کر دی تھی۔ اور بیٹھوکر پہلی شوگر سے زیادہ سخت اور خطرناک تھی۔ اتنی زبردست چوٹ تھی کہ وہ دل ٹرائی کراہ کے ساتھ دوسری جانب آٹ گیا وہ اپنی کلائی پر پڑے ہوئے تھا میں نے اس کا پیسٹول اٹھا لیا۔

”اگر اب تمہارے حلق سے کوئی آواز نکلے تو پیسٹول کی گولی حلق سے داخل ہو کر دونوں سے باہر نکل جائے گی تمہیں اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ میں جو کچھ کہ رہی ہوں تم سے کہنے میں درپیش نہیں کروں گی۔“ اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔ آواز شاید نکلتا جا رہی تھی لیکن میرے ان جملوں کو سن کر بند ہو گئی میرے ہونٹوں پر ایک کھانک مسکراہٹ چھپیل ہوئی تھی۔ اس وقت میں وہی اپنی جی تھی جو مجھے ہونا چاہیے تھا میرے اندر ایک اعتماد ابھر رہا تھا میں نے جو کچھ کہا تھا وہ درحقیقت مجھ میں ہی لڑکی کے لیے ایک اہولی ہی بات تھی لیکن میرے وجود میں جو شخصیت ابھر گئی تھی اس نے مجھے نہ جانتے کس طرح ان بہت سارے فنون سے واقف کر دیا تھا۔ ہاں شاید میرے اندر کی شخصیت مجھ سے زیادہ طاقت دیتی ہے میں نے جو سخا اور انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھا اور ہنسنے اس کے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ ابھی ہوئی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اچھا خاصا جوان اور خوبصورت آدمی تھا۔ وہ میری شخص تھا جو کا دیکھ کر کے اٹھتا تھا۔

”ہیلو۔“ میں نے اسے دیکھ کر کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان چھیرنے لگا۔

”تم نے چینی کی کوشش نہیں کی، میں نے کہا اور اس کے ہونٹ پلے لیکن آواز نہیں نکلی۔ تب میں نے ایک ہلکا سا ہتھیر لگایا۔

”مقامی آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ میں نفرت زدہ لہجے میں بولی اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

”کس لیے کہتے ہو؟“ میں نے سوال کیا اور وہ پھر پتلی کھول کر رہ گیا۔

”میں جو کچھ پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اور وہ ایک دم بھر تھری کے کربدھا ہو گیا۔

”مم۔ میں۔ میں۔“

”میں۔ میں۔ مت کرو۔ ورنہ تمہارے تمام دانت حلق میں چلے جائیں گے۔“ میں نے غصے سے ہونٹے پلے میں کہا۔

”نہیں۔ نہیں۔ سنو میری بات تو سنو۔“

”ہاں۔ میں تمہاری بات ہی سن رہی ہوں۔ تباہ کن ہو تم کیسے یہاں آئے۔“

”میں تمہاری سخاوتی کر رہا تھا۔“

”کس کے حکم سے۔“

”یہ۔ یہ۔ میں نہیں بتا سکتا۔“

”ہوں۔ میں نے بہت بول کر اس کے چہرے میں سے کار توں نکلے اور اسے ایک طرف ڈال دیا میرے اس فعل کا اثر اس کے اوجھڑا خواہ ہوا اور وہ کسی قدر بربد ہو گیا اب اس کے چہرے پر بیٹھے جیسے ہوئے نہیں تھے وہ مجھے کڑھ لگا ہوں سے دیکھے لگا۔

”تم تم بڑھا کھتی ہو تم نے مجھ سے میں بلایا اور اب اس کے بعد مجھے لوٹنا چاہتی ہو یا اس نے کسی قدر بھلائے ہوئے انداز میں کہا اور میری ہنٹوں کی تکیں۔

”بہت خوب۔ بڑی اچھا سوجھ کے ممالک معلوم ہونے ہو گھارا کہا خیال ہے اس طرح تم یہاں سے نکلے میں کامیاب ہو جاؤ گے لیکن تم یقین کر لو اب تم اپنے پیروں سے کرسے باہر نہیں جاؤ گے۔ تمہو میں عورت ہوں میں نے تمہیں دبا لیا ہے تاہم خود جلتے ہو گے اب میں تمہیں لوٹ لینا چاہتی ہوں۔“ وہ لٹو آ جاؤ میں نے دونوں ہاتھ نیچے کر کے اور وہ ہمارے لگے کھڑا ہوا کلائی کی چوٹ کی تکلیف شاید کسی قدر ہو گئی تھی اور اب وہ نظر آ رہا تھا۔

پھر دوسرے نے وہ آگے بڑھا اور میری جانب چھپتا میں نے دونوں ہاتھ بندھے کر کے اور اس طرح اسے روکا کہ اسے احساس بھی نہ ہو لیکن میرے جوئے کی ٹھوکرا اس کی دونوں ہنٹوں کو زخمی کر گئی تھی وہ ایک ایچ مار کر ہٹا چکا لیکن میں تو بہت کچھ کرنے کو تیار تھی۔

غالباً اس مزب سے اسے شدید تکلیف ہوئی تھی اس نے اسے پتہ کرتے ہوئے بدن کو سنبھالا اور سر جھینکے لگا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے پھر ایک ٹھوکرا اس کے سر پر بربد کر دی تھی۔

”ہاں ہاں آؤ اس کے بڑھو۔“ میں نے کہا۔ اب میں تمہارے استقبال کو تیار ہوں۔“ وہ ابھی ہوئی لگا ہوں سے دروازے کو دیکھنے لگا۔

”اوہ۔ کوئی آدمی مجھے تمہارے ساتھ۔“ اس کے بڑھو دروازہ کھولوا اور اسے اندر بلاؤ۔ میں نے حکم دیا اور وہ مصلح سا ہو کر ناپید اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کے سامنے ایک عورت ضرور ہے لیکن یہ عورت عام عورت نہیں ہے اور اس احساس نے مجھے عمل کر دیا تھا تب وہ لڑکھائے انداز میں آگے بڑھا اور ایک صفحے پر بیٹھ گیا۔

”ہوں۔ کو یا اب تمہیں غلغلے سے آئی۔“ میں نے کہا اور اس کے انداز سے بے بسی نظر کرنے لگی۔

”مجھے جانے دو۔ میں جانا چاہتا ہوں۔“

”کمال کے آدمی ہو، ایک مرد ہو کر ایک لڑکی سے جانے کی اجازت طلب کر رہے ہو تو بچ کی بات ہے۔“

”مم۔ میں جا رہا ہوں، وہ اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے جھک

کر دوں ہاتھوں سے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن پلٹ پلٹ کر گئی بارھے دیکھ چکا تھا جب وہ دروازے کے بالکل قریب پہنچا تو میں نے ایک بار پھر اس پر چھانک لگائی۔ اس بار میں نے اس کے بال چڑھ کر اس کا سر دوا سے مے مارا تھا۔ پھر اتنی زور داری تھی کہ اس کی کھیر بھوٹ گئی۔ اس کے دونوں ہنٹوں سے خون بہنے لگا۔ اس نے چینی کی کوشش کی لیکن چینی کی تو اسے اجازت ہی نہیں تھی میں نے اسے بڑھ کر ایک زور داری پٹھ اس کے کھلے ہوئے ہنٹ پر بربد کر دیا اور اس کی آواز نکلنے تک بند ہو گئی۔

”میں تمہیں ہی اس طرح آہستہ آہستہ مادوں کی گتے تمہارے حلق میں پہنچا رہی ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں اس کا مجھے صحیح جواب دے دو۔ اس کے بعد میں تمہیں جلتے کی اجازت دے دوں گی۔“ اب وہ مجھے خوفزدہ لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا اس کے سارے کس بل نکل چکے تھے اور وہ بار بار راجتا خون صاف کر رہا تھا لیکن مجھے اس کے ہنٹے ہوئے خون کی ذرا براہ نہیں تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور سوال کیا۔

”ہاں کس نے بھجایا تھا تمہیں یہاں۔“

”اگر میں نے اس کے بارے میں بتا دو تو میری زندگی مشکل میں پڑ جائے گی۔“

”تمہاری زندگی تو اب بھی بہت مشکل ہے بہتر یہ ہے کہ میرے سوالوں کا جواب دے دو اس طرح تمہیں زندگی کے چند لمحات تو مل ہی جائیں گے۔ زندگی یہاں ہے وہاں نہیں لیکن میری مطلب ہے اس وقت تو تمہیں موت کا سامنا ہے جہنم ہے اس کے بعد ہی یہاں سے جانے کے بعد تم اپنے بچاؤ کا کوئی انتظام کر رہی ہو، میں نے نرم لہجے میں کہا۔ وہ شاید اس لیے کے اندر جھپکی ہوئی سفالی کو بہتر طور پر دیکھ گیا تھا۔

”تمہیک سے۔ میرا تعلق تو مجھ سے ہے۔“

”اوہ۔ پھر تم کو یہ وہ تو بہت آگے کی چیز معلوم ہو رہی ہے۔“ وہ معمولی انسان نہیں ہے تمہیں سوتے شکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس بات کو نوٹ کر لو۔“

”ہاں ہاں۔ میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ بہت سی باتیں میں نے نوٹ کر لی ہیں لیکن میں تم سے کچھ اور پوچھنا چاہتی ہوں۔“

”کیا۔“

”سنبھا سے تمہارا کیا تعلق تھا؟“

”سنبھا۔ وہ ایک الگ آدمی تھا۔ وہ مدعا ضرور ہے کہ کبھی کبھی کام لیا کرتا تھا۔“

پیشخص مہری ذاتہ برسلطاً ہونا چاہتا ہے۔“

”ہنیں قادر و بھائی کہ اب اس بات کی گنجائش ہے“

”بالکل گنجائش نہیں ہے، میں خود بھی اپنے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ رکھنا نہیں چاہتا، میری دل خواہش ہے کہ میں تمہیں وہ تمام ہونٹیں اور اسٹائنس مہتیا کروں جو تمہاری ضرورت ہیں۔ مجھے بتاؤ تمہارے لیے کیا چاہتی ہو۔“

”بھئیائیں آپ کو تمام کہانی سنا چکی ہوں میری زندگی کا اب صرف ایک ہی مقصد ہے، وہ ہے کہ میں سورج گرہن سے ٹکر لوں، رادھن سنگھ کو کیور فرمائنگ پیچاؤں۔ اور ہر کام میں کسی مدد سے نہیں اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دینا چاہتی ہوں مجھے اس طرح سکون ملے گا۔“

”قادر اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہے۔“

”بھئیائیں ایک سادہ سی زندگی گزارتی رہی ہوں، حالات نے مجھے بہت سی باتیں سکھادی ہیں، میرے اندر بڑا جملہ بڑا عزم پیدا ہو گیا ہے، لیکن اس کے باوجود میں شوش کرتی رہی کہ میں بعض معاملات میں کمزور ہوں مجھے صحیح طور پر لیبٹوں کا استعمال نہیں آتا نشانہ بازی نہیں آتی۔ اور۔ اور۔“

”میں سمجھ رہی ہوں، میرا تم پر سب کچھ بھینسا جاتا رہا ہے،“

”ہاں بھئیائیں میں ایک مضبوط قوت بن کر ابھرنا چاہتی ہوں، تاکہ سورج گرہن کے مقابلے پر کسی طرح کمزور نہ بنوں۔“

”قادر اس سلسلے میں تمہاری جو مدد کر سکتا ہے جاننے“

”میں مارشل آرٹس سے واقفیت حاصل کرنا چاہتی ہوں، جیسا کہ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے مارشل آرٹس کے کچھ ماہرین سے روشناس کرا لیں اور ان سے مجھے تربیت دلوائیں۔“

”واہ یہ ہونی نہایت، خدا کی قسم جی خوش گھر و باقادر کا تم نے۔ بے شک بہن انسان کو اتنا طاقت ور ہونا چاہیے کہ اگر کسی کی مدد کے بغیر کچھ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مارنٹھلے میں تمہاری بھر پور دھم دھم کرنے کے لیے تیار ہوں، بولو، کون کون سے فنون سیکھنا چاہتی ہو۔“

”بس جیسا کہ مارشل آرٹس سے متعلق جو بھی چیزیں ہوں، میں انہیں سیکھنا چاہتی ہوں۔“

”تو میں اس کے لیے بندوبست کر دوں گا۔ وہ بدعاش کس دن کام آئے گا جو مجھ سے ہمیشہ ہنسا ہے کہ قادر خان تم کھٹی کام بناؤ۔“

”کون بدعاش۔“

”اس کا نام لائی بیگ ہے، مارشل آرٹس کا ماہر ہے، جاپان سے کسی کو ٹیکس کر کے بھجا کھتا۔ یہاں تھم ہو گیا، بس نے اس کی پوری پوری مدد کی تھی اور اب مجھے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔“

”وہ کتنا بیک ہے؟“

”بلطاً ہراس نے دندان سازی کی دکان کھولی ہوئی ہے، اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن مجھے اس نے سب کچھ بتا دیا ہے،“

”تو پھر بھئیائیں میرا ہر کام کر دو۔ کبھی وہ اس پر تیار ہو جائیگا،“

”ارے ہاں کیسے نہ زیاد ہوگا۔ بس ایک دو دن میں ہی تیار یہ کام کر دوں گا۔“

”شکر ہے بھئیائیں بہت بہت شکر ہے، میں نے تمہارا وہ مجھے ناراضگی سے دیکھنے لگا۔ پھر لولا۔“

”جیسا بھی کہتی ہے اور شکر یہ بھی ادا کرتی ہے؟“

”اوہ۔ میں معافی چاہتی ہوں بھئیائیں۔ آپ ناراض نہ ہوں،“

”چل ٹیک ہے،“

”انٹینگ کے بارے میں بتا دوں گا،“

”قادر نے تمہارا اور پھر وہ پہلا گیا تھا۔“

”لائی بیگ چھوٹے سے ٹڈکا جاپانی باشندہ تھا اس نے مجھے بتا دیا کہ اس کی ماں جاپانی تھی اور باپ چینی اس لیے اس کا نام لائی بیگ ہے، بڑا خوش مزاج آدمی تھا مقامی زبان اچھی طرح جانتا تھا اس نے مجھے جو ڈکڑے کی تربیت دینا شروع کر دی وہ اپنے فن میں بیٹھا تھا، ایک دن وہ مجھ سے ملنے لگا۔“

”بے لائی شاد بدتم اس بات پر لہجہ نہ کر کے مجھے تم جیسی شاکر سے مزہ آ رہا ہے۔“

”لائی بیگ میں بھی نہیں۔“

”تمہارے اندر اتنی زبردست ہیک اور لگن ہے کہ میں بعض اوقات خود جبران رہ جاتا ہوں جو کچھ میں بتاتا ہوں تم اتنی جلدی سیکھ لیتی ہو کہ مجھے نے لہجہ ہوتا ہے۔“

”لائی بیگ میرے سینے میں ایک جذبہ بردوان پڑھ رہا ہے، ایک مشن ہے میرا اس کی تکمیل کے لیے میں سب کچھ چاہتی ہوں،“

”تمہیک ہے تمہیک ہے، اسناد قادر نے مجھے سن کر دیا تھا کہ تم سے اس بارے میں بات نہ کروں اس لیے میں نے اپنی زبان ہمیشہ بند رکھی ہے اور میں اس بارے میں کچھ جانتا نہیں چاہتا البتہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ میں تمہیں دے دینا چاہتا ہوں۔“

”لائی بیگ کی تربیت تقریباً تین ماہ جاری رہی۔ یہ تین ماہ میں نے مشکل تمام خاموشی اور سنجیدگی سے گزارے تھے اپنے

مقتصد کی تکمیل کے لیے مجھے بہت کچھ کرنا تھا جنہا کچھ لائی بینک سے کیجیگی کچھ ابھی کے مختلف حصوں میں ہیں میں نے اس سے تربیت حاصل کی، کبھی کسی پارک میں کبھی کسی کھلے میدان میں کبھی سندر کے کنارے اور وہی کسی اور جگہ ہم ہمیشہ ایسی جگہوں کا انتخاب کرتے تھے جہاں کسی اور کی مداخلت کا اندیشہ نہ ہو۔

لائی بینک میری تربیت سے بہت خوش نظر آتا تھا! میں اس سے نشا زبازی کا کڑی کھیلا تھا اس کے لیے اسٹاڈنٹ فار نے مجھے ایک اور کلب میں بھی داخل کروا دیا تھا۔ جہاں میں رات کو جانی تھی۔ میں نے اپنے لیے اور ہر جسے جسے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر لی تھیں۔ ہر طور پر جو وہ اسٹاڈنٹ آف آرٹس کے دوسرے فنون سے مجھے کافی واقفیت حاصل ہو گئی، تو ایک دن لائی بینک نے مجھ سے کہا۔

”سسرٹراپ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا، جو کچھ ہمارے پاس تھا تمہیں دے دیجئے اور ایک ماہ تم دوسرے سے پتے ہیں کہوں تو ماٹریل آؤس کے ماہرین وہاں کے گوشے گوشے میں گھومے ہوئے ہیں لیکن آپ اپنے کام کے لیے مل ہو چکی ہو۔“

”شکر ہے لائی بینک میں بھی کبھی نہیں ہوں۔“

”چنانچہ آج سے ہمارا کام ختم کیا گیا اسٹاڈنٹ فار کے کمرے کو تم ہمارے کام کے منتظر ہو۔“

”ہاں ضرور۔ ویسے ایک بار پھر شکر قبول کرو، میں تمہارے اس احسان کو زندگی بھر یاد رکھوں گی لائی بینک میں نے جواب دیا اور اس کے بعد لائی بینک رخصت ہو گیا۔

اسی رات اسٹاڈنٹ فار پھر میرے پاس آیا وہ مجھ سے میرے پاس سے اپنی پینٹنگ لگا اور میں نے کہا۔

”تمہاری مہربانیوں سے میں بہت کچھ ان جی ہوں ناؤ کچھ اور اب مجھے اجازت دو کہ اپنے خوب عمل کی دنیا میں آؤں۔“

”فادہ تمہارے ساتھ ٹوٹو کھو ہے۔“

”جی ہاں تمہاری ضرورت ہوتی فادہ کچھ بتاؤں میں تمہیں ضرور بتاؤں گی جو کچھ میں کہہ رہی ہوں، اسے مجھے تیار کرنے کی اجازت دے دوں۔“

”میں تمہیں ہر طرح کی اجازت دیتا ہوں، لائی بینک سے میری بات ہوتی تھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے جمانی طور پر تمہیں بہت فٹ کر دیا ہے اور وہ جسے تمہیں تمہیں کر کے جو وقت تمہیں ملے گی اس وقت میں اور اس وقت میں بہت کچھ کام کرنا ہے اب تمہارے ہر سے اسے اٹھا دیکھنا ہے تمہارے انداز میں کچھ کیا ہو چکی ہے۔“

”اور یہ سب تمہارا ہی عطیہ ہے جیتا ہے، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فادہ اور خیر انداز میں مسکراتے لگا۔ میری مدد کر کے دلی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ اور اب میرے سامنے ایک طویل منزل پر چلی تھی۔ اس مسافت کو طے کرنے کے بعد ہی میں اپنی منزل تک پہنچ سکتی تھی۔ سب سے پہلے میں نے اپنے نئے شکار کا انتخاب کیا اور میرا یہ نیا شکار ڈونچ کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔

ڈونچ کے پاس میں نے فادہ سے کہا تھا کہ وہ ایک خط لاک آؤدی ہے اس شخص نے جمع میں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں نے بھی لکھا تھا ہے نیا شکار ان معاملات سے ڈونچ ہی واقف ہے، اسے ہمارا کھینچا تھا، تنظیم کا سربراہ مفاتیح طور پر رام داس تھا، لیکن رام داس ایک پتہ نہیں دے لے ڈونچ کا سہارا ضروری تھا چنانچہ سب سے پہلے میں ڈونچ ہی کو تکلیف دینا چاہتی تھی لیکن اس سے پہلے اسے اب کوڑا بھی ضروری تھا چنانچہ اس دن میں نے خاموشی میں اپنا چہرہ دیکھ دیکھا اور اطمینان سے باہر نکل آئی۔

سڑک پر آ کر میں نے ایک کھینچے کا اشارہ کیا۔ اور کھینچے میرے قریب آ کر ٹھہری، میں دوڑنے کو کھول کر پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ پھر میں نے فادہ کو دیکھا۔

”جو چاہتی ہے، اور فادہ کو میرے کھینچے کے ٹھکانے میں اطمینان سے کھینچے میں سڑک پر آ کر ٹھہری، فادہ کا ہجوم تھا، کھینچے کی زندگی میری لگا ہوں کے سامنے تھی، عزت بے پناہ عزت لے لے لیاں عورتیں، جو زندگی کی گاڑی کو دھکیلے کیے زبردیاں کرتی تھیں۔ گانے بجانے والے، کھینچے مانگنے والے، شہر گزرتا ہوں موٹر بیا، بیس اور دوسری سواریاں دوسری تھیں۔

میں خاموشی سے زندگی کے مناظر دیکھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات ڈھال تھے۔ طویل فاصلے پر گزرا اور بالآخر میں جو چاہتی پہنچ گئی۔

تا حد لگا ہوا مندر کھیلوا ہوا تھا۔ مندر کا پتھر ڈھلے ڈھلے کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور جیسے اس وقت مندر کے کنارے سفر کرنے میں خاصا لطف آ رہا تھا، بہت ڈیرنگ میں اور اور پھر سڑک گشت کرتی رہی اور اس کے بعد وہاں سے ایک کھینچے کے کمرے پر چلی تھی۔

ڈونچ کے آؤس کے بارے میں اس دوران میں نے معلومات حاصل کر لی تھیں، فادہ کی دور چلنے کے بعد میں وہاں پہنچ گئی جہاں ڈونچ کا آؤہ تھا۔ یہ آؤہ میری سمجھتی علاقے میں ہی تھا۔

پہلی ہی بوسیدہ کی عمارت کے سامنے میں نے کھینچے کو رانی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس عمارت کی طرف بڑھ گئی۔

بارے سے عمارت واقعی بوسیدہ تھی۔ ایک بہت ہی بڑا بنا سا دروازہ لگا ہوا تھا جہاں دو اونچی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں دروازے سے اندر داخل ہوئی تو اس کے آخری سرے پر ایک اور دروازہ نظر آیا اس دروازے سے اندر داخل ہو کر بری آئینوں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس بوسیدہ اور بدتر عمارت کے اندر کا ماحول ایسا ہوگا۔

ایک بڑا سا ہال تھا جس میں مداحم روٹی پھیلی ہوئی تھی اور بہت سارے لوگ جہاں بیٹھے ہوئے تھے اور جس کا دور دوری غنیمت سے مشغول کر رہے تھے ان میں عورتیں بھی تھیں اور دو بچی میری آمد یہاں آئی تھی لگا ہوں سے نہیں دو بچی تھی۔ ایک لمبی کھڑی ادھر ادھر دیکھتی رہی اور ہی وقت ایک دیر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

”اس طرف آ جاؤ، اس نے مجھاری لیے میں کہا۔ اندر اس کے ساتھ آگے بڑھی۔ دیر تک ہی سے بد معاش معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اس جیسے جوں پر ایسے ہی لوگوں کا کام ہے۔ اس نے ایک میز تک میری رہنمائی کی اور میں ایک کرسی تک گھسٹ کر بیٹھ گئی۔

”کیا لاؤں۔“ اس نے سوال کیا۔

”کیا کیا ہے گا۔“ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھے ہوئے پوچھا۔ اور وہ میرے عجیب سے انداز میں منہ کھول دیا اس کی لگا پنا میری لگا ہوں سے متراپی تھیں، لیکن اس وقت میں غنیمت ضروری تھا۔

”کیا کیا مانتا ہے یہاں۔“ میں نے پوچھا اور اس نے منشیات کی ایک فہرست بتوا دی۔

”سندھ میرے لیے پینٹنگ کے انجکشن لاؤ، میں نے کہا اور وہ میرے گھر بڑھ گیا۔

میں نے نا ڈانڈا لگا ہوں سے اس ماحول کو دیکھا، جو کچھ یہاں نظر آ رہا ہے قانونی حیثیت تو نہ رکھتا ہوگا اس کا مطلب ہے کہ ڈونچ کا خاصا باندھا ہی ہے اور قانون بھی جانتا ہے۔

میں لٹے میں بدست لوگوں کو دیکھتی رہی، لیکن لوگ نسنے میں ہونے کے باوجود ڈٹ نہیں ہو رہے تھے یا پھر ممکن ہے کہ یہاں کا نظم و ضبط ہی ایسا ہو، کئی مندر کے ٹھکانے لوگ اس کی گھومتے نظر آ رہے تھے۔ اسی دیر میرے آگے سروں کی ڈگر پایا تھا کہ ڈونچ ایک طویل القامت شخص اپنی میز سے اٹھ کر میرے پاس آ گیا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

”تمہاری اجازت سے۔ وہ دانت نکالتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔ اور میں جو تک گرا سے دیکھتی تھی۔

”اب تک یہاں نہیں ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”جہنم میں۔ اور اگر تم بھی وہیں جانا چاہتے ہو تو وہیں نہیں آسانی سے وہاں پہنچا دوں۔“ میں نے غرے ہوئے بچے میں کہا۔ اور وہ چند صیبا ہی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”کیا کہا تم نے۔ وہ بھکی ہوئی آواز میں بولا۔

”میں نے کہا ہے کہ یہاں سے آ کر جاؤ۔“

”واہ، واہ، واہ شریف بڑا ہی کراہیت ہے تمہاری، کیا اس نے کہا اور میرے پاس نکال رہا لیکن دوسرے مہر خچر کے کال پر پڑا تو وہ منہ پھاڑ کر رہ گیا، پھر اس کی آنکھوں میں مجھے دیکھی نظر آئی۔ وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا اور اس کے چاؤ نکال رہا تھا۔

”مجھے جانتی ہے میں کون ہوں۔“ اس نے غرے ہوئے بچے میں کہا۔ لیکن اس وقت چند لمحوں کے بڑھے اور انکھوں نے پیچھے سے آگے پھریا۔

”جو پڑو دیکھ، میں اتنے تل کر دوں گا۔ زندہ نہیں چھوڑوں گا اس شریف زادی کو لیکن اسی وقت مجھے سے بڑھنے والوں میں سے ایک نے زور دیا گھول لہذا اس کے منہ پر رینڈ بکرا اور چاؤ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ نیشے انداز میں بولا۔

”دیکھو دیکھو مجھے بھی غصہ آجائے گا، میں بھی میں ہی، اس نے فضا میں ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی، لیکن دوسرا گھول لہذا اس کے منہ پر پڑا۔ اور وہ بڑھ کر بڑھ کر گیا۔

ان لوگوں نے باقاعده اس کی پٹائی شروع کر دی تھی، اور چند لمحوں کے بعد وہ اسے لٹکا دے ہوئے باہر لے گئے اور ڈھائی پار پھینک آئے۔ چند لمحوں کے لیے ماحول میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی اس کے بعد پھر وہی ماحول۔ دیر میرے پاس آ گیا۔ اس نے ایک ٹرے میں سرنج اور انجکشن میرے پاس رکھ دئے۔ میں نے سلیپ انڈاز میں گر لائی اور دیر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ تب میں نے انجکشن ڈرتے، ان کی دو فانی سرنج میں کھینچی اور اس طرح اپنی کلائی کی نزدیک کی جیسے میں انجکشن لگا رہی ہوں لیکن انجکشن میرے بدن میں انجکٹ نہیں ہوئے تھے یہ تو میری یہاں مجھے کی ایک کوشش تھی میں خود کو اس انداز میں پیش کرنا چاہتی تھی جیسے کہ یہاں لوگ آتے تھے ٹھوڑی دیر بعد وہ پڑلے آئے، میں نے بل کی رقم چپ کے ساتھ اسے دی اور وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ میری نگاہ ان میں سے ایک شخص پر پڑی جس نے اس آؤی کو مارا تھا اور میں مسکرا دی وہ میری طرف ہی دیکھ رہا تھا مجھے مستند دیکھ کر وہ میری طرف بڑھ آیا، اجازت مانگتا پوچھ چاؤں باہر اتر رہی اس جیسا ہوگا، اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی

”ہاں بھئی ڈرنے کی بات ہے“ اس نے بھی مسکرتے ہوئے کہا۔

”میں نے تو اس کے ساتھ کوئی براسلوک نہیں کیا، میں نے آہستہ سے کہا، یہ ہر طور پر ہم سے کام کی چیز ثابت ہو سکتا تھا، لیکن ایسے لوگوں کو ٹھیک کرنے کے لیے ہمارے پاس کاغذ خاص ہے، یہاں سب کچھ ہوتا ہے، مگر ہر شخص یہاں اپنی پسند کے مطابق کام کرتا ہے۔ اگر تم نہیں جانتے ہو، تو یہاں کی ہر چیز جیسے تو اس کی کیا بجائی ہے، کہ وہ جوڑ جاتا ہے، میں گا، کہوں کا احترام کرنا چاہتا ہے۔“

”تمہاری شکر گزار ہوں۔“
 ”یہ نہیں ہے، تو ہمارا فرض تھا۔“
 ”شکر ہے۔“
 ”پہلی بار یہاں آئی ہو۔“
 ”ہاں، پہلی بار، آئی ہوں۔“
 ”اس سے پہلے کہاں تھیں۔“
 ”کہیں بھی نہیں، مجھے سے باہر کی چیز ہوں۔“
 ”اوہ یہ بات ہے۔“

”ہاں۔“
 ”تب تو بڑی دلچسپ شخصیت ہے تمہاری، نام کیا ہے؟“
 ”کوئی بھی نام نہیں ہے، جو ہو تمہارا دل چاہے۔“
 ”مجھے شہد کہتے ہیں، اس نے ہنسنے کہا۔“
 ”اوہ میرا نام تمہاری پسند ہے۔“
 ”یہ کیا بات ہوئی۔“ دوستی کرنی ہے تو نام بھی بناؤ۔“
 ”مجھے تم سے کئی بار کہتے ہو۔“
 ”اوہ کہتے ہو۔“

”الٹا انسان ہوں اور بس۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”بڑی دلچسپ انسان ہو۔ کہاں رہتی ہو۔“
 ”کہیں نہیں۔“ میں نے ہنس کر کہا۔
 ”اوہ، شاید آج ہی کسی نئی شہد وغیرہ سے آئی ہو، تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔“

”مدد جو دل چاہے کرو۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”یہاں قیام کا بندوبست ہو سکتا ہے۔“
 ”لیکن میرے پاس زیادہ کرنسی نہیں ہے۔“
 ”کرنسی تو تم خود ہی ہو۔“ کاغذ کے نوٹ کہا جینٹیل رکھتے ہیں، اس نے مسکرتے ہوئے کہا۔ میں نے نوٹ عرض نہیں کیا، ہر طور پر مجھے کسی ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔

”ہم لوگ اپنے ساتھی بھی نہیں رکھ لیتے ہیں، کم از کم کہتے دن قیام کرو گی۔“

”تفصیلاً دو ماہ۔“
 ”دوسروں کے ہفتے کا، اور تین عید پر، اگر وہوں سے جو کچھ وصول کرو، اس کا پچاس فیصد، کیا خیال ہے۔“
 ”عمدہ۔“ میں نے جواب دیا۔

”تب پھر جاؤ۔“ سان کر، اہم ذرا باقاعدہ کام کرتے ہوئے اس نے کہا اور میں آٹھ گئی۔ وہ مجھے لے کر ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا، جہاں دس کے طور پر استعمال ہوتا تھا، ایک موٹی سی اینگلو انڈین عورت وہاں بیٹھی تھی، شہر سے اس سے رجسٹر مارا لگا اور پھر میرا نام وغیرہ اس میں داخل کر دیا گیا۔

”آج تو بس بڑی ہوں، جی کل میں تھیں، بسے کی سیر کر ڈی گا، پہلی بار جو آئی ہو یہاں۔“
 ”ٹھیک ہے، ہر طور تمہاری مرضی۔“ میں نے جواب دیا۔
 کافی دیر بعد میرے ساتھ رہا، پھر اس نے بنا بنا کر وہ ڈی کے غصے میں آدمیوں میں سے ہے، اس نے کہا، تو مجھے بھی کسب سے محتاج آدھی ہے، اور ہم لوگ اس کے دست راست بھرتے ہیں، سب کچھ کرتے ہیں اس کے لیے۔ وہ مجھے سے بات کرتا رہا اور پھر دفعتاً اس کی نگاہ ایک طرف اٹھی۔ دو ماہ سے اسے ایک شخص اندھا نظر ہوا تھا، میں نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ کر اس کا دیکھا لیکن وہ کچھ نہیں سمجھتا، وہ دیکھ رہی تھی، جو کچھ اس کے بارے میں سنا تھا وہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ ڈی کے پتلے بدن کا ایک مریل سا آدمی، جس کے بارے میں یہ سوچا جاسکتا تھا، اگر ایک گھنٹہ سوار بنا، اس کے اوپر بڑھ جائے، تو وہ شاید مرنے لے، لیکن میں نے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھ کر محسوس کیا کہ وہ خاص ہی حیثیت رکھتا ہے۔

”کون ہے یہ۔“
 ”میں ابھی آڈاؤا حاضر فی دستے آؤں۔“
 ”مگر کون ہے۔“
 ”ڈیوڈا، او۔“ اس نے جواب دیا اور میں تیز تازہ انداز میں ہونٹ سے گھر کر گئی، یہ ڈیوڈا تو میری توڑنے کے بالکل ہی برعکس تھا۔

زندگی ایک نیا رخ اختیار کر چکی تھی اور اس نے رخ میں اس زندگی کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ جو میں نے اگلے خاندان کے ساتھ گزارا تھی، لیکن وقت، راجہ لوارا اور مغزوت انسان کو کیا بنا دینا ہے، روپاکے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی، وہاں میں نے

سنگوان کے حوالے کر دیا تھا، جسے یاد تھا کہ کاسی اور دو با بھی نہیں رہتی ہیں، لیکن میں اس حالت میں ان سے نہیں مل سکتی تھی۔ کوئٹل خاموش ہو گئی، میں اس کی کہانی میں اس طرح جذب ہو گیا تھا کہ دو دنیاؤں کا رشتہ کوئی دیکھتا تھا۔ بڑی پروردگار کی تھی اس کی میں اپنی داستان بھول گیا تھا، غم نے اس کے سانسے پکے محسوس ہو رہے تھے۔ کوئٹل نے مجھے دیکھا اور مسکرائی۔

”میری کہانی بہت طویل ہو گئی ہے، لوارا مغزوت، تم جی لور ہو گئے ہو گے، کیا سوچتے ہو گے میرے بارے میں کہ داستان نے کڑی ہوئی تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی، لیکن دل کے آن آدمیوں کو کراہوں جو میرے ہیں، تو ان سے بدلہ دیا جانی چاہتا ہے، جا رہا ہے، لیکن یہ روائی اب رکنے کی نہیں، جب تک کہ یہ اپنی آخری منزل تک نہ پہنچ جائے۔ مجھے معاف کرنا، راجہ لوارا مغزوت نے معاف کرنا۔“

”بہنیں کوئٹل، کسی باتیں کر رہی ہو، تم یہ کہانی تو مجھے سبق دے رہی ہے، میری منزل تو آسان بنا رہی ہے، تم اپنی کہانی جاری رکھو۔“

راجہ لوارا مغزوت نے اپنے سینے کے یہ زخم بھری احتیاط سے چھپا رکھے تھے، یہ خیال تھا میرے دل میں کہ اس داستان کو لے کر موت کی وادیوں میں تم جو جاؤ، لیکن تم نے میرے دل کے ہمنامے کون سے تار چھو لیے، کہ میں اپنے آپ کو تم پر عیاں کرنے پر مجبور ہو گئی، میری داستان کن لوارا لوارا مغزوت، اس کہانی میں کچھ نہیں ہوگا، یہ کہانی اس سے آگے نہیں بڑھے گی، یہاں یہ اس داستان کو ختم کرتی ہوں۔

”میں نے چونکہ کوئٹل کی شکل دیکھی، اس کی آنکھوں سے پھر آنسوؤں کی دھاریں بہنے لگی تھیں۔“
 کوئٹل تم نجات میں کوئی ہو، مجھے اپنی داستان سناؤ، لیکن ہے ایک مخلص دوست کی حیثیت سے جس میں ہر مشورہ دے سکتوں۔“

”بہنیں لوارا مغزوت، اب یہ ممکن ہے کہ میں زندہ رہوں؟“
 ”کیوں تمہارا سے ہے، میں اس مقام کا جوالا مرد ہو چکا ہے، کیا کہا، راجہ لوارا، سنکھ کوئٹل، کبھی ہو تم۔“ میں نے سوال کیا۔

”اگر میں یہ تیار ہوں تو میری کہانی بے اثر ہو جائے گی۔“
 ”اسی لیے میں یہ سب کچھ معلوم نہیں کرنا چاہتا، لیکن خود کو جذبات میں گرفتار نہ کرو، بہت سے کام کو کوئٹل بہت سے کام کو۔“
 ”وہ کچھ میں خود بھی تو ایک ڈیوڈا ہوا انسان ہوں کوئٹل،“
 ”مخبر میں۔“

”ہاں کہو، میرے دل میں ہے۔“
 ”کیا میرے بارے میں آٹھ کچھ جانتے کے بودی تم میری عزت کرو گے۔“

”کوئٹل اتنی سمجھدار ہو کر اتنی ذہین ہو کر تم، بات سوچ رہی ہو؟“
 ”کیا مطلب ہے۔“
 ”اس داستان نے تو میرے دل میں تمہارے لیے ایک مقام پیدا کیا ہے۔ ایک نئی شخصیت بنا تی ہے تمہاری، اس میں تمہاری تو بہن کا پہلو کہاں لکھا ہے۔“ میں نے کہا۔

”میں ایک بامال شہد عورت ہوں۔“
 ”بہنیں کوئٹل، تم ایک مہم عورت ہو، تمہیں حالات نے پامال کیا ہے۔ جذبات نے تمہیں۔“
 ”میرا دل رکھنے کے لیے یہ کہہ رہے ہو۔“
 ”یہ میرے دل کا دازبہ کوئٹل۔“
 ”لوارا۔“ وہ زندگی دانا نہیں بولی۔

”خدا کی قسم کوئٹل یہ دل دیا ہوں۔“ میں نے کہا اور کوئٹل جذباتی ہو گئی وہ ہوت ہوت کر ڈنکی لگی۔ میں اسے دل سے دیر تبا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ ”اپنی کہانی جاری رکھو کوئٹل۔“

اس نے خود کو سنبھالا اور بولنے لگی، ”میرے یہ دوستی میں نے اس لیے کی تھی کہ اس سے ڈیوڈا کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں اور ڈیوڈا کو کس طرح اپنے قابو میں لاکر سوچ کر گن کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی، تو میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ لیکن اب مجھے خود پر کافی اعتماد ہو گیا تھا۔“

”میرے دل نے مجھے اس عمارت کے ایک کمرے میں جگہ دی۔“ مجھے وہاں کے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ حالات کی ماری ہوئی، پھر جذبات کے ہاتھوں چلتی ہوئی لڑکیاں یہاں آکر گانے کا روبا کر رہی تھیں، یہاں انہیں محفوظ فرما کر جانا تھا۔ اور یہ لوگ ان لڑکیوں کو لازم رکھتے تھے، میری زندگی کا سن بہت طویل تھا، تو میں نہیں جانتی تھی، کوئٹل اپنے مقصد تک نہیں کے لیے زندگی کو کس منزل تک جانا ہوگا، لیکن یہ مقصد مجھے زندہ رکھے ہوئے تھا، اور میں جینا چاہتی تھی۔

”میرے دل نے دو دن آرام کرنے کے لیے دیکھے تھے، تیسرے دن موسم ابرا کو لودھا، پھر مسکرائے، اور میرے پاس آ گیا۔“

”سواری ڈانگ ان دو دنوں میں، میں بہت مصروف رہا۔“
 ”مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی، شہد۔“
 ”میں بھی کبھی پوچھنا چاہتا تھا۔“
 ”کہا۔“

”وہی کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔“

”کس سے۔“

”سوچ گہن سے۔“ میں نے سوال کیا اور شیرو کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے سر جھٹک رہا تھا۔ بناؤ شیرو۔ سوچ گہن سے اس کا کیا تعلق ہے؟

”اسے تو نے اپنی ہلا دی ہے چوہیا کہ اب اس کی آواز بھی نہیں نکل سکتی یہ دروازے سے ایک آواز سنائی دی۔ اور میں نے اظہارِ بے ہوشی پر ہی۔ میں نے دیکھا اور ششدر رہ گئی۔ دروازے میں ڈنکے بھڑکتا تھا۔“

”تم۔“

”مجھے ضرور یہی ہوتی ہوگی تو۔ میرا نام ہے ڈنکے ہے؟“ میں ساکت رہ گئی تھی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ڈنکے اس طرح آجائے گا۔ اس کی ایک آنکھ سے میں ششدر رہ گئی تھی۔ ”شیرو، ڈنکے سے آواز دی اور شیرو نے گھون ڈال دی۔“

”دراصل مجھے ڈنکے ہیں وہ ہزارکان اور ہزار آنکھیں رکھتا ہے مجھ سے کچھ غلطی ہو گئی تھی چندہ باہر جا اطمینان سے پائیں کریں گے اس نے کہا۔ اور وہ کسی کے لیے بے ہوش ہے۔ یہ نہیں اسے اتنا اعتماد کیوں تھا خود بہر حال صورت حال معلوم کیے بغیر کوئی حرکت بھی نقصان دہ ہو سکتی تھی۔“

باہر تقریباً پندرہ افراد موجود تھے۔ ڈنکے مجھے ایک لمبی گاڑی میں لے کر وہاں سے چل پڑا۔

”کیا معلوم کر رہی تھی شیرو سے۔“

”نہاں سے بارے میں۔“

”کیوں۔“

”بنا دوں گی جلدی کیوں ہے۔“

”خوب بڑی بات ہے کہ کوئی ڈنکے سے اس طرح گفتگو بھی کر سکتا ہے۔ تھیک ہے باقی باتیں بعد میں ہوں گی یہ وہ مجھے ایک شاندار عمارت میں لایا تھا۔ پھر اس نے میری کلائی پکڑی اور ایک شاندار کمرے میں آگیا۔“

”بول پڑ۔“ وہ بولا۔

”کیا بولوں۔“

”میرے بارے میں یہ معلومات کیوں حاصل کر رہی تھی؟“

”نہ تاؤں تو۔“

”کوئی فرق نہیں پڑتا میں جانتا ہوں۔“

”کہا جانتے ہو؟“

”رام دا اس کے مقابلے پر ہے۔ رام دا اس میرا دوست ہے۔ تجھے یاد ہے جب تو شیرو کے پاس بیٹھی تھی تو میں آگیا تھا۔“

”بالکل نہیں۔“

”کیا خیال ہے اس موسم کے بارے میں۔“

”عمدہ ہے۔“

”اور تم دونوں سے یہاں قید ہو۔“

”میں قید تو نہیں تھی؟“

”یا ہر بھی نہیں کیلیں تم۔“

”ہاں کہاں جاتی؟“

”یہ بات نہیں ایک اچھی لڑکی ثابت کرتی ہے۔ آؤ آج مجھے جنت کی سیر کرائی جائے۔“

میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ شیرو نے مجھے تیار ہونے کے لیے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ شیرو کے پاس ایک عمدہ گاڑی ہم بھی کی سڑکوں کی سیر کرنے رہے کئی بار لوٹنا باندی ہو چکی تھی لیکن تیز رفتار ایک باگھی نہیں ہوئی تھی۔

رات ہوئی تو شیرو مجھے منہ کے کنارے ایک خوبصورت ہٹ میں لے آیا۔ ہٹ خوش سیلی تھی سے آلاستہ تھا۔ یہ کھانا ہٹ ہے۔ ”میرا ہی سمجھ لو۔“

”سمجھ لو سے کیا مراد ہے؟“

”آستاد ڈنکے کا ہے، کچھ کواہی جگہوں کی سہولت بھی دی جاتی ہے۔ ہم لوگ بھی اسے استعمال کر سکتے ہیں۔“

”مجھے ڈنکے کے بارے میں بتاؤ شیرو۔“

”چھوڑو جان کن میرے بارے میں معلوم کرو، شیرو بولن اور گلکس لے کر میرے سلنے آ بیٹھا۔“

”میں نہیں بیٹی شیرو۔“ میں نے کہا۔

”نہاں کی پسند کی چیز بھی یہاں مل جائے گی۔“

”کیا۔“

”بھتیجی۔ میں نے نہیں الجھن لینے ہونے دیکھا تھا۔“

”اس وقت ہو تو نہیں ہے۔“

”تجربے سے تم شراب نہیں پی سکتی۔“

”تجربے بلا سکتی ہوں۔“ میں نے کہا اور شیرو خوش ہو گیا۔

”یہ ہوئی ثابت۔“ ہاں تو اسے حسین ساتھی پہلا جام تیرے نام تھا

اس نے کہا اور میں نے شراب آبل وی وی میں اس طرح اپنا کپا ڈ کر سکتی تھی۔ چنانچہ میں اسے بڑی آواؤں کے ساتھ شراب پلائی تھی

ایک بار پھر میں نے اس سے ڈنکے کے بارے میں پوچھا۔

”بادشاہ ہے وہ ہمیں کا بادشاہ ہے۔ جہاں نام ہے اس کا بڑا

کام ہے۔“

”سوچ گہن سے کیا تعلق ہے اس کا؟“

”تمہارے ہوتے ہیں۔“

”ہاں مجھے یاد ہے۔“

”بہتری شکل دیکھ کر میں اس وقت ہنستا تھا۔“

”وہ کہوں۔“

”رام داس کے پاس تیری تصویر بھی مگر مجھے یاد نہیں آئی۔ بہت دور ہیں تو مجھے یاد آئی۔ پہلے چھوڑا۔ ہاؤں کو تیرا ترس لینا ہے کیا یہاں۔“

”کیا مطلب؟“

”کڑے کی عورت ہے تو۔“

”بہنیں ڈنڈو اگر تمہارے دل میں خرابی انسانیت ہے تو پھر۔“

”یہ ہے ہم دوسری سے سوچو۔ میں ایک مہیبت نفع لڑکی ہوں۔“

”مگر میرے دل میں انسانیت نہیں ہے۔ میری انسانیت۔“

”چرا بیانی کے سامنے سمندر میں ڈوب چکی ہے کیا بھی؟“

”تب پھر میں کہے کیا کہوں۔“ میں نے اٹھی سے کہا۔

”میں مجھے سے کچھ پوچھتی تو نہیں رہا۔ وہ بہنستا ہوا آگے۔“

”بڑھا۔ میں نے ایک آنچ نڈا بازی کھائی تھی۔ ڈنڈو نہیں پڑا۔ اب۔“

”تو مجھے تانے کھانے کی چل ٹھیک ہے تیری مرنی۔ اس نے کہا اور۔“

”اچانک گھر بھجوانا لگا لگا دی۔ میں نے ناشی جیہ چھوڑ دی تھی لیکن۔“

”وہ یہ حد پھر تھا۔ میرے جیہ چھوڑ ہی اس نے بھی مرے بدل چکا۔“

”میں اس بار اس کی ذمے تو نہ رکھی لیکن ہر نہ پلٹ کر جو ڈوگا، ایک ہاتھ اس کے چہرے پر رید کر دیا۔“

”موت ہی آگئی ہے تیری تو دوسری بات ہے۔ اس نے کہا۔“

”ادراں یا داس نے بڑے پھر پورا انداز میں مجھ پر چھلانگ لگائی۔“

”اور مجھے دلہا لینا میں ہر حال اس سے بار نہیں ماننا چاہتی تھی۔“

”چنانچہ اس کی گرفت میں آئے ہی میں نے دونوں کہنیوں سے اس کی پسلیوں پر ضرب دگائی اور اس کی گرفت سے پسلی ہوتی مہری۔“

”سے نیچے آگئی، ڈنڈو نے ہاتھ بڑھ کر مجھے روکا چاہا لیکن نہ روک سکا۔“

”ادراں میں مہری کے پتے ٹھس گئی، ڈنڈو مجھے سے دلوان ہو گیا تھا۔“

”میں اس کے دوسرے اقدام کا انتظار کر رہی تھی۔ جو پڑی وہ پتے جھک کر مجھے جھانٹے لگا میں نے اس کے بال پکڑ کر پوری قوت سے زمین سے۔“

”مچھا اور باہر اس کے بعد میں نے اس سے مٹھا کر کے کہا کہ یہاں سے نکل چلنے کی کوشش کرنے لگی۔ ڈنڈو چہرہ ہوا ہوا ہو گیا تھا۔“

”وہ دہاڑا ہوا اٹھا لیکن میں دروازہ کھول کر کھلتے میں کابیا۔“

”ہوئی تھی میرے ہاتھ لگے ہی ڈنڈو زور سے دہاڑا۔“

”پہنچا اسے روک دیا وہ شاہد میرے پیچھے دو شاہی تھا لیکن۔“

”خون کی چادر اس کے چہرے پر دہانگ آئی تھی اس لیے راہ میں کوئی۔“

چیزا جانے کی وجہ سے گرجا۔

لیکن اس کی آواز باہر سن لی گئی تھی۔ دو واوی میری طرف لپکے لیکن لائی بیگ کی تربیت کام آئی۔ میں صرف ناخن گولنے میں کامیاب ہوئی تھی بلکہ سن نے ان میں سے ایک کا پتہ بتا دیا۔ ایک لیا تھا۔

ڈنڈو کی دہاڑوں اب باہر سنائی دے رہی تھیں۔ میں رگدے سے بھی نکل آئی۔ یہاں پھر میرا راستہ روکنے کی کوشش نہ ہوئی۔ لیکن اب میرے پاس پستول موجود تھا اور اس کا سرچ استعمال بھی۔ چنانچہ دو فائر ہوئے اور وہ دو لڑاؤ ڈھیر ہو گئے۔

میں گیسٹ سے باہر نکل آئی۔ سرگرم سامنے تھی میں نے ایک لٹے ٹوک کر اس جگہ کا اندازہ کیا۔ شہر لوگ میرے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ اور سیدھے جھانکے ہوئے ان کی گولوں اور ان کی زور سے پھینکا ممکن نہیں تھا اس لیے میں نے ہاتھ سے کام لیا اور اس عمارت کی دیوار کے سہارے دوڑنے لگی۔ پھر ایک نئے خیال نے ذہن میں جنم لیا اور میں دیوار کو دکھاندا داخل ہوئی۔ میں نے اسی عمارت میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا جو میرے لیے مخدوش تھی۔ یعنی ڈنڈو کی یہ کوئی اور میں آگے بڑھی تھی۔

اندروں خوب دھوا پھولتی تھی میں ہونٹوں کی خیال میں باہر نکل گئی تھی اس لیے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں واپس آگئی ہوں کی چنانچہ میں نے پیچھے سے لیے ایک جگہ کاش کر لی۔ اس کمرے میں کافی کیا تھی اور پھر اس کے درمیان میں نے جگہ بنائی۔ اور وہاں آرام سے بیٹھ گئی۔ میرا ذہن اب سننے کیلئے کھلا تھا۔ رام داس کی سنہری نام اب میرے سامنے تھا۔ ڈنڈو نے اور میں سوچ رہی تھی کہ سورج گرنے کے ایک منٹوں کو بھی گراؤں۔ رام داس سنگھ تک رسائی تو ابھی مشکل تھی لیکن اس طرح اگر میں سورج گرنے کے منٹوں گرائی نہ ہی تو بیٹھ رام داس سنگھ سے رگڑتے ہو جائے گی اور اس کے بعد میں نے رام داس سنگھ کے لیے دستکلات پر لپکاؤں پہلے میں ڈنڈو کی جوتوں کو کھینچ کر اچھا کرتی تھی اور اس کے بعد اس پر فائر کرنے کی خواہش مند تھی۔

رنگت تک میں یہاں رہی۔ وہ لوگ میری تلاش سے مایوس ہو گئے تھے۔ ادراں نہ چلنے کیا ہو رہا تھا۔ ڈنڈو کے پاس میں قمار کرنے کہا تھا کہ وہ خطا ناک آدمی ہے لیکن میں نے اسے دو گولی مار کر دیا تھا۔ ایک لڑکی نے اسے بدترین شکست دی تھی جسے وہ کبھی نہ بھول سکے گا۔

رات کو میں نے جگہ چھوڑ دی اور دیوار کو دکھاندا نکل آئی۔ پھر ایک لٹا راستہ لے کر کے سرگرم برائی اور وہاں سے مجھے بھیجی۔

گئی۔ نہ جانے کیوں اس وقت۔ سیدھے نادار کے اڈے پر جانے کو ہی چاہا تھا۔ اس لیے میں نے مجھے ڈنڈو کو گولہ مار کر پتہ بتا دیا۔ تادراؤ سے برمجو دکھا میرے بارے میں اسے اطلاع مل گئی تھی چنانچہ وہ باہر ہی آگیا۔

”سب سے پہلے تحریریت بناؤ۔“

”تھیک ہوں تو اور بھیتا۔“

”کہاں جی گئی تھیں کتنا پریشان ہوں تم سوچ نہیں سکتیں۔“

”دو کام کر رہی تھی تو درجیتا۔“

”کہاں تھیں؟“

”پہلے ڈنڈو کے اڈے پر۔ اور پھر اس کے گھر میں۔“

”ڈنڈو کے اڈے پر۔“

”ہاں۔“

”اس کا بیٹہ دیکھا ہے نہ؟“

”نہا ہے۔“

”مساں کرنا اب اس کی جو بے عمل اور عجیب کیس ہے ڈنڈو۔“

بظاہر ٹھیک تھا کہ ہے۔ ذہن ہے کچھ وارے لیکن عشق ایک ایسی عورت سے کہتا ہے جو ایک آدمی کے قریب ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”ڈنڈو کی تو بہت سے گائے تو اور نہیں پڑا۔“

”ابھی کہا بات ہے جیتا۔“

”ڈنڈو اس کے لیے بہت بہت بد بانی ہے وہ اس سے سچا عشق کرتا ہے۔ دلوانہ اس کے لیے بڑی خوبصورت کو بھی لے کر لے گئی ہے اسے۔ دلوانہ فار جا ہاتا ہے۔ اگر تم کسی طرح مالا کو مجھے میں کو تو یوں چھوڑ دینا چھوڑنے میں ہے۔“

”اوہ کبھا فاقی۔“ میں خوشی سے چل پڑی۔

”یقین کرو بہترین جو ہے۔ اور ہر کام تم بہترین انداز میں کر سکتی ہو۔ اس اس خورت پر کسی طرح قابو پاؤ۔“

”ہوں۔ میں کچھ سوچتی۔“

”پھر میں نے کہا۔ میں منور داس تجو بہتر عمل کروں گی۔ اس کا پتہ۔“

”۲۴ مارل برو۔ بہترین علاقہ ہے۔“

”اوکے۔“

”میں نہیں اس کا فون نمبری دے سکتا ہوں۔ اس میں نہیں آسانی ہو جائے گی اس کے علاوہ جی اس کے سلسلے میں میری کوئی ضرورت نہیں آجائے تو۔“

”اوکے جیسا اب مجھے اجازت دو۔“

”شہر میں نہیں جیسی منگا منگا تو قدر سے مجھے جیسی منگا دی اور میں وہاں سے اپنے قلبت کی طرف چل پڑی راستے میں میں قمار کی بانوں پر غور کر رہی تھی۔ واقعی اس نے کار کی بان بتائی تھی اور ملا میرے جال میں پھنس جائے تو پھر ڈنڈو کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔“

”دوسری میں بہت جلد جا گئی۔ سورج ابھی ٹھیک سے نکلا بھی نہ تھا قلبت کی کڑی کھول کر باہر جھانکا زندگی کے ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔ لوگ زندگی کے نئے دور سے نظر آ رہے تھے۔“

”دفعتاً مجھے ایک خیال آیا اور میں نے سامنے رکھے ہوئے ٹیبل فون کے قریب بیٹھ کر بیسورا اٹھایا پھر میں نے قمار کے ٹیبلے ہاتھ پڑاؤں کے اور لپو لپو کرانے لگا لیا۔“

”چند منٹ کے بعد ہی فون بیسور لپکا گیا۔ بیسور۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔“

”مس مالار۔“

”خدا کرے، دوسری طرف سے آواز آئی۔“

”جی۔ میں نے تجھ سے پوچھا۔“

لمبھی کی مٹی اور جدید ترین آبادی مٹی۔ خوبصورت مرکز میں بنی ہوئی تھیں۔ دو روپہ درخت بہا رو دکھا رہے تھے۔ کوئی نمبر ۲۰ نکالیں کر نے میں زیادہ وقت نہ ہوئی۔ میں گیٹ سے کافی دور آ کر کھڑی اور پھر جب گیٹ کے دوسری طرف جھانکا تو۔ مس روپہ مالا کو پہچاننے میں کوئی وقت نہ ہوئی۔ کمر شکر قدر نشہ میرے سامنے تھا۔ چہ پہ نہٹ بال کی طرح گول بال دو چوتوں میں گندھے ہوئے اور بدن کا پھیلنا اور عظیم الشان تھا۔ بے حد ٹھکانا نیز شخصیت کی مالک تھی وہ لیکن عمر زیادہ نہ تھی۔ اس وقت سارہ دوسرے بھولوں والا گونہ ہے ہوئے ناشتہ کمر رہی مٹی۔ لیکن وہ بیوی انجیپرٹ وہاں موجود نہ تھی۔ اس نے مجھے گیٹ سے اندھا نال ہوتے ہوئے دیکھا اور اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ دیر تک مجھے گھورتی رہی اس دوران میں اس کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیلو۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"سوری مہدم۔ منہ سے نکل گیا تھا۔"
 "اوہ۔ آپ کون ہیں؟"
 "مس روپہ مالا کی بیوی انجیپرٹ۔ جو اب ملا۔"
 "روپہ مالا۔"
 "جی ہاں۔ آپ نے ان کا ادھانا نام لیا تھا۔"
 "خوب۔ آئندہ پورا نام لوں گی۔"
 "اس کے بعد بھی طبیعت بہتر نہ ہوئی۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور دفعتاً مجھے سے ذہن میں قاتل کے الفاظ ابھرے۔ قاتل نے پتلا یا کٹھا کر ڈنگو کی جھور مٹی ناز ہے۔ یہ عورت بال کی جو کوئی بی بی اس کا مذاق اڑا رہی ہے۔"
 "میں ہنس پڑی۔" آپ کا نام کہانہ ہے۔"
 "بیوی انجیپرٹ۔"
 "چلیے ٹھیک ہے۔ مس روپہ مالا سے بات کر دوں گی۔"
 "ناممکن ہے۔"
 "کیوں۔ کہا وہ سوری ہیں۔"
 "اگر سوری ہوئیں تو ضرور جگا و جتی۔"
 "کیا مطلب؟"
 "اس وقت وزن لڑنے کی زمیں ہے۔ معاف کیجئے گا وہ دوڑ لگا رہی ہیں لیکن جگہ کی ورزش میں ہیں۔"
 "اور آپ۔"
 "لان کے برآمدے میں بیٹھی خدا کی قدرت دیکھ رہی ہوں۔"
 "اور فون۔"
 "برآمدے میں بھی ہے غسل خانے میں بھی اس کی بات نہ کریں۔"
 "میں تجزی کے عادی ہیں آپ لوگ۔"
 "جی ہاں۔ ورزش جو کرنا ہوتی ہے؟"
 "اس کے بعد مس مالا کے کیا پردگرام رہتے ہیں۔"
 "ہلکا سا ناشتہ کرتی ہیں جو صرف دو انڈوں پھر پرائیوٹ اور آدھ ہیرا لائی بر مشمل ہوتا ہے۔" اس نے کہا اور میں ہنس پڑی۔
 "بہت ڈیپس محالوں ہیں آپ؟"
 "کبھی نہیں ہوتی جا رہی ہوں۔ آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"
 "ملا ہے۔ اس وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔"
 "ضرور ہو سکتی ہے۔ لٹریٹف ہے۔" اس نے کہا اور میں نے فون مندر کر دیا۔ پیار ہونے میں زیادہ وقت نہ لگا چھانے کی ایک پیرالی بنا کر پی اور پھر یا ہر نکل آئی۔ کاروبار زندگی پوری طرح شروع بھی نہیں ہوا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر تھی مل گئی اور میں نے اسے مارل پر دھکے سے بیٹھا۔

"ہیلو۔ وہ آہستہ سے بولی۔
 "مجھے مس روپہ مالا سے ملنا ہے۔"
 "میں ہی ہوں۔"
 "میرا بھی یہی خیال تھا۔ مس روپہ مالا میں خواہ میں کے ایک رسالے کی ایڈیٹر ہوں۔ لمبھی کی بہت بڑی بڑی عظیم شخصیتوں کے انٹرویو کر چکی ہوں۔ آپ کا انٹرویو کرنا چاہتی ہوں۔"
 "انٹرویو۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔

"جی ہاں۔"
 "تصور پر بھی چھبے گی میری۔"
 "مزو س آپ کی ایک خوبصورت تصویر سرورق پر ہوگی اور اندر انٹرویو ہوگا۔"
 "اوہ۔ مانی گاڈ۔ مجھے بہت شوق ہے۔ آئیے لٹریٹف رکھیں۔ اس نے کہا اور میں نشتر۔ ادا کر کے بیٹھ گئی۔ اس نے ملازم کو آواز سے کر میرے لیے بھی بیٹھ لگانے کا اشارہ کیا میں نے معذرت کر لی لیکن چلنے پھرنی پڑی تھی۔

"مجھے تو انٹرویو دینا نہیں آتا۔" اس نے کہا۔
 "آپ کھڑے کریں۔ میں آپ کی مدد کروں گی۔" اس نے کہا اور وہ بے حد خوش نظر آئے۔ "اس خوشی میں وہ سالم انڈسٹری لنگ رہی تھی اور میں حیرت سے ڈنگو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ڈنگو کی عظیم الشان دلچسپی کسی طور میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

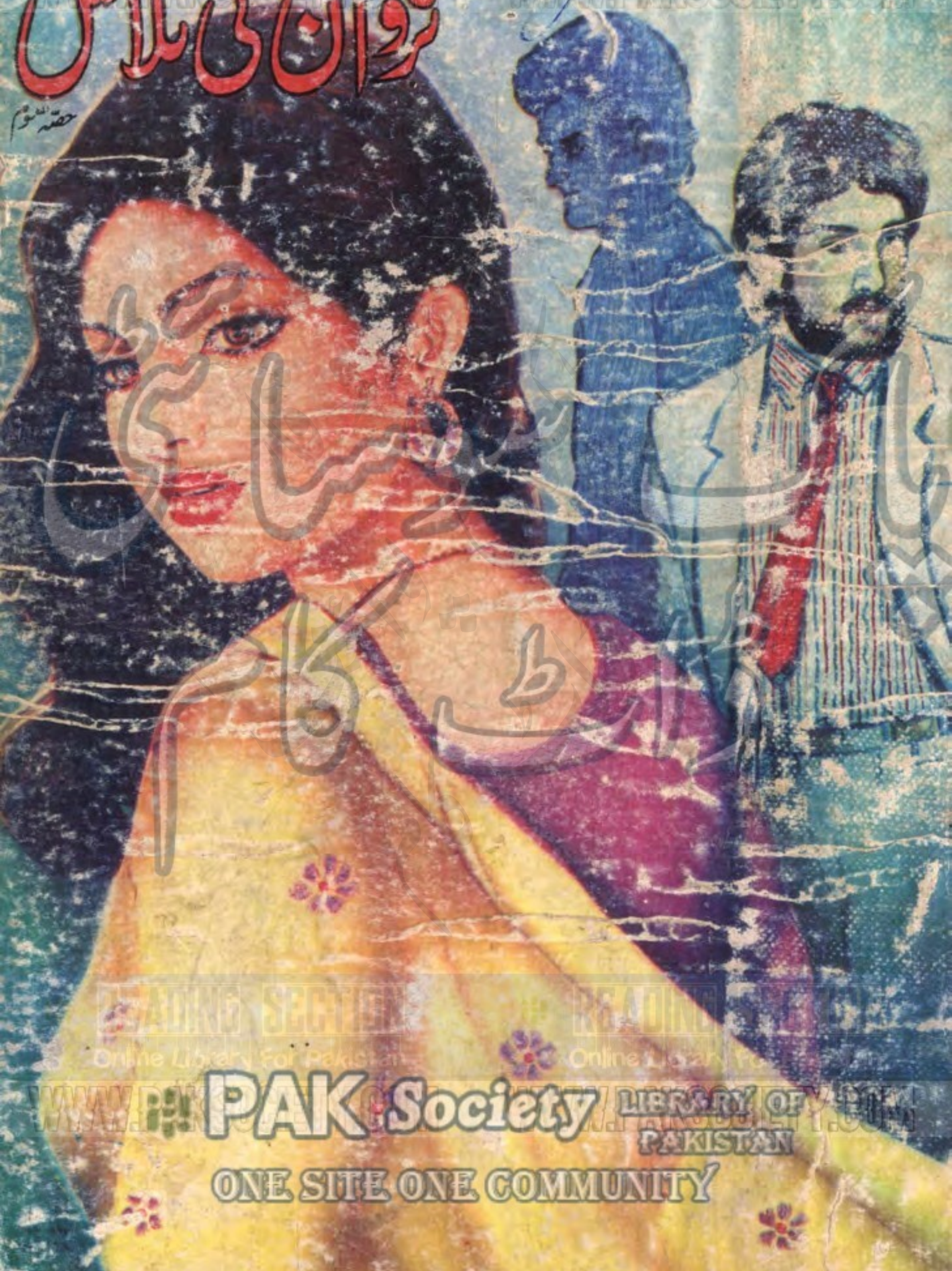
"ہیلو۔ وہ آہستہ سے بولی۔
 "مجھے مس روپہ مالا سے ملنا ہے۔"
 "میں ہی ہوں۔"
 "میرا بھی یہی خیال تھا۔ مس روپہ مالا میں خواہ میں کے ایک رسالے کی ایڈیٹر ہوں۔ لمبھی کی بہت بڑی بڑی عظیم شخصیتوں کے انٹرویو کر چکی ہوں۔ آپ کا انٹرویو کرنا چاہتی ہوں۔"
 "انٹرویو۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔

پاکستان کے بانیوں کے لئے ایک نیا دور

نروان کی تلاش

حصہ

www.paksociety.com



READING SERVICE Online Library For Pakistan

READING SERVICE Online Library For Pakistan

PAK Society

LIBRARY OF PAKISTAN

ONE SITE ONE COMMUNITY



ہاتھوں سے لکھا۔ نور احمدی آپ

نوران کی تلاش

حصہ نمبر

Handwritten signature



میرے محبوب کی۔ اس نے کہا اور دوسری ہونے کی کوشش کرنے لگی جس میں وہ ناکام رہی تھی بہ طور تنقیدی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

”میں اس کی تصویر لے کر ابھی آتی ہوں۔ اور میرے جواب کا انتظار کے بغیر وہ باہر نکل گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اس سمت دھجھے نئی تھی۔ دیر سے روپ مالا باہر گئی تھی۔

یہ جسمانی طور پر بہت زیادہ، لیکن ذہنی طور پر بہت کم لیکن عورت ڈنکو کو بہت چاہتی تھی، لیکن یہ جوڑا میری نگہ میں نہیں آیا تھا۔ ڈنکو چھپر اور یہ باہمی بڑے ڈنکو کا مذاق تھا یا اس کا۔ پتہ نہیں دوڑوں میں سے کسی نے کس کے ساتھ مذاق کیا تھا یا پھر شاید یہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہی ہوں گے۔

بہ طور پر مجھے یہ اندازہ ہوا تھا کہ کم از کم روپ مالا ڈنکو کے سلسلے میں غیر سنجیدہ نہیں ہے۔ چند ساعت کے بعد وہ واپس آگئی۔ ڈنکو کی تصویر اس کے ہاتھ میں تھی اس میں ایک ڈیڑھ جوڑا اکھڑا نظر آ رہا تھا۔ ایک سمت روپ مالا کھڑی تھی۔ اور اس کے نزدیک ہی ڈنکو موجود تھا۔ لیکن دونوں کے چہرے سے جو تاثرات نظر آتے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں کی لے حد مدد میں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے مذاق نہیں کر رہا۔

روپ مالا میرے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے اُسے مایوس نہیں کیا اور بڑے متاثر لہجے میں بولی۔

”بڑی پیاری جوڑی ہے تم دونوں کی۔ تم لوگ شادی کر لو۔ ابھی تک تم نے شادی کیوں نہیں کی؟“

”کر لیں گے۔ ہم تو پیرا ہی ایک دوسرے کے لے ہوئے ہیں۔ روپ مالنے جواب دیا۔ اور میں گہری ماس لے کر گردن ہلانے لگی۔

”مسٹر ڈنکو بھی آپ کو بہت زیادہ چاہتے ہیں۔ میں نے سوال کیا؟“

”ہاں۔ کیوں نہیں۔“

”ٹھیک ہے میں آپ لوگوں کی یہ تصویر آپ کے انٹرویو کے ساتھ اخبار میں چھپا دوں گی، ویسے ذاتی طور پر مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے میں نے کہا۔

”تو میری دوست بن جاؤ نا۔“

”مشکل ہو جائے گا۔“

”کیوں؟“

”اگر میں نے آپ کا انٹرویو اخبار میں چھپا دیا، تو پھر پری

روپ مالا کا تعلق اگر ڈنکو سے نہ ہوتا تو میں اس معصوم سی عورت کو کسی قیمت پر دھوکا دینا پسند نہ کرتی۔ وہ اتنی ہی معصوم تھی کہ اس کی شخصیت بڑی طرح متاثر کرتی تھی۔

معتز ہی دیر کے بعد وہ انٹرویو دینے کے لیے تیار ہو گئی میں مسکراتی ہوئی نکلا ہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سا اشتیاق جھلک رہا تھا جس میں بچوں کا ساجھس تھا۔ اپنے انٹرویو کے سلسلے میں وہ بہت زیادہ جذباتی ہو گئی تھی۔

میں نے چند محلات کے بعد سوال کیا۔

”آپ کا نام؟“

”گنگا دتی۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ تم میرا مطلب ہے۔ روپ مالا۔ وہ بدحواس سے انداز میں بولی۔

”گنگا دتی عارف روپ مالا۔ یا عارف روپ مالا۔ میں نے پھر پوچھا؟“

”نہیں نہیں کون گنگا دتی، کیسی گنگا دتی، میرا نام تو روپ مالا ہی ہے بچپن سے یہی ہے۔ اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔ لیکن جھوٹ کے تاثرات اس کے چہرے سے عیاں تھے، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے پرنے ناک کو چھپانا چاہتی ہے۔ پھر میں نے اس موضوع کو ٹال دیا۔

”آپ شادی شدہ ہیں۔؟ میں نے دوسرا سوال کیا اور وہ چھوٹی ہونے کی طرح لجا گئی۔

”نہیں۔ اس نے جواب دیا۔“

”کیوں ابھی تک آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟“

”کر لیں گے۔ جلدی کیا ہے؟“

”کیا آپ نے شادی کے لیے اپنا کوئی سہارا چن لیا ہے؟“

”کیوں نہیں۔ دل میں تھا کتنا آنا ہو تو ہمارے دل میں تھا کہ لو کبھی کبھی آتے ہیں وہ ہمارے پاس، میں نہیں ان کی تصویر دیکھا سکتی ہوں، وہ شرماتے ہوئے بولی لیکن اس کے انداز میں یہ پناہ محبت جھلک رہی تھی میرے ذہن میں شرازیں کللانا نہیں بہ طور پر میرا روپ مالا سے مختلف سوال کرتی رہی اور وہ مجھے بے لطف ہو گئی، پھر اس نے مجھے سے رازداری سے کہا۔

”میرا تصویر اخبار میں چھپے گی نا۔؟“

”ہاں کیوں نہیں۔ اس کے بغیر تو گزارہ ہی نہیں ہے۔“

”تو میرے ساتھ اس کی تصویر بھی چھپا دو۔ وہ کہنے لگی۔“

”کس کی؟“

اور آپ کی دوستی نہیں ہو سکتی گی۔ لوگ ہی سوچیں گے کہ میں نے جان بوجھ کر کہا ہے۔
 "اگر ایسی بات ہے تو انٹرویو کو چھوڑ دو، تم میری دوست بن سکتی ہو، تمہاری باتیں بڑی اچھی ہوتی ہیں، ریلے پارے سے تم نے مجھ سے ڈنچے کے بارے میں معلومات حاصل کی ہے۔
 "اس کا فیصلہ تم کریں گے، ویسے یہ انٹرویو پونہشتہ دوستی کے بعد ہی آسکتا ہے، لیکن میری خواہش ہے کہ تم سے اس کا تذکرہ مت کرنا۔
 "ٹھیک ہے میں کسی سے نہیں کہوں گی۔ میرا وعدہ، لیکن تم مجھ سے دوبارہ ملو گی ضرور۔"
 "ٹھیک ہے، میں وعدہ کرتی ہوں کہ بہت جلد تم سے دوبارہ ملاقات کروں گی۔ میں نے کہا۔ روپ مالا مجھے گریٹ ٹیک چھوڑنے آئی تھی، اس نے بڑی محبت سے مجھے رخصت کیا۔ یقیناً اس کے انداز میں کسی قسم کی بناوٹ نہیں تھی، معصوم سی عورت یا لڑکی تھی، بہ ضرورت میں واپس اپنی رہائش گاہ میں آئی۔
 "بستر میں لیٹ کر میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا، میں سوچا ناچا بہتی تھی۔ اس وقت اگر ذہن میں کوئی خیال آتا تو پھر نیند شکل تھی، سوئی اور خوب سوئی۔ جاگی لوٹا م ہوئی تھی طبیعت بے مددکاری بھاری تھی ذہن میں سسٹان ہوا میں چل رہی تھیں۔ بڑی ویران سی کیفیت تھی دل و دماغ کی، اپنی اس کیفیت کے بارے میں بھی سوچتی رہی اور مجھے ایسے کیسے خیالات میرے ذہن کو چھوڑتے ہوئے گزرتے تھے۔ اپنی چھوٹی سی ہستی یاد آتی اپنا چھوٹا سا گھر یاد آیا۔ وہ ماحول یاد آیا جہاں میں ایک معصوم لڑکی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھی، میرے رکھوالے تھے، میرے محافظ تھے، اور میں سکون کی زندگی بسر کر رہی تھی لیکن زمانے کے بے رحم ہاتھوں نے میرا بے سکون چھین لیا اور مجھے درد بھرا دکھا دیا۔ اور آج میری شخصیت اس قدر مسخ ہو کر رہ گئی تھی کہ اپنے بارے میں غور کرنی تو خود کو مضحکہ خیز محسوس کرتی تھی۔ آہ ان تمام کوششوں میں میرا تو کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ ظالم راضن منگھ نے اپنی ہوس کے ہاتھوں ہمارے چھوٹے سے گھر کو تباہ و برباد کیا تھا۔ اور اب اس گھر میں رہ کون کیا تھا، کوئی بھی نہیں۔ کوئی کبھی تو نہیں صرف رو پاتی تھی۔ میری بہن۔ میری بیٹی میری معصوم بچی۔ کتنا موصوفہ ہو گیا تھا اس کو دیکھتے ہوئے، اس کے بارے میں کوئی نرا نہ نہیں ہوتا تھا کہ اب کہاں ہے۔
 "کنول کار سے رالطہ قائم کرنے کی کوشش بھی ابھی بائبل

منزل گئی تھی کم از کم، کچھ وقت تو روت مڑا جا بیٹے۔ اس سلسلے میں میرے اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے دشمنوں کا کوئی عمل تو ہو سکتا ہے۔ راضن منگھ کی محنت کے ہاتھ آتے وسیع تھے کہ یہاں بھی مجھے نہیں چھوڑا لگ تھا۔
 میرے ہونٹ تھنچ گئے، میرے دانت سختی سے ایک دوسرے پر دھم گئے۔ راضن منگھ کم بخت میں مجھ تک مزبور بچوں کی، لیکن پیٹے تیرے ارد گرد پھیلے ہوئے ان محافظوں کی نظار کو ختم کر دوں۔ ذہن میں پھر ملو ٹھوٹا بھر آیا۔ وہ عورت روپ مالا ذہن میں آئی۔ لیکن کسی پر مجرم کرنا یا کسی کے بارے میں کچھ سوچنا اس وقت میرے لیے ممکن نہیں تھا میں خود جن حالات کا شکار تھی، اس میں قابلِ دم تھی، بجائے کسی کے ساتھ مجرم کا انداز کیسے اختیار کر سکتی تھی۔ دماغ پر جنون سا سوار ہو گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی اب میں وہ نہیں تھی جو کچھ میرے پہلے تھی، زمانے نے مجھے جو کچھ دیا تھا۔ وہ میں زمانے کے سامنے لا نا چاہتی تھی چنانچہ میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور خوب صورت سا میک اپ کرنے کے بعد باہر نکل آئی۔
 اب میرا رخ ڈھنگ کے اڑنے کی جانب تھا چنانچہ معمولی دیر کے بعد میں ایک مکروہ شکل اختیار کیے ہوئے نجاشی اور بدکاری کے اس اڑے پر پہنچی، مشیات کارحوال اور مکروہ قبضے چاروں طرف سے ابھر رہے تھے۔ میں نے کسی خالی سیٹ کے لیے نگاہیں دوڑائی اور پھر ایک طرف بڑھی، اس اڑے پر آ کر میرا خون کھولنے لگا تھا۔ ذہن میں اپنا ماضی تازہ تھا۔ میں نے ان لوگوں کو لگایا ہوں میں رکھا جو یہاں پر منتظر کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی کارروائی دیکھنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک سگریٹ نکال کر شگایا تھا، تاکہ میں اس کی روپ میں نظر آؤں جو میں نے اختیار کر رکھا ہے میں سگریٹ کے کش، لیتی رہی اور دیر میرے نزدیک پہنچ گیا۔
 "جی۔ اس نے پوچھا۔"
 "پتھکین میں نے رخصت لیجے میں کہا۔"
 "اوکے میڈم۔ اس نے گردن خم کی اور چند قدم پیچھے ہٹا اور ٹک کر مجھے دیکھنے لگا۔
 "کیا بات ہے؟" میں نے اس کے دکنے پر اس کی شکل دیکھی۔ ویٹر کے چہرے پر شیطانت پھیلی ہوئی تھی۔
 "میرے پاس اس وقت بہترین آسامی ہے میڈم، اپنا لیس فیصد واٹے کالکین، میں فیصد میرا۔ لیکن باقی چالیس فیصد آٹا

ہوگا کہ تمہیں گھانا نہیں ہو رہے گا۔ ویٹر نے کہا۔
 "جاؤ، جو کچھ میں تم سے منگوا رہا ہے۔ وہ لے آؤ۔ میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کی طرف بٹھا دیا۔
 "اوہ تو آپ پیٹے ہی اپنا شکار عمال کر چکی ہیں۔ اور ڈاک لگا لیں میڈم، گھانے میں نہیں رہیں گی۔ اس نے کہا۔
 "جاؤ جو میں نے کہا ہے صرف وہی کرو، تمہارا پاس میرا دوست ہے۔ اس لیے مجھ سے بدترینی سے پیش امت آؤ۔ میں نے سرد مہری سے کہا اور ویٹر ایک دم سنبھل گیا۔
 "سوئی میڈم مجھے معلوم نہیں تھا۔"
 "کوئی بات نہیں ہے جاؤ۔ میں نے نرم لہجے میں کہا، اور ویٹر وہاں سے چلا گیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ویٹری دیکھے بدوڑہ ایک اور شخص سے بات کرنے لگا تھا، یہ شخص ایک گہرے نلے رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ لیکن یہ سوٹ اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ وہ مشکل صورت سے ایک خطرناک آدمی نظر آتا تھا۔
 ویٹر نے میری طرف اشارہ کیا اور وہ شخص میری طرف دیکھنے لگا۔ بھرہ میری مہر کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے تعجب ہوا، پتہ نہیں ویٹر نے اسے میری طرف کیوں متوجہ کیا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔
 "تم ڈھنگ کی دوست ہو یا اس نے کہا۔
 "ہاں بہنوں خیریت؟ میں نے جواب دیا۔
 "ہاں خیریت ہی ہے۔ ڈھنگ کو ایک ایسی لڑکی کی تلاش ہے جو اپنے آپ کو اسکا دوست بنا کر لے۔ وہ خود بخوار انداز میں مسکراتا اور ڈھنگ کی پیش گوئی کے مطابق تم نے اس بات کا اظہار کیا ہے۔
 "جاؤ کھانگ جاؤ، اگر تمہاری شامت نہیں آئی تو؟"
 "شامت شاید تمہاری آئی ہے۔ اس نے کہا اور جیب سے بیٹول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس کا رخ میری جانب تھا۔ میں ایک لمحے تک سوچتی رہی، اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ کچھ ہو جانا چاہیے چنانچہ میں اپنے ہتھ سے مسکرائی اور میں نے کہا۔
 "بیٹھو تم خاصے معقول معلوم ہوتے ہو، میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گا اسے سن کر شاید تم اپنے ہوش دھواس پر قابو نہ رکھ سکو۔
 "کیا مطلب؟"

"بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا، میری نگاہیں اس کے ہاتھ پر رہی ہوتی تھیں جو وہ بیٹھا، بیٹول کی طرف سے اس کی توجہ ہٹ گئی، اور میرے لیے میرا کھڑا ہاتھ اس کی گلائی پر پڑا، اور بیٹول اس کے ہاتھ سے بیٹول کر میز پر آٹھاسہ تیراں سامرو گیا تھا پھر اس نے بیٹول پر پھینکا مارا لیکن اب بیٹول میرے ہاتھ میں تھا۔
 "کتنا۔ میں۔ میں۔ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ میرے ہاتھ کی انگلی بیٹول کے ٹریجر پر دبا گئی اور اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔
 میں اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی، فائر کی آواز پر سب اچھل پڑے تھے۔ میں وہاں سے کھسک کر آگے بڑھی۔ جس لوگ چاروں طرف دیکھ رہے تھے پھر کسی کی چیخ بھری۔
 میں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ پیچھے ہٹ کر کاؤنٹر پر کھڑے آدمی پر فائر کر دیا اور اس کی دلخیز چیخ نے افراق فری چھا دی۔ لوگ غور نہ انداز میں میز پر پھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن میں نے اب بھی سکون کا مظاہرہ کیا تھا۔ واصل ابھی تک لوگوں کو صحیح صورت حال معلوم نہیں ہو سکی تھی اور میں اس سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔
 میں نے سگ مرمر کے کاؤنٹر پر تفسیر فائر کیا اور اپنے مقصد میں مجھے مکمل کامیابی ہو گئی، اب شدید افراق فری پیدا ہو گئی تھی، اور جگہ جگہ چیخ مچی تھی۔ میں جا بھتی تو اس صورت حال سے فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ لیکن میرے دل میں آگ مسگ رہی تھی۔
 بیٹول کا آخری نام بھی ایک خاص آدمی پر کر دیا۔ اور پھر وہاں سے پورا طینان قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل آئی، دو تین آدمی ملاک ہو گئے اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہاں خاصی افراق فری پھیل گئی ہے۔
 آج کا کام لیس اتنا ہی تھا۔ چنانچہ میں نے باہر کا رخ کیا۔ اور وہاں سے نکل آئی، میں نے دل کی آگ بجھانے کے لیے اب بھی طریقہ کار اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا، میں چاہتی تھی کہ ان کو سر جانے کی حد تک بے بس کر دوں اور پھر اس سے رام داس کا پتہ پوچھوں اور رام داس کو کھٹکانے لگا دوں۔ میں ان میں سے کسی بھی شخص کو راضن منگھ کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی، اگر ڈھنگ اس مقصد کے لیے بہتر ثابت ہوا تو میرے لیے اچھی بات تھی اور اس لیے میں ان دنوں ڈھنگ پر

کام کے آدمی ہی ہوں گے۔

”تو پھر مجھے ان لوگوں سے رابطے کا ذریعہ بتاؤ۔“

”ٹھیک ہے، میں انہیں تمہارے لیے مخصوص کر دوں گا۔“

ایک ٹیلی فون نمبر دے دیتا ہوں۔ جب مجھ کو یاد ہے انہیں تنگ کر کے ان سے رابطہ قائم کر لینا اور انہیں ہدایت دینا۔ وہ تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کریں گے۔ ان میں سے ایک کا نام میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ تم اسے متشاکر کہہ کر مخاطب کر سکتے ہو۔

”ٹھیک میں تمہاری اس پیشکش سے پورا نورا فائدہ اٹھاؤں گی۔“

”ہاں۔ لیوں سمجھو وہ تمہارے غلاموں کی حیثیت سے تمہارے لیے کام کرے گا۔“

”بہت مناسب ہے، میں تمہیں بہت جلد اپنے پروگرام کی تفصیل بتا دوں گی۔ اور اس جھگڑا کا کیا ہوگا۔“

”جھگڑا انتخاب تم خود کرو۔“

”کیا مارل بروڈ کے علاقے میں کوئی ایسا بندوبست نہیں ہو سکتا۔ میرا مطلب ہے وہاں جہاں وہ رہتی ہے۔“

”روپ مالا۔“ تاور نے پرخیاں انداز میں مختصری کھجائے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“

”جو ہوائے گا۔ یقیناً جو ہوائے گا، بلکہ یوں سمجھ لو کہ تمہیں مارل بروڈ سے پھر ٹرے ہی خانے پر چالیس مارل بروڈ میں برہا ہو سکتا ہے۔ چالیس مارل بروڈ اصل میرے ایک اسمگلر دوست کی کوٹھی ہے، وہ جب بھی غیر ملک کے دورے سے واپس آتا ہے وہاں قیام کرتا ہے اور وہاں اس کا اڈہ ہے، میں اس کے ساتھ ساتھ وہاں رہتا ہوں۔ آج کل وہ یہاں موجود نہیں ہے۔“

اس وقت تک جب تک وہ واپس نہ آجائے، تم چاہو تو اس کو کھلی کو استعمال کر سکتی ہو ایک اسمگلر کی کوٹھی ہے اور اس میں وہ تمام استقامت موجود ہیں جو تمہارے مقصد کے لیے کام آسکتے ہیں۔

اس سے اچھی تو کوئی بات ہی نہیں ہے لیکن تمہارے اسمگلر دوست کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟“

”ہم بڑے لوگوں میں ہی تو چھپی بات ہے کہ جب ہم ایک دوسرے سے مخلص ہوتے ہیں تو پھر کسی بات کی پردہ داری نہیں رہ جاتی۔“

”شکر ہے، بس تو پھر ٹھیک ہے۔“

تو میرے ریکی میزبان خلیا کہ پہلے میں ڈنگو کو خوب اچھی طرح پریشان کر لوں اور اس کے بعد روپ مال کے مسئلے میں کوئی نوٹس کاروائی کر سکوں۔

دوسرے دن میری ملاقات تاور سے ہوئی۔ میں نے ٹیلی فون پر اس سے رابطہ قائم کر کے اسے ایک جھگڑا پیش کرنے کے لیے کہا تھا۔ تاور نے میری بات پر عمل کیا اور مختصری دورے کے بعد وہ اس جھگڑا پہنچ گیا، جہاں میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ حسب معمول مسکراتے ہوئے بڑے مخلص سے مجھے ملنا تھا۔

”کس کو شل بہن کیسی گزر رہی ہے۔“

”بالکل ٹھیک تاور۔ میں اپنے پروگرام میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہوں۔“

”کیا تمہاری ملاقات روپ مال سے ہوئی۔ تاور نے پوچھا۔“

”ہاں۔“

”کیا خیال ہے۔“

”بڑا عجیب کس ہے تاور۔ میں نے کہا اور تاور منس پڑا۔“

”ہاں مینٹل کیس ہی ہے، واقعی تمہیں ان دونوں کے فرق کا اندازہ ہوا ہوگا۔“

”ڈنگو اس معصوم لڑکی کے ساتھ کوئی مذاق تو نہیں کرے گا؟“

”نہیں، مذاق تو نہیں ہے کیونکہ یہ بات کافی سنجیدہ ہے۔“

”تو پھر اس کے لیے پاگل ہے۔“

”عجب کی بات ہے۔ بہر حال تاور مجھے تم سے کچھ اور بھی گا۔“

”تاور سے جو کام ہوا، اس کے لیے تمہیں مت بانڈھا کرو، بس کام بتا دو۔“

”کچھ لوگوں کی ضرورت ہوگی مجھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک نئے سی جھگڑا بھی، جہاں میں ڈنگو کی محبوبہ روپ مالا کو رکھ سکوں۔“

”کیا مطلب؟“ تاور نے تعجب سے پوچھا۔

”اس کی مکمل تفصیل تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے یہ بتاؤ مجھے کچھ لوگوں کی مدد حاصل ہو سکتی ہے؟“

”جتنے آدمی کہو، بیچ دوں۔“

”نہیں، انہیں ایسے آدمی نہیں چاہئیں۔ بلکہ کام کے آدمی چاہئیں۔“

”فکر مت کرو کو شل بہن، جو آدمی میں تمہیں دوں گا وہ

”اور کھڑکی؟“

”نہیں میں تم سے بہت ناامانہ فائدے اٹھا رہی ہوں لیکن اگر زندگی تو تاور جیسا تمہیں اس کا صلہ ادا کروں گی۔“

”بھائیوں کے لیے اس سے بڑی گالی اور کوئی نہیں ہوتی بہن، اگر وہ بہنوں سے اپنی محنت کا صلہ وصول کریں۔ تاور نے محنت سے کہا اور میں اس عظیم شخص کی شکل دیکھتی رہ گئی، بلاشبہ بڑے آدمی کا تصور میرے ذہن میں کچھ اور تھا۔ لیکن جو چاہے تھے وہ بڑے نکلے اور جو بڑا تھا وہ ایک مخلص انسان تھا اور بے لوث میری مدد کر رہا تھا۔“

دوسری صبح پروگرام کے مطابق میں بہت جلد جاگی اور اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آئی، میں ناخوشی کے مارل بروڈ کے علاقے میں پہنچ گئی اور پھر اس کوٹھی کے نزدیک پہنچ گئی، جو ڈنگو کی کوٹھی میں موجود تھی۔

میں سوچ رہی تھی کہ کس ڈنگو روپ مال کے پاس آیا ہوا نہ ہوا۔ اس بات کے امکانات ہوتے تھے، لیکن گریٹ پر ہی مجھے روپ مالا نظر آئی، وہ لان پر درخت کر رہی تھی، میں مسکاتی ہوئی اندر داخل ہو گئی اور اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ میری طرف پکی تھی۔

”اؤہ ہزار لنگ تم۔ آؤ۔ بڑی بے مروت ہو تم۔ اس نے میرا پیر تھک خیر مقدم کیا۔“

”کیوں نے مروئی کی کہا بات تھی میں نے پوچھا۔“

”بس تم آہیں کیوں نہیں۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا۔“

”میں مصروف ہوں ڈیوٹی روپ مالا! تم جانتی ہو کہ اخبارات کی ملازمت کرتی ہوں، کام کرنا ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔“

”ٹھیک ہے جب بھی تمہیں فرصت ہو کرے آ جا کر۔“

”اور سناؤ کیا کہا جا رہا ہے اس کے منہ پر ڈنگو کے؟“

”ٹھیک ہیں، کل آئے گا میرے پاس، ملو گی اس سے؟“

”روپ مالا نے پوچھا۔“

”کیوں نہیں، تم ملاو گی تو ضرور ملوں گی، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”تو بس کل شاکر آجائے ہمارے ساتھ بیٹا۔“

”فرز۔ لیکن تمہارے اپنے منشا غل کیا ہیں۔ میں نے سوال کیا۔“

”کیوں یہ بات تم کہیں پوچھ رہی ہو؟“

”بس ایسے ہی، تمہاری محبت دل میں گھر گئی ہے، جی

چاہتا ہے کچھ زیادہ وقت گزاروں تمہارے ساتھ۔ یہاں اس علاقے میں میری ایک بہت اچھی دوست بھی رہتی ہے۔ مجھے وقت ہوتا تو نہیں اس سے ملاؤں گی۔“

”کبھی کا کیا سوال ہے۔ آج ہی کیوں نہیں؟“

”چلو کی مہربانہ ساتھ۔ میں نے پوچھا۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ جب تم جاؤ۔“

”تب پھر لیون کرتے ہیں، کل تو تمہارا ڈنگو آ رہا ہے آج تم میرے ساتھ چلنا۔ دوسرے بعد میں تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گی۔“

”ٹھیک ہے اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل آئی تاور سے رابطہ قائم کیا اور مارل بروڈ کی اس کوٹھی کے بارے میں پوچھا تو تاور نے کہا کہ چالیس مارل بروڈ پہنچ جاؤں وہاں اس نے تمام استقامت کر کے ہے۔“

چالیس مارل بروڈ ایک عظیم الشان کوٹھی تھی اور بے انتہا خوبصورت، اس میں چند ملازم بھی تھے۔ میں نے اسے اچھی طرح دیکھا، ملازموں نے نہایت احترام سے میرا استقبال کیا تھا، علیٰ قاعدہ اپنی تمام صورت حال بتا دی تھی۔ پھر میں نے تمشاد کو فون کر کے اپنے مطلوبہ آدمی طلب کیے اور وہ صبح کے سب سے پہلے پاس پہنچ گئے ان کی تعداد پندرہ کے قریب تھی، وہ سب کے سب نہایت مستعد نظر آتے تھے، ان تمام استقامت کے بعد میں مقررہ وقت پر روپ مال کے پاس پہنچ گئی، روپ مالا میرا انتظار کر رہی تھی میں نے اس سے کہا کہ وہ تیار ہو جائے اور وہ اندر چلی گئی، میں کس قدر تشویش کے عالم میں بیٹھی کہ اس کا انتظار کرنے لگی، اس مخلص عورت کے ساتھ یہ سلوک مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا، لیکن مجبورگی تھی، اس کے علاوہ یہ اطلاع بھی میرے لیے باعث تشویش تھی کہ کل ڈنگو یہاں آئے گا ممکن ہے روپ مالا اس سے میرا تذکرہ کرے اور ڈنگو پریشان ہو جائے۔ اور وہ یہ مزوڑ ہو جائے کہ وہ کون عورت ہے جو یہاں تک پہنچ گئی ہے، بہر حال اس کے بارے میں، میں نے سوچا کہ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ فی الحال روپ مالا کے مسئلے میں اپنا بہم کر لیا جائے۔“

”روپ مالا واپس آئی تو میری ہنسی نکلنے لگتی رہ گئی۔“

”شوخی رنگوں کے ایک خوبصورت لباس میں وہ بہت عجیب سی لگ رہی تھی، چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اسے ساتھ لے کر چل پڑی، راستہ ہم نے خاموشی میں گزارا ہے جی

طے کیا تھا۔ لیسے میں نے اس علاقے میں کوٹھیوں کے سامنے گزرتے سے احتراز کیا تھا۔ اور ان کے عقب کے راستے اٹھنا کیسے تھے، مختصری دیر کے بعد خبر پالیس کے سامنے پہنچ گئے۔ میں روپ مالاکو سامنے کر اندر داخل ہوئی۔ وہ اس کو ٹھیکر کونھی کو بچھڑا رہی تھی۔

” بڑی حسین کوٹھی ہے تمہاری سہیلی کی؟ یہ تو شاید بھی کچھ درخشاں ہی تو ہے۔“

” ہاں زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ اور روپ مالاکو لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔“

” تمہاری سہیلی کہاں ہے؟“

” پتہ نہیں کہاں چلی گئی۔ میں ڈراملازموں سے پوچھتی ہوں۔ جب میں اسے چھوڑ کر باہر پہنچی تو قادر دباں موجود تھا، شاید ہمشاد نے اسے اطلاع دے دی تھی۔ قادر نے پرسیوٹیشن لگا ہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔“

” روپ مالاکو یہاں لے آئی ہو۔“

” ہاں۔“

” مگر اس میں کوئی ٹرپڑ تو نہیں ہوگی؟“

” کیسی گڑبڑ قادر؟“

” میرا مطلب ہے یہ کوٹھی اسی علاقے میں ہے۔“

” اس کوٹھی مالاکو کو زیادہ دور تک لے جانا ممکن بھی تو نہیں تھا۔“

” ہوں، بہر طور تم نے جو کچھ سوچا ہوگا بہتر سوچا ہوگا۔ میں تو بس یہ دیکھنے آیا تھا کہ یہاں تمہارے مطلب کی تمام چیزیں موجود ہیں یا بس چیز کوئی کمی رہ گئی ہے۔“

” نہیں سب ٹھیک ہے، بس ذرا کمی ابھی ہوئی ہوں میں۔“

” کیوں؟“

” دراصل یہ روپ مالاکو قدر معصوم اور سیدھی سادھی عورت ہے کہ مجھے اس کے ساتھ فریاد کرتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے، میں چاہتی ہوں کہ اس کے خیالات میری طرف سے خراب نہ ہوں، بہر طور اس کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کروں گی۔ مختصری دیر تک میں قادر سے باتیں کرتی رہی اور پھر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔“

” بڑی عجیب بات ہے، اتفاق ہے میں نے اس کوٹھی سے تمہارا تذکرہ نہیں کیا تھا، میں نے سوچا تھا کہ اچانک ہی

تمہیں اس سے ملاؤں گی، لیکن وہ کہیں چلی گئی ہے ملازمین نے بتایا ہے کہ وہ ایک آدھ ہفتے کے اندر اندر واپس آئے گی۔“

” اوہ تو یہ بہت بُرا ہوا۔“

” نہیں میں اس برائی کی کوئی بات نہیں، وہ میری اتنی گہری سہیلی ہے کہ اس کی یہ کوٹھی میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ آؤ بیٹے تمہیں کافی وغیرہ پلوؤں، اس کے بعد اس کوٹھی کی کیر کراؤں گی۔“

” جیسا تم مناسب سمجھو، میں تو تمہارے ساتھ آئی ہوں اور اب تمہاری جہاں ہوں، روپ مالاکو لے سکتے ہوئے کہا۔“

میں نے اپنی نگرانی میں کافی تیار کر دئی اور کافی میں ہونے کی واداشل کر دی گئی۔ عمارت کے بارے میں قادر مجھے تمام تفصیلات مجھے بتا چکا تھا۔ میں نے اور روپ مالاکو کافی پی اور مختصری دیر کے بعد اس کی نگاہیں جھکنے لگیں۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صوفے پر دراز ہو گئی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

کوٹھی میں ایک خاص قسم کا تہ خانہ موجود تھا جس میں شاید اسمگلنگ وغیرہ کاروبار کیا جاتا ہو گا۔ لیکن اس میں آرام وہ بستر اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بھی موجود تھیں۔ پانچ پانچ مختصری دیر کے بعد میں نے ہمشاد کے آدمیوں کو اندر بلا لیا۔

” اسے اٹھو اگر تمہارے من لے چلو میں نے کہا اور وہ مناسب ایک دوسرے کی شکل دیکھتے گئے۔“

” کیوں کیا بات ہے؟“

” اوہ کچھ نہیں میڈم۔ دراصل ہم یہ سوچ رہے تھے کہ کتنے آدمی لے کر آئے گا اسے اٹھائیں گے؟“ ان میں سے ایک شخص نے مستحزاندہ انداز میں کہا۔

” چلو بیٹے آدمی مل کر آئے اٹھا سکتے ہو، اٹھاؤ لیکن احتیاط سے، ٹوٹ پھوٹ نہ جائے۔ میں نے کہا اور وہ بے اختیار ہنس پڑے۔“

بہر طور اس کے بعد ان میں سے بہت سے آدمیوں نے مل کر روپ مالاکو اٹھایا اور اس تہ خانے کی جانب چل پڑے۔ میں ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ مختصری دیر کے بعد روپ مالاکو تہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔

میں اسے یہاں لے لو آئی تھی لیکن اس کے سلسلے میں بے حد پریشانی تھی، اس سے لگا ہواں جا کر نامیرے لیے ممکن نہیں تھا، کیونکہ اتنی معصوم عورت تھی وہ کہیں اسے دیکھ کر

حیرت ہوتی تھی۔

بہر طور میں نے اپنے دل میں کچھ فیصلے کیے، ان لوگوں سے میں نے کہا جو ہمشاد کے آدمی تھے کہ اسے یہاں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ دو آدمی یہاں موجود ہیں میرے بارے میں اگر وہ کوئی سوال کرے تو تم لوگ یہی کہو گے کہ تمہاری شکل و صورت کی کسی لڑکی کو نہیں مانتے۔ میری طرف سے سطحی لاعلمی کا اظہار کرنا یہ تمہارے لیے ضروری ہے ورنہ حالات کی ذمہ داری تم پر ہوگی ان لوگوں کو یہ ہدایت دینے کی دعوتیں وہاں سے نکل آئی۔ ذہن عجیب و غریب خیالات کا شکار تھا لیکن اس وقت میں نے اپنی ساری توجہ ڈھنگو پر ہی مرکوز کر دی تھی اور یہی مناسب تھا لیکن ہے اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جائیں بہر حال اس کے لیے دوسری بہت سی تیاریاں بھی کرنی تھیں اور اب فی الحال اسی کوٹھی کو مجھے اپنا مستقل اڈہ بنانا تھا۔ بے چاری روپ مالاکو کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس کا مجھے افسوس تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ میں وقت گزارتی رہی اپنے ان ساتھیوں کو میں نے خصوصی ہدایات جاری کر دی تھیں کافی وقت گزار گیا۔ پیمانہ نرسنگ شام کو میں نے ان لوگوں سے روپ مالاکو کے بدلے میں پوچھا تو وہ جو روپ مالاکو خدمت کے لیے مخصوص کر دیے گئے تھے، پریٹ پوڈ کر مننے لگے۔

” کیا بد نظمی ہے جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں، مجھے اس کا جواب دو۔“

” بس میڈم کیا بتا میں بڑی مضحکہ خیز عورت سے وہ ایسی ایسی حرکتیں کر رہی ہے کہ ہمارا ہنسنے ہنسنے بُرا حال ہو جاتا ہے۔“

” بہن بہر طور اسے آرام سے رکھنا۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اسے پریشانی ہو جائے۔“

” آپ اطمینان رکھیں ان لوگوں نے جواب دیا اور دوسرے دن شام کے پانچ بجے کے قریب مجھے میرے آدمیوں نے بتایا کہ ڈھنگو کوٹھی پر آ گیا ہے اور کوٹھی میں اچھا سا بندھنا ہے۔ میرا ہے۔ میں سمجھی کہ ڈھنگو کو روپ مالاکو کشدگی کی اطلاع ہو گئی ہے۔ بہر طور میرے آدمی مجھے مختصری مختصری دیر بعد اس کے بارے میں معلومات فراہم کرتے رہے اور میں اپنے طور پر ایک پروگرام بناتی رہی۔ میں ڈھنگو سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں اس کوٹھی سے فون کرنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ڈھنگو جرائم پیشہ آدمی تھا اور اس کے لیے یہ بات معلوم کر لینا مشکل

نہیں ہوگی کہ اُسے کہاں سے فون کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں ایک خطرناک پروگرام بنا کر کہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔ حالانکہ میرا یہ قدم خاصہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا لیکن میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں سوچ رہی تھی، اب تو حالات ایسے تھے کہ میں اپنے آپ کو ہر خطے میں ڈالنے کے لیے تیار تھی۔ چنانچہ مختصری دیر بعد میں اس کوٹھی کے عقب میں پہنچی تھی، جہاں روپ مالاکو تھی، اور پھر مجھے اس کوٹھی میں داخل ہونے میں کوئی خاص فنت نہیں ہوئی، میں دوسروں کی لنگاہوں سے بچتی ہوئی اس سمت جانے لگی۔ جہاں ان لوگوں کی موجودگی کے امکانات ہو سکتے تھے جو کچھ یہ کوٹھی میری دیکھی ہوئی تھی اس لیے میں با آسانی اس کے ایک مخصوص حصے میں پہنچی تھی۔ ڈھنگو ڈرائنگ روم کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ بہت زیادہ بدحواس نظر آ رہا تھا۔ اس کی حالت خراب معلوم ہوتی تھی۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بار بار پہنچ رہی تھیں بغیر وعقب کا دھر سے اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ اس کے سامنے اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور ان سب کے چہرے اترے ہوئے تھے، کسی کوڑھیں بھی ان میں شامل تھیں جو تری طرح کانپ رہی تھیں۔

” کیا تم لوگوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے، ڈھنگو کی آواز میں خوفناک غزاہٹ بھی تھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔“

” میں نہیں ہنسنے کے لیے خاموش کروں گا۔ کیا تمہیں ان بات کا احساس نہیں ہے۔“

” بہت عرصے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے، ہم بالکل نہیں جانتے کہ یہ سب کیسے ہوا کچھ معلوم ہوا ہے وہ بڑا عجیب ہے۔“

” کیا عجیب ہے؟“

” دو تین دن پہلے کی بات بتائی گئی ہے، ایک خوبصورت سی لڑکی مادام کے پاس آئی تھی، اور اس نے کافی وقت ان کے ساتھ گزارا تھا۔“

” کون تھی وہ؟“

” کچھ نہیں معلوم، کچھ بھی نہیں معلوم۔“

” کچھ اور معلوم ہو اس لڑکی کے بارے میں؟“

” وہ نواح بھی آئی تھی میرا ایک اور لڑکی بول پڑی۔“

” آج بھی آئی تھی؟ ڈھنگو خوفناک ہے میں دھاوا لانا اس کا مقصد ہے۔ اوہ۔“ میں سمجھی کہ اس کا مطلب ہے، روپ مالاکو دھوکا دے کر یہاں سے لے جایا گیا ہے، مگر وہ کون ہو

سکتی ہے۔

”میں نہیں جانتا چیف، میں نہیں جانتا۔“

”جاؤ اسے تلاش کرو ورنہ میں تم سب سے ٹھیکڑے کر دوں گا۔ جاؤ مجھے پتا نہ چلے کہ تم کون سے کون سے ہیں ہو، وہ سب بدعواں ہو کر وہاں سے منتشر ہو گئے، اب ڈونگو کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں بچا۔ میرے ان حالات پر غور کیا، باہر کی صورت حال کافی مخدوش تھی، لیکن ڈونگو یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ روپ مالا مال بروہی کے کسی علاقے میں ہوگی۔ بہر حال میں نے فیصلہ کیا اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ اس غارت میں ہی کسی نہ کسی طرح چھپ چھپا کر صورت حال کا جائزہ لیا جائے۔“

”بہرچند کہ اس میں بے پناہ خطرات تھے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا ڈونگو واپس مڑنا اور اپنے عقب کے دھانسنے میں داخل ہو گیا۔ اس نے ایک کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ بہر طور میں اپنے طور پر آزاد تھی اور یہاں سے اپنا کام شروع کر سکتی تھی۔ میں نے ایک کمرے کا انتخاب کیا اور اس کا دروازہ بند کر کے اطمینان سے بیٹھ گئی، پھر میں نے ٹیلی فون کا ریسپونڈر کر لیا اور لیڈیوں اور لیڈیوں کے آواز لگایا، ڈونگو حساست کا بلکا چھکا ضرور تھا لیکن اس کی آواز بے مد نظر ناک تھی، میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔“

”ہیلو سڑ ڈونگو۔“

”کون ہے تو، کیا بکواس کر رہی ہے، ڈونگو خود بخوار لہجے میں بولا۔“

”میرا خیال ہے مسٹر ڈونگو تمہارے پاگل ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ دوسری طرف چند ساعت کے لیے خانوشی چھا لئی تھی، ڈونگو یقیناً اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کون شخصیت ہو سکتی ہے جو اسے اس انداز میں مخاطب کر رہی ہے پھر وہ دھڑا۔“

”اپنے بارے میں بتا دے ورنہ میں ریسپونڈر رکھ دوں گا۔“

”تو جانتا ہے ڈونگو میں کون ہو سکتی ہوں، یہ تو ابھی طرح جانتا ہے۔“

”میں کچھ نہیں جانتا تیرے بارے میں کیا تو وہی ہے جس نے روپ مالا کو اغوا کیا ہے۔“

”بیجان لیا، ان اور ان لمحات کو بھی تو نے یقیناً بیجان لیا ہوگا۔ جب میں نے تیری صورت کی تھی۔“

ادہ۔ اوہ تو ہے، ڈونگو کی آواز سے میں اس کے

احساسات کا اندازہ لگا سکتی تھی۔“

”ہاں ڈونگو میں ہی ہوں۔“

”سن روپ کی سب سے پہلے مجھے ایک بات بتا گیا مالا کو تو نے اٹھا کیا ہے؟“

”یقیناً ڈونگو یقیناً۔“

”ڈونگو میں جاؤں تو تجھے قتل کر سکتی ہوں اور یہ کام میرے لیے مشکل نہیں ہوگا، لیکن روپ مالا سے ملنے کے بعد میرے دل میں شکمش پیدا ہوئی ہے۔ اگر تو نے میری ہدایات پر عمل کیا تو میں صرف تجھے معاف کر دوں گی، بلکہ روپ مالا کو بھی رہا کر دوں گی، لیکن یہ اس شکل میں ہوگا جب تم میرے سوالات کے صحیح جوابات دو گے۔ یہ بھی سن لے ڈونگو کہ تیرا ایک بھوت روپ مالا کی تلاش کسی ٹیم کو میں بھیجے تک پہنچا دے گا، میں تجھے اس کی پوری لاش بھی نہیں دوں گی، میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ اور ڈونگو ہم گیا۔“

”نہیں نہیں تو اسے کچھ نہیں کہنا۔ جب تک مجھ سے آخری بات نہ کرے اسے کچھ مت کہنا، میں تیری منت کرتا ہوں، میں نے آج تک کسی سے اتنی عاجزی سے بات نہیں کی۔“

”تو ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں ڈونگو اگر تو مجھ سے تعاون کرے گا تو میں بھی تجھ سے تعاون کر دوں گی، لیکن شرط یہ ہے کہ تو حالات کو اچھی طرح سمجھ لے۔“

”دیکھ میں اعتراض کر رہا ہوں۔ میں تجھے اپنی کمزوری بتا رہا ہوں، میں ساری دنیا میں صرف روپ کو چاہتا ہوں، میں اس کے بغیر ایک پل کو زندہ رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں، اپنے سارے مفادات اس کی زندگی کے لیے قربان کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیری ہر بات کی تعمیل کروں گا میں نے اپنے دل میں مسرت کی لہر میں پیدا ہوتی ہوئی محسوس کی تھیں۔“

”ٹھیک ہے ڈونگو میں تجھ سے جو سوالات کر رہی ہوں اس کے ٹھیک ٹھیک جواب دے۔“

”ہاں۔ پوچھ۔ پوچھ۔“

”تو رادھن سنگھ کا آدمی ہے؟“

”ہاں میرا تعلق سورج گرہن سے ہے۔“

”رادھن سنگھ کہاں ہے اس وقت؟“

”وہ اپنے علاقے میں ہے یہاں موجود نہیں ہے۔“

”رادھن سنگھ کے آدمی نہ کہو، وہ سورج گرہن کا نمائندہ تھا۔“

”اور رام داس؟“

”رام داس بھی سورج گرہن کا نمائندہ ہے، لیکن میرا دوست ہے۔“

”رام داس کہاں ہے اس وقت؟“

”وہ پتا نہیں کہاں ہے ممکن ہے لوہا میں ہو سکتا ہے ہیں اور مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“

”سورج گرہن کے کتنے انڈیہ ہندوستان میں موجود ہیں؟“

”میں نہیں جانتا، ہم اس سے کسی کو اتنا زیادہ نہیں معلوم پتا نہیں پتھورا انگریزوں کو بتا دیا جاتا ہے۔ یعنی اتنا بتنی ضرورت ہوتی ہے۔“

”سن ڈونگو یہ بتا کہ سورج گرہن میں تیرا کیا مقام ہے؟“

”میں ان لوگوں کے لیے ایک مصروف آدمی ہوں، وہ مجھے بہت سارے معاملات دیتے رہتے ہیں جن کی تکمیل مجھے پڑا ہوتی ہے۔“

”ڈونگو روپ مالا میری تعریف میں ہے، وہ تیری اہانت کے طور پر میرے پاس رہے گی، لیکن اس کے لیے مجھے ایک کام کرنا ہوگا؟“

”کما؟“

”رادھن سنگھ کا خاتمہ۔“

”کیا کہہ رہی ہے، کیسی عجیب بات کہہ رہی ہے کیا تمہارا ہے کہ رادھن سنگھ کیا ہے، کمزور رادھن سنگھ کو قتل کرنا کتنی بے آدمی کے بس کی بات نہیں ہے وہ سورج گرہن کی ناک ہے۔“

”میں اس ناک کو کاٹ دینا چاہتی ہوں۔“

”اور یہ کام تو مجھ سے لے گی؟“

”ہاں تو کہہ چکا ہے کہ ساری دنیا میں تو سب سے زیادہ کی کو جانتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھے یہ کام کرنا ہوگا۔“

”مشکل ہو یا آسان مجھے اس کی پروا نہیں ہے میں تیرے منے اچھی سمجھتی ہوں، ایک ہزار بار آسکتی ہوں لیکن ایسی ہل کی کہ اگر میرا بال بھی بیکار ہوا تو وہ پالا کو کسی جگہ نہ کر دیا جائے گا جہاں وہ موجود ہے۔“

”سن تو سہی سن تو سہی۔ بات تو سن لیا یہ نہیں ہو سکتا

کہ تو اسے میرے حوالے کر دے، اس کے بعد میں تیرے ساتھ مل کر کام کروں، دیکھ میری بات سن لے اگر میں اس کی شکل نہیں دیکھتا تو میں کسی کام کا نہیں رہتا مجھے زندگی کا کوئی کام نہیں ہو سکتا، تو نہیں جانتا وہ میرے بچپن کا پیار ہے وہ میری زندگی میں سب سے بڑی حیثیت رکھتی ہے جو کوئی نہیں رکھتا میں اس کے بغیر بالکل ناکارہ ہوں۔ اب اگر میں یہاں سے نکل بھی گیا تو دل بھی سے وہ کام نہیں کر سوں گا جو تو میرے حوالے کر دے گی، دوسری شکل میں بھی مجھے وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ سے تعاون کر دوں گا۔“

”تیرے پڑوسیوں سے قتل کی ذمہ داری نہ۔“

”ہاں مجھ سے کہا گیا ہے کہ تجھے ہلاک کر دیا جائے، پھر مجھے سورج گرہن کے نمائندوں کو تیری تصویر دکھا کر یہ بدھت کر دی گئی ہے کہ جہاں بھی تو نظر آئے، یا تو تجھے قتل کر دیا جائے یا اگر تیار کر کے رادھن سنگھ سے پاس پہنچا دیا جائے۔“

”ڈونگو، کچھ بہت کچھ کہنا ہے، اتنا کچھ کہنا ہے مجھے کہ تو تصویر بھی نہیں کر سکتا، روپ مالا میرے پاس ایک آخری کارڈ کے طور پر ہے، میں تجھ سے اس کی زندگی کا وعدہ کر سکتی ہوں، اُسے تیرے حوالے نہیں کر سکتی، جب تک کہ تو میرا کام نہ کر دے۔“

”آہ۔ تو نے بہت مشکل کام میرے پڑ دیا ہے۔ میں زندگی کے قیمت پر بھی تیار ہوں، لیکن یہ تو میری زندگی سے بھی آگے کی بات ہے۔“

”ڈونگو تو بے پناہ قوت کا مالک ہے، میں جانتی ہوں کہ تو بے پناہ قوت کا مالک ہے، تو معمولی شخصیت نہیں ہے، تو میرا یہ کام کر دے، روپ مالا تجھے مل جائے گی، ورنہ دوسری شکل میں میرے لیے ممکن نہ ہوگا۔“

”تو پھر۔ تو پھر تو مجھ سے رابطہ قائم رکھ، میں تیری امداد کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن وعدہ کر کے میری روپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔“

”میں وعدہ کرتی ہوں ڈونگو جو کچھ کہہ رہی ہوں اس پر عمل کر دوں گی تو کہاں سے لول رہی ہے؟“

”مجھ سے ملاقات کرنا مجھ سے مل لے، اب جبکہ روپ مالا تیرے قبضے میں ہے، میں تیرا کچھ نہیں لگا سکتا، اس نے کہا۔ لیکن میں اچھی کوئی جواب نہ دے پائی تھی، کہ میرے کر کے کے دروازے پر دستک سانی دی، اور پھر ایک دھڑکتی دی“

”کون ہے اندر، دروازہ کھولو کون ہے اندر، میں ایک لمحے کے لیے مٹ گیا۔ میں نے فون کارڈ لپیٹ کر دیا اور عدلیہ سے ریلوے نکال لیا یہ انتہائی خطرناک لمحات تھے میرے لیے، دستکچر سٹائی وی اور اس کے قریب جہاز میں لگا دوڑانی، میں اس وقت مری طرح تھیں گئی تھی۔ اگر میں چاہتی تو دروازے پر فائرنگ کر کے ایک اوجھل ٹھکانہ کر سکتی تھی لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا، یہاں میں تنہا تھی اور ڈنکو کے بے شمار ساتھی، کونٹھی کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے، ایسی صورت میں کوئی خطر مول لینے کا کوئی فائدہ نہیں تھا بہتر یہ تھا کہ ہر اسکل جانے کی کوشش کرتی، کوئی بڑھنگو سے اس وقت ہونے والی گفتگو کا رد عمل دیکھنا بھی ضروری تھا، لیکن موجودہ صورت حال مجھے باہر موجود لوگوں کو کیا شبہ ہوا ہے، کرسے میں کوئی ایسی ٹھکانی وغیرہ بھی نہیں تھی، جس کے ذریعے باہر نکلنے کی کوشش کی جاتی، دیوار کے اوپر کی تختے میں ایک خوبصورت روشندان دیکھ کر کچھ امید مندی، روشندان پر پشت لگا ہوا تھا۔ اور درمیان میں بیٹھ کر کونے کے لیے ایک سفید سلاح تھی۔ اگر یہ سلاح نکل جائے تو پھر سے دن کو روشندان سے نکلنے میں کوئی وقت نہیں ہوگی لیکن روشندان تک پہنچنے کا مسئلہ تھا، یہ سب کچھ چند لمحات میں کرنا تھا اور میرے تیز رفتاری سے کام کرنے والے ذہن نے ایک فیصلہ کر لیا، باہر سے آواز آئی۔

”میں کہتا ہوں کہ دروازہ کھولو دروازہ میں فائرنگ کر دوں گا“

میں دروازے کے سامنے سے ہٹ کر دیوار کی سمت بھاگی ہوئی دروازے کے قریب پہنچ گئی۔

”میں۔ میں دروازہ نہیں کھولوں گی، میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔“

”کون ہو تم، اندر کیا کر رہی ہو، باہر سے فزرائی ہوئی آواز سنائی دی۔“

”میں۔ میں مڑو ڈنکو کے غصے کا شکار ہوں انہوں نے مجھے کھوپڑی کے میں خود کو ان کی نگاہوں سے دور کر دوں اور نہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔“

”دروازہ کھولو وہ اس وقت اپنے کمرے میں ہیں، میں نہیں کھولوں گی۔ میں نے اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ شخص بھی ٹھنڈے والا تھا، میں نے اپنے کمرے میں سے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ میں نے وہ میز لٹھائی جو میرے سامنے رکھی تھی اور اسے روشندان کے نیچے رکھ دیا۔ اس کے بعد میز پر کرسی بھی اور

آہستہ سے اس پر چڑھ گئی، دوسری طرف سے اس شخص کی آواز مسلسل آرہی تھی، مجھ نے وہ کیا کیا اور فول بک رہا تھا لیکن میں نے اس کی بجائے اس پر کوئی توجیہ نہیں دی اور اپنے کام میں مصروف رہی، روشندان کی درمیانی سلاح بھی کمزور نہیں تھی، پہلے میں نے اُسے روشندان میں سے ہونے سوراخوں سے نکالنے کی کوشش کی، اور جب اس میں ناکام رہی تو انگلیاں ٹیڑھی کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے سلاح کو درمیان سے اس طرح نیچے کرنا شروع کیا کہ اس کے سر سے دھیلے ہو جائیں، اور کافی دیر تک میں اس سلسلے میں کوشش کرتی رہی میں تقریباً پالیس پچاس سیکنڈ کے اندر اندر اپنے اس کام میں کامیاب ہو گئی، چنانچہ میں نے سلاح کو باہر نکالا اور دونوں ہاتھ پھوٹ پر رکھ کر پھرت پھرت کر نکل گئی لیکن چھت کے سر سے پرکرن حماقت کی بات تھی۔ میں نے سوچا دیکھوں کہ دروازے پر کھڑے ہونے لوگ کیا کر رہے ہیں، چنانچہ میں نے آواز دیکھی کہ دروازے پر آگئی، اور ہر سہی ہوا کہ بروقت میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی تھی، دروازے کے سامنے اب کئی افراد جمع ہو چکے تھے، اور آپس میں کھڑے چہ میگوئیاں کر رہے تھے، پھر ان میں سے ایک نے مجھے ہٹ کر زور سے دانتے شانے سے دروازے پر ٹکڑ ماری، لیکن یہ آجی اتنا طاقتور نہیں تھا کہ ایک ہی ٹکڑ میں دروازہ اٹھا ڈھکیں دیتا، اس ناکامی کے بعد دوسرے آدمی نے کوشش شروع کی۔ مجھے یقین تھا کہ چند آدمی کی گورڈازہ ضرور اٹھا ڈھکیں گے، لیکن اب میرا بیان کن مناسب نہیں تھا۔ وہ یہ اندازہ بھی لگائے کہ کوشش کریں گے کہ میں روشندان سے فزائر ہوئی ہوں۔ اور اس کے بعد وہ جسے ناشکار ہو جائیں گے۔

سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ باہر ان کے آدمی پھیلے ہوئے تھے اور پوری طرح کسی کی تلاش میں مستعد تھے اگر یہاں سے نکل کر میں باہر کا رخ کرتی ہوں تو پھینس جانے کا اندیشہ ہوگا اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس نماز ہی میں، میں انہیں پکڑ دیتی ہوں۔ چنانچہ ایک غیر ضائع کیے بغیر میں چھت کے داخلی سمت چلی پڑی، یہاں سے اترنے کے لیے راستہ تلاش کیا اور انتہائی خطرناک راستے سے نیچے اتر گئی۔ حالانکہ بلندی زیادہ نہیں تھی لیکن میں نے اس راستے کو خطرناک اس لیے کہا کہ کئی گونے کی آواز بھی پیدا ہو سکتی تھی اور یہی ہوا غالباً انہوں نے یہ آواز سن لی تھی۔ دوسرے لمحے چند

انہوں اس دروازے سے باہر نکلے جسے وہ آؤ کر اندر داخل ہو چکے تھے اور غالباً صورت حال ان کی سمجھ میں آگئی۔

”وہ رہی کسی نے زور سے آواز لگائی اور میں برقی فزائی سے ایک راہداری میں گھوم آئی جگتے ہوئے قدموں کی آوازیں مجھے اپنے پیچھے سنائی دے رہی تھیں۔ راہداری کے آخری سرے پر پہنچ کر میں پھر کر کی وہ لوگ میرے پیچھے آرہے تھے یہاں ایک پائپ رکھا تھا جو پوری منزل تک پہنچنا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور دوسرے لمحے میری انگلیاں پائپ پر جکڑ گئیں، میں اتنی تیزی سے اوپر چڑھی تھی کہ مجھے خود بھی حیرت ہوئی۔

پائپ شاید عمارت کی پشت پر ٹنڈے پانی کی لنگائی کے لیے تھا۔ میں اس پر چڑھتی ہوئی اس کھڑکی تک پہنچ گئی جو کھلی ہوئی تھی اور پھر میں کھڑکی میں بیٹھنے کا سباب ہو گئی یہ جین تھا۔ فینسی اور راستہ، ہم دونوں جو عرصہ قسم کی چیزوں سے بھرنا تھا لیکن مجھے معلوم ان چیزوں سے کیا دلچسپی ہوتی، میں دروازہ کھول کر باہر نکلنا ہی اور پھر مجھے دوبارہ ایک راہداری میں دوڑنا پڑا۔ میں ان لوگوں کو اتنا پریشان کرنا چاہتی تھی کہ وہ زندگی کا غبار آ جائیں۔ چنانچہ اوپر اترنے کے بجائے میں بیٹھیاں ٹماش کر کے دوبارہ نیچے اتر آئی۔ اب میں ایک ہال میں تھی وسیع اور کشادہ ہال میں، جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کے اندر دروازے تھے جن سے فیصلہ کیا اور پھر ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئی، دروازے کے دوسری طرف راہداری تھی اس راہداری میں ایک کھلا تھا اور کروں کی قطار بائیں سمت نظر آرہی تھی۔ بہت سے دروازے تھے جن میں سے ایک کا میں نے انتخاب کیا اور اس میں داخل ہو گئی۔ یہ پھوٹا سا کمرہ تھا جس میں موٹی موٹی چیز پڑا ہوا تھا اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر لیا اور تیز مساتوں پر تالو پانے کی کوشش کرنے لگی ویسے اب اس بات کے امکانات تھے کہ لیٹول کے استعمال کی نوبت بھی آجائے چنانچہ میں نے لیٹول نکالا اور اس کے چیمبر چیک کر کے ایک کمرے پر پہنچ گئی میں جانتی تھی کہ وہ فوراً ہی اس کمرے کا رخ نہیں کریں گے۔ بلکہ اچھی تو یہ وہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ میں کس طرف چلی ہوں ممکن ہے اوپر کی چھت۔ ابھی میں انتہائی سوچ بانی تھی کہ میرے اندازے کی تصدیق ہوگی۔

چھت کے اوپر جھانکنے دوڑنے کی آواز سنائی دے رہی تھیں میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں تمہارے ہاتھ آسانی سے نہیں آؤں گی۔ تمہیں میرے

سلسلے میں کافی باڈی بیلن پڑیں گے اپنی اس سٹی زندگی پر میں بہت مطمئن و مسرور تھی میرے استواری ننگ نے مجھے جو کچھ سکھا تھا سچی تک اس کے استعمال کی نوبت نہیں آئی تھی لیکن اس دروازے نے مجھے جو کھولنے کے سلسلے میں کئی کئی تھی میرے جسم میں بے انتہا پھیر کی پیدا کر دی تھی اور اب درحقیقت میں وہ کوشش نہیں کر رہی تھی جو کئی زمانے کی چیرہ دستیوں کا شکار تھی۔

میں سوچنے لگی کہ جب تک وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے آرام کیا جا سکتا ہے چنانچہ میں نے انکھیں بند کر لیں لیٹول میری گود میں رکھا ہوا تھا اور میں دھڑکنے دل کے ساتھ آنے والے وقت کے لیے فیصلہ کر رہی تھی دفعتاً میں چونک پڑی، میں نے دل میں سوچا کہ اب تک میں تو عاقبت کرتی رہی ہوں میرے پاس ایک بہترین ذریعہ موجود ہے۔

دوسرے لمحے میں جھپ کر کھڑکی ہو گئی چنانچہ اس سے علاوہ ترکیب میرے ذہن میں کوئی اور نہیں آسکتی تھی میں لیٹول ہاتھ میں لیے دروازے کے نزدیک پہنچی اور دروازے سے کان لگا کر میں نے باہر جانزہ لیا۔ اس طرف کوئی آواز نہیں تھی چنانچہ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اور پھر انتہائی برقی رفتار سے دوڑتی ہوئی راہداری کے سرے پہنچ گئی۔ لیکن اب میں سرے پر تھی کس اس طرف سے مجھے دوڑنے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں پھیر کر سے میں گھس جاؤں چنانچہ سرے کے نزدیک تو آخری کمرہ تھا میں نے آہستگی سے اس کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

اندر داخل ہو کر میں نے بے آواز انداز میں دروازہ بند کر لیا، دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں کر کے کے سامنے سے گزر گئی تھیں۔ وہ لوگ غالباً اب اس طرف متوجہ ہوئے تھے اور یہ ان کی حماقت سمجھی جا سکتی تھی یا پھر جو اس کی انہوں نے سب سے پہلے اسی کمرے کا دروازہ کھولا جس میں، میں چند ساعت پہلے موجود تھی۔ دروازہ کھول کر وہ سب اندر گھس گئے، میں نے دروازے سے جھانکا، احمق لوگ سب کے سب دروازے سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ اگر ان میں سے ایک اوجھل باہر رہتا اور بتا دیتا مجھے اس کمرے کے دروازے سے نکلنا ہوا ہوتا۔

مگر اس قسم کے لوگ ایسی حالتیں نہ کریں تو مجھ سے بے حد مشکلات پیدا ہو جائیں۔ چنانچہ دروازہ کھول کر میں باہر آئی راہداری کے دوسرے سرے پر ریٹنگ گئی۔ اب میں اس کمرے تک باہر آئی چنانچہ کئی جس میں ڈنکو موجود تھا میرا اندازہ

درست نکلا ڈنگو اپنے کمرے کے دو انڈے پر کھڑا ہوا اور بے چینی سے ادھر ادھر کا کان لگا رہا تھا۔ غالباً آواز میں سنتے ہیں مصروف تھا پھر اس نے دھاڑ کر کہا۔

میں دھاڑا۔

”اوہ۔ چیف۔ چیف۔ وہ۔“

”میرے نزدیک آ۔ تو میرے نزدیک آ۔ ڈنگو خود بخوار لیجے لیو۔“

بولو۔

”معافی چاہتا ہوں جناب۔ دراصل ایک عجیب واقعہ پیش آ گیا ہے۔“

”میں نے کہا ہے کہ میرے نزدیک آ۔“ ڈنگو دھاڑا اور وہ آدمی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے مسہری کے پیچھے سے جھانکنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد کچھ عجیب عجیب گنگھی سی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک جناح کی آواز کے ساتھ وہ شخص زمین پر گر پڑا اور ڈنگو نے اس کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔

”اب بول کیا جو اس کو رہا تھا۔؟“

”وہ۔ وہ جناب۔ ایک کمرے سے عجیب سی آوازیں سنائی دیں۔ ہم نے دروازے کے نزدیک پہنچ کر دیکھا تو دروازہ اندر بند تھا اور جب وہ دروازہ توڑا گیا تو وہ۔ وہ روشندان سے باہر نکل گئی تھی۔“

”کون۔؟ ڈنگو دھاڑا۔“

”پتہ نہیں کون کون تھی جناب؟ لیکن وہ اجنبی تھی۔ ہم نے اس کی شکل پہلے اس کو کبھی نہیں دیکھی۔“

”تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پاگل ہو گیا ہے کیا تو۔؟“ ڈنگو دھاڑا۔

”معاف کروے چیف میرا کوئی قصور نہیں ہے ہم لوگ پریشان میں اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔“

”کون تھی وہ۔ اور اس عمارت میں کیسے گھس آئی۔“

”پتہ نہیں جناب وہ ہمیں ساری عمارت میں پکڑتی پکڑتی پھر رہی ہے۔“

”اوہ۔ ڈنگو کچھ دیر تک خاموش رہا اور پھر اس نے کہا۔“

”باقی لوگ بھی اسے تلاش کر رہے ہیں۔“

”ہاں چیف۔ وہ اس عمارت میں موجود ہے باہر جانے کے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں لیکن نجانے کبھی کہاں کہاں چھپتی پھر رہی ہے اب مجھے اجازت دیں ہم سب اسے تلاش کر کے ہی ہمیں گئے۔“

”سور کے پتو۔ کیا دھماکا کڑی بجائے پھر رہے ہو میرے پاس آؤ۔ لیکن ان لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اس سے چند گز کے فاصلے پر موجود تھی اور بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اس وقت خطرہ بہنکا کہ کوئی ڈنگو کی دھاڑ سن کر اس طرف آجائے چونکہ اس کی آواز معمولی نہیں تھی پھر شاید میری سمیت جا پلور تھی کہ وہ چند قدم آگے بڑھا کر ایک سمت چل پڑا۔ اس نے پھر خود بخوار لیجے لیو۔“

”میں کہتا ہوں کہاں مرتے پھر رہے ہو تم سب لوگ موت حال کیا ہے؟ اس کی خود بخوار آواز ابھی۔ لیکن اس کا دروازے سے برٹ آنا میرے حق میں بہت معنی ثابت ہوا، میں پھرتی سے اس کمرے میں گھس گئی جس میں چند لمحات پہلے وہ موجود تھا میں نے اسے آواز تک نہ محسوس ہونے دی تھی اور اب میں اپنے خیال میں ایک محفوظ مقام پر تھی۔ ڈنگو کے اس کمرے میں مجھے جو محفوظ مل سکتا تھا۔ وہ کہیں اور نہیں مل سکتا تھا۔“

کمرے میں ایک مسہری بھی ہوئی تھی۔ خاصا وسیع و کشادہ کمرہ تھا جسے یقیناً خواب گاہ کے طور پر استعمال کیا جا چکا ہوگا۔ زمین پر تالین بچھا ہوا تھا۔ میں اطمینان سے مسہری کے پیچھے ریگ گئی اور آرم وہ تالین پر چپٹ لیٹ گئی۔ اپنیوں میں نے اپنے سینے پر رکھ لیا تھا۔“

”مسٹر ڈنگو۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اب اگر مجھے رات بھی یہاں ہوجائے تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ دیکھتی ہوں تمہارے آدمی کب کہاں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں نے سوچا اور اطمینان سے لیٹیجی باہر کی آوازیں پکان لگاتے رہی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ڈنگو دوبارہ کمرے میں واپس آگیا وہ دروازے کی چوکت کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کی دھاڑیں سن کر غالباً چند افراد اس کے پاس پہنچ گئے۔“

”تم۔ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟“ ڈنگو وحشیانہ انداز میں پوچھا۔

”جج۔ جناب۔ وہ۔“

”کتنے۔ بے عزت نہیں کتنی دیر سے آوازیں دے رہا ہوں۔ اور تم خود کو اس کی طرح دوڑتے پھر رہے ہو۔ کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر کچھ بیبتا نامزدی نہیں ہے۔ ڈنگو وحشیانہ انداز

کی ڈنگو نے مرمت کی تھی شاید موقع پا کر کھسک گیا تھا میں مسہری کے پیچھے لیٹ حالات پر غور کر رہی تھی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ چند ساعت کے بعد ڈنگو مسہری پر آ بیٹھا مجھے تلاش کرنے والے یقیناً اب بھی ساری کوششیں جگاتے پھر رہے ہوں گے میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا خطرہ مول لینا چاہیے یا نہیں اگر ڈنگو پھری رہائی پر آمادہ نہ ہوا تو میں واقعی مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔ لیکن یہاں آنے سے قبل میں نے اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہوجائے میں روپ مالا کو اپنا شکار بنانے کھوں گی چونکہ ڈنگو اسی کے ذریعے میرے قرضہ میں آسکتا ہے چند لمحات میں اپنی جگہ سے نکلی اور میں نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ ڈنگو اس وقت کس پوزیشن میں ہے ڈنگو شاید مسہری پر لیٹ گیا تھا۔ میرے ذہنوں کی چاب اس کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی۔ لیکن جب میں نے دروازہ بند کیا تو وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔

”کون ہو تم۔؟ تم۔؟ اور دوسرے نے اس نے شاید مجھے بھانسا لیکن اپنیوں کا رخ اس کی کھوپڑی کی طرف تھا۔ میں نے غرائی ہوئی آوازیں سنا۔“

”میں ہوں ڈنگو۔ تم مجھے بجاتے ہو۔“

”اوہ تم۔ تم۔ یہاں کیسے گھس آئی۔“

”میں اسی عمارت میں تھی ڈنگو جب میں نے تمہیں ٹی فون کیا تھا میں تم سے بات کر رہی تھی کہ تمہارے آدمی اس کمرے کے دروازے تک پہنچ گئے، جہاں میں موجود تھی۔ مجبوراً مجھے وہاں سے روشندان کی صلاح توڑ کر نکلنا پڑا۔ اور اس کے بعد میں نے تمہارے کمرے میں آکر سناہلی۔“

”خدا کی پناہ یہ تو عورت ہے یا شیطان میں نے تیری بیٹی شیطان نظرت عورت کبھی نہیں دیکھی۔“

”اور شاید کبھی دیکھ بھی نہ سکوئے ڈنگو لیکن اب ہمیں ایک دوسرے سے ذرا مختلف انداز میں گفتگو کرنی چاہیے۔ چونکہ حملے درمیان ایک دوستانہ معاہدہ ہو چکا ہے اگر تم اس کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہو تو دوسری بات ہے میرے بارے میں سن لو، میں ہر قیمت پر یہاں سے نکل جاؤں گی تمہارے یہ چہرے مجھے خال میں نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے بعد معاہدے کی خلاف ورزی پر تمہیں جو نقصان اٹھانا پڑے گا اس کا تہذیبی تصور کرو۔ ڈنگو ڈنگو انسان بعض مجبوریاں کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتا اور ان مجبوریوں میں سب سے بڑی مجبوری محبت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس مصعوم لڑکی کو چاہتے ہو جس کا نام

روپ مالا ہے میں نے کہا۔

”ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں تجھ سے تعداد کروں گا۔ بول کیا چاہتی ہے؟“

”میں نہیں نہیں، میرے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے میں اس وقت تک اس کی پابندی کروں گی۔ جب تک تم کرتے رہو گے۔ وہ میرے قبضے میں ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ تمہارا کہہ رہا ہے اس کا ایک مخصوص وقت تک وہاں نہ پہنچ جاؤں تو پھر اس کے ساتھ بہر مسلوک نہ کیا جائے جب انہیں یہ علم ہوگا کہ مجھے قتل کر دیا گیا ہے تو وہ اس کی لاش بھی تیرے سامنے پھینک دیں گے۔“

”نہیں نہیں، یہ مجھے کیسے اندازہ ہوا کہ میں مجھے قتل کروں گا۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن اب جب تو میرے سامنے آگئی ہے تو براہ کرم مجھ سے بیچہ ک بات کر سبیاں کوئی نہیں آئے گا۔ آئے گا تو میں بھگا دوں گا۔ ڈنگو نے کہا اور میرے ہونٹوں پر سرکامٹ پھیل گئی۔ مجھے ایسے اسے شاذ کار نامے پر غور ہوا تھا جس کے تحت میں نے ڈنگو کو قبضے میں کر لیا تھا اگر روپ مالا میرے قبضہ میں نہ ہوتی تو یقیناً طور پر ڈنگو اس طرح میرے قابو میں نہ آتا۔ اس جیسے وحشی انسان کو تالو میں لانے کے لیے مجھے جو پار پڑنا پڑے تھے میں جانتی تھی۔ بہر طور میری محنت کامیاب ہوئی تھی۔ میں نے اسے ناکارہ کر دیا تھا اور اس وقت وہ بے بس چہرے کی مانند میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا بہر طور چند لمحات اسی طرح ناموشی سے گزر گئے پھر میں نے ڈنگو سے کہا۔

”جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے ڈنگو۔ کیا تم اس پر عمل کرنے کو تیار ہو؟“

”پہلے مجھے روپ مالا کے بارے میں بناؤ اور اسے توڑنے کس طرح اٹھایا ڈوہ زخمی تو نہیں ہوئی۔ ڈنگو کا ہاتھ تلے ہوئے بولا۔“

”نہیں۔ اس کے بدن پر ایک خراش بھی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس جیسی مصعوم لڑکی کے ساتھ یہ سلوک کر سکتی ہوں۔ یقین کرو اپنے مشن کی تکمیل کے لیے میں تم جیسے ہزاروں انسانوں کو قتل کر سکتی ہوں لیکن روپ مالا کی محبت کے سامنے مجھے تمہاری زندگی کی حفاظت بھی کرنی پڑے گی۔ محبت ایسی ہی عظیم چیز ہوتی ہے۔“

”اوہ۔ تو ٹھیک کہتی ہے واقعی محبت کے ہاتھوں انسان بالکل گدھا بن جاتا ہے۔ مجھے یہ بتا کہ اگر اس منگھ کے

خلاف میں تیری مدد نہ کر سکا تو مجھ کا ہوگا۔
 "میں جانتی ہوں ڈونگو کہ تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟ اگر کسی کام کے سلسلے میں مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ تم اسے خلوں سے انجام دینے کے باوجود اس میں کامیاب نہیں ہوئے تو میں تمہیں ذمہ دار نہیں مقرر کروں گی۔"

"اس بات کے لیے تیرا شکوہ یہاں تک کہ اسے مال کو کس چیز کی تکلیف نہیں ہونی چاہیے، مجھے جس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے اس کے لیے اس کی صحت کا پوری طرح خیال رکھنا اس کی صحت میں بڑی خرابی نہ ہو۔"

"تم اس کی کوئی فکر نہ کرو ڈونگو۔ جب تک تم میرے لیے خلوں سے کام کرتے رہو گے وہ میرے لیے معزز رہے گی۔ ویسے میرے بچے کو تمہارے اوپر ہے۔"

"تو یہ فکر وہ تو مجھ کو مجھے بتانے لگی اس کی انجام دہی کے سلسلے میں، میں کوئی کام نہیں کروں گا۔ ڈونگو نے عاجزی سے کہا۔ اس کے نام اس بل نکل گئے تھے۔ ویسے محبت سے باتوں اس کی بے بسی قابل دیکھنی تھی۔ اس پر سوتھی بھی آ رہی تھی اور تھوڑا سا افسوس بھی تھا۔"

"راہنہ سنبھالو تمہارا براہ راست رابطہ رہتا ہے ڈونگو؟"
 "کبھی کبھی۔" جب یہاں اسے کوئی ضرورت پیش آتی ہے۔"

"فی الحال وہ یہاں کیا کام کر رہا ہے؟"
 "کچھ نہیں بس آج کل اس کے سر پر تمہارا ہی بھرت سوار ہے۔ اس نے اپنے تمام آدمیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ کسی بھی قیمت پر تمہیں حاصل کر کے اس کے حوالے کریں۔"
 "تمہیں ایک کام کرنا ہے۔ ڈونگو ایک خصوصی کام۔"
 "کیا؟"

"سنو۔ یونیا میں ایک عورت کنول کماری کے نام سے رہتی ہے تمہیں کنول کماری سے مل کر یہ معلوم کرنا ہے کہ روپا اس کے پاس پہنچ چکی یا نہیں۔ اگر روپا اس کے پاس پہنچ گئی ہے تو ڈونگو تو تم کنول کماری سے مل کر روپا کے تحفظ کا بندوبست کر دو گے۔ روپا اصل میری بہن ہے۔ میں تمہیں اپنی پوری کہانی نہیں سناؤں گی ڈونگو بس یوں سمجھ لو کہ سب سے پہلے میں یہ سب کچھ نہیں سمجھتی۔ راہنہ سنبھالو میرے پورے پر لو اور ختم کر دیا اور اس کے بعد میں اس سے انتقام پر آمادہ ہو گئی اور اب میرے

اور اس کے درمیان جلی رہی ہے۔ روپا میری بہن سے لیکن ایک بات سن لو ڈونگو کہ اگر مجھے یا میری بہن کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ داری مجھی تم پر عائد ہوگی۔ تم براہ راست راہنہ سنبھالو پر اگر قبضہ نہیں پاسکتے تو کم از کم اس کا نو انتظام کر سکتے ہو کہ مجھے اس کی کارروائی سے آگاہ کرتے رہو۔ یہ بتاتے رہو کہ یہاں کون کون میری زندگی کے درپے ہے۔"

"مگر۔ مگر کوشش دیوی۔ یہ سلسلہ تک جاری رہے گا۔ راہنہ سنبھالو تمہارا دشمن ہے۔ تمہارا دشمن رہے گا۔"

"میں تم سے یہی بتانا چاہ رہی ہوں ڈونگو، میں اپنے اس دشمن کا خاتمہ چاہتی ہوں۔ سورج کوڑوں سے مجھے اور کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اگر سورج کوڑوں سے راہنہ سنبھالو کا نام ختم کر دیا جائے تو پھر اس سے میری کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ماہ میں تو صرف راہنہ سنبھالو کی دشمن ہوں تم سب سے پہلے تو مجھے اور روپا کو محفوظ رکھو، اور اس کے بعد راہنہ سنبھالو کے خاتمے کے سلسلے میں میری مدد کرو گے۔ تم اگر سورج کوڑوں کے آدمی ہو تو کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں سورج کوڑوں کے خلاف ہوں کیونکہ میں سر سے اس کے خلاف ہی نہیں ہوں۔ ہاں اگر راہنہ سنبھالو میرا شکار بن جائے تو پھر میں اپنا کام باآسانی کر سکتی ہوں۔"

"مگر اس دوران۔ میرا مطلب ہے روپا مال کا کیا ہوگا۔"

"وہ میرے قبضے میں آرام سے رہے گی تم جتنی جلدی میرا کام کر دو گے اتنی ہی جلدی روپا مال کو میں تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"نہیں نہیں میں اُسے دیکھتے رہنا چاہتا ہوں۔ میں اس سے، میں اُس سے۔"

"اس کی تم کوئی فکر اگر سمارے اور تمہارے درمیان بہتر تعلقات قائم ہو گئے ڈونگو تو ممکن ہے میں تمہیں اس کو دکھانے یا اس کی آواز سنانے کا بندوبست کر دوں۔ ڈونگو نے سب سے مجھے دیکھتا رہا۔ اب اس کا آنکھوں میں دھبیلان پیدا ہو گیا تھا پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔"

"مجبور ہوں اس کے لیے؟" وہ حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ راہنہ سنبھالو سے میرا کوئی دلی رشتہ نہیں ہے۔ بس وہ تنظیم کا آدمی ہے اور تنظیم کے بڑوں کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے میں اس کا احترام کرتا ہوں۔ تنظیم سے مجھے بھی یہ شرف حاصل ہے کہ میں یہ نہیں

ہے کہ میں راہنہ سنبھالو سے کوئی خاص عقیدت رکھتا ہوں۔ اگر تمہاری اس سے دشمنی ہے تو تم ضرور اسے قتل کر دو، میں تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اس سلسلے میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا۔ لیکن روپا مال کو میرے حوالے کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے اپنی تمام دشمنی ختم کر کے یہ لمحات قبول جاؤں گا اور تمہارے ساتھ اس طرح کام کرتا رہوں گا۔ جس طرح کام میں نے وعدہ کیا ہے لیکن روپا مال مجھے دیدہ و دیدہ مجھے اس کی جدائی برداشت نہیں ہو سکتی۔"

"تم سمجھتے ہو کہ میرے لیے ناممکن ہے ڈونگو میں بھی بہت سے لوگوں سے جدا ہو گئی ہوں۔ میرے اپنے بھی مجھ سے جدا ہو گئے ہیں۔ وہ میرے پاس نہیں ہیں جنہیں میں چاہتی ہوں، تم میرا کام کرتے رہو میں تمہارا کام باآسانی کر دوں گی۔ تم اطمینان رکھو میرے پاس اگر اس کے علاوہ کوئی ذریعہ ہوتا تو میں یقیناً تمہاری محبت کو تم سے نہ چھینتی۔ مجھ سے تمہارا کوئی ڈونگو۔ تم دوست بھی بن سکتے ہیں۔ میں تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ وعدہ کرتی ہوں کہ روپا مال تمہاری نگاہوں سے دور ضرور رہے گی اور وہ بھی اس لیے کہ میں نے اس اور بے شمار لوگوں کو یہی حکم دیا ہے کہ روپا مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا اسے عزت و احترام سے رکھو، اور تمہارے حوالے کر دوں گی لیکن بس میرا یہ کام کر دو ڈونگو کہ میرے پر ڈھیلان پیدا ہو گیا تھا وہ چند لمحات تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔"

"تو کبھی ٹھیک ہوتی ہے۔"
 "تو کبھی تم سے کبہ رہی ہوں۔ وہ تم کو لوگے نا؟"
 "ہاں۔ مجھے ذرا کنول کماری کے بارے میں کچھ اذیتیں ستا۔ ڈونگو بولا۔ اور میں اسے کنول کماری کی اذیتیں بتانے لگی۔ تب وہ کہنے لگا۔"

"ٹھیک ہے کیا میں اُسے یہ تعفیل سناؤں کہ تو یہاں ہے اور کچھ کر رہی ہے۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں بس صرف یہ معلوم کر لو کہ میری بہن روپا کنول کماری کے پاس پہنچ چکی ہے یا نہیں۔ ڈونگو نے اثبات میں گردن ہلادی تھی۔ پھر وہ کہنے لگا۔"

"اب کیا کیا جائے؟"
 "بس اب یہاں سے میرے جانے کا بندوبست کر دو اور اپنے آدمیوں کو یہ بھی ہدایت کر دو کہ میرا تعاقب کرنے کی کوشش

نہ کریں۔ ورنہ وہ اپنی موت کے خود متدار ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں تمہیں بھی یہ ہدایت کا مجرم قرار دوں گی۔ میں نے کہا۔ ڈونگو اٹھ گیا۔ اس نے دوواڑے کے قریب پہنچ کر دوواڑا کھولا اور پھر اس کی آواز گونجی۔

"کیا تم لوگ ابھی تک بھاگ دوڑ میں مصروف ہوئے دونوں کے بچے اندر آؤ۔"

"چھپنا وہ باہر نہیں گئی ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے زین میں سما گئی ہے یا آسمان میں پرواز کر گئی ہے کہیں کوئی نشان نہیں مل رہا کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔"

"نشان۔ ڈونگو کی عزا اٹھ اٹھی۔ کاش، میں تم سے یہ ناکارہ لوگوں کا نشان ٹاسکتا جن کی لاپرواہیوں نے مجھے اس حال میں پہنچا دیا۔ اندر آؤ وہ وہاں سے لے کر اتر آؤ کوئی اور اس کے پیچھے اندر داخل ہو گیا اس کی روح قبض ہو رہی تھی لیکن مجھے دیکھ کر وہ بے اختیار اچھل پڑا۔"

"یہ رہی۔ یہ رہی۔ اس کے حلق سے جیہاں آواز نکلی اور یہ اس کی بدگنجی تھی کہ وہ جھونک میں میری طرف بڑھ آ رہا تھا ڈونگو نے راستے ہی میں اس کی گردن دلوچائی تھی اور اس کا

مجرور گھونٹنے اس شخص کے سر پر لگا۔
 "میرے کمرے میں آ کر رہی تو تمہاری صلاحیتیں جاگتی ہیں، ننگ حرامو۔ اس نے زور سے اس شخص کو دھکا دیا اور اس نے فرش پر کئی قلابا زیاں کھائیں۔ پھر سہم کر کھڑا ہو گیا۔"

"اکھٹ۔ ڈونگو دھاڑا اور بھولا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور عزت کے ساتھ گھر لے جاؤ۔ دوسرے کتوں سے بھی کہہ دو تاکہ اس کا تعاقب نہ کریں اپنی اعلیٰ کارروائی کو اپنے پاس رکھیں۔ ورنہ ایک ایک مارا جائے گا۔ میرے ہاتھوں۔ اندر آنے والے کے جسے کی کیفیت قابل دیدنی۔ وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا، پھر ڈونگو کی دھاڑ سن کر اچھل پڑا۔"

"سنا تو نے میں کیا کہہ رہا ہوں؟"
 "ہاں جیت۔ ہاں جیت۔ وہ جلدی سے بولا۔"

"اوسے کو قتل۔ ماواؤ اب میں کسی طور تمہارے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ جب تک تمہیں ثبوت نہ مل جائے، مجھ سے بدگمان مت ہونا۔ ڈونگو نے کہا اور میں اس شخص کے ساتھ باہر نکل آئی۔ اس کے بقیہ سامنے کوئی کلاں پر لے تھے لیکن میرے ساتھ آنے والے نے انہیں ڈونگو کے اٹکا

سنائے اور وہ منہ مکول کر رہ گئے ان میں سے ایک نے کہا۔
 ”چیف نیشن کے عالم میں تو یہ بات نہیں کہہ گیا۔“

”ممکن ہے ایسا ہو۔ جاؤ تم نصرتی کرنا۔ دوسرے نے
 سٹلے لہجے میں کہا اور میں نے اعتبار نہیں پڑی۔ اس کے بعد
 کوئی کچھ نہیں بولا تھا میں کو بھی سے باہر نکل آئی اور اطمینان سے
 چل پڑی لیکن اعلان سے بے خبر نہیں تھی اور نہ ہی کوئی احمقانہ انداز
 کرنا چاہتی تھی چنانچہ ایک پر رونق بیکر آکر میں نے بھیجی تماش
 کی اور اس میں بیچہ کر چل پڑی مارلبرو کے علاقے سے نکل کر میں
 کافی دور آئی اور پھر وہاں سے مختلف حصوں میں پھرتی لگائی گئی
 جب مجھے مشکل یقین ہو گیا کہ ڈنگو کے آدمی نے اس کے احکامات
 کی تعمیل کی ہے تو میں ایک ٹیکسی میں بیچہ کر واپس مارلبرو چل پڑی
 میری نئی رہائش گاہ میں قادر کے ساتھ چند دوسرے لوگ بھی پریشان
 بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے پُر سکون دیکھ کر قادر نے اطمینان کی سانس
 لی اور کہنے لگا۔

”واقعہ کوشش بہن انسان رشتوں کے پتھر میں پھنس کر ناکارہ
 ہو جاتا ہے ابھی ان لوگوں نے مجھے بتایا تھا کہ ڈنگو کی کوٹھی میں
 گڑ بڑ ہو رہی ہے۔ اس کے آدمی کوٹھی کے چاروں طرف کچھ تلاش
 کرنے پھر رہے ہیں بس میں پریشان ہو کر رہ گیا میرا دل چاہ رہا
 تھا کہ اپنے آدمیوں کے ساتھ تھاس کوٹھی کی جانب دوڑ پڑوں۔
 بس تمہاری ہدایت میرے قدم کو رکھ رہی تھی ورنہ میں ایسا ہی
 کرتا۔“

”ہاں قادر۔ جب تک میں نہ ہوں بھتی کوئی ایسا کام کرنا
 اگر مجھے کسی کام کی ضرورت پڑی تو میں خود تم سے کہہ سکتی ہوں اگر
 تم نے اپنے طور کوئی کوشش کی تو وہ میرے لیے نقصان دہ بھی
 ہو سکتی ہے۔“

”مجھے معلوم ہے تم اس کی فکر نہ کرو اگر ایسا نہ ہوتا تو اب
 تک تو یہ نہیں جانتے کیا کیا ہو چکا ہوتا۔“

”بس تم آرام کرو، کیسے آگے رکتے اس وقت۔“

”بس تمہارے لیے پریشان ہوں ڈنگو کی کوٹھی میں کیا
 کرے گی نہیں تھیں۔“

”اپنا کام کر رہی ہوں قادر! اپنی مصیبتوں کا حل تلاش
 کرتی پھر رہی ہوں بس دیکھنا یہ ہے کہ کب میری مصیبتوں کا
 یہ دور ختم ہوتا ہے۔ ہاں میں نے تمہیں بھی اتنا ہی پریشان
 کیا ہے قادر میں تمہارے ان احکامات کا صلہ نہیں دے سکتی۔“

”ذہیل نہ کرو۔ میں تمہارے لیے کہہ گیا رہا ہوں میری جان

بھی اگر تمہارے لیے چلی جائے تو مجھے سرت ہوگی زندگی میں ایک
 ہی بہن تو بنائی ہے میں نے۔ قادر نے جذباتی لہجے میں کہا اور میں
 خاموش ہو گئی۔ تلوار پھوڑی دیر بعد بھاگ گیا میں نے روپ مالائی

خیریت معلوم کی میرے آدمیوں نے مجھے بتا کر روپ مالائی کو
 سی متر دھنڑور ہے۔ وہ اکثر روٹی بھی روتی ہے لیکن کھانے پینے

میں اس نے کبھی کوئی تکلف نہیں کیا اس کے سامنے جتنا بھی کھا
 پہنچ جائے ختم ہو جاتا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ اس

سے اس کی ضرورت پوچھنا ہانی رہیں اور اسے کسی بھی چیز کی تکلیف
 نہ ہونے دی جائے۔ اس کے بعد میں اپنی اس نئی رہائش گاہ کے

اپنے بیڈروم میں آگئی۔ یہ شدید تنگ سی تھی اتنی ہی جاگ دوڑ کی
 تھی اور اتنے شدید خطرات مول لیے تھے کہ میرا بدن ٹھنکن سے

چور چور ہو گیا۔ اپنے کمرے میں آکر میں پُر سکون انداز میں آنکھیں
 بند کر کے لیٹ گئی۔ ذہن میں متعدد خیالات پھرتے رہے۔

رادھن سٹوڈنٹ گٹا ابھی تک زندہ تھا۔ میں اس کی موت چاہتی
 تھی اور روپا کی بازیابی میں نے جو کچھ ڈنگو سے کہا تھا۔ غلط نہیں

کہا تھا اس سے زیادہ میرا کچھ اور مقصد نہیں تھا میری نورف
 یہی خواہش تھی کہ مجھے اب کچھ نہ ہوسی میری بہن روپا کی لیا جائے

اور میں اس کے ساتھ کسی گناہ گروٹھے میں زندگی گزار دوں،
 اب تک کی تمام کاوشیں اسی لیے تھیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں رادھن سٹوڈنٹ کی زندگی کا خاکہ
 بھی چاہتی تھی میری دلخواہش تھی کہ طرح طرح سے ممکن ہو سکے لوہن

سنگھ کو فنا کے گھاٹ اتار دوں وقت گزرتا رہا۔ دو تین دن نہایت
 پُر سکون گزرے اس دوران میں نے ڈنگو سے رابطہ قائم کرنے کی

کوشش نہیں کی جو تھے دن البتہ میں نے ایک ہر گرام کے تحت
 ڈنگو سے رابطہ قائم کیا۔ ڈنگو اپنے اڈے پر ملا تھا میں نے اپنی

کوٹھی سے نکل کر ایک ٹیلی فون بوتھ سے رابطہ قائم کیا تھا ڈنگو
 نے میری آواز پہچان لی اور پریشان لہجے میں بولا۔

”آپ ہاں کہاں غائب تھیں اتنے دنوں سے ما دام کوشش
 میں نے آپ کو ہر ممکن جاگ سنا سن کر نہ کرنے کی کوشش کی۔“

کوئی خاص بات؟ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔ خاص بات ہے۔“

”کیا۔؟“

”میں پوچھنا تھا۔ کنول کاری کے بارے میں معلومات حاصل
 کرنے۔“

”کیا معلوم ہوا؟ میں نے بے اختیار پوچھا۔“

”روپا ہی کوئی رول کی کبھی کنول کاری کے پاس نہیں آئی۔
 اور کوشش کوشش بہن کنول کاری کو قتل کر دیا گیا۔“

”کیا۔؟“

”ہاں۔ ان کی لاش ان کے کمرے میں پائی گئی، ان کی
 گردن نخرے سے کٹی ہوئی تھی۔“

”یہ کب کی بات ہے؟ میں نے پوچھا۔“

”اس بات کو تین دنوں سے یاد رکھو گئے جواب
 دیا۔ میرے پورے بدن میں سنسنائی دوڑنے لگی تھیں۔ یہ کیا

ہوا۔ ایسے ہوا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ایک لمحے کے لیے
 میرے حلق میں ایک گولہ سا سا اور ذہن تک آ گیا مجھے کنول کاری

کے تکل کی اطلاع ہو گئی۔ ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے ایک بار پھر
 میری ماں کو قتل کر دیا گیا ہو۔ میری آواز رندھ گئی ڈنگو نے چند

لمحات کے بعد کہا۔

”ہاں میں رول رہی ہوں ڈنگو۔“

”آپ یقین کریں کوشش دیوی کہ میں نے اس سلسلے میں آپ
 کے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کی۔ پوری تفصیلات معلوم کی ہیں

روپا کے بارے میں، میں نے پوری چھان بین کی ہے اور مجھ پر
 ایک انکشاف بھی ہوا ہے۔“

”کیسا انکشاف؟“

”کیا آپ اس بات پر یقین کر لیں گی، جو میں کہوں گا؟“

”کہو ڈنگو۔ علدی سے کہو۔“

”رادھن سٹوڈنٹ کے بارے میں مجھے بہت کچھ معلومات حاصل
 ہوئی ہیں۔ رادھن سٹوڈنٹ سورج گرن کا خاص آدمی ہے اور اس

کے احکامات کی تعمیل کے لیے وہ دنیا کے مختلف حصوں میں کام
 کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ ہر انسان ہے۔ اس نے

برائوں کے بہت سے اڈے کھول رکھے ہیں، ڈیرا دون جھوٹی
 سی جگہ ہے لیکن وہاں پر رادھن سٹوڈنٹ کے جدید طریقے پر ایک ایسی
 جگہ ٹھہری ہے جسے گان کلب کہا جاتا ہے لیکن جو حقیقت کچھ

اور ہی خوبوں کا ملک ہے۔ سنا جاتا ہے کہ رادھن سٹوڈنٹ وہاں
 پایا جاتا ہے اس کلب کی مالکہ ایک عورت سالادیوی ہے وہ عورت

بھی بہت خطرناک ہے رادھن سٹوڈنٹ اس کے بہت قریبی
 تعلقات میں یہ بات مجھے ایسے ذرائع سے معلوم ہوئی ہے۔ جو
 ناقابل تردید ہیں۔ آپ یقین کریں کوشش دیوی۔ میں نے آپ کو
 بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کی ہے اگر میری بات غلط نکل جائے

تو آپ میرے ساتھ خود دل چاہے سلوک کر سکتی ہیں۔
 ”ڈنگو۔ اگر تم کچھ کہہ رہے ہو تو میں اس کی تصدیق کر دوں
 گی۔“

”خود دل چاہے کر لیں۔ مجھے اب اس پر کوئی اعتراض نہیں
 ہے۔ ہاں اگر مناسب سمجھیں تو میرا ایک کام کرویں ڈنگو کی آواز
 میں عجیب سے بے چارگی تھی۔“

”کہو ڈنگو۔“

”ایک بار مجھے صحت ایک بار روپ مالائی کی آواز سنا دی
 میں زندگی سے ہزار سوگیا ہوں۔ میں تمہارے لیے وہ سب
 کچھ کرنے پر آمادہ ہو گیا کوشش، جو میرے بس ہے میں اپنی جان

دے سکتا ہوں سگر۔ سگر ڈنگو کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت
 پیدا ہو گئی۔ میں اس کے درو کو دیکھ رہی تھی اور اب میں اس سے
 متاثر ہو گئی تھی۔ بخوڑی دیر تک میں ریسپور ہفتے میں تھا نے ناموں

بیٹھی رہی پھر میں نے کہا۔

”ڈنگو انسان ایک معصوم بچے کی شکل میں پیدا ہوتا ہے
 اس کے اندر کوئی برائی نہیں ہوتی میں نہیں جانتی کہ تمہاری
 زندگی کن کن راستوں سے گزر کر جرم کی اس انتہا تک پہنچی

ہے لیکن ایک بات میں جانتی ہوں کہ انسان ازل سے معصوم
 ہے اور ایک معصوم رہے گا اس دوران اس کی زندگی میں جو
 واقعات و حادثات پیش آئیں۔ وہ اسے کچھ سے کچھ بنا دیا لیکن

تمہاری کیفیت سے میں بے حد متاثر ہوئی ہوں ڈنگو۔ کیا تم روپ
 مالاکو بہت زیادہ چاہتے ہو۔“

”ہاں دیوی۔ آپ یقین کریں میری کہانی بہت عجیب
 ہے میرا پورا خاندان ختم ہو چکا ہے وہ میرے اس وقت کی
 ساتھی ہے۔ جب میں معصوم تھا وہ کیا تھی۔ کیا بن گئی یہ ایک

لمبی کہانی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اس کا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں
 ہے اور یوں سمجھ لیجئے کہ کوشش دیوی کہ میں نے جرائم کی زندگی
 اسی کے لیے اختیار کی۔ عام زندگی میں میں کبھی اسے وہ خوشیاں

وہ سکون نہیں دے سکتا تھا جو اس زندگی میں آکر میں نے اس
 کے لیے فراہم کیے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتی ہوں گی کہ
 جرائم کی یہ زندگی میں نے اس کے لیے اپنائی ہے میں اسے ساری

دنیا سے زیادہ چاہتا ہوں کوشش دیوی میں اس کے بغیر جاؤں
 گا آپ کا ش۔ آپ میری اس محنت کا تجربہ کر سکیں۔“

”کیا تم اس بات کا تجربہ کر سکو گے ڈنگو کہ میں بھی ایک
 دیہات کی معصوم سی لڑکی تھی۔ میری زندگی کو بھی آگ کے شعلوں

پر لانے والا بھی شخص راضی نہ ہو سکتا تھا اس نے میرے معصوم بچے کو تھک کر دیا میری ماں کو مار ڈالا میری زندگی پر ایسے ایسے زخم لگائے ہیں۔ اس نے کہ جب بھی وہ زخم وصال دینے لگتے ہیں۔ میں آگ جھونتی ہوں اور اس وقت میرے دل میں انتقام کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے ہاں تو کچھ اس دنیا میں میری ایک بہن روپا ہے۔ صرف روپا۔ اور وہ میری زندگی کا مقصد ہے اگر وہ مجھے نہ ملتی تو میں اس ساری دنیا کو آگ لگا دوں گی۔ ڈنگو میں سب کچھ تباہ کر دوں گی۔

”دوباکے بارے میں میری جو اہل عانت ہیں وہ یہی ہیں کہ وہ مارا دیوی تک پہنچ چکی ہے۔“

”یہ سارا ڈوبی ہے کیا چیز؟“

”خانی کی ایک اڈے کی مالک ہے اور انتہائی جدید زمانے کے پرگان کلب کو چلا رہی ہے۔ بظاہر وہ کان کلب کہلاتا ہے لیکن اس کی اصل شکل نہیں وہاں جا کر ہی معلوم ہو سکے گی۔“

”ڈنگو۔ ٹھیک ہے نہیں یہ نازا۔ جو بچکا ہے کہ اب میری کیفیت کیا ہے۔ ٹھیک ہے ڈنگو میں صرف روپا مال کی آواز ہی نہیں سنائی دیتی۔ کوشش نہیں کر رہی بلکہ میں اسے تھامے پاس بھجوائے دیتی ہوں۔ میں محبت کے نام پر ڈنگو صرف تمہاری محبت کے نام پر یہ کام کر رہی ہوں اس کے بعد تم چاہو تو مجھے دھوکا بھی دے سکتے ہو۔ ڈنگو میری طرح ڈیڑھا۔“

”نہیں دیوی۔ میں اب تجھے دھوکا نہیں دوں گا ڈنگو انسان بن گیا ہے۔ ڈنگو واقعی انسان بن گیا تھا میں مجبور ہوں کہ سونہ گروہن کے لیے کام کرتا ہوں کیونکہ اس کے لیز میری زندگی بچانے ہے لیکن۔ لیکن اب میری نظرت سے وہ دھشت کم ہو گئی ہے۔ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ مجھنوں کے چھین جانے سے کیا فرق پڑتا ہے اگر تو یہ ایشیا کر رہی ہے، اگر تو یہ احسان کر رہی ہے میرے اوپر کوشل دیوی۔ تو میں صرف ایک بات کہہ سکتا ہوں کہ اس کی محبت کے نام پر میں تیرے ساتھ کوئی دھوکہ، کوئی مزید، نہیں کروں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔“

”ڈنگو اپنی کوئی کوئی لا کر دو۔ ایک آدمی بھی وہاں موجود نہیں ہونا چاہیے۔ میں آج ہی شام تک روپا مال کو تمہاری کوئی تک واپس پہنچا دوں گی۔ بس یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔ اور سنو ایک بات، اگر کسی بھی لمحے مجھے تمہاری ضرورت پیش آئی تو میں تم سے کہوں گی، ضرور میرے لیے کچھ کرنا یا نہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے۔ کوشل کوشل دیوی۔ ڈنگو کی جذبات سے بھری آواز

سنائی دئی اور میں نے خون بند کر دیا۔

یہ الفاظ میں نے غلط نہیں کہے تھے اس میں کوئی جھوٹ کوئی خریب نہیں تھا۔ روپا کے بارے میں یہ معلوم کرنے کے لیے میری اپنی زندگی کا رخ ایک دم تبدیل ہو گیا تھا میں بہت کچھ کرنا چاہتی تھی لیکن یہاں آ کر میں بالکل بے بس ہو گئی تھی جناجہ تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کافی کے ڈبیے روپا مال کو بے ہوش کر دیا جائے اور پھر اسے اس کی کوئی بھی پہنچا دیا جائے میری اس بدانت پر عمل شروع ہو گیا۔

روپا مال کو میں نے اپنی نگرانی میں اس کی کوئی تک پہنچا یا تھا کوئی حقیقت مجھے خالی ملی تھی۔ ڈنگو نے شاید فوراً ہی اپنے آدمیوں کو احکامات جاری کر دیئے تھے اس کام سے دل میں عجیب سے سناٹے در آئے تھے۔

قادر کے لیے مجھ میں نہیں آ رہا تھا اس سے کس طرح نکرہ کروں میرے لیے اب یہاں کرنا ممکن نہیں تھا رام واس کے مسئلے کو بھی اسی طرح چھوڑنا تھا۔ اصل چیز تو راضی نہ تھی مگر اگر جیسا کہ ڈنگو نے مجھے بتایا ہے راضی نہ تھی کہ ڈیڑھ اون میں یہ انتظام کر رکھا ہے تو مجھے پتہ نہیں کہ کلب کو دیکھنا ہو گا۔ ہاں میں نے اس مسئلے میں خاصی رینٹ غور و خوض کیا اور اس کے بعد بس نے اپنے طور پر تیار کیا کر لیں۔

دفعاً میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا اور میں نے اس خیال کے تحت ڈنگو کو اسی عمارت سے فون کیا۔ ڈنگو نے فون ریسپونڈ کر لیا تھا۔

”ڈنگو میں اپنا وعدہ پورا کر چکی ہوں۔“

”کیا کیا۔؟ وہ۔“

”ہاں۔ اگر تم چاہو تو جا کر اس سے مل سکتے ہو۔“

”میں ابھی جا رہی ہوں۔ میں ابھی جا رہی ہوں تیرے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ میرا تجھ سے وعدہ ہے۔“

”ڈنگو۔ ایک اور احسان کر سکتے ہو مجھ پر؟“

”اب تو دل گھول کر کہہ دوے کوشل دیوی، جو دل چاہے ایک لے ڈنگو کی جان مانگ لے ڈنگو کو تو نے وہ دے دیا ہے جس کی وہ توقع نہیں کرتا تھا اور مجھے ہلکی تانکا جاتی ہے تو مجھ سے؟“

”ڈنگو! کاشی اور دو نامی دو لوگوں کی یہاں کاشی میں رہتی ہیں تمہیں ان کا پتا بتا سکتی ہوں یہ کون کون سی لوگ ہیں ہیں۔ اور کون کون سی کماری جی نے میرے اوپر اتنے احسانات کیے ہیں

کہیں ان کا صلہ نہیں آتا سکتی میری خواہش ہے ڈنگو کہ تم ان لوگوں کو خلیل رکھنا اور اس طرح بھی ممکن ہوا نہیں اسلذا فرما سہم کرے رہنا خواہ اس مسئلے میں تم اپنے نام کا اظہار کرو یا نہ کرو۔“

”اور کچھ کوشل دیوی، اور کچھ؟“

”نہیں بس اتنا ہی چاہتی ہوں میں نے کہا اور ٹی فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میرے لیے یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ تکرار کو اس بارے میں تفصیلات بتانے کی میں نے ضرورت نہ محسوس کی۔ میں جانتی تھی کہ وہ میرے راستے روکے گا چنانچہ میں نے تیاریاں کیں اور ڈیڑھ اون کے لیے روانہ ہو گئی۔“

طریقے مجھے ڈیڑھ اون پہنچا دیا۔ بہت خوبصورت پہاڑی مقام تھا۔ یہاں سیاحوں کے لیے جدید ترین برٹولن کا بند بٹنٹ کیا گیا تھا۔ بہت سی عمدہ پراویٹھ لائٹس گا بن بھی یہاں موجود تھیں۔ اس وقت بھی یہاں خاصی گا بنیں تھیں۔ میں نے ڈیڑھ اون کے خوبصورت ہوٹل میں قیام کیا اور اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں غور کرنے لگی۔ زندگی جن راستوں سے گزر رہی تھی۔ اس کا حال میں ہی جانتی تھی جو کچھ تقدیر نے لکھ دیا تھا اسے بھلا کر اس طرح ٹھانا جاسکتا تھا۔

بہر حال اپنے ہوٹل میں رہ کر میں کان کلب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگی، اور مجھے کافی معلومات حاصل ہو گئیں۔ ڈیڑھ اون میں ہی ریسورٹ مگر پر تیاروں کے لیے جو کچھ کیا گیا تھا وہ میرے لیے باعث تعجب بھی تھا ایک ایسی ہی زندگی اور ایک ایسی ہی دنیا معلوم ہوتی تھی۔ یہ جس جگہ کا مجھے پتہ ملا تھا وہ شہر کے مشرقی علاقے میں کافی دور تھی ہوتی تھی ایک نئی علاقہ تھا اور ایک خوبصورت جگہ پر عمارت بنی ہوئی تھی یقیناً اسے نام جگہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اس طرف آنے والے بھی ٹاکرک نہ ہوتے ہوں گے۔ میں انداز چل پڑی۔

اندرونی حصہ بھی بے حد حسین تھا۔ تا حد نگاہ کشادہ پاک پھیلا ہوا تھا سو تنگ پول بھی نظر آ رہے تھے ایک طرف ایٹین جنون سا تنگ جگہ رہا تھا۔ میں اس طرف چل پڑی۔ اسپین پر ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی بے حد خوبصورت لیکن اس کے علاوہ بھی بہت کچھ نظر آ رہی تھی وہ۔

”جسٹ! میں نے اسے مخاطب کیا۔“ اودھ مجھے دیکھنے لگی۔

”کیا بات ہے؟“

”کیا اجنبی لوگوں کو اندر جانے میں مشکلات پیش آتی ہیں؟ میں نے اس سے سوال کیا۔“

”لوگوں کو نہیں، صرف مردوں کو۔ تم پہنچا رہا یہاں آئی ہو؟“

”ہاں۔“

”کیا یہ تیا سکتی ہو کہ تم نے کان کلب کا رخ ہی کیوں اختیار کیا؟“

”اس لیے کہ تمہیں یہاں آنا جاتا ہے۔“

”گڈ میری گڈ۔ تو پھر تمہیں کان کلب کا ممبر بننا یا جاسکتا ہے۔ تمہاری معاون اور تمہارا سہ ماہی سفارش کرتا ہے۔ سٹوڈنٹ یہاں اس طرح کا کاروبار چلاتا ہے۔ ہماری مدد چاہتی ہو تو ہمیں یہاں کی ممبر شپ دیدی جاتی ہے اس کا کوئی چارج نہیں ہوگا۔ یہاں تمہیں اس طرح کی سہولت ہوگی جو دل چاہے کھا دیو تمہارے لیے اسے بھی دیکھنا کہ تمہارا ہی کام ہوگا اگر کوئی سامتی نہ مل سکے تو تمہارا اڈا تو سن نہیں دے دیا جائے گا باقی اخراجات کچھ بھی نہیں اگر سامتی مل جائے تو کچھ یہ تمہاری ذمہ داری ہوگی کہ اس سے کیا حاصل کر سکتی ہو۔ ہماری طرف سے پچیس فیصد کمیشن اور تم اس سے جو کچھ چاہو اس میں سے تیس فیصد ہمارا، یہ تو میری ہماری ممبر شپ کی بات اس کے بعد بات آتی ہے ذاتی کاروبار کی تو اس کی قیمت ایک ہزار روپے، باقی اندر کے اخراجات ایک اور نہیں جو کچھ حاصل ہو جائے باقی اپنا کاروبار چاہو تو کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔“

”ہوں۔ میں مشکوادی۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا، خاصی بڑی بات ہے کچھ وقت یہاں ضائع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کے علاوہ ممکن ہے یہاں کوئی کام کی بات معلوم ہو رہی جائے چنانچہ میں نے کہا۔“

”ٹھیک ہے بس! آپ مجھے ہاں کا ممبر بنالیں۔“

”بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے؟ لوگ لے ملدی سے ایک جڑ بڑکا لا اور اس میں میرا نام پتہ درج کرنے لگی۔ میں نے اسے ایک فرنیچر نام بتا دیا اور اس کا بھی فرنیچر بتائی تھی۔ اس نے اپنا کام کر کے مجھ سے متوجہ کر لے اور پھر کہنے لگی۔

”کچھ باتیں تمہارے گوش گزار کرنا ضروری ہیں یہاں ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی بھی اور صرف تقریباً پندرہ بھی سب تم خود سوچو یہاں آنے والے ایسے لوگ تو نہیں کہ وہ ایسا نڈر ہوں بعض اوقات ان میں سے بہت سے لوگ غلط بھی نکل آتے ہیں۔ کچھ لیتے دیتے بھی نہیں، اور مصیبت بن جاتے ہیں ایسے اوقات میں کلب کا اسٹاف ہماری کارکن کو محفوظ کرتا ہے اور خود کھانا لوگوں سے منٹ لیتا ہے جو کچھ ان سے وصول

کرنا ہوتا ہے کر لیا جاتا ہے اور کارکن پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بعض اوقات کچھ ایسے سرگھسے بھی آجاتے ہیں جو کارکن کو ساتھ لے جانے کی نگرانی میں ہوتے ہیں آپ تم سوچو نہ شراب کے نشے میں ڈوبے ہوئے لوگ انسانیت سے لنتی دور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں سے بہتر نہ تحقیق یہ ہوتا ہے کہ ہماری ہمبر شپ اختیار کرنی جائے۔ لڑکے نے ایک نام میرے حملے کر لیا اور کہنے لگی۔

”یہ تم اپنے پاس رکھو اب تم ہماری کارکن ہو۔ میں نے سکرٹے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور پھر گردن ہادی۔“
”بہت بہت شکریہ۔ میں اب کیا کروں؟“
”بس ریجی ہلی جاؤ۔ گھسٹ پرتیں ایک آدمی ملے گا۔ بانی مارا کام وہ خود کرے گا۔ لڑکی نے جواب دیا اور میں گردن ہادی کرانگے بڑھ گئی۔“

سارا دوی کے بارے میں ابھی تک مجھے کچھ نہیں معلوم ہوا تھا ویسے یہ اندازہ مجھے ہو چکا تھا کہ گن کلب نامی جگہ یقینی طور پر راجن سنگھ جیسے آدمی کے زیر اثر ہی ہو سکتی ہے ورنہ اتنے شاندار چیمانے پر ہر کام کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے مجھے متحور اسا دکھ بھی ہوا کیسے کیسے لوگ ہماری اس سبھی میں بستے ہیں جنہوں نے ہماری روایات کو منسوخ کر کے رکھ دیا ہے کاش میں ان لوگوں کو فنا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔“

میں اندر داخل ہو گئی بیان وہ شخص مجھے مل گیا جس کے بارے میں مجھے کبھی کیا تھا میں نے اپنا نام اس کی طرف بڑھایا اور اس نے گردن جھکا کر فارم وصول کر لیا۔ اس کے چہرے پر تعجب کے آثار نہیں تھے اس نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور بیچے موڈ پر بھی میں بولا۔

”تشریف لائیے۔ میں آپ کے لیے کسی موزوں جگہ کا انتخاب کروں کیا آپ یہاں پہلی بار آئی ہیں؟“
”ہاں۔ میں نے جواب دیا۔ اس نے اس بات پر بھی گردن جھکانی پھر صحن دروازے سے وہ داخل ہوا تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔“

اندر کا ماحول بے حد سحر زدہ تھا۔ جی ڈی وی رٹھی بیسلی ہوتی تھی اور اس میں ہلکی ہلکی مہینا ٹھٹھانی سناٹی دے رہی تھی جب میری آنکھیں پوری طرح دیکھنے کے قابل ہوئیں تو میں نے اس میں ماحول کو دیکھا۔ موسیقی کی لہریں بدست قہقہوں پر عادی تھیں لوگ بیٹھے ہوتے مختلف چیزوں سے مشغول کر رہے تھے۔ لڑکیاں بھی تھیں مروجہ بھی تھے مجھے لالے والے نے ایک

لے میری دلوت دیکھا پھر بولا۔
”آپ آرام کرنا بند کریں گی۔ یا یہاں نکلیں گی۔“
”نہیں۔ میں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا۔“
”تب اس طرف تشریف لائیے۔ وہ مجھے میرے پاس لے گیا۔ اور کرسی گھسٹ کر میرے لیے بگڑ خالی کر دی، میں بھگتی۔

چند لمحات کے بعد اس نے میرے سامنے مشروب کا ایک جگ اور گلاس لاکر رکھا۔ وہاں میں نے منہ کھول کر دیکھا ٹھیک ٹھاک تھا۔ چنانچہ میں نے مشروب نگاس میں اندر لیا اور دل کی بے چینی میں کسی قدر کمی محسوس ہونے لگی۔ مجھے اس ماحول سے بے پناہ نفرت ہو رہی تھی لیکن بعض اوقات برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ان میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ یہی میری کیفیت تھی مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو اندر دوسرے پاس آگئے ان میں ایک بھاری بدن کا سا رہو تھا جس کی عمر پچاس سال سے کم نہیں ہوگی۔ دوسرا غائباباں کا دوسرا تھا۔ وہ بیٹھے ٹھیک کریم درخوں کا تعاقب کر لیا اور بھاری آدھی کرسی گھسٹ کر بیٹھ گیا۔

دوسرا جھکا تو اس نے عجیب سے ایک نوٹ نکال کر دوسرے کے سامنے ڈال دیا اور وہ برطسلا کر کے چلا گیا تب وہ بھاری بھوک آدمی میری طرف رخ کر کے بولا۔
”ہیلو۔“

”ہیلو میرے میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ بھال میں اپنے مشن کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔“
”میرا نام رام پرشاد ہے تمہارا کیا نام ہے؟“
”داسی کینز۔ جو بھی نام آپ چاہیں مجھے دے لیں۔ اگر کچھ تعریف کرنا چاہتے ہیں تو اسیرا کہہ دیں۔ سائیکہ کہہ لیں۔“
”اوہ۔ میں تمہارا اصل نام پوچھ رہا ہوں۔“
”میرا اصل نام کچھ نہیں ہے۔ میرا اصل نام صرف بورت ہے۔“

”کمال کی بات ہے۔ بڑی عجیب گفتگو کر رہی ہو۔“
”آپ مجھے اپنی پسند کا نام دے دیں مجھے اکثر اٹن ہیں ہوگا۔“
”ہوں۔ ٹھیک ہے ہم بھی تمہیں اسپر یا مارکی کا نام ہی دیں گے۔ سائیکہ زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔ یہ کیا پی رہی ہو؟“
”ایک مشروب ہے پیش کروں۔“

”نہیں تمہاری موجودگی میں یہ سادھی سی چیز بے کار ہے کچھ اور منگو آؤ۔ وہ بولا۔“
”بہتر ہے۔ جو کچھ میں نے کہا اور میری بھگتی کاٹھن دیا دیا۔ ویسے اس بار بھی آنے میں دیر نہیں لگتی۔ رام پرشاد نے خود ہی ویسٹ کو آڈر دے دیا تھا۔ بقول دوسرے کے بعد شراب آگئی اور میں اسے نگاسوں میں اٹھانے لگی تو عام بنا کر میں نے ایک اس کی طرف کیسہ کیا دیا۔ اور اس نے سکرٹے ہوئے گلاس اٹھالیا۔

”تمہارے نام۔ اس نے شراب کا گھسٹ ملتی میں اٹھانے ہوئے کہا اور میں آہستہ سے منہ پڑی، میں نے اپنا جا اٹھالیا۔ لیکن وہ میرے ہونٹوں تک پہنچا ضرور اللہ شراب میرے ہونٹوں کو کھینچ کر بھی نہ گزری اور وہ جا گیا میں نے انتہائی احتیاط سے زمین پر بہا دیا۔“
”ہاں تو ڈیرے سائیگی۔ تم بہت خدی معلوم ہوتی ہو۔“
”شاید۔“
”اپنا اصل نام بتا دیتیں تو آئندہ بھی تمہیں مخاطب کیا جا سکتا تھا۔“
”سائیکہ ہی ٹھیک ہے۔ کیا جرح ہے؟“
”تو پھر ٹھیک ہے۔ ویسے تم تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہو۔“
”شاید۔“
”کتنی تعلیم حاصل کی ہے؟“
”بہت میں نے جواب دیا۔“
”اس لائن میں کیوں آگئیں؟“
”کوئی کہانی سننا چاہتے ہو؟“
”اوہ۔ نہیں نہیں میرا موڈ خراب ہو جائے گا۔“
”تب موضوع بدل دو۔“

”ٹھیک ہے میں تمہارے سخن کی تعریف کروں گا۔ اور تم مجھے شراب پلائی رہو میں نے اس موقع کو غنیمت جانا پھر اس کے بعد جب وہ وہاں سے اٹھا تو اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ مجھے اس سے کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ رہا میں ایک کمرے کی باہر دے دی گئی اور میں اس منحوس شکل انسان کو لے کر اس کمرے میں آگئی۔ کلب کی طرف سے مجھے یہی ہدایت کی گئی تھی لیکن کمرے میں آنے کے بعد بھی میں نے اسے خوب شراب پلائی اور اس کے بعد وہ اطمینان سے اور نہ منہ ایک جگہ جا کر آرا۔ اس پر ہنسنے دو لگنے کے لیے میرے دل میں رجم کا کوئی جذبہ

نہیں تھا ایسے لوگوں کے لیے یہی سزا کافی تھی چنانچہ اس کے بعد میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے پروگرام پر غور کرتی رہی میں نے ذہن میں بہت سے پروگرام بنائے تھے اور بد پروگرام بناتے بناتے میں سوچی۔ صبح کو تقریباً نو بجے سات بجے آٹھ بجے۔ چند لمحات تو ماحول کو باؤ کرنے میں لگ گئے اور پھر رام پرشاد دیا دیا اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور اسی طرح بڑھا ہوا تھا۔ میں اطمینان سے اٹھ گئی اور میرے پاس میں نے اس کی جیبیں ٹٹولی کر تمام رقم نکالی اور اسے اپنے پرس میں چھوٹس کر آرام سے ایک طرف اسے رکھ دیا اور ہاتھ روم میں چلی گئی غسل کرنے کے بعد میں نے بال جینر و دست کیے اور پھر رام پرشاد کو جگا دیا۔ وہ کمر ہتا ہوا اٹھ گیا۔

”ہیلو۔ میں نے سکرٹے ہوئے کہا اور منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگا۔ چند لمحات اسی طرح مجھے دیکھا ہوا اور پھر بڑھے عجیب سے بیچے ہو گیا ہوا۔“
”کیا صبح ہو گئی؟“
”ہاں۔ میں نے سکرٹے ہوئے کہا۔“
”لن لیکن مجھے کیا ہو گیا تھا۔“
”کیوں خیریت؟ میں نے تعجب سے پوچھا اور وہ دونوں سے سر پھڑک کر بیٹھ گیا۔“
”رات کی کوئی بات مجھے یاد نہیں ہے کیا میں نے بہت زیادہ پی لی تھی۔“
”زیادہ تو نہیں۔ آپ کیا محسوس کر رہے ہیں مسٹر رام پرشاد!؟“
”کچھ نہیں۔ کچھ نہیں اب میں ٹھیک ہوں۔ چلتا ہوں اس نے کہا اور ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ہاتھ روم کا دروازہ کھول کر وہ چونک پڑا۔“
”ارے باہر جانے کا راستہ بند ہے۔“
”وہ اس طرف ہے آئے آپ کو باہر چھوڑ دوں میں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور وہ تھکے تھکے سے انداز میں میرے ساتھ دروازے تک آیا اسے چندا دیکھ رہا تھا۔ بہر حال میرا کام اسے دروازے تک چھوڑنا ہی تھا چنانچہ اسے باہر نکال کر میں نے دروازہ بند کر دیا اب ان لوگوں کی طرف سے کسی کارروائی کا انتظار تھا۔“
لیکن میں انتظار ہی کرتی رہی اور کچھ بھی نہ ہوا، ہاں دن کو دس بجے کے قریب ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا یہ

مہر کی آنکھوں والا اسمارت سا آدمی تھا اس سے پہلے میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ وہ کہنے لگا۔

”میرا نام ڈینی ہے۔“ ڈینی اس کلب کا میجر ہے آپ کے بارے میں مجھے معلوم ہوا تھا۔ آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بڑے میں بھی آپ کو یہاں آمدید تھا ہوں سلیم، آپ کی رات کی آمدنی کی کیا پوزیشن ہے۔

”مسٹر ڈینی۔ یہ رقم مجھے حاصل ہوئی ہے۔ میں نے رام پرشار سے حاصل کی ہوئی تمام رقم اس کے سامنے ڈال دی۔ اور ڈینی کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔

”اتنی رقم۔“

”ہاں۔ میں نے لاپرواہی سے کہا۔ میں نے غصوں کیا تھا کہ ڈینی ایک لالچی آدمی ہے۔ چنانچہ ایسے آدمی سے بڑا کام بن سکتا تھا۔“

”میلیم، اس میں سے آپ ہمارا کمیشن نہیں دے دیجیے اس کے انداز میں بلا لالچ تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”مسٹر ڈینی۔ مجھے دولت سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے آپ یہ تمام رقم اٹھا لیجئے اور آپ کا دل چاہے مجھے میری زندگی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں یہاں آرام سے بسر کر رہی ہوں۔ ڈینی نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر وہ پُرمسترت لہجے میں بولا۔

”اوہ میلیم ساٹھی۔ یہ۔ یہ کیا بات ہوئی۔ آپ اگر اپنی خوشی سے مجھے کچھ دینا چاہتی ہیں تو دسے دیجیے۔ ورنہ میں اسے مانگنے کا حق نہیں رکھتا۔

”رکھ لو ڈینی! بے کاریا میں مت کرو۔ میں نے لاپرواہی سے کہا اور ڈینی نے وہ ساری رقم اٹھا کر اپنی جیب میں ٹھوس لی۔ اب وہ مجھ سے بہت زیادہ غلغل نظر آ رہا تھا۔

”آپ۔ آپ اطمینان رکھیے میلیم، آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ڈینی خصوصی طور پر آپ کا خیال رکھے گا۔ بہت بہت شکریہ ڈینی۔ اب میں آرام کر سکتی ہوں۔ میں نے کہا۔

”شام تک۔ ڈینی نے جواب دیا اور اٹھ گیا۔ غالباً وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ اب میں اس سے کونسا ہی چاہتی ہوں چنانچہ وہ چلا گیا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ رکھتا ہوں گئی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر ڈینی تمہیں پھانسی کر توں بہت سارے کام لے سکتی ہوں چنانچہ یقیناً دن میں لے آ گیا

دوپہر کو سو گئی اور پھر چار بجے جاگی۔

اس دوران مجھے کسی نے مسرت نہیں کیا تھا سارے پارک کے قریب میرے لیے عذرہ قسم کی چائے کے ٹیکے کھانے کے ساتھ آگئی۔ میں نے حائل جانے کی لی اور اس کے بعد فریڈا لانا ایک اور لڑکی سے ہوئی جو مقامی تھی اس نے مسئلہ حل کر کے مجھے خوش آمدید کہا اور کہنے لگی۔

”میں مسرت ڈینی کی اسٹنٹ ہوں انہوں نے مجھے خصوصاً آپ کے بارے میں بدایت دے دی اور کہا ہے کہ آپ کا خیال رکھا جائے۔ میک اپ وغیرہ کے لیے جو چیزیں آپ کو درکار ہوں مجھے بتا دیجیے۔ میں سب فراہم کر دوں گی۔“

”اوہ ہاں۔ کس نام سے پکاروں آپ کو؟“ میں نے سوال کیا۔

”میرا نام روہی ہے۔“

”مس روہی! مجھے میک اپ فراہم کر دیجیے۔“

”ابھی لانی۔ روہی نے جواب دیا اور باہر نکل گئی۔ میں دل ہی دل میں ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہی تھی پھر اسی انداز میں حال پھیلا رکھا ہے گا کلب والوں نے۔ اگر یہ کلب راضی سمجھی تکلیف ہے تو راضی سمجھی مکروہ شخصیت کا ایک اور پہلو میرے سامنے آ گیا تھا۔

وہ سب کچھ ہو سکتا تھا جس نظر کا وہ انسان تھا اس کے تحت وہ دنیا کی ہر برائی کو اپنا سکتا تھا۔ یہ چیز بھلا کیا حیثیت رکھتی تھی، لیکن مجھے تعجب تھا کہ کجنت سا دھوڑوں کے عیس میں ساری دنیا کے ساتھ فراڈ کر رہا ہے خدا سے غارت کرے۔

بہر طور روہی نے میرے لیے میک اپ کا سامان پہنچا دیا اور میں تیاریاں کرنے لگی۔ جب میں وہاں سے نکل کر ہال میں آئی تو میں نے ہال کی تمام میز پر بھری ہوئی دیکھیں ایک ریڈر نے عالی میز کی جانب میری رہنمائی کی جو شاہد میرے لیے ریڈر کو روٹی گئی تھی میں اپنی میز پر جا کر بیٹھی تھی وہی لادینی میرے پاس آگئی۔

وہ خود بھی ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھی اچھی خاصی دکھائی دیتی تھی لیکن چہرے میں ایک ٹکڑوہ کیفیت چھپی ہوئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے اس کا وہاں میں پوری طرح ماہر ہے اور اس کی شخصیت سے شرافت کا ہر عنصر ٹھٹھکا ہے وہ مجھ سے باتیں کرتی رہی پھر کہنے لگی۔

”مسٹر ڈینی بہت اچھے انسان ہیں دوستوں کے دوست، پتا نہیں آپ سے کیوں اس قدر متاثر ہو گئے ہیں۔ آپ ہی کی باتیں کرنے سے سب مجھے کہنے لگے کہ میں آپ کے لیے آج کلاسنگ منتخب کروں۔“

”اوہ مس روہی۔ آپ بھی ان معاملات میں خاصی ماہر معلوم ہوتی ہیں۔“

”ہاں کیوں نہیں۔؟ ظاہر ہے زندگی انہی لوگوں کے درمیان گزری ہے۔“

”کیا آپ پیدا بھی اسی کلب میں ہوئی ہیں۔“

”ہاں۔ میں نے طنز بنا لانا میں پوچھا لیکن روہی نے اس طنز کو محسوس نہیں کیا اور پرس پڑی۔

”نہیں۔ پیدا تو نہیں اور ہوئی تھی۔ پیدائش سے لے کر اس وقت تک کے واقعات یاد رکھنا ضروری نہیں ہوتے۔ میں سادگی جب انسان اپنی زندگی میں آتا ہے۔ ہاں اگر آپ میری کئی زندگی کا تجربہ پوچھیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ میری عمر اس وقت اٹھائیس سال ہے اور میں تقریباً چودہ سال سے یہاں ہوں۔“

”گڈ ڈیری گڈ۔“

”گو یا آپ نے پرس ہی نہیں سنبھالا۔“

”پرس سنبھالا نہیں۔ بلکہ میں نے مجھے جوش دلایا تھا۔“

”کس نے؟“

”بھول گئی اے۔ روہی نے جواب دیا۔ اس کے انداز میں ایک کرب کی لہر اٹھی تھی میں نے اس کے بعد اس سے کوئی سوال نہیں کیا جانتی تھی کہ کوئی المیہ کہانی سامنے آجائے گی۔ انسان فقط جانتا نہیں ہوتا۔ حالات اُسے بڑائی کی طرف لانے ہیں اور پھر اگر کوئی سہارا دینے والا نہ ملے تو اس کے بعد وہ بڑائی کا تصور ہی ذہن سے مٹا دیتا ہے اور ان بڑائیوں میں اس طرح ڈوب جاتا ہے کہ اس کے ذہن سے یہ خیال ہمیشہ کے لیے مٹ جاتا ہے کہ کئی کئی چیز ہوتی ہے۔ یہ لڑکی روہی بھی ایسی ہی حالات کا شکار ہو گئی۔ میں اپنے آپ کو دیکھ کر دھڑک کر اندازہ لگا سکتی تھی سنبھالنے کے لیے جاننے کی کوشش کیا مشکل ہو سکتی ہے اگر انسان خود اپنا تجربہ کرے میرے ذہن میں اب کسی کی کہانی سننے کا کوئی تصور نہیں ابھرتا تھا۔ کسی بھی علم غم نہ چہرے کو دیکھ کر میں یہ اندازہ لگا لیتی تھی کہ اس سے اس کے سہارے چھین لیے گئے ہوں گے اور پھر اُسے دنیا میں چھوڑ دیا گیا ہو گا۔

اب ظاہر ہے ایک تنہا انسان کو کئی ٹینگ کی طرح ڈولنا پھر رہا ہوا ہے اور پھر اقتدار کے خول کب تک چڑھا کے رکھتا

ہے۔ روہی بیٹھی رہی وقتاً اس کی نگاہ وراٹے کی طرف اٹھ گئی اور اس نے ایک شخص کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے مجھ سے کہا۔

”اسے دیکھو۔ وہ پرس دلا رہے ہے۔“

”کیوں صاحب ہیں؟“

اس علاقے کا دل چسپ ترین آدمی؟ باہر سے آیا ہے۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے سارے ہندوستان کی دولت سمیٹ لیا ہے اس طرح بانٹتا ہے لوگوں کو کہ لائق نہیں آتا۔ میرا خیال ہے کہ آج تم اُسے متاثر کرو۔ میرے دل میں ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار پیدا ہو گئے تھے ہر شخص رام پرشار نہیں ہوتا کوئی ایسی ترکیب ہوتی چاہیے جس سے ہر شخص کو رام پرشار بنا جا سکے کوئی غلط آدمی ٹھکانا تو زندگی کی چشمت تھی کھو بیٹھوں گی جہاں تک اور جس حد تک مجھے زندگی لے لوٹا تھا اس حد تک تو مجھ پر کئی لیکن اگر خود اپنے آپ کو کسی کے حضور پیش کروں تو اپنا نمونہ کیا کیسے گا۔

روہی اپنی بیگ سے اٹھی اور پرس دلا کر سے قریب پہنچ گئی۔ پھر اس نے اُسے میری جانب متوجہ کیا۔ پرس دلا دیا لیکن ٹھکانا خوش رو اور صحت مند آدمی تھا چہرے ہی سے عیاں شایع معلوم ہوتا تھا مسکراتا ہوا میری طرف آیا اور قریب پہنچ کر بولا۔

”سہیلو۔“

”سہیلو۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔“

”یقیناً آپ مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت دیں گی۔ کیوں مس روہی؟“

”ہاں یقیناً بیٹھے پرس۔ آپ کے لیے کھلا کہاں پانڈری ہے؟“

”ہم سہیلو باران خاتون کو یہاں دیکھ رہے ہیں۔“

”جی ہاں۔ یہ ہماری کئی ساتھی ہیں۔“

”ہماری ساتھی کئی نہیں سکتی ہیں۔ پرس دلا دینے پوچھا۔“

”کیوں نہیں آپ کا ساتھ بھلا کیسے ناپسند ہو گا۔ کیوں مس ساتھی؟“

”ساتھی میرے بجائے پرس دلا اور بول اٹھا۔“

”ہاں ساتھی۔“

”ڈائریکٹ ریوان سے آئی ہیں یا اسمائوز سے یہاں ڈیرا دون میں آگئی ہیں۔“

”آپ جہاں سے سمجھ لیں۔“

”مجموعہ میں پڑھ سکتے ہیں؟“
 ”آپ تو رہیں ہی کیوں پڑھ سکتے ہیں؟“
 ”دیا۔“
 ”بس روٹی آپ کی باتیں بہت دکھش ہوتی ہیں لیکن ہم نے ابھی اپنی جی سامتی کی آواز بھی نہیں سنی۔“
 ”یہ میری ترجمانی کر رہی ہیں پریش دلاور میں نے مسکرتے ہوئے کہا۔ کچھ کچھ تو لوہنا ضروری تھا۔ خاموش رہنا تو حماقت ہوتی۔“
 ”گڑے گڑے دیری گڑے۔ بڑی مسرت ہوتی اور خاص طور سے مس روٹی آپ کا بے حد شکر ہے، لیکن مزید شکر یہ کاموقع آپ نہیں اس اشکال میں دیں کہ۔ ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔“
 ”ظاہر ہے۔ روٹی نے فخر خاندانی سے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔“
 ”ہاں تو مس سائیگی آپ کی کیا خدمت کی جائے۔“
 ”شکر ہے پریش کوئی خاص نہیں۔“
 ”عام ہی ہے۔“
 ”بس آپ سے گفتگو کر لوں گی، یہی ہی کافی ہے۔“
 ”کیا پتہ کی آپ؟“
 ”میں شراب نہیں پیتی؟“
 ”ارے واہ کیا خوبصورت بات ہے پریش دلاور کے بارے میں یہاں لوگ بڑا تعجب کرتے ہیں کیونکہ شراب میں بھی نہیں پیتا۔“
 ”کیا۔؟“ میرا دل دھک سے بڑگا۔
 ”ہاں۔ مس سائیگی میں شراب نہیں پیتا۔ بس زندگی کی دوری و دلچسپیوں میں حصہ لیتا رہتا ہوں۔“
 ”بڑی مسرت ہوتی آپ سے مل کر میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ یہ موقع تو ہاتھ سے جا رہا تھا رام پریش کو تو میں نے بلا بلا کر اٹھا اٹھال کر دیا تھا۔ اب اس شخص کا کیا کردار کی بڑی زندگی گزار کر غور کرتی رہی لیکن کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی، کلب کی تعریحات مسلسل جاری تھیں پریش دلاور کے ساتھ میں پوری طرح جال میں پھنس گئی تھی کافی دیر تک ہم وہاں بیٹھے رہے پھر پریش دلاور نے کہا۔
 ”کیا خیال ہے؟ اب آرام کیا جائے۔“
 ”جی۔ میں نے کچھ گھٹے لیے ہیں کہ آج مجھے اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی تھی مجھے اپنا وقت اور سب کچھ مشکل ہو رہا تھا

بہر طور کرسے نک آتا ہی پڑا پریش دلاور بہت ہی عجیب سا انسان معلوم ہوتا تھا اس کی گفتگو میں ایک نفاست تھی ایک کشش تھی۔ کچھ نہیں آتا تھا کہ وہ اتنا آدھی کیسے ہو سکتا ہے۔
 ”بہر حال بہت سے بڑے آدمی سمجھ میں نہیں آتے تھے میں اس کے ساتھ کرے میں داخل ہو گئی پریش دلاور کے انداز میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جو میرے ذہن میں چھپر رہی تھی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں خود بھی خاموش سے اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔“
 ”کچھ گفتگو کیجئے مس سائیگی۔ آپ بالکل خاموش ہیں؟“
 ”جی۔ جی نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں۔“
 ”بہر حال کوئی بات ہے ضرور۔“ میں نے آپ کی شخصیت میں کچھ عجیب سی کیفیت پائی ہے۔ یہاں گات کلب میں آپ کی جی معلوم ہوتی ہیں۔“
 ”جی ہاں۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا مجھے۔“
 ”ہاں، میرا تو خیال ہے ایک دو دن ہی ہوئے ہوں گے آپ کو؟“
 ”جی ہاں۔“
 ”اس سے قبل کہاں تھیں۔؟“
 ”بمبئی میں، میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔“
 ”اوہ اچھا اچھا۔ تو کیا آپ وہاں اپنے صحن کے جوہر کھلا رہی تھیں۔ اور ہم یہاں مجبور ٹھہرے ہوئے تھے۔“
 ”نہیں پریش دلاور یہ بات نہیں ہے۔“
 ”پھر کیا بات ہے؟“
 ”یوں سمجھ لیجئے میں اس پروڈیشن میں نئی آئی ہوں میں نے کہا اور پریش دلاور خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگا اس کے چہرے پر ایک لمحے میں بے شمار رنگ تبدیل ہو گئے تھے پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”کیوں آئی ہیں؟“ اس سوال پر میں نے چونک کر کرسے دیکھا پریش دلاور کے چہرے کے ان اثرات کو تو میں کوئی صحیح الفاظ نہیں دے سکتی تھی۔
 ”کوئی کہانی سننا چاہتے ہیں پریش؟“
 ”ہاں، مجھے کہانی سننے کا بہت شوق ہے۔“
 ”لیکن کہانیاں سن گھرت ہوتی ہیں؟“
 ”من جو چیز گھرتا ہے اس میں کہیں نہ کہیں حقیقت چھپی ہوتی ہے۔“

”آپ حقیقتیں کو جاننے کے خواہاں کیوں ہیں؟“
 ”بس یونہی میں نے کہا نایت ہی کہانیاں سننے میں مجھے بہت مزہ آتا ہے۔“
 ”دوسروں کی کمزوریوں سے لطف اندوز ہونا ٹھیک نہیں ہے پریش۔“
 ”مگر ذہنی نہیں مس سائیگی کوئی بھی کمزوری انسان کو اس کی ذات سے اتنا پیچھے نہیں گرا سکتی۔“
 ”مطلب؟“
 ”مطلب یہ ہے۔ مجھے معاف کیجئے۔ یہ سب کچھ کہنے کا حق مجھے نہیں ہے لیکن گھبرائے ایک منٹ مجھے آپ کی خدمت میں کیا پیش کرنا ہو گا۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”مطلب یہ ہے معاف کیجئے گا آپ کی قیمت؟“
 ”جو دل چاہے لگا دیجئے، بھلا ہم حیرتوں کی بھی کوئی قیمت ہوتی ہے۔“
 ”آپ نے کچھ مقرر تو کی ہے۔“
 ”دنیا نے کچھ مقرر کیا ہے آپ کو اس کا علم تو ضرور ہو گا۔“
 ”ہوں۔ بہر طور یہ لیجئے۔ یہ دس ہزار روپے ہیں اس نے سو سو کے ٹوٹوں کی ایک گڈی نکال کر میرے سامنے رکھ دی، پھر بولا۔
 ”میرا خیال ہے یہ آپ کی توقع سے زیادہ ہوں گے؟“
 ”ہاں۔ بہت زیادہ ہیں۔“
 ”لیکن یہ سب آپ کے۔ اور مس سائیگی میں گھلام نہیں ہوں کہ آپ کے دل میں میرے حصول کی خواہش آجھرتی ہوگی۔ ایک عام سا آدمی بلکہ عام سطح سے بھی گرا ہوا آدمی ہوں۔ بہ نسبت ساتھ ساتھ آپ میرے لئے تڑپ نہیں رہی ہوں گی آپ کو صرف ان لمحات کی قیمت اور کرنی ہے؟ تو کیا مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں وہ قیمت اپنے طور پر وصول کروں۔“
 ”آپ کو پورا پورا حق پہنچتا ہے۔ پریش دلاور۔“
 ”تو پھر مجھے کسے گفتگو کیجئے یوں سمجھئے کہ اس وقت آپ کا یہ وجود دوسرے پاؤں تک میرا ہے اور میں اس سے اپنا معاوضہ وصول کرنا چاہتا ہوں مجھے آپ کی زبان کی جنبش درکار ہے۔ اب آپ کو اعتراض نہیں ہو گا۔“
 ”جی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ اب میں اس عجیب شخص کی دل سے قائل ہوتی جا رہی تھی۔“

”تو پھر مٹائیے اپنی کہانی، بتائیے مجھے کہ آپ یہاں تک کیوں پہنچیں۔“
 ”وہ کہانی سچ نہیں ہوگی؟“ آپ میری سرٹے خرید سکتے ہیں؟“
 ”سرسے پاؤں تک میں آپ کو آپ کی پسند کے مطابق ڈھال سکتی ہوں لیکن میرے وجود کی سچائیوں کی قیمت کیا آپ ادا کر سکتے ہیں۔ پریش دلاور نے چونک کر مجھے دیکھا دیکھتا رہا اور پھر ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔
 ”وجود کی سچائیوں کی قیمت تو اس کا ساتھ کی سرٹے سے زیادہ ہے۔ بھلا اسے کون ادا کر سکتا ہے؟“
 ”تو پھر چھوٹی کہانی سنانے کے لیے مجھے کیوں مجبور کر رہے ہیں۔“
 ”بہر طور اگر کچھ سچائیاں ہی میرے حق میں آجائیں تو میں سمجھوں گا کہ میری عمر کی ہوتی قیمت وصول ہوگی۔“
 ”عجیب انسان ہیں آپ جس مقصد کے لیے آئے ہیں اسے پورا کیجئے اور جائے۔“
 ”جس مقصد کے لیے آیا ہوں اسے ہی پورا کر رہا ہوں اس سائیگی اور یوں سمجھ لیجئے۔ مجھے آپ کی تلاش تھی۔“
 ”کیا۔؟“ میں نے چونک کر کہا۔
 ”ہاں۔ آپ جیسی کسی سچی لڑکی کی یہاں کاروبار کی لڑکیوں تو بہت مل جاتی ہیں، عموماً ملتی رہتی ہیں لیکن میری آنکھوں نے آپ کو شناخت کرنے میں غلطی نہیں کی ہے۔ آپ نے خود بھی اس سچائی کا اعتراف کیا ہے کہ آپ اس پروڈیشن میں نئی آئی ہیں مجھے اپنے اس پروڈیشن میں آنے کی وجہ بتا دیجئے۔ اس سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا؟“
 ”مس سائیگی پلیز یہ میری درخواست ہے آپ سے؟“
 ”بہر طور پریش دلاور اپنے بارے میں ساری حقیقت نہیں بتاؤں گی بس یوں سمجھ لیجئے کہ انسان ہر سائیگی کی طرف کسی نہ کسی مجبوری کے تحت راغب ہوتا ہے یہ برائیاں بعض اوقات اس کی زندگی میں بڑی کیفیت دہ ہوتی ہیں اور وہ غلوں دل سے انہیں نہیں اپنا تا، لیکن حالات اسے مجبور کر دیتے ہیں۔“
 ”اچھا چھوڑتے رہتے تھے کہ گات کلب کا مالک کون ہے؟ پریش دلاور کے ان الفاظ پر میں چونک پڑی تھی۔
 ”کیا آپ کو نہیں معلوم؟“
 ”سارا دلوی پریش دلاور نے سوال کیا۔“
 ”ہاں لیڈ نام میں نے سنا ہے۔“

” صرف تباہی بھرا دارا دیوی کو دیکھا بھی ہے۔“

” نہیں۔ میں نے کہا نا مجھے یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا، بمبئی سے آئی ہوئی ہوں۔ یہاں کسی نئی ملازم ہوئی ہوں، اسارا دیوی سے اچھی تک میری ملاقات نہیں ہوئی۔“

” ٹھیک۔ لیکن کیا آپ اس بات کا وعدہ کر سکتی ہیں پرنس دلاور سے کہ آپ اسے اس کلب کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر سکیں گی؟“

” کیوں پرنس دلاور آپ یہ معلومات کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں؟“

” مس سائیکس! اگر آپ یہ بندوبست تو بہتر ہے۔“

” میں پوچھنا چاہتی ہوں کوئی کام کرنے سے پہلے اس کی حقیقت جان لینا نہایت ضروری ہوتا ہے۔“

” لیکن میں آپ کو اپنا راز وار نہیں بنا سکتا۔“

” تو مجھ میں آپ کو اپنا راز دار کیسے بنا سکتی ہوں پرنس دلاور؟“

” آپ میں سائیکس! آپ دراصل میں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ لغزین عیاشی یہاں نہیں آیا ہوں۔ بلکہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کلب کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔“

” یہ ذمہ داری کس شکل میں ہے کیا آپ کا تعلق پولیس ٹیڈا سے ہے۔“

” نہیں مس سائیکس! پولیس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے میرا تعلق کس سے ہے اور کیوں شیک سے اس کے بارے میں، میں کسی کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ لیکن اگر آپ میری مدد کر سکتی ہیں تو آئی ضرور کروں کہ مجھے اس کلب کے اصل مالک کا نام معلوم کر کے ضرور بتا دیں۔ میں آپ کا شکریہ گزارا ہوں گا۔“

” اور آپ یہ نہیں بتائیں گے مجھے کہ آپ یہ نام کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“

” ہاں۔ میں اس کے لیے مجبور ہوں۔“

” پرنس دلاور اگر میں آپ سے تعاون کروں تو مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا۔“

” روزانہ دس ہزار روپے جب تک آپ مجھے یہ ساری معلومات فراہم نہ کریں۔“

” اہ۔ اور یہ رقم آپ بلاوجہ خرچ کریں گے؟“

” نہیں۔ میں نے تک کہا کہ ملاجہ خرچ کروں گا اس کا ایک مقصد ہے کہ لوگ اس کلب کے اصل مالک کا نام معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“

” مگر اس کے لیے آپ نے میرا انتخاب کیوں کیا؟“

” میں اپنی پسند کے لوگوں کو تلاش کرتا پھر ہا تھا یہ الفاظ کی بات ہے کہ آپ کی ذات میں مجھے ایک ایسی چیز نظر آئی جس نے مجھے اس بات کا حوصلہ بخشنا کہ میں آپ سے یہ کام لے سکوں، دیکھیے مس سائیکس! آپ کو ان لوگوں کو ایک مناسب معاوضہ اور کرنا ہے اور آپ اپنے ضمیر کے خلاف اس کام کے لیے مجبور ہوئی ہیں، میں ان کے ضمیر کو لوگوں سے کبھی یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا جو سزاوار اس پرفیشن میں آتی ہیں اور اس کے بعد غلطیوں کی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں۔ میں آپ کی بائزرگی آپ کی شخصیت کو برقرار رکھنا چاہتا ہوں، انسان زندگی کے جس مرحلے پر پہنچے اپنے آپ کو جس حال سے دلہ برتا نہیں ہوتا۔ گزرتے ہوئے واقعات کو فراموش بھی کیا جا سکتا ہے آج سے بہت سا وقت آپ مجھے سونپ دیں۔ آپ کا اپنا ضمیر بھی اور انداز نہیں ہوگا اور مس سائیکس اگر آپ چاہیں گی تو میں اس کے بعد بھی آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔“

” پرنس دلاور اگر آپ مجھے اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا دیتے تو شاید میں اطمینان سے یہ کام انجام دے سکتی ہوتی۔“

” اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ ہاں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر وقت آیا اور تم میرے لیے کام کی لڑکی ثابت ہوئیں تو شاید میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں۔ پرنس دلاور سے جواب دیا۔“

” ٹھیک ہے۔ میں آپ کی یہ پیشکش قبول کرتی ہوں۔“

” اس کے بعد ہم دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے۔ زندگی سے گذرے گا تصور نکال دو تم میری دوست ہو۔ پرنس دلاور نے کہا اور پھر تاش کی ایک گڈی نکالی۔“

” لوہی تاش اپنے ہاتھ میں لیں۔“

” یہ کیا ہے؟“

” پرنس دلاور نہیں کچھ دینا چاہتا ہے۔“

” کیا مطلب؟“

” میں ان باؤں کا لڑکا ہوں۔ یہ باؤں تاش تمہاری زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دیں گے سائیکس! اپنا یہ فن تمہیں اس لیے دے رہا ہوں کہ تم قسطی طور پر میری نہیں ہو۔ اس وقت جب میرا یہ کام ہو جائے اور جب تم سے دو چار ملا جاؤں تو تمہیں جسم دشمنی ضرورت باقی نہیں رہے گی یہ باؤں غلام ہیں نے تیری تحویل میں دیدیئے، یوں کھو کر یہ غلام میری پوری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ یہ میرے اشارے پر

عمل کرتے ہیں دنیا کے جس حصے میں جس خطے میں ہوں یہ میرا ساتھ دیتے ہیں اور میں اپنا یہ فن نہیں دے رہا ہوں سائیکس! اور اس سے بڑا تحفہ مجھ میں نہیں دے سکتا۔ میرے بارے میں سنو، میں اگر چاہوں تو روزانہ لاکھوں روپے لے سکتا ہوں، مجال ہے کسی کی جو میرے سامنے تاش کے کھیل میں جیت سکے، ان حالات میں تم لوگوں سمجھ لو کہ اپنے طور پر ایک بہترین زندگی گزار سکتی ہو میرے بدن میں سنٹی ہو رہی تھی زندگی کا یہ ریز میس لیے بڑا عجیب، بڑا دلچسپ اور بڑا ہی دلکش تھا۔“

” حالانکہ میں جو کچھ سمجھتی وہ نہیں رہ سکتی تھی لیکن اس کے باوجود زندگی کا یہ نیا انداز پتہ نہیں مجھے کہاں لے جائے گا اور کیا کیا کرنا چاہئے گا۔ چنانچہ میں نے پرنس دلاور سے اس نئے ٹوٹو کو لے لیا۔ اس نے تاش کی گڈی میرے سامنے ڈال دی اور پھر مجھے ایک ایسے انداز میں ایک ایسے عجیب و غریب انداز میں تاش کے کڑے بتائے لگا۔ کہ میں ششدر رہ گئی، اس نے مجھے بتا کہ کوئی بھی نئی گڈی کھولی جائے کس طرح اسے مارا گیا جا سکتا ہے کس طرح اس کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کس طرح تاش کو اپنے احکامات پر چلا یا جا سکتا ہے تقریباً صحیح سات بجے تک وہ مجھے تاش کے کھیل بتاتا رہا، میرا امتحان لیتا رہا اور میں اپنی محو ہو گئی تھی اس میں کہ ہر بات معمول سمجھتی تھی۔“

” صبح کے سات بجے، اور کھیل کیوں سے روشنی چھوڑ کر اندر آئی تو میں چونکی پرنس دلاور کی شکل دیکھ کر میں نے حیرت سے کہا۔“

” ارے صبح ہو گئی ہے۔“

” ہاں طویل صبح ہو گئی ہے۔ کیا تم اپنے آپ کو مٹھن پاتی ہو۔“

” مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے میں ساری زندگی تاشوں کے اس کھیل میں گزارتی چلی آ رہی ہوں۔“

” اس کے سہارے تمہیں کسی بھی برائی سے بچنے کا موقع ملے گا تم اس سے اپنا کام چلا سکتی ہو۔ ہر بچہ دنیا کے ہر گوشے میں اس کی مانگ ہے اپنا کام پورا کرو۔ اور سنو یہ میری ہدایت ہے کہ ضرورت سے بہت زیادہ کھیلو۔ کھیلو بس اتنا کھیلو کہ تمہاری مزدور میں پوری ہو جائی۔“

” میں خیال رکھوں گی پرنس دلاور لیکن آپ نے یہ بتنے مجھے اتنا حیران کر دیا ہے کہ میں آپ کے بارے ہی میں پوچھ رہی ہوں۔“

” میں تم سے پھر ملوں گا اس دوران کو تاش کو کھڑک اس

کلب کے اصل مالک کا پتہ لگا سکوں۔“

” پرنس دلاور۔ آپ نے مجھ پر اتنا اعتماد قائم کر لیا ہے جتنے جتنے میں آپ سے کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔“

” ہاں۔ ہاں۔ سہو۔“

” میں خود بھی اس کلب کے اصل مالک کا پتہ لگانے آئی ہوں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کلب کا اصل مالک راجن سنگھ ہے۔ میرے ان الفاظ پر پرنس دلاور شدت حیرت سے چونک بڑا متحفا۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھتا رہا پھر اپنا کب مہنس پڑا۔“

” کیوں آپ ہنسنے کیوں؟“

” ساری رات جھک مارتا رہا ہوں اور تم اب مجھے بتا رہی ہو کہ اس کلب کا مالک راجن سنگھ ہے۔“

” یہ صرف میرا خیال ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔“

” لیکن سائیکس! تم کیوں راجن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آہن تھیں۔“

” یہ ایک الگ کہانی ہے۔“

” اس کا مطلب ہے کہ دو میری رات تھی مجھے تمہارے ساتھ ہی گزارنا ہوگی۔ پرنس دلاور ہنس کر بولا۔“

” آپ قشربان لیں پرنس دلاور میرے اور آپ کے درمیان اب دوستی کا رشتہ قائم ہے۔“

” ٹھیک ہے ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے میں کو تاش کر دوں گا کہ آج رات کو بھی تمہارے ساتھ وقت گزار سکوں تم مجھے راجن سنگھ کے بارے میں تفصیل بتانا۔ اس کے بعد وہ کے بارے میں سچ سچ رہی، کھڑکی دیر کے بعد ہی میرے لیے ناشہ آگیا۔ ناشہ کے ساتھ ساتھ ڈی ٹی بھی آند آگیا تھا۔ لالچی نوجوان دولت کا رسیا معلوم ہوتا تھا۔ اس ہزار روپے کی گڈی لیویتی پڑی ہوئی تھی اس نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں جھپک پیدا ہوئی۔“

” خوب۔ خوب۔ پرنس دلاور جیسی شخصیت سے دس ہزار روپے وصول کر لینا معمولی بات نہیں ہے۔“

” اٹھاؤ ڈیٹی اور انہیں جیب میں رکھو۔“

” نہیں۔ میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا اس میں سے تو یہی می رقم تم بھی رکھ لو۔ باقی اگر تمہاری پسند ہو اور تمہاری مرضی ہو تو

کلب کے اصل مالک کا پتہ لگا سکوں۔“

” پرنس دلاور۔ آپ نے مجھ پر اتنا اعتماد قائم کر لیا ہے جتنے جتنے میں آپ سے کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔“

” ہاں۔ ہاں۔ سہو۔“

” میں خود بھی اس کلب کے اصل مالک کا پتہ لگانے آئی ہوں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کلب کا اصل مالک راجن سنگھ ہے۔ میرے ان الفاظ پر پرنس دلاور شدت حیرت سے چونک بڑا متحفا۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھتا رہا پھر اپنا کب مہنس پڑا۔“

” کیوں آپ ہنسنے کیوں؟“

” ساری رات جھک مارتا رہا ہوں اور تم اب مجھے بتا رہی ہو کہ اس کلب کا مالک راجن سنگھ ہے۔“

” یہ صرف میرا خیال ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔“

” لیکن سائیکس! تم کیوں راجن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آہن تھیں۔“

” یہ ایک الگ کہانی ہے۔“

” اس کا مطلب ہے کہ دو میری رات تھی مجھے تمہارے ساتھ ہی گزارنا ہوگی۔ پرنس دلاور ہنس کر بولا۔“

” آپ قشربان لیں پرنس دلاور میرے اور آپ کے درمیان اب دوستی کا رشتہ قائم ہے۔“

” ٹھیک ہے ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے میں کو تاش کر دوں گا کہ آج رات کو بھی تمہارے ساتھ وقت گزار سکوں تم مجھے راجن سنگھ کے بارے میں تفصیل بتانا۔ اس کے بعد وہ کے بارے میں سچ سچ رہی، کھڑکی دیر کے بعد ہی میرے لیے ناشہ آگیا۔ ناشہ کے ساتھ ساتھ ڈی ٹی بھی آند آگیا تھا۔ لالچی نوجوان دولت کا رسیا معلوم ہوتا تھا۔ اس ہزار روپے کی گڈی لیویتی پڑی ہوئی تھی اس نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں جھپک پیدا ہوئی۔“

” خوب۔ خوب۔ پرنس دلاور جیسی شخصیت سے دس ہزار روپے وصول کر لینا معمولی بات نہیں ہے۔“

” اٹھاؤ ڈیٹی اور انہیں جیب میں رکھو۔“

” نہیں۔ میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا اس میں سے تو یہی می رقم تم بھی رکھ لو۔ باقی اگر تمہاری پسند ہو اور تمہاری مرضی ہو تو

نو نظر نہیں آیا۔

”میں اس دوران دوسرے لوگوں سے بچنا چاہتی ہوں۔“
 ”ہو۔ اور اس کا وجود کم بہتر نہیں تھی کہ پرنس دلاور میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔“
 ”نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ اس نے چونکہ مجھ سے وعدہ کیا تھا اس لیے میں ابھی کسی اور کا ساتھ نہیں جا رہی۔“
 ”تو یہ ٹھیک ہے یہاں سے اٹھ جاؤ۔ اس ٹکڑے ٹھکانے والی لوگوں کی طرف بے شمار لگا رہی تھی ہیں جبکہ کہیں اور یہ سب کچھ نہیں ہے۔ کوئی بھی تمہاری طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ پوششیں کر سکتا ہے کیونکہ اگر تم یہاں نہیں ہوگی تو پھر کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔“
 ”تو تم یہ کہاں جاؤ گی؟“

”دوسری سمیت آ جاؤ۔ تمہیں روم میں تمہارے لیے خاصی تفریحات موجود ہوں گی۔ تاش کے کھیل سے کچھ واقفیت رکھتی ہو۔ اس نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میں چونک گئی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اگر میں تاش کھیلنا شروع کر دوں اور پرنس دلاور آجاتے تو یہ سوچے گا کہ میں بھی عام سٹی۔ لوگوں کی طرح ہوں۔“

اور فرخا بھی اس کے دے ہوئے فن سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوشاں ہو گئی ہوں، لیکن پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ اگر پرنس دلاور آ گیا تو اس سے کہوں گی کہ صرف اس کا انتظار کرنے کے لیے میں تاش کے کھیل میں مصروف ہو گئی تھی، تاکہ دوسرے لوگوں کو ٹالنا جاسکے وہ یقیناً میری جھجھکیوں کو سمجھ لے گا۔ اس خیال کے تحت میں روٹی کے ساتھ اٹھ گئی، ابھی تک میں نے گان کلب کے دوسرے شعبے نہیں دیکھے تھے، روٹی میں دورانے سے مجھے دوسری طرف لگے تھے، وہاں کی فصاحتی زبان خیر تھی، بہت سی میزیں بھی ہوتی تھیں، جن پر جوا ہو رہا تھا۔ شراب کی ٹریاں گردش کر رہی تھیں، اور ضرورت مند ان میں سے اپنی لینا کا جا اٹھا لیتے تھے، ہم دونوں ایک میز پر پہنچ گئے اور ٹریاں گھسیٹ کر بیٹھ گئے، روٹی نے نوٹوں کی ایک نگڑی نکال کر میری گود اور وہ اس کے اسٹیکرز لے آیا۔ میں اپنے قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا کھیل دیکھ رہی تھی، سب اٹھ کے اندر سے اٹھ کھڑے پورے تھے، بڑی بہداری سے کھیل رہے تھے، ہم بھی ان میں شامل ہو گئے روٹی میری رہنمائی کر رہی تھی اس نے میرے لیے کارٹونے لیے

نے دل ہی دل میں سوچا کہ جیکو کازم اس کی مشق ہی رہے کچھ نہ کچھ ہوا یا کرے گا اور تم کے حصول کے لیے کوئی وقت پیش نہیں آئے گی۔ بہت سی باتیں سوچ رہی تھی میں، ۱۱ لوگوں پر ممکن اٹھا کر لینا چاہتی تھی اس کے بعد اٹھا کا کرکوں، ابھی تک روپا کے سلسلے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں ہو سکی تھی۔ میرا دل تڑپتا تھا۔ اس کی باڈی سے سینے میں پینے لیتی رہتی تھی۔ اب ساری دنیا میں اگر کسی کو اتنا سمجھتی تھی وہ روپا تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میں ابھی تک مجھے روپا کو کوئی نشان نہیں مل سکا تھا۔ ہاں اس بات اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کلب سے کسی نہ کسی طرح راجھن کا تعلق ہے ضرور، البتہ پرنس دلاور کے بارے میں سوچ تو ذہن اٹھ جاتا۔ اس کا مقصد ہے کہ پرنس دلاور بھی کسی سے راجھن کے تاش میں ہے یا وہ لوہیں کا آدمی ہوگا ہے لیکن یہ بات حق سے نیچے نہیں آتی تھی چونکہ جانتی کہ راجھن کے ہاتھ آتے تھے یہ میں کہہ لوں تو ایک طرح اس کی تھی میں ہے اگر وہ کوئی ذاتی سلسلہ ہے تو پھر پرنس دلاور میرا راز دار بن سکتا ہے مجھے آج بھی اس کی آس کا اٹھا تھا۔ شام کو وہ تیار ہو کر بیٹھے کلب میں آگئی اور بہت دھمک بھری پرنس دلاور کا انتظار کرتی رہی۔ وہ مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج بھی آئے گا لیکن وہ نہیں آیا تھا یہ نہیں کیوں میں کافی دیر تک اس کا انتظار کرتی رہی اور پھر روٹی پاس پہنچ گئی۔

”ہیلو۔ اس نے میرے سامنے کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ کر دیا۔“
 ”ہیلو روٹی۔ آج تو بہت خوبصورت نظر آ رہی ہو۔“
 نے اس کے لباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور روٹی نے مسکراتے ہوئے اس کا فنگر یہ ادا کیا پھر بولی۔
 ”تمنا بھیجی ہو۔“
 ”ہاں۔ پرنس دلاور کا انتظار کر رہی ہوں۔“
 ”کیوں اس نے آنے کے لیے کہا تھا؟“
 ”ایک بات بتاؤ روٹی کیا وہ روز آتا ہے؟“
 ”نہیں ہوٹو آدمی ہے جب دل چاہتا ہے چلا آتا۔ ورنہ نہیں آتا۔“
 ”مجھے امید تھی کہ آج وہ آئے گا۔“
 ”ممکن ہے اگر تم سے وعدہ کیا ہے تو آ جائے بھی تک

مجھے دسے دو میں نے ایک ہزار روپے کے نوٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لیے اور باقی نوٹ ڈروٹی کو دے دیئے۔ ڈروٹی تو سرا بے دام غلام بن گیا تھا، پھر جو چکر رات بھر باگ تھی۔ اس لیے دس ساڑھے دس بجے کے قریب ناشتہ کر کے سونے کے لیے لیٹ گئی اور پھر شام تک سوتی رہی۔ دوپہر کا کھانا گولی ہو گیا تھا کیوں لگ رہی تھی میرے لیے تو اب یہاں عیشی ہی عیشی تھے۔ ڈروٹی بذات خود میرا مرناس بن کر رہ گیا تھا۔

چنانچہ شام کو بھی وہ ناشتہ کے ساتھ میرے پاس آیا۔ بلکا کھانا کھا لیجئے میں سائیگی اور اس کے بعد رات ہی کو کھانا کھا لیتے۔

”ٹھیک ہے میں نے جواب دیا اور ناشتہ کرنے کے بعد میک اپ وغیرہ کرنے لگی اسی وقت روٹی آگئی۔“
 ”ہیلو۔ کچھ ہم پر بھی نو نظر عنایت ہو جا یا کرے میں سائیگی ڈروٹی کو تو آپ نے دولت سے نوازا دیا ہے۔ میں نے ایک ہزار روپے کے وہ نوٹ اٹھا کر روٹی کے سامنے ڈال دیئے۔“
 ”ارے۔ یہ۔ یہ روٹی تمہیں اتنا انداز نہیں بولی۔“
 ”رکھو۔ رکھو۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے میں تو زندگی سے اکتا ہی ہوئی لڑکی ہوں۔ دولت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”میں۔ میں تمہارے بارے میں کچھ جان سکتی ہوں مجھے تم بہت عجیب و غریب لگی ہو۔“
 ”پرنس میرے بارے میں کچھ دیکھ جانے کا خواہاں ہے، چھوڑو روٹی کن چکر میں پڑی ہوئی ہو۔“
 ”ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی دلیے بتاؤ پرنس دلاور کیسا آدمی ثابت ہوا۔“
 ”جیسے آدمی ہوا کرتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔“
 ”کوئی انفرادیت نہیں تھی اس میں۔“
 ”نہیں مجھے نہیں محسوس ہوئی کیوں تمہارا خیال ہے؟“
 ”بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا میں نے پتہ نہیں کیوں مجھے یہ شخص کچھ عجیب سا لگتا ہے۔“
 ”میں نے اس کے اندر کوئی عجیب بات نہیں پائی روٹی کے جانے کے بعد میں نے تاش کی گڑھی اٹھا لی جو پرنس دلاور ہیں پھر لیا تھا اور پرنس دلاور کے بتائے ہوئے طریقوں سے انہیں تقسیم کرنے لگی۔ پرنس حیرت کی بات تھی ہی، ایسے گڑھے سکھاتے تھے اس نے مجھے کہ میں ابھی تک حیرت زدہ تھی، میں

تھے اور بہ حال مجھے بتینا تھا، لیکن میں کسی پر ظاہر نہیں ہونا چاہتی تھی، چنانچہ میں نے پہلے مسلسل بین باغ ہمارے، پرنس دلاور نے مجھے تاش کا صحیح طریقہ سکھا دیا تھا، میں ان نیوں ہاتھوں میں نہایت بے دردی سے داؤ لگاتی تھی اور اس سے زیادہ اسٹیکرز چلے گئے تھے جوتے ہاتھ میں میں جم گئی، اور میں نے دوسری کوشش شروع کر دی میرے مقابل بیٹھے والے جا راضا تھے، میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا اور وہ مسکرا کر میری بلون دیکھنے لگا اور پھر اس نے غمزہ انداز میں داؤ لگانے شروع کر دیئے۔ میں آرام سے کھیل رہی تھی، اور دوسرے لوگوں کو اس پر سخت دلچسپی آ رہا تھا، چالیس بڑھتی گئیں اور میرے سامنے کھی ہوئی ساری ٹوٹیں ختم ہو گئیں، وہ لوگ اپنے اپنے کارڈ پھینکتے چلے گئے۔ اور آخری آدمی وہی رہ گیا تھا، جسے میں نے مخاطب کیا تھا، اس آخری ہاتھ میں اس نے مجھ سے سٹو کیا تھا اور نتیجہ صاف تھا۔ میرے کارڈ اس سے کہیں بڑے تھے، چنانچہ اسٹیکرز کا ڈومبر میں نے اپنے سامنے سر کیا اور روٹی کا سانس بند ہو گیا، بہت بڑی رقم آگئی تھی میرے پاس، اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”بڑا خوفناک کھیل کھیل رہی ہو تم، میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس مسکرا کر روٹی کی طرف دیکھ کر وہ گئی، تقریباً ایک گھنٹہ تک میں کھیلتی رہی اس دوران میرے سامنے ہزاروں روپے کے اسٹیکرز جمع ہو گئے تھے۔ تب روٹی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔“

”اوہ۔ تم تمہیں کرو۔ پلیز پلینس کر دو۔ اب ان لوگوں کو معاف کر دو، میں ہنس کر وہاں سے اٹھ گئی، روٹی نے دوبارہ وہیٹ کو بلایا اور اسٹیکرز نوٹوں میں بدل لیے، پھر وہ سب ساٹھا کھ گئی، اس کا سانس تری طرح پھول ہوا تھا۔“

”کیوں روٹی کیا بات ہے؟“

”تم۔ تم تو قیامت ڈھکاؤ گی، مجھے تمہاری بیعت تو معلوم ہی نہیں تھی۔“

”لو اس میں سے آدمی تمہارا ہی نہیں ہے اس سے کہا۔“

اور روٹی کا سانس ایک پارکھ بند ہو گیا۔

”یہ، یہ بہت زیادہ ہے، وہ کیا کھاتے بیچے ہیں بولی۔“

”کوئی بات نہیں، رکھ لو روٹی نے تری طرح ان نوٹوں پر جھپٹا مارا تھا، میرے پاس خاصی رقم تھی جو میرے لیے ایک طرح سے بے مقصد تھی، لیکن ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا تھا،

اس کلب کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لیے ان لوگوں کو مالی نامہ پہنچانا ضروری تھا چنانچہ ہم مجھے بھلائے نکل آتے اور فقوڑی دیر بعد اپنی میز پر پہنچ گئے، ارونی میرے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی، اس نے کہا۔
" اگر تم چاہو تو میں۔ میں تمہارے لیے بہت کچھ کر سکتی ہوں۔"
" کیا؟ میں نے سوال کیا۔"
" مقصد یہ کہ۔ کہ چھوڑ دو روٹی یہ ساری باتیں لجد کی ہیں۔ میں تم سے بہت متاثر ہوں، دل چاہتا ہے کہ تم سے تمہاری زندگی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی جائیں۔"

میں۔ میں بس یوں سمجھ لو کہ روٹی باتیں میں اس وقت بھی کہو گی ساری باتیں لے گا میں، انسان کو حال دیکھنا چاہیے۔ پرنس دلاور آج شاید نہ آئیں، اب ان کا وقت گزر چکا ہے میں خاموش ہو کر فقوڑی دیر بعد روٹی علی گئی میرا اب یہاں بیٹھے رہنا ضروری نہیں تھا، کیونکہ پرنس دلاور نہیں آیا تھا چنانچہ فقوڑی دیر بعد میں اپنے کمرے میں آگئی، جب میں اپنے کمرے میں پہنچی تو اس کے چند منٹ بعد ہی ڈوبنی میرے پاس پہنچ گیا۔
" کیوں میڈم سائیکہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا؟"
" ہاں ڈوبنی کچھ ممکن ہے۔"

میں نے سنا ہے کہ آج آپ گیمیز روم میں نکل گئیں تھیں اور وہاں آپ نے قیامت تو ڈھا دی۔
" ہاں تمہارا حقہ محفوظ ہے ڈوبنی، میں نے کافی نوٹ اس کے سامنے رکھ دیئے اور ڈوبنی خوف زدہ انداز میں چہچہا کر گیا۔"

گویا۔ گویا یہ ایہ۔
" ہاں، میں نے جیتے ہیں۔"
" کمال ہے۔ بہر طور بڑی عجیب شخصیت ہے تمہاری، میں نہیں دیکھی سب سے حیرت انگیز لڑکی کہہ سکتا ہوں۔"
" نہیں ڈوبنی میں تو معمولی شخصیت کی لاک ہوں، میں نے جواب دیا اور خاموش ہو گئی۔"

" آئیے اگر لورنہ پوری ہوں تو میرے ساتھ فقوڑی دیر نیچے بیٹھیے، ابھی سے آپ لیٹ کر کیا کریں گی۔"
" نہیں مجھے رتنے ہی دو ڈوبنی، آرام کرنا چاہتی ہوں۔"
" پلیز فقوڑی دیر تو میرے ساتھ باہر بیٹھیے کیا کریں گی آپ آئیے میرے آفس میں بیٹھیے، ڈوبنی کے مجبور کرنے پر میں اس کے ساتھ اس کے آفس پہنچ گئی، اس کا آفس بہت شاندار تھا۔"

ڈوبنی متحیرانہ انداز میں دیکھتا رہا پھر لولا۔
" اگر آپ کے بارے میں سارا ڈوبنی کو معلوم ہو جائے تو میرا خیال ہے۔"
" سارا ڈوبنی کون؟"
" اس کلب کی لاک۔"
" وہ اس کلب کی لاک ہیں لیکن میں نے نوٹ سنا ہے اس کلب کا مالک کوئی اور ہے؟"
" نہیں۔ سارا ڈوبنی ہی اس کی لاک ہیں، ڈوبنی نے جواب دیا۔"

" خوب۔"
" کیا آپ سارا ڈوبنی سے ملاقات کرنا پسند کریں گی، میرا خیال ہے اگر میں آپ کے بارے میں انہیں بتاؤں تو وہ بھی حیران رہ جائیں گی۔"
" بتا دیکھ کی طرح ہے؟"
" میں تو یہ کہتا ہوں، بس سائیکہ لاک اگر آپ ان لوگوں کو بیوقوف بنانے کے بجائے اگر تاش کا کیل سکیٹی رہیں تو لاکوں کا سستی ہیں، میرا تو یہی مشورہ ہے کہ آپ سارا ڈوبنی سے باقاعدہ مل جائیں، تاکہ آپ کو اس سلسلے میں مکمل تحفظ بھی مل جائے، اور آپ ان معلومات سے بھی ناخوش ہوں، ہاں اگر زندگی میں کبھی تفریح کو دل چاہے تو پھر اس میں پسند کی شخصیت کا بھی دخل ہوتا ہے۔"

" ٹھیک ہے اگر آپ چاہیں تو میں سارا ڈوبنی سے مل سکتی ہوں۔"
" ایک منٹ، ڈوبنی نے کہا اور ایک فون قریب کھینک کر اس پر بڑبڑا کر لگا، میں نے کمرے پر خاص طور سے دھیان دیا تھا اور انہیں ذہن نشین کر لیا تھا۔ پھر اس کی آواز اٹھری۔
" میڈم سارا ڈوبنی موجود ہیں، میں ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"
" کون صاحب بول رہے ہیں، دوسری طرف سے آواز آئی۔"
" ڈوبنی۔"

" چند منٹات توقف فرمائیے، ادھر سے کہا گیا اور پھر فقوڑی دیر بعد فون پر کسی کی آواز سنی دی۔
" میڈم میں ڈوبنی بول رہا ہوں، ایک خاتون کے بارے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، بڑے کاک کی چیز ہیں، جی ہاں تاش کی لڑکی، کیا، آپ یقین کریں گی کہ آج انہوں نے اپنے کھیل سے قیامت

میز کی دراز سے ایک بڑی مگر ٹیٹ کا ایک ٹکالا اور ایک سگریٹ ہونٹوں سے لگا کر سونے کے ایک لٹریٹ سے اُسے منگوانے کی، ڈوبنی نے طرہی سے ایش ٹریٹ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دی، سارا ڈوبنی نے سگریٹ کے دو تین گہرے گہرے سس لیے اور گالھا احوال چھوڑے ہوئے لولی؟
" سنا ہے کہ تم نے ہمارے کلب میں تہلکہ مچا دیا ہے۔"
" نہیں میڈم، میں تو خاموشی سے یہاں وقت گزار رہی ہوں۔ میں نے سسکاٹے ہوئے کہا۔"

" ہونہر۔ کیوں سارا ڈوبنی نے سوال کیا؟"
" بس مسٹر ڈوبنی خواہ مخواہ مجھ سے متاثر ہو گئے ہیں حالانکہ اس عظیم الشان کلب میں مجھ جیسی بھانجے کتنی لڑکیاں آتی ہوں گی، مجھ میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔"
" خوب انکساری سے کام لے رہی ہو، ڈوبنی نے تمہاری کچھ خصوصیات بتائی ہیں مثلاً تاش کے کھیل میں تم اپنے مقابل کو جیتتے نہیں دیتی۔"
" میں جان لیتھ کر لیا نہیں کرتی، اب اس کو کیا کروں، یہ جان کاغذ کے ٹکڑے مجھ سے بڑی انسیدت رکھتے ہیں اور جب مجھ تک پہنچتے ہیں تو مجھے مایوس نہیں ہونے دیتے، میں نے جواب دیا۔"

" خوب۔ خوب اس بار سارا ڈوبنی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی، اس نے کہا۔
" کسی بہت بڑے مارفن کی نشا کھڑا معلوم ہوتی ہو۔"
" آپ بھی مجھ کو بس میڈم میں تو یہ نہیں کروں گی، کیونکہ میں کسی بھی معاملے میں بحث کی تامل نہیں ہوں۔"
" تمہاری گفتگو کا انداز بڑا عجیب ہے، لیکن میں تم سے چند سوالات کرنا چاہتی ہوں، سارا ڈوبنی نے کہا۔

" فرد میڈم، مسٹر ڈوبنی نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں اس لیے میں حاضر ہو گئی۔"
" تمہاری اصل شخصیت کیا ہے، سارا ڈوبنی نے سوال کیا، اور ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک جیتا کاسا ہوا، لیکن میں نے اپنے تاثرات کا اظہار چہرے سے نہیں ہونے دیا تھا میں نے آہستہ سے کہا۔
" کیا مجھ جیسی عورتوں کی بھی کوئی اصل شخصیت ہوتی ہے؟"
" نہیں میرا مقصد ہے زندگی کس طرح گزارنی رہی ہو؟"
" بس تھوڑے تھوڑے آواز گویا میرا مقصد ہے، میں نے اپنی زندگی کو ایک لائیلی حیثیت دے دی ہے اور کوئی خاص روک

دھاری سے ہیں آپ سے ان کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جی ہاں وہ ہماری مستقل ممبر ہیں جس میں یوں سمجھ بیٹھے، دولت کی کان ہیں، جی ڈوبنی اس سے بات کر رہا تھا شاید اس عورت نے آنے کا وعدہ کر لیا تھا، میں محسوس کر رہی تھی کہ اس کا میں ایک قدم اور آگے بڑھتی ہوں، اگر اس طرح سارا ڈوبنی کی توجہ حاصل ہوجائے تو کلفت ہی آجائے گا۔ واقعی پرنس دلاور نے مجھے ایک بہت بڑا فتنہ دیا تھا لیکن خود وہ بھانجے کہاں غائب ہو گیا تھا، ممکن ہے کہ میں مصروف ہو رہے دل میں بار بار اس کا خیال آتا رہا، میں سوچتی رہی، لیکن اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی، وہ بے حد پراسرار شخصیت کا مالک تھا، اس کی ڈوبنی کے پاس بیٹھی رہی، پھر دفعتاً اس کا کام پیرا سے اشارہ معمول ہوا اور اس نے اس طرح کام شروع آن کر دیا۔
" ہاں ڈوبنی آتما، ایک بھاری اور گوج دار آواز سنائی دی جو تھی تو کسی عورت ہی کی کیوں اتنی باٹ دل اور عجیب تھی کہ میں اس سے متاثر ہو کر بغیر تین رہ سکتی، ڈوبنی ایک دم موڈ بگڑ گیا۔"
" میں پہنچ رہا ہوں میڈم، اس نے کہا اور میری طرف رخ کر کے لولا۔"

" آئیے سارا ڈوبنی آپ کو یاد کر رہی ہیں، اس نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گئی، ڈوبنی میرے ساتھ کمرے میں داخل ہوا وہ گانٹ کلب کی لاک کے شاہان شان ہی تھا، لاکو کیا عظیم الشان حال تھا، جس میں قیمتی ترین فرنیچر موجود تھا اور جاپانی طرز پر بے حد خوب صورتی سے سجایا گیا تھا، طویل میز کے پیچھے اعلیٰ درجے کی کرسی پر ایک طویل القامت عورت بیٹھی تھی، وہ کافی خوبصورت تھی، لیکن اس کا لحاظ سے اس کے بدن کا پھیلاؤ بھی تھا، لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ اسے سروٹوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا تھا، بس عظیم الشان عورت تھی، میں نے ایک نگاہ میں اس کا جائزہ لیا، سروٹو لغزت میں ڈوبنی ہوتی ایک عجیب سی عورت، جسے واقعی اس کلب کی مالک کے طور پر محسوس کیا جاسکتا تھا، میرے سلاک کے جواب میں وہ سروٹو پاٹ انکھڑوں سے مجھے دیکھتی رہی، گردن کو کم کر کے اس نے میرے سلام کا لہجہ اتار دیا تھا، ڈوبنی مجھے ساتھ لیے لیے اس طویل میز کے سامنے پہنچ گیا، اور سارا ڈوبنی آہستہ سے لولی۔
" بیٹھو، ڈوبنی نے میرے لیے کرسی کھینچ دی تھی، میں میڈم کی مجھ سے ایک کرسی چھوڑ کر ڈوبنی بھی بیٹھ گیا تھا، اب سارا ڈوبنی نے

نہیں بلکہ اس کے لیے بس لوں ہی زندگی گزارتے ہوئی دہرے دن نکل آئی اور ہال گان کلب جیسی جگہ میرے لیے انتہائی مناسب تھی خوش قسمتی سے مجھے یہاں کا ممبر بنا دیا گیا، سارا ڈیوٹی کم لگتی میں دبی ہوئی سڑک ٹوٹھورا اور اسے ایٹھ ٹکے میں گر پڑا۔ حالانکہ اس نے اُس کے دو تین کس ہی کیے تھے، یہ غالب اس کی بڑی کثرت کا اظہار تھا۔ طینی خاموشی سے بیٹھا ہوا ہماری گذشتہ کسٹن رہا تھا، اس نے اس دوران اس گفتگو میں کوئی دخل نہ کیا وہ اب تھا، سارا ڈیوٹی ٹھوڑی دیر تک خاموش رہی، اس کے بعد اس نے دوسرا کسٹن نکال لیا، اس کے اس انداز میں غمزہ اور لذت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، وہ ظاہر نہ کیا، مگر کئی کئی بار بہت ہی عورت ہے بہر طور ٹھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اُس نے کہا۔

”تم مجھے سے تقارن کرو میں تمہیں یہاں ہر طرح کی مراعات دے سکتی ہوں۔“

”کیوں نہیں ظاہر ہے مجھے مراعات کے سوا کیا اور کار ہے میں نے جواب دیا۔“

”اگر تاش کا تقصیل دہند کرتی ہو تو میں شکل میں چاہوں ہاں رہو، میں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن اگر کبھی ضرورت پیش آئے تو تم تاش کے کھیل میں ہمارا ساتھ دو گی۔“

”مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، میں نے جواب دیا۔“

”اگر تم چاہو تو میں تمہارا امتحان لوں، میرا مقصد ہے کہ میں بھی تمہارا کھیل دیکھنا چاہتی ہوں۔“

”جیسا میڈم پسند کریں میں نے جواب دیا اور سارا ڈیوٹی دینی کو مخاطب کر کے پولس۔“

”سٹوکیا گرواس موجود ہے۔“

”پتہ نہیں میڈم اگر آپ کہیں تو میں اُسے ڈرائی کر سکتا ہوں؟“

”ہاں اگر وہ موجود ہو تو اُسے بلاؤ، سارا ڈیوٹی نے کہا اور ڈیوٹی اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا، سارا ڈیوٹی خاموشی سے کسٹن کے کسٹن لیتی رہی، پھر اُس نے کہا۔

”تمہاری شخصیت نے مجھے متاثر کیا ہے، بہر طور میں تمہارا تاش کا فن دیکھنا چاہتی ہوں، اس کے بعد ممکن ہے میں تمہیں اپنے خصوصی سامعیتوں میں شامل کروں، ڈیوٹی ہا کھانا اگر درست ہے تو واقعی مجھے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو تم جیسے ہوں۔“

”مجھے کسی بھی سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا ڈیوٹی چند لمحات میں واپس آ گیا اس نے بتایا کہ گرواس ایسی ٹھوڑی دیر کے

بعد پہنچنے والا ہے، ہم انتظار کرتے رہے، پھر ٹھوڑی دیر بعد سارا سونے رنگ کا ایک نوجوان جن کی آنکھوں میں ہلاکت چمک تھی، اندر داخل ہو گیا اُس نے ادب سے سارا ڈیوٹی کو سلام کیا، اور میز کے پاس آکھڑا ہوا۔“

”بیٹھ جاؤ گرواس تاش کھلتے ہیں، سارا ڈیوٹی نے کہا، اور گرواس تھیل حکم کرتے ہوئے بیٹھ گیا۔ اندازاً ایسا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار سارا ڈیوٹی کے ساتھ بیٹھنے کا اعزاز حاصل ہوا، سارا ڈیوٹی نے میز کی دروازے سے تاش کی ایک گڈی نکالی اور اس کا کور پھاڑنے لگی، پھر اس نے تاش میز پر ڈالی۔ اور لوٹوں کی گڈی نکال لی۔“

”تم لوگوں کے پاس کچھ ہے اُس نے طینی وغیرہ سے پوچھا۔“

”کیوں نہیں مادم ڈیوٹی نے جواب دیا اور یہ سب سے کالی نوٹ نکال لیے گرواس نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ سارا ڈیوٹی نے تاش کی گڈی خود اپنے ہاتھوں سے شغل کی تھی اور پھر میری طرف کاٹنے کے لیے بڑھادی۔ میں نے لاپرواہی سے چند تاش کاٹ کر رکھ دیئے سارا ڈیوٹی نے تاش تقسیم کیے، اتم کتنے لگی اور میں لاپرواہی سے اپنے ساتھ رکھے نوٹ درمیان میں پھینکے لگی، سارا ڈیوٹی اور گرواس مجھے رقم اس انداز میں پھینکے دیکھ کر سسکا رہے تھے۔

”میز پر نوٹوں کی تو ڈیوٹیوں کے تیار کافی اونچے ہو گئے تو سب سے پہلے سارا ڈیوٹی نے اپنے کارڈ اٹھائے اور مطمئن انداز میں نیچے رکھ کر پھر کھیلنے لگی، اُن کی دکھا دیکھی گرواس نے بھی اپنے کارڈ اٹھا لیے تھے، ڈیوٹی بھی کھیل رہا تھا، ڈیوٹی نے اپنے کارڈ اٹھا کر دیکھے اور نیچے پھینک دیئے البتہ گرواس کچھ دیر تک ہمارا پھر اس نے کارڈ اپنی گڈی میں شامل کر دیئے اور نیچے ہٹ گیا، اب میں اور سارا ڈیوٹی رہ گئے تھے سارا ڈیوٹی مسکراتے ہوئے رقم گانے لگیں اور سب کا کافی رقم میز پر ڈھیر ہو گئی تو میں نے لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”میڈم بہتر ہے کہ اب آپ میرے کارڈ کو دیکھیں اور کم از کم اس بازی کو ختم کریں۔ میں نے کہا۔“

”اوہ۔ اچھی ہے۔ اچھی تو تھا ہے پاس کافی رقم ہے، سارا ڈیوٹی نے اپنی بھر پور مسکراہٹ کے ساتھ کیا۔“

”جی ہاں اور ابھی مزید نوٹ میرے پاس آجائیں گے آپ خواہ مخواہ اپنے پیسے کیوں منان کر رہی ہیں۔ کارڈ دیکھیں۔ میں نے کہا اور سارا ڈیوٹی نے میری بات مان لی۔

”میرے پاس فرسٹ رائٹوں ہیں۔ انہوں نے کہا اور اپنے

پتے میز پر پھیلا دیئے۔ کیتھ، بادشاہ، اور بیگم تھے، لیکن مختلف رنگوں میں۔ میں نے بھی اپنے کارڈ اٹھائے۔ گرواس کی آنکھوں میں میرے ہاتھوں پر بھی ہوتی تھیں، تب میں نے کارڈ اٹھانے کے پتے میز پر ڈال دیئے۔ سب کے چہرے مسکوا کر رہ گئے تھے گرواس نے جین نظر آنے لگا۔

”یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ بڑھڑایا۔“

”آپ نے تو کارڈ دیکھے بھی نہیں تھے؟“

”اس کا جواب میڈم دیں گی۔ میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔“

”گرواس میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتی، واقعی یہ بڑی عجیب بات ہے۔“

”کارڈ بھی آپ نے بانٹے تھے میڈم، گرواس لولا۔“

”ہاں۔ اور تم جانتے ہو۔ میں کوئی گروٹ نہیں کر سکتی۔“

”تب اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے گرواس نے کہا اور پھر لولا۔ ذرا کارڈ مجھے دیں۔ سارا ڈیوٹی نے کارڈ اٹھا کر گرواس کو دیکھے اور گرواس گڈی سمیٹ کر گائے شغل کرنے لگا، پھر اس نے کارڈ میز پر ڈال دیئے۔

”آپ ہی کا پتہ مختصر۔“

”نہیں اس بار یہ فرض مسٹو طینی انجام دیں گے، تو ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ میں نے کچھ کارڈ کر دی ہے۔ میں نے کہا لیکن اس دوران میں اندازہ لگے جی تھی کروٹوں سے کارڈ رکھا ہوں۔“

”اس بار آپ کو نہیں کر سکیں گی گرواس مسکرا کر لولا۔“

”کہہ جی ہوں کہ میں کوئی گروٹ نہیں کرتی تاش میرے ساتھ ایماندار ہیں اور میں ان کے ساتھ۔ مجھے ظاہر ہے کہ آپ نے کارڈ لگا دیئے ہیں لیکن یہ مجھے دھوکا نہیں دیں گے، میں نے اگلا دستہ کہا اور سارا ڈیوٹی کے اشارے پر ڈیوٹی نے کارڈ کاٹ دیئے، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس کے پاس کیا جا رہا ہے۔ گرواس نے تقیہ گڈی، اٹھائی اور کالونٹیم کر لگا۔ سارا ڈیوٹی کے چہرے پر بہت زیادہ ڈبھی کے آثار تھے کھیل شروع ہو گیا اور میں اسی لاپرواہی سے چیلنے لگی، اس بار بھی نامی رقم جمع ہو گئی تھی، مجھے اندازہ تھا کہ اس کے پاس کیا ہے، اس بار گرواس نے اپنے پاس بہترین پتے رکھے تھے، لیکن یہ بھی اتفاق تھا کہ میرے پاس اس سے بڑے کارڈ تھے بہر طور میں اس سے ہار کیے، مان نکلتی تھی، چنانچہ وہ بڑے یقین سے ہماری رقمیں لگاتار ہا۔ یہاں تک کہ اس نے

اپنی آخری پوچھی بھی لگا دی اور سکارا ہوا لولا۔

”اب مجھ پر ہے، تاش کے کھیل میں اوصاف ظالم ہے تو میں کچھ فرض ماننے کی کوشش کرتا ہوں۔“

”چلو پتے شو کرو۔ سارا ڈیوٹی نے جینی سے لولی اور پھر اس نے خود ہی گرواس کے پتے اٹھ دیئے۔“

”تین غلام تھے۔“

”ٹرہل۔ سارا ڈیوٹی اٹھیل پڑی۔“

”میرے لیے بھی آپ ہی زحمت کریں میڈم، میں نے ہنس کر کہا اور سارا ڈیوٹی نے میرے سے میرے کارڈ اٹھا لیے۔ پھر ان کا چہرہ حق ہو گیا، ایک لمحے تک تو وہ کارڈ ہاتھ میں لیے پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہیں۔ ڈیوٹی اور گرواس سخت لے جین تھے۔“

”تین۔ تینیں۔ انہوں نے سرسرائی آواز میں کہا اور پتے میز پر ڈال دیئے۔“

”ناممکن۔ میں نے انہیں تین تکیاں دی تھیں گرواس نے سرسرائی آواز میں لولا۔“

”تب اسے جادو گرمی ہی کہا جا سکتا ہے۔ سارا ڈیوٹی نے کہا۔“

”نہیں مسٹر گرواس آپ نے تین تکیاں نہیں دی تھیں یہ پتے اس جگہ سے اٹھائے، جہاں سے میں اشارہ کروں میں نے کہا اور گرواس نے وہ پتے اس جگہ سے اٹھا لیے۔“

”اب انہیں تقسیم کر دیجئے، چار آدمیوں میں تین تکیاں سارا ڈیوٹی کے پاس جا رہی تھی۔ میں نے کہا اور گرواس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ چند ہی لمحات کے بعد اُن سب نے دیکھا کہ سارا ڈیوٹی کے سامنے سے تین تکیاں اٹھائی گئی تھیں۔“

”گرواس حیرت سے مزہ چھا کر رہ گیا تھا۔ مجھے حیرت ہے میں نے تاش جس جگہ رکھتے تھے، وہاں سے تین تکیاں ہی آپ تک آئی چاہئیں تھیں۔“

”بہر طور اب کیا کہا جا سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا سارا ڈیوٹی متیر انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں پھر وہ آہستہ سے لولی۔

”میں نے۔ میں نے اس سے زیادہ عظیم کھیل کبھی نہیں دیکھا۔“

”میں اپنے دوستوں کے درمیان ہوں، سارا ڈیوٹی اور یہ کھیل میری مناسبت کے حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس جیتی ہوئی رقم سے میں کچھ قبول نہیں کروں گی۔“

”اوہ نہیں ڈیڑھ مہینہ مناسب نہیں ہے، سارا دلوی بیٹنی سے لولی۔ وہ آئی دولت مند مہرے کے باوجود کافی لاپچی معلوم ہوتی تھی۔“

”اصول کی بات ہے۔ میں نے کہا۔“
”کاش تم ہمیشہ کے لیے ہم لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ تاہم اس کی ایسی جا دگر سہی ہے تو ہم دنیا کے امیر ترین لوگ بن سکتے ہیں۔ تم نے کبھی کس دوسرے ملک میں بھی جڑا کھلا ہے۔“

”نہیں مریٹم میں صرف اپنے ہی ملک میں رہی ہوں، میری دنیا میری نگاہوں سے اوجھل ہے۔“

”اوہ میں نہیں۔ میں نہیں ساری دنیا کا دورہ کر سکتی ہوں۔ میں۔ میں بنانے کیا کچھ کر سکتی ہوں، تمہارے ساتھ مل کر سارا دلوی پڑھیں۔ لیجئے میں لولی اس کی شخصیت کا غلاف اتر گیا تھا اور اب وہ ایک نام عورت نظر آ رہی تھی۔“

میں نے یہ باز بھی جیت لی تھی، لیکن اس بات کو میں نظر انداز نہیں کر سکتی تھی کہ اس سلسلے میں میرا معاملہ وہ اٹھنا انسان تھا جس کا نام پرنس دلاور تھا۔ وہ کول ہے اور یہاں کیا چاہتا ہے، میں نے وہی دل میں سوچا تھا کہ اگر پرنس دلاور دوبارہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں کوشش کروں گی کہ اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں، کچھ اور جھٹکی کی پینگیٹیں بڑھاؤں گی، اس کے ساتھ، تاکہ وہ دونوں کچھ ہو کر کوئی کام کر سکیں۔

میریٹم سارا دلوی نے مجھے خاصی دیر تک اپنے ساتھ رکھا اور پھر وہ اٹھ گئیں۔

”تم سے مل کر واقعی دلی مسرت ہوئی ہے مس سائیگی اور میں محسوس کرتی ہوں کہ تم نے میرے دل میں اپنے لیے ایک خاص مقام بنا لیا ہے، یہاں جس طرح چاہو قیام کرو، نہیں اپنے دل پر کوئی بوجھ لاندے کی ضرورت نہیں ہے، اب تم میرے دوستوں میں شامل ہو۔ اس لیے تمہاری حیثیت مفرد ہوگی، سٹوڈنٹ میں میری بات سن چکے ہو۔ میں اطمینان رکھوں کہ تم سائیگی کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دو گے؟“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میریٹم آپ کا اتنا کہہ دینا کافی ہے میریٹم۔“

”گڈ، اب مجھے اجازت دو۔ وہ اٹھ گئیں، اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم لوگ بھی اٹھ گئے تھے۔ میں اپنے کمرے میں آگئی اور اس کے بعد آرام کرنے لگی۔ میں نے اپنے کمرے کے سامنے موجود

میریٹم سے کہہ دیا تھا کہ اب کوئی بھی مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ میسٹر پریٹ کر بنانے کی تک میں بہت دیر تک سوچتی رہی تھی اس کے بعد میں سو گئی۔

دوسرا دن صبح معمول تھا، کوئی خاص بات نہیں تھی، ڈینی میرے کمرے میں آیا اور مجھ سے گفتگو کرنا رہا تھا وہ اس بات کا اظہار کر رہا تھا کہ میں نے تو یہاں آکر سب کو اپنے داک میں بھٹا سنا لیا ہے، بہر طور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیج کے وقت روٹی میرے پاس آگئی، وہ کچھ میٹروپ سی تھی۔
”کیوں روٹی خریدتے۔ تمہارا انداز کچھ خاموش خاموش سا ہے۔“

”اب تو میں تمہارے سامنے ایک کٹر حیثیت رکھتی ہوں، مس سائیگی اس نے کہا۔“
”کیوں؟“

”اس لیے کہ تم ہالوں کے معیار کی عورت ہو، وہ پھیکے انداز میں مسکرائی۔“

”اوہ نہ۔ میرا کوئی معیار نہیں ہے، اگر تم اچھی انسان ہو تو میری نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ برتر ہو گئیں اس بات کا علم میرا ہوگا کہ میں دولت سے معزوب ہونے والوں میں نہیں ہوں۔“

”تم بے حد عجیب ہو سائیگی۔ تم واقعی بے حد عجیب ہو میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچتی رہی ہوں۔“

”کوئی ایسی بات نہیں بلکہ میرے بارے میں سوچ سوج کر وقت ضائع کرتی رہی ہو۔ اسے ہاں پرنس دلاور کا پتہ نہیں چلا۔“

”اس کا پتہ چل ہی نہیں سکتا، موٹی آؤمی ہے، جب دل چاہے آئے جب دل چاہے نہ آئے، بھلا آئے کون جو پور کر سکتا ہے۔“

”ہوں ٹھیک ہے، لیکن وہ آدمی تھا دلچسپ میں نے کہا، اور روٹی خاموش ہو گئی۔“

”روٹی اگر تمہیں کچھ رقم کی ضرورت ہے تو میرے پاس کافی نوٹ لے کر پڑے ہوئے ہیں، براہ کرم انہیں لے لو۔“

”اب شرمندگی ہوتی ہے، میں نے شک ایک لالچی لڑکی ہوں۔ ظاہر ہے دنیا کا ہر انسان دولت حاصل کرنے سے لیے کوشاں ہے، میں بھی اسی میں سے ہوں، لیکن تمہاری شخصیت نے کچھ ایسا سوچ کر دیا ہے مجھے، کہ اب میں میریٹم کچھ نہیں کر

سکتی۔
”ابھی بات ہے لیور رکھ لو، میں حکم دے رہی ہوں تمہیں میں نے بھی نامی رقم اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور روٹی کے ہاتھ لڑنے گئے۔“

”میں نے اتنی رقم بھی نہیں دیکھی، بلاشبہ تم عجیب و غریب ہو، لوگ اس طرح اپنی دولت برابری نہیں کرتے۔ اس نے کہا کافی دیر تک وہ یہ سنا رہی اور پھر چلی گئی۔“

تین چار دن اسی طرح گزر گئے اس دوران صحت ایک بار میں کھلی تھی اور وہ بھی بلاوہ کوئی شخص آگیا تھا۔ ڈینی نے مجھ سے کہا کہ اچھی خاصی آسانی ہے، اسے کاشنا زوری ہے اور میرا دلوی کا حکم ہے، چنانچہ میں ان کی طرف سے کھیل اور جو رقم میں نے میریٹم سے، سارا دلوی کے حوالے کر دی، لیکن اس میں سے آدھی رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع کر دی تھی، جس کی سبب مجھے دس دن گنتی میں نے کہا، مجھ سے اس کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن ڈینی نے کہا کہ نہیں سارا دلوی کا حکم ہے کہ جو کچھ تمہارے لیے کھیل کر جیتو، اس میں سے آدھی رقم تمہارے حساب میں جمع کر دینی چاہئے، میں نے شانے اچکائے تھے، ڈینی کی آنکھوں میں ہوس کے سامنے نظر آ رہے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

”ڈینی تم جس وقت چاہو اس رقم میں سے اپنا حصہ وصول کر سکتے ہو، میں نہیں بلینک چیک دے دوں گی۔“

”نہیں میریٹم، میرا یہ مطلب نہیں تھا، اس نے کہا۔“

سارا دلوی نے اس کے بعد مجھ سے کوئی ملاقات نہیں کی تھی، پتہ نہیں کہ سوچ رہی تھی، وہ میرے بارے میں، میں ہر رات پرنس دلاور کا انتظار کرتی، لیکن اس دن کے بعد سے میں نے پرنس دلاور کو آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اس رات مجھ میں ایک کھڑکی میں کھڑکی شہر کی روشنائی دیکھتی رہی اور جب اس بات سے دل آگیا تو کمرے کی روشنائی بجھا کر سب سے آگئی، مرنے کی کوشش میں ابھی نہیں ہوئی تھی لیکن سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ۔
دعا دروازے پر زور کر آواز میں سنائی دیا، کوئی دروازہ پر پٹ رہا تھا۔

میں چونک کر اٹھ گئی، تیز روشنی کر کے میں نے ایک لمحے لیے سوچا اور پھر دروازے کے قریب پہنچ گئی۔

”کون ہے۔ میں نے بلند آواز میں پوچھا، لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو میں نے دروازہ کھولا۔ یہاں دوسرے لمحے اچھل کر پھینکے بیٹا پڑا تھا، کوئی تھا دروازے سے اس طرح لگا کھڑا تھا،

کہ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا وہ اندر آ پڑا۔ تیز روشنیوں میں نے اسے دیکھا اور تعجب سے اچھل پڑی۔

یہ پرنس دلاور تھا۔ لیکن اس کے سینے سے اٹھتا ہوا خون قاتلین پر نمایاں نظر آ رہا تھا، غالباً سینے پر بیٹول سے گولی چلائی گئی تھی، لیکن اس میں ابھی زندگی کی روشنی باقی تھی۔

میں تیزی طرح بدحواس ہو گئی، لیکن پھر میں نے خود کو سنبھالا اور اس صورت حال پر غور کرنے لگی۔ اسی وقت کہیں سے قدرتی کی جاب آجی لاری میں چونک کر اڑھا اور دھڑکھٹے لگی، پرنس دلاور شاید آخری بار کچھ کہتا جا رہا تھا۔ میں اس کے پاس پیچھ کر گئی اور اس سے پوچھنے لگی کہ اسے ہلاک کیا ہے، لیکن وہ بول نہیں آیا اور خاموشی سے اس نے دم توڑ دیا میرے دل کو شدید دھچکا لگا رہا تھا اتنے دن کے بعد وہ ہلاک بھی تو اس طرح کہ اس میں زندگی باقی نہیں رہی تھی۔

میں ابھی ہی سب کچھ سوچ رہی تھی کہ چند افراد میرے سامنے پہنچ گئے، دروازہ کھلا ہوا تھا اس لیے انہیں اندر داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ تیزی پرنس دلاور کے حال تھی، مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں کسی طرزی تھن میں پھنسے والی ہوں، سو کر جاتی تھی اس لیے ذہن پر کس بھی نہیں تھا۔ وہ لوگ میرے قریب پہنچ گئے، پھر انہوں نے دروازے سے کچھ ناقص پڑھی ہوئی دلاور کو لائش دیکھی، ان میں سے ایک نے کمرے کے دروازے کا نمبر دیکھا۔

”روم نمبر بھی ہی ہے۔ وہ شخص بولا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ دروازے میں کس سے آگے آنے والے شخص نے کہا، جو دروازے پر گئے ہوئے نشانات کی وجہ سے اس کے معلوم ہوا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک سے کہا۔

”جاؤ، ملک کی انتظامیہ کے کسی ذمہ دار شخص کو لگا لارڈ۔ ایک سپاہی دوڑا چلا گیا، میں ششدر رہ گئی تھی، اسی وقت پول کی انتظامیہ کے دو افراد وہاں پہنچ گئے، ان میں ڈینی شامل نہیں تھا۔“

”کیا بات ہے انسپکٹر صاحب، ان میں سے ایک نے پوچھا۔“

”انسپکٹر لائش دیکھ کر چونک پڑا۔“

”اسے خون۔“

”کی پٹیل کا میجر یا کوئی اور ذمہ دار شخص یہاں موجود نہیں ہے۔ انسپکٹر نے پوچھا۔ وہ گریٹنگ ہوں سے ان دونوں کو

دیکھ رہا تھا۔

”جی ہاں مسٹر ویسٹی مزید ہیں۔ لیکن وہ آرام کرنے بیٹے گئے ہیں۔“

”انہیں بلاؤ تو قتل کی واردات سے الٹ پکڑنے کا اور انتظام حرکت میں آگئی۔ مغربی دیر کے بعد ڈوئی کمرے میں پہنچ گیا تھا، اس نے حیرت سے پرسن دلاور کی لاش دیکھی اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔“

”یہ۔۔۔ اس نے کہا اور پھر ایک دم مہجمل گیا، اسے احساس ہو گیا تھا کہ لاش پکڑنے کے سامنے اسے مجھ سے تشویش رکھنا اور مغلطہ نہیں کرنا چاہیے، چنانچہ وہ سنجیدہ لہجے میں لولا۔“

”الٹ پکڑ صاحب معاملہ کاٹ کلب کا ہے اور اب جانتے ہیں کہ کاٹ کلب اعتقدوں کا اکٹھا رہ نہیں ہے اس لیے یہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو بھی بتا کر لیں۔“

”ٹھیک ہے سہرا اختیار رکھیں گے۔ انڈیا نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد وہ مختلف لوگوں کے بیانات لیتا رہا۔ اس نے سب مجھے سے پرسن دلاور کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتا دیا کہ یہ شخص ایک بار مجھ سے بیٹے ملاقات کر چکا ہے لیکن جس حیثیت سے اس نے مجھ سے ملاقات کی وہ مسٹر ویسٹی ہی بتا سکیں گے، البتہ ابھی ابھی میرے دروازے پر آیا تو اس کی یہ کیفیت تھی۔“

پیس الٹ پکڑنے میں ایمان لیا اور اس کے بعد مجھے کچھ نہ کرنا پڑا۔ تمام لوگ ہر حال کا کارہ گئے تھے۔ روٹی موجود نہیں تھی، ڈوئی کے چرے پر عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے۔ پولیس جیب اسٹاف ہو کر آگے بڑھ گئی، میں خواب کے سے عالم میں تھی، یہ سب کچھ مجھ کو کچھ موانع تھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اس کا حرکت کون سے کیا صورت حال ہے، بڑی ہی شدید ذہنی اذیت سے گزر رہی تھی میں۔“

جیب نے ایک چھبسا سا موڑ کاٹا تو اجاگاری سے کھلی سے ایک ٹرک نقل آیا۔ وہ جیب کے عین سامنے ہو گیا تھا اس لیے جیب کو پورے سربک لگانے پڑے۔ الٹ پکڑ کا لٹیاں کھتا ہوا بیچے امریکا ایک کانسٹیبل نے میرا بازو پکڑ لیا اور دو کانسٹیبل الٹ پکڑ کے ساتھ بیچے اتر گئے، چونکہ جیب کا آدھا حصہ ٹرک سے نکل گیا تھا ٹرک کے قریب ہونے والی لفتنگ تو مجھے سنا ہی نہیں دی، لیکن چند ہی لمحات کے بعد دو آدمی رائفلیں برقی کے ہوتے جیب کے پھیلے حصے کے پاس آگے بڑھیں میں سے ایک نے رائفل کی نالی سنسٹر کی پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا۔

”چلو نیچے اتار دو۔۔۔ اور بے چارے کا ٹیبلٹ نے جلدی سے

میرا بازو چھوڑ دیا۔

میں سمجھا کرتا ہی تو مجھے معلوم ہوا کہ الٹ پکڑ اور دوسرے دو کانسٹیبلوں کو بھی چند لوگوں نے قابو میں کیا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ سر سے بندھے تھے، شاید الٹ پکڑ کا پستول اور کانسٹیبلوں کی بندھنیں بھی جیب میں ہی لگی تھیں۔ بڑی ڈرامائی تبدیلیاں جو ہری تھیں، مجھے ٹرک پر چڑھا لیا گیا اور پھر وہ لوگ الٹ پکڑ اور اس کے ساتھیوں کو نشانے پر لیے ہوئے اور پھر چڑھ گئے۔ ٹرک جیب سے رگڑتا ہوا برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ لیکن یہ مجھے کوئی منظم سازش معلوم ہو رہی تھی میں نے خاموشی ہی بہتر سمجھی، میں دیکھتا پاس ہی تھی کہ کیا حالت پیش آتے ہیں اگر کوئی خطرناک صورت حال پیش آتی تو پھر چکر کھوں گی۔

پولیس جیب نے پیچھا کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی لیکن ہے اس کے ہاتھ وہ تھکا ہوا کارہ کر دیتے گئے ہوں۔ مختصری درجے کے ٹرک ایک عمارت میں داخل ہو گیا اور پھر جیب مجھے عمارت کے کیا بند میں اتار گیا تو اسے دیکھ کر میں حیرت سے گنگ رہ گئی۔

یہ گاٹ کلب کی ہی عمارت تھی۔

ٹرک مجھے اتار کر پولیس چلا گیا، صرف ایک شخص میرے ساتھ عقبنی دروازے سے اندر گیا تھا اور پھر ایک مخصوص ہال میں ڈوئی نے ہی میرا استقبال کیا۔ اس کا چہرہ سنسناتا تھا۔ میں نے بھی چند لمحات میں ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، ڈوئی نے مجھے لے کر آگے بڑھ گیا، اس کے انداز میں عجیب سی کیفیت تھی۔ اس نے مجھے ایک مخصوص کمرے میں پہنچا دیا۔

”ڈوئی سرب کیا ہے؟“

”تم نہیں سمجھ سکتیں میں سائیکو؟“ ڈوئی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”میں کیا سمجھ سکتی ہوں ڈوئی؟“

”تمہارے خلاف سازش کی گئی ہے۔ ڈوئی اسی انداز میں ولا۔“

”گھبرائے،“ میں نے پریشانی سے کہا۔

”سارا ڈوئی نے،“ ڈوئی نے مضطرب سانس لے کر کہا۔

”کیا۔۔۔ میں نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

”یہاں اگر سبھی یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی، ڈوئی کے لیے میں سمجھ رہی تھی۔“

میری کھچ میں کچھ نہیں آیا ڈوئی۔ میں نے سر پکڑنے سے ہونے

”بلیڈ جاؤ سائیکو، کوئی منگولوں تمہارے لیے یہ نہیں سکوں، موزوں ہے۔ اس نے کہا اور بائرننگ کیا۔ میں تیراں و پریشان طبعی رہی تھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سرب کیا ہے، سارا ڈوئی نے اس کیوں کیا، میرے تو ان سے بہت اچھے تعلقات تھے ڈوئی واپس آ گیا میری پریشانی سے وہ دھکی تھا، اس کے برے سے اس کا اظہار ہو رہا تھا، اس نے مجھے سستی دینے والے ملازمین کہا۔

”یہ جو کچھ ہوا ناگزیر تھا سائیکو، لیکن اب تم کسی اور مصیبت میں نہیں پھنسی۔ لیکن اب تمہیں سارا ڈوئی کے غلاموں کی حیثیت سے رہنا پڑے گا۔“

”یہ کیسے ممکن ہے۔ پولیس کی نگاہوں میں، میں ایک فائلنگی ہوں،“ میں نے ہراساں لہجے میں کہا۔

”اس سے مطمئن رہو۔ سارا ڈوئی بڑے جوڑ توڑ کی عورت ہے۔ یوں سمجھ لو اس وقت تم پر طرح مختلف وجوہ تک ہاں اہلیت پر عمل کرتی رہو گی، ہاں بس اس کے احکامات سے لڑنا رہنا ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔“

”مگر اب میں اس کے حال میں پھنس گئی ہوں۔“

”ہاں، یہی بات ہے، تم اس کے لیے سوئے کی چڑیا ہو۔ تمہارے ذریعہ دولت کے انبار لگائے گی۔“

”لیکن سرب کچھ۔“

”سمجھی نہیں ہو سکتی، اب تم فائل ہو۔ اور صرف سارا ڈوئی کی ماہ میں رہ سکتی ہو۔ اگر تم نے اس سے انحراف کرنے کی کوشش اور یہاں سے فرار ہونا یا تو ظاہر ہے نہیں ایک قاتل کی حیثیت سے گرفتار کر لیا جائے گا۔ یہی اس کا پیرگرام تھا۔ میں سوچنے لگی، بات صرف اتنی نہیں تھی اس سے آگے

کہ بہت کچھ تھا میرے ہاتھوں قتل ہونے والا پرسن دلاور مایوں تھا کسی اور کا بھی انتخاب کیا جاسکتا تھا۔ پرسن دلاور سارا ڈوئی کے پکڑ میں تھا، کاش وہ مجھے اپنے بارے میں تفصیل اودیتا۔ اب یہ بات ہمیشہ کے لیے یاد رہے گی۔

ایک بار پھر میں تاریکی میں آگئی تھی، سارا ڈوئی کے بارے میں پرسن دلاور بہت کارآمد ہو سکتا تھا لیکن اب میں پھر رہتا، اگلی تھی اور میرے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔

ڈوئی نے مجھے کافی بلایا پھر لولا، آؤ میں تمہیں تمہارے سے میں پہنچا دوں، مجھے سے کہا گیا ہے کہ تمہیں صورت حال سے اہر کروں۔ تم سارا ڈوئی کی پناہ میں ہو۔ پھر وہ مگر کوشی کے

دوسرے دن گیارہ بجے کے قریب سارہ کے آنے کی اطلاع ملی اور مغربی دیر کے بعد اس کے سامنے میری طبی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر غم کے آثار تھے۔

”سائیکو کیسی ہو تم۔؟“

”ٹھیک ہوں سارا ڈوئی، آپ نے مجھے چاروں شانے چیت کر لیا ہیں، لیکن انداز میں شکرتے ہوئے کہا، اور سارا ڈوئی منہ بند مار کر نہیں پڑھی۔“

”یہ ضروری تھا ڈوئی، تم سوئے کی چڑیا ہو۔ مگر میں اڑو تو نہیں رہی تھی میں نے شکستہ انداز میں کہا، مجھے خطرہ تو تھا۔“ اس نے کہا۔

”اب آپ مجھے سے کیا چاہتی ہیں؟“

”میرا ہی بات ہے ڈوئی، تم کو کتب میں میں غرضت کی زندگی بسر کرو، تمہیں یہاں کچھ نہیں کرنا پڑے گا بس تمہاری ذریعہ میں ان لوگوں کا غمخوار ٹوٹو، کی، جو خود کو بہت شاطر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہیں کچھ اور نہیں کرنا پڑے گا لیکن پولیس، میں نے کہا۔“

”یہ کیا چیز ہوتی ہے۔ اس نے کہا پھر لولی۔ پولیس اس وقت تک تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھی، جب تک میں جاؤں، تم اس ٹرک پر لوگوں پر سیر کرتی ہو، میرا وہ ہے کوئی تمہاری طرف آنکھ بھی نہیں اٹھائے گا لیکن صرف اس وقت تک جب تک تم میری پناہ میں ہو، مجھے سے غداری، مجھے سے انحراف تمہارے لیے موت ہوگا۔ سمجھیں موت۔ اس کے لہجے میں ایسی سفاکی تھی کہ میں کانپ کر رہ گئی۔ لیکن۔ آہستہ آہستہ میرے بدن میں شزارے بھرنے لگے۔ میں نے دلی میں کہا۔ اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت کرے گا سارا ڈوئی آنے والا وقت؟“

عمران ڈا بجسٹ کی مقبول کہانی

جہان لاتی

تب کہتی تھی شکستہ کہ

عکس سے عیان ڈا بجسٹ کی کہانی

میدج خاموشی سے سارہ دیوی کی شکل دیکھ رہی تھی۔ انکی عورت تھی وہ پھر اس نے ڈھٹی کو طلب کر لیا۔ ڈھٹی کے اندر سے برہہ بولی۔

”ڈھٹی یہ ہارادی تھی دوست تھی سامنی مس سامنی تھی، تو ہوا بوں سے کس مس سامنی اب ہمارے ساتھ مستقل طور پر منسلک ہو گئی ہیں اور ہارادی ہم رکن ہیں۔ ان کے بطنے ضروری نہیں ہے کہ یہ اپنی رائیں کسی کے پہلو میں گزاریں، اس بات کی ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، ہاں اگر یہ اپنی مرضی سے کسی کا انتخاب کر لیں تو دوسری بات ہے ہارادی طرف سے اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی چاہیے۔ یہ بخاری ڈیوی ہے“

”ییس جیڈیم، ڈھٹی آہستہ سے لولا۔“

”اب تم آرام کرو مس سامنی اور ہاں اپنے آپ کو اس پر بھی آمادہ کرو کہ کسی بھی طرح ہمارے ساتھ خود کو ایڈجسٹ کر لو، ہر طور پر یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، زندگی گزارنے کے اگر اپنے انداز گزارنا چاہو تو ہم اس سلسلے میں بخاری مدد کر سکتے۔ تم آرام کرو۔ اور ڈھٹی دیکر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔“

”مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا گیا، میں مطمئن تھی، کوئی درد نہیں تھا سو اُسے اس کے کہہ جہاں کے حالات معلوم کروں، اور میں نے اپنی کاروائی کا آغاز کر دیا۔ سارہ دیوی کے ساتھ گناہوں پر یہی بڑی مشکل سے آمادہ ہوئی تھی، حالانکہ خود میرے ذہن میں بھی یہی پروگرام تھا۔ البتہ میں نے نہایت چالاکی سے یہ اعنا و حاصل کیا تھا، اب از کم مجھے کچھ شکوک لگتا ہوں سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔“

گالف کلب میں اب صحیح معنوں میں میری کلروائی جاری ہوئی تھی، مجھے خاص طور سے یہ معلوم کرنا تھا کہ رادھن سنگھ، ویرسا، اولیوی کا آپس میں کیا تعلق ہے اور ان دونوں کی ملاقاتیں کس طرح سے ہوتی ہیں۔ رادھن سنگھ کو سب سے پہلے کبھی یہاں نہیں دیکھا تھا، ہر طور پر ان کے لیے مصروف ہو گئی، میرا کام مشکل نہیں تھا۔ بے چارہ پرنس دلاور مجھے تو کچھ دے۔ تھا۔ اس نے میری مشکل حل کر دی تھی ایک عام فائنڈنگ جینٹیل سے تو میں یہاں عام ہی جینٹیل سے زندگی گزار سکتی تھی اور کسی بھی طرح سارہ دیوی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی، لیکن پرنس دلاور نے ایک رات میں میری مشکل آسان کر دی تھی اور خود موت کی واڈوں میں

جاسو بھانجا۔

اس کے بارے میں جاننے کا احساس بھی دل میں چلایا لیتا رہتا ہے، لیکن ظاہر ہے ابھی سب کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

پہلی بار مجھے دو آدمیوں کے ساتھ کھیلنا پڑا اور عاصما لیا جھا ہوا تھا۔ وہ دو دنوں بے چارے ابھی جہیں جھاڑنے ہوئے، اٹھ گئے تھے، نظر اہرے مجھے وہی کچھ کرنا تھا جو سارہ دیوی چاہتی تھی۔ اس کے علاوہ میں راتوں کو سارہ دیوی کے ہونٹوں میں قیام گاہ اور ایسی دوسری جگہوں کی جہاں میں بھی کڑی تھی یہاں مجھے اس بات کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ رادھن سنگھ یہاں آتا ہے یا نہیں۔

پھر ایک رات سارہ دیوی نے مجھے طلب کیا، اس وقت وہ بہت خوش تھی، بات بات پر ہنس رہی تھی۔ لباس بھی بہت شوخ پہننا ہوا تھا اور ضرورت سے زیادہ گہرے میگ اپ میں تھی۔

”سامنی آج تمہارے فن کا سب سے بڑا امتحان ہے میرا ایک دوست کھیلنے آ رہا ہے، تمہارا اندازہ اس سے ہو چکا ہے اور وہ تمہاری طرف سے ہوشیار رہے گا، اس لیے تمہیں بھی غماز رہنا ہو گا۔“

”جی، میں نے تمہیں سزا جواب دیا۔“

”وہ خود کو بہت گراؤناظر سمجھتا ہے، اسے حد چلا کر لانا ہے، لیکن تماشہ کھیل میں تمہیں اس کے چلنے پھرنے میں جی مادام میں خیال رکھوں گی، کھیل کہاں ہوگا۔“

”یہ نہیں میرے کمرے میں وہ خام آدمی نہیں ہے، میں کبچری ہوں کہ وہ میرے خاص آدمیوں میں سے ہے۔“

”کون کون کھیلے گا؟ میں نے پوچھا۔“

”تم، میں، ڈھٹی، رام داس اور ایک اور شخصیت، یہی بہت بڑی ہستی ہے، سارہ دیوی نے کہا اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، رام داس کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا، ہر طور وہ وقت اگر کتنا عجیب سورج گرنے کے ایک رکن سے برسر ناما ہو نا تھا، خط ناک رام داس کو میں اس طرح جانتی تھی، لیکن مجھے یہ بھی خبر تھا کہ وہ میری شکل میں پہچان نہ لے، ہر طور مجھے خاصی پریشانی ہو گئی تھی۔ سارہ دیوی نے مجھے خاص لباس پہننے کی ہدایت کر دی، میں وہاں سے پہلے آئی، لیکن اعصاب پر غفلت سوار تھی، میں اندر سے تو متوجہ جا رہی تھی، لیکن میں نے اس کیفیت پر برعکس ہی غماز کیا، میں نے حضور صاف اپنے چہرے

پر ایسا میک اپ کیا کہ میرے خود حال میں نمایاں تبدیلیاں ہو جائیں۔ میں نے پوری طرح اپنے آپ کو اس بات پر تیار کر لیا تھا کہ خود کو رام داس کی نگاہوں سے محفوظ رکھوں، ہر طور اس میں کئی حد تک کامیاب ہو گئی تھی، آئیٹمز اس بات کی گواہی دے رہا تھا، اس وقت رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ڈھٹی میرے کمرے میں داخل ہوا، اس نے سرکرتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا۔

”آج پھر سارا دیوی تم سے جل جائے گی“

”کیوں۔؟“

”اس لیے کہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو اس لباس میں۔“

”لغت بھی تو خوبصورتی پر مجھے ان باتوں سے کوئی ڈھچکا نہیں ہے، میں نے لغت بھروسے ہیے میں کہا۔“

”کھانا کھا لیا ڈھٹی نے پوچھا۔“

”دل نہیں چاہ رہا تھا، شام کے ناشتے کے بعد بس سینیڈر چلے بیٹھے۔“

”تیار ہو۔“

”ہاں۔“

”تو پھر چلو، وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“

”وہ لوگ کتنے؟ میں نے پوچھا۔“

”ابھی نہیں آئے لیکن بس بیٹھنے ہی والے ہیں، البتہ سارا دیوی وہاں موجود ہے، ڈھٹی نے کہا اور ہم دونوں اس کمرے سے نکل کر سارا دیوی کے خوبصورت دفتر کی جانب چل پڑے۔ سارا دیوی نے مسکرائی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور گردن ہلاتے ہوئے، اسی وقت اسٹرام پر ایک آواز سنائی دی۔

اور اس نے اسٹرام ان کر دیا۔“

”ہاں کیا بات ہے۔؟“

”آپ کے فخر پر جہاں تشرفیت آئے ہیں۔“

”جینٹیل ہے، تمہیں احترام کے ساتھ میرے دفتر میں لے آؤ، سارا دیوی نے کہا اور ڈھٹی کو کچھ بدانت دینے لگی۔ ڈھٹی کمرے سے باہر نکل گیا تھا، میں اور سارا دیوی انتظار کرتے رہے، چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا اور دو افراد اندر داخل ہو گئے، ان میں ایک رام داس تھا اور دوسرا ایک بھاری بھروسے شخص تھا، لیکن بڑی جاذب نظر شخصیت کا مالک تھا، سارا دیوی نے اس کا تعارف سیدھے اشرف علی کرکیر کے ساتھ کیا تھا، اس آدمی کی جامہ زہری دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ عمر نہیں تھا لیکن

بہت خوبصورت لباس پہنے ہوا تھا۔ اور گراؤنگ رہا تھا، ان لوگوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ سارا دیوی نے میرا تعارف سامنی کی حیثیت سے ہی کر لیا تھا، ہر طور اشرف علی کی شخصیت نے میرے دل میں عجیب سے تاثرات پیدا کر دیئے تھے۔ اس کے چہرے کی بناوٹ سے محنت گیری کا احساس ہوا تھا، ادا کھوں میں ایک وحشیانہ سی چمک تھی، اس کی مسکراہٹ بھی خوفناک تھی، مجھے سے ہاتھ ملاتے ہوئے جسے عجیب سے انداز میں لگا دیا تھا، اس کے علاوہ رام داس کی نگاہیں بھی مجھ پر تکی ہوئی تھیں، اور میں اوتھل میں رہنے والوں کے انداز میں آئے دیکھتی تھی، میں نے اس کی مشق کی تھی، انکھوں کی بے باکی اور وہ انداز ان بازاری عورتوں میں پایا جاتا ہے، جو ایسی جگہوں پر موجود ہوتی ہیں، لیکن میرے لیے یہ سب کچھ کرنا معمولی بات نہیں تھی، ہر طور میں اپنے آپ کو کبھی خاصی تربیت دے چکی تھی، اس لیے ان معاملات میں دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔

”بڑی خوشی ہوئی آپ حضرات سے مل کر، میں نے آواز میں ایک کھٹک اور پوچھ پچھا کرتے ہوئے کہا۔ رام داس نے بھی گردن ہلا دی تھی، اور وہ محنت اشرف علی دس مندرہ کیٹڈ میرے ہاتھ کو چومنے لگا، ادا تھا، اس کی آنکھیں مجھے کھورہی تھیں۔ مجھے یہ یوں لگے اس سے گراؤنگ سامنوس ہو رہا تھا، لیکن اب ایسی بات بھی نہ تھی، جسے تو خوفناک لوگوں سے واسطہ پڑ چکا تھا۔ میں نے اپنے اندر کوئی تبدیلی نہ ہونے دی۔ ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔“

”تو یہ وہ فخر ہے؟ رام داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”ہاں یہی ہیں۔“

”تعب کی بات ہے حسین چہرے اگر کوئی ایسی خوبی بھی رکھتے ہیں تو پھر کیا کہنا، ان کی شکل و صورت ہی اسی ہے کہ انسان اپنا سب کچھ ہارنے پر آمادہ ہو جائے، رام داس نے کہا۔ اور میں مسکرا دی، اشرف علی بدستور ہونٹ بیٹھنے لگے نہ جانے کیوں اس شخص کی وجہ سے میرے ذہن میں ایک جھن سہی پیدا ہونے لگی تھی، بس ایک احساس تھا جس کا میں بھی تک تجزیہ نہیں کر پاتی تھی لیکن سارا دیوی نے اسے میری طرف متوجہ نہیں ہونے دیا، اور خود اس سے مخاطب ہو کر بولی۔

”جی سیدھا اشرف صاحب آپ بھی لٹنے کے لیے تیار ہو کر آئے ہیں۔“

”ہاں تیار ہو کر آئے تھے، اب لٹت چکے ہیں، یہ سیدھا

اشرف نے کہا اور سارا دلوی ہلکا سا تھمڑا لگا کر خاموش ہو گئی۔
میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتی تھی۔ میں نے خود کو ممکن قابض
رکھا تھا۔ بلاشبہ دنیا کا خطرناک ترین شاعر میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا
شہراب کے نوازمات بھی سامنے آگئے۔ چار گلاس تھے۔ ایک خوبصورت
لازمہ مرسوس کے بیٹے آئی تھی۔ اس نے چاروں گلاس میں شہراب
انڈیل دی اور پھر نہایت لفاقت سے انھیں ہمارے سامنے
رکھ دیا، میں آہستہ سے ہنس پڑی۔

”آپ مجھے بھی شہراب پلا رہی ہیں مادام“ میں نے
سارا دلوی سے کہا۔

”ہاں کیوں نہیں ہوگی؟ اس نے پوچھا۔

”مزدور ہوں گی آپ کے حکم سے لیکن ہونا ہونا ہے کہ
صرف دو پیگ مجھے پوسٹینے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ اب سے
میں صرف چند روز جیل کما تھی بڑے غیب غیب خیالات آتے
ہیں میرے دل میں اگر تیسرا پیگ بھی ملے تو میرا دل چاہتا
ہے کہ اساتوں پر مشرکوں اور پیچھے بھی نہ آتوں، راجا اندر
کا اکٹھا بھی دیکھنا چاہتی ہوں میں، میں نے کہا اور سارا دلوی
ہنس پڑی۔

”ارے۔ ارے یہ تو بہت خوفناک بات ہے ہم یہاں
آسان کہاں سے لگا ہیں گے میرے بلے ایک مزدور کی ٹولن
آگئی۔ اور مختصری دور کے بعد ناشوں کی چند گندیاں بھی یہاں
پہنچ گئیں لیکن اشرف علی نے ہاتھ بڑھا کر ناشوں کی گندیاں
پیچھے رکھ دی تھیں۔

”کیوں؟“

”اس وقت یہ گندیاں استعمال ہوں گی، اس نے وہ گندیاں
نکال کر پیچھے ڈال دیں۔“

”مزدور۔ مزدور رام داس جانتے ہیں کہ میں ان سے مخلص
ہوں، سارا دلوی نے کہا۔

”کوئی خرچ نہیں ہے مشر اشرف علی کی خواہش پوری
کر دو۔“ رام داس کہنے لگا۔

”کیوں میڈم سائیکہ، آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“
اشرف علی کہنے لگا۔

”ناش و بنیلے کسی تک میں بنے ہوں یا کسی تک کسی
بھی ڈیکڑی میں بنے ہوں، بیٹھنے میرے غلام رہتے ہیں، یہ باوان
چتے میرے باوان غلام ہیں۔ خواہ یہ کسی کی جیب سے برآمد ہوئے
ہوں، میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ اور اشرف علی دلچسپ
لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”بہت خوب، اس اعتمادی میں دل سے قدر کرتا ہوں
کھیل شروع ہو گیا تو لوگوں کی گندیاں فاحشاؤں کی طرح جوئے
کے اس بانار میں سج گئیں اور دولت کا مذاق اُٹھنے لگا۔

میں بڑے اعتماد سے کھیل رہی تھی۔ سارا دلوی کے چہرے
پر تجسس تھا وہ میرے فتنے سے اس دوران کافی مطمئن ہو گئی تھی
لیکن شاید وہ اشرف علی کی طرف سے برلینان تھی، اشرف علی
واقعی پر اسرار شخصیت کا مالک تھا اس کی نگاہ میں میرے ہاتھوں
کی برجندگی پر تجسس اس بات کو مزہ تھا میں نے نگر سارا دلوی نے
بھی تجسس کیا تھا۔ چنانچہ تجسس اور مجھ گیا۔

میں اپنی تمام نژدستی تو لوگوں کو استعمال کر رہی تھی اور میری
معنوں میں کا ڈر پرچنت کر رہی تھی اور جب پہلی بار کارڈز منظر
ہوئے تو رام داس اور اشرف علی کا مزہ چرت سے کھل گیا میں نے
جو کارڈز دیکھلائے وہ ان سب کے کارڈز سے ٹرسے تھے اور رام
داس نے شانے ہلانے اور اشرف علی کی طرف دیکھنے لگا اشرف
علی بھی متعجب تھا وقتاً رام داس بولا۔

”کمال ہے واقعی کمال ہے۔“ قرابہ ناش مجھے دیکھے اور
میں نے ناش کی گڈی اس کی جانب بڑھا دی اس بار رام داس
نے ناش خوب پیچھے اور پھر انھیں تقسیم کر دیا۔

”آپ اب کا کہا خیال ہے مس سائیکہ؟“ اس نے پوچھا۔
”اگر سارہ دلوی کی اجازت ہو تو آپ لوگ دیکھ لیں کیسے
کارڈز آپ سب سے چرسے ہیں۔“

”الیے نہیں،“ رام داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس
نے جو حرکت کی تھی میں نے اس کا اندازہ لگا لیا تھا لیکن دلچسپ
بات یہ تھی کہ کارڈز اس وقت بھی میرے ہی چرسے تھے۔ رام
داس نے چونکہ کارڈ لگائے تھے لیکن بس کنگس میں ڈرای گڑ
ہو گئی تھی۔ میں نے خود بہ کارڈ کاٹے تھے اور اس کے بعد جمال
تھی کہ کارڈ میرے زبور میں نہ ہوں رام داس اس بارنگی دل
کھول کر کھیلا اور دولت کا انبار میز کے درمیان جمع ہو گیا اور اس
کے بعد جب شو ہو تو رام داس کا منہ تعجب سے کھلا کا کھلا رہ
گیا تھا۔ اشرف علی کے انداز میں ہلکی سی غارتگری پیدا ہو گئی۔

”کیا طاقت ہے رام داس میں مطمئن نہیں ہوں۔ لاڈ
گڈی مجھے دو،“ رام داس نے اس بار گڈی اشرف علی کے ہاتھ
میں دے دی تھی۔ اشرف علی نے ہانڈاری سے کارڈ تقسیم کیے
تھے لیکن جیتا میری ہی تقدیر میں نکھاتا۔ وہ سب مستند
رہ گئے تھے جھیل رہے تھے لیکن اب وہ ٹری بازیاب نہیں
لگا رہے تھے بلکہ صرف بد بکھر رہے کہ کون سا کہنے جو ہیں

استقل کر رہی ہوں لیکن یہ جان لینا ان کی بس کی بات نہیں
تھی بار خرام داس نے یوں کہا کہ اپنے سامنے اور اشرف علی کے
سامنے کبھی ہوتی ساری رقم بھاری ہی طرف منتقل ہوتی ہے سائیکہ

”آہستہ آہستہ رقم بھاری ہی طرف منتقل ہوتی ہے سائیکہ
تو پھر سارا ضروری ہے کہ ہم اس میں وقت ضائع نہیں ہم جانتے
ہیں کہ ان میں سے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا اس لیے ہنر
بہری ہے کہ سب کچھ ہمارے حوالے،“ رام داس بولا۔ سارا دلوی
ہنس رہی تھی حالانکہ جتنے کی کوئی بات نہیں تھی لیکن بے پروت
کجمنت لوگوں کی اس قد بلائی تھی کہ تو لوگوں کی گندیاں دیکھ کر
برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

”واقعی مس سائیکہ آپ بڑی خوفناک چیز ہیں حالانکہ
آپ اپنے ہاتھ سے ایک بار بھی ناش تقسیم نہیں کیے۔

”دلطف کی بات تو نہیں ہے رام داس کی گڈی آپ کی ہوتی
آپ ہی منتقل کر رہی ہیں آپ کی ہاتھیں اور آپ ہی
بار جا رہی ہیں، یہی ناش کا اصل گیم ہے درج پھر کھیلنے سے ناگاہ،“

”کمال ہے۔ سونا ماننے کے فن کے بارے میں سنتے تھے
تھے لیکن اب وہ اس فن کے سامنے بیٹھے ہے آپ تو تیار کی انت
مند ترین خاتون ہو جائیں گی مس سائیکہ،“ اشرف علی نے کہا۔
”شاید۔ ایسا ہو سکتا ہے دولت سے آتی وہ بھی نہیں
ہے بس زندگی گزارنے کی حکایت کما لیتی ہوں،“

”خوب۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوتی ہے، اشرف
علی بولا۔

”اگر آپ سائیکہ سے متاثر ہوئے ہیں مشر اشرف علی تو یہ
آپ کی دوست بھی بن سکتی ہیں، سارہ دلوی نے پیشکش
کی۔

”بہ میری خوش قسمتی ہو گئی لیکن آسان پر نہیں بکوزین
پر رہیں ان کی ہم نشینی پسند کروں گا،“ اشرف علی نے کہا۔

”میں نہیں سمجھی۔“
”مقصود یہ کہ انھیں اس زمین پر ہی میرا دوست بنا چرسے
گا۔“

”یقیناً ایسا ہی ہوگا۔“
”تو پھر کرب“

”جب آپ پسند کریں، سارہ دلوی نے اس انداز
میں کہا جیسے میری مالک ہو۔ میں نے دل ہی دل میں ایسے
گاہیاں دی تھیں پھر سارہ دلوی بولی۔
”بس اب تم آرام کرو سائیکہ جاؤ اور میں اٹھتی دوں

سے آنے کے بعد میں خامی برلینان ہو گئی تھی۔ رام داس میرے
سامنے آگیا تھا اور یہ اشرف علی کیوں ہے میں اس کے بارے
میں مسلسل سوچے جا رہی تھی۔ بہر طور میرے لیے ایک نیا
کردار تھا۔ معمولی آدمی نہیں لگتا تھا۔ چہرے ہی سے کوئی
ادبچی چیز معلوم ہونا تھا کیا کوئی جرائم پیشہ ہے اور اس جج
سے کوئی خاص تعلق رکھتا ہے۔ بہر طور حقیقی ہوتی رقم میں اپنے
ساتھ ہی اٹھلائی تھی اور جانتی تھی کہ وہ بہری ملکیت نہیں
ہے سارہ دلوی اس میں سے اپنا خفیہ ضروری وصول کرے گی۔
لیکن مجھے پھلا اس رقم کا کراہی تھا میں تو سارہ دلوی
سے اشرف علی کے بارے میں معلومات کرنے کی خواہش مند
تھی۔ دو مرسے دن دو مرسے بعد اس نے مجھے طلب کیا اور
میں نے رقم اس کے سامنے رکھ دی وہ بہت خوش نظر آ رہی
تھی۔

”اس میں سے جتنی دولت چاہو اٹھا لو، سائیکہ تم نے
میری ناک اوچھی کر دی ہے۔ بڑے شاعر بننے تھے دو دنوں سر
کھجا کر رہ گئے۔“

”شکر ہے مادام۔ میں رقم رکھ کر گیا کروں گی میرے
سارے اخراجات تو یہاں سے پورے ہو جاتے ہیں، ہاں
ایک سوال میرے ذہن میں ضروری ہے،“

”کیس؟“

”مجھے کنگس کہاں رہنا ہوگا۔“

”کیوں۔ کیا کوئی تکلیف ہے یہاں؟“

”ظاہر ہے کسی کلب پر، زندگی گزارنا میرا مقصد نہیں تھا
میں تو دنیا کر دی کہ خہل منہ تھی۔“

”تم اپنا بیٹھتی کسی کو دینے کی خواہش مند بھی نہیں ہو۔“

سارہ دلوی نے پوچھا۔

”آپ نے اب تک شاید میری بات کا یقین نہیں کیا
ہے میڈم۔“

”کون سی بات کا؟“

”یہی کہ یہ کوئی فن نہیں ہے۔ ناش میری تقدیر کے
ساتھ منسلک نہیں ہیں وہ بیٹھنا میرا بیور کرتے ہیں۔“

”ناقابل یقین کسی بات ہے بہر حال رام داس تم سے بہت
متاثر ہے۔ وہی وہ خود بھی بہت ذہین انسان ہے۔“

”میں نے جھوٹ نہیں کہا آپ چاہیں تو کنگس نے تجربہ
کرا سکتی ہیں۔“

”بہر حال سائیکہ، ہم اس سلسلے میں ایک معاہدہ

کر سکتے ہیں تم مجھے ایک کروڑ روپیہ بنا کر دو دو ماہ جس طرح بھی چاہو ایک کروڑ روپیہ فراہم کرو اس کے بعد میں تمہیں اس ملک سے نکال دوں گا۔

”ایک کروڑ؟“ میں نے سرسراہٹ سے پوچھا۔

”ہاں ایک کروڑ۔ اس سے ایک پانی بھی کم نہیں اس دوران تمہارا تحفظ کیا جائے گا تمہیں سرپرست دی جائے گی تمہاری ضرورت پوری کی جائے گی لیکن جو تقصیریں آئے مانتا لیکن اسے تمہی نہیں پوچھو گی۔“

”مگر اس میں تو بہت عرصہ لگ جائے گا۔“

”قیامت سے کام کرو گی تو نہیں لگے گا، اسٹارف جیسے لوگ ہی تمہیں بہت کچھ دے سکتے ہیں۔“

”کیا آپ مجھے اس کی کوئی پیمانی دے سکتے ہیں؟“

”خود سے نہیں۔ اسے تمہارے بارے میں تفصیلات معلوم ہیں اگر وہ خود تمہیں طلب کرے گا تو میں سن نہیں کروں گی۔“

”بہتر ہے۔“ میں نے کہا۔

”اس میں سے جو تمہاری رقم تم رکھ لو اور جس طرح چاہو اس کو خرچ کر دیکھ تمہارا کھانا کھانے کا اور ایک لاکھ روپے لبطو رقم تمہیں کھینچنے کے بلے دینے جائیں گے ان لاکھ کے ایک سو ایک لاکھ کا تمہاری ذمہ داری ہوگی اس کے علاوہ اپنے بلے جو کچھ بھی کر سکو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔“

”اوکے میڈم۔ میں نے کہا اور ایک جڑی رقم منتقل کر کے یہاں سے اپنے کمرے میں آگئی اس گفتگو میں ایک کام کی بات معلوم ہوئی تھی وہ یہ کہ اسٹارف میرے حالات سے واقف ہے صاف بات تھی کہ اسٹارف خود بھی اس میں ملوث ہو سکتا ہے اور سارا ڈیوٹی کی کامیوں میں اس کا نام بھی شامل ہے بلکہ وہ اس سے اس کی اس قدر بے لگنی تھی اس سے یہ اظہار بھی ہوتا تھا کہ رام داس اس کا بیٹا نام سنا ہے۔

بہرحال ان تمام چیزوں میں ابھی تک مجھے رادھن سنگھ کا کوئی نام و نشان نہیں ملا تھا اور میں صرف اس بات کے بیٹے پریشانی تھی کہ کس طرح رادھن سنگھ کے بیٹے میں اس کا ڈیوٹی سونپا دیا جائے گا۔

”دو لاکھ تیرہ ہزار روپے میں نے آنکھوں کے اندھوں سے سنیے تھے اور جو کھینچنے والوں میں بل پلین کر رہی تھی۔ لوگ مجھے یا لگوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد میں جو سے کا ہال سے باہر نکل آئی اب کسی سانس کا انتخاب میرے لیے ضروری نہیں تھا چونکہ میں یہاں دوسری حیثیت اختیار کر چکی تھی پورا دن جڑے اطمینان سے گزارنا تھا۔ دوسرے دن میں سوکر بھی نہیں آئی تھی کہ سارا ڈیوٹی کا بلاوا آگیا۔ وہ صبح ہی صبح کلب آگئی تھی۔ دن کی روٹھی میں کلب کوئی آسب زدہ عمل نظر آتا تھا جہاں محسوس ہوتا تھا کہ میرا نام۔“

”سارا ڈیوٹی اپنے کمرے میں ٹھہر رہی تھی اور گریٹ کے کٹس کریش لگائے جا رہے تھے میرے داخلے پر اس نے ٹوک کر مجھے دیکھا اور نجانے کونسا مضطربانہ انداز سے دیکھی رہی پھر سگریٹ نے اس کی آنکھوں کو کچھ اٹھو تو وہ چونک گئی اور اس نے سگریٹ الٹیں کرے میں سسل ویا۔“

”ہیلو۔“ میں نے حسب معمول سگریٹ سے مخاطب کیا تھا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ کیسے مزاج ہیں تمہیںک تو ہونا تمہارے کل کے کھیل کی تفریحی تعریف ہو رہی ہے۔“

”لیس میڈم۔ جو کچھ آپ نے میری ذمہ داری لگائی ہے اسے پورا کرنا تو میرا فرض ہے۔“

”بالکل ڈیڑھ اور میں تم سے کہتی ہوں کہ تمہیں پریشانی ہونے کی وجہ ہر ضرورت نہیں تم اس وقت تک ہمارا ڈیوٹی نہیں ہو جب تک ہماری سامتی ہو۔“

”شکریہ۔“

”تمہاری فطرت اور تمہارے بہترین لگاؤ کی وجہ سے میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا ہے۔“

”وہ کیا۔“

”میں نے پوچھا۔“

”تمہیں باہر جانے کی آزادی دی جاتی ہے رات کو آٹھ بجے تک جہاں چاہو میرا تعلق کر دو تم پر اب کوئی پابندی نہیں

ہے لیکن آٹھ بجے کلب میں واپس آ جانا، اور میں تمہیں اس سے نہیں سمجھتی۔“

”یہ کیسے ممکن ہے میڈم؟“

”کیوں؟“ وہ سخت سے بولی۔

”پولیس۔ پولیس میری تلاش میں ہے۔“

”تم نے ابھی تک شاید سارا کی توڑوں کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ پولیس تمہارے قریب سے گزر سکتی ہے تمہیں پہچان لے سکتی ہے تمہیں باہر جانے کے لیے۔“

”میں نہیں میڈم۔ میں باہر نہیں جاؤں گی۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔“ میں نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”میں سناؤ۔ یہ میری انا کا معاملہ ہے۔ میں اس طرح رہنا امانت دیتی ہوں براہ کرم مجھے تعاون کرو۔ اس طرح تمہیں میری توڑوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔“

”مجھے اندازہ ہے مادام۔“

”میری ہر بات پر عمل کرو یہ تمہارا فرض ہے۔ اس بار اس کا اہم سخت تھا۔“

”اور اگر پولیس نے تمہیں پھانسی ڈال دیا تو۔“

”تو میں خود کئی کر لوں گی تمہیں تم، وہ خرابی۔“

”جی۔“ میں نے گروں ہلائی لیکن میں نے ابھی اپنے چہرے پر خوف کے آثار قائم رکھے تھے۔

”اس کے علاوہ ایک بات اور بھی کہنی ہے، سارا ڈیوٹی۔“

”جی۔“

”بچھلی رات تمہیں بہت بڑی رقم جیتی ہے کئی بیڑوں پر کھیلی ہو۔“

”جی ہاں۔“

”اس سے احتراز کرو۔ دوسرے بیڑوں کے کھیلوں اور صرف آنا کھیلو کسی کو شہ نہ ہو سکے اگر ان لوگوں کو پولیس اس ہو گیا تم صرف جیتی ہو تو لوگوں کو بہت نہیں جیسے گا لیکن وہ مشکوک ضرور ہو جائیں گے اور یہ بات کلب کی سزا کے لیے نقصان دہ ہوگی۔“

”جی مادام۔“

”اب تم دو تین دن تک باہر رہو گی جان پوچھ کر۔“

”ایسا نہ ہو سکے گا مادام۔ تناش کی بھی پسند نہیں کریں گے۔ میں نے جواب دیا۔“

”اس کے مختلف طریقے ہیں جو تمہیں سمجھا دینے چاہیں گے۔“

”بہتر۔“ میں نے کہا۔

”لیس اسی لیے تمہیں تکلیف دی تھی۔“

”اوکے۔ میں نے گروں ہلائی اور وہاں سے چلی آئی آج کی باتیں بھی سوچنے والی تھیں سارا پریشانی تھی کیوں کہ کیوں؟ اتنی صبح وہ گھر سے نکل آئی تھی اور پھر یہ ہدایات بھی بہرحال میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائی لیکن محتاط ضرور ہوئی اور اس دو پہر میں تیار ہو کر باہر نکل آئی۔

کوئی خاص مقصد نہیں تھا، میرے میں ہزاروں روپے پڑے ہوئے تھے۔ میں عام ہی لڑکی رہنا چاہتی تھی اور اس بات کو تو کوئی اتنی بھی سوچ سکتا تھا کہ میرا لگاؤ کیا جا رہا ہوگا۔ ظاہر ہے وہ لوگ مجھے یوں نہیں چھوڑیں گے اس کا اندازہ بھی حد ہی ہو گیا۔

”میں نے اسے سیرنگ جیسے رنگ کی ایک کارڈ بھی جو میرے پیچھے لگی ہوئی تھی ایک بازار میں میں کبھی آئی اور میں نے ایک دوکان سے بھاری خریداری کی تھی وہاں سے بھی کچھ کچھ پھلکے پورے خریدے اور ساری چیزیں چھوٹے سے پرس میں رکھ کر گئے گھر کئی چند لمحات کے بعد میں نے نیکی روکی اور اس میں بیٹھ گئی۔“

”کہاں چلوں۔“ وہ ڈیوٹی پوچھا۔

”کسی بھی پر سکون جگہ۔ میں نے جواب دیا۔“

”آخر کوئی جگہ بی بی۔“

”جہاں تنہائی ہو خاموشی ہو سہترہ مار ہوں اور پھول کھلے ہوں۔ میں نے جواب دیا ڈیوٹی نے منہ موڑ کر مجھے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے آگے بڑھا دی اس وقت میں نے اس کی مسکراہٹ پر غور نہیں کیا تھا لیکن جب ڈیوٹی نے ایک خوبصورت علاقے میں نیکی موڑی تو میں ہوشیار ہو گئی ڈیوٹی نے میری بات سے غلط فہم نہ کیا تھا لیکن میں خاموش بیٹھ رہی میں اسے اعلیٰ عطا و معائنہ سے کوکس رہی تھی جو ساری اقدار کھو بیٹھا تھا نیکی موڑتی رہی ڈیوٹی نے اصرار دھڑک دیکھا اور پھر ایک دوکان کے سامنے نیکی روک دی۔“

”بی بی ڈیوٹی سگریٹ لے لوں۔“

”ہاں لے لو۔“ میں نے اصرار سے کہا اور دل میں ایک فیصلہ کر لیا اور سینک دوں گی ڈیوٹی کو کہ زندگی بھر یاد رکھے گا اور ہر لڑکی کو تنہا دیکھ کر اس کی بال نہیں جیسے گی اس طرح تمہیں اور تمہارے لائقوں کو نقصان تو ضرور پہنچے گا لیکن بہت سی کمزوریوں کا مجموعہ ہو جائیں گی۔ ڈیوٹی نے پوچھا کہ بعد واپس آگیا اور نیکی چل پڑی۔ وہ ایک سنسناس رائے کی

”اس میں سے جو تمہاری رقم تم رکھ لو اور جس طرح چاہو اس کو خرچ کر دیکھ تمہارا کھانا کھانے کا اور ایک لاکھ روپے لبطو رقم تمہیں کھینچنے کے بلے دینے جائیں گے ان لاکھ کے ایک سو ایک لاکھ کا تمہاری ذمہ داری ہوگی اس کے علاوہ اپنے بلے جو کچھ بھی کر سکو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔“

”اوکے میڈم۔ میں نے کہا اور ایک جڑی رقم منتقل کر کے یہاں سے اپنے کمرے میں آگئی اس گفتگو میں ایک کام کی بات معلوم ہوئی تھی وہ یہ کہ اسٹارف میرے حالات سے واقف ہے صاف بات تھی کہ اسٹارف خود بھی اس میں ملوث ہو سکتا ہے اور سارا ڈیوٹی کی کامیوں میں اس کا نام بھی شامل ہے بلکہ وہ اس سے اس کی اس قدر بے لگنی تھی اس سے یہ اظہار بھی ہوتا تھا کہ رام داس اس کا بیٹا نام سنا ہے۔

بہرحال ان تمام چیزوں میں ابھی تک مجھے رادھن سنگھ کا کوئی نام و نشان نہیں ملا تھا اور میں صرف اس بات کے بیٹے پریشانی تھی کہ کس طرح رادھن سنگھ کے بیٹے میں اس کا ڈیوٹی سونپا دیا جائے گا۔

”دو لاکھ تیرہ ہزار روپے میں نے آنکھوں کے اندھوں سے سنیے تھے اور جو کھینچنے والوں میں بل پلین کر رہی تھی۔ لوگ مجھے یا لگوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد میں جو سے کا ہال سے باہر نکل آئی اب کسی سانس کا انتخاب میرے لیے ضروری نہیں تھا چونکہ میں یہاں دوسری حیثیت اختیار کر چکی تھی پورا دن جڑے اطمینان سے گزارنا تھا۔ دوسرے دن میں سوکر بھی نہیں آئی تھی کہ سارا ڈیوٹی کا بلاوا آگیا۔ وہ صبح ہی صبح کلب آگئی تھی۔ دن کی روٹھی میں کلب کوئی آسب زدہ عمل نظر آتا تھا جہاں محسوس ہوتا تھا کہ میرا نام۔“

”سارا ڈیوٹی اپنے کمرے میں ٹھہر رہی تھی اور گریٹ کے کٹس کریش لگائے جا رہے تھے میرے داخلے پر اس نے ٹوک کر مجھے دیکھا اور نجانے کونسا مضطربانہ انداز سے دیکھی رہی پھر سگریٹ نے اس کی آنکھوں کو کچھ اٹھو تو وہ چونک گئی اور اس نے سگریٹ الٹیں کرے میں سسل ویا۔“

”ہیلو۔“ میں نے حسب معمول سگریٹ سے مخاطب کیا تھا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ کیسے مزاج ہیں تمہیںک تو ہونا تمہارے کل کے کھیل کی تفریحی تعریف ہو رہی ہے۔“

”لیس میڈم۔ جو کچھ آپ نے میری ذمہ داری لگائی ہے اسے پورا کرنا تو میرا فرض ہے۔“

”بالکل ڈیڑھ اور میں تم سے کہتی ہوں کہ تمہیں پریشانی ہونے کی وجہ ہر ضرورت نہیں تم اس وقت تک ہمارا ڈیوٹی نہیں ہو جب تک ہماری سامتی ہو۔“

”شکریہ۔“

”تمہاری فطرت اور تمہارے بہترین لگاؤ کی وجہ سے میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا ہے۔“

”وہ کیا۔“

”میں نے پوچھا۔“

”تمہیں باہر جانے کی آزادی دی جاتی ہے رات کو آٹھ بجے تک جہاں چاہو میرا تعلق کر دو تم پر اب کوئی پابندی نہیں

طرف جاری تھی۔ پتہ نہیں ہو کہ کون سی جگہ تھی۔ میں ان علاقوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتی تھی۔

عام دن تھا۔ راستے میں کوئی زیادہ ریش بھی نظر نہیں آیا۔

تھا بھر ایک برسوں سے علاقے میں ڈروں نے گاڑی روکنے کی یہاں ایک چھوٹی سی گنگنا تھی، ہوئی آلیشا بہرہ رسی تھی جو کسی پہاڑ سے بہتی ہوئی آتی تھی۔

”یوں لگتا ہے تم شہر سے بہت دور نکل آئے ہو ڈراٹو“

میں نے کہا۔

”آپ کل بسندگی کیجئے ہے“

”ہاں۔ مگر سنسان ہے۔ میں نے کہا۔

”زندگی کا لطف تو یہاں ہی آتا ہے، ڈراٹو رولولر۔

”تم مجھے یہاں کیوں لانے ہو، یوں نے پوچھا۔

”مجھے کسی موٹر سائیکل کی آواز اچھی اور میں چونک کر ادھر دیکھنے لگی۔ موٹر سائیکل بھی جیسی ہے اس کے گرد گنگنا تھی ایک بد معاش ٹامپ کا آدی اس سے اتر کر گیا تھا۔ میں اس موٹر سائیکل سے اچانک نہیں تھی۔ جیسی ڈراٹو پورے شہر کی گنگنا کی کان پر اس شخص کو شاید دعوت دی تھی اور وہ موٹر سائیکل سے اتر گیا۔

کمال ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس شخص کو پوچھ دیکھے تھی۔

”کیا ہو رہا ہے یہاں؟“ اس نے سوال کیا۔

”بس عیش پور ہے میں تم اپنی کہو“

”میں اپنی کیا کہہ سکتا ہوں یہ لڑکی کون ہے؟“

”تو خوبصورت لڑکی ہے اور خوبصورت لڑکیوں کا اس سے زیادہ تعارف اور کوئی نہیں ہوتا“

”تھیک ہے، ہم اس خوبصورت لڑکی سے تعارف حاصل کریں گے، اس شخص نے بے ڈھنگے انداز میں کہا اور میرا بازو چمکے کر مجھے اٹار لیا۔

میں بھی زندگی کے اس تہنہ رخ سے تنگ آگئی تھی دل میں بہت سی خواہشیں بہت سے جذبے دفن ہو چکے تھے لیکن اب اس طرح میں انسانوں کے ہاتھوں لٹا بسند نہیں کرتی تھی بلکہ میں ان لوگوں کو صحیح طور پر جواب دینا چاہتی تھی جو تربیت میں نے حاصل کی تھی اس کے استعمال کا اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ میں اطمینان سے اس کے ساتھ بیٹھے آتھی وہ آدی جڑا خوش تھا جیسی ڈراٹو پورے ساتھ ہی آ رہا تھا۔ چند قدم چلنے کے بعد میں نے ایک مناسب جگہ منتخب کر لی۔

پہلے اس کا ایک گول سا قطعہ تھا جس کے اطراف ہموار کھلے ہوئے تھے۔

”کیسی جگہ ہے، میں نے مسک کر کہا وہ دونوں فرط سے پاگل ہو گئے۔

”بہت ہی خوبصورت، چاروں طرف پہاڑا سما سے پائیں کر رہے ہیں ان پر برف تھی ہوئی ہے پائیں رہی ہیں اور جان میں ہواؤں کے اس موسم میں، اس آتنا ہی کہا تھا کہ میں نے دفعتاً اپنا ایک پاؤں گھما کر دائرہ منبر پر مارا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے پاؤں پوری ضرب اس کے منبر پر پڑی تھی اس کے تین دانٹ ٹوڑ اور مٹے سے خون آبلے نکلے۔ وہ آجیل کر دوسری طرف جا کر دوسرا آدی حیران رہ گیا۔ جیسی ڈراٹو کو خون آگئے دیکھ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

”یہ۔ یہ سب کیا ہے؟“

”کچھ بھی نہیں۔ میں نے دوران ٹھنڈی ہواؤں سے روٹنا س کر لیا تھا۔ دیکھو نا پہاڑوں پر کبھی برف ہو ہے، اس نے ایک گندی سی گالی دی اور آگے بڑھا جیسی ڈراٹو دوران سنبھل گیا تھا۔

”تو رہتے ہیں اسے تھیک کرنا ہوں، وہ آگے اس بار میں نے اس کے سر پر چھو کر سبک تھی اور جب وہ لگا تو میں نے خود ہی گرمان پکڑ کر اسے روک دیا اور ایک زبردست ہاتھ اس کے منبر پر رسید کیا اس ہاتھ نے کام دیکھ اور ڈراٹو پورے پچھلے تین دانٹ تھی تو اسے اس کی شکل بگڑ گئی تھی ہونٹ پھٹ گئے تھے لیکن وہی نہیں میں نے اپنا ہار پٹ کر اس کی ہڈی پر ایک زوردار کنگنا اور وہ پڑے پھر بگڑ گیا۔

اسی وقت دوسرے آدی نے مجھے پچھے سے کسے کی کوئٹہ کی اور میں نے سلب ہو کر اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کر لیا۔ پھر میں نے اس کے بازو پر ہاتھ ڈال کر اسے فلامنگ لگا کر پیٹے گرا دیا۔ بیٹھے گئے ہی میں نے اپنے جملے کی لڑائی اس کی آنکھوں پر رکھ کر مسل دی اور اس کے حلق سے دھڑا آجیجیں نکلے لیکن میں میرا جنون ختم نہیں ہوا تھا میں نے ان میں سے ایک کی ٹانگ کی ہڈی کو ٹوڑی وہ میرے کا بازو اور دونوں کو سامنے کے دانتوں سے محروم کر دیا۔

وہ دونوں چند لمحات کے بعد ہی بے ہوش ہو گئے تھے انھیں ٹھکانے لگانے کے بعد جب میں سنبھلی تو مجھے دوسرے

آہٹ محسوس ہوئی۔ یہ وہ افراد تھے جن میں ایک اور اور دوسری لڑکی تھی۔ مرد کے ہاتھوں میں کبر تھا۔ دونوں مجھے دیکھ رہے تھے اور ان کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔ پھر وہ بڑی سے آگے بڑھ آئے۔

”آپ، آپ شاید کسی حادثے کا شکار ہوئی ہیں، مرنے کہا۔ میں اسے جواب دینے ہی والی تھی کہ کھڑے سے غاصلے پکھڑا ہوئی ایک کراٹھے نظر آئی۔ یہ کار۔ یہ کار پہلی بار مجھے نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے اس دوران میرا تعاقب کیا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال لیا۔

”آپ یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“

”م۔ میرا مطلب ہے آپ کسی حادثے کا شکار ہوئی ہیں۔“

”ہاں۔ یہ بد معاش مجھے دھوکا دے کر یہاں لے آئے ہیں“

میں نے کہا۔

”کوئی نقصان تو انہیں پہنچا آپ کو؟“

”نہیں۔ میں تھیک ہوں۔“

”ہم آپ کی کوئی مدد کر سکتے ہیں، اس بار لڑکی نے پوچھا۔

”مجھے افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں خلل ہوئی“

”نہیں۔ ہم واپس جانے کے لیے تیار ہیں۔“

”تب مجھے بھی شکر کسی علاقے میں چھوڑ دیں۔ میں آپ کا شکر ادا کروں گی۔“

”آپ نے ان کی اچھی قسمت کر دی شاید آپ مارشل آرس کی ماہر ہیں، تو جو انے لگا۔

”ہاں۔ میں بخیر بہت جانتی ہوں۔“

”بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔“ مرد نے کہا۔

”میرا نام ساجی ہے۔“

”ان لوگوں نے آپ سے کچھ چھینا تو نہیں۔“

”نہیں۔ میرا بزرگی جیسی میں پڑا ہے بس اسے دکھانا ہے۔ میں نے کہا اور جیسی کی طرف بڑھ گئی۔

جیسی لاکھی، میں نے زمین سے ایک ٹڑا سا پتھر اٹھا لیا اور پوری قوت سے بیک مر پر دے مارا۔ بیٹھنے پر وہ ہونٹا ہونٹا ایک اور ٹڑا پتھر اٹھا لیا اور وینڈا اسکرین پر دے مارا۔ اگر وہ دونوں نہ ہوتے تو شاید میں جیسی کو آگ لگا دیتی تاکہ ڈراٹو اس نقصان کو کبھی فراموش نہ کر سکے۔ ان دونوں نے میری حرکت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بہر حال ان کاموں سے فائدہ ہو کر میں ان دونوں کے ساتھ چل پڑی۔ میرا انداز غلط

نہیں تھا۔ وہ دونوں کسی کار میں آئے تھے جو میرا تعاقب کر رہی تھی۔ میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ میں ان لوگوں سے اگر سوالات کرتی تو ان کی شخصیت فوراً مشکوک ہو جاتی کیونکہ وہ عجیب سے انداز میں میرے سامنے آئے تھے اور زبردی مدد پر آمادہ ہو گئے تھے۔

راستے میں کسی نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی شہر پہنچ کر لڑکی نے کہا۔

”آپ کو کہاں چھوڑ دیں میڈم۔؟“

”بس کسی ایسی جگہ جہاں سے ٹیکس مل جائے میں نے کہا اور مرد نے ایک گزرتی ٹیکسی کو اشارہ کر کے کار روک کے کنارے کر کے روک دی۔ میں ان دونوں کا شکر ادا کر کے ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ لڑکی اور مرد کا چہرہ میرے لیے نیا تھا نہیں اس میں کسی شک کی گئی انکس نہیں تھی کہ وہ سارا ہی آدی تھے ہاں ٹیکسی ڈراٹو اور اس کے ساتھ ہی کے آدی کے ڈر وار میں کسی طرح سارا ڈیوی کو نہیں پتھر لگتی تھی۔

بہر حال میں نے اس کی جیسی کو کھلی پتہ بنا دیا اور ٹیکسی چل پڑی، پتھوری دیر کے بعد میں داخل ہو کر جیسی پہلے میں اپنی ہاتھ میں گئی اور اس کے بعد لاس جنرل کر کے باہر نکل آئی۔

کلب کا ماحول جوں کا توں تھا کوئی خاص بات نہیں تھی اس ماحول میں رات کو سارہ ڈیوی سے ملاقات ہوئی اس کا موڈ زیادہ بہتر نہیں تھا مجھ سے کبھی سرد مہری سے پیش آئی پھر اس نے مجھے اطلاع دی۔

”انٹرف علی نے تجھیں ڈر ہر بلا یا ہے۔ لو نہ بگڑے ہاں پہنچ جاؤ۔“ اس نے کہا۔

”اوہ سیکر یہ ضروری ہے مادام۔ میں نے پوچھا۔

”کیا مطلب۔؟“ اس نے مجھے غور دیکھا۔

”مطلب یہ کہ انٹرف علی کے پاس جانا میرے لیے اتنی اہمیت نہیں رکھتا۔“

”تھیک ہے۔ لیکن تجھیں جانا ہے؟“

”مگر میں نہیں جانا چاہتی۔“

”نہیں ساجی، تجھیں ضرور جانا چاہیے۔ وہ مولی شخصیت کا انسان نہیں ہے اس کی دعوت ایک اہمیت رکھتی ہے۔“

”لیکن مادام۔“

”تم ضرور جاؤ گی، سارا ڈیوی نے مرد لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گئی۔ میں نے یہ سب کچھ لپٹ لپٹ کر دیکھا تھا میں

تو خود انشرف علی سے ملنا چاہتی تھی لیکن ہے کوئی کام ہی ہونے
جائے۔ لیکن فوراً ہی آمادگی کا اظہار کر کے سارا دلوں کو ہنسنے
ہیں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

بہر طور چونکہ اس نے سختی سے یہ بات کہی تھی اس لیے میں
نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور فریضے میں روانگی کے لیے تیار
تھی میں نے ایک عمدہ لباس پہنا اور بچے کے اطلاع ملی کر یا ہرگز
آگے سے میں نیچے اترنا نہ۔

یا ہر ایک خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی جس کے نزدیک
ہی ڈیرا پور موجود تھا اس نے میرے لیے خفیہ و دوازہ گھول دیا اور
میں کار کو برفروا ہنسنے کے اندر بچے کی کاحل جڑی۔

مختلف راستے کرنے ہوئی کار بالآخر ایک خوبصورت ملنے
میں داخل ہوئی اور ایک نہایت حسین عمارت کے سامنے پہنچ
کر پورچ میں اتر گئی۔ پورچ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہوا،
شخص بڑھیاں انکر کر میرے نزدیک آیا۔ اس نے کار کا دوازہ
کھولا اور گردن تم کر کے ٹولا۔

”نشرف علی لائے تم لوں۔ اور میں اس کے ساتھ اندر چل
پڑی۔ اس نے مجھے خوبصورت سے ڈرائیونگ روم میں پہنچایا
جہاں انشرف علی نے میرا استقبال کیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت
گاؤں پہنچے ہوئے تھا اور اس کی شخصیت اتنی ہی بڑا سرشار نظر آ رہی
تھی جتنی میں نے پہلی بار محسوس کی تھی۔

”تاش کی جاو و کرگی خدمت میں سلام۔“ اس نے کہا۔
اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن تم کر دی۔
”نشرف علی کیجئے۔ اس نے ایک نشست کی طرف اشارہ کیا
اور میں بیٹھ گئی۔

”سنا بیے مزاج کیسے ہیں؟“

”مٹھیک ہوں۔“

”اب تک تو آپ سارا کو روڑ پر تپتی بنا چکی ہوں گی؟“

”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

”ہے نہیں تو بھوتکتی ہے۔ آپ ایسی ہی شخصیت کی مالک
میں مس سائیگی کہ ہر شخص کی آپ پر دل چاہتی ہے؟“

”یہ آپ کی عزت افزائی ہے۔“

”نہیں۔ یہ حیثیت ہے۔ اگر آپ سارا کے ہاتھ نہ دیکھتیں
تو میں آپ کو اپنا ساتھی بنانے کی کوشش کرتا ہوں۔“

”دولت کے حصول کے لیے۔ میں نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں۔ دولت تو میرے پاس بہت ہے بس میں لوں
کہیں کہ آپ ایک انوکھی خوبی کی مالک ہیں۔ میں خوبصورت اور

بڑا سرشار چیزوں کا عاشق ہوں بہر طور میں تنہائی میں آپ
سے ملنا چاہتا تھا آپ کا شکریہ کے آپ یہاں آگئیں۔“

”آپ کی دعوت تھی اور سارا دلوں کا حکم میں بھلا کیسے نہ
کر سکتی تھی۔“

”بہر طور مس سائیگی۔ آپ کے بارے میں میرے دل پر
بہت سے خیالات ہیں کیا مجھے ان کے اظہار کا موقع دیں گی؟

”آپ یہ سوال مجھے کیوں تو پوچھ رہے ہیں بیٹھنا انشرف
ہے میں آپ کی ہرمان بھی ہوں اور پھر پوچھیں تو خاموشی پور
”نہیں۔ میں آپ کو اپنا خادم نہیں کہہ سکتا لیکن وہ
بات ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو بہت سی مشکلات
پہنچا سکتا ہوں۔“

”میں نہیں سمجھی۔“

”دیکھو میری بہت پریشانی ہے کہنا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں
حالات کے تحت کہہ رہا ہوں میرے دل میں تمھاری عزت
ہے ایک خاص مقام پیدا ہو گیا ہے میرے وجود میں تمھارا
لیے اور میں ذرا سی شرم کا آدمی ہوں کہ اپنے آپ پر فخر ہوں
جس چیز کا چاہتا ہوں اظہار کر دیتا ہوں۔“

”یہ اچھی بات ہے اظہار کر دینے والے لوگ بڑے ہنبر
ہوتے۔“

”اگر میں تم سے سارا دلوں کے بارے میں کچھ ایسی بات
کہوں جو اس کے حق بہتر نہ ہوں تو تم میری بہت سمجھنا کہ میں خوبصورت
کے لیے احمق بنا رہا ہوں بلکہ اس میں میرے دل کی جذبات بھی
شامل ہیں۔“

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

”میں مجھیں سارا کے چنگل سے نکال سکتا ہوں ورنہ
لاٹھی عورت تمام عمر تمھارا خون چوستی رہے گی اور میری تمھاری ہلا
نہیں چھوڑے گی۔“

”مجھے اس کا اندازہ ہے۔“ میں نے کہا۔

”اس کے باوجود تم کسی دوسرے کی مدد سے وہ فائدہ
آٹھانے کے لیے تیار نہیں ہووے انشرف علی بولا۔

”میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا۔“ میں بھڑائی ہوئی آواز
میں بولی۔

”ہاں۔ سائیگی۔ اس بات سے تم خود بھی انکار نہیں کر سکتے
کہ تمھارا کمال دیکھ کر کون متاثر نہ ہوا ہوگا۔ ہم لوگ خود بھی تیار
کے بننے کے مالک ہیں جو ہمیں کیجئے ہیں نافی شہر ہوں سے مجھے
پڑا ہے لیکن تاش کی جاو و کرگی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ وہاں

سب سے کبھی نہیں آئی آپ میرے لیے بے حد دلکش ہیں اس
کے علاوہ آپ کی شخصیت اس قابل ہے کہ اس سے قرب حاصل
یہاں ملے۔ چنانچہ میں نے سارا دلوں کے تعلقات کا فائدہ اٹھایا
اور آپ کو اس طرح سے بہانہ تیار ہوا۔

”میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں انشرف صاحب؟“
”کوئی خاص نہیں۔ میں تمھیں کسی سلسلے میں مجبور نہیں
لاؤں گا۔ اپنے بارے میں اگر مناسب سمجھو تو مجھے آگاہ کرو ورنہ
رہنا چاہو تو مجبور نہیں کروں گا۔ ہاں یہ جانا ضرور چاہتا ہوں
کہ تم سارا دلوں کو چھوڑنا پسند کر لو گی۔“

”میں اپنی مرضی سے اس کے ساتھ نہیں ہوں۔“
”مجھے معلوم ہے لیکن تم نے شہر غلط نہیںوں کا شکار ہو؟“

”میں نہیں سمجھی۔“ میں نے کہا۔

”جس طرح اس نے تمھیں بھلا سنا ہے وہ سب کچھ فراڈ
ہے جس میں میرے چند آدمیوں کو بھی استعمال کیا گیا تھا۔ تمھیں
طرح سمجھتی ہو؟“

”جی میں کچھ نہیں سمجھی۔“

”وہ شخص جسے تمھارے ہاتھوں قتل کر لیا گیا اور حقیقت
نقل نہیں ہوا۔“

”یک۔ یکرا مطلب۔“ میں نے فوج سے پوچھا۔

”وہ زندہ ہے اور اگر تم چاہو تو میں اسی کے تمھارے
سامنے لا سکتا ہوں وہ میرے ہی آدمیوں میں سے ایک تھا۔
میں معلوم تھا کہ سارا اس کے لیے بے سارا ڈرامہ رجا رہی ہے۔
وہ مجرمانہ ذہنیت کی مالک ہے اکثر لوگوں کے خلاف کچھ نہ کچھ
رہتی رہتی ہے اور اس سلسلے میں اکثر وہ چیز آدمی میرے اس کے
لیے کام کرتے ہیں کہ وہ میرے لیے خوبصورت ماحول بہتیا
رہتی ہے چنانچہ سائیگی وہ شخص تمھارے پاس پہنچا اور قتل
ہو گیا اس کے بعد پولیس کے چند افراد وہاں پہنچے اور انھوں
نے تمھیں گرفتار کر لیا۔ تمھیں ان سے تمھیں بھی کیا گیا۔“

”جی رہی ہیں نے تجیر کے عالم میں کہا۔“ آپ کو سب کچھ
معلوم ہے۔“

”ہاں۔ میں اس سائنس میں براہ راست تو شریک نہیں
تھا لیکن سارا نے میرے چند آدمیوں کو استعمال کیا تھا۔ سب
پہر صرف اس کے لیے کیا تھا کہ تم خود کو ایک قاتل محسوس کرو اور
میرے اس کے احسان کے نتیجے میں وہ جو حالانکہ پولیس میں
لیا کوئی نہیں درج نہیں ہے۔ میں تمھیں پچھلے دو ماہ کے
خباہت تمھیں کر سکتا ہوں کسی اخبار میں اس کیس کا تذکرہ

نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر تم چاہو تو پولیس اسٹیشن چل کر
تمھاری کھانسی کر سکتا ہوں۔ میرے ہاتھ کا مقصد یہ ہے کہ جس
طرح تم بلیک میل کی جا رہی ہو وہ سب کچھ فراڈ ہے وہ سب
مصنوعی لوگ تھے اور یہ حال تمھیں بھلا سنے کے لیے بھلا گیا تھا۔
انشرف علی نے کہا اور میں مجبور نہ تھی چند لمحات کے بعد میں
نے گردن جھکا کر افسردہ ہلے میں کہا۔

”مستر انشرف۔ آپ مذاق تو نہیں کر رہے۔ آپ نے
مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی ہے۔“

”دی ہے نا۔“ انشرف علی نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ”میں نے کہا
نا کہ اس احمق عورت کو چھوڑ کر میرے ساتھ رہو میں کائنات کی
تمام خوشیاں تمھارے دامن میں ڈال دوں گا۔“

”اگر یہ حقیقت ہے تو میں تیار ہوں۔ میں خود ہی اس کے
ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ میں نے کہا اور انشرف علی مسکراتے دکھ
اس وقت دروازے پر دستک سائی دی اور انشرف علی نے
آواز لگائی۔

”آ جاؤ بھئی آمادگی یہاں کوئی خبر نہیں ہے۔ دوسرے
لئے جو شخص اندر داخل ہوا وہ رام داس تھا اس نے مسکراتے
ہوئے گردن تم کی اسی طرح اس کا استقبال کیا۔

”ا وہ مس سائیگی موجود ہیں۔“ اس نے کہا۔

”ہاں سائیگی۔ اور شری بڑی کام کی باتیں ہوتی ہیں ان کے
آئندہ یہ ہمارے لیے کام کریں گی۔“

”اور سارا کا کیا ہوگا۔“ رام داس نے پوچھا۔

”چھوڑو۔ اس چالاک عورت کو روزانہ لاکھوں روپیے
کا راز ہے اور بہت جلدی کر رہی تھی اور پھر راب تھی بن
جانے گی اب تو ہمارا مسئلہ ہے۔ انشرف علی نے کہا اور رام داس
ہنسنے لگا پھر بولا۔

”کیا سائیگی اس بات کے لیے تیار ہوگی ہیں کیا سارا
نے جو کچھ ہمارے ایک فراڈ ہے۔ وہ بہت خوش ہوئی ہیں اور
ہماری شہر تیار رہیں۔ ویسے رام داس تھا اور کیا خیال ہے سائیگی
کا ہمارے ساتھ شامل ہو جانا ہمارے لیے نیک فال نہیں ہے؟

”میں اس کے جواب نہیں دیا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔
”سے تو یہی لیکن کچھ مشکلات پیش آ سکتی ہیں انشرف علی؟“

”وہ کیا؟“

”کنوڑی کو تو اب جاننے ہی ہیں۔“

”کس کی بات کر رہے ہو؟“

”کنوڑی اور وہی مسئلہ کی، رام داس نے کہا۔ اور دوسرے

لئے میرے ذہن میں کئی دھمکے ہوئے۔

”ہاں کیوں نہیں۔ کونرادھن سنگھ سے میں اچھی طرح سے واقف ہوں۔“

”کونرادھن سنگھ کی زندگی میں کچھ لوگ کے واقعات پیش آئے آپ ان کی شخصیت کو جانتے ہیں مگر شرف علی نہیں غلاب آپ کو یہ معلوم نہیں کہ رادھن سنگھ کی جس کے پیچھے پرمجانی تو اس کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی نامتازہ کوششوں کے باوجود کامیابی کا ہی مزہ چھینا جا تا ہے۔“

”کیا کہنے ہو بخاری ہاں میں میری کچھ خبریں نہیں آرہیں۔“

”آپ رادھن سنگھ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ رادھن سنگھ کی زندگی کا آسانی سے اپنی زندگی نہیں پاسکے انھوں نے پوری زندگی کی شکاروں میں صرف ہی رہے اور جبران تمام حالات کے تحت بھلائی کیسے ہو سکتا ہے کہ مس سائیگی با رام داس رکا۔“ اس نے مسکرائی لگا ہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔ ”یہ پھر مس کو مثل آئی آسانی سے اپنی گردن پھینکیں۔“

”بخاری کوئی بات جو میری سمجھ میں آ رہی ہو کر بہت زیادہ پی کر گئے ہو۔“

”نہیں۔ بلکہ آپ کا لفظ آنا راجا چاہتا ہوں انشرف علی صاحب یہ خاتون خوش سائیگی کے نام سے یہاں مشہور ہیں دراصل ان کا نام کو مثل ہے اور جو ترقیاں انھوں نے کی ہیں وہ ناصر میرے لیے بلکہ کوریج ان کے بابے میں نہیں گئے تو خود بھی جبران رہ جا ہیں گئے۔ کوریج کو ان کی تلاش سے بڑی دلچسپ بات یہ ہے مگر انشرف علی کو مس سائیگی یعنی مس کو مثل یعنی سے ڈیرادون آگئیں۔ بلقیٹا کاف کلب کے بابے میں انھوں نے معلومات حاصل کی ہوں گی اور اچھی معلومات کی بنیاد پر وہ یہاں پہنچیں بڑا اچھا لگتا ہے ان کا کونرادھن سنگھ جی سے، لیکن سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ہم انھیں جس ٹوپ میں دیکھا تھا وہ میرے لیے بڑا جبران کن ہے، شاید آپ اس بات پر یقین نہ کریں سیٹھ انشرف علی کو مس سائیگی یعنی مس کو مثل ایک دو بہاں لڑکی ہیں اور ایک ایسے باپ کی بیٹی جو کونرادھن سنگھ کے ہاں معمولی ملازمت کرتا تھا۔ وہ بہاں سے لیکھیں تو بچھلے کہاں کہاں گھومتی پھرتی ساری باتیں اپنی جگہ ان کا بھی پہنچ جانا اپنی جگہ لوگوں کو انھوں نے ہلاک کیا وہ اپنی جگہ، سب سے زیادہ جرت کی بات یہ ہے کہ یہ مارا مثل ارس سے واقف ہو چکی ہیں اور نشان کے کھیل میں ان کا اپنا کوئی نافی نہیں۔ رہا مجھے سب نبیادوہرت

اس بات پر ہے کہ انھوں نے بڑی ہی تمام چیزیں کہاں سے حاصل کر لیں بہر طور سیٹھ انشرف علی میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا رہا ہوں اور جب میں نے واقعات کی کہ باں مل میں تو میں اچھی بڑا میرا نہیں بہاں نا ایک فطری بات تھی، شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ انھوں نے کئی ایسے ڈراموں کو ہلاک کر دیا ہے جو میرے لیے اور کونرادھن سنگھ کی کے لیے کام کرنے تھے سورج گردن کے نمائندے عام حیثیت نہیں رکھتے لیکن اس نے ان سب کو کئی کامیاب چارہ دیا تھا۔ میری کچھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا، انشرف علی خاموشی سے رام داس کی بات سن رہا تھا۔ پھر اس نے اہمنڈ سے کہا۔

”بخاری سے پاں کیا بھوت ہے اس کا کہہ دو، وہی لڑکی ہے کمال ہے۔ یہ بھوت آپ کو کونرادھن سنگھ جی فراہم کرے گا میں نے بڑی عجیب سی کیفیت میں انھیں پایلے۔ ویلے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں خود بھی یہ بھوت فراہم کر سکتا ہوں۔“

انشرف علی خاموش نگاہوں سے رام داس کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”مگر رام داس۔ اتنی کام کی لڑکی کو کم کم بھوت کے چولے کر دو گے کہ کیا یہ بات مناسب ہوگی۔“

”رادھن سنگھ جی کا مسئلہ ذرا مختلف ہے پھر انشرف ایک یہ لڑکی جسے کام کی چیز ہے لیکن ہم اسے چھپا بھی تو نہیں سکتے اور پھر آپ جانتے ہیں کہ مارا دلوی کا رادھن سنگھ کے کیا تعلق ہے۔“

”سارا کا جو کچھ تعلق ہے وہ تو میں جانتا ہوں، لیکن منھارا بھی تو رادھن سنگھ سے تعلق ہے کیا سارا کے ساتھ تم نے اس سلسلے میں فراڈ نہیں کیا۔“ سیٹھ انشرف نے رام داس سے کہا۔

”نہیں سیٹھ انشرف صاحب۔ میں دنیا کے ہر شخص سے فراڈ کر سکتا ہوں بات اگر صرف سارا کی ہوئی تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن اب یہی صورت سامنے آئی ہے اس کے بھوت میرے لیے مشکل ہے کہ میں رادھن سنگھ سے سب کچھ چھپاؤں۔“

”ہوں یہ بات ہے تو پھر اب کیا پروگرام ہے،“ سیٹھ انشرف نے سیدھی سے کہا۔

”مجھ سے۔“

”دراصل رادھن سنگھ جی کو اس لڑکی کی تلاش ہے اس کے ہاتھوں انھیں بڑے نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ انھوں نے بہت کچھ کہا ہے لیکن مشورہ ہے کہ ہم اسے رادھن سنگھ جی سے چھپا نہیں سکتے اور اس طرح انھیں اپنا

دشمن بنائیں گے۔“

”اس کے لیے کوئی مذکورہ نہ دلت کہا جا سکتا ہے۔“

”نہیں سیٹھ انشرف۔ اس سلسلے کو اب رہے ہی وہ ہیں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا، سیٹھ انشرف مختصری اور کچھ سوچنا رہا میں چہرہ سخت بنا سے ان لوگوں کی گفتگوں رہی تھی اور یہ اعزاز ہے لگا رہی تھی کہ اب لے کر آنا چاہیے سیٹھ انشرف خود ہی دیر خاموش رہا پھر اس نے مسکرائی طرف دیکھے ہوئے کہا۔

”کیوں دلوی جی آپ کا کارا اورادہ سے، میں منظر مانا انداز میں ہونٹ کھول کر رہی تھی، سیٹھ انشرف ہنس پڑا پھر اس نے رام داس کو دیکھے ہوئے کہا۔“

”ٹھیک ہے رام داس ہم اس سلسلے میں کہا کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ اس سلسلے میں تم سے تعاون کریں لیکن نہیں سبھی ہم سے بخور سانا تعاون کرنا ہوگا۔“

”ٹھیک ہے رام داس ہم اس سلسلے میں کہا کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ اس سلسلے میں تم سے تعاون کریں لیکن نہیں سبھی ہم سے بخور سانا تعاون کرنا ہوگا۔“

”تو پھر کیا خیال ہے۔ ہوجائے مختصری سی یا سیٹھ انشرف نے کہا۔ اور رام داس اس کا مطلب سمجھ کر مسکرائے، ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ اس سلسلے میں کیا اقدام کرنا چاہیے۔ سیٹھ انشرف نے ایک گھنٹی بجائی اور ایک ملازم اندر داخل ہو گیا۔“

”شراب کا سامان تیار کرو۔ انھوں نے کہا اور ملازم گون خمر کے باہر نکل گیا۔ رام داس اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ کرائی نظروں سے مجھے مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”کیوں کو مثل جی آپ نے اس سلسلے میں کوئی تاخیر یا تردید نہیں کی میں نے پھر کوئی جواب نہیں دیا، سیٹھ انشرف اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا ہوا۔“

”ٹھیک ہے بھئی۔ اب کیوں اس لیے جاری کو پریشان کر رہے ہو مختصری جی میری کہاں تو ہے دو دنوں سے پاس ہے، پھر کہ سیٹھ انشرف ایک انار کی طرف ٹھہر گیا۔ اس نے لگاریں سے کچھ لوگوں کی نگاہیں اٹھائیں اور انھیں سے کہہ کر مریز آیا۔“

”کیا خیال ہے مس سائیگی، میں تو یقیناً مس سائیگی ہی کہوں گا پھر جیسا سا کھیل ہو جائے۔“

”میں ان حالات میں نہیں کھیل سکتی۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر کچھ تو پو۔ کوئی فیصلہ کر دو کیوں ابھی رام داس تھا، کیا خیال ہے۔“

”ہاں بھئی۔ میں جانتا ہوں کہ مس کو مثل اب پریشان ہوں گی اور آپ ان کی طرف سے اتنے غافل ہی نہ رہیں یہ بہت خطرناک لڑکی ہے، ماحول کو پوری طرح سمجھتی ہے اس لیے ہمیں متاثر نہ سنا ہوگا، میں نے لغت سے رام داس کی طرف دیکھا اور پھر سیٹھ انشرف کی طرف دیکھے، لیکن ایک وقت سیٹھ انشرف نے مجھے ایک غیر محسوس سا اشارہ کیا تھا، ایسا اشارہ جسے میں سمجھ نہ سکی، میں اسی اشارے میں اٹھی ہوئی تھی رام داس گفتگو کر رہا تھا وہ بہت خوش تھا اس بات پر کہ اب رادھن سنگھ کے سامنے سرخو ہوگا، اس نے بھی کہا کہ بدلتی ہے اس لڑکی کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اگر یہ واقعی سائیگی ہوئی تو وہ اسے سزا سنبھالوں پر رکھتا لیکن اب یہ ضروری ہے کہ سارا دلوی کو بھی اس کے بارے میں سب کچھ بتانا ہوگا۔ سیٹھ انشرف نے شانے ہانسنے ہوئے کہا۔“

”جو بخاری مرضی آئے کہ جو بھی اب تو میں اس سلسلے میں کچھ بولی ہی نہیں سکتا، مگر اس کے برتن سامنے رکھے اور سیٹھ انشرف نے سب کے سامنے شراب بنا کر پیش کر دی اس نے مجھے جب جام دیا تو میں نے لغت سے کہا۔

”میں نہیں پیتی۔“

”اے ہاں بھئی میں بھی تمہیں اس بات کے لیے منجنا بنا تھا، چلو تیر کوئی حرج نہیں ہے ہم ہی تھے ہیں چلو رام داس بخاری کا میاں کی کے لیے ایک جام یا سیٹھ انشرف نے رام داس کے جام سے جام تمہارا اور رام داس نے ایک ہی گھونٹ میں ساری شراب حق میں اٹھیل لی لیکن ابھی شراب اس کے منہ سے میں گئی ہی تھی کہ دفعتاً وہ اچھل کھڑا ہو گیا، اس کے چہرے پر لذت کے آثار نظر آ رہے تھے، اس نے دو لوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے اور دست زدہ لگا ہوں سے سیٹھ انشرف کو دیکھتا ہوا ہوا۔“

”یہ۔ یہ کیسی شراب تھی۔ اے میرا سینہ بڑی طرح جل رہا ہے۔ اندر ہی اندر بجائے کہا ہو رہا ہے۔“

”میرے شکار کو حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے رام داس تم نے بڑی ذوقی ختم کر کے خود ہی اپنے لیے نقصان خریدنا تھا میں کیا کروں۔“

”کیا مطلب ہے؟“

”شراب میں تو پھر اور اب بخاری کہانی خاموشی سے اسی جہت کے نیچے دفن ہو جائے گی۔ دو چار ڈراموں کو مثل کر کے دفن کر دیتا ہوں، یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ رام داس نے دو لوں ہاتھ فضا میں لہرائے اس کی آنکھیں چڑھتی جا رہی تھیں

میں جو تک کر کھڑی ہو گئی۔ سیدہ اشرف نے اگلے بڑھ کر میرے
 شائے رہا کرتے تھے۔
 "تم میری پناہ میں آئی ہو کوشل اب غور مت کرو۔ راہن
 شکر سورج گرنے کا بہت بڑا آدمی ہے لیکن اشرف، اشرف اپنی
 دنیا کا بادشاہ ہے اور اب تمہیں کسی بات کی پرواہ نہیں کرنا
 چاہیے۔ میں متویش لگا ہوں سے سیدہ اشرف کو اور رام داس
 کو دیکھتی رہی رام داس نے تھمتوں کے بل زمین پر بڑھ کر اپنا
 سبز مسند شروع کر دیا تھا اور سبز آہستہ آہستہ وہ اندھا زمین
 پر لیٹ گیا۔ اب اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ شاید وہ
 مر چکا تھا۔ اشرف علی کے ہاتھوں پر ایک پر امر اسکا کہتے ہیں
 رہی تھی۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی تھی تب اس نے کہا۔
 "دراصل کوشل۔ میں اکی ٹھمکا آدمی ہوں اپنے بارے
 میں آپ کو بتا رہا ہوں بنا دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو میرے
 سلسلے میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو میری زندگی خرمایہ کا راہوں
 کے دوران گزری ہے۔ اپنی اس مختصری زندگی میں بہت کی نظروں
 سے والستہ رہ چکا ہوں، پورے میں خاص طور سے میں ایک گروہ
 میں شامل تھا۔ جو میکلائس کا گروہ کہلاتا تھا۔ ایک لارنس
 ایک ورنہ صفت آدمی تھا۔ اور ذریعہ طور پر جوئی بھی تھا اس
 کے لیے زندگی موت ایک کھیل کی حیثیت رکھتی تھی۔ میرا اس گروہ
 سے تقریباً تین سال تک تعلق رہا اور اس کے بعد جب اپنا
 وطن دیکھنے کی خواہش میں آئی تو میں اسے چھوڑ چکا اور
 یہاں چلا آیا۔ یہاں آنے کے بعد میں نے خاصی تک و دوکی
 کئی ایسے جھوٹے موٹے گیسے کیے جن سے مجھے اچھی خاصی رقم
 حاصل ہو گئی۔ میں کھانے اور اڑانے کا آدمی ہوں۔ میری
 زندگی آزاد گزری ہے، گروہ بنا کر نہیں رہتا بلکہ یہ خیال رکھتا
 ہوں دل میں کہ گروہ کی وجہ سے آدمی بہت جلدی مہبت
 میں پھنستا ہے۔ سورج گرنے کے بارے میں مجھے یہ بات اچھی
 طرح معلوم ہو چکی ہے کہ اس کا تعلق سورج گرنے سے ہے
 البتہ سورج گرنے کے دوسرے افراد کے بارے میں مجھے زیادہ
 معلومات حاصل نہیں تھیں۔ میں اس تنظیم کے بارے میں قانہ
 کوششوں میں مصروف رہا کہ اس کی کچھ تفصیلات میرے علم میں
 آئیں مقصد کوئی خاص نہیں تھا صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تنظیم
 کی کیا حیثیت ہے اور اس انداز میں کام کر رہی ہے۔"
 "الغافل کی بات پر کچھ دنوں سے سارا دلیوی نکلے سامی
 حاصل ہو گئی اور مجھے پتہ چل گیا کہ کاف کلب دراصل تنظیم کا ہیڈ
 کوا ہے۔ یہاں کے بارے میں یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد

میں یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس تک رسائی حاصل کروں
 کہ رام داس مل گیا میرا زمانہ واقف کا رکھا اور اس سے مجھے
 معلوم ہوا کہ یہ خود ہی سورج گرنے کے لیے کام کرتے ہیں کوشل
 سے میرا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن تمہاری کہانی مجھے متاثر کر
 رہی ہے دراصل کوشل اب میں نہیں ساری چیزوں کو کوشل
 ہی کہوں گا کیونکہ مجھے تمہارا اصل نام معلوم ہو گیا ہے۔ میں ذرا
 لاپرواہی سے کہتا ہوں اپنی زندگی میں، میں نے بہت سے
 علوم سے واقفیت حاصل کی ہے، اے شمار دیا میں جانتا ہوں
 اور بہت سے سلاوں میں رہ چکا ہوں میں نے دنیا کو دوسری
 نگاہ سے دیکھا ہے دنیا عیش کرنے کی جگہ ہے انسان اپنے
 اور برصغیر میں کا بہا کر لادو لے تو پھر ان مہبتوں سے بھٹکا رہا اصل
 کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے چنانچہ بہتر ہی ہے کہ دنیا کو
 ہلکی نگاہ سے دیکھا جائے رشتے نہیں تعلقات اچھی چیز ہیں
 اور انسان ہمیشہ ان کے لیے مجبور رہا ہے لیکن جب یہ مجھ پر
 بے بسی بن جائے تو پھر انسان کو رشتے ترک کر دینا چاہیے میں
 نہیں کہتا کہ تمہاری اپنی کیا داستان ہے لیکن میں تمہیں مشورہ
 یہی دے سکتا ہوں کہ اپنے آپ میں جو دنیا کے لیے جینے
 کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں خاموشی سے اشرف علی کی طرف دیکھتی
 رہی اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور بھولا۔
 "غالبا یہ لاش تمہارے ذہن پر اٹھ رہی ہے اشرف علی سے مشورہ
 میں اسے چھکانے لگا دیتا ہوں۔ اس نے کہا اور چھک کر
 لاش دونوں ہاتھوں پر اٹھالی اور خاموشی سے لاش کو اٹھا اور وہ
 لاش کو اٹھانے ہوئے باہر نکل گیا۔ میں وہیں بیٹھی بیٹھی
 لنگا ہوں سے اسے دیکھتی رہی میری کچھ نہیں آ رہا تھا کلاب
 مجھے کہا کرنا چاہیے، ایک مہبت سے نکلے اور دوسرے مذہب
 میں گرفتار ہو گئی یہ اشرف علی کو ن ہے اور مجھ سے کیا جانتا
 ہے، اپنے بارے میں اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ صحیح ہے باغلا،
 کیا حیثیت ہے اس کی اس مذہب کا جسکے کوئی بات معلوم
 نہیں تھی۔ البتہ اس نے جس طرح رام داس کو قتل کر دیا تھا۔
 اس اندازہ ہونا تھا کہ سخت دل آدمی ہے اور کسی بھی کام کو
 کرنے میں وقت نہیں ہوتی ہوگی اسے بہت جلدی میں چند فیصلے
 کرنے تھے اور اشرف علی کے واپس آنے سے پہلے ہی مجھے اپنے
 آئندہ اقدامات کے بارے میں یقین کر لینا تھا اور میں نے ہی
 سوچا کہ اگر اشرف علی سے کچھ کام بن سکتا ہے تو کوئی طرح نہیں
 ہے مجھے اپنے سبب میں آنا کر لینا چاہیے چنانچہ اس خیال سے
 میں کسی حد تک مطمئن ہو گئی متویشی دیر کے بعد اشرف علی واپس

ہیں۔ میں نے تمہارے لیے کافی منگوائی ہے۔ میرا خیال ہے
 اس وقت کافی تمہارے ذہن کو سکون دے گی۔ میں سزا تیات
 میں گردن بلا دی تھی۔ متویشی دیر کے بعد ایک ملازم نے کافی کے
 برتن لگا کر میرے سامنے سجا دیے۔ سیدہ اشرف علی نے خود ہی اگلے
 بڑھ کر کافی پانی اور سکر لے کر پئے کئے تھے۔
 "اس وقت تم میری جہان ہو جس تمہارے لیے جو کچھ کر سکتا
 ہوں وہ کر کے مجھے بے حد متویشی ہو گی کیا یہ ممکن ہے کہ کوشل کو تم
 مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔"
 "میری تفصیل کچھ نہیں ہے سزا اشرف علی، میں نے
 کافی کے گھونٹے لیتے ہوئے کہا۔ رام داس کا کہنا درست تھا ایک
 دیہاتی ماحول کی پروردہ ہوں۔ زندگی بہت ہی سادہ اور
 آسان تھی یہ نہیں معلوم تھا کہ زندگی میں ایسے بنگلے داخل
 ہو سکتے ہیں۔ راہن شکر سورج گرنے کا آدمی ہے اور سورج
 گرنے کی تنظیم ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ شاید کچھ اور ممالک میں
 بھی پھیلی ہوئی ہے میں اس کے بارے میں ابھی تک مکمل معلومات
 نہیں حاصل کر سکی، راہن شکر سے ذریعے میرے خاندان کی
 سہا ی ہوئی میرے پتائی کو مارا اگلیا میری اور میری بہن
 کی زندگی تلخ کر دی گئی، ماما جی مر گئے اور میں ورنہ ہو گئی
 راہن شکر مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا ہے چونکہ میں نے اس
 کی بے عزتی کی تھی اور اب وہ مجھ سے اس کا بدلہ لینا چاہتا ہے
 اور اس کے لیے اس نے مجھ پر زندگی تلخ کر دی ہے۔ اس نے
 میری حیثیت مجھ سے چھین لی ہے جہانے کن کن حالات سے
 گزرتی ہوئی میں یہاں تک پہنچی ہوں۔ سارا دلیوی کے اس
 آؤسے کاف کلب پر میں بھی معلومات حاصل کرنے کے بعد
 پہنچی تھی کہ یہاں راہن شکر۔ ممانات، ہو سکتی ہے ابھی
 تک تو وہ مجھے نہیں ملا اور وہاں میں یہ ساری چیزیں آئیں
 ایک طرح سے، سب کا مل جانا اور مجھے اپنے ساتھ شامل کر لینا میرے
 تھا میں بڑا ہی ہوا۔ اشرف صاحب چونکہ اس طرح میں
 اپنے مقصد سے دور ہو گئی ہوں میری زندگی کا صرف ایک ہی
 مقصد ہے ابھی میں لورا کا حاصل کرنا اور راہن شکر کو قتل
 کرنا اس کے بعد میں دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار ہوں، اشرف
 علی متویشی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلانے
 ہوئے کہا۔
 "سارا دلیوی کے اس آؤسے کے بارے میں تمہارا کیا
 خیال ہے؟"

"راہن شکر اگر یہاں آ سکتا ہے تو میرا خیال ہے
 مجھے اس میں رہنا چاہیے میں تو اس سلسلے میں یہاں پر پوچھ
 سکتی ہوں۔"
 "کب تک اختلاف کرو گی اس کا۔"
 "جب تک کہ وہ یہاں پہنچ نہ جائے"
 "مشکل ہے؟"
 "کیا مطلب؟"
 "مطلب یہ کہ راہن شکر جیسا آدمی ان چھوٹی موٹی
 چیزوں پر نہیں آتا ہوگا۔"
 "یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں اشرف صاحب؟"
 "بس میرا خیال ہے اتنی بڑی چیز ہے وہ تو یقیناً
 پرانے آپ کو محفوظ رکھتا ہوگا۔"
 "پھر اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔؟" میں نے سوال
 کیا اور اشرف کچھ سوچنے لگا۔ اس کی آنکھوں اور چہرے کی وہ
 غیب کی کیفیت تھی اس وقت ہی پرامن اور محسوس ہوتی تھی اور
 متویشی دیر تک وہ گردن جھکائے بیٹھا رہا پھر اس نے کہا۔
 "اگر میں تم سے کہوں کہ راہن شکر سے اکتام لینے کا ارادہ
 ترک کر دو اور اپنی زندگی کے لیے کچھ کر لو کیا تم اس کے لیے تیار
 نہیں ہو جاؤ گی؟"
 "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا؟"
 "کیوں۔؟"
 "اس لیے کہ میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اور
 اسی مقصد کے لیے میں زندہ ہوں ورنہ زندگی کی چیزیں
 میں حصہ لینے کے لیے میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہوں قطعاً
 تو میں ایک گھروں کو ترک کر لوں شاید میں اس بات کا یقین
 نہ آئے اور اب مجھے اپنے بارے میں یہ الفاظ پڑھنے سے ہی شکر
 محسوس ہوتی ہے کہ میں گھروں میں گھروں تو میرے اتنے دبا
 ہی نہیں ہے۔ حالات مجھے یہ نہیں کھڑے کتھی وہ لارہا پھینکا
 ہے بہر طور ان تمام باتوں کے باوجود اگر میرا مقصد پورا ہو
 جاتا ہے تو میں کسی گناہ سے گئے ہیں زندگی لبر کے عزم نام
 کر رہی۔ لیکن، میری اور ان سلسلوں میں ڈوب گئی اور
 اشرف سیدہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔
 "بہر طور رام داس سے یہ سب کچھ کو سننے کی تھی کہ وہ
 اس مسئلے میں تاہم نہ اڑائے لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ وہ صرف
 میرے لیے بلکہ تمہارے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے تو میں نے اسے
 قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وقوف اگر میری بات مان لینا تو

زندگی سے ہاتھ نہ دھونا اس سے تم یہ اندازہ لگا لو کوشل کریں
تھمارے بے سب کچھ کرنے کو تیار رہوں لیٹریٹیکر تم میری
بات مان لو۔“

”اگر آپ اس سلسلے میں میری مدد کرنے کو تیار ہیں سچے
اشرف تو میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔“
”یہ بناؤ تم چاہتی کیا ہو۔“
”راہوں سن سنبھ اور رہا۔ میری زندگی کے حرف وہی
مقصد ہیں۔“

”رہو پاکے بارے میں مجھے بتاؤ کہ میں اُسے کہاں سے
حاصل کر سکتا ہوں۔“

”آہ رسکول کمار ہی اس کے لیے موت کا نشانہ ہو گئیں
یہی تو میں نہیں جانتی یہی تو مجھے معلوم نہیں۔“

”تو پھر ایک ایسی چیز جس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں
معلوم تم اس کے لیے کیا کر سکتی ہو۔“

”کوئٹہ مشرف کو مطلع ہے۔“
”کے ٹیکے کو کوشش جاری رکھو گی۔“

”جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤں
ہوں وہ ہر طور پر کوشش کرتا ہوں۔“

”کھتی ہو اور میرے تعاون سے لہذا وہ کرنے کی خواہش
تو بہتر نہیں ہے کہ مجھے سوچنے کا موقع دو لیکن اس دوران
مجھے میری تحویل میں رہنا ہوگا۔“

”مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اشرف صاحب
اگر میرا یہ کام ہو جاتا ہے تو اس کے بدلے میں دہاکا ہر کام کرنے
کو تیار ہوں۔“

”تم یہاں بہتیں رہو گی میں جتنیں اسی نہر کے ایک اور
گوتے میں منتقل کروں گا تھمارے جہرے پر دیکھ اپ کر دیا
جائے گا اور اس دوران میں کوشش کرنا ہوں یہ معلومات
حاصل کروں گا کہ کس طرح راہوں سچے پر بنا لو پایا جا سکتا
ہے کس طرح رو یا کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ میں نے اس بات
پر خوشی سے آواز لگا کر دی تھی۔ کافی دنوں تک اشرف کے
ساتھ رہی اور اس کے بعد ملات کے دوسرے پہر سچے اشرف علی
مجھے لے کر چل پڑا۔ ایک چھوٹے سے پہاڑی نیچے میں اس نے
میرے لیے ایک رہائش گاہ بنادی۔“

”جھوٹا سا یہ خوبصورت نیچے ایک بلند تیلے پر واقع تھا۔
بڑھیاں نیچے تک جاتی جتنیں وامن سے ایک منزل لگتی ہوئی
بھول بھلیاں بناتی ہوئی کہیں گم ہو جاتی تھی بہت خوبصورت

جگہ تھی اطراف کے نڈارے ہی بے حد حسین تھے۔ مجھے یہ جگہ بہت
پسند آئی یہاں سچے اشرف نے میری رہائش گاہ کا بندوبست
کر دیا تھا۔“

دوسرے دن دوپہر کو بارہ بجے کے قریب وہ میرے
پاس آیا اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا اس نے میرے جہرے
پر دیکھ اپ کیا اور میرے مذہب کے متعلق پوچھنے لگا
اس وقت میں میرے ساتھ دو ملازموں کو چھوڑ دیا گیا تھا جن
کو ہمارے ہی کہہ کر ہر طرح خیال رکھیں ایک گاڑی بھی موجود
تھی جیسی جس میں مجھے شہر میں آزادی سے گھومنے پھرنے کے
اجازت تھی۔ ان تمام چیزوں سے میرے ہر کام پر کوئی اثر
نہیں پڑا تھا اس لیے میں نے سید اشرف کی یہ پیشکش قبول
کر لی تھی اور انتظار کر رہی تھی کہ اب وہ اس سلسلے میں کہا کرتا
ہے۔“

بہر طور اشرف سچے کے بارے میں مجھے کوئی خاص اندازہ
تو نہیں تھا لیکن آٹھ ماہ کے مزاج جاتی تھی کہ میری شاریک نے
اسے میری طرف متوجہ کیا ہے اور وہ مجھے اسی سلسلے میں متغزل
کرنا چاہتا ہے چونکہ مجھ پر خوشی کوئی پارٹی نہیں تھی اس لیے
میں کئی بار کاف کلب کی طرف سے گزر چکی تھی ہاں کاف کلب
میں کسی عورت کا تہنا داخل ہونا مناسب نہیں تھا کوئی بھی بات
شک و شبہ کی ہو سکتی تھی۔“

کاف کلب کو دیکھ کر میرے دل میں شدید نفرت کا طوفان
اُٹھ اُٹھ اُٹھ یہاں سلا دلی تھی جو راہوں سچے کو جانتی تھی۔
کاش کسی طرح مجھے اس تک رسائی حاصل ہو سکے اشرف سچے بھی
مسلحہ اپنی کوششوں میں مصروف تھا یہ نہیں اس دوران
وہ کہاں کہاں کہا گیا کوششیں کرتا رہا چھ ماہ کے بعد
وہ ایک رات خصوصی طور پر میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔
”آج رات کا کھانا میں تھمارے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ تم
میری میزبان بنو۔ میں نے اس بات پر خوشی آمادگی بنا کر دی۔
کھانا کھا کر ملے میں میں نے ملازموں کی مدد کی اور اس
کے بعد اشرف کے ساتھ تھلنے پر بیٹھی تھی۔“

”تھمارے لیے کوئی خوش خبری تو نہیں لاسکا لیکن ایک
فیصلہ کر کے آیا ہوں۔“

”کیسا فیصلہ؟“

”سارا دلی تھی تھاری گمشدگی کے سلسلے میں مجھ پر تیرے کہی
سے حالانکہ میں نے اس سے ملانا تھا ہونے پر یہ بات کہہ دینی تھی
کہ ایک رات میری اہمات رہنے کے بعد صبح تک کاف کلب کے لیے

روان ہو گئی جتنیں میں نے جتنیں پہننے کے لیے پیش کش بھی کی تھی
لیکن آپ نے ہاتھ اکڑ کر چل جاؤ گی یہ نہیں تھا اسے ذہن میں
رکھنا۔ بہر طور میں جانتا ہوں کہ سارا دلی میرے سلسلے میں
مشکوک ہے اور ان دنوں میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اندر گہرے
سے لوگ چھلے رہے ہیں لیکن میں ہی ایک ہی کاٹیاں آدمی
ہوں۔ سارا دلی صرف اس کاف کلب تک محدود ہے لیکن
میں نے لوہے کی خاک چھانی ہے اس کے آدمیوں کو ڈانچنے
کہہاں پہنٹی ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ میری طرف سے
مشکوہ ہے اور اس سلسلے میں کوئی خاص پروگرام ترتیب
دے رہی ہے۔“

”تو پھر؟“ میں نے متوجہ نہیں کیے میں پوچھا۔
”میں نے ایک فیصلہ کر لیا ہے۔ ایک آخری فیصلہ کر لیا ہے۔“

”کیا فیصلہ؟“
”سارا دلی کو یہاں اٹھا لاؤں گا۔“

”کیا یہ اتنا آسان کام ہوگا؟“
”اشرف کے لیے یہ کام مشکل نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں
مجھے کس طرح کام کرنا ہے اور اس کے بعد تم سارا دلی سے خود
یہ معلومات حاصل کر لینا۔“

”تھک ہے اشرف صاحب۔ اگر ایسا ہو جائے تو تو
”بس تو پھر انتظار کرو آج باقی سارا دلی تھمارے
ہاں پہنچ جائے گی کاشی کی دیر تک مجھے سے گفتگو کرتے رہنے کے بعد
اشرف علی ہلاک۔ اور میں خیالات میں دوہرے گی کہ سارا دلی سے
اس معاملے کی تفصیلات معلوم ہوں گی کیا وہ اپنی زبان کھول
دے گی۔ بہر طور اشرف کی کوششیں بغیر کسی طور پر شاندار تھی لیٹریٹیکر
وہ اس میں کامیاب ہو جائے۔“

اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا وہ دوسرے ہی دن شام
کو چار بجے کے قریب سچے اشرف کو میں نے فادر دیکھ کر کھڑکی سے اپنی
کار میں آتے دیکھا اور وہ دیکھ کر شہر نشاندہی کو سارا دلی
اس کے ساتھ ہی پہنچے۔ یہ نہیں وہ کس طرح سارا دلی کو یہاں
تنگ لایا تھا چھ ماہ کے بعد اس کی کار اندر داخل ہو گئی اور
چھ ماہ کے بعد سارا دلی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئے
دیکھا سارا دلی اندر آئی تھی اشرف علی کے بارے میں مجھے
کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا پروگرام رکھتا ہے لیکن چند منٹ
کے بعد ایک ملازم میرے پاس پہنچ گئی اور اس نے کہا۔
”میں کامیابی آپ کو اندر لایا جا رہا ہے۔ اشرف علی نے
مجھے یہاں کامی کے نام سے رکھا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ اشرف

علی مجھے کامی کی حیثیت سے سارا دلی سے روشناس کرانا
چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ڈرائنگ روم میں داخل ہو
گئی۔ سارا دلی نے جو تک کہ مجھے دیکھا اور کھینچی رہی اور پھر
اشرف علی کی طرف دیکھنے لگی۔

”یہ میری منیجر کامی دلی ہیں۔ ان کا تعلق کھنڈے
ہے بہت ہی نفیس طبیعت کی مالک ہیں اور کامی ہی میری
دیرینہ دوست سارا دلی ہیں۔ بس ہوں کھو کہ یہاں کل سب
سے بڑی آہتی ہیں اور ان کے مقابلے پر کسی کو آنے کی جرأت
نہیں ہوتی ہے۔“

”ہیلو کامی یہ سارا دلی نے کہا۔“
”ہیلو۔ میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ سارا دلی پھر
اشرف علی کی طرف دیکھنے لگیں اور میری باتیں۔“

”مگر کامی مجھے اس لڑکی کے بارے میں کیسے بتا سکتی ہیں؟“
”کیوں میں کامی۔ یہ سارا دلی کو سائیگی کے بارے میں
کچھ نہیں بتاؤ گی۔ اشرف علی نے مسکراتے ہوئے مجھے سوال
کیا میں دل ہی دل میں جزبہ ہو کر رہ گئی تھی یہ نہیں اس
کیمت نے سارا دلی سے کیا کہا ہے۔ اچانک مجھے سے سوال
کر چھٹا ہوا تو یہ چاہیے تھا کہ مجھے تمام تفصیلات بتا دینا اشرف علی
کہنے لگا۔“

”دراصل کامی رسائی ان کے ادارے میں ایک خاص
حیثیت رکھتی تھی کاف کلب کی ایک خصوصی میری حیثیت سے
وہ سارا دلی کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی سارا دلی نے
اس پر ترقی و قیامت خرچ کی جتنیں لیکن وہ انہیں چھوڑ دے کر
بھاگ گئی۔ بد قسمتی یہ تھی کہ میں بھی اس میں خود بہت لوٹ
تھا سارا دلی مجھ پر رشید کرنے لگیں ان کا خیال تھا کہ میں
نے اس دولت بے بہا کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے کامی تم اس
کے بارے میں بناؤ کہ تم اس کی صحیح طور پر نشاندہی کر سکتی ہو۔
ایک منٹ میں ارجحال ہے یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے
آئیے ہم اندر ہی اندر کے میں چلتے ہیں یہاں لایم وغیرہ ہماری
گفتگو میں آئیے گے۔ اشرف علی بولا۔ میں کھینچی گئی کہ اشرف علی کیا
چاہتا ہے میرے سامنے سارا دلی کو لانا مقصود تھا اور اب وہ
سارا دلی کے لیے کوئی چال چل رہا تھا۔“

موتوڑی دیر کے بعد ہم نیچے کے اوپری منزل میں ایک
ایسے کمرے میں پہنچ گئے جہاں انا لگا رہتا تھا اس سے قبل
اشرف علی نے سیکرٹری نہیں کھولا تھا۔ مجھے ابھی اس کی خدمت نہیں
پیش آئی تھی کہ وہ کمرے میں نیچے کے بارے میں جاننے کی خواہش مند

بہنیں تھی۔ اشرف علی نے جب سے جانی نکالی کہ دروازہ کھولا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔
 یہ عجیب و غریب کہہ نجانے دیکھ کر میری آنکھیں خوب سے پھیل گئیں۔ خود سارا دلوی ہی جو تک سی پڑی تھی مگر سے میں اذیت رسانی کے آلات دیکھ کر سوئے تھے اور عجیب و غریب و تیز وہاں موجود تھیں ایک آتش دان بھی تھا جو شاداب لیکر کاٹھا اور زنگی کے سو پرگے اس آتش دان میں گر گئی پیدا کی جاتی تھی۔

عجیب سی جگہ تھی۔ سارا دلوی نے متعجبانہ انداز میں اسے دیکھا اور پھر کہنے لگیں۔
 ”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔“
 ”کیوں پسند نہیں آئی یہ جگہ؟ اشرف علی کا لہجہ بدل گیا تھا۔
 ”میرا مطلب۔۔۔“

”مطلب یہ سارا دلوی کی اس بیچاری آپ کو کس طور سے لبا ہوا ہے؟ آپ کی ضیافت کا مناسب بندوبست کریں گے؟ کیا کھانا چاہئے؟“ اشرف علی۔ ”کسرا دلوی نے تعجباً یہ انداز میں کہا۔

”کیوں کامی کیا تم اسے نہیں تناؤ گی کہ میں کیا کھانا پاتا ہوں؟“ اشرف علی کے بدلے ہرے سے اندازاً ننگا طلب کااب سارا دلوی نے پوری طرح شرمسور کر دیا تھا چنانچہ ایک لمحے میں وہ بیچھے ہی اور دو سرے طے اس نے پرس کھول کر پستول نکال لیا۔
 ”اشرف علی! مجھے تمھاری باتوں میں شرارت کی بو آتی ہے کیا تم مجھے آنا ہی چاہتے ہو کہ میں آسانی سے تمھارے قبضے میں آ جاؤں گی؟“

”مطلب؟“ اشرف علی نے متعجبانہ انداز میں کہا۔
 ”یہ تناؤ پیمان کیوں لائے ہو تم نے؟“
 ”سائیکھی سے ملانے۔ سائیکھی تم انھیں تناؤ کر تمھاری نہیں سائیکھی ہوا اور پھر جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ تمھاری نہیں سائیکھی ہو تو پھر میں سارا دلوی کو تباہ کر دوں گا اور اصل سائیکھی سائیکھی نہیں بلکہ کوشل ہے۔“

”کیسا سارا دلوی اس بار میری طرح اچھل پڑی تھی۔ ہاں۔۔۔ کوشل ہے اور یقیناً آپ کے کانوں تک اس کا نام ضرور پہنچا ہوگا۔“
 ”دلگ۔ کوشل۔۔۔ سارا دلوی بھلائی ہوئی بولیں۔
 ”ہاں۔۔۔ میں کوشل ہوں اور تم یقینی طور پر مجھے راضی رکھنے کے سوا سے جانتی ہو گی، سارا دلوی مجھے متوحشی

نکال ہوں سے دیکھ رہی تھی۔ دو سرے طے اس نے پستول کی میری طرف کھینٹے ہوئے کہا۔

”اگر تم کوشل ہو تو پھر اچھا ہوا کہ تم میرے سامنے بڑا اس طرح میں اپنا ایک جلا مقصد حل کر سکتی ہوں؟“
 ”اس سے پہلے کہ تم ان سے اپنا مقصد حاصل کر ان کا ایک بڑا مسئلہ حل کر دوں تمھارا شکر گزار ہوں گا۔“
 ”تم۔۔۔ سارا دلوی نے اشرف علی کی طرف زور کر کے کہا۔
 ”تم تو تم کو غدار قرار دیکھ رہے ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میرے ساتھ ایسا قابل کھیلو گے تم آرزو کیا چیز۔“
 ”آپسی ممانت ہے اشرف علی نے جواب دیا۔
 ”مجھ کو اس مانت کرو۔ ورنہ پستول کی چھ گولیاں تمھارے حلق میں اتار دوں گی۔“

”اور ہو۔۔۔ اگر آپ چھ گولیاں میرے مغز میں اتار دے گی تو پھر سائیکھی کا کابری کی میرا مطلب ہے کوشل کر آئیے یہ اندازہ تو ہو ہی چکا ہوگا کہ کوشل ہی عمومی حیثیت نہیں رکھتی اور آپ کے پاس راضی منگنے کے خلاف مسلسل عمل کر رہی ہے۔“

”اوہ۔۔۔ تو اس نے سب کچھ بتا دیا ہے نہیں مگر اشرف علی تم کون ہو اور اس کی ہمدردی کیوں کر رہے ہو؟“
 ”اس لیے سارا دلوی کہہ سونے کی یہ کان میں اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہوں؟“ اشرف علی نے جواب دیا۔

”مگر افسوس مجھیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی ہو سکتی کی کان ہے ہی تو اب ہم دو دونوں کے لیے مقصد ہے۔ چیلہ ہونا کے بعد یہ کوشل ہے۔ میں خود ہی اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی بلکہ میرا بہن سلا فرض یہ ہو گا کہ اسے راضی منگنے کے پاس پہنچاؤں؟“
 ”شکر ہے سارا دلوی کی کہ پہلے زیادہ دو وقت نہیں کی اور پہلے نہ بات تسکیر کی کہ آپ کا لعلق راضی منگنے سے ہے چلو کوشل تمھارا کام تو ہو گیا اب یہ سارا دلوی جب آتا جاتی ہے کہ تم کوشل ہو اور راضی منگنے کو تمھاری ضرورت ہے تو پھر دیا کے بارے میں بھی سب کچھ جانتی ہو گی۔“
 ”کون روپا؟“

”جو اس دست کرو ذلیل عورت، تمہیں روپا کے بارے میں بتانا ہو گا تمہیں راضی منگنے کے بارے میں بتانا ہو گا، میں نے کہا اور سارا دلوی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔
 ”اس بات پر میں تمھاری زبان ہمیشہ کے لیے بند کر سکتی تھی اگر تم راضی منگنے کی ضرورت نہ ہو تو میں۔“

”اے بے وقوف عورت، تو جس کا نام سارا دلوی ہے اسے تو بائیں، بائیں ہی بے وقوف اس لیے جاری تو تو حق ہے تو بائیں، بائیں ہی بے وقوف اس لیے جاری تو تو مینیت میں پھنسانے کے بعد یہ کھینٹتی تھی کہ اس پر نالو پالے لی۔ اس کے ذہنی آپ کے معنوی نقل کر لیا تو نے۔ اول تو خود ہی جانتی ہے کہ یہ معنوی نقل میرے ہی ایک آدمی کا تھا میرا وہ آدمی جو مجھے ہے جو عقل کی حیثیت رکھتا تھا تو نے خواہ مخواہ اس پر رعب ڈالا ہوئے محراب۔ بے جا چاری لڑکی میری ساتھی ہے اور تیری زندگی کے لیے یہی مناسب ہے کہ تو راضی منگنے اور روپا کے بارے میں بتا دے۔“

”تو پھر تو ہی اس کو تباہے چلا جا۔ سارا دلوی نے کہا اور پستول کا ٹریجر دبا دیا۔ ”ترجیح آواز نکل کر وہ گئی اور اشرف علی ہنس پڑا۔

”اجنی رعاف کرنا کوشل عورت میں خواہ مخواہ مرزنگبر جا نہیں سکتی۔ میں ہی حق ہی اب آپ بتائیے اس بے وقوف عورت کو کہ جب میں اسے یہاں لا رہا تھا تو کیا یہ مناسب تھا کہ اس کے پستول میں گولیاں بھی رہنے دی جائیں پستول البتہ اس لیے اس کے پیگ میں چھوڑ دیا گیا کہ کوشل کا وزن قائم ہے اور اسے کوئی شہ نہ ہو سکے۔ لیکن گولیاں؟“ اشرف علی نے پتلی تریب میں ہاتھ ڈال کر پستول کی چھ گولیاں نکال کر سارا دلوی کے سامنے کر دیں اور سارا دلوی کا چہرہ دھواں ہو گیا۔

”ہاں۔۔۔ تو اب تم اس کے کوزرا غور سے دیکھو سارا دلوی اصل میں اسے دیکھنے کا لطف اب آنے کا اس سے پہلے تو تم پستول کے بل پر بہت خوش تھیں اور اس کی طرف تو جھری تھیں وہ راضی منگنے میں بڑی فرمندی ہو رہی ہے کہ تمہاری محنت سے جس نے اذیت رسانی کے پرالٹ میں جسے اور پھر سوجا کہ امین دیکھ کر کوئی بھی مجرم بہت سے کا پ سکتا ہے یا کوئی بھی میرا مخالف خوف سے مر سکتا ہے لیکن تم انھیں لفتھی نہیں دے رہیں اس کی وجہ پستول ہی تھا نا چلو اب پستول تمھارے ہاتھ سے نکل چکا ہے مطلب یہ کہ اب وہ بیکار ہے دو بارہ گولیاں ڈالنے کی کوشش میں تم کا میاب نہیں ہو سکتی اور پھر دوسری گولیاں تمھارے پاس ہی بھی نہیں۔ ان حالات میں تمہیں اندازہ ہو گا کہ تم کس طرح حال میں تھیں گی جو دراصل کوشل میں سارا دلوی کو ایک کم راز کے انکشاف کے لیے لایا تھا جس نے امین یقین دلائے کہ کوشل ہی تھی کہ سائیکھی میرے پاس نہیں ہے بلکہ اس کی شناسا ایک اور عورت سے میں ان کی ملاقات کر سکتا ہوں جو سائیکھی کے بارے میں تمام تر تفصیلات بتا دے گی اور سارا دلوی سے میں نے ہی دتر جاسکتی تھی کہ بس سلسلے میں اگر وہ

تمہاری مناسب نہیں تو میرے سامنے نہیں چھوڑو کسی کا ساتھ کچھ لوگوں کو مستطاد کر دے گا اور کوشل یا سائیکھی ان کے ہاتھ نہیں آسکے گی بے چاری اتنی معصوم صفت نہیں کہ فرار ہی میرے ساتھ چلی آئیں اور خاص طور سے کسی کو ہدایت بھی نہیں کی کہ وہ کہاں جا رہی ہیں دراصل بعض اوقات فوراً خود اعتمادی انسان کے لئے وقتی بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ اس کا اندازہ تمہیں اس ہوجانے کا سارا دلوی اپنی خود اعتمادی کے حال میں گرفتار ہو چکی میں بہتر سارا دلوی مجھے آپ سے مدد دی سے ہاں تو اب ان تمام باتوں کے بعد میں آپ کو بے ستانا پسند کروں گا کہ کوشل بہت فریب پر آپ سے راضی منگنے اور روپا کا پتہ جانتی ہے اگر آپ ان دونوں کے بارے میں تفصیلات بتا سکتیں تو ٹھیک ہے ورنہ بہتر ہی ہو گا کہ آپ کی زندگی ہی ختم کر دی جائے گی اور اس کے بعد ہم اپنے کام کا آغاز دوبارہ کر دیں۔ سارا دلوی کی شکست خوردہ چہرے کی طرح ہمیں دکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں تون اترا ہوا تھا انداز میں خونگاہ میں تھا۔ لیکن بے کسی تھی پھر کہ نہیں سکتی تھی اس نے اور حور دیکھا اور اشرف علی کہنے لگا۔

اس کر سے نکلتا نا تمہیں سے دروازے بھرت کی ایک فیملی آ پڑی ہے جس نے اس کر سے کو ساؤنڈ پڑ پڑ بنا دیا ہے تم اگر حلق بھار کر بھی چوکی تو تمہاری ہلکی آواز بھی باہر نہیں جاسکے گی اور یہ دیکھو یہ لیکر کا آتش دان ہے وہی کام دیتا ہے جو کوشل کا آتش دان کام دیتا ہے اب دیکھو میں نے اس میں یہ سلاخیں بھی رکھ دیں اور اشرف علی نے قریب رکھی ہوئی دو سلاخیں آتش خانہ پر ڈال دیں۔

”اور دیکھو یہ سوچ آن کر دیا اب یہ سلاخیں چند لمحات میں سرخ ہو جائیں گی اور پھر تمہارا احوال صورت بدن، میں سے کوشل سے کہوں گا کہ وہ تمہاری گردن کو داغنے اس کے بعد تمہاری پشیمانی سے لے کر خنجر توڑی تک ایک سیاہ لکیر بنادے۔ اس کے بعد یہ سلاخیں تمہارے سینے میں چبھک دے۔ میرا خیال ہے اتنا ہی کافی ہو گا لیکن اگر تم اس اذیت کو بھی برداشت کر سکتی اور اپنا اندازہ نکلا تو پھر یہاں بہت سی دلچسپ چیزیں موجود ہیں۔ جیسے یہ مخصوص شہم کہ آریبہ زبان کھلوانے والا دیکھتے ہیں یہ تمہارے بدن کے کسی جگہ سے سے ہو گا تو تمہارے بلورے بدن میں چیزیں پھیل رہیں گی لیکن تمہارا بدن سرخ ہونے لگے گا اور اس وقت تم ہر ہذیبانی کیفیت ظاری ہوجانے کی دماغ آزار دہاں

اور ہوا بدن سے جان ہو چکا ہوگا اور اس قدر اذیت ہوگی کہ تم موت کو آواز دینا پسند کرو گی لیکن موت نہیں آئے گی جو کہ اس میں کوئی منفر یا فرس یا چیز نہیں ہے یہیں اذیت دینے والا آگ ہے یہیں نے اسے مغربی جزئی سے خریدنا تھا شاید یہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ اس کی ایجاد دوسری جنگ عظیم میں ہوئی تھی اتحادی یا جاسوسی کی زبان کھولنے کے لیے جرن سائنس دانوں نے اسے ایجاد کیا اور اس کی زیادہ تعداد کوئی نہیں ہے صرف چند جگہ پر یہ موجود ہے میں نے اسے حاصل کیا ہے بھی میرے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش مت کرنا چونکہ جی کیمبرائی میں جاؤ گی اشراف علی اتنی ہی گہرائی میں نہیں جھانکتا ہوا نظر آئے گا اور اس کے نیچے بھی وہ بہت کچھ ہوگا۔ سارا دہلوی شکے شکے سے انداز میں ایک صفحے پر پیشگی ہوا اذیت گاہ کے ایک گوشے میں بڑا ہوا تھا۔

”تم لوگ آخر جانتے کہا ہو؟“ اس نے کہا۔
 ”راہن مسنگہ کہاں ہے؟“
 ”سوچ کر سن کا بہت بڑا آدمی ہے وہ اتنی معمولی جہالت نہیں رکھتا کہ عام شکر کے لوگ اس کے بارے میں جانتے ہوں۔“

”روپا کہاں ہے؟ اس نے سوال کیا اور سارا دہلوی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”مجھے نہیں معلوم میں کسی روپا کو دیکھ نہیں جاتی۔“
 ”کوشش کو جاتی تھیں تم؟“

”ہاں۔“
 ”تو پھر روپا کو بھی جاتی ہوگی۔ یہ بتاؤ کنول کمانی کوس نے قتل کیا؟“ سارا دہلوی کا آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت کے آثار نظر آئے لیکن اس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

”کون کنول کمانی؟“
 ”اشراف صاحب۔ میرا خیال ہے یہ عورت شرافت سے نہیں مانے گی۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ تم سلاخ اٹھا سکتے ہو وہ گرم گرم ہوگی ہوگی۔“ پھر وہ پھیلے میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دوں گا کہ وہیں کوئی دقت نہ ہو یا شرف علی اپنی جگہ سے اٹھا تو سارا دہلوی ایک دم اظہار کھڑی ہوئی۔
 ”تم بہ بد نظیری نہیں کر سکتے۔“

”مجھے کون روکے گا سارا دہلوی؟“ اشراف علی نے بڑے آگے بڑھ کر سارا کے قریب پہنچ گیا اسے اندازہ تھا کہ اذیت گاہ میں کہاں کہاں چیزیں موجود ہیں جب کہ سارا دہلوی اس کے بارے میں نہیں جانتی تھی وہ مقابلہ کرنے کے لیے میں کھڑی ہوئی اس نے دونوں ہاتھ سامنے کر لیے گا جو ڈھوکر لے بھی جاتی تھی اشراف علی ہنسنے لگا۔ اس نے ہٹ کر دھڑ سے کہا۔

”یہ خالوں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن یہ جتنے سارا دہلوی کو بھگانے کے لیے تھے جو کچھ دوسرے اشراف نے اپنے جوتے کی ایڑی اس کی ہڈی پر مار دی دہلوی کا انداز بدلنا تو اشراف نے لپک کر اس کے دوا ہاتھ پکڑ لیے اور اسے دھکیلتا ہوا دیوار تک لے گیا۔ اس نے ہاتھ اس طرح اوپر کیے کہ سارا دہلوی کو تیز ہر اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے لیکن چند لمحوں کے بعد سارا دہلوی کی دونوں کلاں ان ہتھکڑیوں میں پھنسی گئیں تو دیواروں میں نصب تھیں۔ اور کسی خاص جگہ کے دبانے سے بند ہو جاتی تھیں۔ اشراف علی انہیں اس طرح جکڑ کر تھکے ہٹ گیا۔ سارا دہلوی چلنے لگی اس کا پارہا پارہا ٹھوکر رہا تھا پھر لگ رہا تھا۔ اور ان زنجیروں کی گرفت نسل جانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن چند ہی لمحات میں کی کلاں زنجی ہو گئیں اور اسے خون بہنے لگا ظاہر سے زنجیریں اتنی کمزور نہیں تھیں کہ اس نازک سی عورت ہاتھوں سے ٹوٹ جاتی جب وہ خوب تڑپ پھر لگ چکا اشراف علی نے کہا۔

”اب تم اپنا کام شروع کرو کوشش میں آتش دان۔ قریب پانچ آتش دان میں جو سلاخیں رکھی ہوئی تھیں اور حقیقت وہ گرم ہوگی تھیں ان کے دستے لکڑی کے اور ہر ہمراہی دو خاص قسم کے رومال رکھے ہوئے تھے اندازہ ہو گیا کہ یہ رومال کس لیے ہیں میں نے ان کی مدد سے لکڑی کے دستے کو پکڑ لیا دونوں سلاخیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔ میں انہیں لیے ہوئے آگے بڑھی اور حقیقت اب سارا دہلوی کے لیے میرے دل سے کونی گناہ نہیں تھی نامی میں کوئی خوف زدہ عورت تھی ان سلاخوں کے استعمال سے گرم کر کرتی۔ دونوں دہلوی ہوئی سلاخیں نے گرمیں سارا دہلوی کے نزدیک تھیں اور پھر میں نے ایک سیوٹ اس کے بازو سے چھانٹے ہوئے

”ہاں روپا کہاں ہے؟“ سارا دہلوی کے ہوش اڑ گئے۔
 ”نہاں اس نے زندگی میں کبھی اس قسم کے طحلت کا تصور نہ کیا ہوگا وہ دشت زدہ لگا ہوں سے مجھے دکھتی تھی اس کے حلق سے غزائیں نکلنے لگیں۔

”تو تو کتنا ہی آبی اس طرح جاری جانے لگی میرے زون کے سرخ تھی نہیں کتنی آبی اذیتیں دے کر مار رہے تھے کہ موت کے بعد بھی مجھے یاد رہے گا میں نے بری سلاح بھی اس کے بازو پر رکھ دی اور اسے کئی پینڈنگ نہ ہا یا سارا دہلوی پھر پھر کاٹ رہی تھی اس جلق سے دلخاش چھین لکل رہی تھیں اور اشراف علی وٹے خاصے پر کھڑا ہر سکون لگا ہوں سے یہ نما شروع تھا میں نے سلاح ہٹایا تو سارا دہلوی کا لہو لہہ پھیرنے نہ پایا ہوا تھا۔

”تو۔ تو۔ مجھ سے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکتے گی کچھ بھی کوشش کر کوشش کر دیکھ میں کچھ نہیں بتاؤ گی تھے۔“
 ”اگر تم کچھ نہیں بتاؤ گی تو میں تمہیں ختم کر دوں گی کیونکہ جانتی ہوں کہ تم رومن سنگھ آلہ کار ہو۔“

”ٹھیک سے مار ڈال مجھے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میں نہیں بتاؤں گی کہ رومن سنگھ کہاں ہے۔“

”مجھے بتانا پڑے گا۔ میں نے اس بار سلاح اس کی پیشانی پر دھری اور سارا کی حالت خراب ہو گئی۔ اشراف علی نے سکون برپا لگا ہوں سے مجھے دکھ رہا تھا۔ پھر یہ بھی جنون طاری بنا تھا یہ عورت نہیں جانتی تھی کہ میرے دل پر کیا بیت ہے۔“

”مار ڈال کتیا کی بیٹی، مجھے مار ڈال نہیں بتاؤں گی۔ نہیں بتاؤں گی اس نے کہا اور دوسرے مجھے میں نے ہتھ بکرا سلاح اس کے سینے میں بھینک دی۔ ہانکل سینے میں نال کے مقام پر میں نے یہ سلاح بھینکی تھی۔ ایک لمحے لیے سارا دہلوی تڑپتی اور اس کے بعد اس کا گردن ٹکڑا ہوا وہ مچھلی تھی۔ اشراف علی آہستہ قدموں سے آگے آگے اور نالے اس کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھا کر دیکھتے گئے کہا۔

”مرگئی یہ۔“
 ”ہاں مرگئی۔ یہ روپا کے بارے میں جانتی تھی میں صند رہی تھی اسے مرنے ہی جانا چاہیے تھا۔“
 ”ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے۔ مرگئی سوہ گئی۔“

لیکن زبان نہیں کھولی، کم نعت نے سبک خیز کی نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ اور سن گئے۔ کچھ اور دیکھیں گئے۔ نہیں بہت زیادہ غصہ آگیا بتایا۔ میں اشراف علی کو دیکھنے لگی آہستہ آہستہ میرے حواس نارمل ہوتے جا رہے تھے اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میں نے کتنی بے دردی سے ایک عورت کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن ضروری تھا میرے لیے یہ ضروری تھا میرے دشمن روپا کے دشمن جتنی اذیت سے مر س اتنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ اشراف علی نے خیال انداز میں محفوظ ہی سمجھا تا ہوا بولا۔

”اب نہیں کچھ اور کرنا پڑے گا۔ ٹھیک ہے جاؤ تم آرام کرو کوشش آرام کرو میں اس کی لاش کا بندہ بت کے دیتا ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں بیچہ گرفتار کرو گے میں تمہیں تھکے قدموں سے باہر نکل آئی۔ وہاں کی حالت نسیب پور ہی تھی جسم پر ایک کپڑا ایک بوجھ سا طاری ہوا جا رہا تھا۔ اپنے کمرے میں آکر میں بستر پر لیٹ گئی میرے پاؤں طرف



عمرانی نیکامی

عمران ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلہ میں سے ایک اور زبردست سلسلہ ایک دل ہلا دینے والے سفر کی حیرت انگیز داستان ایک لالہ ابلی اور حساس نوجوان کی آپ بیتی، اس کا سفر جاری تھا کہ ایک رات قیام کے دوران اسے عجیب غریب ٹیلے کا ایک بوڑھا لفظ آیا۔ اور پھر۔۔۔

قدم قدم پر لوگے کھڑے کرنے والی ایک عیب کمانی ایک حصے میں منسل

قیمت: ۳۰ روپے، ڈاک خرچ: ۶ روپے

منگوانے پر پتہ

حکایتیں عمران ڈائجسٹ

۱۳ اردو دار

ساتے ہی ساتے ٹھیلے ہوئے تھے میری روپا کہاں ہے۔
آہ میری روپا کہاں ہے میری روپا کہاں ہے۔ میں سوچ
رہی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اشرف علی دہلیس آگیا۔ اس نے
مشکراتی رنگا ہوں سے مجھے دکھا اور کہنے لگا۔

”مجھے آج تم تہذیبی ہمت کے نہیں قابل ہو گئے اس کا
مقصد یہ ہے کہ تم جہاں سے ہی لیے پیرا کی گئی ہو۔ مجھے ایسے ہی
ایک ساتھی کی ضرورت ہے اور تم اس معیار پر پوری طرح
ڈنٹ ہو کر شل غم نہ کر سکتے ہو۔ رادھن بنگلہ تم سے بچ کر رہا ہے
گا کہاں۔ روپا اگر زندہ ہے تو لہجہ کبھی نہ بھی ہمیں مل جائے
گی۔ میں ابھی مزید کوشش کروں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ
رادھن بنگلہ نے روپا کو کہاں رکھا ہے۔ تم اس سلسلے میں مجھ پر
اعتماد کر سکتی ہو۔“

تقریباً پندرہ دن میں انتظار کرتی رہی اشرف علی اس
دوران دو تین بار مجھ سے ملنے آیا اور اس نے کہا کہ اس کا
اپنا کام جاری ہے پھر ایک دن وہ میرے پاس آئے اور کہنے
لگے۔

”کوشش میں نے بہر حال کوشش کرنی رادھن بنگلہ کے
بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ان دنوں یہاں نہیں ہے۔
بلکہ ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ روپا کا البتہ کوئی پتہ نہیں
چل سکا۔ اب تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

”میں تو اپنی مدد ہی زندگی روپا کی تلاش میں صرف کروں
گی۔ اشرف صاحب! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میری وجہ سے
اسی مصیبتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔“

”میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے زندگی تو پانے
کی چیز ہے کھونے کی نہیں۔“

”مطلب یہ میں نے تعجب سے پوچھا۔“

”مطلب یہ کہ اب کب تک انتظار کرتی رہو گی۔“

”جب تک روپا نہ مل جائے۔“

”مگر مجھ سے یہ کیا فائدہ ہوگا یہ بتاؤ۔“

”تم کیا فائدہ چاہتے ہو اشرف؟ میں نے سوال کیا۔
”دیکھو کوشش بہت دن گزر گئے ہیں اپنی کوششوں میں
مخلص رہنا اگر کامیابی کی کوئی امید ہوئی تو میں مزید کچھ وقت
یہاں گزار سکتا تھا لیکن یوں مٹنا تھا جیسے اب ہمیں کامیابی
مشکل ہی سے ملے گی زندگی کھونے کی چیز نہیں ہوتی تو میرے

بنانے کی کوشش کرو۔ دنیا وسیع ہے بے شک روپا
دل پر تازہ رہے گا۔ اور تم اس طرح ساری زندگی
ہاں۔ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔
”مگر میں تمہاری زندگی کو! مقصد بنا تا جا رہا
ہوں۔ کس طرح؟“

”اپنی زندگی میں شامل کر کے۔ ہم یورپ چلے
ہماری شہکار گاہ ہوگا تمہارا جن ہم یورپ میں آستھ
گے۔ میں تمہارا ایشیت بنا رہوں گا اور تم دولت
لگاؤ گی۔ خاص دولت کمانے کے بعد ہم ایک بار
گے اور سو روپے گروہن کے مقابلے پر ڈنٹ جائیں گے
اشرف صاحب! آپ نے بے شک میرے اوپر
کیے ہیں لیکن میں بد قسمت ہوں کہ آپ کے ان
صلہ نہیں دے سکتی۔“

”دیکھو کوشش۔ سو روپے گروہن معمولی تنظیم بنا
دوران میں اس سلسلے میں جتنی ممکن کوششیں
دہ کر چکا ہوں۔ اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ سو
کے مقابلے پر آنا آسان کام نہیں ہے تم شاید اس
یقین نہ کرو کہ میں رادھن بنگلہ کے بارے میں بھی
ہوں۔ وہ بے حد شاطر اور بے حد خطرناک آدمی ہے
اپنے ارد گرد آتے مضبوط جال پھیلا رکھے ہیں کہ
کرنا آسان کام نہیں ہے۔ تم کوشش مجھے معاف کرنا
مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو اگر مجھے اس بات کا
بھی اندازہ ہوتا کہ تم ہتھوڑی ہی کوشش کر کے
کوا بے تھکنے میں لاسکتے ہیں۔ تو میں تم سے بھی
کہتا اور یہ کوشش کرتا کہ جیل میں تمہیں مدد
بعد تمہیں اور روپا کو اپنے ساتھ یہاں سے یورپ
اور وہاں اپنا مقصد پورا کروں لیکن جب میں نے
یہ اندازہ لگایا کہ یہ کام ہم دونوں کے بس کا نہیں
میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں۔ کوشش میں تمہارے
کے اندر لگا کر اپنا جانتا ہوں یہ میرا شوق ہے۔ یوں؟
تمہیں اس سلسلے میں میری معاونت کرنا ہوگی۔
”روپا کے بغیر نہیں اشرف۔ روپا کے بغیر
”مگر روپا اتنی آسانی سے نہیں ملے گی۔“
کہہ چکا ہوں۔“

”میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے زندگی تو پانے
کی چیز ہے کھونے کی نہیں۔“

”مطلب یہ کہ اب کب تک انتظار کرتی رہو گی۔“

”جب تک روپا نہ مل جائے۔“

”مگر مجھ سے یہ کیا فائدہ ہوگا یہ بتاؤ۔“

”تم کیا فائدہ چاہتے ہو اشرف؟ میں نے سوال کیا۔
”دیکھو کوشش بہت دن گزر گئے ہیں اپنی کوششوں میں
مخلص رہنا اگر کامیابی کی کوئی امید ہوئی تو میں مزید کچھ وقت
یہاں گزار سکتا تھا لیکن یوں مٹنا تھا جیسے اب ہمیں کامیابی
مشکل ہی سے ملے گی زندگی کھونے کی چیز نہیں ہوتی تو میرے

”مطلب یہ کہ میں تمہیں اس کے لیے مجبور کروں گا کہ تم
میرے ساتھ یورپ چلو۔“

”میں مجبور نہیں ہوں گی۔“

”اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نہایت ناسپاس اور ذلیل قسم کی
رہو گی۔“

”خدا بدایا یہی ہو لیکن میں اپنی مجبوریوں کے لیے ہر چیز
برداشت کر سکتی ہوں۔“

”میں ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا جو میری مخلصانہ
مشقروں کی بذریعہ زندگی نہ کریں۔“

”تو مجھے مجھے اردو اشرف علی بہتر نہیں ہوگا۔“
”تو کیا سمجھتی ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اشرف آپ نے
سے باہر ہو گیا میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا ہے دیکھتی رہی۔
اور مجھ میں نے دل میں یہی فیصلہ کیا کہ اشرف اس دنیا میں رہنا
اپنے مطلب کا بندہ ہے اور اسے ہی لیے سوچا ہے، تم نے
میری جو کچھ مدد کی ہے اس میں تمہارا اپنا مقصد بھی نہیں تھا
لیکن اب تم اپنی خود برداشت کھو چکے ہو۔ روپا کے بغیر نہیں
یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی اور تم مجھے جانے کی کوشش
کرو گے۔ اس کے لیے مجھے مجبوراً دنیا ہی کا سارو تہ اختیار
کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں اشرف علی کی طرف دیکھنے لگی۔ اشرف علی
اٹھ کر میرے نزدیک بیٹھ گیا تھا اس نے میرے گردیاں کی
طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔“

”ہاں۔ لیکن کیا؟“

”لیکن میں بیٹھی میں رک کر اپنا کام جاری رکھوں گی۔“

”یہ مناسب نہیں ہوگا۔ کوشش مڈنہ کرو۔“

”اشرف ہی مناسب ہے میں بیٹھی چلتی ہوں۔ تمہارے
دہان کے کپڑوں میں تمہارے لیے جو اگیوں لگی اور جتنی رقم
تین روپے کے دو تین اتنی رقم نہیں لگا کر دے دوں گی لیکن میرا
بارے ساتھ یورپ جانا مناسب نہیں ہے۔“

”کیسی باتیں کرتی ہو کوشش۔ گویا تم مجھے اپنے ہمدردوں
کا کیم نہیں کرتیں۔“

”کیوں نہیں کہیں نہیں۔ میں اس بات کے لیے تمہاری بیچ
کر گزاروں کہ تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن جہاں
ان معاملات کا تعلق ہے اس میں مجھے آزاد رہنے دو۔“

”نہیں۔ میں انتظامات کر چکا ہوں۔ مجھے باکر تمہیں
میرے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔“

”نہیں اشرف۔ چلیے نہیں۔“

”اب مجبوراً مجھے ٹھہرنا انٹیکوٹیوں سے لگی نکانا پڑے
ہاں تمہیں اس بات کے لیے مجبور کر رہی ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں تمہیں اس کے لیے مجبور کروں گا کہ تم
میرے ساتھ یورپ چلو۔“

”میں مجبور نہیں ہوں گی۔“

”اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نہایت ناسپاس اور ذلیل قسم کی
رہو گی۔“

”خدا بدایا یہی ہو لیکن میں اپنی مجبوریوں کے لیے ہر چیز
برداشت کر سکتی ہوں۔“

”میں ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا جو میری مخلصانہ
مشقروں کی بذریعہ زندگی نہ کریں۔“

”تو مجھے مجھے اردو اشرف علی بہتر نہیں ہوگا۔“
”تو کیا سمجھتی ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اشرف آپ نے
سے باہر ہو گیا میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا ہے دیکھتی رہی۔
اور مجھ میں نے دل میں یہی فیصلہ کیا کہ اشرف اس دنیا میں رہنا
اپنے مطلب کا بندہ ہے اور اسے ہی لیے سوچا ہے، تم نے
میری جو کچھ مدد کی ہے اس میں تمہارا اپنا مقصد بھی نہیں تھا
لیکن اب تم اپنی خود برداشت کھو چکے ہو۔ روپا کے بغیر نہیں
یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی اور تم مجھے جانے کی کوشش
کرو گے۔ اس کے لیے مجھے مجبوراً دنیا ہی کا سارو تہ اختیار
کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں اشرف علی کی طرف دیکھنے لگی۔ اشرف علی
اٹھ کر میرے نزدیک بیٹھ گیا تھا اس نے میرے گردیاں کی
طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔“

”ہاں۔ لیکن کیا؟“

”لیکن میں بیٹھی میں رک کر اپنا کام جاری رکھوں گی۔“

”یہ مناسب نہیں ہوگا۔ کوشش مڈنہ کرو۔“

”اشرف ہی مناسب ہے میں بیٹھی چلتی ہوں۔ تمہارے
دہان کے کپڑوں میں تمہارے لیے جو اگیوں لگی اور جتنی رقم
تین روپے کے دو تین اتنی رقم نہیں لگا کر دے دوں گی لیکن میرا
بارے ساتھ یورپ جانا مناسب نہیں ہے۔“

”کیسی باتیں کرتی ہو کوشش۔ گویا تم مجھے اپنے ہمدردوں
کا کیم نہیں کرتیں۔“

”کیوں نہیں کہیں نہیں۔ میں اس بات کے لیے تمہاری بیچ
کر گزاروں کہ تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن جہاں
ان معاملات کا تعلق ہے اس میں مجھے آزاد رہنے دو۔“

”نہیں۔ میں انتظامات کر چکا ہوں۔ مجھے باکر تمہیں
میرے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔“

”نہیں اشرف۔ چلیے نہیں۔“

”اب مجبوراً مجھے ٹھہرنا انٹیکوٹیوں سے لگی نکانا پڑے
ہاں تمہیں اس بات کے لیے مجبور کر رہی ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں تمہیں اس کے لیے مجبور کروں گا کہ تم
میرے ساتھ یورپ چلو۔“

”میں مجبور نہیں ہوں گی۔“

”اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نہایت ناسپاس اور ذلیل قسم کی
رہو گی۔“

”خدا بدایا یہی ہو لیکن میں اپنی مجبوریوں کے لیے ہر چیز
برداشت کر سکتی ہوں۔“

”میں ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا جو میری مخلصانہ
مشقروں کی بذریعہ زندگی نہ کریں۔“

”تو مجھے مجھے اردو اشرف علی بہتر نہیں ہوگا۔“
”تو کیا سمجھتی ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اشرف آپ نے
سے باہر ہو گیا میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا ہے دیکھتی رہی۔
اور مجھ میں نے دل میں یہی فیصلہ کیا کہ اشرف اس دنیا میں رہنا
اپنے مطلب کا بندہ ہے اور اسے ہی لیے سوچا ہے، تم نے
میری جو کچھ مدد کی ہے اس میں تمہارا اپنا مقصد بھی نہیں تھا
لیکن اب تم اپنی خود برداشت کھو چکے ہو۔ روپا کے بغیر نہیں
یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی اور تم مجھے جانے کی کوشش
کرو گے۔ اس کے لیے مجھے مجبوراً دنیا ہی کا سارو تہ اختیار
کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں اشرف علی کی طرف دیکھنے لگی۔ اشرف علی
اٹھ کر میرے نزدیک بیٹھ گیا تھا اس نے میرے گردیاں کی
طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔“

احسانات کو ٹھکرا دوں۔

”کیا کرے گی تو میرا؟“ بل رک گیا۔ اس نے کہا اور پوری قوت سے ایسی ہاتھوں کو میری کلاہوں کی گرفت سے آزاد کرانے لگا۔ لیکن اب میرے لیے بھی یہ لازم تھا کہ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کروں۔ چنانچہ میرے پاؤں نیز جھونک انداز سے اٹھے اور پوری قوت سے میرے پیروں کی ٹھوکریں پیچھے سے اترنے لگیں۔ وہ اس بات کا متوقع نہیں تھا۔ اٹھ کر اٹھے اسے آگے کی طرف جھکا یا تو میں نے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اس کے سینے پر بوجھ ڈال کر اسے جھکے ہوئے دیا۔ اترنے لگی نیچے گر گیا تھا اور اب میں جانتی تھی کہ میرے اور اس کے درمیان صرف دشمنی کا رشتہ ہے چنانچہ مجھے اپنی زندگی بچانے کے لیے بھی کوشش کرنی تھی۔ اور میں میدھی کھڑی ہو گئی۔

میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسے جگہ جگہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ اور وہ حقیقت یہ میرے کام کی چیز تھی اترنے دو دنوں ہاتھ لگا کر کھڑا ہوا تو میں نے پوری قوت سے ایک کھڑک اس کے سینے پر مارا اور یہ کھڑک خاصی زبرد دار تھی اس کا منہ ایک لمحے کے لیے کھٹا اور پھر وہ اونٹ سے مندر زمین پر گرا۔ اس کے بعد میرے لیے یہ لازم نہیں تھا کہ میں اسے زندہ رہنے دوں کیونکہ میں جانتی تھی کہ میری نشانہ بنی کرنے والا وہی شخص ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس کی پے در پے حرکت شروع کر دی اور پھر توڑی دیکھے بعد اس کی روح نفس غصہ سے ہر دواز گرتی۔ ہاں میں نے اسے بھی ہلاک کر دیا تھا۔ اپنے محسن کو۔ لیکن مجھے بتاؤ کہ میں کیا کرتی۔ مجھے بتاؤ میں کیا کرتی۔ سالانہ تمام چیزوں کو مجھ پر مستحکم کیا گیا تھا۔ راجہ نواز اصغر تم نے بتاؤ میں کیا کرتی۔ میں خاموشی سے اس کی کہانی سن رہا تھا یوں محسوس ہوا تھا۔ جیسے میں کسی اور ہی دنیا میں کھڑی ہوں میرے سینے میں عجیب عجیب سے احساسات جنہ سے رہے تھے۔ آہ۔ دنیا میں یہی تمام کہانیاں بھری پڑی ہیں۔ ان کہانیاں میں کہیں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ ہر طور میں کوشش کی شکل دیکھتا رہا۔ اس نے چند لمحات کی خاموشی کے بعد پھر کہنا شروع کیا۔

”اس کے بعد میں وہاں سے چلی آئی۔ بیوی بنتی۔ بسینہ پہنچنے کے بعد میں نے کچھ ہوئے خانوں میں جا کھیل کر تفریحی سہی رقم اپنے پاس اکٹھی کی اور اس کے بعد میں وہاں سے

چل پڑی۔ میرے قدم لڑھکنے کی تلاش میں اترنے دن رات ہی تمام کارروائیاں کر رہی تھی میں ریکارڈ اس میں ناکام رہی اور آج تک ناکام ہوں۔ اور پھر مجھے اپنی بہن کی تلاش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ سوچ کر بہن کی تنظیم بننے سے بھی زیادہ طاقتور ہو گیا لیکن میرے عوام بھی کمزور نہیں پڑے۔ میری زندگی صرف ایک ہی آکر رہے۔ ایک بار۔ ایک بار۔ صرف دو بار۔ اور ایک بار۔ ایک بار اس سے مل لوں۔ اور اس اپنی گردن خود ہی دیا لوں گی۔ خود ہی زخمی لوں گی۔ اور پھر اپنی زندگی میں کچھ دے کر مرنا چاہتی ہوں۔ آرزو ہے۔ کوشش کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ پھر پھوٹ کر رہی تھی۔

میں بخیرہ لگا ہوں سے اسے دیکھ رہا تھا کہ مظلوم عورت سے یہ کیسی دردناک کہانی ہے اس کا طاقتور ہے یہ بہت کچھ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اسے سینے میں صرف زخمی زخم نہیں محض ٹیڑھی ویرانہ رہی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے دل کا غبار نکل جائے۔ جب اس کے آنسو خشک ہوئے تو میں نے اس کی طرف سے دیکھے ہوئے کہا۔

”کوشش تمہاری کہانی اتنی دلورزا اتنی دردناک کہ میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں بہت عرصے نہیں رو یا کوشش۔ لیکن تمہارے لیے رورہا ہوں۔ ہاں! ایسے رورہا ہوں۔ کاش۔ کاش اس دنیا میں انسانیت ہوتی۔ کاش ہر شخص جانور نہ بن جاتا۔ کاش۔ کاش۔ آنسو خشک کر دیتے اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑتی۔ نے؟ عجیب سی لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر کہنے لگی۔ ”کہانی ختم ہو گئی راجہ نواز اصغر کہانی ختم ہو گئی کی آواز میں ہزاروں سسکیاں چھٹی ہوئی تھیں۔ میں اس آواز کی کیفیت کو محسوس کیا اور پھر نے کھنکھنے سے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”کیسی باتیں کر رہی ہو کوشش۔ ابھی کہاں۔ ابھی کوشش۔ ابھی کہانی کہاں ختم ہوئی ہے۔ بعض کہانیاں ہوتی ہیں جن کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوشش ہو گئی۔ لیکن وہ حقیقت وہی ہے اس کا آغاز ہوا۔ نے زندگی میں تنہا جدوجہد کی ہے تمہاراں کی کہانی

لہر تھی اب کچھ دوسرے کی کیفیت میں آگئی ہو گئی۔ کوشش وہ لوگ کبھی تمہارا ہاتھ نہیں دے سکتے ختم ہیے زونیا تھاں کی گت گھاٹی ہی جاتا ہے کوشش تمہاری کہانی میں مجھے اپنی کہانی نظر آتی ہے اور جب میری کہانی ختم نہیں ہوتی تو تمہاری کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے۔ کوشش آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی ہیں نے اسے دلاسا دیتے ہوئے

کہا۔ ”ہاں کوشش کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے مجھے بتاؤ کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے رو یا کہاں ہے؟“ ”رو یا کوشش کے حلق سے پھر ایک سسکی نکل گئی۔“ ”ہاں رو یا۔ تمہاری بہن۔ میری بہن۔ تم مجھے بتاؤ کوشش، تم نے مجھے کیسے کہے۔ کہانی کیسے ختم ہو گئی۔ میں بھی جذباتی ہو رہا تھا۔“

”میں کیا کروں؟ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ میں نے موت چاہی بس پتہ نہیں کیوں تمہاری طرف ذہن راغب ہوا تھا تم سے ایک عجیب سی الٹن محسوس ہوتی تھی۔ دل نے یہ کہا تھا کہ تمہارے چہرے کی لگیروں میں کوئی ایسی شخصیت چھپی

ہوتی ہے جس کے سامنے میں اپنا دل کھول سکتا ہوں۔ سو میں نے یہ کیا۔ دل کے بند سوتے کھل جائیں تو طبیعت ہلی چڑھاتی ہے۔ مجھے بھی تمہاری معیت سے ہی فائدہ ہوا ہے راجہ نواز اصغر۔ اور میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے بعد اپنی حقیقتوں کا اظہار کرنے کے بعد میں کون سی آنکھ لالوں گی تمہارے سامنے کھلے گی۔“

”مطلب؟“ ”مجھے جیسی عورت کو، مجھ آبرو باختہ کو، مجھ نے سہارا اور کھٹیا شخصیت کو اس کے بعد جنوں احترام کی نظر سے دیکھ سکتا ہے کیا تم؟“

”تم اپنی موت کو مشکل کیوں سمجھتی ہو کوشش! تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ جو تمہارے ذہن نے سوچا ہے۔ وہ آخری بات ہے۔ کیا تم دو سروں کو موچنے کی کوشش نہیں دیتیں۔ کیا تمہارے وجود میں اب ایسی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے جو اعتماد کے نام سے یاد کی جاسکے۔“

”نہیں راجہ نواز اصغر۔ یہ بات نہیں ہے۔ وہ حقیقت یہ بات نہیں ہے۔ لیکن میری لڑائی ہوئی شخصیت۔ تمہارا روبرو کھولیں۔ مجھے بتاؤ قادر کیوں کھول

گیں اس نے تو بے لوث ساتھ دیا تھا تمہارا۔
 ” ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ میرا اپنا
 وجود قادر کے لیے مناسب تھا کیا میں اس قابل تھی کہ ہر
 شخص کا اپنی مصیبتوں کا شکار بنا سکوں۔ میں بہت سی
 باتوں نے تداوت تھی ہوں تو از لیکن ایک بات اپنے بارے
 میں ضرور جانتی ہوں کہ میری شخصیت انتہائی محسوس ہے۔
 دوسروں کے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے خود میرے
 اپنے ماں باپ میری محبت کا شکار ہو گئے۔ کوئی نہیں سچ
 کہے گا میری اس محبت سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔
 ” حالات نے شاید تمہیں بہت زیادہ پریشان کر دیا ہے۔
 نہ کہ روایتی باتیں کو دل نہ کر سکیں سوچتی ہو ایسی احمقانہ
 باتیں کہ تمہاری کہانی سننے کے بعد تمہارے وجود میں کوئی کمی
 آگئی ہے۔ یا میرے دل میں تمہارے لیے کوئی بڑی بات پیدا
 ہو سکتی ہے۔ ارے کوشل، دل والوں سے کبھی واسطہ نہیں
 پڑا کیا؟ ہر کہانی تو خوں کے آنسو لاتی ہے۔ یہ کہانی تو اپنی
 کہانیاں بھلا دیتی ہے اور تمہیں ہرگز تم سے لذت کروں
 گا۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اس داستان کو سننے
 کے بعد میرے دل میں دوسری ایک جذبہ پیدا ہوا ہے پہلی
 بار ایک ایسی شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا جس سے میرا
 کوئی واسطہ نہیں تھا۔ جو صرف ایک نرس تھی اور میری تیار داری
 کے لیے جو ایک سچی محبت تھی لیکن اس کے اندر چھپے ہوئے انسان
 نے مجھے اس کی طرف راغب کیا اور پھر اس انسان کے علاوہ
 میری دنیا میں کچھ نہ رہا۔ ہاں راجہ نواز اصغر کی دنیا میں کچھ
 نہ رہا اس شخص کی دنیا میں جس کی کہانی پہاڑوں کی ایک
 لہتی سے شروع ہوئی تھی اور اس طرح لے سنبھارا ہو گئی تھی
 کہ وہ موت کے قریب جا رہا تھا جب وہ موت کی آوازیوں
 میں بیٹھتی ہی والا تھا کہ زندگی کے ہاتھ نے اُسے لپک لیا۔
 اور پھر اپنی مصیبتیں بند کر کے ایک ایسے راستے پر چھوڑ
 دیا جس کا اس نے کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ وہ میں تھا۔
 کوشل وہ میں تھا میری زندگی کا آغاز مصیبت اور محبت
 کے درمیان ہوا تھا۔ میں بھی انسانوں جیسا تھا تم جیسا تھا۔
 ایک دیہاتی ایک ساوہ کوچ دیہاتی۔ میرے لیے لغزت کی
 زمین میرا گھر ہی بن گیا تھا میری سوتیلی ماں نے مجھے میرے
 ساتھ اچھا سلوک نہ کیا جس کی بنا پر میں نے دنیا میں
 اپنے آپ کو تنہا محسوس کر کے گھر سے باہر قدم نکال دیا۔

اور خود کشتی کا ارادہ کیا۔ لیکن میری تقدیر میں خود کشتی نہ
 تھی۔ بلکہ بہت سوں کی موت تھی۔ میں وہاں سے آگے
 کچھ بڑھے لوگوں کے درمیان پڑا اور انہوں نے مجھے اپنا
 اور اس کے بعد تم تصور نہیں کر سکتی کوشل کہ میں اس
 دنیا سے کیسا بے نیام انتقام لیا۔ میں نے بجائے کہاں کہاں
 کس کس کے ساتھ کیا کیا کیا۔ اور ایک عظیم الشان مسخرہ
 ہوا کہاں سے کہاں پہنچ گیا میرے کچھ دشمن میری راہ پر
 آئے اور میں ان کے جنگل میں پھنس گیا۔ تب ایک مذہب پرست
 سینے میں اٹھا، ایک ایسی بات سن کر جو میرے دین کے خلاف
 تھی جو میرے مذہب کے خلاف تھی میں ایک گناہگار انسان
 مذہب کی یہ توہین برداشت نہ کر سکا اور ان لوگوں کے در
 پر ڈٹ گیا اور اس کے بعد میں نے انہیں تقریباً تباہ کر دیا
 اور اس سلسلے میں میری معائنات انہیں کی ایک سماجی نرس
 تھی اور اس نرس کو میں نے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔
 ہاں مجھے بھی کسی کی تلاش سے متنبہ ہو پوا کی تلاش سے
 وہ تمہاری بہن ہے۔ اور مجھے اپنی کھوپڑی جوتی جنت کی
 تلاش ہے۔ کوشل ہم دونوں کی کہانی کس قدر یکساں ہے
 تم خود سوچو ذہنی مہراسوں تھی، میرا وجود تھی میرے
 چھوڑے پر ہر دم تھی جو زمانے نے میرے وجود میں پیدا کر
 دیا تھا میں نے اس کے ساتھ زندگی کے سفر میں ثابت قدم
 سے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن ذہنی کوشل سے دور
 ایک بار پھر مجھے اسی جہنم میں دھکیل دیا گیا جہاں سے نکلا
 کر میں ذہنی کی زلفوں کی جنت میں پہنچا تھا۔ مجھ میں تم
 کوشل ہماری کہانیاں کس قدر یکساں ہیں ہم دونوں کو
 تلاش ہے۔ ہم دونوں کی آنکھیں سیاہی ہیں ہم ان کے
 کی سیاس بچھانے بغیر سکون سے نہیں بیٹھیں گے کوشل
 آئیہ مجھ سے نہ کہنا کہ کہانی ختم ہو گئی کیسے ختم ہو سکتی ہے
 یہ کہانی حالات نے جس جو فو لاد بخشا ہے کیا ہم اس سے
 ہتھیار نہیں بنا رہیں گے کیا ہم ان ہتھیاروں سے اپنے
 دشمن کا مقابلہ نہیں کریں گے تم میں تو اس بات کو کوشل
 تم سن لو اس بات کو۔ روپاک کی تلاش اب تمہارا ہی مسئلہ
 نہیں میرا بھی ہے کوشل ناموشی سے استوہباتی رہی اس
 کی آنکھیں ساوہ لہجہ اور وہی موٹی لٹکیں۔ وہ ان روٹی
 ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے آگے
 بڑھ کر اس کے آنسو خشک کر دیے۔

میں کوشل۔ اتنے ہی آنسو کافی ہیں۔ آنسوؤں کی زندگی
 میں بگڑے محض موت برتی ہے میں اس طرح انہیں صنایع نہیں
 کرنا چاہیے۔ اگر میرا صنوبر جادوی آنکھوں سے ہر گئے تو پھر آئیہ
 جادوی آنکھیں کس قابل نہیں رہیں گی تم ان آنکھوں کو خشک کر لو
 اور اپنے وجود میں آگ آتا رو۔ ہاں کوشل ہم دونوں ایک ہی
 راستے کے راہی ہیں۔ کوشل کے آنسو خشک ہو گئے وہ تھوڑی
 دیر تک عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر ایک ٹھنڈی
 سانس بھری۔
 ” تم نے شاید مجھے نئی زندگی دی ہے۔ یا عزیم اور نیا جملہ
 دیا ہے۔ ہاں سچ تو یہ ہے حالات نے ہمیں فولاد بنا دیا ہے۔ میں
 بھی۔ میں بھی دنیا سے مارا نئے والوں میں سے نہیں ہوں۔
 مجھے زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے نواز بالکل پرواہ نہیں ہے
 میں۔ میں تو موت کو ہر طرح دنگلے کے لیے تیار ہوں۔
 ” یہی بات میرے اندر ہے مجھے بھی زندگی سے لغزت
 ہے۔ وہ زندگی کیا معنی رکھتی ہے جو ذہنی کے بغیر ہو
 گزرتی اور غلطیوں میں تو بڑھتی گزرتی ہے۔ سچائی کی ایک ہی
 صورت نگاہوں کے سامنے آتی تھی تو میں اس کی پوجا کیوں نہ
 کرتا اور اب جب یہ صورت مجھ سے چھین لی گئی ہے میں جانتا
 ہوں میرا بت کسی کی تہ میں ہے تو ہر زندگی سے ہار مانا گیا
 معنی رکھتی ہے۔ اس کی روپاک میرا فرض ہے اور یہی بیعت
 روپاک ہے۔ نہیں روپاک بھی حاصل کرنا ہے کوشل، سوچ لو
 اس چیز کو ذہن میں رکھو۔
 ” اگر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے میں اس بات کو مانے لیتی
 ہوں۔
 ” اچھا اب یہ ساری باتیں تو ختم ہو گئیں ہمیں آئیہ
 کے لیے پناہ پر گور اور ترتیب دینا ہے۔
 ” نواز۔ کیا تم نے اپنے لیے پورے وجود کے سامنے
 میں نے کچھ دیر آرام نہ کرنے دو گے۔
 ” میں نہیں سمجھا کوشل۔
 ” اتنی ٹھک گئی ہوں، اتنی ٹھک گئی ہوں کہ سکون کا لہجہ
 بھی ذہن سے مٹ گیا تھا لیکن اب۔ اب یوں محسوس ہوتا
 ہے کہ اس درخت کی چھاؤں تلے کچھ سکون مل رہا ہے۔ مجھے
 سوجانے دو نواز مجھے سوجانے دو۔
 ” آؤ کوشل تم سوجاؤ میں تمہارے اوپر سہا کے ہونے
 کھڑا ہوں گا میں نے کہا اور آسے ساتھ لیے ہوئے اس کے

بیلہ دم میں پہنچ گیا کوشل لہجہ پر لپٹ گئی۔ بڑا اعتماد نظر آ رہا تھا
 بہت ہی پرسکون نظر آ رہی تھی۔ وہ ہلکی پھلکی جیسے زندگی کے
 سارے لہجہ اتر گئے ہوں۔ اور اب وہ پرسکون ہو۔ اس نے
 آنکھیں بند کیں اور کھوڑی دیر کے بعد اس کی سانسیں گہری ہو
 گئیں۔ میں اس کے نزدیک ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اسے
 دیکھتا رہا۔ ہاں۔ وہ حین تھی۔ اب بھی حین تھی تو وہاں تھی۔
 لیکن میرے ذہن میں نرپاک کا کوئی جذبہ نہیں ابھرا۔ ذرا سہرا
 براتی نہیں تھی میرے ذہن میں۔ اس کے لیے۔ بلکہ ایک اترا
 تھا ایک مقدس احترام۔ یوں محسوس ہوا رہا تھا جیسے میں اس کی
 حفاظت کے لیے ہی پیدا ہوا ہوں۔ انسان بھی انوکھی چیز ہے۔
 پتہ نہیں کیسے کیسے حالات سے گزرتا ہے اور کیا کیا کیفیتیں اس
 پر اس طرح جادوی ہوجاتی ہیں کہ وہ اپنا مقصد تک محسوس جاتا
 ہے۔ کوشل سوچتی رہی میں اس کے نزدیک بیٹھا رہا پتہ نہیں۔
 کیسے کیسے منصوبے آتے رہے تھے میرے ذہن میں، رات آہستہ
 آہستہ بہرہ تھی۔ مجھے رات کے گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا
 اور جب صبح کی پہلی کرن نے کر کے کی گھوڑیوں سے اندر داخل
 ہو کر اپنی آمد کا اعلان کیا تو میں چونک پڑا۔ سورج کی ہی کرن
 کوشل کی آنکھوں پر بیٹھی تو اس نے بھی آنکھیں پٹپٹا کر کھول
 دیں۔ رات کی گہری اور پرسکون مندر سے اسے ٹھگتہ کر دیا تھا۔
 اس کا چہرہ مسرتوں کا آئینہ نظر آ رہا تھا۔ ایک نئی لڑکی معلوم
 ہو رہی تھی۔ وہ اس نے سورج کی کرن سے اپنے چہرے کو
 بچا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں مجھ پر پڑیں۔ ایک
 لمحے کے لیے وہ مجھے دیکھتی رہی اور دوسرے لمحے اس سے چہرے
 پر عجب سے تاثرات نظر آئے وہ بہت تیزی سے اچھلی کر
 بیٹھ گئی تھی۔
 ” تم۔ تم نواز تم۔ کب آئے؟ میرے ہونٹوں پر سکہ لٹ
 پھیل گئی اس نے میری آنکھوں کی طرف دیکھا اور دوسرے
 لمحے جیسے اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا ہوا۔ وہ جلدی
 سے اٹھ کر میرے قریب آگئی۔
 ” تم۔ تم کے ذہنیں نواز۔ تم سوئے نہیں رہا
 ” میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے تدار وجود کی چھاؤں
 میں سوجاؤ کیسے جاتا۔
 ” اوہ۔ دلوانے ہو۔ بالکل دلوانے ہو۔ بھلا اس کی کیا
 ضرورت تھی لپٹ جاتے آرام کرتے ہیں میرے پاس اس کا
 لہجہ اس نے کہا اور پھر پر اعتماداً نواز میں لپٹی۔

” ہاں۔ تم اس بستر پر سو سکتے ہو لہذا، اس لیے کہ مجھے تم پر اتنا ہی اعتماد ہے۔ جتنا اپنے وجود پر یا اپنے حرم پر۔“
 ”شکر ہے کوشل۔ چھٹیل کر لو اور پھر ڈرا لہری سے مجھے ناشترہ وغیرہ کراؤ مجھے زبردست ہموک لگ رہی ہے۔“
 ”تم جاگتے رہے ہو۔ مجھے اس کا بڑا انوس ہے بڑے جذباتی ہو تم بھی۔ مہلا اس کی کیا ضرورت تھی۔“

”اچھا اجازت با بعد روم میں جاؤ۔ میں نے کہا۔ ٹھوڑی دیر بعد تم دو لوگوں ناشترہ کر سکتے۔“
 ”نہرات بھر جاگ کر تم نے کچھ نہ کچھ ضرور سوچا ہوگا۔ کوئی پروگرام ہے ذہن میں۔“

”ہاں۔ تمہارا اندازہ درست ہے سوچتا ہی رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کوشل رادھن منگھ کے بارے میں تازہ ترین رپورٹ کیا ہے۔“

”کچھ نہیں۔ اس نے وہ علاقہ چھوڑ دیا ہے اب وہ ایٹلیوں میں نہیں رہتا۔ جہاں اس نے اپنی تباہ کاریاں چھلانی تھیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ کبھی کے لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہوگئی تھی، ایک بار لہجے کے لوگوں نے اس کی رہائش گاہ پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن تقریباً بیس آدمیوں کو مارنے کے بعد وہ روپوش ہو گیا۔ حکومت کو بھی ہنگامہ اس کی تلاش ہے میں آدمیوں کے قاتل کی حیثیت سے، لیکن میں جانتی ہوں کہ رادھن منگھ کے ہاتھ کتنے بچے ہیں۔ اس وقت بھی وہ اگر کسی عملی پولیس آفیسر کی کوشش میں چھٹا ہونے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے رادھن لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے رادھن منگھ کے لیے کوششیں کی گئی ہیں۔ ہوں گی اور اس کے بعد یہ کہہ کر کہیں ختم کر دیا گیا ہوگا کہ وہ دستیاب ہی نہیں ہو سکا۔ ان بیس آدمیوں کو اس نے چنے مٹر کی طرح بھون دیا تھا۔ اور اطمینان سے نکل گیا تھا ایسا ہے وہ خونخاک آدمی اب اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔“

”سورج گرہن کے بارے میں کوئی نئی رپورٹ؟“
 ”ہاں۔ اس کے افراد آہستہ آہستہ سامنے آتے دہتے ہیں یہ نہیں پتہ چل سکا کہ سورج گرہن کا سرخروہ اس وقت کون ہے لیکن چند افراد سے ملاقات ہو چکی جاتی ہے۔ اور وہ بھی بھی اس کا اندازہ ہوگا۔“

”ہوں کوشل میں نے تمہیں اپنی کہانی میں شاید یہ تفصیل نہیں سنا لی کہ سوئیز لینڈ میں میرا ایک بہت بڑا سرمایہ جمع ہے۔“

”اتنی دولت جمع ہے۔ یہ دولت بڑی کمائی ہے کوشل۔ منشار کی اسمگلنگ کے سلسلے میں پولیس نے دیا جانا مقادہ سوئیز میں ہی جمع ہوتا تھا اور میں نے کبھی اپنی اس بڑی رقم کو اپنے اچھی زندگی پر صرف کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ سرمایہ ہوتی ہے وہ کیوں نہ ہم اسے استعمال کے لیے یہاں منگھ لیں۔“

”کوئی منصوبہ ہے ذہن میں۔“
 ”ہاں۔ بالکل ہے۔ میں نے جواب دیا۔“
 ”رقم کا مسئلہ بھی نہیں بنا سکتی ہوں میرے پاس؟“
 ”مکمل ہے۔ سو ٹولوں اور کلبوں میں جو کھیل کر میں بھی اچھے خاصی رقم جمع کر سکتی ہوں اگر اس کی ضرورت نہ پیش آئے تو اسے وہیں رہنے دو۔ یہاں کام چل جائے گا۔“

”تمہیں کوشل اب میں تمہیں اس سلسلے میں اجازت نہیں دوں گا۔ رقم کلبوں یا ہوٹلوں میں جو اکٹھی، اس طرح کو ہٹا کر لوگوں کی نگاہوں میں آ جاو گی۔ رادھن منگھ نے یقیناً تمہارا پیچھا نہیں چھوڑا ہوگا اور اب بھی اس کے آدمی تمہیں تلاش کرنا پھر رہے ہوں گے۔ اس ٹاپ کے لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو چھوڑ کر اپنی توہین محسوس کرتے ہیں اور اس بات سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ کبھی لوگ ان ہونٹوں سے اٹھائیں۔ چنانچہ تمہارے لیے میں کوئی منظرہ دل نہیں لے سکتا۔ اور پھر ہوٹلوں اور سٹارٹ کلبوں میں کھیل کر کتنی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ لاکھ دو لاکھ یا بقول سارا دلوی کے ایک کروڑ تک اس سے تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہی توہی طور پر اس سلسلے میں اطمینان کرتا ہوں اور اپنی رقم سوئیز لینڈ سے یہاں ٹرانسفر کر کے لینا ہوں اور اس کے لیے کوشل حقیقت میں بہت ہی محتاط انداز میں کام کرنا ہوگا۔ تمہاری رہائش گاہ کے بارے میں، میں جانتا ہوں کہ میں ہی نہیں میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی جانتے ہوں گے چنانچہ یہ خطرہ بھی ہونی نہیں لیا جاسکتا ہم اپنی شخصیت کو بے شمار روپ دیں گے۔ کوئی ہم معمولی لوگوں کی طرح لوگوں کے سامنے آئیں گے کہیں ہماری اپنی حیثیت کچھ ہوگی اور کہیں کچھ اس طرح ہم سورج گرہن کو پکڑ دے سکتے ہیں میں نے ایک فیصلہ کیا ہے کوشل۔“

”کیا۔ کوشل نے پوچھا؟“
 ”سب سے پہلے سورج گرہن کا نام دلشان یہاں سے منگھ ناموگا۔“

”وہ کس طرح؟“

”بس جس طرح بھی ممکن ہو سکا ہم سورج گرہن کے لوگوں کو ترو دیں گے۔ انہیں اتنی دولت دیں گے کہ وہ بھی یاد رکھیں۔ دولت ہی کے لیے انسان برائیوں کی خوف آئاد ہوتا ہے اور اگر ہم بڑے لوگوں کو زیادہ دولت دے کر ان بڑے لوگوں سے توڑیں تو تم یقین کر دو کہ سورج گرہن سنگولی ہو جائے گی اور اس سنگولی تنظیم کو ہم آسانی سے ہٹا کر سکتے ہیں۔“

”اتنا بڑا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں۔“
 ”ہاں۔ اتنا ہی بڑا منصوبہ ہے لیکن اس کے لیے ہمیں اپنی شخصیت کے کئی روپ دھارنے ہوں گے۔“
 ”وہ کچھ باحوال ہو جائے گا۔ میں تیار ہوں۔“
 ”تو میرا اب بھی ایک بھرتے سے ہوگی میں قیام کرنا ہوگا۔ ایسے ہوٹل میں جہاں بڑے لوگوں کا گزر بھی نہ ہوتا ہو۔ اس کے علاوہ کچھ اور تیار کیا بھی کریں گے۔“

”میں ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہوں۔“
 ”میرا دل تو مجھ میں چند اور لوگ آئے تھے کوشل، لیکن اب ان سے کنارہ کش ہی زیادہ مناسب ہے ایک لوگ کسی ذرا فائدہ کی طور پر میری بہن بن گئی تھی۔ اس کا مقصد پورا ہو چکا ہے اب اسے اچھے آپ میں، تم نے صحت مندوں میں ڈالنا ہے۔ چنانچہ اب میں رخصت سے اپنے آپ کو کنارہ کش کر لوں گا۔ ایک بار پھر راہ نواز اصغر کو زندہ کروں گا لیکن اس بار اس کے ساتھ کوشل بھی ہوگی۔“

”میرا سارا وجود میرے احساسات و جذبات میری محبت میری زندگی سب کچھ تمہارے حوالے ہے۔ راہ نواز اصغر اطمینان رکھو تمہیں کبھی کوتاہی نہیں پاؤ گے جو حکم دو گے اس پر عمل کر دوں گی۔“

”تو پھر ٹھیک ہے تیار ہو جاؤ ہمیں بہت سارے انتظامات کرنے ہیں۔ تقریباً دو گھنٹے تک ہم مسلسل تیاریوں میں مشغول رہے۔ شہر کے مختلف حصوں میں چکرائے رہے اور اس کے بعد ایک ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔“
 ”چھوڑے سے ہوٹل کا یہ کمرہ بڑا پیر سکون تھا اور یہاں سے باہر نکلتا رہی بے حد صحت مند تھا میں نے کوشل سے کہا کہ اس شخصیت سے میں جو کارروائی کروں گا۔ وہ لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک نہیں ہوگی البتہ اپنی اصل حیثیت سے کام لے رہے ہیں میرا سوئیز لینڈ سے سب سے پہلے اپنی رقم نکلوا کر یہاں کے

بنکیوں میں سے ٹرانسفر کر لوں گا۔ اور اس کے لیے مجھے راہ نواز اصغر کے نام کو زندہ کرنا ہوگا۔“

”یقیناً ظاہر ہے، کوشل نے کہا۔“
 ”ہم نے اپنی اس کارروائی کا آغاز اسی دن سے کر دیا۔ مجھے نے تمہارا خدات تیار کرنے کے لیے طور پر سوئیز لینڈ سے رجوع کرنا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں کچھ لوگوں سے ملا یہ دیکھیں اور بین الاقوامی امور پر کام کرنے والی ایجنسیوں کے افراد سنے ان لوگوں سے تعلقات قائم کر کے میں نے اپنے پاس یعنی راہ نواز اصغر کے ایک مقصد کے لیے ان لوگوں سے بات چیت کی اور راہ نواز اصغر کے سلسلے میں مبینہ کاغذی کارروائیاں اور قانونی کارروائیاں ہو سکتی تھیں انہیں کرنے کے لیے ان لوگوں کو پیشکش کی، ایک دولت مند آدمی کے نمائندے کی حیثیت سے میرا اچھی طرح استقبال کیا گیا اور اس کے بعد ایک ایجنسی سے میرا رابطہ قائم ہو گیا اور اس ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں چل پڑا۔“

”مجھے کچھ ایسے فارم دے دیتے گے جو مجھے اپنے آقا یعنی راہ نواز اصغر سے پکڑ کر ان کے حوالے کرنا ہے ان لوگوں سے میرے نہ ہوا تھا کہ راہ نواز اصغر خود اس سلسلے میں سامنے نہیں آنا چاہتے۔ لیکن جو کچھ بھی قانونی کارروائی ہوگی۔ وہ میرے ذریعے با آسانی ہو سکتی ہے اور میں اس سلسلے میں ان کا معاون رہوں گا بڑا کام تھا۔ بہت بڑی رقومات کا مسئلہ تھا۔ اس لیے کہی تھی یہ بھی براہ راست دلچسپی لی تھی مجھ سے میرے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے اطمینان سے اپنے ہوٹل کا پتہ بتا دیا اور اس طرح سے میری شخصیت بھی ان کی نگاہوں میں مشکوک ہونے سے بچ گئی۔ کبھی والوں کو شاید اس بات کا یقین نہیں تھا کہ میں نے جو کچھ ان سے کہا تھا وہ سب سچ ہے اور واقعی اتنی بڑی رقم سوئیز لینڈ کے بینکوں میں محفوظ ہو سکتی ہے اور اسے یہاں ٹرانسفر کرانے کے لیے ان کی خدات حاصل کی گئی ہیں۔“

”لیکن تمہارے دن جب میں اس ایجنسی کے دفتر پہنچا۔ جس سے میں نے رابطہ قائم کیا تھا تو جنرل میجر نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا۔ اس کے انداز بتانے کے کہ سوئیز لینڈ کے بینکوں سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا ہے اور شاید وہاں سے میرا ایک بلیٹس منگوا دیا گیا ہے۔ جنرل میجر نے کافی سے میری تواضع کرتے ہوئے کہا۔“
 ”اگر آپ ٹرانسفر نہ لاتے تو ٹھوڑی دیر کے بعد میں اپنے

آؤی کو آپ کے ہونوں کو راز کرنے والا تھا۔

”میرا اس وقت حاضر ہونے کا پروگرام تھا جناب۔ میں نے کہا۔

”نکال ہے راجہ نواز صاحب! اتنی بڑی شخصیت کے مالک ہیں اتنی دولت انہوں نے سوئیڈن لیبٹ میں جمع کر رکھی ہے اور یہیں ان سے واقفیت تک نہ تھی۔ مسٹر نواز صاحب ہمارے ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟“

”وہ معروف انسان ہیں۔ لا آئی شخصیت کے مالک ہیں مجھے انہوں نے اس سلسلے میں تمام اختیارات دے رکھے ہیں۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے آنا بھی نہیں چاہتے۔ بعض لوگوں کے معاملات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ سارا کام میرے ذمے ہی طے پائے گا۔“

”خیر! ہر جہ آپ بھی معمولی شخصیت نہیں ہوں گے جب راجہ صاحب آپ پر اتنا اعتماد کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ اس عمل کے قابل ہوں گے۔ ہر طور آپ بھی ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ ہاں وہ راز حاصل میں نے وہاں سے رابطہ قائم کر کے خصوصی ذرائع سے راجہ صاحب کا سلیبس منگوا یا ہے۔ یہ رقم تو بہت بڑی ہے۔ کروڑوں کی شکل میں۔“

”تو آپ کا خیال کیا تھا کیا وہیں میں ہزار روپے یادوں میں لاکھ روپے کے لیے ہر تمام کوششیں کی جا سکتی ہیں۔“

”ابھی تو کسی بلیک بائی رہ گئے ہیں۔ جہاں راجہ صاحب کے کاؤنٹ موجود ہیں۔ آپ نے جن جن بینکوں کے نام ہمیں دیے تھے ہم نے ان میں سے صرف تین بینکوں سے رابطہ قائم کیا ہے جبکہ چھ بینک اور باقی رہ گئے ہیں۔“

”یعنی وہاں سے بھی آپ کو راجہ صاحب کا سلیبس مل جائے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ راجہ صاحب کتنے دولت مند انسان ہیں۔“

”ہر طور ہم اس سلسلے میں مزید کارروائیاں کر رہے ہیں۔ میں اپنے طور پر جس قدر جلد ممکن ہو سکا انٹرنیشنل وغیرہ سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ان رقومات کی واپسی کا انتظام کروں گا۔ اس سلسلے میں ہماری جو بھی خدمات درکار ہوں راجہ صاحب کے لیے حاضر ہیں۔ آپ براؤ کم میں بتائیے کہ یہاں کون کون سے بینکوں سے آپ رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنے ذہن میں جو نام رکھے تھے۔ ان کے بارے میں بتا دیا اور جنرل میجر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”بینکوں سے رابطہ آج ہی کر لیا جائے گا۔ آپ کچھ کاغذ مزید راجہ صاحب سے سامان کر کے مجھ تک پہنچا دیں۔ میں اس کاغذات حاصل کر لیے، میجر نے مجھے خصوصی طور پر ایک کارڈ پیش کی تھی۔ اور کہا تھا کہ یہاں آمدورفت کے لیے میں یہ کارڈ استعمال کر سکتا ہوں۔ میں نے شکر یہ کہ سابقہ قول کو راز نہ تھی۔ کوشل ان دنوں آرام کی زندگی گزار رہی تھی۔ وہ ہونوں میں اپنے کمرے ہی میں رہتی، بالکل گھر بوسے کیفیت ہو گئی تھی اس کی وجہ سے باہر نہیں کرتی، کمرہ سنواری حالانکہ ہونوں کی بات تھی، رجب میں واپس پہنچا تو وہ دستک من کر دیا، اسے ہر آگئی اور اس نے دو دروازہ کھول دیے۔ وہاں بیٹھ کر اتنا ہوا اندازہ ہونگیا تھا کہ اسے ماحول پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد میں آراہ کوئی پرواز ہو گیا۔

”ہتھیاری کے دفتر گیا تھا حالانکہ رقم ہمارے لیے کوئی مشا نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کوشل کا ساری کارروائیاں کر لینے کے بعد معینوٹ بنیادوں پر اپنے اقدامات کا آغاز کروں۔ اس سے پہلے جلد بازی کر کے قبیل خراب نہیں کرنا چاہتا۔“

”تو میں کب کہہ رہی ہوں کہ ایسا کرو۔“

”بس تو تم لوں سمجھ لو کہ رقومات کے منتقلی کا کام بہت جلد شروع ہو جائے گا اور اس کے بعد ہم اس سلسلے میں کام کریں گے۔ پھر میں انجینیسی کے جنرل میجر کے بارے میں کوشل کو تفصیلات بتانے لگا اور کوشل ہنسنے لگی۔

”ہاں نواز۔ رو دینا کارنگ بھی میں نے اچھی طرح دیکھا ہے۔ یہ نہیں چلنا کہ کاغذ کے ان ٹکڑوں کو اتنی قوت کہاں سے مل ہو گئی ہے کہ یہ انسان کی تقدیر میں بنانے لگا رہتا ہے پرتا لہذا ہو گئے ہیں۔ ہمارا دھرم ہمارا مذہب، ہم سے کچھ اور کہتا ہے لیکن دنیا کچھ اور کہتی ہے بڑی الجھن ہے نواز بڑا عجیب سا شخص ہے ذہن میں کون بڑا ہے کیا بڑا ہے۔ یہ معینوٹ ہی جانے۔“

”بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کوشل جس کے لیے تمہارے معینوٹ اور میرے خدا نے انسانوں کو کھوپڑ دے رکھی ہے لیکن اس بات سے اندازہ لگا لو کہ دنیا کی کوئی دولت تمہاری سالنوں کو برقرار نہیں رکھ سکتی، نوٹوں کا آنا اور اپنی انبار لگا دو کہ حالیہ کی چوٹی کے برابر بیچ جلتے اور اس پر بیٹھ کر اپنی زندگی محفوظ کر لو تو میں جانوں کہ نوٹ دنیا پر قادر ہیں۔“

”کچھ چیزیں یہاں انسانی جذبولوں پر حاوی ہو گئی ہیں لیکن حقیقت یہی ہیں۔“

”ٹھیک کہتے ہو تم؟“

”اگر اس سونیل سے آگے گئی ہو تو کوئی جھوٹا سونا مانگا حاصل کر لیں۔ ہر جگہ درحقیقت کوشل میں نہیں چاہتا کتاب ہمارے زندگی میں کوئی ٹھیک و شبہ باقی بے حسیا کر میں نے تم سے کہا کہ ہمیں بہت سی شخصیتیں ایسا ہی ہوں گی۔ اگر اس سلسلے میں ابھی سے کارروائی کرنا چاہتی ہوں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”مطلب نہیں سمجھی کوشل نے کہا۔“

”راہاصل ہم جس کام کا آغاز کرنے جارہے ہیں اس کے لیے ہمیں بڑی ذہانت سے سب کچھ کرنا ہوگا۔ راضی منگھ کرے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے میں باقاعدہ ایک کارروائی کروں گا اس کی تمام تفصیلات ہم تیار کریں گے لیکن ابھی نہیں پہلے مجھے اپنا کام کرنا ہے ہر سلسلے میں یہاں نوٹوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔“

”تو رقم تو میرے پاس کافی موجود ہے نواز۔ اب ایسا بھی نہیں ہے میری اپنی حاصل کردہ رقومات میں میرا خیال ہے کہی لاکھ بینکوں میں بٹھے ہوئے ہیں۔“

”انہیں پڑا رہے دو کوشل، ہم انہیں نہیں بیچ کر میں گے، متولے سے انتظار رکھی تو بات ہے۔ ہاں اگر یہاں مناسب نہیں ہو تو پھر ہم کچھ اور کرتے ہیں۔“

”مثلاً یہاں دوسرے بڑے ہونوں بھی ہیں ہم بڑے ہونوں میں بھی رہیں گے کسی منگلی میں بھی رہیں گے۔ اس طرح ہماری یہ شخصیت مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ اور دشمن کو ہمارے بارے میں کوئی اندازہ نہ لگائے۔ میں تمہاری مشکلات کا سامنا کرنا چاہتا ہوں۔ کوشل کے ہونوں پر۔“

”شکر اہر بھیجیں گی۔ وہ ایک شوخ سی مسکراہٹ ہونوں پر بچھرے تھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔“

”واقعی یہ۔ تو بڑی پر لطف بات ہے۔ ہزار آجائے گا لوگ چکر لگائیں گے کبھی وہ ہمیں بھگا دیوں گے۔ پچھلے دیکھیں گے اور سبھی شہنشاہ ہوں گے روپ ہیں۔“

”ہاں کوشل، یہی میں چاہتا ہوں۔ تمہارے بیسوں میں سے اگر کچھ بیسوں کی ضرورت پڑی تو میرا خیال ہے ہم انہیں

اس مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔“

”نکال تو میرے کسی کام کے کوشل نے کہا اور اپنے پرسی سے چیک بک نکال کر خیال چیک پر سامن کر کے میرے حوالے کر دیا۔“

”ٹھیک ہے میں یہ کام آج تو نہیں کر سکتا البتہ کل کروں گا۔“

دوسرے دن میں نے ٹیک سے اچھی خاصی رقم حاصل کی اور ایک اسٹیٹ برکرسے مل کر اپنے لیے ایک خلیعہ برت سا بنک کرانے پر حاصل کر لیا۔ اس بنک کے حصول کے بعد میں نے کچھ اور لوگوں سے رابطہ قائم کر کے وہاں کی معافی طلبی وغیرہ اور فرنیچر وغیرہ ڈلووانے کا بندوبست کیا اور اس کے بعد شام کو کوشل کو اپنے کمرے میں منگلی میں بیٹھ کر سونگیا۔

”حسین جگہ تھی ہونوں سے ہمیں زیادہ پرسکون۔ ہونوں کا کرانہ میں نے پیشگی ادا کر دیا تھا اس لیے وہاں کوئی دقت نہیں تھی۔ ابھی اس منی رہائش گاہ میں آنے کے بعد کوشل نے شام کا کھانا اپنے ہاتھوں سے بنا یا۔ ملازم وغیرہ ہم نے بھی نہیں رکھا تھا لیکن میں نے کوشل سے کہا کہ یہاں کچھ ملازموں کو رکھ لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، کوشل نے ہونوں پر نظر آ رہی تھی اس نے کہا۔“

”کچھ دن ملازموں کو نہ رکھو۔ مجھے گھر ملو زندگی گزارا سے ہوئے غرض ہو گیا۔ تمہارے لیے کھانا پکانا دل کی تو اپنے گھر کا ہاں تازہ ہو جائے گا۔ زندگی کی یہ شمار یا دیں ایسی ہوتی ہیں راجہ نواز صاحب جو انسان سمجھی اپنے ذہن سے فراموش نہیں کر سکتا جو کچھ چھن جاتا ہے۔ اس کی واپسی بعض اوقات ناممکن سی ہو جاتی ہے لیکن اگر کچھ لحاظ ایسے مل جائیں جن میں وہ اپنی کوئی ہوتی یادوں کو بالے تو پڑا سکون ملتا ہے مجھے اس گھر میں اس حیثیت سے کام کرنے دو مجھے بڑی حسرت ہوئی، میں نے شکر اگروں ملادی تھی۔“

تقریباً پندرہ دن تک گئے ان تمام کاموں میں۔ بینکوں سے رقومات منتقل ہو رہی تھیں اور مجھے راجہ نواز صاحب کے لیے پیغامات مل رہے تھے۔ اب تو یوں لگتا تھا جیسے اہلک ہی بہت سے مہربان اور شناسا ہمارے گرد جمع ہوئے ہیں یہ بینکوں نے تھے۔ جواب صرف مجھ سے ہی رابطہ قائم کر سکتے تھے۔ میں نے ان سے اپنے اس پیغام کے ہونوں کے بارے میں ملاقات کی تھی۔ اور مجھے یہاں دیکھ کر لاکھوں نے حیرت

کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ میں یہاں زندگی کیسے گزار رہا ہوں انہوں نے مجھے پینشنش بھی کی تھی، مگر میرے لیے بہتر زندگی نہ بتا سکا۔ لیکن میں نے ان سے یہی کہا کہ میرے مانگ کا یہ حکم ہے تو یہاں اس سے کیسے انحراف کر سکتا ہوں۔ بہر طور بڑی پر لطف زندگی گزار رہی تھی لوگوں کا بخیریت ہو رہا تھا۔ دولت کے کھیل سامنے آ رہے تھے اور میں اور

کوشل اس کھیل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پندرہ دن سے لے کر برسوں تک یہ کام تقریباً مکمل ہو گیا اور اب راجہ نواز اسد خاں ایک ماہ میں اس شہر میں ایک

ارب پتی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مجھے خود بھی اس دولت کا اندازہ نہیں تھا جو غلام سیٹھ نے اور دوسرے لوگوں نے میرے نام سے بنائیں۔ میں جمع کروا رہی تھی۔ لیکن اب جو میں نے اس کے انبار دیکھے تو مجھے استہناسیہ تیرت ہوئی۔

بہر طور حقیقت یہ تھی کہ یہ دولت ناجائز کمائی کی بدلت تھی اور میں اپنا اس سے کوئی تعلق نہیں پاتا تھا۔ ایک کپڑے سے وہ مجھے قابلِ لغزت محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ اس کا انچارج بھی اسی انداز میں ہونا چاہیے تھا۔

جب یہ سب کچھ کارروائی مکمل ہو گئی تو پھر ایک شام میں کوشل کے ساتھ اپنے اس خوبصورت شنگلے کے ایک کمرے میں جا بیٹھا۔ جس میں ہم نئی حیثیت سے گزارا کر رہے تھے۔ آج میں نے کوشل سے اس سلسلے میں مکمل گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ میں نے کچھ کاغذات اس کے سامنے پھیلا دیے۔

”کوشل۔ یہ ہے وہ رقم جو سو سو پونڈ سے یہاں منتقل ہو گئی ہے اور اب ہم اس کے مالک ہیں۔ کوشل اس دوران اس بارے میں کچھ نہیں جان پاتی تھی اور نہ ہی میں نے اس بارے میں اس سے کوئی تذکرہ کیا تھا۔ اس نے کاغذات یہاں رکھے ہوئے فلڈر دیکھے، ہمارے کاغذات اس کے سامنے تھے۔ سو سو پونڈ کے بینکوں کے اسٹیٹ منیجر نے دیکھے وہ انہیں دیکھتی رہی اور پھر اس کا سر جھکا کر رہ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر ختم لیا تھا۔

”یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ تمہارا ہے۔“
”میرا نہیں کوشل۔ اس منیجر دنیا کا جس نے مجھے یہ سب کچھ دیا تھا اور یہ سب کچھ میں جسے واپس لوٹانا چاہتا ہوں۔“
”بانی گاؤ۔ بانی گاؤ۔ نواز تم کیا چیز ہو، یہ میرا ہی رقم

تم نے بینکوں میں پڑھی رہنے دی تھی۔“
”ہاں کوشل۔ اس لیے کہ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ میں اسے اپنی کمائی ہی نہیں سمجھتا تھا۔ لغت کرتا تھا۔ اس سے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے مگر میں بینکوں سے یہ رقم نکلاؤں گا۔“
”آہ۔ اگر تم۔ اگر تم اسے وہیں چھوڑ دیتے تو کاپی ہے۔“
”یہ بینکوں کی عینیت بن جاتی۔“
”اس وجہی شے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن حالات نے مجھے اس کے لیے مجبور کر دیا ہے کہ میں اس بڑی کو بڑی کے خلاف استعمال کروں۔“

”راجہ نواز اسد خاں بہت متاثر ہوئی ہوں۔ وہ حقیقت یہ ایک کمرہ ہے ایک انوکھا کمرہ اور میں نے زندگی میں اتنا ادا کر دیا اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ تم اتنی معمولی سی شخصیت کے مالک جو مجھے ایک بچے سے ملنے میں ایک عام حیثیت سے ملے تھے اور تم۔ اور تم یہ سب کچھ بھی ہو۔“
”دولت کے ذریعے انسان کچھ نہیں ہوتا کوشل۔ غلط گفتگو مت کرو میں اس کا متعلق نہیں ہو سکتا۔“
”ہاں۔ ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی انسان اور دولت دو مختلف چیزیں ہیں۔“

”مجھے بڑوان باتوں کو مسئلہ یہ ہے کہ اب اس دولت کے ذریعے ہم کو اپنے لیے غلام خریدنے میں کیا مطلب؟“
”ایسے کا۔ بڑی ادارے قائم کیے جائیں گے جو سوریج کوئی

کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہر مرحلے پر ہر قدم پر اسے شکست دیں گے۔ ایسے خرم اکٹھے کیے جائیں گے جو سوریج کوئی کے لیے ہمارے سامنے ٹھوکان بن سکیں اور اس کے خلاف تمام کارروائی عمل میں لائیں۔ سوریج کوئی کے لیے ہمیں یہ کچھ کرنا ہو گا۔ کوشل اتنا کہہ کر اس کے لوگ ہلکا کر رہے ہیں اور ہم۔۔۔ سے پناہ مانگیں۔ اب تم یہ بتاؤ کہ مجھوں نے یہ وہ ہم کہاں سے اکٹھے کریں۔“

”یہ شمار ایسے آؤے“ ایسے ٹھکانے ہمیں ہیں، وہی ہیں اور کلکتہ و دیگر ہیں میرے علم میں ہیں جو محرموں کی پناہ گاہ ہیں اور وہاں قاعدے کے لوگ بھی مل جاتے ہیں اس کے علاوہ سینٹرل جیل سے رہا ہونے والے جرائم پیشہ افراد کو نواز بھائی کرنے کے لیے بھی ہم اپنی کارروائی کر سکتے ہیں اور اس

لیے بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہو گا۔“
”تو پھر یہاں جو لوگ موجود ہیں ان کے بارے میں مجھے کچھ

تفصیلی کہو۔“
”ٹھیک ہے کوشل نے کہا اور مجھے مجھے کچھ نام اور پتے دینا پڑتا ہے۔ میں خود بھی ان لوگوں کا تجزیہ کر کے وہاں سے اپنی کارروائی کرنا چاہتا تھا تاکہ میں صحیح طور پر میرے لاکھ بچے آؤں گی سبیں۔ کوشل کی فراہمی ہوئی، اطلاعات کے مطابق اس شہر کے ایک خاص علاقے میں، میں نے ٹیڈ، انائی ایک شخص سے ملاقات کی، سینگلا انڈین تھا۔ اچھے خاصے۔ اور توش کا ایک شخصیت اچھی خاصی عمدہ تھی۔ میں نے سر سے سے انڈیا

میں اس کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس کا فون نمبر و دیگر معلومات کر کے وہاں سے چلا آیا تقریباً آڑھے گھنٹے کے بعد میں نے اس نمبر پر ٹیڈی کو زنگ کیا اور ٹیڈی نے ریسپونڈ کیا۔ اس کی عزائی ہوئی اور آواز سنی دی تھی۔

”ہیلو۔ کون ہے؟“
”ٹیڈی تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ لیکن میری یہ گفتگو تمہیں کچھ عجیب سی لگے گی۔ لیکن تم سے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر تم نے سنجیدگی سے اس پر غور کیا تو بڑا منافع کماسکو گے۔“
”بورور بورور کیا بات ہے۔ مجھے بتاؤ۔ ٹیڈی کی آواز اچھری۔“

”ٹیڈی تم وہ سب سے پہلے آؤی ہو جو میرا ساتھی بننے کے لیے منتخب ہوئے ہو۔ میرا ایک کام ہے جو تمہیں تنہا نہیں بلکہ ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ کرنا ہے۔ اس کے لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ تم ان دنوں کیا کر رہے ہو۔“

”میں کچھ کرتے ہیں۔ جو کام مل جاتا ہے کرتے ہیں لیکن گول مال نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ ایسی گفتگو مجھے بالکل پسند نہیں ہے جو میری کچھ میں نہ آسکے۔ ٹیڈی کی عزائی ہوئی آواز اچھری۔“

”تمہارے کام کرنے کا انداز کیا ہے ٹیڈی؟“
”اگر تمہیں ایک بڑی رقم پیش کی جائے اور تم سے کہا جائے کہ تم کسی کو قتل کرو دو تو کیا تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔ میں نے پوچھا۔“
”بہت سی عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو تم۔ کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے۔ ٹیڈی کی عزائی ہوئی اور آواز اچھری۔“

”میں نہیں سمجھا۔“
”میں سمجھتی تھی تو میں کیا کروں۔ ٹیڈی فون پر مجھ سے قتل کر رہے ہو۔ آدمی ہو یا کبوتر۔ میں نے ایک لٹے کے لیے سوچا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکرا کر اٹھ بیٹھی گئی۔ ٹیڈی کا کہنا ایک طرح سے درست ہی تھا۔ میں ٹیڈی فون پر اس سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر میں اسے سے کوئی قتل کراؤں تو کیا وہ

معاذ اللہ کے قتل کر دے گا۔ ظاہر ہے اس بات کا جواب وہ ہاں میں نہیں دے سکتا تھا جو کچھ میں پولیس والا بھی ہو سکتا تھا۔ میں ہنس پڑا۔ میں نے کچھ کہا۔

”ٹیڈی بہر طور میں تم سے سووے کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“
”پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟“

”میں نے کہا تاکہ تم میرے پہلے ساتھی کے طور پر منتخب ہوئے ہو۔ اور اس بات کا اندازہ لگا لو کہ یہ تمہاری خوش نصیبی ہے۔ آنے والے وقت میں تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میں کیا چیز ہوں۔“

”دیکھو بھائی۔ اس ٹائپ کے ٹیڈی فون مجھے اکثر موبول ہوتے رہتے ہیں۔ کام کی نوعیت کے بارے میں معلوم کیے بغیر میں کوئی جواب نہیں دے سکتا اور یہ بھی سن لو قتل اسے کھانگ چوری دیکھتی وغیرہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرا جو کام ہے میں وہی کرتا ہوں اور مجھے اس سے دلچسپی ہے۔“

”مثلاً۔“
”مثلاً۔ بیک ٹیڈی فون بند کرو۔“ میں تم سے کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ ٹیڈی نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

”بات دس لاکھ کی ہے ٹیڈی۔ میں نے کہا اور وہ دیکھ لانا خاموشی دکھائی ہو گئی۔ چند لمحات پہی خاموشی رہی میں نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

”ہیلو۔“
”ہاں۔ ہاں میں ٹیڈی فون پر موجود ہوں۔“
”تو پھر خاموش کیوں ہو گے۔“
”دس لاکھ کے مذاق کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“
”یہ مذاق نہیں ہے۔“
”اگر مذاق ہے بھی تو بڑا داشت نہیں کیا جاسکے گا۔“
ٹیڈی نے جواب دیا۔

” اچھا میرا خیال ہے ہم نیم نیند زوںی گفتگو کافی کر چکے ہیں اب کام کی باتیں جو چاہیں۔“
 ” میں نے کہا تاکہ کام کی باتیں سنی فون پر نہیں ہو سکتیں۔“
 ” تو کھیر۔؟ میں نے سوال کیا۔“
 ” کہیں ملاقات نہ ہو۔“
 ” کہاں؟“

” اس کا فیصلہ تم خود کرو۔ ٹیڈی نے جواب دیا۔ اور میں سوچنے لگا پھر چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔
 ” ٹیڈی۔ بڑل دھرم راج دیکھتے تم نے۔ مجھے اس ہوٹل کا خیال ایسے ہی آ گیا تھا۔ ایک مخصوص علاقے میں چھوٹا سا مختصراً سا ہوٹل تھا۔ لیکن اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ ہوٹل بہت پر سکون ہے۔ اس وقت اسی ہوٹل کا خیال آ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے ٹیڈی کے سامنے اس کا نام لے دیا۔“

” دھرم راج۔ وہ سبزی منڈی والا۔“
 ” ہاں۔ وہاں آ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ میں نے کہا۔ اور ٹیڈی کے وعدہ کیا کہ وہ پہنچ رہا ہے۔

نوٹوں سے بھرا ہوا جو برلیف میں میرے ہاتھ میں تھا اُسے دیکھ کر کوئی یہ سوچ نہ سکتا تھا کہ اس میں بیٹے پرانے کپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ برلیف کیس کی کنڈیشن ہی ایسی تھی۔ میں نے خاص طور سے اس کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن اس کے اندر چار لاکھ روپے کے نوٹ بھرے ہوئے تھے، اس سے زیادہ نوٹ اس برلیف کیس میں سما نہیں سکتے تھے۔ ورنہ میں پورے دن لاکھ ہی اس میں رکھ لیتا۔ ہوٹل دھرم راج چھوٹا سا ہوٹل تھا اس کی ایک بھڑکی سی میز پر چائے کی گندی سی پیالی میں چائے پیتے ہوئے

یہ لوگ دولت کے حصول کے لیے ہر طرح کا کام کر لیا کرتے تھے، میں نے ان کے بارے میں جو معلومات حاصل کی تھیں ان سے مجھے یہ اندازہ ہوا تھا کہ ٹیڈی بہتر طریقہ اچھا انسان ثابت ہوگا۔
 وہ چند ساعت مجھے گھونٹا رہا اور اس کے بعد میرے پاس پہنچ گیا۔

” تم نے ہاتھ اٹھا ہاتھا۔“
 ” ہاں۔ مگر ٹیڈی براہ کرم تشریح رکھتے۔ میں نے مزید بوجھ میں کہا۔ اور وہ کمری گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔
 ” تم نے ہی مجھے۔؟“
 ” ہاں میں نے ہی تمہیں ملی فون کیا تھا؟“
 ” کیا مذاق تھا۔؟ ٹیڈی کرخت نہگا ہوں سے مجھے گھورتا ہوا لولا۔

” زندگی ہی ایک مذاق ہے ٹیڈی تم خود سوچو تم جیسی شخصیت، پڑھی لکھی تعلیم یافتہ، قبول صورت، اچھی خاصی پرسنالٹی۔ اور زندگی کے کون سے راستے پر سفر کر رہی ہے۔ چنانچہ ہم اس زندگی کے مذاق کو اسی انداز میں برداشت کرتے رہیں گے۔“

” فلسفہ مت، گھٹا دھرم میرے سامنے، میں فلسفے کی دنیا سے بہت دور نکل آیا ہوں۔“
 ” ہر لمحہ ہر قدم ایک فلسفہ ہے ٹیڈی۔ تم یہ فاصلے طے نہیں کر سکتے، بہر حال ٹھیک ہے میں تم سے تمہاری زبان میں گفتگو کروں گا۔ وہ زبان جو تم نے اپنائی ہے۔“
 ” کہہ کر کہا جانتے ہو؟“
 ” میں نے تمہیں دس لاکھ کی پیش کش کی تھی۔“
 ” ہاں۔“

” اور میں اب یہ سوچ رہا ہوں کہ تم کون سے نشے کے عادی ہو، جو انسان کو رخسار ہر ہوش مند رکھتا ہے، لیکن باطن میں اس کی نقل سلب کر دیتا ہے۔“
 ” نہیں ٹیڈی اسی نے مجھوں کے استعمال میں اختیار رکھو وہ زبان موت استعمال کرو جس کے تم عادی ہو چکے ہو۔ یہ برلیف کیس دیکھ رہے ہو تم کسی کے پاس، اس میں چار لاکھ روپے سما سکتے ہیں، باقی چھ لاکھ روپے کی دوسری قسط آج ہی دن کے کسی بھی حصے میں مل سکتی ہے۔“
 ٹیڈی نے چونک کر میرے پیروں کے نزدیک رکھے

” میں نے برلیف کیس کو دیکھا اور کچھ میری شکل دیکھنے لگا پھر لولا نے اس میں نوٹ ہیں؟“
 ” ہاں تو آٹھ لاکھ دیکھ لو، ظاہر ہے نہ تم اتنے کمزور ہو ہوئی تمہارے ہاتھوں سے یہ نوٹ چھین کر بھاگ جاتے اور یہی میرے سامنے یہ ممکن ہے۔ اسٹاف ڈر برلیف کیس رکھ کر دیکھو۔“

” ٹیڈی چند لمحات میری شکل دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے برلیف کیس اٹھا کر میز پر رکھ لیا۔ دیر طرز میں پہنچا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔
 ” میاگ جاؤ ابھی نہیں۔ وہ میز پر ایک لمحے کے لیے ٹیڈی کی شکل دیکھی اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔
 ” ٹیڈی نے برلیف کیس کو کھوٹا سا کھولا۔ اس کے اندر چھ لاکھ روپے سامنے نظر آنے والی گڈی میں سے ایک نوٹ نکال کر برلیف کیس بند کر دیا۔ برلیف کیس لاک کر کے اس نے وہی میرے پیروں کے نزدیک رکھ دیا تھا اور نوٹ کو میز کے نیچے کر کے پور دیکھنے لگا۔“

” اسی ہے؟“
 ” چھ میز پر بن کی باتیں ناپسندیدہ تصور کی جاہلی کی بڑی ہیں۔ تم نے مجھے میں کہا اور ٹیڈی نے میری شکل دیکھی۔ پھر بولا۔

” مجھوں کے استعمال میں تم بھی احتیاط کرو ورنہ۔“
 ” یہ کارروائی دھرتی ہی ہو سکتی ہے۔“
 ” چلو ٹھیک ہے، تو اس برلیف کیس میں چار لاکھ روپے کی رقم ہے اور تم مزید چھ لاکھ بچھے دینا چاہتے ہو۔“
 ” نہیں چھ لاکھ نہیں۔ میں تمہیں لاکھوں دینا چاہتا ہوں۔“
 ” گورڈون دینا چاہتا ہوں۔“
 ” حصول کرنے کی ہمت ہوتی چاہیے تم میں۔“

” کام کیا ہے ورنہ۔ ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ” یہ بتاؤ کہ تم ہی رقم ایسی ہو سکتی ہے جو تمہیں پوری طرح ہمارا ساتھی بنا دے۔“
 ” دولت کی ہوس تو کبھی کہی نہیں ہوتی، دس لاکھ حاصل کیے ہیں۔ میں لاکھ دو لاکھ چاہے گا۔ میں لاکھ مل گئے تو سوچوں گا پالیس لاکھ مل جائے تو اچھا تھا۔“
 ” اور۔۔۔ میرے سوال کیا؟“
 ” اسی لاکھ اور کچھ ایک کروڑ۔“

” بس۔“
 ” ہاں بس میرا ٹارگٹ یہی ہے، زندگی میں ایک بار کو ٹیڈی بنا چاہتا ہوں۔“
 ” تو سمجھ لو بن گئے۔“
 ” مگر میرے بھائی کام کیا ہوگا، یہ تو بتاؤ۔“
 ” کچھ نہیں ایک شخص کا مکمل ساتھی بنا ہوگا نہیں۔“
 ” کون ہے وہ؟“

” اس کا نام ابھی تمہارے سامنے نہیں آئے گا۔ اس لیے تم اسے جو دل چاہے کہہ سکتے ہو۔“
 ” گورڈون کہہ سکتا ہوں۔ ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” کیوں گورڈون ہی کیوں۔“
 ” بس سونے کا آدھی سے دھمیرے لیے جو صرف اتنی ہی طور پر مجھے پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے چار لاکھ روپے پیش کر سکتا ہے کیوں نہ تم اسے گورڈون کا نام دیں۔“

” ٹھیک ہے اگر تم اسے گورڈون ہی کہنا چاہتے ہو تو میں تمہارا یہ بیج اس تک پہنچا دوں گا کہ تم نے اس کا نام گورڈون رکھا ہے۔“

” چلو اسے تو میں نے گورڈون کا نام دے دیا اور بقول تمہارا تم اُسے یہ اطلاع پہنچا دو گے لیکن تمہیں میں کس نام سے پکاروں گا۔“
 ” بس اسے ساتھیوں میں سے ایک چھوٹے بھائی جس طرح میرے ذریعے تم گورڈون کے ساتھی بنے ہو اسی طرح میں بھی گورڈون کا ساتھی ہوں۔ تم مجھے اگھر کہہ سکتے ہو۔“
 ” نہیں اگھر نہیں آسکر۔ ٹیڈی نے جواب دیا۔ اور میں ہنسنے لگا۔

” ٹھیک ہے بھائی جو تمہارا دل چاہے کہو۔“
 ” مگر مگر اب یہ بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟ اب تک تو بہتے لفظوں کی زبان میں گفتگو کی تھی، یعنی وہ زبان استعمال کی تھی ہم دونوں نے آپس میں، جو ذرا ڈرامائی قسم کے خرم استعمال کرتے ہیں، لیکن میرے بھائی کھوڑی دیر کے لیے جو لیم کی دنیا سے نکل کر اسٹاٹوں کی دنیا میں آ جاؤ اور یہ بتاؤ یہ شخص کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔“

” ٹیڈی، یہی تمہاری خوبی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بہتر تعلیم نے تمہارے اندر ایک انسان کو جنم دیا ہے۔ اور وہ انسان ضرورت کے رقت سوجاتا ہے۔ باقی حالات تمہاری

انسان ہی ہے۔
نظر انداز کر سکتے ہیں ہم اس بات کو کہ ہم بالآخر انسان ہیں۔

”نہیں کر سکتے ٹیڈی بالکل نہیں کر سکتے۔“
”تو بس مجھ پر سجدہ کر جو جرم کی دنیا کی بھی ایک زبان ہوتی ہے، جسے استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن ایک اور زبان بھی ہوتی ہے جو جرم کی دنیا سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ جرم کی دنیا ہٹ کر تمہارا نام کیا ہے۔؟“

”نام کو میرا خیال ہے رہنے دو، میں نے تم سے بھی اصرار نہیں کیا تم نے اپنا نام انسرنا تھا ہے، میں نے اُسے آسکر کر دیا۔ اگر ٹیڈی تمہیں ناپسند ہے تو جو دل چاہے کہہ سکتے ہو، لیکن مجھے ٹیڈی ہی رہنے دو۔ جو بچہ جس میں اپنے ماضی میں نہیں جانا چاہتا۔ اس نے جواب دیا۔

”ایک ایسے اے پاس شخص واقعی ماضی سے فرار حاصل کرنے کے بعد ہی یہاں تک پہنچ سکتا ہے، بہ طور ٹیڈی گولڈمین کا ایک خاص مقصد ہے اور اب چونکہ تم خلوص دل سے ہمارے ساتھ آمادگی کا اظہار کر چکے ہو۔ اس لیے میرا خیال ہے مجھے تمہیں اس کے مقاصد بتانے میں کوئی وقت نہیں ہونی چاہیے۔

”تم نے اس گھٹیا سے ہوٹل کا انتخاب کیوں کیا۔؟ یہ کوئی مہینے کی جگہ ہے۔؟“
”اس جگہ ہم دو سڑکیوں کی لنگاہوں سے محفوظ رہیں گے۔ تمام عہدہ جگہیں جرم کے اڈے ہوتے ہیں اور وہاں جرم کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔

”ہاں یہ بھی ٹھیک کہا تم نے بہ طور پلوٹیک ہے چھوڑو۔“
”ہاں تو اب تم مجھے بتاؤ کہ مارا معاملہ کیا ہے۔“
”جس شخص کو تم نے گولڈمین کا نام دیا ہے۔ میں خود بھی اس کے نام سے واقف نہیں ہوں، بس وہ ایک اجنبی کی حیثیت سے مجھ سے ملاقات کرتا ہے اور پچھلے دو سال سے ہم دونوں ایک دوسرے سے اجنبی ہیں، وہ مجھ سے صرف کام کی بات کرتا ہے۔ اور میں اُس کے کام کی بات دوسروں تک پہنچا دیتا ہوں۔ یہ ہے میری اپنی پوزیشن۔

”گمان کی بات ہے۔ برطانیہ پر انسرز شخصیت ہے دولت مند بھی ہوگی۔ چاہتی کیا ہے۔ وہ۔ ٹیڈی نے سوال کیا۔ اور میں ٹیڈی کی شکل بخور دیکھنے لگا مجھ میں نے آہستہ سے کہا۔

”سورج گروہن سے واقف ہو۔“

ٹیڈی نے سجدہ نہ لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”ہاں۔ ایک تنظیم ہے، جو فحشیات وغیرہ کے سلسلے میں نامی شہرت رکھتی ہے، ہمیں بار اُس کے مائینڈوں سے ٹیڈی پورکی ہے پچھلے سوٹے کام بھی کیے ہیں۔ میں نے اُس کے لیے۔“
”سورج گروہن سے باقاعدہ تعلق نہیں ہے تمہارا؟“
”نہیں بھائی، ہم اس پائے کے آدمی نہیں ہیں۔ بس ایک دوسرے پر برا سوٹ ٹیڈی پر ہم سے سورج گروہن نے کام لیا ہے۔ نہ میں نے اس تنظیم میں شامل ہونے کے بارے میں سوچا اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی ایسی کوشش ہوئی۔ میں اپنے طور پر زندگی گزار رہا ہوں اور میرا خیال ہے یہی بہتر ہے کہ کوئی کسی بھی تنظیم پر شامل ہونے کے بعد بہت سی پابندیاں بھی قبول کرنا پڑتی ہیں۔“

”اس تنظیم کی قوت سے واقف ہو۔ میں نے سوال کیا۔“
”ہاں تمنا تو ہے اس کے بارے میں، لیکن خوفزدہ نہیں ہوں کیا واقعی۔ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔“

”مطلب۔ وہ متوجہ انداز میں بولا۔“
”مطلب یہ کہ اگر کبھی گولڈمین نہیں اس تنظیم کے خلاف استعمال کرے تو تم اس کے لیے تیار ہو سکتے ہو؟“
”دیکھو میری بندوبست کی زبان کہیں بھی استعمال کرنی پڑے، یہ نہیں سوچنا سکتا کہ یہاں اسے استعمال کرنا ہے، اور یہاں ہر کرنا ہے، ہماری تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہی کرنا ہے۔ بگڑ کوئی بھی ہو۔ ٹیڈی نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”ٹیڈی تم لوگ پوری سجدہ کی سے گفتگو کریں گے سب سے پہلی بات تو یہ بتاؤ کہ تمہارے اپنے مفادات کو کسی طرح سورج گروہن سے وابستہ نہیں ہیں؟“
”یقین کر لو گے میری بات پر۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں بالکل۔“
”تو میری شرم لو، ایسی کوئی بات نہیں ہے اور اگر تم مجھے سورج گروہن کے مقابلے پر لانا چاہتے ہو اور کوئی کام ہے ایسا تو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں سورج گروہن سے شکر جاؤں گا۔ لیکن ہاں اپنے طور پر اپنا بیجا و مفروضہ کر لوں گا۔ اور وہ گا بھی کروں گا۔ جو تم لوگ میرے سپرد کر دو گے۔ ٹیڈی نے جواب دیا اور میں پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”ٹیڈی میں بھی اس سے زیادہ نہیں چاہتا۔ گولڈمین نے مجھے وہ باتیں دکھائیں، ان کے تحت مجھے سورج گروہن کے خلاف ایک تنظیم قائم کرنی ہے اور تم اس سلسلے میں میرے معاون سار ہو گے۔ میرا خیال ہے اس وقت تک کی گفتگو اتنی ہی مٹا ہے۔ باقی تم دوسری ملاقات پر ملے کر رہیں گے۔“

”یار لاکھ کی رقم معلوم نہیں ہوتی دوست اور اسے حاصل کرنے کے بعد پھر ہر فرض جو ہوتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہر طرح سے تعاون کروں۔ یہ بتاؤ دوسری ملاقات کہاں ہوگی۔ سب سے پہلی بات میرے سلسلے میں یہ سوچ لو کہ رقم کے لیے میں مشکوک تھا۔ اور یہ بھی سن لو کہ اتنی رقم کبھی تمہیں نے کبھی نہیں کائی، اور یوں کچھ لو کہ میری زندگی کا ایک نیا باب کھل رہا ہے، میں اس باب کو بند کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ مجھے دولت کی ضرورت ہے، کیوں کہ میں، یہ میں نہیں مجھ پر تیار ہوں گا۔ لیکن یہ کچھ لو کہ دولت میری زندگی کا سب سے اہم مقصد ہے اور میں اس کے حصول کے لیے جان دینے کو بھی تیار ہوں۔“

”ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ بعض اوقات حالات ایسی پیشکار اختیار کر لیتے ہیں کہ دولت انسان کے لیے بہت بڑی قیمت اختیار کر جاتی ہے۔ ٹیڈی ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہماری آج کی گفتگو ختم یہ یقین کس پوزیشن پر قبول کرو اور اس کے بعد میری دوسری اطلاع کا انتظار کرو۔ ٹیڈی نے گردن ہادی بھڑکی دیر کے بعد وہاں سے اٹھ گئے۔

میں نے باہر ٹیڈی کو خدا حافظ کہا۔ لیکن اُس کے بعد کوشش تک پہنچتے ہوئے میں نے بے شمار اُلجھے ہوئے راستے اختیار کیے اور سا اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ۔ ٹیڈی نے اپنے طور پر مجھ سے ہر کر میرے بارے میں جاننے کی کوشش تو نہیں شروع کر دی ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ کوشش کے ساتھ حسب معمول دلچسپ وقت گزارا میں نے اُسے ساتھ لیا اور اپنے اس ہوٹل میں پہنچ گیا۔ یہ رات تھی کہ میں نے میری کارروائی کی کوشش اب بے حد خوش تھی۔ اس نے ٹیڈی کو میں نے اپنے اعتماد میں لیا۔

دوسرے دن میں نے ٹیڈی کو قہر بیا دے سے ایک بیٹوں پر پے سے فون کیا۔ ٹیڈی نے میرا بہترین استقبال کیا تھا پھر اس نے کہا۔

”مسٹر اسکر ساری رات نہیں سو سکا ہوں، آپ کے اور

مسٹر گولڈمین کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔ درحقیقت کیا اس شخص کا نام آپ کو بھی نہیں معلوم؟“

”غیر تم اس بات کا یقین نہ کرو ٹیڈی، لیکن حقیقت ہی ہے کہ میں بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ اتنا ہی ہراساں کرنا شروع ہے، بے پناہ، بے شمار دولت کا مالک، اور دولت خرچ کرنے میں اُسے کبھی کوئی بار نہیں ہوتا۔ بعض اوقات بغیر کسی اطلاع کے لاکھوں روپے کی رقم میرے حوالے کر دیتا ہے۔ تمہارے چھ لاکھ روپے آج شام تک تمہیں مل جائیں گے۔“

”نہیں۔ نہیں اب اتنا پاگل میں بھی نہیں ہوں، وہ تو بس میں نے یوں ہی کہا دیا تھا۔ اب اتنی حد تک بھی نہیں ہے۔ پیسوں کے سلسلے میں، مل جائیں گے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ مجھے کتنا کیا ہے؟“

”اس سلسلے میں ٹیڈی مجھے اس کی طرف سے مکمل ہدایت مل چکی ہیں، اور میں بھی تمہیں بتانے کے لیے یہاں پہنچا ہوں، دراصل یہ معلوم ہونے کے بعد کہ تمہارا تعلق سورج گروہن سے نہیں ہے اُسے بھی بہت خوشی ہوئی ہے، میں مجھوں ذرا غلے اُسے اطلاعات دیتا ہوں، اُس نے یہ معلوم کرنے کے بعد بڑے اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ آج میں ٹیڈی کو اس کا اصل کام بتا دوں۔“

”میں خود بھی اتنا ہی بے چین ہوں، مجھے تاروان دونوں ویسے بھی میرے ہاتھ میں کوئی کام نہیں تھا، اس لیے مجھ سے جو کچھ کام ہو رہے ہیں، جن کے بارے میں نامعلوم کرو تو بہتر ہے۔“

”کیا مطلب؟“
”مطلب یہ کہ جیب تراشی کوئی اچھا فن نہیں ہے۔ جن لوگوں کے لیے کام کر رہے ہیں، میں اس سلسلے میں خاص طور پر ہوا ہوں۔ ایسے چھوٹے ہوئے کاموں میں پولیس اور واسطہ پڑتا رہتا ہے، اور میں یہ سب پولیس کے بندوں میں پھرتا چاہتا، اس سے پوزیشن بھی خراب ہوتی ہے، اور کسی شخص کے لیے راستہ بھی بند ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حوزہ عدلیہ میں، وہ بھی مجھو دوں، اور مجھے اچھی خاصی تمہارے کاموں پر خرچ کرنا پڑتی ہے، چنانچہ میں خود بھی کسی ایسے کام کے لیے سوچ رہا تھا، جو میرے لیے مستقل آمدنی کا ذریعہ بن جائے۔“

شاہد ہم اس بات پر یقین نہ کر رہے تھے کہ یہ چار لاکھ میرے بے جا کر کے روڑو پے سے کم نہیں ہیں بہت سے ایسے معاملات پیش آتے تھے جو اس وقت میرے لیے مشکل بنے ہوئے تھے۔

• ٹھیک ہے، پیسوں کا تم مذکورہ ہی ذہن سے نکال دو، جتنی رقم کی تمہیں ضرورت ہوگی ذرا کم کر دی جائے گی۔ تمہارا کام ہر ماہ یہ ہے کہ سورج گرہن تنظیم کے خلاف ایک اور تنظیم تیار کرو، بہت بڑا کام میں تمہارے سرور کے ذریعہ ہوں ٹیڈی، لیکن تمہاری علمی صلاحیتوں سے بھی اچھی طرح واقف ہوں۔ اور یہ جاننا ہوں کہ عام لوگوں کی نسبت تم کوئی بھی کام زیادہ بہتر طور پر انجام دے سکتے ہو۔

”سورج گرہن کے مقابلے پر ایک تنظیم ٹیڈی کی انکھیں حیرت سے کھیل گئیں۔“

”ہاں۔ اس سلسلے میں تم جس وقت اور جس جگہ جاؤ۔ ہدایت بھی لے سکتے ہو۔ جو شخص اس تنظیم کے مقابلے پر آنا چاہتا ہے۔ وہ معمولی حیثیت کا آدمی نہیں ہے، اس کی اپنی کئی ایک پوزیشن ہے اس کے اپنے بھی وسائل ہیں، یوں سمجھ لو کہ اس سلسلے میں تمہیں صرف ایک کام کرنا ہوگا۔“

”کیا۔؟ ٹیڈی نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔“

”مندوستان کے مختلف شہروں میں گولڈمین کی تنظیم کے لیے لوگوں کا انتخاب کرو، ایسے آدمیوں کا جو اپنی مثال آپ ہوں، ہمیشہ میں، ذہلی میں، کراچو، کلکتہ، الہ آباد، اور ایسے دوسرے بڑے شہروں میں، جہاں سورج گرہن کاؤن ہو، وہیں گولڈمین کی تنظیم بھی کام کرے۔ دولت کے منہ کھول دو ان لوگوں کے لیے، جو تمہارے لیے کام کریں، شخص و اس کا منہ مانگے معاوضہ دو، لیکن ایسے آدمیوں کا انتخاب کرو، جو تمہارے لیے جان کی بازی بھی لگانے سے دریغ نہ کریں۔ ہمارا مقابلہ جیک جیک سورج گرہن سے ہوگا اور اس کے بعد ہم گولڈمین کی تنظیم کو ملک سے باہرے جاویں گے۔“

”سنگاپور، جنکاک، صفائی لیبٹ اور اس علاقے کے دوسرے شہروں میں جہاں جہاں منشیات کی تجارت ہوتی ہے۔ ٹیڈی کی انکھیں پورا سر اٹھانے میں کھیل گئی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔“

”یہ کام۔ یہ کام مجھ سے شروع ہو رہا ہے اس کا آغاز میں کروں گا۔“

”ہاں تم ٹیڈی تم۔ کیا تمہیں اس پر اعتراض ہے؟“

”نہیں اعتراض نہیں ہے۔ میں تو بہت عجیب سے انداز میں سوچ رہا ہوں۔“

• شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو آسکر کے میرے اپنے دل میں ایک بہت بڑی خواہش تھی۔ یہ خواہش تھی کہ میں کوئی بہت بڑا ٹیکنیک بناؤں، اتنا بڑا ٹیکنیک جو کم از کم ایسا میں اپنا نام پیدا کرے، اور اس سے میرا براہ راست تعلق ہو۔ اگر میں اس کا پچھت بن جاؤں تو کیا کہنے۔ رات کی تہاڑوں میں۔ میں اس کے خواب دیکھتا رہا ہوں تم سورج بھی نہیں کئے۔ آسکر کہہ کر کس قدر خوش ہوں۔“

”یوں سمجھو ٹیڈی۔ تم بیٹے آدمی ہو، جو اس تنظیم کا اقتدار کرو گے۔ اگر تم جاؤ گے تو تنظیم کے تمام احکامات تمہارے ذریعے دوسروں تک پہنچیں گے، گولڈمین کا براہ راست تم سے رابطہ رہے گا۔ اور وہ اپنا کام کرتا رہے گا۔“

”گولڈمین کی گولڈ۔ اگر ایسی بات ہے تو یوں سمجھو کہ صرف پیسوں ہی کی بات نہیں ہے بلکہ میری ذاتی دلچسپی بھی اس میں شامل ہوگئی ہے، میں جس قدر جلد ممکن ہو سکا اس کام کی تکمیل کروں گا۔“

”تس تو تمہیں یہی کرنا ہے ٹیڈی اور میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کتنے عرصے میں تم میرا کام انجام دے لو گے۔؟“

”صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے تمام ساتھی اس سلسلے میں اپنی صلاحیتوں کے ساتھ معروف ہو جائیں گے، تم ہاں تک نہ کرو مگر آسکر۔ ہاں ایک کام کرو، مجھے اپنی جگہ یاد دہاؤ، کہاں رہتے ہو تم۔ اور کس طرح تمہیں کسی بھی اہم موقع پر ملاقات ہو سکتی ہے۔“

”میں چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر میں نے اُسے اپنا پتہ بتا دیا۔ ٹیڈی پر افسانہ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ٹیڈی نے میرا پتہ نوٹ کرنے کے بعد میرا فون نمبر بھی درج کر لیا اور اس کے بعد لنگے۔“

”میری وفاداریوں کی طرف سے تمہیں کبھی کوئی شک نہیں ہونا چاہیے آسکر۔ یہ سمجھ لو کہ تم نے میرے مستقبل کی تعمیر میں میری مدد کی ہے، تم نے میری ایک ایسی آرزو پوری کی ہے جس کے لیے میں شاید زندگی بھر بھی تشہ کا رستہ میں تمہارا احترام کرتا ہوں آسکر۔“

”شکر یہ ٹیڈی اب مجھے اجازت دو۔“

”میں اس کام کا آغاز آج ہی سے کیے دیتا ہوں، رات کو فون کیے تمہیں اس سلسلے میں رپورٹ دوں گا۔“

”اتنی جلدی۔؟“ میں نے سوال کیا۔

• ہاں کچھ چھپے ہوئے معاملات تو میں ابھی نشاے لیتا ہوں۔ یوں ہی مقامی طور پر میری کافی لوگوں سے بہت اچھی دوستی ہے۔ میں سب سے پہلے ان لوگوں کو اپنا ہونٹا بنانے کی کوشش کروں گا، اور اگر یہ لوگ راضی ہوتے تو میں معاوضے وغیرہ کی بات خود ہی کروں گا نیز کہ اس کے لیے تم نے مجھے اجازت دی ہے۔“

”میں نے کہا نا پیسوں کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ گولڈمین کے لیے۔“

”واہ یوں سمجھو کہ میری تمام آرزو میں پوری ہوئی ہیں۔ گولڈمین کا نام بھی میں نے ہی دیا ہے۔ اور ہم مسلسل تنظیم کے سربراہ کو گولڈمین کے نام سے مخاطب کر رہے ہو۔“

”یہ بات صرف مجھ تک ہی محدود نہیں ہے کہ تم نے اُسے گولڈمین کا نام دیا ہے، بلکہ میں نے اُسے بھی یہ بات بتائی تھی کہ ٹیڈی نے اُسے گولڈمین کا نام دیا ہے۔ اور اس نے ٹیڈی کو بھی سے مسکراتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اگر ٹیڈی نے یہ نام اُسے دیا ہے تو اُسے بخوشی قبول ہے۔“

”دیر کی گولڈ۔ جی خوش ہو رہا ہے۔ ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد میں اس کے پاس سے رخصت ہو کر وہاں سے چلا آیا۔“

”کوشش کو اس کے بارے میں مفصل رپورٹ دی۔ کوشش اب مجھ پر آج بھی بند کر کے اعتبار کرنے کی تھی میرا ساتھ سے بہت عزیز تھا۔ وہ ہر طرح سے میری کوششوں میں تکی رہتی تھی۔ زہی کے بارے میں اکثر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن کوشش نے مجھ سے پوچھا۔“

”مگر اس تمام کارروائی میں تمہارا اپنا کام تو رک گیا ہے؟“ زہی کی تلاش کے لیے تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟

”دراصل کوشش میں نے زہی کی تلاش کے لیے طویل عرصے تک اپنی مقیم اتنی مصیبتیں اٹھانی ہیں کہ بعد میں بات میرے بس ہے، ہر ہوشی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں کبھی اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ کم بخت تر لو کہ آخر مجھے میرے ہاتھ سے سچ گیا۔ اتنا شاپ اور اتنا خزانہ کہ آدمی اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ جرم کی دنیا میں ایسا اتنی نہیں رکھتے تھے۔ تر لو کہ میرا خیال ہے۔ راضی سمجھ کا دوسرا رپ۔ بلکہ یوں سمجھ لو کہ راضی سمجھ کا اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ دراصل کوشش

• تر لو کا کہ سلسلے میں میں نے بہت غور و خوض کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس سے نمٹنے کے لیے مجھے اسی کے پیمانے پر کام کرنا ہوگا۔ گولڈمین کا نام مجھے ٹیڈی نے دیا ہے لیکن اس نام کی تنظیم سب سے پہلے سورج گرہن کو ختم کرے گی۔ اور اس کے بعد اس میں اتنی وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ بین الاقوامی پیمانے پر بھی کام شروع کر دے گی۔ میں نے ایک ایسی پلاننگ کی ہے۔ یہی نہیں کہ صرف سورج گرہن کے خاتمے کے بعد میرے قدم رک جائیں گے۔ پہلے ایک کام کر لیا جائے، یہ ابھی تک میں محدود ہے۔ اگر اس کے کارندے بھی باہر نکلیں گے تو پھر میں روپائے حصول میں مشکل ہو جائے گی۔ سورج گرہن کو ختم کرنے کے بعد میں گولڈمین کی

عمران ڈائجسٹ کا سنہ تیز سلسلہ
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

مصاحبی کی کہ

زمانہ قدیم کے ایک نوجوان نے جب نئی دنیا میں آنکھ کھولی تو حیران لگ گیا، دہلوی دیوتاؤں، مکی سازش کے شکار کی لوجھی داستان، وہ اپنے دور کا مانا ہوا ہر در تھا، شروع سے آخر تک حیرت ہی حیرت، مکمل ایک حصہ قیمت ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے، منگولے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
۳۷۔ اردو بازار، کراچی،

تتظیم کو بین الاقوامی ایمانے میرا کے ٹرھاؤں کا ادا اس کے تحت زبیدی کی تلاش کروں گا۔ میرا شکر اور براہ راست ترلو کا سے ہوگا۔ ہاں ہی منصوبہ ہے میرے ذہن میں۔ اور میری زندگی کا حرف بھی مقصد ہے۔ اور اس مقصد میں میں تمہاری شریک ہوں نواز، مجھے خود سے ایک مت سمجھنا۔“

”نہیں کوش، تمہیں خود سے ایک سمجھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تم تو مجھے حوصلہ دیا ہے اور حقیقت تمہارا ساتھ میرے لیے بڑا مبارک ثابت ہوا ہے، کم از کم مجھے اپنی تنہائی سے نجات ملی۔ جو میری روح پر مستور رہی تھی۔ میں تم سے غلوں دل سے ہر موضوع پر گفتگو کر سکتا ہوں۔ اس امید کے ساتھ کہ تم میرے ہر دکھ میں میری شریک ہو۔ یہ الفاظ کہنے کے نہیں ہیں نواز، یوں مجھو تمہارا دکھ میرا دکھ ہے۔ بہت طویل پروگرام سے تمہارا کیا نہیں اتنے آدمی یا آسانی و سنبھالی ہو سکیں گے؟“

”میرا خیال ہے بہت زیادہ گہرائیوں میں جانے سے کام نہیں بنتا، ہم اپنے معیار کے لوگوں کو تلاش کرتے رہیں گے۔ نوزت کو تیز رفتاری سے آگے بڑھ جائے گا اور ہم اس کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ اس لیے جو لوگ ہاتھ لگ رہے ہیں، انہی کے ذریعے کام جاری رہنا چاہیے۔“

”ہاں۔ یہ ضروری ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو اپنے بارے میں ہونا نہ لگنے دیں اور ایک مخصوص وقت کا انتظار کریں۔“

کوش نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ درحقیقت ہمارے لیے یہ وقت گزارنا بہت ہی مشکل تھا، زندگی ڈریک وارے کیما رکھ کر خوراس۔ کہ سچا لڑنے رہنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ ٹیڈی اینٹینے پرنکل گیا تھا۔ اس نے کئی شہروں سے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور مجھے بتایا کہ وہ اپنے کام میں مسلک کھلایا حاصل کر رہا ہے اور گولڈمین کا نام لے کر شہر گروہوں کے بیٹوں میں محفوظ ہو چکا ہے، نہ صرف محفوظ ہو چکا ہے بلکہ گولڈمین کے لیے کام کرنے پر اپنے آپ کو مکمل طور پر آمادہ کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ٹیڈی نے مجھ سے روقات بھی طلب کرتا رہا تھا، جو میں نے اس کی خواہش کے مطابق اُسے ادا کر دی تھی۔ جو باں بھی اس نے چاہا تھا۔

یہ کام تقریباً ڈھائی ماہ تک جاری رہا۔ طرحا ہی ماہ

کے بعد ٹیڈی نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے سے سوڈا انڈیا میں میرے سامنے پیش کیا۔

”گولڈمین کا نام اب ہندوستان میں بھی مشہور ہے تمام لوگ اس بات سے منتظر ہیں کہ گولڈمین کے نام پر آپریشن شروع کریں جب بھی آپ اس کی ہدایت دیں گے گا نوزدرا کر دیا جائے گا۔“

”گڈ۔ ٹیڈی ویری گڈ۔ جیسے میں ہمارے آدمیوں کی کیا لوزیشن ہے؟“

”جیسے میں ہمارا خاص آدمی را کا ہے۔ را کا جو ہر کے علاقوں کا دادا ہے۔ لیکن اس وقت بلینٹی میں اس کا نام گورج رہا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ را کا میرا کلاس فلور رہ چکا ہے۔ مجھ سے بہت اچھی طرح پیش آیا۔ اور جب میں نے اُسے تمام تفصیلات بتائیں تو وہ کہنے لگا کہ جس طرح مجھ کی ہو سکا وہ اس نام کو امر نالے کی کوشش کرے گا۔“

”وہ بری گڈ۔“ اچھا اب یہ بتا دو کہ اگر تم ان لوگوں کو عقیدہ بیانات بھیجنا چاہو تو کس طرح بھیج سکتے ہو۔“

”ٹیلڈیوں پر۔ ہم نے اس سلسلے میں ایک دوسرا سے رابطہ رکھنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔“

”ہمیں دراصل وسیع رینج کے ٹرانسمیٹروں کی ضرورت ہوگی ٹیڈی اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو۔“

”ہندوستان میں ایسے ٹرانسمیٹروں کی فراہمی ممکن نہیں ہے۔ باہر ہی سے منگوانے پڑیں گے۔ ٹیڈی نے جواب دیا۔“

”تو اس کا انتظام کرو، کیا تم آسانی سے یہ انتظام کر سکتے ہو۔؟“

”ہاں۔ ہاں کیوں نہیں میرا خیال ہے۔ اگر ہمسکا پور ٹرائی کریں تو ہمارا یہ کام یا آسانی ہو جائے گا۔“

”گڈ تو تم یہ کوشش بھی کرو۔ اور سب سے پہلے را کا سے رابطہ قائم کر کے یہ معلوم کرو کہ بلینٹی میں سورج کون کون کے کیا شغل چل رہے ہیں۔ اور اس کے کہنے آدمی ہاں تک ہیں۔ اور کون کون اس وقت وہاں کا کر رہا ہے؟“

”ٹھیک ہے را کا سے یہ بات معلوم ہو جائے گی۔“

”مانتے ہیں۔“

”اس کام کے لیے مجھے کتنا وقت دیا جائے گا سٹر اسکری۔“

”ہم کتنا وقت لینا چاہتے ہو۔؟“

”میرا خیال ہے تقریباً سا آٹھ نو وقت دے دیا جائے اور تمام پروگراموں کی تفصیل میں ایک ہفتے کے بعد اسی دن آپ کو بتا دوں گا۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے، میں نے جواب دیا اور ٹیڈی چاکس کوش بھی اس دوران وہاں موجود رہی تھی اور یہ تمام گفتگو سنتی رہی تھی۔ ٹیڈی کو اس بات کا اچھی طرح سے علم تھا کہ کوش میری دست راست ہے، ویسے گولڈمین کے بارے میں اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔“

میرا خیال تھا کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات ممکن ہے موجود ہو کہ مراد وہ ہی گولڈمین سے کوئی خصوصی تعلق ہے یا پھر میں ہی گولڈمین ہو سکتا ہوں۔ لیکن ٹیڈی میں یہ خوبی پائی جاتی تھی کہ وہ ضرورت سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ اسے جو کام دیا جاتا وہ اس کی انجام دہی میں مصروف ہوجاتا تھا۔

کوش نے کہا۔

”گولڈمین اچھا نام ہے کسی تنظیم کے لیے بہت عمدہ ہے اس کے تحت ہم سورج گرہن کے خلاف کام کر سکتے ہیں۔ بس اب تم تمنا دیکھو کوش۔ رادھن سنگھ پر بڑا وقت آئے والا ہے، لیکن مجھے تم سے کچھ شکایت ہے۔“

”کیسی شکایت؟“

”میں تمہاری آنکھوں میں کرب نہیں دیکھ سکتا کوش۔ تم دا اس ہوتی ہو تو میرے ارادے کو زور پڑنے لگتے ہیں۔ میں مجھ جاتا ہوں۔ ایسا کیوں کرتی ہو کوش۔؟ میں نے کہا اور کوش مسک ٹیڈی۔

”سوری نواز۔ سوری۔ اس نے آٹھوشیک کرنے ہوئے کہا۔“

”اس کے باوجود میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کوش کی اس وقت تک زبیدی کا نام نہیں لوں گا۔ جب تک رو پا کو تمہارا حوالے نہ کر دوں۔“

”کوش مجھے دیکھتے تھی۔ پھر در دیکھنے لگی۔“

”نہیں نواز۔ میرے۔ میرے۔ میں تجھے ٹوٹے نہیں دوں گی میرے بچتیا۔ میں۔ وہ ایک دم رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔ پھر وہ بولی۔

”کیا میں تمہیں بھٹا لینے کے قابل ہوں؟“

میرے اندر کوئی سچر بھٹنے لگی تھی۔

عمران ڈان جسٹ کا سنسنی خیز سلسلہ اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

ماضی کے حزیبے

اقابل فراموش کہانی، جس کا ایک ایک لفظ روکنے لکھنے کرنے کا، یہ کیسا طالع خانہ تھا، جس میں موجود مجھے زندہ رہے اور ان زندہ مجھوں کے آگے گیسے رن بلن میں خوف کی تھر تھری پسید ہو گئی،

مکمل ایک جیسے قیمت ۱۵ روپے

بڑا راست منگولے باہتہ۔

مکتبہ عمران ڈان جسٹ اردو بازار کراچی

ہنگاموں کا دور شروع ہو گیا تھا۔ کچھ دنوں ذہن پر جو عروج و طاری ہو گیا تھا اب اس کا نشان بھی نہیں تھا کوشل نے مجھے جھانک کر دل کے کچھ ادا خانے کھول دیئے تھے میں نے اس سے کہا کہ جب ہم دو دنوں کے درمیان یہ رشتہ قائم ہو چکا ہے تو کوشل کو صرف میری بہن کی حیثیت سے ہی رہنا چاہیے۔ اس نے روتے روتے ہمتے کہا تھا۔

”ابھی نہیں بھتیجا۔ رو پا مل جائے اس کے بعد جو تم کہو گے مان لوں گی“

”تم کب کرنا چاہتی ہو کوشل۔“

”جس خلیفہ پروگرام کا تم نے آغاز کیا ہے اس میں تمہارا نشانہ لیشا نہ رہنا چاہتی ہوں“

”لیکن کوشل۔“

”ہیں تو اوز جیسا میری بات مان لو“

”ٹھیک ہے کوشل لیکن اب تم ایک جھانکی غرت ہو اس کا خیال رکھنا“

”اعظابن رکھو بھتیجا“

کام جاری ہو چکا تھا۔ بیڑی نے لیے لیے پرے شامل کر دیئے تھے میرے ساتھ کچھ اندر بڑھتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کے مجال چاروں طرف پھیلوا دیئے تھے اور ان کے ذریعہ مجھے سورج گرہن کی کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی جی نہیں۔ علم مجھ ہوا تھا کہ سورج گرہن منشیات بیروں سونے اور ایسی تمام اشیاء کی اسمگلنگ کرتی ہے جن سے زبردست آمدنی ہوتی ہے اس میں اجناس اور دوسری چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ ملک میں ایشیائے عرف کی ضروری چیزوں کی قلت پیدا کی جاتی ہے اور پھر ان کی بلیک مارکنگ کرتی ہے۔

میں نے ایک پورا ٹھکانہ قائم کر لیا جس کا کام ان اشیاء پر لگا رکھنا تھا اس کے علاوہ میرے ایک دوسرے ٹھکانے کے لوگ اس کام پر مامور ہو گئے کہ سورج گرہن کے مال پر لگا رہیں کون سا مال کہاں سے آ رہا ہے کون لارہا ہے۔ میں ان لوگوں کو راستے میں دیکھنے کی کوشش کرتا تھا اور کئی بار اس میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مجھے علم ہو گیا تھا کہ سورج گرہن اب گولڈمین کی طرف متوجہ ہو چکی ہے اور اس کے بارے میں لوگوں کی شکار ہے۔ ابھی رہائش کے لیے میں نے ایک شاندار لوگی منتخب کی تھی جہاں میں راجہ کے نام سے رہتا تھا۔

اس کو بھی کی شان کسی راجہ کے محل سے کم نہیں تھی مگر وہ

کی پوری فوج یہاں موجود تھی لہذا ہر عام قسم کے ملازم لڑا آئے و اسے یہ لوگ درحقیقت بہترین محافظ تھے۔ یہ لوگ کارڈ میری زندگی میں داخل ہو چکے تھے اور ان کے ذریعہ گولڈمین کا مانی سے کام کر رہی تھی۔

کوشل اب بکاری کے نام سے باڈی جاتی تھی۔ ہرگز اسے جیلے بدل دیئے تھے۔ غلام بیٹھے کی دی ہوئی دولت کا بوجھ استعمال ہو رہا تھا اور ہم نے ٹھکانہ عجاوین بنا دیا۔

گولڈمین صرف ایک نام تھا۔ اور نہ جاننے والے لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ لیکن مجھے راجہ سنگھ کی بھتیجی صرف راجہ سنگھ کی جس کے قبضے میں روپا تھی لیکن تزلو کا وہ اس وقت چھوٹا چاہتا تھا جب راجہ سنگھ کا وجود مٹا دوں۔

اس طرح میں اب مضبوطی سے قیدم جا چکا تھا اور ہرے ہزاروں نمائندے پورے ایشیا میں پھیل گئے تھے۔ میری درجنوں سکریٹریاں جن کا تعلق مختلف اور سے تھا۔ چنانچہ میری کوشل سکریٹری وینا ماننے نے جو ایک دیہی عیسائی لڑکی تھی مجھے سے کہا۔

”چیف، ڈبی ولسن آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ یہ شخص ہمارا ہانگ کانگ کا نمائندہ ہے۔“

”میرے پاس کونسا وقت ہے اس کے لیے۔“

”چیف آج رات آٹھ بجے آپ خالی ہیں۔“

”تم نے ملاقات کس قسم کر دی؟“

”آپ کی اجازت کے بغیر کیسے کس قسمی تھی سر، سکریٹری نے جواب دیا۔“

”ٹھیک ہے۔ کم از کم تم نے یہ تو معلوم کر لیا ہوگا کہ رات کو آٹھ بجے میں فری ہوں گی۔“

”جی ہاں جناب۔ میں نے اس سلسلے میں پوری طرح معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی آپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔“

”ڈبی ولسن سے تم نے کیا کہا۔“

”سر، یہی کہ آپ کی طرف سے مجھے اجازت مل گئی تو میں یہی فون پر اس سے ٹیٹنگ کا وقت طے کر دوں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ شام کو اسے ہمارے پاس کھانے کے لیے بھیج دو۔ میں نے اس سلسلے میں چند لوگوں کو اور مدعو کیا۔ ہانگ کانگ کے نمائندے کی آمد بلا دو جی نہیں ہو سکتی تھی۔ ہر صورت رات کو آٹھ بجے میرے خاص خاص

ادبی اس مہز کے گرد جمع ہو گئے جس پر ٹیٹنگ ہوتی تھی ڈبی ولسن نے مجھے بتایا۔

”سر، ہانگ کانگ کی منشیات کا ایک بہت بڑا مرکز لہذا وہاں کون سورج گرہن کے نمائندوں سے ملاقات کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ سورج گرہن سے اس کا باقاعدہ کاروبار ہے اور اکثر ہندوستان اور اس کے فوج میں تیار ہونے والی کالجی جینٹل اور اینٹیون کی بھی ہوئی اشیاء سورج گرہن سے خریدنا ہے اس بار بھی وہ اسی مقصد کے تحت آ رہا ہے۔ اور ایک بہت بڑے سوے کار پروگرام اس نے ترتیب دیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی یہاں تک آنے کی جرأت کی ہے۔ سورج گرہن کے پاس اس وقت تمام منشیات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جو ایک چھوٹے سے جزیرے پر پونڈ ہے۔ اس جزیرے تک ہماری پہنچ ناممکن نہیں ہے۔ سر کی طرف سے حد الٹی انسان ہے اور ایک ایک پیسے پر جان دیتا ہے انتہائی درے لہذا روپا کے گواہ اسمگلروں کی دنیا میں اس کا نام بڑا ہے۔ ہمارے دربار میں بے ایمانی نہیں کرتا لیکن کوئی مزہب ان رکھتا۔“

”خوب سیکرٹا بلان ہے تمہارا۔“

”جناب عالی میں چاہتا ہوں کہ اپنے پروگرام کے تحت اس بار پھر وہاں سے سودا کر میں۔“ ہانگ کانگ کے نمائندے ڈبی ولسن نے کہا۔

”لیکن ہمارے پاس تو منشیات کا کوئی بڑا ذخیرہ نہیں ہے۔“

”ہمارے پاس تو نہیں ہے سر لیکن سورج گرہن کے پاس تو ہے۔ ڈبی ولسن مسکراتا ہوا بولا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”سر، انتہائی نفیس قسم کی منشیات کے ٹھکانے حاصل کرنے میں ہمیں کوئی وقت نہیں ہوگی۔ یہ سودا سورج گرہن سے ہونے کے بجائے اگر گولڈمین سے ہو تو آپ کے خیال میں مناسب نہیں ہوگا۔ ہم لوگ سورج گرہن کے وہ ذخیرے حاصل کر لیں گے تو ہر طور پر کوشش کریں گے اور وہی ذخیرے دکھائی جائے ہیں، ہر طور پر ہم اس سلسلے میں محنت لگائے گا اور وہی ایک بہت بڑا ادویہ ہو گا۔ لیکن اس سلسلے میں محنت لگائے گا اور وہی بات یہ ہے کہ سورج گرہن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔“

”تمہاری جو بڑی قابل غور ہے مگر ولسن لیکن سب سے

بڑا مسئلہ یہی ہے کہ کہا ہم سورج گرہن کا منشیات کا وہ ذخیرہ حاصل کر لیں گے۔“

”میرا خیال ہے اس سلسلے میں بلا ٹیٹنگ کی جاسکتی ہے جناب۔ جب کام کرنا ہی ہے تو یہ سب کچھ بھی کرنا ہی ہوگا۔ ڈبی ولسن نے کہا اور میں مسکراتی لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

”ڈہن ادویہ معلوم ہوتے ہو ڈبی۔“

”شکر ہے سر۔ دراصل گولڈمین کی تنظیم میں شامل ہونے والوں کو ایک اعزاز حاصل ہے۔“

”کیا۔۔۔“

”یہ سر، گولڈمین نامی تنظیم اپنے ایک ایک کارکن پر مکمل بھروسہ کرتی ہے اور اسے اتنا ڈبی ہے کہ وہ کسی کے ہاتھوں تک نہیں سکتا۔ میں یہ بات آپ کے سامنے اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ تنظیم کے سربراہ سے میری وفاداری کی باتیں کریں بلکہ ایک حقیقت ہے کہ خاص طور سے منافقوں سے بڑے رشتہ والے معاملہ میں کھٹتا ہوں، شخص کے لیے یا عت ڈبی ہے، اس نے کہا اور میں نے لگا جالاک ادویہ مطلب ہی مطلب میں اپنے دل کی بات کہہ رہا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ گولڈمین کا سربراہ میں ہی ہوں لیکن یہ ہمارے تمام ساتھی جانتے تھے کہ میں کم از کم سربراہ کا نائب ضرور ہوں۔ میں نے گولڈمین کی شخصیت کو چیلنج نہ رکھا تھا۔ میں سرسٹ کا معاملہ تھا کہ کسی ہی شخص سے منافع میں باہر سے سودے میں جو شخص پیش پیش ہونا تھا اور جو اس سلسلے میں بلا نہ ہونا تھا میں اسے منافع کا بیس پر سٹ دے دیا کرتا تھا بعض اوقات یہ رقمیں بہت بڑی ہوتی ہوا کرتی تھیں اور انہیں حاصل کرنے والوں کی چاندی ہوجاتی تھی۔ اسی لیے سب کے سب پوری دل جی اور ہوشیاری کے ساتھ اپنے ہاتھوں کا کام انجام دیتے تھے اور کئی ہی پروگرام کو معمولی پیمانے پر نہیں لانے تھے بلکہ اس کے سلسلے میں تمام تر لبریشن کرنے کے بعد کہ وہ کس طرح اس کام کو انجام دے سکیں گے۔ مجھ تک پہنچتے تھے۔ اس طرح میں نے اپنے ادب سے بے شمار ذمہ داریاں کم کر لی تھیں اور یہ انتہائی شاندار طریقہ تھا۔ ڈبی ولسن کی بات پر بخور کرتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

”کیونکہ وہاں کس وقت تک بٹھرتے گا۔“

”سر، یہ شخص براہ راست یہاں نہیں آئے گا بلکہ یہاں سے کچھ واسطے پر ایک بل ایجنٹ پر آئے گا اور وہیں قیام

کرے گا، وہ اس کی ملاقات سورج گرہن کے نمائندے سے ہوگی اور پھر وہ نمائندہ اسے اپنے ساتھ یہاں لائے گا۔
 ”خوب۔ میں نے دلچسپی سے کہا، اس کے بعد،
 ”اس کے بعد ڈاکو کہا جائے گا اور اس سلسلے میں تمام تر کاروائی کی جائے گی۔“
 ”مختار سے ذہن میں کوئی خاص ایڈیٹ رہا ہے ڈینی لوٹن؟“
 ”ہاں۔ سر۔ آپ اگر اس میں دلچسپی لیں تو میں انتہائی احترام کے ساتھ عرض کروں گا کہ ہم اس سلسلے میں بہتر بننے کا روالہ اپنی طرف سے اس سلسلے میں اپنی بہترین کاروائی کے لیے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔“
 ”ڈینی لوٹن جیسا کہ جانتے ہو کہ گولڈمین میرے تلاش کرتی ہے اور پھر بران پیچھے دوسرے کرنی ہے اس سلسلے کی تمام تر پلاننگ کے تمام تر پلاننگ کے تم مجھے اطلاع دے سکتے ہو، میں نہیں اس کی اجازت دے رہا ہوں۔“
 ”بہت بہتر جناب۔ تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ مجھے دوبارہ مجھ پر موقع دیتے۔ تاکہ میں اس سلسلے کی تمام تر پلاننگ آپ کے سامنے پیش کروں۔ ڈینی لوٹن نے کہا۔

میں صاف سمجھا اور لین دین کے معاملے میں غلط نہیں ہے۔ البتہ اتنا سچا ہے کہ اگر ہمیں ایک روپے کا فائدہ نظر آتا ہے تو فوراً ہی رخ بدل لیتے ہیں تعلقات وغیرہ کا اس کے ہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔ بہر طور یہ شخص ہمارے لیے بہانہ کا نام نہ بناتا ہو سکتا ہے۔
 ”ہوں۔ کاروباری اور میں وہ خود گفتگو کرنا ہے۔“
 ”جی ہاں سر۔ یہ اس کا اصول ہے۔“
 ”اور کوئی خاص بات اس شخص کے بارے میں؟“
 ”کوئی نہیں جناب۔ گھاگ ہے بڑا بڑا ہے اور مضبوط کردار کا مالک ہے۔“
 ”اس کا پروگرام معلوم ہو سکتا ہے؟“
 ”ہو چکا ہے جناب۔ اگلے جینے کی پانچ تاریخ کو مارا ہے۔ ایک بل ایجنٹوں پر ایک عمدہ قسم کے ہومل میں قیام کرے گا۔“
 ”کون سا بل ایجنٹ؟“
 ”بالا کوٹ۔“
 ”ٹھیک ہے۔ اس سلسلے میں مختار سے پاس کوئی پروگرام۔“

”سر۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ منشیات کے تھوڑے سے نمونے حاصل کر کے ہمیں اپنے پاس محفوظ کرنا ہوں گے منشیات کا یہ بڑا ذخیرہ شامل ہے تو یہ جیسا ساتھ میں دو ایک جڑ بڑے میں پوشیدہ ہے۔ جزیرہ ایک عام ٹورنٹ کا کہ جسٹیت رکھتا ہے لیکن کچھ کمپنیوں نے وہاں اپنے گودام بنا رکھے ہیں انہی گوداموں میں سے گودام نمبر دس میں جو سورج گرہن کی ملکیت ہے منشیات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔“
 ”دس نمبر کے گودام پر تو تھوڑا سا ڈھ آدی حفاظت پر منحصر رہتے ہیں اور سورج گرہن کو کبھی اس کے سلسلے میں کوئی تشویش نہیں ہوتی ہے۔ اس کے ذخیرے وہاں آج تک محفوظ رہے ہیں۔“
 ”گڈ وبری گڈ ولسن۔ اس سے آگے۔“
 ”چونکہ۔ سورج گرہن کا نمائندہ بل ایجنٹوں پر منحصر ہے کہ ان سے ملاقات کرے گا لیکن اس سے پہلے ہمیں اس تک پہنچنا ہوگا کہ ہم اسے نمونے دکھائیں گے اور اس سلسلے میں ہم عینت برسر واد کر لیں گے منشیات کے ذخیرے سے سیلابی کیے جائیں گے جو سورج گرہن کی ملکیت ہیں ہم ان ذخیروں کو حاصل کرنے کے لیے اپنے ایجنٹوں ڈپارٹمنٹ کا سہارا لیں۔“

”سر۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ کیتھ وکٹون ہانگ کا ایک اسکور ہے اور اس کی پینچ جنوبی امریکہ تک سے بظاہر وہ ایک ناچر ہے لیکن وہ پردہ منشیات کی ہر گفتگو بھی کرتا ہے اور اس کی ابھی خاصی ساکھ ہے اپنی فطرت کی وجہ سے وہ ایک نیک نام آدمی کی حیثیت سے مشہور ہے سخت لاپرواہ اور دغا باز قسم کا انسان ہے لیکن کاروباری امور ہوں۔“

”او دھے یقین ہے کہ ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے؟“
 ”بھیر وکا ن سے جس حقیقت سے۔ نتائج کی جائے گی؟“
 ”گولڈمین کے نمائندوں کی حیثیت سے۔ اس ملاقات میں اسے ان منشیات کے بارے میں بہت ہی شراکتداری پیش کی جائے گی اور جو قیمت ہم ان کو تیار نہیں گے وہ کافی کم ہوگی اور اس کے بعد ہم سورج گرہن کو کبھی متوجہ نہیں کریں گے کہ وہ بھی کیتھ وکا ن سے گفتگو کریں۔ لیکن گولڈمین ایک بارنی کی حیثیت سے منظر عام پر آئے گا اور کا ن سے اس کی معرفت گفتگو کی جائے گی۔“
 ”ٹھیک ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ کیتھ وکا ن پر پوری پوری ننگا رکھی جائے۔ اور سورج گرہن کے کسی نمائندے سے اس کی ملاقات ہونے سے قبل ہم اپنے طور پر اس سے مل لیں۔“
 ”سراسر کے لیے جی میرے پاس سندھوست ہے چونکہ وہ اگلے جینے کی پانچ تاریخ کو یہاں پہنچ رہا ہے اس لیے ہمارا ایک آدمی اس کے ساتھ ہی سفر کرے گا اور یہاں تک پہنچنے گا۔ یہ شخص ہمیں کیتھ وکا ن کے بارے میں تمام معلومات سے آگاہ کرے گا۔“

”ہوں۔ سنو ڈینی لوٹن۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تم اس کام میں جانتے حال رہے ہو اور ہم باقاعدہ سورج گرہن کے مقابلہ پر پہلا کام نامہ انجام دے رہے ہیں تو ہمیں اس میں ناکامی نہیں ہونا چاہیے۔“
 ”ٹھیک ہے سر۔ البتہ اسی ہوگا۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ ڈینی لوٹن نے جواب دیا اور اس کے بعد یہ ٹینگ برخواست ہوئی۔“
 میں اس نئے پروگرام سے بہت زیادہ خوش تھا اور اس سلسلے میں خود ہی آگے بڑھ کر کاروائی کرنا چاہتا تھا اس میں کوئی ٹینگ نہیں تھا کہ سورج گرہن پر انتہائی کاری ضرب ہوگی اور اس ضرب کے اثرات اس طرح مرتب ہوں گے کہ سورج گرہن کی تابلیں ہی ٹوٹ جائیں گی چنانچہ میں اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی بھی جہولتہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اسے اس طرحی میں نے بہت ساری پلاننگ کی اور فیصلہ کیا کہ اس کام میں مجھے ناکامی نہیں ہونی چاہیے۔ زندگی کے سب سے اہم کاموں میں اس قسم کے سوچے کر چکا تھا اور میری زندگی بڑے لوگوں سے میری ملاقاتیں ہوتی تھیں اس سلسلے میں جس کام کا ہنگامہ ہوتا تھا اس کے بارے میں مجھے معلومات

حاصل نہیں چنانچہ اپنے اس کام میں مجھے کوئی وقت پیش نہیں آسکتی تھی۔ میں اپنے لوگوں کو راز میں رہ کر خود ہی گانڈ کر سکتا تھا۔“
 پروگرام کچھ اور آگے بڑھا اور پھر مجھے اس سلسلے میں ایک بار اور ڈینی لوٹن سے ملاقات کرنا پڑی۔ ڈینی لوٹن نے مجھے نئی اطلاعات سے آگاہ کیا تھا۔
 ”سر۔ ہمارا ہانگ ہانگ کا ایک آدمی کیتھ وکا ن کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اور وہ اسی طیارہ سے سفر کرے گا جس کے کیتھ وکا ن سے سفر کر رہا ہے۔“
 ”کیتھ وکا ن کے ساتھ اور کوئی ہوگا؟“
 ”جی ہاں۔ اس کی سکریٹری اس کے ساتھ ہوگی۔“
 ”گڈ۔ تو پھر ڈینی لوٹن ہم بھی بلا لیں گے اور وہیں اسی ہومل میں قیام کریں گے جس میں کیتھ وکا ن قیام کرے گا۔ فوری طور پر اس ہومل میں ہمارے لیے چیک روک مخصوص کرادو۔“
 ”اس ہومل کا نام ڈامنا پام ہے سر اور انتہائی اعلیٰ معیار کا ہومل ہے۔ آپ نے کیا بلا لیا۔ پورے کچھ ہے؟“
 ”بہنیں بھائی میں نے نہیں دیکھا۔ میں نے نہ سکرٹتے ہوئے کہا اور نہ سکرٹتے لگا حالانکہ وہ میری بات کا مطلب نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میں تو اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ سندھوستان کے یہ شمارہ شہروں سے تو میں بالکل ہی واقف نہیں ہوں۔ بہر طور یہ ٹینگ برخواست ہوئی اور اس کے بعد میں تیار ہوا میں معروف ہو گیا۔
 گوشل سے بھی اس سلسلے میں گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ بہر طور گوشل نے خود کوئی مداخلت نہیں کی تھی اس لیے نہ ہزارت اطمینان سے مجھے اس چیز کی اجازت دے دی تھی کہ میں بلا لیں اور جلا جاؤں۔“
 چنانچہ میں اپنی سکریٹری دینا ماٹھ کے ساتھ بالاپور مل پڑا۔ کچھ اور آدمی ہلا ٹوٹ طور پر میرے ساتھ تھے لیکن ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔
 بالاپور میں نے نام بھی نہیں سنا تھا۔ بہر طور یہاں سے پہنچ کر مجھے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں، بہت ہی حسین جگہ تھی۔ کچھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کے اس طرح اتنا خوبصورت بنا لیا گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انتہائی ترقی یافتہ ملک کا کوئی پہاڑی مقام ہو۔
 حکمہ مباحث نے یہاں کافی کام کیا تھا۔ دفعہ بلا وقت

کہر چیا ہوا تھا جو موسم میں ایک حسین اصناف کر رہی تھی ضروری معلومات ہیں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے اور ہم لوگ ہوتل کی طرف تیل پڑے۔

صاف ستھری کشادہ سڑکوں کے دونوں طرف دور دور تک بڑے بھلے بھلے ہوا تھا جو اس ہلکی سی دھند میں بڑی دلچسپ نظر آ رہا تھا۔ موسم طبیعت پر اثر انداز ہونے لگا۔ زردہ سکا اور ایک طرح کی جولانی پیدا ہوئی طبیعت میں بہت کچھ یاد آ رہا تھا اس دوران بہت کچھ سوچا تھا بھولی ہوئی یادیں دل میں کچھ کے لگا رہی تھیں۔ ایک چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا جو میرا اپنا تھا لیکن جانتے کہاں تھا؟

میں نے اس یاد کو اب سینے میں دفن ہی کر لیا تھا، کبھی کسی ایسی حالتوں میں آکر آتا ہوں آج بھی برنگ لگتا تھا کہ وہ فقیر میرے ذہن تک پہنچے بلکہ ابھی تو مجھے اپنی منزل کے لیے نہ چلنے لگتا سو گنا تھا۔

ہوتل ڈائنا پام کے کپڑوں میں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں، ان میں چند برائے نمونہ گاڑیاں بھی تھیں، باقی کچھ پر ہوتل کا مولو گرام بنا ہوا تھا گاڑی رکتے ہی ڈرائیور نے جلدی سے دروازہ کھولا، سامنے دو پور کھڑے ہونے لگے۔ میں نے ان کو ٹپ دیا اور پور میرے آگے کچھ

میں ان کی رہنمائی میں چلی پڑا۔ دینا میرے ساتھ تھی، لفٹ نے ہمیں دوسری منزل پر اتار دیا اور دونوں لفٹ میں ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں نے اچھی خاصی ٹپ اُن لوگوں کو دیکھا شروع کر دی تھی اور اس طرح میں یہاں اپنے آپ کو بڑی حیثیت سے متعارف کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

دینا میرے اس انداز پر خاموش تھی پھر وہ اپنے کمرے میں منتقل ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا جس میں مجھے قیام کرنا تھا کمرے کی خفگی کھڑکی کھولا تو دل خوش ہو گیا۔ دور تک خوشنما مناظر چھیلے ہوئے تھے حصہ میں سو یا سو یا ماحول بہت دلکش لگ رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک کھڑکی میں کھڑا رہا پھر اس وقت چونکا جب ہراسامان اندر آیا۔ اس بار کچھ دوسرے افراد تھے جنہوں نے ہراسامان قریب سے الماریوں میں لگا دیا۔ پھر جب وہ کمرے سے نکلے تو ان کی جیبیں بھی گرم تھیں۔

منظوری ہی دیر میں راجہ صاحب اکاؤنٹس ہوٹل میں مشورہ ہو گئے۔ ہوتل کا منیجر میرے پاس پہنچا تھا۔

”سر شرمندہ ہوں استقبال کو تہہ پہنچ سکا۔ میں ڈائنا کا منیجر ہوں“

”کوئی بات نہیں منیجر“

”میں راجہ صاحب سے کچھ ہدایت چاہتا تھا میری فون فستھی ہے کہ میری ملاقات راجہ صاحب سے ہو سکی“

”شکر ہے منیجر ہم چند روز تھا رہے اس ہوٹل میں منیجر کے اور یہاں نہیں ہمارے ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا“

”راجہ صاحب آپ کو ضروریات کی تمام چیزیں یہاں فراہم ہو سکتی ہیں۔ آپ ہماری سروس سے خوش ہوں گے میں نے منیجر کو بھی اچھی خاصی رقم دی اور وہ احتیاطاً دیکھ کر سے باہر نکل گیا۔ میرے ہونٹوں پر ایک نہر نری مسکراہٹ چھیل گئی کس قدر لغت انگریز ہے یہ دونوں کس قدر لغت انگریز ہے انسان کو کس طرح خریدیں گے کس طرح آئے زندگی اور وہاں سے دور سے جاتی ہے اس کی وجہ سے انسانوں کی فطرت میں وحشت پیدا ہو سکتی ہے اور ذہن خون کے رنگ کی ہو سکتی ہے اس قابل لغت سے ہے محبت کی جاتی ہے صرف اس سے محبت کی جاتی ہے اور دنیا میں کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بہر طور میں نے یہاں آنے کے بعد جو کچھ چاہا تھا مل گیا تھا۔ راجہ صاحب کا نام پورے ہوٹل میں گونجنے لگا تھا دینا نے مسکراتے ہوئے مجھے کہا۔

”سر۔ یا ہر تو ہنگامے ہو رہے ہیں۔“

”ہاں دینا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب کبھی روکا میں یہاں پہنچے تو راجہ کا نام اس کے لیے ایجنسی کا ہو“

”مجھے اندازہ ہے ہر سارا ورہیں اس بات سے بہت مطمئن ہوں“

”تم نے تو کسی نے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی“

”جنہیں صرف منیجر آ گیا تھا اور راجہ صاحب کی ضرورتوں کے بارے میں معلومات حاصل کر دیا تھا۔“

”گڈ۔ بہر طور یہ سخاوت جاری رہے گی، ہم نے اس سلسلے میں کافی بجٹ رکھا ہے اور ہاں دینا رات کا کھانا ہم ڈائننگ ہال میں کھا لیں گے۔ اس سے قبل ہم اپنے کمرے میں رہیں گے“

”اگے سر“ دینا نے جواب دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں مسکراتا رہا۔ اور کھڑکی کے پاس کھڑا ہمارے ماحول اور موسم کو دیکھتا رہا۔

طبیعت میں کمی قدرتی سی پیدا ہو گئی تھی بہر حال شام کو چھینے میں آ گیا۔ دینا نے منیجر کو میرے پروگرام سے آگاہ کر دیا تھا۔ ڈائننگ ہال کے ایک خوشنما کمرے میں میرے لیے مزے لگا دی تھی میرے اطراف میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن میرا ان کے کافی فاصلہ کر دیا گیا تھا میرے آدھی جی یہاں مستعد تھے۔

دینا ایک اور میز پر جا بیٹھی تھی۔ بالابورس میں نے کئی غیر ملکیوں کو بھی دیکھا تھا اس ہوٹل میں بھی کئی غیر ملکی نظر آئے تھے۔ بہر طور ہوٹل کا ماحول پلاننگ کسی غیر ملکی ہوٹل کے ماحول سے کم نہیں تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ بالابورس کس قدر حسین کمرے طرح بنا دیا گیا۔ اس کے قبل تو اس کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں تھی کئی سیس سے اس کا نام میرے ذہن میں آتا ہو سکتی تھی ہرگز ہوسے ہال میں چمکانا پھر وہی تھیں، چوٹی فرش کے دوسرے کمرے پر کمرے بنا کر بنا دیا تھا اور سارے اپنے کام میں مصروف تھے۔ میں اس موسم سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا بہت سی لگاؤ میں پھر ہر کوئی نہیں اور میں دل ہی دل میں سرور تھا کہ میرا یہ پروگرام نہایت ہی کامیابی سے ابنا سرفہ کر رہا تھا۔

”میرا خیال ہے سر۔ یہ سب ہمارے پروگرام کا ایک حصہ ہے“

بالا کی پٹلیوں تک آ رہے تھے انتہائی نفیس خوشبو استعمال کی تھی اس نے“

”میں آپ کے ساتھ رفیق کی خواہش مند ہوں“ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

”سوری مس۔ مجھے قرض نہیں آتا“

”پھر کسی کہا میں آپ کے ساتھ کچھ وقت گزار سکتی ہوں۔“

”انٹرفیٹ رکھیے، میں نے کسی قدر سرو ہو چکے ہیں۔ لڑکی کے بارے میں مجھے کوئی خاص اندازہ نہیں ہو سکا تھا البتہ اتنا میں جان گیا تھا کہ اس بوٹی ہی لڑکی ہے۔ وہ کافی دیر تک مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتی رہی لیکن جب اس نے میری طرف سے کوئی توجہ نہیں پائی تو وہ اس سی اٹھ گئی۔

بہر طور ظاہر ہے میں کسی قسم کی لغت میں دلچسپی نہیں لے سکتا تھا بہت سی ایسی ضروریات تھیں جن کی وجہ سے کسی ایجنسی کو میرے سامنے نہیں آنا چاہیے تھا۔ دوسرے دن دینا نے مجھے ڈسٹی ولسن کے حوالے سے اطلاع دی کہ سورج گرہن کے دو آدمی یہاں مقیم ہیں اور کمپوزنگ کا انتظار کر رہے ہیں۔

”تم ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگائے ہو“

”ہاں جناب۔ کوئی خاص نہیں دونوں ہی مقامی آدمی ہیں ویسے خاصے ذہین اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتے ہیں ایک ہی کمرے میں دونوں رہتے ہیں“

”تھک رہے۔ ان پر نگاہ رکھو۔ اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ ان کا تعلق کن کن لوگوں سے ہے کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ان کا ایلی فون ٹیپ کرو“

”یہ ایلی فون ٹیپ کر رہا ہے جناب، ڈینی ولسن نے جواب دیا۔

”وہی گڈ ولسن۔ تم واقعی اپنا کام بہت سلیٹے کر رہے ہو۔ میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

”فکر یہ جناب رہے ڈینی ولسن نے جواب دیا باقی معاملات جوں کے توں چلتے رہے ہوٹل ڈائنا پام کی تقریبات میرے لیے صحیح تجربے ہیں نے اپنی شخصیت کو اس لیے منظر عام پر پیش نہیں کیا تھا کہ حسین لڑکیوں کا تھک اپنے اور گورنگا لوں کو میرا مقصد صرف یہ تھا کہ جب کمپوزنگ یہاں آئے تو میری ذات اس کے لیے ایجنسی نہ ہو بلکہ میں ایک نام کی حیثیت سے اس سے روشناس ہو چکا ہوں۔

لیکن یہاں مزید دلچسپیاں دامن گیر نہیں بہت سی ایسی لڑکیاں تھیں جو وہی کی خواہش مند ہوئیں جن کا تعلق خود بھی ایسے گھنے گھناؤں سے تھا وہ طرح طرح سے میرے قریب آنے کی کوششیں کرتی رہتی تھیں اور میرے آدھوں کے بہرہ و ایک ذمہ داری یہی اٹھتی تھی کہ وہ انہیں گھسے دور رکھیں۔

بالآخر خدا خدا کر کے وہ وقت آ گیا جب کبھرو کا فن کو یہاں پہنچا تھا۔ مجھے اس کی آمد کے سلسلے میں تمام تر معلومات فراہم ہوتی رہیں اور پھر کبھرو کا فن کو میں نے اپنی آنکھوں سے اسے ہونے میں آنے دیکھا۔ ایک دن ان دراز قامت لڑکی اس کے ساتھ تھی جو بلاشبہ انتہائی کشش شخصیت کی مالک تھی اس کے بال خوبصورت ہنر رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ہلکا سا یہ ہنر رنگ اس کے بلع بھرے ہر بہت ٹھوٹ کرنا تھا۔ لباس بھی بہت لغنیس پہننا ہوا تھا۔ اس نے اور بھی چند لوگ تھے جو بہر حال یہاں میز ہو گئے۔ سوچ کر ان کے نمائندے اس کے ساتھ ساتھ چیکے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا مگر کو اس پروگرام پر لگا دیا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ رہنے کی کوشش کرے اور وہ بناماتر اپنی مصروفیات میں مصروف ہو گئی۔

بالا پور جیسی غیر معروف جگہ ڈانسا پام ہونے کی کوئی ہی جہت ناگزیر تھی لیکن بعد میں مجھے یہاں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہونے لگی تھیں یعنی معاملات میں یہ علاقہ تھامی اہمیت کا حامل تھا جس کی وجہ سے یہاں غیر ملکی بھی آتے رہتے تھے۔

بہر طور دوسرا دن گزر گیا اور اسی شام کو میں جس وقت بال میں پہنچا تو کبھرو کا فن بھی وہاں موجود تھا اس کی ساتھی لڑکی اس کے قریب بیٹھی تھی اور دلچسپ باتیں بھی کر رہی تھیں۔

دو دنوں پہلے ہی طرف دلچسپ رہے تھے۔ میں کافی دیر تک بال میں رہا اور پھر مال کے پروگرام شروع ہو گئے۔ میں نے بال کے پروگراموں میں شرکت نہیں کی تھی۔

یہ میرے دن صبح ہی صبح دیکھنے کے لیے اطلاع دی۔

”سرا“ کی سکرٹری مجھ سے ملی تھی۔

”گڈ۔ گویا کام شروع ہو گیا۔“

”میں نے ان لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابھی وہ کاروباری گفتگو فوراً ہی نہیں شروع کرنا چاہتے کچھ دنوں کے لیے چاہتے ہیں۔“

”لڑکی سے براہ راست ملاقات ہوتی تھی۔“

”ہاں۔ وہ یہ جان کر مجھ سے ملی ہے کہ میں آپ کی سکرٹری ہوں۔“

”خوب۔ گویا کام ہماری توقع کے مطابق ہو رہا ہے؛ لیکن نام۔ وہ آپ کے بارے میں بڑی دلچسپی ہے آپ کی شخصیت کے بارے میں بڑی کوریجی اس کو دلچسپی تھی کہ راجہ صاحب کا تعلق کون سی اسٹیٹ سے ہے کافی گفتگو کرتی رہی ہے مجھ سے، آپ کے کاروبار کے بارے میں ریاست کے بارے میں، میں نے اسے بتا دیا کہ راجہ صاحب کی ریاست تو ختم ہو چکی ہے لیکن وہ کسی راجہ سے زیادہ ہی دولت مند ہیں۔“

”اُس نے اپنے بارے میں بھی کچھ بتایا؟“

”اپنے بارے میں نہیں بلکہ اپنے پاس کے بارے میں گفتگو کرتی رہی۔ کبھرو کا فن کی تعصبات بناتے ہوئے اس نے کہا کہ اس کا کاروبار دینیکے مشینر مالک میں پھیلا ہوا ہے اور یہاں وہ ہلکے پھلکے کاروباری دورے پر ہی آتا ہے میرا خیال ہے کہ بہت جلد کام کی بات شروع ہو جائے گی میں حالات کا اسی طرح اندازہ لگا رہی ہوں، میں نے دینیکے بات سے اتفاق کیا تھا۔ اسی شام باجیجے کے قریب اس نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

”سرا میرے کبھرو کا فن کی سکرٹری اس جویش میرے پاس آئی ہوتی ہیں کبھرو کا فن ایک فن الاغائی تاجروں انکا قیام اسی ہونے میں ہے وہ آج ڈنر پر آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں کہا آپ انہیں وقت دے سکیں گے میں تمہیں گرا کہ اس وقت کبھرو کا فن کی سکرٹری دینیکے پاس ہی ہے۔ کیونکہ دینیکے گفتگو کرنے کا انداز ہی بتا رہا تھا۔

”ہم صرف ایک شرط پر ان سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ سکرٹری۔“

”وہ کیا سر۔“

”ڈنر ہماری طرف سے ہو گا کیونکہ وہ ہمارے یہاں ہمارے ہیں۔“

”اوہ۔ سر میں اس سلسلے میں ان کی سکرٹری سے گفتگو کیے لیتی ہوں، دینیکے کہا اور سکرٹری دینیکے سے گفتگو کرنے

کے بعد لولی۔

”سرا۔ میں جویش کا کہنا ہے کہ ان کے پاس اس کے لیے تیار ہو جائیں گے اگر آپ کی درخواستیں ہے تو وہ خود ہی آپ سے پاس ڈنر پر حاضر ہو جائیں گے۔“

”ہاں۔ ان سے کہو کہ ڈنر ہمارے ساتھ کریں۔“

”شکریہ ادا کر رہی ہیں مس جویش، دینیکے بتایا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔

رات کو ڈنر کے لیے بال کے ایک گوشے میں خصوصی انتظامات کیے گئے تھے، میں نے بڑی دلچسپی سے خود کو تیار کیا اور اس کے بعد بال میں پہنچ گیا۔ کبھرو کا فن اور ان کی سکرٹری جویش نے میرا استقبال کیا۔ میں گرجوئی سے ستر کا فن سے ملا ستر کا فن گئے۔

مجھے آپ کے بارے میں معلومات ہوتی ہیں راجہ صاحب دراصل ہندوستان میرے لیے آئے تھے نہیں ہے۔ ایک راجہ کی جو شان ہو سکتی ہے آپ میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں،

”شکریہ سکرٹری۔ وہ آپ کی محبت ہے۔“

”اس کے باوجود وہاں کے راجہ بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں، وہ سکرٹری۔“

”ہاں۔ انہیں اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لیے اپنی طرح کچھ ہو کر بہت تنگ آتا ہے سکرٹری۔ میں نے اس کے نزدیک بیٹھے ہوئے کہا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”بہتر ہے کہ تمہیں میں نے جواب دیا اور کبھرو مجھے دلچسپ لگا ہوں سے دیکھنے لگا۔

”بہر طور میں آپ سے بڑی انیسٹ ہی محسوس کرنے لگا ہوں ہم دونوں ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں تو کیا سراج ہے۔“

”سکرٹریوں کی زبانی نہیں ایک دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہوں گی میرا کاروبار بہت بڑا نہیں ہے لیکن میں بھی کچھ کاروبار کرتا ہوں۔“

”بہر طور بہت دلچسپ آدمی ہیں آپ راجہ صاحب کبھرو کہنے لگا۔

”شکریہ۔ میں نے جواب دیا۔“

”کیوں نہ سمی ہم دونوں مل جل کر بھی کوئی کاروبار کریں کیا خیال ہے آپ کا؟“

”کیوں نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم کاروباری طور پر بھی ملاقات کر سکتے ہیں۔“

”بالکل۔ بالکل۔ سچا کاروباری وہی ہے جو کسی بھی موخ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ویسے آپ میرے لیے کیا کہتے ہیں؟“

”میں نہیں جانتا کہ آپ کون کون سی چیزوں میں دلچسپی رکھتے ہیں میرے گویا میرے جسے ہیں اور کاروبار سے متاثر ہے ہاں اگر آپ کسی خاص چیز میں دلچسپی رکھتے ہوں تو ضرور دیکھنے دیتا ہوں۔ میں نے کہا۔ اور کبھرو کسی قدر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ کبھرو اس نے آہستہ سے کہا۔

”معاف کیجئے کہ راجہ صاحب۔ یہ دور ذرا مختلف ہے؛ ہاں۔ میں اس مختلف دور سے ناواقف نہیں ہوں۔“

”ہیں ہر روزی کو۔ دینیکے علاوہ اندرونی کاروباری کرنے چاہتے ہیں۔“

”آپ ایک کاروباری کے سامنے ہیں میں اس چیز سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔“

”تو کہا آپ کی۔“

”کیونکہ وہ کانٹا بڑا سترت اغلاز میں لولا۔“

”ہاں ستر کا فن۔ میں بھی یہ میں نے معنی خیر انداز میں کہا۔

”تب تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری آپ کی ملاقات اب سے بہت پیملے ہو جانی چاہیے تھی۔“

”جب بھی ہو جائے گا۔“

”کیونکہ وہ کانٹا بڑا سترت اغلاز میں لولا۔“

”میرا کیا۔“

”ہندوستان میں جو رہا ہونا ہے وہ سب کچھ۔“

”میں اس کی خریداری کے لیے یہاں آیا تھا آپ شاید کوچ

گرن سے واقف ہوں۔“

”نام سنا ہے۔“

”اس کی معرفت۔ میرا ایک سودا ہونا ہے آپ کے پاس کتنی مقدار مل جائے گی مجھے۔“

”کافی بڑا ذخیرہ ہے میرے پاس۔ اور اس سے زیادہ عرصے نہیں رکھنا چاہتا اور اگر آپ کو دلچسپی ہو تو بتائیے میں اسے بہت کم قیمت پر آپ کے حوالے کر سکتا ہوں۔“

”آپ کی یہ پیشکش سراسر آنکھوں پر لیکن ایک تسلی اور چاہتا ہوں۔“

”کیا۔“

”یہ کاروبار اس انداز میں ہو گا۔“

”آپ جس انداز میں چاہیں اس پر اعتراض نہیں

ہوگا۔
 ”دوبری گڈ۔ دوبری گڈ۔ واقعی میں کھینتا ہوں کر میری خوش بختی ہے۔ ولے راجہ صاحب ایک بات اور چاہتا ہوں۔“
 ”جی جی فرمائیے۔“
 ”آپ کے پاس باقاعدہ انعام ہے میرا مطلب ہے مال کی ڈیبووری تھے نہیں لینا ہوگی یا۔“
 ”جہاں آپ چاہیں۔“
 ”یعنی ملک سے باہر بھی۔“
 ”کیا ہانگ کانگ میں آپ مجھے یہ ڈیبووری دے سکتے ہیں۔“
 ”یقیناً۔“

”اوہ۔ راجہ صاحب میں اعتراف کرتا ہوں کہ آپ کی شخصیت نے مجھے یہ حد متاثر کیا ہے اسوش ہم بہت دیر سے ملے بہر طور میں اس بات پر شرمندہ بھی ہوں کہ آپ کبسا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں۔ شاید آپ کا خیال ہو کہ میں آپ سے آئی لے ملا ہوں۔“
 ”نہیں سسر کچھ تو ہماری یہ ملاقات خود بخود ہونا ہی تھی اور میں اسے بڑی اہمیت دیتا ہوں البتہ کاروبار میں رازداری کا خصوصی قائل ہوں۔“
 ”خاص طور سے ہمارے کاروبار میں۔ کیچھرو کاٹن نے کہا اور پھر دیگر گاہکوں سے۔“
 ”سورج گرن سے آپ کے کبھی معاملات چل رہے ہیں۔“
 ”ان کے پاس ہی ایک ڈیبووری موجود ہے اور میں اس کے سلسلے میں بہاں آیا تھا لیکن میرا خیال ہے اگر میرا مقصد آپ سے پورا ہو جاتا ہے تو۔“
 ”ہاں۔ لیکن ابھی آپ اس سلسلے میں سورج گرن سے گفتگو نہیں کریں گے آپ ان سے ہی کاروبار کریں اور ہماری قیمتوں میں کوئی فرق ہو اور کوئی کوائمیٹی کا اہمیت ہو تو ہم سے ہی کاروبار کریں ورنہ جس طرح آپ کی اپنی پسند۔“
 ”گڈ وہی گڈ۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا کاروباری لوگوں کو ان تمام چیزوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ یقینی طور پر ہمارا یہ سودا مکمل طور پر سنا ہے گا۔ اور اس کے بعد ہم نے کاروباری گفتگو ختم کر دی۔ بہترین ڈیبووری عیاں جس میں دونوں سکرٹریوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ دینا ماتر خصوصی طور پر کیچھرو کاٹن کے تزیب جیننگ

رہی تھی۔ اور ٹری کامیابی سے اس کی قیمت حاصل کر سکی کہ مشتریوں میں مصروف تھی۔ اس کی جو بیس سے بھی خاصی تھی ہوگی تھی۔ دوسری رات ان سے مجھے بتا باکر سورج گرن کے دونوں نامکروں نے کیچھرو کاٹن کے ملاقات کی تھی لیکن کیچھرو کاٹن نے انھیں مجھے بہر ہاتھ نہیں رکھنے دیا اور ان سے کہا ہے کہ وہ ابھی اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرے گا۔ ذرا آرام کرنا ہے اسے کچھ دن کا وقت دے دیا جائے۔“
 بہر طور مجھے غموس ہو رہا تھا کہ کیچھرو کاٹن کو میں نے ذری طرح متاثر کر لیا ہے۔ میں نے وہاں سے والیسی کا فیصلہ کیا تو۔ کیچھرو کاٹن سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ آخری ملاقات دیکھنے کے وقت ہوئی تھی۔ کیچھرو کاٹن نے مجھے پر جوش انداز میں مجھے ملنا تھا۔

”میں نے سنا ہے کہ آپ واپس جا رہے ہیں راجہ صاحب۔“
 ”ہاں۔ زیادہ عرصے اپنی جگہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ مجھے کاروباری امور بھی دیکھنا ہوتے ہیں۔“
 ”یقیناً۔ آپ ایک کاروباری آدمی کے سامنے ہیں راجہ صاحب بہر طور میرے سلسلے میں کیا پروگرام ترتیب دیا آپ نے؟ میں عرض کر چکا ہوں کہ میں اسی مقصد کے تحت یہاں آیا تھا۔ سورج گرن سے میرے معاملات چل رہے ہیں لیکن میں نے ان لوگوں کو کوئی لکھی بخش جواب نہیں دیا ہے اور مجھے یقین ہے اس بات پر وہ سخت حیران ہوں گے۔ لیکن ظاہر ہے میں ایک کاروباری آدمی ہوں مجھے کسی کی حیرانی سے زیادہ اپنے کاروبار سے دلچسپی ہے۔“

”مسٹر کاٹن۔ آپ جانتے ہیں کہ میں بہاں کسی کاروباری پروگرام کے لیے نہیں آیا تھا۔ بہر ہاتھ ایک نو۔ جی پروگرام تھا۔ لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ آپ کی شخصیت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے میں بہر ہاتھ آپ کے ساتھ کرنے کو تیار ہوں آپ جس وقت بھی تقریب لائیں گے میں آپ کا خیر مقدم کروں گا۔“
 ”جیننگ ہے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچ رہا ہوں ہولن الاسکا میں یہ لایق ام ہوگا وہاں آپ مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس سلسلے میں تازیاں منگوائیں اور وہ ہیں میں آپ سے سو سے کیچھرو کاٹن کا یہ تمام گفتگو ہوگئی اور اس کے بعد کیچھرو کاٹن چلا گیا۔ میں نے اس کی دلچسپی کاروبار کے لیے کیا تھا۔ یہاں جس مقصد سے لیے آیا تھا وہاں پورا ہو گیا تھا چنانچہ اب یہاں رہنا ہے تو دیکھا ہی دن پہنچا ابھی قیام کا ہی جانب رواں ہو گیا۔

یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے میں نے بیڈی سے بیڈنگ کی اور اسے تمام صورت حال سے گاہ کر کے اس سے رپورٹ طلب کی کہ اس پروگرام کی تکمیل کے لیے ہمیں کون کون سے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ اور اس سلسلے میں کہا جائیں ہیں اسکتی ہیں۔“

”میرا خیال ہے چیف۔ کوئی بہت بڑی آجینس نہیں پیش آئے گی جس پر سب کے بارے میں آپ کو اطلاع دی گئی ہے وہاں سورج گرن کے کسی بڑے گروم آپ کو یہ گروم مختلف کمپنیوں کے ناموں سے حاصل کیے گئے ہیں لیکن ہماری معلومات کے تحت ان کا تعلق سورج گرن سے ہے اور ان ہی میں سے ایک گروم میں نشیات کا وہ نما ڈیبووری موجود ہے جو سورج گرن کا ہی فرض ہے جمع کر رہی ہے ان میں سے بہت سی چیزیں مختلف جہتوں سے حاصل کی گئی ہیں کچھ آجینس جنھیں حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور بعد میں سورج گرن کے اپنے تعلقات کا کام آئے اور اس نے وہ ڈیبووری اپنی تحویل میں لے لیے۔ بہر طور وہاں اس کے محافظ بھی رہتے ہیں۔ عیاذوں کی رہائش گاہ ان گروموں سے کچھ فاصلے پر ہے اور وہ گروموں کی تحرائی کرتے ہیں۔“

”لیکن چونکہ آج تک کبھی وہاں ایسی کوئی صورت حال پیش نہیں آئی جس کی وجہ سے سورج گرن کو اس سلسلے میں کوئی تفریق نہیں ہوئی چنانچہ ہماری تحرائی میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ اگر ہم بہترین بلا ٹنگ کر کے وہاں آکر رہیں گے تو بہر خیال ہے کہ یہ بہت زیادہ وقت نہیں ہوگی۔ یہیں چند لمحوں کے فاصلے مختلف طریقوں سے جانا پڑے گا اور اس سے بعد کاروباری متعلق ہو جائے گی۔“

”تھیک ہے۔ میں نے سیکھاؤں سے وعدہ کیا ہے کہ مال کی ڈیبووری ہانگ کانگ میں دی جائے گی۔“
 ”چیف۔ اس سلسلے میں ہمیں کوئی وقت نہیں ہو سکتی جن کمپنیوں سے ہمارا رابطہ قائم ہے ان میں سے ایک کمپنی کا جہاز اس وقت موجود ہے میرا خیال ہے اگر ہم نے فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کر کے اپنے لیے وہ ٹھکانے چھکے بس کر دیں جو اسے کاموں کے لیے ہوتی ہے تو ہمیں اس میں کوئی وقت نہ ہوگی۔“

”تو پھر بیڈی سب سے پہلا کام تمہاری کروں چاہتا ہوں کہ کیچھرو کاٹن بہر ہاتھ بہترین ناشر ہو۔ اس کے علاوہ مال کے ٹوٹے کیچھرو کاٹن کو دکھانے کے لیے ہمیں جو چیزیں

دیکھ رہے ہوں گی اس کے بارے میں ہم جانتے ہو وہ انہی اعلیٰ کوائمیٹی کی ہوتی چاہیں کہ کیچھرو کاٹن ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ سکتے۔“
 ”جیننگ ہے چیف۔ ایسا ہی ہوگا۔ میں بہنو نے آج شام تک آپ کی خدمت میں پیش کردہں گا کیچھرو کاٹن کہاں ہے۔“

”بالا پورائی میں ہے لیکن ایک آدھ دن میں وہ بھی یہاں ہوں اسکا پہنچ جائے گا۔ بیڈی کو اس سلسلے میں تمام تر ہدایات دینے کے بعد میں نے بیڈی فون کر کے مختلف محکموں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ بہر ہاتھ اپنے منگے تھے۔ میں نے جن چیزوں کے بارے میں پتہ تھا ان کے تحت ایک باقاعدہ نظام ضروری تھا اور نہ سورج گرن کو شکست دینا آسان کام نہیں تھا۔ اصل میں یہ سورج گرن سے پہلی بڑی ٹھکنی جس کے بعد سورج گرن کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اس کے مدد مقابل گولڈمین کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔“

دوسرے دن دوپہر کو مجھے اطلاع ملی کہ کیچھرو کاٹن بالا پور سے آگیا ہے اور یہاں مجھ سے اس دن کیچھرو کاٹن نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور میں نے اسے مخصوص دل سے خوش آید کہا تھا۔

”بہتر یہ ہوگا مسٹر کاٹن کہ آپ آج رات کھانا میرے ساتھ کھا لیں۔“
 ”آج نہیں راجہ صاحب۔ بہتر یہ ہوگا کل ڈنر رکھا جائے اور صبح سورج گرن کے نامانہ سے میرے پیچھے مجھے ہونے ہیں۔ انھیں حیرت ہے اور وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں کیوں انھیں نظر انداز کر رہا ہوں۔ میں نے سچی ان سے یہی کہا ہے کہ میں انھیں نظر انداز نہیں کر رہا بلکہ اپنے طور پر کچھ ایسے کاموں میں مصروف ہوں جو میرے لیے اعلیٰ کاروباری میں مصروف ہیں۔ بہر طور میں نے انھیں بتا دیا ہے میرا خیال ہے اب وہ بھی کچھ بدول سے ہونگے ہیں یا پھر ان میں ملے ہے کہ وہ میرے پیچھے بہت زیادہ بڑھیں تاکہ میرا مدعا خراب نہ ہو جائے۔ کیچھرو کاٹن ہنسنا چھرو لولا۔“
 ”وہ نہیں ملتے کہ اصل صورت حال کیا ہے؟“
 ”بہر طور۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان سے سچی بات کر لیں اور اگر نہیں تو آپ کی مرضی۔“

”راجہ صاحب۔ بات صرف کاروباری امور کی نہیں ہے آپ کی شخصیت نے مجھے بھی اس طرح اثر ڈالا ہے کہ میں اس سے

فورا زیادہ سخت تھا۔ اپنا راج کے حواس جواب دے گئے۔
 ”ننگ۔ کون ہو تم۔ آخر آخر۔“
 ”تم صرف اس بات کا جواب دو کہ منشیات کا ذخیرہ کون سے گودام میں ہے؟“
 ”میں نہیں بتاؤں گا۔ اپنا راج نے کہا۔ تم یقیناً سوچ گرائے کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔“
 ”ظاہر ہے، ہم سورج گرہن کے آدمی نہیں ہیں اس لیے تم میری سکتے ہو یہاں بیٹے افراد میں ان سب کو ختم کر دیا جائے گا بہتر ہی ہے کہ ان کی زندگی باں بچاؤ اور ایچی بھی۔ اپنا راج خوفزدہ لگا ہوں سے ہیں وہ بچہ رہا تھا کافی دیر تک وہ اسی انداز میں خوفزدہ سا رہا اور اس کے بعد اس نے مادگی کا اظہار کر دیا۔“

ڈبلے لارچ میں بارگر رہے تھے۔ میں نے اپنا راج کی طرف پلایا وہ مدحال تھا۔
 بہر طور ہم نے آخری پلچ کے طور پر اسے خاص تمہا لیا دیا اور اسے اس کی بیک میں پھانسا دیا یہی کیفیت لارچ کے ساتھ پیش آئی تھی۔ پراپنیشن تقریباً جو میں گھٹنے کی تہ تک لے کر امدت کے لیے کارآمد تھے جو میں گھٹنے تک اپنا راج کو ہوش نہیں آسکتا تھا۔ گودام کی حالت جوں کی توں کر دی گئی تھی تاکہ اس کو کچھ شہ نہ ہو سکے۔ اور اس کے بعد لارچ نہیں روانہ ہو گئیں۔ تقریباً گیارہ بجے دن تک ہماری کاروائی جاری رہی اور یہ سارا مال جہاز میں منتقل کر دیا گیا۔ کپتان نے اس کے لیے مکمل بندوبست کر لیا تھا۔ چنانچہ اس میں کوئی وقت بیڑ نہیں آئی۔

ظاہر ہے اسے مجبور کر دیا گیا۔ اس کے منہ سے خون بہ رہا تھا۔ میڈی کے گھونٹنے نے اس کے حواس بالکل ہی گم کر دیئے تھے۔ وہ تمام آدمی جو ہمارے ساتھ آئے تھے ان پر کڑ کے دروازے پر بڑک کے صرف چند افراد کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

اسی دن ساڑھے بارہ ایک بجے کے قریب ہم نے کھڑا کائن کو اطلاع دے دی کہ ساری تیاریاں مکمل ہیں کام ہو گیا ہے کوئی وقت پیش نہیں آئی ہے اس کی بادبیت کے مطابق مال مل جائے گا۔

اپنا راج اور لوٹے آدمی کو ساتھ لے ہوئے ہم ان کے گوداموں میں پہنچ گئے۔ غنڈوڑی دیر کے بعد ہم اس گودام میں تھے جہاں منشیات کے ذخیرے جمع تھے۔ اپنا راج نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

شام کو آخری بار کھتر و کائن نے مجھ سے ملاقات کی اور شکریہ ادا کرنے کے لیے لگا۔
 ”ادیشی کل صبح کو کر دی جانے گی راج صاحب ان سب میں آپ کو یقیناً کوئی وقت نہیں ہوگی۔“

”بس دوسرے گوداموں میں دوسری چیزیں ہیں یہی گودام ہیں جن میں منشیات ہیں۔“
 ”بجائے اس کہتے ہو۔“

چنانچہ دوسرے دن ٹری ٹری ریموں کی شکل میں لارچ کر دی گئی اور اس طرح سورج گرہن کو میرے ہاتھوں پہلی بار لارچ ضرب آئی یقینی طور پر ہر صورت حال معلوم کرنے کے بعد لارچ گرہن کی جو حالت ہوگی اس کا اندازہ لگا جاسکتا تھا۔

”یہیں صاحب۔ یہیں مار کھلنے کی بہت نہیں ہے۔“
 ”میں اس قسم کا آدمی ہوں مجھے تو بس یہاں کام پر لگا دیا گیا تھا اور پھر اپنا راج بنا دیا گیا۔ میرا کام آنا ہی ہے کہ یہاں کی نگرانی رکھوں اور اس سے پہلے ہمیں اس ایسی بات سے واسطہ نہیں پڑتا۔“

لیکن بد قسمتی سے کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس سے ہمیں اس کے سر پر لہوں کی کیفیات معلوم ہو سکیں۔ بہر طور سورج گرہن سے چھبڑ چھبڑ شروع ہو گئی تھی میں آتا جاتا تھا کہ اس زبردست جوش کے بعد سورج گرہن کے افراد پر معلوم کرنے میں کوشاں ہو جائیں گے کہ آخر وہ کون مانی کا لال تھا جس نے سورج گرہن کی تنظیم کو برباد کیا ہے کوشل کو میں نے تمام صورت حال سے آگاہ کیا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

”اب بڑبڑا ہے چلو پیچھے بہت جاؤ۔ ہم نے اسے پیچھے بنا دیا اور اس کے بعد ہمارے آدمی حرکت میں آ گئے۔“
 کوئی خاص ہنگامہ نہیں ہوا تھا جو مقصد تھا وہ پورا پورا گیا تھا۔ ٹیجے ٹیجے ٹیجے سورج گرہن نے انہی ایک چمک خاص لوگوں کو نہیں رکھا یہاں تو ابیے لوگ رہنے چاہیے تھے جو کبھی بھی وقت مرنے مارنے پر تیار ہو جائے۔

اب وہ ہی دعایش ہیں تم محفوظ رہو اور میری دعا مانگنے مل جائے۔

بھراس وقت سورج طلوع ہوا تھا جب ہم آخری

بگاؤں کا اور اس وقت تک اسے پریشان کرتا رہوں گا کہ جب تک وہ مجھ سے رابطہ قائم کرے مجبور نہ ہو جائے۔
 ”تو یقیناً اپنا نام ان کے سامنے لے آؤ گے۔“

”ہاں۔ دوسرے مرحلے پر میں نے ہی سوچا ہے کہ میں لارچ میں تو ان تمام کارروائیوں کا ذمہ دار قرار دے دوں اور اس کا اعتراف کروں کہ یہ کارروائیاں میں کر رہا ہوں۔ لیکن سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ سورج گرہن کے یہاں کے کاروبار کو کنٹرول کر رہا ہے۔ دراصل ہمارا اصل شکار تو رادھن کو کون کنٹرول کر رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ رادھن کے براہ راست ہتھیار سے نا۔ ہم چاہتے ہیں کہ رادھن کے براہ راست ہماری طرف متوجہ ہو جائے تاکہ وہ بھی ہو تو وہ نہیں اس کا سامنا کرنے کا موقع مل جائے اور اس کے لیے ہمارا اپنا خیال ہے کہ

میں بہت جلد کوئی نئی ہتھیار کاروائی کر لوں گا۔ کوئل بہت پڑا ہوا نظر رہی تھی، کافی دیر تک وہ میرے سامنے بیٹھی آئی رہی اسے اپنی بہن یاد آ رہی تھی۔ میں نے اُسے تسلیم کر دے کر سمجھائے ہوئے تھے کہ ہمارے سب کچھ تو میں اُس کے لیے کر رہا ہوں سب سے پہلے رہا کاروائی اس کے بعد کوئی اور بات۔ اور وہ خاموش ہو گئی۔ ویسے ہی وہ اب بہت بدل گئی تھی اور وہ پہلے والی کوشل نہیں گھومتی تھی۔

چنانچہ میں نے بات اپنے ننگ محفوظ رکھی اور بیڈی سے ایمان تمام تعلیمات کا تذکرہ کر دیا۔ میڈی پر خیال انداز میں گرہن ہلانے لگا پھر لو لا۔

”چیف۔ ایک ہی کام کیا جاسکتا ہے۔“
 ”وہ کیا ہے؟“

”یہ دو پہلے دو تین مہینوں لگانے کے بعد ہم ان سے مطالبہ کریں کہ رادھن کے ہمارے سامنے بیٹھ گیا جائے اس طرح کاروائی ہو سکتی ہے۔ دوسری شکل یہ بھی ہے چیف کہ ان لوگوں میں سے جو بھی سامنے آئیں انہیں گرفتار کر کے لارچ منگنے کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔“
 ”ٹھیک کہتے ہو لیکن بہر طور سورج گرہن کو ابھی ہے درپے کسٹین اور دو، اس کے بعد ہم سووے بازی کی پوزیشن میں آسکیں گے۔“

کچھ دنوں واپس جلا گیا تھا۔ اس کی سکرٹی جولیسی چلیے وقت جسے فغول گھنٹہ کر گئی تھی۔ اور ریش کش کی کمی کا اثر میں بھی اس کے سلسلے میں بھین ہو جاؤں تو ایک لمحے میں سے طلب کر سکتا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں اس پر لعنت بھیج دی۔

تقریباً ایک مہینہ خاموشی سے گزر گیا۔ سورج گرہن کے تنازعات کے بارے میں ہمیں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکی تھیں لیکن ایک ہفتے کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ ایک بہت بڑی لارچ آ رہی ہے جس میں سورج گرہن کا کافی مال لارچ ہوا ہے اور اسے ایک مخصوص ساحل پر لانا چاہئے گا۔ اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لی گئی ہیں۔

”گڈ ہو ری گڈ۔ تو پھر کیا پروگرام ہے بیڈی۔“
 ”چیف۔ دراصل سورج گرہن کا مال اُسے دھڑلے سے آنا ہے خاص ساحلوں پر آترتا ہے اور پھر وہاں سے اس کے گوداموں تک پہنچ جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ اس بار وہ اس سلسلے میں کوئی احتیاط برتے ہیں یا نہیں لیکن میرا خیال ہے ہر مال ہمیں اچک لینا چاہیے۔“

”کرنا مطلب؟“
 ”مطلب یہ کہ اس بار پولیس ان کے سامان کے اوپر چھاپا مارے گی اور ان کی لارچ سمندر میں ہی روک لے گی۔ اور اس کے بعد اسے قبضے میں لے لیں گے۔ چونکہ حقیقت وہ پولیس نہیں بلکہ ہمارے آدمی ہوں گے جو یہ کام با آسانی کر لیں گے۔“

”اوہ گڈ ہو ری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم سمندری میں بحساب کتاب کرو گے۔“
 ”یقیناً چیف یہی بہتر ہے گا۔ وہ متعب رہ جائیں گے ان میں سے چند آدمیوں کو ہم یہ اطلاع دے دوں گے کہ معاملہ کو لڈ بین کا تھا۔“

میں نے اس پروگرام سے دلچسپی کا اظہار کیا تھا اور اس کے بعد ہم اس دوسری ضرب کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ مختصرہ وقت پر ہم نے خود ہی اس آپریشن کی سربراہی کی اور پھر ہم لوگ سمندر میں چل پڑے۔ اس وقت موسم آرا لوٹھا اور سمندر پر بگڑی تاریکی چھائی ہوئی تھی سفید لہروں کی روشنی کے علاوہ اور کوئی روشنی نہیں تھی۔ ہم اس مخصوص راستے کی طرف سفر کرنے رہے جہاں سے یہ لارچ لےنے والی تھی اور پھر گھٹے سمندر میں ہم نے اس لارچ کو جالیا۔ ہم بحری پولیس اور ایس جاسز کے لوگوں کے پاس میں تھے۔

لارچ واقعی بہت بڑی تھی نیزہ نہیں کتنے آدمی اس پر تھے۔ بہر طور ہمارے مسلح افراد ان کے گرو چھیل گئے۔ لارچ پر موجود شخص نے ہماری لہجے میں کہا۔
 ”تم لوگوں کا اپنا راج کون ہے۔ مجھ سے بات کرے۔ اس

وقت میں نے اس کے سامنے جانا مناسب نہیں سمجھا تھا اور
بڑی آن کی لالچ برائے ترنگا۔ ہمارے اور بھی بہت سے آدمی
ان کی لالچ میں پھنس گئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں اس میں
گین میں جن سے انھوں نے تمام لوگوں کو کرکیریا بڑی
نے پر عروج لیے ہیں۔

”لالچ کے تلخے جتنے افراد ہیں ان سب کا ایک جگہ جمع
کر لو اگر ایک ہی آدمی کہیں اور ہوتا تو اسے بے دریغ گولی مار
دی جاسکتی“
”سنو فوجان آفیسر تم بہت بروس مشہور ہوتے ہو
تم کو کم از کم یہ معلومات حاصل کرنی چاہیے نہیں کہ یہ لالچ کس
کی ہے۔“

”پہلے میری ہدایت پر عمل کرنا چاہئے اور اس کے بعد مجھے
یہ بتانا چاہئے اگر کسی کوئی صورت حال ہو تو میں آپ لوگوں
سے معذرت کر کے واپس جلا جاؤں گا لیکن حکم کی تعمیل ہی
ضروری ہے۔“ انچارج نے گرفتار ننگا ہوں سے بچے دیکھا
اور پھر گردن جھکا کر واپس مڑ گیا۔ سنو فوجی دیکھ کر اس نے
اپنے تمام آدمیوں کو ایک جگہ جمع ہو جانے کی ہدایت کر دی،
تقریباً سترہ افراد کا عرصہ حساب کے سب کبڑے لنگڑوں
سے بڑی کھو رہے تھے۔ ہمارے آدمی آرام سے ابھیں
کو کر کے کھڑے تھے۔ بڑی نے ان لوگوں کو دیکھا اور پھر انچارج
کو بولا۔

”ہاں اب کہو۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ مگر سنو فوجی لوگ
ان کی تلاش کے لئے ان کے ہتھیار وغیرہ اپنے قبضے میں کر لو۔“
چنانچہ ہمارے آدمیوں نے یہی کیا۔ لالچ کے افراد کے
ہتھیار اپنے قبضے میں کر لیے گئے اور وہ سب کے سب ہتھے ہو گئے
اس کے ساتھ ہی ان کے ہاتھ پشت پر کس دینے کے لئے انچارج
کہنے لگا۔

”جو کچھ تم کہ رہے ہو اس کے لیے شاید یقین زندگی بھر
انہوں کو گزارو۔ میں تم سے ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ مجھے
اس موضوع پر بات کر دو کہ آخر یہ لالچ کیوں چڑی جا رہا ہے۔“
اس پر اس کا ٹھنک کا سامان اور لٹری اور چیزیں موجود ہیں
”لیکن تم نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ چیزیں ہیں کس کی؟“
”چلو اب بتا دو۔“

”ان کا تعلق سورج گرہن سے ہے اور سورج گرہن کے
بائے میں تو لوگ اچھی طرح جانتے ہو گئے۔“
”ہوں۔ سورج گرہن کا مقامی انچارج رون ہے؟ بڑی

نے سوال کیا۔

”کنور صاحب۔ یہاں کے سینئر کنٹرول کر رہے ہیں
”کون کنور؟“ بڑی بولا۔

”کنور رادھن سنگھ جی، جیسے ہو گئے انہیں انچارج
اس شخص نے جواب دیا اور برسے معاملات میں ایک سالہ
پیدا ہو گیا۔ گویا۔ گویا اس کے لیے کوئی بہت بڑی کڑا
ہنہیں کئی بڑی تھی۔ رادھن سنگھ جی یہاں کے معاملات کو
کنٹرول کر رہا تھا اور یہ لالچ بات تھی، اس کا مقصد ہے کہ
رابطہ براہ راست ہی تھا چنانچہ اب میں بھی ان کی طرف
متوجہ ہو گیا۔

”ہمیں سورج گرہن کے انچارج ہی سے بات کرنی ہے
بہت دن سے وہ ہماری سختی کر رہا ہے۔“
”کیا کچھ اس کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو تم کس کے بارے
میں بات چیت کر رہے ہو۔“
”کنور رادھن سنگھ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے میں
نے سوال کیا۔

”یہ پچھلا ہی کیا جا رہا ہے۔ سورج گرہن کے آدمیوں سے پوچھو
”تو تم بھی اس کے آدمی ہو چلو۔ اس شخص کو گرفتار کر لو۔“
میں نے اپنے آدمیوں سے کہا اور بڑی نے میری ہدایت پر عمل
کیا۔ انچارج کو گرفتار کر رہا گیا تھا لالچ کے باقی تلخے لالچ
پر چھوڑ دیا گیا البتہ لالچ پر جو سامان موجود تھا وہ سب کاتب
ادبی تحویل میں لے لیا گیا۔

انچارج کا نام گرو سنگھ تھا اچھا خاصہ قوی سیکل اور کئی
تند من آوی تھا لیکن یہاں جہاں اسے تھیک کر لیا
کی منتقلی کے بعد ہم نے لالچ کو کھلے سمندر میں ہی چھوڑ دیا اور ان
لوگوں کو ہدایت کر دی کہ وہ لالچ کو جہاں چاہیں لے جائیں۔
انچارج کو قبضے میں کر کے ہم اپنی لالچوں پر پہنچ گئے اور
اس کے بعد ہماری لالچوں میں واپس چلے گئے۔ پھر معلوم کر کے
انتہائی مسرت ہوئی تھی کہ یہاں کے گروہ کو رادھن سنگھ کنٹرول
کر رہا ہے۔ اب رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل
کرنی تھیں کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کہاں سے اس کے آدمی
اس کے لیے انچارج ہمارا معاون ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ ہم
بلے ہوئے وہاں سے آگے اور پھر ایک ایسی عمارت میں اس
انچارج کو بند کر دیا گیا جو ہماری عام رہائش گاہ سے مختلف
تھی۔ لیکن وہاں پر قبیلوں کی نگرانی کے لیے خاصا معتول
بندوبست تھا۔

بڑی نے یہ ذمہ داری قبول کرنی تھی کہ وہ انچارج
نہایت کھلم کھلا
اور اگر رادھن سنگھ کے بارے میں کچھ معلومات ہو سکیں تو
میں حاصل کر لے گا۔ جیسے بڑی پر مکمل اعتماد تھا چنانچہ میں
نے تمام تر ذمہ داریاں لے سوئیں وہیں اور اس سے کہا کہ رادھن
سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مجھے اطلاع دے۔
نہایت سے جہاں بڑا تھا وہ لاکھوں روپیہ کی مالیت کا تھا
اس طرح سورج گرہن کو ہاتھ سے ہاتھوں یہ دوسرا شہید نقصان
پانچا گوشل کو میں نے اپنی اس دوسری کامیابی کی جیسی اطلاع
دے دی تھی اور وہ خوش ہو گئی تھی، بہر طور اس کے بعد چند
نہایت خاموشی سے گزرنے کو شل اور میں مختلف موضوعات
تلاش کرتے رہتے تھے۔ بارہا رادھن سنگھ کا موضوع بھی زیر
آنا۔ جب میں نے اسے یہ بتایا کہ مقامی کنٹرول رادھن سنگھ
اپنے تو ایک دم اس کا پتہ دست گیا تھا۔

”یہ نہیں پتہ چل سکا جیسا کہ اس کی رہائش گاہ کہاں ہے؟“
”ابھی تک نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میرے آدمی جلد
یہ بھی معلوم کر لیں گے۔“
”میں میں اسی کی منتظر ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔
”کوشل۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، کیا تم اس سے مطمئن نہیں
وکیا۔“

”تم مطمئن ہونے کی بات کرتے ہو جیسا۔ میں تو یہ کہتی ہوں
نہایت ہی دنیا میں کسی نے کسی کے لیے اتنا کچھ کیا ہو، تم نے
ہائے مجھے کون سا مقام دے دیا ہے ذہن میں میں تو
پہلے آپ کو اس قابل نہیں پاتی۔ میں خاموش ہو گیا۔ میں جانتا
تھا کہ اگر میں کچھ بولوں گا تو میرے اندر بھی نہایت کیفیت
پیدا ہو جائے گی۔ اور میں ابھی اس کیفیت سے سنبھلا جاتا تھا
نہایت دن بعد بڑی نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے رادھن
سنگھ کا پتہ لگا لیا ہے۔ میں نے فوراً ہی اسے اپنے پاس پہنچنے کی
کامیابی کی سیٹھوں پر اس قسم کی گفتگو کرنا بالکل مناسب نہ تھا۔
بڑی میرے پاس آ گیا۔ میں نے اسے اپنے کمرے خاص میں طلب
کر لیا تھا۔

”ہاں بڑی کہو۔“
”میرا معلوم کر لیا ہے میں نے، اس چور کے ہائے میں،
دراصل وہ اپنی رہائش کو ختم کر کے یہاں آ گیا ہے۔ رہائش
تو میرے ہی جی نہیں رہی لیکن وہ جس حیثیت سے وہاں تھا۔
وہاں یہ جہد نام ہو گیا تھا اور بے شمار لوگ اس کی زندگی کے درخ

ہو گئے تھے، جس طرح اس کی عادت لوگوں کو نقصان پہنچا
تھی، بلاخبر وہاں اپنا تحفظ دیکر سرکا میں اس بار بار قاتلانہ حملے ہوتے
اس نے یہ شہار لوگوں کو قتل کر دیا۔ ان کی زندگیاں تباہ کر دیں۔
خاندان کے خاندان تباہ کر دیئے اس نے اور اس کے بعد بلاخبر
یہاں آ گیا۔“

”گڈ۔ یہ ساری معلومات تمہیں کس طرح معلوم ہوئیں
ٹھیک ہے؟“
”خوش قسمتی ہے سر، چہاں اپنی بھاری بھاری آدمی اس کے ہاں
ملازم ہے۔“
”اوہ گڈ۔ کیا نام ہے اس کا؟“
”جو فوڈ ٹھیکہ نے خواب دیا۔“
”کب سے ملازم ہے وہ؟“

”پہلا ملازم ہے، تقریباً بیس سال سے ان کے ہاں کام
کرتا ہے۔ بس معلومات حاصل کرتے کرتے میں اس تک پہنچ گیا
اور پھر خوف سے مجھے جو کچھ بھی معلوم ہوا، وہ آپ کے سامنے
حاضر ہے۔“

”کہاں رہتا ہے وہ؟ میں نے سوال کیا اور بڑی نے ناس
کی رہائش گاہ کے ہائے میں مجھے بتا دیا۔“
”اس کے ساتھ اس کے اہل خاندان بھی ہیں؟“ میں نے
پوچھا۔

”جی ہاں صاحب، پورا خاندان ہے اس کا، بڑا باعزت آدمی
بن کر وہ رہا ہے کم سخت یہاں۔“

”کنور رادھن سنگھ کے نام سے ہی ہے؟“
”جی ہاں۔ اس نے اپنے نام میں کوئی تبدیلی نہیں کی؟“
”اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بتاؤ، جو فوڈ کو تحفظ
فراہم کر دیا اس کی مدد کے لیے جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو کر وہ
اس سے رادھن کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہتی
چاہئیں۔ بس یوں سمجھ لو بڑی، سورج گرہن ہی نہیں رادھن
سنگھ بھی ہمارا نشانہ کر رہے اور ہم نے کسی بھی طرح نظروں سے
لو چھل نہیں ہونے دیں گے۔“

”اوکے سر۔ میں یہ کام کے لیتا ہوں۔ اس سلسلے میں کوئی
اوہ حکم۔“
”جنہیں۔ پہلے تو مجھے اس کے بارے میں مکمل معلومات
حاصل ہوتی رہتی چاہیے۔ اس کے بعد کوئی ناپرواہہ انجام
دوں گا، میں نے جواب دیا بڑی کی دی ہوئی اطلاعات سے
میں نے کوشل کو گاہ نہیں کیا تھا۔ وہ جذباتی لڑکی تھی، جتانے یہ

جانے کے بعد رادھن سنگھ یہاں موجود ہے، وہ کیا قدم اٹھا بیٹھے کہیں اس کا کوئی قدم اس کی زندگی کا دشمن ہی نہیں جانتے۔ اس لیے میں نے اسے ان معلومات سے لاعلم رکھا البتہ اس لیے ہوں۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اب رادھن سنگھ کے خلاف کیا کرنا ہے۔ پورا سامنے آ گیا تھا، گوشل کا پیر بن دشمن۔ گولڈمین کے نام سے میں نے تنظیم کو جس طرح پھیلا یا تھا اور جس طرح جس طرح میں نے سورج گرہن کو قلعہ بنا کر پہنچا ہے تھے۔ اس کے تحت اگر رادھن سنگھ کو یہ معلومات حاصل ہو جائیں کہ یہ سب کرنے والا ہیں ہوں تو وہ یقینی طور پر میری طرف متوجہ ہوگا۔ میں اسے بڑے سکون سے مارنا چاہتا ہوں اس طرح کہ گوشل کی آرزو بھی پوری ہو جائے۔ البتہ گوشل کو اس سلسلے میں کنٹرول کرنا تھا۔ کہیں وہ رادھن سنگھ کو دیکھ کر سے تابا نہ ہو جائے۔ بڑے غور و خوض کے بعد بالآخر میں نے ایک سکیم ترتیب دی اور اس کے بعد ٹیڈی سے بھی اس سلسلے میں گفتگو کی، ٹیڈی نے میری اسکیم سے دلچسپی کا اظہار کیا تھا چنانچہ اس کے بعد بھی اسکیم پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ میں ایک غیر شخص کی حیثیت سے منظر عام پر آیا، بہت سے فلاحی اداروں کو میں نے چندے دیے۔ سیاسی مینگولوں میں بھی میں نے شرکت کی اور جگہ جگہ حکومت کو نئے نئے طرح طرح کے عطیات سے نوازا جس کی بنا پر ٹھوسے ہی دن میں حکومت میری جانب متوجہ ہو گئی اور میرا ایک سوشل مقام بنا گیا۔ میں کسی ایسی پارٹی کی تاک میں تھا جس میں رادھن سنگھ بھی شامل ہو اور اس سلسلے میں جوزف کی مدد سے ہمیں زبردست مدد مل رہی تھی جوزف کے تحفظ کے لیے رادھن سنگھ کی کوچنی کے ارادہ کو تقریباً چھپس آدمیوں کو پھیلا دیا گیا تھا اور انہیں ہدایت کی دی گئی تھی کہ اگر جوزف کسی وقت خطرے میں ہو تو وہ اس کی ہمراہی کرے اور اس سلسلے میں جوزف مطمئن تھا، وہ خود بھی چالاک آدمی تھا اور بڑی احتیاط کے ساتھ رادھن سنگھ کے معاملات سے دلچسپی کو گاہ گاہ رکھتا تھا۔ بالآخر مجھے ایک ایسی پارٹی کے بارے میں پتہ چلا جو براہِ ریلوے قسم کی تھی، صرف ایک دولت مند شخص کی بیٹی کی شادی تھی جس میں اس نے تمام شہر کے بڑے بڑوں کو بلا لیا تھا۔ ٹیڈی کے لیے یہ بات مشکل نہیں تھی چنانچہ مجھے بھی ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے دعوت نامہ پیش کیا گیا، پارٹی میں میں شریک ہوا اور یہاں میں نے سہمی و فخر و رادھن سنگھ کو دیکھا۔ کہ بخت کسی بیٹھے کی ہی طرح تھا۔ لیکن چوڑے قد قدامت کا مالک، چہرے

پہلے پناہ رعب، آنکھیں غمزدہ سی، اس کی شخصیت بلاشبہ سی تھی۔ بہر طور لوگوں نے اس سے میرا بھی تعارف کر لیا۔ میں نے بڑے براہِ اطلاق انداز میں رادھن سنگھ کا غیر مضمک کیا۔ ”آپ کے ماتھے میں بہت کچھ سنا جا رہا ہے کچھ ہندو سے اور آپ کی شخصیت اچانک ہی منظر عام پر آئی ہے۔ یہاں پہلے والوں سے میری کافی واقفیت ہے۔ کیا میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ اس سے پہلے آپ کہاں رہے ہیں؟“

”پرانی باتوں کو دہرائنا مجھے پسند نہیں ہے کنور صاحب بہتر یہ ہے کہ ہم نئے ماحول کی بات کریں۔“

”لیکن یہ قسمتی ہے میں پرانی چیزوں میں بہت دلچسپی رکھتا ہوں۔ مجھے اس بات کی کھوج ضرور ہوتی ہے کہ کوئی شخص اگر منظر عام پر ابھرے تو اس کا ماضی کیا ہے۔ اور اگر صاحب اگر ماضی معلوم نہ ہو تو آدمی ایک دوسرے کی طرف سے ٹکا دینے کا شکار رہی رہتا ہے۔“

”گو یا آپ کو میرے اوپر کسی قسم کا تاثر ہے رادھن صاحب جی۔؟“

”تمہیں راجہ صاحب، میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ سی راست سے ہے آپ کا تعلق اور کہاں کے راجہ ہیں آپ؟ میں نے تو آپ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ رادھن سنگھ جی کہ آپ کنور کیسے بن گئے؟“ میں نے جواب دیا

”اچھا تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اس بارٹی سے بہت کچھ نشست رکھ لینے ہیں۔ اس میں آپ ہم سے ہمارے ہاں بڑے بوجھیں، ہم آپ کے ماتھے میں پوچھتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہوتی ہیں؟“ رادھن سنگھ سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ طنز و کھٹکوتے کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا لیکن میں نے بھی اسے ایسے جوابات دئے کہ بعض اوقات وہ تھلا کر رہ گیا۔ بڑے اس نے اپنی مسکراہٹ نہیں چھوڑی تھی نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ میں نے اسے اپنی کوچنی میں مدعو کر لیا۔

”چلیے۔ ویسے تو ہم کسی کے گھر نہیں جاتے لیکن آپ کی کوچنی ضرور آئیں گے۔“

”میں آپ کا استقبال کروں گا کنور صاحب، بڑے آداب کو بڑے آدمیوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔“

”ہوں ٹھیک کہا آپ نے۔“ رادھن سنگھ نے تال دیا۔

اور اس کے بعد ٹیڈی نے مجھے بتایا کہ چند افراد کو

عزت کے ارادہ رکھتے دیکھا گیا ہے۔ میں نے تمھاری دیکھ کر کچھ سوچا اور میری ٹیڈی کو حکم دیا کہ ان سب کو گرفتار کر کے کوچنی میں لے کر لیا جائے چنانچہ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے پانچ آدمی کوچنی کے قہر خانے میں پہنچا دیے گئے جو میں نے خصوصی طور پر بنایا تھا، تقریباً ساڑھے بارہ بجے میں نے ان سے ملاقات کی وہ متوش نظر آ کرے تھے، شکل و صورت سے وہ اچھے لوگ نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ ٹیڈی نے انہیں اچھی طرح ہاندھ کر دیوں۔ چھوڑا تھا، پانچوں اگر دونوں ایک دہارے ٹیک لگائے بیٹھے تھے مجھے دیکھ انہوں نے خوفزدہ انداز میں یکساں چپکے گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”یہ زیادتی ہے، جرم ہے۔ ہمیں جس سے جا میا رکھا جا رہا ہے۔ اگر ہم آزاد ہو گئے تو تمہارے خلاف پورٹ کریں گے۔ اور تمہیں۔ تمہیں گرفتار کرادیں گے۔“

”خوب۔ ٹھیک ہے۔ ضرور گرفتار کرادیتا لیکن تم عام قسم کے جرموں کی طرح اس بات کا اظہار مت کرو کہ تم حقیقت سے واقف نہیں ہو۔ میں صرف ایک سوال کرتا ہوں اور اس کا صحیح جواب چاہتا ہوں۔ اگر مجھے لینے سوال کا صحیح جواب نہ ملا تو اس کے بعد زیادتی تمہارے مزاج سے ہو سکتی ہے۔ تمہیں اس کا صحیح جواب دینا چاہیے۔“

ان لوگوں پر میں اپنا پورا رعب لگا۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ان لوگوں پر میں اپنا پورا رعب لگا دینا چاہتا تھا۔ سب خاموشی سے دیکھنے رہے، میں نے ٹیڈی کو اشارہ کیا اور وہ ایک شخص کو پکڑ کر لے گیا۔

”رادھن سنگھ نے میرے ماتھے میں سے کیا کہا ہے؟“

”کون رادھن سنگھ۔ ہم کسی رادھن سنگھ کو نہیں جانتے۔“

اس شخص نے تیز لہجے میں کہا۔ اور میں نے اطمینان سے تیب سے پستوں نکال کر اس کی نالی پر سائیکلر لگا دیا تھا۔ پستول کی نالی میں نے اس کی پیشانی پر رکھ کر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور اور دوسرے تھے تیز لہجے میں دیا۔ گولی اس کا بھجھا چھاڑی ہوئی۔ نکل گئی۔ باقی چار آدمیوں کے منہ سے دلخراش چیخ بلند ہوئی۔ وہ دہشت زدہ انداز میں اپنے ساتھی کو دیکھ رہے تھے، جو چند لمحات زمین پر گڑیا اور پھر پریاں گڑھتا ہوا ساتھی ہو گیا۔ ان سب کے چہروں پر اب خوف کے آثار چھیلے ہوئے تھے، میں نے ٹیڈی کو اشارہ کیا۔ دوسرے آدمی کو قرب بلا یا اور وہ پورے پستول سے دھنسا دیا، پتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

”رادھن سنگھ نے کیا کہا تھا تم سے؟“

”اس نے۔ اس نے کہا تھا، خود اس نے نہیں کہا تھا

"اس کے بارے میں بعد میں باتیں کر لیں گے، یہ تو باتیں ملاقات کہاں ہو رہی ہے ہماری آپ کی؟"

"جہاں آپ چاہیں"

"تو پھر گرین کلب کیسے جائے گا، شاید آپ کو اس کے بارے میں پہلے سے معلومات نہ ہوں، گرین کلب کی میری طرف سے صرف ایسے لوگوں کو دی جاتی ہے جن کا ماضی سامنے ہو۔ بیٹس نواب، راجاؤں اور انگریزوں سے خطاب ملے ہوئے لوگوں کا کلب ہے۔ کوئی گھنٹا آدمی تو یہاں آ ہی نہیں سکتا۔"

"ہاں واقعی میں اس کے بارے میں نہیں جانتا لیکن۔"

"اطمینان رکھیے آج یا آپ جب کہیں آپ سے وہیں اور اسی کلب میں ملاقات کروں گا۔"

"تو پھر کل کیوں نہ ہو جائے یہ ملاقات،" رادھی سنگھ نے کہا۔

"کیا کھیل وہیں شروع ہو جائے گا؟"

"اسے کھیل کا کیا ہے، وہ تو زندگی بھر کی چیز ہے۔ آپ کی تو سہی اکل کس وقت آپ سے ہیں آپ؟"

"آٹھ بجے۔" میں نے جواب دیا اور مختصر گفتگو کے بعد ٹیلیفون بند کر دیا۔ رادھی سنگھ کی یہ دعوت میرے لیے۔ معنی خیز تھی۔ بہر طور اس کے لیے میں نے تمام انتظامات کیے تھے، گرین کلب کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو رادھی کا کیا بالکل صحیح نکلا۔ یہ واقعی انگریزوں کے زمانے کا کلب تھا اور بڑے رکھ رکھاؤ سے چل رہا تھا لیکن میری موجودہ پوزیشن تھی، اس کے تحت اس کلب کی رکنیت حاصل کرنے میں مجھے وقت نہ ہوتی تھی اور میرے ایک آدمی نے وہاں کا ایک دعوت نامہ فراہم کر دیا۔ چنانچہ دو مہینے دن آٹھ بجے کچھ خاص تیاریوں کے ساتھ میں گرین کلب چل پڑا۔ گرین کلب کی حسین عمارت میں میری ٹیٹی اور شاندار کارڈ داخل ہوتی تو میں نے اس کے برآمدے میں ہی چند لوگوں کو دیکھا، ان میں کئی رادھی سنگھ بھی تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔

"ان سے ملو۔" راجہ صاحب نے آپ پہلے نہیں ملے ہوں گے۔ نیا نیا ہوا اجرا ہے ان کا۔ لیکن اگر آپ لوگوں میں سے کوئی ہی بناوے کہ راجہ صاحب کون سی ریاست کے رہ رہے ہیں تو میں پانچ لاکھ روپے اسے انعام کے طور پر پیش کر دوں گا۔"

"عجیب سی گفتگو تھی، تمام ہی لوگ متوجہ ہو گئے تھے۔"

"کنور صاحب بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں وہ دستور پانچ لاکھ روپے اگر تم میں سے کوئی حاصل کرنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آئیے کنور صاحب، کیا آپ کو کھیل نہیں ہوتے؟" گرین کلب کا تعین برآمدے ہی سے ہے، اس سوال سے کنور رادھی سنگھ کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر چہرے پر وہ ہنسنے لگا۔

"نہیں۔ نہیں آئیے، برآمدے سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔ اور میں اس کے ساتھ اندر چل پڑا۔ کنور رادھی سنگھ کے اندرونی ہال میں داخل ہو گیا۔ باہر کے لوگ بھی اندر آئے تھے۔"

"تشریف رکھیے راجہ صاحب۔"

"شکر کہ کنور۔" رادھی سنگھ نے کہا۔

"کیا خدمت کی جلتے آپ کی؟"

"جواب پڑ نہ کریں۔ آپ نے کس کھیل کی بات کی تھی؟"

"ہاں کھیل۔" واقعی، کون سا کھیل پسند کریں گے آپ؟"

کنور نے مجھے سے پوچھا۔

"مجھے ہر قسم کے کھیل پسند ہیں کنور صاحب، فیصلہ آپ پر ہے۔"

"میرا کھیل آپ کو زیادہ پسند نہیں آئے گا راجہ صاحب، اس بات کو آپ غور سے سوچ لیں۔"

"کنور صاحب۔" مجھے ہر طرح کے کھیل پسند ہیں اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو آپ بھی کسی قدر میرے کھیلوں سے واقف ہیں۔"

"کون سے کھیل کا تذکرہ کر رہے ہیں راجہ صاحب؟"

رادھی سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت سے کھیل کھیلے ہیں میں نے، کون کون سے کھیلوں کا تذکرہ کروں۔ مثلاً ابھی چھٹی رات پانچ آدمی میری کوچنگی کے گرد جھگڑا رہے تھے۔ میں نے ان پانچوں کو اپنے ساتھ پلوئین پرا آمادہ کیا اور ان میں سے ایک نے کھیل بار کر مجھے ہمتی باتیں بنا دیں۔" رادھی سنگھ کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سرخ ہو گیا، پھر اس نے کہا۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"بس۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کنور صاحب، ان کو بوسے طور پر سمجھنا نامناسب ہوتا، چھوڑیں ان باتوں کو گرین کلب میں تاش کا کھیل بھی زوروں پر ہے۔"

لیکن جو لوگ یہ کھیل کھیل رہے ہیں ان کی اوقات ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی میرے معیار کا کھلاڑی نہیں ہے۔"

یہاں تک کہ میرے معیار سے بہتر کھیلے گا، یہ نہیں ہے سوال کیا۔

"آپ راجہ صاحب اپنی تمام ریاستوں کو بار کر بھی میرے بل کے معیار کو نہیں پہنچ سکتے۔"

"آپ اور ہارنے کی کیا صلاحیت رکھتے ہیں کنور صاحب؟"

"میں نے ہارنے کے لیے کبھی کوئی کھیل نہیں کھیلا۔"

"یہ بھی غلط ہے، ابھی کچھ دن پہلے آپ ایک گیم ہارے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔

"کون سا گیم؟"

"کنور چونک کر بولا۔

"ایک شخص نے مجھ سے اس بار کا ڈکر کیا تھا۔"

"خیر چھوڑیے۔ ایک شخص نے مجھ سے اس بار کا ڈکر کیا تھا۔"

"اسے اس انکشاف سے رادھی سنگھ کی حالت بری ہوئی تھی، ایک لمحے کے لیے اس میں تشویر پڑا۔"

"بشکل تمام وہ بے ہوش سنبھال سکا۔ اس دوران میں دھڑا دھڑا دیکھتا رہتا تھا۔"

"میں نے اس کی طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے اس کی بے چینی ناہی نظر میں کوئی اہمیت نہ ہو۔"

"کنور نے اپنے آپ پر قابو پایا۔"

"پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"ہوں۔" تو کچھ وقتوں سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔"

راجہ صاحب، چلیے یہ تو اچھا ہے کہ آپ بھی جاہلی ہی لائن کے آدمی نکلے، یہ دوسری بات ہے کہ آپ کے کام کرنے کے انداز اور کاموں کی شان موجود ہے، کنور رادھی سنگھ نے میرے اوپر چوٹ کی۔

رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک سمت چلا گیا۔ بیٹے کی کی علامت تھی، غالباً میرے درپے داروں نے اسے نہ مانا۔"

گور دیا تھا۔ رادھی سنگھ سے یہ نگرے کچھ بڑی مسرت ہوئی تھی اور میں اس شخص کو حقیقت دو کوڑی کا بنا دینا چاہتا تھا۔ اس وقت پر نشست انتہائی معقول رہی تھی اور میرے اپنے خیال میں اس کی بڑی اہمیت تھی۔ گرین کلب کے دوسرے ممبروں سے میری ملاقات ہوئی اور باقاعدہ تعارف کے بعد میں نے یہاں لینے کے لیے ایک مقام حاصل کر لیا۔ کئی مہینے اور مہینوں کے بعد مجھے کلب کی مستقل رکنیت کی پیشگی۔ تو میرے لیے تھا۔"

"آپ نے کبھی کبھی میرے لیے یہاں آئے ہیں کوئی وقت نہیں ہوتی۔ رکنیت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، میں بھی جیسا چاہوں گا یہاں آ جاؤں گا، ویسے کنور رادھی سنگھ نے مجھے تاش کھیلنے کی دعوت دی ہے۔ بہت جلد میرے دوران کے درمیان کھیل ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ کھیل آپ کے لیے کافی تھی۔"

کا باعث ہوگا۔ چونکہ کنور صاحب کا کہنا ہے کہ ان کی دولت کے مقابلے پر کوئی بھی ان کے سامنے نہیں آ سکتا۔ لوگوں نے اس بات کو خاص طور سے نوٹ کیا تھا۔ ان میں سے چند افراد نے دینی زبان میں یہ بھی کہا کہ کنور رادھی سنگھ بلاشبہ ایک دولت مند شخص ہے لیکن اس نے کبھی کوئی ایسا کارہائے نمایاں انجام نہیں دیا کہ منظر عام پر آ سکتا ہے کہ راجہ صاحب کی سزاوت کے بہت سے واقعات ان لوگوں کے علم میں ہیں۔"

وایسے میں میں نے بڑی احتیاط رکھی تھی کنور رادھی سنگھ سے اور ایسی پر مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی، نظری نہ آیا تھا مجھے اس لیے واپس آتے ہوئے میں خاص طور سے چوکنا تھا چونکہ یہ بات جانتا تھا کہ سورج گرہن کے افراد نے شمار میں اور کوئی۔"

کاروائی کر سکتے ہیں لیکن ایسی کوئی بات ہوتی تو کنور رادھی کو کچھ کادہ دھڑا دھڑا آجائے کیونکہ میرے آدمی بھی اس وقت مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے۔ کچھ ہی واپس آئے کے بعد میں کافی دیر غور و خوض کرتا رہا۔ رادھی سنگھ سے ملاقات ہو گئی تھی۔"

وہ یہ جان چکا تھا کہ سورج گرہن۔ منافع میں ہے راجہ ہی ہے اور یقیناً اسے اس بات کا علم بھی ہو گیا ہوگا کہ گولڈمین تنظیم سے میرا کبھی تعلق ہے۔ گویا ہمارا آپس میں تعارف ہو چکا تھا۔ میں نے جس مقصد کے تحت اس کا دعویٰ کا آغاز کیا تھا اب اسے یا لیا تھا کہ کوشل کو اب اس سلسلے میں بے خبر رکھنا ممکن نہ تھا کیونکہ تاش کے کھیل میں میں نے کنور رادھی سنگھ کو توجیج کیا تھا ان

میں کوشش ہی کو مدنظر رکھا تھا، اور ایک دلچسپ سچویشن میرے ذہن میں تیار ہو چکی تھی۔ تماش کے کھیل میں کوشش دینے ہی ناہر تھی اور جیسا اس نے مجھے اپنی کہانی میں سنایا تھا کہ تماش کے بادن پینے ہمیشہ اس کا فیور کرتے ہیں۔ چنانچہ رادھن سنگھ کو ہارنا ہی تھا۔ اس کے علاوہ کوشش تو دیکھ کر اس کی جو حالت ہو جائے گی وہ بھی قابل دید ہوگی۔ میں اس دلچسپ کھیل کی تمام سچویشن لینے ذہن میں تیار کرنے لگا۔ کنور رادھن سنگھ کو اب اس طرح توجہ کروں گا کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ اور اس کے بعد۔ اس کے بعد میرے ذہن میں بہت سے منصوبے بنے اور بچنے لگے۔ بہر طور میں نے دوسری رات کھانے کی میز پر کوشش سے اس بات کا ذکر چھیڑ دیا۔

”میں نے تمہیں بتایا تھا کوشش کے لیے کنور رادھن سنگھ سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔“

”ہاں بتایا تھا جیسا“

”تم نے اس پر یہ سوال بھی کیا تھا کہ کیا میں اس کی رائٹنگ کا متعلق بھی جانتا ہوں“

”ہاں کیا تھا“

”تو سچویشن سمجھ لو کوشش کہ رادھن سنگھ سے میرا آنا مارنا ہو گیا ہے“

”کب۔۔؟“

”کئی بار۔ آخری بار پچھلی رات کو ہوا تھا۔“

”اوہ۔ کیا آپ نے اس کے سلسلے میں کوئی کارروائی کر لی ہے جیسا، میرا مطلب ہے کہ۔۔“

”ہاں کوشش، میں نے تم سے کہا تھا کہ ابھی مزبانی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اسے اس طرح ماریں گے کہ وہ موت کے بعد بھی یاد رکھے گا، میں نے اس کے لیے ایک سچویشن تیار کی ہے اور میں اب اس میں تمہیں شامل کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا سچویشن ہے؟“

”کوشش میں تمہیں پہلی بار کنور رادھن سنگھ کے سامنے پیش کروں گا۔“

”میں تیار ہوں، کب۔۔؟“

”ایک آدھ دن کے اندر اندر اسے گرہن لے لینے میں بیسی۔۔۔“

ملاقات ہوتی تھی، بڑی دلچسپ باتیں ہوئیں اور ہم دونوں ایک دوسرے سے کافی واقف ہو چکے ہیں یعنی کنور رادھن یہ جانتا ہے کہ گولڈمین نامی تنظیم کے بنش پشت میں

ہی ہوں یا وہ کم از کم سمجھتا ہے کہ میرا تعلق کسی بڑے سے گولڈمین سے ہے چنانچہ آپ اس کے علم میں یہ بات ہے کہ کثیر و کان کو لاکھوں روپے کی منشیات سپلائی والی تنظیم گولڈمین کا ایک رکن میں بھی ہوں۔ میں سے تذکرہ کر دیا ہے۔ اور اس کے بعد کوشش، تم اندازہ کر اس کی ذہنی کیفیات کیا ہوگی اگر بہر طور اس نے اس سنگھال رکھائے مگر بنے اس دوران کوئی کارروائی جو ہو کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن تمہیں یقیناً اس بات اطمینان ہوگا کہ اس کارروائی کے اسے مستحق نتائج جیگانہ شکست اب اس کا مقدر بن چکی ہے اور وہ کسی بھی خلاف اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں نے کھیل کا چیلنج کیا ہے۔ بات کوئی خاص نہیں تھی، نے خود ہی اس کا تذکرہ کیا تھا، مجھے پیش کش کی تھی اس سے کہہ دیا تھا کہ ہمارا اس کا مقدر ہے اور اس کے جب چاہے آئے۔“

”میں سمجھ رہی ہوں۔ میں سمجھ رہی ہوں۔“

”بس کوشش تم تیار ہو جاؤ، تمہیں اپنی زندگی کا کھیل پیش کرنا ہے، ممکن ہے رادھن سنگھ بھی اس انتظار کرے آئے۔“

اطمینان رکھو جیسا، اگر میں جیت نہ سکی تو خود کو گئی کوشش نے کہا۔

”ارے نہیں اتنا جبرانی ہونے کی ضرورت نہیں تو تمہیں اس سے متعارف کرانا ہے، تم ڈرا غور کرنے صورت دیکھ کر اس پر کیا بیٹے گی۔ اس کا اندازہ کر کے یقیناً مسترت ہوگی۔“

ہاں میں جانتی ہوں کوشش نے مفروضہ لیجے میں کہا اس کے لیے لٹھے کے لیے خوف کے آثار نظر نہیں آتے تھے بہادر رولنگ مقصد کے لیے جان دینا جاتی تھی اس پر جو تیزی تھی اس کے میں میں جانتا تھا لیکن میں درحقیقت اسے مکمل طور پر سمجھتا تھا اس ساری کارروائی میں جس بے جا رہی کا کوئی نہیں تھا۔

بہر طور کنور رادھن سنگھ کی طرف سے ایک ہفتے کے ایسی کارروائی نہیں ہوئی جو قابل گرفت ہوئی یعنی طور پر ان باج آدمیوں کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو گا جینا اس کو کوشش کے گرد پھیلا یا تھا اور رادھن اسے کوئی پیرہ نہیں تھا

انے یہ اندازہ بھی لگایا ہوگا کہ گولڈمین نامی تنظیم میں نہیں ہے۔ سورج گرہن کی طرف سے اس سلسلے میں کیا کارروائی ہو گئی اس کی اطلاع مجھے جوزف سے ملتی تھی لیکن جوزف سے اس سلسلے میں کوئی رابطہ نہیں قائم ہو سکا تھا میں نے ٹیڑھی سے اس سلسلے میں بات چیت کی اور معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ ف کی طرف سے کوئی بیہوش کیوں نہیں موصول ہوا۔

”جوزف خیریت سے ہے چیف، ابھی تک وہ کوئی خاص نہیں معلوم کر سکا آپ کہیں تو اس سے رابطہ قائم کرنے کی فکریں کی جائے۔“

”اس کی پوزیشن محفوظ رکھ کر میں نے کہا،“

”آپ مطمئن رہیں میں دس گھنٹوں کے بعد اس سلسلے میں پورے پورے پیش کر دوں گا۔ ٹیڑھی نے کہا اور تقریباً تین گھنٹے کے بعد اس نے اس سلسلے میں مجھے اطلاع دی۔“

”جوزف سے رابطہ قائم ہو گیا ہے چیف۔ رادھن سنگھ اور ان کے یہاں نہیں رہا ہے وہ ایک بار بھی کوٹھی نہیں آیا۔“

”یہاں پر سات دن سے غائب ہے یہ نہیں معلوم کہاں گیا۔“

”جی کی معلومات معمول کے مطابق ہیں۔ اس لیے ہی جوزف نے اپنی اطلاع نہیں دی۔“

”اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ سورج گرہن تنظیم کے ارکان کو توڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔“

”چیف، ایک سوال کرنا چاہتا ہوں آپ سے، ہ۔“

”ہاں۔“

”کیا آپ اس پوری تنظیم کو ختم کرنے کے درپے ہیں یا آپ کا حوالہ رادھن سنگھ سے ہے۔“

”نہیں ٹیڑھی مسئلہ رادھن سنگھ ہی سے ہے لیکن سورج گرہن کے خلاف سلسلے عمل کرتے رہنا ہے تاکہ اس کی تربیت ختم ہو جائے پھر اگر وہ باقی بچے کسی جو اب بھی اس کے ارکان ہمارے مقابلے پر آئیں ہم ان سے نمٹ لیں گے اس وقت تو صرف رادھن سنگھ ہی ہمارے مقابلے پر ہے۔“

”اوکے چیف۔ بس یہی معلوم کرنا تھا مجھے۔ جوزف نے جواب دیا۔“

”مزید دو دن گزرے رادھن سنگھ کی طرف سے کوئی بیہوش موصول نہیں ہوا تھا لیکن تیسرے دن صبح ساڑھے دس بجے رادھن سنگھ کا بیہوش موصول ہوا۔“

”یہ لو راجہ صاحب، میں کنور رادھن سنگھ بل رہا ہوں۔“

”اوہ۔ جو۔ رادھن سنگھ۔ آپ واپس آگئے کنور صاحب، میرا خیال تھا کہ آپ اب شاید کبھی واپس نہیں آئیں گے۔“

”محققانہ ضابطہ کو دل میں جگ نہیں دینی چاہیے راجہ صاحب کسی شخص کے بارے میں بہتر رہتا ہے کہ مکمل معلومات حاصل کر لی جائیں لیکن اوقات ناواقفیت زندگی کی دشمن بھی بن جاتی ہے رادھن سنگھ کا بچہ تملایا ہوا تھا۔“

”ہاں۔ ہاں۔ یہ تو آپ نے ٹھیک کہا خیر کوئی بات نہیں ہے آپ کو میرے یہ الفاظ ناگوار گوار سے ہیں تو؟“

”نہیں نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے میرا ہے اور آپ کے درمیان پچھلی ملاقات میں ایک گفتگو ہوئی تھی راجہ صاحب۔“

”ہاں۔ شاید تماش کے کھیل کے سلسلے میں میں نے کہا،“

”یقیناً“

”تو کیا آپ کو اس بات پر یقین ہو گیا ہے کہ میں آپ کے مقابلے پر کھیل سکتا ہوں۔ میں نے کہا۔“

”ہاں۔ اس کی کبھی کبھہ وجوہ ہیں دراصل اس دوران میں نے کثیر و کان سے ملاقات کر لی ہے اور مجھے اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ منشیات کے کچھ ذخیرے اس کے ہاتھوں ذریعہ کیے گئے ہیں جنہی بڑی رقم کی بیخبر و کان نے سمجھ بتائی اس سے اندازہ ہوا کہ کم از کم وہ رقم تو آپ ہاں ہی رکھتے ہیں۔ رادھن سنگھ نے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا پھر میں نے سکر لٹے ہوئے کہا۔“

بڑی تگ و دو کر رہے ہیں آپ میرے لیے کنور رادھن سنگھ صاحب میری خاطر آپ کو ہانگ کا ہانگ جانا بیٹے گا۔ آپ کے پاس نہیں، اصل کیتھ، ہر کس کی خاطر ہے۔“

عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

طوفان

ڈائجسٹوں میں شائع ہو گیا، براہ راست تم سے منگولیں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۱۰۳، اردو بازار لاہور

اس دنیا میں رہنا ہی نہیں چاہتا تھا حالانکہ میرے ساتھ کام کرتے بھرتے اسے سکون ہی سکون تھا۔ لیکن وہ بے چارہ شاید ابدی سکون کا خواہش مند تھا۔

”اوہ اوہ اوہ۔ آپ اسے جا کر موت کی ہینڈ سلائے؟“ کسی بائیں کر رہے ہیں راجہ صاحب جھلا جھکے کسی کو مارنے کی کیا ضرورت ہے سنا ہے بے چارہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ خیر چھوڑیں ان باتوں کو۔ ہمارے اور آپ کے درمیان ملاقات کب ہو رہی ہے۔

جھلا جھکے کیا اعتراض ہو سکتا ہے کہ راجہ صاحب آپ جاویں تو پھر آج ہی رات کیوں نہ کر میں کلب میں جین سنا ڈال جاؤں۔

میں اس کے لیے مکمل طور پر تیار ہوں میں نے جواب دیا۔ تو جھیکے سے رات کو ساڑھے آٹھ بجے کلب کے سارے ممبران آپ کا استقبال کریں گے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک تاریخی کھیل ہوگا۔ راجہ صاحب نے کہا۔

میں حاضر ہو جاؤں گا کنور راجہ صاحب سچے جی میں نے جواب دیا اور ٹیلی فون بند ہو گیا۔ میں نے بھی ریسیور کھینچ دیا تھا۔ پھر میں رات کے بارے میں سوچنے لگا کچھ خصوصی تیاریاں بھی کرنی تھیں اس سلسلے میں چنانچہ ٹیڈی کو خصوصی طور پر طلب کر کے میں نے آج رات کے پروگرام کے بارے میں اطلاع دی اور اس سے کافی دیر تک گفتگو کرتا رہا۔

یہ معلوم کرنا ہے راجہ صاحب کہ اگر اس کی طرف سے کوئی جرمانہ کا رد وانی ہو تو وہیں اس کے جواب میں کیا جواب دینا ہے۔ جو تمہارا دل چاہے لیکن کسی بھی طرح منظر عام پر آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

”آپ اطمینان رکھیں۔ ٹیڈی بولا اسے رخصت کرنے کے بعد میں نے کوشل کو اپنے پاس طلب کر لیا۔“

”کوشل۔ آج رات تمہارا امتحان ہے۔ کیا اس سے رابطہ قائم ہو گیا، کوشل نے پوچھا۔“

”ہاں“

”ٹھیک ہے میں تیار ہوں“

تعارف کوشل کماری کے کرکٹوں کا اور اس کی حالت قابل گئی لیکن نہیں اپنے چہرے سے اور اپنی سبھی حرکت سے بات کا اظہار نہیں ہونے دینا کرتی کسی بھی طرح خائف اس کے لیے دل میں انتقام کا جذبہ رکھتی ہو بائیں جن میں اس سے ملو گی یہی ہماری جیت ہے کہ ہم اسے شہید یا کاشاکار کریں کوشل چند چٹھیا خاموش رہی پھر اس نے کہا اطمینان رکھو۔ نواز ایسا ہی ہوگا۔

بہر طور ٹیڈی نے شام کو ساڑھے چھ بجے مجھے اطلاع کلب کے اظرف پوری طرح مضبوط کر دینے کے ہیں چند سے ہمارے آدنی کلب میں داخل ہوتے رہے ہیں۔

چند افراد کو کلب سے اغوا کر لیا گیا ہے اور ان کے ہمارے آدمیوں نے اسے لی تاکہ اندرونی طور پر راز گریٹ ہو تو اس سے نمٹا جائے ٹیڈی کی اس اطلاع کے میں بہت مطمئن ہو گیا تھا۔

خفا کو تیار ہو کر ہم دونوں باہر نکلے سے میری ٹیڈی کا رگین کلب کی جانب دوڑنے لگی اسے یہاں تک سناچی ڈرائیو کر رہا تھا کوشل نے ایک حسین سفید راجہ ہوتی تھی جس میں اس کی شخصیت انتہائی پروقار نظر آ رہی کافی دیر تک ہم اس موضوع گفتگو کرتے رہے پھر جب رگین کلب کی عمارت میں داخل ہوئی تو وہاں واقعی میرا کی اعلیٰ تیاریاں کی گئی تھیں۔

میں نے راجہ صاحب کے ایک خاص آدمی کو وہاں جو میرے استقبال کے لیے موجود تھا اس نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”میں کنور جی کا مسکر ٹیڈی ہوں“

”کیوں کیا کنور صاحب نہیں آتے۔ میں نے سوال کیا۔“

”نہیں۔ کنور صاحب آچکے ہیں۔ وہ اندر آپ کا کر رہے ہیں سکر ٹیڈی نے جواب دیا اور میں مسکراتا ہوا داخل ہو گیا۔ کوشل میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ہم ہال میں پہنچے تو لوگوں نے تالیاں بجا کر ہمارا استقبال کیا شاید آج کے پروگرام کنور راجہ صاحب نے خاصا پرچار کر دیا تھا اور اس کی سچی بات پر آج کلب میں صرف ایک ہی بڑی میز چھائی گئی تھی کنور راجہ صاحب نے مجھے دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں کوشل کی جانب ہونے لگیں کوشل کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو اس کے ذہن میں کوشل

نہیں ابھی لیکن دوسرے لمحے شاید سے کوشل کا چہرہ یاد آ گیا تھا میں اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کو دیکھ رہا تھا وہ پھر سرخ ہو گیا تھا دیر تک وہ دنیا و مافیہا کو بھول کر کوشل کی جانب متوجہ ہو رہا تھا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔

”آپ کی مسز راجہ صاحب۔ اس نے سوال کیا۔“

”یہ کون ہیں؟“

”اوہ۔ سواری کوشل کماری۔ یہ راجہ صاحب کی بیٹی ہیں۔“

”ہاں میرا خیال ہے ہم ایک دوسرے سے بخوبی واقف ہیں اس نے آہستہ سے کہا۔“

”ناگھن۔ کوشل کماری سے آپ کیا واقف ہو سکتے ہیں کنور صاحب ان کے وجود کی گہرائیوں میں تو شاید آج تک کوئی انسان نہیں جھانک سکا۔“

ان کا وجود اس کی گہرائیاں۔ شاید کنور راجہ صاحب نے دل بزرگ کی جانب بڑھتے بڑھتے کہا۔ اور پھر ایک کرسی گھٹ کر بیٹھ گیا۔

”تشریف رکھیے راجہ صاحب۔ آپ یقینی طور پر اپنے لیے بہرگوئم قریب دے کر آتے ہوں گے آج ہمارے درمیان تاش کے کھیل کا مقابلہ ہے۔“

”ہاں کوشل کماری سے بھی اس کا تذکرہ ہوا میں نے ان سے کہا کہ کنور راجہ صاحب نے نامی ایک صاحب مجھ سے تاش کھیل کر جیتنا چاہتے ہیں یہ کہنے لگی کہ تاش کھیل بھی کھیل ہی ہے اس میں جو کچھ لوگ سنا مشکل کام ہے بچوں کو باآسانی بے وقوف بنانا جا سکتا ہے تاش کے کھیل میں کوشل کماری بھی خاصی دلچسپی

رکھتی ہیں۔“

”اوہ۔ بہت ماڈرن ہیں یہ۔ واقعی بہت حیرت ہوتی نہیں دیکھ کر کہ لوگ راجہ صاحب نے جملہ ادھر راجہ صاحب دیکھا تھا۔“

”جی ہاں۔ آپ کچھ کہہ رہے تھے میں نے کہا۔“

”جو کچھ میں کہہ رہا تھا شاید ان کے علاوہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا اس لیے رہنے دیں بات ایسی ہونی چاہیے جو سب کی سمجھ میں آسے۔“

”تو اس کے لیے تاش کھیل ہی سب سے زیادہ مناسب ہے۔“

”کون سا کھیل کھیلے گے آپ۔“

”فلیش۔ کنور راجہ صاحب نے کہا۔“

”آپ کے کچھ ساتھی بھی ہوں گے۔“

”ہاں چند لوگ ہمارے ساتھ کھیلے گے ظاہر ہے یہ دو ڈاکوئل کے درمیان کھیل تو نہیں ہے۔“

”ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“

”میرے اپنے آدمی ہوں گے۔ میری رقم سے کھیلے گے اور جیت کی رقم مجھے دیں گے آپ کا کیا خیال ہے اس سلسلے میں راجہ صاحب آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہوگا۔“

”نہیں نہیں۔ آپ سب لوگ مل کر اگر میری یہ تھوڑی سی رقم جیت لیں گے تو مجھ اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”تو پھر وہ تھوڑی سی رقم آپ سب لے لیں گے کنور راجہ صاحب نے کہا اور میں نے ہاتھ اور ہر کے اشارہ کیا میرے دو آدمی نوٹوں کی لاتعداد گڈیاں بٹھائے ہوئے اندر داخل ہوتے یہ گڈیاں ایک علیحدہ میز پر سجادی گئی تھیں۔ راجہ صاحب نے انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔“

”گڈے کیتھرو کاٹن زندہ باد۔“

”مجھے تمہاری خوشیوں کا اندازہ ہے۔ راجہ صاحب نے کہا اور اس نے اپنے وقت کا انٹوس سٹیج میں جاتا ہوں کہ ہر جیت تمہارے لیے کوئی قیمت نہیں رکھتی لیکن ہاں کا نام ہی بڑا ہوتا ہے۔ اور پھر یہ اتنے سارے لوگ جو تمہارے ارادہ کر دیکھتے ہوئے ہیں اور جو نہیں پروتار دیکھنے کے خواہش مند ہوں گے ہمارے ہوتے شخص کا وہی رتو بڑھ جاتا ہے۔ میں نے چوٹ کی اور راجہ صاحب نے ہاتھ لگایا۔“

”تمہارے لیے میں نے اپنے آپ میں بڑی تبدیلیاں پیدا کی ہیں راجہ۔ بہر طور ٹھیک ہے ہمارے درمیان یہ کھیل تو میرا خیال ہے بے عرصے جاری رہے گا۔“

کہ وہ اس سلسلے میں اپنے طور پر کسی قدر طمانان رکھے لیتنا جو کچھ ہوگا بہترین ہوگا۔
 پروردگیاں ابرہہ کے سلیمان شاہ کا ایک پیغام ملے ملا جس میں اس نے کہا تھا کہ ان کے لیے ایسی چیزیں بھیجی ہیں جنہیں دیکھ کر وہ شہد بابر جرنالہ نہ کہے جتنا کہ بہتر ہے کہ کسی کو اس کی مدد کے لیے بھیج دیا جائے اور وہ کوئی ذہن آدمی ہو۔

سرکاری یروچیکٹ کا معاملہ تھا اگر کوئی گڑبڑ ہو جاتی تو گولڈمین کی ساکھ متاثر نہ ہوتی تھی اور میں نے جب خود کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ اگر گولڈمین چھکے یا سورج گرہن نے ایسی کوئی حرکت کر ڈالی تو دو حقیقت گولڈمین کو ناقابلِ طمانان نقصان پہنچے گا۔

چنانچہ میں نے اس سلسلے میں بیڈی سے مشورہ کیا اور بیڈی نے مجھے پیش کش کی کہ وہ گولڈمین کے ساتھ ساتھ ساتھ ٹھکانے کی طرف ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ میں نے یہ بات مناسب نہیں سمجھی اور اس کے مشورے سے چند آدمیوں کے ساتھ خود پر وچیکٹ ابرہہ کی طرف روانہ ہو گیا۔
 کوشش کر رہی تھی کہ میں نے اس کی مدد نہ کی ساتھ لے لیا تھا میں خود جا کر سلیمان شاہ سے ملنا چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا صورت حال ہے جس نے اسے پریشان کر دیا ہے۔

سلیمان شاہ نے پر وچیکٹ ابرہہ کے علاقے میں اپنا ایک دفتر بنا لیا تھا اور وہیں اس نے ایک عمارت تعمیر کر لی تھی اسی عمارت میں سلیمان شاہ سے ملاقات کی ان نے نہایت پر جوش انداز میں اور جسے احترام سے براہِ استقبال کہا تھا۔
 ”سر آپ خود تشریف لے آئیں گے اس کا مجھے اندازہ ہٹیں تھا۔“

”ہاں سلیمان شاہ کچھ ایسی ہی مصروفیات تھیں دوسرے لوگوں کا کہ میں نے سوچا خود ہی تم سے ملاقات کروں اور کہا صورت حال تھی جس کی وجہ سے کم آتشویش زدہ ہو گئے تھے۔
 سو برسے تو توں سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں جناب۔ میں لوگوں کو سکھانا یا بذاتِ خود جو دے جا رہا ہوں نے اپنے خاص کرگوں کو کسی کام میں مصروف کر رکھا ہے۔ وہ کہاں ہے اس سلسلے میں میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں رکھا سکا۔ حالانکہ میں نے اسے تلاش کرنے کی بہت کوشش کی ہے

اور اسل بہاں اور اس جگہ کے اطراف میں سے نہا مارتا رہی ہوتی ہیں جن میں سرکاری اور نیم سرکاری لوگ رہتے کچھ ایسے سرمایہ دار بھی ہیں جنہوں نے بہاں اپنے اپنے کاروبار کو تعمیر کر رکھا ہے اور وہاں طویلے گزروں کے موسم میں لوگ یہاں بیرو سیاحت کی غرض سے آ جا کر رہتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ مادوں کے ٹھکانے چینیٹ۔ یا اس کا کوئی نمائندہ کس جگہ بہاں مقیم ہے۔“

”وہ صورت حال کیا تھی جس نے تمہیں پریشان کر دیا؟“ آپ کو علم ہے جناب کہ پر وچیکٹ ابرہہ کے علاقے کام بہت تیز رفتاری سے شروع ہو گیا ہے ہم نے تمام ہتھیاروں کو تیار کرنے کے بعد گولڈمین شروع کر دی ہے اور اندازے کے فضل سے اسے مختصر وقت میں ہمارا آنا کام طے پا رہا ہے جتنا ہم اس سے نہیں زیادہ وقت میں کر سکتے تھے۔“
 ”ہاں۔ مجھے اس کے بارے میں سلسلہ پرورش میں مل رہی ہے اور میں خود بھی ابھی ان علاقوں کا جائزہ لوں گا۔ لیکن اتنی تشریح کی بات پھر رہے تھی۔“

”جناب عالی ایک ذریعہ تعمیر عمارت کے پاس تھے ایک ناز نظر لیا جس کا ایک سرمایہ دار رکھا ہوا تھا نظارہ تو ایک خاص بات نہیں تھی بس تو بھئی محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ناسا کا ٹھکانا پڑا ہوا ہے لیکن جب میں اسے سے پہنچ گیا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ نارمان عمارتوں کے بیچ سے رہا ہے جن کی تعمیر ہم نے شروع کر دی ہے۔ یہ ناز کا ایک ٹیکہ کیا ہے اور اس انداز میں گیا ہے اس کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس کے دوسرے سرے کو جب میں نے تلاش کیا تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی کہ دو برسے تو کیبلز زمین میں پیڑھے ہوئے ہیں اور ان ہی میں سے وہ ناز منسلک تھا۔“

یکہیلز جب ہم نے ان کی کھدائی کی تو تقریباً ایک ٹیک چلے گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے وہ جگہ بند کر دی چونکہ جس جگہ تک وہ گئے ہیں وہ پھر سے بڑے اور با علاقے میں ہے اور اس کے سلسلے میں ہمیں مزید کاروائی کرنا ہوتی کی ممکن ہے ہمیں چند عمارتوں کو بھی دیکھنا پڑے گا۔“
 ”یکہیلز۔ تار۔ میں نے تجھ کو اندازہ نہیں کہا۔ یہ سچی بات جناب۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ تار بہت تیزی اور دو سرنگ سے بھی منسلک ہو سکتے ہیں یا سرنگ آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا میرے کہنے کا کہ ان علاقے

کے بیچے سے گزرتی ہے جنہیں ہم تعمیر کر رہے ہیں۔ ایک ٹیکے میں راول وہاں کر دیا گیا تھا۔ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ یہ سورج گرہن ہی کی کاروائی سے وہ علاقوں کی تعمیر کا انتظار کر رہے تھے اور علاقوں کے عمارتوں کی تعمیر سے پہلے اپنا کام مکمل کر لیا تھا لہذا کسی خاص حصے میں ڈانٹا ماریٹ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہوگا اور اس کے بعد جب عمارتیں تعمیر تک پہنچ جائیں گی تو ڈانٹا ماریٹ کے ذخیرے سے ان عمارتوں کو ڈانٹا دیا جائے گا۔

اس طرح طویل عرصے میں جو کاروائی مکمل کرنے کے بعد ہمیں اس کی پوزیشن جو حکومت کو دینا تھی وہ متاثر ہوئی اور ہماری حیثیت تقریباً ناکارہ ہو جاتی۔

سلیمان شاہ واقعی ذہن آدمی تھا جس نے تار کے ایک چھوٹے سے حصے سے اتنی جبری سازش کا سراغ لگا لیا تھا۔

”میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا سر کہ اب اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“
 ”ڈانٹا ماریٹ کے ذخیرے سے ان کیسیلوں کو کس طرح منسلک کیا جائے سلیمان اس کے بارے میں کوئی اندازہ کس طرح لگا جائے؟“

”یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے جناب بظاہر ہے کہ ہم اس تار کے سہارے سہارے بہت دور تک جا کر ڈانٹا ماریٹ کے ذخیرے کو پھینکے گا وہ فوج نہیں دیں گے کہ ہم تاروں کو ٹھکانے ہی سے منقطع کر دیتے ہیں اب اس کے بعد اس سلسلے میں ہم مزید کوششیں کریں گے۔“

”بہتر ہے تو نذر و گرام ہے لیکن تاروں کے اس حصے کو عمارتوں کے اندرونی علاقوں میں منقطع کر دینا تو صرف ایک ہے کہ ہمیں تعمیر کرنے والے مزدوروں میں سورج گرہن کے افراد شامل نہ ہوں۔“

”یقیناً جناب۔ اس کی خاص طور سے نگرانی کی جانی ہے اور میں اس سلسلے میں اپنے آدمیوں کے ذریعے مزدوروں کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا ہوں۔“
 ”کوئی مشورہ شخصیت ملے۔“

”ابھی نہیں۔ ممکن ہے مزدوروں میں کوئی ایسا آدمی شامل نہ ہو جو کہا جا سکتا ہے۔“
 ”اس کے باوجود ہم اس شبہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے تب سے پہلے سلیمان شاہ آج رات کو ہی کو ڈانٹا ماریٹ سے

منسلک کیبل کو کاٹ کر اسے ناکارہ کر دو اس کے بعد پھر سے منسلک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔“

رات کو سلیمان شاہ ہمیں اور کوشش یمنوں ہی اس کام کی نگرانی کرنے کے لیے سلیمان شاہ نے اپنے یمن ماس آدمیوں کو اس کام کے لیے مخصوص کر لیا تھا جو زمین کی کھدائی کر کے کیبل کو تلاش کرنے جا رہے تھے۔ کافی مونتائیکہل تھا جس میں طرح طرح کے تار لگے ہوئے تھے تقریباً ڈانٹا ماریٹ کا حال اس پر سے پر وچیکٹ ابرہہ میں پھیلا گیا تھا جس کی تعمیر ہم کر رہے تھے۔

تعمیری دیر کے بعد ہم ایک ذریعہ تعمیر عمارت کے پاس پہنچے تھے یہاں ایک گھر سے ایک مونتائیکہل گزر رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے وہاں سے زمین سے کھینچا اور اس کو دیباہان سے کاٹ کر اس کے تاریخی عہدہ کر دیے اس طرح کم از کم اس کا سلسلہ لاشنگ ابرہہ سے کٹ گیا تھا۔

اس کے بعد ہم نے تقریباً آدھی رات تک یہ کوششیں جاری رکھیں اور بالآخر ایک بہت بڑی عمارت کے پاس پہنچ گئے جس کی تعمیر سب سے زیادہ مکمل ہو گئی تھی۔ عمارت کے زمین جیسے ایک چوکور خانہ نظر آیا جس کو ڈسٹرا اوکھو اور وہاں ایک سیاہ رنگ کا لوبہ کا ڈھکن ملا جب اس ڈھکن کو اٹھا کر ہم لوگ نیچے اترے تو ہماری آنکھیں شدت حیرت سے کھلی گئی تھیں۔

یہ بہت بڑی عمارت تھی جس کو ڈسٹرا اوکھو نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ یہاں بہت بڑا ڈانٹا ماریٹ کا ذخیرہ لگا دیا گیا تھا۔ اور اس سے منسلک ناسا مختلف شاخوں میں دو در دو تک پھیل گئے تھے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی جاہ کار نہیں تھا کہ سمجھنے کے لیے اس کا انتظار کیا جائے اور اس کے بعد عمارت کے پورے علاقے کو جیک جیک سے کھدوا کر ڈانٹا ماریٹ کے ذخیرے تلاش کیے جائیں۔

چنانچہ دوسروں اور تیرہ دنوں بھی اس کام میں گزر رہے تھے تقریباً تو ایسی جگہیں ملی تھیں جہاں ڈانٹا ماریٹ کے ذخائر پوشیدہ تھے اور ان کا سلسلہ کسی خاص جگہ سے جاملتا تھا۔

جانب تھا جہاں چند عمارتیں اب بھی نہایت شاندار تھیں۔
میں موجود تھیں یہ عمارتیں بے شک قدیم تھیں اور سرخ
نکھوڑی اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں لیکن اب بھی ان میں
کافی جان بچی اور وہ بہت مقبوط نظر آ رہی تھیں۔
ایک عمارت تک پہنچنے کے بعد کیریل تار کا ایک سلسلہ توڑنا
ختم ہو گیا اور میں یہ اندازہ لگا سکا کہ وہ عمارتیں ہونی
کی یہ وہی عمارت ہے جہاں سے یہ کاروانی کی جا رہی ہے۔
میں نے اپنے باقی کام کو بعد کے لیے ملتوی کر دیا اور
ہم وہاں سے واپس چل پڑے جب میں اپنی رائٹنگ گاہ پر
پہنچا جو ایسی ہی ایک قدیم عمارت میں کیریل کی کئی ٹوٹے
وہاں ایک عجیب سا ستان یا محسوس ہوا میں اس وقت تنہا
ہی تھا تجلے کیوں مجھے احساس ہوا کہ کوئی ایسی خاص بات
ہے جو لفظی طور پر میرے لیے غیر متوقع ہے کوشل اس عمارت
میں تھی اور میں اسے پہلی چھوڑ گیا تھا ایک لمحے کے لیے میں
خوفزدہ ہو گیا پھر جب میں اندر داخل ہوا تو کوشل کے کمرے
میں اس کے کچھ لوگوں کو دیکھا میں نے قدامت سے
اندازہ لگا لیا کہ ان میں سے ایک کم از کم رادھن سنگھ ہے اور
دوسرے کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن دیکر
آدمی کا چہرہ میرے سامنے تھا ہیچکے ہونے کاوں دلال ایک
لمبا سا آدمی تھا جس کے پاسے میں کچھ کچھ نہیں آتا تھا کہ
کون سی نسل اور کون سی ذات سے تعلق رکھتا تھا وہ کنور
رادھن سنگھ کے غضب میں کھڑا ہوا تھا۔ رادھن سنگھ کے ہر سے
پر ایک سیاہ نقاب بجا ہوا تھا کھڑے ہوئے آدمی نے میری
طرف دیکھا اور پھر رادھن سنگھ کی آواز ابھری۔
"اوہ۔۔۔ راجہ صاحب! کئی شریف لائے۔ کئی شریف لائے،
"کمال ہے رادھن سنگھ تم نے جبر سے بر لقااب بھی
لگائی ہوئی ہے ادا پتی آدمی میں تبدیل کرنے کی کوشش بھی
نہیں کی ہے"
"نقاب میں نے آپ کے لیے نہیں لگائی تھی راجہ جی"
رادھن سنگھ نے اپنے چہرے۔ نقاب چھین لی اور اس کے
بعد وہ مجھے گھورتے لگا۔ وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میں کون سا
کا آدمی ہوں اور لڑائی بھڑائی کے سلسلے میں میری کیا حیثیت
ہے۔
"ہوں۔ تو آپ یہاں بروجیکٹ کی تیاریاں کر رہے
ہیں اور آپ نے یہ بھی پتہ لگا لیا کہ ہم نے بروجیکٹ تیار کرنے
کی کاروائی کی تھی لیکن آپ کا کیا خیال ہے کیا آپ ہماری

"دولت کہاں سے آئی راجہ جی یا کنور رادھن سنگھ نے
اپنے مخصوص انداز میں پوچھا۔
"یہ سوال پوچھنے کا نہیں کیا تھا ہے۔"
"اس وقت مجھے تمہارے بیٹوں پر پروردگار کا حق ہے
راجہ جی ہمارا راجہ حراؤ کے ساری گمانیاں اپنے سینے میں رکھ
سے جانے دو کہ ہرگز ہے کچھ تناؤ۔ نعم ہے بیٹوں ہی مل
جائے اور رادھن سنگھ بولا۔
میں اس کی کیفیت کا ابھی طرح جائزہ لے رہا تھا بہت
زیادہ خوش فیوں کا شکار ہو گیا تھا بے وقوف آدمی لیکن اس
وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے سینے میں کیا چیز موجود ہے اور
اس کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک ہو سکتا ہے۔
"جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو" رادھن
سنگھ نے کہا۔
"چلو بیٹیک سے بات بھی تمہاری ابھی کہی ہے یہ کہنا
چاہتے ہیں ہمارا کہ کوئی کون ہے؟"
"اپنے تنظیم کا نام ہے۔"
"اس تنظیم کا سربراہ کون ہے؟"
"اگر میں تم سے یہ سوال کروں رادھن سنگھ جی کہ سورج
گردن کیا چیز ہے؟ تو تم کہا کہ گے"
"ہم بھی یہی کہیں گے کہ یہ ایک تنظیم ہے"
"اور اس تنظیم کا سربراہ کون ہے؟" میں نے یہی سوال کیا۔
"ہاں۔ یہ بات تم نے۔ ایسی پوچھ لی لیکن اب تمہیں
بتانے میں ہوں کہ وہی آدمی نہیں ہے ہمارا راجہ اس سے پہلے اس
تنظیم کا سربراہ نشیونت رائے تھا لیکن وہ اپنے نام ضرورتاً
ہوگا کہ تم نے یہی چیز نہیں تھا دنیا کے بہت سے ملکوں میں
اس کا نام سنا جاتا رہا ہے لیکن رہنے والا ہمارے ہاں کا تھا وہ
بے چارہ بڑا ہی اچھا آدمی تھا بڑی عمدگی سے اس نے اس
تنظیم کو چلایا۔ اور اس تنظیم کے ذرا مختلف طریقے کار تھے اس
کا کوئی ایک سربراہ نہیں ہوتا تھا اس میں سربراہوں پر مشتمل تنظیم
بڑی اچھی حیثیت سے اپنا کام انجام دے رہی تھی سربراہ کی
الگ الگ ذمہ داریاں تھیں الگ الگ علاقے تھے ہوتے تھے
اس کے لیکن نشیونت رائے مرزا ان سب میں بھوت بڑھی۔
ہم اس کے عجیبے آدمی تھے۔ بات طے نہیں ہوئی کہ نشیونت
رائے کی جگہ کی وہی جانے جو کہ وہ بہر طور اس تنظیم کا بانی تھا۔
بہر طور اس کے بعد ہم نے سوچا کہ خود ہی آگے بڑھ کر کچھ
کہاں نام لے کر ہمارا راجہ جی کہ ہم نے ان پانچ سربراہوں کو

ختم کر دیا یا انہوں نے منظر عام پر نہیں تھے ان کے نام کسی کے علم
میں نہیں تھے ان پانچوں کو مارنے کے لیے مجھے تم ہی رہ
گئے تھے جو اس تنظیم کو سنبھال کے سو ہم نے تنظیم سنبھال لی اور
اب شاید کسی کو بھی یہ بات پتہ نہیں ہے سوائے تمہارے کے
سورج گردن کے سربراہ ہم ہیں۔"
"ہمارے احکامات پر عمل ہوتا ہے ہم مختلف طریقوں
سے ان سائلوں و حضروں کو احکامات دینے میں جو ہمارے لیے
پہلے دوسرے لوگوں کی سربراہی میں کام کرتے کسی کو پتہ
کبھی نہیں چل سکا کہ اصل صورت حال کیا ہو گئی اور ہم نے ہر سارا
کاروبار خود سنبھال لیا"
"واہ۔ رادھن سنگھ جی آپ تو واقعی بہت ہی چالاک
آدمی ہیں۔"
"اب جو کچھ بھی کہہ لو لیکن تم بے وقوف ہو جو ہمارے
رائے میں آگے بھلاؤ گڈین کہا جیست رکھتے ہے ہمارے
سامنے جب چاہیں گے اسے لوار بنائیں گے۔"
"ایسا ہی نکلے گا کنور رادھن سنگھ جی لیکن ایک بات
آپ کے ذہن سے نکل گئی؟"
"ہاں۔"
"وہ یہ کہ آپ کو بھی کوئی شخص لوار بنا سکتا ہے"
"ارے نہیں نہیں جیسا تم نے امرت جلی پی لیا ہے ہم
بہ نہیں مرس گئے گئے تم"
"ہو سکتا ہے بہر طور اور کہا جتا چلتے ہیں آپ؟"
"ارے اچھی کہنے کہا ہی کیا ہے۔ یہ تناؤ کو گڈین کا
سربراہ کون ہے۔ ہم نے تو اپنی بات تبادلی ہے۔"
"اگر آپ جاننا ہی چاہتے ہیں تو پھر سمجھ لیتے ہیں سربراہ
ہوں۔"
"سمجھ کر لیسا، لیکن تھا ہمیں اور ہمارا خیال ہے کہ آہستہ
آہستہ تمہارے لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش خود کی ہے
اگر تم چاہتے تو گڈین میں کے سربراہ کا نام بھی منظر عام پر نہیں
آتا اب تم سورج گردن کیسے آدمی تھے جو گڈین میں کے نام پر کام کر رہے
تھے اور سر جگہ تم ہی روئنا اس پر ہر سے اس کے سے یہ اندازہ لگانے
میں بھلا کسی کو وقت ہوتی کو گڈین میں کے سربراہ تم ہو۔"
"چلو اب تو تمہیں معلوم ہو گیا۔"
"ہاں سرگرم بھی بہت سی باتیں رہ گئی ہیں پوچھو کہو۔"
"پوچھو۔ پوچھو وہ بھی پوچھو۔"
"کیسے کوئی ان کے ہاتھوں نشیونت کا ذخیرہ کس نے چاہا تھا؟

میرا یہ اندازہ بھی غلط نہیں لگا کر کھے کوشل کے ساتھ ہی بند کیا جائے گی یقینی طور پر اسے فاصلے پر اس عمارت میں لے کر رہتا ہے۔ خالصتاً نہیں ہوں گے۔ چنانچہ یقینی طور پر کوشل کے ساتھ ہی قید کیا گیا تھا اور جس کمرے میں مجھے قید کیا گیا کوشل وہاں بیٹھے سے جو دو بجی وہ ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی اور ہر اسان نظر آ رہی تھی مجھے دیکھ کر اس کے منحنی سے ملکی سی آواز نکل گئی مجھے لانے والوں نے باہر سے کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔

بہر طور جب وہ چلے گئے تو میں کوشل کی طرف متوجہ ہوا اور مسکراتے لگا۔

”تم بھی بیٹیا۔ تم بھی“

”نروس ہو رہی ہو کوشل“

”نہیں بھتیجا تمہارے آجانے سے اب مجھے کوئی خوف نہیں رہا لیکن ہم یقیناً گئے گی مگر اچھے منگھ کے ہاتھوں“

”ہاں کوشل۔ فی الحال تو تم یہی سمجھو میں نے جواب دیا۔“

”لیکن بھتیجا۔ اب کیا ہوگا؟“

”کچھ نہیں۔ ہم یہاں سے نکل جائیں گے کام دی ہوگا جو میں جانتا ہوں۔ میں نے اتنے اعتماد سے کہا تھا کہ کوشل متوجہ ہی ہو کر میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔“

”میں اس کو باپ کی دو مری رہائش گاہ کے بارے میں بھی جانتی ہوں۔ اس نے مجھے اس کی تفصیل بتائی ہے۔“

”ہاں۔ کافی گفتگو ہوئی۔ میں نے روپاکے بارے میں پوچھا تو وہ ہنسنے لگا۔ اور اس نے بتایا کہ روپاکس کی تحویل میں ہی ہے۔“

”فکر نہ کرو کوشل۔ ہم روپاکو اس کے جھنگل سے چھڑا دیں گے۔ میں نے اودھو اور دھو جینے ہونے کہا کہ کمرے کا دروازہ کھانا مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ مونی لکڑی کا تھا اور اس میں باہر کی سمت پینل کا تال لگا ہوا تھا مجھے امید تھی کہ اگر میں نے فوری قوت صرف تو کو شاید دروازے کا کوئی حصہ یا تال ہی ٹوٹ جائے۔“

بہر طور اس میں ابھی مجھے ٹھنڈا سا وقت صرف کرنا تھا۔ ٹھوڑی دیر تک میں خاموشی سے کچھ سوچتا رہا کوشل بھی اکل خاموش تھی۔ کافی دیر بری طرح گر گئی تو میں نے اپنی کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے نہیں اپنے کام کا آغاز کرو بنا جاہیے کوشل“

”مگر مجھ سے۔“

”دیکھو۔ مڑائی کرتا ہوں۔ میں بیٹھے ہٹا اور پھر کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے اشارت کہا اور مجھ سے ہونے سا ننگی طرح اپنا دہانہ کندھا دروازے سے ٹکرایا۔“

ایک بار تو گویا سانس کی دیوانی لڑ کر کہہ رہی تھی اور دروازے کے قیفی میں شاید کچھ ڈھیلے ہوئے لیکن میں اس آواز خاصہ پیدا ہوئی تھی۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھی رہی۔ اس آواز سے پیدا ہونے والے رد عمل کا جائزہ لینا بہتر تھا لیکن کچھ نہ ہوا۔ خاصی دیر کی طرح خاموشی رہی اس کے بعد میں پھل پڑی جگہ سے اٹھا اور بیٹھے بوری ٹوٹ سے دروازے پر پہنچ رہی اور اس بار دروازہ ابھی جگے سے بل گیا تھا۔

پس آٹھ بجے کافی مختصر احوال دروازے کو بڑھے گا کہ اس کی کیا ضرورت تھی میں نے کوشل کی طرف دیکھا اور اس کا ہاتھ پھوڑ کر باہر نکل آیا کوشل بہت زیادہ متاثر نظر آ رہی تھی۔ اور چاروں طرف دیکھ رہی تھی میں بھی یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ عمارت کی صورت حال کیا ہے۔ یوں محسوس ہوا کہ جیسے ان لوگوں نے نہیں بند کر کے کمرے کو یہاں کرنا مناسب سمجھا ہو پوری عمارت ہی خالی چری تھی۔

میں کسی قدر متعجب ہو گیا۔ بات کچھ نہیں آتی تھی بلکہ وہ لوگ کہاں چلے گئے۔ کوشل چند لمحات کے بعد بول۔

”یوں محسوس ہوتا ہے جیسے عمارت میں نہیں بند کر کے کے بعد انھوں نے یہ یقین کر لیا کہ ہونگا کہ ان لوگوں سے پہلے نکل سکیں گے۔ اور یہ سوچنے کے بعد وہ چلے گئے۔“

”لیکن کہاں؟“

”میرا خیال ہے میں یقین کرنا سکتی ہوں۔ وہ کہنے لگا اور اس کے بعد ہم عمارت کے بہرونی حصے میں آئے۔ اس کے ایک کونے میں ایک بوسیدہ سی کار کھڑی ہوئی تھی۔ کسی قدیم ہی ماڈل کی تھی میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں تو کوشل کہنے لگی۔

”مڑائی کرو کہہا حرج ہے۔ میں کار کے قریب پہنچا ہوں۔“

ظاہر ہے یہ سب کچھ حماقت ہی محسوس ہوتی تھی لیکن ہم دونوں کو ہوش نہ ہوا۔ میرا نام پڑا۔ ایک آدمی کا کلاں پہننے پر نہ پڑتی تھی۔ اس کے نام سوسا تھا اس کے دونوں ہاتھوں میں کلاں پہننے سے تھے۔

ایک لمحہ کو تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کوئی لاش پڑی ہو۔ دوسرے لمحے میں نے دروازہ کھول کر اس کے گرد مارتا ہوا

دال دیا۔ ایک جھپٹے سے وہ ہاتھ لڑا اس نے آنکھیں ملنے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرا زور دھکے لگا کر اس کے منہ پر ڈال دیا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ غالباً یہی واحد انسان اس عمارت میں تھا۔ میں نے ہاتھ ایسا مارا تھا کہ وہ بیہوش نہ ہو چند لمحات کے بعد میں نے اٹھ کر کھڑا کر دیا۔

”ہاں اب تم شروع ہو جاؤ۔“

”تک۔ کیا ہوگا اس سے۔“

”ایک منٹ کوشل بولی اور وہ آگے بڑھ کر اس شخص کی تلاش کرنے لگی۔ اس کے پاس کے اندرونی حصے میں پتوں اور چھتے کے کوشل نے نکال کر اپنے قبضہ میں کر لیا دوسری جیب میں کچھ فالتو اور ننگی ہڈے ہوئے تھے۔ کوشل نے وہ بھی نکال لیے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے کوشل کو دیکھا۔ بلاشبہ اس وقت اس نے عقل کا کام کہا تھا۔ میں نے اس کو نظر انداز کر دیا تھا۔

ہم نے اس شخص کو اچھی طرح ماریٹ کر اس سے بیولم کر لیا کہ کون سا راجن سنگھ اس وقت کہاں ہے۔ کوشل نے گردن ہلانے سے کہا۔

”یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میرے علم میں یہی وہی عمارت تھی۔“

”تو پھر جلیں۔ میں نے پوچھا۔“

”ہاں۔“

”یہ بتاؤ یہ کایسے حالت میں ہے۔“

”جی ہاں جناب۔ ٹھیک ہے چلتی ہے۔ اس نے جواب دیا۔

”اس میں بیڑول ہے۔“

”ہاں۔ کافی بیڑول ہے۔“

”تو اب بھاری ہیں کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا اور وہ چونک کر بے دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے اسے بوقت نہیں دیا۔ میری لات اس کے پیٹ پر پڑی اور جیسے ہی وہ جھکا میرا ٹھوس اس کی پیشانی پر پڑا۔

”مارنا مت۔ کرنے کا آدمی ہوگا یہ کوشل نے رحم دلی سے کہا۔

”اوکے پاس۔ لیکن اس کے باوجود اسے سنبھالنا تو ضروری ہے۔“

”تو پھر میرا خیال ہے کہ ہم اسے اس قید خانے میں بند

کر دیں۔ جہاں ہمیں بند کرو یا لگتا کوشل بولی۔ اور میں نے اس سے اتفاق کیا۔

”لیکن قید خانے کے دروازے کی حالت خراب تھی، چنانچہ مجھ کو راجے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے اندھا بنا پڑا اس کا کوئی دوسرا ایگزٹ نہ نکال لے۔ اور وہ خود وہاں سے نکل گئے۔

ہم اس کام سے فارغ ہو کر کار میں بیٹھ کر گئے بڑھ گئے کار سٹ رفتار سے چل رہی تھی ویسے ہی اس کے انجن میں بہت زیادہ جان نہیں تھی۔ ٹھوڑے فاصلے پر ایک مہتر نظر آئی جس کے کنارے پہنچ کر میں بڑھ کر مہتر پر مہتر کم رفتار سے کاڑھا ہو کر نکلے لگا۔ ایک دو شاخے پر پہنچ کر مہتر کافی کٹا ہوا ہوئی تھی اور تھوڑی دیر چلنے کے بعد اس کی کٹا ہوا

میں کی پیدا ہوئی۔

اب وہ ایک پگ ڈنڈی کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ عجیب سی جگہ کی کچھ دیر تک ہم ڈھولان اور مہتر کے درمیان سفر کرتے رہے اور پھر ایک جگہ پہنچنے کے بعد کوشل نے ایک سمت اشارہ کیا۔

”غالباً۔ وہ عمارت ہے جو ہمیں مطلوب ہے۔ کوشل بولی

”تو پھر کار کو یہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو گی۔“

”حال ہی نہیں پیدا ہونا تھا۔ اسے ساتھ نہ لینے کا اہل

اس وقت میں اس سے باز رہتی تھی۔ میں نے کوشل کو اترنے کا اشارہ کیا۔

کار مڑ کر کے ہم نے ایسی جگہ چھپا دی تھی جہاں سے وہ کسی کو نظر نہ آئے۔ اس کے بعد ہم ایک پگ ڈنڈی کی ڈھولان پر اترنے لگے جو اسے پہنچنے کے بعد کسی قدر ملنے ہو گئی۔

زیادہ سفر نہیں کہا تھا کہ ہمیں دو آدمی نظر آئے تھے جن میں سے ایک ہتھیاروں سے آ رہے تھے۔ پتہ نہیں کیا مقصد تھا ان کا۔ لیکن پھر کچھ دور پہنچ کر انھوں نے ہمیں دیکھ لیا اور جھٹک گئے۔ فاصلہ کافی تھا۔ لیکن میں نے انھیں زور انداز میں گردن ہلانے لگے تھے چند لمحات کے بعد وہ ابھی جگے سے اٹھے بڑے اور ہمارے قریب پہنچ گئے۔

ان میں سے ایک اچھا خاصا قدامت آدمی معلوم ہوتا

متھا دوسرا اس کی نسبت کافی جھوٹا تھا اور اس کا پھیلاؤ بھی خاصا تھا اس نے اپنی جیکٹ کی آستینیں بڑھا رکھی تھیں اور کبھی دائیں کبھی بائیں چولہے پر تھکا چھوٹے ہونے لگی۔
دوسرا آدمی کافی مضبوط اور قدامتاً اور متھا وہ خالی تھیلوں اور بھروسے کوٹ میں تھا اس کی بھٹیوں اور موچکھیں تھیں جنہیں وہ چند جینڈکنڈ ہمارے طرف دیکھتے رہے اور پھر مزید آگے بڑھ آئے ان میں سے ایک نے کوشل کی طرف دیکھا اور کڑبڑ بہرے انداز میں مسکرایا۔

”ہلو سہی کیسے آنا ہوا دوسرے اور یہ بدصحو کون ہے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کم از کم ان لوگوں کو اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہم کون ہیں۔ میں نے کوشل کی طرف دیکھا اور کوشل نے میری طرف اس کے بعد قدامتاً دو آدمی نے آہستہ سے کہا۔
”عزیزم بڑا نفوس ہوا اس بات کا کہ تم غلط جگہ چلے آئے۔ اب دیکھو نا۔ ہم جیسے لوگ کہا کرتے ہیں۔“
”میں نہیں سمجھا پراسے دوست۔“
”ہاں نے بھی سیکھلے ہوئے کہا۔“
”مجھادھی ہے اس نے فخرانہ انداز میں اپنے ساتھی سے کہا۔“

”سمجھانا ہی بڑے گا۔ دوسرے آدمی نے کہا اور پھر لڑا ایک اس طرح تا ناگ تھا جیسا ہے ایک ہی لالت میں دو درجہ تک دنیا جا رہا تھا۔ لیکن میں نے کبھی کسی جھکا کی دے کر اس کی دہری ٹانگ ہی نہیں سے اتھا دی اور وہ دھپ سے پیچھے گر پڑا۔
ایک وقت دوسرے آدمی نے اس صورت حال میں مداخلت کی اور مجھ پر جھپٹا لگا دی۔ لیکن میں اس کے سامنے بیٹ گیا اور پہلا آدمی جو گرنے کے بعد پھرتی سے اٹھا تھا اس کی زد میں آ گیا۔

دو لوں کے حلقے سے کڑبڑ اور ان میں لنگر لگیں۔ ان کے چہرے آپس میں ٹکرائے تھے۔ اور ایک کی ناک کے ٹخنوں سے خون بہنے لگا تھا۔
دو لوں ہی پھیر گئے۔ ان میں سے ایک نے لیا جا تو کھول لیا تھا۔
”ہٹ جا سامنے سے۔ جا تو والے نے ٹرائے ہوئے ہیں میں کہا لیکن میں اس کا موقع نہیں دے سکتا تھا کہ وہ اطمینان سے جنگ کر کے میں زمین پر بیٹھ گیا اور دوسرے نے سو پ لگا کر ان میں سے اس شخص کو لپیٹ لیا جو دوسرے کو

موقع دے رہا تھا۔ وہ اندھے مڑا اور سنبھلا لینے کے لیے اس نے جا تو والے کو بچا لیا۔ وہی ہوا جس کا میں موقع تھا۔ چا تو نے اس دوسرے شخص کی گردن کی شہرگ کاٹ دی۔ میرے لیے آنا موقع کافی تھا۔ میں نے دوسرے آدمی کو کھلا سے فائدہ اٹھا لیا اور پوری قوت سے اس پر ٹھانٹا کنگ لگائی۔ میری یہ کوشش ضرورت سے زیادہ ہی کارگر رہی وہ آچھلا اور سر کے بل گرا۔

گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنی دی تھی اور اس کے بعد کھیل ہی ختم ہو گیا تھا۔ اب ہمارے سامنے دو لاٹھوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔
”کوشل ہی موش کھڑی ہوئی تھی۔“
”یہ دو لوں نے کوشل کو کھلے۔“
”ابن۔ ہاں۔ وہ بولی۔“
”یہ شاید یہاں کے محافظ تھے۔“
”ہاں۔“
”اور اب نہیں پہچانتے تھے۔ میں نے کہا پھر کوشل کے بازو پر ہاتھ رکھا ہوا بولا۔

”کوشل کیا تمہیں استقدر بدحواس ہونا چاہیے؟“
”اوہ نہیں۔ نہیں بھیا بات نہیں ہے۔ بڑی بے دردی سے مار دیا تمہارے ان دو لوں کو اور میں نے پہلی بار تمہارے ہاتھوں سے قتل ہونے دیکھا ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم ہر کوئی اثر نہیں ہے اس کا۔“
”انسان ہذا تم خود زندہ نہیں ہونا کوشل اسے زندہ بنا دیا جاسے اور آگے چلیں اس عمارت میں اس کی موجودگی یقینی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا اور کوشل پھر ساتھ آگے بڑھی۔ ہم لوگ چھڑا بولوں کی آڑ لیتے ہوئے عمارت کی سمت چل پڑے اور پھرتی دیر کے بعد اس عمارت کے قریب پہنچ گئے۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کوئی یہاں موجود ہے نہیں چاروں طرف خاموشی کا دور دورہ تھا۔ بڑے گیٹ سے داخل ہونے کے بعد ہم اندر داخل ہو گئے اور چہار دیواری کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ دفعتاً کوشل نے ہمارا ہاند پکڑ کر ایک تھالی میں مجھے روک لیا۔
”کہا بات ہے؟“

”ایک آواز۔ ایک آواز سنی ہے میں نے وہ آواز آتی ہے اور میں بھی ساکت ہو کر آواز سننے کی کوشش کرنے

لگا۔ دفعتاً میں نے کچھ قدموں کی آواز سنی اور گردن نکال کر اس طرف دیکھنے لگا۔ لیکن مجھے کوئی نظر نہیں آیا تھا اس عجیب سا احساس ہو رہا تھا جیسے کوئی دے قدموں ہاتھ آگے بڑھ رہا ہو۔ پھرتی دیر تک تو میں نے اپنا ظاہر ثابت دیا۔ اور اس کے بعد جب آواز بھر ساکت ہوئی تو میں کوشل کو سامنے لے کر آگے بڑھنے لگا اور بالآخر عمارت کے پرآمدے تک پہنچ گیا۔

پرآمدہ سنسان بڑا ہوا تھا۔ اندر اوپر جانے کے لیے پانچ پڑھیاں تھیں، ہم سڑھیاں طے کر کے اور دروازے تک پہنچ گئے اور وائے کو ہٹا کر سامنے کا دروازہ کھل گیا۔ سٹیل میں نے گردن ڈال کر اندر دیکھا اور جب کوئی نظر نہ آیا تو میں اندر داخل ہو گیا۔ لیکن جیسے ہی میں اندر داخل ہوا اور واہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک عزائی ہوئی آواز سنی دی۔
”خبردار جنبش کرنے کی کوشش مت کرنا، تم بہت سی باتوں کو زود میں ہونا۔“
میں ایک دم ساکت ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ اور اب موجود حال مختلف ہوئی تھی چنانچہ میں خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گیا کوشل نے بھی ہاتھ اٹھا رہا تھا دیکھتے تھے۔ وہ ساکت کھڑی تھی اور کسی ہتھ کے مت کی طرح نظر آ رہی تھی۔ غالباً اس صورتحال سے وہ پھر خوفزدہ ہو گئی تھی۔

میں نے اطراف میں لگا لگا ڈالیں اور اس شخص کو دیکھ لیا جو میرے عقب میں کھڑا تھا۔ جب ہم لوگ اندر داخل ہو رہے تھے تو لیٹنا وہ دروازے کی آڑ میں تھا اور اس نے ہمیں موقع دیا تھا کہ ہم اندر آ جائیں۔
بہر طور چوٹ ہوئی تھی اب اس کے بعد کی صورتحال دیکھنی تھی۔

میں نے ایک لمو میں فیصلہ کیا اور دفعتاً زمین پر لیٹ گیا۔ فوراً ہی ایک فائر والا در کوئی مہر سے بدن کو چھوٹی ہوئی سامنے والی دیوار سے ٹکرائی۔
”ہتھ بڑے کر زندہ ہی ہمارے ساتھ چلنے کی کوشش کر رہے لیکن اگر صورت حال ہماری مرضی کے خلاف ہوئی تو ہماری موت بھی متوقع ہے چلو دو لوں کا ہاتھ لگا کر یہ دیکھ لو میں غار کوشل نے اس کی تقلید کی تھی۔
وہ ہمارے سامنے آگئے۔ اور پھر میرے ہاتھ مٹائی

سے پشت پرکس دیئے گئے۔ لیکن اس وقت بھی میں نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ اور جیسے ہی حملہ آور میری پشت پر پہنچا میں نے کبھی اس کے سینے پر مارا کر اسے مارنے لالائی کی کوشش کی لیکن وہ لوگ بھی غافل نہیں تھے میرے سر کی پشت پر ایک زوردار ضرب لگی اور میرا ذہن ساتھ چھوڑنے لگا۔ یقینی طور پر میں ان کا شکار ہو گیا تھا۔ چند لمحات تک احساس رہا تھا کہ وہ کچھ کاروائی کر رہے ہیں اور اس کے بعد حواس ساتھ چھوڑ گئے۔

آکھ کھلی تو کپٹیوں میں شدید دھک بوری تھی دیر تک یہی کیفیت رہی اور اس کے بعد صورت حال کچھ بحال ہوئی تو میں اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن میرے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ پھر وہ میں بھی زسماں بندھی ہوئی تھیں۔ انتہائی کوشش کر کے میں اٹھ کر بیٹھ گیا سب سے پہلے میں نے کوشل کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی اور یہ دیکھ کر مجھے انتہائی اطمینان محسوس ہوا کہ کوشل مجھے کچھ فاصلے پر ہی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ یہ نہیں اسے بھی بے حوش کر دیا گیا تھا یا وہ ہوش میں تھی۔ بہر طور اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہمارا رہنا قید خانہ کون سی جگہ ہے۔ دفعتاً مجھے اپنے بدن میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی، پتہ نہیں میرا بدن کا پتہ رہا تھا یا پھر۔
یا پھر۔

دوسرے نے میں نے کوشل کی ہلکی سی آواز سنی اور میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔
”اوہ۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔ اوہ۔ اس بار اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔
میں بہت غور و خوض کر رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بدن بل رہا ہے یا میں خود بل رہا ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میں نے کوشل کا آواز سنی۔

”ہاں بھیا۔ میں ہوش میں ہوں۔ لیکن یہ نہ زمین کیسے بل رہی ہے۔“
”کیا تمھاری ریشن بھی بل رہی ہے؟ میں نے احتیاطاً انداز میں سوال کیا۔
”تم ہی بل رہے ہو بھیا۔ ہاں کوشل نے کہا اور جس حالت میں سے صورت حال کا جائزہ لینے لگا تب میں نے یہ اندازہ لگا یا کہ اس وقت ہم کسی ایسی جگہ ہیں جو ٹھیک ہے لیکن وہ کسی جگہ ہو سکتی تھی۔ غالباً کسی جہاز کا کابینہ۔ ہاں یقیناً ایسی ہی

بات تھی۔

میں نے جب غارتے اطراف کے مناظر دیکھے تو مجھے یہ اندازہ لگا نہ میں وقت نہ ہوئی کہ یہ کہیں کسی بہت ہی بڑی موٹر لوٹ کا تھا اور شاید مولیٹیوں وغیرہ کے لیے مخصوص تھا۔ دیواروں کے پاس کچھ ایسے برتن بھی بڑے ہوتے تھے جن میں سیواؤں کو کھانا اور پانی دیا جاتا ہوگا۔ نہایت گندگی پھیلی ہوئی تھی یہاں ابھی تک میں نے اس آؤ کو محسوس نہیں کیا تھا۔ جس کے بارے میں اندازہ لگانے کے بعد مجھے اس کا احساس ہوا تھا۔

کیون زیادہ بڑا نہیں تھا ہلکے ہلکے بچکولے لگ رہے تھے اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ یہیں موٹر لوٹ میں کہیں سے جا رہے ہیں، لیکن کہاں؟ کچھ میں نہیں آتا تھا۔ کہیں کی چھت پر کبھی کبھی بھاری جوتوں کی دھمکنائی دے جاتی تھی اور اس کے بعد خاموشی چھا جاتی تھی۔ یہ سفر کتنی دیر تک جاری رہا، بچکولوں نے سر میں بچہ پیدا کر دیئے تھے۔ مختصری دور کے بعد بچکولے کچھ کم ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

بہت دیر تک اسی انداز میں یہ سفر جاری رہا اور پھر غالباً موٹر لوٹ باہر جازم کر گیا۔ ہم صورت حال کا اندازہ لگا رہے۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہیں کہاں داخل ہونے کا راستہ کون سا ہے۔

تقریباً بندرہ یا بیس منٹ اور گزر گئے اور اس کے بعد روشنی کا ایک طوفان اندر آیا۔ یہ طوفان چھت سے داخل ہوا تھا۔ بڑھلا کہ ایک بہت بڑا ڈھکنا صندوق کے کھٹے کی طرح اٹھا دیا گیا ہے۔ پھر اس میں سے کچھ آدمی نئے کو آئے اور اب یہ احساس ہوا کہ چھت کی بلندی اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی ہم محسوس ہو رہی تھی۔

آنے والوں کے ہاتھوں میں ہتھولے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

”یوش میں آگے ہیں“
”چلو اچھی بات ہے ان کا محسوس وزن اٹھا کر ہمیں اوپر جانے کی مصیبت پیش نہیں آگے گی۔ اے چلو اٹھو، ہم تمہارے باپ کے لوگ نہیں ہیں کہ تمہیں لاوے لاوے پھرتیں، ان میں سے ایک نے کمرخت لہجے میں کہا۔
”تو جھاتی تم سے کس نے کہا ہے کہ ہمیں لاوے لاوے

بہو، لیکن کیا تمہیں ہماری صورت حال کے بارے میں اندازہ ہے؟“
”کیا مطلب؟“ ان میں سے دوسرے نے کمرخت میں بولا تھا۔

”ہمارے ہاتھ اور پاؤں دونوں منہ سے ہونے لپڑے نہیں ہو سکتے، ہم اس حالت میں یہ آسے جے وقوف کے پتو بجلا ہاتھ پاؤں بانڈنے کی کیا ضرورت تھی، مجال ہے جو میری موجودگی میں یہ کوئی مرکز کر سکیں، پہلو ہاتھ پاؤں کھولوں کے ساتھ ڈھوڑی دیر کے ہمارے ہاتھ اور پاؤں بندشوں سے آزاد ہو گئے۔“

بڑی سنسنی آمیز محسوس ہو رہی تھی بدل میں ابھی تک ان بچکولوں کی وجہ سے جھماکا ہوا تھا، بہر طور آؤ پر کھڑے ہوتے آؤ میں نے سہارا دے کر کہیں آؤ پر چھپا۔ اوہ ہم لوگ موٹر لوٹ کی چھت پر آگے۔

یہاں سے ہمیں کمرختی کے اس خارجی بل پر اترنے میں کوئی وقت نہیں ہوا، جو شاید تازہ تازہ لگا یا گیا تھا اس بل سے گزرنے کے بعد ہم زمین پر آہستہ گئے۔ اس زمین کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کہاں سے، لیکن اپنا اطراف کے مناظر دیکھ کر میری آنکھوں میں جھرت کے لغموش آجھڑے۔

میں نے دل ہی دل میں مسکرا کر سوچا کہ رادھن سنگھ تم نے واقعی اپنی دانست میں بہت بڑا کام انجام دیا ہے یہ وہی جزمہ تھا۔ جہاں سے میں نے رادھن سنگھ کے گوداموں سے منڈیاں کے ذخائر حاصل کئے تھے اور یہیں شاید دوبارہ اسی جزمہ سے میں قیدی بنا کر لایا گیا تھا۔ گویا زندگی کا ایک اور چرچہ رخ۔ رادھن سنگھ سے براہ راست مقابلہ اور میں اس کے پیروں پر طرچ تیار تھا۔

جو لوگ یہیں یہاں قیدی بنا کر لائے تھے ان کی تعداد کافی تھی میری کارروائی کے بعد یہاں انتظامات کافی سہولت کر دیئے گئے تھے اور اب یہاں بڑی تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں، میں شاید کسی جگہ گودام میں ہی قیدی کیا گیا۔

”یہ تو بہت بڑا ہوا جیتا کوشل نے کہا۔
”کیا کوشل؟“
”ہم رادھن سنگھ کے قیدی بن گئے۔“

”فی الحال ہمیں نے جواب دیا۔
”جھے بڑا خطرہ محسوس ہوا ہے، جیتا کوشل تنوش سے بولی۔“

”میں موجود ہوں کوشل نہیں تنوش کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو ٹھیک ہے جیتا، مگر تم بھی انسان ہی ہو رادھن سنگھ کے بارے میں یقیناً تم نے اندازے لگائے ہوں گے۔“

”یہ نہیں بتاؤں کہ وہ انسان کی صورت میں وردہ ہے تم کے نام کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہے جب بھی وہ زندگی پر اترتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ بھی مائٹوں کی طرح ہے۔“

”کوشل اپنی زندگی کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں بھی زندگی میں اتنے دکھا دکھا ہے کہ میری شخصیت ہی ختم ہو کر رہ گئی ہے انسان کو جانور بننے ہوتے کوئی دیر نہیں لگتی، کوشل رادھن سنگھ اگر جانور بنے تو میں بھی ایک وحشی وردہ ہوں اس دنیا سے نکلنے کا میں نے ایک ہی کمرہ دیکھا ہے۔ اسے اس کی زبان میں سمجھاؤ اگر تم نے دھمکی زبان استعمال کی تو پھر تمہارا منگنا کہیں نہیں ہوگا۔ چنانچہ کوشل تمہیں معاف کرنا مارادھن سنگھ پر کاری ضرب لگانے کے لیے۔“

”مجھے بھی الشائیت کا سایہ اتنا کھینچا پڑے گا۔ اور میں وہی کروں گا جو وقت کی ضرورت ہے۔ میں اس مشن کو اور زیادہ طویل نہیں کر سکتا، کوشل خاموشی سے میری شکل دیکھنے لگی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہی تھی۔ ہم لوگ قیدی کی حیثیت سے تقریباً چوہ گھنٹے تک یہاں بند رہے اس دوران کوئی شخص ہمارے پاس نہیں آیا تھا، لیکن ہند ہوں گھنٹے میں چند گھنٹے اندر کو اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان میں جو شخص سب سے آگے تھا وہ رادھن سنگھ ہی تھا۔ لیکن ایک نئے روپ میں اس وقت وہ ایک سیاہ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کی کمر پر ایک میڈل بندھی ہوئی تھی۔ سیاہ رنگ کا یہ ڈھیلو ڈھال لباس مارشل آٹس کے ماہر کا سامنا تھا۔ اس نے اپنے آؤ میں کو اشارہ کیا اور ہمارے قید خانے کا دروازہ کھول دیا گیا۔

”باہر آؤ رادھ صاحب۔ رادھن سنگھ بدستور طنز بہ انداز میں لولا میں کوشل کو اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ چنانچہ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ رادھن سنگھ ہاتھ سے اشارہ کر کے لا پور والی آگے بڑھ گیا اور اس کے بعد میں بھی گودام سے باہر نکال لیا گیا۔ جزمہ سے بر خاموش سا مافصل ہوا تھا۔ تاحند نگاہ

کوئی نہیں تھا۔ سوائے ان لوگوں کے جو رادھن سنگھ کے سامنے تھے رادھن سنگھ نے ہماری طرف رخ کر کے کہا۔

”میرا خیال تھا کہ گولڈمین کو میں شہر کی کسی بڑھک پراس طرح ماروں کر کے اس کی لاش گھسیٹے پھیریں۔ لیکن صورت حال کچھ ایسی ہو گئی ہے رادھ صاحب کہ تمہارا خاموشی سے مرنے والا ہی بہتر ہے۔ لیکن رادھن سنگھ کے بارے میں تم نے جتنے غلط اندازے قائم کیے تھے اب نہیں ان کی سزا سنبھلنے ہے۔ رادھن سنگھ بلاوجہ ہی سورج گرہن کا ہمراہ نہیں بنا ہے۔ بلکہ اس کے لیے اس نے محنت کی ہے۔ ہمارے تہا ہے بیچ نذر کا مقابلہ ہوگا۔ رادھ صاحب اور آج تم کچھ بھی چوڑی سے واقف ہو گے۔ آؤ آؤ سامنے آؤ۔ رادھن سنگھ مارشل آٹس کا پوز بنا کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ میری بھی زندگی کیسے لوگوں کے درمیان گزری ہے جس نے خود کو کبھی جس انداز سے حملے کے لیے اچھا لکھا وہ بے حد مہنگا اور خطرناک تھا۔ یہ جیتنے کی مخصوص جت تھی جس کے ذریعہ وہ اپنے شکار کی گولڈمی کو ڈوبتا تھا، لیکن رادھن سنگھ کے بارے میں ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ وہ بھی مارشل آٹس کے بہترین فن سے واقف نہیں ہے، چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر زمین پر بھینکا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر سے چہرے کی طرف کر دیئے۔ میرے دماغ ہی میں ایک تلا بازی کھائی اور دیکھا ہو گیا بہت عرصے سے مارشل آٹس کے کسی مقابلہ کا موقع نہیں ملا تھا، لیکن اب صورت حال ایسی پیدا ہوئی تھی تو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی زندگی کے بہترین فن کا مقابلہ کروں گا میں نے فیصلہ میں اپنے آپ کو روک کر رادھن سنگھ کے کندہ پر ایک ضرب لگائی۔ اور رادھن سنگھ لڑکھڑکیا۔

اس سے قبل کہ وہ سنبھلتا میں نے کسی سانپ کی طرح

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ

انٹرویو

بہ دوسروں میں سنا ہے ہو گئی ہے؟
قیدت: جھڑ ۲۳ روپے، مکمل ۶۰ روپے

مکتبہ عکراں ڈائجسٹ، ۲۴ اردو بازار کراچی

پلٹ کر دوڑا حملہ کیا اور رادھن سنگھ کو اس بار میری طرح لوٹھا کر پیچھے ہٹا پڑا۔ اگر وہ نہ ہٹتا تو میری میزب اس کے لیے بہت کافی ثابت ہوتی۔ اسے اس وقت بڑی ہائوس ہونی تھی۔ اپنے کویوں کے سامنے اس کی بڑی ہانگی ہوتی تھی۔ مارشل آرٹ کے کچھ فنون سے واقف ہونے کے بعد اس نے سوچا جو لوگ کچھ زبردستی ثابت آسان ہوگا کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ میں بھی اس فن سے واقف ہوں لیکن میں نے جس طرح حملوں کا مظاہرہ کیا تھا انہوں نے اسے شدید ہلاک کر دیا لیکن اس نے اپنے حواس بجا رکھے تھے۔ چند قہم تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ اس نے اپنے کوسنبھالا اور میرے حملوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے کئی زبردستی ہاتھ اس کے جسم کے مختلف حصوں پر مارے تھے اور وہ تین جگہ اس کا چہرہ مجھ پر بوجھ ہو گیا تھا۔ لیکن اب اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ تینا مجھ سے جنگ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے آدھوں کو اشارہ کر دیا اور وہ سب بک توت میری طرف دیکھے۔ میں ان سب افراد کے حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ لیکن اسی لمحے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے ان میں سے کچھ نے جاؤ وغیرہ نکال لیے۔ پھر پہلے دو آدمی میری طرف بڑھے تو میں دفعتاً زمین پر گر گیا اور تیزی سے قلم بازیان کھانا اور ہاروں لنگر کیا۔ میں ان دونوں کے حملوں کو پیچھے سے روکنا چاہتا تھا۔ دفعتاً میں نے پیروں کے بل نذر لگا کر اپنے آپ کو سنبھالا اور دوسرے لمحے اٹھے اٹنے والے دونوں آدمی میری فٹو کروں کا شکر ہو گئے۔

وہ لڑھکتے ہوئے ایک دوسرے پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ میں نے دفعتاً دفعتاً میں بلند ہو کر ان دونوں کی گردنوں میں ٹانگیں پھنسا لیں اور ہر ایک طرف جھکتا جا گیا میرے ہاتھ زمین پر ٹپکے اور میں نے ٹانگوں کی قوت سے ان دونوں کو ٹکرا دیا۔ ان کے سر فرخوزوں کی طرح کھل گئے تھے۔ کوشل کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے افراد بھی مجھ پر حملہ آور ہوئے لیکن ان میں سے کوئی بھی میرے بدن کو چھونے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

رادھن سنگھ پر دفعتاً دیوانگی طاری ہو گئی اپنے آدھوں کی بنا کا وہ دیکھ کر وہ دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ غصہ سے لے ہٹتا۔ مغلوب ہو کر اس نے ایک خوفناک وصال حلق سے نکالی اور مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں نے زمین سے فضا میں بلند ہوا۔ رادھن سنگھ نے بھی یہی حرکت کی تھی فضا میں ہم دونوں کے جسم ٹکرائے۔

لیکن میں بالکل جاگ و چو بند تھا۔ میں نے اپنی پھٹی ہانگی ہاتھ رادھن سنگھ کے پاؤں پر مارا۔ اور دوسرے لمحے رادھن سنگھ کے منہ سے ایک کربناک چیخ نکل گئی۔ لیکن میں عقب سے بھی موٹا رہا تھا۔ ایک شخص نے اپنے لیے سے آہنی اوزار کے ذریعے مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے اس کے حملہ اور ہاتھ کو اپنی نعل میں دبا دیا اور اپنی کمر بستی اس کے سینے پر ماری۔ یہ میزب اتنی زوردار تھی کہ اس کی پسلی پھینک گئی اور وہ پلٹ کر مجھ پر گڑا۔ میں نے مولکر اس کی طرف دیکھا نہیں تھا۔ بلکہ اٹھے بڑھ کر رادھن سنگھ کے گھٹنے پر ایک ضرب لگائی تھی۔

رادھن سنگھ نے لمبی سے پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے اٹھے بڑھنا چاہا لیکن اس بار پھر رادھن سنگھ کے ساتھیوں نے میرے گرد دائرہ بنا لیا اور مجھ ان لوگوں سے فٹے سے لے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ رادھن سنگھ خود کو موٹا میں اچھال کر مجھ سے لگا تھا میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا بلکہ پہلے ان لوگوں سے منٹ لیتا جو میرے اطراف میں آکر پریشان کر رہے تھے میں پوری طرح ان لوگوں پر لگا ہوا تھا۔ تیزی سے پیٹنے سے بدل رہا تھا۔ پہلا آدمی میرے ہدف پر آیا تو میں نے اس کی ریشہ کی ہڈی پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ اور دوسرے پاؤں سے اس کی ٹھیکڑی سہلا دی۔ ایک اور شخص گرتے ہوئے آدمی کی زد میں آیا تو میں نے اسی کو اپنا نشانہ بنا لیا اور اس کی کلائی ٹوٹ کر ٹپک گئی۔ اب میں ان لوگوں پر مسلسل "تاہر توڑتے چلے کر ہاتھ۔"

کوشل اس طرح سینے پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی جیسے پتھر کا کوئی پست ہو۔ اور اس کی جگہ سے ہل نہیں سکتا ہو۔ دوسرے دونوں ہاتھ اور باؤں نشینی انداز میں حرکت کر رہے تھے۔ اور میں ان لوگوں کو ناکارہ تیار بنا جا رہا تھا۔ میرے دانے بازو میں بس ایک ہلکی سی فٹلش تھی جس سے خون بہ رہا تھا۔ میں ان لوگوں کے دائروں کو توڑ دینا چاہتا تھا لیکن وہ بھی اپنی زندگی کی بازی لگا کر اپنے آپ کو رادھن سنگھ کی نگاہوں میں سرخ رو کرنا چاہتے تھے۔ دوسری بات سے کہ اس کوشل میں ان کے بدن سرخ ہوئے جا رہے تھے۔ دفعتاً میں نے کچھ قدموں کی آوازیں سنیں۔ یہ آواز اس کو دام کی طرف سے آ رہی تھیں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے اوجھر دیکھا اور پھر

برق رفتاری سے فضا میں پھیل کر ایک سمت دوڑ نکادی۔ یہ تو وہ ایک چال تھی میں آدمی میرے پیچھے دوڑے اور میں دفعتاً پلٹ پڑا۔ وہ جھک گیا مجھ سے ٹکر لے، لیکن میں اس کے لیے بالکل تیار تھا۔ گواہ کی طرف سے آنے والے مزید تین افراد تھے جو غالباً یہاں کی صورت حال دیکھ کر اس طرف دوڑنے لگے۔ پر مجبور ہوئے تھے۔ لیکن میں نے انہیں موقع نہیں دیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ اب مجھے یہ شبہ ہونے لگا تھا کہ رادھن سنگھ یہاں مرنے کا نہیں اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ رادھن سنگھ اپنے آدھوں کا سر میرے ہاتھوں دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ اس نے دفعتاً کمارے کی طرف دوڑ نکادی۔

کوشل بہ نکلنے ناپے۔ دفعۃً میں نے چیخ کر کہا اور کوشل جواب تک میری ہلاکت کی سحر میں گرفتار تھی ایک دم سنبھل گئی۔ اس نے ہر تھوڑی سی کی اور جیسے کسی خواب سے بیدار ہو گئی۔ میں رادھن سنگھ کی سمت کا اندازہ لگا چکا تھا اور اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ وہاں سے فرار ہو جانے کے چکر میں ہے۔ دفعتاً کھڑے سے فاصلہ پر پہنچ کر میں نے اس پر جھبٹ لگائی اور اسے پیٹتے ہوئے زمین پر آگ لگا کر ہم دونوں دور تک لڑھکتے چلے گئے تھے۔

کوشل مسلسل ہمارے پیچھے چلی آ رہی تھی کہ دفعتاً فضا میں ایک فائبر کی آواز گونجی کسی نے کوشل پر فائر فیک بنا مارا تھا۔ گولی کوشل کے بازو میں تھپی کے قریب لگی اور وہ گھوم گئی۔ اس کے بازو سے خون بہنے لگا تھا لیکن اب میں دیوانہ ہو گیا تھا میں نے رادھن سنگھ کو بڑی طرح گڑا کر رکھ دیا۔ وہ میری گرفت سے نکل گیا لیکن جیسے ہی وہ کھڑا ہوا میں نے اس کی کمر پر ایک لات رسید کر دی۔ اور وہ ٹھٹھک گیا۔ دو آدمی راتل سنبھالے اسی طرف دوڑنے چلے آ رہے تھے وہ غالباً صحیح صورت حال سے واقف نہیں تھے جیسے ہی وہ قریب پہنچے میں نے رادھن سنگھ کو اٹھا کر ان پر دے مارا۔ اس دوران کوشل اپنے زخم کی سرواہ کے بغیر وہاں پہنچ گئی تھی۔ چلے گئے ہوئے ایک آدمی کی لٹل اٹھا کر اس نے اس کی نال کیڑی اور بڑی قوت سے اس آدمی پر دے ماری۔ دوسرے آدمی کے ساتھ بھی اس نے یہی سلوک کیا تھا۔ میرا دار اس نے رادھن سنگھ کی بندلیوں پر کیا۔ یہ دار ایک چوستانہ انداز میں کیا تھا۔ رادھن سنگھ کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ زمین پر تر پنے لگا۔ غالباً اس کی پندلی کی ہڈی

لوٹ گئی تھی اور پھر اس کے لوہ کھیل ختم ہو گیا۔ رادھن سنگھ میں اب اتنی سکت نہیں تھی۔ کوہ مزید کوئی کارروائی کر کے اس کے آدمی بھی ناکارہ ہو گئے تھے۔ کچھ مہینے کے بعد دم توڑ رہے تھے اور جو شدید زخمی تھے ان کی کمر بستی کی آوازیں فضا میں بلند ہو رہی تھیں۔ نظارہ محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں اور کوئی موجود نہ ہو۔ ہم نے صورت حال پر مکمل قابو پایا تھا۔ سب سے زیادہ تعزیت کی بات یہ تھی کہ اب ہمارے پاس اٹل موجود تھا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے کوشل کو دیکھا اور پھر رادھن سنگھ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"یہی ہیں کوشل رادھن سنگھ کوشل۔"

"ہاں یہی ہاں ہے۔"

رادھن سنگھ آٹھ کھیں بند کرنے لگا تو کوشل نے راتل کی نال اس کی ٹوٹی ہوئی بندلی پر مارتے ہوئے کہا۔

"تو بے ہوش نہیں ہو گا پانی۔ اگر تو نے بے ہوش ہونے کی کوشش کی تو توہیں نیزے پٹروں میں آگ لگا کر تجھے زندہ بھلا دوں گی۔"

رادھن سنگھ نے لوٹھا کر آٹھ کھیں کھول دیں۔ کوشل کے لیے میں بڑی سفاکی تھی۔

"کیا سلوک کیا جائے تمہارے ساتھ رادھن سنگھ؟ میں نے پوچھا۔"

"جو من چاہے کرو۔ میں کیا کہوں۔"

"ارے آپ نے ہتھیار ڈال دیئے مہاراج۔"

"وہ بکو اس مت کرو۔ وہ دہ ڈال۔"

وہ چلو ٹھٹھک ہے اب یہ تباہ کوئی ایسی جگہ ہے یہاں جہاں اسپر وغیرہ موجود ہو۔

رادھن سنگھ آٹھ کھیں لے اختیار ایک سمت اٹھ گئیں لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ کچھ کی نشاندہی تو خود تم نے کر دی ہے۔ کوشل راتل تمہارے پاس ہے۔ اس کی نکلانی کر دیا میں آتا ہوں۔

کوشل نے حیرانی سے میری طرف دیکھا اور پھر تعجب سے کہنے لگی۔

"کہاں جا رہے ہو بھتیجا۔"

اسٹیمپر کی تلاش میں۔

”مگر یہ تو کہتا ہے کہ یہاں کوئی اسٹیمپر نہیں ہے۔ اس کی آنکھیں کچھ اور کھڑکی ہیں میں نے سینے ہوئے کہا اور کھڑکیوں نے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے مگر نہیں معلوم ہے کہ یہ کتنا شرمناک شیطاں ہے۔ اس لیے اس پر نگاہ رکھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے جیسا۔“

میں تپ تپا۔ رادھن سنگھ نے بے اختیار مری طون دیکھا تھا۔ وہاں چائیں بجھ رہی تھیں۔ میں نے ان چٹانوں کی طون دوڑ لگا کر اور کھڑکی دیر کے بعد ان کے قریب پہنچ گیا۔ چٹانوں کے درمیان میں نے ایک اسٹیمپر دیکھا۔ اس پر کوئی موجود نہ تھا۔ میرے ہاتھوں پر سکاڑھ پھیل گیا تو اندازہ درست تھا۔ اس اسٹیمپر کے لوگ بھی مجھ سے مقابلے میں کام آگئے تھے میں نے جائزہ لیا اور اسٹیمپر پر اتر گیا۔ کھڑکی دیر کے بعد اسٹیمپر اشارت ہو کر جل پڑا۔ میں اسے کھٹا کر دوسری طون لے آیا تھا اب میں کوشل کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ بھی حیرت سے اسٹیمپر کو دیکھ رہا تھی۔

کھڑکی دیر کے بعد رادھن سنگھ کو اسٹیمپر پر منتقل کر دیا گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں مرنے چھائی ہوئی تھی۔ ”کیا خیال ہے رادھن بہاراج؟ میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم کتے ہو۔“

”اب گالیوں پر اترتے۔ مری بات ہے اتنے بڑے آدمی کو گالیاں نہیں بکتی چاہئیں۔

”بڑا حساب کتاب ہے اس کا میرا برسروں کے بوجھ اتارنے ہیں اب اسے کوشل نے کہا اور رادھن سنگھ کا منہ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

”کیا پروگرام ہے کوشل؟“

”اس سے روپا کا پتا پوچھو، کوشل نے کہا۔ ہم دونوں ہی رادھن سنگھ کے پاس گئے تھے۔

”تم جانتے ہو رادھن سنگھ، اب ہمارے ساتھ لکھنؤ کو لے جاؤ۔ اس لیے بہتر ہے کہ کوشل کی بہن روپا کا پتا بتا دو۔

”گھر سے پوچھ لو پوچھ سکتے ہو تو پوچھ لو۔“ رادھن سنگھ نے خفا سے کہا۔

”مجھے اجازت ہے جیسا۔ جو کوشل نے عیب سے لکھے ہیں کہا اور میں نے شانے ہاویسے چنا پھر کوشل نے اپنا کام شروع کر دیا۔

اس کے اشارے پر نیند لوگوں نے رادھن سنگھ کے بدن سے پورا لباس اتار دیا تھا۔ اور پھر قید خانے کا ایک ایک خزانہ بند کر دیا گیا۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ کوشل کے ذہن میں کیا پروگرام ہے۔

رادھن سنگھ مادر زاد برہمن اس قید خانے میں بند تھا۔ قید خانے میں ٹانگ لگائے گئے تھے تاکہ اس کی آواز دوسرے کمرے میں نہ سنی جاسکے۔

اپنے پروگرام کے آغاز سے کوشل نے مجھے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ کوئی کارروائی کرے آئی اور اطمینان سے کمرے میں بیٹھی۔

”کیا کیا ہے تم نے کوشل؟“

”ایک عمومی سی کوشل کوشل نے کہا اور منہ پڑی اس ہنسی میں ایک ہنست تھی۔

”دھن میں نے رادھن سنگھ کی دلخواسی سننی اور پھر وہ مسلسل چہننے لگا اس کی ان چیخوں میں بڑی اذیت تھی۔

”ارے بچاؤ۔ ارے بچاؤ مریا۔ بچاؤ وہ جڈ بانی انداز میں چیخ رہا تھا۔

”کیا تپا ہے تم نے کوشل؟“

”کچھ نہیں جیسا۔ جھپٹوں کا ایک جھپتہ قید خانے میں پھینک دیا گیا ہے۔

”جھپٹوں کا جھپتہ؟“

”ہاں۔ صحن کے بیڑ میں لگا تھا۔ گرد و جن لال نے اسے احتیاط سے ایک ٹرے میں بند کر کے توڑ لیا اور اب وہ ڈبہ، قید خانے میں کھل گیا ہے۔

”خدا کی پناہ۔ میں نے پھر جھپٹی لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں خاموشی سے رادھن سنگھ کی ڈوبتی آوازیں سننے لگا۔

پھر شادہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

”گردہ مرگیا تو کوشل؟“

”ایسا کوئی کام نہیں کروں گی جیسا۔ وعدہ۔ کوشل نے اسے انتظامات کر لیے تھے۔ جب ہم رادھن سنگھ سے ملے

تو غلے کی فضا بیٹھوں سے پاک ہو چکی تھی۔ دھواں کر کے مہیروں کو بھگا دیا گیا تھا۔ لیکن رادھن سنگھ کو پورا بدن دھسا ہوا تھا۔ اس کی شکل نہیں پہچانی جا رہی تھی۔

”پانی۔ پانی۔ پانی۔ وہ گڑ گڑا کر بولا۔“

”روپا کہاں ہے؟“

”پانی۔ پیلے پانی دو۔“

”روپا کا پتا بتاؤ۔ کوشل غزائی۔“

”پیلے پانی دو پو پو۔“

”ایک قطرہ نہیں ملے گا۔“

”نہیں بتاؤں گا۔ ایک لفظ نہیں بتاؤں گا۔“ اس نے براگی کے انداز میں کہا۔

”کوشل خاموشی سے یہاں سے چلی آئی تھی۔ اشارے لکھنے کے بعد دونوں پھر رادھن سنگھ کے پاس پہنچے۔ وہ پانی لے کر گئی تھی۔ پورا رادھن سنگھ جی پانی پیر۔ اس نے کہا۔

”در برتن رادھن سنگھ کی طرف بڑھا دیا۔

رادھن سنگھ پاگلوں کی طرح پانی بھر چھپا۔ لیکن پانی ایک ہی گھونٹ لیا تھا اس نے کہ برتن اس کے ہاتھ سے پھوٹ گیا۔

”ارے تیرا ستیاناس۔ ارے کیا لپا دیا مجھے۔ ارے میں مر گیا۔

میں خود چونک پڑا کوشل سننے لگی تھی۔

”مگر نہ کہو رادھن سنگھ جی۔ ایک دوا ملی ہوئی تھی اس میں جو پانی کو صاف کر دیتی ہے۔ نہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا مگر پانی۔

”مرا جاؤں گا میں تمہیں بھگوان کا واسطہ مجھے پانی تو دے دو۔“

”روپا کا پتا بتا دو۔“

”وہ گجراج کے جزیرے مستعیا میں قید ہے۔ چرن بہاری تمہیں وہاں تک لے جاسکتا ہے۔ رادھن سنگھ نے ہتھیار ڈال دیئے۔

”تمہیں کارروائی کی بلڈنگ نمبر سات میں ملے گا۔“

پانی دہندو مجھے۔ وہ تمہارا آدمی ہے۔

”ہاں۔“

”پانی اس وقت ملے گا تمہیں جب چرن بہاری ہمارے پاس آجائے گا کوشل نے کہا۔

”اسے فون کرو۔“

”یہ کام تم ہی کرو گے۔ کوشل نے کہا۔ اور پھر رادھن سنگھ کو قید خانے سے نکالا گیا۔ اس نے چرن بہاری سے بات کی اور اسے ایک جگہ بلا لیا گیا۔

”تب رادھن سنگھ کو مختور اس پانی دیتے ہوئے کوشل نے کہا۔ اگر تم نے کوئی چالاکی کر رادھن سنگھ کو اب کے تمہیں تیزاب پلاؤں گی پانی کی جگہ۔

”میں کوئی چالاکی نہیں کروں گا۔ رادھن سنگھ نے کہا۔“

چرن بہاری کے حصول کے لیے کافی احتیاط سے کام لیا گیا۔ پھر اسے قید خانے میں لایا گیا۔ لیکن رادھن سنگھ کی حالت دکھ کر وہ دست بردار ہو گیا تھا۔

”بہاری تمہیں گجراج لے جاؤ۔ روپا ان کے حوالے کر دو۔“

”جی ہماراج۔“

”کوئی چالاکی مت کرنا؟“

”جی ہماراج۔“

”اب تم کھڑکی پر بیٹھیں کرو اس وقت تک جب تک روپا یہاں نہ آجائے۔“

”چرن کوئی حرکت مت کرنا۔“

”میں خیال رکھوں گا بہاراج۔ چرن بہاری نے لڑتے ہوئے کہا اور ہم اسے قید خانے سے نکال لائے۔

میں نے کوشل سے کہا۔ ”میں خود روپا کو لینے جاؤں گا کوشل۔“

”جیسا تم۔؟“

”ہاں صرف میں تمہارا۔“

”جیسا روپا کو دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں۔ مگر میں تمہارے لیے بھی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔“

”تم اطمینان رکھو کوشل۔ میں روپا کو لے کر ہی آؤں گا۔“

گجراج تک کا سفر بڑا پیچیدہ تھا۔ یہ کوئی قصہ علائقہ تھا۔ ہمیں پہلے ریل سے سفر کرنا پڑا جو ہمیں گھنٹے کا تھا۔

مچھریک علاقے میں جیب سے جانا پڑا۔ یہ سب اسمگلروں کے علاقے تھے پھر ایک سنان گھاٹ سے چرن بہاری ایک اسٹیمر لے کر چل پڑا۔ اب تک وہ میرے ساتھ پورا تقاون کر رہا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان اس پورے سفر میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

اسٹیمر کا سفر بھی ایک گھنٹے کا تھا۔ مجھے خوب لگا کہ یہ کیسے جزیرے پر پہنچو گے کوئی تو جہ نہیں ہے رہ جال ہم ایک جزیرے پر پہنچ گئے جو بد نما چٹانوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ چرن بہاری یہاں کچھ لوگوں سے ملا۔ اس نے ان سے بات چیت کی اور پھر ہم جزیرے کے اندر دنی حصے میں داخل ہو گئے۔

نارود کے مال بہاں بکھرے ہوئے تھے۔ انہی میں سے ایک مار میں روپا موجود تھی۔

ایک حسین نوخیز لڑکی جس کا چہرہ لہری کی مانند پلایا تھا۔ اس کے خرد خال میں کوشل کی جھلک تھی۔ اس لیے اسے روپا تسلیم کرتے ہیں مجھے کوئی عار نہ ہوا۔

تیار نام روپا ہے؟ اس نے سوال کیا۔ لیکن وہ عالی خالی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”یہ جواب کیوں نہیں دیتی؟“

اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے بہاری نے جواب دیا۔ میرا خیال تھا کہ بہاری نے رادھن سنگھ کی جو حالت دیکھی ہے۔ اس کے تحت وہ کوئی حرکت نہیں کرے گا۔

بہاری چلا گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس آیا اور مجھ سے کہنا۔

”تیار ہاں ہوگی ہیں مہاراج۔ میں روپا کو سہارا دے کر باہر لے آیا۔ اسٹیمر ہمیں لے کر چل پڑا۔ لیکن سہاری چال چل چکا تھا۔ کوئی پلان تھا اس کے ذہن میں۔ ابھی اسٹیمر زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ دفعتاً مضامین میں کاپر نظر آیا جو اسی طرف آ رہا تھا۔

”یہ کیا ہے بہاری؟“ ہمیں نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا مہاراج۔ بہاری نے کہا اور دفعتاً اس نے بانی میں جھلانگ لگا دی۔“

اسٹیمر تھامے سر پہنچ گیا۔ اور دفعتاً اس سے گریو کی پوچھا ہونے کی میرے ہوش اڑ گئے تھے۔ اتفاق تھا کہ

کوئی گولی ہمیں نہ لگی۔

اور اب اس کے علاوہ جا رہے کا نہیں تھا کہ میں روپا کے ساتھ سمندر میں جھلانگ لگا دوں۔ میں نے روپا کو سمندر میں پانی میں کودنے سے روکنا نہیں چاہا۔ اور اسے شادیاں اور پھینک کر اسٹیمر کو تھاکہ روپا لگا تھا۔

لیکن میں زندگی کے سب سے خوفناک مرحلے میں روپا لگا تھا۔ وسیع و عریض بے کران سمندر اور ایک ذہنی غیر متوازن ہمتی جسے سمجھنا نہ تھا۔ اس کے علاوہ جا رہے کا نہیں تھا کہ ساحل کی طرف ہی تیز شروع کروں جو روپا کو چھو جائے گا۔ خوش بختی سے سمندر کا زیادہ سفر طے نہیں ہوا۔ پھر بھی اس حالت میں ساحل تک جانا معمولی بات نہیں تھی۔ روپا کو حاصل کرنے کی جو خوشی تھی سب قسم کی ہمتی میں نے اسے سمجھنا کر تیزنا شروع کر دیا۔ روپا خوشی سے مدد کر رہی تھی لیکن اس کا سارا لوجھ بھرا ہوا اور میں نے کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ جو کچھ ہو گیا تھا اس گمان بھی نہیں تھا۔ بڑی آزمائش آ رہی تھی۔

خوفناک حود جہد جاری تھی۔ نہ چلے گئی نہ تھک رہا۔ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے رفتہ رفتہ انہیں ہلانے کا رفتار سست ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بار پورا محسوس ہوا جیسے پانی ہلکا ہونا جا رہا ہو۔ شاید میں دو رہا تھا۔ لہر میں اب میرے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ ایک جب اوپر سے گزری تو مجھے سپٹ ریت سے ٹکرایا یا

یا فٹنک یا غنودگی جو کچھ بھی تھی۔ ایک دم ذہن سے چھٹا گئی۔ میں اچھل پڑا۔ ایک طاقت ور لہر نے کچھ اسی کے نوپاؤں زمین سے ٹک گئے۔

مجھ سے جذبات ہو گئے تھے دل میں ایک ایسی موتیزن ہو گئی تھی جو بیان سے باہر تھی۔ میں اب بچو ہوئی تھی لیکن میرا دل و دماغ منور ہو گیا تھا۔ میں روپا کو نشانے پر ڈالے ہوئے کھڑا ہو گیا کیونکہ آگے بڑھنا

بالاخر حق پر پہنچ گیا ابھی بچہ جہاں لہر میں نہیں آ رہا تھی۔ ہاتھوں سے متوال ٹھول کر میں نے ایسی جگہ تلاش کی جو صحیح تھی۔ پہلے روپا کو ایک چٹان پر لٹا دیا۔ اس کے بعد خود بھی اس چٹان کے نزدیک ایک آگے بڑھے ہوئے

پتھر پر بیٹھ گیا۔ میری اپنی حالت تھی بہتر نہیں تھی بلکہ

کاجوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔

لیکن چونکہ اندرونی طور پر خوشی تھی اس لیے زیادہ احساس تھا۔ رات تہمتنا آہستہ گزرتی رہی۔ دو بار تھی تھی میں میں اور میں خوشتر ہو گیا۔ اگر مارش لگتی تو یہاں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ چٹانوں میں اتنی پھسل کر بیان سے باہر کوئی غلط جنبش موت کا پیغام بن

تھی۔ صبح کی روشنی نے ماحول کو منور کر دیا لیکن بے حد مایک ماحول تھا سیاہ بد نما ہیبت تک چٹانیں سینہ نے کھڑی تھیں اور ان کا سلسلہ تاحہ رنگہ چلا گیا۔ دور دور باہر چٹانوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا پتہ نہیں کون کس جگہ حالات بہت سنگین تھے۔ میں نے گہری سانس لے کر روپا ان دیکھا تنفس جاری تھا۔ بے ہوشی شاید گہری نیند میں تھی تھی اس لیے اسے جگا کر مانا سب نہ سمجھا جس جگہ لہری تھی وہ محفوظ تھی اس کے گرد بے ہوشی تھا چنانچہ اپنی بگڑے اٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ قرب جوار کا جائزہ جائے اور اس جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ لگانے کی فکری کی جائے کہ کیوں ہی جگہ ہے۔

میرا کام نہایت خوش اسلوبی سے ہوا تھا اور میں ایک ناکوش میں کامیاب ہو گیا تھا جو ناقابل یقین سمجھی تھی لیکن اس کے بعد بہن حالات سے دوچار ہوا تھا۔ بہن تقدیر ہی کا عطیہ تھے خدا کی کوئی مصلحت ہی ہوگی

ہاں ہی۔ میں روپا کو اس جگہ چھوڑ کر وہاں سے آگے ٹرھ گیا۔

ہاں ہی چٹانوں پر بسے پناہ پھیلنے لگی لیکن فکوری دور رہی۔ پھیلنے سے منور کی تھی ان چٹانوں کو مسلسل

گولی ہی تھی جس کی وجہ سے ان پر کافی جرم تھی لیکن

کا فکری حقد محفوظ تھا۔ چٹانیں جو کچھ پھیلوان تھیں اور

پاؤں چھانہاں ہاتھ کا کا۔ میں خود فکری کی طرح آگے

بڑھ گیا تھا۔ لیکن روپا کو اس وقت ساتھ لے کر آنا

فراڈ ہی ہو گیا تھا جگہ جگہ کے کھلے نظر آئے۔ یہ چٹانیں سلسلہ

نے ایک جہل کی حرکت کرتے دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔

میں نے سوچا کہ جا کر دیکھوں اس طرف کیا ہے۔ چنانچہ اس چٹانوں کی طرف سے قریب پہنچ گیا۔ جڑی بوٹیوں سے بھرے ہوئے دوسری طرف دیکھا ایک بہت بڑی گہری گھاٹی تھی جس میں

لا تعداد سنگریزے بڑھے تھے۔ ان سنگریزوں پر ایک ایسی چیز

پڑی ہوئی تھی جس نے مجھے چونکا دیا۔

یہ لوہرہ کشتیاں تھیں ٹوٹی بھوٹی کشتیاں ان

سنگریزوں پر بکھری بڑی تھیں۔ ویسے یہ بکھریاں کی پہنچ سے

دور تھی اس لیے کشتیاں بھیجی ہوئی نہیں تھیں۔ میں اندازہ لگانے

لگا کہ نیچے جانے کی جگہ کون سی ہو سکتی ہے اور مجھے ایک ایسی دھلان نظر آئی۔ جہاں سے اگر میں قدم جگا کر نیچے جانے

کی کوشش کرنا تو شاید بھیجے ہوئے کشتیاں کشتیوں کی فکوری

نے بہر صورت اتنا تو یقین دلا دیا تھا کہ اگر یہ جگہ اس وقت

بیز آباد تھی تو کبھی نہ کبھی منور آباد ہوگی۔

حالانکہ کشتیاں سال خورہ تھیں اور ان پر کابھی کا

غلبہ تھا۔ ٹوٹی بھوٹی تھیں جس سے اندازہ بھی ہوتا تھا کہ

اب انہیں استعمال نہیں کیا جاتا ہوگا۔

لیکن بجائے کیوں میرا ذہن اس بارے میں محتس تھا۔

میں اس دھلان کی جانب ٹرھ گیا اور ٹری آہستہ سے نیچے

اس کے سامنے کے حصے پر ٹیپس تھیں وہ اس کو منور کیے ہوئے تھیں ورنہ اس کے آگے بالکل تاریکی تھی جسے غار کے دہانے سے اندر داخل ہوا، غار زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ بس ایک چاروں کالٹا تھا جسے سامنے کے حصے سے غار کا دہانہ سمجھا جاسکتا تھا۔

لیکن جلی سی روشنی میں، میں نے غار کے ایک کونے میں پڑے ہوئے سامان کو دیکھا تھا۔ اس کے نزدیک پہنچ کر میں نے اسے ٹولا غائب کسی ٹیپس کی کشتی کا بادبان تھا۔ جسے لپیٹ کر یہاں سے باندھ دیا گیا تھا لیکن وہ بالکل ہی بوسیدہ تھا اور آدرا سا کھینچے سے ٹھیک جاتا۔ پیچھے ٹیپس کے کچھ ڈبے پڑے ہوئے تھے۔ چڑھک خوراک کے تھے بھوٹے ہی خانے پر بیٹول کا ایک بین رکھا ہوا تھا۔ جسے کھول کر دیکھا تو مٹی کے تیل کی بدبو اور گیس اٹھنے لگی۔ جب میں نے اسے ہٹا کر دیکھا تو اس میں کافی مقدار میں تیل موجود تھا۔ مٹی کے تیل کا لیسپ بھی نظر آیا گیا یہاں کسی نے قیاس کیا تھا۔

یہ بادبان ان ٹیپس ہوتی کشتیوں میں سے کسی کا معلوم نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس کا حجم خاص تھا۔ میں نے ایک ٹیپس کے لیے سوچا۔ کوئی چیز تھی تو نہیں تھی میرے پاس بیٹول تھا جو پانی میں جھیک کر ناکارہ ہو گیا تھا اور میں نے اسے اپنے بدن سے جدا کر کے پھینک دیا تھا۔ یا تو وہ موجود نہیں تھا۔ بہر طور یہ رستی مجھے کام کی چیز نظر آئی اور میں اسے کھینچنے کی کوشش کرنے لگا۔ مقوی مٹی کی کوشش کے بعد اس میں کافی ہو گیا۔ رستی کو دیکھا کافی مضبوط تھی باقی بادبان بڑی طرح گھل چکا تھا۔ جی تو جو کسٹن کی جی ہوئی تھی اس لیے ہواؤں کی نمی اور ذرات کی کراں پر اثر انداز نہ ہو سکی تھی۔ تاہم وہ اتنی مضبوط بھی نہیں تھی۔ جتنی اصل حالت میں ہوگی۔ رستی تقریباً بارہ بانڈرہ گز لمبی تھی۔ میں نے اس کا پچھا سا بنایا اور کندھے پر ڈال لیا اور کھڑکی سے ہونے پر اتر نکلا۔

مجھے کچھ سوچ کر وہ بارہ اند گنیا اور مٹی کے تیل کا وہ بین بھی اٹھانے کی جگہ سے کسی کام آجائے، لیکن اس کا کام تو تھا ہی نہیں۔ ذہن میں ایک خیال اٹھا۔ رو یا تھوکی ہوگی۔ مجھے خود بھی تھوکی محسوس ہو رہی تھی ساری رات گزر چکی تھی اور کل دن میں بھی میں نے ہلکا سا کھانا کھا یا تھا لیکن ان چٹانوں میں خوراک کی تلاش بے سود ہوگی۔ البتہ سمندر میں قدرتی غذا ضرور موجود ہوگی۔ یہاں سے سمندر تک جانے کا راستہ تلاش کرنے میں۔

میں اٹھ اڑھنظر دوڑا آنا اور سنگ ریزوں پر چلتا ہوا لنگر لگا۔ لنگری اور رستی کا پچھا میرے سامنے تھا۔ ان دونوں چیزوں کو میں خود سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کافی دیر بیٹھے کے بعد جب میں ایک بیٹری کھلاؤ میں داخل ہو کر دوسری طرف نکلنا اور نکلنا زنگا ہون کے سامنے تھا۔ بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ ترس پڑی کھلاؤ میں داخل ہوتی اور واپس چلی جاتی تھیں۔ یہ لنگر پانی سے بھرے ہوئے تھے۔

دفعاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا سمندر میں داخل ہو کر تو پھیل کا شکار ایک احمقانہ سوچ ہی ہو سکتی تھی۔ لیکن ممکن ہے ان قدرتی تالابوں میں چھپا ہوا موجود ہوں۔ میں ان تالابوں میں جھانکنا ہوا کرتے پڑھے لگا اور پھر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ایک رٹے سے گڑھے میں حوز زیادہ گہرا نہیں تھا۔ ٹیپس چھوٹی ٹیپس چھیلوں کے غول نظر آئے اور میری بائیں خوشی سے کھل گئیں۔

یہ چھپیاں اپنی مرضی سے واپس نہیں جاسکتی تھیں۔ ایک طرح سے یہاں قید ہو گئی تھیں لیکن یہ قید یہی ان کے لیے تھی جی کیونکہ گڑھا پانی سے لے لے بھر جا تا تھا یہاں اگر سمندر کی بہت بڑی لہریں نہیں جا کر لے جاتی تو اور بات تھی لیکن شاید اتنی بڑی لہریں یہاں نہیں پہنچ پاتی ہوں گی اس لیے گڑھے کے کنارے پیچھے کر چھیلوں کو ناکارہ شروع کر دیا۔ لنگری کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی جس سے میں ان کا شکار کر سکتا میں نے کسی بار چھیلوں کو لنگری ماری لیکن کامیابی نہ ہوئی وہ جھ سے زیادہ پھرتی تھیں پھر میں نے ایک بڑی چٹا کو جس کا وزن ایک کلو سے کم نہ ہو گا تاکہ لیا۔ وہ تالاب کے کنارے موجود تھی غالباً میرے لنگری کے داروں سے وہ ہم گئی تھی میں نے اللہ کا نام لے کر اس پر ایک زبردست دھکیا اور پھر میری حیرت کی انتہا نہ رہی چھیل ترپنے لگی تھی اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکی اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اسے ہاتھ لگا کر باہر نکال لوں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ تڑپتی ہوئی چھیل میرے ہاتھ سے دو تین مرتبہ پھسل گئی۔ آخراً اس پر میری انگلیوں کی گرفت قائم ہو گئی۔ اس طریقے سے میں نے وہ چھیل اور شکار کیا اور انہیں لیے ہوئے اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں کشتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ پھر میں نے چھیلوں کے ایک چوہا سا بنایا اور کشتی کی کھڑکیوں کے چھبے سے چھبے

پر لیے جمع کر کے انہیں اس چولہے میں رکھ کر ان کھڑکیوں پر لپیٹ کر چھیل کا لیکن اب آگ کا مسئلہ تھا اور خداوند قدوس نے میں کو زندہ رہنے کے بہت سے طریقے بتا دیے تھے۔ ابھی میں نے یہ طریقہ چھیل کا بھی سمجھا لیکن چونکہ میں ان چھیلوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا جو آگ پید کر رہے ہیں لیکن یہ ضرور معلوم تھا کہ بڑی بہت آگ پر چھیل سے پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ میں کوشش کرنے لگا اور کوشش میں مجھے پسینہ آ گیا۔ چھیلوں کو ایک دوسرے سے جڑاتا تو ہاتھوں میں بھی دھک محسوس ہوتی میری یہ کوشش بڑی دیر بعد کامیاب ثابت ہوئی اور مٹی کے تیل نے کئی ہی آگ پڑی۔

میں اپنے ہاتھوں کی چھیلوں میں اس آگ کو پروان چڑھا گا اور مقوی مٹی پر دو سال خوردہ کھڑکیوں کے آگ پڑی۔ ہاتھ لگے اور کھڑکیوں اور تیل کے اجاوب اور پھر دوڑنے سے پتھر طرح ان کے کنارے رکھ دیے کہ ان پر چھیل لگی جاسکے۔ لیکن کھال اس طرح آنا ناممکن نہیں تھا۔ لیکن اگر وہ فصیح طور پر چھیل تھی تو بہر طور کام چلا جاسکتا ہے۔ اس طرح میں نے چھپیاں بھون لیں۔ پھر چھیلوں کو کھالوں میں لپیٹ کر لارہنے سے واپس چل پڑا جس طرف سے یہاں آیا تھا لنگری رستی کا پچھا بھی میں نے اپنے پاس ہی رکھا تھا۔ وہاں تک پہنچنے میں مجھے بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ بار بار یہاں آنا میرے لیے ممکن نہ ہو گا۔ اور اسی گزشتہ ہفتے پاؤں توڑ سکتی ہے۔ بہر طور میں روپا لے پاس پہنچ گیا۔ دو روز سے میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ پوٹا مٹی ہے اور اسی چٹان پر پاؤں لٹکائے بیٹھی ہے۔ ماں میں اسے چھڑ کر گیا تھا۔ اس کے چہرے پر وحشت نے آثار تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے خوف نے اسے سکتے ہو یا جو میرے قدموں کی آواز پر میں اس نے مجھے چونک کر دیکھا تب میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔

”روپا میں نے نرم لہجے میں آواز دی۔ اور اس نے کھولی اور لنگر میں چھید پر جا دیں۔ اس کا چہرہ کسی قسم کے تاثرات سے خالی تھا۔

”میں نے بھوک لگی ہوگی۔ میں نے کہا۔ لو یہ چھیل کھا لو اور اس کے کھانے کی جانب بڑھا دی۔ وہ چھیل کو دیکھتی رہی لیکن اس نے ہاتھ آگے نہیں بڑھا یا تھا میں نے چھیل کو درمیان سے لگا اور ناقص سے اس کی کھال چھیننے لگا۔ پھر میں نے اس

کا گوشت روپا کے چہرے کے قریب کر دیا اور اس نے بچوں کے سے انداز میں اپنا منہ کھول دیا۔ مجھے ہنسی آئی۔

”اس میں کانٹے بھی ہوں گے تم اسے اپنے ہاتھوں سے پکڑو اور کھا لو۔ میں نے کہا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے مجھے شرت ہوئی تھی کہ اگر اس میں الفاظ کھنے کی صلاحیت تھی پر وہ چھیل کے گوشت کو انہوں سے بچنے کو نوح کرکھانے لگی۔ کانٹے ٹھوکتی جارہی تھی میں جب اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو میں نے بھی دو چھیلیاں مدد سے میں اتار لیں ایک چھیل میں نے ضرورت کے لیے ٹھنڈا کر لی تھی۔ دو چھیلیاں دوپانے کھالیں چھیل کھانے کے بعد وہ پھر بچوں کے سے انداز میں میری طرف دیکھنے لگی اور میرے ہونٹوں پر مسکرات چھیل گئی۔

”روپا اب تم ہوش میں آگئی ہو۔ خدا کے لیے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ اب تم دو ہمتوں میں نہیں، دو دستوں میں ہو۔ وہ خاموشی سے میری بات سنتی رہی اس بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

”آؤ اب تم زیادہ دیر نہیں رک سکتے۔ میں نے اس کا بازو پکڑا اور بڑی احتیاط سے ایک سمت منتخب کر کے اس سمت پہل پڑا جو آہستہ قدموں سے میرے ساتھ چل رہی تھی۔ غالباً رات کی پندرہ گھنٹے سے اسے خاصا پرسکون کر دیا تھا۔ ہم دونوں مقرر کرتے رہے یہ سفر ہم دونوں جی کے لیے مشکل تھا لیکن بڑی پامردگی سے میں روپا کو چھیلے ہوئے آگے بڑھاتا رہا بہت سے خطر ناگہانے لائے تھے۔ بہت سی ایسی جگہیں آئیں جہاں سے آگے بڑھنا ناممکن نظر آتا تھا لیکن بہر طور قدرت کی مدد سے ہم نے ان راستوں کو عبور کر لیا اور جب سورج عین سروں پر آچکی تو ہم خاصا فاصلہ طے کر چکے تھے وہ جگہ خاصی دور رہی تھی یہاں تو اب سمندر کا شور بھی سنائی نہیں دیتا تھا میں نے روپا کے انداز میں لکھت کے آثار دیکھے تو ایک بہتر جگہ تلاش کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ کوئی جلدی نہیں تھی کیونکہ کسی منزل کا تعین نہیں ہو سکا تھا۔ یہیں پہنچا جاسکتا تھا کہ الٹو سفر میں کسی ایسی جگہ آئی کہ لے جائے گا جہاں جان بچنے کی کوئی آئیہ ہو۔

یقیناً ہواؤں نے میں اس جگہ سے کافی دور لاپس کاٹا جہاں ہم کو تڑپا تھا۔ اور اب یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ جس جگہ

ہم موجود ہیں۔ وہ کون سی جگہ ہے۔ اگر لٹی ہوئی کشتیاں نظر نہ آئیں تو شاید یہ کتنا عجیب و غریب شکل ہو گا کہ ایک انسانی قسم میں بیچیں ہوں۔

عجیب و غریب اور ان علاقوں کے عجیب و غریب جان موافق ایک ایک لمحہ موت کا وقت گذرنا موقوفات فیض ایک عجیب سی آواز بلند ہوئی میرے کان اس آواز سے نا آشنا نہیں تھے۔ میں جو تک بڑا سمیت دور غائبانہ سمندر پر ایک سہیلی کا بڑے سفر کرتا ہوا اس طرف آ رہا تھا کسی خوش فہمی کی گنجائش موقوف نہیں بلکہ طرہ ہمارے دوستوں کا نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس سے نقل کہ وہ ہمارے سر پر پہنچ کر نہیں دیکھے اور انہی چٹانوں پر ہمیں بھونکنے کے رکھے۔ دے۔ میں نے اپنے بچاؤ کے لیے بندوبست ضروری کیا تھا۔

میں بھرتی سے اٹھا، رو پکا کا ہاتھ پکڑا اور اسکے ٹھہرنے لگا رو پکا کی کیفیت میں ماباں تبدیل نظر آ رہی تھی۔ پرا سرٹ سے یہ جتنے مہوئے اس نے خدا تعالیٰ کے لئے، جن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بہت جلد اس کی ذہنی قوتیں بحال ہو جائیں وہ بھی شاید پہلی کا بڑے آواز محسوس کر چکی تھی اور صورت حال کی نزاکت سے کچھ واقف ہوتی جا رہی تھی۔ اس لیے ممکن کے باوجود اس نے ہیرا ساتھ دیا۔

ہم لوگوں کو ایک چٹانی سائبان مل گیا۔ سیاہ بھری اور بد نما چٹان سی بھری کی طرح اسی جگہ سے باہر نکلی ہوئی تھی اگر ہم اس کے پیچھے چلے جاتے تو یقینی طور پر پہلی کا بڑے میں بیٹھے ہوئے لوگ ہمیں اوپر سے نہیں دیکھ سکتے تھے ہم نے ایسا ہی کیا۔ ہم اس طرح صرف کر بیٹھے تھے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں بھی چٹان کے سائبان سے باہر نظر نہ آسکے۔

پہلی کا بڑے کی آواز تیز ہوتی گئی۔ کوئی نئی پرواز کر رہا تھا اور پھر ہمارے سر پر گزرتا ہوا اسکے بڑھ گیا۔ میں یہ اندازہ بھی نہ لگا سکا تھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے جس جگہ ہم پہنچے ہیں۔ وہ سن کی تحویل میں ہے۔ کیا نام ہے اس کا۔ اس لیے لوہے و توفیق سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ پہلی کا بڑے ہم لوگوں کی تلاش میں ہے۔ اس کا اندازہ لگانا بے مشکل تھا۔

ہم کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ شاید تھا کہ پہلی کا بڑے کہیں لپٹ کر واپس نہ آئے لیکن تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے اور دوبارہ اس کی آواز نہ سنائی دی۔ نو میں رو پکا کا ہاتھ پکڑ کر چٹان کے سائبان سے باہر نکل آیا۔ میری نگاہیں

آسمان میں بٹھک رہی تھیں۔ لیکن پہلی کا بڑے مایوس ہو کر باہر جا چکا تھا۔

کیا وہ لوگ دوبارہ ہمیں تلاش نہ کریں گے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ سوچتا تھا ایک آہٹ سنائی دی اور میں نظر پڑا آہٹ اب بار بار سنائی دے رہی تھی اور میں اس کی سزا نفاذ نہ کر سکتا تھا۔ آہٹ اب بتور سنائی دے رہی تھی اور بار بار اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ میں خود کو قتل کر کے تیار کر کے ان لوگوں کو دیکھوں۔ رو پکا کو میں چھوڑ کر ہر جگہ برق رفتاری سے چٹان کے پیچھے گیا۔ وہاں کوئی نہیں لیکن ایک خفیہ میں ایک بہت بڑا بچھرا نظر آیا جس کا اور خول ٹوٹا ہوا تھا وہ ریگ رہا تھا۔ اور میرا وار اس کا میں نے سکون کی سانس لی۔ اور وہاں رو پکا کی طرف آ گیا یہ اس ماحول میں جگہ سے اتنی وحشت محسوس ہو رہی تھی کہ اس سے یہاں نہ کر گیا۔ اور میں رو پکا کا ہاتھ تھما کر کہاں آگے بڑھ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسم میں ماباں تبدیل ہو گیا ہر چند کہ دھوپ اس سے پہلے بھی بہت تیز نہیں ہوئی اور چٹانوں میں ہمیں گرمی کا کوئی احساس نہیں ہو سکا تھا کہ باہروں کے اچانک آسمان پر بچھا جانے سے موسم بہت خوشگوار ہو گیا، البتہ سیاہ صورت چٹانیں کچھ اور بد نما ہو گئی تھیں۔

رو پکا بڑے اعتماد سے میرا سہارا لیے ہوئے تھی اسے تھکے ہوئے کے باوجود آگے ٹھہری تھی۔ میں نے اس خولے اتروا دئے تھے کیونکہ ان کی وجہ سے اسے چلنے وقت ہو رہی تھی۔ جدید ساخت کے جوئے تھے جو پہلوں پر بالکل ہی ہیکار ہوجاتے تھے۔ البتہ یہ جوئے ان مصالح نہیں کیے تھے۔ ہمارا اگر کوئی ایسا راستہ آئے ان کی مزدورت ہو تو پھر کوئی پریشانی نہ ہو سکے۔

ماہولوں کی سایہ گری ہو گئی اور مجھے اب یہ پہلوں پر بیٹھا تھا کہ اگر مائیں ہو گئی تو ان چٹانوں پر قدم چھانا ہوجائے گا۔ جگہ جگہ کھانسان اور گڑھے تھے اور بعض یہ گڑھے ہمیں بچھا کر بھی بڑھتے تھے۔ چٹانوں میں آگے آگے کہ اگر کوئی گڑھا پھیلا دیکھتے ہوئے اندازے کی ذرا سی غلطی ہوتے تو ہم گڑھے میں گر پڑیں۔ میں اپنی تمام تر کوشش

صرف کر رہا تھا کہ وہیں کوئی خطرناک راستہ اختیار نہ کرے۔ اس لیے بار بار میں راستہ کا نشان پڑتا۔

ابھی تک بائیں شروع نہیں ہوئی تھی، اور میں اس کا کسی ایسی جگہ پہنچنا چاہتا تھا جہاں کوئی بہتر نہایت کا نچے میری نگاہیں اور دھڑکنے لگی تھیں پھر وقتاً آہستہ جگہ نظر آئی۔ میں نے روپکا اس طرف متوجہ کیا اور ایک گڑھ دیکھنے لگی۔

میرے خیال میں وہ جگہ بہتر ہے۔ اگر بائیں ہوگی تو ہمیں لہنے کی۔

”آں۔ آں۔“ روپانے جواب دیا اور ہم نے رخ بدلا۔ طوطی دیر بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے۔ یہاں ہمیں اسی کی ایک جھتی سی نظر آئی تھی، نیچے خاصا گہرا غلابا تھا۔ ان غلابوں میں اترنے کے راستے ایسا تھا کہ ہمیں اس جگہ میں کوئی وقت نہ ہوئی، لیکن یہ دروازے بہت دور تک تھے۔ اور دھندلا ہوا نہیں چھا جانے کے باوجود میں دوسری نظر سے انظر صاف نظر آ رہا تھا۔ دروازے اتنی سی بھی کئی کئی ہونے کے باوجود دوسری طرف کا منظر صاف نظر آ رہا اور اس منظر میں ہمیں درخت جھومتے ہوئے نظر آتے تھے اور چٹانوں کا اقسام تھا اور اب شاید کوئی جنگلی علاقہ یا پہاڑی تھا۔ جی تو جاگا کہ وہ درکر ان جنگلوں میں بیٹا ہلی کا بائیں کا خون تھا۔ اور جنگل ہمارے شناسا نہ تھے۔ اس میں نے اس جگہ سے باہر نکلتا مناسب نہ سمجھا۔ یوں بھی صاف ہی ہو گئی کہیں کہیں پھولے کھڑے نکلے ہوئے پڑے تھے، بائی جگہ بالکل صاف تھی۔ کوئی سوراخ یا رخندہ نہیں تھا جن سے یہ خدشہ ہوتا کہ یہاں حشرات الارض پڑا ہوگا۔

”میں بیاس محسوس کر رہی ہوں“ روپکا کی تقریباً یہی راہ چلی اور میں نے اور دھڑکنے لگی۔ دوسرے نے میں نے اسے گناہے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”اگر بات سے تو دعا کرو بائیں ہوجائے۔ یعنی طور میں پانی و متناس ہوجائے گا۔ بظاہر تو یہاں کہیں پانی اور نظر نہیں آتی۔“ روپا پہلو سے شوکت ہونٹوں پر زمان بھرے لگی۔ مائے پھولے کھڑے نکلے ہوئے صاف کر کے ایک ایسی جگہ لگا جہاں وہ آرام سے بیٹھ گئے۔

”میرے خیال میں یہ جگہ ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ ہے۔ ہم رات بھی یہیں گزرائیں گے۔“

”بھٹیک ہے۔“ روپا آہستہ سے بولی۔ میں خود بھی اس سے چند فٹ کے فاصلے پر بیٹھ گیا تھا پھر میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”روپا تمہیں احساس ہے کہ تم کہنے پریشان کن مراحل سے گزر رہی ہو۔“

اس نے غالی غالی سی نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ لہو پھر گردن چٹان سے لڑکائی۔

”اپنی یادداشت پر زور دو۔ روپا یاد کرو کہ تم کہاں تھیں، کن کن حالات سے گزری۔“

”مجھے یاد نہ دلاؤ۔ میں وہ سب کچھ یاد نہیں کرنا چاہتی، میں کون جا رہی ہوں۔“ اس نے آہستہ سے کہا اور میرا دل خوشی سے دھڑک اٹھا۔

یہ سچے در کی کے الفاظ تھے۔ اب تک وہ جس ذہنی کیفیت میں نظر آ رہی تھی یہ کیفیت اس سے بالکل مختلف تھی۔

”میں ہمیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ روپا، میری خواہش ہے کہ تم حالات کو سمجھو اور خود کو ان کے لیے تیار کرو۔“

”میں۔ میں۔“ وہ گردن اور دھڑکنے ملانے لگی، اور پھر اس نے میرے چہرے پر نگاہیں جمادی اور آہستہ سے بولی۔ ”میں ٹھیک ہوں، میرا خیال ہے میں ٹھیک ہوں۔“

گو کہ اس لیے میں ممکن اور لقا بہت موجود تھی مگر کچھ میں یقین بھی تھا۔

”اوہ روپا، تمہاری یادداشت واپس آ رہی ہے؟ میں پُر سر مت لہجے میں بولا۔

”شاید میری یادداشت کم ہی نہیں ہوئی تھی میں۔ میں بس۔“ براہ کرم خاموش ہو جاؤ میرا سر دوڑ کر کہنے لگتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے بڑی مسرت ہو رہی تھی۔

مجھے یقین تھا کہ بس اب بھڑکی سی ہی دیر دور کا ہے، روپا کی ذہنی کیفیت بحال ہوجائے گی۔ دراصل وہ دامغ علی کا شکار نہیں ہوئی تھی، یہ تو ان اذیتوں کا اثر تھا جنہوں نے اس کا دامغ مائوت کر دیا تھا۔

چٹانی چھت سے فورا پرے زمین بیٹھنے لگی۔ لو نہری آگئی تھیں۔ میں نے روپکا کو اس طرف متوجہ کیا اور وہ بھری

سے جانی سامان کے نیچے سے کھینکے لگی۔ اب مجھے احساس ہوا کہ اس کی کتنی شہرت ہے۔ جیسا محسوس ہو رہی ہے۔ اس نے فعلی جگہ میں منہ نکال اور چیت لیٹ گئی، لیکن کھلی ہوئی تھیں، ابھر اس نے منہ بھی نکول دیا اور پانی کے قطرے اس کے چہرے کو میٹھو لے گئے۔

کافی گھنٹا میں ماحول کو ننگی رہیں اور اچھی خاصی تازگی پھیل گئی۔ دفعتاً آسمان پر بجلی لڑکنے لگی اور موٹو طوفانی شکل اختیار کر گئی۔ ہوا کے تیز ہتھ پڑے چھوٹے چھوٹے پتھروں کو اڑانے لگے اور اس کے بعد شدید بارش ہو گئی۔

موسم بھی ایک دم سرد ہو گیا تھا۔ روپا دوبارہ سامان کے نیچے آئی تھی۔ بجلی جیڑی طرح کوکڑھی رہی تھی، بادل گرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے بہاڑوں میں سہارا توڑیں، بیک وقت جلادی گئی ہوں۔ اس قدر شور و جہاں تھا کہ کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔

بارش آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ہواؤں کے پتھروں نے رگوں میں خون جمانے سے رہے تھے۔ بالوں کی گھن گرج اور بجلی کی گرج چمک بدستور جاری تھی۔

یہ معلوم کتنی دیر تک ہم اس طرح بیٹھے رہے۔ روپا اوجھنے لگی تھی۔ دفعتاً میرے کانوں میں ایک عجیب سی آواز ابھری۔ میں نے اس کا صحیح اندازہ نہیں رکھا تھا۔ پھر یہ آواز واضح ہوتی چلی گئی۔ اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ متوجہ کستا رہی کی مانند کوئی سخت شے میرے بدن کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔

خون ٹھنک کر دینے والا پانی خدا جانے کہاں سے ایک سیلاب کی مانند اس دریا میں داخل ہو رہا تھا اور اس سے جو صورت حال پیدا ہونے والی تھی اس کا تصور ہی ذہن زدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ روپا نے روپا کو بھی ہوشیار کر دیا۔ اندر وہ طاری ہو گئی۔

”پانی۔ پانی۔“ وہ پکپکاتی آواز میں چیخی اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تازگی میں چھانک لگا دی اور اگر دریا پتی نے ہوتی تو پانی کا ریلہ ہمیں ذرا سی جہلت بھی نہ دیتا۔ ہم اندھیرے میں گھوم رہے تھے، ایک دوسرے کو قتلے اندھا دھند دھڑ رہے تھے کسی بھی طے ہماری زندگی موت سے ہلکا رہ سکتی تھی، لا تعداد کھٹے منہ کھولے ہمارا استفسار کر رہے تھے۔ وہ کھائی جو میرے خیال میں تنگ اور مختصر تھی،

آگے چل کر کشادہ اور گہری موتی مار رہی تھی۔ ہمارے پی پانی کا بے پناہ شور ابھر رہا تھا۔ روپا جیڑی جہت سے چلنے سے رہی تھی۔ ایک بار بجلی چمکی تو ہم نے اطراف کے ماحول دیکھا۔ ہمارے چاروں طرف چشما میں پانی میں ڈوبی کھڑی تھی۔ اس کے آگے راستہ بند ہے۔ روپا کی دو تہی ہوئی منٹائی دی۔

میرے رنگہ چاروں طرف بھٹک رہی تھی۔ مقورے نا پر میں نے جہاں میں ایسے رہنے دیکھے جہاں سے اور دریا کو سرخوش کی جاسکتی تھی میں روپا کا ہاتھ پکڑ کر دھڑک رہا تھا۔

روپا میرے ساتھ گھسٹتی آ رہی تھی۔ ہم ہر گز لیکن آگے کا ماحول نامعلوم تھا۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا کی کیا کیفیت ہو چھل ساتھ نہیں دے رہی تھی چرنا نے بے حرکت کیوں کی تھی راہوں سمجھنے کے لیے کچھ اور دی تھیں اس نے ان کے برعکس کیا تھا۔ اور اب چرنا کا پتہ نہیں تھا۔

بہر حال میں جیڑی طرح بیٹھا ہوا تھا کوئی بچہ کا طہرہ سمجھا تھا۔ روپا نے جانے کیا کہا، میں نے اس کا جواب دیا۔ اب ان حالات میں اس کی حالت اور خراب ہوتی جا رہی ہے جو صدمہ دے رہا تھا لیکن اس کے چہرے کا بیس کمی نہیں ہو رہی تھی۔

رات ہو گئی۔ ہمیں تلاش کرنے والوں کی سرگرمیاں ختم ہو گئی تھیں رات کو چھیننے کے لیے ہم نے ایک منہ کا انتخاب کر لیا تھا یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ لوگ کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ جینک جیڑی سے الگ جان نکلی؟ تھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں؟

یہی تھی کہ بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا وہی بارے میں ساری مثالیں پر ثابت ہوئی تھیں کہ وہ برسی آجاتی ہے۔

”میری ساری مثالیں پر ثابت ہوئی تھیں کہ وہ برسی آجاتی ہے۔“ وہ رہے۔ ایک آواز منٹائی دی۔ اور اس نے میں آگے کی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں بہت کی نالیں میری گردن سے لگیں۔ روپا کی بھی آگے

لہاڑو ہا کے بدن میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ وہ ساکت و جاہل پڑی تھی۔

”اسٹو۔ کوئی حرکت کی تو ایک کرنٹ آوانے لگا ہوا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”اس کی تلاشی لو۔“
”وہ آدمی میرے قریب پہنچ کر میرے بدن کو ٹونے لگے اور پھر میرے پاس جو کچھ تھا انھوں نے نکال لیا۔

”لاڑی بے ہوش ہے، کسی نے کہا۔“
”ہن تو نہیں رہی۔“
”دوسری آواز نہ کہا۔“
”نہیسا، تمہارا لہاڑو روپا کے بارے میں یہ الفاظ سن کر لے افسوس ہوا تھا۔

”سنو۔“ میں نے کہا۔
”ہاں کہو کیا بات ہے؟“
”میں تمہاری تمام بدلیات پر عمل کرنے کو تیار ہوں لیکن اگر لوگ کوئی نقصان پہنچا تو۔“

”تھنک ہے جولوہ انھوں نے کہا، اور اس کے بعد مجھے کوئی ایک میل کا سفر فرما پڑا جسے ہونے والی تھی مجھے ایک نام میں پہنچا دیا گیا اور پھر ایک سلاخوں اور دو ہزارے کے پاس پہنچ کر انھوں نے مجھے اندر دھکیل دیا۔

”میری کو بھی یہاں پہنچا دو۔“
”ہنیں اس کی جگہ دوسری ہے۔“
”جواب ملا۔ اور وہ لوگ روپا کو لے کر چلے گئے۔

یہ صورت حال سخت تشویش کا باعث تھی لیکن میں ہراساں نہیں تھا وہ لوگ جو کچھ بھی تھے خدا پر بھروسہ تھا وہ ہر تنگ میں بند رہا تو یہاں وہ مجھے چند لوگوں نے مجھے اس قید خانے سے نکالا اور ساتھ لے کر چلے گئے۔

غاروں کا عظیم الشان سلسلہ دو رنگ جھپٹا ہوا تھا۔ ایک کشادہ غاروں سے وہ گنگے جیڑی میں تھی، اور اس کے نیچے ایک خطرناک شکل کا آدمی بیٹھا ہوا تھا اس کے چہرے پر جیڑی ڈال تھی آجیوں گہری براؤں اور خطرناک تھیں۔

مجھے اس سے جنگ کرنا پڑی تو پھر راجا اور اصغر کے سامنے اس کا تھرا ہوا شکل تھا میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا اس کی بدلیات براس کے تمام سامنے یا ہر لکل گئے تھے خونخاک شکل کے آدمی نے نکالیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور دونوں ہاتھ میں ہنر رکھ دیئے، لیکن دفعتاً وہ اس طرح پیچھے ہٹ کر گئی جانگا، جیسے میری سطح سے آگے کھڑا تھا، ہوا اس کی آنکھیں متحیرانہ انداز میں جھپٹ گئی تھیں وہ اسی کی پیچھے کھسکا کر اٹھا کھڑا ہوا۔

ایک بار پھر اس نے دونوں ہاتھ میں ہنر جاکر جھٹک کر مجھے دیکھا اور اس کے بعد میرے عقب سے لکل آیا۔

”میرے خدا، میرے خدا، اگر میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا، میں تم پر حسین شہزادے تم ہو۔ راجا راجا اصغر اس کے منہ سے اپنا نام سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب آ گیا۔

”مجھے دھوکا تو نہیں ہوا، بتاؤ مجھے دھوکا تو نہیں ہوا تم تو تازہ میز ہونا جو مجھے اسپین میں ملے تھے نہیں۔ اسے لیتے لیتے آہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں تو جب سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا، مجھے اس کے چہرے میں کہیں بھی شہزادگی محسوس نہیں

تمہارا ایک شکل میں شائع ہو گیا ہے

مہاراجہ

ایک عیاش مہاراجہ کی عجیب و غریب داستان، ایک ایسی داستان جسے تلووں فرموش نہ کیا جائے گا، وہ شہر کی کہاں میں جھپٹا تھا، ایک ایسے مہاراجہ کا قصہ جس کے درخشاں بیٹے تھے، ہمہ شکل لیکھا اس کی مستحکم خدمت کرنا،

مہاراجہ کی کہانی کے بیٹے میں شائع ہو گئے،

ہرمت بڑا راستہ منگا لے گا،

مہاراجہ کی کہانی کے بیٹے میں شائع ہو گئے،

مہاراجہ کی کہانی کے بیٹے میں شائع ہو گئے،

ہو رہی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور پراشینیان اماندہ میں اس نے میرے دو دل شادوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"جواب دو۔ جواب دو۔ تم راجہ نواز صغریٰ ہونا؟"
"نہ کون ہو۔" میرے نے بھاری لہجے میں پوچھا۔
"جھپٹے میری بات کے جواب میں ہاں یا نہیں کہہ دو پھر میں تمہیں اپنے بارے میں جواب دوں گا۔ اس کے انداز میں بالکل نرمی اور دھوکے نہ تھی۔

"ہاں۔ میں راجہ نواز صغریٰ ہوں لیکن جتنی سے جتنی نہیں پہچان سکا۔"
"بڑے لوگ جھپٹے لوگوں کو نہیں پہچانتے بہت چھوٹا ہوں میں تمہارے سامنے بہت معمولی سا انسان ہوں لہذا تمہیں یاد دلاؤں نہیں ہوں گا جو کچھ تم جیسے لوگ صرف احسان کرتے ہیں جن پر احسان کرتے ہیں اسے یاد نہیں رکھتے جو کچھ وہ احسان بے لوث ہوتا ہے؟"

"تو کہا میں نے تم پر کوئی احسان کیا تھا؟" وہ میں نے پوچھا۔
"احسان۔ تم نے میرے اوپر احسان کیا تھا جس نے میری زندگی کے دھارے بدل دیے جس نے مجھے نہ جلنے کیسے کیا بنا دیا۔"

"میں واقعی تمہیں بھول چکا ہوں اس کے لیے مجھے معاف کر دینا۔" میں نے کہا۔

"اسے لاؤ۔ تمہارا دل چاہتا ہے اسے یاد دلاؤ۔" وہ میرے لیے سب سے بڑی خوش بختی ہے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو راجہ نواز صغریٰ کہ میں نے تمہیں یاد کیا دیا ہے۔ جب بھی اپنی نئی زندگی پر نگاہ دوڑاتا ہوں، تم یاد آجاتے ہو۔ میں جبراً سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"بیٹھو لاؤ۔ بیٹھو۔ اس کرسی پر بیٹھو میں تمہارے سامنے بیٹھ سکتا ہوں براہ کرم بیٹھو۔ وہ مجھے شادوں سے بچاتا ہوا کرسی تک لے گیا اور پھر زور دتی مجھے کرسی پر بٹھا دیا جو وہ میرے سامنے پڑی رہتی کرسی پر بیٹھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایبھرو۔ ڈاؤنٹا ایبھرو۔" اس نے جواب دیا۔ اس نام کو میں اپنے ذہن کے پوشیدہ گوشوں میں تلائم کرنے لگا لیکن یاد نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں یہاں جن حالات میں لایا گیا ہوں، ایبھرو شاید تمہیں ان سے لاعلمی نہیں ہوگی لیکن اس کے باوجود میں شدید ہجرت کا شکار ہوں مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ۔"

"ایبھرن میں ایبھرن میں ہو مل کنکار دو میں میری ملاقات ہوئی تھی میں زندگی اور موت کے کشمکش کا شکار وہ لڑکی جس کا نام گستیبا اور تھا میری پس منظر میں میں کو اس انداز میں یاد نہیں کرنا چاہتا راجہ نواز صغریٰ نے دو دنوں پہن بھاریوں پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ تم نے نئی زندگی دی تھی گستیبا وہ وہ اس نئی زندگی میں برابر نہیں دے سکی لیکن میں نے تمہاری ہدایات اور تمہاری سے پورا پورا شکریہ ادا کیا ہے۔"

"افسوس۔ مجھے وہ گھات بالکل یاد نہیں ہے۔" کسی ایک پر تم نے احسان کیا ہو پورا دیکھو تم راجہ صغریٰ بہت بڑے انسان ہو لیکن کیا وہ شخص تم ہی پر پورا دیکھو اور تمہارے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ وہ میں ہی ہوں۔"
"تب پھر تمہیں طو پر جو کچھ کہا گیا بہت صحیح کہا گیا تم سے معافی کا خواستگار ہوں ظاہر ہے جس کے بارے میں ہم نہ جانتے ہوں اس کے لیے کیا کہہ سکتے ہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ جو کچھ ہواد و سرے انداز میں ہوا لیکن اب سب چھپ چکا ہے۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں ایبھرو کہ تمہارے اس واقعہ کو یاد دلانے کے باوجود میں تمہیں پہچان سکتا لیکن یہ بات تمہیں ناگوار گزری ہوگی۔"

"ابھیس جیٹ ہرگز نہیں۔ میں نے بھی تو تم سے کہہ دیا احسان کرنے والے یہ یاد نہیں رکھتے کہ کس پر احسان کر رہے ہیں لیکن احسان ملنے والے سہیشتہ یاد رکھتے ہیں۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دوں کہ میں ایک آواز ہو گیا تھا۔ تمہارا گناہ رسنا تھا ایبھرن میں بالکل جو کچھ تمہارے لیے میری بہن گستیبا اور تمہاری دیوانی ہوئی تھی۔ بہت بہت بڑے عذاب کا شکار تھے تم نے ہماری مالی مدد کی تھی اس وقت جب ہم اپنی زندگی سے دوڑ ہونے جا رہے تھے۔ ہم نے

تمہاری مدد کے سہارے اپنی زندگی کو سہارا دینے کی کوشش کی تم نے ہمیں کچھ نہیں بھی کی تھیں اس وقت اور ہم نے وہ نتیجے اپنے دل کے گوشوں پر دستک دیکھ دی تھی جس میں اس کے بعد ہم نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ میں نے آواز دے دی کہ زندگی کو چھوڑ دیا۔ میں اپنی بہن گستیبا اور کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔

.. لوگو سلاہ میں میری بہن بہار ہو کہ موت کا شکار ہو گئی۔

تمہاری دی ہوئی تعلیمات میرے ذہن و دل میں جا کر ہیں میں نے پانچ ماہ لگا لیا تھا کہ دنیا کو ترک کرنا انسان کی بہترین بات ہے البتہ دوسری بات ہے جیٹ کہ اس نے مجھے زندگی گزارنے کی ہدایت نہ دی۔ بالآخر میں باہر آوں پر چلتے چلتے یہاں تک پہنچا جیٹ میں بتاؤں کہ میں سوچ کر تک کا ایک بہت بڑا آدمی ہوں۔ اس کا ایک ہاؤس ٹکٹ نہ لوں کرنا ہوں عقل و حرکت آمدورفت اور بڑے کاموں میں تمہارے ایبھرو کا ہاتھ ہے۔ میں نہیں اور تفصیلات بھی بتانا چاہتا ہوں جیٹ۔"

"بتاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے ہلکے سے ہی طبیعت میں ایک خوش گوار کیفیت پیدا ہوئی تھی۔
"تفصیلات تو میں نہیں جانتا میرے علم میں جو کچھ آ رہا ہے یہ ہیں اس کے بارے میں بتا دوں۔ دوپانچ لڑکی اب میرے پاس قید تھی اور کنوڑا میں سٹھ کے جو اس وقت چکر میں کا بنیوں ہے مجھے اس کے بارے میں ہدایات نہیں کریں اس کی شکرانی کر دوں وہ میری ملکیت ہے۔ کنوڑا میں سٹھ کے مقامی آدمی ہے اور اپنے آپ کو بے خطر ٹانگ بنا ہے اس کے تنظیم میں برابری کی حالت سے شامل رہا تھا کنوڑا میں سٹھ اس وقت میرے برابر کی پوزیشن رکھتا تھا۔ ن دو آدمیوں کی موت کے بعد کنوڑا میں سٹھ کو وہ مقام مل گیا جو سورج گرن کے جیٹ کی حیثیت کا ہے وہ پورا آدمی ہے اپنی بڑی نمونہ کے لیے طرح طرح کی باتیں کرنا رہتا ہے لیکن جیٹ بھلے دنوں سے میں محسوس رہا تھا کہ وہ میری بے خبری کرنے کی کوشش کر رہا تھا میرے ذہن میں اس کے خلاف لاوا ایک رہا تھا اور میں نے بھی اپنے ذہن سے کر لیا تھا کہ اسی وقت اس کی ان حرکتوں کی بدترک زیادہ دل کا جرن بہاری میرا آدمی ہے۔ سورج گرن میں پانچ افراد ایسے ہیں جو میرے لیے کام کرتے ہیں اور ان کی امداد بھی میرے ساتھ ہے جو کہ میں نے کام کے لیے

ایک نیا طریقہ کار دریافت کیا ہے۔ سورج گرن کے جیٹ اسے کی حیثیت سے راہوں سٹھ کو پھر بڑی حاصل تھی اور اب اس کی بڑی سے وہ ہمیشہ ناجائز فائدے اٹھا کر لیتا تھا۔ پھر جن بہاری کی طرف سے اطلاع ملی کہ راہوں سٹھ ایک جان ملک چھین گیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے اغوا کر کے بہت بڑی حالت بنا دی ہے اور اس کے لٹھا کے پس پردہ لپکا ہوا ہے جس پر جن بہاری کو ہدایت کی کہ کسی طرح

وہ ان لوگوں کو نقصان پہنچا دے اور درو یا کو ان لوگوں کی تہل میں نہ جانے دے اس کے میری مراد میری تھی کہ جب روپیان لوگوں کو نہیں ملے گی جنہوں نے اس کے حصول کے لیے لڑائی سٹھ کو قید کر کے وہ راہوں سٹھ کو اذیتیں دے دے کہ مرادوں کے۔ لیکن مجھے کیا معلوم کہ وہ ہو جیٹ ہاں مجھے واقعی بات نہیں معلوم تھی اب تک تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا وہ لاعلمی کی بنا پر ہوا وہ سب میرے آدمی تھے جو تمہارے اوپر موت نازل کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس کے پس پردہ تم سے کتنی نہیں بلکہ کنوڑا میں سٹھ کے ذہنی تھی ہم کنوڑا میں سٹھ کو تمہارے ہاتھوں ہلاک کرنے کے خواہش مند تھے تاکہ جو آدمی پیدا ہو جائے اسے اور ہمارے راہوں سٹھ پرتقا ہو پکا کرے ختم کر دیا لیکن یہاں تو صورت حال ہی مختلف نکلی۔ میں ڈر ہی سے ایبھرو کی باتیں سن رہا تھا اور دل ہی دل میں اس امداد دہنی کے لیے خدا کا شکر گزار تھا جس نے نہ صرف میری زندگی بچائی تھی بلکہ مجھے میرے مقصد کے حصول سے قریب کر دیا تھا۔ میں کوششی وزیر تک خاموش رہا ایبھرو میری شکل دیکھتا رہا پھر میں نے ایبھرو سے پوچھا۔

"مگر تمہارا کیا پروگرام ہے ایبھرو؟"
"ساری باتیں پس پشت چلی گئی ہیں راجہ نواز صغریٰ اب تو میرے اوپر فرض عائد ہو گیا ہے راجہ نواز صغریٰ کو روپا سمیت وہاں پہنچا دوں جہاں تم جانا چاہتے ہو۔"
"تو پھر مجھے بھی بڑی فرض عائد ہو گیا ہے کہ راہوں سٹھ کو زندہ واپس نہ لیتے۔ وہ سٹھ جیٹ کی افواہ اس کے لیے کوئی ایسا اندازہ نہیں بھی کر سکتے ہو کہ اس کی موت میں میرا ذکر نہ آئے۔"
"گولڈ میں کا نام منانے تم نے؟" وہ میں نے ایبھرو سے سوال کیا اور ایبھرو چونک پڑا۔

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں گولڈ میں آجکل سورج گرن کے لیے درو مرتنا ہو ہے۔"
"وہ میری ہی تنظیم ہے ایبھرو۔ اور میں اس کا جیٹ

سیاہ نیولا
علامہ طاہر صاحب کا مقبول سلسلہ از خدمات
مکتبہ عمران ڈائجسٹ کراچی

ہوں۔

”کیا۔“ اسی پر وہ حیرت سے اچھل پڑا۔
”ہاں۔“

”بیکہ رہے ہو چیف، بیکہ رہے ہو۔“
”بالکل سچ اسپرو بہت ہی کہانیوں میرے سینے میں ہی
پوشیدہ ہیں میرا دل بھی جانتا ہے کسی کو یہ کہانیوں سناؤں؟“
”چیف، قسمت ہے تم لوگوں کو تمہاری منزل پر پہنچنا
جانے کا نہیں تو سچی اسی بات کی ہے کہ راضی ہو کر رہو۔“
”ایک بات ضرور بتا دو چیف کہادہ مکا سادی پوری طرح تمہاری
حرفت میں ہے کہیں لوں تو نہیں ہوگا کہ تمہارے کچھ وہ نہیں
اور تمہارے ساتھ چلوں گا آج دسے کر ٹھیک چلے۔“
”نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔“

”تو گویا آپیں فرصت ہے یہاں میری مکمل حکومت ہے
اس علاقے میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں ہے جو میرا نام تو اذ
ہو۔ سب کے سب راضی ہو کر رہتے ہیں اور میرے
مقتعد کے حصول کے لیے پوری طرح آمادہ ہیں چنانچہ تمہارے
آپ کو دو دنوں میں بھیجی گئی لیکن کر لو کہ روپا کو اذ نہیں رہے
اطمینان سے تمہاری منزل پر پہنچا دیا جائے گا لیکن مجھے کوئی
کی کہانی سناؤ۔ میں نے تمہارا اسپرو تو گولڈ مین کے بارے
میں تفصیلات بتائیں اس دوران اس نے میرے لیے کھانے
پینے کی چیزیں منگوائی تھیں۔ میں نے اس سے کہا۔

”روپا کو بھی آسانیاں فراہم کرو اسپرو۔“
”ابھی لو۔ ابھی میں اسے یہاں بلوانے لیتا ہوں۔ اسپرو
نے کہا اور پھر اپنے سامنے رکھی ہوئی میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر
ایک گٹھی بنیادی۔ چند کی لمحات کے بعد وہ آدمی اندر گئے۔
”رائی کو عزت و احترام کے ساتھ اندر لے آؤ یہ محوٹی
دیر کے بعد وہ باہر بھی یہاں پہنچ گئی۔ اسپرو نے اس سے کہا۔
”مداف کرنا لڑائی تمہارے ساتھ ایک تاکہ جو کچھ ہوا
لاعلیٰ میں ہوا یہ نہیں معلوم تھا کہ تم ایک ایسے آدمی سے تعلق
رکھی ہو جو ہمارے بے بہت کچھ ہے۔ بیٹھ جاؤ براہ کرم بیٹھ
ناؤ۔ تم گزر رہے ہوئے لمحات کو واپس نہیں لاسکتے لیکن تم سے
معافی ضرور مانگتے ہیں۔ یہ روپا کھانے سے انداز میں بیٹھی
میں نے اسے کھانے کی پیشکش کی تو اس نے بلا تعرض قبول
کر لی کیونکہ وہ بھوکھی تھی۔ کھانے کے دوران میں اور اسپرو
باتیں کرتے رہے روپا ہم سے بے تعلق تھی۔ میں نے اسپرو کو
تمام تفصیلات بتاتے ہوئے اپنی کہانی سنائی اور تروکا کا

نام سن کر اسپرو اچھل پڑا۔

”اوہ۔ نیکاک کے فوج میں تروکا کا ایک لاکھ لاکھ
موجود ہے اسے ایک عورت کنٹرول کرتی ہے اور وہی وہاں
کا نظام چلا رہی ہے۔“

”کیا۔“ میں توجہ سے اچھل پڑا۔
”ہاں چیف۔ میری معلومات اس سلسلے میں بہت
زیادہ ہیں۔“
”اس کا کیا نام ہے۔“ میں نے دھڑکنے والے دل کے ساتھ
پوچھا تھا۔
”یہ تو میں نہیں جانتا لیکن بہر طور وہی اس علاقے کی
حکمران ہے۔“

”وہ۔ وہ نرسی ہے۔“
”کیا۔“
”ہاں۔ تروکا نے ایک بار اشارہ کیا تھا بتایا تھا
”اوہ چیف۔ مگر تروکا کا وہ اگر گناہ نہیں کرتے
انداز میں کام کرتا ہے بہت لمبے ہاتھ ہیں اس کے ہاتھ
میری کتھ ہیں نہیں آئی کہ تمہاری بیوی اور تروکا کے ساتھ
کارکن کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔“
”کم بخت تروکا۔ پہنا تروکا کا ماہر ہے اس نے یقیناً
زیدی کو تلاش میں لے کر سب کچھ کر رہا ہے۔“
”تب تو پھر یوں کچھ چیف کہ تمہاری منزل نیکاک
میں ہے۔“

”میں دیکھ لوں گا سب کچھ دیکھ لوں گا۔“ میں نے
جواب دیا۔
”میرے لائق جو بھی خدمات ہوں چیف۔ مجھے ان
بارے میں ضرور بتا دینا۔“
”تمہارا پس انداز کو دینا ہی کافی ہے مجھے نیکاک اذ
اس کے فوج میں بہت کچھ کرنا ہوگا۔“
”تروکا کے اس گروہ کی چیزہ و دستیاں رنجوں اسکا
نیکاک کھائی لیتا اور ہانگ ہانگ وغیرہ ہیں یہاں وہ
پہنانے پر کام کر رہا ہے اور اس وقت اس سے تروکا گروہ
نہیں ہے۔“

”تھیک ہے۔ میں اس گروہ کو فنا کر کے دم لوں گا۔“
نے جواب دیا۔
”اوکے چیف۔ تو پھر اسپرو کے لیے کیا حکم ہے؟
”پس اسپرو۔ تمہاری اسی ہی ہیرا پائی کافی ہے کاس

وقت میں تم نے ہم کو سہارا دیا اور ہم مصیبت سے نکل
”نہیں چیف۔ اسے ہر لائی ہو گیا اسپرو بد نصیب ہے
میلے تھا رہے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔ اگر نہیں کچھ
جاتا تو چیف وہ اسپرو اپنے آپ کو بھی معاف نہ کرتا۔ میں
اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا تھا اس کے بعد اسپرو کے لگا
”چیف، تم کو واپس جانا چاہتے ہو؟“
”اگر تمہارے پاس واپسی کے انتظام میں کوئی رکاوٹ
تو دوسری بات ہے ورنہ جتنی جلدی مناسب سمجھو۔“
”میں صرف آدھے گھنٹے کے اندر اندر تمہاری واپسی کا
درست کر سکتا ہوں۔ میں نہیں سبلی کا پڑے واپس چھو
بالیکن اس طرح سے ذرا سے شوک و شہامت پیدا ہو جائی
گی بہتر ہے کہ تم اسپرو کے ذریعے ہی جاؤ۔ تمہیں کوئی وقت
ہوگی۔ ہر طرح کی سہولتیں تمہیں فراہم کی جائیں گی اور ایک
لیے ساحل پر پہنچو اور یہاں سے تم با آسانی اپنے
مرگ پہنچ سکتے ہو۔“
”تمہارا شکریہ اسپرو۔“

”وہی چیف تمہیں جب بھی مجھے رالظ فائز
رہا ہو میں تمہیں اس کے بارے میں تمام تر تفصیلات فراہم
کردوں گا مجھے فوری طور پر راضی ہونے کی اطلاع
دینا چیف۔“
”تھیک ہے۔ میں نے جواب دیا۔
اسپرو نے اپنے کہنے کے مطابق آدھے گھنٹے کے اندر
اندر ہمارے لیے واپسی کے انتظامات کر دیئے۔ روپا کی
حالت خاصی بہتر نظر آ رہی تھی۔ ایک خوبصورت سی بڑی
لڑکی بن کر نظر آئے ہوتے اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر
میری طرف دیکھنے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے سوال کیا۔
”تم کون ہو؟“
”تمہاری ذہنی کیفیت اب کیسی ہے روپا؟“
”میں نے شاید تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ میں بالکل نہیں
ہوئی ہوں لیکن۔ لیکن اگر میری کہانی سنو گے تو دنک رہ جاؤ
گے تم۔“

”میں تمہاری کہانی سننا چاہتا ہوں روپا۔ میں نے
جواب دیا اور روپا نے روز دکھانے بارے میں بتانے لگی ماں
سزا ہی نہیں کوئل کا ذکر بھی کیا اپنے گھٹکا گندہ بھی کیا میں نے
اس سے پوچھا۔

”روپا معاف کرنا۔ ایک ایسا سوال پوچھنا چاہتا ہوں
جسے بتانے ہوئے نہیں لیتا اسوس بھی ہوگا۔ شرم ہی آئے
کی لیکن میرے لیے یہ سوال ضروری ہے۔“
”کیا۔“ اس نے کہا۔
”اس دوران تمہارے ساتھ کوئی ایسی زیادتی تو پیش
نہیں آئی جو۔۔۔“

”نہیں کنور راضی ہو کر کبھی صفت انسان ہے۔ وہ پس
مجھے دیکھا ہی دیتا رہا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میری
بہن کو شغل نے اُسے بہت سے نقصانات پہنچائے ہیں چنانچہ
میری بے عزتی کو شغل کے سامنے ہی کھانے کی۔ وہ پانچے جھگڑے
ہوئے شرماتے ہوئے بتایا۔
”اور اب راضی ہو کر کبھی اپنی موت خودی مر گیا۔ تم نے دیکھ
لیا کہ اس کے آدمی نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ میں
تمہیں بہت سی خوش خبریاں دینا چاہتا ہوں روپا۔
”خوش خبری کیا میرے لیے بھی اس سنسار میں کوئی
خوش خبری ہو سکتی ہے۔“

”ہاں روپا کتنی مسرت کی بات ہے کہ تم ابھی تک اللہ
ورندوں کی وحشت سے محفوظ ہو اور ایک عزت دار لڑکی
کی حیثیت سے اپنی بہن کے پاس جا رہی ہو۔“
”کس کے پاس؟“ وہ پوچھنے سے اعتدال میں رہ گیا۔
”کوشل کے پاس۔“

”دیدہ۔ دیدہ کہاں ہے کیا تم اس کے بارے میں
جانتے ہو۔“

”بہت کچھ جانتا ہوں اس کے بارے میں۔ پس لوں کچھ
لو اب تم اس کے سامنے پہنچنے والی ہو۔ روپا کی زبان بند ہوئی
تھی۔ ملازموں سے میں نے کوشل کے بارے میں معلوم کیا اور
پھر روپا کو اس کے کمرے کے دروازے سے اندر داخل کر دیا۔
اس کے کمرے کے مناظر کیا ہوں گے ان کا مجھے اندازہ تھا اس لیے
میں وہاں نہ گیا۔ یہ وقت آہستہ مناظر مجھے مروا شت نہ ہونے
میرا بھی کوئی کچھ چکا تھا۔ میں ایک کمرے میں آ بیٹھا اور کچھیں
بند کر لیں۔

اسپرو نے اپنے آدمیوں کو خاص طور سے ہدایت کر دی
تھی کہ وہ ہمارے ساتھ اسی سلوک کیوں چنانچہ وہ سب کے
سب نہایت احترام سے مجھ سے پیش آ رہے تھے، روپا کی ذہنی
کیغبت کافی حد تک بحال ہو گئی تھی اور وہ میرے الفاظ کی
چاہتی میں کھوئی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کے بدلنے

ہوئے رنگ دیکھئے تھے۔ وہ ابیدو بہم کی کیفیت کا شکار تھی پھر جب ہماری گاڑی ہماری رہائش گاہ پہنچتی تو میں نے ان لوگوں سے کہا کہ اب وہ یہاں سے واپس جا سکتے ہیں تاکہ کسی کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ ہمیں یہاں لانے والے شکرہ ادا کر کے چلے گئے تھے۔ میں رو با کا ہاتھ پکڑے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ میرے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے اس نے لڑکی پہلی آواز میں کہا۔

”کیا ابیدی بھی اس کو کٹی ہیں موجود ہے؟“ میں ان الفاظ کی گہرائیوں کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر پھینکی دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں رو با۔ اندر چلو یہ رو با کے قدموں میں لرزش تھی نہ جانے کیا کیا احساسات اس کے دل میں ہوں گے ہیں کوشل کی کیفیت کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ ایک ملازم سے میں نے کوشل کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اپوری منزل میں ہے۔ اندر داخل ہونے کے بعد ہم اور چلنے کے راستے طے کرنے لگے اور تھوڑی دیر بعد میں اس کے سامنے پہنچ گیا جہاں کوشل موجود تھی۔ دروازے کو ہلکا سا دیا یا تو وہ کھلتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے بلکی سی دستکھی تو کوشل کی آواز بھری۔

”اندر آ جاؤ۔ کون ہے؟“ پہلے میں اندر داخل ہوا تھا اور میرے پیچھے رو با۔ کوشل نے مجھے دیکھا اور وہ لے لیتا کھڑی ہوئی۔

”اوہ۔ اوہ ٹائز تم۔ تم واپس؟“ اس کے الفاظ حلق میں اٹک گئے۔ اس کی نگاہ مدہا پر پڑ گئی تھی، ایک لمحے لیے اس کی آنکھیں پون عسوس ہوا جیسے باہر نکل پڑیں کی پھر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے اور اس کے حلق سے ایک ولد و زرع نکلی۔

”رو با۔“ اس نے دوڑنے کی کوشش کی لیکن پاؤں کچھ گیا اگر میں سنبھال نہ لیتا تو وہ یقیناً اوندھے منہ زمین پر آ گرتی میں نے اسے سنبھالا رو با کا ہاتھ پکڑ کر اوداس کے نزدیک کر دیا اس کے بعد کے جو مناظر دیکھے تھے وہی ہوئے دونوں نہیں سسکیاں لے لے کر دور ہی تھیں ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی تھیں اور میرے دل میں دہلنے کیا کیا خیالات جاگزیں تھے میرے بازو بھی چلی رہے تھے کسی کو ابھی گرفت میں لینے کے لیے ایک جانا پہچانا سانس، ایک جانا بوجھا چہرہ ایک حسین خوبصورت جھبے پہنچتی تھی۔ اور جواب میرے

ہاتھوں کو بھانپ کر لے گیا۔ کہا اس نیکی کے صلے میں ابھی ہر حال کو آپس میں بیچا کرنے کی کوشش میں مجھے کوئی ٹھوس مل سکتا ہے اگر اس کا صلہ اس رومے زمین پر مجھے ملے اور صرف ہی ہو سکتا تھا کہ ایک دن میری زبانی ہی میرے سینے سے لپٹی ہوئی سسکیاں بھری رہیں اپنے دل کو مڑ کر کر رہ گیا، اور اس کے بعد میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان دونوں کے درمیان زخم انداز ہوں چنانچہ میں واپس بیٹھے ابھی اور اپنے کمرے میں جا بیٹھا اس وقت میری ذہنی کیفیت کو کچھ عجیب سی ہونے لگی تھی، حلق میں ایک گور سا بار بار رکتے دکھاتا تھا۔ جی جانتا تھا کہ افسوس ہاؤں لیکن اگر افسوس ہوئے تو دل کی آگ ختم ہوتی اور میں اس آگ کو کمرہ زور نہیں جانتا تھا۔ زبانی کے حصول کے لیے میں نے جو طویل طر طریقہ کار استعمال کیا تھا اس میں رمزوری تھا کہ وہ بہن کی آگ میں جلتا رہے۔ افسوس کا ایک قطرہ ہی اگر اس آگ پر پڑ گیا تو پھر اس کی تپش کم ہو جائے گی، چنانچہ میں اس دل کو اور تپنا چاہتا تھا اس تنازعہ کو رد کرنا چاہتا تھا کہ اس کھلنے والے شعلے میرے دستوں کو ہضم کروں۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا اور چلنے کتنا وقت گزر گیا دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے، افسوس کو ہانگ ہانگ اور رینڈیک کا فواج میں مثبتیت کے جس اہمکے کو ذکر کیا تھا، اگر تر لوکا کا کہنا سچ ہے تو پھر اس کے امکانات تھے کہ وہ زبانی پونجھی ہے میری زبانی کو نہ جانے کس طرح سے اس کا ہم کو سامدہ کر گیا ہوگا۔ بڑھاکا مکر وہ تو توں کو میں ابھی طرح جانتا تھا۔ بلاشبہ ایک عجیب و غریب کردار تھا۔ میرے سامنے ایسے کروا کر بھی نہیں گئے تھے، مجھے وہ لحاظ یا آثار نہ تھے، جب اپنی والست میں ہی نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اب تو صورت حال بدلتی جا رہی تھی کہ تر لوکا کے بدن کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان کو بھی جلا کر ختم کر دیا جائے تاکہ ان کے وہ بازو جلا کر تر لوکا کے وجود میں آ جائے کا امکان نہ رہے۔ اور اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے زبانی کا حصول میرے لیے ضروری تھا۔ وقت اس طرح گزر رہا کہ اندازہ بھی نہ ہو سکا پھر کوئی کرے میں غصہ آیا۔ اور میں نے جو تک رنگا کہا ہے اسے انھوں نے

”تم یہاں چھپے ہو جیسے ہو تو انہوں نے کہاں کہاں مخفی کر کے پھرے۔ ابھی بھی آپس میں تھی کہ تم اس طرح خاموشی سے یہاں چھپے ہو گے، یہ کوشل کی آواز تھی رہا جی اس کے پیچھے

بے خواب و خیال بن گئی تھی۔ کہا اس نیکی کے صلے میں ابھی ہر حال کو آپس میں بیچا کرنے کی کوشش میں مجھے کوئی ٹھوس مل سکتا ہے، اگر اس کا صلہ اس رومے زمین پر مجھے ملے اور صرف ہی ہو سکتا تھا کہ ایک دن میری زبانی ہی میرے سینے سے لپٹی ہوئی سسکیاں بھری رہیں اپنے دل کو مڑ کر کر رہ گیا، اور اس کے بعد میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان دونوں کے درمیان زخم انداز ہوں چنانچہ میں واپس بیٹھے ابھی اور اپنے کمرے میں جا بیٹھا اس وقت میری ذہنی کیفیت کو کچھ عجیب سی ہونے لگی تھی، حلق میں ایک گور سا بار بار رکتے دکھاتا تھا۔ جی جانتا تھا کہ افسوس ہاؤں لیکن اگر افسوس ہوئے تو دل کی آگ ختم ہوتی اور میں اس آگ کو کمرہ زور نہیں جانتا تھا۔ زبانی کے حصول کے لیے میں نے جو طویل طر طریقہ کار استعمال کیا تھا اس میں رمزوری تھا کہ وہ بہن کی آگ میں جلتا رہے۔ افسوس کا ایک قطرہ ہی اگر اس آگ پر پڑ گیا تو پھر اس کی تپش کم ہو جائے گی، چنانچہ میں اس دل کو اور تپنا چاہتا تھا اس تنازعہ کو رد کرنا چاہتا تھا کہ اس کھلنے والے شعلے میرے دستوں کو ہضم کروں۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا اور چلنے کتنا وقت گزر گیا دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے، افسوس کو ہانگ ہانگ اور رینڈیک کا فواج میں مثبتیت کے جس اہمکے کو ذکر کیا تھا، اگر تر لوکا کا کہنا سچ ہے تو پھر اس کے امکانات تھے کہ وہ زبانی پونجھی ہے میری زبانی کو نہ جانے کس طرح سے اس کا ہم کو سامدہ کر گیا ہوگا۔ بڑھاکا مکر وہ تو توں کو میں ابھی طرح جانتا تھا۔ بلاشبہ ایک عجیب و غریب کردار تھا۔ میرے سامنے ایسے کروا کر بھی نہیں گئے تھے، مجھے وہ لحاظ یا آثار نہ تھے، جب اپنی والست میں ہی نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اب تو صورت حال بدلتی جا رہی تھی کہ تر لوکا کے بدن کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان کو بھی جلا کر ختم کر دیا جائے تاکہ ان کے وہ بازو جلا کر تر لوکا کے وجود میں آ جائے کا امکان نہ رہے۔ اور اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے زبانی کا حصول میرے لیے ضروری تھا۔ وقت اس طرح گزر رہا کہ اندازہ بھی نہ ہو سکا پھر کوئی کرے میں غصہ آیا۔ اور میں نے جو تک رنگا کہا ہے اسے انھوں نے

”تم یہاں چھپے ہو جیسے ہو تو انھوں نے کہاں کہاں مخفی کر کے پھرے۔ ابھی بھی آپس میں تھی کہ تم اس طرح خاموشی سے یہاں چھپے ہو گے، یہ کوشل کی آواز تھی رہا جی اس کے پیچھے

بے خواب و خیال بن گئی تھی۔ کہا اس نیکی کے صلے میں ابھی ہر حال کو آپس میں بیچا کرنے کی کوشش میں مجھے کوئی ٹھوس مل سکتا ہے، اگر اس کا صلہ اس رومے زمین پر مجھے ملے اور صرف ہی ہو سکتا تھا کہ ایک دن میری زبانی ہی میرے سینے سے لپٹی ہوئی سسکیاں بھری رہیں اپنے دل کو مڑ کر کر رہ گیا، اور اس کے بعد میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان دونوں کے درمیان زخم انداز ہوں چنانچہ میں واپس بیٹھے ابھی اور اپنے کمرے میں جا بیٹھا اس وقت میری ذہنی کیفیت کو کچھ عجیب سی ہونے لگی تھی، حلق میں ایک گور سا بار بار رکتے دکھاتا تھا۔ جی جانتا تھا کہ افسوس ہاؤں لیکن اگر افسوس ہوئے تو دل کی آگ ختم ہوتی اور میں اس آگ کو کمرہ زور نہیں جانتا تھا۔ زبانی کے حصول کے لیے میں نے جو طویل طر طریقہ کار استعمال کیا تھا اس میں رمزوری تھا کہ وہ بہن کی آگ میں جلتا رہے۔ افسوس کا ایک قطرہ ہی اگر اس آگ پر پڑ گیا تو پھر اس کی تپش کم ہو جائے گی، چنانچہ میں اس دل کو اور تپنا چاہتا تھا اس تنازعہ کو رد کرنا چاہتا تھا کہ اس کھلنے والے شعلے میرے دستوں کو ہضم کروں۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا اور چلنے کتنا وقت گزر گیا دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے، افسوس کو ہانگ ہانگ اور رینڈیک کا فواج میں مثبتیت کے جس اہمکے کو ذکر کیا تھا، اگر تر لوکا کا کہنا سچ ہے تو پھر اس کے امکانات تھے کہ وہ زبانی پونجھی ہے میری زبانی کو نہ جانے کس طرح سے اس کا ہم کو سامدہ کر گیا ہوگا۔ بڑھاکا مکر وہ تو توں کو میں ابھی طرح جانتا تھا۔ بلاشبہ ایک عجیب و غریب کردار تھا۔ میرے سامنے ایسے کروا کر بھی نہیں گئے تھے، مجھے وہ لحاظ یا آثار نہ تھے، جب اپنی والست میں ہی نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اب تو صورت حال بدلتی جا رہی تھی کہ تر لوکا کے بدن کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان کو بھی جلا کر ختم کر دیا جائے تاکہ ان کے وہ بازو جلا کر تر لوکا کے وجود میں آ جائے کا امکان نہ رہے۔ اور اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے زبانی کا حصول میرے لیے ضروری تھا۔ وقت اس طرح گزر رہا کہ اندازہ بھی نہ ہو سکا پھر کوئی کرے میں غصہ آیا۔ اور میں نے جو تک رنگا کہا ہے اسے انھوں نے

”تم یہاں چھپے ہو جیسے ہو تو انھوں نے کہاں کہاں مخفی کر کے پھرے۔ ابھی بھی آپس میں تھی کہ تم اس طرح خاموشی سے یہاں چھپے ہو گے، یہ کوشل کی آواز تھی رہا جی اس کے پیچھے

بے خواب و خیال بن گئی تھی۔ کہا اس نیکی کے صلے میں ابھی ہر حال کو آپس میں بیچا کرنے کی کوشش میں مجھے کوئی ٹھوس مل سکتا ہے، اگر اس کا صلہ اس رومے زمین پر مجھے ملے اور صرف ہی ہو سکتا تھا کہ ایک دن میری زبانی ہی میرے سینے سے لپٹی ہوئی سسکیاں بھری رہیں اپنے دل کو مڑ کر کر رہ گیا، اور اس کے بعد میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان دونوں کے درمیان زخم انداز ہوں چنانچہ میں واپس بیٹھے ابھی اور اپنے کمرے میں جا بیٹھا اس وقت میری ذہنی کیفیت کو کچھ عجیب سی ہونے لگی تھی، حلق میں ایک گور سا بار بار رکتے دکھاتا تھا۔ جی جانتا تھا کہ افسوس ہاؤں لیکن اگر افسوس ہوئے تو دل کی آگ ختم ہوتی اور میں اس آگ کو کمرہ زور نہیں جانتا تھا۔ زبانی کے حصول کے لیے میں نے جو طویل طر طریقہ کار استعمال کیا تھا اس میں رمزوری تھا کہ وہ بہن کی آگ میں جلتا رہے۔ افسوس کا ایک قطرہ ہی اگر اس آگ پر پڑ گیا تو پھر اس کی تپش کم ہو جائے گی، چنانچہ میں اس دل کو اور تپنا چاہتا تھا اس تنازعہ کو رد کرنا چاہتا تھا کہ اس کھلنے والے شعلے میرے دستوں کو ہضم کروں۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا اور چلنے کتنا وقت گزر گیا دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے، افسوس کو ہانگ ہانگ اور رینڈیک کا فواج میں مثبتیت کے جس اہمکے کو ذکر کیا تھا، اگر تر لوکا کا کہنا سچ ہے تو پھر اس کے امکانات تھے کہ وہ زبانی پونجھی ہے میری زبانی کو نہ جانے کس طرح سے اس کا ہم کو سامدہ کر گیا ہوگا۔ بڑھاکا مکر وہ تو توں کو میں ابھی طرح جانتا تھا۔ بلاشبہ ایک عجیب و غریب کردار تھا۔ میرے سامنے ایسے کروا کر بھی نہیں گئے تھے، مجھے وہ لحاظ یا آثار نہ تھے، جب اپنی والست میں ہی نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اب تو صورت حال بدلتی جا رہی تھی کہ تر لوکا کے بدن کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان کو بھی جلا کر ختم کر دیا جائے تاکہ ان کے وہ بازو جلا کر تر لوکا کے وجود میں آ جائے کا امکان نہ رہے۔ اور اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے زبانی کا حصول میرے لیے ضروری تھا۔ وقت اس طرح گزر رہا کہ اندازہ بھی نہ ہو سکا پھر کوئی کرے میں غصہ آیا۔ اور میں نے جو تک رنگا کہا ہے اسے انھوں نے

”تم یہاں چھپے ہو جیسے ہو تو انھوں نے کہاں کہاں مخفی کر کے پھرے۔ ابھی بھی آپس میں تھی کہ تم اس طرح خاموشی سے یہاں چھپے ہو گے، یہ کوشل کی آواز تھی رہا جی اس کے پیچھے

ہو کوشل نے رو با کو لباس تبدیل کروا دیا تھا اور اب رو با اپنی زندگی نظر انداز کر چکی تھی۔ میں نے خوش دلی سے ان دونوں کی آمد پر کہا۔

”تم چلے ہیوں آئے تھے؟“ کوشل نے پوچھا۔

”اس لیے کہ تم دونوں بہنوئوں کو دل کی بھراں نکالنے کا علاج موقع مل جائے“

”فاز میں صرف تمھارے لیے ایک واکر رکھتی ہوں۔ یہ روز اچھے ہی بہی لحاظات لعیب کرے جو تمھاری دہر ہیں لعیب ہوئے ہیں۔“

”شوکر۔“ کوشل نے حقیقت اگر سچ پوچھو تو میری حیات تمدنی صرف یہی ہے۔ میں نے دل کر لینے میں کہا۔

رو با عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس

کہا۔

”ابیدی۔ ان سے تمھارا کیا رشتہ ہے؟“

”بڑے خیال میں کیا ہو سکتا ہے؟“

”کیا یہ صحیح ہے؟“

”میںیں رو با۔ ہمارے سچے محبت کے پاکیزہ رشتے ہیں۔“

”اوہ۔“ وہ آہستہ سے لولی۔

”تم نے جب اسے چھوڑا تھا کوشل تو یہ کتنی ہی تھی۔“

پوچھا۔

”بہت چھوٹی تھی۔ بالکل چھوٹی۔“

”نہیں ایک دوسرے کو بیچا نہیں ہے وقت تو نہیں ہوتی

”خون خون کو فوراً پہچان لیتا ہے۔“

”تم دونوں نہیں اب آرام کرو۔ اور ہاں اس کا کیا حال

ہے؟“

”راہن سن سیکھ کا۔“

”ہاں۔“

”مرد ہے سو کہہ لے عادی ہے۔ میں نے حالت

زاد کر دی ہے۔“

”رو با رادھن سچے تم سے کہا کتنا تھا۔“

”وہ چارہارا سلا تھا پاپی۔“ کچھ کہتا نہیں تھا بس محو زمانہ

نہاں پوچھنے جواب دیا۔

”ہاں میرے خیالات میں کوشل اب رادھن سن سیکھ زندگی

اب مناسب نہیں ہے۔“

”ہاں۔ سنا پ گو ہم وہر تک جیتا نہیں رکھ سکے تھے اسے

مرد جانا چاہیے۔

”یہ کام تم کو رگی یا میں کروں۔“

”دونوں مل کر کر میں گئے۔“ کوشل نے جواب دیا۔

”تب پھر او۔“ میں نے کوشل سے کہا اور تم دونوں ان

متہر خانوں کی طرف چل پڑے جہاں رادھن سن سیکھ کو نیکر کہا

تھا خے اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ میری ان دونوں کی تیر

موجودگی میں کوشل نے رادھن سن سیکھ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں

کیا ہوگا کوشل کے سینے میں جو آگ بھڑک رہی تھی اسے سو کرنا

کسی کے لیے اس کی بات نہیں تھی اور میں بھی اگر جانتا تو رادھن

سن سیکھ کی جان نہیں چھاسکتا تھا۔ بات اگر صرف کوشل ہی کی

ہوتی تو شاید میرے دل میں رادھن سن سیکھ کے لیے کوئی نرمی

پیدا ہو جاتی لیکن مجھے خود بھی اپنی منزل تلاش کرنے کے لیے

اس مقام کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میں بڑھانے میں قدم

رکھا اور رادھن سن سیکھ کی شکل میرے سامنے آ گئی۔ اس کی دونوں

ٹانگوں میں زنجیریں بندھی ہوئی تھیں اور یہ زنجیریں دیوار

کی کڑیوں میں بہوست تھیں۔ لباس آزار اور ہار تھا ہاں

بجھرے ہوئے تھے اور انھوں سے وحشت جھانکے ہی

تھی میں نے اسے دیکھا اور سن سیکھ نے مجھے دیکھتے ہی پھرتی

سے اٹھنے کی کوشش کی اور اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔

”اندر کرو۔ مجھے آزاد کرو یا اس سے زیادہ قوت نہاں

مجھ میں نہیں ہے یہ لڑکی نہیں مل گی اب اور کیا چاہیے نہیں۔“

”مجھ سے بات کرو رادھن سن سیکھ۔ مجھ سے بات کرو۔“

کوشل نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تو۔ تو دور ہو جا میری نگاہوں سے چلی جا دو میں

کچے گردن و ماگر ماروں گا۔ سب کچھ سب کچھ تیری وجہ سے

ہوا ہے۔“

”جھوٹ بکتا ہے کتے پاپی، اُنہے خود انسانوں پر زندگی

ا تھی لاغ کر دی تھی کہاں کہاں تیرا وجود ایک ما سور

کی مانند رکھ گیا ہے تجھے قتل کرنا اس سنسار کو بچا نا سے

بھول گیا میرے بتا ہی کو۔ بھول گیا ان لحاظات کو جب میں

تیری قید میں تھی اور تو نے اپنے کتوں سے میرا بدن بچوا دیا

تھا بھول گیا رادھن سن سیکھ اپنی اس فرعونیت کو جس میں تو

اپنے آپ کو بہت جہاں سمجھتا تھا اور دوسرے انسانوں کو مخی

کا ڈیوہ۔ بھول گیا ان ساری باتوں کو۔ بتا اب تجھے کون سی

قوت بچا سکتی ہے۔“

”مار ڈالوں گا۔ مار ڈالوں گا۔ میں تم سب کو مار ڈالوں

گا۔ مجھے آواز دو۔ ایک پارا تو آکر دو۔ اس کے بعد میں
میں بتاؤں کہ رادھن سنگھ کیلے۔ جس کے مارا گیا وہ نہ
تھارے بس کی بات نہیں تھی۔
”رادھن سنگھ۔ ہاپ کا کھڑا ایک نر ایک دن ضرور چاہتا
ہے۔ اور اس کے بعد اس میں کچھ باقی نہیں رہتا جس کا وزن
بہیں ہوں لیکن دوشی اور موڈی کو قتل کرنا ہر انسان کا فرض
ہے۔ میرے ساتھ صرف ایک ہی احسان کہا جا سکتا ہے۔
ایک احسان۔“

”کیا کیا۔ جلدی بول۔ میں۔ میں یہاں سے اب نکلنا
چاہتا ہوں۔“
”میں تجھے اس سنا سے لکا لے دیتی ہوں۔ کوشل
نے کہا اور پھر دوہا کی طرف دیکھ کر بولی۔“

”روپاتی یہی وہ بانی ہے۔ یہی ہے ناوہ جس نے ہم
ہمارا گھر چھین لیا ہمارے ماتا بٹا چھین لیے جس نے روپاتی
ویشیا نانا کے کوشل کی اور مجھے ویشیا بنا دیا۔ پھر روپاس
کا حشر و کھچاس کا انجام دیکھ روپاتی کوشل نے ایک ہی سنی
سینٹی اپنے راس میں سے نکال لی اس کی ڈاٹ مینٹی سے
کس کر گئی ہوتی تھی۔ میں سمجھ نہیں پایا تھا کہ یہ کیا ہے۔ لیکن
کوشل نے اس سینٹی کی ڈاٹ کھول لی۔“

”میں نے تیرے لیے اس کا انتظام کیا تھا رادھن سنگھ
اس میں تیری پسند کی شراب ہے۔ بھجا۔ بے لے۔ یہ کوشل نے
سینٹی رادھن سنگھ کی طرف بڑھادی۔“

”شراب شراب۔ رادھن سنگھ کی آنکھیں خوشی سے
پہلک آئیں۔ اس نے کوشل کے ہاتھوں سے سینٹی لی اور اسے
اپنے حلق میں خالی کر لیا۔“

لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے منہ اور ناک سے حواں
آبل پڑا تھا اس کی دلچسپی بڑھ آئی بلند ہو گئی اور انھیں
دہشت سے بچتے گئیں اور پھر وہ زمین پر اس طرح تڑپا
کہ دیکھا نہیں جاتا تھا کوئی انسانی جسم اس برقی زخمی سے
زمین پر نہیں بیٹھ سکتا تھا جس طرح رادھن سنگھ پھڑکا تھا
میرے روئے کھڑے ہوئے لیکن کوشل کی آنکھوں میں
شدید نفرت کے آثار تھے۔ وہ دریا ہی اس کی کیفیت سے
متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی۔

”اس میں کیا تھا کوشل۔ اس میں کیا تھا؟ میں نے
سوال کیا۔“

”تیزاب۔ خونخوار تیزاب جس نے اس کے اندر کے

نظام کو جلا کر بھسم کر دیا ہوگا، کوشل نے بے رحمی سے کہا،
اور میں کا پ کر رہ گیا۔ رادھن سنگھ کے بدن کی تڑپ آہستہ
آہستہ مود پر پڑتی گئی۔ اور چند لمحات کے بعد اس کے حلق سے
گوشت کے ٹکڑوں کا انار نکل پڑا تیزاب نے اس کے بدن
کو اندر سے نکلنے کے لئے کڑا لٹا۔“

رادھن سنگھ کا بدن بزدلی حشر میرے لیے دنیا کی سب سے
اذیت ناک موت تھی لیکن کوشل نے اپنی جو کہانی سنائی تھی
اس کے تحت اس سے مدد رو کرنے کو بھی دل چاہتا تھا
کوشل نے مجھیں بند کر لیں اور پھر مستہ آہستہ اس نے پنا
سر میرے سینے سے لگا دیا۔

”مجھے سناؤ اور بھیا۔ مجھے سناؤ۔ مجھے اور بے چاروں کو
وحشت زدہ نظر آ رہی تھی میں کوشل کو سنبھالے ہوئے اور
آگیا اور میرے اس کے کہنے میں بے آیا کوشل ایک موڈ
پر بیٹھ گئی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور سر لٹکتے لگا ہوا
تھا۔ پختوری و برنگ اس کی ہی کیفیت راہی اور میرے اس نے
آہستہ سے کہا۔“

”جیسا میرا منہ ختم ہو گیا ہے میری زندگی کا سب سے
بڑا منہ پورا ہو گیا ہے۔ اب میں ایک عام لڑکی ہوں ایک
دیہاتی لڑکی مجھے میری دیہاتی زندگی میں واپس لوٹا دو
مجھے میرا سناؤ دے دو جیسا میں اب کسی قابل نہیں
رہی ہوں۔“

میں نے اُسے تسکین دی اور مشکل تمام وہ اغذال
پرا سکی۔ رات کو کھانے پر میں نے کوشل سے کہا۔
”کوشل۔ تم نے کہا تھا کہ تمہارا منہ ختم ہو گیا۔“

”ہاں بھیا۔ رادھن سنگھ بانی اپنے انجام کو پہنچ گیا رہی
میں مجھے مل گئی۔ اب میں اپنے اندر زری کمزوری ہانی ہوں
یوں محسوس کرتی ہوں جیسے جو کچھ میں نے کیا ہے میرا اپنا ہونا
ہو نہ ہو۔“

”جھیک ہے کوشل۔ جیسا تم کہو کیا تم اپنے کی بات
میں واپس جانا چاہتی ہو، میں نے اُداس لیے میں کہا۔ اور
کوشل چونک کر گئی وہ مجھے لگی دفعتاً جیسے آگے کچھ یاد آگیا
اس کی آنکھوں میں شرمساری کے آثار نظر آئے اور پھر وہ
آہستہ سے بولی۔“

”نہیں بھیا۔ غلط کہا تھا میں نے سچ بچ غلطی کہا
تھا میں نے میرا منہ اپنی ختم کہاں ہوا ہے خود غرض ہوئی
تھی جیسا۔ با پھڑلوں مجھ کو جذباتی ہو گئی تھی ابھی تو زندگی

بھالی کا ملنا باقی ہے بھیا۔ مجھے معاف کرو۔ جو مذہبی
لیفٹ چھڑ برطاری ہو گئی تھی وہ میرے بس میں نہیں تھی۔
معافی چاہتی ہوں۔ میرے بھیا میں معافی چاہتی ہوں۔“
”نہیں کوشل۔ پتہ ہے تمہارا یہ مقام نہیں ہے اب
تم واقعی آرام کرو۔ میری زندگی کو ایک تینتا ہوا رنجستان
ہے۔ جس میں مجھے ابھی بڑھانے کتنی روز تک چلنا ہے
تا آخر نگاہ و صوب اور سائے پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن صوب
اور ساہلوں میں ابھی طویل زندگی بسر کرنا ہے۔“

”میں تمہاری سہمی ہوں بھیا۔ کوشل تمہاری سہمی
ہے کسی بائیں کرتے ہوا ایک جذباتی بھول کی اتنی بڑی
سزا تو نہ دے، غلطی ہو گئی تمہاری بہن سے معاف کرو فنا
اب آئے۔“

”کوشل۔ میں بالکل ناراض نہیں ہوں تم سے اور نا
ہی سمجھتا ہوں کہ تمہیں اب ان معاملوں میں ڈیٹے کی ضرورت
ہے رو پا کوئے جاؤ اپنی دنیا بناؤ۔ میں اس دنیا میں تمہارا
سہمی ہوں کوشل تیار ہو جاؤ میں تمہیں تمہارے گاؤں
چھوڑنے جاؤں گا۔“

”ہرگز نہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم چاہے مجھے
پاک سمجھ لو میری زندگی کا ایک دور ختم ہو گیا ہے لیکن ابھی
دوسرا دور باقی ہے۔ جب ہم دونوں مرحلوں سے غٹ لیں
گے جیسا تو پھر اپنے بارے میں بہت کچھ سوچیں گے۔“

”دیکھو کوشل۔“
”کچھ نہیں بھیا۔ اب بار بار یہ الفاظ کہہ رہے ہیں کہ
”تو پھر تم کہا انا دہ کھتی ہو، میں نے سوال کیا۔
”تمہاری ہر کوشش میں تمہارا ساتھ دونوں کی سب کچھ
کروں گی تمہارے لیے جو تم چاہو گے، کوشل کہنے لگی۔
گہری سوچ میں ڈوب گیا۔“

بہر طور اس دن تو میں نے کوشل سے کچھ نہیں کہا،
لیکن دوسرے دن اسپرو کے بارے میں تمام تفصیلات
بتا دیں۔ میں نے اُسے بتایا کہ اسپرو اب یہاں سورج گزرنے
کا نٹرو ہے اور سورج گزرنے کو گولڈ مین کے سائے بھی نہیں
آئے گی لیکن میرا مقصد اب تبدیل ہو چکا ہے۔ میں اس کے
ساتھ نہیں رہ سکتی گا۔“

”تو پھر تمہارا کہا ارادہ ہے جیسا۔“
”اسپرو نے مجھے ایک کہانی سنائی ہے اور اس کہانی
کے تحت مجھے بیٹھا جانا ہوگا۔ میں اسپرو کو ترو لاکے راستے

میں آؤں گا اور اپنا کام کروں گا۔“
”نہیں بھیا۔ تم ایک نہیں جاؤ گے گولڈ مین کی پوری
تخلیم تمہارے ساتھ ہوگی۔“
”ہاں کوشل۔ ایسا ہوگا اگر تم یہاں گولڈ مین کا چارہ
سنبھالے ہوئے ہو تو پھر ایسا ہوگا کہ تم جانی ہو کوشل گولڈ مین
کے نام سے جرم کے گھے اپنی دولت میں امتداد کرنے کی
خواہش نہیں ہے۔ میں تو اس تخلیم کو ترو لاکے مقابلہ پر لانا
چاہتا تھا۔“

”تو یہ تخلیم ترو لاکے مقابلہ پر لے گی بھیا۔ کوشل نے کہا۔
”نہیں۔ اب حالت ذرا تبدیل ہو چکے ہیں۔ ابھی
گولڈ مین کو اس حیثیت سے ترو لاکے سائے نہیں لایا جا
سکتا۔ اب بعد میں دیکھ لیا جائے گا۔“

کوشل کو میں نے لاکھ بھالنے کی کوشش کی لیکن وہ
کسی طور اس بات پر رضامندی نہیں ہوا میری کئی گھنٹے نہ ہوا
وے اور اپنے گاؤں واپس چل جائے بہر حال میرے
ذہن میں پہلے ہی یہ بات نہیں تھی کہ کوشل کو اپنے آپ سے
الگ کر دوں۔ وہ ذہن عورت تھی اور گولڈ مین کے معاملہ
سے اتنی واقف ہو گئی تھی کہ اب وہ گولڈ مین تخلیم کو بلا کر
بھتی۔ بہر طور کئی دن تک میرے اور اس کے درمیان اس
سلسلے میں گفتگو چلتی رہی اور جب میں نے یہ محسوس کیا کہ
کوشل وہی کرے گی جس کا وہ فیصلہ کر چکی ہے تو پھر میں نے
حالات کو برھاننے کی کوشش شروع کر دی۔ میں نے بہر طور

بہر طور اسے رابطہ قائم کیا اور اس سے اس موڈ پر گفتگو
کی تھی۔ اسپرو نے جلی عقیدت سے مجھے اس بات کا یقین
دلا کہ وہ گولڈ مین سے مکمل طور پر قطعاً کرے گا اور اسے
کبھی اپنی حلیت تسلیم نہیں گھے گا۔ میں نے اُسے اپنے
ہاں مدعو کیا۔ رادھن سنگھ کی موت سے اسپرو بہت خوش
نظر آتا تھا اُس نے کہا۔

”یہ اتنا خود غرض اور اتنا ذلیل تھا کہ میں تمہیں بتا نہیں
سکتا چیف۔ بہر حال اب تخلیم میرے نزدیک نہیں ہے۔ مجھے
ہدایات دو چیف کہنے کہا کرتا جا ہے۔“
”اسپرو۔ گولڈ مین تخلیم کو میں چھلانا تھا تمہیں یہ بات
معلوم ہے۔“

”کیوں نہیں چیف۔“
”اب کوشل اس کی سربراہ ہے۔ میرے بہت سے
آدمی ہیں اگر کوشل کو تمہاری ضرورت پیش آئے تو تم اس سلسلے

میں کام کر گئے۔“

”بالکل کروں گا چیف تم فخر ہی نہ کرو۔ ویسے تمھارا کیا ارادہ ہے؟“

”میں نہیں بتا چکا ہوں کہ میری زندگی کا مقصد کچھ اور ہے۔“

”تو پھر تم لوں مجھ کو اب بیہوش کر لو اس مقدمہ میں پورا پورا شامل ہے چیف؟“

”میں نیٹکاک جاؤں گا؟“

”ہاں۔ میں نیٹکاک ہوں کسی ایسی حیثیت سے داخل ہونا چاہتا ہوں جس سے مجھے کوئی فائدہ ہو سکے۔“

”چیف۔ ایک نام بتانا ہوگا۔ اگر تم اس کی توجہ حاصل کرو تو مجھے بڑی آسائیاں ہو جائیں گی۔“

”کون ہے وہ؟“

”میرٹھ جینی ہاگ۔ وہ سلا فرانسیسی ہے باپ بزرگنالی تھا لیکن بڑی کاٹ کی عورت ہے جرائم پیشہ افراد سے دوستی رکھتی ہے اور ایک بات ننانوں چیف حسن پرست ہے جن پر وہ اپنی قرینت میں دیکھا جاتا ہے اس سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے اس کا۔ بے پناہ دولت مند ہے اور دولت کے بے ذرا لے نامعلوم ہیں لیکن چیف اگر تم ایک خوبصورت سے لڑکی کو ایک اب کر کے اس کے سامنے آنے کی کوشش کرو تو یقین کرو کہ تمہیں ایک بہترین شخص حاصل ہو جائے گا جرائم پیشہ افراد کی دنیا میں بھی داخل ہو سکتے ہو۔ کیونکہ اس کا لعلق ایسے ہی لوگوں سے رہتا ہے بس یوں سچ لو کہ باقی سب کچھ تم پر ہو گا۔“

”مجھے اس کا پتہ بناؤ۔ میں نے کہا اور اب بیہوش نہ کرنا۔“

”بھئی نے زندگی کے اس نئے مشن پر کام کرنے کے لیے جس نے ابتدائی ضروریات پوری کیں خامی بڑی رقم نہ کا منتقل کرادی۔ اور اس کے بعد میں نے اپنے جہر سے رہنمائی کیا اور جو ایک تاریخی حیثیت رکھتا تھا۔ کوشل نے مجھے دیکھا اور شہنشاہہ مرہ گئی۔ روپائی ایک انکھوں میں ایک عجیب سے تنازعات نظر آئے اور اب بیہوش ہونے والوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے۔“

”میں شوکس ہوتا ہے کہ جیسے میرٹھ جینی ہاگ کی تو ابھی گئی۔“

”پہرے ہونے کہا۔ اچھا انسان تھا۔ مجھے آج تک یاد نہیں آتا۔ تمھارے میں نے کب اور کس دور میں اس کے لیے کوئی کام کیا تھا لیکن بہر حال وہ میرا بڑی عقیدت مند نظر آتا تھا۔ اس کے بعد میں ایک طیارہ سے نیٹکاک روانہ ہو گیا۔“

نیٹکاک اب رپورٹ آتے تھے کہ بعد میں سے باقی شخصیت پر ہم ایک نیا ناول چڑھا سیا تھا اس حسین شہر کی حسین زندگی سے پوری طرح اندر نہ ہونے کا فیصلہ کر کے میں بہت مطمئن تھا کچھ دن بن بنکا ہوں میں گزرتے تھے نیٹکاک کی زندگی میں ہمیں ان ہنگاموں کو فراموش کر دینے کا خاص مشن تھا۔ ایک خوبصورت سے فائبرائزڈ ہونٹ میں، میں نے قیام کیا۔ اور چند ہی روز میں مجھے احساں ہو گیا کہ میری شکل و صورت بے شمار لوگوں کے لیے اتنی کشش ہے میں نے بہت سی عورتوں کو اپنی جانب کر لیا تھا۔ بہر طور میں نے کسی بھی جانب کوئی توجہ نہیں دی پھر ایک دن میں نے ہونٹ گیلارڈ میں شام کے پھر لگا میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ اب بیہوش ہونے کے لیے تیار تھا کہ جینی ہاگ عموماً گیلارڈ میں ملتی ہے جا بگو میں خاص طور سے گیلارڈ آیا تھا۔ میرے جسم پر ایک ٹیگس سوٹ تھا گیلارڈ میں داخل ہوا تو بہت سی لگا لگا ہوں میری جانب اٹھ گئیں میں تنھوڑی دیر تک میری تلاش میں لگا ہوں دوڑاتا رہا اور پھر ایک جانب بڑھ گیا اور ابھی کرسی پر بیٹھ کر میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں لیکن زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک تانبے کی رنگ کی خوبصورت سی لڑکی میرے پاس بیٹھی تھی۔ غالباً اس کا لعلق اسپین سے تھا۔ لڑکی نے جھٹک کر مجھ سے کہا۔

”مسٹر۔ پلیز میڈم۔ جینی ہاگ آپ کو طلب کرتی ہیں؟“

”کون جینی ہاگ؟“ میں نے دھڑکنے والے دل سے پوچھا۔ تو لڑکی نے ایک سمت اشارہ کر دیا۔ تنھوڑے قاصطے پر ایک چٹائی عری حسیں عورت میک اپ میں تنھوڑی ہوتی بیٹھی تھی میں نے لڑکی کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

”کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ اس لوڈھی عورت کے بجائے میری دوستی تم سے ہو؟ لڑکی بڑی طرح اچھل پڑی اس نے خوفزدہ لگا ہوں سے ادھر دیکھا اور دھیرا سست سے بولی۔

”تمہارے پاس بیٹھنے کا آرزو کسے نہ ہو گی لیکن جو جینی ہاگ کے منظور نظر ہوتا ہے وہ خود اپنا نہیں رہتا۔“

”بیٹھ جاؤ۔ اس بے وقوف عورت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے کہا۔“

”خدا کے لیے ایسے لفظ نہ کہو تم زندگی کے بدترین

عذاب کا شکار ہو جاؤ گے، لڑکی مضطربا زانہ انداز میں بولی اور میں ہنسنے لگا۔

”اگر تم بے سب کچھ نہیں چاہتیں تو جا سکتی ہو۔ لڑکی چند لمحات میرے پاس کھڑی رہی اور اس کے بعد واپس چلی گئی میں نے ایک نگاہ ان دونوں کی طرف دیکھا وہ جھک کر جینی ہاگ سے کچھ کہہ رہی تھی جینی ہاگ ناہوشی سے دوہری طرف دیکھنے لگی۔ میں گیلارڈ کی تقریبات میں خنفل ہو گیا تھا۔ حالانکہ اسپرولے سے کہا تھا کہ مجھے جینی ہاگ سے رابطہ قائم کر لینا چاہیے لیکن میں اس میں کچھ تردیدیاں کرتا رہتا تھا فوراً لیکن یہ سب میں جا بیٹھا لیکن کبھی کسی فنکار کا باعث بن جانے چاہتا ہے میں احتیاط سے کام لینا چاہتا تھا میری جینی ہاگ تنھوڑی دیر تک بیٹھی رہی اور اس کے بعد اپنی اس سیکرٹری کے ساتھ خفیگی گیلارڈ میں میں تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک رہا اور وہاں کے پھر گراہوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر میں وہاں سے اٹھ گیا ایک میٹی کے کمرے میں ہونٹ کی جانب جانے لگا لیکن ابھی زیادہ سفر طے نہیں کیا تھا کہ دفینا میرا ذہن چلانے لگا جیسی کہ جینے بند ہو گئے تھے۔ اور اس میں ایک ٹیگس کی سی بو پھیل رہی تھی۔ میں نے ڈبئیوں سے کچھ کھینے کی کوشش کی لیکن میرے منہ سے الفاظ نہ نکل سکے اور تنھوڑی دیر کے بعد میرے حواس گم ہو گئے۔ ہوش آیا تو ایک حسین ترین خواب گاہ میں تھا۔ اور بیہوش لہنا ہوا تھا چند لمحات تو میں حالات پر غور کرتا رہا۔ اور جب سب کچھ یاد آیا تو مجھے ہنسی آئی۔ گویا مجھے کسی نوجوان لڑکی کی طرح اٹھا کر لیا گیا تھا۔ گردن کھمک کر دیکھا تو سامنے ہی ایک آرام کرسی پر جینی ہاگ بیٹھ کر دراز تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے نونوں بہہ مسکرائیں جھیل گئی۔ اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم کو ہونے کا؟“

”بھری مگر یہ لڑکی نے تمہیں میرا نام بتا دیا تھا۔“

”اؤ۔ میرٹھ جینی ہاگ؟“

”تمہاری یادداشت خامی بہتر معلوم ہوتی ہے۔“

”لیکن۔ لیکن میں یہاں۔“

”میں جب کسی کو اپنی میز پر طلب کرتی ہوں تو اس کو اپنی طلب ہوتا ہے کہ اسے میری میز پر بیٹھ جانا چاہیے اور جب کوئی مجھ سے کرسی کرتا ہے تو پھر وہ اس طرح

میرے قدموں میں آجاتا ہے۔“

”لیکن میڈم۔ میں آپ سے ناواقف ہوں۔“

”واقف ہو جاؤ گے۔ اس میں نہیں کوئی دقت نہیں ہوگی جینی ہاگ نے جواب دیا۔“

”ٹیکسی ڈرائیور۔“

”میرا ہی آدمی تھا۔ میں تمہیں بتا رہی ہوں تاکہ اگر کوئی مجھے ضد دلادے تو وہ ہمیشہ نقصان میں رہتا ہے۔ کیا ہیونے گے؟“

”کوئی ٹھنڈی چیز میرا سبز جہاں رہا ہے۔ میں نے کہا اور جینی ہاگ نے کرسی میں لگا ہوا ایک بین دبا دیا چند لمحات کے بعد مشروب کے دو گلاس ہمارے سامنے آ گئے تھے۔ اس نے ایک گلاس پیری طرف بڑھاتے ہوئے کہا

”اس میں کچھ ہے تو نہیں۔“

”نہیں۔ جینی ہاگ کے جہان پر وقتا انداز میں اس تک نہیں ہیں۔ وہ مسکرائی ہوئی بولی۔ اور میں نے مشروب کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ میں اسے تمام تر بڑبڑے و مد نظر رکھتے ہوئے اس عورت کے بارے میں اندازے قائم کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں میرا تجربہ تھا دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ عری اس وقت کی تھی جی میں گزری تھی جیسی نور ویسی عورتوں سے واسطہ پڑا تھا یہ خانوں شد بہ احساس برتری کی مضمرت تھی اور انہیں اسٹیڈی کرنے کیلئے میرے پاس لائے عمل تھا۔ میں جانتا تھا کہ ایک عام آدمی ان کے لیے دلکش نہیں ہو سکتا۔“

وہ شیطان کون تھا جس کا سر کٹا ہوا تھا

یہ مہموذ خاور کے خاص نمبر

سرکٹا شیطان میں پڑھئے

اپنے قریبی بکٹ لے خرید لیں

۲۷- آرزو بازار کراچی

دنگارنگ کتاب کیلین

نون سنہ ۲۰۱۶ء

اگر بیوقوفی اس کے انداز میں سوچ سکتی ہے تو وہ بھی سانس لے کر بولی۔

”تمہاری وجہ سے مجھے شدید ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا ہے میں انعام کی آگ میں سلگ رہی تھی میں تمہارے بدن کی بوٹیاں بوٹیاں کرنے سے کبھی ذہنی زکرتی لیکن نہیں“

”جھک کے غصے کے عالم میں انسان کے دل میں یہ تمام خیالات آتی جاتے ہیں لیکن ان پر عمل اتنا آسان نہیں ہوتا اگر آپ چاہیں تو اس کی کوشش کر کے دیکھ سکتے ہیں“

”جنگلی ہو جانور ہو بالکل۔ وہ ایک دم مسکرا پڑی“

”نہیں جینی۔ بیچ بھر رہا ہوں میں اسے آپ کو ایسی ہی آزمائشوں میں ڈالنے کا عادی ہوں اگر تمہاری لے جانی نہ کرتیں تو شاید میں تمہارے بارے میں کبھی سوچ سکتا تھا“

”تو اب اسی انداز میں سوچتے رہو گے میرے بارے میں۔ اس نے مجھ پر انداز میں کہا۔

”نہیں۔ پہلے تم اپنی اتفاقی کوشش کر لو جب اس میں ناکام ہو جاؤ تو پھر دوبارہ دوست بن جائیں گے میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا اس کی طبیعت میں اذیت پسندی تھی اور وہ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتی تھی۔

”اگر میں اس وقت نہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کروں تو تم کیا کرو گے“

”اس عمارت کو تباہ کر دوں گا تمہاری ہانتوں کی بول ان گلیاں کاٹ لوں گا اور اس کے بعد آرام سے چلا جاؤ گا۔“

”بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہو یہ سب کچھ“

”ہاں۔ واقعی اعتماد سے کہہ رہا ہوں بلاؤ ان لوگوں کو جو مجھے سزا دیں“

”ٹوٹ بھوٹ جاؤ گے اور مجھے ٹوٹے بھوٹے لوگ پسند نہیں چلو جو پڑوان باؤں کو اطمینان سے بیٹھیں تمہیں معاف کر دیتی ہوں۔ میں نے دلی دل میں خوش ہونے ہوئے گردن ملا دی وہ مسکرائی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

”اس کے باوجود کہ میں ایک باہر تمہارے سامنے بے خوف بن گئی ہوں میں تمہارے بارے میں تصدیق

ضرور کروں گی“

”کیسی تصدیق ہے میں نے سوال کیا لیکن اس نے جواب نہیں دیا اور وہ اس کے پاس جا کر اس نے تمہیں دستک دی اور باہر نکل گئی۔ میں اطمینان سے بیٹھا رہتا مجھے امید ہوئی تھی کہ جینی ہاک میرے جال میں پھنس گئی ہے“

تھوڑی دیر بعد وہ مسکراتی ہوئی اندرائی اور مجھے اشارہ کر کے واپس چل پڑی چند لمحات کے بعد ہم ایک دوسرے کے میں آگئے تھے۔

”بیوقوفی میری تم واقعی شاندار ہو۔“

”شکر یہ جینی لیکن تم میرے بارے میں کیا حقیقت کرتی پھر رہی ہو“

”کچھ نہیں۔ تمہارے ہوٹل سے تمہارا سامان ہٹا لیا ہے میں نے تمہارے کاغذات بھی انہی میں موجود ہیں بلاشبہ سب کچھ ہو میں تمہارے بارے میں سب کچھ جان چکی ہوں“

”اگر تم نے یہ سب کچھ کر لیا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے“

”چلو صبح ہم اب آرام سے وقت گزارو تمہیں ضرورت کی تمام چیزیں مہیاں مل جائیں گی کوئی پریشانی نہیں ہوگی تمہیں میں تم سے انسانوں کو بہت زیادہ پسند کرتی ہوں۔“

”تمہارا کاروبار کیا ہے جینی؟“

”تیاروں گی۔ یہ بھی تیاروں گی اور دیکھو اگر تم چاہو تو یہ کھانے میں جینی ہاک کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔“

”میں کوئی معلومات نہیں حاصل کرنا چاہتا۔ اگر وہ لڑکا ہوتا ہے تو شاید تمہیں یہ نیکیت بھی سناٹھانی پڑے گی جہاں تک میری اپنی زندگی کا تعلق ہے میں یوں کچھ کو یہی کہیں اس دنیا میں ایک تنہا انسان ہوں اور اس تنہائی کو میں نے اپنی زندگی کا ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔“

”ذریعہ معاش کیا ہے؟“ اس نے سوال کیا۔

”کوئی خاص نہیں۔ کھانے کی سیر کرنا ہوں اور ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ تجارت کر لیتا ہوں جسے اسٹاکنگ کہتے ہیں وہاں تک۔“

”واقعی وہ گہری لگا ہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی“

ہاں۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

”اورہ نہیں دلچسپ بات ہے کہ میں خود بھی یہی سب کچھ کرتی ہوں لیکن میرا طریقہ کار تم سے مختلف ہے حالات بتاتے ہیں ہم ایک دوسرے کی دوستی کے لیے پیدا ہوئے ہیں بولیں بکنے میں نہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔“

”ابھی تک تو نہیں۔“

”میرے کارڈ سے بے شمار علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ کر اپنی مشکلات حل کر سکتے ہو۔“

”ابھی جلدی بھی کیلئے ابھی تو میرے پاس بہت کچھ ہے۔“

”ہاں۔ ہاں۔ جلدی کچھ نہیں ہے۔ ابھی تو مجھے بھی تمہاری ضرورت ہے۔ اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اور پھر ہنس پڑا۔

”میں جی ہاک کے ساتھ وقت گزارتا رہا میں مطمئن تھا جہاں تک میں مجھے بہترین سہارا مل گیا تھا۔ جینی کی طرف سے مجھے ہر کوئی پادری نہیں تھی۔ ہر گز آزادی سے گھر چھوڑ سکتا تھا۔ ایک خوبصورت کار اس نے میری تحویل میں دے دی تھی۔“

اس دن بھی میں بنگلہ کے ایک خوبصورت نظارے سے لطف اندوز ہوا تھا وہ آدھی میرے نزدیک پہنچ گئے۔

”سہیل۔ اُن میں سے ایک نے کہا اور میں سوالیہ لگا ہوں سے نہیں دیکھتے لگا۔“

”کون ہوتی؟“

”آپ کے خادم۔“

”کیا مطلب؟“

”ہم میڈم کے خدام ہیں۔ میڈم ہاک کو اس وقت آپ کی مزیت ہے۔“

”اورہ خیریت۔“

”جی ہاں۔ انہوں نے میں آپ کی تلاش میں یہاں آنا۔ ان کے انداز میں بنا زمین کی تھی میں نے ایک لمبے سوچا اور پھر اپنی کار اپنے بڑھ گیا۔ وہ میری رہنمائی کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عمارت میں داخل ہو گئی اور ان کے اشارے پر بڑگ لڑہ میرے ساتھ نیچے آئے۔ انہوں نے مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا اور وہیں ان کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ صدر خانے سے گزر کر ہم ایک بال میں پہنچے جہاں چند افراد بیٹھے تھے۔ یہ سب صدمت اور لباس سے اچھے لوگ نہیں معلوم کرسکتے۔ سامنے ہی ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں نے ہنسے اُن میں داخل ہو گئے جس کے میں مجھے لایا گیا تھا۔“

وہ ایک خوبصورت ڈراماٹک رنگ تھا ان میں سے ایک نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔

”میڈم ہاک ابھی آتی ہیں، ہم لوگوں کو اجازت دیں۔ وہ بولے اور اس کے بعد باہر نکل گئے۔ میں گہری لگا ہونے کے لیے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ دو دروازوں پر خوبصورت نقوش تھے، آدیزال تھیں۔ سامنے ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ جس پر پردہ چھلکا اور پھر چند لمحوں کے بعد اس پردے کے چھتے سے ایک دروازہ عورت باہر نکل آئی۔ کافی خوبصورت عورت تھی لیکن اپنے انداز سے خطرناک بھی معلوم ہوتی تھی۔

”سہیل۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”سہیل۔ آپ کون ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور وہ بکنے سے تھکے کے ساتھ چند قدم آگے بڑھ آئی۔

”جو کوئی بھی ہوں تمہارے لیے اجنبی ہوں، اُس نے جواب دیا۔

”میڈم ہاک کہاں ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور اس کا چہرہ بڑھا گیا۔

”جہنم میں یہاں عرف ہیں ہوں مجھے سے ملو۔“

”گویا تم نے مجھے دھوکے سے بلایا ہے؟“ میں نے کہا۔

عمر کن وائٹسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ

پورے قوتوں کی راہ

شائع ہو گئی ہے

ایک حالاک، خوبصورت، غیر ادراہ اسرار قوتوں کی ایک لڑکی کی حیرت انگیز داستان جو لوگ زبردست کہانی پڑھنے کے شوقین ہوں جن کو اپنی زندگی میں اُترانی ہوں جو تجھے پڑھنے کے باعث ہوں اُن کے لئے،

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

عمر کن وائٹسٹ

ادراہ بازار — کراچی

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسوسی دنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

اور وہ لا پرواہی سے آگے بڑھ کر صفحے پر بیٹھ گئی۔

”ہاں ایسا ہی سمجھ لو۔“

”تم کون ہو اور کیا جانتی ہو؟“ میں نے سوال کیا۔ میں گہری ننگا سوں سے اُسے دیکھتے ہوئے اُس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”مجھے ٹیڈی وان کہتے ہیں اور تمہارے بارے میں، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اگر تم جیسے لوگ کسی کے دفکار نہیں ہرکتے۔ وہ چوٹی ہاک جو بڑا اور کوئی۔ یہ بھی معلوم ہے مجھے کہ میری یہ صفات کوئی تمہیں پسند نہیں آئے گی۔“

”میدیم ٹیڈی وان۔ آپ نے مجھے جینی ہاک کے نام پر بلا لیا تھا۔“ جینی ہاک۔ ”وہ حقارت آمیز انداز میں ہنس پڑی پھر کہنے لگی۔

”تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتی غلط خیال ہے تمہارا۔ تم ایک چالاک انسان ہو اور لقمہ طور پر صرف دولت کے لیے جینی ہاک تک پہنچے ہو لیکن ڈیڑھ گھنٹہ پہلے چالاک تمہاری گردن میں پھنسنے بن گئی۔ جینی کے بارے میں تم نہیں جانتے کہ وہ کیسا بڑے بوجھل اور نوجوانوں کو وہ ایک حسن پرست عورت کسی حیثیت سے اپنے جال میں پھنساتی ہے اور ان پر لہے دریغ فروغ کرتی ہے وہ یہی سمجھتی ہے کہ ان کا سن ان کی خوش بختی کا دلچسپ ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہوتی۔ بعد میں وہ لوگ کتوں کی سی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ مجھے اپنے آپ پر غور کرو۔ اور تازہ کر لیا یہ زندگی بہتر ہے تمہارے لیے؟“ میں نے متعجبانہ انداز میں اُسے دیکھا اور پھر اہستہ سے بولا۔

”یقیناً یہ زندگی بہتر نہیں ہے۔ میدیم ٹیڈی وان! لیکن کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے یہ دلچسپی کیوں پیدا ہو گئی۔ اور آپ میرے لیے کیوں پریشان ہیں؟“ ٹیڈی وان میرے اس سوال پر چند لمحات خاموش رہی اور پھر بولی۔

”خوش نصیب ہو تم جو میری نگاہ انتخاب تم پر پڑ گئی۔ میں تمہیں اُس کے جال سے نکالنا چاہتی ہوں۔“

”اور اگر میں نہ نکلتا جا ہوں تو؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں نہیں اُس کے لیے مجبور کرنے کی کوشش کروں گی جی پیکش اُس سے بہتر ہوگی؟ ہمارے لیے۔ تم کوں ہو؟ میں یہ نہیں جانتا جانتی نہیں یہ جانتی ہوں کہ تم میرے لیے کام کر سکتے ہو۔“

”تمہارے لیے۔“

”ہاں میرے لیے، میں تمہیں اس کی اجازت دیتی ہوں کہ ٹیڈی وان کے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا چاہو کرو۔ اس کے علاوہ تمہیں پیش کش کرتی ہوں کہ تم میرے لیے کام کرو۔“

”خوب۔ میں نے دلچسپ لگا ہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جو آسانیاں تمہیں اُس سے حاصل ہو رہی ہیں میں اُسے کہیں زیادہ آسانیاں تمہیں فراہم کر سکتی ہوں۔“

”بلاشبہ۔ بات قابل غور ہے لیکن آپ جینی ہاک سے کیا ناراض ہیں۔“

”یہ سوال کرنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔ ضرورت سے زیادہ اوپرچی اڑان نہ اختیار کرو۔ نقصان اٹھاؤ گے۔“

”مجھے کرنا کچھ ہوگا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ابھی اس بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔ پہلے تم خود اپنا نام کرو۔“

”یہ کام آپ کا ہے میدیم وان۔ میرے پاس اس کا کوئی نہیں ہے۔“

”میں اپنا نام جانتی ہوں اور اس کے لیے تمہیں جو سزا پہلا کا کرنا پڑے گا وہی تمہارا پہلا اور آخری امتحان ہو گا۔“

”وہ پہلا کیا ہوگا؟“ میں نے سوال کیا۔

”جینی ہاک کا قتل۔ تم اسے قتل کرو گے اور اسے قتل کے بعد اگر تم ہنگامہ سے نکلنا چاہو تو اس کی تمام ذمہ داری اُٹھو گی۔“

”بہت بڑا کام ہے یہ۔ لیکن یہ سوال میرے ذہن میں پیدا ہو گا کہ آپ اسے کیوں قتل کرنا چاہتی ہیں۔“

”وہ میری کاروباری حریف ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے بڑے نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ میں اُس کے خون کی پیاسی ہوں۔ میں اُسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتی۔“

”آپ کا کیا کاروبار ہے؟“

”اسٹورٹنگ۔“

”تو کیا۔ تو کیا۔ جینی ہاک، جی اسٹورٹنگ ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”تم نہیں جانتے؟“

”نہیں۔ اس حیثیت سے میں اُسے نہیں جانتا۔“

”تو کبھی جان لو معلومات کرو۔“

”ٹھیک ہے میں معلومات کروں گا۔“

”جینی ہاک کی موت کے بعد مجھی تمہارے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔“

”اوراصل میدیم ٹیڈی وان میں ایک لائابلی انسان ہوں، اور میری زندگی کا مقصد صرف دولت ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارے سامنے دولت کے اتنا لگا دوں گی یہ صرف تم پر منحصر ہے کہ جب چاہو اپنی آزادی کا اظہار کرو۔“

”شکر ہے مجھے اس پر غور کرنے دیں، میں نے جینڈک سے کہا۔ اور وہ پُرسرت انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

”جو طرح تمہیں لانا لگایا ہے اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو۔ تمہاری کاروبار موجود ہے، واپسی میں میرا بزنس بری طرح اُٹھا ہوا تھا۔ جینی ہاک کے قتل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔ لیکن یہ نئی پیشکش میرے لیے کافی تعجب جنزلی اور یہ موضوع رہا تھا کہ جینی ہاک اور ٹیڈی وان میں سے کس کا فیصلہ کروں۔“

اسپید وئے جینی ہاک کا نام لیا تھا۔ اور ٹیڈی وان کے بیان کے مطابق جینی ہاک نے اسے کسی کاروباری معاملے میں شکست دی تھی جس کی بنا پر وہ اس کی دشمن ہو گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جینی ہاک کا بدتمیزی سے اور مجھے یہاں کسی مضبوط ساتھی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ٹیڈی وان کے پروگرام پر عمل کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔ میں امداد و اخذ ہوا۔ تو جینی ہاک میری متفرق تھی۔ وہ بالائی منزل کی ایک نشست گاہ میں موجود تھی مجھے دیکھ کر مجھے کچھ انداز میں سکرانی اور سانسے بیٹھے کا اشارہ کیا۔

”کہاں آؤ اور گرو جی جی جی؟“

”ہنگامہ نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔“

”پورے نہیں ہوئے۔“

”نہیں میں پریشون ہوں۔“

”لیکن زیادہ عرصے پریشون نہ رہ سکو گے۔“

”کیوں؟“

”بس پورے ہو جاؤ گے تم۔“

”مہینے جینی ہاک تمہاری دوستی مجھے پور نہیں ہونے دے گی۔ میں نے کہا اور جینی ہاک کے انداز میں ایک مسرت آمیز کیفیت پیدا ہو گئی۔ انسان کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو کہیں تک پہنچ جائے یہی انقلابی پرخوشی اس کی فطرت میں رہتی ہے۔

پھر جینی ہاک میرے لیے فخر آمیز تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میری کاروباری

”میں نے کہا اور جینی ہاک کے انداز میں ایک مسرت آمیز کیفیت پیدا ہو گئی۔ انسان کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو کہیں تک پہنچ جائے یہی انقلابی پرخوشی اس کی فطرت میں رہتی ہے۔

پھر جینی ہاک میرے لیے فخر آمیز تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میری کاروباری

”ہاں جینی۔ مجھے تمہاری دوستی عزیز ہے۔“ جینی پرخیزال ننگا سوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”تم ابھی ہنگامہ میں اجنبی ہو۔“

”مجھے اس سے اجازت نہیں۔“

”زیادہ عرصے میرے دوست نہیں رہ سکو گے۔“

”وجہ؟“

”میں ہنگامہ کی ایک بدنام عورت ہوں۔“

”بدنام؟“

”ہاں۔ یہاں میرے بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔“

”مجھے ان سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔“

”غرض پیدا ہوا ہے گی۔“

”شاید نہیں جینی۔ میں نے مضبوط لہجے میں کہا اور جینی مجھے غور سے دیکھنے لگی۔

”اتنے ذوق سے کہہ رہے ہو۔“

”ہاں۔ وہ خامیاں مجھے تک پہنچنا شروع ہو گئی ہیں۔“

”کیسے۔ وہ اپنا ہنگامہ سنبھال کر بیٹھ گئی۔“

”ٹیڈی وان کہتا ہے کہ اس نام سے واقف ہو میں نے کہا۔ اور

”اپنا ہنگامہ چہرہ صریح ہو گیا۔“

”ہاں واقف ہوں۔“

”کیسے؟“

”وہ مجھے ملی تھی۔“

”کب؟ کہاں؟“ جینی نے اضطراب سے پوچھا۔

”مجھے تمہارے نام سے بلایا گیا۔ اور ایک تجارت میں اس نے

مجھ سے ملاقات کی۔ اور اس دوران وہ مجھے تمہارے بارے میں

”اُکساتی رہی۔ اس نے مجھے بتایا کہ چند دنوں کے بعد میری حیثیت

ایک کتے کی ہی رہ جائے گی۔ اس سے تین کہ میری بیعت ہو جائے

مجھے سنبھالنا چاہیے۔ انہوں نے مجھے ایک پیش کش بھی کی۔

”کیا۔؟“ جینی نے پوچھا۔

”یہ کہ میں تمہیں ہالاک کر دوں اور اس کے عوض وہ مجھے ایک

بہترین زندگی فراہم کرے گی۔ مجھے تم سے زیادہ سہولتیں دینے

کی خواہش مند ہے وہ۔ اس نے مجھے بتایا کہ تم اس کی کاروباری

حالیف ہو اور اسے شدید نقصانات پہنچاتی رہی جو جس کے سنے

میں وہ تمہیں قتل کر دے گی۔ خواہش مند ہے جینی ہاک کا چہرہ

صریح ہو گیا تھا۔ انھوں نے انگلیاں لٹکانے لگے تھے پھر وہ

آہستہ سے بولی۔

ٹیلڈی وان کے سلسلے میں، میں نے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا تھا۔ اس کی مجال کہ وہ اس حد تک آگے بڑھ جائے میں اسے اس بات کا اندازہ بھی نہ کر سکتی تھی۔ میں نے اسے بتا دیا کہ میں نے اسے نہیں سوچا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کا امر کر رہی ہے کہ کئی برسوں میں اس کے لستے میں خود بخود وہیں آئی تھی کھل کر کبھی میرے امد اس کے مفادات ٹھکانے تو میں نے اسے شکست دی اور یہ اس کی کمزوری تھی اگر وہ مجھ سے ملتا تو ہر توجیہ جاتی لیکن ظاہر ہے وہ میرے مقابلے پر کچھ نہیں ہے اسباب وہ ان گھناؤنی جاوں پر آنے لگی ہے۔ میں اسے اس کا جواب صرف دوں گی۔

جینی ہاک خوشگامی کے انداز میں اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی پھر اس نے چونکہ کمزوری طرف دیکھا اور دیر تک دیکھی رہی اس کے بعد کرسی کی پشت سے ٹپک لگا کر لولی۔

” لیکن تم نے مجھے یہ تفصیل کیوں بتائی۔“

” کیا مطلب؟“

” میرا مطلب ہے کہ کیا تم اس سے متفق نہیں ہو۔“

” کیا بتانا چاہتی ہو۔ میں نے سہرا دیجے میں کہا۔“

” نہیں پلیز۔ ناراض ہونے کی بات نہیں۔ میں تمہارے خیالات کا جانا چاہتی ہوں۔“

” ٹیٹی وان تمہاری دشمن ہے اس نے مجھے تمہارے تعلق پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے بتاؤ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں، اگر میرے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکتی ہو جینی ہاک تو یہ اندازہ لگا لو کہ میں جو باجی نہیں ہوں۔ اگر اپنی بات پر اڑ جاؤں تو وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جس کا تصور بھی کسی ذہن میں نہ ہو۔ میں نے تمہیں دوست کہا ہے اور میں دوستی بھجانا جانتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے اتنا گھٹیا انسان تصور نہیں کرو گی۔“

” اوہ۔ نہیں ٹیٹی۔ پلیز۔ اس انداز میں مت سوچو۔ میں بھی نہیں دوسروں سے بالکل مختلف سمجھتی ہوں۔“

” شکریہ جینی۔ میری خواہش ہے کہ تم مجھے دوسروں سے مختلف سمجھتی رہو۔ مجھے ٹیٹی وان کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔ وہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔“

” احمق۔ بے وقوف۔ خود کو بہت کچھ سمجھتی ہے لیکن میرے سامنے کبھی نہیں میں نے اسے کبھی اپنی اہمیت نہیں دی کہ اسے اپنے ترقی قابل سمجھوں اس کا تعلق کسی گروہ سے ہے لیکن وہ کسی ایک سے مل کر نہیں رہتی۔ اپنے طور پر اپنی توت بڑھانے کی نگرانی سرگرداں ہے لیکن میں نے اس سے کبھی کوئی خطرہ نہیں محسوس کیا۔ اس نے اپنی خود ہی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ والا ہے تو اسے سمجھنا ہوگا۔“

” وہ بھی اسٹینڈنگ کا کاروبار کرتی ہے۔ میں نے سوال کیا کہ اور اس کا ذاتی گروہ کتنا بڑا ہے۔“

” میں نے اس کے بارے میں کبھی زیادہ معلومات نہیں حاصل کیں لیکن اب فاسٹی نوڈ دیتا پڑے گا اس پر سنا یہ تھا کہ وہ اپنے طور پر گروہ بنا کر کام کرتی ہے لیکن احکامات کی اس کے جوئے ہیں۔ وہ کوئی نہ ہے اس کے بارے میں مجھے کبھی نہیں معلوم ہو سکا۔ ویسے تو یہ ایک ہی اس عمارت کے بارے میں بتا سکتے ہو۔ جہاں اس کی رقم سے ملاقات ہوتی تھی۔“

” ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ وہاں سے میں اپنی کاروبار کو لے کر ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔ میں نہیں اس جگہ سے جا سکتا ہوں، مجھے ضروری دیر کے لیے اجازت دے دو اور زانیے اس عمارت کی سوشلائزنگ بتاؤ۔ تم تو اب ہناک میں کافی گھوم چکے ہو میں نے اسے عمارت کے بارے میں تفصیلات فراہم کر دیں۔ اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔“

جینی میرے ساتھ نیچے اترائی اور پتہ تول ہاتھ میں لے کر عمارت کے گیٹ کی طرف طبعی، میں خود بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کی مددگار تھی ورنہ اس کا سکل اعتماد حاصل کرنا مشکل ہوتا۔“

گیٹ خالی پڑھا تھا۔ صمد دوروازے سے اندر داخل ہو کر لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے احساس ہوا عمارت خالی ہے جینی مشتیانہ انداز میں ایک ایک حصے کو کھانچتی پھر رہی تھی اور اس وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس قدر خطرناک عورت ہے، اس کے آدمی بھی اندر موجود تھے اور عمارت کو پوری طرح چھان رہے تھے۔“

لیکن عمارت میں کچھ بھی نہ ملا۔ جینی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

” بزدل بھاگ گئی۔ اس میں اتنی حرارت نہیں تھی، کہ وہ میرے سامنے آ سکتی تھی۔ تم نے دیکھ لیا کہ وہ کس قدر دلیر ہے۔ میں نے شانے ہلا کر اس کی بات کی تاہم ایک اور دم واپس پلٹے گئے۔“

جینی کے چہرے کے اشارات سے یہ اندازہ لگانا مشکل اور تھا کہ اس نے میری بات کو بھرت نہیں سمجھا ہے۔ وہ بے حد پر عجز نظر آ رہی تھی۔

” میں نے ٹیٹی وان کو اس لیے جھوٹا رکھا تھا کہ اب سدا وہ میرے کسی طور نقصان دہ نہیں ثابت ہوئی تھی۔ لیکن اس نے اندازہ کر دی ہے اور انتہا میں کروں گی۔ میں دیکھوں گی کہ اس کی پینج کہاں تک ہے۔“

میں خاموش رہی رہا۔ مقصدی دیر کے بعد میں اپنی خالی گالوں پر پینج کیا۔ یہ تمام صورت حال میرے لیے نہایت کشش تھی میں جانتا تھا کہ جینی ہاک کے سلسلے میں فیصلہ کر کے میں نے اتنا شرم کی کا شوق دیا ہے۔“

لیکن تعجب یہ تھا کہ ٹیٹی وان کو اس بات کا شک یہ نہ لگا کہ اس کے خلاف کام کروں گا۔ اگر شبہ نہ ہوتا تو وہ عمارت پر زور نہ بھگا جاتی۔ رات کو نہایت سکون سے سو گیا۔

دوسری صبح جب ناشتے کی میز پر جینی ہاک سے ملاقات تو وہ سب معمول پیش کش اس وقت تھی جیسی خاص احساس تھا کہ میں معلوم ہوئی تھی۔ ناخوش کرتے ہوئے اس نے کہا۔

” لیکن بزدلک میں اپنے آدمیوں کو آگاہ کر دیا ہے اور باہاریات سے وہی ہیں کہ ٹیٹی وان جہاں بھی ملے

اسے چھو کر میرے سامنے پیش کرے، تم اس بات پر یقین کر لو کہ وہ میرے ہاتھوں سے کسی طور نہیں بچ سکتی، اس نے میری طاقت کا غلط اندازہ لگا رکھا تھا۔ مجھے بزدل دشمن سے شدید ترین نفرت ہے جب کہ رو کر کرنے والے میرے انتہائی قابل نفرت ہوتے ہیں۔ میں تو کھلے میدانوں میں مقابلہ کرنے کی شوقین ہوں، جبکہ وہ اپنے طور پر مطلق العنان بھی نہیں ہے۔“

” یہ نہیں معلوم ہو سکا جینی ہاک کہ وہ کس کے لیے کام کرتی ہے۔“

” ابھی تک کچھ پتا نہیں چل سکا۔ لیکن اس میں کوئی وقت نہیں ہوگی۔“

سارا دن ٹیٹی وان جینی ہاک کے ذہن پر سوار رہی وہ آج بہت مصروف رہی تھی۔ لالچادریلی فون وصول کیے تھے اس نے اور ان میں زیادہ تر ٹیٹی وان سے ہی متعلق تھے اس کے آدمی چاروں طرف ٹیٹی وان کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ ٹیٹی وان مجھ سے رابطہ قائم کرے گا ابھی خامی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔

بہ طور ان معاملات سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن بزدلک کی آواز گروئی کرنے میں اب مجھے احتیاط سے کام لینا ہوگا چونکہ ٹیٹی وان میری دشمن بن گئی تھی۔

ابھی تک میں جینی ہاک کے سلسلے میں کوئی خاص کام نہیں کر سکا تھا جس کا مجھے شدید احساس تھا میری خواہش تھی کہ جلد از جلد اس کے بارے میں مفوس معلومات حاصل کر کے اسے کام کا آغاز کروں، لیکن یہ معاملات نشانے لے کر سب کچھ مشکل تھا۔ جینی ہاک کا اعتماد حاصل کرنے میں بہ طور ابھی کچھ دشواریاں تھیں۔

لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اسپر و نے میری صحیح راہنمائی کی تھی اور جینی ہاک کے پاس جین کر اس نے میرے لیے بہت سے کام آسان کر دیے تھے۔ میں ان لوگوں میں شامل ہونگیا تھا جن کا تعلق اسٹینڈنگ وغیرہ سے تھا اور اس طرح مجھے ترلوکا کے سلسلے میں خاص آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔

ترلوکا کے خلاف کرتے ہوئے یہ احساس بھی ذہن میں تھا کہ اگر اسپر و نے غلط نہیں کہا اور کوئی عورت منقادی طور پر اس کا روبرو جلاتی ہے تو اس عورت کے سلسلے میں زہری کا شبہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

دیکھنا یہ تھا کہ اونٹ کس وقت کس کھوٹ بیٹھتا ہے۔ اس رات کھانے کے میز پر میں نے جینی ہاک سے کہا۔ ”جینی ہاک تمہاری شخصیت عام نہیں ہے۔ ٹیٹی وان کو میں نے دیکھا تھا اگر اس میں تمہارے مقابلے پر آئے تو کسکت مہوتی تو وہ اس عمارت کو اس طرح چھوڑ کر نہ بھاگتی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تم سے خوفزدہ ہے ایسی معمولی حدیث کی لڑکی کہ خود پرستہ کرنے سے کا فائدہ، مہرا خیال ہے اسے سمجھنا جاؤ اور اس کے لیے اتنی زیادہ الجھیں ذہن میں نہ پالو۔ جینی ہاک مجھے دیکھ کر مسکرائے گی جتنی۔“

”مبارک کیا خیال ہے میں نے اسے اپنی سوچ پر مستطہ کر لیا ہے۔“

”ہاں جینی، میں یہی سمجھ کر رہا ہوں۔“
 ”غلط فہم غلط۔ جینی ہاک نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔
 ”تم دوپہر کی کیفیت کی تشکار ہو جینی۔“
 ”میرے ذہن کو پرانہ کر دو اگر میرے چہرے پر کوئی الجھن دیکھتے ہو تو اس کی وجہ کچھ اور ہے۔“

”کیا؟“
 ”میں نے ایک بے حیثیت لڑکی کو اپنے مقابلے پر پروا نہیں کرنا چاہی۔ مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میں اسے چھوٹی کی طرح منسلک کرتی ہوں، میں نے ایسا کیوں نہ کیا۔“

”ہر حال اب اسے ذہن سے چٹاک دو۔“
 ”اوہ تم حکمران کرو سب ٹھیک ہے۔ تمہارے ساتھ بہت دن سے کوئی پروگرام نہیں بنا۔“

”ہاں۔“
 ”لو پھر۔ اڈل۔ یہ بتاؤ تم نے بنگاک کے نواحی علاقے کیسے؟“
 ”بنگاک تو خوب گھوم لیا ہے۔ لیکن ابھی نواحی علاقے نہیں دیکھے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اب نہیں نواح کی سیر کرانوں کی مینوڑا سا ذہنی سکون بھی ملے گا۔“

دوسرے دن اس پروگرام پر عمل کا فیصلہ کر لیا گیا جینی ہاک نے ٹیکٹ کی تیاریاں کی تھیں۔ اس نے بہت خوبصورت لباس پہنا تھا اور اپنی عمر سے چھوٹی نظر آ رہی تھی۔

”چلیں۔ اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ایک خوبصورت کار میں سواری ہو کر ہم باہر نکل آئے۔ اور کار برق رفتاری سے گئے

بڑھے گئیں۔ بنگاک کے نواحی علاقے بہت خوبصورت تھے، ٹراویونگ جینی ہاک نے سمجھا لی ہوئی تھی، خوبصورت لباس پہن کر وہ بہت افسانہ نما نظر آ رہی تھی، اس کے چہرے پر ہنسنا ہونے لگا، اس بات کا احساس دلانے لگے، کہ میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے وہ بہت خوش ہے، مینوڑا میرے بعد اس نے کہا۔

”تم نے یقیناً بنگاک کے حسین ترین علاقے دیکھے ہوں گے، لیکن جھیل کون گراٹ، بہت خوبصورت جگہ ہے، اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے باغ اس کے حسن کو دو بالاکرتے ہیں۔“

”ہاں۔ بڑی تاریخی جگہ ہے، جینی ہاک نے جواب دیا۔ آبادی سے کافی دور درختوں کے گھنٹے کے ساتھ ساتھ ایک لمبی سڑک جاتی تھی۔ اور پھر جینی ہاک بے راستے طے کرتی ہوئی جھیل کون گراٹ کے پاس پہنچ گئی۔ جو درختوں کے غلبہ میں تھی، اس نے گاڑی سڑک سے اتاری اور مینوڑا کی دیر سے بعد ہم ایک چھوٹی سی سفین جھیل کے پاس پہنچ گئے تھے جتنا واقعی اتنا حسین تھا کہ دل خوش ہو گیا تھا۔ ہم گاڑی سے اڑے اور جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔ جینی ہاک ہانا ہر ٹیکٹ کا پروگرام بنا کر آئی تھی، ہمارے اطراف چھوٹی کی ٹیکٹ ہواؤں کو خوشگوار خوشبو میں بخشن رہی تھی۔“

”اس طرف تو نہیں آئے تم؟“
 ”نہیں۔ ابھی میں نے بنگاک کا اندرونی علاقہ دیکھ کر ہے، میں نے جواب دیا۔“

”کیسی جگہ ہے؟“
 ”بے حد حسین، مناسبت نفیس، میں نے کہا، ہم کافی دیر تک وہاں بیٹھے گفتگو کرتے رہے، اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ لوگ یہاں تفریح کرنے نہیں آتے تھے، یا پھر شاپاں یہ آج یہاں کوئی نہیں تھا کہ چھٹی گاؤں نہیں تھا، ہم بے سیرا انداز میں بیٹھے بات چیت کرتے رہے اور جتنی کسی گاڑی کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔“

”جینی کوئی آواز سنئی۔؟“
 ”ہاں۔ شاید کسی گاڑی کے انجن کی آواز تھی۔ وہ دلہا! واقعی پھر کسی خیال کے تحت اٹھ کھڑی ہوئی۔“

”مگر آس پاس تو کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی۔“
 ”ممکن ہے کوئی دور کی آواز ہو۔“

”ادھر بیٹھا ہو کر ہی سڑک بھی نہیں ہے، اگر کوئی گزرتی ہوئی گاڑی ہو۔“

”کیا خیال ہے میں اطراف میں دیکھوں۔“

”دیکھو میرا خیال ہے، اس بلند جگہ سے کھڑے ہو کر تم ادھر کا منظر دیکھ سکتے ہو، جیتی نے کہا اور میں اس طرف بڑھ گیا۔ اگلے پندرہ گھنٹے ہو کر میں نے آس پاس نگاہیں دوڑائیں، لیکن حقیقت گاڑی کی آواز اس کے بعد نہیں ابھری تھی، اور نہ ہی مجھے دور۔ ورنہ کوئی گاڑی نظر آتی تھی، میں واپس ہلنا تاکہ جینی ہاک کو اس بات کی اطلاع دوں کہ ہمارا خیال غلط تھا، یہ دوسرے لمحے میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ جینی ہاک پر نگاہ پڑی تو اس سے اطراف جتنا افسردہ کھڑے ہوئے تھے اور ان میں ایک عورت بھی تھی۔ ان سب کے ہفتوں میں لیتول صاف نظر آ رہے تھے، میرے ذہن میں صرف ایک خیال آیا، ٹیٹی وان، جس نے سوچا کہ اس وقت میرا پناہ گاہ کیا ہے، لیکن دل نے یہی فیصلہ دیا کہ جینی ہاک کی مدد ضروری ہے، کیونکہ اس وقت وہی میرا سہارا ہے۔ تینوں آدمی مسلح تھے، اور ان کے ساتھ جو عورت تھی، ممکن ہے اس کے پاس بھی لیتول ہو ان سے پتلا آسان کام نہیں تھا، لیکن ہر حال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا، میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ان لوگوں کو میری موجودگی کا علم ہے یا نہیں۔“

بالآخر میں نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا، جہاں سے ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر ان تک پہنچ سکتا تھا، درختوں کے گھنٹے اس سلسلے میں کارآمد تھے، چنانچہ طویل راستہ اختیار کر کے اس طرف بڑھنے لگا، اور جھیل کے کنارے گئے ہوئے ان درختوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا، جن کی جڑوں میں گھاس پھوس آگے ہوئی تھیں، اور ان جھاڑیوں میں چھپا جا سکتا تھا۔ میں اب ان کی آوازیں بخوبی سن رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان جھاڑیوں میں سے اس عورت کو بھی دیکھ لیا تھا جو ٹیٹی وان کے ساتھ اور کوئی نہیں تھی، ٹیٹی وان کی آواز ابھری۔“

”تم کبواس کرتی ہو، مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔ مارکر تم اسے نشان کرو و کھو وہ وہیں کہیں ہوگا۔“

”میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں تمہارا ہاں آئی ہوں، تم باقی لوگوں کو نہیں تمہاریوں کی عادی ہوں۔“

”کبواس کرتی ہو، میں ان دونوں تمہارے بارے میں ہائی معلومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ تم پر آج کل سٹیشن کا بصیرت

سوار ہے، ٹیٹی وان نے کہا۔
 ”لڑکی تو جانتی ہے کہ تو اپنی موت کو قریب سے قریب تر لارہی ہے، مجھ سے کہو تو کہنے آچھ نہیں کیا۔ جینی ہاک کی آواز سنائی دی۔“

”ٹھیک ہے، نتیجہ تو سامنے آنا ہی ہے، اور اس وقت تو صورت حال تمہارے علم میں پوری طرح آچکی ہے، ڈیڑھ جینی ہاک، مارکر جاؤ اسے تلاش کرو، لیکن ہوشیار رہو۔ ٹیٹی وان کا ایک آدمی عوار اور دھو دھو رکھ رہا تھا، آہستہ آہستہ درختوں کی طرف بڑھ گیا، میں نے صرف ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور اپنی جگر چھوڑ دی۔ جینی ہاک درختوں کی آڑ لیتا ہوا اس جا میں چل پڑا۔ اور انتہائی کامیابی سے اس کا تعاقب کر کے مناسب موقع کی تلاش میں لگ گیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد مجھے موقع مل گیا، مارکر کے لیے وہ طرہ انتہائی بہتر انگیز تھا، جب چالنگ میں نے عقب سے اس کی گردن پر ایک ہاتھ رکھ دیا، اور دوسرا ہاتھ اس کی پیٹول پر ڈال دیا۔ وہ زیادہ طاقتور آدمی ثابت نہیں ہوا تھا، دوسرے لمحے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے لیتول لیا، اور اسے دوسرا ہاتھ رکھ کر کے بالکل ہی ایشیا غفلت کر دیا، اس کے بعد میں جھاڑیوں کے بالکل قریب پہنچ گیا، ٹیٹی وان کے دونوں آؤموں نے پیٹول اپنے جیب میں رکھ لیے تھے اور جینی ہاک کے ہاتھ اس کی لپٹت پر کس دے گئے تھے، پھر ان میں سے ایک نے پوچھا۔“

”اب کیا کرنا ہے؟“
 ”وہ بھی مل جائے تو دونوں کو اس جگہ ٹھکانے لگا کر جھیل میں ڈبو دو۔ ٹیٹی وان نے جواب دیا۔“

”مارکر بھی تک واپس نہیں آیا۔ دوسرے آدمی نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھے ہوئے کہا، میرے لیے یہی موقع بہتر تھا، چنانچہ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے سر سے لیتول لیا اور اس کی گردن میں سے ان پر چھلانگ لگا دی میری بھرپور لات ٹیٹی وان کی کمر پڑی تھی، اور اس کے ساتھ ہی میں ان دونوں پر جا پڑا، ٹیٹی وان کے منہ سے بے اختیار رنج نکلنے اور وہ آؤندے منہ زمین پر جا پڑی۔ میں نے پھر سے ان دونوں آدمیوں کے پیٹول اپنے قبضے میں کیے اور وہ جو پیٹول کی طرح مجھ کو دیکھنے لگا۔“

”بس ہاتھ اٹھا دو لیتول ختم ہو گیا، میں نے سر دلیج میں

کہا لیکن جیسے میری بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی، اور بات سمجھانے کے لیے کچھ اور بھی کیا جا سکتا تھا، چنانچہ میں نے ان میں سے ایک کی پیشانی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔

”ہائے اٹھا دو، ورنہ تمہاری کھوپڑی کے چھتڑے اڑ جائیں گے، انہوں نے بے اختیار اپنے ہائے اٹھا دیئے، ٹیٹی وان بھی اپنا لباس بھانڈی ہرٹی اٹھ کر لٹی ہرٹی، اور منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی۔“

”تم۔ اس کی مغزانی ہرٹی آواز اٹھری۔“
 ”ہاں ڈیرٹیٹی وان۔ میں ہی ہوں۔ ظاہر ہے تمہیں میری ہی ٹیٹی تھی، میں نے خواب دیا اور جینی ہاک کے حلق سے بے اختیار ایک قبضہ نکل پڑا۔“

”ہاں ڈیرٹیٹی وان کیا خیال ہے تمہارا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہر حالت میں تم پر بھاری ہوں۔“
 ”تم۔ تم دونوں ٹیٹی وان کے منہ سے غصے کی وجہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی، اور جینی ہاک نے کہا۔“

”اس کا تیسرا سا تھی اور جینی ہاک نے کہا۔“
 ”ہاں گیا ہوا ہے نہیں، گھبراہٹ اور ہنس جھاروں میں اندھا بھاڑے، میں نے کہا اور جینی ہاک پھر ہنس پڑی۔ اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔“

”ذرا میرے ہائے کھول دو، میرا خیال ہے ٹیٹی وان سے آج ہی ہال بیچا چھوٹ جائے۔“
 ”اسے نہیں جینی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ کچھ لکھنگو ٹوکر لیں ان لوگوں سے۔“

”ان سب کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو ہم جیل کی گہرائیوں میں پہنچا دیں گے، اس کے بعد۔“
 ”اس کے بعد اس کے گروہ کا فائدہ کروو گی۔ نام دلشان ٹا دون کی ٹیٹی وان کا، ٹیٹی وان زمین پر بیٹھ گئی اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا، چند لمحوں میں وہ اسی طرح بیٹھی رہی پھر اس نے بھاری لیے میں کہا۔“

”تم۔ تم لوگ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہاری خودکامی ہوگا، تم تصور نہیں کر سکتے، تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں کون ہوں۔؟“
 ”چلو۔ کون ہو تم ذرا یہیں جا دو، میں نے طنز یہ لیے میں کہا۔“

”میں خود کچھ نہیں ہوں لیکن جن لوگوں کا مجھے سہارا ملتا ہے وہ بہت طاقتور ہیں۔ کچھ تم لوگ۔ ان سے مل کر انہا سے بے ممکن نہیں ہوگا۔“
 ”کون لوگ ہیں وہ؟“
 ”میشور مارٹیو کیوں جینی اس نام سے واقف ہو تم؟ پٹی وان نے کہا اور جینی کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ میں نے غصوں سے کہا کہ وہ اس نام سے واقف ہو گئی ہے۔“

”جالت جھوری مجھے یہ نام استعمال کرنا پڑا ہے، ورنہ نام جگر بہ تو نام نہیں لیا جا سکتا۔“
 ”جینی ہاک جتنا باغی تھا تو میں ہنس پڑی تھی۔“

”کیوں نہ تمہیں کیوں؟ ٹیٹی وان نے پوچھا۔“
 ”تمہاری جگہ اس پر۔“
 ”مطلب۔“

”ہرگز انسان بنام سے کہہ دو ورنہ کوڑا لے کر کوشش کرتا ہے۔ اور یہ اس کی آخری کوشش ہوتی ہے۔ جینی ہاک نے کہا۔“

”اس کے باوجود لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔“
 ”میں اسے ایک نام کا کوشش قرار دیتی ہوں۔ اور تم اس فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔“

”میں نے تمہیں اس کا حوالہ دیا ہے باقی کام تمہارا ہے ٹیٹی وان نے کہا۔“
 ”کچھ بھی ہو میںیں سزا ملے گی۔“

”میں جینی ہاک کا جائزہ لے رہا تھا میں نے غصوں کا ہاتھ لگا کر وہ کچھ کی پڑ گئی ہے جو جوش و خروش تھوڑی دیر قبل اس میں تھا اب اس کا عیش و عشرت جینی نظر نہیں آ رہا تھا۔“

”مگر یہ کون ہے جینی۔“
 ”میرے خیال میں انہیں لے چلو۔ بعد میں سب کچھ دیکھ لیں گے۔“

”یہ تمہارے حق میں برا ہوگا جینی۔ میری بات کو اپنے ذہن میں بیٹھا لینا یہ تمہارے حق میں بہت برا ہوگا۔ جینی نے اس کی بات نہ سنی اور تھوڑی دیر کے بعد انہیں گرفتار کر کے کار میں پہنچا دیا گیا، ہم لوگ انہیں لے کر جیل پڑے اور برقی رفتار سے کار دوڑاتے ہوئے ہاتھ فریڈین رہائش گاہ میں داخل ہو گئے۔“

”ٹیٹی وان پر قابو پانے میں ہمیں کوئی وقت نہیں

”جینی لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ جینی ہاک پر فوکھانا کے بعد خاصی نگر مند ہو گئی ہے خود میرا ذہن بھی خاصا تن سا ہوا تھا ان واقعات کے بارے میں کچھ سوچنا کار تھا تو کچھ ہوا تھا ٹھیک ہوا تھا۔“

”جینی ان لوگوں کے ساتھ جو بھی سلوک کرے مجھے اسے کوئی ڈیٹھی نہیں تھی جینی نے ملازموں کو ان لوگوں کے لیے ہدایات دیں اور پھر میرا بازو پکڑ کر اندر داخل ہو گئی، نے قسمت گاہ کا رخ کیا اور وہاں جا کر ایک صوفے پر بیٹھی۔“

”کی بات ہے جینی۔ تم خاصی پریشان نظر آ رہی ہو۔“
 ”نہیں ڈیرہ کہ تم مجھے برا بھلا نہ کہو۔“
 ”مرد و زنی حضور۔ میں جانتا ہوں کہ تم ذہنی طور پر کسی پریشان نہیں ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اسے برا بھلا نہ کہنا لاس پیش کر دیا۔“

”کیا تم تھوڑی سی۔“
 ”نہیں ڈیر۔ میں بالکل پرسکون ہوں۔“
 ”مجھے ان واقعات کی توقع نہیں تھی اس کا مطلب ہے لوگ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ جینی نے ادھا گلہ اس لٹی کر کے کہا اور پھر بولی۔“

”میں ٹیٹی وان کے اس حد تک اگے بڑھنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی تم نے اس وقت انتہائی دلیری ثابت دیا ہے ورنہ صورت حال خاصی خراب ہو جاتی۔“
 ”شکر ہے جینی ڈیر لیکن یہ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ اب مجھے اتنا جو باجی نہ سمجھو۔“

”میں جانتی ہوں۔ مجھے اندازہ ہو چکا ہے جینی نے بناو رکھو۔ ٹیٹی فون کی طرف اشارہ کر کے بولی۔“
 ”براہ کرم ذرا مجھے ٹیٹی فون اٹھا دو۔ میں نے فون اٹھا لایا کے ساتھ کھا تو وہ ایک نمبر ڈال کر کسی کو مخاطب کرنے لگی چند لمحوں کے بعد اس نے ایک آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔“

”یہاں کچھ خطرناک لوگ قید میں انہیں لے جاؤ۔ میں انہیں اس کو کبھی سے سنا تھا جینی ہوں وہ لوگ لے آؤ ان کو لے آؤ اور ان کے قریب سے ایک عورت اور تین مرد۔ تم خود پرکھو لیاؤ تمہارے لیے انتہائی نہیں ہوں گے۔ ہاں وہ ہمارا گولہ میں رہیں گے۔ بس اور کوئی کام نہیں ہے۔“

”جینی نے ریور رکھ دیا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگی۔“
 ”تم۔ تم غماصے پریشان نظر آتے ہو۔“
 ”ہاں پریشان کی بات ہے جینی تم کو لادی شخصیت کی انسان ہو میری انکھوں نے تمہارے چہرے کا رنگ دیکھا ہے جو قابل رشک ہے تم انتہائی خطرناک حالات میں پھری رکھو رہے کی عادی ہو۔ لیکن اس وقت تم کچھ زور سے نظر آ رہی ہو ظاہر ہے میں اس کی وجہ جانتا چاہتا ہوں۔“

”کوئی خاص بات نہیں ہے اس نے نیک نام لیا تھا۔“
 ”میشور مارٹیو۔“
 ”ہاں یہ نام ہی میرے لیے پریشان کن ہے۔“

”بس یہ ایک نام ہے ڈیر۔ اس نام کے ساتھ بہت برا برا مرد استا میں ڈیر سے ہیں اس کے لوگوں کی دنیا میں یہ نام اجنبی نہیں ہے چوں کہ ان لوگوں اور ذہن پر زمین نظیروں کے لیے بھی یہ نام اجنبی نہیں ہے اس نام سے لوگوں کو نام ملتی ہے نظرناک سے خطرناک آدمی کے ساتھ اگر یہ نام لے دیا جائے تو وہ باز آتا ہے۔“

”مجھے مشورہ دینا ہے کہ ان پر راز قبائلی علاقوں سے تعلق رکھتی ہے اور لوگ اس نام کی ایک طرح سے بوجا کرتے ہیں۔ وہ کوئی مذہبی شخصیت نہیں ہے بلکہ لوگوں کو بھروسہ کی دنیا میں وہ انتہائی ہراناک نام ہے۔“

”میشور مارٹیو۔ میں نے پڑھی ہے کہا۔“
 ”ہاں۔“
 ”مگر لوگ اس سے خون زدہ کیوں رہتے ہیں۔“

”وہ اس لیے کہ اگر کوئی اس نام کا احترام نہیں کرتا تو ایسی موت مارا جاتا ہے کہ انسان تصور نہ کر پائے۔“
 ”وہ کہاں ہے۔ کیا ایسے واقعات ہو سکتے ہیں۔“
 ”کیوں نہیں لے شمار۔“

”اس کے باوجود تم نے ٹیٹی وان کی بات نہیں مانی جینی۔“
 ”ہاں۔ میں نہیں ماننا چاہتی تھی۔“

”بہر حال جینی جو کچھ بھی ہے میں تمہاری ہر طرح سے مدد کرنے کو چاہتا ہوں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جینی مسکرائی لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔“

وہ ایک سستان ساحل تھا۔ نزدیک سیاہ رنگ کی ایک کڑھی تھی جس کی بڑیلٹیٹ نہیں تھی، مجھے کامریں بٹھا دیا گیا اور پر وہ دونوں میرے دامن بائیں آسپٹے۔ جو میرے نگران تھے میرا تحفظ کر کے اگلے حصے میں چلا گیا تھا۔ پھر کارا اشارت کر کے آئے بڑھ گئی۔

”جینی کہاں ہے؟ کیا تم دونوں نے اسے بھی اغوا کر لیا ہے؟“

میں نے سوال کیا۔ اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے پھر ان شخص نے شکر اکر کہا۔ جس سے میری بات چیت موکل تھی۔

”یہ جستی سے میرا ساتھی بول نہیں سکتا۔“

”بڑے باخلاق ہو تم لوگ۔“

”سنو دوست کوئی ایسا سوال مت کرو جو ہمارے لیے نکیف ہو۔“ اور جس کا ہم جواب نہ دے سکیں۔ ہمارے ہمارے دربان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ خاموشی اختیار کرو۔ میں واقعی ہوش ہو گیا۔ سہل تقریباً دس منٹ جاری رہا پھر وہیں کسی عمارت میں داخل ہو گئی۔ آہستی گیسٹ کھلا اور بند ہو گیا۔ ان لوگوں نے مجھے آتر کر دروازہ کھول دیا۔ یہاں انتہائی خوبصورت گھاس بھی ہوتی تھی اور اس کی گھاس پر سے چند سیر حیات گزرتی تھیں جو عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ گئی تھیں۔

صدر دروازے کے بعد ایک وسیع وغریب مال نظر آیا جس پر چند لوگ موجود تھے۔ میں نے انہیں نہیں دیکھا ایک بٹھے بند ہادی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہیلو۔ کیسے مزاج ہیں؟“

”بہتر ہوں۔“

”مجھے جانتے ہو۔“

”ہاں۔ تو وہ قسمت خاصا ملتا ہے۔ لیکن کھڑی بہت چھوٹی ہے میں نے جواب دیا۔

لہذا آدمی دانت پس کر رہ گیا تھا۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

مخاطبات کے بعد میں ہال کے آخری سرے پر پہنچ کر اوپر جاتے لیٹیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ عمارت کافی خوبصورت تھی اور پری زل پر ایک چوڑی راہداری سے گزرنے کے بعد بالآخر میں ایک رستے میں داخل ہو گیا۔

مجھے لہانے والوں میں سے ایک نے کہا۔ آرام کرو لیکن اگر ہادی طرف سے کوئی حرکت ہوئی تو مجھے تمہارے خلاف قدم اٹھانا پڑے گا۔ ورنہ آرام کرو۔ یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گیا۔

میں نے اطمینان سے ہاتھوں کی رسی دھیلی کی اور ہاتھ اٹا کر پھر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں سے نہ کہنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ چاروں طرف

سے بند کر دیا تھا۔ چھت کے قریب ایک درشت انداز میں تھا لیکن سنگ اور اس کے ذریعے فراکی کر کشش کا یہاں نہیں ہو سکتی تھی۔

”میں کمرے کی تلاشی لینے لگا اور مابینہ سا فرنیچر تھا۔ اور اس میں مجھے کوئی خاص چیز نہیں ملی۔ میں تھک کر سہری پر بیٹھ گیا۔ چنانچہ کتنی دیر گزری کہ کئی تھکی۔ لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ کافی وقت گزر چکا ہے۔“

مینی ہاک کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ اس کی سوجھیں ابھی تک ذہن میں گونج رہی تھیں یعنی طو پراس کے ساتھ بھی حادثہ پیش آیا ہے۔

میں دیر تک مختلف باتیں سوچتا رہا کافی دیر کے بعد کچھ آہستہ سانی وہیں اور میں چونک پڑا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اور میں اسے کھولنا چھوٹ گیا تھا۔ یہ حال میں نے دروازہ کھول دیا۔ اور میں آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک خاصا توند

محمد بن داؤد جٹ کا مقبول سلسلہ

جس کا آپ کو جینینی سے انتیظ آ رہا تھا

ترسول گند کی داسی

حیرت انگیز قصہ تا وہ اس کے گندھے پر سوار ہو گیا، اب وہ جان چھڑانا بھی چاہے تو اس کی جان نہیں چھوٹی تھی، وہ اس بڑھے کو گندھے پر لے لے پھرتا تھا، آخر وہ بڑھا کون تھا، ایک تہہ شروع کیے جو ختم کئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

مکمل ایک حصہ قیمت ۵ روپے

بڑا رزق گنگالے کا پتہ

محمد بن داؤد جٹ

۷ سہارن پور ڈاک ہاؤس — کراچی

کے نہیں ہو سکتے تھے۔

معتوضہ سی ناملے پر کسی کے گفتگو کرنے کی آواز سنانی دے رہی تھی۔ میں نے ہل سی انکھیں کھول کر دیکھا۔ دو آدمی بیٹھے شراب نوشی کر رہے تھے۔ شکل دعوت سے خاصے ظناک معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے بدن بھی توری پھلک۔ احساسات کچھ اور جاگے تو ہاتھ بندھے ہوئے محسوس ہوئے۔ دونوں ہاتھ لپشت پر کسی رویے گئے تھے لیکن بندش میں وہ ہوشیاری نہیں دکھانے سکے تھے۔ میں نے ہلکی سی کوشش کی اور ہاتھوں کی رسیاں کسی قدر جھلی ہو گئیں۔ یہ میرے لیے امید افزا بات تھی۔ ذہن پر اب تک کھورہ دارم کے اثرات تھے۔ میں نے گزرنے ہوئے لمحات کے بارے میں سوچا۔

جینی ہاک کی جینین بے ہوش ہونے سے قبل میرے کانوں میں بڑی تھیں اس کا مطلب ہے کہ وہ بھی ان کی قید میں ہوگی اور یہ لوگ ریمکن ہے۔ لیکن میں نے ان لوگوں کا تعلق شوبہا سے نہیں سوچا۔ یا پھر جینی والے کے آدمی جو صورتحال پر قابو کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ حالات کا رخ بدل چکا تھا۔ اب تک میں نے جینی ہاک کا ساتھ دیا تھا۔ اس خیال کے سختی کہ اسپر وٹے تھے اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے ذریعے میں اپنی منزل پہنچتا تھا۔ لیکن مجھ میں نہیں تھا کہ جینی ہاک کی اپنی پوزیشن کیا ہے۔ یعنی جو پر اس کے معاملات خاصے پھیلے ہوئے تھے لیکن

ابھی تک مجھے کوئی ایسا نہیں ملتا تھا کہ میں اپنے مقصد کی طرف بڑھ سکتا۔ اسپر کی رفتار سست ہونے لگی۔ شاید وہ کسی ساحل پر پہنچ رہا تھا۔

میں نے سوچا کہ بے ہوش رہنے کی ادالاری کروں یا ہوش میں آ جاؤں۔ دونوں میں سے کون سی بات بہتر ہے گی پھر فیصلہ کیا کہ ہوش میں آ جانا چاہیے۔ کم از کم صورت حال کا اندازہ تو رہے گا۔ چنانچہ میں نے انکھیں کھول دیں۔ وہ دونوں میری طرف متوجہ نہیں تھے۔ اور شاید باہر جانے کے مستقل سوچ رہے تھے۔ میں نے حق سے ایک آواز نکالی اور دونوں حیرت سے اچھل پڑے۔ وہ ایک ساتھ بڑی طرح کھڑے تھے۔

”اسے ہوش آ گیا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔“

”تم ٹر کو میں باہر دیکھتا ہوں۔ وہ میرے نے کہا اور مجھ پر لگاہ ڈال کر گئے گئے گئے۔ میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو میرے سامنے تھا اور کسی قدر اضطراب کی کیفیت کا شکار تھا۔

”کون ہو تم۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”جو کوئی بھی ہوں۔ بھرا اور گونگا ہوں۔ اس نے جواب دیا۔“

”بڑا افسوس ہوا تم سے مل کر۔ میں نے بہتر بتا دیا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

”تک سے ہمہ کیفیت۔ میں نے سوال کیا۔“

”جب سے مجبوریاں دامن گیر ہوئیں۔ اس نے جواب دیا۔

”ہاں دوست۔ مجبوری ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ اب کچھ دیر کے بعد تم لوگوں کے اور لوگ بھی ہوجائیں گے۔ میں نے کہا۔

”خیر اب اتنا مجبور بھی نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگا۔“

”ہاتھ کھول دو میرے۔“

”کچھ کہا ہے تم نے۔ وہ کان پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اور میں سر اٹھا۔ اسپر رگ گیا تھا۔ دوسرا آدمی واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔

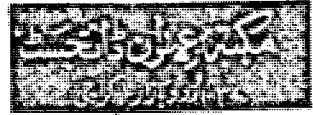
”آؤ چلیں۔ اس نے کہا اور پھر انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ میں خاموشی سے ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ حالات کو جانے تو مجھے بغیر کسی قسم کا ہنگامہ مناسب نہیں تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں، میں نے اندازہ نہ کیا تھا کہ وہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ چنانچہ خاموشی بہرہ

منصوبے بنا رہا۔ اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ ناشتے کے بعد اس لڑکی سے ملوں گا۔ خوب پیٹ بھر کر ناشتہ کیا تھا بکافی کے دو کپ لیے۔ لڑکی میرے سامنے موجود تھی۔ اس نے ابھی اپنی کافی خالی نہیں کی تھی۔ میں فارغ ہو گیا۔ اور پھر میں نے اطمینان سے ہاتھ لڑھا کر لڑکی کی گردن پکڑ لی۔ اس کے حلق سے تیز زچہ نکل گئی تھی۔

عزیزانِ دل جسٹ کا قبول ترین سلسلہ
آپ کی فرمائش پر کتابی شکل میں
جس کو پڑھنے کیلئے آپ بھیجیں تھے

بانگورو

بنجاروں کی دستگیری میں مصیبت کا شکار ہو جانے سے پہلے پروردگار نے ایک حسین لڑکی کے روپ میں جب وہ باہر نکلا تو عالم پناہ شام کے مناسطے اس کے سامنے آئی۔ لیکن اس پر نگاہ میں ایک اور گڑباز نال ہو گیا۔ یہ تو ہوتھا۔ ایک حسین لڑکی جو کسی خطرناک انداز سے اس میں اس کا ہاتھ لگایا۔ اس کے سامنے فیصلہ کرنا پڑا۔ آیا یہ فیصلہ کر لوں گا وہ کیا تھا، اُسے بانگورو کیوں کہتے تھے؟ مکمل ایک حصہ قیمت ۱۰ روپے ڈاک خرچ ۶ روپے بڑا راست منٹولے کا پتہ،



کر بیچے بیٹا لیتا۔ انھوں اور ناک کی تکلیف نے اسے پاگل کر دیا، وہ سینٹینے کی کوشش کے باوجود نہ سنبھل سکا اور پیچھے جا کر، لیکن اس خوفناک آدمی کو چھوڑ دینا سخت حماقت تھی۔ اس دوران میں فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، میں نے اس کے اٹھنے کا انتظار کیا اور جوتھی وہ کھڑا ہوا میری دونوں ٹانگیں اس کے سینے پر بیٹھیں، جیسا کہ میرا اندازہ تھا، وہ دونوں اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے بچنے کی کوشش میں دونوں ہی دلوں سے بڑی طرح ٹکرائے۔ اور ان کے حلق سے کرب آوازیں نکل گئیں۔ لیکن میں مشین بن گیا تھا۔ میں نے کتنا مناسب نہ سمجھا، اور ان پر جھلا ننگ لگا دی۔

دوسرے لمحے میں نے ان کے پستولوں پر جھینا مارا اور وہ دونوں پستول تھے ایسے قفسے میں کئے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی، دفعتاً عقب میں مجھے ایک دسکا سا دھکا کھانا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بدلو دار دھوئیں کا ایک مرغولہ ہوا میں بلند ہوا، اس مزید کوئی خاص بات سمجھی نہیں تھی۔ دروازے کی طرف لیکن کی کوشش کی لیکن گیس اتنی طاقتور تھی کہ اس نے مجھے چند قدم چلنے کی مصلحت نہ دی۔ بے چوٹی اور پھر بوش یہ پتہ نہ تھا بھی تو بصورتِ مقابلیں وہ بڑے خیالات میں ڈوب رہا تھا، پھر اتنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ شدید تصور نگ رہی تھی، میں نے دروازہ زور زور سے پیشا تو کسی نے دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک مقامی آدمی کھڑا تھا۔

”جی۔ ہاں۔ جی۔ ہاں۔ آئیے ناشتہ لگ گیا ہے۔ اس نے کہا اور میں جہاں رہ گیا۔ یہ جہاں میں اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں ڈائنگ ٹیبل چڑھی ہوئی تھی، اس پر برہنہ نشتہ لگا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت سی لڑکی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

”تم بہت دیر سے جاگنے کے علاو ہو گئے ہو ڈائنگ میں کب سے ناشتہ پر تیار انتظار کر رہی ہو۔

میں نے ایک لمحے کے لیے رک کر لڑکی کو دیکھا، اور پھر ناہوشی سے کرسی چھین کر کھینچ لیا۔ لڑکی مجھ سے اس طرح ہوش آ رہی تھی جیسے پرانی شناسا ہو، لیکن اس کا چہرہ میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ ناشتہ کرتے ہوئے میں ذہن میں بہت سے

تم لوگوں نے اسے اور ہمارے ساتھیوں کو اغوا کیا ہے۔ وہ ہیں اس عمارت میں نہیں ملے جہاں تم تھے۔

”تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”یہی کہ تم جینی ہاک کے بیچے ہو، اس نے جواب دیا۔“

”اگر جینی کو جانتے ہو تم تو میری جانتے ہو گئے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کیا لاتی ہے۔“

”ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں، لیکن سچی دان کو اغوا کرنے کے سلسلے میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔ یہ بات مجھے معلوم ہو چکی ہے، یقیناً۔ میں اس سے انحراف نہیں کروں گا۔“

”تو پھر نہیں یہ مجھے معلوم ہو گا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے؟“

”ممکن ہے ایسا ہو لیکن یہ معلومات تم نے جینی سے کیوں نہیں معلوم کیں؟“

”یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم سے جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔“

”میرا جواب یہ ہے کہ تم احمق ہو اور اپنی حماقتوں کے ساتھ ساتھ اب جو بیوقوفی کر رہے، اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔“

”اوہ۔ تم۔ تم۔ تم۔ میرے زیادہ نرمی برت رہے ہو۔ جب تم نے اسے میرا کس کہہ دیا ہے تو پھر کیوں فضولی بائیں کر رہے ہو۔ یہ ابھی سب کچھ بتا دے گا، قوی ہیکل شخص نے غزائے ہوئے بیچے میں کہا۔ اور وہ دونوں شانے ہاں کر چکے تھے۔ قوی ہیکل شخص نے پھر بیچے کی چنگڑا تھکھیں بچہ پر بھی موشی تھیں، لیکن اس وقت وہ حیرت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا، جب اہمک میں نے اپنے منہ سے ہونٹے ہاتھ لڑھکیں اس کے آگے کر دیتے تھے۔

”تم نے ایک طرف ہینک دی تھی، ان دونوں آدمیوں کے منہ بھی حیرت سے کھل گئے۔ انہوں نے تکی کی طرف دیکھا، لیکن اگر میں اس وقت ان کی حیرت سے غافل نہ اٹھتا تو مجھ سے بڑا احمق اس روتے زمین پر دو سرانہ ہوتا، میں نے چل کر ایک فلائنگ لگ لگ قوی ہیکل شخص کے سینے پر ماری اور وہ ایک دم سے ڈس پلینس ہو گیا۔ اس سے قبل کہ وہ زمین پر گرے۔ میں نے اسے پیچھے سے سنبھالا اور اس کا سر لڑکی یا دبا کر اس کی آنکھیں بڑی طرح کڑھ دیں۔ پھر اسے مہیا کر کے ایک مکہ اس کی ناک پر رسید کیا۔ قوی ہیکل شخص بڑبڑ

اسے لے چلو۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ انہوں نے میرے ہاتھ دوبارہ کس دیئے لیکن میں نے خیال رکھا تھا اور اس بڑے کو کھولنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ لیکن میں صورت حال کا بوز جانر لے رہا تھا اور میں اس وقت تک کوئی خاص جدوجہد نہیں کرنا چاہتا تھا، جب تک کہ اس کی شدید ضرورت نہ پیش آئے۔ دروازے سے باہر نکل کر وہ لوگ مجھے ایک سمت سے چلے تیزوں آدمی میرے پیچھے تھے۔ قوی ہیکل لڑکا میری پشت پر ہاتھ رکھ کر مجھے دیکھ ل رہا تھا، وہ کسی خاص جگہ مجھے لے جانا چاہتے تھے۔ بہر صورت میرے ہاتھ اب اتنی وقت میں نہیں تھے، کہ آزاد نہ ہو سکتے۔

میں نے ان کا خیال رکھا تھا، وہ مجھے ایک اور بال میں لے گئے، جس میں داخل ہونے کے لیے مجھے ایک چوڑے دروازے سے گزرنا پڑا تھا، تینوں افراد بھی امداد آئے تھے اور انہوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ یہ سب اس قسم کی کارروائیوں کے لیے مناسب ترین تھی۔ کافی بڑا ہال تھا، بالکل نئی فرش پر تین لہنگ نہیں تھی۔ بس اور پری تھے میں جیسے چھوٹے دوستوں نے بڑے تھے۔ چھت کے وسط میں ایک ٹائلس لگا ہوا تھا، میں سے روشنی چھن رہی تھی، بند دروازے کے قریب وہ دونوں کھڑے ہو گئے، اور قوی ہیکل شخص مجھے چلنا ہوا ہال کے بیچوں بیچ لے آیا۔ میں اب سرد سجال سے سینے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ راہنواز اصغر کا ماضی اگر ان لوگوں کے علم میں آ جانا تو شاید ان خیالات میں وہ محنتا دار سے کوشش کرنے۔ لیکن ان کی ہمت تھی، میں صورت حال سے بڑے کے لیے پوری طرح تیار تھا، قوی ہیکل لڑکے نے اپنی کلا مورا، اپنے پیٹے درست کیے اور پھر سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہوا، ان سے دونوں ہاتھوں کے پنجے پھیلا لیے، دفعتاً ان میں سے ایک شخص ہاتھ اٹھا کر لولا۔

”اکیس منٹ رکو، بہتر یہ ہے کہ وہ کوشش کریں جس میں کوئی خرابی نہ ہو، ہاں دوست تو تم فیصلہ کر چکے ہو۔“

”کس سلسلے میں؟“

”جنگ کرو گے، یا بیٹی دان کا بیٹہ بناؤ گے۔“

”کیا میں جنگ کرنے کی پوزیشن میں ہوں؟ دونوں بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ جنگ کی جا سکتی ہے؟ میں نے سوال کیا۔“

”تو کیا یہ ممکن نہیں ہو گا کہ تم نہیں سچی دان کا پتہ بتا دو؟“

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بغیر نام کے بھی کام چل سکتا ہے“

”دیکھتے آؤی نے جھنجھلائے ہوئے سے انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے سوال پر پچھا کہ تمہارا بوجھت ہے یا مرد“

”مطلب“

”آپ نے لے مرد کے طور پر استعمال کیا ہے“

”وہ مرد ہے یا عورت اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں

کہہ سکتا۔ کچھ لوگ اسے عورت سمجھتے ہیں اور کچھ مرد۔ لیکن تم سی

باتیں کر رہے ہو کسی دشمنی کے لیے سب کچھ دہلا دہلا آؤی بولا۔

”مہر خور ممکن ہے ایسی کوئی بات ہو۔ میرے علم میں نہیں

ہے“

”میں تمہیں ایک شہرہ دے سکتا ہوں۔ بوجھان اس کی دشمنی

کسی کو اس نہیں آتی۔ تمہیں بھی اس نہیں آئے گی اگر اس سے

کوئی جھگڑا ہے تو نہیں اور اس سے صلح کرو“

”کیا وہ بہت خطرناک ہے“

”انکا اگر تمہیں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں

تو تم خوف سے مر جاؤ“

”لیکن میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی“

”تعب کی بات ہے، بڑھاک میں اگر جانی ہو تو میرے منہ سے

کے بارے میں تمہیں معلومات حاصل کر لینا چاہئے۔ تمہیں نہیں سمجھتا

ہوں کہ میکون کی گمشدگی کوئی ایسی ہی بات ہے۔ نہ تو میرا بولنے

ہی ٹھیک کرنا ہے یا کرنے سے۔ وہ بہتر مرد ہی چاہے جلتی ہے اور

اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔ میکون کی گمشدگی اور

تمہاری اس کی شکل میں یہاں موجودگی ممکن ہے میرے لیے کوئی

سنرا ہو، لیکن“

”لیکن کیا پوچھیں نے سوال کیا۔

”ایسی کوئی بات نہیں سمجھا۔ طہیان دلا گیا ہے“

”میرے ہاے میں کیا کہا گیا ہے۔ وہیں نے بوجھا۔

”یہی کہ تم اس کے زہر عتاب ہو“

”اوہ تمہیں نے گہری سانس لی، یہ معاملہ ہے۔

”میں چہرہ تیزی کو لگاؤ، وہ کچھ چاہتا ہے۔ مان لو“

”ممکن ہے اسے غلط فہمی ہوئی ہو“

”یہ ممکن ہے“

”کہہ تمہیں اس سے ممانعت کر سکتے ہو۔ میں نے سوال کیا

”کمال کی بات کرتے ہو، میں کیا اور میری اوقات کہا۔

”اس کا بہت تو ہونا سکتا ہو گئے“

”اس کے بارے میں شاید اس کے قریب ترین لوگ بھی نہ جانتا

”کوئی بات نہیں ہے، اولیے یہ صاحب کون تھے، کہہ دیجئے

ڈیڈی۔“

”نہیں میرے اگلے ہیں، اور میکون کون ہے، کیا تمہارا شوہر

”نہیں سگتے۔ ہماری شادی کچھ دنوں بعد ہو جائے گی لیکن

آز میکون کہاں گیا، اگلے کو بھی نہیں معلوم، یہ کہہ کر وہ اٹھنے

کی کوشش کرنے لگی۔ مگر اسی وقت دہلا دہلا آؤی اندر داخل ہو گیا

اس کا پہرہ ہر سونکون مٹا، لڑکی سوالیہ لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

”کوئی خاص بات نہیں ہے، بے نیہر سونکون۔ جو“

”میکون کہاں ہے اگلے“

”وہ جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے، شام ہند دہاں آجائے

گا، دینے پتے آؤی نے جواب دیا۔

”کیا وہ خطرے میں ہے“

”نہیں، وہ بالکل خطرے میں نہیں، تم ہر سونکون رہنا دہاں

پتے نے جواب دیا اور پھر بولا۔

”مہرا خیاں ہے، اب تم آرام کرو، میں تمہیں میکون کے

بارے میں بتاؤں گا، وہ تم نام کو اس سے مل سکتی ہو“

”میں کبھی نہیں اگلے“

”میں تمہاری چاہتا ہوں، دہلا دہلا آؤی کسی قدر جھنجھلائے

ہوئے لیے میں بولا اور لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ٹھیک ہے، آئیے مسٹر مہر خیاں، اگلے کو کام کرنے دیں“

”نہیں! انہیں نہیں رہنے دو، دہلا دہلا آؤی بولا اور لڑکی

خاموشی سے گردن ہلا کر باہر نکل گئی۔ دہلا دہلا آؤی گردن جھکانے

پہنٹا رہا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”کیا دشمنی ہے اس سے تمہاری؟“

”کیا میں نے جو تک کہہ دیا تھا۔

”تم نے اس سے انحراف کیا ہے“

”کس سے؟“

”میں جو مارا، وہ دہلا دہلا آؤی کو بہری شکل دیکھتے ہوئے بولا۔

”اوہ۔ یہ نام میں نے سنا ہے، لیکن میری اس سے کوئی

دشمنی نہیں ہے، میں نے جواب دیا۔

”ناممکن۔ البتہ نہیں، ہوسکتا کیا چاہتا ہے وہ تم سے۔؟

”میں نے کہا نا میں نے اس کا نام سنا ہے، کبھی ملاقات

نہیں ہوئی ان حالات میں دشمنی ہوسکتی کا سوال ہی نہ رہتا ہے“

”کسی اور ذریعے سے میرا مطلب ہے کوئی ایسی بات جسے

ناگوار گزری ہو“

”ایک بات مسٹر۔ کیا میں آپ کا نام نہیں معلوم کر سکتا۔؟“

”کیا مطلب ہے“

”میری آنکھ اسی کمرے میں کھلی ہے، جہاں اس لڑکی نے

مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس سے قبل میں نہیں اور تمہارا بڑھاک

میں“

”تم۔ تم جھوٹ بول رہے ہو“

”انسوس اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں بول سکتا میں

نے مرادگی سے جواب دیا، اور دہلا دہلا آؤی متوجہ انداز میں

میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس کی لڑکی ہوئی اور اٹھ کھڑی۔

”تم کیا تمہارا تھی، تم بول رہے ہو“

”ہاں۔ اور میں نے بھی کہہ دی کہ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اب

میں کس جگہ ہوں، اور دہلا دہلا آؤی اضطراب کے عالم میں ہاتھ ملنے

لگا، اس کے ہونٹوں سے عجیب سی آواز سن کر راسی تھیں پھر

اس نے کھڑے ہوئے، ہوئے کہا۔

”یک منٹ میں آئی، اور پھر وہ تھری سے باہر نکل گیا۔

میں خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ کر پتلا لڑکی اب جیت ڈوہ

لگا، بولنے سے مجھے دکھ رہی تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی، جھنڈا

وہ آہستہ سے بولی۔

”قصہ میرا کبھی نہیں تھا“

”آدم تم جانتے ہو، میں نے تو خود میکون یا ایسی ثابت کرنے کی

کوشش نہیں کی، میں تمہیں ان ہی لوگوں میں سے سمجھا رہا تھا، جو

مجھے یہاں لائے ہیں“

”اوہ! وہ عجیب ہے“

”یہ نہیں بتاؤں گی کہ یہ کون سی جگہ ہے“

”بڑھاک ہی کا ایک علاقہ ہے، لیکن کچھ ہے، تعجب ہے کیا

میں تمہاری اصل شکل دیکھ سکتی ہوں“

”انسوس میک اپ اتارنے کے لیے اموں کی ضرورت پیش

آئے گی“

”یہ میک اپ، دوش کے عالم میں نہیں کیا گیا ہو گا“

”سوال ہی نہیں پچھا تھا، میں نے جواب دیا اور پھر آہستہ سے

بولا۔

”ویسے مجھے تمہارے ساتھ کبھی نہ بیادنی کر کے انسوس

ہوا ہے“

”کوئی بات نہیں، غلط فہمی جو ہوئی تھی، مجھے اب تم سے کوئی

شک نہ رہتا ہے، ویسے میکون ایسا بھی نہ کہتا میرے بہت سے

ہاں ٹوٹے ہیں“

”مجھے انسوس ہے“

”ٹھیک ہے، تو اب میرے لیے کیا حکم ہے“

”تمہیں تمام باتیں معلوم ہو چکی ہیں، میں نے تمہیں صورت حال

سے آگاہ کر دیا ہے، بہتر ہے کہ میرے خلاف کوئی کام نہ کرو، باقی

تمہارے لیے مجھے کوئی حکم نہیں ملا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ

صرف تمہیں پہنچا کر اور شکل بدل کر جہاں چاہتا ہے، تم کہیں

جانا چاہو تو جاسکتے ہیں“

”ہونہر، میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”بہت بہت شکریہ مسٹر مہر خیاں، مجھے آپ کو پریشانی ہوئی“

”کاش میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا“

”اس علاقے کے بارے میں اگر مختصری بہت معلومات حاصل

ہو جائے، تو شاید بہتر ہو، کوئی کام بن جائے“

”کیسی معلومات۔؟“

”میں بڑھاک کے کون سے علاقے میں ہوں“

”یہ بڑھاک کا نواحی علاقہ ہے، اور یہاں چھوٹا ٹوٹا ٹھکانا ہے۔

ہوتا ہے“

”ہونہر، ٹھیک ہے مطمئن ہو، کبھی میں اس کی گرفت

میں آ گیا تو کسی مسئلے میں تمہارا نام نہیں لوں گا، دہنے پتے آؤی نے

کوئی جواب نہیں دیا، اور میں باہر نکل آیا، مجھے باہر جانے کی

اجازت تھی، حالانکہ مجھے دوایسے کا بہت نہیں تھا، لیکن اسے

تلاش کر لینا مشکل نہیں ثابت ہوا، اور میں عمارت سے باہر نکل

آیا، باہر کا منظر میرے لیے دلچسپ تھا، مختصری دور چلنے کے

بعد مجھے ایک سڑک نظر آئی، اور میرے قدم اس کی طرف بڑھ گئے

میں جانتا تھا کہ مجھے اچھے اچھے شہنشاہ کاوانی کی کئی بے گن

یہ بات کبھی میرے ذہن میں تھی، کہ مجھے براہ راست ان معاملات میں

ملاؤت نہیں کہا گیا، وہ لوگ مجھے جینی باک کا آلہ سمجھتے ہیں اور ان

کی تمام سرورشی جینی باک سے بے یقینی وان آزاد ہو گئی تھی، اور جینی

باک اس کے قبضے میں تھی، جینی وان نے مجھے اپنے ساتھ شامل کرنے

کی کوشش کی تھی اور مفصل اس کا بہت ہی بڑھاکے جینی باک سے ٹوڑ

سے، نجانے کیسے ہوا، وہ کچھ جاکر کھڑا، اور جینی باک کو وہ اپنے قابل

کہوں سمجھتی تھی، یہ بات کبھی میرے لیے باعث فخر تھی، کہ میں جو

کے قریب ترین لوگ، بات نہیں جانتے تھے کہ وہ عورت ہے یا

مرد، یہ کیسے خطرناک سمجھا جاتا تھا، جینی باک نے مجھے کس

کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں، وہ جینی باک جیسی نادر عورت

سے خوفزدہ نظر آتی تھی، مگر جینی باک کی مشہور بارگھڑی میں اس لیے

دلچسپی سے، جینی باک کے بارے میں جینی باک کا وہی ہوں، مہر خیا

اصل حیثیت ابھی تک کسی کے علم میں نہیں تھی۔ بات میرے بے

خاصی اطمینان بخش تھی۔ مکمل میں اپنی اس حیثیت سے سارے معاملات سے نمٹ لیتا چاہتا تھا۔ اس کے بعد اپنی اصل حیثیت سامنے لاؤں گا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشہور ماہر لوگ تک صرح پہنچا جائے۔ صورت حال کافی دلچسپ تھی اور میں ان اچھوں میں خود کو بہت زیادہ دلچسپی دیتے ہوئے غموں کو بہت بھرا ہوا اور اصل شکل تو ابھی بہت پیچھے تھا۔ ابھی تو میں ادھر ادھر کے چکر لہرائی میں پھینکا ہوا تھا۔ سڑک پر چلتے ہوئے میں کافی دور نکل گیا۔ تھوڑے فاصلے کے بعد ہی آبادی شروع ہوئی تھی۔ مکانات چھوٹے تھے اور ان کے درمیان مٹا قسم کے بازار تھے۔ آلودگی کے لوگ غریب معلوم ہوتے تھے۔ اور اپنے اپنے کاموں میں مست رہتے اور لے جاتے۔ ان میں سے کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی میں مستحجہ ہوا تھا کہ کیا میں ان لوگوں میں گم ہو کر ان کی لگا ہوں سے بڑھ کر ہوں گا۔ اس وقت بھی میرے ہجرے پر بیٹوں کا ایک اب تھا۔ جسے ابو نیک کے بیٹوں کے اتارا جا سکتا تھا۔ کاش یہاں مجھے میک اپ کا سامان مل جاتا۔ میں انہیں میک اپ کے سامان سے کافی پرفیشنل کر سکتا تھا۔ سب سے خوب چیز بات یہ تھی کہ جینی باک خود بھی لاہور ہو گئی تھی۔ اگر جینی باک کو بڑے بڑے علم سے اور وہ خود ان لوگوں کے چکروں سے نکل گئی ہے تو اسے میری تفریق چاہیے تھی۔ بہر حال میں یہاں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کہ جینی باک کی موجودہ پوزیشن کیا ہے۔ میں نے تقریباً سارا بازار محوم لہا اور اندازہ ہو گیا تھا۔ ان لوگوں میں چھپنا ممکن نہیں ہے۔ اچھے میں اور ان میں بہت فرق ہے۔ چھپنا ممکن وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ سستی سے نکل کر مجھے پھر ایک سڑک نظر آئی تو پھر گلی جاری تھی اس آبادی کے بارے میں کچھ کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کتنی دور تک چھیلی ہوئی ہے لیکن میں اس سڑک پر زیادہ دور تک نہیں گیا تھا۔ درختا غیب سے ایک کار نظر آئی اور میں سڑک کے کنارے پر ہو گیا تو بیسویں گار میرے نزدیک آ کر رک گئی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ہنس رہا تھا۔ ہانوں والی لڑکی پہنچی تھی جس نے مجھے دیکھ کر کار میں بریک لگا دینے اور پھر پورس کر کے میرے نزدیک پہنچ گئی۔

”ہیلو! میکون کہاں جا رہے ہو؟ اس نے چنمڈا مارا کیے تعلق سے کہا۔“
”او میرے ساتھ ساتھ ایک کب چلے ہو؟“ اس نے کہا میں ایک ٹکے کے لئے چکیا یا اور پھر ایک کبری سانس لے کر گامیں جا رہا تھا۔ لڑکی نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی تھی۔ غنا ہے سے کہا۔

”اور سنا دیکھتے ہو۔؟“
”بس ٹھیک ہوں!“
”میں باہر گئی ہوں تھی تمہیں بتا دوں گا۔“
”ہاں شاید۔“
”دو تین دن قبل آئی ہوں۔“
”گڈ! میں مختصر آؤں گا۔“

”وینا کہاں ہے؟ اس نے سوال کیا اور میں نے ایک لمبے میں سمجھ لیا کہ دنیا اس لڑکی کا نام ہو سکتا ہے جو مجھے ملتی تھی۔ وہ ابھی تو بے آج کل ہے میں نے فوراً جواب دیا۔
”کیوں خیریت؟“
”بس اس کے مشاغل ہیں اب مجھیں بانٹنا شامل ہے یا نہیں نے جواب دیا۔“

”ہاں تو تم نے ٹھیک کہا۔ جب اسے کوئی الجھن نہیں ہوتی تو وہ بہت الجھ جاتی ہے۔ لڑکی بولی اور ہنس پڑی۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔
”تم کبھی کبھی پرفیشنل لگتے ہو۔ کوئی خاص بات؟“
”ہاں ہے تو جی لیکن اطمینان سے بتانے کی ہے۔ میں نے کہا۔“

”او۔ ہاں واقعی! اطمینان سے ہی ٹھیک ہے۔ اس نے کہا اور کار ایک خوبصورت سے مکان کے سامنے رگ ٹی۔ خوراک ایک ملازم نے کا کار واہ کھول دیا تھا۔ لڑکی نیچے تری میں مکان کا جائزہ لینے لگا۔ کار کی خوبصورت مکان تھا۔ میں بھی لڑکی کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ چند لمحات کے بعد میں ایک آڈیو سٹوڈیو تک روم میں تھا۔ یہاں تک آتے ہوئے مجھے محسوس ہوا تھا جیسے اس مکان میں لڑکی کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو ملازم باہر رہ گیا تھا۔

”تم بیٹو میکون۔ میں ابھی آئی ہوں۔ اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ یہ لڑکی میکون اور اس کی منگیکری شناسا معلوم ہوتی تھی اور میرے میک اپ سے دھوکا کھاتی تھی۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ درختا میرے ذہن میں ایک خیال آیا کیا لڑکی مجھ سے کوئی فریب کر رہی ہے کیا واقعی وہ مجھے میکون کے دھوکے میں یہاں لائی ہے یا کوئی شخص اس کے ذہن میں ہے۔ یہ خیال بچھڑا اس طرح میرے ذہن میں جما کر میں بڑھتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اور ڈیڑھا گھنٹہ روم کے دروازے سے نکل آیا۔ ڈیڑھا گھنٹہ روم سے صرف چند گز کے فاصلے پر وہ لڑکی ایک دھواڑ

بیں داخل ہو رہی تھی میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر خود بھی فوراً دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ لڑکی نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند رہتی تھی۔ میں نے چانی کے سوراخ سے آگے لگا دی وہ سانسے کھے ہوئے کئی فون کا لیسیور تھا کسی کے نمبر ڈائل کرنے کی فی۔ بیروں دھڑکنے لگا۔ شہ پر میرا خیال درست تھا۔ میں نے لڑکی سے کہا میں نے آگے ہٹا کر کان لگا دیا۔ لڑکی کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ نمبر دس لوں رہی ہوں۔ یہاں میں اسے یہاں سے لے رہی ہوں۔ وہ ڈرائیونگ روم میں موجود ہے۔ بہتر جو حکم جی ہاں بیوٹی کے میک اپ میں ہے۔ بہت بہتر! ٹھیک ہے میں اٹکا رہتی ہوں۔ اور پھر اس نے لیسیور رکھ دیا۔ میں ایک ٹھنڈی ماس لے کر وہاں سے بہت گیا۔ چاہتا تو اس دوران یہاں سے لڑکو روکتا تھا۔ لیکن فرار ہو کر کہاں جانا چاہتا تھا۔ نقدی ڈرائیونگ روم میں واپس آ گیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ ابھی تک میں سب کچھ روایت کرنا ہی رہتا تھا لیکن اب صورت حال کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی لڑکی واپس آئی۔

”پورے نہیں ہوئے میکون؟“
”نہیں۔ چائے کہاں ہے؟“
”بس ملازم ابھی لا رہا ہے۔“
”کیا یہاں صرف ایک ملازم ہے۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔“
”تم یہاں تنہا رہتی ہو۔؟“
”بالکل۔ وہ دنوں دی اور میں صوفے سے ٹک گیا۔“
”کافی تبدیلیاں ہو گئی ہیں تمہارے اندر میکون۔ اس نے کہا۔“
”ہاں شاید۔“
”وجہ؟“

”وجہ چاہئے پینے کے بعد باتوں کا۔“
”کمال ہے۔ اس نے کہا۔ چند لمحات کے بعد چائے آئی۔“
”ہاں۔ تو اب تم مجھے وجہ بتاؤ۔“
”بس ڈیڑھ دو تھم جاتی تھی۔ میکون نہیں ہوں ہیں نے کہا اور لڑکی کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔
”کیا مطلب۔؟“
”غیب۔ ادا کا۔ ابھی کرلیتی تھی۔ لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے غلط نہیں کہا تم نے ابھی فون پر میرے بارے میں ہی اطلاع دی ہے نا۔ لڑکی جی طرح خوشروہ ہو گئی تھی۔ میں نے اسے تسلی دینے سے منع کیا۔

”اطمینان رکھو تمہیں میرے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“
”ٹک۔ کیسی باتیں۔؟ وہ ہلکا کر بولی۔“
”مشہور ماہر لو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ آج تک مجھ سے ٹی وی ان کا بہت بڑا چھاپا نا ہے۔ یہ تحقیقت ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں جی باک کے حامی دوستوں میں سے ہوں اور اس کے ذاتی معاملات کی کچھ کوئی خبر نہیں ہے۔ میری خواہش ہے ڈیڑھ دو تھم مشہور ماہر سے میری ملاقات کر دو اور میرے اور اس کے درمیان پیدا ہونے والی غلط فہمی دھو کر لادو۔ لڑکی حیرت کے عالم میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کا پھر ہاتھ لگ گیا تھا۔ وہ عجرائی ہوئی لگا ہوں سے بار بار دروازے کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔

”میں کب چکا ہوں کہ میں تم سے صرف مدد چاہتا ہوں۔ ان تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائی گا۔ تمہیں میری مدد کرنی چاہیے۔ ابھی اس نے جواب بھی نہیں دیا تھا کہ دروازے پر زور وار دنگ ہوئی اور اس کے فون پر وہ آؤ فی اندر داخل ہو گئے۔ دونوں بہترین ورثی حسیوں کے ٹک تھے ان میں سے ایک نے ہٹے کر دروازہ بند کیا اور لڑکی کی طرف رخ کر کے بولا۔
”موری ڈیڑھ دو تھم سے ڈیڑھا گھنٹہ روم کی تہائی کا مجھے افسوس ہو گیا لیکن مجبور ہے۔ میں نے مسکرتے ہوئے لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔
”مشاہد تم ابھی دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔ فون ہتھیں لہی کے بارے میں اطلاع ملی ہوئی۔ لڑکی کے چہرے پر عجیب سے تڑپت اٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے ایک لمبا سا چالو کھول لیا اور دوسرے نے انگلیوں میں کھلب سہن لیا۔ میں فاختی سے ان دونوں کی تشکیل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”ویسے ڈیڑھ میری اس خواہش کا یاد رکھنا اور اگر تمہیں مشہور ماہر سے گفتگو کرنے کا موقع مل جائے تو اس سے میری اس خواہش کا اظہار ضرور کر دینا کہ میں اس کی دوستی چاہتا ہوں اور میں اس کی دوستی کے قابل ہوں۔“
”کیا مطلب۔؟ لڑکی بے اختیار بول اٹھی۔“
”یہ دو گئے۔ میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جنہیں تمہاری مدد کے لیے بھیجا گیا ہے۔“
”دونوں لڑکے مجھے میں بھرتے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں جی وان کا بہت بڑا تھا۔ ہاں۔“
”ہاں ضرور۔ چلو میں تمہیں وہاں پہنچا دوں۔ میں نے کہا اور

ایک دم ات پر حملہ کر دیا۔

وہ اس ہل کی توقع نہیں رکھتے تھے۔ میں نے ان کی اس غفلت سے فائدہ اٹھایا چاقو والے کی کلانی پکڑ کر میں نے ایک خاص واڈ استعمال کیا اور اسے لٹا دیا۔ اگر دوسرا ڈی فورڈی پھر حملہ کر دیتا تو ان میں سے ایک کو تو میں نے صاف کر دیا تھا۔ دیکھ کر کے مدمت اور ہونے ہی میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور دوسرے حملہ آور کے گھونٹے نے اپنے ہی سامنے کے ذلت توڑ دی۔ میرا پہلا نشانہ پکڑ کر لیا ہونے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”قصہ میرا نہیں ہے دوست، تمہاری یہ حالت تمہارے ساتھی نے بنائی ہے“

ذانت ڈوٹے ہوئے شخص نے فرماتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی اور پھر چاقو قلم ہا کر کے گھبر پل پل کرنا لگا۔ لیکن میں نے یہاں تک ہنسنے سے کام لیا اور ایسی پلوتیشن اختیار کر لی کہ دوسرا حملہ آور میری آڑ میں جا گیا۔

نیچے میں لبا چاقو دوسرے آوی کے بازو میں پوسٹ ہو گیا تھا۔

”اگتے۔ ہوش میں آ۔ وہ ہمارے ہی ہاتھوں سے نہیں ختم کرنے پڑتا۔ واپس۔ زخمی شخص نے جھلٹے ہوئے لیے میں کہا۔

”تو نے خود کو تو دوسرے آوی کے لیے کہا۔ لیکن میں نے اسی وقت اس کی کہہ کر بلا ترحامی تھی۔ وہ میری طرح دیوانہ سے جاگ رہا لڑکی اچھل کر ایک ہنر پر جھڑکی تھی۔

میں نہایت ہوشیاری سے انہیں مارتا رہا اور دونوں سخت زخمی ہو گئے۔ لڑکی باہر پارٹی جگہ دل رقی تھی۔ پھر ایک بار اس نے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے کہا۔

”نہیں ڈیڑ۔ تم باہر نہیں جاؤ گی۔ ورنہ دوسری صورتیں تھیں گے تمہاری کچھ ہی حالت بنانی پڑے گی“ وہ خوفزدہ ہو کر دیوانہ سے چپٹ گئی تھی۔

دونوں آویوں کے حواس تواب دے گئے۔ میں نے ان میں سے ایک کا گرجاں پکڑتے ہوئے کہا۔

”اب تم بڑا عجیبی ہاک کہاں ہے؟“

”جہنم میں“ اس نے جواب دیا اور بے ہوش ہو گیا۔ دوسرا پہلے ہی لبا ہو چکا تھا۔

لڑکی کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ بار بار جھٹک ہونٹوں کو زبان سے تکرر دستی تھی۔

”مہر گئے۔“ اس کے صحن سے اٹھتا ہوا لنگی۔

”اہی رخصتی سے مر گئے ہوں تو میں کہہ نہیں سکتا میں نے

ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ۔ میرے خدایا لڑکی جو ہونے لگی۔

”نہیں ڈیڑ۔ اگر تم بے ہوش ہو گیتو تو پھر قبو لڑ گئے تمہاری بھی گردن کا تھی پڑے گی“

وہ چونک کر مدمت ہو گئی تھی۔

”میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا مجھ سے تعاون کرو اور مجھے اپنا وعدہ پورا کرنے دو۔ دوسری شکل میں مجھے مجبور ہونا پڑے گا“

”مجھ سے کہا جاتا ہے۔“ اس نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

”پہلا مسئلہ تو یہی ہے کہ میری خواہش شیوہ مار لوگ سے پہنچاؤ

ہو یا یہ کام کرو گی“

”ہاں۔ اگر اس سے ملاقات ہو گی“

”یہاں ایو نیو نیل جلتے گا۔“

”ہاں“

گڈ۔ تو پھر لاؤ۔ اس نے کہا۔ اور چند لمحات کے بعد میرا چہرہ میک اپ سے صاف ہو گیا تھا۔

”اب مجھے اجازت دو۔ ہاں یہاں سے دور نکلنے کے لیے مجھے کچھ کرنا پڑے گا۔“

”کیا۔“

”تمہیں کسی کمرے میں بند کرنا پڑے گا“

”یہ میرے تخی ہیں، ہنر ہو گا، وہ آہستہ سے بولی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنی کاروائی مکمل کر لی میں لڑکی کا شکر ہو ا اور اس کے باہر نکل آیا۔

اس عمارت سے کافی دور آتے کے بعد میں نے اپنے آئینہ اقدام پر غور کیا۔ اب کہا کرنا چاہیے۔ یعنی ہاک غائب ہو گئی تھی۔ آہرو نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ آج سے کہ مجھے اس کی وجہ سے کافی مدد مل گئی تھی لیکن میرے خیال میں ابھی تک کام کی کلمات نہیں ہوئی تھی۔ ہاں ایک خیال دل کو پار کرنا تک کر رہا تھا۔

شیوہ مار لو کون سے ہے۔ اسے جانا چاہتا تھا دل میں بھی احساس تھا اور یہی خواہش تھی اس کا کہ وہ مکمل جادی رکھتے ہو

مجبور کر رہی تھی۔

لیکن بڑا صبر کرنا کام تھا۔ ایک روز دل میں خیال آیا۔

”وگ مجھے یہاں کیوں روکتے تھے کہا اس جگہ سے ان کو تھوڑی

سے یہاں جانا تو اب یہاں سے لکھنا میرے لئے مشکل نہیں بننا

لیکن پوری تحقیق کر کے جانا چاہتا تھا۔

بلاخرہ میں اس سرگرم پرا گیا جہاں سے گزر کر یہاں تک آیا

میں سرگرم کے دونوں طرف زبردست درخت لگے ہوئے تھے۔

ان کے پس منظر میں چار بنائیں تھیں۔ مکانوں کی کوئی تہ نہیں تھی

جس کا جہاں دل چاہا تھا اس نے مکان بنایا تھا عجیب سی جگہ تھی میں نے ایک ایسے علاقے کا انتخاب کیا جہاں دور تک آبادی

نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ بہت جلد ہی مجھے ہمارے بہرہ گیری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد۔

بعد کے حالات میرے علم میں تھے شب بھر کے بلے لپک جگہ منجرب کر کے میں آرام سے لیٹ گیا۔ کافی فاصلے پر ایک روشنی

نظر آ رہی تھی۔ میں روشنی بھرا نگاہ جمائے نہ چلے کیا کیا سوچتا رہا پھر اچانک میرے دل میں اس خواہش نے سر اٹھا یا کہ اس روشنی کو قریب سے دیکھوں۔

جب ہی خواہش تھی لیکن خود کو اس سے باز نہ رکھ سکا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس طرف چلی پڑا۔ کافی فاصلے کرنا پڑا تھا لیکن

بالآخر ناول میں جیسے ہونے۔ اس خوشگامکان نگہ تھی کی گاہک کے احاطے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ احاطہ اتنا بلند نہیں تھا کہ

اُسے عبور کرنا مشکل ہوتا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ اور اس کے اندر پوری عمارت کا ایک چکر لگا کر اسے دیکھا۔ مجھے اندر داخل ہونے کے لیے

کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی۔ اور ایسی جگہ تلاش کرنے میں کئی گھنٹے

ذمت نہ ہوئی۔ جس کھڑکی سے میں اندر داخل ہوا تھا وہ ایک کمرے کی تھی۔

لیکن کمرہ خالی تھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر میں باہر نکل آیا

سامنے ہی کچن تھا۔ قدم بہ قدم اس طرف اٹھ گئے۔ کچن میں مجھے کھانے کا سامان مل گیا۔ اور میں نے دل میں

اپنے نامیدہ مہربان کا شکر یہ ادا کر کے ضرورت کی چیزیں حاصل کر لیں

تین کی سخت حاجت محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن کھانے کے دوران کچن کے دروازے سے غافل ہو گیا

تھا۔ جب اچانک دہان کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو میں بڑا۔

دروازے میں ایک حرکت ٹھہری تھی۔ اور یہ عورت میرے بدن میں چوہنٹیاں سی رنگینے لگیں۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا۔

بیٹی وان تھی۔ وہ میری اصلی شکل پہنچاتی تھی اور اس وقت میں اصلی شکل میں تھا۔ لیکن وہ اتنی پرسکون کیوں ہے۔

میں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا۔ وہ آہستہ سے اندر آئی۔ کافی بیہوش تھی۔ اس نے عجیب سے بلبے میں کہا۔

”ضرور“

”اس طرف ہٹو۔ میں بناتی ہوں۔“

”خوب۔ کوئی نئی سیکم“

دہکارا نہیں مت کرو۔ ہنویاس نے بڑی اہمیت سے کہا اور

میں نے اسے جگہ دے دی۔ پھر بیس اسے کافی بنانے دیکھتا رہا

اس کی جرحش پر میری نگاہ تھی۔ کافی بنا کر اس نے دو بیالیوں میں انڈلی اور میری طرف

سنے کر کے بولی۔

”اؤ“

”عمارت میں کتنے افراد ہیں“

”میں تنہا ہوں“

”کیسے یقین کر لوں“

”جس طرح ہی چاہے“ اس نے جواب دیا۔ اور میں دچنے لگا پھر میں نے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے یہ بھی سی“ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آ گیا۔

”سنو۔ اس وقت میں صرف ایک انسان ہوں۔ تمہیں مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آرام سے بیٹھو۔ کافی پڑو۔ پلینر چھ

ہارٹین کرو۔“

”بڑی دلچسپ بات ہے ٹھیک وان۔ لوگ مجھے تمہارا پرتہ

ہلچھ رہے ہیں اور تم یہاں موجود ہو“

”ضرور ایسا ہوا ہو گا“

”اس بارے میں مجھے کچھ معلوم ہو سکتا ہے“

”وہ بات جس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے

میں نہیں کیسے بتا سکتی ہوں“

”گڈ“

”تمہیں یقین نہیں اس کا ہا ایک اونچا جال ہے اور اس

بار اس جال میں ہم سب پھنسے ہیں“

”کچھ تفصیل ڈیڑ“

”تم جانتے ہو کہ میں شیوہ مار لو کی غلام ہوں“

”ہاں سنا لو ہے“

”اور شاہد یہ بھی جان چکے ہو گے کہ خود چینی ہاک بھی اس کی

نمائندہ ہے“

”کیا؟ میرا ساتھ جہت سے کھل گیا۔

”گو یا نہیں جانتے؟ بہر حال جان لو“

”یہ کیسے ممکن ہے تم دونوں تو۔ تم میرا مطلب ہے“

”بیٹی وان آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی تھی۔

”ہاں ڈیڑ۔ حقیقت یہی ہے۔ بڑے گہرے جال میں لٹکے

انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اپنے دشمنوں کی حیثیت سے پہچانایا

ہوا ہے تاکہ ان کے اصل دشمن ان سے رابطہ قائم کر کے اپنا دل ان کے سامنے کھول دیں اور وہ اطمینان سے اپنے اصل دشمنوں سے آگاہ ہوجائیں۔
 "یہ سب قہر ہے"
 "صرف بوجہ"
 "میرادل نہیں مانتا۔ لیکن ہے، یہ سب تم جھوٹی ہانک کی مخالفت میں کہہ رہی ہو۔"
 "اس سے زیادہ میں اور کہا کچھ سکتی ہوں۔"
 "آخر مشیو مارلو کیسا ہے؟"
 "لیک گروہ ایک تنظیم۔"
 "اس کا مقصد؟"
 "ہر طرح کے جرائم۔"
 "میرے ساتھ سب کیوں ہو رہا ہے؟"
 "یہ تم ہی بنا سکتے ہو۔"
 "کیا مطلب؟"
 "وہ کسی کی ذات میں اتنا نہیں الجھتے جلد سے تم سے نہیں یہ خاص دلچسپی کیوں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم کون ہو اور وہ تم سے کیا چاہتے ہیں۔"
 "کمال ہے ڈیرینٹی وان، سب ہی جانتے ہیں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ زندگی میں کوئی خاص کام نہیں کر سکا وقت گزارنے کے لیے اور مالی مشکلات حل کرنے کے لیے۔ چھوٹے موٹے جرائم کر کے گزارہ کرتا رہا ہوں۔ لیکن ان حالات سے کبھی پالا نہیں بڑا۔ میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں، جہی ہانک خود ہی میری طرف متوجہ ہوئی تھی تم نے بھی اس کے ہاں کچھ توفیقات مجھے بتائیں میں اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صرف دولت کے لالچی ہوتے ہیں۔ جہی ہانک نے مجھے اپنے ساتھ رکھا۔ اور پھر مجھے ملوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ مجھ سے کچھ خاص توقعات قائم کر رہی ہے۔ ابھی تک اس نے مجھے اپنے ہاں سے نہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔ تم سے کوئی کچھ بھی اس کا "واٹھا وردہ تم جانتی ہو؟" کہ میں ذاتی طور پر تم سے کوئی نہیں رکھتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ مجھ سے یہی سوال کر رہے تھے کہ کئی دنوں میں کیا ہے۔ ظاہر ہے مجھے تمہارے ہاں سے نہیں کچھ نہیں معلوم تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جہی ہانک نے تمہیں کہا ہے اپنا ہاتھ باندھنا۔ اب تو تم یہ سب کچھ جان چکے ہو جہی ہانک ہی مشیو مارلو

کے لیے کام کر رہی ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اس کا میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی۔ میں جانتا کہ وہ لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں، تمہاری کوئی اور حیثیت نہیں ہے۔"
 "مثلاً؟"
 "مثلاً؟ میں نے سوال کیا۔ اور کئی دنوں تک تمہاری ہر زبان پھیرنے لگی۔"
 "میں نہیں جانتی اور کچھ اب تک جو کچھ بھی ہوا ہے، ان تہمتوں کو سکو تو کر لینا کہ میرا اس سے کوئی ذاتی تعلق نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم میرے بارے میں غلط نہیں سوچو گے۔ پتہ نہیں کیوں خود کو جھٹکا جھٹکا محسوس کر رہی ہوں، میں با خود برسی نہیں ہوں۔ حالات کا شکار ہو کر ان جرائم پیشہ افراد میں جھنس گئی۔ اور پھر اتنا دوڑنے لگی کہ وہاں ہی کھل گئی تھی۔ میں نے یہ زندگی اپنی لیکن کبھی میرے دل میں اتنا ہی نہیں بھی اہل آہوئی ہے اور میں جانتی ہوں کہ لوگوں کے لیے کچھ کرنا میرا خیال ہے اسے جذبے سے مجھے تمہاری جانب مائل کر دینا۔ تم یقین کرو میں نے اس سے قبل تمہارے بارے میں سوچا تھا۔ نہیں تھا۔ بس میں جانتی ہوں کہ تمہیں براہ راست میری ذات کوئی نقصان پہنچنے تو تم میرے خلاف کچھ نہ کرنا۔"
 "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھوں گا میں نے جواب دیا۔"
 "تم تمہارا تعلق کسی کا قاعدہ گروہ سے تو نہیں ہے۔"
 "نہیں ڈیر میں نے تمہیں جو کچھ بھی بتایا ہے وہی حق ہے لیکن یہ خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا؟"
 "بس، ہوں ہی۔ میں سوچ رہی تھی کہ تمہیں وہ اسی وقت سے تو تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں۔"
 "اگر ان کے دل میں یہ خیال ہے تو وہ میرے ہاں میں تحقیقات کر سکتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔"
 "بھڑھانے وہ تم سے کیا چاہتے ہیں؟"
 "میں یہاں سے لٹکانا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
 "کہاں جاؤ گے؟"
 "ہنگام کی کسی علاقے میں۔"
 "اس میں تمہیں کوئی وقت نہیں آئے گی، میرا خیال ہے تم جاکر چھوڑ دو۔ یہاں رہنا تمہارے حق میں بہت نہیں ہوگا۔"
 "لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی خیال ہے۔ میں نے کہا۔"
 "کیا۔"

"میں خود شیو مارلو کو سب سے پہلے جانتا ہوں۔"
 "کیوں؟ اس کی وجہ؟"
 "جیسا کہ میں تم سے کہ چکا ہوں، یعنی وان کہیں آگاہ وارہ ش آدمی ہوں۔ زندگی میں کبھی کام کر نہیں کیا۔ اگر شیو مارلو نے گروہ میں مجھے جو کچھ ملے، تو میں اپنی زندگی کا ایک پیادہ شروع کر سکتا ہوں۔"
 "ممکن نہیں ہے بہت ہی مشکل ہے، وہ لوگ تمہارے ملاف سونے رہے ہیں۔ اور تم۔ تم۔"
 "اس کے باوجود میں اس سے ملنا چاہتا ہوں میں اس سے کچھ مل سکتا ہوں۔"
 "اس کے لیے میں تمہیں ایک سٹور دے سکتی ہوں، لیکن تمام خطرات تمہارے سامنے ہونے چاہئیں۔"
 "کہا۔"
 "جنگ میں روہن سنرا اسٹور کو ذہن میں رکھنا۔ وہاں پہنچ کر تم شیو مارلو سے ملاقات کر سکتے ہو، اس طرح میں بھی نہیں بنا سکتی۔"
 "روہن سنرا اسٹور۔"
 "ہاں۔ لیکن ایک بات میں بھی نہیں بنا دوں گا اگر کسی نے تمہیں یہ تذکرہ کیا کہ یہ نام تمہیں مجھ سے معلوم ہوا ہے۔ تو لوگوں سمجھ لیں میری زندگی خواہ وہ اچھی چلے گی۔ میں اگر تمہارے لیے نقصان زدہ نہ ثابت ہوں۔ تو تم بھی میری زندگی چلانے کی کوشش کرنا۔"
 "اس کا وعدہ؟ میں نے کہا۔"
 "بہتر اشارہ ہے۔"
 "اب مجھے اجازت دو۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔"
 "اس وقت کہاں جاؤ گے؟"
 "بس اب تمہارے سٹور سے کی روشنی میں آگے قدم بڑھانا گا۔ اور اس کے لیے مجھے جینے کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ اس سے قبل میں چھپتا پھرتا ہوں، لیکن اب کیا فائدہ؟"
 "ہاں۔ میں نے تمہیں کچھ بھی کہا ہے لیکن کرو بالکل درست ہے۔"
 "بس تو کہیں بھی چلا جاؤں گا کوئی مشکل نہیں ہوگی۔"
 "صحیح کو چلے جانا، یہاں گزارو کہ جاؤں مارے مارے پھرتے پھرتے۔"
 "نہیں ٹیڈی وان میرا ضمیر مجھے اس کی اجازت نہیں دے گا۔"
 "کیوں۔ اس نے سوہا انداز میں بولا۔"
 "اگر کسی نے مجھے یہاں سے لٹکانے کو دیکھا تو تمہارے

ہی حق نہیں برا ہوگا، کم از کم میرے اندر ذاتی شرافت موجود ہے کہ میں اپنے حق کو کوئی تکلیف زدوں یا بطور ہیتماریہ کو تو پیشکش نہ کر رہی ہے آرم وہ ہے، میں یہاں سو سکتا ہوں لیکن سونے کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ میری کب آنکھ کھلے روشنی ہو جائے، روشنی کے بعد میں کبھی کسی راستے سے نکلا تو نہ دیکھ لیے جانے کے زیادہ امکانات ہوں گے۔"
 "ہاں، یہ سچ ہے، وہ لوگ ہی سچ ہیں گے کہ میں نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہو۔"
 "بلڈنٹی ٹیڈی وان میں بھی ہند نہیں کروں گا، میں نے کہا۔ خدا حافظ،" کاوش میں اس سے زیادہ تمہاری کچھ نہ کہہ سکتی۔"
 "اگے۔ خدا حافظ۔ میں مڑا اور شیڈ وان دیکھنے ہاں تک چھوٹنے آئی، پھوڑی دیر تک میں کھانا بنا رہا۔ پھر میں نے ایک جگہ آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا، میں کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد ایک چٹان کی آڑ میں رات گزارنے کے لیے لیٹ گیا تھا صبح کو اس وقت مہری آنکھ کھلی جب کچھ لوگوں نے تجھ کو دیکھا۔ جگہ جگہ چار چار افراد تھے۔ اور کبھی توڑ لگا ہوں سے مجھے گھور رہے تھے۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔"
 "کون ہو تم۔" ان میں سے ایک نے بولنا ہوا۔
 "تمہیں کیا نظر آتا ہے؟ میں نے جواب دیا۔
 "یہاں کیوں سو رہے تھے۔"
 "بس یہ جگہ بھڑھانے کی، میں مسکرا کر بولا۔
 "اٹھو۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا اور میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھا دیا۔ میں کسی قسم کی جدوجہد کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے کسی طرح مشیو مارلو تک پہنچنے کا موقع مل جائے۔ چند لمحوں میں اٹھ کھڑا ہوا۔
 "ہاں۔ اب مجھے کیا کرنا ہے۔"
 "آگے بڑھو، وہ بولا اور میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ چل پڑا۔
 "کہاں چلنا ہے۔"
 "تمہیں اس سے عرض نہیں ہونا چاہیے۔"
 "ٹھیک۔ واقعی مجھے اس سے عرض نہیں ہونی چاہیے؛ میں نے کہا اور ان کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک عمارت میں داخل ہوئے۔ عمارت بہت شاندار تھی۔ میں ان کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا۔ جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، کسی شاندار عمارت کا ڈرائیونگ روم جس قدر عمدہ ہو سکتا تھا۔ اتنا ہی عمدہ ہوا ڈرائیونگ

روم تھا۔ اتہانی فیس دینے سے آراستہ میرا پاس نے حضرت اب
ہو چکا تھا لیکن میں اطمینان سے بیٹھی صوفے پر بیٹھ گیا تھا ہر
سے ہو لوگ مجھے یہاں لائے تھے، تو کسی نہ کسی سے تو ملاقات
ہوتی تھی۔ ڈرائنگ روم میں ایک اور دروازہ بھی تھا جس پر
موتیوں کی لڑیوں سے مرصع پردہ لٹک رہا تھا میں نے صوفے
کی پشت سے گردن لٹکادی، مختصری دیر بعد اندرونی پردہ
اٹھا کر کوئی اندر داخل ہوا اور میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا
اس کے بعد میرا کونا ضروری تھا کیونکہ میرے سامنے جینی ہاک
موجود تھی مجھے حیرت ضرور ہوئی اس کو دیکھ کر لیکن چونکہ اس
کے بارے میں کئی دنوں کے بعد ملاقات کے تھے اس
لئے میرے ذہن کو شہید نہ تھا لیکن لگا رہا تھا کہ وہ کون سا
رکھنے کے لیے مجھے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرنا تھا ہے چہل
کر کھڑا ہو گیا جینی ہاک کے ہونٹوں پر سبک سی مسکراہٹ چھیلی
ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر میرے قریب آئی۔
”ہیلو۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”تم یہاں میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا، لیکن وہ جواب
دینے پر صوفے پر میرے قریب بیٹھ گئی۔

دوسرے کرے میں بھا آئی۔ یہاں باختر روم موجود تھا۔
”غسل کرو لڑا اس نے کہا میں اس کے علاوہ اور کوئی چاہ
کار نہیں رکھتا تھا کہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا ہوں۔ باختر روم
میں میرے لیے ایک ہلکا سا مہمہ کشم کا گونہ بنایا دیا تھا اور میں
غسل کرنے لگا۔ مختصری دیر کے بعد میرے ہاتھ لگا تو جینی ہاک
کرے میں موجود تھی وہ مجھے دیکھ کر مسکرا کر بولی۔
”چلو نا تیرا ہے، تم دونوں ناشتے کے کرے میں آئے
ایک شاندار میز تھی ہوئی تھی۔ جس پر میرے اور جینی ہاک کے
علاوہ کوئی نہیں تھا۔
”ہاں۔ اب تم جو چاہو پلو چھو سکتے ہو، میں تمہارے سوالات
کے جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔“
”تمہاری یہاں موجود کی کامیابی رکھتی ہے، اپنے دشمنوں کے
چنگل سے تم کیسے نکل آئیں۔“
”اگر میں یہاں نہ کر ڈیر ہاک تک میں نے تم سے جوشیلا
ہے اور تمہیں غلط فہمیوں میں رکھا ہے تو کیا تم مجھ سے ناراض
ہو جاؤ گے۔“
”جھوٹ بولا ہے۔ آخر کیوں۔“
”مشہور مان لو کہ بیٹے! اس نے جواب دیا۔
”مشہور مان لو کہ بیٹے، مگر تم تو تم۔ تو اس سے خوفزدہ
تھیں۔ تم تو میرا مطلب ہے، تم تو اس کے مخالفوں میں سے تھیں۔“
”نہیں۔ بولتے تھے کہ ابھی نہیں ہے، ہاں، بولتے تھے کہ یہ
بالکل غلط ہے، میں مشہور مان لو کی کامیابی ہوں، اور وہ لڑکی
بیٹی وان جس نے ہمیں میرے خلاف اکسایا اور تمہیں ایک بات
چوہین سے دوچار کر دیا وہ بھی مشہور مان لو کی کامیابی کی طرف سے
نہیں چاہتے کے لیے تمہارے بارے میں اندازہ کرنے کے لئے
وہ، ہمارے ہی کام کرتی ہے۔ تم اسے پانچویں درجے کی کن
بجھ لو، تم نے جینا، ہاک کاٹ، سنگل اور اعلان انظراف کے
علاقوں میں ایسے جال پھیلائے ہیں کہ لوگ تمہیں ایک دوسرے
کا دشمن سمجھنے لگے اور تمہارے خلاف کاروائی کرنے لگے، تم
ہی میں آج بھلیں، اس طرح ہم اپنے دشمنوں سے واقف ہو گئے
ہیں۔ بس بولتے تھے کہ لوگ ابھی تک تمرا امتحان کی منزل میں تھے۔“
”خدا کی بجا یہ امتحان تھا، میں نے برہنہان میں بیٹھ کر کہا۔
”ہاں ڈیر اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔“
”تو چہرہ میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔“
”مشہور مان لو کو تک میں تمہیں ایک عمدہ عہدے کی پیشکش کی
جاسکتی ہے میرا خیال ہے۔ مشہور مان لو تمہاری کیفیت قبول کریں گے۔“

”ٹھیک ہے میں خود بھی مشہور مان لو کے ساتھ کام کرنا چاہتا
ہوں۔“
”مگر ایک خلیش ہے میرے دل میں وہ بولی۔
”کیا۔“
”بس یہی کہ تم نے مجھے اپنے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں
تایا۔ مشہور مان لو سے ذکر کرتے ہوئے مجھے اس بات پر غامضی
خند پار کرنی پڑی ہے کہ تمہارا ماضی کیا ہے۔“
”میں اپنے ماضی کے بارے میں نہیں پہلے ہی بتا چکا
ہوں کہ اس سے زیادہ میری حیثیت نہیں ہے۔ یہ تم پر منحصر
ہے کہ تم کس طرح میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔“
”بہر طور میں تمہیں مشہور مان لو کے سامنے پیش کر دوں
ن۔ تمہارے بارے میں وہی فیصلہ کر سکتی ہے۔ جینی ہاک نے
مجھے بتایا۔
”ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں، میں نے جواب دیا۔ یہ
سب کچھ بھی میرے لیے غیر متوقع تھا، لیکن اب تک کے حالات
مجھ پر ہے، ہی تھے میرا مقصد پورا ہو سکتا تھا۔ اس طرح کہ
میں مشہور مان لو سے ملاقات کر لوں، اگر وہ میرے خیال کے
مطابق نہ لگتی تو آگے میرے راستے کھلے ہوتے ہیں۔ اور مجھے
دیکھنے والا بھلا کون ہے، جینی ہاک نے مجھے ایک آرام دہ کرے
میں آرام کرنے کی ہدایت کی اور اس کے بعد وہاں سے جینی
شام کو سات بجے کے قریب میں جا گا۔ مختصری دیر کے بعد
آٹھ بجے روم چلا گیا، باختر روم سے باہر لڑکی لگتی جانی ہم جانی
شکل میرے سامنے تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جس نے مجھے جینی ہاک
بیٹی ہاک کا پختا ہم پہنچایا تھا۔
”ہیلو، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”چہاں لیا مجھے، وہ بھی مسکرائی۔
”ہاں یقیناً۔“
”شکر ہے۔ بہر طور میں اس بات پر خوش ہوں کہ آپ نے
میرا جینی ہاک کے ساتھیوں میں انا قبول کر لیا۔“
”اس کا مطلب ہے کہ تم میرے ہاک کی خاصی وفادار ملازمہ
ہیں۔ میں نے میرے لیے اور کوئی خدمت اس نے کہا
اور پھر تیری سے ایک طرف مرئی۔ اس کے اس وقت کے رہنے
کو میں نہیں سمجھ سکتا تھا، بہر طور میں نے اسے نظر انداز کر دیا ہے
مجھ کوئی تکلیف نہیں تھی، بہر طور یہی طرح خیال رکھا جاتا تھا، پڑھ
میں اب اس بات کا مدنظر تھا کہ مجھے کہ مشہور مان لو کے سامنے
پیش کیا جائے، اور اس کام میں وہ دیر نہ ہوئی جینی ہاک نے مجھے

بتایا کہ آج شام مشہور مان لو مجھ سے ملاقات کرے گی میں بڑی
بے چینی سے شام ہونے کا انتظار کرنے لگا، غرض سات بجے
جینی ہاک میرے پاس آئی اور غامضی سے مجھے اپنے ساتھ آنے
کا اشارہ کر کے ایک کمرے کی طرف بڑھ گئی، میرا دل شدت سے
دھڑک رہا تھا۔ آج اس بات کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا کہ جس کا
کے لیے میں اب تک ہناک میں داخل ہو کر وقت ضائع کرنا
رہا ہوں، اس کی حیثیت کیا ہے، مختصری دیر کے بعد جینی ہاک مجھے
لیے ہونے ایک کمرے میں داخل ہو گئی، کمرہ ہر قسم کے ذخیرے
بے نیاز تھا، سامنے کی دیوار میں ایک بڑا سا اسکرین لگا ہوا تھا
اس کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں تھا، میں نے سچی لگا ہوں
جاہوں طرف دیکھا اور پھر سوالیہ لگا ہوں سے جینی ہاک کی طرف
جینی ہاک نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا، ایک لمحے کے
لئے میرا دل ڈوبنے لگا، کہا اس اسکرین پر میری مشہور مان لو سے
ملاقات ہوگی، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً اسکرین پر
روشنیاں تڑپنے لگیں اور پھر ایک مہرہ سا دھما اس پر نمودار
ہوا، آواز سننا آہستہ آہستہ نظر میں آتا چلا گیا اور پھر اسکرین تاری
میں ڈوب گیا، صرف دو مسطح لہجے جیسی چہرہ نظر آئی تھی جو
غالبا اس نقاب میں چھپی ہوئی آنکھیں تھیں، اور پھر ایک بھاری
آواز کرے میں ابھی جس کے بارے میں ہ اندازہ نہیں لگا گیا
جاسکتا تھا کہ آواز مردانہ سے باز فاد۔
”ہیلو، سامنے آؤ جینی ہاک نے مجھے اشارہ کیا اور میں
اسکرین کے سامنے پہنچ گیا۔ غامضی سے مجھے دیکھا جاتا رہا
اور پھر وہی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔
”تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟“
”ایٹلیائی ہاؤس ہوں۔“
”ایٹلیائی ہاؤس وہیں ہے کون سے خطے سے تمہارا تعلق ہے؟“
”ہندوستان ہے۔“
”وہاں کیا کرتے رہے ہو؟“
”وہاں میں دنیا کے مختلف گوشوں میں گھومتا رہا ہوں۔“
”جیسا کہ میڈم ہاک کو بتایا۔“
”تمہارے لیے کام کرو گے۔“
”ہاں۔ کیوں نہیں؟“
”ٹھیک ہے۔ تمہارے بارے میں مزید کچھ نہیں
پوچھا جائے گا، میں تم پر اعتماد ہے، جینی سے اپنے ساتھیوں
میں شامل کر لو۔“
”جیسا کہ جناب جینی ہاک نے جواب دیا اور اس کے بعد

اچانک سیاہ چہرہ مسکرتن سے غائب ہو گیا۔ مجھے اس انتہائی مختصر ملاقات پر شہد بد حیرت ہونی پڑی۔ جتنی ہلکے جتنی سچے نظر لاری تھی، اس کے چہرے پر اچھن کے آثار تھے، میں نے وہ لنگھانوں سے اس کی طرف دیکھ تو وہ چپکے سے انداز میں مسکرا دی۔ میں گہری لنگھانوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا، میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات جنم لے رہے تھے۔ ایک بار جتنی سے لنگھانوں نے لنگھانوں سے بچا لیں۔

یہ ملاقات اور کئی نہیں ہے، جتنی کے انداز میں لنگھی ہو چکا ہے نظر آئی اور پھر اس نے کہا۔

”نہیں لنگھی تو کوئی بات نہیں ہے، میں گہری لنگھانوں سے جتنی کا جائزہ لے رہا تھا، پھر میں نے گہری مسالسنے کر کہا۔

”نہیں خود اس بات کا احساس ہے، جتنی کہ ایسی بات ہے مشہور مادیوں کا صرف اس قدر مختصر ملاقات کے لیے مجھے سے رابطہ چاہتی تھی، میں نے کہا اور جتنی ہلکے آنکھوں میں خوف کے تاثرات پیدا ہو گئے، پھر وہ کہنے لگی۔

”یہ ہر اسرار شخصیت، تم سب کے لیے ناقابل فہم ہے پتہ نہیں کہوں۔ پتہ نہیں کیوں؟“

”گویا کوئی خاص بات ہے، ہی۔“

”بلینٹر، تم مجھ سے یہ تمام سوالات نہ کرو ویسے سے خیال میں کوئی خاص بات نہیں ہے اس نے نہیں اپنے ساتھ میں خوش آمد یاد گہرہ دیا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ سب سبک ہے اب تم حالات کا انتظار کرو۔ میرا خیال ہے یہ سب ہماری غلط فہمی پر مشتمل ہے۔ مشہور مادیوں نے لیکن ہے اس سے زیادہ گفتگو کرنا ضروری نہ سمجھا ہو۔“

”چونکہ سبک ہے، ہر طور میں اپنے طور پر غلطیوں کو لے لے مجھے کسی بات کا کیا تردد ہو سکتا ہے۔“

”ہاں۔ بالکل مطمئن رہو اور پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ نہیں ہر بات سے آگاہ رکھنے کے لئے، جتنی نے جواب دیا اور میں نے لاہروائی سے دونوں شانے ہلا دیے۔

اس کے بعد جتنی سے میری کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی باقی وقت سکون سے گزارا۔ دوسرے دن صبح میں نے جتنی کے ساتھ ہی نائٹ کر لیا۔ ابھی ہر ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ

ملٹی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور کئی نے لیسیور اٹھا لیا، اس نے کہا وہاں اور پھر رو پڑی ہو گی۔ دوسری طرف سے اسے کسی خاص شخصیت کی طرف سے فون موصول ہوا تھا، جتنی دیر تک گفتگو کرتی رہی۔

میں نے اس کے چہرے پر پھر پھر دیکھا، اس نے جواب میں کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے مجھے اس گفتگو کے بارے میں کوئی گفتگو نہ ہو۔ چل سکتی اس کے بعد اس نے بہت اہم خبر کو ملٹی فون نہ کر دیا، ملٹی فون رکھنے کے بعد وہ میری طرف دیکھنے لگی اور پھر جھکے سے انداز میں مسکرا دی۔

”کیوں جتنی، کوئی خاص بات۔“

”نہیں کوئی خاص بات، میں بس مجھے کچھ دن کے لیے

تم سے ملنے ہونا چاہئے گا۔“

”مطلب۔“

”کسی خاص کام سے مجھے ہنگام سے باہر بھیجا جا رہا ہے۔“

”اوہ! دلچسپی کب تک ہوگی۔“

”زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ لیکن پھر جی صبح وقت کا اندازہ

نہیں لگا جا سکتا۔“

”گڈ۔ اس دوران میرا کیا ہو گا جتنی۔“

”تیرے۔ اب جھلا نہیں ان قیام، ان لوگوں کی کیا ضرورت ہے آرام سے یہاں قیام کرو۔ اب تم باقاعدہ ہمارے ساتھ آ جاؤ اور تمہیں براہ راست بھی ہدایات ملنی رہیں گی، جتنی ہلکے آئی دیگر

کھانے سے میلے جاتی گی، میں آرام سے اپنی اس عبارت میں نیم

گھٹا مشہور مادیوں کی طرف سے کسی دوسرے اقدام کا انتظار تھا، ویسے

یہ بات دل میں مسلسل گھٹتی رہ رہی تھی تو میرا گیارہ بجے تھے،

زندگی کی تمام ضروریات سے فارغ ہو کر سونے کے لیے بیٹھ گیا۔

نہین نہیں آئی تھی۔ دفعتاً مجھے اپنے بیڈروم کی گھنٹی گھونکی

سی دنگ سنا دی، کوئی لنگھی سے گھونکی کا شہینہ، چار باغیچہ

میں جو تک ہڑا، یوں ہو سکتا ہے میں نے بستر چھوڑ دیا اور

چلا کر اس گھونکی کے پاس پہنچ گیا جس میں سلاخیں نہیں تھیں

نے گھونکی کی چھتی کھول دی، باہر تابی بھیجی ہوئی تھی اور اس ناچکی

میں ایک سیاہ نظر آ رہا تھا۔

”میں جتنی، وان ہوں، ایک سنوانی آواز سنا دی اور میں

جو تک ہڑا۔

”براہ کرم لائٹ بند کرو۔ پلینز جلدی، جتنی نے کہا، میں

نے تیزی سے ہلٹ کر روشنی گل کر دی، جتنی کوئی ہر چہڑیہ کر لیا

آئی تھی۔

”اگر مناسب سمجھو تو یہ ہلکی روشنی بھی بجھا دو اور راجھی تو لواز

میں رت ہو لو۔ لیکن ہے کوئی ہماری گفتگو سن لے میں نے

اس کی اس ہدایت پر راجھی عمل کیا، جتنی کی اس طرح آمد میرے

پلے بڑی سستی خیر تھی، اس نے اندر داخل ہو کر خود ہی گھونکی

بند کر دی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر صوفے کی جانب بڑھ گیا۔

”مجھے تعجب ہے کہ تم میری رت پر ہنگ نہیں کرو گے، میں

اس وقت اپنی زندگی کا خطرہ مول لے کر تم تک پہنچی ہوں،“

”خبر رت، جتنی کہا بات ہے۔“

”دیکھو، پھر بعض اوقات انسان آنکھیں بند کر کے ایک

دوسرے پر اثر انداز ہو لیتا ہے، خواہ اس کے قریب کچھ ہی ہوں

نہوں۔ تم بھی میری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرو، میں

دل سے تمہاری دوست ہوں اور میں نے تمہارے لیے جان کی بازی لگادی ہے۔“

”بلیڈنا کوئی خاص بات ہے جتنی، میں نے کہا۔

”ہاں مجھے اپنے ہاتھ میں سب کچھ صحت بنا دو یا پھر

کر دو کہ جو سوالات میں کروں ان کے مجھے جواب دو۔“

”ہلو جتنی۔“

”کیا تمہارا نام راج لواز اصغر ہے؟ اس نے کہا اور ایک

کے بنے ہرے بدن میں سستی پھیل گئی، مجھے اپنی گھونکی ہوا

میں اڑتی ہوئی ٹھوس ہوری تھی، آپ نے ہر ناہولانے میں

میں نے دیر نہ لگائی اور خود کو سنبھال کر کہا۔

”راج لواز اصغر، میں سمجھا ہمیں جتنی، وان۔“

”سنو ڈیپرا کر تم واقعی راج لواز اصغر ہو لو، کم از کم مجھے اپنے

ہاتھ میں بنا دو، میں شدید ذہنی ہیران کا شکار ہوں اور اگر

تم راج لواز اصغر نہیں ہو تو پھر کسی قسم کے تردد کی ضرورت

ابہیں ہے۔“

”سگر راج لواز اصغر کون ہے اور تم اس کے بارے میں

کہا جاتی ہو۔“

”میں کچھ نہیں جانتی، لیکن کرو میں کچھ نہیں جانتی لیکن

بلندوں پر تمہیں راج لواز اصغر سمجھا جا رہا ہے اور اگر تم راج لواز

اصغر ہو تو پھر پھر پھر۔“

”فرض کرو اگر میں راج لواز اصغر ہوں تو؟“

”فرض نہیں کروں گی۔ تم مجھے ٹھوس پلے میں چاہ دو۔“

”ٹھیک ہے، جتنی، وان اگر بات ہے تو پھر مجھے پکھنیں

کوئی وقت نہیں ہوری کہ میں راج لواز اصغر ہوں۔“

”تزو کو نا، کسی شخص کو جانتے ہو، جتنی، وان نے دوسرا

دار کہا لیکن میں اب ہر قسم کے وارے کے لیے تیار تھا۔

”ہاں جانتا ہوں۔“

”وہ امر ہے میں یقین تھا، کیا تم بھی امریکہ میں رہو۔“

”جتنی، وان میں نے تم سے اختلاف کر لیا ہے کہ میں لواز

اصغر ہوں۔ میں نے بھی کہا ہے کہ میں تز کو کو جانتا ہوں۔

اس کے بعد تو کم از کم نہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتا دیتی جاؤں

”ضرور۔ میں ضرور بتاؤ گی، جتنی، وان نے مجھے مشہور مادیوں

کے ساتھ شامل کرنے کے لیے شدید کوشش کی، میں، میں

جیسا کہ نہیں بتا جتی ہوں، کرو، من، ہرمت اور تم سے

ہرمت متاثر ہو گئی ہے، اس کی کوششوں نے مشہور مادیوں کو تمہاری

جانب متوجہ کر دیا ہے اور شاید کچھ وقت پہلے تم مشہور مادیوں

روم تھا۔ انہماں انیس وینسیرے آراستہ میرا پاس لے جاتے تھے
 ہونکا تھا لیکن میں اظہار میں سے قوتی صوفے پر بیٹھ گیا تھا ہر
 سے بیوگ تھے یہاں لائے تھے، تو کسی نہ کسی سے تو ملاقات
 ہوتی تھی۔ ڈرا بنگ روم میں ایک اور دروازہ بھی تھا جس پر
 موتیوں کی لڑیوں سے مزین پردہ لٹک رہا تھا انہیں سے صوفے
 کی پشت سے گردن لٹکادی، تھوڑی دیر بعد اندرونی پردہ
 اٹھا کر کوئی اندر داخل ہوا اور میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا
 اس کے بعد میرا بچہ کنٹرا ضروری تھا کیونکہ میرے سامنے جینی ہاک
 موجود تھی۔ مجھے حیرت ضرور ہوئی اس کو دیکھ کر لیکن چونکہ اس
 کے بارے میں کئی دن سے کچھ افشاہات کئے تھے اس
 لئے میرے ذہن کو شہید چھٹا نہیں لگا تاہم کئی دن کو محفوظ
 رکھنے کے لیے مجھے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرنا تھا میں پہل
 کر کھڑا ہوا گیا جینی ہاک کے ہونٹوں پر سبکی مسکراہٹ چھپی
 ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر میرے قریب آئی۔

”ہیلو۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 تم یہاں میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا، لیکن وہ جواب
 دینے کے لئے ہرگز میرے قریب بیٹھ گئی۔
 ”ہاں۔ میں یہاں موجود ہوں، ہندوؤں کے سکوت کے
 بعد اس نے کہا۔
 ”لیکن لیکن۔ اس علاقے میں اور میرا مطلب ہے تم تم
 سمجھتی ہو؟“

”ہاں۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے اور میں یہاں غیر مطمئن
 نہیں ہوں۔ اظہار میں سے بیٹھو۔ لوں جھوٹا تمہاری پریشانی
 کے دن ختم ہو گئے، میں تم پر ناز کرتی ہوں، اساری زندگی
 تم جیسے کسی اسی ہمدرد کی تلاش میں سرگرداں رہی اور تم مجھے
 بہت دہ سے سے کاش تم مجھے پہلے مل جاتے۔“
 ”جینی تم جانتی نہیں میں کسی ذہنی اذیتوں سے گریزا
 ہوں اور میں نے تمہارے لیے۔“

”سب جانتی ہوں، ڈیڑے ہی جانتی ہوں کہ اتنی تکلیف سے
 گزرنے کے باوجود ہرے خلاف کوئی بات کرنے پر آمادہ نہیں
 ہوئے۔ مجھے سب معلوم ہے۔“
 ”تو تم؟“

”ہاں۔ میں سب کچھ جانتی ہوں، اظہار چھٹک کر لو اس کے
 بعد اٹھنے کی ہرگز ہمت نہ کر پائیں کریں گے، آؤ، یہ کہہ کر وہ اٹھ
 کھڑی ہوئی۔ میں نے اس کی تقلید کی تھی۔ مجھے یہیہ ہوئے وہ
 اندرونی گھر سے داخل ہو گئی۔ اور پھر لیکس ہنداری کے گھر کے

دوسرے کمرے میں بیٹھی آئی۔ یہاں باقاعدہ موجود تھا۔
 ”غسل کرو لو اس نے کہا میں اس کے علاوہ اور کوئی چاہ
 کار نہیں رکھتا تھا کہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا ہوں۔ باقاعدہ
 میں میرے لیے ایک نہایت عمدہ قسم کا گونہ بنی دیا تھا اور میں
 غسل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکلا تو جینی ہاک
 کمرے میں موجود تھی وہ مجھے دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

”چلو نا تہ تیا ہے، تم دونوں ناشتے کے کمرے میں آئے
 ایک شاندار میز تھی ہوئی تھی۔ جس پر میرے اور جینی ہاک کے
 علاوہ کوئی نہیں تھا۔“
 ”ہاں۔ اب تم جو چاہو بیٹھ سکتے ہو، میں تمہارے مولا
 کے جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔“

”تمہاری یہاں موجود کی کامیابی رکھتی ہے، اپنے دشمنوں کے
 چنگل سے تم کیسے نکل آئیں۔“
 ”اگر میں یہ کہوں کہ ڈیڑے اب تک میں نے تم سے جھوٹ لیا
 ہے اور تمہیں غلط فہمیوں میں رکھا ہے تو کیا تم مجھے سنا سکتی
 ہو جاؤ گے؟“

”جھوٹ بولا ہے۔ آخر کیوں؟“
 ”مشہور مار بوک کے لیے، اس نے جواب دیا۔
 ”مشہور مار بوک کے لیے، مگر تم تو تم۔ تو اس سے خوفزدہ
 نہیں۔ تم تو میرا مطلب ہے، تم تو اس کے مخالفوں میں سے تھیں۔“

”نہیں۔ بولو مجھ کو کہہنا نہیں ہے، ہاں، یوں سمجھ لو کہ یہ
 بالکل غلط ہے، میں مشہور مار بوک کی سامتی ہوں، اور وہ کئی
 ٹیٹی وان جس نے نہیں میرے خلاف کیا کیا اور تمہیں ایک بات
 چوتھیں سے دو چار کر دیا وہ بھی مشہور مار بوک کی کس سے صرف
 نہیں چاہنے کے لیے تمہارے بارے میں اندازہ کرنے کے لئے
 وہ، مارے ہی کام کرتی ہے۔ تم اسے پانچویں دوپہ کی کن
 سمجھ لو، تم نے ہاک کاٹ، سنگل اور ان اطراف کے
 علاقوں میں ایسے جال پھیلائے ہیں کہ لوگ تمہیں ایک دوسرے
 کا دشمن سمجھنے رہیں اور تمہارے خلاف کاروائی کرتے ہوئے تم
 ہی میں آج نہیں۔ اس طرح ہم اپنے دشمنوں سے واقف ہوتے
 ہیں۔ بس لوں، مجھ کو کہی کہ تم امتحان کی منزل میں تھے۔“

”خدا کی پناہ، امتحان تھا، میں نے برہنہاں میں بیٹھ کر کہا۔
 ”ہاں ڈیڑے اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔“
 ”تو پھر اب میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔“
 ”مشہور مار بوک کی بات میں نہیں ایک عمدہ عہدے کی پیشکش
 جانتی ہے میرا خیال ہے۔ مشہور مار بوک تمہاری کیفیت قبول کر لیں گے۔“

”ٹھیک ہے میں خود بھی مشہور مار بوک کے ساتھ کام کرنا چاہتا
 ہوں۔“
 ”مگر ایک غلطی ہے میرے دل میں تو ہوئی۔“

”کیا۔؟“
 ”بس یہی کہ تم نے مجھے اپنے سامنے کے بارے میں کچھ نہیں
 بتایا۔ مشہور مار بوک کے ذکر کرتے ہوئے مجھے اس بات پر غائب
 اختیار کرنی پڑی ہے۔ تمہارا سامتی کیا ہے۔“

”میں اپنے سامتی کے بارے میں نہیں پہلے ہی بتا چکا
 ہوں کہ اس سے زیادہ میری جہت نہیں ہے۔ یہ تم بہتر
 ہے کہ تم کس طرح میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔“
 ”بہر طور میں نہیں مشہور مار بوک کے سامنے پیش کر دوں
 گی۔ تمہارے بارے میں وہی فیصلہ کر سکتی ہے۔ جینی ہاک نے
 مجھے بتایا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ یہ
 سب کچھ بھی میرے لیے غیر متوقع تھا۔ لیکن اب تک کے حالات
 کچھ ایسے ہی تھے میرا مقصد پورا ہو سکتا تھا۔ اس طرح کہ
 میں مشہور مار بوک سے ملاقات کر لوں، اگر وہ میرے خیال کے
 مطابق نہ لگتی تو آگے میرے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ اور مجھے
 روکنے والا مھلا کون ہے، جینی ہاک نے مجھے ایک گرام دہ کرے
 میں گرام کرنے کی ہدایت کی اور اس کے بعد وہاں سے جینی
 شام کو سات بجے کے قریب میں جاگا کھڑی دیکھ کر چرن ہوا
 اٹھ کر باقاعدہ روم چلا گیا۔ باقاعدہ روم سے باہر لڑائی جانی پہچانی
 نکل میرے سامنے آئی۔ یہ وہی لڑائی تھی جس نے مجھے پہلی بار
 جینی ہاک کا پتلا پہنچایا تھا۔

”ہیلو، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”پہچان لیا مجھے، وہ بھی مسکرا دی۔
 ”ہاں، یقیناً۔“
 ”شکر ہے۔ بہر طور میں اس بات پر خوش ہوں کہ آپ نے
 میڈم جینی ہاک کے ساتھ جوں جوں میں آنا قبول کر لیا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم میرے ہاک کی خاصی وفادار ملازمہ
 کیوں نہیں؟“ میرے لیے اور کوئی خدمت اس نے کہا
 اور پھر تیزی سے ایک طرف مڑ گئی۔ اس کے اس الزمے روپے
 کو میں میں سمجھ کر اٹھا، بہر طور میں نے اسے نظر انداز کر دیا
 مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی، میری اور طرح خیال رکھا تا تھا پڑے
 میں اب اس بات کا منتظر تھا کہ مجھے کب مشہور مار بوک کے سامنے
 پیش کیا جائے۔ اور اس کام میں دیر نہ ہوئی جینی ہاک نے مجھے

بتایا کہ آج شام مشہور مار بوک سے ملاقات کرے گی میں بڑی
 بے چینی سے شام ہونے کا انتظار کرنے لگا، غرض سات بجے
 جینی ہاک میرے پاس لاؤنی اور خاموشی سے مجھے اپنے ساتھ آنے
 کا اشارہ کر کے ایک کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ میرا دل شدت سے
 دھڑک رہا تھا۔ آج اس بات کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا کہ جس ہاک
 کے لیے میں اب تک ہناک میں داخل ہو کر وقت ضائع کرنا
 رہا ہوں، اس کی جہت کیا ہے، تھوڑی دیر کے بعد جینی ہاک
 لیے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئی، کمرہ پر فہم کے ذریعے
 بے نیاز تھا، سامنے کی دروازے میں ایک مراما اسکریں لگا ہوا تھا
 اس کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں تھا، میں نے متحیرانہ لگا ہونے
 چاروں طرف دیکھا اور پھر سوالیہ لگا ہوں سے جینی ہاک کی طرف
 جینی ہاک نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا، اتنے ایک لمحے کے
 لئے میرا دل ڈوبنے لگا، کیا اس اسکریں پر میری مشہور مار بوک سے
 ملاقات ہوگی، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً اسکریں پر
 روشنیاں تڑپنے لگیں اور پھر ایک سیاہ سا دھبہ اس پر نمودار
 ہوا، آہستہ آہستہ پیش نظر میں آنا چلا گیا اور پھر پورا اسکریں ٹاکی
 میں ڈوب گیا، صرف دو سو منٹ تھے جیسی چہر نظر آ رہی تھی جو
 غالباً اس نقاب میں چھپی ہوئی آنکھیں تھیں، اور پھر ایک بھاری
 آواز گھرے میں ابھری جس کے بارے میں بے اندازہ نہیں لگا یا
 جاسکتا تھا کہ آواز مراد سے باز نا۔

”ہیلو، سامنے آؤ جینی ہاک نے مجھے اشارہ کیا اور میں
 اسکریں کے سامنے پہنچ گیا۔ خاموشی سے مجھے دیکھا جاتا رہا
 اور پھر وہی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔
 ”تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟“
 ”الٹیٹا، ہاتھ ہوں۔“
 ”الٹیٹا بہت وسیع ہے، کون سے خطے سے تمہارا تعلق ہے؟“
 ”ہندوستان سے۔“
 ”وہاں کیا کرتے رہے ہو؟“
 ”وہاں میں دنیا کے مختلف گوشوں میں گھومتا رہا ہوں۔“
 ”جیسا کہ میڈم ہاک کو بتایا۔“
 ”تمہارے لیے کام کرو گے؟“
 ”ہاں۔ کیوں نہیں؟“
 ”ٹھیک ہے، تم سے تمہارے بارے میں مزید کچھ نہیں
 پوچھا جائے گا، میں تم پر اعتماد ہے، جینی اسے اپنے ساتھ لیا
 میں شامل کرو۔“
 ”جیسا کہ جناب جینی ہاک نے جواب دیا اور اس کے بعد

165

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اجا ک سیاہ چہرہ اسکرین سے غائب ہو گیا۔ گھٹے اس انتہائی مختصر ملاقات پر شہ بد بھرت ہونی چکی۔ جینی باگ بھی متحیر نظر لاری تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ میں نے سواہ لگا ہوں سے اس کی طرف دیکھی تو وہ چپکے سے انداز میں سکر دئی۔ میں گہری لگا ہوں سے اس کا جائزہ رہا تھا میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات جنم لے رہے تھے۔ ایک بار جینی سے نگاہ ملی تو اس نے نظروں جھکا لیں۔

”جینی!“
 ”ہوں!“
 ”کیا سوچ رہی ہو۔“
 ”کچھ بھی نہیں!“
 ”غلط!“
 ”کیا مطلب۔“
 ”تمہارے دل کی گہرائیوں میں کوئی بات ہے۔“
 ”کہا بات ہو سکتی ہے۔“
 ”اس کا جواب تمہارے پاس ہے۔“
 ”کوئی بات ہی نہیں تو پھر سوال کیا معنی رکھتا ہے۔“
 جینی نے کہا۔

”میں نہیں مانتا۔“
 ”نہ چلنے نہ کیا سوچنے لگے۔“
 ”وہی جو تم سوچ رہی ہو۔“
 ”میں میں تو کچھ بھی نہیں سوچ رہی۔“
 ”یہ مشیرو مارا تو تھی۔“
 ”ہاں۔“
 ”ایسی ملاقات کی توقع نہیں تھی۔“
 ”تمہارا کیا خیال تھا۔“
 ”تم۔“ جی اس کا اشارہ کیا تھا۔
 ”میں نے تمہیں ایک بات اور بھی بتانی تھی۔“
 ”کیا۔“

”میں نے مشیرو مارا تو تھی۔“
 ”ہاں۔“
 ”ایسی ملاقات کی توقع نہیں تھی۔“
 ”تمہارا کیا خیال تھا۔“
 ”تم۔“ جی اس کا اشارہ کیا تھا۔
 ”میں نے تمہیں ایک بات اور بھی بتانی تھی۔“
 ”کیا۔“
 ”میں نے مشیرو مارا تو تھی۔“
 ”ہاں۔“
 ”ایسی ملاقات کی توقع نہیں تھی۔“
 ”تمہارا کیا خیال تھا۔“
 ”تم۔“ جی اس کا اشارہ کیا تھا۔
 ”میں نے تمہیں ایک بات اور بھی بتانی تھی۔“
 ”کیا۔“

”جینی! تم اب ہمارے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔ میں تمہیں اس کے لیے مبارکباد پیش کرتی ہوں۔“
 ”شکر یہ جینی۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے مشیرو مارا تو سے

تہ سے چلی رہا ہونا چاہیے گا۔“
 ”مطلب۔“
 ”کسی خاص کام سے مجھے ہنگام سے باہر بھیجا جا رہا ہے۔“
 ”اوہ! وہی سب تک ہو گی۔“
 ”زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ لیکن پھر جی صبح وقت کا اندازہ نہیں لگا جا سکتا۔“
 ”گڈ۔ اس دوران میرا کیا ہو گا جینی۔“

”اے۔ اب جملہ تمہیں ان تمام باتوں کی کیا ضرورت ہے آرام سے یہاں قیام کرو۔ اب تم باقی وہ ہمارے ساتھ ہو اور تمہیں براہ راست بھی ہدایات ملتی رہیں گی۔ جینی باگ اسی دفتر کھانے سے پہلے چلی گئی۔ میں آرام سے اپنی اسی عمارت میں بیٹھ بیٹھا، مشیرو مارا کوئی طرف سے کسی دوسرے اقدام کا انتظار تھا تو یہ بات دل میں مسلسل خشش پیدا رہی تو میں لڑنا گیا۔ کچھ تھک گیا۔ زندگی کی تمام ضرورتوں سے فارغ ہو کر سونے کے لیے بیٹھ گیا۔ بیٹھ نہیں آ رہی تھی۔ دو فٹانے لگے اپنے ہینڈ رووم کی ٹینی کھڑکی پر تکی سی ونگ سٹائی دی۔ کوئی الٹکی سے کھڑکی کا شیشہ جگا رہا تھا۔ میں چونک بڑا یہ کون ہو سکتا ہے میں نے ستر چھوڑ دیا اور دھکا جلا کر اس کھڑکی کے پاس پہنچ گیا جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔ میں نے کھڑکی کی چیمٹی کھولی دی باہر تابی چیمٹی ہوئی تھی اور اس تابی میں ایک سیاہ نظر آ رہا تھا۔

”میں بیٹھی وان ہوں، ایک سوائی آواز سنائی دی اور میں جوجک پڑا۔“
 ”براہ کرم لائٹ بند کرو۔ وہیلینز جلدی بیٹھی نے کہا اور میں نے تیزی سے پلٹ کر روشنی مٹی کر دی۔ جینی کھڑکی پر چڑھ کر لاندہ آئی تھی۔

”اگر مناسب سمجھو تو ہلکی روشنی بھی دو اور ذرا بھی تیز لو۔“
 ”میں مت بولو۔ لیکن ہے کوئی ہماری گفتگو سن لے۔ میں نے اس کی اس بدابیت پر بھی غصا کیا۔ بیٹی کی اس طرح آمد میرے لیے بڑی سستی خیر تھی۔ اس نے اندر داخل ہو کر خود ہی کھڑکی بند کر دی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر صوفے کی جانب بڑھی۔
 ”مجھے تعجب ہے کہ تم میری نیت پر ہنگام نہیں کرو گے۔ میں اس وقت اپنی زندگی کا خطرہ مول لے کر تم تک پہنچی ہوں۔“
 ”خیر، یہ بیٹی کیا بات ہے۔“
 ”دیکھو پھر بعض اوقات آسمان آنکھیں بند کر کے ایک دوسرے پر اعتماد کر لیتا ہے۔ خواہ اس کے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ تم بھی میری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرو۔ میں

دل سے تمہاری دوست ہوں اور میں نے تمہارے لیے جان کی بازی لگا دی ہے۔“
 ”انڈینا کوئی خاص بات ہے بیٹی، میں نے کہا۔“
 ”ہاں مجھے اپنے ہاتھ میں سب کچھ جمع بتا دو یا پھر لیں کرو کہ جو سوالات میں کروں ان کے جواب دو۔“
 ”ہلو جیو۔“

”کیا تمہارا نام راجہ لوزا اصغر ہے۔ اس نے کہا اور ایک ٹی کے بیٹے میرے بدن میں سستی پھیل گئی۔ مجھے اپنی کھوپڑی ہوا میں اڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اپنے آپ پر قابو پانے میں میں نے دیر نہ لگائی اور خود کو سنبھال کر کہا۔
 ”راجہ لوزا اصغر۔ میں سمجھا نہیں بیٹی وان۔“
 ”سنو ڈیٹر آگرم واتی راجہ لوزا اصغر ہو لو کہ ان کے ٹی لے پاسے میں بتا دو۔ میں شدید ذہنی مہر ان کا شکار ہوں اور اگر تم راجہ لوزا اصغر نہیں ہوتو پھر کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں ہے۔“
 ”مگر راجہ لوزا اصغر کون ہے اور تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو۔“

”میں کچھ نہیں جانتی۔ لیکن کرو میں کچھ نہیں جانتی لیکن ہندو لوں پر تمہیں راجہ لوزا اصغر سمجھا جا رہا ہے اور آگرم راجہ لوزا اصغر ہونو پھر لو پھر۔“
 ”فرض کرو اگر میں راجہ لوزا اصغر ہوں تو۔“
 ”فرض نہیں کروں گی۔ تم مجھے ٹھوس ثبوتیں ملے ہیں جواب دو۔“
 ”ٹھیک بیٹھی وان اگر وہ بات ہے تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی کہ میں راجہ لوزا اصغر ہوں۔“
 ”تزو لکانا کسی شخص کو جانتے ہو بیٹی وان نے دوسرا وار کہا لیکن میں اب ہر قسم کے وار کے لیے تیار تھا۔

”ہاں جانتا ہوں۔“
 ”وہ امر ہے جس بیٹھ تھا کیا تم بھی امریکہ میں رہے ہو۔“
 ”بیٹی وان میں نے تم سے اختلاف کر لیا ہے کہ میں راجہ لوزا اصغر ہوں۔ میں نے بیٹی کے ہاتھ میں تو لوکا کو جانتا ہوں۔ اس کے بعد تو کم از کم نہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتا دینی چاہیں۔“
 ”ضرور۔ میں ضرور بتاؤ گی۔ جینی باگ نے جھین جھین ماریا مارو کے ساتھ شامل کرنے کے لیے شدید کوششیں کی ہیں۔ میں جیسا کہ تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ سن پرست عورت ہے اور تم سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ اس کی کوششوں نے مشیرو مارا کو تمہاری جانب متوجہ کر دیا ہے اور شاید پھر وہ وقت پہلے تمہیں متاثر مارا۔“

کے سامنے پیش ہو چکے ہو۔ میں نہیں جانتی کہ صورت حال کیا ہوئی۔ لیکن مشیو مارلو نے اپنے خصوصی شعبے کے اہلکار سز ڈائٹو کو تمہارے بارے میں انصیبلات فراہم کرنے کی ہدایت کی۔ اور ڈائٹو نے بہت ہی بزدلانہی سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کر کے مشیو مارلو کو فراہم کر دیں۔ ڈائٹو اتفاق سے میرے دوستوں میں سے ہے اس نے تمہارا تذکرہ کرتے ہوئے مجھے بتایا ہے کہ تم مشیو مارلو کے لیے انتہائی خطرناک آدمی ہو اور مشیو مارلو کے دوست راستہ تو کا سے تمہاری دشمنی چل رہی ہے۔ یہ تمام صورت حال ڈائٹو نے مجھے بتائی اور یہ بھی کہا کہ فوری طور پر تمہارے اطراف میں مشیو مارلو کے آدمی پھیل گئے ہیں، تاکہ تمہاری نگرانی کی جائے گی تمہارے بارے میں ہمیں اور سے رجوع کیا جا رہا ہے۔ اور انصیبلات معلوم ہونے کے بعد ہی تمہارے لیے کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ ٹیٹی وان کے اس سنی خیر انکشاف نے چند لمحوں کے لیے میرے مہرے ذہن کو معاذ ف کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اب صورتحال کیا ہوئی ہے لیکن مشیو مارلو کے بارے میں میرا ذہن اتنی تک الجھنوں کا شکار تھا۔ یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ اس کا ترو کا سے خالق ہے۔ کیا وہ حقیقت وہ مری کھوئی ہوئی جنت ہے یا پھر کسی غلط فہمی کا شکار ہوں انہما میں نے ٹیٹی وان سے کہا۔

”ٹیٹی میں تمہارے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا گا۔ یہ حقیقت ہے کہ میں وہی ہوں جس کا تمہیں علم ہو چکا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ترو کا سے میری بدترین دشمنی چلتی رہی ہے۔ بہر حال میں اس صورتحال سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ اور ایک بات کا وعدہ بھی کرتا ہوں تم سے کہ اگر زندہ نجات کیا اور تمہیں میری مدد کی ضرورت ہوئی تو مجھے اپنے سب سے قریبی دوستوں میں پائی گا۔

”یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے سز نواد کوئی ایسی ترکیب سوچو جس سے تم محفوظ رہ سکو میں جانتی ہوں کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اپنے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ بہر طور تمہیں تکلیف دینے سے بچنے میں مدد ملے گی۔ اس ہے۔“

”نہیں مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔“

”ابھی مجھے ایک میک اپ بوس مل جائے تو میرے لیے بڑی آسانی فراہم ہو سکتی ہیں۔“

”میں تمہیں میک اپ بوس دے سکتی ہوں۔ میرے

ہاں، بہترین میک اپ بوس موجود ہے۔ لیکن اس کے لیے تمہیں میری رہائش گاہ تک جانا ہوگا۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ سنی کہ اب میں یہ جگہ چھوڑ دوں تمہنے کہا ہے کہ یہاں اطراف میں مشیو مارلو کے آدمی بکھرے ہوئے ہیں۔“

”ہاں لیکن بہر طور ہمیں خطرہ مول لینا پڑے گا جس طرح میں یہاں تک پہنچی ہوں اسی طرح ہم دونوں اب یہاں سے باہر جائیں گے۔ میں تیار ہو گیا ہم اس کٹری سے باہر نکلنے سے قبل میں نے دروازہ کھول کر اغلیانی جھانک لیا تھا۔ دروازہ میں نے کھلا ہی پھوڑ دیا اور کٹری سے اترنے کے بعد ادم نے کٹری بند کر دی تھی اور بھرات کی تڑپ میں ہمیں اس عمارت سے نکلنے میں کوئی وقت نہیں ہونی ہر انتہائی مستعدی سے وہاں سے آگے بڑھ آئے اور طویل فاصلے طے کر کے سنی وان کے مکان میں داخل ہو گئے ٹیٹی وان خیرت سے خوف کا شکار تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر کسی کو یہ پتہ چل گیا کہ اس نے میری مدد کی ہے تو پھر اس کی زندگی سونٹ خطبے میں پڑ جائے گی تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی اس نے دروازے سے بیٹھی سے ہر اہٹ بد کان لگائے ہوئے تھی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے ایک اب بکس فراہم کر دیا میں نے انتہائی خفیت سے اپنا چہرہ تبدیل کر لیا ٹیٹی وان مسلسل ہریشان رہی تھی وہ باہر جا کر کٹری لپو، دراندرا جانی چپ میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تمہیں میک اپ میں کمال حاصل ہے بہر طور اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے لیکن اس کے بعد بھی خطرات تم سے دور نہیں ہوں گے۔“

”اطمینان رکھو ٹیٹی وان میں بہر طور حالات برقرار ہوں گا میں نے سخت پلے نہیں ہمارا اور پھر آخری پارٹی وان کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے نکل آیا۔

”فی الحال کوئی منصوبہ ذہن میں نہیں تھا۔ میک اپ کا سامان میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ کیونکہ یہ میرے کام آسکتا تھا۔ اب اس وقت میرے لیے کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں میں فوری طور ہر اپنے آپ کو چھپا سکتا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں دلچسپی سے اس کے بارے میں سوچنے لگا کیوں کہ میں اس عمارت کو اپنا مسکن بناؤں یہاں

سے فرار ہوا تھا۔ اس کے لیے مجھے کسی کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ عمارت میں انتہائی احتیاط سے داخل ہونے کے بعد میں نے وہاں کے ایک ملازم کا انتخاب کیا جس کا نام کارلوس تھا۔ کارلوس کی خدمات اور اس کے بدن کی بناوٹ بالکل میرے بدن کے مطابق تھی۔ چنانچہ میں نے کارلوس کا انتخاب کر لیا اور پھر یہ پتہ چلا کہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ جسے کامیاب و غیرہ کرنے میں نے اس کے چہرے سے نواز میں ہائش اختیار کرنی کارلوس کے بارے میں معلومات دینے بھی حاصل کرنی تھیں اور یہ تمام کام کرنے کے بعد میں نے کارلوس کی لاش ٹھکانے لگائی اور پھر اس کے بستر پر بیٹھا۔ چہرہ لگ میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں اور پھر سوچنے کی کوشش کرنے لگا کارلوس کی موت میرے ذہن پر اثر انداز ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت کچھ لمبی صورت حال تھی کہ مجھے کسی بھی چیز کے لیے بہت زیادہ تجدد نہیں ہونا چاہیے تھا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی عمارت میں کوئی خاص گہما گہمی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری تلاش اب کس سطح پر داخل ہوئی ہے۔ کہا گیا کہ اقدامات کے نکلنے میں سلسلے میں۔ بہر طور یہ یقینی بات تھی کہ وہ لوگ میرے سلسلے میں غافل نہیں ہوں گے۔ دوسرے کو تو یہاں وہاں ڈھونڈ بیٹے ہوں گے کہ عمارت میں مجھے گھرا فراغی سی محسوس ہوئی اور میں نے ایک آڑے سے باہر کا جائزہ لینا شروع کر دیا میں نے دیکھا کہ سامنے کے حصے میں چند افراد ایک حصار سامنے کے طرف ہوئے ہیں۔ سامنے ہی تمام ملازمین اور دوسرے افراد موجود تھے ایک بھاری بھر کمہ دروازہ قمت آدمی ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ نہ جانے یہ کون تھا۔ میرے چہرے سے انتہائی خطرناک معلوم ہوتا تھا اور کسی صورت میں اس کا ہاتھ نہ تھا۔ میں نے ایک اور کوشش بھی دیکھی کہ وہ تمام لوگوں کے چہرے اسی نمونے سے دھلوا کر رکھ رہا تھا۔ میں ان لمحوں کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔ دو باتوں میں سے ایک کا فیصلہ کرنا تھا تو میں نہیں پھیرا ہوں اور ان کے سامنے ڈاؤن یا پھر یہ خطہ مول نے لیکن انہوں نے کے سامنے گرا کر ایک ایک سٹا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک یہ کاروبار ہوا۔ میں اپنی جگہ سے ہٹنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔ پتہ نہیں چلایا ان لوگوں کو میرا خیال نہیں آ رہا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے دوسروں کی طرح میری تلاش بھی ہوتی کیونکہ میرا تعلق بھی عمارت کے ملازمین ہی میں سے تھا۔ بہر حال یہ آفت نل گئی اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوا واپس اپنی جگہ گیا۔

اپنے بارے میں ان لوگوں کی بڑی رنجش رہا میرے علم میں آئی رہیں۔ جیسی ہانک جیسی تھی۔ ٹیٹی وان سے اس کے پورا تقاضا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بہر طور میں یہاں وقت گزار رہا تھا۔ جو کچھ ضروریات تھیں وہاں سے اور بہت تھیں میں انہیں بڑے اطمینان سے انجام دے رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کسی بھی میری پول دھل سکتی ہے۔ بہر طور میں اپنے کام میں مصروف تھا اور اب دلچسپی سے یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں مختصر سے قدم بڑھانے چاہیں تو مشیو مارلو کے بارے میں معلومات حاصل کروں اس وقت میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا وہ وہ کہ میری طرح بھی مشیو مارلو تک پہنچ جاؤں اور اس سے اگلی حاصل کر لیں اس وقت تمام کے تقریباً ساٹھ چھ بجے تھے میں کسی کام میں مصروف تھا کہ دفعتاً مجھے غیب میں قدموں کی آواز میں سنائی دی اور میں چونک کر پلٹ پڑا۔ وہی چوڑے چہرے والا شخص ادھر سے گزر رہا تھا مجھے پلٹے دیکھ کر وہ بھی ٹھکا اور مجھے دیکھنے لگا چند لمحوں اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اور پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”ہیلو۔ تم شاید کارلوس ہو۔“

”جی ہاں جناب۔“

”میرے ساتھ آؤ۔ اس نے کہا اور پتہ اطمینان انداز میں آگے بڑھ گیا ایک لمحوں کے لیے میرے بدن میں سرد لرز چڑھ گئی تھیں۔ لیکن پھر میں نے خود کو سمجھایا لیا اور خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا تھا۔ بہت خوبصورت خواب گاہ تھی۔ داخلی درجے کے فرنیچر سے آراستہ۔ خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

”تمہاری ڈیوٹی کہاں کارلوس؟“ اس نے سوال کیا۔

”مختلف جناب ڈرائیونگ سے لے کر مالی تک کام کرتا ہوں۔“

”ہوں۔ تمہیں علم ہے کہ ایک خطرناک آدمی ہمارے قبضے سے نکل گیا ہے۔ کیا یہ بات تمہیں معلوم ہے۔“

”کیوں نہیں جناب؟ میں نے ہر ممکن لیے میں جلدیاب۔“

”مستر کارلوس! اس وقت جب میں یہاں موجود تھا تمام ملازمین کی جیکنگ کر رہا تھا۔ تم میرے سامنے نہیں تھے۔“

”میں شاید یہاں موجود ہی نہیں تھا جناب کیونکہ اب وہ میں واپس آئے کے بعد میں نے یہ بات سنی۔“

”وہ آئے ہیں تو میرا جیک اپ بھی کر سکتے ہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں یہ ضروری ہے۔ میں نے کہا اور چوڑے چہرے والے شخص کے ہونٹوں پر کراہت پھیل گئی۔

”بیٹھ جاؤ“ اس نے کہا۔

”میں بے جرات کیسے کر سکتا ہوں جناب“ وہ بیٹھ جاؤ، وہ پھر لولا اور ایک سمت اشارہ کر دیا۔ اس کے اندر میں بڑی خود اعتمادی قسموس ہوتی تھی۔ چٹوڑی دیر تک میں خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھا رہا پھر اس نے کہا ”تمہارے باپ ہیں تو تفصیلات مجھے معلوم ہونی چاہیں۔ راجہ نواز احمد صغریٰ صاحبی نظر ناک ہیں، اس نے براہ راست چٹوڑی پر تکیا اور سرتا بٹا یہ سہ کر دیا، اس سلسلے سے خود کو نہیں سمجھا سکا میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے ہتھ پھڑکی سی ہیرا ہوئی تھی اور پھر میرے اندر ہی خود اعتمادی بھرا آئی جو مجھے ہر قسم کے خوف سے بے نیاز کر دیتی تھی۔

”میں نہیں سمجھا“

”تم اس سطح کے انسان نہیں ہو جس سطح کی گفتگو کر رہے ہو۔ میں سے تم نہیں پہچان لیتے۔ کہا یہ نہیں ہو گا کہ تم مجھ سے راجہ نواز احمد صغریٰ کے اندر میں ہات کر دو۔

”میں نہیں سمجھ رہا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں“

”چلو ٹھیک ہے جہاں تم پہنچ کر دو۔ ہاں یہ بتاؤ جتنی ہاک کے پیچھے کیوں گئے تھے“

میں بخود راستہ دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا میں نہیں کس نام سے پکارا ہوں۔

”تمہیں جانے چاہئے تھا کہ میرے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے۔ میرا نام ایلن گراڈ ہے لوگ مجھے سزا گراڈ کہہ کر قافلہ کرتے ہیں۔ اب تم میرے سوال کا جواب دو۔ دو جینی ہاک کے پیچھے کیوں گئے تھے“

”کیا جینی ہاک کے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا“

”میرے سوال کا جواب دو“

”وہ مجھم خود ہی میرے پیچھے کی تھیں۔ میں انکی شخصیت سے خراب تھی وفاق نہیں تھا۔ ان کے بارے میں معلومات میں اگر حاصل ہوئیں“

”جینی ہاک نے اپنے لیے پھانسی کا پھندہ تیار کر لیا ہے اس کی گندی فطرت اب ہمارے آڑے آئے گی ہے اسے جی دیت کر دیا جائے گا۔ ہاں یہ بتاؤ راجہ نواز احمد صغریٰ کہاں تمہارے گروہ کے کئے افراد ہیں۔ اور کیا مقصد کے گروہ تم کہاں آئے ہو“

”کیا میں تم سے یہ معلوم کر سکتا ہوں سزا گراڈ کہ تم لوگوں کو مجھ سے کیا خطروہ اور تم مجھے راجہ نواز احمد صغریٰ جیہنت سے

کیونکر چلتے ہو“

”سزا گراڈ کا نام سنایا ہو گا تم نے؟“

”سزا گراڈ“ میں نے ہنسنے سے کہا۔

”ہاں اس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ انتہائی ہراساں فراتوں کا مالک ہے اب تو یہ بات کہنے میں کوئی ٹھیک نہیں کہ مشہور ماربلو تروکا کی ایک شاخ ہے اور اسی کے لیے کام کرتی ہے گویا مشرقی بھارت میں تروکا کی نگرانی مشہور ماربلو کرتی ہے اور تروکا کو راجہ نواز احمد صغریٰ کے ہاتھوں خاصے نقصان پہنچا دیا۔

”ہاں میں“

”گڈ ویسری گڈ، بہر طور یہ اتفاق ہے کہ میرا رابطہ لوگوں سے قائم ہو گیا۔ ویسے میرا ہاں کوئی مددگار نہیں ہے میں صرف اتفاقاً تیرے طور پر یہاں آیا ہوں“

”تم قاضی ہنگامہ آرائی کرتے رہے ہو اس سلسلے میں کیا سزا قبول کرو گے؟“

”میں ڈیڑھ گراڈ۔ اگر تم راجہ نواز احمد صغریٰ کی طرح واقف ہو چکے ہو تو میں اس بات کا بھی اندازہ ہو جانا چاہئے کہ راجہ نواز احمد صغریٰ نہیں سزا قبول نہیں کرتا۔ ایلن گراڈ عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا تھا۔ چہرہ وہ آہستہ سے لولا۔

”مشہور ماربلو نے مجھے اس علاقہ کا مکمل چارج دیا ہوا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اس کے خیال میں میں ان تمام حالات سے شے کی صلاحیت رکھتا ہوں اور میں اس بات کو ثابت کر دیتا ہوں“

”ٹھیک ہے۔ اگر تم بہ جانتے ہو کہ میرا نام راجہ نواز احمد صغریٰ اور اگر نہیں یہ معلوم ہے کہ میں تروکا کا مددگار رہا ہوں تو پھر تمہیں یہ اندازہ ہو جانا چاہئے کہ میں بھی تمہارے لیے تروکا میں ثابت ہوں گا۔ ایلن گراڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے پھر آٹھکھیں اس پر تکی ہوئی تھیں اور میں اس کی ایک ایک جنبش سے باخبر تھا۔ وقتاً وہ وہاں میں اچھا لیکن میں اپنی جگہ خاموشی کو دہرایا گراڈ کا خیال ہو گا کہ میں اس کی جھلاکتوں سے بچنے کی کوشش کروں گا اور اپنی جگہ چھوڑ دوں گا لیکن میں بھی اتنا احمق نہیں تھا اس کے کہنے کے انداز سے ہی مجھے پتہ چل گیا تھا کہ یہ جھلاکت آگے بڑھنے کے لیے نہیں ہے وہ نہیں ہے۔

بہنہا تو اسے ملدوسی ہوئی لیکن زمین پر قدم جمانے ہی وہ وہاں اچھلا اور گھوم کر پھر لپٹی جگا گیا۔ میں خاموشی سے اس کی حرکات پر لگا ہوا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں کی بار اچھا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی پھر ایک ہراس کے بدن کی بد نشانی نے

تاپا کہ وہ حملہ کرنے والا ہے میں نے فضا میں تلاباز کی کھا کر ڈنوں ہاتھ زمین پر رکائے اور اس کی ٹانگوں میں اچھا لپیں۔ میں گراڈ بڑی طرح الجھ کر اٹھا لیکن اس وقت میری آنکھیں بڑت سے پھیل گئیں۔ جب میں نے اسے دونوں ہاتھ لگا کر رنے سے بچنے ہوئے دیکھا وہ ہاتھوں کو زمین سے لگا کر وہ بارہ پیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

”گڈ ویسری گڈ۔ اچھی خاصی اچھل کود کر لینے ہو میں نے ماہر ایلن گراڈ کے اندر میں غصے کی کیفیت پیدا ہوئی اس نے کی بار بولزیشن بدلی۔ اور پھر میرے اوپر سے جھانگ لگانے سے ایک لمحہ اس سے غفلت کا ہو گیا اس کی لپٹت میری لپٹ ہوئی تھی میں نے زمین میں سنبھل لگائی اور اس کی آنکھوں میں ناگھیں بھنسا دیں پھر میں ایک دم ہٹ گیا ایلن گراڈ اور منہ سے مضمیچہ گرا تھا۔ اس کی پیشانی زمین سے ٹکرائی اور سر سے خون بہنے لگا۔ لیکن اب اس کا چہرہ خون سے سرخ تھا۔ اسے اپنے منہ مقابل کے خطر ناک ہونے کا احساس ہو گیا تھا

ہاتھ وہ پھل گیا میرے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت چھلپتی باری تھی۔ چنانچہ میں احتیاطی تدابیر معمول گیا تھا چند لمحات تک میں اپنے ہوش و حواس میں رہا پھر وحشاہ انداز میں اس پر چھپا۔ اس نے ایک ہاتھ میرے شانے پر ملا لیکن دوسرے لٹے میں نے ایک گھونسا اس کے سینہ پر رسید کر دیا اور اس کا چہرہ مزید سرخ ہو گیا۔ اب میرے اطراف میں خون ہی خون بھرا ہوا تھا۔ اور میری اندر کوئی کیفیت بہت زیادہ خراب ہوئی تھی میرا ذہن اسے سمجھ چھوڑ چکا تھا۔ اس اعضا کام کر رہے تھے میں اب بھی زخمی نہیں ہوا تھا میں تو اس وقت چونکا جب اچانک ایلن گراڈ کے حلق سے خون ناک دھاڑ لگی اس کا چہرہ سامنے کی دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا تھا۔ اور اب ایک خون ناک وجود میرے سامنے ڈل رہا تھا۔ چند لمحات وہ ہاتھ پھیلا

نفسا میں کسی غیر مرئی شکر کو پورے کی کوشش کرتا رہا۔ اور پھر ایلن گراڈ نے منور زمین پر آ کر رہا۔

چند لمحات میں اس نے دم توڑ دیا تھا۔

یہ سب کچھ ضروری ہو گیا تھا۔ ملا ت میرے لیے لیستہ منتہا کر رہے تھے۔ اس کی شخصیت اچانک میرے سامنے آئی تھی اور شام ایلن گراڈ کی کلمات جلد سے وہ منہ سے

لیکن میرے لیے ایک اور راستہ کھل گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس علاقے میں بڑی حیثیت رکھتا ہے میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا ہاں باقی سب کچھ کرنے کے لیے کافی منت

کرئی بڑی تھی۔ بہت سے اچانک آجاتے دوسروں سے خود کو محفوظ رکھنا پڑا اٹھا کر سے کی ہوجات ہوگی تھی۔ اسے سمجھنا بھی ایک مشکل کام تھا اور اس کی لاش کو چھانکے لگانے کا مسئلہ بھی تھا۔

پھر میں نے اپنا چہرہ دوبارہ تبدیل کر لیا۔ اور اب میں ایلن گراڈ کی شکل میں تھا۔ لیکن اس کردار کو چھانکے کے لیے مجھے کتنے ہاتھ پھیلنے پڑے اس کا کٹھے احساس تھا۔ تمام کاموں سے فراغت تو ہوئی تھی۔ لیکن خود کو اس ماحول میں ہم کرنے کے لیے اور اپنا کردار نبھانے کے لیے میں نے ایک نیا منصوبہ بنا لیا۔ اب میرے سامنے مشروپ کی بوتل اور گلاس ہونے لگے اور لوگوں کے خیال میں ہر وقت بہتا رہتا تھا۔ پتہ نہیں اس سلسلے میں گراڈ کی کیا کیفیت تھی لیکن دوسرے لوگوں کو اچھے بہا میں چھپو گیاں کرنے خود میں نے بھی سنا تھا۔

”دو چائے سزا گراڈ کو کیا ہو گیا ہے؟“

”ہر وقت پیٹنے رہتے ہیں“

”وہ تو ایک ایکٹو انسان تھے“

”کوئی غم لگ گیا ہے؟“

”پتھر میں بھی جو تک لگ سکتی ہے“

”ضرور سزا گراڈ کو کوئی ایسا غم لگ گیا ہے جس کے بارے میں وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتے۔ میں ان تمام لوگوں کی باتیں سنا تھا۔ اور دل ہی دل میں سمجھ رہا تھا کہ ازل و قبل از میں سے اسے میں کوئی خاص شہ نہیں ہو سکا ہے لیکن کوئی فوسر تانی شخص کی آنکھوں میں، میں نے شے کے تاثرات مانے تھے یہ ایلن گراڈ کا سیکہ بڑی تھا۔ یعنی میرا بارہا اس نے مجھے اس طرح کے سوالات کئے تھے کہ میں چونک کر اسے دیکھنے لگتا تھا۔ لپٹا ہر وہ مودب نظر آتا تھا۔ لیکن بول محسوس ہوتا تھا جیسے وہ میرے بارے میں کسی شے کا شکار ہو گیا ہو میں نے اسے چیک کرنے کا فیصلہ کیا۔

ایلن گراڈ کا ایک خصوصی ملازم ایک بولہ بٹلر عموماً میرے لیے کھانا وغیرہ لانا کرتا تھا۔ اور میرے کمرے میں اس شام کوئی فرد نہ تھا۔ میرے سامنے ایک خاص بولہ بٹلر کے پاس دیکھا۔ میں نے اپنے آپ کو اس سے پوچھ کر دیکھا۔ بٹلر کوئی فوسر کو دیکھ کر ہڑا۔

”ہو گیا اور کوئی فوسر نے مرگوشاہ انداز میں اس سے کہا کہ بولہ بٹلر اسے تم نے کوئی خاص تبدیلی محسوس کی ہے“

”نہیں جناب“

”وہیے اس کے مشاغل کیا ہیں بزرگی فوسٹر نے بلوچیا۔ معمول کے مطابق ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس میں نے جس سے مجھے کوئی شہ ہو تا۔“
 ”تم بڑے بڑے ہو چکے ہو تمہاری آنکھیں ناکا مالہ ہیں ایسی بات نہیں ہے میں احمق نہیں ہوں، کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے کاش میں اس سلسلے میں کوئی ثبوت حاصل کر سکتا، تم میری مدد کر کے ہمیں ناکام رہے ہو“

”میں تو ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں جناب بظلم نے جواب دیا اور کرنی فوسٹر چھٹلائے ہوئے انداز میں گردن ہلا کر وہاں سے آگے بڑھ گیا میں نے کرنی فوسٹر کا ہاتھ پکڑ لیا چھوڑا اختلاف اس شخص کے کچھ کرنے سے پہلے ہی میں اس کا ہاتھ کر دینا چاہتا تھا۔“
 چنانچہ میں اس کے ہاتھ پکڑنے ہی اندر داخل ہو گیا اور جیسے ہی کرنی فوسٹر نے اپنے کمرے کے دروازے کو کھولا میں بھی اس کے نتیجے ہی پہنچ گیا۔

”بابتہ اندر کروڑ پڑ فوسٹر ہمیں نے کہا اور میری آواز سننے ہی اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔“
 ”تم مسٹر گراڈ اس کے منہ سے لڑتی ہوئی آؤر نکلی اس کے ہاتھ لے اختیار اور ہاتھ لگے تھے میں نے اس کی جھپٹ کی تلاشی لی اور پھر ٹوکٹ کے گرہان میں ہاتھ ڈال کر لہنی ہو سٹر سے پتوں نکال لیا پتوں اپنے قبضے میں لینے کے بعد میں نے اپنے پتوں کی نال سے اسے پیچھے دھکیل دیا اور وہ تین چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔“

”میں نہیں سمجھ سکا مسٹر گراڈ“
 ”میں نہیں سب کچھ سمجھاؤں گا۔ پر بارے دوست“
 ”تم مگر آپ“
 ”تم بظلم سے میرے بارے میں کیا معلومات حاصل کر رہے تھے؟ میں نے سوال کیا۔“

”جی نہ وہ بہریشان سے مجھے میں بولا۔“
 ”ہاں میں نے تمہاری تمام گفتگو سن لی ہے“
 ”مگر جناب۔ مگر جناب۔“
 ”سلو ڈیو فوسٹر میں اپنے بارے میں چھان بین کرنے والوں سے خوش نہیں ہوتا“
 ”وہ تو خشک ہے جناب، لیکن آپ جانتے ہیں میں آپ کے وفاداروں میں سے ہوں۔ ان دنوں آپ کی خشکی“

”ہے۔ وہ ہم سب کے لیے توجہ خیز ہے اور میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر کسی کوئی سی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپ اس قدر بہتشان نظر آتے ہیں“
 ”ہوں، لیکن میں اپنے بارے میں چھان بین کی اجازت کسی کو نہیں دیتا اور اس کی ایک خاص وجہ سے مسٹر فوسٹر کا خاص وجہ اس نے منجھارہ انداز میں کہا۔“
 ”ہاں“

”مجھے سمجھانا پلاند کر رہی کے جناب۔ فوسٹر نے (بصرہ) دیکھتے ہوئے کہا۔“
 ”ہاں۔ وجہ یہ ہے کہ میں ایلن گراڈ نہیں ہوں میں نے جواب دیا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں لیکن اتنا پھر تھلا اور مضبوط اعصاب کا مالک نکلے گا اس کا بچہ لڑا نہیں تھا۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے اس کا گھونہ میرے ہیٹ پر ہڑا۔ میں اس کے لیے قطعی تیار نہیں تھا، میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ انہی پھر سے سے حملہ کرے گا۔“

اس نے فوراً ہی بلٹ کر چھہرہ دوسرا حملہ کیا لیکن میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں اس کا جوابی کاروائی شروع کر دوں میرا پاؤں اس کے پیچھے ہڑا اور وہ بے اختیار جھک گیا۔ پھر میرا دوسرا پاؤں اس کے چہرے پر ہڑا، شاہد وہ جسمانی لڑائی کا ماہر نہیں تھا۔ اس لیے میرے چہرے ہی گھونٹوں نے اسے زبیں پر گرادیا اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے گرہان سے بچ کر اسے اٹھایا اور سرد لہجے میں بولا۔

”ہاں میں ایلن گراڈ نہیں ہوں میں نے ایلن گراڈ کو قتل کر دیا ہے“
 ”تک کہ کیا؟ اس کے منہ سے دہشت زدہ کی آواز نکلی۔“
 ”ہاں تو کچھ میں نے کہا بالکل درست کہا۔“
 ”مت تو تو۔ تم“

”ہاں ہاں بولو آگے۔ بولو۔ میں نے منکرانے ہوئے کہا اور اس کی انگلیوں پر پاؤں رکھ دیا۔“
 ”پلیز پلیز ہاتھ سب کچھ رکھیں آپ۔ میرا مطلب ہے آپ راجہ نواز اصغر ہیں“
 ”گڈ یہ ہوئی نا بات، یہ خیال تمہارے دل میں کیسے پیدا ہوا“
 ”اس وقت راجہ نواز اصغر کو کچھ تلاش کر رہا ہے۔ راجہ نواز اصغر ترلوکا کا دشمن ہے اور ترلوکا کی طرف سے اس کے بارے میں خصوصی ہدایات ملی ہیں“

”دوبری گڈ آگے بڑھے ترہو۔ ترلوکا کو پھرے بارے میں ہم ہوا۔“
 ”ممشیلو مارلو کے ذریعے۔ مشہور مارلو نے ترلوکا کو اطلاع دی ہے کہ راجہ نواز اصغر رنگا پہنچ گیا ہے اور مشہور مارلو قریب ہے۔“

”جواب کیا ملا ترلوکا کی طرف سے“
 ”آپ یقین کیجئے نہیں معلوم۔ کرنی فوسٹر نے خوفزدہ ہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا میں نے دانت پیستے اٹھایا دیاں پاؤں اٹھایا اور اس کی گردن پر رکھ دیا کرنی فوسٹر نے اپنی آنکھیں انداز میں سکڑنے اور سمٹنے لگا لیکن میرے پاؤں کو اس کی گردن پر پڑھتا ہی جا رہا تھا۔“
 ”جواب دو ترلوکا نے کیا جواب دیا“
 ”ممجھے۔ آپ یقین کریں، میں اتنا باخبر انسان نہیں ہوں میں نے تو صرف یہ سنا ہے کہ ترلوکا کہاں آ رہا ہے“

”ہوں اور کچھ“
 ”نہ نہیں۔ آپ یقین کیجئے آپ یقین کیجئے۔“
 ”میں نے یقین کر لیا، میرے دوست یقین اب تمہاری زندگی میرے لیے ضروری نہیں ہے۔ میں نے ایک زوردار جھٹکے سے اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی، کرنی فوسٹر زمین پر تڑپنے لگا کے منہ سے خون کا فوارہ ابلہ اٹھا تھا، کی بارہ تڑپاؤں پھر نے دم توڑ دیا۔“

میرے لیے اس لاش کو ہٹکانے لگانا بھی مشکل کام نہیں تھا۔ ایک ایسی جھک تلاش کر چکا تھا جہاں سے ہمارا لاشیں ہٹکا جا سکتی تھیں۔ پھر ترلوکا کی فوسٹر وہ واحد آدمی تھا جسے بڑھاپے پر کئی تھا۔ فی الحال کوئی اور شخصیت نہیں تھی بلکہ ایک دم آدمی تھا لیکن شکر کے بارے میں میں نے فیصلہ کر لیا اسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہاں اس ہڈی کا ضروری ہے کی تاکہ وہ کسی اور کا لگانے بن سکے۔

کرنی فوسٹر کو قتل کرنے کے بعد میں فوری طور پر تڑپ کر گیا تھا اور اس رات میں دو تڑپ اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں سوچتا رہا۔ ترلوکا اگر رنگا لگایا ہے تو اس کا مقصد ہے کہ اس کے بارے میں ہاتھوں سے سچ کر نہیں جاسکے گا۔ پھر طرز نجانے کس تہ مجھے نیند آئی۔ دوسرے دن اس وقت لوزر باسٹا سے باہر گئے تھے جب میرے دروازے پر زور زدہ سے دستک نے ہی میں نے پتوں کھینے میں کیا اور اپنے آپ کو درہت لے کر لوہے کے قریب پہنچ گیا۔ دو آدمی موڈ پ

”کھڑے تھے۔“

”جناب عالی مسٹر کرنی فوسٹر سے ملاقات نہیں ہو سکی، ہم ایک ضروری کام سے پہنچے تھے اور جب وہ ہمیں نہیں ملے تو ہم آپ کے پاس آگئے“
 ”کیا بات ہے۔“

”چند افراد آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں“
 ”کھٹیک ہمارے آؤر میں نے جواب دیا۔ اور فوسٹر نے ہر کے بعد تین آدمی ہمارے سامنے موجود تھے، بیٹوں، ہی اوڈب نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے تنہائی کی خواہش ظاہر کی اور میں ہاتھ اٹھا کر گردن ہلا دی، چند لمحات کے بعد ان تینوں کے علاوہ میرے پاس کوئی نہیں تھا۔“

”ہم غیبی مارلو کا ہتھیار لے لے ہیں کیا ابھی تک راجہ نواز اصغر کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں“
 ”ہاں مجھے افسوس ہے کہ میں ابھی تک اسے تلاش نہیں کر سکا ہوں“
 ”لیکن مشہور مارلو کی ہدایت ہے کہ راجہ نواز اصغر کو ایک لمحے کے لیے چھوڑا جائے“

”میں کوشش کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ میں بہت جلد اسی کوششوں میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس کے علاوہ اور کیا کچھ ہے مشہور مارلو کی طرف سے؟ میں نے سوال کیا۔“
 ”ہاں مشہور مارلو کو تینوں کا شہر ہے کہ راجہ نواز اصغر کو کئی تک کیوں نہیں حاصل کیا گیا، میڈم جینی ہاک نے اس سلسلے میں ایک منصوبہ تہمت دیا ہے جسے وہ بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہیں، کیونکہ وہ اس شخص کے ساتھ کافی وقت گزار چکی ہیں“

”گڈ، کھٹیک ہے، میں نے جواب دیا۔ فوسٹر نے دیر کے بعد وہ لوگ رخصت ہو گئے، میرے ذہن میں بہت

عمران ڈائجسٹ کی مقبول کہانی

سلاسیہ

مکمل ایک حصے میں

قیمت ۲ روپے منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۲، اردو بازار کراچی

رہا تھا پھر تین میں ایک خیال اٹھا آیا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

مامی، بیٹی، بولی یا دیں، گڈ رے ہوئے واقعات لہذا صفر کی زندگی اونی تھی۔ کیا کچھ نہیں تھا اس زندگی میں کئے اٹل پھیرتے، کئی اونی کہاٹیاں چھپی ہوئی تھیں ایک بار پھر وہی کہاٹیاں دہرانے کو بھی جا پھار کیوں نہ خود کو ماضی کے سپرد کر دوں اور اس کے منہ سے نکلے۔

دل کو یہ بات خوب چھی۔ میں حال کو بھول جانا چاہتا تھا۔ بائبل بھول جانا چاہتا تھا۔ اور اس کے لئے مامی کا ہاتھ ہی سب سے اچھا تھا۔ دل اس بات پر جم گیا۔ تیری آوارہ مردوں کے لئے بنگاک میں سب کچھ تھا۔ بے شمار کیننگ تھے جن کے بارے میں معلوم کر لینا مشکل نہیں تھا۔ اس فیصلے پر بدل خوب جم گیا۔ میں مانتا تھا کہ ان کے دل و ہنار بھی جوں کے توں ہوں گے۔ کوئی تہمتی نہ ہوتی ہوگی ان میں۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی شخصیت کو بائبل بھول جاؤں گا اور وہی بڑا نانا لڑزبہ کروں گا۔ جو میری منشا اور مسانا جاتا تھا، جس کے گناہیں آوارہ گردوں کے لئے خوشیوں کے بیجا پوشیدہ ہوتے تھے۔ اس فیصلے پر پوری طرح گلدار آمد کرنے کے لئے میں ایک بازار میں نکل آیا۔ اور پھر سارا دل کی ایک دوکان سے اپنی پسند کا ایک خوب صورت گٹا خریدنے کے بعد میں نے اپنے آپ کو آوارہ گردوں کے روپ میں ڈھال لیا۔

بنگاک کی سڑکوں اور گلیوں میں ایسے آوارہ گردوں کی کمی نہیں تھی، بے گناہ، زندگی بنگامہ خیر یوں سے لاپرواہ انسان یہاں جگہ جگہ موجود تھے اور کسی ایک نئے آدمی کا اندازہ کسی کو چوکنے کا باعث نہیں بن سکتا تھا، چنانچہ اس نئی دنیا میں داخل ہونے کے لئے میں نے لوگوں کے کیننگ کے راستے معلوم کئے اور پھر ایک کیننگ کی جانب چل پڑا۔

کوئی ساتھی نہیں تھا، صرف گٹا زمیری زندگی کا ساتھی بنا۔ اس وقت جس کیننگ میں داخل ہوا اس کا ماحول میرے لئے اچھی نہیں تھا، وہی زندگی بے سے اہمائی، وہی خوب صورتی سب نے اپنی اپنی دنیا نگ بنا کر تھی موسیقی، رقص، گیت ہر شخص آزاد تھا، سب پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ بس حبیب میں رقم ہونا شرط تھی، ہر شے دستیاب ہو جاتی تھی۔

میں نے بھی اپنے لئے ایک گڈ منتخب کر لیا اور وہاں ایک چھوٹی سی چھو لڈاری لگا لی۔ آوارہ گردوں کے خول کے خول

میں گڑا کر دار میرے لئے بھی محفوظ تھا۔ لیکن ان تمام کوششوں کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی اندازہ لگاتا جا رہا تھا کہ مشہور ماربو اور ترلوکاب میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ ذہن کے بے شمار فائدے کھل گئے ہوں اور حقیقت نگاہوں سے دور نہیں تھی کہ ترلوکا کا شیطانی ذہن بہتر انداز میں سوچتا ہے، اور وہ صحیح فیصلہ کرنے پر قادر ہے وہ جانتا ہے کہ راجہ نواز اصغر کی سوچ کہاں تک جا سکتی ہے اور راجہ نواز اصغر کس انداز میں کام کر سکتا ہے، ان لوگوں کے ذہنوں میں فیصلہ ہی خیال ہوگا کہ میں ان کے درمیان بھی کھیل رہا ہوں، یعنی ہاک،

یہی دان اور دوسرے ایسے کردار میرے سامنے آئے تھے جن سے ہر طرف کی ذہنی طرح ترلوکا میرے بارے میں نتیجہ اخذ کر سکتا تھا، اچھی دان بلاشبہ میری مددگار ثابت ہوئی تھی، لیکن میں اس کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا، اور اس کا یہی طریقہ تھا کہ اسے اپنے معاملات میں زیادہ لگجھانے کی کوشش نہ کروں، سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے، میں اپنے آپ کو کچھ عرصے کے لئے ترلوکا کی نگاہوں سے محفوظ کر لوں، کیونکہ ظاہر ہے ترلوکا اس وقت انتہائی شدت کے ساتھ میری تلاش میں مصروف ہوگا اور یقیناً ان تمام چیزوں کو تہنگ لگا رکھے گا جو میرے لئے خطرناک ہو سکتی ہے، چنانچہ بہتر یہ ہے کہ میں کچھ وقت کے لئے ترلوکا کی ہنگامہ آرائیاں معطل کر دوں۔ اور کوئی بھی ایسی شکل اختیار کروں جس سے ترلوکا بنگاک میں میری تلاش میں ناکام ہو جائے، اس طرح اپنا طویل وقت یہاں صرف کر کے وہ پریشانیوں کا شکار ہو جائے گا۔ اور یہ پریشانیوں اُسے کافی طور پر متاثر کر دیں گی۔ لیکن کوئی ایسا کردار ایسی شخصیت مائل کرنے کے لئے مجھے یہاں کے ماحول میں اپنے آپ کو ضم کرنا ہوگا۔ اور میں اس کے لئے صحیح فیصلہ کرنے لگا۔ مشہور ماربو کو کم از کم اس وقت تک نظر انداز کرنا ضروری تھا۔ جب تک ترلوکا یہاں پراس کی سرہم کرتی رہا ہے۔ بڑا ہی مناسب فیصلہ تھا اور میں اس فیصلے سے کافی حد تک مطمئن تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنگاک کی زندگی میں اپنے آپ کو کس طرح ضم کیا جائے، میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ چند روز اس طرح خاموشی سے گزارے جائیں، بدل جوتی شکل میں کوئی مجھے یہاں پہچان تو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ کوئی ایسا راہ اختیار کر جائے جہاں ناموشی کے یہ لمحات مشکوک سے گذر جائیں۔

بہت کچھ سوچا اس بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا، یعنی جب تک وہاں آئی میں نے اپنا میک اپ اتار دیا، لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے بھی بدل لیا تھا، چند ہی دنوں کے بعد یعنی ہاک واپس آئی، وہ میرے عقب سے نکل کر میرے سامنے آئی اس کی نگاہ میرے چہرے پر نہایت بڑی تھی، پھر وہ گردن جھکا کر میرے سامنے بیٹھی گئی۔

”میں آپ کی آمد سے انتہائی — اچھی اہل نے اسے ہی جھلے کیے تھے کہ اس کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، یعنی لی کہ یہ تیرے خیال کے مطابق تھی، وہ صوفی سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی، لیکن اس میں کیا باہ نہ ہو سکی۔ اس کے بدن پر راجہ شہاری ہو گیا تھا،

”جملہ پورا گروہین ہاک، میں نے سر دلوئے میں کہا، لیکن اس کی آواز بند ہوئی، جب دیر تک وہ کچھ نہ بول سکی تو میں نے گہرے سامنے لے کر کہا۔“

”تمہارے پاس اتنا ضروری تھا، یعنی کیونکہ اب ترلوکا بھی یہاں آ گیا ہے اور تم کوئی منصوبہ پیش کرنے والی تھیں، میرے لئے یہ وہ منصوبہ یہ کیا تھا۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، میں اپنے دل کی گندگی بٹا دینے کا خواہش مند ہوں، شاید تم نے راجہ نواز اصغر کے بارے میں پوری تفصیلات نہیں معلوم کیں۔ ورنہ تم اپنا ٹوکا بھی منصوبہ اس کے لئے نہ پیش کرتیں، یعنی ہاک میں صرف آ لئے آیا ہوں کہ میں سب سے پہلے تمہارے منصوبوں سمیت دفن کر دوں۔“

”سنو۔ سنو۔ راجہ نواز اصغر۔ بات تو سنو۔ میں۔ میں وہ دہشت زدہ انداز میں کھڑی ہوئی۔ لیکن مجھ پر مخون طار ہو گیا تھا، میرا ہاتھ سامنے سے اس کے گردن پر پڑا اور اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی، میں نے دوسرے ہاتھ میں اس کی گردن کی بڑی توڑ دی اور وہ لہر کرکٹ پر گری ڈیر توڑ پھینچنے کے بعد اسے دم توڑ دیا، اور میں اس کی موت کا یقین کرنے کے وہاں سے نکل آیا یہاں میرا کام ہی ختم تھا، باہر کھڑے ہو۔ لوگوں میں سے چہرے مجھے تعجب سے دیکھا لیکن رونے کی تہمت کسی نے نہیں لی تھی، میرا ذہن ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا اور اس کے بعد میں واپس نہیں پہنچا بلکہ میں نے بنگاک کے ایک چھو سے ہوٹل میں قیام کیا، رات بڑی پر مسکون نیند آئی تھی، لیکن دوسری صبح ناشتے کی میز پر میرا ذہن ترلوکا میں لگجھانا ہوا تھا۔ مشہور ماربو اور ترلوکا مل گئے تھے، لیکن مشہور ماربو آخر یہی کون بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں اس کے بارے میں —

سے خیالات تھے چند لمحات میں سوچا ہا اور اس کے بعد میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر لیا، میں نے سوچا کہ یعنی ہاک سے خودی ملاقات کر لی جائے، چنانچہ تھوڑی سی کوشش کے بعد میں نے اپنے ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دے لیا، اور اس کے بعد میں اس عمارت سے باہر نکل آیا، خاصے عرصے کے بعد میں یہاں سے دور نکلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن میں اس فیصلے سے غیر مطمئن نہیں تھا، یعنی ہاک کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے معلومات حاصل تھیں۔ لیکن اس وقت میں ایک نئی حیثیت سے اس کی رہائش گاہ کی طرف جا رہا تھا، طویل فاصلے طے کرنے کے بعد میں بنگاک کے اس علاقے میں پہنچ گیا، جہاں یعنی ہاک کی رہائش گاہ تھی، اور تھوڑی دیر کے بعد میں اندر داخل ہو گیا۔ یعنی ہاک لینے کمرے کے اندر موجود تھی، اس نے مجھے دیکھا اور اس کی حالت غراب ہو گئی، وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی، مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر تعجب سے تاثرات ابھر آئے تھے، پھر اس نے لہر زنی ہوئی آواز میں کہا —

”ادہ — جناب — جناب — میں — میں — کوئی بات نہیں یعنی میں نے سوچا کہ تم سے خودی ملاقات کر لوں، میں نے جواب دیا۔“

”جناب — میں انتہائی معذرت خواہ ہوں، ابھی تھوڑی دیر قبل مجھے مشہور ماربو کی طرف سے کچھ بیجا ملامت براہ راست موصول ہو رہی تھی۔“

”کیا —؟“

”یہ کہ مشہور ماربو یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اور راجہ نواز اصغر کے سلسلے میں سننے کے بعد ان کی کیفیت انتہائی پریشان کن ہے۔ وہ ہر قیمت پر راجہ نواز اصغر کو تلاش کر لینا چاہتے ہیں۔“

”ہوں — ہر طور اس سلسلے میں تمہارے پاس کوئی منصوبہ ہے۔ میں اس کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے تم تک پہنچا ہوں۔“

”آپ نے کیوں زحمت کی مجھے ٹھالیا ہوتا، مشہور ماربو براہ کرم آپ کیا بیجا پسند کریں گے۔“

”کوئی بحث نہ شروع کرو۔ میں ابھی لاتی ہوں، وہ خود ہی باہر نکل گئی، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، یعنی ہاک کی کوئی کوشش کے بارے میں مجھے تمام تفصیلات معلوم تھیں، چنانچہ مجھے یہاں زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ اس کے باہر نکلنے ہی میں نے حبیب سے چھٹی سی نشیمنی نکالی اور ایونٹیا کی چھواریں اپنے چہرے پر مارنے

میرے اطراف میں بھنگ رہے تھے اُن کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میرا ذہن خیالات میں ڈوب گیا یاد اُنے کو تو بہت ہی باتیں یاد آ رہی تھیں، ماضی کا ایک سیرا میرے سامنے آتا اور میرے ہاتھ بے اختیار اس کی جانب بڑھ جاتے۔ جی چاہتا کہ گزرے ہوئے وقت کو گرتی میں لے لوں اور وہی سب کچھ میرے سامنے آجاتے میری آنکھیں خوابناک انداز میں پھیل گئیں اور آوارہ گردوں کے غول کے غول ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے اور ان سے ایک تصویر ابھرنے لگی ایک ایسی تصویر جو میرے لئے بڑی دل گزار تھی۔ میرے کان اُن آواز سے آشنا تھے وہ لمحات وہ ماحول زندگی کا سن ترین ماحول تھا اور میں اپنے آپ کو اُس کی گرفت سے نجات کرنا۔

”میں ایک ہر دم میں پھنس گیا ہوں۔ استاد سردار سے نے کہا۔“
 ”کیا بات ہے۔؟“
 ”وہا بڑی ہے نا۔“
 ”ہاں ہاں۔“
 ”بمخاطب تمام اس سے جان چھڑانی ہے۔“
 ”کب۔۔۔؟“
 ”ابھی تو بڑی دیر قبل میرے ساتھ تھی۔“
 ”ویرمی گڈ۔ کیا بکر رہی تھی۔؟“
 ”اُسے چنانک مجھ سے شدید عشق ہو گیا ہے۔“
 ”چانک کیوں۔؟“
 ”میرا مطلب ہے کہ پہلے وہ صرف مجھ سے متاثر تھی، اب وہ مجھ سے عشق کرنے لگی ہے۔“
 ”اور جو وہ صورت حال کیا ہے۔؟“
 ”یہ کہ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔“
 ”یہ تو توشیح کی بات ہے۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔“
 ”نہیں وہ سیدھے ہے استاد۔ رو بھی رہی تھی کہ مجھ تک اب تم بناؤ، میں اسے گلے سے لے کر ہانڈھ ملتا ہوں۔“
 ”اُس کا خیال ہے کہ تم شوق کے اُس پلٹے سب کچھ چھوڑو؟“
 ”بس پیار کی اس جینن راہ کی طرف قدم بڑھا دیں جو ستاروں تک جاتی ہے، وہ میرے لئے ساری دنیا چھوڑنے کو تیار ہے۔“
 ”واہ۔ واقعی بڑی ایک اور محبت کرنے والی لڑکی ہے تم خوش نصیب ہو سردار، ورنہ آج کل ایسی لڑکیاں کہاں ملتی ہیں۔ جو محبت کے لئے سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔“
 ”لاؤن ولا قوۃ اتاد میں اسے سر سے توئیں ہانڈھ ملتا۔“

بھلا کہاں لے جاؤں گا اسے میں۔ اور پھر مجھے اس سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے۔ سردار سے بڑا سا منہ بنا سے ہوئے کہہ۔
 ”تم نے اُسے کوئی جواب تو دیا ہوگا۔؟“
 ”بس جان چھڑانے کے لئے کہہ دیا تھا کہ سوچ کر جواب دوں گا، جس پر اس نے مجھے بہت ہی دھکیلا دی اُن کی وہ چوڑی پینے کا پائپ بنا کر توڑی کر لے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔“
 ”سردار سے۔ میں نے سنجیدگی سے کہا اور سردار سے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔
 ”میرا خیال ہے اب وہ لوگ اس قابل بھی نہیں رہے کہ ہم مزید ایک دن اُن کے ساتھ گزار سکیں۔“
 ”بالکل استاد۔ لیکن۔۔۔“
 ”اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات اور سنو۔“
 ”وہ کیا استاد۔؟“
 ”تمہارے پاس جانے سے قبل وہ میرے پاس آئی تھی اُن نے مجھے بھی یہی پیش کش کی تھی۔“
 ”یعنی۔۔۔ سردار سے پتلے پتلے ڈک گیا۔“
 ”چلتے رہو۔ چلتے رہو۔ میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔
 ”استاد۔!“
 ”تم جانتے ہو سردار سے میں چھوٹ نہیں لوں گا۔“
 ”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن مجھے تعظیم تو بتاؤ میرا دل نے کہا۔“
 ”وہ میرے پاس فیصیح میں آئی تھی۔ اس نے کہا کہ مجھے بے پناہ چاہتی ہے میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی میرے ساتھ یہاں سے نکل جانے کی خواہشمند ہے، تب میں نے اس سے کہا کہ باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے، لیکن میرے ساتھ ہی گیا ہوگا تو مجھے بے پناہ چاہتا ہے تو اس نے کہا کہ اس کے سب کچھ چھوڑ دیا جائے۔ بہر حال میں نے اس سے نیم فرمائندی کا اہتمام کر لیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک الجھن بھی پیش کر دی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اپنے ساتھ ہی کو چھوڑنے کے بعد میں قلائش میں پناہ لگا کیونکہ وہ میری لقاقت کر لے۔ اُس پر اُسے حیرت ہوئی اور اُس نے کہا کہ بظاہر تو یوں لگتا ہے جیسے تم ہی سب کچھ کرتے ہو اس پر میں نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے سامنے کی محبت ہے اور وہ سب کچھ اُس کا ہے۔“
 ”استاد، استاد بس کرو، لعنت ہے اُس پر اُن سے

کے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہانی استاد سردار سے بھاری ہے بولا۔
 ”تو پھر اے کیا پروگرام ہے۔ میں نے شرارت آمیز انداز اپنایا۔“
 ”ارے میں اسے پکڑ کر اتنے جو تے لگاؤں گا کہ اس کے ارغ کے تمام ٹانے دست ہو جائیں گے سردار سے نے غیظیلے عجز میں کہا۔“
 ”میں اس کی اعزازت نہیں دوں گا سردار سے۔“
 ”تو پھر۔۔۔؟“
 ”گھاس ہی مات ڈالو۔“
 ”مگر وہ تو چلی رہے گی نا استاد۔“
 ”تو ایسا کرو، اس سے کہو کہ اس معاملے میں تم اپنے ساتھی سے مشورہ ضرور کرو گے۔ بس پھر کام چل جائے گا۔“
 ”اُس کے استاد کیا جتن ہے خود کو۔ جو نہ سردار سے نے گردن جھکتے ہوئے کہا اور پھر وہ قریب سے گذرتی ہوئی دو لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔
 ”استاد۔۔۔“
 ”ہوں۔۔۔“
 ”کیا خیال ہے۔۔۔“
 ”فضول کیوں اس مت کرو۔“
 ”استاد نشے میں بھی ہیں۔“
 ”تو پھر میں نے اکتانے ہوئے لہجے میں پوچھا۔“
 ”چلیں۔۔۔“
 ”چلتے رہو۔ لیکن میری طرف سے ایک اطلاع وصول کرو۔“
 ”میں نے کہا۔۔۔“
 ”اطلاع۔۔۔؟“
 ”ہاں۔۔۔“
 ”وہ کیا استاد۔۔۔“
 ”دو شریف آدمی ہمارا تاقب کر رہے ہیں۔۔۔“
 ”واہ۔۔۔ سردار سے کے منہ سے آہ نہ نکلی لیکن اس نے ہلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔“
 ”کہاں ہیں استاد۔۔۔ وہ آہستہ سے بولا۔“
 ”عقب میں ہیں اور شروع ہی سے ہمارے ساتھ چل رہے ہیں۔“
 ”اس کا مطلب ہے کہ گمراہ بڑ۔۔۔“

”لیکن ہے۔۔۔“
 ”تو پھر استاد سے پلیس سائون کوچھوڑیں۔ سردار سے نے دلچسپی سے پوچھا۔“
 ”کیا خیال ہے خود ہی شروع کر دیں۔ میں نے کہا۔“
 ”اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔ سردار سے بولا۔“
 ”تو پھر آ جاؤ۔ لیکن وقت یہ ہے کہ سنسانا جگہ تلاش کی جائے میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔“
 ”بس استاد آگے سے بائیں سمت چل پڑیں گے۔ وہاں کیپ کا انقسام ہوتا ہے سردار سے نے جواب دیا۔“
 ”اب وہ لڑکیوں وغیرہ کو بھول گیا تھا، دوسرے میں نے تعاقب کرنے والوں کو دیکھا تھا، لیکن اور مجھے یقین تھا کہ مجھے دھوکا نہیں ہوا ہے۔ وہ لوگ ہمارے پیچھے ہی آ رہے تھے۔ بلکہ قد اور بلے سنہرے بالوں والے بہت پتلونوں اور بیگنوں میں ملے۔ ان کی تعداد دو ہی تھی، اور ہم ان سے جوڑنی منٹ سکتے تھے۔ میں نے اسی سمت کا رخ کیا جہاں سے ہم تارکی میں پہنچ سکتے تھے۔ ہاں اس کے لئے ایک طویل راستہ کرنا پڑا تھا۔ بلا سائون تقریباً ایک میل کا سفر کرنا پڑا تھا تب جا کر کیمپنگ کا آخری کیمپ بھی لگا ہوں سے معدوم ہو گیا۔“
 ”ہمارا تعاقب کرنے والے پریشان ہو گئے تھے، ویسے انہوں نے کیمپنگ کے نشان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی اور وہیں کھڑے رہ گئے۔“
 ”کیمپنگ کے کچھ فاصلے پر جس جگہ ہم تھے ایک چھوٹی سی جھیل تھی۔ جس کو درختوں نے گھیرا ہوا تھا، ہم جھیل کے قریب پہنچ گئے۔“
 ”ڈک گئے استاد۔۔۔“
 ”ہاں۔ شاید وہ ادھر آئے کی بہت نہیں کر پار ہے۔“
 ”میں نے جواب دیا۔“
 ”تو پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“
 ”انتظار کرو تو پھر اس۔“
 ”کہیں واپس واپس چلے جائیں۔۔۔“
 ”واپس چلے تو ہم ان کے پیچھے ہوں گے۔ میں نے جواب دیا اور سردار سے گردن ہلاتے لگا۔“
 ”ہم جس جگہ تھے وہاں سے ان لوگوں کو نظر نہیں آسکتے تھے لیکن ان لوگوں کو ہم بھولنا، کیونکہ ہمیں دیکھا کہ وہ لوگ ہماری طرف آ رہے ہیں۔“

” سردار نے۔ میں نے سرگوشی کی۔

” شکار آ رہا ہے استاد۔ سردار کے لیے میں بھیڑنے کی سی غزابتھی تھی۔

میں خاموشی سے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ دونوں پر لیشیاں نظر آ رہے تھے۔ شاید وہ تیران تھے کہ ہم کمان گئے۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں اور سردار سے تیار تھے۔ اوپر ہم دونوں نے بیک وقت ان پر پھلانگ لگائی تھی۔ وہ بری طرح اچھل پڑے۔ دونوں کے طوق سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔ ہم نے انہیں اپنے بازوؤں میں پکڑ لیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے اور سردار نے ان کی جھجوں کی تلاشی لی۔ دونوں کی بغلوں میں ہوسٹر موجود تھے۔ ہم نے ان کے پستول نکال کر انہیں قابو میں کر لیا اور پھر انہیں سیدھا کر دیا۔

” ہیلو۔ سردار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” کک کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا ” ہوں، یہ تو تم ہی بتاؤ گے۔“

” ہم۔ ہم تو سیر کرتے ہوئے اس طرف نکل آئے تھے۔ اس شخص نے کہا اور میں نے آگے بڑھ کر جوتے کی ٹھوکری پوری قوت سے اُس کی پینڈلی پر رسید کی۔ اس کی دلچسپی ختم سے پورا ہاتھوں کوچ اٹھا تھا اور میرے ہنٹے کھانے کی کوشش کی لیکن سردار نے اس کے لیے بال پکڑنے اور پھر وہ اُسے جھکا کر پھینکا۔ یہاں تک کہ لیے بالوں والا زمین پر گر پڑا۔

” کیا میں اسے قتل کر دوں؟“ سردار نے پوچھا۔

” اچھی نہیں، میں نے جواب دیا۔ سردار نے سر ہلے ہوئے آدمی کے سینے پر جوتا رکھ دیا تھا۔

” کیوں تعاقب کر رہے تھے؟“ میں نے اپنے شکار سے پوچھا جواب بھی ٹانگ پکڑے کر رہا تھا۔

” بڑی۔۔۔۔۔ بڑی ٹوٹ گئی ہے میری، اس نے جواب دیا اور میں نے اس کے سر پر ایک زوردار ٹھوکری رسید کر دی۔ مقتد اسے بے ہوش کرنا تھا اور اس جگہ سے مایوسی ہوئی۔ اُس کی کراہی بند ہو گئی تھی۔

” تم۔۔۔۔۔ مار ڈالو۔۔۔۔۔ سردار نے پاؤں کے نیچے دپے ہوئے آدمی نے زبان اٹھا کر کہا اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن

سردار نے اس کی پٹلیوں پر ٹھوکری رسید کر دی۔

” ہوشیاری سے سردار نے۔ یہ بے ہوش نہ ہونے پاتے۔ میں نے جلدی سے کہا اور پھر میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے

اس کا گریبان پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا اور اس کا کونٹ پشت سے کھسکا کر اُسے بے بس کر دیا۔

” کیا تمہیں بھی ہمارے ساتھی کے پاس پہنچا دیا جائے؟“ میں نے پوچھا۔

” نہیں۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ تم درندے ہو۔ وہ چننا ” جن لوگوں نے تمہیں میرے تعاقب میں بھیجا تھا۔ انہوں نے

یہ بات تمہیں نہیں بتائی تھی۔ میں نے زہریلے انداز میں کہا۔

” تعاقب۔۔۔۔۔ وہ سرسرائی آواز میں بولا۔

” کس نے بھیجا تھا تمہیں؟“ میں نے کہا۔

” یقین کرو تم ہمارے تعاقب میں نہیں آ رہے تھے۔“

” اٹھاؤ اسے۔“ میں نے سردار سے کہا اور سردار نے تیرت اگیز طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے ندرے پر اٹھایا۔

” پھیل میں ڈال دو“ میں نے دوسرا حکم دیا۔

” نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ وہ طوق پھاڑ کر دھاڑا اور بری طرح چلنے لگا۔ سردار نے اُسے زین پر ڈال دیا تھا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی اور وہ دہشت زدہ لگا ہوں سے میں دیکھ رہا تھا۔

” بتاؤ کیوں تعاقب کر رہے تھے؟“

” مجھے نہیں معلوم۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم لیکن نے میں ہمارے پیچھے لگا گیا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ تم ہمارے حرکات و سکنات پر نگاہ رکھیں۔“

” لیکن کون ہے؟“

” ڈریم باد کا مالک۔“

” ڈریم باد کہاں ہے؟“

” اُس طرف، وہ جس کے حرف چمک رہے ہیں۔“

” بڑھ بول رہے ہو۔“

” ہاں بالکل سچ، یقین کرو بالکل سچ۔“

” تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟“

” تنخواہ دیتا ہے۔ ملازم ہوں میں اُس کا۔“

” کیا نام ہے تمہارا۔“

” زور راج۔“

” لیکن تو ہم سے کیا دلچسپی ہے۔“

” میں نہیں جانتا۔ میرا ساتھی بھی نہیں جانتا تھا۔“

” ہوں۔ میں نے جھک کر سردار سے کو نشانہ کیا اور سردار نے اس کی پٹلیاں دبانے لگا۔ اس نے تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں

سے اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ سردار سے ہاتھ جھاڑنا ہوا نظر آیا ہوا تھا۔

” لیکن نہیں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

” یہ ایک بہتر ہے چیف۔“

” دیکھئے سے یہی معلوم ہوگا۔“

” چلیں۔“

” میرا خیال ہے ابھی نہیں۔ ابھی تو یہاں کئی روز تک قیام

اس کے۔ میں نے جواب دیا۔

” اوکے چیف۔“

” ویسے مزا آ رہا ہے سردار نے۔

” ہاں استاد۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہماری دلچسپیاں ہر جگہ ہمارا

نظارہ کرتی ہیں۔ آؤ واپس چلیں۔ میں نے کہا اور ہم واپس

پہلے سے تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنیوں میں آ گئے تھے، ہمارا

اپنے شیوں کی طرف تھا، چاروں طرف سے شور و غل کی آوازیں

بہاوری تھیں۔ رات پوری طرح جاگ رہی تھی۔ لیکن ہم رات کی

نیوں میں ٹوکے نہیں بچے، اور اپنے نیچے کی طرف بڑھتے رہے یہاں

سکان کے قریب پہنچ گئے۔

میں اپنے نیچے میں داخل ہو گیا، لباس تبدیل کر کے میں

بڑوں کے سترہ پر لٹ گیا تھا۔ ایت سے خیالات ذہن میں تھے

میں نے سوچا کہ میرے ساتھی کہاں چلے گئے۔ لیکن یہ بھی سوچنے کی

نتیجی، ظاہر ہے بیکنگ میں اس بارے میں سوچنا حماقت ہے۔

طورا ایک بات ذہن میں آئی تھی۔ تمہارا گارڈ ہوا کئی بڑا تھا۔ لیکن

یہ بیکنگ اس کا خاص آدمیوں میں سے ہوا اور یہاں بار چلا تا ہو۔

کی شکل میں اُسے میرے بارے میں معلوم ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں

لی۔ لیکن یہ پی گوڑے کے کچھ ادارہ گروہاں آئے ہوں اور انہوں

نے مجھے پہچان لیا ہوا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر

مہینوں کے لئے کیا کرنا چاہتا ہے پھر جڑوں اس سے۔ یا۔۔۔

رہنے نہایتی، لیکنوں کا خیال آیا کیوں نہ پہلے اُن سے ملاقات کر

اے۔ یہاں کے بارے میں اُن سے مکمل معلومات حاصل ہو

اس کی اس کے بعد لیکن کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔

میں نے کر وٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن فٹنٹا

ونگ پڑا۔ مجھے ایک اور خیال آیا تھا اور اس خیال نے وہ حقیقت مجھے

دلکا دیا تھا۔ ہم نے ان دونوں کو کیوں نظر انداز کر دیا، جو میرے

پس تھے اور جنہیں ہم جس کے لئے چھوڑ آئے تھے۔ وہ ہوش

لنا آگئے ہوں گے اور لیکن کو ان کی نام کی اطلاع مل گئی ہوگی۔

تو پھر کیا لیکن نہیں ہے کہ لیکن کوئی دوسرا فوری اقدام کرے، بلکہ

کیوں یہ خیال میرے ذہن پر اس قدر مسلط ہوا کہ میں لیکن کی سی

سرعت کے ساتھ اٹھا گیا، دوسرے میں نے غصے کے دروازے پر

آیا اور جیسے جتنا انداز میں۔ میں نے باہر جھانکنا پھر دروازہ

کھول کر باہر نکل آیا۔ چند ہی لمحات کے بعد میں سردار سے کے

نیچے کے سامنے تھا۔

سردار نے۔ میں نے اُسے زور سے آواز دی۔ لیکن کوئی

جواب نہ ملا۔ دوسری آواز پر سردار سے باہر نکل آیا تھا۔

” خیریت استاد۔ اس نے سوال کیا؟“

” باہر آ جاؤ۔“

” ابھی آیا استاد۔ سردار نے جواب دیا اور چند لمحات کے

بعد وہ نیچے سے باہر تھا۔

” خیریت تو ہے اچانک۔“

” ہاں خیریت ہے۔ میں نے سوچا کہ تمہاری خیریت

معلوم کر لوں۔“

” تو پھر معلوم کر لی استاد۔“

” ہاں آ جاؤ۔“

” کیا مطلب؟“

” آ جاؤ۔ میں نے کہا اور سردار سے سوچے سمجھے بغیر میرے

ساتھ آگے بڑھ آیا۔

” سمجھ میں نہیں آیا استاد، اچانک ہی یہ سب کیا سوچیں؟“

” سمجھ نہ آئے کی کوئی بات نہیں ہے، بس میں نے سوچا کہ

نیچے میں رات بسر کرنے سے کیا فائدہ کیوں نہ کھلے آسمان تلے

پناہ مل جائے۔ میں نے جواب دیا۔

” خوب، اچھا ہے۔ ویسے بھی ٹھنڈی ہوا میں دماغ کو

سکون دیتی ہیں۔“

” کیا تم سوچتے تھے؟“ میں نے پوچھا۔

” کسی جھوک استاد۔ سردار نے کہا لیکن اس سے قبل کہ

میں اُسے کوئی جواب دیتا، فضا میں اُس کی آوازیں گونج اٹھیں اور

میں اور سردار نے اچھل پڑے تو اب تو آوازیں پھیل ہوئی روشنی کے سائے

میں میں نے چند افراد کو دیکھا جو جارتے نیوں کے گرد جمع تھے نیچے پر

باہر ہی سے کہ لیاں برساتی تھیں۔ اُس کیوں کے علاوہ پستول بھی

استعمال کئے جا رہے تھے۔ شاید باہر والے کوئی خطرہ مول لے بغیر

اندروں جو لوگوں کو چھپائی کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے نیوں میں

چایاں بنا دیں اور پھر شاید وہ بھی استعمال کئے گئے چاروں طرف

ہنگامہ ہو گیا تھا، ہمارے فیصے میں آگ لگ گئی تھی اور پھر جلا اور فطر ہونگے۔ سردار سے پتھر کے بت کی مانند کھرا تھا اور میرے ہونٹوں پر سکرابٹ پھیل گئی تھی۔

اجانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے اس پر فورا ہی عمل کر ڈالا۔ اٹھنے و بٹھرنے اور تپ و تجمار کے لوگ آگ بجھانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے تھے لیکن ہم ایمان سے جلتے ہوئے تھیوں کو دیکھتے رہے۔

”اُستاد! سردار نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ہوں۔“

”اگر ہم ان تھیوں میں ہوتے تو کیا ہوتا۔“

”روٹ“ میں نے سکون سے جواب دیا۔

”مگر تپیں پستہ کیسے چلا اُستاد؟“

”کس بات کا؟“

”اس کا کہ تھوڑی دیر کے بعد یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔“

”بس میں کچھ پڑا سرفورتوں کا مالک ہوں۔“

”نہیں اُستاد! تجدید کی سہ۔ میں واقعی تیرا ہوں۔“

”تمہارے خیال میں کیا ذریعہ ہو سکتا ہے سردار سے؟“

”میری عقل کام نہیں کر رہی اُستاد۔“

”عقل کا استعمال بڑی احتیاط سے کیا جاتا ہے اور اس کے لئے ناہمہ کرنا پڑتا ہے۔“

”یہ بات تو مانتا ہوں اُستاد! سردار نے گردن ہلا دی۔“

”اب سوچنے کی بات یہ ہے سردار سے کہ دن کی روشنی میں۔“

”نہیں نہ ہم بھی رات ہی میں کام شروع کر دیں۔“ اُستاد۔

”جلد بازی مناسب نہیں ہوگی، ہم یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ یہاں پوزیشن معلوم کی جائے۔ اُس کے بعد کام کے بارے میں سوچا جائے۔ لیکن کافی طاقتور شخص معلوم ہوتا ہے کام کرنے کا یہ انداز معمولی نہیں ہے۔“

”ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے مگر۔“

”مگر کیا ہے؟“

”کچھ نہیں میں سوچ رہا ہوں پروگرام کیا ہے۔“

”وہی سوچ رہا ہوں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”دن کی روشنی میں وہ ہیں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں ذیے بھی ہیں یہ بھی بت ہے کہ یہاں جیکسن کی کیا حیثیت ہے۔ اور کتنے آدمی اس کے لئے کام کرتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے اُستاد۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے۔“

”سردار نے کہا۔“

”وہ کیا ہے؟“

”کیوں نہ ہم جیکسنگ سے نکل چلیں، پتھر میں تیل کی قیام کریں اور پھر تیار کیا کر کے ان سے نہیں۔ میں نے پتھر خیال انداز میں گردن ہلائی اور سردار سے کی بات سے متفق ہو گیا۔“

”تپ پھر چلیں اُستاد! سردار نے کہا اور ایک طرف ہرے لگا۔“

”کہاں جا رہے ہو۔“

”گاڑی لے آؤ۔“

”بہتے دو رہنے دو۔ میں نے اُسے چمکارتے ہوئے کہا۔“

”تمہارے ذہن پر اب بھی تک خرابی باقی ہے۔“

”یہ کبھی سمجھا نہیں۔“

”مجھے کی کوشش کرو۔ کیا ہماری گاڑی ان کی نگاہ میں نہیں ہوگی، وہ اُس کی نگاہی نہیں کر رہے ہوں گے۔“ میں نے سردار سے کی پشت مہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ واقعی۔ سردار نے کی آنکھوں میں تجرات کے انداز نظر آنے لگے۔ پھر وہ بولا۔

”مگر اب چلیں گے کیسے۔“

”پسٹیل۔“

”لیکن ہم اس علاقے سے ناواقف ہیں۔“

”روشنیاں رہنائی کریں گی۔ آؤ۔ میں نے کہا اور سردار نے گردن جھٹکنے لگا۔ وہ شاید اپنی قیمتی گاڑی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن مجھے ان مولی پتھروں کی پرواہ نہیں تھی۔ میں لاپرواہی سے چل پڑا۔ سردار نے میرے پیچھے پیچھے تھا۔ ہم دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جیکسنگ سے باہر نکل آئے۔ ہمارا رخ شہر ہی کی جانب تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سردار سے کہا۔

”میرا خیال ہے شہر زیادہ دور نہیں ہے۔“

”ہاں اُستاد! لیکن ہوں جیکسنگ کے فوراً بعد ہی نہیں ہوگا۔“

”سردار نے کہا۔“

”کیا وقت ہو گیا ہے؟“

”ساڑھے چار بجے ہیں۔“

”کیا جیکسنگ میں تیل چل رہی ہوں گی؟“

”میرے خیال میں چل رہی ہوں گی۔ سردار نے جواب دیا۔“

”تپ آؤ جیکسنگ کی تلاش کریں۔ میں نے سردار سے کہا۔ اور ہم لوگ لگا لگا ہیں دوڑانے لگے، چند لمحات کے بعد میں کی گاڑی

اور ہم جیکسنگ میں بیٹھ کر چل پڑے۔ شفاف پتھروں پر بھستری ہوئی ٹیکسی نے ہمیں جلد ہی ایک خوب صورت ہوٹل تک پہنچا دیا، لمبی لیکن کم اونچی سیڑھیوں پر کھڑے ہونے دربان نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور ہم دونوں بیچے اترنے۔ سردار نے ٹیکسی کا پل ڈرائیور کو ادا کیا اور ہم دونوں ہوٹل کی سمت چل پڑے۔ چند منٹوں کا دروازوں کے بعد ہم کمرے میں پہنچ گئے۔ بے حد خوب صورت کمرہ تھا لیکن پتھر اور دوسری ضروریات سے آراستہ۔ نرم بستہ دیکھ کر جوتے اتارنے کو بھی جی نہ چاہ رہا تھا۔ بڑھوٹا کے بعد ہم آرام کی نیند سو گئے۔

چھوٹا لڑکے کے دروازے پر کھڑا تھا، ہمیں مسوس ہوش تو میرے ہاتھ لگا کر کے تاروں پر چلتے چلتے لڑکے گئے۔ ماٹھی کا ایک باب میرے سامنے کھلا ہوا تھا۔ میری آنکھیں آنسو برسا رہیں۔ اپنے افسانوں کے گیلے ہونے کا مجھے احساس تک نہیں ہوا تھا بے اختیار انداز میں میرے ہاتھ لگا کر کے تاروں پر چلتے رہے تھے۔ اس وقت میں سردار کی کیفیت میں کھویا ہوا تھا۔ گذرے ہوئے لمحوں کی حسین چھین میرے دل میں گلاب پیدا کر رہی تھی اور وہی گلزار آنکھوں سے آنسو برسا رہا تھا۔ مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ میرے ہاتھ لگا کر کی تاروں پر کس رفتار سے چل رہے ہیں۔ لیکن گلزار کے شوقین مسیق کے دلدادہ بیبی آوارہ گردوں کے کانوں سے یہ آوازیں محفوظ نہیں رہ سکتی تھیں اور وہ میری چھوٹا لڑکے کے سامنے جمع ہو گئے تھے، پھر ان میں سے کوئی بہت کر کے اندر گھسنا تو اسے مال کی ڈونٹیاں لوٹ آیا۔ ہانپتی کی خوشگوار یادوں ایک دم افسانے کے دھندلوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ اب میرے سامنے حقیقت تھی۔ وہ حقیقت جس میں میں اپنا بہت کچھ گنوا چکا تھا۔ اپنی زندگی۔ اپنی زندگی آنسوؤں سے بھیجی ہوئی آنکھوں سے میں نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ وہ سب میری جانب مگراں تھے۔ ان کے چہروں پر عقیدت کے آثار تھے، یہ بیبی آوارہ گرد تھے۔ جن میں لڑکیاں بھی تھیں اور سوجھی۔ میں بو کھلا کر کھڑا ہو گیا۔ اور کبھی بھی لگا ہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ ایک دراز قامت حسین لڑکی آگے بڑھی اور اس نے بے تکلفی سے میری پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

”حقیقت کے ڈولتا۔“

”گمناز کے ہنشاہ۔ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر میرے پاؤں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔“

”نہیں نہیں تم ہم سے دور نہیں رہ سکتے باہر ڈو دیکھو رات جوان ہے۔ ہمارے کان تمہارے گمناز کے سروں کے بلے ہیں۔ باہر آؤ اپنے فتنے کو پریشیدہ دیکھو، ہمیں اسکا کچھ تھوڑے دو۔“

میں پریشان انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔ وہ سب کے سب پریشان لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر وہ بازوؤں سے پکڑ کر مجھے باہر لے آئے۔

وہی بیہوشیاں، وہی شوخیاں، سب کچھ وہی تھا لیکن سردار نے غلغلہ میں گم ہو چکا تھا۔ ہمیں میری زندگی۔ وہ میرے پاس نہیں تھی۔ بنانے وہ کہاں تھی، جیسے کہاں اور دل کے بند سوتے کھل گئے، آنسوؤں کی ان دھاروں کو پینے کا موقع مل گیا اور میرے دل کا سوز گمناز کے تاروں سے کہاں ہونے لگا۔ بیبی آوارہ گرد دم بخود کھڑے تھے اور گلزار کے تاروں کو لہرے لہرے لہے کھیر رہے تھے۔

جہاں تک تک یہ ہنگامہ خیزیاں جاری رہیں اور اس کے بعد میں جھک گیا۔ سننے والوں کے جوش و خروش میں کی نہیں آتی تھی مجھ سے ایک اندازے کی فراش کی گئی لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی تھی، آوارہ گرد میرے اطراف میں پرواواں کی طرح گردش کر رہے تھے، جب میں ان سے معذرت کر کے اپنی چھوٹا لڑکی میں واپس آیا تو وہی دراز قامت لڑکی میرے پاس پہنچ گئی۔

”تم تمہا ہو۔“

”ہاں۔ اور تمہا رہنا چاہتا ہوں۔“

”زخمی ہو؟“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں لڑکی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم میری طرف سے مطمئن رہو۔“

”نہیں۔ گمناز کے تاروں میں جو درد تم نے سکور کھا ہے، وہ دل کی آواز معلوم ہوتا ہے۔ مجھ سے اپنا درد کہہ دو، میں نے تمہارا نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”اس کے بعد کیا ہوگا۔“

”میں اس درد کا کچھ حصہ بانٹ لوں گی۔ اس نے غلوں سے کہا۔ میں نے اس کے چہرے پر کھیرے ہوئے غلوں کے نذر کو دیکھا اور جانے کیوں میرا دل اس کی طرف سے موم ہو گیا، بات حقیقت کی تھی، لیکن غلوں کی طاقت اس کے پاس موجود تھی۔

”کیا نام ہے تمہارا۔“

”کستی۔۔۔ میرا نام کستی ہے۔“

”ڈیڑھ گھنٹے میں آرام کرنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے اس کا موقع دو گی؟ وہ چند لمحات سوچی۔ ہی پھر اس نے کہا۔

”میں تمہارے فیصے کے باہر نہیں پر سو جاتی ہوں صبح جب تم اٹھو گے تو میں تمہاری خدمت کروں گی۔“

”اتنی جذباتی نہ ہو کستی!۔“

” نہیں۔۔۔ تم اسے جذباتی کیفیت کا نام نہیں دے سکتے ہیں
میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے درد کا ایک تھکے تھکے کپڑا بنوں۔
انسان۔۔۔ انسان ہی ہے، کسی بھی کیفیت میں جو اس کے دل میں
کبھی دبیگی کسی دھڑکی کے لئے درد ضرور پیدا ہوتا ہے۔“
” اپنے درد کو اپنے سینے میں دفن کر لو، کسی سے کسی کو کچھ
نہیں ملتا۔“

” ملنے کا نام دینا ہی نہیں ہے، بعض اوقات ملنے میں جو
مزہ آتا ہے وہ کسی چیز کو پالنے میں نہیں۔“
” فلسفہ مت بھلا کرو میرے سامنے میں نے ڈینکے ہزاروں
رنگ دیکھے ہیں۔“

” عمر میں نے کوئی رنگ نہیں دیکھا، میری آنکھوں میں اگر ایک
رنگ جاگ رہا ہے تو تم اسے کیوں ملایا بیٹھ کر دینا چاہتے ہو؟“
” پچھا ٹھیک ہے۔ تم جاؤ باہر آرام کرو میں سونا چاہتا
ہوں۔ یہ میں نے کہا۔ مجھے اُمید تھی کہ نشتے کے عالم میں وہ لڑکی
اس قسم کی باتیں کر رہی ہے۔ ہوش آئے گا تو اپنی راہ لے گی۔
وہ خاموشی سے باہر نکل گیا اور میں لگا لگا کر اسے مت رکھ کر آرام
کرنے بیٹھ گیا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا میری توقع سے مختلف نہیں تھا۔
لیکن میں خود تامل دہانی ہوا حال کا مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ مانی
میں کھو کر جو کچھ مجھے یاد آیا تھا وہی میرے گمراہ کے تاروں میں
ڈھسل گیا تھا۔ مالکان اتنے عرصے کے بعد میں نے گناہ کیا تھا

لیکن شاید میرے سسر میرے پاس تھے، اور سچی کی موجودگی میں
ان سڑوں کی گلیشی رخصت ہو گئی تھی۔ گمراہ میں ان سڑوں کا درد
جاگ اٹھا تھا۔ بلاشبہ یہ سڑا بے ان آواز گروں کو پگھل کر دلے
لیکن میں کیا کرتا، بہ طور مجھے ہاں کچھ وقت گزارنا تھا۔ تڑکاک
لگا ہوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ سب مزدوری تھا، دوسری
صبح جاگا تو ذرا رات کے واقعات فلموش کر چکا تھا، ایک یا دو
نہیں رہا تھا کہ میں کہاں ہوں پھر پھر لڑائی کے دروازے کو کھینچا
اس کے بعد سب کچھ یاد آ گیا، آنکھیں ملتا ہوا وہاں سے باہر نکل
آ یا، لیکن وقتاً میرے قدم ٹھٹک گئے۔ خیمے کے دروازے کے
باہر کئی ٹھٹوں میں سروے لپٹی تھی اس کے سین کے چوکے قاسم
دنا نیاں نمایاں تھیں، لپٹے لپٹے ہاں بھرے بھرے ہوئے تھے

ایک عجیب سی مصیبت نے میرے سین میں بجائے کون سے خانے
روشن کر دیئے، میں اس کے قریب بیٹھ گیا، میں نے اس کے بازو
پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھایا۔ آنکھیں ملتی ہوئی وہ اٹھ بیٹھی مجھے دیکھ
کر سکرانی۔ اس کی آنکھوں میں عقیدت کے گہرے جذبات تھے۔

” تم۔۔۔ واقعی کبھی تم۔“

” کیا مطلب ہے؟“

” یہاں کیوں سو رہی تھیں؟“

” میں نے تم سے کہا تھا تاکہ میں تمہارے مانگے کا منتظر رہوں

گی نہیں سجدہ لگا ہوں سے ایسے دیکھنے لگا، اس کے بعد میں نے ایک
گہری سانس لے کر ایسے اپنا ساتھی منتخب کر لیا۔ کم از کم کچھ وقت کے
لئے اس کی معیت میں حضور سادل ہی بنے گا۔ ویسے بھی تنہا کیا
کروں گا۔ سارا دن اس کے ساتھ گزارا، رات کو میں وہاں سے
آج بڑھ کر ایک چھوٹی سی خیمہ کے کنارے بیٹھ گیا جو کھینک کے
آفری میرے پر تھی مجھے تعجب ہوا، واقعات اس وقت بھی پھر ایسی
قسم کے تھے، جب میں سردار سے کے ساتھ ہوم میں تھا، اور تھا،
کے گروپ سے میری پل رہی تھی اس وقت بھی ایک ایسی ہی ہیرا
ٹکی میرے ساتھ تھی، ہاں بالکل کیشی کی مانند میری رنگا ہوں کے سامنے سے گذرنے
تھا۔ واقعات کی فلم کی مانند میری رنگا ہوں کے سامنے سے گذرنے
لگے، سونے کی کھیل کی دستھی ڈول زان کا صحت راز میں وہ خود بھی
چاند کی کوئی پڑا سر املحون معلوم ہو رہی تھی، جو زمین پر لڑائی تھی
اس کے ہونٹوں پر صلی ہوئی طلسمی مسکراہٹ بڑی دلکش لگ رہی
تھی۔ میں اس حسین مائل میں کھو کر رہ گیا۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھ
رہی تھی، اور نجانے کتنا وقت اس خاموشی سے گزر گیا، تب
ڈول نے ہی سکوت توڑا۔

” سسوس۔“

” ہاں ڈول۔“ میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

” کچھ باتیں کرو، تھک گئے ہو تو لیٹ جاؤ میں تمہارے

بالوں میں اپنی انگلیوں سے کھنٹی کر کے، انہیں سکون کی دیا میں لے

جاؤں گی، جملے کیوں ڈول زان کی بات مان لے کر کوئی چاہا اور میں

لیٹ گیا، اس کی مغزوں انگلیاں میرے بالوں میں کھنٹی کرتے گئیں۔“

” تم وہ نہیں معلوم ہو تے سسوسو جو ہو۔ ڈول آہستہ سے بولی۔

” ہر آرزوی وہ نہیں معلوم ہوتا ڈول تو وہ ہوتا ہے۔ میں

نے کہا۔“

” ہاں۔۔۔ لیکن کچھ دوست قابل بھروسہ ہوتے ہیں ڈول

نے جواب دیا۔

” دوست۔۔۔ یہ کیا ہوتا ہے ڈول۔“

” کیا مطلب ہے؟“

” وقت سب سے بڑا دوست ہے جو چاہے مانگ لو، جو چاہے

کہ لو۔ اس کے بعد شاید کوئی دوست نہیں بھلا۔“

” میں بھی نہیں۔۔۔ ڈول نے پوچھا۔

” تم سکون ہو دوست نہیں۔“

” خاندان وہ آہستہ سے بولی اور خاموش ہو گئی۔“

” بڑا مان گئیں۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پوچھا، اس کی انگلیاں

بہتور میرے بالوں میں پختی رہی تھیں۔“

” نہیں۔ تمہاری شخصیت پر غور کر رہی تھی، میں نے تم سے

وعدہ کیا تھا، کہ تمہیں سجدہ نہ کروں گی، بس لوہی منہ سے باتیں

نیک لگیں۔ شرمندہ ہوں، زخم جب ابھرتے ہیں تو زبان تلخ ہو ہی

جاتی ہے، غلطی میری ہے۔“

” ادہ۔ ڈول نے شاید میں نے تمہاری دل آزاری کی ہے، میں نے کہا

” نہیں سسر، اسی کوئی بات نہیں ہے، میرا دل بہت فیور ہے“

” میری باتوں کا بڑا مت ماننا ڈول، میں نے کہا دوسری صبح

پڑ سکون تھی میں اپنے مکان میں واپس آیا اور ڈول زان مجھ سے

فرصت کی ملاقات کا وعدہ کر لی تھی، سردار سے کھر پر ہو تو تھا۔

” کیا حال ہے سردار سے، میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

” ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ۔“

” تم بھی ٹھیک تھاک، ہی ہیں، دیسے یہ بتاؤ تمہیں اپنی ملی؟“

” نہیں جی۔ ہر دن فرنا میڈیس اس کا کوئی مائیکل نہیں ہے

لیکن ہے خوب۔“

” خوب۔۔۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” تم کہاں رہتے؟ سردار سے کی آواز میرے کانوں
میں ابھری۔“

” میں۔۔۔ تمہا سین کا منتظر رہا۔“

” اتنی جلدی تو اس کا آنا مشکل ہی آستا۔“

” آج کا دن زیادہ ام ہے، میں نے سنجیدگی سے کہا۔“

” میرا درد گرو کھنٹی ہی خال ہے لیکن آستا۔ کیا وہ چور دن کی
رڈی میں آنے کی جرات کرے گا؟“

” کیا کہا جا سکتا ہے سردار سے۔ بہر حال وہ جب تک نہ آنے
ان رات اس کا منتظر کرنا ہوگا۔“

” کیگرو بہت حوصلہ مند انسان ہے۔ وہ پوری طرح جان و چونہ
سے۔“

” ہاں۔۔۔ سیکٹنہ عمدہ آڈی رانا کیا ہے۔ ویسے باہر کی
بلڈیشن کیا ہے؟“

” لوگ پڑ سکون ہیں آستا۔ سردار سے نے جواب دیا۔ روزمرہ
کے کاموں میں مشغول ہیں، سردار سے نے جواب دیا میں سمجھ گیا کہ

مردار سے کو میری رات کی تعریحات کا علم نہیں ہے، بہر حال اس

بارے میں بتانا خاص ضروری بھی نہیں تھا۔

” دن بھی گزر گیا۔ لیکن سورج نے ابھی منہ نہیں چھایا تھا کہ

ہماری رگوں میں زندگی درگئی۔ بہت دور سے موٹر سائیکلوں کے

ایک غول کو دیکھا گیا تھا۔ کیگرو کے آدمیوں نے فوری طور پر اطلاع
دی اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔“

” ہوں۔ تو تھا پس منردوں کی طرح آیا ہے، میں نے کہا۔“

” ہاں۔ یہ بھی اس کی شامت ہے۔“

” تو پھر میرا خیال ہے اسے کہیں سے دور ہی رکھا جائے“

” تاکہ کہیں میں موجود سیکٹنہ، انسانوں کو نقصان نہ پہنچے، میں نے کہا۔

” میں نے چار پوائنٹ ترتیب دیے ہیں چیف۔ پوائنٹ نمبر

ایک پر میرے آدمی ہیں، نمبر دو پر ایک موجود ہے، تین اور چار خالی
ہیں۔ لیکن وہاں تک ذمہ داری نہ دے دی جانے کی، کیگرو نے ان
پوائنٹس کی تفصیل بتائی۔“

” دوسری گڈ۔ گواہانیں پوائنٹ نمبر ایک پر ہی روکا جا سکتا ہے“

” یقیناً۔“

” تب چلو۔ میں نے کہا۔ اور ہم کیمپ کے لوگوں کو تاملے بغیر

پوری طرح مسلح ہو کر نکل پڑے۔ پوائنٹ نمبر ایک ٹرک کے کڈے

کا وہ پہاڑیاں تھیں جن کے گرد گھومنے کے بعد ہی کوڈے کی طرف

مڑا جاتا تھا۔ پوائنٹ نمبر دو اس کے پیچھے تھا۔ اور تین اور چار کیمپ
کے قریب تھا۔ چنانچہ ہم پوائنٹ نمبر ایک پر پہنچ گئے، بڑی عمدہ

پوزیشن تھی، یہاں سے وہ ٹرک کا پیاساستی تھی تو پیاسے جاتی
تھی، موٹر سائیکلوں کی خوفناک آوازیں اب کیمپ تک پہنچنے لگی ہیں

کی، ان کی تعداد کسی طرح پچاس پچھن سے کم نہیں تھی، اور وہ خاصی
تیز رفتاری سے چلی آ رہی تھیں، کیگرو مستعد تھا۔

” بہلا پر ڈرامہ کیگرو۔“ میں نے پوچھا۔

” ابھی سامنے آگے جا چکے، کیگرو نے مسکراتے ہوئے کہا

اور میں خاموش ہو گیا اور بلاشبہ کیگرو کا بہلا پر ڈرامہ بہت عمدہ تھا۔
جو تین موٹر سائیکلوں پوائنٹ نمبر ایک تک پہنچیں، ان کا مانگ کیگرو کے

آدمیوں نے کوئی پتہ نہ لگا کر لے لیا اور۔۔۔ دستوں کے
خوفناک دھماکوں سے پہاڑیاں لرز اٹھیں، سمرٹک پر ایک لائن سے
دستی ہم پھینکے گئے تھے۔

موٹر سائیکل والوں نے ہوسے بریک لگائے، اور بڑی طرح
ایک دوسرے سے اُلجھ گئے، انہیں اس شاندار استقبال کی توقع
نہیں تھی اُلجھنے والے زخمی بھی ہوئے تھے اور کیگرو کے آدمیوں نے

انہیں پہننے کا موقع نہیں دیا۔ اس بار وہ تو ہم ان کے مجھٹ پر پھینکے گئے تھے۔ اور کیگرو کی ترکیب کارگر ہوئی۔

”وہ بدواں ہو گئے، پھر بہت سوں نے صدر منڈا اٹھائے اور ٹریسٹیاں موزوں۔ بلاشبہ وہ بہترین سوار تھے، اگر وہ بہترین موزوں سوار نہ ہوتے تو موزوں سواروں کے بے شمار حادثے ہوتے لیکن وہ موزوں سواروں پر صرف اتنی ڈور کئے، یہاں وہ پوزیشن لے میں وہ بھی اچھی طرح مسلح ہو کر آئے تھے۔“

”دستی ہوئی کے جواب میں انہوں نے بھی دوڑ چھینکے جانے والے دستی ہوں سے حملہ کیا تھا، لیکن ان کے ساتھ وقت یہ بھی کہ وہ صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتے تھے، انہوں نے ٹیکوں کے پیچھے چھپنے کے بعد پونا کا گھر ہی سے اپنے اہلکاروں کو سنبھال لیا تھا۔ ہوں کے حملے میں تین ہزار آدمی دھیر ہو گئے تھے۔ جن کی لاشیں وہیں پڑی رہ گئیں تھیں۔ بہر حال کئی مریاں ان کی بھی معاف ہوئیں اور انہوں نے بھی بالآخر اپنی پوزیشن سنبھال لی۔

دوڑوں طرف سے گولیاں چلنے لگیں۔ کیپ والوں کا کیا عالم تھا۔ اس وقت وہیں جانتے تھے۔ لیکن یہاں بہت عمدہ مقابلہ ہو رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے دشمن فوجیں آئے سانسے آگئی ہوں اور خوفناک جنگ جاری رہی۔ تجھ میں کافی یونیورسٹی لے کر آیا تھا، لیکن جوش زیادہ بہت بے جگر سے گولیاں چلا رہا تھا، جبکہ کیگرو طویل جہالت ہونے کے ساتھ وہیں بھی تھا وہ صرف اسی طرف جھک رہا تھا، جہاں اسے کام لینے کا تعین ہوتا،

اسی طرح تجھ میں کے آدمیوں کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔ ہمارے بھی کسی آدمی زخمی ہوئے۔ لیکن سزا ایک بھی نہیں تھا۔ کافی دیر گزار دی گئی تھی۔ تجھ میں کے آدمی جھے ہوئے تھے، تب کیگرو دیکھتا ہوا میری طرف آیا۔

”اب ہمیں متحرک ہونا چاہیے، اس نے کہا۔“
”کیا مطلب ہے؟“
”مقابلہ توقع سے زیادہ طویل ہو گیا ہے اور ایجنٹوں بہر حال محدود ہے۔“

”متحرک سے کہا مراد ہے؟“
”جگہیں بدل بدل کر صرف کارآمد حملے ہونے چاہیں۔“
”لیکن اس طرح ہمارے آدمی بھی نقصان اٹھائیں گے۔“
”یہ نظر سے بھی مول لینا پڑے گا چیف، پر وہ مدت کر دیکھو۔“
”نہ کہا؟ اور پھر اس نے ایک مخصوص انداز میں سنی بھائی دوسری طرف سے اس کی کجا بجا بھی ملا۔“

اور پھر میں نے بڑی دلچسپ و عجیب جنگ دیکھی کیگرو کے ساتھ تیزی سے جگہیں بدل رہے تھے اور جو نوکر وہ توں کا سرخ انداز رکھتے تھے اس لئے بڑے کارآمد نشانے لگا دیتے تھے، ہاں اس طرح چار آدمی گولیوں کی زد میں آئے اور ہلاک ہو گئے، لیکن چار آدمیوں کے زبانی نے کیگرو کے بدن میں چنگاریاں بھریں۔ اور ان کے بعد تو اس نے ایسے خوفناک حملے کئے کہ سب لطف ہی آ گیا تھا، پس کے آدمی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے۔ اور کیگرو کی دہرا گونجی۔

”اداکارے۔۔۔ اوچھو۔ بھاگ کیوں رہا ہے سروروں کی طرح مقابلہ کر۔۔۔ آجا۔ اداکارے۔۔۔ میں دیکھتا تو کتنا ہمارا ہے، لیکن کالہ تو ہمارا ہی نہیں چالاک بھی تھا، وہ جوش میں نہیں آیا۔ اور گولیاں چلاتا رہا۔ چینیوں آ رہی ہیں۔ لیکن کیگرو کو طریقہ کار بہت شاندار رہا تھا۔ تھا اسپن کے آدمی جان چھوڑ گئے۔ اور پھر ہم نے موزوں سواروں کی اشارت ہونے کی آواز سنیں۔ کیگرو نے ایک خوفناک دہراڑے کے ساتھ نعرہ لگایا اور بھاگے والوں پر فائرنگ کرنے لگا، تب ہم نے اناج تھا پسینہ کو دیکھا۔ اس کی آنکھ کا سیاہ ٹیپ اس کی نشاندہی کر رہا تھا۔ وہ ٹکڑا آتا ہوا بھاگ رہا تھا، سفید پتوں اور بڑوں جیکٹ میں ملبوں تھا، لیکن سفید پتوں کا ایک یا پونچھ فون میں بت نظر آ رہا تھا۔ شاید وہ زخمی ہو گیا تھا۔

کیگرو نے اس پر نشانہ لگایا، لیکن تجھ میں بھرتی سے زمین پر گر پڑا تھا۔ اس نے سب کی طرح پلاٹ کر گئی فائر جھونک دینے اور میں بھی اپنی حفاظت کرنا پڑی، لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تجھ میں موزوں سواروں کا ٹکڑا پڑ گیا تھا۔ اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے موزوں سواروں کی اشارت کی کہ ہم ڈنگ رہ گئے۔ کیگرو نے پھر گولیاں پھرائی تھیں۔ لیکن تجھ میں موزوں سواروں کی سواری کا ماہر تھا۔ اس نے موزوں سواروں کو اس طرح اہرا کر ایک بھی گول اس کے ڈنگ میں آدھ وہ صاف ٹیک گیا۔

”کھیل ختم۔ کیگرو نے کہا۔ اور بلاشبہ کھیل ختم ہو گیا تھا۔ اب تجھ میں کی طرف سے گولیاں نہیں چل رہی تھیں۔ جن کے ہاتھ موزوں سواروں کی وہ اپنے سے کرکٹ بھاگے ہوئے ٹیکوں تک پہنچنے کی بہت نہیں رکھتے تھے وہ پیدل ہی زور پکڑ ہو گئے۔ ہمارے پانچ آدمی زخمی ہوئے تھے چار ہلاک، جبکہ تجھ میں کے ستر آدمی ہلاک ہوئے بائیں زخمی۔ اور ڈھیلوں کو میں نے بھاگ جانے کا موقع دیا۔ بلاشبہ اس نے

لوگوں کو ہلاک کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

کیگرو کے آدمی خوشی سے ناچ رہے تھے۔ کچھ منہ دہتی تھے۔ کیونکہ میں زخمی تھی، جس کے جسم کے مختلف حصوں میں ابھی تک گولیاں موجود تھیں، وہ بھی اس تھیں میں شریک ہو گئے تھے۔ اور پھر ہم کیپ کی طرف چل پڑے۔ لیکن کیپ میں داخل ہو کر میں محنت آئی۔ ڈیٹا سے تیز آواز کہہ رہا تھا، ”کیگرو کی طرف لوگ اس وقت خوفزدہ ہو کر نہ مانے کہاں جا چکے تھے، پورا کیپ مسانہ پڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے یہاں انسانوں کی آبادی نہ ہو۔“

”زندہ جا رہے۔۔۔ یہ سارے جینے کہاں گئے۔۔۔ کیگرو نے جوڑے، ناز میں ہنسنے ہوئے کہا۔“
”کیپ چھوڑ کر بھاگ گئے شاید۔۔۔ سرورارے نے فہمہ لگاتے ہوئے کہا۔“
”ہے۔۔۔ بہادر۔ کہاں چھپ گئے، باہر نکل آؤ۔“
فوج واپس آئے ہیں۔ کیگرو نے پتہ پتہ کر کہا۔ اور میری نگاہ یوں ہی بائیں سمت اٹھی۔ تب میں نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔ یقیناً وہ ڈول ہی تھی، اس کے ہاتھ میں داخل تھی اور کندھے پر کار توں کی پٹی، بڑی تھی تھی۔ بیچ میں اب صرف دو چار کار توں ہی رہ گئے تھے۔

”ارے۔۔۔ یہ کہاں سے آ رہی ہے؟ ہر وارے نے بھی اسے دیکھ لیا۔“
”ٹروٹی۔ میں نے اسے آواز دی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔ ٹروٹی مجھے دیکھ کر مسکلائی۔

”فتح مبارک، سپسر۔“
”شکر ہے ٹروٹی۔ لیکن تم کہاں سے آ رہی ہو۔؟“
”میں بھی اپنا فرض ادا کر رہی تھی۔“
”یعنی؟“ میں نے حیرت سے کہا۔
”جانے دو سپسر۔ اتفاق ہے کہ تم نے مجھے دیکھ لیا۔ اس سوال کی ضرورت نہیں ہے۔“
”اوہ۔۔۔ میں نے آہستہ سے کہا، میں صورت حال سمجھ گیا تھا۔ تب میں نے گروٹی سے اس کا ہاتھ دہانے ہوئے کہا۔
”اس تھوڑے اں محبت کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا ٹروٹی۔“
”مجھے افسوس ہے سپسر۔ میں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہ دے گا۔“
”ٹروٹی۔ تمہاری محبت ہی کافی ہے۔“
”تمہیں میری محبت کا اعتراف ہے سپسر۔؟ اس نے غیب سے میں بوجھا۔“

”ہاں!۔“
”بس۔ مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے۔ وہ میری بات کا انتظار کئے بغیر چل پڑی۔ اور سردارے میرے پاس آیا۔“
”میں نے ایک جھک دیکھی تھی اُستاد سردارے نے کہا۔“
”کہاں۔۔۔؟“
”پھاڑوں میں۔“
”ہوں۔ وہ ہماری طرف سے لڑنے لگی تھی۔“
”میرے اُستاد کی یہی شان ہے۔ بھلا ایسی ایسی حسین عورتیں ہمارے لئے لڑیں اور کوئی نہیں شکست دے جائے مگر کیپ والے ٹروٹی ہیں، کہاں بھاگ گئے۔“

”میں ابھی سردارے کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ پانچ ایک شور اٹھا، اور بے شمار لوگ دیواروں کی آڑ سے نکل کر ہماری طرف پھلے۔“
”بجو۔ اُستاد۔ سردارے نے کہا۔ لیکن ہم نہ بچ سکے آئے۔“
داؤں نے ہم میں سے ایک ایک کو کندھے پر اٹھایا تھا۔ وہ خوشی سے دیواروں پر ناچ رہے تھے۔
”یہاں تک کیگرو جیسے ڈیل ڈول والے آدمی کو دس بارہ رکھیں نہ کن دھوں پڑا تھا، اور کیگرو خوشی سے چیخ رہا تھا پھر اس نے سپتوں کا رخ آسمان کی طرف کر کے فائر بھی شروع کر دینے اور اس کی دیکھا دیکھی اس کے دوسرے ساتھی بھی فائر کرنے لگے۔ میں نے ان لوگوں کو نہیں روکا۔ اور لوگ ہمیں اٹھاتے رہے۔“

عمران ڈائجسٹ میں شائع ہونے والا وہ قسط ڈائجسٹ سلسلہ جس کا آپ کو شہرت سے انتظار تھا

طوفان

کنانی شکل میں شائع ہو گیا ہے۔

ایک سرخ پیکے پاکستانی بونے کی کہت انگیز داستان
ایک ایسا سلسلہ جس نے قارئین میں تھلک جی دیا تھا
آب روحتوں میں شائع ہو گیا ہے
قیمت فی حصہ۔ ۲۰ روپے مکمل ۴۰ روپے
آپ کے قریبی بک اسٹال پر بھی دستیاب ہے
یاد رہے قیمت ہوتی ہے۔

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۳۰ اردو بازار کراچی،

وہ بہت زیادہ توشی کا اظہار کر رہے تھے۔ کچھ میسوں نے گارہا جاکر لقمے ایلنا شروع کر دیئے تھے۔

ادرتوا در حضرت مسوگ ناما و بھی ٹھک ٹھک کر قفس کر رہے تھے، غرض مٹاؤ اڑا کرے یہ طوفان بد تیزی لڑا۔ اکثر لوگ اپنے پچھانے والوں کے ٹھک جانے سے خود ہی گر پڑے تھے۔ بہر حال تھا مہن جو کجرتاک شکست ہوئی تھی اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔

ژو فیاں اور پاسکل کی سرکردگی میں منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد کلاس شام پھر مجھے سے ملا اور انہوں نے بڑی پیشکش کی کہ وہ مجھے سے مال کے حصول کا معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور جو سو روپی میں طلب کروں گا، ادا کر دی جائے گی۔

”ٹھیک ہے۔ تم لوگ مال کی ہر دست بنا کر دو۔ سیکورٹی کے باوجود۔ میں تاؤوں گا۔ میں نے کہا۔ ابھی مجھے کی کا کرنے ہیں۔ چنانچہ رات کو تو جینے کھانے پر میں نے کیگ اور کچھ دوسرے لوگوں کو مدعو کیا۔

”ساتھیو۔ کیا خیال ہے۔ تمہا میں کھیل ختم ہو گیا۔“
 ”سو فیصد چیف۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ اس کی طاقت ختم ہو گئی۔“
 ”اگر رخ کیا بھی تو دیکھا جائے گا۔ سردار سے کہا۔

”وہ زخمی بھی ہو گیا ہے۔ چیف۔“
 ”بہر حال۔ اسے جانے دو۔ اب پھلائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”کل سے سیکاسے بات کی جائے گی۔ آج تو وقت گذر گیا۔“
 ”ٹھیک ہے استاد۔“
 ”اپنے آدمیوں کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے؟“
 ”بہت عمدہ موت مرے۔ کیگرو بولا۔

”اب میں دفن کروا دو۔“
 ”بنائیت احترام کے ساتھ۔ کیگرو نے انھیں بند کر کے کہا۔ اس کی آواز میں غم کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کیگرو، تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات نہیں بتا سکتا۔“
 ”حکم کرو چیف۔“
 ”کیلائی کوڑے دین کے تحت نہیں ہے۔“
 ”سو فیصد چیف۔“
 ”تو حکومت دین سے کہا پولیس رکھنا مناسب نہیں سمجھی۔“
 ”پنی کوڑے والوں کی درخواست پر۔ کیا سمجھتے ہیں آپ چیف،

یہ لوگ آوارہ گردوں اور تباہوں کی کھال آتا ہے۔ اور حکومت کو بھاری ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے خود ہی حکومت سے وظائف کی تھی کہ یہاں کے معاملات میں پولیس دخل نہ دے۔ اس طرح وہ اپنے معاملات خود ہی پٹھالیتے ہیں۔“

”ادہ۔ میں نے حیرت سے ہونٹ مسکرایے، بہر حال چند منٹ کے بعد میں نے کہا۔“
 ”تھا مہن کے مرنے والے ساتھیوں کے بارے میں کیا سارے ہے؟“

”اب میں کسی گروے میں پھنسا دیا جائے گا چیف، میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں ایک جگہ جگ کر دیں۔ کیگرو نے لاپرواہی سے کہا، اور اس سے فکر سے انسان کے لہجے پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔“

”میرا خیال ہے انہیں بھی کر دو، کیگرو۔ بہر حال وہ مرنے چکے ہیں۔“
 ”تمہارا خیال ہے تو ٹھیک ہے چیف۔ ایسا ہی کر دیا جائیگا۔“
 ”شکر یہ کیگرو۔ میں نے کہا۔ اور پھر تھوڑی دیر تک ہم مزید اس مومنورج پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر سردار نے کہا۔

”اب کیا حکم ہے استاد؟“
 ”بس ٹھیک ہے۔ کیگرو چند لوگوں کو ابھی کچھ روز تک کسی مناسب جگہ تقیفا ت رکھے گا۔ مگس کی خاص ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی؟“

”اگر تم نہ کہتے چیف۔ تب بھی میں ایسا کرتا۔ ورنہ میں شیر سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ لیکن لوٹری پھر لوٹری ہے۔ خواہ زخمی ہی کیوں نہ ہو۔“

”اور تم اب لوٹریوں سے بھی مقابلہ کرنے لگے ہو؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کرتا ہی پڑتا ہے چیف۔ اس لئے کہ لوٹری بھی ناقص دالی ہے۔ کیگرو نے بھی شبتے ہوئے کہا۔ اور پھر بولا۔

”مجھے اجازت ہے چیف؟“
 ”اے کے کیگرو۔ اور کیگرو پلا گیا۔“
 ”جیسے اب یہاں کون نہ جاتا۔ اور پھر ایک گارڈ فوڈ کی حیثیت سے وہ ذاتی طور پر بھی مجھ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ بہت سوں سے بچا۔ لیکن آوارہ گردوں کے ایک گروہ نے گھیر لی۔“

”ہے پسر۔ ہے جیالے۔ کیا آج اپنی فتح کے گیت نہیں سنائے گا۔ تو فکرا کر ہی ہے، اور بہادر بھی اور سمجھ لے کہ یہ صفت ایک آدمی میں یکجا ہیں ہوتی۔“

”اپنا نامی، اپنے حالات تمہیں بتا چکی ہوں پسر۔ میں نے کسی اور سے انتقام کے لئے یہ پیرتا اختیار کیا تھا۔ لیکن اپنے آپ کو ختم نہیں کر لیا تھا، تمہا میں جا رہا تھا۔ اس نے میری شخصیت ختم کر دی تھی۔ اور میں کی جاہر کے سامنے سے بس تو ہو سکتی ہوں۔ اپنی خودی کو قتل نہیں کر سکتی۔ اگر تمہا میں تمہارے ہاتھوں رک نہ اٹھا تا تو کسی ہی حالت میں اسے قتل کر دیتی۔“

”ادہ۔۔۔ میں نے ایک طویل سانس لی۔ یہ پڑا پڑا اور ت در حقیقت اٹھتی ہے۔“
 ”خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ تم نے بی گورے کو تھا نہیں سے نجات دلادی ہے۔ یہ لوگ تمہارے شکر گزار ہیں۔“
 ”خیر تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا ہوں ژولی۔“

”کو پسر۔“
 ”میں ایک آوارہ گرد ہوں ژولی۔ تمہارے علم میں ہے۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔“

”اس کے ساتھ ہی منشیات کا سنگروں کے ایک بہت بڑے گروہ سے منسلک بھی ہوں۔ میں نے چند ساعت خاموشی کے بعد کہا۔“
 ”میں اندازہ لگا چکی ہوں۔“

”تھا مہن کیڈ انسان تھا۔ وہ منشیات بھی فروخت کرتا تھا۔ اور انٹانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک بھی کرتا تھا۔ بہر حال میں نے نہیں کہاں گا کہ اسے اذیت دینے میں کوئی انسانی جذبہ بہمدردی زیادہ حاوی تھا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ اسے زک پہنچانے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے میں یہ جلاہ کا فرقتا تھا۔“

”جی سے کیا مراد ہے پسر۔“
 ”دوسرے خیال کے بارے میں تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا۔“
 ”میں نہیں سمجھی پسر۔ ژولی نے غور کرتے ہوئے کہا۔“
 ”پنی گورے منشیات کی کھت کے لئے عمدہ جگہ ہے۔“

”ادہ۔ ہاں میں سمجھی گئی۔“
 ”اور تم نے من بھی لیا ہوگا۔ آئندہ سب اڈے پسر کا مال استعمال کریں گے۔“

”ہاں۔ میں من چکی ہوں۔“
 ”تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں ژولی۔“
 ”مجھے اعتراض۔۔۔ اس نے عجیب سے انداز میں منجھے دیکھا۔“
 ”ہاں۔“
 ”میں سمجھی نہیں پسر۔“

”پسر۔۔۔ ایک بار پھر تمہارا ہے۔ اتنا تر پا کہ نیند آ جائے، موت آجائے۔ ایک خوب صورت سی لڑکی نے کہا اس کے منہ سے جس کے ہچکے اٹھ رہے تھے۔“

”آج کی رات تمہاری ہے۔ میرے لئے فتح کے گیت تم کاؤ دو متوں مجھے اجازت دو۔ میں نے کہا اور مشکل تمام میں نے ان سے پیچھا بھڑایا اور ژولی کے مکان تک پہنچا۔ ژولی نے پڑھت انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔“

”کیوں۔“ آج کی خاص بات ہے۔ میں نے پوچھا۔
 ”کیا میری یہ مسرت کاروباری ہے پسر۔؟ اس نے پوچھا۔
 ”میں نے تمہارے آج تک کے رویے میں بھی کاروبار نہیں مسوس کیا۔ میں نے کہا۔

”یہ انداز سب کے لئے نہیں ہو سکتا پسر۔ ژولی نے آہت سے کہا۔“
 ”میں بھی جانتا ہوں ژولی۔ لیکن آج تم نے میرے لیے بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ ہمیں تمہارے بارے میں معلوم بھی نہیں تھا۔ ورنہ ہم تمہاری حفاظت کا بندوبست کرتے۔“

”میں تمہاری حفاظت کرنے کی کئی کئی پسر۔ ژولی نے پارہی لگا ہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔“
 ”شکر یہ ژولی۔ درحقیقت تمہارا شکر یہ۔“

”اپنے لئے۔؟ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔“
 ”ہاں۔ صرف اپنے لیے۔“ وہ آہستہ سے بولی اور میں خاموش ہو گیا، ژولی چند ساعت مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”لیکن ان سوں نہ ہو سکا جو میں چاہتی تھی۔“
 ”کیا۔ میں چونک کر بولا۔ اور ژولی مسکراتے لگی۔“
 ”تھا مہن زخمی ہو گیا ہے پسر۔“

”ہاں۔ وہ دیکھے وہ بے حد پھر تپا ہے، ہم نے اسے بھلا گئے ہوئے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ ٹیک گیا۔“
 ”لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ زندگی بھر کے لئے نکلنا ہو چکا ہے۔ میں نے اس کے دل کے مقام پر گولی مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ابھی لٹنا باز نہیں ہوں۔“

”ادہ۔ تو۔ تو تھا مہن کو تم نے زخمی کیا ہے۔ ژولی نے یہی اچھل پڑا۔“
 ”تمہارے اور امراہان دلانے کے لئے نہیں کہہ رہی۔ میں خود بھی اس سے نفرت کرتی ہوں۔ میری دل خواہش تھی کہ وہ میرے ہی ہاتھوں مارا جائے۔ ژولی نے کہا۔

”حیرت انگیز۔ لیکن ژولی۔ تم اس قدر نفرت کیوں کرتی تھیں؟“

” واصل ڈولی۔ میں طویل عرصے تک یہاں نہ ٹھہر سکوں گا اور میری دوسری منزل سونہر لڈیہ ہے پھر چینی ڈنگارک اور سوٹون وغیرہ اور پھر نہ مانے کہاں کہاں۔ میں چاہتا ہوں ہی گوڑے میں پسرود کے کاروبار کی گرائی تم کرو۔“

” میں۔۔۔ وہ اچھل پڑی۔“

” ہاں۔ ڈولی۔ تم یہاں کی انچارج بن جاؤ۔“

” اور ڈولی تیرا ننگا ہوں سے میری شکل کتنی رہی پھر اس کے جسے پلاڈا میاں امد آئیں۔ اس کی آنکھیں ٹھک گئیں بنائے کیوں وہ بے حد ادا ہو گئی تھی۔“

” بوجھ۔ اس نے کہا۔ انسان بڑی کمزور شے ہے پسرود۔“

وہ خود اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا دوسروں کی کیا وہ مدد کر سکتا ہے۔ میری زندگی میرے حالات تہا سے علم میں ہیں پسرود کیا تم مجھے اس بوجھ کے قابل سمجھتے ہو میں تو تو ایک ناکارہ ہستی ہوں۔ اپنا بوجھ تہا سے کاڑھوں پر ڈالنے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔“

ہاں۔ میں اس ڈینگیاں تمہا ہوں۔ پوری ڈینگیاں۔ میں اپنا بوجھ کسی کو دینا چاہتی ہوں۔ گزار نواز۔“

” کیا کرو گے۔ مار ڈالو گے تم مجھے یہی کرو گے نا۔ مگر کہاں، تم نے تو مجھ سے انصاف بتا تھا۔“

” ہمدردی کی تھی صرف میں نے۔“

” وہی سہی۔ تو سب کیا ہو گیا؟“

” تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔“

” نہ ہی۔ مگر مجھے لگتا ہے جسے تم خود دیکھ رہے تھے۔ یوں لگتا ہے۔ جیسے کسی احساس نے۔۔۔“

” میں۔ میں تم سے دوری چاہتا ہوں۔ بس یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ نقصان اٹھنا ہوگا۔“

” میں تم سے تمنا دوں۔“

” کون گی۔ یہاں میں تمہارا انصاف نہیں کر رہی تھی۔ بس جی چاہا کہ تم سے یہ باتیں کروں میں جانتی ہوں میں اس قابل نہیں ہوں مگر زبان تو ہے میرے پاس اپنی خواہش کا اظہار تو کر سکتی ہوں۔ جب یہ زبان بولنے کے قابل نہیں رہے گی تو پھر کسی سے کچھ کہوں گی۔“

” وہ سننے لگی۔ میں ملتی آنکھوں سے اُسے دیکھا پھر اُس سے کہا۔“

” کرنے گئیں اور اُس کے بعد آہستہ آہستہ گٹار کی آواز فضا میں ممدو ہوتی گئی۔“

” میں نے آنکھیں کھولیں تو تیرت سے جو تک پڑا۔ میرے اظہار میں انسانوں کو سمجھنا، ایسی آواز گرد غماضوں کے تھے۔ بالکل ناموش جیسے وہ سگی جھپٹے ہوں میں نے گھبرائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا، آہستہ آہستہ وہ بھی ہوش میں آئے اور پھر ایک ٹوفان برپا ہو گیا۔ وہ مجھے داؤے رہے تھے میرے کئی گارے تھے۔ یہ بھی بہت پرانی بات تھی۔ ایسا ہی ہوتا رہا تھا۔ جب بھی میں نے دل سے گٹار کے تار جھپڑے جب بھی میرے دل سے محبت کے نغمے بھوٹے، جب بھی میرے دل سے درد ہوا لوگوں نے اُسے سراہا یہ لوگ میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانکتے تھے۔ یہ گٹار کے تاروں کے تکرار گزرتے تھے۔“

” میں نے انہیں دیکھا، انہیں خوش کیا اور آواز گڑ میرے دل کے قہقہے گاتے رہے وہ میرے گٹار کی ہر ہر دھڑکن سے تھے۔ وہ طرح طرح کی باتیں کرتے رہے۔ لیکن میری نگاہیں ہلک رہی تھیں ان آواز گڑوں میں کبھی نہیں تھی۔ شاید وہ کسی تباہ گوشہ میں آجوبہا رہی ہوگی۔“

” ہن۔ میں نے نفرت بھرے انداز میں سوچا۔ رو رہی ہے تو رو رہی ہے، میں کتنے آنسو خشک کر سکتا ہوں۔“

” ہے مگر نواز۔۔۔ ہے آسمان سے اترنے والے تو نے ہمارے دل کو درد سے بھرا دیا ہے۔ تو نے میں باگل کر دیا ہے ہمارے دلوں کو غم دے دینے میں، ہماری آنکھوں میں آنسو دے دینے میں۔ ہم جینا چاہتے ہیں، ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں، زندگی کی تمام آنکھوں سے ہٹ کر ہمیں جینے کے نغمے سنا۔ ورنہ ہم مچاؤں گے۔ ہاں یہ رات بہت سوں کے لئے موت کی رات ثابت ہوئی۔ گٹار نواز محبت کا کوئی نغمہ جھپڑے دے پیا مگر کسی کبھی دے کر میرے لئے آئے ہیں، اپنے نغمے محرم نہ رکھ۔“

اور نہانے کس طرح اپنے لئے یہ نشہ آور ادویات حاصل کرتے تھے، مجھے اپنی بوٹی پیش کر رہے تھے۔ اپنے نذرانے دے رہے تھے۔ مجھے۔ میں نے تن چار سو گریٹ قبول کئے اور میرے ذہن میں سرور کی لہریں اٹھنے لگیں۔“

” پھر جب طبیعت متلائے گی تو میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ مگر وہ تو جھٹکے دینے اور گٹار کے تاروں پر میری انگلیاں بھر سے چلنے لگیں۔ اور اس بار ایک ہنسنا ہوا نغمہ گٹار کے تاروں سے بھونکا تھا۔ آواز گڑ قہقہے کرنے لگے۔ چپکلیاں بھلنے لگے۔ وہ خوش ہو گئے تھے۔ ان کی محبت کا سیلاب ہوئی تھی، انہوں نے جو کچھ مجھے دیا تھا اب اُس کا عاوض انہیں مل رہا تھا۔ سستی بھرے نغمے، پیار بھرے نغمے، گٹار کے تاروں پر میری انگلیاں، کبھی کی طرح گڑنی کرتی رہیں۔ طویل عرصے کے بعد میں نے اتنی تیز رفتاری سے گٹار دیکھا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری کیا کیفیت تھی اور پھر چرس کے نشے نے مجھے دیکھے ہی نہ ہوش کر دیا تھا۔ میں گٹار بجا رہا رہا۔ بجا رہا۔ جب تک کہ میرے حواس میرے ہاتھ میرا سوا خود تھے۔ سب سے اور اس کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے زمین کی گرد تیز ہو گئی ہو۔ آسمان نیچے آ گیا ہوں، قیامت آگئی ہو۔ ہاں چاروں طرف مجھے بوٹی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے ہولناک جنینیں ابھر رہی ہوں، پہاڑ روٹی کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہوں۔ اور اُس کے بعد۔۔۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ ہاں میں نہانے کسی قیامت کا شکار ہو گیا تھا۔ اور نہانے کب تک اس قیامت کا شکار رہا۔ آہستہ آہستہ ہوش و حواس واپس آنے لگے۔ ماحول کچھ نمایاں ہوا تو میں نے اپنے اظہار میں سفیدی بکھری ہوئی دیکھی، شاید دن نکل آیا تھا۔ روشنی ہو گئی تھی، آسمان پر سورج چلنے لگا تھا۔ لیکن یہ سفیدی یہ سفیدی تو ٹھڈی ٹھڈی سی تھی۔ یہ آنکھوں کو چھپی تو نہیں تھی۔ میں نے متوجہ انداز میں ان سفید لہریوں کو دیکھا جو نہایت نفس ہی ہوئی تھی۔ ۱۱۔ نویں سہارا

” پلاسٹر کیا گیا تھا۔ اور ڈالی سین رنگ کیا گیا تھا ان پر۔ اظہار میں سفیدی ہی سفیدی تھی۔ روشنیاں ناچا اسی جگہ چوڑی تھیں۔ جہاں سے ان کے بارے میں اندازہ لگنا نہ ہو سکے۔“

” حواس واپس آئے تو میں نے اس ماحول پر غور کیا۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ وہ جگہ تو نہیں ہے۔ پچاس تو نہیں ہیں۔ یہ کمرہ۔۔۔ ادھ میرے نیچے یہ آرام دہ گڑاڈوسٹر میں نے گردن گھما کر دیکھی سفید رہتا تھا۔ استہانی نرم بالکل بیولوں کی مانند، کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، کوئی ایسا خواب جس میں نشہ آور ذہن پوشیدہ ہوں۔ لیکن یہ خواب نہیں تھا۔ ہاتھ سے چھو کر ہر شے کو

” تم سب کی ایک ہی کہانی ہوتی ہے ایک ہی انداز ہوتا ہے تمہارا۔ تم زندگی ہی نہیں تکرارتی رہتی ہو اُس کے بعد غموں کے بوجھ میں وہی چلی جاتی ہو۔ نفرت کرتا ہوں میں تم سے بے حد نفرت شدید نفرت، بہت زیادہ نفرت۔“

” تمہارے گٹار کے تار تاتے تھے۔ یہ کبھی بول۔“

” کیا بتاتے تھے؟“

” یہی تم کو ہی ہو۔“

” ہاں میں ڈولی ہوں۔ ڈینگیاں مجھے اپنا دکھ بانٹنے کے لئے کسی کی ضرورت نہیں ہے کسی کا ہمارا نہیں چلایے مجھے۔ میں نے کہا اور خود اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔“

” کبھی نے مجھے رکنے کی کوشش نہیں کی تھی میں اپنے غم میں آ گیا۔ ایک جنون سا طاری ہو گیا تھا پھر مجھ۔ دل میں ادا میاں بھرتی تھیں۔ زہی یاد آ رہی تھی۔“

گٹار تھا یا ادب یا بریل آیا۔ ایک انسان سے گوشت کو منتخب کیا اور میری انگلیاں گٹار کے تار پر بھلنے لگیں۔ میں بے خود ہو گیا۔ جی چاہتا تھا کہ کلید نکال کر سنا رہے دوں، ہر ایک کو اپنی داستان غم سناؤں اتنا دردوں کمرے اظہار میں پانی ہی پانی ہوجائے۔ گٹار کے تار میرے دل کی آواز فضا میں بھیر رہے تھے۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ اور میں ان بند آنکھوں میں نہانے کتنے طوفان چھپے ہوئے گٹار بجا رہا تھا۔ میں اس وقت تک گٹار بجا رہا تھا۔ جب تک انگلیاں درد نہ

یہ آواز ڈولی زان کی نہیں کرشی کی تھی۔ اس آواز نے مجھے ماضی کے تیز برسے سے کھینچ لیا۔ میں نے کھوئی کھوئی سی آنکھوں سے کبھی کو دیکھا کسی کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔“

” نفرت کا ایک طوفان سامی میرے دل میں امد آ رہا۔ نہ جانے کیوں شدید بھٹا ہٹ، ذہن پر طاری ہو گئی تھی۔ میں تو دل کا سفر کرنا چاہتا تھا۔ اس غم کو نہیں توڑنا چاہتا تھا جو اس خوش لڑکی نے توڑ دیا تھا۔ اس نے غم کیا تھا مجھ پر۔ یہ اس کا لڑا تھا تب اس کی زندگی میں کوئی تردد نہیں تھا یہ ساری کہانیاں کیسی تھیں۔“

” اٹھ جاؤ گئی۔ میں نے گرفت اپنے میں کہا اور وہ جو تک کر مجھے دیکھنے لگی۔“

” مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔“

” کیا ہو گیا۔ کیا بات ہے وہ تو عجیب سے بولی۔“

” کیا سمجھا ہے تم نے مجھے؟“

” میں۔ میں۔“

” گھاٹ گھاٹ کا پانی پی کر ساری عمر آوارگیوں میں گزار کر اب تم ایک انسان کے کاڈھوں کا سہارا بنا چو۔ کیا تم اس قابل ہو سکتی؟“

” تمہیں چاہنا کیا ہو گیا ڈیر؟“

” یہاں سے چلی جاؤ گئی ورنہ چاہتا ہوں گا۔“

دیکھا ایک انتہائی آرام دہ سہری پر لٹھا ہوا تھا اور میرے اطراف میں سفید فرخچر آراستہ تھا۔

جسے اعتبار میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ رات کے واقعات یاد آ گئے تھے مجھے پھر بلی تھی میں نے، ہلکے ٹولے عرصے کے بعد چرس پائی تھی۔ منہ کا مزہ اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ میں وہ گناہ کر چکا ہوں جس سے میں نے توبہ کی تھی، لیکن توبہ کس لئے توبہ۔ میری تو ساری زندگی کی گناہوں میں گوری تھی۔ توبہ بھی کی تو کیا ملا۔ دل میں عجیب عجیب سے خیالات ابھرنے لگے۔ میں نے ان خیالات کو ذہن سے چھٹکا اور اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

ساتھ ہی ایک سفید دروازہ نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ خاکسار کا وہ کمرہ تھا ضروریات زندگی سے آراستہ۔ مگر میں یہاں کہاں سے آیا۔ کون کی جگہ ہے۔ کیا وہ کیمپنگ نہیں ہے۔ اگر اگر یہ کیمپنگ نہیں ہے تو پھر مجھے یہاں لانے والا کون ہے۔ ذہن اس کئی بھی نہیں اٹھا ہوا تھا اور کوئی بات مجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اٹھ کر دروازے کے قریب پہنچا۔ دروازے پر دستک دی پہلے آہستہ۔ پھر زور زور سے۔ اور چند ہی لمحات کے بعد باہر قوموں کی آوازوں سنائی دیں۔

دروازے کو کھولنے والا لالک قوی، ہلکے سفید فام تھا اس کے بلے بلے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے جسم کی بناوٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ خانے مضبوط بن کر کاما لک ہے۔ آنکھیں بھی انتہائی ترقیاک تھیں۔ اس نے کرفت لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”ہوش آگیا ہے تو ہوش میں رہو۔ ورنہ سب سے ہوشی ادبی بھی ہو سکتی ہے“ میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک زوردار گھونٹہ رسید کر دیا۔ اتنی غیر متوقع اور اونگھی ضرب تھی کہ وہ اپنے آپ کو گرنے سے نہ سمجھا سکا۔ لیکن نیچے گرتے ہی وہ اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں خون نظر آ رہا تھا۔ غالباً اس کھولنے نے اس کے سوتے سوتے سینے کی صلاحیتیں جس میں لگی تھیں۔ وہ بے اختیار مجھ پر چھٹ پڑا۔ لیکن میرا بزوں ابھی تڑپیں ہوا تھا، میں زندگی اور موت کے درمیان تھا۔ نہ مینا پھانسا تھا نہ مرنا۔ اور یہ شخص تو ساتنے آیا تھا۔ یہ تو مجھ سے بدلہ لو کر رہا تھا اس وقت اپنی زندگی کے سب سے بڑے دور میں تھا۔ میں نے اس کے لیے سہارے بال بائیں ٹانگی میں بکڑے اور اس کے بعد اُسے لے کر دوڑتا ہوا ایک دیوار تک گیا تو فوجی تھی اُس کی کہ اس نے پوری قوت سے دیوار سے پاؤں ٹکادیا۔ ورنہ شاید اس کا جیسو نکل گیا تھا۔

مجھ پر ایک دہشت خاں ہونے لگی۔ ایک جنون طاری تھا۔

مجھ پر مئی چاہ رہا تھا کہ ساری کائنات کو تھس تھس کر دوں۔ اور کائنات میں بہ پہلے ہی وقوف میرے سامنے آیا تھا۔ میں کبوت میرے ہاتھوں ہوتی تھی۔

اُس نے اپنے آپ کو بچا یا اور پھر لیٹ کر میرے سینے پر ٹکرایا۔ نامی زوردار تھی، ویسے ہی تو توٹی کا زبردست آہنی تھا۔ اُس لئے اس ٹکرنے مجھے نقصان پہنچا یا لیکن اس وقت میں نفع و نقصان کی حدود سے نکل چکا تھا۔ میں نے پیچھے سے اُس کی انگلیوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پر چبھی کس دی اور ایک بار پھر اسے زمین پر دے مارا۔ اس بار اُس کی دماغی بیخ فضا میں ابھری تھی، میں اُسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اس کے سینے پر گھنٹہ ٹیک کر میں نے اُس کی گردی پر گھونٹے مارنا شروع کر دیئے۔ اسی وقت عقب سے دوڑتے ہوئے دو قہوں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔

اندرواحل ہونے والے دو آدمی تھے۔ شاید صحیحی آواز سن کر آئے تھے۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ غم۔ مارا ہے۔ چھوڑ دو۔ ورنہ۔۔۔ وہ میرے پیچھے آئے اور پھر کسی نے مجھے گردن پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی لیکن میری کیفیت ایک غصہ ناک پینے کی ہی ہو رہی تھی جو پتھروں کو بھی چھا ڈالنا چاہتا تھا۔ جن شخص نے میری گردن پر ہاتھ ڈالا تھا۔ وہ اٹ کر میرے سامنے آگرا۔ اور اس کے قریب کھڑے ہوئے آڈن کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس کی ٹانگیں کس طرح میری گردن میں آئیں۔ میں تیزی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

”مار ڈالو۔ اس نے ڈونڈا کو ملا کر مارا ہے۔“ اُنے والے میں سے ایک نے غصہ ناک لہجے میں کہا اور پھر دونوں نے بیک وقت مجھ پر حملہ کر دیا۔

اُنے دونوں کو میں نے جنون کے عالم میں جھٹک لے لگا بنا اس طرح میرے دشمن اور بڑھ گئے تھے لیکن اُس کے بعد اچانک ان کی تعداد ڈرھکی اور پھر بہہ سکی پشت پر ایک دھاگہ ہوا۔ اور چاروں طرف انار چھوٹ اٹھے۔ چنگاریاں آسمان سے بائیں کر رہی تھیں اور پھر یہ چنگاریاں تارک بکڑ کر گرنے لگیں۔ اور تازہ لگاتار یہیں کھیل گئی۔ میں اس تاریکی میں تہا نظر تھا۔ بالکل ہنما۔

پھر دوسرے ایک روشنی سی ابھری۔ اور آہستہ آہستہ وہ روشنی قریب آئی تھی۔ میں نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا ایک جانا بچھا ناما تھو تھا۔ ایک جانی بچانی شکل تھی۔ ”استاد۔ استانی“ یہ سرد۔۔۔ کی آواز تھی۔

”کہاں“ یہ میرے منہ سے آواز نکلی۔ ”وہ کچھ کنارے کے کمرے دار نے کہا۔ اور پھر میرے سامنے آئی۔ کئی رنگوں سے لگی ایک کار میرے سامنے کھڑی تھی۔

”کون ہے یہ“ میں نے پوچھا۔ ”سینی ٹور“ جواب ملا اور میں اس کی طرف بڑھ گیا بہت خود بصورت بہت جوانا عورت تھی۔ میں اُس کے سامنے جا کھرا ہوا۔

اُس نے میرے کھڑے ہونے کے انداز پر مجھے چیختے دیکھا اور پھر واپس انداز میں مسکرائی۔ ”ہیلو“ اس کی آواز خود بصورت تھی۔

”کیا نام ہے تمہارا“ میں نے پوچھا اور اُس نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر دیا۔ ”کون سے جھل سے آئی ہو“ میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

”بنادوں ڈارنگ“ اُس نے پھر انداز میں پوچھا ”ابھی میں تمہاری کار کی لپیٹ میں آئے آئے پچا ہوں“ ”کیوں بچ گئے میری جان مر جاتے تو بہت سی ڈنڈا دیاں ہلی ہو جاتیں“ اُس نے منہ کھینچتے ہوئے کہا۔ ”اگر تم لوکی نہ ہوتیں تو میں تمہاری طراری درست کر دیتا“ میں نے دانت پیس کر کہا۔

”میں لڑکی نہیں ہوں۔ میری طراری درست کر دو“ لڑکی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”سردارے“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”اس کے بعد دوں کو سنبھالنا۔“ ”گرد و مرت سسری کی کہا گئی ہے خود کو سردارے نے جواب دیا۔ اور میں نے خود بخار لگا ہوں سے سینی ٹور اُگور دیکھا۔

”سنو لڑکی۔ اگر تم معافی مانگ لو میں تمہیں معافی کرنے کو تیار ہوں۔ دوسری صورت میں، میں تمہارا رمار کر رہتا ہے گا۔“ ”میرے گردوں گا“

”ہائے ہائے۔ تمہارے حسین ہاتھوں کا لمس میں اپنے رخساروں پر محسوس کرنے کے لیے چاہتا ہوں۔“ سینی ٹور آنکھیں بند کرتے ہوئے اور گال بڑھاتے ہوئے بولے۔ بلاشبہ کوئی اود ہوتا تو اس کی باتوں میں اُلجھا جاتا لیکن میں اس کی مکار فطرت کا ایک منشا ہرہ دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ انہیں بند کیے گئے وہ میری طرف بھی اود دوسرے لے اُس کی مضبوط مانگ

بڑی پھرتی سے گھومی۔ میں پھرتی سے اچھلا اور اُس کی لات میرے پیروں کے پتھے سے لٹکی گئی۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اگر ہنڈا لبروں کے جوڑے پر لات بڑھاتی تو میں زمین پر گر جاتا۔ لیکن میں نے زمین پر دو مارہ قدم نہ رکھے ہی، انتہائی رفتی رفتاری سے ہاتھ گھمایا۔ اور سینی ٹور کے بائیں گال پر ایک پشاپھینچا۔ البتہ اسے دار پھینچا تھا کہ وہ گرنے لگے ہی تھی۔

اب وہ گھر پر ہاتھ رکھے مجھے گھوڑی تھی۔ پھر اُس نے طلق سے دھتیا نا آواز سن لگا بلیں اور میرے اوپر ٹوٹ پڑی۔ اس نے گرنے سے کئی ہاتھ مارے لیکن، میں نے اُسے طلق دی پھر اس نے انتہائی حد تک اچھل کر میرے سینے پر لات مارنے کی کوشش کی۔ لیکن میں پوری طرح ہوشیار تھا وہ زمین پر پائی تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اور اس بار میں نے اس کے دائیں گال کو نشانہ بنایا۔

چٹخ کی یہ آواز بھی بڑی زوردار تھی۔ سینی ٹور کی آنکھیں جھپک گئی تھیں۔

”بس آگے سے لے ہی کافی ہے، میں نے کہا۔ بہت سے لوگ منع ہو گئے۔ لیکن وہ صرف تما ٹھین تھے کسی نے سینی ٹور کی اجازت کرنے کی کوشش نہیں کی۔

سینی ٹور اس نے روکنے یا کوئی نئی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ خانوٹی سے میں دیکھتی رہی۔ اور ہم مجمع کے درمیان سے نکل آئے۔ پہلے چل کر اُن کا کیا تھا اود کھوڑی دیکھ کر بعد ہم پھیل کے کنارے گئے۔

”کوئی جواب نہیں استاد تمہارا کمر دار سے نے تعریفی انداز میں کہا۔“ حسین عورتوں کے نازک گالوں پر ایسے زوردار چھڑھ مارنا تمہارا ہی کام ہے۔“ ”مذاق اڑا رہا ہے بار“ میں نے جھپٹے ہوئے انداز میں کہا۔

”مہر گز نہیں استاد وغیرہ۔ لو اس میں مذاق اڑانے کی کہا ہے پتھ بناؤ، وہ نرم روشنی رخسار کہا پھینچنے لگانے کے لیے تھے ان کی تمنا زت نظر نہ کر کے ان کے ساتھ بے رحمی آسمان بات نہیں ہے۔“

”آئسو نکل آئے تھے اس کی آنکھوں میں۔“ ”اچھا ہے۔ یاد رکھیے۔ ویسے اُس نے کون سی کسر چھوڑی تھی۔“ دعا بلیں مانگتا رہا تھا۔ اگر ایک بار بھی اُس کے داؤ میں آکر گر کر بٹے استاد تو بڑی ہی بوجا تھا۔ ”اس میں کہا تھک ہے۔ میں نے گہری سانس لے کر

کہا۔

”بہر حال سبق مل گیا سسری کو چھوڑو۔ ایسی مردوار عورتوں سے شوق بھی جائز نہیں سچ مانو استاد میں شاید اس سے دقت نہ سکنا اور کئی ہی اچھی بات ہے کہ میں نے بتداری سے استانی کی نظر سے دیکھا اداس کا احترام کیا۔“

”اے تیری استانی کی لیس کی تویی“ میں نے منہ سے بولے کہا اور پھیل میں نہانے کے لیے لباس اتارنے لگے لباس تنج کرانے کے بعد ہم دونوں پھیل میں اتارے پھیل پر حسب معمول روٹی تھی جبے شمار لوگ نہا رہے تھے میں اور سروسا بھی بیٹھے ہوئے ایک طرف چلے گئے۔

”آج رات تو ہم نہیں رہیں گے استاد، سردار سے پانی سے گردن نکالنے ہوئے کہا۔“

”ہاں۔ ہاں کیوں نہیں؟“

میں مسکراتے ہوئے، اُس سے محوئے فاصلے پر ایک سیڈٹ سنبھالی اور سینی ٹورڈا نے ٹھیکے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھا بہت سے لوگ اب بھی اُس کی طرف متوجہ تھے۔ اور لیٹنا انہوں نے پوری پوزیشن دی تھی۔

اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ آنکھوں میں شدید پھل پھل کے آثار نظر آنے لگے مٹی منٹ تک وہ بیٹھی خوشخوار لگا ہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اُٹھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔ اس دوران ویٹر میرے لیے سیبب کی شراب اور مسالے لے آیا تھا۔

”میں۔ یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟“ اُس نے بھاری بلبے میں کہا۔

”تشریف رکھئے“ میں نے جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھی۔

”تم مجھے عقدہ دلا ہے۔ سو۔ کچھ۔“

”مہراں بیٹھے کی اجازت دے کر“ میں نے شراب کا جگ اٹھا کر ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”اے لکھو، وسط یہاں سے تم زندہ واپس نہیں جاسکتے۔“

”یعنی ٹورڈا کی دشمنی بہت سے لوگوں کو موت کی نیند سلا چکی ہے؟“

”میں بھی مرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے لارہ دای سے کہا۔

”میں تمہاری بہ آر زدہ روٹی کر دوں گی۔ وہ چھکانا۔“

”شکر ہے کیا ہوئی؟“

”کیا تم نے اسی طرح ای میز بریبری پندرہائی کی ہے ایجیہ جہانوں کی، کی جاتی ہے؟ وہ غصیلے انداز میں بولی۔

”کیا تم جہان کی حیثیت سے میرے پاس آئی ہو؟“

”پھر؟“

”معاف کرنا تمہارے انداز سے تو یہ پتہ چلتا تھا۔ ایجیہ تم مجھے صرف موت کی دھمکی دینے آئی ہو۔ بہر حال اگر جہان ہو تو۔“

آپ کیا بیٹا پندرہائی کی مس سنی ٹورڈا۔“

”شکر ہے کیا ہوئی؟“

”ادھیہ ممکن نہیں ہے۔ براہ کرم“ میں نے حاجت سے کہا۔

”میرا مذاق اڑا رہے ہو؟“

”ہرگز نہیں۔ لیکن کریں کہ ایک جہان کی حیثیت سے آپ میرے لیے باعزت ہیں۔“

”میرے لیے“ گردن برگ“ منگو لو“ اُس نے کہا اور میں

نے چیخی سے ہر سے کو اشارہ کر دیا۔ اور قریب آنے پر آرڈر سرور کر دیا۔ سیرا گردن شکر سے چلا گیا۔

وہ اب بھی مجھے غمور رہی تھی۔ پھر آہستہ سے بولی جڑن ہرہا۔

”نہیں۔“

”کہیں اور سے آئے ہو؟“

”ہاں۔“

”کہاں سے؟“

”بس سیاح ہوں۔ دیس دیس کی خاک چھان رہا ہوں۔“

”ہینے داسے کہاں کے ہو؟“

”برٹش ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ لیکن انگریزوں کی سی ٹورڈا بات نہیں رکھتے؟“

”ابھی مجھے خانوٹی سے تم سے مار کھائی چاہئے تھی لیکن نے تیرہ پھری آہت کا ایک مگلا چماتے ہوئے کہا اور وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

”ابھی حد تک بات کرو۔ تم بڑے کیئے انسان ہو تم نے میرے گالوں پر اتنے نور دار تھپڑ لگائے ہیں کہ ابھی تک ڈکھ رہے ہیں۔“ وہ چلنے کیوں اس کی شکایت میں بی بی جھپٹت تھی، مجھے پسند آئی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تم نے بھی کون سی کسر چھوڑی تھی؟ پھیل رات تم نے میرا سر پھاڑنے کی کوشش کی۔ اداس وقت بھی اگر میں دینچ سکتا تو تم میرے ساتھ بہت برا سلوک کرتیں۔“

”پھیل رات کب؟“ وہ حیرت سے بولی۔

”میرا مطلب اس رات سے ہے، اجس کی شام تم آئی تھیں۔“

”تو کیا ہماری ملاقات پہلے بھی ہو چکی ہے؟“ وہ تعجب سے بولی۔

”جی ہاں۔“

”مگر کب۔ ہاں وقت؟“

”جب آپ اپنی رعایا میں جرس تعیم کرنے کے بعد انہیں اپنے نکلارے گھنوں سے نواز رہی تھیں۔ اور اس ناچیز نے اپنا فرض پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔“

”اوہ وہ پندرہائی۔ کیا تم پتہ کہہ رہے ہو؟“ وہ چونک کر بولی۔

”سرخ کیا تھا۔ درہ پھٹے ہوئے سر سے ٹوٹی دلواد تیا۔“

”آئی ایم سوری۔ مجھ سے واقعی حماقت ہوئی تھی میں تمہارا چہرہ ٹھیک طور سے نہیں دیکھ سکی تھی۔ لیکن اس کے بعد میں نہیں تلاش کرتی رہی۔ اگر تم مل جاتے تو تم سے معافی ضرور دیتی لیکن اس کے بعد کبھی تمہارا اگلا نہیں سنا۔“

”ارے تلاش ہوں۔ اپنے پاس کٹا کر نہیں رکھتا اس وقت بھی نہیں الٹا سیدھا کٹا رہتا ہے دیکھ کر جوش آ گیا تھا اور میرا ساقی اپنے مخصوص انداز میں کچھ لوگوں کا کٹا رنجین لایا تھا۔ جو لوہ میں انہیں واپس کر دیا گیا۔“

”میں الٹا سیدھا کٹا رہتا رہتا ہوں۔“ وہ غصے سے سٹھکھیں نکال کر بولی۔

”ہاں کوئی خاص بات نہیں ہے تمہارے اند۔“

”معاذ کرم گئے مجھ سے؟“

”لیکن کرو۔ ہاں جاؤ گی۔“

”اتنا بھروسہ خود پر؟“

”اس سے کبھی کہیں زیادہ۔“

”چلو ٹھیک ہے دیکھ لوں گی۔ دوست بنو گے میرے۔“

”نہیں، میرا یہ مطلب نہیں۔ لیکن تمہارے اندازنگر زبلا کی سی شائستگی نہیں پائی جاتی۔“ میں نے اس کی بات کو سُن کر نہ ٹھٹھا کر لیا۔ جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی وہ میری شغل دیکھی رہی۔ اور پھر اس کا آرزو سرد ہو گیا۔ رونا برگ کھاتے ہوئے اُس نے مسکرائی لگا ہوں سے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

”بہر صورت تمہارے انداز ایک خوبی ہے۔“

”بہت سی خوبیاں ہیں۔ تم مجھے نہیں جانتیں۔“ میں نے بکی شراب کا جگ خالی کرنے سے کہہ۔

”میں نے ابھی ایک ہی محسوس کی ہے۔“

”میرے۔“ ساتھ کچھ وقت گزارو۔ میری خوبیوں سے آشنا پاؤ گی۔“

”دعوت دے رہے ہو۔“

”جی سچ ہو۔“

”ہوں۔“ روٹی چند منٹ خانوش رہی پھر بولی۔

”تم نے اُس خوبی سے بارے میں نہیں پوچھا جس کا مانے ذکر کیا ہے؟“

”ہنا دو۔“

”تم مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے جب کہ جو مجھے جلتے۔ مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے ہرکلتے ہیں۔ اور جو مجھے نہیں تھے وہ پہلی ملاقات کے بعد ہی مجھے سمجھ جاتے ہیں۔“

”مس سینی ٹورڈا میرے خیال میں آپ شدید غلط فہمی نکال رہیں۔“

93

”خوش دل سے بنو گی میرا مطلب ہے، میرے پیچھے بھول کر“
 ”ہاں میں اسی ٹائپ کی عورت ہوں۔ تم نے میری ادبوں سے سچ کر میرے کالوں پر کاپیائی سے پیچھے لگا ہے، بہر حال، یہاں تمہاری فوقیت ظاہر ہوگی۔ کہا تم جو ڈوائس چھوڑ ہو، ہاں“
 ”اے میں نہ جانے کون کون کی چیزوں کا ماہر ہوں، تم کیا جاؤ۔ میں نے لاہر دیا ہی ہے کہا۔“
 ”پھر تلاش کیوں ہو؟“
 ”بس اس بارے میں نہ پوچھو۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔“

”کہاں کرنا پسند نہیں کرتے ہو گے؟“
 ”ہاں۔ میں کسی دکان پر سبزیوں تو ہرگز نہیں بن سکتا نہ کسی فرم کا ایڈمنسٹریٹر۔ میں تو اپنی پھرئی زندگی کا قائل ہوں۔“
 ”خوب بہت خوب۔ تو اپنی اس مقصد میں کامیاب ہو۔“

”نہیں۔ قسمت ساتھ نہیں دیتی۔ میں نے ہرگز سکوڑ کر کہا۔“
 ”میرا نام تقدیر ہے۔“ لڑکی مسکرائی۔
 ”کہا مطلب؟“
 ”میں تمہارا ساتھ دوں گی؟“
 ”دوست بننے کا وعدہ کیا ہے نا؟“

”یار میری کچھ میں نہیں آتا۔ مار کھانے سے پہلے تم میری دشمن بنیں۔ اور مار کھانے کے بعد میری دوست بن گئیں۔ یہ کیا سیاست ہے؟“
 ”یار مار مجھے اپنی بدتمیزی یاد دلاؤ۔ اس کے بعد تم اس دانقے کا ذکر نہیں کرو گے، وہ جھلٹے ہوئے انداز میں بولی۔
 ”اوہ۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے، آئندہ احتیاط رکھی جائے گی۔ مگر تم میرے لیے کیا کرو گی؟“

”بس بس فضول باتیں مت کرو۔ وہ بڑے ہوئے انداز میں بولی، اور دوسری طرف دیکھنے لگی میں دلچسپ لگا ہوں سے اس عجیب و غریب کرشمے کو دیکھ رہا تھا، لڑکی لڑکی تھی ویسے مجھے اندازہ تھا کہ وہ غریب سے کام لیتی ہے کہیں دھوکے سے کوئی دار نہ کرے۔ لیکن بہر حال وہ اس قدر دلکش تھی کہ اسے ہر صورت میں برداشت کیا جا سکتا تھا۔“

”سنی ٹورا۔“ میں نے اسے پیار سے پکارا۔
 ”ہوش میں رہو۔ وہ عزائی۔ تم مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرو گے؟“
 ”اوہ، تو کیا مجھے تمہاری ملازمت کرنی پڑے گی؟ میں

نے گردن میڑھی کر کے کہا۔
 ”میں تم جیسے بدتمیزوں کو ملازم رکھنا کبھی پسند نہیں کرنا گی، اس نے سخت لہجے میں کہا۔“

”کیا میں یہ گندی پلٹیت تمہارے منہ پر دے ماروں؟“
 میں نے بھی غصیلے انداز میں کہا۔
 ”کیا کہا تمہاری موت آئی ہے کیا؟ وہ کرسی دیکھ کر کہا۔“

”کیا کھڑی ہوگی؟ میں نے اظہان سے دیکھ کر اشارہ کیا۔ اور اس کے قریب آنے پر کچھ ٹوٹ نکال کر اس کے حمالے کر دینے کی بات رکھ لینا، میں نے کہا اور پھر سینی ٹورا کو گھورتے ہوئے لولاؤں آگے اس سوشل میں چٹنا نہ چا، ہو تو بارہ چلو۔ میں چاہتا ہوں۔ تمہارا دماغ ہمیشہ کے لیے درست کر دوں۔“
 سینی ٹورا، اجڑ چکے تھے لگا ہوں سے گھور رہی تھی اور اس کے چہرے پر خوفناک تاثرات پھیلے ہوئے تھے چالاک نرم چڑکی۔

”اس کے خدو خال کا تیکھا پن کسی حد تک کم ہو گیا تھا اور پھر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔“
 ”ذلیل ترین انسان ہو میرا سارا گھنڈہ تمہارے دے ہے ہو۔ لیکن اس بات کو ٹوٹ کر لینا کہ میرے ہی ہاتھوں مارے جاؤ گے۔“

”ڈیزینٹی ٹورا۔ میری طرف ایک خواہش ہے۔ ذہن سے یہ خیال نکال دو ہر انسان تمہارا مطلب ہو سکتا ہے۔“
 ”اٹھو گے، ہو تو آؤ، باہر چلیں۔“ اس نے نکلنے سے انداز میں کہا اور میں نے اس کے ساتھ قدم آگے بڑھا دیئے۔ اور ہم رستہ توڑنے سے باہر نکل آئے۔ سینی ٹورا کے چلنے کا انداز بھی بڑا دلکش تھا۔ میں نے پہلی بار غور کیا تھا۔ بہر حال وہ چہرے ساتھ چلتی ہوئی اپنی کارنگ آئی۔
 ”کہاں؟“ میں نے پوچھا۔
 ”کسی سسٹان علاقے میں، جہاں میں تمہیں قتل کر سکوں۔“

وہ بولی۔
 ”فریڈنگ میرے لیے اجنبی جگہ ہے۔“
 ”میں سے چوں گی؟“
 ”تیرے چہرے میں لباس بدل لوں۔“

”جاؤ۔“ اس نے کہا اور میں نے جا کر لباس تبدیل کر لیا۔ پھر میں اس کے ساتھ کھار میں آ، پھچھا اور سینی ٹورا نے کارڈ مارٹ کر دی، اور پھر وہ بلیک پول سے علاقے سے ہی نکل آئی۔ لیکن اب میں اپنے اس اقدام پر غور کر رہا تھا۔ حاققت تو نہیں ہوگی۔ نہ جانے کہاں سے جا رہی ہے۔ اس کہتہ پھر پڑی سے ہر بات کی کوشش کی جا سکتی تھی، چالاک اور کسی قدر کریک

بہر حال اب تو آئی گیا تھا۔ سردار سے کبھی نہیں معلوم تھا باہر ہے۔“
 فریڈنگ سے نواحی علاقوں سے میں واقف نہیں تھا۔ نہ نے یہ سڑک کہاں جاتی تھی، لیکن سینی ٹورا جس انداز میں ایٹونگ کر رہی تھی، اسے دیکھ کر چچرا کر رہے تھے۔ سڑک پر بہت دیر سے ٹوڑ تھے، لیکن کبھی نہ سونی ٹوڑے اور اس کے سر سے ہٹنے نہیں کرتے۔ دے رہی تھی بہر حال اب میں اس حد تک بدل چکی نہیں تھا کہ اس ڈرائیونگ سے خوفزدہ ہو جاؤں۔

میرے اندازے کے مطابق سینی ٹورا نے تقریباً پچاس بل کا سفر کیا اور پھر اس نے کار سڑک سے اتار دی۔ سرسبز علاقہ خدا آکا، دو عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ مار روک کر وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ڈرائیونگ بورڈ کا ایک بٹن دیا یا اور ایک دروازہ کھلائی۔ دوسرے لمے اس نے پھرئی سے دروازہ کھلا ہاتھ ڈال کر باہر نکال لیا۔

اب اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا اس کی نال میری پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور پھر اس کے ہونٹوں پر زہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”اب لو لو۔“
 ”کیا بولوں جان من؟“ میں نے دل نشیں انداز میں کہا۔
 ”تم نے میری توپیں کی تھی؟“
 ”تم نے نہیں کی تھی؟“
 ”اور اگر میں تمہیں گولی مار دوں تو؟“

”مشکل ہے؟“ میں نے سرد لہجے میں کہا اور دوسری طرف دیکھ کر وہ سینی ٹورا کی کتہہ ایک لمے سے لپٹی تھی۔ دوسرے لمے میرا کھڑا تھا اس کے ہاتھ پر پڑا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دوڑ جا پڑا۔ سینی سے عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے لمے میں اس سے لمبے خوبصورت بال پکڑے اور میرا اٹھا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا، لیکن سینی ٹورا نے مخصوص انداز میں دو ٹوں کہنیاں میری پسپوں پر مار دیں اور اس کے بال پیرے ہاتھوں سے نکل گئے۔ دوسرے لمے اس نے گارے سے جھلا ٹنگ لگا دی۔

لیکن اس خوفناک لڑکی کو پستول تک سیننے دینا خطرناک تھا۔ بلاوجہ وہ وحشی تھی چنا پھر میں نے بھی پوری قوت سے جھلا ٹنگ لگائی اور اسے دو دینا ہی میں پھل گیا۔ لڑکی کسی سانپ کی طرح پٹی اور پھر اس نے اپنا سر پوری قوت سے میرے سر پر مارنے کی کوشش کی، ایسا لگا جیسے شانے کی بڑی ٹوٹ گئی وہ میری گرفت سے نکل گئی تھی، لیکن رت بدل گیا تھا اب پستول

میرا پشت پر تھا اور وہ میرے سامنے، اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے اور میں اعتراف کروں گا کہ اس وقت اپنا جانی دشمن سمجھتے ہوئے بھی، میں اس کے اس وقت تک سے چہرے کی دلکشی کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ وہ تمہارے ہوئے چہرے کے ساتھ بے حد حسین نظر آ رہی تھی، اس کی آنکھیں میرے اوپر دھی ہوئی تھیں اور میں اس کے نئے وار کا منظر تھا۔ اور پھر کسی سمت سے لڑکی کا ایک گولہ میرے سر میں گھر لگا اور میرے حلق سے آذیت ناک بیخ نکل گئی۔ سینی ٹورا کا چہرہ میں چاروں طرف روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ رنگ روشن روشنیاں بہت تیز رنگ تھے ان کے۔

میرا کون سی جگہ سے کہاں بہ رہی ہیں میں نے خود سے سوال کیا۔ اور میری نگاہیں اطراف میں پھینکنے لگیں۔ ہال کے آخری کونے میں دو برف پوش بیٹھے ہوئے تھے۔

”کون ہو تم؟“ میرے حلق سے قہقہے کی آواز اٹھی، میں نے اٹھ کر بیٹھے کی کوشش کی لیکن میرے ہاتھ پاؤں تسروں سے کٹے ہوئے تھے؟ کون ہو تم۔ یہ سب کیا ہے؟“
 ایک برف پوش اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے قریب آ گیا، وہ سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں لپٹا ہوا تھا۔

”میں۔ میں کہاں ہوں۔ کون ہو تم؟“ میں نے سوال کیا۔ اور برف پوش نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ بادل سے جا نہ نکل آیا، لیکن اس کے ساتھ ہی میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلنے لگی۔ ”زہری، میری زہری۔“ میں نے اوپر اٹھنے کے لیے زور لگا پایا۔ لیکن سخت بندشوں نے جنبش نہ ہونے دی۔ ”زہری۔ زہری۔ تم ہی ہوں یا تم ہی ہو۔“

”نہیں۔ میرا نام مشیو مار یو ہے۔“ زہری کی آواز اٹھی۔
 ”تم مشیو مار یو؟“
 ”ہاں۔ میں مشیو مار یو ہوں۔“
 ”نہیں تم زہری ہو۔ تم حرف زہری ہو۔“
 ”میں صرف مشیو مار یو زہری ہوں۔“

کیوں لوٹ آئے۔ لڑکی تو تمہاری زندگی کی کتاب کے بہت سے اوراق باقی ہیں تمہارا راجھی ریکارڈ ہو رہا ہے۔ جا رہی رہو۔ ماضی کے سفر نہیں مصروف رہو۔ وہ واپس مڑ گئی۔ ”زہری۔ بے رحم نہ ہو۔ زہری میں نے تمہاری تلاش کے لیے میں نے۔“

آواز میرے حلق میں گھٹ گئی۔ دفعتاً رنگین روشنیوں

مخرب ہو گئیں میرا دماغ چلنے لگا۔ اور پھر آہستہ آہستہ میری چیخیں معدوم ہو گئیں۔ وہی سب کچھ سلسلہ وہیں سے جاری ہو گیا جہاں سے ختم ہوا تھا۔

دیا اور چوٹ کے نشان کو سہلانے سعی
”کیسے بھر دوسہ کروں“؟

”جس طرح دل چاہے۔ تمہارا عدم اعتماد ایک وزو رکھتا ہے لیکن سونا تم کسی سے میری شکست کا تذکرہ نہیں گے۔ اور میں تمہارے سامنے اپنی اونچی آواز نہیں کروں گی۔ اُس نے کہا اور میں اُسے دیکھتا رہا۔ اس لڑکھٹے کی طرح لوگ بدستے دانی لڑکی پر اعتماد کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت تھی۔ چنانچہ میں نے ریلواریکامپیر خالی کر کے اس کی طرف چھلا دیا۔“

”بولی بھی میرا تمہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا اور میرا بلا تم نے بلا دیر یعنی قتل بازی کھائی ہے، لیکن اب کیا ارادہ ہے؟“
”واپس چلیں گے۔“ وہ بولی۔

”ساتھ ساتھ“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
”ہاں، اب تم میرے کافی دور ہیں، اگر تم مجھ سے اتفاق لینا چاہو تو مجھے یہیں بھجھو۔ لیکن میں سخت بر لٹیان ہوا جڑوں کی، کیونکہ میری ہڈی کی ہڈی میں کافی چوٹ آئی ہے، لیکن اگر فراندی سے کام لیتا جاؤ۔ تو مجھے بھی ساتھ لے جیو۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے۔“
”ڈرائیونگ کون کرے گا؟“ میں نے پوچھا۔
”جیسا تم لپیٹ کر دو۔ دیکھو میں کافی تکنیکی محسوس کرتی ہوں۔“

”ہوں۔ چلو چھیک ہے۔ اٹھو۔“ میں نے کہا اور وہ چند ساعت مجھے دیکھتی رہی۔ پھر زمین پر دوڑوں ہاتھ لگا کر دو تین مرتبہ ٹانگے ٹھکی اور پھر کھڑی ہو گئی۔ میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔
”سلاشی لوں گا،“ میں نے کہا۔

”ادھ، اُس نے دوڑوں ہاتھ اور اٹھا دیئے۔ اُس کے پاس اُس خالی لیٹوٹا کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ فالتو اور ٹھیکرانی بھی نہیں تھا۔“

”اوکے۔ او۔“ میں نے اُسے اشارہ کیا اور وہ اندر لڑائی ہوئی چل پڑی۔ چند ساعت کے بعد وہ کار کے نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے اُس کے لیے اسٹیئرنگ کے قریب کا دواخانہ کھول دیا اور وہ اندر بیٹھ گئی۔ اُس کے چہرے کا لیٹیکھ پرن جانے کہاں گم ہو گیا تھا اور اب وہ خاصی بھیجھی کی نظر آ رہی تھی۔

میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور کار اشارت کر کے آگے بڑھادی۔ راستہ سنوائی سے طے ہوتا رہا، میں اُس کی جانب سے چونکا تھا۔ لیکن وہ آرام سے بیٹھی تھی، اور اُس کی آنکھیں

اس کے پسے چہرے پر وحشت نظر آ رہی تھی آنکھوں میں کسی خونخوار رہتی کسی پنک تھی۔ دوڑوں ہاتھ بھلائے ہوئے تھے۔ بیسی لڑائی ہونے کی وجہ سے خاصی چھائی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور میں مسکراتی نکا ہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا ایک بار پھر میں نے اُس کو جبکائی اور میں اُس کی ترکیب کچھ گیا میں نے بھی اُسے اسی طرح بھلا دیا جیسے میں اُس کے دھوکے میں آ گیا ہوں۔ اور پھر چوٹی اُس نے دیکھا میں نے اپنی جگہ سے ہٹ کر چوٹ کی ٹھوکرا اُس کی ہڈی پر لگائی اور اُس کی، سربل پخت کوٹھی پوہ چاروں شانے چت لڑی تھی اور میرے لیے یہ خوف کالی تھا۔

اس کے بجائے کہ میں اُس پر جا پڑتا میں پھرتی سے پیچھے ہٹا اور میں نے لیٹوٹا اٹھا لیا۔ بیٹھی لورا اٹھ کر پھینکی تھی۔ اس کی نکاہ میری بجائے اپنی ہڈی کے سینے نشان پر تھی جو میرے چوٹ کی ٹھوکرا سے تن گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اُسے بھلا رہی تھی۔

”اٹھو،“ میں نے تمکنا کر لیے میں کہا اور اُس نے گردن اٹھا کر مجھے کھوڑا۔ اور نہ جانے اس کی آنکھوں کا لیٹیکھا پرن کہاں چلا گیا تھا۔ اس کا چہرہ اب ملامت نظر آ رہا تھا۔

”میں شاید اٹھ نہیں سکتی۔“ اُس نے کہا۔
”ادھ۔ کیا بیڈی ٹوٹ گئی؟“ میں نے تمکنا کر انداز میں کہا۔ ممکن ہے اس نے میرے بچے کا نوٹس نہیں لیا۔
”پھر کیا خیال ہے۔ کیا میں تمہیں اسی طرح کوئی مار دوں؟“
”دیکھنا ہے گا تمہیں اس سے؟“ وہ آہستہ سے بولی۔

”ہماری تمہاری دشمنی جو ہے؟“
”اب نہیں ہے؟“ وہ آہستہ سے بولی۔
”خوب۔ وہ کیوں سخت مر رہا؟“

”تم نے مجھے شکست دے دی ہے؟“
”چنانچہ اب آپ مجھے سے شادی کر لیں گی۔“ میں نے طنز پر انداز میں کہا۔

”اب تم کو کچھ کہہ لو۔ میں جواب نہیں دوں گی، نہ ہی مجھے غصہ آئے گا۔ جب میرا مان ہی ٹوٹ گیا ہے تو پھر اپنی شخصیت کیوں باقی رہنے دوں؟“ وہ آدھی سی سے بولی۔
”یہ مان تمہاری دیر کے لیے تو ہے۔“
”مہربانہ کے لیے،“ اُس نے گہری سانس لے کر جواب

بند نہیں۔

”میرا خیال ہے اب تم مجھ سے اتفاق لینے کا ہرگز گلم بنا رہی ہو۔ کیا کیپ میں تمہارے خفیہ سامنی موجود ہیں؟“

”مے شمار، اُس نے جواب دیا۔
”ادھ۔ تب تو مجھے فری کیپ چھوڑ دینا چاہیے۔“

”کیا تم غصوڑی دیر کے لیے مجھے ایک عام عودت بھڑک مانگو کر سکتے ہو؟“ اُس نے عیب سے لہجے میں کہا۔
”میں اعتراف کر چکا ہوں کہ تم عام عودت نہیں ہو۔“
”میں تمہاری منت کرتی ہوں۔“
”چلو ٹھیک ہے۔“

”بس بول رہی ہوں، اچا ہو چکے جیو، ایسے دولت مند باپ لاپتی ہوں جس کی دولت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اٹھ لڑکیاں اور میرا لڑکا اٹھواں تھا۔ میرے باپ نے بیٹے کی حسرت اس طرح لڑکی نہ کھینچے لڑکا بنا دیا۔ پندرہ سال کی عمر تک لڑکوں کی مانند زندگی بسر کی اور اتنی عادی ہو گئی کہ خود کو لڑکی سمجھتا رہا اور پھر پیرے اندر اونچی بہت سی برائیاں پیدا ہو گئیں، میں نے نہ جانے کیا کیا بھنگائے، کئے، باپ کی اس خواہش نے مجھے انوکھے روپ دے دیے۔ یہاں تک کہ میں گھروالوں کے کام کی نہ رہی۔ میرا باپ بھی میری عادتیں برداشت نہ کر سکا۔ جس نے مجھے خود کو لڑکی دیکھا۔ سو میں نے گھر چھوڑ دیا، جو کچھ کیا کامیاب رہی۔ بڑے بڑے جہاں میرے ہاتھوں آتا خود کھوٹے بیٹے میں نہیں بتاؤں ہیں۔

”میں نے اپنی زندگی میں سونہ قتل نہیں کیا، خود اپنے ہاتھوں سے لیکن اس وقت جھیل پر۔ اور۔ اس وقت، تم نے میرا غرور توڑ دیا ہے۔ ہاں میں عورت بن گئی ہوں اور ٹوٹے ہوئے غرور مشکل سے گردن اٹھا سکتی ہوں۔“

”وہ خانوش ہو گئی اور اُس کے الفاظ پر غرور کر رہا تھا حالت نے مجھے بے اعتباری سکھا دی تھی، چنانچہ میں اُس کے الفاظ پر غرور کرتا رہا،

میں نے اُس کے کہے کے باوجود اُس پر یقین نہیں کیا۔“
”میرا حال مادام سٹی لورا،“ میں آپ سے ہوشیار رہوں گا۔“
”اعتبار نہیں کرو گے؟“
”کیا مطلب؟“
”میں شکست خوردہ ہوں لیکن مہربان زبان رکھتی ہوں تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گی۔“

”اعتبار رہی لڑکیوں کا لیکن کچھ وقت دیکار ہے؟“
”ٹھیک ہے۔“ اُس نے پھر دوسری آواز میں کہا اور ایک بار پھر ہم کو پینچ گئے۔ مجھے پناہیہ دیکھا وہ۔ دو لڑکی

”ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ دوسری شکل میں بھی نہیں تلاش کرنے میں وقت نہیں ہوگی۔“ میں نے جواب دیا اس کی کار اپنے خفیہ طرف لے گیا۔ اتفاق سے اُس وقت سردارے اور دیگر دونوں ہی موجود تھے۔ سردارے خفیہ کے برابر ہی کھڑا تھا۔

ہم دونوں کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ استاد آخر لے ہی آئے استانی کو۔ خدا قسم اگر میں افترقی ہوتا تو اس وقت تو جتنا دے کر داپھل چھل کر رہتا رہتا ہوتا۔ ہاں استانی، پچیس گئیں استاد کے جال میں آخر ساری آرزوئی دے گئی تھی۔ سردارے اُردو میں بولا۔ سینی ٹوڑا اب لنگڑا نہیں رہی تھی، وہ دوسروں کے سامنے بڑی کمزوری خاص کرنے کی عادی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ بہر حال وہ ہمارے خفیہ میں آ گئی۔

میں نے میکرا اور سردارے سے اُس کا تعارف کرایا۔ بیکرنے بڑے خلوص سے اس کی خاطر ادارت کی۔ سردارے کے سامنے میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ بلکہ کسی قدر اپنا بیٹے سے سینی لورا سے پیش آیا اور میں نے سینی لورا کی آنکھوں میں غمخیزت کے آثار دیکھے۔ غصوڑی دیر پٹیچہ کر وہ چلی گئی۔ اور سردارے میری جان کو آگیا۔

”استاد ساری زندگی کے لیے ہی تمہیں استاد بنا لیا ہے۔ چنانچہ کوئی ایسی بات کرنا مفصل ہے۔ براہ کرم تمہارا داس چنگی سا کو کس طرح قابو میں کیا؟“

”یہ استاد ہی کے گزیریں سردارے فخرت کر دیتا ہیں گے کسی وقت،“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”وہ لیے خدا کی قسم استاد۔ فنکار ہو۔ کہ اُنہم اس عورت کو قبضے میں کر کے تمہارے خود کو مکمل ثابت کر دیا ہے۔“

”اچھا افضل بچو اس مت کرو۔ کافی ہو گئی۔“
”استاد۔ ایک بات اور بتا دو۔“ سردارے ٹھکھیا۔
”دیکھو۔“

”باتی معاملات کیا ہے؟“ دیکھو کے یہاں۔“
”عجب احمق انسان ہے۔“ مجھے سردارے کی بات پر سہنی

آ گئی۔ ”حق نہیں استاد۔ میں ہمیشہ تمہیں رہا جاتا ہوں۔“ سردارے نے منہ چھل کر کہا کہ کم نعت ٹیٹ بھی جھانگی۔ اب تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں؟“

”بات بہت معمولی ہے کوئی خاص بات نہیں ہے میرا تو خیال ہے ابھی چند روز اور انتظار کریں گے۔ بہر حال یہاں سے نکلنا بھی کاردار رہے۔ ابھی تک کوئی ترکیب کچھ میں نہیں آئی ہے۔“

”ٹھیک ہے استاد۔ تو میں بھی یہاں رُکنے سے انقباضاً کروں۔ سردار سے ملے گا اور میں گردن بلا دی بیکر خانوشی سے بیٹھ کر سوچ رہا تھا۔ میں اُس کی شکل دیکھتا تھا۔ وہ ہماری گفتگو کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ عجیب لاپرواہ سا انسان تھا۔ سردار سے باہر نکل گیا اور میں نے بیکر کو آواز دی۔

”عاسٹر“ بیکر نے چونک کر جواب دیا۔
 ”کیا سوچتے رہتے ہو۔ بیکر ہر وقت؟“
 ”کچھ نہیں ماسٹر کوئی خاص بات نہیں“
 ”چھی“

”لیکن کرو ماسٹر بس فصول باتیں“
 ”میری رائے ہے بیکر اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرو“
 ”تبدیلی“

”ہاں۔ تمہارے پاس اب پیرے بھی ہیں لیکن تم لباس نہیں بدلتے۔ باہر بھی نہیں جاتے“
 ”جاتا ہوں ماسٹر“ بیکر نے گردن جھکا کر کہا۔
 ”کب جاتے ہو؟“

”کھانے پینے کی چیزیں لینے جاتا ہوں“
 ”ادہ۔ میری خواہش ہے کہ تم سیر و تفریح کی غرض سے بھی جا کر رو۔ ویسے تمہارے چہرے پر خاصی رونق ہے میں یہ چاہتا ہوں بیکر کہ جب تم اپنے ذہن میں داخل ہو تو تمہارے اندر کوئی خاص تبدیلی نظر نہ آئے“

اور بیکر جھپکے انداز میں سکرانے لگا۔
 سردار سے مستقل غائب ہو گیا، میں اس دوران ٹھیک ہی میں رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ یہ رات کیسے گزارنی چاہئے کیوں کہ سینی ٹوراک طرف چلا جائے خطرہ تو قدم قدم پر ہے ممکن ہے وہ مدعا کرتا بھی جاں بچھا رہی ہو بہر حال ایک طرف انٹریول کا جال ہے اگر اس میں اور اضافہ ہو جائے تو گمان فزق بنتا ہے اور پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا کسی طور سینی ٹوراک بھی تو انٹریول سے تعین نہیں رکھتی۔ میں سوچتا رہا اس پر غور کرتا رہا، ایسا بڑا قیاسی نشانہات نہیں ملتے تھے لیکن اگر ہے بھی تو کیا فزق بڑھا ہے۔ اور پھر میرے ذہن میں غلام سیٹھ بھی آیا۔

آخر اُسے کیا ہوا۔ کیا انٹریول کے خوف سے اُس نے میدان ہی چھوڑ دیا۔ روز بروز میرے لیے ضرور ہے چون ہوتا اگر اس نے اس لان سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے تو ٹھیک ہے میرے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔ بہر حال اب تو مجھے بھی زندگی گذرانا آگئی ہے میں اپنے طور پر ہی زندگی گذار سکتا ہوں۔ میں اپنا رخ بھی

تک اپنے دفاع کے لیے تیار ہواں کیوں، میں نے اُسے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آپ نے خود ہی برسے لے اٹھا کچھ کیا۔ میں ٹانٹا رہا، پھر آپ نے مجھ پر کہا۔ بہر حال آپ کسی شکست کا اعلان کر کے میں لوگوں کی نگاہوں میں نہ رہتا ہونا چاہتا۔ رہی آپ کو ذلیل کرنے کی بات تو آپ یقین کریں میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے۔

”بہت بہت شکریہ ماسٹر ایڈورڈ“ سینی ٹوراک نے گونجتے سے کہا۔
 ”مختصر ٹی اور پھر اٹھنے اٹھنے کی، درحقیقت اُس کا مختصر جلد ترین تھا۔ سفر کی، اپنی پہلی لیکن چھوٹی چھوٹی ضرورت سے آراستہ میں نے اُسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ سینی ٹوراک بھی میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

”پسند آیا؟“
 ”ہاں۔ باہر سے بھی خوبصورت تھا۔ اندر سے اور خوبصورت ہے۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”آپ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے ماسٹر ایڈورڈ“ وہ بولی۔
 ”ادہ بہر حال اب ہم دوست بنیں“
 ”خود میری فطرت میں ہی یہی کہ ہے“ اُس نے فخر مندی سے کہا۔ پھر چونک کر بولی۔
 ”وہ دونوں بھی آپس کے ہم وطن ہیں۔ وہ آپ کے ساتھ کیوں رہتے ہیں؟“

”پنٹو بیرا اور ادو دست ہے۔ بھائی۔۔۔ ست بانڈنگی بہر حال ساقی، بیکر ایک معلوم ادارہ گرد ہے۔ ڈنمارک کا باشندہ ہے۔ یہیں کیسب میں مل گیا تھا“
 ”ہوں“ سینی ٹوراک کھسکے ہوئے لگی۔ پھر چونک کر اٹھی۔
 ”کیا نہیں گئے آپ؟“
 ”شرب رات کو بارہ بجے کے بعد بتیا ہوں۔“
 ”اسے کیوں؟“
 ”بس اصول ہے۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”تب کافی گا بانی رکھ دوں۔“
 ”جیسی آپ کی مرضی“

”تب چند منٹ کی اجازت دیں۔ وہ مجھے کے کون کی طرف بڑھتی اور میں اس کے بارے میں سوچنے لگا کسی قسم کا خوف وغیرہ تو دور دور تک میرے ذہن کے کسی گوشے میں نچا ہوا تک اس بلے نہیں بدل سکتا تھا کہ میں غلام سیٹھ مجھے نزل دیکھے یہ تو سوچے کہ میں نے حالات سے جس طرح سے گھبرا کر خود کو روک پوٹ کر لیا۔

پھر میں باہر نکلنے کی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ کارے کے اچن کی آواز سنائی دی، اگلا مجھے کے سامنے ہی بند رہتی تھی میں نے پردہ سرکار باہر چھاٹا سینی ٹوراک سے آ رہی تھی۔
 ”ماسٹر“ اس نے مجھے بلکارا اور میں خود بھی اس کی طرف بڑھ گیا۔ سینی ٹوراک وہی طور تھے۔ لیکن گہری نگاہ سے دیکھنے سے اُس کے اندر معمولی سی تبدیلی کا احساس ہو جاتا تھا۔
 ”ہیلو۔ ٹوراک“ میں نے خوش دل سے کہا۔
 ”مصروف ہو؟“
 ”نہیں“
 ”تو آؤ۔ رات کا کھانا ساتھ ہی کھا لیں گے“ اُس نے پیش کش کی۔

”ادہ“ میں نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا اور اُس نے نگاہ چرائی۔ ”ٹھیک ہے میں اپنے سامنے سے کہہ دوں“ اور اُس نے گردن بلا دی۔ تب میں نے غصے میں واپس جا کر بیکر کو ہدایت دی کہ وہ ہمارا انتقال کر کے لڑکھانا کھائے۔ سردار سے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا، اور میں بہر حال کھانا سینی ٹوراک کے ساتھ کھاؤں گا۔

پھر میں اُس کے پاس کار میں آ بیٹھا۔ اور اُس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ”تمہارا نام کیا ہے؟“ اُس نے پوچھا۔
 ”ایڈورڈ“ میں نے جواب دیا۔
 ”ماسٹر ایڈورڈ آپ میری طرف سے کتنے ہی مشکوک رہیں اور بہر حال میں آپ کو دوست بنانے کا فیصلہ کر چکی ہوں اور زندگی تو نہیں ہوں میں ایک گدارش ہے ادہ بیکر خود چاہے مجھے جتنا ذلیل کرے۔ آپ کا حق ہے لیکن دوسروں کے سامنے نہیں۔“
 ”میں سینی ٹوراک کو کچھ ہوں۔ آپ کے ذہن میں کچھ بھی ہو

آپ کسی کی بھی نمائندہ ہوں میں آپ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں ایک ادارہ گرد ہوں۔ اپنے حالات کا شکر رکھتی ہوں اور ملک ملک گھوم کر شوق سیاحت پورا کرنے کا خواہش مند تھا، نکل پڑا اور خود کو ان تمام حالات، خطرات، حادثات کے لیے تیار کر لیا جو اس ادارہ گردی میں پیش آ سکتے ہیں کسی حد سینی ٹوراک کی پرکشش لیکن بڑا سزا شہیت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور کبھی عورت ہے اور سبے حد دلکش ہے بہر حال بہت سی اعلیٰ عورتوں سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا اور شہیت عورت، میں نے انہیں صرف عورت پایا تھا۔
 ”مختصر ٹی دیر سے بعد سینی ٹوراک کافی نے آئی اس نے کافی کسی گھبر عورت ہی کے انداز میں میرے سامنے بھی اور

پھر کافی کی دو بیٹیاں بنا کر ایک میرے سامنے کھسکادی مگر اس کے ساتھ ہی خنک میوے بھی تھے۔ کافی پیتے ہوئے وہ خانوشی سے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر اُس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔
 ”ابھی آپ نے ایک جملہ کہا تھا ماسٹر ایڈورڈ“
 ”کونسا؟“ میں نے لڈر کافی سے کٹف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔
 ”آپ نے کہا تھا کہ میرے ذہن میں کچھ بھی ہو، میں کسی کی بھی نمائندہ ہوں“
 ”شاید“ میں نے لاپرواہی سے گردن بلا دی۔
 ”نمائندہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟“

”کوئی خاص مراد نہیں تھی، میرا مقصد صرف آپ کی ذات سے تھا یعنی آپ کسی بھی انداز میں سببیں، یوں مجھ میں نے اس وقت الفاظ کا صحیح استعمال نہیں کیا تھا مگر آپ کیوں چوکیں؟“
 ”نہیں وہ جملہ میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔“
 ”ادہ کوئی خاص بات نہیں تھی“
 ”آپ کے ذہن آمدنی کیا ہیں ماسٹر ایڈورڈ؟“
 ”کیا یہی سوال نہیں ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ہے۔ لیکن اس میں دخل انداز ہونا چاہتی ہوں“ اُس نے کسی قدر ناز بھرے انداز میں کہا اور اُس کے اندر کی عورت جھانکنے لگی۔ بہوٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی تھی۔
 ”ضرور ہے؟“
 ”ہاں“
 ”تو پھر سن لیجئے سینی ٹوراک میرے ذہن آمدنی کچھ بھی نہیں ہیں، ہاں گزارا کر لینا ہوں کسی دسی طرح آج کل جو کام چل رہا ہے وہ ایک جوئے خانے کی رقم سے چل رہا ہے ابا دن پتے میرے غلام ہیں۔“
 ”ادہ۔ شارپنگ“ وہ مسکرائی۔

”ہاں“
 ”کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے؟“
 ”مثلاً، کسی دفتر میں کلرکی یا کسی ایگریکل کیٹی میں ملازمت“
 ”نہیں۔“ وہ ہنس پڑی۔ ”میرے کام تمہارے بس کا نہیں ہے۔“
 ”پھسر۔“

اعتراف سہا سہا کی اسٹارنگ اس نے جواب دیا وہیں
چونکہ اس کی شکل دیکھنے لگا۔

سینی ٹورہ سکرار ہی پچھند ساعت ہم دونوں ایک دوسرے
کی آنکھوں میں دیکھتے تھے پچھندیں سے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
”مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔“

”سہو بلے گا، وہ سکرانی ہوئی، بولی۔“
”کس طرح؟“

”میں تمہاری مدد کروں گی، اس نے جواب دیا۔“
”تم؟“

”ہاں سینی ٹورہ نے ہلوری تنہیدگی سے جواب دیا، اوتیس خود
سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔“

”کیا تم مجھے ان ذرائع کے بارے میں بتاؤ گی؟“
”نہیں۔“

”ادوہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔ اگر تم تیار ہو گئے تو چند دست کردوں گی لیکن تمہیں
پولیس اعتماد کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔“

”سینی ٹورہ میں نے گہری چال چلتے ہوئے کہا۔ اگر تم نے
ایسی بات کی تو پھر میں تم سے کچھ اور باتیں صاف صاف کھل کر
کہہ دوں گی میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن تم سے درخواست
ہے کہ تم انہیں محسوس نہیں کرو گی۔ رہی میری بات تو ہر حال
میں اس آنکھ چھوٹی سے تنگ آ گیا ہوں۔ میرے حالات زیادہ
دوڑا ش نہیں ہیں۔ سینی ٹورہ اسلوب لگا ہوں سے مجھے دیکھ کر ہی
”سینی ٹورہ، تمہیں سے تم دل سے میری دوست نہیں ہو
تمہارا بھی وہی مقصد ہے جو چھوٹے پتھر میں کا اور ٹکٹ کا تھا لیکن
ہر حال انسان، انسانوں ہر اعتماد و نکرے تو کیا اور ختوں ہر کسے
سینی ٹورہ۔ اگر تمہارا حلق انٹریول سے ہے تو براہ کرم اپنے پاس
سے صرف اتنا کہ دو کہ میرا جرم صرف اتنا ہے کہ میں دنیا سے
گہری دشمنی رکھنے والا ایک آوارہ گرد ہوں۔ زندگی کا اتنا شہنشاہ
مجھی ہوں، اور میرے گروہم کی زیر نگیں کائنات دیکھنے کا طلب گزار زندگی
رہنے کے لئے جائز ذرائع نہیں رکھتا۔ اس لیے ایک اسمگلری دست
قبول کر لی تھی، وہ نہیں مل سکا اور یہ اچھا ہی ہے کہ وہ نہیں ملا۔
اگر میں اس کے لیے کام شروع کر چکا ہوں تو پھر میرا جرم مسلم تھا
ہر حال انجی ٹنگ میں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا، انٹریول کے
ہاتھ لگا کر دو ہوتے ہیں، مجھے ایک باہر پھر گرفتار کر لیا جائے اور
اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک میری پوری سہری
نہ معلوم ہو جائے اس کے بعد میرا لہجہ پھوڑا دیا جائے گا۔ بلکہ اگر میری
خدمات حاصل ہو جائیں تو میں ان کے لیے ہم کرنے ہوتی تیار
ہوں۔ میرے اوپر کڑی عمرانی رکھی جائے مجھے اعتراض نہ ہوگا۔“

لوگ جانتے ہیں کہ میں اتنی نہیں ہوں اور اپنا کام انجام دینے
کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ یا پھر مجھے کوئی ماری دی جائے۔ اور اس
تصویر سے ہی چھکارا حاصل کر لیا جائے کہ میں کسی شہرے اسمگلر کا
ساتھی ہوں۔ میری اس گفتگو سے تمہارے لیے بھی دوسرے
تاریخ اخذ ہوتے ہیں سینی ٹورہ میں نے اس کی طرف دیکھ کر
ٹورہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

”میں خاموش ہو گیا، اتنی بھی وہ میری شکل دیکھتی رہی اور
منٹ تک بے خیال کے انداز میں مجھے گھورتی رہی۔“

”میں تمہاری ایک بھی بات نہیں سمجھ سکا۔ ایڈورڈ
”وہی باتیں میں سنی سینی ٹورہ۔ ہاں تو آپ سب کچھ سمجھ گئی
میں باہر و آفتی پتھر میں چھینیں اگر نہیں تمہیں میں تو سنیے لیکن
ہے آپ خلوص دل سے میرے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ چتا پتھر
آپ کے خلوص کے جواب میں خلصان عرض ہے کہ آپ میری آپ
میری ذات سے نقصان بھی اٹھا سکتی ہیں، نہ دوست نقصان۔“
”وہ کس طرح؟“

”آپ کا حلق انٹریول سے نہیں ہے۔“
”ہرگز نہیں، اس نے بیباختہ جواب دیا۔
”تب آپ کا حلق کس اسمگلر سے ہے؟“

”فرض کرو۔“
”تب پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، میں سینی ٹورہ کیوں
انٹریول میرے پیچھے ہے۔“

”ادوہ! اس کے چہرے پر کئی رنگ آئے اور گڑ گڑے۔ وہ
پر اسرار انداز میں میری شکل دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔
”لیکن کیوں؟“

”بات یہ تھی سینی ٹورہ کہ ہم آوارہ گردوں کی حکومت
ہوتی ہے آپ کو معلوم ہے۔ ہمارے پاس اتنی دولت شکل سے ہی
ہوتی ہے کہ ہم آرام سے اپنے حق صدیوں کے کرکیں، اس کے
بے کو چھو کر کرنا ہوتا ہے، شاید آپ کی نگاہ میں ہو۔ ہم ایسے
ہر وہ کام کر لیتے ہیں جسے عام طور پر انسان نہ کرے۔ اس میں
بھیک مانگنی بھی شامل ہے۔ میں اور میرا ساتھی اس کے قانون میں
تھے میں شاربنگ بھی کر لیتا ہوں، لیکن ہر حال وہ ایسی چیز نہیں
ہے جو ہر جگہ کام آئے۔ تب ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے
ہوئی جو کسی شہرے اسمگلر کا نام لیا، ہذا اس نے ہمارے
سنے ایسا ہندوستان کر دے گا کہ تم نوری آوارہ گرد ہی پورا
کر لیں اور پیش بھی کریں بس میں منشیات ساتھ لے جانی ہوں
گی۔ اس نے ہمیں اس کے ساتھی کی حیثیت سے گرفتار کر لیا گیا
اور وہ ہم سے ہلو پتھر کرتے رہے لیکن اصلیت جو تھی وہ
انہیں بتادی گئی۔ شاربنگ وہ نہیں دیکھتے لیکن انہوں نے ہمیں

چارہ بنا کر چھوڑا، اس اسمگلر ہر ہاتھ ڈال سکیں اور آج تک انٹر
پول ہمارے پیچھے ہے۔“

”ادوہ! سینی ٹورہ نے گہری سانس لی، پھر سکرار بولی تو تھمرا
خیال تھا کہ میں بھی انٹریول سے لعلق تھی، ہوں،“
”ہاں۔“

”اور باقاعدہ ہر دو گرام کے تحت تمہارے پیچھے گی، ہوں،“
”بے تنگ میں سے لاہ روادی سے جواب دیا۔
”اب کجی ہی خیال ہے؟“ وہ بیٹھی لگا ہوں سے مجھے دیکھتے
بے بولی۔

”اب اس بارے میں کیا کہوں؟“
”تب تو ممکن ہے یہ کہانی تم سے تم سے صرف خود کو محفوظ رکھنے
کے لیے سنائی ہو۔ تم میرے ذیلے آہیں باہر کرنا چاہتے ہو کہ
تمہارا حلق اس اسمگلر سے نہیں ہے، وہ سکرانے ہوئے بولی اور
میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لڑکی کے بہ الفاظ انا تو
بہت گھر سے تھے یا پھر حقیقت، ہر حال میں نے اس جالاک
نیچا پر اعتبار کرنا ہی چھوڑ دیا تھا، میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا
تھا، خواہ کوئی کجی بھی بن کر میرے سامنے آئے؟“

”کیا خیال ہے؟“ میں لاجواب ہو گیا ہوں میں نے اعتراف
رہا ہے۔

”تب ایک درمیانی حل موجود ہے۔“
”کیا؟“

”تم میرے ادھر اعتماد و کردار میں تمہارے ادھر۔ تم ہمارے
ڈی چالاک، ہوا اور ادھر کشش بھی میں لیکن مال تو تمہاری عزت
سنے لگی ہوں، اگر میرے ذیلے تمہیں نقصان پہنچے تو تم جالاک
سے میرے سنے سے نکل جانا سنے نکل بھی کر سکتے ہو سنے
خراب نہ ہوگا۔ اور اگر میں ٹھیک ثابت ہوں تو میرے ساتھ
آکر رہنا۔“

”یہ الفاظ تو خاصی عجیب تھے، میں نے ہر حال میں
بولی۔“

”دل سے؟“

”ہاں! دل سے! میں نے سکرانے ہوئے کہا۔
”تب آؤ ہم دوستی کا ایک عہد کریں گے۔ وہ ادوہ کے میرے
رب پہنچی تھی اور اس نے اپنا ہاتھ لگا کر بڑھا دیا میں نے بھی
سا کا ہاتھ لگا کر کہا، جب تک تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان
پہنچے تو تم میرے ادھر تنگ کرو گے اور وہی مجھے نقصان پہنچا
وہ تنگ کرو گے، بولو۔ اس بات میں کوئی کھوٹ تو نہیں ہے؟“

”نہیں! میں سروسے میں جواب دیا۔
”تو پھر تمہاری ہی دوستی ہی؟“

”ایک سوال ادوہ ہے۔“
”ہاں! ہاں! کجی“

”میری حیثیت ایک ڈائنامائٹ کی سی ہے، جس کے
فیضے خراب ہو چکے ہیں اور وہ ہر اس جگہ پھٹ سکتا ہے جہاں
موجود ہو۔ ظاہر ہے وہ قرب دورا میں بھی تباہی مچا سکتا ہے
تم سمجھ رہی، تو نا۔ انٹریول میرے پیچھے ہے۔ وہ تمہاری طرف
مجھی موجود ہو سکتا ہے۔ اس طرح میری ذات سے تمہیں نقصان
مجھی پہنچ سکتا ہے۔“

”تب تم مجھے ڈائنامائٹ فیکٹری دکھاؤ، جہاں وہ تیار ہوتے
ہیں، وہ عمارت ہر خطرو قبول کر لیتی ہے سینی ٹورہ نے میری بات
کا جواب انتہائی خوبصورتی سے دیا تھا۔ اور میرے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میں انجمن زمین جاؤں تمہارے لئے۔“
”یہ سوچنا میرا کام ہے، وہ بولی۔

”تمہاری یہ دوسری شکل میرے لیے حیرت انگیز سنی ہو
ادھر ہر حال میں دل سے اس کی قدر کرتا ہوں، میں نے گہری
سنے کر کہا۔

”میں خطرات پسند ہوں ایڈورڈ! اور ضدی بھی ہوں تم
پھر دوسرے وہ کرو یہ تمہاری مرضی سے لیکن ساری زندگی شاید
ہی سنی سے معوب ہوئی، ہوں میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتی،
اور نہ ہی نہ ہی، آف۔ میرے تصور سے باہر کی بات سے ایڈورڈ
شاید میرے والدین بھی مجھے الگ الگ کی عزت نہیں کر سکتے
تھے ایڈورڈ۔ پوری زندگی لوگ صرف میرے ہاتھوں پہنچے تھے
میں لیکن تم نے جس لے ددی سے میرے گالوں پر پتھر لگائے
ہیں، میں انہیں فراموش نہیں کر سکتی اور آہ، وہ بندگی کی چوٹ
کو سنے ہوئے بولی، صرف وہی باتیں ہو سکتی تھیں، یا تو میں
ہر قیمت پر تمہیں تسل کر دیتی، ہر قیمت پر اور میں تو تمہیں بولو
گی، میں نے اس کی کشش بھی لیکن تم حادی رہے جب میں
نے خود کو تمہارے سامنے بے بس محسوس کیا تو پھر تم سے بارمان
ٹی اور ہار ماننے کے بعد مجھے ایک عجیب سی لذت کا احساس ہوا
میں نے سوچا۔ ایڈورڈ! مجھے معاف کرنا، میں نے سوچا کہ وہ بڑا
جو مجھ پر حادی اور حادی ہونے والا۔ وہ سینی ٹورہ کا گوش
ہو گیا تھی۔

”میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سینی ٹورہ کچھ بھی کہتی
ہی خطرناک ہو گئی، سینی ٹورہ ہوا اس وقت سرح بول رہی تھی اور
یہ سچائی فورٹ تھی، میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے عزت
کی آواز تھی، جو میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔“

"جنتی رہو سبھی تو راجا موش کیوں ہو گئیں؟"
 "نہیں ایڈورڈ! اس میں کچھ اور نہیں کہنا چاہتی؟"
 "میرا خیال ہے میں خود کو جہلم سے ڈال کر دوں گی"
 "اس نے لگا میں اتھا کر میری طرف دیکھا اور بولی یہ نہیں
 نہیں کچی۔"
 "جس طرح تم چاہتی ہو؟"
 "یعنی۔؟ وہ میری زبان سے کچھ سننے کی خواہش مند ہو۔"
 "تم نے میرے لیے کیا سوچا ہے؟"
 "جو کچھ میں نے کہا تھا؟"
 "ہاں یہ میں نے جواب دیا۔"
 "ادوہ! سینی توڑنے گہری سانس لی پھر بولی میرا اس
 یکسپ میں بھی میرے بہت سے آدمی چلے ہوئے ہیں۔ اب میں
 تمہیں کچھ کہنے کی بات بتانے میں کوئی عار نہیں سمجھتی ایڈورڈ! میں
 خود اپنے چہرے سے گردہ کی سربراہ ہوں۔ یہ گردہ میرے ساتھ
 ہی چلتا ہے یعنی جہاں میں جاتی ہوں یہ مختلف شکلوں میں
 میرے ساتھ رہتا ہے۔ میں اس سے کام لیتی ہوں اور یہ میرے
 مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔ لیکن میرے گردہ کو یہ بات معلوم
 نہیں کہ میں ان کی سربراہ ہوں، وہ دیکھتے ہیں کہ میں باس کی
 اسٹینٹ ہوں اور باس کی مرضی پر کام کرتی ہوں۔ تم جہاں
 تیسرے نمبر پر کھلاؤ گے، حالانکہ تم دوسرے نمبر پر ہو گے؟"
 "اوہ۔ اور میرا سنا سنی۔"
 "تمہارے تو دوسرا سنا سنی ہیں؟"
 "نہیں۔ تم صرف ایک کی بات کرو، دوسرا لاشا پتھارے ساتھ
 نہ رہ سکے۔ ممکن ہے، ہم اسے ڈنگ لک چھوڑ دیں؟"
 "ادوہ۔ تو تمہارا ڈنگ مارک جانے کا ارادہ ہے۔؟ وہ بیہوش
 بولی۔ اور مجھے احساس ہو کہ میں جلد بازی میں ایک غلطی کر چکی
 ہوں تو پامیس نے ظاہر کر دیا تھا کہ میرے ذہن میں بہر حال
 کوئی پروگرام ہے اور اب اس بات کو کسی شک کا موقع دینے
 بظہری طور پر پہنچانا تھا۔ چنانچہ پامیس نے ایک گہری سانس لے
 کر کہا۔"
 "ہاں۔ اگر یہاں ان انجنوں میں نہ پھنستا تو شاید یہ اس وقت
 ڈنگ مارک میں ہوتا۔"
 "چند روز اور ہی ڈنگ! اس کے بعد ڈنگ مارک کی چلیں
 گے؟"
 "بیکروٹیں کا باشندہ ہے؟"
 "ہاں، تم نے بتایا تھا۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ جتنا وقت بہا

گزارا اور اس سے گزرا کسی طور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں
 میرے سنا سنی تمہاری نگرانی کیوں گے میں انہیں خصوصی ہدایت
 جاری کر دوں گی؟"
 "اوکے سنی توڑا میرا خیال ہے اب اس موضوع کو ختم کیا جائے
 کیا تم مجھے گٹا بناؤ گی۔؟"
 "ارے ہاں، یہ وہ مسکرائی۔ یہ تو میں بھول ہی گئی تھی وہی بات
 تو ہے کہ تم میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ تم انسان کو مطلع کرنے
 کے لیے شمار کرنا چاہتی ہو۔ اس وقت چوہی میری توہین ہوئی تھی میں
 برداشت نہیں کر سکتی تھی لیکن بہر حال تمہاری نگاہیں گار پری بھی
 خوب چلتی ہیں؟"
 "شکر یہ ہے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔"
 "تب پھر کج تمہی گٹا بناؤ گے؟"
 "اور تم بھی؟"
 "تب کیوں نہ، ہم ایک عمدہ پروگرام ترتیب دیں۔؟"
 "وہ کیا پامیس نے بلو جھا۔"
 "ایک گٹا تمہارے ہاتھ میں ہو، دوسرا میرا ہاتھ میں، ہم
 آواز گردوں کو صحیح کر لیں اور ان کا تماشہ دیکھیں؟"
 "لیکن میرے پاس گٹا نہیں ہے؟"
 "میں جہاں کر دوں گی یا سینی توڑنے کہا۔"
 "ٹھیک ہے، جیسی تمہاری مرضی۔ میں نے جواب دیا وہ
 سینی توڑا خاموش ہو گئی۔ وہ جیسے باہر نکل گئی۔ اور تھوڑی دیر
 کے بعد واپس آئی۔"
 "گٹا ابھی بھیج جانے گا۔ اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر
 بلا دی سینی توڑا بھی پر خیال انداز میں ہماری شکل دیکھ رہی تھی پھر
 اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ محسوس ہوتا ہے جیسے میں
 نے ابھی تک غلطی کی تھی۔"
 "کیسی سنی؟"
 "تہنا زندگی میں اتنا لطف نہیں ہے۔ جتنا کسی سنا سنی کی میت
 میں اب تک میں نے کسی سنا سنی کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی
 تھی۔ لیکن اب تو میں جوں میں تمہارے بارے میں سوچتی ہوں میری
 مسرتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے یا پھر یوں سمجھو کہ تم میری زندگی
 کے پہلے انسان ہو جس نے میری نالوثہ دی ہے اور تمہارے سوا
 میری لگاؤ کچھ نہیں ہے؟"
 "پھر سے کسی نے آواز دی اور سینی توڑا باہر نکل گیا پھر وہ کچھ
 خوبصورت گٹا لے کر آیا اور اس نے گٹا میری خدمت میں پیش
 کر دیا۔ نائل ہونے کے بعد یہ لڑکی کے خد حسین نظر آئے تھے۔"

جسامت تو غیر معمولی تھی ہی چہرے کے خدو خال بھی نرم ہونے
 کے بعد ہنسند لکش ہو گئے۔ تب اس نے اشارہ کیا اور ہم دونوں
 باہر نکل آئے۔ اور پھر جیسے کے سامنے، ہمارا کچھت پر کھڑے ہو کر
 سینی توڑا نے مخصوص ہانک لگائی اور گٹا کے تار پھیر دیے۔ اور
 بھوکے ننگے آوارہ گرد خیلوں کی طرح لکے۔ انہوں نے دیکھا تھا
 کہ جب گٹا رکھا تھا تو ہنس بھی لگتے تھے۔ اور آج کا دن بھی نالی
 نہیں تھا۔ کی آدیوں نے سینی توڑا کے نام پھر چرس لگتے تھے اور
 دھوئیں کے بادل بلند ہونے لگے۔ تب سینی توڑا نے سیکڑے ہونے
 میری طرف دیکھا اور گٹا بہر ایک دھن پھیر دی۔
 میں بھی گٹا کا کام دکھانے کے لیے جین تھا میں نے سینی
 توڑا کے ٹرکی دھن پھیرا اور اسے نہایت خوبصورت انداز میں
 بجانے لگا۔ سینی توڑا کی اور پھر اس نے دھن تبدیل کر دی اور میرے
 تاروں سے بھی وہی آواز نکلنے لگی۔ اور سینی توڑا مسکراتے ہوئے
 چھوٹنے لگی۔"
 "ونڈر فل ایڈورڈ۔ ونڈر فل! اس نے مسکراتے ہوئے دوا
 دی اور پھر گٹا کے نغے بہتوں کی خدمتوں بڑھاتے رہے۔"
 "اسا دن نہ یاد آتا ہی زندہ ہوا؟" ہمیں سے سردی کے آواز
 ابھی اور میں نے مسکراتے ہوئے لگا میں دوڑا میں لیکن سردی
 اسے نظر آسکا۔ آواز گردوں نے اب رقص شروع کر دیا تھا نائٹ
 میں ڈھبے ہوئے باسٹ چلا رہے تھے، تھمک رہے تھے ان
 میں نور تھی بھی تھیں۔ اور مرد بھی تھے۔ سب دہلانے ہو گئے تھے
 اور بے تکلیف میرے لیے نا نہیں تھا۔ میں انسان کو اس حالت
 میں بھی سلی گئی بار دیکھ چکا تھا پھر سینی توڑا ہی تھمک گئی اور اس
 نے اپنا گٹا رکھ کر چھت بڑھا لیا۔ وہ جنت بھری لگا ہوں سے میری
 شکل دیکھ رہی تھی۔ اور آواز میں نے بھی گٹا لگایا سینی توڑا
 نے تالیاں بجا لیں تھیں۔"
 "ونڈر فل ایڈورڈ۔ ونڈر فل! تم واقعی کمال کے انسان ہو
 میں نے اتنی خوبیاں کسی انسان میں کجا نہیں دیکھی ہیں، واقعی
 کمال کے انسان ہو؟"
 "شکر یہ توڑا میں کلاری کھت سے اترا آیا اور ہم دونوں اندر
 رخے میں پہنچ گئے۔ رات خاصی ہو گئی تھی۔ میں نے سینی توڑا کی طرف
 دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر لولا۔ اب اجازت دینی توڑا
 "ہاں، وہ ڈنگ بڑی چند ساعت میری طرف دیکھی رہی
 پھر آہستہ بولی۔ کیا تمہارے سنا سنی تمہارا انتظار کر رہے ہو گئے؟"
 "سنا سنی۔؟ میں نے گہری سانس لی، کون کسی کا انتظار
 کرتا ہے سینی توڑا؟"
 "تب پھر جانا ضروری ہے؟ تم سے باتیں کرتے دل نہیں
 بھرنا ٹینڈ آر ہی ہے؟"

"نہیں"
 "جب کوئی بات نہیں ہے تو پھر اجازت کیوں؟ وہ کھرتے
 ہوئے بولی۔"
 "تم بھی تو اسکتی ہو سینی توڑا۔ جہاں کہتے ہیں تو پھر جانا ہی
 تو ضروری ہوتا ہے؟ میں نے جواب دیا اور وہ مجھے عجیب سی
 لگا ہوں سے دیکھنے لگی، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی تھی۔
 میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟"
 "ہاں۔ ممکن ہے دستور دنیا ہی ہو لیکن میں مختلف فطرت
 کی مالک ہو؟"
 "یعنی؟"
 "میں بتا چکی ہوں، میری پوری زندگی عجیب سی ہے
 سلواڈ ایڈورڈ کوئی مرد، میری زندگی میں، میرے مرد کی حیثیت
 سے نہیں آیا۔ سنا تم نے میں آج تک ان چھوٹی ہوں، میرا دل
 خالی ہے۔ بالکل خالی۔ اپنے علاوہ کسی کو نہیں چاہا کسی سے
 ہمارا نہیں کیا اپنی فطرت کا بار بار تجزیہ کیا میرے سینے میں بھی
 جذبات ابھرے، بعض مردوں کے ہاں میں سوچا، جذبات
 کے بارے میں سمجھا رہی ہیں، انہیں پرکھا۔ لیکن مردوں کی قسم
 میں چاہتی تھی وہ ان میں نہ پائے سو میں نے انہیں دھڑکنگ
 دیا۔ پھر نہیں نے سوچا کہ شاید میری پسند کا مرد بھی روئے زمین
 پر نہیں ہے۔ یا پھر میری سہیل نازا، نہیں ہے۔ میں اس دنیا
 کے انسانوں کی طرح نہیں سوچتی لیکن اس کے بعد بھی۔ اس
 خیال کے بعد بھی میں خود کو اپنے خیالات کو تبدیل کرنے پر
 آمادہ نہ کر سکی۔ تب میں نے مردوں کے ہاں میں سوچنا ہی چھوڑ
 دیا اور کوشش کرنے لگی کہ میرا صورت بن نہا جیسے۔ ہونٹوں
 کسی حد تک مردوں کی، سینی توڑا خاموش ہوئی، تجزیہ بن
 گیا میں عجیب نہیں ہوں۔ عورت ہوں لیکن خود مرد سمجھتی ہوں
 مرد پھر مرد کے ہاں میں نہیں سوچ سکتی اور عورت کے
 بارے میں کسی کچھ بات ہے۔ پھر میں کسی کے ہاں میں
 سمجھوں صرف اپنے بارے میں نالوثہ ایڈورڈ۔ اس کے علاوہ
 میرے پاس سوچنے کے لیے کچھ رہ گیا تھا۔"
 میں تو میرے اس کا جائزہ لے رہا تھا سینی توڑا۔ سنی
 کیفیت کا کسی حد تک احساس ہو رہا تھا۔ اگر یہ عورت کوئی بڑی
 اداکارہ نہیں ہے تو پھر بڑی عورت نہیں، جیسی لیکن کوئی
 فیصلہ میں اب بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آخری فیصلہ
 کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس دنیا کی اتنی سنگین ہیں اور ایسی ہی عجیب
 میں کسی شکل کو صبح سمجھ لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے
 اور میں خود اپنی لگا ہوں میں اتنی ہنسا نہیں چاہتا تھا۔"
 "تم تو خاموش ہو ایڈورڈ؟" اس نے مجھے چند منٹ کے

لود ٹوکھا

”اوہ۔ ہاں۔ تم ہر غور کر رہا تھا، میں نے خواب دید۔
 ”کیا خیال ہے تمہارا میرے بارے میں؟“
 ”تم ایک اچھی ہوئی عورت ہو، جس طرح تیری آنکھیں اور
 اگر فطرت بری نہ ہو تو انسان کو کسی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔
 ”میرے اندر نفاوت ہے۔ میں ہراس کا ہر سے نفرت کرتی
 ہوں جسے بے شمار لوگ پسند کریں۔ اپنے حالات کی حد تک
 بتا سکتی ہوں، لیکن کیا تم مجھے بے ضمیمہ سمجھتے ہو؟
 ”کیا مطلب؟ میں نے تجب سے پوچھا۔
 ”میرے والد نے مجھے شہزادی کی طرح رکھ سکتے تھے، وہ
 مجھے دنیا کی ساری آسائش دینا کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے نفاوت
 کے لوہے سے کوئی امداد نہیں لی۔ اور اپنی زندگی اپنی مرضی کے
 مطابق گزارنے کے ارادے سے سہارا بنا لیا۔ دیکھ لو، کیا میں ایک
 کامیاب زندگی نہیں گزار رہی؟ کیا کی ہے میرے پاس؟
 ”یقیناً نہیں نے جواب دیا۔
 ”سنوایڈ وڈ! تم مجھے پسند آگئے، ممکن ہے میں ہمیشہ کے
 لیے تمہاری عورت بن جاؤں لیکن تم میرے دوست ہو، ہوسٹو
 میں کی کو دوست بھی نہیں بناتی لیکن میں نے تمہیں اپنا
 دوست بنایا ہے، تمہارے اندر وہاں ہے، تم حسین عورت کو
 بھی صرف عورت نہیں سمجھتے اسے مدد بھی کیتے ہو، یہ تمہاری
 کوائی ہے مجھے باطل مت سمجھنا آج اگر تم آتی ہے دردی سے
 مجھے نہ مارنے تو میں تم سے کبھی متاثر نہ ہوں، اگلی کسی طور
 تمہیں متل کر دیتی؟
 ”اوہ شکر یہ سنی ٹورا، میں نے گہری سانس لے کر جوتے لہر
 دیئے اور پھر کنبوس کے خوبصورت پبلنگ ہیر دراز ہو گیا، جو شاید
 سینی ٹورا کا تھا سینی ٹورا سکاڑی تھی۔
 ”یہاں اس سینٹ میں کسی کو بے لگائی سے بیٹھنے کی جرات
 بھی نہیں ہوتی۔ تم غم آرام سے لیٹے ہو، ہر ہاں ان باتوں
 کو چھوڑو، تم نے کیا فیصلہ کیا۔؟
 ”کس بارے میں سینی ٹورا۔؟ میں نے پوچھا۔
 ”میرے ساتھ کام کرو گے؟
 ”کہا حرج ہے لیکن تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ تم انھن میں
 بڑھاؤ گی؟
 ”ابھی انھنوں سے میں خود نمٹ لوں گی۔ تم جواب دو۔؟
 ”ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔؟
 ”وینڈر فل! اس نے مسکراتے ہوئے کہا، تمہارے اس
 جواب سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے، باقی معاملات کی تم

نکر کر دو، میرے ہاتھ لا محدود ہیں۔؟
 ”تمہیں میرے اندر میرے ساتھیوں کے لیے ہاں پھوٹ
 بنوانے پڑیں گے۔؟
 ”کل ٹو ڈی گرا جسے کہہ دوں گی تمہاری تصویریں اتارنے
 پاپھوٹ بن جائیں گے۔؟
 ”اور انٹرویو لے لیں گے۔؟
 ”اس کے بارے میں بھی سوچیں گے ڈیر، اس نے گہری
 سانس لے کر کہا۔
 ”ذہن میں ایک دم کا سا ہوا اور ماحول پھر بدل گیا، وہی
 ہاں تھا میں رنگین روشنیوں کے حصار میں تھا۔ دو لوں ہر پزوش
 اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ دوپراسر اور خود جس کے بارے میں مجھے
 کچھ نہیں معلوم تھا۔
 ”کیا ہوا؟“ ایک بھاری آواز میری شدید ذہنی کو بکا کاٹنا کر
 ہونے سے باوجود میں نے اس آواز کو پہچان لیا۔ یہ تروکا تھا ہاں
 یہ تروکا تھا۔ میرے گد وپے میں بجلیاں دوڑ گئیں اور میں اس
 کرب کے عالم میں پھنی۔
 ”تروکا۔ مردود، کھینے، بیہوش نہیں کھول دے مجھے کھول
 دے گئے۔ میں میں۔“
 ”یہ پھر ہوش میں آ گیا مشیو مار یو۔ تروکا نے کہا۔
 ”اس کی ذہنی قوتیں آن مشینوں سے جنگ کر رہی ہیں
 تروکا، باہار ان مشینوں کا طمس توڑ دیتا ہے، یہ کی آواز ہے۔
 ”آہ۔ بے رحم نہ ہو، بے رحم منگول میں لوڑا ہوں۔ تیرا
 نواز۔ میں تیرا نواز ہوں تیری۔ تیرا۔“
 ”پاور تیرا بڑا کر دو۔ تروکا نے حکم لیا۔ اور تیری اپنی نگہ سے
 اٹھتی، روشنیوں اور تیز رفتار ہونگے میرے ذہن میں گھول
 گھول ہو رہی تھی۔ اور پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں لیکن کہاں
 یہ سب کیا ہے۔ یہ تو یہ تو ماٹھی کا ایک ادب میرے سامنے
 کھل گیا۔ دماغ کی گھول گھول کا رے ان کی آواز میں بدل گئی۔
 سردار سے میرے ساتھ تھا، ایک ٹیکسی میں سفر کر رہے تھے۔
 ”استاد! سردار سے کی آواز اچھری۔
 ”ہوں۔؟
 ”ہم نے ایک بہت بڑی بات نہیں سوچی۔
 ”کہا،؟ میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”اگر انتہائی کا لائق انہی لوگوں سے ہے جن کے بارے میں
 ہم سچ رہے تھے تو پھر اعتماد کیا مٹی رکھتا ہے۔؟
 ”اعتقاد،؟ میں نے سردار سے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”استانی نے میں رات میں گہری سانس لے کر کہا،
 ”دو“

”اوہ! میں آہستہ سے بولا۔ درحقیقت اس وقت سردار سے
 نے مجھ سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا تھا اور پھر پہلے ہی میرے
 ذہن سے اٹل گئے تھے۔ ویسے تو ظاہر ہے کہ میں کی طور پر سنی ٹورا
 کی طرف سے ملحق نہیں تھا۔ حالانکہ اس نے مجھے اطمینان دلانے
 کی پوری پوری کوشش کی تھی لیکن اگر وہ صرف اسمگلر ہی تھی تو
 ہوشیار رہنے میں کیا حرج ہے لیکن اس وقت میرے ذہن
 میں یہ بات نہیں آئی تھی سردار سے کے توجہ دلانے پر میں نے
 اس پر غور کیا۔
 ”کس سوچ میں ڈوب گئے استاد!؟“ سردار سے آہستہ
 سے بولا۔
 ”بات ٹھیک ہے سردار سے، میں تیرے خیال کو سمجھ رہا
 ہوں۔ اور یہ ممکن ہے۔ یہ میری گ میں لا کر انہوں نے گویا کہیں
 موقع دیا ہے کہ کسی سے ملاقات کرنا چاہیں تو ہرگز نہیں
 ”ہاں ٹھیک استاد۔ دوسرے معنوں میں سمجھ لو وہ ہیں
 ”تیرے گ میں آ زمانا جاتے ہیں۔“
 ”اس طرح تو پھر ہمارا تعاقب ہو رہا ہوگا۔؟ میں نے
 آہستہ سے کہا۔
 ”اگر نہیں ہو رہا ہوگا تو حیرت کی بات ہے۔“
 ”سپر حال میں یہاں سے نکل چلنا ہے سردار سے خواہ
 کچھ بھی ہو، خواہ کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے، میں نے جواب
 دیا اور۔ اسے سر ہلانے لگا۔ سینٹ پانی کے ترہبہ ہونے
 ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور پھر لی اور اس کے بیٹوں بیٹھنے کے
 انداز میں آگے بڑھ گئے۔ لیکن سب سے بڑی جلدگاہ اب
 لگا ہوں کے سامنے تھی۔ تجاروتی، فوجی، مسافر، دروازہ جہاز اور چھٹی
 بڑی کشتیاں ایک سے دوسرے سب تک پہنچی ہوئی
 تھیں۔ جلدگاہ کے ساتھ چوڑے فٹ پانچ بڑی بڑی کھڑے
 جہازوں کے ملائے، قصہ گھوم رہے تھے۔ ان کی لگا ہوں شمار
 کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔
 سینٹ پانی سے آگے بڑھ کر ہم دیکھا یہاں پہنچ گئے۔
 دیکھا یہاں، جس کا نام سن کر ہی رال چلنے لگتی ہے۔ شہید
 کیوں، ناپاک گھروں اور شراب خانوں کا ایک جنگل جہاں کی کوئی نہیں
 آئی اور جہاں راتوں رات کو ذہنی بھکاری بن جاتے ہیں۔ یہاں پر
 کاروں کی آمد و رفت دہونے کے برابر تھی۔ سڑک ٹپ پانچ کی حیثیت
 سے استعمال ہو رہی تھی۔ ہر شہید کلب کے دروازے پر اندر ہونے
 والی رنگین تماٹوں کی تصویریں جیسا نہیں کبھی چھوٹ جاتے
 ناسے پتھر پتھر لگا ہوں کو بڑی طرف متوجہ کر رہے تھے۔ ”پانچ لوگ
 ہیں میں لگیوں کا قرض، بیس گلاس مفت، ہندوستانی جوتی اور

بچا اس جنگلی حرکتوں کی مشقوں کی خواہش، سردار سے یہ
 سب کچھ دیکھ کر کھنڈی آ رہی بھر رہا تھا۔
 پھر ہم ایک ملحقگی میں داخل ہوئے تو وہ دنگ رہ گئے۔
 ”دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ سڑکیں رنگ رنگی ہوئی تھیں، سڑکیوں
 لیکن ان میں کپڑوں یا اشیاء کے بجائے عورتیں ہی ہوتی تھیں اور
 غارتے اور اب انک کی موتی تھوں میں ملخوف۔
 ”استاد! سردار سے نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔
 ”ہوں! میں چونک پڑا۔
 ”ہائے جانے کی ایسی بھی کہا جلدی تھی ارے وہ ہمارا کیا
 بگاڑ لیتی تھا، ہم ہمارا تو کوئی پروگرام بھی نہیں تھا۔“ سردار سے
 یوں کرنے لگا۔
 ”ٹھیک بڑی رال!؟
 ”ہائے استاد۔ دیکھو تو یہی یہ کوری ملاح عیش کر رہے
 ہیں اور پھر ایسی جگہ ہم نے ٹراغلا فیصلہ کیا استاد کاش یہ میری گ کو
 ایک لنگاہ جانچ کر یہاں سے آگے جانے کا پروگرام بناتے، سردار
 بدستور بن کر کرنے والے انداز میں بولا اور مجھے اس کے متحرک
 بن کر پھنسی آئی۔
 ”سپر حال اب پروگرام بنا چکے ہیں سردار سے، اب کچھ نہیں
 ہو سکتا۔“
 ”ارے تو ابھی ہمارے مسئلے کا علم ہے جو ہوگا، استانی نے
 پوری رات کی چھٹی دے دی تھی۔؟
 ”پلیز سردار سے۔ بوردت کرو۔ کیا فائدہ۔ یہ بتا لیں کہاں
 نہیں ہیں،؟ میں نے کہا اور سردار سے ایک ٹھنڈی سانس بیکر
 خادوش ہو گیا۔ پھر ہم قدرے شریفانہ علاقے میں نکل آئے یہاں
 صرف شراب خانے تھے۔
 میں ایک شراب خانے کے دروازے پر ٹکا اور بیکر اور
 سردار سے تیرانی سے میری شکل دیکھنے لگے۔ ”اوہ! میں اندر داخل
 ہو گیا، سردار سے وغیرہ نے میرا ساتھ دیا۔
 ایک میز پر تقریباً آدھا گھنٹہ گزارا، بیکر نے شراب کے دو
 پیگ چکے میرے اور سردار سے کے سامنے بھی شراب آئی تھی ہم نے
 چند عموٹے لیے اور پھر شراب چالاک سے شائٹ کر دی۔ یہ بد بڑی
 رات کی نہیں تھی۔ بلکہ ہزارا عموٹوں سے جاگن تھا اور چائے آٹھوں
 سے میں نے دو افراد کو دیکھا جو ہمارے بعد شراب خانے میں
 داخل ہوئے تھے۔ یقیناً ہمارا تعاقب کرنے والے تھے۔ میں
 خادوشی سے کچھ سوچتا تھا، پھر میں نے ذہن میں کچھ فیصلے کر لیے
 اب میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

”سردار سے“ میں نے سردار سے کو آواز دی۔
 ”بس چیف“
 ”بل ادا کرو“

”اوکے“ سردار سے نے کہا اور وہ اشارے سے بلا کر کچھ کر رہی اس کے حوالے کر دی اور پھر ہم تینوں اٹھ گئے۔
 ”ہاں میں نہیں آئی استاد“ سردار سے بولا۔
 ”کیوں؟“ میں نے غلی میں پیدل چلتے ہوئے کہا۔
 ”شراب خانے کیوں آئے تھے؟“
 ”تعمیر کرنے والوں کا اندازہ لگانے“
 ”اوہ پھر؟“ سردار سے چونک کر بولا۔
 ”اندازہ ہو گیا“ میں نے جواب دیا۔
 ”اب کیا پوزیشن ہے؟“

”خالی حالت تھی۔ میرے خیال میں اب وہ بھی ہمارے پیچھے نکل آئے ہوں گے“ میں نے جواب دیا۔ سردار سے نے فوراً بدلتے کر نہیں دیکھا تھا لیکن چند منٹ کے بعد اس نے گردن کو گھمایا۔

”وہ اندازہ درست ہے چیف“
 ”آ رہے ہیں“

”ہاں اور ان کے عقب میں ایک کار بھی ہے“
 ”گنڈ ضرورت کے لیے“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کیا پھر وہ گرام ہے استاد؟“

”وہ بڑی سڑک پر نکل کر چھٹی تلاش کرو“ میں نے جواب دیا اور سردار سے نے گردن ہلا دی اس کے بعد وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتا رہا میں کچھ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن کچھ بھی ہو جائے اب فیصلہ کر لیا ہے تو کام ہونا ہی چاہیے اور پھر پہلے ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آ کر روکنی اور سردار سے کو میں نے ڈرائیور کے پاس بٹھایا اور خود بیکر کے ساتھ دوپٹے بیٹھ گیا ٹیکسی آگے بڑھ گئی تھی۔

”چلتے رہو ہم راستہ بنا دیں گے“ میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ متعاقب کار کی روشنیاں تلاش کرنا مشکل نہ تھا۔ ہم چند وہ ہوشیاری سے کام لے رہے تھے لیکن بہر حال اس کے بارے میں اندازہ لگایا گیا تھا اور ٹیکسی سفر کرتی رہی۔ کافی دور چل کر ڈرائیور نے پوچھا۔

”جنااب۔ کیا آپ سرحد کی طرف جانا چاہتے ہیں؟“
 ”نہیں ڈرائیور چلتے رہو ہم ابھی واپس آئیں گے“ میں نے کہا اور ڈرائیور نے شانے ہلا دیئے اور پھر ہم سسنان سڑک پر آئے۔ اب متعاقب کار کو بڑی دشواریاں پیش آرہی تھیں وہ

فاصلہ کر کے روشنیاں جلائے اور پھر گھما دیتے۔ کافی دور چل کر میں نے ڈرائیور سے کہا:

”بس ڈرائیور یہاں سے واپس چلو“

”اوہ بس سر“ ڈرائیور نے لاکر بیک دکھائے۔ سڑک اتنی زیادہ کشادہ نہیں کرتا راستہ کر کے یوٹرن لیا جاسکتا اس لیے گاڑی کو بالکل روکنا ضروری تھا اور میں اس بات کا اختیار کر رہا تھا۔ جیڑھی ڈرائیور نے بیک لگا کر گھیرے ہوئے گاڑی میں نے ڈرائیور پر حملہ کر دیا۔

بیکر اور سردار سے چونک گئے تھے لیکن میں نے ڈرائیور کو اس کی سیٹ پر سے کھینچ لیا تھا۔ بیکر تجھ انداز میں منہ پھرتے میری کاروائی کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے سردار سے دروازہ کھول کر بیٹھے اتر آیا۔

”میری مدد کی ضرورت ہے استاد؟“

”اسے نیچے اتارو سردار سے“ میں نے کہا اور ہم نے ڈرائیور کو ٹیکسی سے نیچے کھینچ لیا۔ ”نیچے والی کار کو روکنے کا پوری کوشش کرو ان سے تمنا ہے“

”اوہ۔ جم بنگ“

”ہوشیاری شرط ہے۔ فکرت کرو“ میں نے کہا اور پھر میں بیکر سے بولا۔

”بیکر جو رہا ہے اسے صرف دیکھتے رہو زبان کا استعمال مناسب نہ ہو گا“

بے چارے بیکر نے صرف گردن ہلا دی تھی، زبان تو اس کی خود بخود بند ہو گئی تھی۔ ہم نے ڈرائیور کو زمین پر ڈالنا اور خود اس کے نزدیک آگے بڑھے۔ اور پھر عقب میں آنے والی کار ہمارے قریب آئی اس کی روشنیاں ایک دم چل گئیں تھیں اور پھر اس کے بیکر کافی زور سے چرچر آئے۔ کار ہمارے قریب آئی۔

”کیا بات ہے؟“ ان میں سے ایک نے کڑوت لہے میں پوچھا۔

پوچھا۔ سردار سے بڑھے اتر گیا تھا۔ وہ فوری فیصلہ کرنے پر قادر تھا۔ بس ہمیں، انہیں بےستول کے استعمال سے روکنا تھا اور یوں بھی وادار تین کا حساب تھا۔ بیکر کو ہمارے ساتھ تھا ایک فالتو چیکر کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے اہتمامی چھٹی سے کار سے سٹارٹ کرنے والے کی گردن پر ایک زوردار ٹھونس مڑ دیا اور دوسرے کو نیچے کھینچ لیا۔ دوسری طرف سردار سے نے ڈرائیور کو سنبھال لیا۔ بہر حال مجھے چھٹی سے کام کرنا پڑا تھا۔ جو تھے کی مضبوط ٹھونس نے گھونسہ کھانے والے کو درست کر دیا۔ البتہ دوسرا آدمی بےستول نکالنے میں کامیاب ہو چکا تھا لیکن اس کا ہاتھ میرے قابو میں

تھا اور پھر میرے سر کی ہنترے اس کی ٹھونس چھوڑ دی تھی یہی سبب کارگردی و زور نما عملہ خاصا مشکل ہوئے لگا تھا۔ دو تین ٹھونس نے اس کے حماس درست کر دیئے۔

یوں ہم نے ان پر قابو پا لیا۔ سردار سے اپنے شکار سے ٹھنٹے کے بعد میری طرف دوڑا تھا لیکن بہر حال میں اپنے شکاروں سے نمٹ چکا تھا۔

”استاد۔ استاد سے“ سردار سے بولا اس کی آنکھوں میں جتنے ہی کسی چمک تھی اور وہ پوری طرح جاگ اٹھا تھا۔
 ”اب جلدی کرو“

”جو کم کر دیتے آقا“ سردار سے نے سبز چھلکا کر کہا۔
 ”اسے چرانے جن۔ انہیں ٹیکسی میں ٹھونس دے، سو ڈرائیور کے اور پھر ٹیکسی سڑک سے اتار کر گھڑی کر دے، ایسی جگہ جہاں دیر تک اس پر نگاہ نہ پڑ سکے“

”ان کی جیوں کی تلاش کی تو ضرورت نہیں ہے آقا؟“
 ”ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے“

”تم نے گاڑی کو چیک بھی کیا استاد۔ اس پر بولیں وغیرہ کا نشان تو نہیں ہے؟“

”ویری گنڈ عمدہ سوچنے لگے ہو۔ میں نے چیک کر لیا“
 میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ ”سردار سے وہی ڈیوین اور بیحد اسمارٹ آدمی تھا۔ بعض اوقات مجھے اس کی اپنے ساتھ موجودی سے بہت خوشی ہوتی تھی۔“

”مگر بہر حال میں تم مجھے سے پہلے سوچتے ہو استاد میرے ذہن میں بہر خیال دیر سے آیا“

”آخر استاد ہی شاکر دی بھی تو ہے“
 ”یہ حقیقت ہے استاد۔ میں نے جو کچھ سیکھا ہے تم سے سیکھا ہے“ سردار سے نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں ہی بیبر کی طرف متوجہ ہو گئے جو بالکل خاموش تھا۔

”تمہیں کیا ہو گیا ہے بیکر؟“ میں نے پوچھا اور پھر چونک پڑا اس نے ہمارے طرف دیکھا اور پھر اٹھے ہوئے انداز میں بولا۔
 ”دراصل میری ٹیکسی میں کچھ نہیں آیا باس“ بیکر نے کہا۔
 ”اوہ۔ پھر؟“

”سردار سے بیکر بڑھ جاتی، بس تم اس سے زیادہ جانتے کی کوشش مت کرو میری جان“

”ہاں مجھے تم پر اعتماد ہے باس۔ بس بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی“ بیکر نے جواب دیا۔

”کوئی بات نہیں ہے، ویسے راستہ ہم سب کے لیے نامعلوم ہے کہ تم کچھ نشاندہی کر سکتے ہو بیکر؟“
 ”ہاں ہاں کیوں نہیں۔ پیر سے وطن کا راستہ ہے اس کے بارے میں نہ جانوں گا“

”اوہ۔ ویری گنڈ تمہارے خیال میں سرحد کتنی دور ہے؟“
 میں نے پوچھا اور بیکر تانسی میں آنکھیں پھاڑنے لگا پھر اس نے کافی دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد کہا۔

”زیادہ دور نہیں باس“

اب منظر بدلا ہوا تھا۔ یہ ایک وسیع ترین ہال تھا جس میں لوہے کی بڑی بڑی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سی بہت ناخوشگوار بو ہال میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہال کے آخری سرے پر ایک زرنکار کرسی رکھی ہوئی تھی جس میں شاید میرے جیسے نئے نئے کپڑے کیوں نہ کیوں کی چمک سے کرسی جگمگاتی تھی اور اس کرسی پر زرنکار بٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آپ پر غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں لوہے کے ایک ٹکٹے میں جگمگا ہوا ہوں۔ میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے کسے ہوئے تھے اور اس طرح جڑے ہوئے کی وجہ سے میں اپنے بدن میں دھن دھن محسوس کر رہا تھا۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر زہری موجود تھی۔ وہ بھی ایک کرسی پر خاموش اور دم گم سی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ برقعہ اتار دیا تھا جس میں ہمیں نے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ زرنکار کے ہونٹوں پر ایک مکڑہ سکرابٹ پھیل گئی۔

”لو پھر سمجھو۔ تم نے ساری زندگی مجھ پر وار کیا ہے راجہ نواز صنف۔ ہر وہ ممکن کوشش کر لی تم نے مجھے فنا کرنے کے لیے جو تمہارے بس میں تھی۔ ایک بار اپنی ولایت میں تم مجھے ہلاک کر چکے تھے لیکن میرے خیال میں راجہ نواز صنف تم ایک بے وقوف انسان ہو گئے کسی وقتوں کا پوری طرح اندازہ لگانے بغیر اس پر وار کرنا دانش مندی نہیں ہوتی جو کچھ تم کر چکے ہو تمہارے علم میں ہے مجھے تمہارے ماحی سے دلچسپی تھی۔ کچھ باتیں جانتا تھا۔ تمہارے بارے میں جتنا پڑھتا تھا۔ اچھا کردہ ٹیٹوں نے تمہارے ماحی میں دھکیل دیا اور میں تمہاری ابتدا اور انجام وائف ہو گیا۔ دلچسپ بات ہے راجہ نواز صنف کو کچھ بھی نہیں کی دنیا کے ایک انسان نے کچھ تمہارے دل میں میرے سے پرہیز کیوں پیدا ہوئی۔ بہر طور مجھے ان تمام باتوں سے کچھ دلچسپی نہیں ہے میں تمہارا ماحی جانتے کے بعد ہی نہیں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اسے بھی اور عرف عام میں اسے مقبوض مار لو کہا جاتا ہے اور اسے شہنشاہ مار لو کا نام میں نے دیا۔ یہی ایک آدمی سی خادو تھی۔ میرے اشارے پر میرے پاؤں چلنے والی لیکن تمہاری محبت میں گرفتار ہو کر اس نے میرے خلاف لغات

کی اور بالآخر میرے لیے خاصے مسئلے پیدا کر دیئے۔ بہتا سے خیال میں، کیا میں اسے انتقام کے لیے چھوڑ سکتا تھا، مشیو مارلو بنا کر میں نے اسے وہی سب کچھ دیا جو میں چاہتا تھا بہت عظمت، بہت عزت، بہت احترام ان علاقوں میں اس سے بری عورت دوسری نہیں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ عورت آج بھی میری غلام ہے۔ میری پاؤں چلنے والی، راجہ نواز اصغر تمہارے اُسے اپنی بیوی بنا لیا ہے۔ اپنا ہم مذہب بھی بنا لیا ہے لیکن جو تزو کا کے خادم ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے کے غلام نہیں بن سکتے اور نہ ہی اس کے ہم مذہب۔ سنانے جو ایک گول سا تالاب دیکھو، وہ ہوا میں تیزاب بھرا ہوا ہے۔ لوہے کے بہت بڑے ٹکڑے کو اس میں گرا دیا جائے تو ایک دو حوالا سا بھرتا ہے اور پھر یہ تیزاب اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی شکل میں تبدیل کر کے اس کا اپنا وجود ختم کر دیتا ہے۔ تینکڑے جو تہہ دیکھ رہے ہو میرے پوسے بدن میں بھر چھری سی دوڑتی، زہری اپنی جگہ سے اٹھی اور ہاتھوں اور بہروں سے بل جھٹی ہوئی تزو کا کی جانب چلنے لگی۔ تزو کا نے اپنے پاؤں پھیلا دیئے تھے۔

میرادل خون کے آسور دور رہا تھا۔ زہری اس کرسی کے پاس پہنچ گئی اور پھر اچانک وہ کھڑی ہو گئی۔ تزو کا کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی تھی۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ تزو کا کے کرسی پر رکھے ہاتھ فولادی جھکڑوں میں جڑے تھے دو موٹے بڑے اُس کے بہروں میں اور ایک کمر میں اگیا تھا۔

”تشبیہ مارلو، وہ دباؤ۔“
 ”نہیں زہری۔ تزو کا سو فیصدی زہری۔ زہری کی غزائےٹ اچھری۔“

”یہ۔ یہ کیسے ہو گیا؟“
 ”تیری حماقت سے گئے۔ تو نے خودی میرے وہن کا سحر توڑا تھا۔ توڑی حالت دکھانے کے لیے، میں روٹی تھی تو کرائی تھی اور تو ہنسنا بوجھا لگیا تھا۔ دو بارہ جب تو مجھے ملا تو میں پھر مشیو مارلو پہن گئی۔ میرے دو بارہ سحر قائم کیے بغیر۔ تو نے بھی خود نہ کیا۔ لیکن یہ میری کاوش تھی۔ اس کے بعد میں نے یہاں تیرے لیے انتظام کیا۔“ زہری نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ مجھے کھول دے۔“ تزو کا دباؤ۔
 ”اب یہ کرسی فضا میں بلند ہوگی۔ ایسے۔ زہری نے ایک بلن دیا اور کرسی فضا میں بلند ہونے لگی۔ پھر یہ تیزاب کے تالاب کی طرف چلے گی۔ ایسے۔ زہری نے دوسرا بلن دیا۔
 ”نہیں۔ نہیں۔ یہ یہ کہا یہ کیا کر رہی ہے؟“ تزو کا جیسا نک آواز میں چیخا کر کرسی تیزاب کے تالاب سے عین اوپر پہنچ گئی۔
 ”اور پھر تو اس تالاب میں گر جائے گا۔ ایسے۔“ زہری نے

کہا اور اچانک کرسی اونچی ہو گئی۔ تزو کا کی بندشیں کھل گئیں اور اُس کی آخری چیخ بڑی ہولناک تھی۔ تیزاب کے تالاب سے دھوئیں کا ایک مٹر ٹولہ اٹھا اور تزو کا خاکستہ ہو گیا۔

تب زہری میری طرف متوجہ ہو گئی، میرے قریب آئی اور روتی ہوئی مجھے سے لپٹ گئی۔ بڑا رقت آور منظر تھا۔ لیکن میں نے زہری کو سمجھا لیا۔ ”تیس مہال سے نکل جانا چاہیے زہری۔“ میں نے سب انتقام کر لیا ہے۔ زہری بولی۔ اور مجھے ایک کمرے میں لے آئی۔ یہاں اُس نے میک اپ کے مسلمان کا انتظام کر رکھا تھا۔ میرے چہرے پر تزو کا کا میک اپ کیا گیا اور پھر ہم باہر نکل آئے۔ زہری احترام سے میرے پیچھے چلی رہی تھی۔ باہر بہت سے لوگ تھے میں جلدھر سے گزرتا کر دیکھتا تھا کہ ہم ایک تہی کا پٹر سے قریب آگئے اور چند لمحات کے بعد کالی پاپٹر ہمیں لے کر چل پڑا۔ اس کی منزل بننا کہ ایک خوبصورت عمارت تھی۔

زہری نے مجھے سے کہا۔ ”جو مارو ڈراما میں نے تیار کر لیا ہے تو آج رات کو ہم خانوشی سے اس عمارت سے نکلیں گے اور ہندوستان چلے جائیں گے۔ میرے پاس بارہ بیگے کی فلائٹ کے ٹکٹ موجود ہیں۔ اور پھر ہم ہندوستان سے ہم اہر بکر روانہ ہونے کی تیاریاں کر لیں گے۔ کوئی مشکل نہ ہوگی۔“
 ”اس پر ڈراما میں ایک تبدیلی کرنی ہوگی زہری۔“ میں نے

کہا۔
 ”کیا؟“
 ”ہم اہر بکر نہیں۔ پاکستان جائیں گے۔ اب ہم ہیں زندگی گذاریں گے زہری۔“

”جہاں نواز کا حکم ہو، اُس نے مسکراتے ہوئے میرے سینے پر سر رکھ دیا اور آج میں اپنے دیش میں ہوں۔ سرائے عالمگیر میں جہاں پہلے رہتا ہے۔ میرے اطراف لہلہاتے کعبت بکھرے ہوئے ہیں جو میری محنت کا ثمر ہیں۔ یہاں میرے پاپول کی آوازیں بکھی ہوئی ہیں۔ ہیرا مانیے چنے۔ بٹے شاہ کی کاغذیاں۔ برسات کی راتوں میں بالاسری کی آوازیں۔ میں اپنی زمین کی محبت سے مالا مال ہوں۔ یہ ساری دولت میرے وجود میں سمی ہوئی ہے۔ اور جب زہری لاپاچہ ہونے دو پھر کی دھوپ میں میرے لیے کھانا لاتی ہے تو میں دُور دسترت سے آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔ وطن کے پیارے بڑی دولت میں کائنات میں کوئی اور نہیں ہے یہ میرا بچہ ہے۔“

ختم شد